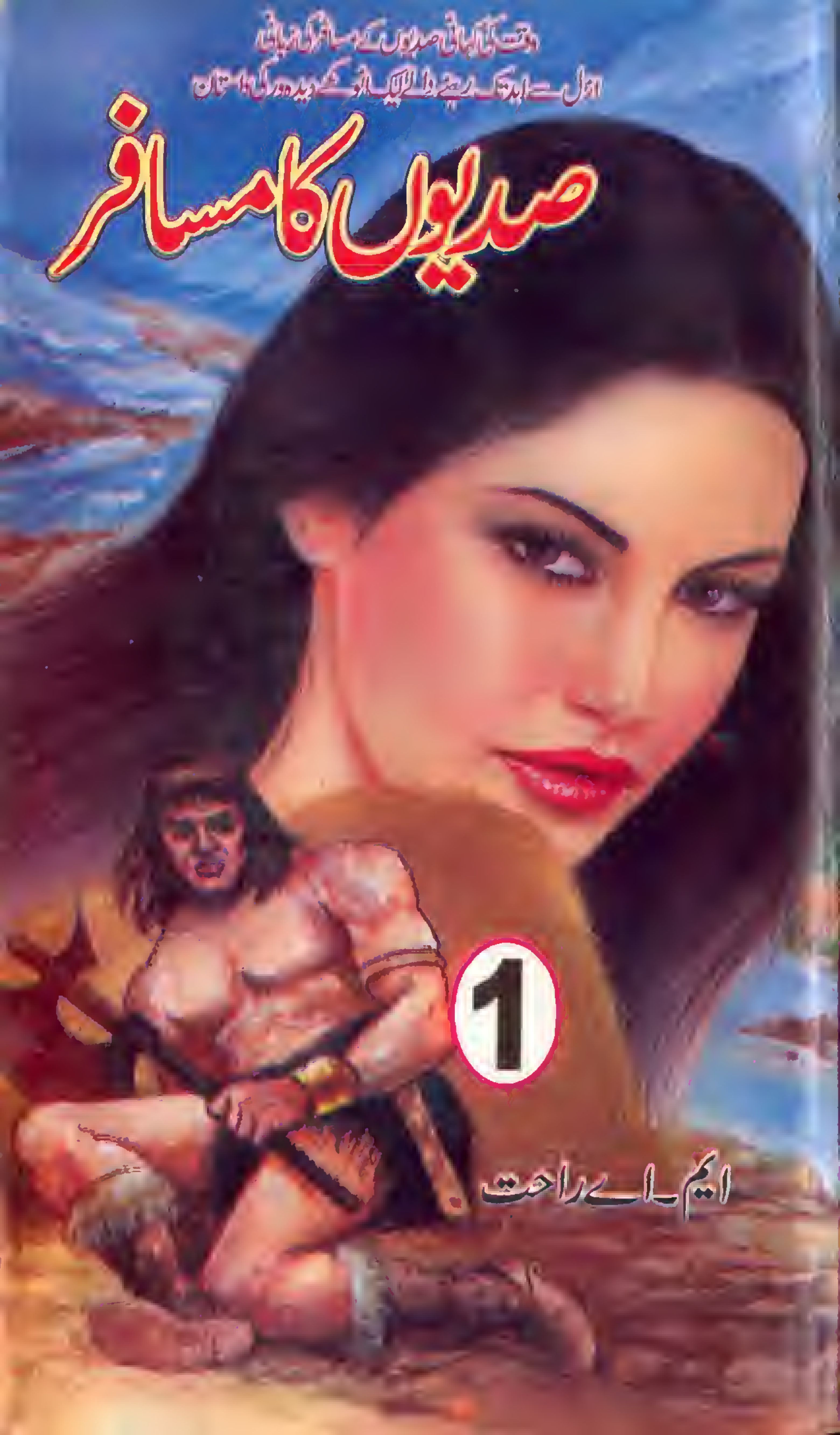
وقت کی کہانی صدیوں کے مسافر کی زبانی
ازل سے ابد تک رہنے والے ایک انوکھے وجود کی داستان
صدیوں کا مسافر
1
ایم اے راحت

وقت کی کہانی صدیوں کے مسافر کی زبانی

ازل سے ابد تک زندہ رہنے والے ایک انوکھے دیدہ ور کی داستان

صدیوں کا مسافر

3168

1

ایم-اے راحت

گل قریشی پبلی کیشنز لاہور

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

جملہ حقوق بحق ناشر دائمی محفوظ ہیں

۲۰۰۱

ناشر: مبشر [illegible]

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

[illegible] ۲۰۰

صدیوں کا مسافر ۔ زمانہ قدیم کی داستان ہے
ہم اسے انسان کی کہانی کہہ سکتے ہیں جب انسان نے
خود کو دانش کے عدسے سے دیکھا اپنے وجود کو پہچانا اور
تہذیب و تمدن کی جانب قدم بڑھائے انسانی کہانی ہے اور
وقت کا ساتھ نہیں دے سکتا کیونکہ وقت لافانی ہے
چنانچہ وقت کو سمجھنا گویا درخشاں تہذیب کے ارتقا
کے ساتھ ساتھ سفر کرنی ہے ۔ ماضی میں اسے میں نے
صدیوں کا بیٹا کے نام سے لکھا تھا ۔

اس کے کچھ ابواب [illegible] نامی رسالے کے لئے جو میں نے بعد
میں لکھے ۔ یہی ابواب [illegible] کے طور پر پیش خدمت
ہیں اپنے وقت کی عظیم داستان جو کبھی [illegible] میں شائع
ہوئی ایک بار پھر آپ کی خدمت ۔ صدیوں کے مسافر کے ہمراہ
صدیوں کا سفر کیجئے ۔

ایم ۔ اے ۔ راحت

یونیورسٹی آف ایڈنبرا میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ دنیا کے بہت سے ممالک کے اسکالر یہاں پہنچ چکے تھے۔ بڑے بڑے محقق بڑے بڑے سائنسدان، ماہر نفسیات اور مختلف عہدوں کے لوگ جمع تھے۔ ایک ایسی شخصیت یہاں آنے والی تھی جسے ایک افسانوی کردار کہا جاسکتا تھا۔ یہ صدیوں کا مسافر تھا۔ اور جو شخصیت سامنے آئی تھی وہ ایک انتہائی خوبصورت نوجوان تھا۔ اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ میں صدیوں کا مسافر ہوں۔ سب سے بڑا دیدہ ور۔

پریس فوٹو گرافر اور صحافی بڑی تعداد میں جمع تھے۔ رسمی کارروائیوں کے بعد صحافیوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی تو معزز مہمان نے کہا۔

''میں نے جو داستان آپ لوگوں کو سنائی وہ نہ تو افسانہ تھی نہ میری اپنی تراشی ہوئی۔ وہ ہسٹری آف سولائزیشن تھی وہ انسان کی تاریخ تھی اور صدیوں کے مسافر نے جن ادوار میں سفر کر کے یہ داستان مرتب کی تھی وہ کائنات کی تاریخ کے روشن راستے ہیں جنہیں تاریخ سے منسلک کتابوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو سب سے بڑے دیدہ ور کی تحریر ہے جسے آپ میں سے کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔''

''یعنی وقت کی۔؟'' کسی نے سوال کیا۔

''ہاں... میں صدیوں کی تخلیق ہوں۔ یا یوں کہہ لیں کہ صدیاں میری تخلیق ہیں۔ بات ایک ہی ہو جاتی ہے۔''

''لیکن آپ نے خود کو ایک کردار بنا کر پیش کیا جبکہ آپ صرف ایک تصور ہیں۔'' ایک صحافی نے کہا۔

''آپ انسان ہیں نا... اگر میں کسی لکڑ بھگے کی آواز میں آپ کو کوئی داستان سنانا شروع کر دوں تو آپ کی سمجھ میں آئے گی۔''

''نہیں۔''

''وقت کی اپنی کوئی زبان نہیں ہے۔ میں نے یہ داستان ایک انسان کی زبان میں سنائی اور اسے میں نے انسان ہی کی زبان میں آپ تک پہنچایا۔''

''آپ وقت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟''

یہی کہ میں صدیوں کا مسافر ہوں۔ میں آگے بڑھ جاؤں گا اور صدیاں پیچھے رہ جائیں گی۔ یہ وقت کی پیش گوئی ہے۔ صدیوں کا مسافر کی پیشگوئی۔''

''آپ نے اپنی داستان کی ابتدا کہاں سے کی تھی اس کے بعد کیا ہوا۔

''ہونا کیا تھا۔ حالات نے ثابت کر دیا کہ وقت کی پیش گوئی درست تھی، وہ بھٹکے ہوئے مسافروں کی مانند برف کے وسیع میدانوں میں سفر کر رہے تھے۔ لیکن ان کے قدموں میں لغزش تھی، ان کے ذہن ان کے قابو میں نہیں تھے، تب انہوں نے صدیوں کے بعد موجودہ دور کے انسانوں کو دیکھا، برف کے رہنے والے زندگی کا بوجھ اٹھائے رواں دواں تھے۔ وجود کی ضرورتوں سے نڈھال پژمردہ سے یہ لوگ انہیں ایک آنکھ نہ بھائے ان کے تو ذہن ہی بدل گئے تھے انہوں نے تو انسان کی نمود دیکھی تھی، اس کا عروج و زوال دیکھا تھا، ماضی، حال اور مستقبل دیکھا تھا، انسان ان کی نگاہوں میں کچھ نہیں رہا تھا، یہ وہ تھے جو اپنے ہاتھوں گڑھے کھود رہے تھے اور ایک دن وہ ان گڑھوں میں ایسے گریں گے کہ پھر ان کا وجود قصہ پارینہ بن جائے گا۔ وہ قدیم عجائب گھروں میں نظر آئیں گے، آہ، یہ انکا مستقبل ہے۔

کھوئے ہوئے انسان برف کی بستی میں داخل ہو گئے، نہ جانے کونسی بستی تھی، نہ جانے کونسا علاقہ تھا، ان کا دل نہ چاہا کہ بستی والوں سے ان کے بارے میں معلوم کریں، بس کوئی خواہش نہیں تھی کوئی امنگ نہیں تھی، وجود پر ایک بھاری بوجھ تھا، ایسا بوجھ جسے، اتار پھینکنا ا کے بس کی بات نہیں تھی۔

تھکے تھکے سے وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ انہیں بھوک لگ رہی تھی، لیکن کوئی چیز کھانے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ پروفیسر خاور نے اپنی دونوں بچیوں کی طرف دیکھا فروزاں اور فرزانہ کے چہرے بھی ستے ہوئے تھے۔

مجھے تعجب ہے، پروفیسر نے نڈھال آواز میں کہا۔ اور دونوں اسے دیکھنے لگیں۔

''کس بات پر پاپا۔؟'' فرزانہ نے پوچھا۔

''تمہارے چہروں پر وہ خوشی نہیں ہے۔ وہ بشاشت نہیں ہے جو صدیوں کے قید کے بعد رہائی مل جانے پر ہونی چاہیے تھی۔'' پروفیسر نے جواب دیا۔

''رہائی۔'' فروزاں پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی اور پروفیسر گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا! تب فروزاں فرزانہ کی جانب متوجہ ہوگئی، تم اس سلسلے میں اپنے خیالات کا [illegible]

Sh... library

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

"ہیں، ٹھیک کہوں باجی۔"

"کچھ بھی کہو، جو تاثر ذہن میں ہو بتاؤ۔ ہم اپنے باپ کے سامنے ہیں۔"

"جو کچھ گزری ہے باجی، جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد مرجانے کو جی چاہتا ہے۔ کسی ویرانے میں سو جانے کو جی چاہتا ہے۔ اس کی مانند، جو وقت تھا۔ آہ کس قدر خوش نصیب ہے، وہ صرف دیکھنے والا۔ عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں، کس قدر حاوی ہوتا ہے۔ وہ حالات پر کس قدر قادر ہے وہ ماحول پر، اور باجی اس سے دور ہونے کے بعد ہم خود کو کس قدر کمتر محسوس کرتے ہیں۔ باجی کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم دوبارہ اس طلسم میں کھو جائیں۔ ایک بار پھر وہ ماضی کے دریچے ہم پر وا کر دے۔"

"گیا وقت کہاں ہاتھ آتا ہے بیٹیو۔" پروفیسر کی آواز میں بھی حسرت تھی۔

"ہم ابھی دور نہیں نکلے ہیں، وہ بھی انہیں ویرانوں میں کہیں بھٹک رہا ہوگا، اسے تلاش کریں پاپا، اسے تلاش کریں، اس کی منت کریں کہ ہم پر رحم کرے ہمیں خود میں سمو لے۔ ہمیں اپنے دوش پر سوار کر کے ماحول کے جزیروں میں لے جائے۔ جہاں وہ ہو وہاں ہم رہیں، یہاں تک کہ ہمارے بال سفید ہو جائیں، ہمارے سانسوں کی میعاد پوری ہو جائے اور پھر ہم وقت کی آغوش میں دم توڑ دیں۔ ہاں ہم اس کی کہانیاں سنتے سنتے سو جائیں۔ گہری نیند اور پھر روز قیامت ہی جاگنا نصیب ہو۔"

"یہ ممکن نہیں ہے فروزاں، یہ بہت مشکل ہے۔"

"وہ موجود ہے، اور موجود رہے گا۔ خالق کائنات نے یہ بدیت بخشی ہے اور تلاش سے سب کچھ ضرور ملتا ہے، طلب صادق ضرور پوری ہوتی ہے، ہم کوشش تو کریں، ہم اسے پکاریں تو سہی۔" فروزاں نے کہا، اور پروفیسر عجیب سی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن جھٹک دی۔

"تو آپ کا کیا خیال ہے پاپا، سات گوئی شرط ہے۔" فروزاں پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ہیں۔" پروفیسر کی آنکھیں خلاء میں گھورنے لگیں۔ "میں بھی عجیب کیفیت کا شکار ہوں فروزاں، اس کے ساتھ گزاری ہوئی صدیاں، یا لمحے حیات افروز تھے۔ وہ ہمیں قدیم ماحول میں لے جاتا تھا، وہ اس ماحول کا ایک کردار ہوتا تھا اور ہم اس کی آنکھوں سے اس ماحول کو دیکھتے تھے۔ وہ سب کچھ ہمارے سامنے ہوتا، جو وہ بیان کرتا اور یوں صدیوں کا راز ہم پر آشکار ہو جاتے تھے۔ آہ ہم نے قدیم دور میں کس قدر مسافت طے کی ہے۔ فروزاں کیا تم فرعون کے دور کے ایک ایک کھنڈر کو پہچان لوگی، کیا تم بابل اور نینوا کی تہذیب کے رازوں کا انکشاف نہیں کر سکتیں۔ کیا تم یونان کے بازاروں کے ایک ایک نقش سے واقف نہیں ہو۔

بولو کوئی ہے جو ماضی میں سفر کر چکا ہو، ہم نے انسان کی انتہا دیکھی ہے۔ کیا ہم اس قابل ہو گئے ہیں فروزاں کہ اب انسانوں کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور اگر ہم ان کے ساتھ بسر کرنے کی کوشش بھی کریں تو کیا ان میں رہ کر ہمارا دم نہیں گھٹ جائے گا۔ یاد کرو فروزاں اس ماحول کو، ان لوگوں کو جو ہمارے ساتھی تھے، کس قدر نفسا نفسی کا عالم تھا۔ کس طرح انسان ایک دوسرے سے بیزار تھے۔ کیا وہ ہماری بات سنیں گے۔ کیا وہ ہمارے جاننے کو جانیں گے، اسے مان لیں گے۔ اگر ہم انہیں مستقبل کی تصویر سے آگاہ کریں گے تو کیا وہ ملتے والوں میں ہوں گے۔ کوئی نہیں سنے گا، کوئی نہیں مانے گا، ایک ایک سانس دوبھر ہو جائے گی۔ ایک ایک لمحہ صدیاں بن جائے گا، بڑی مشکل ہو جائے گی میری بچیو، بڑی مشکل ہو جائے گی۔"

"اوہ پاپا، کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں۔" فرزانہ نے سامنے اشارہ کیا، بستی والے اس جانب آ رہے تھے، کچھ آدمی تھے جو ان کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا تم سیاح ہو، یا مصیبت زدہ، کون ہو تم لوگ اور ان اطراف میں کیا تلاش کر رہے ہو؟"

"ہاں ہم مصیبت زدہ ہیں۔ بھٹک کر ادھر آ نکلے ہیں۔ کیا تم ہماری مدد کرو گے، ہمیں کھانا کھلاؤ گے؟"

"ہاں۔ لیکن اس کے عوض تم ہمیں کیا کو دو گے۔ کیا تمہارے پاس خریداری کرنے کے لئے سونا یا کرنسی موجود ہے؟" سوال کیا گیا۔

"نہیں ہم مصیبت زدہ ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ "ہاں ہم تمہیں نصیحت ضرور کریں گے۔ ہم تمہیں ایسی باتیں بتائیں گے کہ تم ہمیشہ یاد کرو گے، ہم تمہیں زندگی کے اہم راز بتائیں گے، ہم بتائیں گے تمہیں کہ تمہارا ماضی تمہارے لئے قاتل ہے اور تم مستقبل کے تاریک گڑھوں میں ایسے گرو گے کہ تمہارا وجود مٹ جائے گا۔"

"اور کیا بتاؤ گے؟" ان میں سے ایک نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"ہم وہ بتائیں گے تمہیں کہ اس کے بعد کچھ جاننے کی آرزو نہیں رہے گی۔"

"اور اس کے عوض روٹی مانگو گے، کیوں؟"

"کیا تمہیں یہ سودا منظور نہیں؟" پروفیسر خاور نے پوچھا۔

"صاف گھاٹے کا سودا ہے، تمہاری نصیحتیں ہم بھی سنیں اور تمہیں کھانے کو بھی دیں اور مان لیں۔ کہ اس کے بعد جاننے کی آرزو ہی نہ رہے، واہ کیا عمدہ بات ہے۔ سب کچھ جان لیں گے تو اس کے بعد زندہ رہنے کے لئے کیا رہ جائے گا۔ ہاں اگر تم لوگوں کے پاس تو ٹھیک ہے، تمہیں خوراک مل جائے گی۔"

"نہیں تباکو نہیں ہے ہمارے پاس" پروفیسر نے اذیت زدہ لہجے میں جواب دیا۔

"تب پھر تمہارا خدا حافظ، بے فکر رہو یہاں تمہیں کچھ نہیں ملے گا کوئی تمہارا معمول تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا" وہ واپس لوٹ گئے، اور پروفیسر حیرت بھری نگاہوں سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو پروفیسر گہری سانس لے کر لڑکیوں کی طرف دیکھا۔

"تم نے دیکھا وہ تباکو کی تلاش میں آئے تھے، انہیں تباکو نہیں ملا تو وہ واپس چلے گئے، یہ سوچے بغیر کہ کچھ لوگ بھوکے ہیں۔ یہی ہے ہماری دنیا اور یہی اس کی پہچان ہے کہ بہتر ہے، وہ غار جہاں کہانیاں تھیں اور زندگی کی یہ شکل نہ تھی، ہاں فروزاں فرزانہ میں اس دنیا میں نہیں جی سکتا... مجھے وقت کی تلاش ہے۔ میں پھر اس کی آغوش میں جانا چاہتا ہوں۔ اگر ہم اسے نہ پا سکے تب بھی نجات اسی میں ہے کہ ہم اس برف میں دفن ہو جائیں تاکہ قیامت کے روز جب وقت کا اختتام ہو جائے تو ہم اس کے ساتھی ہوں۔ واپس چلو فروزاں، یہ دنیا ہمارے قابل نہیں ہے"

اور رات گئے وہ برف کے ویرانوں میں اپنے قدموں کے نشان تلاش کرتے ہوئے کہ اس کی جستجو حاصل زندگی تھی اور زندگی کا تصور ان کی نگاہوں میں کچھ اور تھا یہی وہ وجہ تھی جس نے انہیں صدیوں کا علم بخشا تھا تحلیل ہو گیا تھا فضاؤں میں خود کو تبانے کے بعد لیکن وہ بھول جانے کے خواہش مند تھے، اس کی اصلیت کو اور وہی قصے سنا چاہتے تھے جو ابدی تھے۔ لیکن تلاش کرنا وقت کا آسان نہیں کہ غلام اپنے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ اور عرصہ ہو گیا اس طلب میں لیکن دنیا کا دوسرا رخ ان کے لئے ناقابل قبول تھا اور فیصلہ تھا کہ برف کی اس زمین میں انہیں جائیں گے تو سو جائیں گے تاکہ روزانہ تر و تازہ اٹھیں اور خوشگوار کیفیات کے روح بدوش ہوں۔ لیکن وہ جو تلاش کو معبودیت کا درجہ دیتے ہیں۔ ناکام نہیں رہتے، یہی کاوشوں میں، سو ایک رات وہ ایک سنسان غار میں داخل ہوئے کہ اونچے اونچے ستون تھے، اس کے یوں لگتا تھا جیسے یہ ستون آسمان کی چھت سے جا لگے ہوں۔ اور درمیان میں اس غار کے ایک عظیم الشان کتاب موجود تھی اور اس کے چوڑے اوراق اڑ رہے تھے، اور حیران کن تھا یہ منظر ان کے لئے کہ کچھ ہے جس میں کوئی گہرا معمہ ہے، آخر فروزاں نے پروفیسر کی جانب معنی خیز نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔ "کیا آپ کو کچھ یاد ہے بابا...!"

"تمہارا اشارہ کس کتاب کی جانب ہے فروزاں...؟"

"ہاں، اس نے اپنی کتاب کا تذکرہ کیا تھا۔ اور جعفر کیا یہ کتاب کیا الکیمی نہیں ہے، اگر نہیں تو اس کی تشکیل کس نے کی، اور کیا یہ ایک اشارہ نہیں ہے وقت کی جانب"

"لیکن یہ طلسم کدہ" پروفیسر خاور پرخیال انداز میں بولا۔

"آہ کاش یہ ہماری منزل ہو، آہ کاش یہ ہماری طلب صادق کا صلہ ہو، ہمیں اسے قریب سے دیکھنا چاہیئے۔ ورنہ یہ عجیب و غریب جگہ"

تب وہ تلاش کرنے لگے کتاب تک پہنچنے کا راستہ۔ اور دیکھا انہوں نے عقب میں کہ چند سیڑھیاں بلندی تک گئی ہیں۔ اور ان کے ذریعہ بآسانی کتاب تک پہنچا جا سکتا ہے۔ تب تینوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے اور سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھا دیا لیکن ان کا قد بہت چھوٹا تھا ان اوراق سے، یوں وہ بلندی پر پہنچ کر کتاب کے بالکل نزدیک پہنچ گئے اور اس پر ابھرے ہوئے الفاظ چیونٹیوں کی مانند تھے تاہم انہوں نے اس تحریر کو پہچانا کہ وقت تھی اور ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا... لیکن دفعتاً ورق کی دیوار ان کے سروں پر آ رہی، ورق الٹ گیا تھا اور وہ اس میں دب گئے، لیکن بڑا لطیف دباؤ تھا اس کا اور یوں لگتا تھا جیسے پرسکون خوابوں کی ایک دیوار ہو اور ایسی سکون بخش کہ بس سو جانے کو جی چاہے۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ایک انوکھی جگہ موجود ہیں، اور یہ انوکھی جگہ نہ جانے کیوں جانی پہچانی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس کو پہلے بھی دیکھ چکے ہوں۔ لطیف ہوا کے جھونکے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران تھے۔

"کیا ہمارے وجود میں زندگی کی علامت ہے" فرزانہ نے سوال کیا۔

"ہم سانس لے رہے ہیں، اور وجود کا یہ زیر و بم ہی زندگی کہلاتا ہے" فروزاں بولی!

"کیا آپ بھی سانس لے رہے ہیں بابا...!"

"ہاں، بشریت کے دائرے لامحدود ہیں اور وہ جو پہاڑوں میں غاروں میں عبادت الٰہی کرتے ہیں اور دنیا ترک کر دیتے ہیں، بلاشبہ فیض پاتے ہیں کہ جذبے کی منازل ہوتی ہیں، طلب و عقیدت اور تحقیق ان منازل کے راستے ہیں، اور یہ راستے کھلے ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی ان پر چلنے کا ہنر جانے، جو کچھ کیا اس نے وہ درست تھا اور اس جگہ کو پہچانو اگر تمہاری یادداشت تمہارا ساتھ دے سکے کہ یہ ہم... کیا تم بتا سکتی ہو کہ وقت کی جو کہانیاں تم نے سنی ہیں ان میں اس جگہ کا کیا مقام ہے۔"

دونوں لڑکیاں خیالات میں گم ہو گئیں، دیر تک سوچتی رہیں پھر کھڑی ہو گئیں۔ "کیا ہم یہاں ایک چکر لگا لیں...؟"

"ضرور، اور مجھے بتاؤ کہ یہ کونسی جگہ ہے" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں لڑکیاں اس طلسم گاہ میں چکرانے لگیں۔ انہوں نے اس کا جائزہ لیا، پروفیسر ان کے ساتھ ہی تھا، تب وہ ایک تہہ خانے میں پہنچ گئے کہ عجیب جگہ تھی۔ ساری دیواریں عکس ہونے والے شیشوں کی تھیں۔ اور لاتعداد پہلو نظر آ رہے تھے کہ

کسی کا تعین مشکل تھا۔ کہ فروزاں چیخ پڑی۔

"آہ بالآخر یہ اسی ہوئی بات نگاہوں کے سامنے آگئی، بابا! کیا یہ سلانوس کا دانش کدہ نہیں ہے...!"

پروفیسر خاور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا کہ "سنانے والے کا کمال ہے۔ اور اس نے جو تصویر کھینچی، وہ ذہن پر نقش ہو گئی، ہاں یہ وہی دانش کدہ ہے جس کے ہر پہلو میں ماضی حال مستقبل پوشیدہ ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ طلب کا انعام ہے۔ بارگاہ خداوندی سے اور ہم اسے ضرور پائیں گے، جو ہمارے ذہنوں میں پوشیدہ ہے۔ لیکن کیا تم تیار ہو ماضی میں کھونے کے لئے...؟"

"طلب زندگی سے زیادہ قیمتی ہے اور یہ دنیا ہیچ ہے ہماری نگاہوں میں، ہمیں ماضی میں لے چلو بابا خواہ کچھ بھی ہو جائے" اور پروفیسر نے ذہن پر زور دیا اور پھر متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

پھر اس نے کہا "لیکن سلانوس تو اپنے دانش کدہ میں واپس آ گیا تھا"

"ہاں، اس نے ہی بتایا تھا۔ مستقبل کی دنیا سے راس نہیں آئی تھی اور وہ وہاں سے اکتا کر چلا آیا تھا۔ اسے چھوڑ کر" فروزاں نے جواب دیا۔

"تو بہتر ہے سلانوس کو تلاش کریں کہ وہ دیوتا تھا ممکن ہے وہ ہمیں اس زاویے سے آگاہ کر دے جس سے گزر کر ہم اس تک پہنچ جائیں تاکہ فروزاں ہماری تلاش نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے تو وہ آگے بھی مدد کرے گی"

تب وہ دانش کدے سے نکل آئے اور اس کے بعد غاروں کی اس دنیا کی چھان بین کرنے لگے۔ انہوں نے ایک سمت اختیار کی اور وہاں سے یکے بعد دیگرے دوسری جگہوں کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، غار در غار یہ دنیا نہ جانے کہاں تک پھیلی ہوئی تھی لیکن اس نے بہت تفصیل سے غاروں کی کہانی سنائی تھی وہ اس طرح ذہن نشین ہو چکی تھی کہ اجنبی نہیں لگی تھی، تب وہ ایک ایسے غار میں پہنچ گئے جہاں کا ماحول بے حد پراسرار تھا۔

دیواروں میں بخور دان نصب تھے جن سے لطیف دھواں اٹھ رہا تھا، عجیب عجیب خوشبویات چکرائی پھر رہی تھیں ایسا خوابناک ماحول تھا کہ سو جانے کو جی چاہے، اور ایک انوکھا سحر طاری ہو رہا تھا۔ یہاں داخل ہونے پر۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ ایک مخصوص جگہ ہے ان غاروں میں، تب ان کی نگاہ خالی غار کے بیچوں بیچ رکھے ہوئے سیاہ رنگ کے ایک تابوت پر پڑی اور اس تابوت کے سامنے چند اوراق رکھے ہوئے تھے۔

چند ساعت وہ اس طلسم میں کھوئے رہے اور پھر پروفیسر خاور نے چونکا "ضرور اس تابوت میں کوئی گہرا راز ہے ہم نے دیکھے لیکن بہت دیکھا جاتے ہیں زیادہ خوف محسوس کر رہا ہوں" اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔

"ہرگز نہیں بابا، یوں لگتا ہے جیسے ہم اب ان محسوسات کی دنیا سے بہت دور نکل آئے ہیں، اب ہمیں کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا"

"تو آؤ دیکھیں ان اوراق میں کیا ہے، یا پھر پہلے اس تابوت کا ڈھکن اٹھایا جائے، آؤ میری مدد کرو" پروفیسر خاور چند قدموں سے تابوت کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں لڑکیاں ان کے ساتھ تھیں۔ تب اس نے عظیم الشان تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا، جو نفیس اور ہلکی لکڑی کا بنا ہوا تھا، اور اندر دیکھا ایک جسم خاکی محو خواب تھا، پراسرار لمبی ڈاڑھی، بدن کا لباس وقت کی ترتیب کھو چکا تھا، اور سانسوں کے لطیف جھونکوں سے ہی منتشر ہو گیا تھا، یہی کیفیت بدن کی تھی اور عجیب پر زینت منظر تھا یہ۔ دیکھنے سے لیکن کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تب پروفیسر خاور نے ڈھکن بند کر دیا۔

"بہتر ہے سونے والے کی نیند میں خلل اندازی نہ کی جائے آؤ ان اوراق کو دیکھیں یہ کیا کہتے ہیں" پروفیسر نے احتیاط کے ساتھ تابوت کے سرہانے رکھے کاغذات اٹھائے اور انہیں سنبھالتے ہوئے وہ ایک ایسی جگہ آ پہنچے جہاں روشنی تھی۔ یہاں بیٹھ کر پروفیسر نے پہلا کاغذ اٹھایا، ایک چمکدار روشنائی سے ایک تحریر لکھی ہوئی تھی، پروفیسر نے بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔

"ارتقائے آدم تدریج ہوا ہے، انسان نے اپنے وجود سے آشنائی حاصل کرنے کے مدارج بہت آہستہ آہستہ طے کئے ہیں، اس کے احساسات کو الفاظ کی شکل ایک طویل عرصہ کے بعد ملی ہے لیکن بنیادی طور پر جو شے اس کے وجود پر حاوی رہی ہے وہ خیال ہے اور خیال کی زبان یکساں ہے اس خیال نے ابتدا میں اشاراتی رخ اختیار کئے۔ اور ہم نے اپنے مقاصد کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اپنے اعضاء کی جنبش کے سہارے لئے۔ پھر ان جنبشوں کو نام دیئے گئے، اور زبان کے غدود سے نکل کر پیدا ہونے والی آوازوں کو اپنی ضرورت میں ڈھال لیا، یوں زبان کو تحریر کی شکل ملی اور تحریر کی ابتدا بھی نقوش سے ہوئی، لیکن خیال حاوی رہا ان ساری چیزوں پر یعنی جو محسوس کیا، جو دیکھا، جو سوچا، اسے نزدیک سے اشاروں میں اور دور سے نقوش میں ڈھال لیا اور پھر ان نقوش کی ترتیب بدل کر الفاظ کی شکل اختیار کر گئی، لیکن یہ سب آہستہ آہستہ ہوا اور بنیادی چیز پھر بھی حاوی رہی تھی ساری چیزوں پر یعنی خیال، سو اسے دیکھنے والے خواہ کسی بھی دور میں ہو، کوئی بھی زبان بول اور پڑھ سکتا ہو۔ چشم خیال وا کیا وہ اس تحریر سے آشنا ہو۔ کہ یہ میرے بارے میں ہے۔ اور نام میرا سلانوس ہے کہ طویل زندگی پائی تھی میں نے اور لاتعداد تجربات سے گزرا ایسے افسوں سے شناسائی رہی۔ میری کہ علم و دانش میں مجھ سے کہیں آگے تھے، یوں میں

ایک ایسے دور میں کرشناسائی ہوئی میری ایک انسان عجیب سے اور ہم دونوں گئے مستقبل کی وادیوں میں کر وہ عجیب تھا۔ اور ناقابل تسخیر تھا سو تسخیر نہ ہوا، وہ کہیں، لیکن میں اس کا ہم پلہ نہیں تھا اور یوں میں نے ساتھ کھو دیا۔ ایک ایسی ذات کا جو سمجھ میں نہ آنے والی تھی، لیکن میں اہل نہ تھا مستقبل کے اقتدار کا اور اکتا گیا تھا اور اس کے بعد سے مجھے جستجو نہ رہی کسی شہر کی، اور انسان جب اکتا جاتا ہے تو پھر اسے سکون کی وادیوں کی تلاش ہوتی ہے تو میں نے اختیار کر لیا دیس۔ لیکن میرے دانشکدے کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور اس کا استعمال جوں کا توں ہے، یعنی اگر ہو سکے۔ یہاں تک کہ عجائبات عالم کی سیر درکار ہو تو اس آئینہ خانہ میں چلا جا اور تصور کر اس بنیادی شہر کا یعنی خیال، سو جو رخ روشن ہو جائے اس کی سمت بڑھ اور سورج کا رخ دیکھ لے اور یاد رکھ اس رخ کو کہ تیری واپسی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یوں دیکھ ماضی حال اور مستقبل کی تصویر کر، انعام ہے تیری کاوشوں کا کہ تو مجھ تک پہنچا۔ میں تیرے لئے خیر کا طالب ہوں۔

سلاٹوس!

پروفیسر کے چہرے پر مسرت کی کرنیں رقصاں تھیں۔ اس انوکھی تحریر نے انہیں جو خوشیاں بخشی تھیں وہ ناقابل بیان تھیں۔ فرزانہ اور فیروزاں بھی مسکرا رہی تھیں، تب پروفیسر نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہر صاحب علم نے دنیا کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا ہے۔ سلاٹوس نے ہماری کتنی بڑی مشکل حل کی ہے اور اب ان کے بتائے ہوئے نشان کے سہارے ہم اپنی منزل پا سکتے ہیں۔ لمحات کا یقین گو مشکل کام ہے۔ لیکن میں کبھی جاہل انسان نہیں ہوں۔ سلاٹوس کے علم کی روشنی میں ہم اپنے لئے لمحات کا تعین کر لیں گے۔"

"گویا، گویا ڈیڈی؟" فیروزاں تعجب سے بولی۔

"ہاں فیروزاں، بس یوں سمجھو کہ حالات نے ہمارے لئے وہ راہ ہموار کر دی جس کے ہم خواہشمند تھے۔ تھوڑی سی کاوش سے ہم منزل پا سکتے ہیں، کیسے جانکار ہیں ہم۔ اور تم کتنے ثبوت چاہو گی اس کی سچائی کے یعنی اس دانشکدے کے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا تھا کیا وہ غلط تھا۔"

"اس کی تو ہر بات کے ثبوت موجود ہیں ڈیڈی، کونسی غلط بات کہی تھی اس نے، وہ تو جھوٹ بولنے والوں میں نہیں تھا، لیکن میں نہیں سمجھ سکی، سلاٹوس کے دانشکدے میں موجود آئینہ خانے سے آپ کیا فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اس کی رہنمائی بھی وہی کر گیا تھا۔ آہ اس کے حسین تصور میں کتنا سکون ہے، فیروزاں ہماری تقدیر۔" پروفیسر کے چہرے سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔ فرزانہ اور فیروزاں بھی مسرور تھیں، گو ان کی

قیمت -/125 روپے
پراسرار ہیبت ناک
جناتی ناول
شائع ہو گیا ہے
ناشر
گل فرنٹ پبلی کیشنز لاہور

سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا، لیکن وہ جانتی تھیں کہ پروفیسر بے وجہ کبھی مسرور نہیں ہے۔ تب پروفیسر نے کہا۔ "صدیوں پرانے دانشمند اس رہنمائی کے لئے میں تیرا احسان مند شکر گزار ہوں اور جو کچھ تم لوگوں نے اپنی ذات سے کیا وہ روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گا۔ تیری اس ذات سے میں رہنمائی حاصل کر رہا ہوں اور اپنا مقصد پا رہا ہوں اور اس کے عوض میں خراج تحسین پیش کرنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔ آؤ فیروزاں اور فرزانہ، ہم اپنی زندگی کے اس عجیب تجربے سے روشناس ہونے جا رہے ہیں۔ اور اگر ہم اس تجربے میں کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھو زمین پر بسنے والوں سے ہمارا کوئی تعلق نہ رہے گا۔ اور اگر کسی دور میں ہم دوبارہ زمین والوں کے درمیان پہنچے تو ہمیں وہ سب اجنبی لگیں گے!"

لڑکیوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے پروفیسر کے ساتھ اس غار سے باہر نکل آئیں اور چند ساعت کے بعد وہ دوبارہ اس طلسم آئینہ خانے میں داخل ہو گئے۔ جس کی کچھ عجیب تفصیل بتائی تھی اس نے تب پروفیسر نے اپنے حساب سے سورج کا تعین کیا۔ اور کافی غور و خوض کے بعد سلاٹوس کی رہنمائی میں اپنے ماضی کے کا رخ کیا اور مضبوطی سے انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے اس مانند جس طرح اس نے کبھی سلاٹوس کے دور کی کہانی سنائی تھی اور آئینے سے منعکس ہونے والی شعاعوں میں انہوں نے اپنے وجود کو تحلیل ہوتے محسوس کیا، یوں کہ وہ ساکت تھے، لیکن جنبش کر رہے تھے، ان کے بدن ہلکی ہوا کی مانند اور اس قدر ہلکے ہو گئے تھے کہ خود اپنی ذات پر تعجب تھا۔ تب اس کی آواز سنائی دی۔

"جہاز کے سفر کی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں، خود زیاد اس مجھے حکیم ہاکو کے ساتھ جہاز پر مجھے اطلاع دینے آیا تھا اور اس نے اپنے نائب تاجی کو اور جہاز کے کپتان کو میرے بارے میں خصوصی ہدایات دیں، سمندر کی پہلی رات میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن شاید کہ آسمان پر چمکتا ہوا چاند اور حد نگاہ پھیلے ہوئے سمندر کو دیکھ کر کچھ عجیب احساس ہو رہا تھا اور یہ احساس اس کے چہرے سے نمایاں تھا۔ اس وقت بھی وہ عرشہ پر میرے نزدیک کھڑی شاید میرے وجود کو بھی فراموش کر چکی تھی۔ زنیتا

وہ میری جانب مڑی!

"سنو تاکیا تم ساری زندگی میرے ساتھ رہو گے، تم کہیں مجھ سے دور تو نہیں ہو جاؤ گے؟"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا شمانہ؟" میں نے پوچھا۔

"بس یونہی، زمین اور آسمان کی گردش نے زمانے کون کون سے رخ اختیار کئے ہیں، میں اپنی حیات کے انحصار کے بارے میں سوچ رہی تھی، کہیں؟" اس کے انداز میں خوف تھا۔

"تبھی داستان گو خاموش ہو گیا، یوں لگا جیسے شمانہ کی قربت میں ڈوبے ہوئے اسے اچانک کوئی اور خیال آ گیا ہو، اس نے چونک کر اپنے نزدیک بیٹھے ہوؤں کو دیکھا اور کھوئے ہوئے انداز میں دیر تک دیکھتا رہا۔ جیسے کوئی بھولی بسری بات یاد کر رہا ہو، پھر وہ بری طرح چونک پڑا۔

"تم..... پروفیسر، تم، آہ اور یہ دونوں لڑکیاں۔ یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیونکر ممکن ہے، میں گزرنے والا ہوں، ماضی حال مستقبل سب کچھ میرا ہے۔ تم نے ماضی کے اوراق کیونکر پلٹ دیئے۔ میں نے حال سے مستقبل میں چھلانگ لگائی تھی۔ میں نے دانشمندوں کے قرب میں صدیوں کا ماضی اور صدیوں کا مستقبل پا لیا تھا۔ کسی دوسرے کے لئے یہ کیسے ممکن ہے؟"

"تمہاری رہنمائی میں ایک چھوٹی سی بات اس ناممکن کا ممکن بن گئی۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ ماضی میں کسی اور کی مداخلت ہو سکے، لیکن تم وقت ہو۔ اور وقت کی کہانی ازل سے ابد تک جاری رہے گی، سو تم جو تکنے زاویوں میں ہو، جبکہ اس وقت کوئی نہیں ہو گا۔ جب تم نے ماضی میں گزر کو منوایا۔ ہاں تم ہمیں مستقبل میں لے گئے۔ اور پھر ساری کہانیاں ختم ہو گئیں، لیکن ایک کہانی باقی رہ گئی میرے دوست، صرف ایک کہانی!"

"کونسی کہانی؟" اس نے پوچھا۔

"پروفیسر خاور کی کہانی۔ اس کی ان دونوں بیٹیوں کی کہانی جو وقت کے علم میں قید ہو گئے تھے اور پھر شاید انہیں ایسی بھاگ کر انہوں نے زندگی کی گھما گھمی چھوڑ دی اور تنہائی کی چاہت میں ترسنے لگے اور پھر سلاٹوس کے دانشکدے میں ہماری رہنمائی ہوئی اور ہم نے ماضی کا ایک ورق پکڑ لیا، یوں تم ہمیں دوبارہ مل گئے، سنو دوست، ہم فانی ہیں جس طرح لاتعداد بستیاں تمہارے قرب میں زندگی گزار کر فنا ہو گئیں، تو ہم بھی اس کے خواہشمند ہیں۔ گو دنیا کے آخری سرے تک جا پہنچے ہیں، لیکن تمہارے قرب کی خواہش ہے، ہمیں پھر اپنے وجود میں ضم کر لو اور تم اس لئے پہنچے ہیں تم تک کیونکہ ماورا وجود اب ہماری دنیا کے ناقابل ہے۔ ہمیں پھر انہی کہانیوں میں سمو لو۔ اور اتنے عرصے کے قرب کے بعد ہم اتنا حق ضرور رکھتے ہیں کہ تم سے یہ بات منوالیں۔"

اس کے انداز میں تعجب تھا اور ایسی ہی تعجب بھری نگاہوں سے اس نے فرزانہ اور فیروزاں کو دیکھا، پھر مسکرا دیا۔ "لیکن تم تو اپنی دنیا کی خواہشمند تھیں؟"

"ہاں، لیکن جب وہ دنیا ہمیں کو بڑی اجنبی لگی۔ ہم نے تو علم کو تمہاری آنکھوں سے دیکھا تھا۔" فیروزاں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تعجب ہے میری کتاب میں ایک انوکھے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس تحریر کو کس نام سے لکھوں گا۔ تاہم تم بتاؤ کہ اب میں تمہارے لئے کیا کروں کہ میرا سکوت ممکن نہیں ہے۔"

"تم گزرتے رہو، جس مانند گزرتے ہو۔ یوں ہمیں اب زندگی کی ہوس نہیں ہے اور ہم تمہارے وجود کے ساتھ بوڑھے ہونا پسند کریں گے۔ اور ہماری کہانی کا آخری باب تم یوں لکھنا کہ بالآخر وہ بوڑھے ہوئے اور انہوں نے انہیں غاروں میں موت پائی جہاں انہوں نے صدیوں کی کہانی صدیوں کے بیٹے کی زبانی سنی تھی۔"

تب وہ مسکرا دیا اور بولا۔ "لیکن اب میں تمہیں کونسی کہانیاں سناؤں گا؟" اس کے انداز میں چیلنج نمایاں تھی۔

"تم نے کہا تھا۔ ابھی تو اس کتاب کے بے شمار اوراق باقی ہیں۔ پروفیسر ان میں وہ اوراق بھی ہیں جن میں مستقبل تحریر ہے۔ اور وہ اوراق بھی جنہیں میں ابھی تحریر کروں گا۔ اگر میں یہ اوراق الٹ دوں تو تمہارے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو جائیں، سو میں ماضی کی کہانیاں سناؤں۔ وہ کہانیاں جو تمہاری داستان میں نہیں آ سکی تھیں۔ کیونکہ تمہاری آنکھوں میں صدیاں سمائی ہوئی ہیں اور صدیاں اتنی مختصر نہیں جتنی مختصر تمہاری داستان تھی۔"

"پروفیسر میرے دوست، علم و دانش کے برتتے پانی میں نہانے والے روئے زمین سے ہی تو بے نیاز ہو جاتے ہیں، کہ گردش فلک ان کے لئے بے معنی ہے۔ سانسوں کی زنجیر سے ان کا کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ بدن کا بوجھ روح پر گراں ہو جاتا ہے، اور دروازے مبین ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ نظام زندگی سے جو یکساں ہے، اور نمود حیات سے موت کی آغوش تک کا سفر تبدیل کرنا چاہتی ہے۔ اور یہ صدیوں کا تجربہ ہے میرا۔ سو تم نے دانشوری سے مجھے ماضی میں تلاش کر لیا ہے کہ حال سے تو میں گزر چکا ہوں اور تم نے اس قول کی گردان دہائی ہے کہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا، اب اس مثال کو یوں کہو کہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ لیکن اس سے ماضی میں ملاقات کی جا سکتی ہے۔ اور ماضی تمہارے ذہنوں میں قید ہے۔ بشرطیکہ تم اسے دماغ کے خلیوں میں سے ڈھونڈ نکالو، ماضی اس وقت زندہ ہے جب تک تم یا تمہیں جاننے والے۔ آؤ پروفیسر انہیں کہانیوں کی وادی میں چلو کہ داستان گوئی کا لطف اسی میں ہے۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"کیسی شرط؟" پروفیسر نے خوشی کے عالم میں پوچھا۔

"تم جان چکے ہو کہ ماضی حال اور مستقبل کے راز اپنے سربستہ مجھ پر عیاں ہیں، وہ کہانیاں جن کا وجود ہے میری ذات میں پنہاں ہیں اور ہر کہانی میں میرا ایک کردار رہا ہے۔ سو اس بار کہانیوں کا انتخاب

تم کہہ گئے۔ ہاں سنانے والا میں ہوں۔

"لیکن ہمارے ذہن اتنے کشادہ نہیں ہیں کہ ہم ماضی کے وہ کردار تلاش کریں جو عام نگاہوں میں نہ ہوں۔"

"جو تصور بھی تمہارے ذہن میں ابھرے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں تو تم تک دوبارہ پہنچ جانے کی خوشی ہے۔ اور یقین کرو اس دور کے لوگ ہمیں اتنے اجنبی محسوس ہوئے کہ ہم ایک لمحہ انہیں برداشت نہ کر سکے۔ دنیا اس رخ پر چل رہی ہے جس کی تم نے نشاندہی کی تھی اور ہم جانتے ہیں کہ انسان کا یہ انداز اسے کہاں لے جائے گا۔ بس ان کے ساتھ گزارنا ایک ناممکن امر ہے۔ باقی رہی کہانیوں کی بات تو اس طویل سفر میں تمہارا ہر لمحہ ایک کہانی ہو گی۔ لاکھوں کردار بکھرے ہوئے ہیں تمہاری کائنات میں۔"

اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب اس نے نیم باز آنکھوں سے انہیں دیکھا اور ہنس پڑا۔ "لیکن تم نے مجھے خوب تلاش کیا اور سالوں کے دانشکدے نے بھی تمہاری اچھی رہنمائی کی اور اس میں تمہاری ذہانت کارفرما ہے۔ آؤ اب سکون کی انہیں وادیوں کا رخ کریں۔ لیکن اس سے قبل تمہاری ضیافت ضروری ہے۔ ٹھہرو میں تمہارے لئے آب سکون لے آؤں۔" وہ اٹھا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"یوں لگتا ہے جیسے وجود کائنات صرف ایک کہانی ہو۔ جو اس کے ہونٹوں سے ابھر رہی ہو۔ کیا ان داستانوں کے سوا اور کوئی چیز اتنی دلکش ہے۔" فروزاں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ اس کی ذات میں کائنات بھی ہوئی ہے۔ اور جب وہ اپنے بدن کی چادر کا کوئی حصہ اٹھاتا ہے تو ایک نئی کہانی سر ابھارتی ہے۔"

کافی دیر ہو گئی تھی اسے گئے ہوئے۔ وہ مختلف باتیں کرتے رہے اور اس کے انتظار میں انہیں بے چینی ہونے لگی تو وہ آ گیا۔ ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ سجائے اور پھر اس نے صراحی اور گلاس ان کے سامنے رکھ دیئے۔

"تم اس شئے لطیف سے ناآشنا نہ ہو گے۔ شربت حیات تمہارا پسندیدہ شربت۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پروفیسر نے بے اختیار سامنے رکھے برتن اٹھا لئے۔

"ہاں انہیں ساری چیزوں کی تلاش نے تو یہاں دیوانہ کر رکھا تھا۔" آب سکون کے چند گلاس پی کر وہ خود کو اتنا ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگے کہ بیان سے باہر ہے۔ یوں لگتا تھا کہ وجود سے کچھ کھو یا ہوا پا لیا ہو۔ اس کی آنکھیں خواب میں ڈوب گئی تھیں۔ تب اس کی آواز ابھری۔

"مجھے دلچسپی میں دیر اس لئے ہو گئی کہ میں اپنی کتاب کے ان اوراق پر نگاہ ڈال رہا تھا کہ جو تمہاری نگاہوں سے اوجھل رہ گئے تھے۔ ان اوراق کی کہانیاں تم نہیں سن سکے تھے۔ داستان کے طور پر وہ کتنا کا۔ کیا تم نے اس کی داستان سنی؟"

"نہیں، یہ کون تھا؟" فروزاں بے اختیار بول پڑی۔

"گزرے کل کا راجہ۔ اور کہانی اس کی یوں تھی کہ میں ان دنوں ذہنی پژمردگی کا شکار تھا۔ یعنی انہیں ایام میں سے گزر رہا تھا جب میرے اوپر کبوست طاری ہو جاتی ہے اور میں سکون کی جگہوں کا متلاشی ہوتا ہوں۔ اور یہ جگہیں میری پسند کے مطابق ہونا ضروری ہوتی ہیں، تاکہ نیند کا لطف آئے۔ لیکن میری لاتعداد داستانیں شاہد ہیں کہ وقت گزرا اور کہاں، زمین کے سینے پر انسان کا وجود ایک لمحے میں لاکھوں کہانیاں ترتیب دیتا ہے۔ اور ان میں سے ہر کہانی میرے وجود کو چھوتی گزرتی ہے۔ یوں سفر میں تھا کہ ایک سادہ سی معصوم سی بستی پر نگاہ پڑی۔ چاروں طرف کھیتوں میں ہریالی لہلہا رہی تھی۔ سبز رنگ کے لہلہاتے کھیتوں میں بیر بہوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ رنگ برنگے لباسوں میں ملبوس کسان لڑکیاں تھیں جو کھیتوں میں کام کر رہی تھیں۔ خوش و خرم سرخ و سپید زندگی سے بھرپور ان کی ہنسی کے جلترنگ کانوں میں رس گھول رہے تھے اور ان قہقہوں کی کشش قدم روک رہی تھی، لیکن ایسا نہ ہو کہ پھر کسی الجھن میں گرفتار ہو جاؤں۔ کہ جہاں انسانی وجود ہوتا ہے وہاں الجھنیں ضرور ہوتی ہیں۔ سو ہٹ گیا میں اس طرف سے۔ لیکن یہ وہم میں نے علم کے وجود کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ اور یہی میری کمزوری تھی۔ جس کا میں شکار تھا۔ ہر تحریر میرے لئے دلکش ہوتی تھی۔ اور ادوار نے یہی بتایا تھا کہ علم کی کتاب میں جتنے صفحات تحریر ہو سکیں وہ کائنات کے سرمائے کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سرمایہ قدرت کی امانت ہے۔ جس میں خیانت ممکن نہیں۔

کھیتوں سے دور کا رخ اختیار کیا تھا میں نے۔ اور سوچا تھا کہ اس بستی سے بچ کر نکل جاؤں۔ لیکن راستے میں گنگناتی ہوئی ایک ندی نے قدم روک لئے اور سوچا کہ اس کے کنارے بیٹھ کر تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ ایسی شفاف ندیاں بے حد حسین ہوتی ہیں۔ لیکن پھر بھول گیا کہ ندی کا بستی سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اور یہاں بھی وجود انسانی ہو — ممکن ہے۔ کنارے — اس ندی کے کہ سبز گھاس سے ڈھکی ہیں آرام کے لئے لیٹ گیا۔ پانی کی گنگناہٹ بڑی سکون بخش تھی۔ نرم ریت کی ٹھنڈک نے وجود کو بھرپور بخشا لیکن قدموں کی آہٹ نے چونکا دیا۔ اور میں گردن اٹھا کر دیکھنے لگا۔

لکڑی کی کھڑاؤں پہنے اوپری بدن سے ننگے وجود کو دیکھ کر میں اٹھ گیا۔ لیکن میری آنکھوں نے اس کے چہرے کی نرمی اور تمتماہٹ کا جائزہ لیا اور فیصلہ کیا میں نے کہ ضرور یہ کوئی صاحب علم ہے۔ اور ہونٹ وا ہو گئے اس کے مسکراہٹ کے انداز میں

اور اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر لگا دیئے۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اور تب اس کی گمبھیر آواز ابھری۔ "رشیوں اور منیوں کے چہرے کا ترانے ہوتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ماتھے کی چمک کہاں چھپا سکتے ہیں مہاراج۔ وہ چمک جس میں ستارے بولتے ہیں۔ آگیا دیں تو تھوڑی دیر کے لئے پاس بیٹھ جاؤں۔"

"تم لوگ کہاں پیچھا چھوڑو گے۔ بیٹھو۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور اس کی مسکراہٹ کے خلوص میں کوئی تبدیلی نہ آئی گو میرے الفاظ تلخ تھے۔ وہ بیٹھ گیا۔ اور میرے چہرے کی جانب دیکھنے لگا۔

"سنسار دکھوں کی پوٹ ہے۔ مگر یہ نہ بھولو مہاراج کہ بھگوان نے ہی اسے بنایا ہے۔ جس بھگوان کی تلاش میں تم سرگرداں ہو۔ اس کے بنائے ہوئے انسانوں سے بھاگ کے تم بھگوان کو کیسے پاؤ گے؟"

"خوب۔ تو تم گیانی ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں مہاراج۔ کہاں گیانی اور کہاں میں۔ میں تو بس گویا ہوں۔ بھگوان کے گن گاتا ہوں مندروں میں۔ نام میرا سکھ راج ہے۔ لوگ سوامی سکھ راج کہتے ہیں۔ جیوتش ودیا سے بڑا پریم ہے مجھے۔ اور سارا جیون اس تلاش میں تپایا ہے۔ پر کسی گیانی نے توجہ نہیں کی۔ اور جاپ کر رہا تھا دریا کے کنارے کہ بات کا کر کسی مہان گیانی سے سمبندھ ہو جائے اور آج اس جاپ کا آخری دن تھا۔ اور مہاراج دریا کے کنارے آنے والے تم پہلے منش ہو۔"

"چنانچہ تم میری گردن پکڑ لو اور اس وقت تک دباتے رہو جب تک میں تمہیں گیان دینے کا اقرار نہ کر لوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں مہاراج، میری مجال کہ میں گردن پکڑوں۔ میں تو داس ہوں اور بس سیوا کرنا جانتا ہوں۔ اگر من چاہے تو مجھے کچھ دے دیں۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میرے بھائی۔ دریا کے کنارے کی یہ جگہ بے حد خوبصورت تھی۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے رک گیا اس کی اتنی بڑی سزا تو نہ دو۔ میں سکون کی تلاش میں ہوں۔ انہیں پہاڑوں میں کوئی مناسب جگہ دیکھ کر سو جاؤں گا۔"

"اور داس جیون بھر جیوتش گیان کی آس میں تڑپتا رہے گا۔" اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"سوامی سکھ راج جی۔ تمہارے جاپ میں کچھ گڑبڑ رہ گئی ہے۔ یا پھر اس کا آخری لمحہ پورا نہیں ہوا۔ جلدی سے جاؤ اور جاپ کے آخری لمحات پورے کر لو کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی بھول میں سب کچھ کھو بیٹھو۔ میں تو مسافر ہوں تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اور تمہیں مجھ سے کچھ نہیں ملے گا۔"

تب سوامی سکھ راج نے چونک کر مجھے دیکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ میری بات پر یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ ستارے تو جھوٹ نہیں بولتے مہاراج۔"

"بے شک۔ ستارے جھوٹ نہیں بولتے۔ لیکن، وہ دیکھو تمہارا مطلوب وہ تو نہیں ہے۔" میں نے ایک اور وجود کو دریا کے کنارے دیکھا۔ یہ کوئی سادھو ہی تھا۔ ہاتھ میں اکتارا سنبھالے ہوئے وہ بڑے مست انداز میں چلا آ رہا تھا۔

"ہے بھگوان۔ میری سہائتا۔" سکھ راج نے پریشان لہجے میں کہا اور پھر اس سادھو کی طرف دیکھنے لگا۔ سادھو دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنا اکتارا ایک طرف رکھ کر چلو سے پانی پی رہا تھا۔ سکھ راج سوامی گردن ہلاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ گئے۔

اور میرے ذہن میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ میں ان دونوں کو دیکھنے لگا اور میرا دل چاہا کہ قریب سے ان کی گفتگو سنوں۔ پھر میں نے غور کر سنبھالنے کی کوشش کی کہ فضول الجھنوں میں پڑنے سے کیا فائدہ، بہتر یہ ہے کہ جلدی سے یہاں سے آگے بڑھ جاؤں۔ لیکن پروفیسر وقت کی گردش بھی کسی کے اشاروں کی پابند ہوتی ہے۔ میں اپنے تجسس اپنی طبیعت کو نہیں دبا سکا۔ اور ان دونوں کی طرف چل پڑا۔

سوامی سکھ راج سادھو کے پاس پہنچ گئے تھے اور اس کی پشت پر پہنچ کر اس کے فارغ ہو جانے کا انتظار کرنے لگا۔ سادھو اپنی گردن اور بال جھٹک رہا تھا اور پھر اس نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ اسی وقت اس نے شاید اپنے عقب میں آوازیں محسوس کیں اور جلدی سے پلٹ کر دیکھا، پھر لپک کر اپنا اکتارا اٹھا لیا۔

"لے جا۔ لے جا۔ اسے بھی لے جا بھائی یہی ایک پونجی رہ گئی ہے اسے بھی چھین لو۔ تمہارا ستیاناس۔" سادھو نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"نہیں مہاراج ہم چور نہیں ہیں۔ ہم تو سوامی سکھ راج ہیں۔ مندروں میں بھجن گاتے ہیں۔ کھرے برہمن ہیں بھگوان کی سوگند۔ ہم نے جیون میں کبھی کسی کی کوئی چیز نہیں چرائی۔"

"گویئے ہو بھجن گاتے ہو۔" سادھو نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں مہاراج۔" سکھ راج نے کہا۔

"ہوں۔" سادھو غور سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اکتارا اس کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ بات ہے تو پھر کوئی بھجن سناؤ۔"

"جو آگیا مہاراج۔" سکھ راج نے کہا اور اکتارا لے لیا۔ سکھ راج کی آواز واقعی خوبصورت تھی۔ جو کچھ وہ گا رہا تھا وہ بے حد حسین تھا۔ سادھو مست ہو گیا اور گردن جھٹکنے لگا۔ پھر جب سوامی سکھ راج خاموش ہو گئے تو اس نے جھومتے ہوئے کہا۔

"خوب گاتے ہو سکھ راج، بھگوان کی سوگند خوب گاتے ہو۔

جو یہاں استھان کریں گے ۔ ستاروں نے شاید اسی بستی کے بارے میں ہمیں بتایا تھا"

"کس نے بتایا تھا مہاراج ؟" سکھ راج نے پوچھا۔

"نام تمہارا سکھ راج ہے اور تم ان کو شانتی دیتے ہو جیوتش سے لگاؤ ہے تمہیں سکھ راج ؟"

"بڑا لگاؤ ہے مہاراج ۔ وہی سیکھتا پھرتا ہوں"

"ٹھیک ہے ہم تمہیں گیان دیں گے ۔ تمہیں جیوتش شکتی دیں گے ۔ ہمارے شکر مارے شیام ۔ جو تمہارا گھر کہاں ہے ؟"

"ندی کے اُس پار بستی میں مہاراج"

"آؤ پھر ۔ ہمارے استھان کا بندوبست کرو ۔ آؤ" سادھو مہاراج اٹھ کھڑے ہوئے ۔ تب ان کی نگاہ مجھ پر پڑی "یہ ۔ یہ کون ہے ؟"

"کوئی مسافر ہے مہاراج ۔ ندی کنارے آرام کر رہا تھا"

"سادھو معلوم ہوتا ہے ۔ مگر جوان ہے خوبصورت بھی ہے ۔ ابھی گیان کہاں ملا ہوگا ۔ تم سے کوئی سمبندھ ہے ؟"

"نہیں مہاراج ۔ آپ کے دھوکے میں اس کے پاس پہنچ گیا تھا ۔ میں پورن جاپ کر رہا تھا آپ کے لئے مہاراج ۔ جیوتش سے کھشا چاہتا تھا"

"ہم تمہیں جیوتش ودیا سکھائیں گے سکھ راج تو سیتا من کر ۔ آ ہمارے ساتھ آ" سادھو مہاراج چل پڑے میں اب بھلا ان لوگوں کا پیچھا کہاں چھوڑ سکتا تھا چنانچہ میں بھی دونوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا ۔ دریا کے کنارے پہنچ کر مہاراج رکے ۔ پھر سکھ راج کو دیکھ کر بولے ۔

"کیا یہاں پانی کا آثار ہے ؟"

"ہاں مہاراج ۔ بس اور جانے کا یہی راستہ ہے"

"تو آگے چل" سادھو مہاراج نے کہا اور سکھ راج پانی میں اتر گیا ۔ اس کے آگے بڑھنے کے بعد مہاراج نے پانی میں قدم رکھا اور جلدی سے باہر نکل آئے ۔ "رک جا سکھ راج ۔ رک جا پانی تو بہت ٹھنڈا ہے"

"گیان جوت جگاؤ مہاراج ۔ سادھو سنتوں کے لئے ٹھنڈا گرم کیا حیثیت رکھتا ہے ۔ آ جاؤ" سکھ راج نے عقیدت سے کہا ۔ اور ناچار سادھو مہاراج بھی پانی میں اتر گئے ۔ میں بدستور ان دونوں کے پیچھے تھا ۔ سادھو مہاراج کی حالت کافی خراب تھی ۔ پانی کمر کمر آ پہنچ گیا تھا اور یہ ندی کسی پہاڑی آبشار نے تشکیل دی تھی ۔ اس لئے پگھلی ہوئی برف تو ٹھنڈی ہی ہوتی ہے ۔ دوسرے کنارے پر پہنچ کر مہاراج تھر تھر کانپ رہے تھے ۔ ان کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے اور منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی ۔ لیکن سکھ راج آرام سے آگے بڑھ رہا تھا ۔

کھیتوں سے پرے ایک چھوٹی سی جھونپڑی سکھ راج کا مکان تھی اس کے آگے گوبر اور مٹی کی دیوار بنی اٹھی ہوئی تھیں اور ان دیواروں کے بعد چند درخت تھے جن کے نیچے گھاس بکھری ہوئی تھی ۔ برگد کا ایک بڑا درخت جھونپڑی سے تھوڑے فاصلے پر تھا ۔ سکھ راج نے کئی بار بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا لیکن کچھ بولے نہیں تھے ۔ دونوں اس جھونپڑی میں داخل ہو گئے ۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی ۔

حالانکہ سوامی سکھ راج خود سلیقے کا آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی طلب نے اسے بھٹکا دیا تھا ۔ اور وہ خواہ مخواہ کے لوگوں کے چکر میں پڑ رہا تھا ۔ اب یہ سادھو مہاراج مجھے کوئی نکھٹو آدمی معلوم ہو رہے تھے ۔ لیکن سکھ راج ان کے سامنے بچھا جا رہا تھا ۔ ویسے ٹھنڈے پانی نے سادھو مہاراج کی حالت بری کر دی تھی ۔

میں نے برگد کے اس درخت کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا ۔ میں نے سوچا یہ سکون کی بستی ہے ۔ کچھ وقت یہاں گزار کر آگے بڑھ جاؤں گا ۔ بہرحال یہاں ہنگامے تو نہیں ہیں ۔ اور صدیوں کا سنائی ہوئی کہانیوں میں ایک بات تو تم نے ہمیشہ محسوس کی ہوگی پروفیسر کہ جب بھی میں نے سکون کی تلاش کی کامیاب نہ ہو سکا ۔ دراصل یہ احساس ہی غلط تھا کہ کائنات میرے سینے پر پھیلی ہوئی ہے ۔ میں اگر نہ ہوں تو کائنات کی ترتیب بگڑ جائے ۔ لوگ گزری ہوئی داستانوں کے تعین میں بھٹک جائیں ۔ میری ذات سے تو ان ماہ و سال کا وجود ہے ۔ سو یہ لمحہ میرا ایک کردار مزید رہا ہے ۔ گویا میں نے کبھی تھکے ہوئے مسافروں کی مانند سکون کی راہ تلاش کی ہے ۔ سو یہاں بھی اس سکون کی بستی میں میرے لئے سکون نہیں تھا ۔

برگد کے درخت کے نیچے میرا دھونی رمانا چند دلچسپ اور اہم واقعات کی ابتدا تھی اور یہ ابتدا یوں ہوئی کہ میں نے سورج ڈھلے زمین پر دھوپ پھیلتی دیکھی ۔ دھنک سمٹ کر انسانی روپ اختیار کر گئی تھی ۔ اور دھنک میں لپٹی ہوئی میری طرف آ رہی تھی ۔ پاؤں میں پہنی ہوئی پائلوں کی چھم چھم زمین اور آسمان کے درمیان ایک رابطے کا پتہ دے رہی تھی ۔ اندھیرا پھیل گیا تھا لیکن روپ کی دھوپ برگد کے درخت کے قریب پہنچ گئی ۔ انوکھا حسن تھا ۔ پروفیسر بلاشبہ سادگی اور پرکاری کا ایسا امتزاج کم کم نگاہ آیا تھا ۔ ایک ہاتھ میں پیتل کا تھال اٹھائے دوسرے ہاتھ میں پانی کا چھوٹا بکڑے وہ میرے سامنے رک گئی ۔ نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور مشرق کی ساری شرم و حیا اس کی پیشانی کا جھومر بن گئی تھی ۔ تب ایک لرزتا ہوا نغمہ گونجا ۔ ربط کے تار پر گویا مضراب چھو گئی ۔ اور میرے کانوں نے سنا ۔

"بھوجن ہے مہاراج"

"میرے لئے دیوی ؟" میں نے اسے پرشوق نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

"ہاں ۔" جھکی جھکی آنکھیں بول اٹھیں ۔

"بھول ہو گئی ہوگی تم سے ۔ پنڈت جی نے شاید تم سے کہا ہوگا کہ مہاراج کو بھوجن دے آؤ ۔ اور تم یہاں آ گئیں"

"تو پھر ؟" اس بار اس نے حیرانی سے آنکھیں اٹھائیں اور ایک لمحے کے لئے ساکت ہو کر رہ گئی ۔ یوں لگا جیسے وہ اپنے الفاظ بھول گئی ہو ۔ لیکن دوسرے لمحے اسے حیا کی جھرجھری آ گئی ۔

"مم میرا مطلب ہے مہاراج پتا جی نے آپ ہی کے لئے کہا تھا"

"کیا تم ان دوسرے سنت مہاراج سے بھی واقف ہو جو تمہاری جھونپڑی کے اندر موجود ہیں ۔" میں نے سوال کیا اور اس کے شرگیں نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا ۔ آنکھیں تو مسکرا ہی رہی تھیں ، ہونٹ بھی بے اختیار مسکرا اٹھے اور چمکیلے دانت نظر آنے لگے ۔

"جی مہاراج" اس نے کہا ۔

"ہاں شاید وہی ۔ میں ان کا نام نہیں جانتا"

"وہ تو مہاراج بھوجن کرنے کے قابل نہیں رہے" پھول جیسی معصوم آواز سنائی دی ۔ ہنسی چھوٹی پڑ رہی تھی ۔ میں نے دلچسپی سے اس خوبصورت ہنسی کو دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

"کیوں ؟"

"بڑے زور کا جاڑا چڑھا ہے انہیں ۔ ٹھنڈے پانی میں بھیگ گئے تھے نا ۔ ساری جیوتش ودیا بھول گئے ۔ اور اب بیوہ کی ٹکریں ہیں" اس نے کہا اور ہنس پڑی ۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی ۔ سادھو مہاراج کی بوکھلاہٹ میں نے بھی دیکھی تھی اس وقت جب وہ ٹھنڈے پانی میں اتر رہے تھے ۔ گویا انہیں ان کی دروغ گوئی کا بدلہ مل گیا تھا ۔ تاہم میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا "اور سکھ مہاراج کیا کر رہے ہیں ؟"

"ان کی سیوا کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

"بڑے پریشان ہو گئے ہوں گے وہ بے چارے تو ۔ لائے تھے انہیں جیوتش ودیا سیکھنے کے لئے اور اب اس جنجال میں پھنس گئے ۔ مگر میرے لئے کھانا دیوی" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا ۔

"کیا آپ بھوجن نہیں کریں گے مہاراج" اس نے سادہ سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

"تم لائی ہو دیوی تو ضرور کروں گا ۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی ۔ میں تو تمہارا مہمان بھی نہیں ہوں"

"نہیں مہاراج ، پتا جی سادھو سنتوں سے بڑا پریم کرتے ہیں ۔ آپ نے یہاں استھان کیا ہے تو کیا ہم آپ کو بھوجن بھی نہ کرائیں"

"اوہ ۔ یہ بات ہے تو ٹھیک ہے ۔ تھال رکھ دو اور ہاں دیر کی جلدی میں ہو ؟"

"نہیں مہاراج"

"تو بیٹھ جاؤ ۔ تھوڑی دیر باتیں ہی کر لیں ۔ میں اندھیر مہاراج کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کیسی حالت ہے ان کی"

"بڑی بری ۔ بری ادھم برکلا ہم جپ رہے ہیں ۔ گھر کے سارے کپڑے ان کے اوپر ڈھیر کر دیئے گئے ہیں ۔ اور اب تو پتا جی خود بھی ان کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گئے ہیں ۔ پر ان کی سردی دور نہیں ہوئی ۔ میں نے تو پتا جی سے کہا تھا کہ اندھیر مہاراج کو بند کر کے گھر میں آگ لگا دیں تبھی ان کی سردی دور ہوگی ۔ مگر پتا جی برا مان گئے" وہ ہنس پڑی ۔ سادگی میں شرارت بھی شامل ہو گئی تھی ، مجھے بھی اس کی شرارت پر ہنسی آ گئی تھی ۔

"اچھی ترکیب بتائی تم نے ۔ پر تمہارا نام کیا ہے" میں نے پوچھا ۔

"روپ کلی" اس نے بتایا ۔

"بڑا سندر نام ہے ۔ تمہاری طرح"

"بھوجن تو کریں مہاراج ۔ آپ نے تو ابھی تھال کو ہاتھ بھی نہیں لگایا" اس نے قدرے شرارت سے کہا ۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ چہرے کی سادگی بلاشبہ سادگی ہے ۔ لیکن اندر بہت کچھ ہے ۔ تب میں کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ وہ میرے نزدیک بیٹھی شرارت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی ۔ اور پھر اچانک بول اٹھی ۔

"پر تم نے اپنا نام نہیں بتایا سنت مہاراج ؟"

"میرا نام ، تم ہی میرا نام رکھ دو روپ کلی ۔"

"کیوں ماتا پتا نے کچھ نہیں رکھا" اس نے بدستور شرارت سے پوچھا ۔

"ماتا پتا کو کسی نے دیکھا ہو تو بتاؤں ، میں نے ماتا پتا نام کی کوئی چیز کبھی دیکھی ہی نہیں"

"ہے رام ۔ مر گئے وہ دونوں ؟" روپ کلی نے کسی قدر سنجیدہ ہو کر ہمدردی سے پوچھا ۔

"بھگوان جانے" میں نے شانے اچکا کر جواب دیا ۔ اور وہ مجھے رحم کی نگاہوں سے دیکھنے لگی ۔ میں نے صرف اس کی خوشی پوری کرنے کے لئے کھانا شروع کر دیا تھا کہ اس کے انداز میں کسی قدر ہمدردی پیدا ہو گئی ہے ۔ جب میں نے پانی کی جانب دیکھا تو اس نے جلدی سے چھوٹا اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا اور میں نے اس کے ہاتھ سے پانی لے کر پینا شروع کر دیا ۔

"تو روپ کلی تم نے مجھے کوئی نام نہیں دیا ؟"

"ہم کیا نام دیں مہاراج ۔ سنسار آپ کو جس نام سے پکارے ہوگا وہی ٹھیک ہے" وہ بولی ۔

"تب لوگ تو مجھے صرف سنت کہتے ہیں۔"
"ہم بھی وہی کہنے لگے۔" وہ بڑے دلآویز انداز میں بولی۔ "تمہاری مرضی، ویسے بڑی لوبھی ہو تم۔ ایک چھوٹا سا نام بھی نہیں یاد کر سکتیں۔" میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔

کھانا ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے برتن اٹھائے اور میری طرف دیکھ کر بولی "اب آگیا دین مہاراج۔"

"ہاں، تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا روپ کلی۔ پر کچھ بھی نہیں سکا کہ ابھی تھوڑی دیر اور بیٹھو۔"

"ابھی تو آ گیا دین مہاراج گھر کے کام کاج بھی بہتیرے ہوتے ہیں۔ آپ کا استھان تو یہی ہے۔ پھر آ جاؤں گی۔" وہ برتن اٹھائی ہوئی بولی۔ اور پھر چھم چھم کرتی چلی گئی۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اور پھر ایک دم سورج غروب ہونے کا احساس ہوا۔ روپ کلی گھر کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ میں دیر تک چشم تصور سے اسے دیکھتا رہا۔ بے حد حسین لڑکی تھی۔ اتنی سادہ اتنی معصوم کہ تصور سے باہر۔ ان حالات میں یہ جگہ چھوڑ کر جانے کو کس کا دل چاہے۔ میں نے کیا سوچ لیا کہ کچھ وقت یہاں ضرور گزاروں گا۔

رات گہری ہونے لگی۔ پھر چاند نکل آیا اور تیز چاندنی پھیل گئی۔ روپ گھر کے دروازے پر وہی چھم چھم کرتی دیوی اور چاندنی میرے نزدیک پہنچ گئی۔ "میں نے سوچا مہاراج سو گئے ہوں گے، بس دیکھنے چلی آئی تھی۔"

"جسے تمہارا انتظار ہو وہ بھیرن پھر نہیں سو سکتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"سادھو سنتوں کو تو بس بھگوان سے لو لگانی چاہئے۔ مہاراج، جہاں ناری کے چکر میں پڑے ساری تپسیا بھنگ ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے مکھ سے گیان کی باتیں سننا چاہتی ہوں۔" اس نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

"بھگوان کو پانے سے پہلے منش کو پانا پڑتا ہے روپ کلی۔ تم مجھے منش سے دور کرنا چاہتی ہو۔" میں نے کہا۔ اور وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"بات تو تم نے ٹھیک کہی ہے سنت مہاراج۔ پر، تم میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟"

"تم سے باتیں کرنے کے لئے روپ کلی۔"
"بس؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔ تم نے اور کیا سوچا تھا؟" میں نے بھی سوال کر ڈالا۔

"تم حیران ہونا سادھو مہاراج، اس لئے بھول میں پڑ گئی تھی کہ کہیں پریم روگ تو نہیں لگ گیا تمہیں۔ مگر اب ٹھیک ہے۔ بھگوان کی سوگند مجھے اس بیماری سے ڈر لگتا ہے۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ اور میں اسے دیکھنے لگا!

"تمہیں تو کبھی نہیں لگی یہ بیماری؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں سنت جی، دوسروں کو دیکھ کر من میں فیصلہ کر لیا کہ بھگوان نے منش کو دو روپ بخشے ہیں۔ نر اور ناری کے۔ دونوں کے مان الگ الگ ہیں۔ نر کے چوڑے سینے میں سنسار کو تسخیر کرنے کا مان ہے اور ناری کے من میں حیا کی جوت ہے۔ بھگوان آکاش سے جوڑے اتارتا ہے اور سنسار میں دونوں کہیں نہ کہیں مل جاتے ہیں۔ یہ کام بھگوان کا ہے۔ ناری اپنے نر کے چرنوں میں پریم آرتی اتارتی ہے اور نر اسے سینے میں بھر لیتا ہے۔ جب بھگوان نے یہ کام سنبھال رکھا ہے تو ہم بے صبری کر کے اس کا آدرش کیوں توڑیں۔ اس پر بھروسہ کیوں نہ کریں۔ ایسے کام کیوں کریں جس سے نہ ہماری حیا باقی رہے نہ ناری کا مان، نہ ماتا پتا کی عزت۔ بھگوان کا ایک آدرش توڑنے سے کتنے لوگوں کی مان ہتھیا ہوتی ہے۔ ہم ایسا کام ہی کیوں کریں؟"

معصوم لڑکی کی منطق بڑی عجیب تھی۔ تب میں نے کہا۔
"لیکن پریم تو تمہارے بھگوان ہی کا ایک روپ ہے؟"

"ہے مہاراج۔ پر پریم کے روپ بھی تو بھگوان نے بنائے ہیں۔ ماں کا پریم بیٹے کے لئے، باپ کے لئے۔ بہن کا بھائی کے لئے۔ بیٹی کے لئے ماتا پتا کے لئے اور بہت سے پریم کے ناطے ہیں۔ نر ناری کا پریم بھی اٹوٹ ہے۔ پر اس کے لئے بھگوان نے سیدھے راستے رکھے۔ اس پریم کی پرتتا سب سے بڑی ہے۔ اور یہ پریم ساوتری کبھی من میں کالک نہیں لگاتی۔" لڑکی نے کہا اور میں اس ارسطو زادی کو تعجب سے دیکھنے لگا!

"میں نے کوئی انہونی کہہ دی ہے مہاراج؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں دیوی، تو ٹھیک کہتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھنے کے بعد وہ چلی گئی۔ میں اس کی باتوں پہ غور کرنے لگا۔ جتنی معصوم تھی اتنی ہی سچی بھی تھی، بڑی عبارت سے مجھے دھرم کا اپدیش دے گئی تھی۔ مجھے ہنسی آ گئی اور پھر میں برگد کے اس درخت کے نیچے لیٹ گیا۔ نہ جانے کب تک خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

دوسری صبح جب آنکھ کھلی تو سورج چڑھ آیا تھا۔ رندھیر جی مہاراج بھیگے ہوئے الو کی مانند دھوپ میں بیٹھے سوکھ رہے تھے۔ سکھ راج ان کے پاس نہیں تھا۔ لیکن چند ساعت کے بعد وہ گھر سے برآمد ہوا اور اس نے میری طرف دیکھا۔ مجھے جاگا دیکھ کر وہ میری طرف بڑھ آیا۔

"پالاگن مہاراج۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور میں نے بھی اس کے انداز میں ہاتھ جوڑ دیئے۔ "آپ سو رہے تھے سوامی اس لئے میں نے آپ کے لئے صبح کا بھوجن نہیں بھیجا۔ میں ابھی لاتا ہوں۔"

"سنو سکھ راج سوامی، ہم تمہارے مہمان نہیں ہیں۔ ہم تو اس بوڑھے برگد کے مہمان ہیں۔ تم ہمارے لئے تکلیف کیوں اٹھا رہے ہو؟"

"یہ برگد میرے گھر کے سامنے ہے مہاراج اور پھر یہ بھی کوئی تکلیف کی بات ہے۔ آپ کی سیوا میرے لئے خوشی کی بات ہے۔"

"تمہارے رندھیر سوامی کا کیا حال ہیں؟"

"ساری جیوتش ودیا بھول گئے۔ ٹھنڈے پانی میں، ویسے مہاراج تم نے اپنے من کا حال نہیں بتایا۔" سکھ راج نے کہا۔

"من کا حال کیا؟ وہی ہے سوامی جو تن کا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ٹھہرو پہلے میں بھوجن لے آؤں۔ خود بھی تمہارے ساتھ ہی بھوجن کروں گا۔" اس نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک تھال لئے ہوئے میرے پاس پہنچا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ "کھاؤ مہاراج اور ہاں رات کو سونے کے لئے چھت موجود ہے تو برگد کے نیچے کیوں پڑے ہو۔ آج سے اندر رہا کرو۔" اس نے منت کی۔

"ایک چھت کے نیچے تین گیانی نہیں رہ سکتے سکھ راج۔ پھر میری موجودگی میں تم رندھیر مہاراج سے جیوتش گیان بھی نہیں سیکھ سکو گے۔"

"کچھ بھول ہو گئی ہم سے۔ نہ جانے کیوں ستارے سے بتاتے ہیں کہ رندھیر مہاراج بس مہاراج ہیں۔ اور جیوتش کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پر نہ جانے ہمارا جاپ کیوں سپھل نہیں ہوا۔ بڑی آس تھی۔"

"ستاروں کا کھیل تم جانتے ہو اتنا کافی نہیں ہے سکھ مہاراج؟"

"گیان کا وردان تو ہوتا ہے مہاراج۔ منش کا من کیسا بڑا ہے، پر ہمارے من میں تو ایک کالا دھبہ ہے۔ ہم تو اپنی بچی کے دکھی ہیں۔ ہم اس کے کشٹ کا اپائے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس میں ستارے ہماری مدد نہیں کرتے۔ ہماری ساری کوشش کسی ایسے گیان پرش کی تلاش کے لئے ہے جو ہماری بچی کے بھاگ سے یہ کالا من نکال ڈالے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جیوتش گیان ہمارے پتا جی نے ہمیں دان کیا تھا، وہ بہت بڑے جیوتشی تھے۔ ہم نے ان سے جو کچھ سیکھا اسے کبھی غلط استعمال نہیں کیا۔ خود مندر میں بھجن کیرتن کر کے پیٹ پالتے رہے پر ہمیں شوق رہا مہاراج اور ہم ستاروں سے سنسار کے حالات معلوم کرتے رہے۔ ستاروں نے ہمیں بتا دیا کہ روپ کلی کی ماں جیون کے تیسویں ورش میں ہمارا ساتھ چھوڑ دے گی اور ایسا ہی ہوا۔ ہمارے جیون کا سب سے بڑا دھن روپ کلی ہی ہے سوامی پر اس کی جنم کنڈلی بڑی کالی ہے۔ دکھ اس کے بھاگ میں اتنے ہیں کہ ہمارا من ڈوبنے لگتا ہے۔ ہم ستاروں کی چال بدلنے کی جدوجہد کر رہے ہیں، مگر ناکام رہے ہیں۔"

"اوہ، روپ کلی کے ستارے کیا بتاتے ہیں؟"

"خاموش ہیں مہاراج، اداس ہیں۔ جب کبھی انہیں تلاش کرو گدلی آلودہ تاریکی میں چھپ جاتے ہیں۔" سکھ راج نے اداسی سے جواب دیا۔

"کیا یہ بات روپ کلی کو معلوم ہے؟"

"نہیں مہاراج، بچوں کو ایسی باتیں بتا کر ان کے من کو نہیں ڈرایا جا سکتا۔" سکھ راج نے کہا۔ اور میں خاموش ہو کر اس کی پریشانی پر غور کرنے لگا۔

"بہرحال سکھ راج، میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔" تھوڑی دیر کے بعد میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ رندھیر نے سکھ راج کو آواز دی اور وہ اٹھ کر چلا گیا۔ میں دیر تک ان حالات پر غور کرتا رہا تھا۔ پھر سکھ راج نے مجھے وہیں آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ رندھیر مہاراج اب کسی حد تک ٹھیک تھے۔ انہوں نے مجھے اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا۔

"تم یہاں دھونی رمائے کیوں پڑے ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"اوہ، نہیں مہاراج اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ دھرتی بھگوان کی ہے۔" میرے جواب دینے سے قبل سکھ راج بول پڑا۔

"کیا آپ کو معلوم نہیں رندھیر جی؟" میں نے سوال کیا۔
"کیا معلوم نہیں؟"
"اپنی جیوتش ودیا سے معلوم کریں کہ میں یہاں کیوں پڑا ہوا ہوں...."

"اس کارن جیوتش کی کیا ضرورت ہے۔ تم جیسے جوان سادھو اپنے نکمے پن کو چھپانے کے لئے جوگی کا روپ دھار لیتے ہو اور بھیک مانگتے پھرتے ہو۔ اس سے زیادہ تمہاری کیا اوقات ہے۔" رندھیر مہاراج نے کہا۔

"ارے ارے۔ کیا باتیں شروع ہو گئیں۔ کچھ گیان دھیان کی باتیں کریں مہاراج۔ سادھو سنتوں کو ان باتوں سے کیا دلچسپی۔ میری باتیں کریں مہاراج۔ میرے کشٹ کو دور کرنے کے لئے آپ میری کیا سہایتا کر سکتے ہیں؟"

"میں تمہارے لئے بہت کچھ کر دوں گا سکھ راج۔ ذرا مجھے ٹھیک ہو جانے دو۔" رندھیر نے کہا۔

"آپ ابھی ٹھیک نہیں ہوئے مہاراج۔ ویسے آپ کی ودیا نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ پانی بہت ٹھنڈا ہے؟" میں نے از راہ مذاق پوچھا۔

"کیوں نہیں بتایا۔ مگر ہم تو سکھ راج کا کشٹ دور کرنے آئے تھے۔ اور اس کے لئے ہمیں جو تکلیف بھی اٹھانی پڑے ہم تیار ہیں۔"

"واہ، یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ کوئی اپائے ضرور سوچیں۔"
"ہم نے سوچ لیا ہے۔" رندھیر نے جواب دیا۔

"اچھا۔ کیا سوچا مہاراج؟" سکھ راج نے پوچھا۔ اور رندھیر جی نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک خاموش رہے پھر آنکھیں کھول کر بولے۔

"تیری بیٹی کی جنم کنڈلی میں کالا دھبہ ہے نا سکھ راج اور بچپن سے آج تک اسے کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جو اس کی یہ سیاہی دور ہو جاتی تو اب ایک ہی اپائے ہے وہ یہ کہ تو اس کی شادی کر دے تاکہ دونوں کے ستارے مل کر ایک ہو جائیں گے اور کشٹ کسی ایک پر نہیں رہے گا۔ یوں بھی تیری بیٹی اب شادی کے قابل ہے۔"

"بات تو ٹھیک ہے مہاراج۔" سکھ راج نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بس سے ٹھیک بات کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی سکھ جی، ہم نے جو کہا پتھر کی لکیر سمجھو۔"

"میں سوچوں گا مہاراج۔" سکھ راج نے کہا اور پھر وہ دیر تک مختلف باتیں کرتا رہا۔ شام کو روپ کلی آئی۔ ہنستی مسکراتی لڑکی لیکن زندگی میں ٹھوس اصولوں سے بھی ہمکنار۔ ایک عجیب سی شخصیت کی مالک تھی وہ پروفیسر۔ بظاہر ایک عام اور سیدھی سی لڑکی لیکن جوں جوں اس کے وجود کی گہرائیاں نظر آتی رہیں میں اس سے متاثر ہوتا گیا۔ اس شام بھی میں نے اس سے بہت سی باتیں کی تھیں۔ اور پھر جب وہ چلی گئی تو میں نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کے ستارے دیکھوں گا۔

تب آدھی رات کو جب آسمان پر ستاروں کی حکمرانی تھی طویل مدت کے بعد میں نے ان دوستوں سے ملاقات کی۔ شناساؤں سے۔ یہ جگہ جگہ کے نگران تھے جہاں بھی گیا انہوں نے مجھے کبھی گرمجوشی سے مایوس نہیں کیا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرا دیئے۔ تب میں نے ان سے مختصر سی گفتگو کے بعد روپ کلی کے بارے میں پوچھا۔ اور ستاروں نے ایک جانب اشارہ کر دیا۔ چند مدھم ستارے میری نگاہوں میں آ گئے۔ اور پھر وہ میری طرف جھکتے چلے گئے۔ ان کی سیاہی روشن ہو گئی۔ ــــ اور جو کچھ اس سیاہی سے ابھرا وہ تعجب خیز تھا۔ روپ کلی کا مستقبل میری آنکھوں میں روشن ہو گیا اور ستاروں کی یہ کہانی مجھے بڑی عجیب بڑی دلکش محسوس ہوئی۔

پروفیسر! جہاں جہاں انسان کا وجود ہے وہاں زندگی متحرک ہے۔ زمین، دریا، پہاڑ، درخت ایک ہی کہانی سناتے ہیں۔ سب کے سب پرسکوت مطمئن۔ ان میں تغیرات ان کی زندگی میں کیا ہیں۔ ہوائیں پتھروں میں کاٹ کرتی ہیں اور ان کے نقوش بدل دیتی ہیں لیکن صدیوں کی مدت کے بعد زمین پر کونپلیں ابھرتی ہیں۔ اور سوکھ جاتی ہیں، درختوں پر خزاں اور بہار آتی ہے لیکن وقفے سے اور یہ وقفہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ وقت کی آنکھیں تھک جاتی ہیں۔ اور پھر سب کی ایک ہی کہانی ہوتی۔ یکساں کہانی۔ اس کے علاوہ ان کے وجود میں اور کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ لیکن انسان کا ہر وجود ایک علیحدہ کہانی کا حامل ہوتا ہے۔ ہر انسان کی کہانی اور ہوتی ہے۔ اور انسانوں میں سے بعض کہانیاں بے حد دلکش ہوتی ہیں۔ چنانچہ میری دلچسپی ان کے وجود میں ہے۔ سو جو کہانی میں نے ستاروں کی زبانی سنی۔ اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اس معصوم بستی کو چھوڑوں اور کچھ لمحے یہاں گزاروں۔ لیکن یہ کہانی ستاروں کا قرض بھی تھی مجھ پر۔ اور رازداری کا تقاضہ یہ تھا کہ میں اسے عام نہ کروں۔ تاہم مجھے اس معصوم کلی سے ہمدردی بھی تھی جو اپنی ذات میں ایک انوکھی دنیا بسائے ہوئے تھی۔

ستاروں کی ہمنشینی میں خاصا وقت گزارا۔ اور اس کے بعد رات کی تاریکی آنکھوں میں سما گئی اور دوسری صبح اس وقت جاگا جب سکھ راج کی آواز سنائی دی۔

"صبح ہو گئی ہے مہاراج۔ سورج چڑھ گیا ہے۔ جاگ جاؤ بھوجن کا سمے ہے۔" اور میں جاگ گیا۔ ایک طویل انگڑائی لے کر اٹھ گیا۔ سکھ راج میرے سامنے کھڑا تھا۔

"بڑی تکلیف کرتے ہو میرے لئے سکھ راج۔ مجھے افسوس ہے۔"

"بھگوان کی سوگند ہمیں تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی منش کی سیوا تو منش پر فرض ہوتا ہے۔ آپ نے جانا نہیں اور رات اسی جگہ گزاری۔"

"بڑے آرام سے تھا میں سکھ راج۔ ارے ہاں تمہارے رندھیر مہاراج کہاں ہیں؟ آج نظر نہیں آ رہے۔"

"رات ہی کو چلے گئے۔ وہ سنیاسی نہیں بہروپیا تھا سنتے مہاراج ہم سے بڑی بھول ہو گئی تھی۔"

"کیا ہوا سکھ راج؟"

"رات کو اس نے ہم سے ایسی باتیں کہیں کہ بس اگر منش کو دکھ پہنچانا پاپ نہ ہوتا تو ہم اسے بہت مارتے۔"

"ارے ارے۔ کیا ہو گیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بس ایسی ہی بڑی باتیں کی تھیں اس نے۔ کہنے لگا۔ بس ایک ہی اپائے ہے کہ روپ کلی کی شادی کرا دی جائے اور اس کے لئے اس نے خود کو پیش کر دیا۔ اس نے کہا کہ وہ روپ کلی کو بیاہ کر لے جائے گا اور اسے سکھ سے رکھے گا۔ پاپی کہیں کا!"

"اوہ۔ تو پھر؟"

"بس مہاراج سنسار میں ایک بیٹی کے سوا موجود ہے ہی کون، برداشت نہ کر سکے اور اسے کھری کھری سنا دی۔ شراپ دے کر چلا گیا۔"

"اچھا ہی ہوا سکھ راج۔ ایسے آدمی کا گھر میں رہنا ٹھیک نہیں ہوتا، اور تم، تم ہر ایک کے چکر میں مت پڑو۔ تمہارا ایک دھرم ہے

اور دھرم یہی کہتا ہے کہ بھگوان جو کرے گا ٹھیک کرے گا۔"

"آپ سچ کہتے ہیں مہاراج! بالکل سچ کہتے ہیں۔ میں آئندہ خیال رکھوں گا آخر ایک جوان بیٹی کا باپ ہوں۔" سکھ راج نے کہا۔ پھر ہم دونوں کھانا کھانے لگے۔ تب سکھ راج نے کہا۔

"آپ گھر چلیں مہاراج۔ چند روز میرے ساتھ رہیں۔ مجھے خوشی ہو گی۔ اور پھر روپ کلی کے ویواہ کے لئے میں آپ سے مشورے کروں گا۔ بہت سے رشتے بھی آئے ہیں میری روپ کے لئے۔ ٹھاکر جاگیردار لچھمن رام نے اپنے بیٹے کے لئے، دل زبان سے کہا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہ راٹھک ہیں اور راٹھکوں کی شادی برہمن کی بیٹی سے نہیں ہوتی، ہم بھی مہاراج خون کا خاص خیال رکھتے ہیں چاہے مندر میں صفائی کرنے والا ہو مگر کھری ذات کا ہو۔ اب ہم سوچ رہے ہیں کہ کوئی رشتہ لے ہی لیں روپ کلی کے لئے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن تم بڑے بھولے ہو سکھ راج۔ ایک غلطی کر کے دکھ اٹھا چکے ہو اور فوراً ہی دوسری غلطی کرنے جا رہے ہو۔"

"دوسری غلطی؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"میرے بارے میں تمہیں کیا معلوم کہ میں کیسا آدمی ہوں۔ پھر بھی مجھے اپنے گھر میں جگہ دے رہے ہو۔" میں نے کہا اور سکھ راج سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔

"بات تو ٹھیک ہے مہاراج۔"

"تم میری فکر مت کرو۔ میں ٹھیک ہوں آج بستی کی سیر کروں گا۔ ہاں رات کو یہاں رہنے کی اجازت دیدو!"

"بستی میں کہیں گھومیں مہاراج، پر سمجھ ہمارے ہاں کر رہو گے۔ اس بات کا وعدہ کرو۔"

"چلو ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

اور میں بھی یہاں رک کر اس دلچسپ داستان کے بارے میں جاننا چاہتا تھا پروفیسر جو پیش آنے والا تھا۔ اس لئے میں نے یہاں رکنے کی ٹھانی۔ پھر اس روز میں نے بستی کی سیر کی اور اس وقت میں ایک جھونپڑے سے باہر سے گزر رہا تھا جب میں نے سنا۔ کچھ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

"ورنگا وکاس کا میدان صاف ہو رہا ہے۔ راج کمار چیتر سنگھ آج بالکل یہاں پہنچ جائے گا۔ بستی والوں کو چوری چوری خبر کر دو۔ جسے موقع ملے خاموشی سے یہاں سے نکل جائے۔ نہ جانے کس ابھاگ پر گردش آ جائے۔"

"چیتر سنگھ آ رہا ہے؟"

"ہاں" آوازوں میں سنسنی تھی اور ہر جگہ گھوم کر میں نے بستی والوں کے ہراس کا اندازہ لگایا وہ سب چیتر سنگھ سے خوفزدہ تھے۔ تب رات کو میں نے سکھ راج سے چیتر سنگھ کے بارے میں پوچھا۔

"راجہ کشن سنگھ کا بیٹا ہے، اکلوتا بیٹا۔ خراب خون کی علامت راجہ کشن سنگھ کا باپ رگھو سنگھ مہاراج رگھوت لال ٹھاکر کا منہ چڑھا تھا۔ ایک معمولی سا انسان لیکن نہ جانے کس طرح رانی رگھوت اس کے جال میں پھنس گئی۔ ٹھاکر جی کو زہر دے کر مار دیا گیا اور رانی کی کوشش سے رگھو سنگھ نے راج گدی پر قبضہ کر لیا۔ یوں کشن سنگھ کو راج گدی ملی۔ خراب خون کا خراب نشان کشن سنگھ جو برا کام کر سکتا تھا کرتا رہا اور پھر اس نے رجو تھا سے شادی کر لی۔ سڑکوں اور گلیوں میں ناچنے والی رجو تھا رانی بن گئی اور اس نے چیتر سنگھ کو جنم دیا۔ اور اب یہ راجہ ہے چیتر سنگھ کے۔ جم دکرم یہ ہے۔"

"اوہ، یہ بات ہے۔"

"ہاں مہاراج کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ کوئی سکھ سے نہیں ہے۔ چیتر سنگھ جہاں جاتا ہے وہاں دکھ پھیل جاتا ہے۔"

"وہ یہاں آ رہا ہے سکھ راج!"

"کب؟" سکھ راج نے پریشانی سے پوچھا۔

"شاید بہت جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"بھگوان بستی والوں کی رکشا کرے۔" سکھ راج نے گہری سانس لے کر کہا۔

"لوگ بستی چھوڑ کر بھاگنے کی فکر میں ہیں۔"

"برا کر رہے ہیں۔ اسے پتہ چل گیا تو ہر ایک کو ڈھونڈ نکلوا دیگا۔ اپنا اپمان سمجھے گا پاپی۔ اپنے پاپوں کو کون دیکھتا ہے۔"

"تمہیں خطرہ نہیں ہے مہاراج؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس لئے کہ چیتر سنگھ کی جنم کنڈلی میں نے بنائی تھی۔ اور کشن سنگھ نے مجھے وچن دیا تھا کہ میری رکھشا کی جائے گی۔ میں نے اس سے کوئی اور چیز نہیں مانگی۔ پر میری عزت کی جاتی ہے۔"

"اوہ، یہ بات ہے۔"

"پھر بھی میں بستی والوں کے لئے پریشان ہوں۔" سکھ راج نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن پھر میں چیتر سنگھ کے انتظار میں مصروف ہو گیا۔ جس میدان کی بات کی گئی تھی میں نے اسے تلاش کر لیا۔ یہاں خیمے نصب کئے جا رہے تھے۔ بے شمار لوگ مصروف تھے۔ بستی سے بھی بیگاری کے لئے لوگ پکڑ کر لے جائے گئے تھے۔ میں ان تمام کارروائیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

دو دن گزر گئے تیسرے دن راجکمار چیتر سنگھ وہاں پہنچ گیا۔ بستی کے بڑے بڑے لوگ اس کے چرن چھونے گئے تھے۔ راجکمار ایک خوبصورت جوان تھا لیکن انداز سے سرکشی نمایاں تھی۔ آنے والوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ تب ایک بار اس نے اپنے ایک مشیر سے کہا

"مکھی لال۔ کیا اس بستی میں عورتیں نہیں رہتیں؟"

"کیوں نہیں رہتی ہوں گی راجکمار جی۔"

"ایک بھی نہیں ناری ہم سے ملنے سسری۔ کیا بستی والے ہمیں اس قابل نہیں سمجھتے۔ ذرا پوچھو ان سے۔"

"کیوں بستی والو۔ تمہاری عورتیں راجکمار کی سیوا میں کیوں نہیں آئیں۔ مکھیا ہنس راج تم بتاؤ۔" گجن لال نے ایک بوڑھے آدمی سے کہا۔

"عورتیں گھروں کی شوبھا ہوتی ہیں مہاراج، ان کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم سب جو آ گئے۔"

"مگر یہ راجکمار کا اپمان ہے۔" گجن لال نے لال پیلی آنکھوں سے کہا۔

"کس کی مجال کہ راجکمار جی کا اپمان کرے۔ اگر راجکمار جی اسے اپمان سمجھ رہے ہیں تو کل ساری عورتیں سیوا میں تو شیروں کے پھول لائیں گی۔" مکھیا نے جان بچانے کے لئے کہا۔ اور راجکمار کا موڈ بن گیا، وہ ان لوگوں سے اچھے انداز میں نہیں پیش آ رہا تھا بہرحال آہستہ آہستہ کر کے سب چلے گئے۔ البتہ میں نے تھوڑے سے فاصلے پر دھونی رما دی تھی۔ مجھ سے کسی نے تعرض بھی نہیں کیا تھا۔ نہ ہی کسی نے میری طرف توجہ دی۔ دن بھر میں نے دور سے راجکمار کے نو آباد خیموں کے شہر کا جائزہ لیا۔ حسین عورتوں کی کافی تعداد تھی۔ جس سے راجکمار کی اوباش فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ بہرحال میں نے ان کے قریب جانے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، رات کو میں سکھ راج کے پاس ضرور گیا تھا۔

سکھ راج دکھی تھا۔ اس کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں نمایاں تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تو وہ بولا۔ "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ اس کی باتوں سے پتہ نہیں چلتا کہ اس کی فطرت کیا ہے۔"

"ہاں۔ یوں بھی میں اس کی رہائش گاہ کا جائزہ لیتا رہا ہوں۔"

"تم نے مہاراج۔ اس کے کسی آدمی سے بھڑنے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔" سکھ راج نے کہا۔

"اب کیا ہو گا سکھ راج۔ کیا کل ساری عورتیں اس کی خدمت میں جائیں گی۔؟"

"ہاں اس کے علاوہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ مکھیا نے وعدہ کیا ہے۔ دوسری صورت میں تو جانے کیا ہو جائے۔"

"تم اسے نہیں سمجھے سکھ راج۔ تو"

"ملاقات مگر اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ یوں بھی وہ مجھے نہیں پہچانتا۔ میں نے اس کے بعد ان سے کبھی ملاقات نہیں کی۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔" پُرخیال انداز میں بولا۔ لیکن میں دل ہی دل میں بہت دور کی سوچ رہا تھا۔ میں نے برگد کے نیچے بیٹھ کر بہت سے فیصلے کئے اور پھر ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے خیموں کے شہر کی جانب چل پڑا۔ خیموں کے شہر سے تھوڑی دور

میں نے آسن رما لیا اور جھاڑ جھنکار جمع کر کے ان میں آگ لگا دی۔ شعلے کافی بلند ہو گئے تھے اور دھواں پھیل رہا تھا۔ تب چند آدمی میرے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا۔ "اے سادھو مہاراج۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں یہاں راجکمار بیر سنگھ پدھارے ہیں۔"

"پتہ ہے مہاراج، مگر ہم سے انہیں کیا کام ہے۔"

"یہ آگ بند کر دو ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تمہیں اسی میں ڈال کر بھسم نہ کر دیں۔"

"اگر تمہارے راجکمار کو اس سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو ضرور ایسا ہی کر دکھاؤ۔ آگ تو ضرور جلے گی۔" میں نے کہا اور آنے والے آپے سے باہر ہو گئے۔ انہوں نے آگ کو تتر بتر کر دیا اور مجھے گالیاں دیتے ہوئے چلے گئے۔ لیکن میں نے چند ساعت کے بعد آگ دوبارہ روشن کر دی تھی۔

اس بار وہ لوگ بڑے غیظ و غضب کا شکار ہو کر آئے تھے۔ ان میں سے بہت سوں نے آگ پر پانی ڈال کر اسے بجھایا اور بعض نے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ تب وہ لوگ مجھے لے کر خیموں کے شہر میں پہنچ گئے۔ ایک طرف سے سازوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ گھنگھروؤں کی جھنکار بھی سنائی دے رہی تھی۔ مجھے ایک خیمے میں دھکیل دیا گیا اور ان میں سے ایک آدمی بولا۔ "اگر رات بھر یہاں سے باہر نکلے تو اپنی موت کو آواز دو گے۔"

"تو میں اپنی موت کو آواز دے رہا ہوں بھائی، تم ادھر سے نکلو گے تو میں ادھر باہر نکل جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"نکل کر دیکھو۔ یہ تلواریں تمہارے ٹکڑے کر دیں گی۔"

اور میں نے اطمینان سے خیمے سے باہر قدم رکھ دیا۔ ان میں سے ایک نے غصے سے تلوار سونت لی تھی۔ لیکن دوسرے نے اسے روکا۔

"نہیں، نہیں ایسا مت کرو۔ ممکن ہے راجکمار کو یہ بات پسند نہ آئے۔ اسے راجکمار کے پاس لے چلو۔"

"اس سسرے کی کیوں شامت آئی ہے۔"

"اور کیا کیا جائے۔ چلو اسے راجکمار کے پاس لے چلو۔"

وہ جو آگیا دیں گے۔" اور وہ لوگ مجھے پکڑ کر اس طرف لے گئے جہاں ناچ رنگ ہو رہے تھے۔ حسین رقاصائیں نیم عریاں لباس میں بدن کے جوہر دکھا رہی تھیں۔ شراب کا دور چل رہا تھا۔ راجکمار بدمست تھا اور دوستوں کے ساتھ بیٹھا قہقہے لگا رہا تھا۔

مجھ پر نگاہ پڑی تو چونکا، اور پھر ہاتھ اٹھا کر مجھے قریب لانے کا اشارہ کیا۔ مجھے گرفتار کرنے والے مجھے لئے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ "کیا ہو رہا ہے یہ۔ کون ہے یہ اور کیوں پکڑ لائے ہو اسے۔"

"بڑا ڈھیٹ سادھو ہے مہاراج، آگ جلا رہا تھا۔ ہم نے

منع کیا تو نہیں مانا اور دوبارہ آگ جلا دی۔ خیمے میں بند کیا تو بولا کہ ادھر جاؤ گے تو میں ادھر سے نکل جاؤں گا۔ مجبور ہو کر اسے آپ کے پاس پکڑ لائے۔"

"کیسا سادھو مہاراج، مرنے کے لئے یہی جگہ رہ گئی تھی۔" راجکمار نے پوچھا۔

"ہاں دیکھنا بیر سنگھ، سوچا تمہارے ہاتھوں ہی مر جائیں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور وہ مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

"یہ سونے کی مورتی بوجھ کیوں لگ رہی ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھو چھوڑو اسے۔ اور تم بھاگ جاؤ۔" نہ جانے کیوں وہ مجھ پر مہربان تھا۔ رقص برابر جاری تھا۔ لیکن بیر سنگھ مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ "بھگوان کی سوگند تم نے سنیاس لے کر بڑی ناریوں کا حق مارا ہے۔ تمہارے جیسے جوان کو تو بیچ بازار کھڑے کر لینا چاہئے تھا کہ سیناریاں پروانوں کی طرح آئیں اور جل کر راکھ ہو جائیں۔۔۔۔ گجن لال۔"

"جی مہاراج؟"

"تم نے ایسا حسین، ایسا بالکا کبھی دیکھا؟"

"آپ کو دیکھنے کے بعد مہاراج کوئی اور نگاہ میں کہاں چڑھے۔ مگر سادھو واقعی خوبصورت ہے۔ اس کا بدن تو سونے کا معلوم ہو دے ہے۔"

"ہاں، ہم نے انسانوں کا رنگ ایسا کبھی نہیں دیکھا، یوں لگتا ہے جیسے یہ سونے کے تالاب میں نہا کر آیا ہے۔"

"یہ سادھو سنت جڑی بوٹیوں کے متوالے ہوتے ہیں مہاراج، ممکن ہے اس نے ایسی ہی کوئی لاگ لگائی ہو۔" گجن سنگھ نے کہا۔

"دھرتی بھگوان کی ہے۔ اس کے بارے میں جو کوئی جانے وہ سب کو ضرور بتائے، تم جو کچھ بھی کر رہے تھے اسے بھول جاؤ۔ مہاراج۔ ہمارے ساتھ رہ جاؤ اور ہمیں بھی اپنے جیسا بنا دو، بولو ہماری سہائتا کرو گے، ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی تم جیسے بن جائیں اور سارے سنسار کی ناریاں ہمارا نام لے کر آنکھ کھولیں، اور ہمیں یاد کرتے کرتے سو جائیں۔"

"ٹھیک ہے کمار، میں تجھے یہ گر بتا دوں گا۔"

"آرام سے بیٹھو مہاراج۔ بہت سی باتیں کریں گے تم سے۔ ناچ دیکھو۔ یہی تو بھگوان کی دین ہیں، ہاں مگر اس جوانی میں تم پر کیا پھٹکار پڑی کہ سنجوگ لے لیا، جوانی تو چند روز کے لئے آتی ہے۔ اس سے پورا فائدہ اٹھاؤ۔ باقی اس کے گزر جانے کے بعد تو سنسار خالی رہ جاتا ہے۔ گجن مہاراج کو ایک جام دو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ راجکمار کا خیال تھا کہ میں شراب نہیں پیوں گا، لیکن میں نے اطمینان سے جام لے لیا۔ اور راجکمار ہنسنے لگا۔ "واہ۔ بڑا کام کیا ہے میں نے جیون میں، ایک

سادھو کو انسان بنا دیا۔" وہ ہنستا رہا۔ میں تو اپنی سوچ پر عمل کر رہا تھا۔ رات گہری ہو گئی تھی اور رقص میں تیزی آ رہی تھی۔ راجکمار بدمست ہو گیا۔ اور میرا گہرا دوست بن گیا۔ تب اس نے میرے لئے ایک آراستہ خیمہ منتخب کیا اور مجھے پیشکش کی گئی کہ میں ان رقاصاؤں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لوں۔ تب میں نے ایک حسین رقاصہ کی جانب انگلی اٹھا دی۔ اور رقاصہ کو میرے خیمے میں بھیج دیا گیا۔

"لگے تو یوں ہے کہ جیسے تم آکاش سے اترے ہو۔ دھرتی کے لوگ تو تم جیسے نہیں ہوتے۔ مگر یہ جوگیوں کا روپ کیوں دھارن کیا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"تجھ سے کیوں کہ تیری تلاش میں تھا۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہ۔ نہ۔ کہو گے بھی تو ہم نہ مانیں گے۔ ہم مردوں کی باتوں سے بڑے واقف ہیں۔ من چاہے تو سچی بات بتا دوں۔ بھگوان کی سوگند میں شیطان کے دوست لگو ہو۔"

"گویا تم راجکمار کو شیطان سمجھتی ہو۔" میں نے کہا، اور اس کا چہرہ اتر گیا، ساری چوکڑی بھول گئی۔

"یہ ہم نے کب کہا۔" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"راجکمار نے ہی تو مجھے اپنا دوست بنایا ہے۔"

"ہم نے تو یہ سوچا ہی نہیں تھا، بھول ہو گئی مہاراج بھگوان کے لئے شما کر دو۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ارے تو تم کس سے کتنے جا رہے ہیں، پردیسی تم کون ہو؟ اور راجکمار کے میت کس طرح بن گئے؟"

"وہ ہی ہیں ان کی، ان کا من بہلانا ہی ہمارا جیون ہے، ان باتوں کو چھوڑو۔ ہم کیا سیوا کریں تمہاری۔" اس نے کہا اور ایک بھرپور نگاہ میرے اوپر ڈال۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ عمر تجربات سے بہت کم ہے۔ تجربے کی عمر اس عمر سے دس گنا زیادہ لگتی تھی۔ بہرحال ہر چیز کی گہرائی میں کیوں اترا جائے۔ راجکمار کی دوستی ہی کافی ہے۔ اور انسان کی تحریک سے دور رہنا ناممکن اس دوستی سے میں ستاروں کی پیش گوئی کے تجربات کرنا چاہتا تھا اور یہی سب کچھ اس دنیا میں میرے لئے دلچسپی کا باعث رہا، ورنہ اکتاہٹ برت کی گہرائیوں ہی میں لے جاتی ہے، اور ابھی زمانے کو بھول کر سونے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن خمار تو کبھی اکتاہٹ کے قریب نہیں پھٹکنے دیتا اور ابھی وقت کے گزرنے کا کچھ احساس ہوتا ہے کہ سفر کے حسین راستے ہر دوسرے خیال کی نیند میں نہیں آتے، نہ پلکیں جڑتی ہیں اور سورج یوں نکل آتا ہے جیسے ڈر رہا ہو، اور میں اس تصور میں کبھی تنہا نہ رہا۔ یہ تاریخ ہے صدیوں کی سویر، وہ نیم شب خیمے کی روشنی اس کے لئے بھی حیران کن تھی اور حسرت تھی اس کی آواز میں کہ کیا صبح ہو گئی! خیمے کے کھلے حصوں سے چھنتی ہوئی دھوپ کو تم آلود نگاہوں سے دیکھا اس

رے اور پھر اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔
"تمہارے ساتھ تو رات بھی گزاری جیسے ایک پل بیتا ہو۔ میں نے تو سانس بھی نہ لی تھی کہ صبح ہو گئی، کیا اب رات بھی نہ ہو گی۔" تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"دن گزارنے کے بعد اور ممکن ہے کل کی رات بھی اس خیمے میں تم میرے ساتھ رہو۔"
"آہ، بھگوان کرے دن جلدی بیت جائے اور میں تمہیں سپنے کی طرح نہ دیکھوں، تم کون ہو مجھے اتنا تو بتا دو، نام تک نہ بتایا۔ دھرتی میں کونپلیں اگتی ہی ہیں لیکن سب کی سب روندنے کے لئے تو نہیں ہوتیں اور پھر ہم تو انسان کہلاتے ہیں کوئی سمجھے نہ سمجھے۔" اس نے سسکی لے کر کہا۔
"نام میں کیا رکھا ہے ریوتی، نام تو تم نے بھی نہیں بتایا۔"
"میں تو داسی ہوں، پوچھتے تو ضرور بتاتی، چندا ہے ہمارا نام۔ پھر ہم تمہیں کس نام سے پکاریں۔ پورن ماشی کے چندرما کی مانند ہو۔ ہم تمہیں پورن کہیں گے۔"
"ضرور کہو، تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ باہر نکل گئی کہ اشنان کا سمے تھا اور کسی داسی کو اجازت نہ تھی کہ وہ اپنی پسند کو ترجیح دے۔ راجکمار کے بنائے ہوئے اصولوں پر۔ تب میں بھی باہر نکل آیا، اور دو سپاہی جو میرے خیمے کے سامنے موجود تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے صبح کا بھوجن راجکمار کے ساتھ ہی کرنا ہے، اور ان کی آوازوں میں احترام تھا، ورنہ بھولے سے بات نہیں تھی۔
ضروری تیاریوں کے بعد میں راجکمار کے وسیع خیمے کے سامنے پہنچ گیا۔ اندر اس کے چند خاص آدمیوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ راجکمار نکھرا نکھرا نظر آ رہا تھا، اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ "بھگوان کی سوگند صبح کو تمہارا خیال آیا تو میں نے خود کو لٹتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ نشے میں ہونے کی وجہ سے میرے نو اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ لیکن دن میں تو تم رات سے بھی زیادہ سندر نظر آ رہے ہو۔ کرن ہو تم اور یہ روپ تم نے کہاں سے پایا؟ کیا رات کی باتیں سچ تھیں؟" راجکمار نے پوچھا۔
"مجھے تعجب ہے کمار جی، آپ کو نہ جانے میں کیا نظر آ رہا ہوں۔ حالانکہ آپ خود اتنے سندر ہیں کہ آپ پر سے آنکھیں ہٹانے کو جی نہ چاہے۔"
"کیوں بھاؤ کیا اب یہ شکل کا استعارہ مجھے ہے؟ تو روپ نہیں جانا کیا، اس کا رنگ، روپ، نیار؟ نہیں ہے، کیا اس جیسا چنگھاڑ سنہری بدن تم نے کسی اور کا دیکھا ہے؟ کیا اس کے سے خوبصورت بال پہلے کسی منش کے دیکھے گئے ہیں اور اس کے چھوٹے بھولنے کی ایک وجہ میری سمجھ میں آتی ہے، یہ نہیں چاہتا کہ اس جیسا روپ کسی دوسرے کو ملے۔ پھر یہ بھی مانتا ہوں اکیلا ہے۔ مگر ساتھ جنا ہے ہاتھوں سے بچ سکتا ہے۔ نہیں سادھو، بات تم بھی زندگی کے بکھیڑے میں پھنسے ہو، جواب تو بتائے ہی بنے گی۔ مجھے اس سندرتا کا راز بتاؤ ورنہ میں بہت ضدی آدمی ہوں، جان سے جاؤ گے بلاوجہ۔" راجکمار نے کہا اور میں ہنس پڑا۔
"بھوجن سے پہلے ساری باتیں کرو گے راجکمار؟"
"اوہ۔ نہیں، بھوجن کرو پہلے۔ مگر میں تو اب پریشان ہو گیا ہوں۔ میں راجکمار ہو کر بھی ایسا نہیں ہوں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ مہاراج، یا تو ان جڑی بوٹیوں کا پتہ بتاؤ جنہیں کھا کر یہ صورت نکالی ہے یا خود ہی میرے لئے وہ چیزیں لا دو۔ میں نہیں، اتنی دولت دوں گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے، دوسری صورت میں تم اس دھرتی پر نہیں رہ سکو گے، میں تمہارے وجود کو برداشت نہیں کر سکتا۔"
میں نے خاموشی سے اس کے ساتھ ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد جب اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں اس کا راز بتا تو دوں راجکمار مگر تم وہ نہ کر سکو گے جو میں کرتا ہوں۔"
"کیوں، کوئی بہت بڑا کام ہے کیا۔ کتنا ہی بڑا ہو، تم جیتو سنگھ کو نہیں جانتے مہاراج وہ ضد کا پکا ہے، جس چیز کو حاصل کرنا چاہتا جان کی بازی لگا کر حاصل کر لیتا ہے۔ اب سنسار میں تمہارے جیسے دو ہوں گے، یا پھر ایک بھی نہیں ہو گا، کیا سمجھے۔ بتا دو جیون اس طرح بچ سکتا ہے کہ مجھے اپنا راز بتا دو، یا پھر خودکشی کر لو۔" وہ ہنس پڑا۔ بڑا کھلنڈرا انداز تھا۔ میں نے محسوس کر لیا کہ وہ بہت ضدی انسان ہے۔ تب میں نے مسکرا کر کہا۔
"میرے بدن کے مسامات نے آگ کی تپش جذب کی ہے۔ راجکمار جیتو۔ آدمی کے قد سے اونچے شعلوں کی آگ بدن کو یہ روپ بخشتی ہے۔ شدید آگ کا نہان منش کا روپ بدل دیتا ہے، بولو ہمت کرو گے اس کی؟"
اور جیتو سنگھ کا چہرہ خوفناک ہو گیا۔ اس نے شدید غصے سے مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کر تو نے گتی سنبھالی ہے اپنے بدن پہ سادھو مہاراج پھر تو جھوٹ کہ جہاں ہو تم اور تمہارے گیان کا کیا ٹھکانہ۔ کون ہے جو لپٹ رہے دیکھے میں تپتی آگ کا ہو، مگر آگ تو منش کو بھسم کر دیتی ہے سادھو جی۔ اس میں زندگی تو جل سکتی ہے۔ زندہ انسان بھلا اس کی تپش کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ سوائے ایک بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ تو جھوٹ سے کام لے رہا ہے، اور جیتو سنگھ سے مذاق کر رہا ہے اور یہ بھول گیا ہے کہ ہمارے یہاں مذاق کی باتوں کو کبھی بھول نہیں جاتے، کہ تمہارا رستہ، نہ صرف تمہاری جان کا جنجال بن سکتے ہیں۔ کیوں، تمہارا کیا خیال ہے؟ تم اپنے

گرو یا ہمارے سامنے بھی آگ میں نہا سکتے ہو۔ ورنہ ہم بھی تو دیکھیں کہ کیا کھیل کیا ہوتے ہیں۔" اور وہ آگ جو شریر کو جلانے کا کام کرتی ہے، کیسے شریر میں سماتی ہے۔ گرفتار کر لو اس رنگے سیار کو، اور اس کے لئے اس کی پسند کی چتا تیار کر دو، اس نے ہماری حیثیت کو بھول کر بات کی ہے۔" راجکمار کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔
"جیسے ایک بار منتر بنا لیتے ہیں جیتو سنگھ اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کرتے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ تم چتا تیار کراؤ اور تجربہ کر لو۔ میں تو آگ میں بھسم ہو ہی جاؤں گا۔ پھر گرفتار کرانے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ اور جیتو سنگھ کی آنکھوں میں حیرانی کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ مجھے گھورنے لگا، جو لوگ مجھے گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے، وہ بھی رک گئے تھے۔ تب جیتو سنگھ نے ہاتھ سے انہیں ہٹ جانے کا اشارہ کیا اور بولا۔
"تیرا نام کیا ہے؟"
"تم مجھے پورن کہہ لو۔"
"اس جوان عمری میں سادھو کیوں بن گیا؟"
"سادھو تو تم مجھے کہہ رہے ہو جیتو سنگھ۔ میں نے تو تم سے یہ بات نہیں کہی کہ میں سادھو ہوں۔"
"تو تو سنت نہیں ہے، مگر تیرا مطلب؟"
"میرے جیسے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس ایک سیاح ہوں۔ ایک آوارہ گرد، گیان دھیان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"
"اور تو نے آگ کی جو بات کہی ہے؟"
"جھوٹ نہیں کہی۔ تم چتا تیار کراؤ تمہیں خود پتہ چل جائیگا۔"
"بس اس بات پہ مجھے غصہ آتا ہے۔ مگر پورن۔ میں نرم دل ہوں اور بے وقوف کی سی باتیں مان لوں۔ اور تجھے چھوڑ دوں۔ اگر تو سچا ہے تو آگ میں نہا کر دکھا دے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو اب بھی اپنا جھوٹ مان لے۔ اور مجھے اپنی خوبصورتی کا راز بتا دے۔ بول کونسا کام کرنے کے لئے تیار ہے؟"
"تجھے منتر کہا اور سچی بات بتا دی۔ اب تجربہ کرنا تیرا کام ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ لیکن جیتو سنگھ بدستور غصے میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے نانت بیتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے تو آگ جلاؤ۔ خوب موٹے موٹے لکڑ اس میں ڈال دو اور آنا تیز کر دو کہ پتھر بھی اس میں گریں تو بھسم ہو جائیں۔ تم اپنے اور تجھے منتر کی سچائی پر کھیل گے۔" اور چند لوگ اس کے حکم پر گردن جھکا کر چلے گئے۔ تب کچھ نئے لوگ اس کے حضور حاضر ہو گئے۔
"راجکمار کی جے۔ بستی کی عورتیں آئی ہیں۔ اور مہاراج نے بنایا تھا ہمیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور جیتو سنگھ ہنس پڑا۔
"اوہو، ٹھیک ہے، انہیں ایک جگہ جمع کر دو۔ ہم ابھی تیار ہو کر آتے ہیں۔" اس نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "جاؤ، جاؤ، لیکن اطمینان رکھو تم یہاں سے کہیں جا نہیں سکو گے، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے ہی رہو۔ ہم ذرا تیار ہو جائیں۔" اور میں خیمے سے باہر نکل آیا۔ چند لوگوں نے مجھے اپنی نگرانی میں لے لیا تھا لیکن میں دل ہی دل میں ان کی نادانی پر ہنس رہا تھا۔
تب جیتو سنگھ باہر نکل آیا، بڑا رسیلا نظر آ رہا تھا۔ خوب عمدہ پوشاک پہنی تھی، جس سے اس کی فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔ عورتوں سے ملاقات کے لئے خاص ہی اہتمام کیا تھا۔ چار پانچ ساتھی اس کے ساتھ تھے۔ باہر نکل کر اس نے مجھے دیکھا اور پھر ہنس کر بولا۔ "آؤ، تم بھی میرے ساتھ ہی رہو۔"
پھر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں بستی کی بوڑھی اور جوان عورتوں کا ایک گروہ کھڑا ہوا تھا۔ اور ان کے مرد ان کے ساتھ نہیں تھے۔ بھلا کس کی مجال تھی کہ راج کمار پر عدم اعتماد کا اظہار کرے۔ عورتوں کے ہاتھوں میں پھول تھے۔ جن پھولوں کے پھول مرجھائے ہوئے تھے، آنکھوں کے کنول خون میں ڈوبے ہوئے تھے، ان میں سے کسی کے لب مسکراہٹ کے انداز میں وا ہوتے، کسی کی آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات نہیں تھے۔ اسی راجکمار جیتو کے پاس سے گزرا اس نے خوف کے پھول نذر کئے۔ اس پر سے بھینٹ بھی چڑھائی گئی۔ راجکمار ایک ایک کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ بوڑھی عورتوں اور بدشکل لڑکیوں کے سامنے سے وہ تیزی سے گزر جاتا۔ اور جو صورت ذرا دل میں کھبتی، اس کے سامنے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رکتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عقاب کی سی چمک تھی اور اس طرح نگاہوں سے انہیں ٹٹول رہا تھا، جیسے قصائی ذبح ہونے والے جانور کو ٹٹولتا ہے۔ اور پھر وہ یوں چونکا جیسے کوئی انوکھی شے دیکھ لی ہو۔ گو یہ انوکھی شے ذرا دور کھڑی تھی، لیکن بس نگاہ خود بخود اس پر جا پڑی تھی۔ تب اس نے دوسری عورتوں کو نظر انداز کر دیا اور لمبے لمبے چند قدم بڑھا کر اس کے قریب پہنچ گیا۔
روپ کلی نے پھولوں والے ہاتھ اٹھائے تاکہ ہار اس کی گردن میں ڈال دے۔ لیکن راجکمار نے اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ بازوؤں سے پکڑ لئے تھے۔ "بھگوان کی سوگند، یہ پھول تمہارے مکھڑے سے زیادہ سندر نہیں ہیں، بھگوان کی سوگند، تم، تم کون ہو، کیا نام ہے تمہارا۔" اس کے منہ سے آواز نکلی۔
روپ کلی ساکت رہ گئی تھی، پھول راجکمار کی گردن تک بھی نہیں پہنچے تھے۔ روپ کلی نے خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ تب وہ دوبارہ بولا۔ "ہمیں اپنا نام نہ بتاؤ گی سندری؟"
"روپ کلی!" اس کی پھنسی پھنسی آواز سنائی دی۔

"غلط۔ تمہارا نام روپ ساگر ہے۔ رکنی تو ایک چھوٹی سی چیز ہوتی ہے۔ تمہارے مہان روپ پر نہیں سجتی۔ کس سنسار میں بستی ہو؟" راجکمار نے کہا۔ اور اب جیسے روپ کلی کو ہوش آ گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دونوں ہاتھ چھڑا لیے اور پھولوں کا ہار نیچے گر پڑا۔ تبھی راجکمار جھکا اور اس نے ہار اٹھا کر گردن میں ڈال لیا۔

"ہم ان پھولوں کا اپمان نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ انہیں تمہارے ہاتھوں نے چھوا ہے۔ پر تم نے بتایا نہیں روپ کہ تمہارے روپ کا ساگر کہاں بہتا ہے۔ ہم اپنے جنم جنم کی پیاس بجھانے کہاں آئیں۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پھولوں کی بستی ایسی خوبصورت ہے۔"

روپ کلی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس گردن جھکالی تھی اور اس کا چہرہ غصے اور شرم سے تمتما رہا تھا۔ تب راجکمار نے پیچھے ہاتھ کر کے اشارہ کیا اور گجن لال جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "روپ کی اس کلی کو دیکھا گجن لال۔ نہ جانے ترکیبی کہاں رہتی ہیں۔ جری معلوم کر دو گے ان کے بھید۔" پیتو سنگھ کی آنکھوں سے مکاری عیاں تھی۔ اور گجن لال نے گردن جھکا دی۔ تب پیتو سنگھ وہیں سے واپس پلٹ گیا۔ بس اب وہاں کسی اور سے نہیں ملنا اور باقی عورتیں سکون کی سانسیں لیتی ہوئی واپس پلٹ گئیں۔

پیتو سنگھ الجھا الجھا سا نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنے خیمے میں داخل ہو گیا۔ روپ کلی کے بارے میں ستاروں کی پیش گوئی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات سے کسی حد تک واقف تھا۔ لیکن خود میں نے ان واقعات میں کوئی مداخلت نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تب مجھے ایک خیمے میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک بار پھر پیتو سنگھ کا بلاوا آ گیا۔

پیتو سنگھ اب بشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تمسخرانہ انداز میں ہنس پڑا۔ "تو بڑی دنیا دیکھی ہو گی تم نے جیسا کہ تم نے کہا پورن۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ عورت کا من جیتنے کے لیے کیا کرنا ہوتا ہے؟"

"من کی جیت راج سنگھاسن پر بیٹھ کر نہیں ہوتی۔ اس کے لیے آکاش سے دھرتی پر آنا ہوتا ہے۔ انسان بن کر پریم کرنا ہوتا ہے راجکمار بن کر نہیں۔"

"تب تمہارا تجربہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم راجکمار ہیں۔ جہاں جاتے ہیں، ہمارے راستے میں لاکھوں آنکھیں بچھ جاتی ہیں۔ کنواریاں ہمارے سپنے دیکھتی ہیں اور جسے ہم مل جائیں وہ گویا سورگ پا لیتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے پیتو سنگھ، تمہارا تجربہ زیادہ ہو۔"

"بس یہیں تمہاری سندرتا جاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کنواریاں ہمارا نام لے کر ترستی ہو جائیں۔ جو ہمیں ایک بار دیکھ لے، جیون بھر دوبارہ دیکھنے کی آرزو کرتا رہے۔ اس معاملے میں تم ہم سے زیادہ خوش نصیب ہو۔ ایک بار پھر ہم تمہیں زندگی کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دو۔"

"اگر میرے بس میں ہوتا راجکمار تو مہر کہنے کے بعد میں تمہارے لیے ضرور کرتا۔ لیکن میرے دوست بس آگ میں ہی یہ رنگ ہے۔ اگر تم آگ برداشت کر لو تو میرا دعویٰ ہے کہ یہ رنگ حاصل کر لو گے۔"

"تم ابھی تک یہی رٹ لگائے ہوئے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے اس نرم انداز پر رحم کھا جاؤں گا۔ آگ تیار ہو چکی ہے۔ اور جوں جوں تم ضد کر رہے ہو تمہاری موت قریب آتی جا رہی ہے۔ آؤ۔ میں تمہیں دکھاؤں تمہاری ضد کا کیا انجام ہونے والا ہے۔" وہ اٹھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ خیمے سے باہر نکل آیا تھا۔ میدان کے ایک سرے پر دھوئیں کے بادل بلند ہو رہے تھے۔ خوب اونچے اونچے شعلے اٹھ رہے تھے۔

راجکمار نے اسی طرف کا رخ کیا اور جہاں تک تپش قابل برداشت تھی وہاں تک پہنچ کر رک گیا۔ "تو یہ آگ تمہارے رنگ کو جلا دیتی ہے کیوں؟ اب بھی سوچ لو وقت ہے۔"

"ایک بات بتائیں راجکمار۔ اگر میری بات سچ ہوئی تو پھر میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟"

"پوجا کریں گے ہم تمہاری۔ استاد مان لیں گے تمہیں۔ آتما بتلاؤ تاکہ جیسے آگ بھی نہیں جلاتی۔ پھر تو تمہارے جیسا کوئی بھی نہیں ہو گا۔"

"تب پھر آئیں۔ اگر آگ کا رنگ چاہتے ہیں تو میرے ساتھ اندر چلیں۔" میں نے اسے دعوت دی اور آگے بڑھا۔

"ابھی نہیں۔ آگ کو اور تیز ہو جانے دو۔ میں جانتا ہوں تم ہتھیا پر تلے ہوئے ہو۔ پر میں تمہیں اس سے نہیں روکوں گا۔" وہ جھلا کر بولا۔ اور پھر اس نے دوسرے لوگوں سے کچھ کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں بہت سے لوگ آگ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ اور راجکمار میرے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ "ٹھیک ہے مہاراج۔ میرا خیال ہے اب وقت آ گیا ہے آپ کے دعوے کے ثبوت کا۔ جائیے اور اپنے اوپر رنگ چڑھا لیجیے۔ ہاں یہ تو بتائیں کہ آپ کی راکھ کہاں پھینکی جائے؟" اس نے کہا۔ اور میں نے اب اس سے مزید گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا اور آگ کی طرف بڑھ گیا۔ راجکمار کا خیال تھا کہ میں اب اس مذاق کو ترک کر دوں گا۔ لیکن جوں جوں میں آگے بڑھتا جا رہا تھا اس کا چہرہ حیرت کی تصویر بنتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں آگ کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس وقت سارے خیالات اچانک میرے ذہن سے نکل گئے۔ میں یہ بھی بھول گیا کہ میں کسی کو مرعوب کرنے کے لیے کسی عمل آتش کا خواہشمند ہوں۔ آگ کی لذت حرارت پا کر میرے بدن کے مسامات نے منہ کھول دیا تھا اور طلب کر رہے تھے وہ حرارت زندگی۔ سو آگ میں داخل ہو گیا۔ اور لاتعداد

...زدن نے میرا تعاقب کیا تھا۔

لیکن اب یہ آوازیں میری سماعت سے باہر تھیں۔ میں ترکیب و سرور کی ان وادیوں میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں دوسری چیزوں کا گزر نہیں۔ لیکن دوسرے لوگ نہ جانے کیا کرنے لگے تھے۔ بس آوازیں ابھر رہی تھیں جو بظاہر بہت دور سے آ رہی تھیں۔ تیز آگ نے میرے وجود میں نئی زندگی ڈال دی تھی۔ اور میرا رنگ و روپ جلا پا گیا تھا۔ لیکن بے وقوف لوگ آگ کے خلاف جنگ میں مصروف ہو گئے تھے اور ان کی مسلسل کوششوں نے حرارت میں کمی پیدا کرنا شروع کر دی۔ وہ آگ پر پانی ڈال رہے تھے اور چونکہ سب کے سب اس کام میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس لیے آگ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔

مجھے ان بے وقوفوں پر شدید غصہ آنے لگا۔ ابھی تو میری روح میری بھی تنہا ہوئی تھی اور آگ صرف دھوئیں میں بدلتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اسے مکمل طور پر بجھانے میں کامیاب ہو گئے۔

لوگوں کے گروہ سمٹ آئے تھے۔ بجھی ہوئی آگ کے نزدیک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شاید میری جلی ہوئی لاش کو تلاش کر رہے تھے۔ لیکن جب انہوں نے میرے وجود کو متحرک دیکھا تو ان کی ڈوری ڈوری چیخیں ابھر گئیں۔ بہت سے کمزور دل تو اس ناقابل یقین واقعے کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

تب میں افسردہ سا آگ سے باہر نکل آیا اور میرا الیدہ بدن چمک رہا تھا کندن کی مانند اور حیرت سے منہ کھولے کھڑا اپنا بے وقوف پیتو سنگھ بھی اس کے قریب آ پہنچا۔ اور ایک شخص کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اس کا دوشالا کھینچ لیا اور اسے اپنے بدن کے گرد لپیٹ لیا کیونکہ میرا اپنا لباس آگ کی نذر ہو چکا تھا۔

"آگ بجھانے کی کوشش کیوں کی گئی تھی پیتو سنگھ۔ اگر یہ روشن رہتی تو میرے وجود کی چمک ناقابل دید ہوتی۔ لیکن میرا خیال ہے تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی۔" میں نے اس سے کہا۔ لیکن اس کی تو آواز ہی بند تھی۔ بمشکل تمام اس نے کہا۔

"تو... تو جادوگر ہے پورن، بہت بڑا جادوگر۔ ناممکن ہے ناممکن ہے بھگوان کی سوگند۔"

"نہیں پیتو سنگھ، وہ جادوگر نہیں ہے۔" ایک بوڑھے اور تجربے کار شخص نے کہا جو پیتو سنگھ کے نزدیک کھڑا ہوا تھا۔ سو پیتو سنگھ نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اگر جادوگر نہیں تو پھر یہ جلتی آگ سے زندہ کیسے نکل آیا؟"

"جادو کے بارے میں تو تم بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہو پیتو سنگھ کہ خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگنی دیوی اس کا توڑ ہوتی ہے۔ آگ کا نہان ہر جادو کا توڑ ہے۔ نہیں نہیں یہ جادوگر نہیں ہے۔"

"تب یہ آکاش سے اترا کوئی دیوتا ہے۔ میں یہیں اس سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اسے میرے سامنے سے لے جاؤ۔"

"نہیں پیتو سنگھ۔ تو شرط ہار رہا ہے۔ اب تو تجھے میری بات ماننا پڑے گی۔ تم نے کہا تھا کہ اگر میری بات سچی ہوئی تو مجھے تیری دوستی حاصل رہے گی۔ اور تو اب مجھ سے خوف کا اظہار کر رہا ہے۔"

"نہیں مہاراج۔ جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہو گا۔ مہاراج کو احترام کے ساتھ لے جاؤ۔ ان کے لیے ایک بڑا خیمہ لگا دو اور خبردار ان کی سیوا میں کوئی کمی نہ کی جائے۔" پیتو سنگھ نے کہا اور مجھے ہنسی آنے لگی۔ پیتو سنگھ کے ہوش و حواس درست ہو گئے تھے۔ اور پروفیسر میری انفرادیت نے مجھے پھر [illegible] تھی کہ یہ تو صدیوں سے ہوتا آیا تھا۔

بڑے خیمے میں ضروریات زندگی کی ساری چیزیں مہیا کر دی گئی تھیں اور جب رات ہوئی تو میں نے سابقہ رات کی حسین دوشیزہ چندرا کو طلب کر لیا۔ چندرا سولہ سنگھار کیے ناز سے اٹھلاتی ہوئی میرے خیمے میں داخل ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں خوشیوں کا چراغاں ہو رہا تھا۔ "جیسا کہ دوسرے کہتے ہیں کہ تم کوئی مہان دیوتا ہو۔ آکاش سے اترے ہو یا پھر اتنے بڑے جادوگر ہو کہ اگنی کے پاس بھی تمہارے جادو کا توڑ نہیں ہے۔ سو جادوگر تو ہم بھی تمہیں مانتے ہیں کہ جب سے گئے ہیں تمہارے پاس سے اتنے بے کل رہے کہ کسی اور چین نہ آیا۔ پھر پیتو سنگھ پر تم نے کیا جادو کر دیا؟"

"کیوں؟ کیا وہ بھی بے کل ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پاگل ہو رہا ہے دیوانہ۔ مجھے پاس بلایا اور پچھلی رات کی کہانیاں پوچھیں۔ بولا۔ میں نے کوئی بات دیوتاؤں کی بابت، اب میں کیا کہتی نردوئی سے جل کر بھسم ہو جاتا، سو میں نے تھوڑا سا جھوٹ بول دیا۔"

"کیا جھوٹ بولا تم نے؟"

"میں نے تو یہی کہا کہ پوتر ہے۔ بس ساری رات میں اسے کتھا سناتی رہی اور وہ جھومتا رہا۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں اس کی ہنسی کی نغمگی میں کھو گیا۔

"تو آؤ چندرا، آج کی رات بھی تم مجھے کتھا سناؤ اور ساری رات سناتی رہو۔" چندرا کی آنکھوں میں مسکراہٹیں سمٹی ہوئی تھیں۔ اس نے مسکرا کر جذباتی انداز میں میرے [illegible] سر رکھ دیا اور اپنی محبت کا اظہار کرنے لگی۔ حالانکہ یہ لڑکی [illegible] سے میرے پاس آئی تھی اور جو کچھ میں نے اس کے انداز میں پایا تھا اس سے بخوبی اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ وہ معصوم ہونے کے باوجود معصومیت کی حدود کو پھلانگ چکی ہے اور اپنے فن دلربائی میں اس قدر طاق ہے کہ اب اس میں معصومیت اور الھڑپن تلاش کرنا ایک حماقت ہے۔ تاہم وہ جس انداز میں محبت کا اظہار کر رہی تھی، اور

رہی تھی ۔ وہ میرے لئے دلچسپ اور دلکش تھا اور پروفیسر میں نے صدیوں میں لاتعداد تجربات کئے تھے اور انہی تجربات میں سے ایک تجربہ یہ بھی تھا۔

سورج ابھرا۔ یعنی سورج کو چندرا کی یکسوئی اور سکون پسند نہیں آیا اور اس نے خیمے کے پردے سے جھانک کر اسے آواز دی، تب چندرا نے آنکھیں کھول کر بے چین نگاہوں سے سورج کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

ہنگاموں کا دن شروع ہو گیا لیکن آج

چیتو سنگھ نے ۔ اپنے ساتھ ناشتے پر مجھے طلب نہیں کیا تھا ۔ بلکہ میرے لئے یہیں خیمے میں ناشتے کا عمدہ بندوبست کر دیا گیا تھا۔ جو بہت سے لوگ لے کر آئے تھے۔

میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ چیتو سنگھ اب مجھ سے خوفزدہ ہو گیا تھا، وہ میرے وجود کا قرب برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال میں بھی اس بات کی طلب نہیں رکھتا تھا کہ اس کے قریب رہوں چنانچہ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا اور پھر میں نے بستی کا رخ کیا۔

بستی والوں کو رات ہی جیسے کی کہانی معلوم نہیں تھی، ویسے اب میں ان کے لئے اجنبی بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں دیر تک بستی میں گھومتا رہا اور پھر میں نے اپنے دوست سکھو راج کے گھر کا رخ کیا۔

سکھو راج کے مکان پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے اسے آواز دی تو وہ ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھوں میں کرب کے آثار تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ بھی اس کا کوئی سندیس لائے ہیں مہاراج"؟

"کس کا سکھو راج"؟

"چیتو سنگھ کا۔ سنا ہے آپ اس کے متروں میں شامل ہو گئے ہیں"۔

"میں اس کا کوئی سندیس نہیں لایا مہاراج اگر آپ کو میری آمد بری لگی ہو تو چلا جاؤں"۔ میں نے کہا۔

"ارے نہیں مہاراج، آؤ اندر آ جاؤ۔ ہمارے من میں تو اندھیرے اتر آئے ہیں، برا سمے شروع ہو چکا تھا، وہ کالا رحمت اب نہیں پر اتر آیا ہے مہاراج، اور ہمارے پاس اسے دور کرنے کا کوئی اپائے نہیں ہے"۔

"آپ اتنے پریشان کیوں ہیں سکھو راج جی"! میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ اور سکھو راج نے مجھے بیٹھنے کے لئے جگہ پیش کر دی۔

"دتیا جی نے آج سکھو راج کے گھر کا رخ کیا ہے۔ چیتو سنگھ کا سندیس آیا تھا"۔ سکھو راج نے کہا۔

"اوہ کب"؟ میں نے پوچھا۔

"رات کو، اور آج پھر آنے کے لئے کہہ گیا ہے"۔ سکھو راج نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"کیا کہہ رہا تھا آپ سے چیتو سنگھ کا سندیسی"؟

"اس نے بتایا کہ چیتو سنگھ کو ہماری بیٹی روپ کلی بہت پسند آ گئی ہے، اور وہ تمہیں عزت دینا چاہتا ہے، کیا ہم یہ عزت قبول کریں گے، یا ذلت اور رسوائی"۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ذلت اور رسوائی کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا، چیتو سنگھ جسے چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے۔ اگر تم اپنی خواہش سے روپ کلی کو چیتو سنگھ کی کنیز بنا میں داخل کر دو تو تمہیں مالا مال کر دیا جائے گا۔ تو تم خود سوچو کہ ہمیں مال و دولت کی کیا ضرورت ہے، ہماری آنکھوں کی جوت تو روپ کلی ہی ہے، روپ کلی کے بدلے ہم دولت کے ڈھیر ملا کا کیا کریں گے۔ ہر پتا کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی عزت کے ساتھ کسی کے گھر میں جائے وہاں سے پھیرے کرا دیے جائیں اور پتا اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے لیکن جب اسے کے علم میں یہ بات آئے کہ وہ ایک راکھشش کے پاس جا رہی ہے اور وہ راکھشش اسے بے عزت باندیوں کی طرح اپنے گھر میں ڈالے رکھے گا تو پتا کے من کا جو حال ہو گا تم خود جانتے ہو۔"

سکھو راج کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میرے ذہن میں ایک ہلکی سی لہر آئی تھی۔ لیکن میں نے خود کو پرسکون کر لیا۔ ستاروں کی پیش گوئی یہی تھی تو اس میں مداخلت بے جا اور بے معنی ہوتی۔ اور پھر یوں بھی میں ہر مسئلہ میں اپنی مداخلت پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے سکھو راج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن سکھو راج تم ایک باعزت آدمی ہو اور میرا خیال ہے تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے چیتو سنگھ کی جنم کنڈلی بنائی ہے اور چیتو سنگھ کا باپ تمہیں عزت اور احترام دیتا ہے۔ بلکہ تمہاری رکھشا کا وچن بھی دے چکا ہے تو تم اپنا حق کیوں نہیں استعمال کرتے"؟

"مہاراج آپ نہیں سمجھتے، راجہ کشن سنگھ اپنا وہ وچن بھول بھی گیا ہو گا، اور پھر چیتو سنگھ اس کا لاڈلا بیٹا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں کشن سنگھ کو چیتو سنگھ کی باتیں نہیں معلوم ہوں گی۔ کیا وہ اپنے بیٹے کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا"۔ سکھو راج نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہوں"۔ میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں سکھو راج"؟

"کچھ نہیں مہاراج، ستاروں کی چال الٹی نہیں جا سکتی۔ میں اپنی بچی کی پیشانی سے وہ دھبہ دور نہیں کر سکتا، میرا سارا علم بے کار رہا ہے"۔

"مگر بابا۔ میں اپنی پیشانی سے یہ دھبہ ضرور دور کروں گی"۔

دفعتاً اندر کے دروازے سے روپ کلی کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں نے اس طرف دیکھا، روپ کلی کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے وہ رات بھر روتی رہی ہو۔

"تو... تو یہ دھبہ کس طرح دور کر سکتی ہے بیٹی"۔ سکھو راج نے روتے ہوئے کہا۔

"میں ناری ہوں بابا۔ تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ شرم و حیا ناری کے وجود کی شوبھا ہوتی ہے، اس کی تقدیر کا فیصلہ ماتا پتا کرتے ہیں۔ ہر شے کی بھاؤنا غلط راستوں پر لے جاتی ہے اور منش کی ایک خواہش پر ایک جہان کی خواہشوں کا خون کر دیتا ہے۔ یاد ہو بابا یہ کہا تھا تم نے"؟

"کہا تھا میری بچی"!

"سو میں نے یہ بات گرہ میں باندھ لی۔ میں بھی عورت ہوں بابا، میرا من بھی مچلا پر میں نے آپ کی بات کی گرہ نہ کھولی، بابا اب آپ کے پاس کیا جواب ہے، اگر پتا بھی ناری کو عزت کا جیون نہ دے تو وہ کیا کرے"؟

اور سکھو راج پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ "رو ؤ نہیں بابا" میں نے کہا کہ وہ جو تم نہیں کر سکے وہ میں کروں گی"۔

"تو اس راکھشش کا کیا بگاڑ سکے گی بیٹی، اے بھگوان میں کتنا بے بس ہوں، میں کیسا پاپی ہوں"۔ سکھو راج روتا رہا، اور میں ان دونوں باپ بیٹی کے درمیان سے اٹھ گیا۔ میں ان کی پریشانی میں اضافہ کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا!

میرے ذہن میں بہت سے خیالات سر ابھار رہے تھے۔ کبھی دل چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے معاملات میں مداخلت کروں، پھر یہ بھی سوچتا تھا کہ ستاروں نے جو پیش گوئی کی ہے وہ غلط تو نہ ہو گی۔ چنانچہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے۔ اور یہی میں نے بہتر سمجھا اور اس وقت تو دل بھی نہ چاہا کہ چیتو سنگھ کی طرف جاؤں۔ چنانچہ بستی کی سیر کو نکل گیا۔

چھوٹی سی بستی تھی، کوئی خاص بات نہیں تھی بس سیدھے سادے لوگ جو چیتو سنگھ کی آمد سے خوفزدہ تھے۔ جگہ جگہ اسی کے چرچے ہو رہے تھے۔ میرے بارے میں شاید ابھی ان تمام لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ ایک چیتو سنگھ کی خیمہ گاہ میں کیا کھیل دکھا چکا ہوں ورنہ یقینی طور پر یہاں بھی ان پر کوئی خاص ہی رد عمل ہوتا، چیتو سنگھ کے خیموں کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہاں میرے بارے میں کس انداز سے سوچا جا رہا ہے۔ پورا دن میں بستی میں پورا دن گھومتا رہا اور اس کے اطراف کی سیر بھی کر ڈالی۔ وہ دریا جس کے کنارے پہلی بار میں نے اس بستی کو دیکھا تھا، دور تک پھیلا ہوا تھا، میں دریا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور نجانے کہاں سے کہاں نکل گیا۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ واپس بستی کی جانب ہی نہ جاؤں، لیکن پھر یہی خیال آیا کہ کم از کم اندازہ تو لگاؤں کہ چیتو سنگھ اور سکھو راج کے معاملات کہاں تک پہنچے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد شام ڈھلے میں بستی کی جانب واپس چل پڑا۔

بستی پر خاموشی چھا گئی تھی۔ میں نے سکھو راج کے مکان کا رخ کیا اور ادای میں ڈوبے ہوئے اس مکان کے نزدیک پہنچ گیا۔ تب میں نے سکھو راج کو آواز دی، اور تھوڑی دیر کے بعد سکھو راج نے دروازہ کھول دیا۔ اس کی حالت کافی خراب تھی۔ اور وہ مجھے دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ "تم... تم اس کے ساتھ نہیں گئے مہاراج"؟ اس نے پوچھا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"کس کے ساتھ مہاراج"؟

"اسی راکھشش چیتو سنگھ کے ساتھ جو میری عزت لے گیا ہے، ہائے نہ جانے ہم سے کیا پاپ ہوا جس کا پھل یہ بھوگنا پڑا"۔ سکھو راج روتے روتے بولا۔ اور میں چونک پڑا۔

"کیا چیتو سنگھ نے بستی چھوڑ دی"؟ میں نے پوچھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے مہاراج"؟ سکھو راج نے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"وہیں۔ میں تو دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ دور تک نکل گیا تھا، لیکن تم نے جواب نہیں دیا کیا چیتو سنگھ یہاں سے چلا گیا"؟

"ہاں۔ اس نے اچانک خیمے اکھاڑ دیئے، اور اس کے آدمی روپ کلی کو اٹھا کر لے گئے، میری کیا مجال تھی کہ میں اسے روکتا۔ ایک پتا اپنی بیٹی کے لئے اس سے زیادہ بے بس کبھی نہ ہوا ہو گا۔ پتا میں بڑا ابھاگی ہوں۔ مگر... مگر"۔ اچانک سکھو راج روتے روتے خاموش ہو گیا۔ شاید اس کے ذہن میں کوئی خیال ابھرا تھا۔

"مجھے افسوس ہے سکھو راج"!

"میں۔ میں کشن سنگھ کے پاس جاؤں گا، اسے اس کا وچن یاد دلاؤں گا۔ میں اس سے بات تو کروں گا، میں کھرا برہمن ہوں۔ اور وہ دو غلا جھوٹ۔ میں وہیں پران دے دوں گا، اتنا تو میں کر سکتا ہوں۔ ہاں میں آج ہی سفر کروں گا ابھی"!

"تم راجہ کشن سنگھ کے پاس جاؤ گے"؟ میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں جاؤں گا، اور اس سے اس کے وچن کی قیمت مانگوں گا"!

"تب میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا سکھو راج"! میں نے کہا۔ اور سکھو راج مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم بھی تو اس سمے چیتو سنگھ کے ساتھ تھے مہاراج، جب اس نے ہماری بیٹی کے ساتھ مشغول کیا تھا"؟

"ہاں میں تھا۔ لیکن اس بات سے تمہاری کیا مراد ہے"؟

"کچھ نہیں مہاراج، جب بھگوان ہی کو منظور تھا تو کوئی سے

رہتا تھا۔ تم ہمارا ساتھ دو گے، تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"ہاں، میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" میں نے کہا اور سکھ راج نے گردن ہلادی۔

"تب ہم دو گھوڑوں کا بندوبست کرنے جا رہے ہیں۔ تم یہاں رک کر ہمارا انتظار کرو۔" اس نے کہا، اور میں نے گردن ہلادی۔

رات کی تاریکی میں ہم دونوں بستی کے آخری مکان کو پیچھے چھوڑ آئے۔ گھوڑے کچے راستوں پر سفر کر رہے تھے۔ سکھ راج کے دل کو بڑی بے کلی تھی۔ راستے میں وہ روپ کلی کے بارے میں گفتگو کرتا رہا اور اس کی باتیں غلط نہیں تھیں۔ میں نے بھی اس الہڑ لڑکی میں کردار کی خوبیاں پائی تھیں۔ میں نے اس کے انداز میں لچک نہیں دیکھی تھی۔

صبح کی روشنی پھوٹی تو ہم ایک اور بستی میں پہنچ گئے۔ یہاں رک کر گھوڑوں کو آرام کے لئے چھوڑ دیا گیا اور وہ ایک چراگاہ میں گھس گئے۔ بوڑھا سکھ راج بھی تھک گیا تھا چنانچہ وہ ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لیٹ گیا۔ میں بستی میں خوراک کی تلاش میں نکل گیا۔ سیدھے سادے لوگوں کی بستی تھی۔ میں نے خوراک طلب کی تو بہت سے لوگ جو کچھ ان کے پاس تھا لے آئے۔ میں نے ان میں سے ضرورت کی چیزیں لے لیں اور پھر سکھ راج کے پاس پہنچ گیا۔

سکھ راج درخت سے پیٹھ ٹکائے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے کھانے پینے کی چیزیں اس کے سامنے رکھ دیں اور اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر بولا۔ "ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی مہاراج؟"

"کھاؤ سکھ راج، زندہ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ رامدھانی کتنی دور ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تو لمبا سفر ہے۔ ایک دن اور ایک رات اور لگے گی۔"

"مگر کیا یہ ضروری ہے کہ جیتو سنگھ نے واپس رامدھانی کا رخ کیا تھا؟"

"وہ ادھر سے ہی گیا ہے۔ ہم نے ایک کسان سے معلوم کیا تھا۔" سکھ راج نے جواب دیا۔

"اوہ ٹھیک ہے پہلے یہ کھانا کھالو۔" بے چارے سکھ راج نے میرے کہنے سے تھوڑا سا کھانا کھایا اور پھر ستانے کے بعد ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ راستے میں جیتو سنگھ کے سفر کے سراغ ملتے رہے تھے اور یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ واپس رامدھانی ہی گیا ہے۔ میں اور سکھ راج سفر کرتے ہوئے بالآخر رامدھانی پہنچ گئے۔ جس وقت ہم رامدھانی میں داخل ہوئے رات ہو چکی تھی۔ لیکن چھوٹی بستیوں کی نسبت یہاں کافی رونق تھی۔ بازاروں میں چہل پہل تھی۔ لوگ چل پھر رہے تھے۔ مکانات اور عمارتیں کافی خوبصورت تھیں اور رامدھانی کا یہ سارا علاقہ سرسبز تھا۔

راجہ کا محل شہر کے بالکل وسط میں تھا۔ سکھ راج بالآخر محل کے سامنے پہنچ گیا اور پھر اس نے محل کے سب سے بڑے پھاٹک کے سامنے گھوڑے روک دیئے۔ پہریدار پہرہ دے رہے تھے۔ سکھ راج نے گھوڑے سے نیچے اتر کر ان سے بات کی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔

"میں راجہ کشن سنگھ سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"کون ہیں مہاراج آپ؟"

"سکھ راج ہے میرا نام۔ آپ مہاراج کشن سنگھ کو میرا سندیس دے دیں اور بتادیں، میں توری بستی سے آیا ہوں۔"

"سکھ راج جی وہ سامنے سرکاری مہمان خانہ ہے۔ آپ وہاں چلے جائیں۔ رات کو وہاں رکیں۔ صبح کو آپ کا یہ سندیس مہاراج کشن سنگھ تک پہنچا دیا جائے گا۔ اس سمے تو مہاراج سے ملنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔"

سکھ راج نے گہری سانس لی اور پھر پہریدار کی طرف دیکھ کر بولا۔ "کیا راجکمار جیتو سنگھ محل واپس پہنچ گئے ہیں؟"

"ہاں جیتو سنگھ جی سیر و سیاحت سے واپس آ گئے ہیں۔" پہریدار نے بتایا۔

"وہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟"

"اپنے چھوٹے محل میں۔" پہریدار نے جواب دیا۔ اور سکھ راج کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"کیا میں راجکمار جیتو سنگھ سے مل سکتا ہوں؟"

"اس سمے کسی سے ملنا نہایت مشکل ہے مہاراج، ہمیں اجازت نہیں ہے۔" پہریدار نے نرمی سے کہا، اور سکھ راج گردن جھکائے واپس چلا آیا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"چلو پورن۔ رات کو تو مہمان خانے میں ٹھہرنا ہی ہوگا۔"

سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی جب سکھ راج نے بتایا کہ وہ مہاراج کشن سنگھ سے ملنے آیا ہے تو وہاں کے منتظموں نے ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ ہمارے لئے بھوجن وغیرہ کا بندوبست بھی کیا گیا اور سکھ راج نے اس وقت کچھ نہ کھایا۔ مجھے تو بھوک کی خواہش ہی نہیں تھی، چنانچہ ہم نے وہ کھانا واپس کر دیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔

سکھ راج بے چارہ رات بھر جاگتا اور سوچتا رہا تھا۔ میں اس شخص کے لئے کیا کر سکتا تھا۔ میں لے سرپا کرنے کو تو بہت کچھ میرے ہاتھ میں تھا لیکن ایک بات آڑے آتی تھی کہ دیکھوں تو سہی کہ سنساروں نے جو پیش گوئی کی ہے، اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی ہی اختیار کر رکھی تھی۔

دوسری صبح سکھ راج تیار ہو کر پھر باہر نکل آیا۔ اس وقت راجہ کشن سنگھ کا دربار لگا ہوا تھا۔ چنانچہ ہمیں اس دربار میں داخل ہونے کی اجازت باآسانی مل گئی۔ راجہ کشن سنگھ تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے بے شمار افراد بیٹھے تھے۔

میں نے گہری نگاہوں سے اس پر رعب راجہ کو دیکھا جو اپنی رعایا کے معاملات نمٹا رہا تھا۔ ایک دربار کی ساری خوبیاں موجود تھیں۔

راجہ کے چہرے سے کیا جیتو سنگھ نظر آ رہا تھا، نہ جانے وہ کس فطرت کا مالک ہوتا۔

تب کافی دیر کے بعد سکھ راج کی باری آئی اور وہ اٹھ کر راجہ کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر راجہ کو پرنام کیا تھا۔ راجہ کشن سنگھ خاموش نگاہوں سے سکھ راج کو دیکھ رہا تھا۔

"فریاد لائے ہیں مہاراج۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے، پر یہ بات ہم سب کو بتا نہیں کہہ سکتے۔ کیا ہمیں اکیلے میں بات کرنے کا موقع ملے گا؟"

"دربار برخاست ہو جائے اس کے بعد تم ہم سے مل سکتے ہو۔" راجہ نے جواب دیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی۔ تب سکھ راج ہاتھ جوڑ کر واپس اپنی جگہ آ گیا۔ یہ وقت ہم نے دربار ہی میں گزارا تھا۔

سورج چڑھے دربار برخاست ہو گیا اور آہستہ آہستہ لوگ باہر نکلنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد بس ہم دونوں رہ گئے تھے۔ راجہ اندر چلا گیا تھا۔ بہرحال میں نے اندازہ لگایا تھا کہ راجہ زیادہ برا انسان نہیں ہے۔ پھر ہمیں اندر طلب کر لیا گیا اور راجہ نے نرم انداز میں ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے دوسرے آدمی باہر نکل چکے تھے۔

"کیا کہنا چاہتے ہو کہو۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔

"ہمارا نام سکھ راج ہے مہاراج، توری بستی سے آئے ہیں۔" سکھ راج نے کہا۔ راجہ اس دوران میرا جائزہ لیتا رہا تھا۔

"کہو سکھ راج، ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟"

"راجکمار جیتو سنگھ ہماری بیٹی کو زبردستی اٹھا لائے ہیں مہاراج، ہم ان کی فریاد لائے ہیں۔"

"اوہ!" راجہ کشن سنگھ کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "تم نے اپنی بیٹی کو اس کے سامنے کیوں آنے دیا تھا سکھ راج؟ تم جانتے ہو جوانی منہ زور گھوڑے کی مانند ہوتی ہے اور پھر راجکماروں کے تو یہی کھیل ہوتے ہیں۔ اگر وہ نڈر اور بے باک نہ ہوں تو مستقبل میں رعایا کی رکھشا نہیں کر سکتے۔ بچپن میں ان کے کان مروڑ دیئے جائیں تو وہ مردہ دل ہو جاتے ہیں۔"

"رعایا کی عزت بھی تو راجہ کا مان ہوتی ہے مہاراج۔ ہم کس سے فریاد کریں گے مہاراج، میں وقت کا کھرا دکھی ہوں اور آپ نے ہمیں ایک وچن دیا تھا مہاراج۔ آج آپ اپنے وچن کا پالن کریں۔"

"ہم نے وچن دیا تھا؟" راجہ نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔

"ہم نے جیتو سنگھ کی جنم کنڈلی بنائی تھی مہاراج۔ تب آپ نے کہا تھا کہ جیون میں کوئی کشٹ آئی تو آپ ہماری سہائتا کریں گے۔"

"اوہ۔ تم وہ سکھ راج ہو؟" راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں مہاراج۔ آپ کے داس ہیں۔"

"مگر سکھ راج کیا تم نے اپنی بیٹی کی جنم کنڈلی نہیں بنائی تھی۔ کیا تم نے اس کا مستقبل تیار نہیں کیا تھا اور کیا اس میں یہ بات نہیں تھی؟" راجہ نے پوچھا پھر بولا۔ "بہرحال اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"آپ سے انصاف مانگنے آئے ہیں مہاراج۔"

"میں کوشش کرتا ہوں اگر جیتو سنگھ اسے چھوڑنے پر تیار ہو گیا تو ہم اسے تمہارے حوالے کر دیں گے۔ لیکن تم پریشان نہ ہو۔ ہم اپنے وچن کا پالن بھی ضرور کریں گے۔ اور تمہیں نراش نہیں بھیجیں گے۔ تم انتظار کرو ہم ابھی جیتو سنگھ کو بلاتے ہیں۔" راجہ نے خادموں کو بلانے کے لئے گھنٹہ بجایا اور تھوڑی دیر کے بعد جیتو سنگھ اندر داخل ہو گیا۔

لیکن وہ مجھے دیکھتے ہی پریشان ہو گیا تھا اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ پہلے اس نے سکھ راج کو دیکھا اور پھر راجہ کی طرف دیکھنے لگا۔ "یہ توری بستی کا سکھ راج ہے۔"

"جیتو سنگھ، اس نے تمہاری جنم کنڈلی بنائی تھی اور اس سمے ہم نے اسے وچن دیا تھا کہ اگر اس پر کوئی کشٹ پڑی تو ہم اس کی مدد کریں گے۔ اب یہ ہمارے پاس فریاد لے کر آیا ہے کہ تم اس کی بیٹی کو اٹھا کر لے آئے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"سچ ہے مہاراج۔" جیتو سنگھ نے کہا۔

"کیا نام ہے اس لڑکی کا؟"

"روپ کلی۔"

"کیا وہ اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ آئی ہے؟"

"نہیں۔" جیتو سنگھ نے جواب دیا۔

"اگر ہمارے وچن کے پالن کے لئے تم اسے اس کے پتا کے حوالے کر دو تو ہم بڑے خوش ہوں گے۔" راجہ نے کہا۔

اور جیتو سنگھ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ پھر اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"نہیں مہاراج۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ بہت سندر ہے۔ اور اس میں میرا ایمان ہے۔ میں اب بہت کچھ سمجھ گیا ہوں۔ اس سے پوچھو کہ یہ اس جادوگر کو ساتھ کیوں لایا ہے۔ اس کے ساتھ جو ہے وہ بہت بڑا جادوگر ہے مہاراج۔ جس پر نگاہ پڑ گئی، شہاب کرتی۔ میں جانتا ہوں یہ جادوگر روپ کلی کو اپنے جال میں پھانسنا چاہتا ہے۔ مہاراج یہ میرے جیون کا سوال بھی ہے۔ آپ سوچ لیں۔ میں کسی قیمت پر اسے ان دونوں کے حوالے کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"یہ جادوگر ہے؟" راجہ نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا، اور پھر بولا۔ "تمہارا اس سے کیا سمبندھ ہے سکھ راج؟"

"وہی جو ایک منش کا منش سے ہوتا ہے مہاراج۔"

"مگر ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ تم اسے ساتھ لائے۔ ہمارے راج میں بھی بڑے جادوگر موجود ہیں۔ اور ہر جادو کا توڑ ہے ہمارے پاس اور پھر تم سن چکے ہو جیتو سنگھ کی بات۔ لیکن اس کے باوجود ہم تمہارے ساتھ انصاف کریں گے۔ کیونکہ ہم نے تم سے وچن ہارا ہے۔"

ان تمام کر کل تم تم سے بات چیت کریں گے"۔ راجہ نے ہمارا کا مزاج
کسی حد تک برہم ہو گیا تھا اور دوسری طرف میرا ذہن بھی خراب ہو گیا تھا۔
تب ہم ۔۔ دونوں وہاں سے اٹھ آئے۔ سکھ راج بہت زیادہ
پریشان نظر آ رہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے سکھ راج میری وجہ سے تمہارے کام
میں رکاوٹ ہوئی"۔

"نہیں مہاراج۔ مگر وہ تمہیں جادوگر کیوں کہہ رہا تھا۔؟"

"میں نہیں جانتا"۔ میں نے جواب دیا۔ لیکن اس بارے میں مجھے بہت کچھ سوچنا پڑ رہا تھا اور یہ میری اپنی غلطی۔ بیدار ہونے کی عارضی تھی بھلا اس بے وقوف راجہ کی مجال تھی کہ وہ میرے راستے میں آنے کی کوشش کرے۔ تب پروفیسر میری اپنی شخصیت ابھر آئی اور بس دوسرے دن کا انتظار کرنے لگا۔

ستاروں کی کہانی کا دوسرا باب شروع ہونے والا تھا لیکن اس دلچسپ کہانی کا انکشاف میں کسی دوسرے پر نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے لئے خاموش رہنا ضروری تھا۔ حالانکہ غمزدہ سکھ راج کو دیکھ کر کئی بار میرے دل میں خیال آیا تھا کہ اسے صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ لیکن سکھ راج سے دوستی ایک مختصر وقت کے لئے تھی جبکہ ستاروں کے راز صدیوں سے میرے سینے میں پوشیدہ رہے تھے، اور وہ ہمیشہ سے میرے قابل اعتماد ساتھی رہے تھے اور قابل اعتبار ساتھیوں کو دھوکہ دینا مناسب بات نہیں تھی۔

ساری رات سکھ راج بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا تھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ کشن سنگھ اس کے ساتھ انصاف کر سکے گا۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے ہاتھوں جس طرح مجبور تھا اس کا اندازہ اسے ہو چکا تھا جس کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"یوں لگتا ہے پورن جی کہ کشن سنگھ اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ نہیں دے گا"۔

"لیکن اس نے تمہیں جو وچن دیا ہے"۔

"راجاؤں پر سے اب میرا بھروسہ اٹھ چکا ہے، کیا کہا جا سکتا ہے، معاملہ اگر اس کے بیٹے کا نہ ہوتا تب وہ اپنا وچن ضرور پورا کر دیتا لیکن ان حالات میں"۔

"اگر ایسا ہوا تو سکھ راج تو تم کیا کرو گے"؟

"پتا، میں تو ایک مجبور انسان ہوں۔ میں کیا کر سکوں گا۔ سوائے اس کے کہ ندی میں ڈوب مروں"! سکھ راج نے روتے ہوئے کہا۔ اور میں ہمدردی سے اس کا شانہ تھپتھپانے لگا۔ اس کے علاوہ میں نے اور کچھ نہیں کہا۔ میں کہہ بھی کیا سکتا تھا اور وہ جو کام ہو حالات بدلنے پر تو منظر وہ ہوتا ہے۔ میری ذات پر لیکن بات یہ نہیں تھی بلکہ جو ستارے تحریر کر چکے تھے اس میں رخنہ اندازی مقصود نہیں تھی لیکن میں نے یہ بات سوچی کہ اس کے لئے مناسب نہیں ہے مستقبل بینی کر کے تحریک میں مداخلت کر دی جائے۔ اور

پھر خاموش رہنے کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔

خاموشی کی اس رات میں بوڑھے باپ کا کرب شامل تھا اور دوسرے دن اس کی تقدیر کا فیصلہ ہونا باقی تھا۔ لیکن اس شب کی صبح کو ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے مجھے راجکمار کا پیغام دیا۔

"مہاراج آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو ساتھ لے کر آؤں"۔ میں نے سکھ راج کی طرف دیکھا اور سکھ راج نے کہا۔

"چلے جاؤ پورن۔ اسے سمجھانا کہ ایک غریب کی عزت لے لینا راجکمار کی شان نہیں ہے، اور ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اگر کوئی اس کا مدمقابل ہوتا تو اسے زیر کرنا ضرور شان کی بات تھی۔" میں نے سکھ راج سے کچھ نہیں کہا اور اس خادم کے ساتھ چل پڑا۔ راجکمار میرا انتظار کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں نفرت کے چراغ روشن تھے۔

"ایسا کبھی نہیں ہوا جادوگر کہ ہم نے جسے پسند کیا ہو اسے کوئی چھین کر ہماری خلوت سے لے جائے۔ چیتو سنگھ اس کا دشمن ہے۔ لیکن میں نے تمہیں ایک بات پوچھنے کے لئے بلایا ہے"۔

"پوچھو راجکمار"! میں نے حلیمی سے کہا۔

"کیا تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو، کیا روپ کلی تمہاری پریمیکا ہے"؟

"نہیں۔۔۔۔ وہ ایک معصوم لڑکی ہے جو ممکن ہے محبت کے نام سے آشنا ہو لیکن میرے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے"۔

"کیا تم اس سے پریم نہیں کرتے"؟

"میری بات چھوڑو راجکمار۔ میں تو ادوار کے لاتعداد انسانوں سے پیار کرتا رہا ہوں۔ ان میں سبھی تھے لیکن جسے میں نے اپنی عورت بنا لیا ہو اسے کوئی دوسرا نہیں حاصل کر سکا اور بہتر ہے کہ تم اس طور گفتگو نہ کرو۔ کیا تم نے اس سے یہ بات نہیں پوچھی"؟

"پوچھوں گا۔ ابھی تمہارے سامنے پوچھوں گا۔ لیکن مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر تم اس سے پریم نہیں کرتے تو پھر بوڑھے سکھ راج کے ساتھ یہاں کیوں آئے ہو"۔

"صرف انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر۔ اور تمہیں سمجھانے محبت کے رشتے یوں استوار نہیں کئے جاتے"۔

"چالاک سنت نے بڑی کامیابی سے میرا پیچھا کیا ہے اور بات میرے پتا تک پہنچا دی ہے۔ لیکن میں چیتو سنگھ ہوں۔ میں نے جو سوچا وہ ہوا جو چاہا حاصل کیا اور اس حسین کلی کو بھی مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بس یہی کہنے کے لئے میں نے تمہیں بلایا تھا"۔

"تم کچھ بھول رہے ہو چیتو سنگھ"۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا بھول رہا ہوں"؟

"ابھی تم نے کہا تھا کہ تم اس سے بھی اس بارے میں پوچھو گے کہ وہ مجھے پریم کرتی ہے یا نہیں"؟

"ہاں مجھے یاد ہے۔ لیکن میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی میں تمہیں نہیں بتانا چاہتا"۔ راجکمار نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم نے مجھے بلایا تھا چیتو سنگھ، میں آ گیا جو کچھ تم بتانا چاہتے ہو یا نہیں بتانا چاہتے ہو۔ میں تم سے پوچھوں گا بھی نہیں"۔

"لیکن میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں"۔ راجکمار نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"اگر تم چاہو تو میرے دوست بن کر میرے پاس رہو۔ میں تمہاری چھپی ہوئی قوتوں سے متاثر ہوں اور تمہیں ایک بہتر مقام دوں گا"۔

"میں اس پیشکش پر ضرور غور کروں گا"! میں نے جواب دیا۔

"لیکن خلوص دل کے ساتھ۔ یوں نہ ہو کہ تم میرے ساتھ کوئی چال بازی کرو اور دوست بن کر نقصان پہنچانے کی کوشش کرو"۔

"اگر یہ احساس تیرے دل میں ہے چیتو سنگھ تو پھر تو نے پیشکش کیوں کی ہے۔ بہتر ہے کہ ایسا خطرہ مول نہ لے"۔

"یہی تو میری کمزوری ہے کہ خطرات کو اپنے گرد دیکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ راجہ بننے کے بعد مجھے خطرات سے نمٹنے کا اندازہ ہو جائے"۔

"تو ابھی خود سے بھی بے خبر ہے چیتو سنگھ۔ دو الگ الگ باتیں ایک ساتھ کہہ رہا ہے۔ پہلے تو اپنے دل میں خود فیصلہ کر لے کہ تو کیا کہہ رہا ہے"۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔ میں نے جو پیشکش کی ہے اس پر غور کرنا فائدے میں رہو گے"۔ چیتو سنگھ نے کہا اور مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی۔

بیچارہ سکھ راج میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں امید و بیم کی کیفیت تھی اس شخص کو دیکھ کر ہمیشہ میرا دل پگھلنے لگتا تھا۔ بعض اوقات میں چاہتا تھا کہ اسے آنے والے وقت کے بارے میں سب کچھ بتا دوں۔ لیکن اس بار میں ستاروں سے بدعہدی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوستوں سے بدعہدی مناسب نہیں ہوتی چنانچہ اس کی امید بھری نگاہوں کے جواب میں میں نے گردن ہلا دی۔

"نہیں سکھ راج کچھ نہیں، وہ شیطان کا بیٹا ہے۔ اور شیطان ہی رہے گا اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا سوائے اس کے کہ اس بار بھی اس نے وہی بات کی ہے کہ وہ روپ کلی کو کسی طور نہیں چھوڑے گا"۔

"بھگوان نے جو تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا"۔ سکھ راج ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

وقت کافی گزر گیا تھا۔ دربار لگ چکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں بھی کشن سنگھ کے دربار میں پہنچ گئے۔ راجہ کشن سنگھ اپنے دربار میں کام کر رہا تھا تاہم اس نے ہمیں بیٹھنے کے لئے ایک مناسب جگہ پیش کی۔ اس کے انداز میں نرمی اور دوستی تھی۔ لیکن میں جانتا تھا یہ دوستی ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔ جب سارا کام نمٹ گیا تو راجہ کشن سنگھ نے اپنے بیٹے چیتو سنگھ کو طلب کیا۔

دربار میں اس وقت چند خاص آدمی موجود تھے اس کے علاوہ ہم دونوں تھے۔ چیتو سنگھ کامیابی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر لئے راجہ کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے چہرے سے ایک عجیب سا اظہار ہو رہا تھا۔ سکھ راج بے قراریوں کے سے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ تب راجہ کشن سنگھ نے سکھ راج کو اور مجھے اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں اس کے پاس پہنچ گئے۔

"سکھ راج میں نے تمہیں وچن دیا تھا کہ اگر تم کبھی میرے پاس آئے اور مجھ سے کچھ مانگنے کی کوشش کی تو تمہیں ضرور دوں گا۔ لیکن سکھ راج تم ایک بیٹی کے باپ ہو اور اولاد کی بات بعض اوقات پوری کرنا ہی ہوتی ہے۔ سو میں نے چیتو سنگھ کو مجبور کیا کہ وہ تمہاری عزت کو اپنی عزت سمجھے اور ہم دونوں نے مل کر ایک ایسا فیصلہ کیا ہے سن کر تم بھی خوش ہو جاؤ گے"۔

"وہ کیا مہاراج"! سکھ راج نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"غور کرو سکھ راج تمہاری بیٹی اگر اس راجدھانی کی رانی بن جائے تو کیا تمہاری تقدیر نہیں بدل جائے گی"۔ راجہ نے سوال کیا اور سکھ راج کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مم۔۔۔ میں نہیں سمجھا مہاراج"۔ اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"نہیں سمجھے تو ہم تمہیں سمجھاتے ہیں۔ چیتو سنگھ ہمارے بعد اس راجدھانی کا راجہ ہو گا اور کوئی بھی بڑے خاندان کی کنیا یہاں کی رانی ہو گی۔ سو اگر تمہیں یہ مرتبہ مل جائے تو کیا تم اپنی تقدیر پہ ناز نہیں کرو گے"!

"مم۔۔۔ میں اب بھی نہیں سمجھا مہاراج"!

"بڑے بے وقوف ہو سکھ راج لیکن اب ہمارا تم سے ایک ایسا رشتہ ہونے والا ہے کہ ہم تمہیں بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتے۔ سنو سکھ راج چیتو سنگھ تمہاری بیٹی ان اطلاؤں کی طرح اس سے وواہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے وچن کا پالن اس طرح کریں کہ ہماری بیٹی راج محل میں نہ رہے جو راجاؤں کی باندیاں ہوتی ہیں، بلکہ وہ رانیوں

کی طرح اس راج محل میں آ گئے۔ کیا تمہیں ہمارے بیٹے کا رشتہ نامنظور ہے۔" سکھ راج کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ کافی دیر تک وہ منہ پھاڑے کھڑا رہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے دل میں لوبھ آ گیا ہے۔

"کیا... کیا یہ ممکن ہے مہاراج۔" سکھ راج فرطِ مسرت سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "کیا، کیا سکھ راج کو اتنا بڑا مرتبہ مل سکتا ہے؟"

"ہاں سکھ راج، راجہ کو اپنی بات کا بڑا بھرم ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے وچن کا پاس بھی تھا اور اپنے بیٹے کی آرزوؤں کا احساس بھی۔ اور ہم نے اس کا ایک باعزت طریقہ بھی سوچا ہے۔ چیتو سنگھ سے اس کی پریما بھی نہ چھینے اور ہماری عزت بھی رہ جائے۔ سکھ راج ہم یہ کڑوی گولی بڑی مشکل سے نگل رہے ہیں۔ ہمارے من میں اپنے بیٹے کے لئے بہت سی آشائیں تھیں۔ ہم نے سوچا تھا کہ ہم اپنی ہی ٹکر کے کسی راجہ کی بیٹی سے اس کا وواہ کریں گے تاکہ دو راجدھانیاں مل کر ایک ہو جائیں۔ لیکن اگر بھگوان کی یہی اچھا ہے تو ہمیں اس میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ سو سکھ راج تم بھی خوش ہو جاؤ کہ تمہیں اور تمہاری بیٹی کو بہت بڑا مرتبہ مل گیا ہے۔ تم اس راجدھانی کی رانی کے پتا جی ہو۔ ہم آج ہی سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ آج سے ٹھیک تین دن کے بعد روپ کلی کا وواہ چیتو سنگھ سے ہو جائے گا۔" اور سکھ راج ہاتھ جوڑ کر مہاراجہ کشن سنگھ کے قدموں میں گر پڑا۔

اس کی خوشیوں کی انتہا نہیں رہی تھی۔ یہ بات واقعی اس کے لئے قابلِ فخر تھی کہ اس کی بیٹی راجدھانی کی رانی بن جائے۔ اس نے یہی خواب تو روپ کلی کے لئے دیکھے تھے اور ان خوابوں کی تعبیر اسے اس طرح مل جائے گی یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"جے بھگوان، جے مہاراج..." اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ روپ کلی کی تقدیر سے وہ کالا دھبہ دور ہو چکا ہے۔ اور سکھ راج خوشیوں میں ڈوبا ہوا وہاں سے نکل آیا۔ چیتو سنگھ کے ہونٹوں پر فتح مندانہ مسکراہٹ تھی اور میں اس مسکراہٹ کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھ رہا تھا جو ستاروں نے مجھے بتائی تھی اور بلاشبہ ستارے جو راستہ منتخب کر دیتے ہیں وہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ مجھے اور سکھ راج کو محل سے دور ایک چھوٹی سی حویلی دے دی گئی جہاں ہمیں شادی کی تیاریاں کرنا تھیں۔ لیکن یہ انوکھی شادی تھی۔ دلہن سسرال میں تھی گھر میں موجود نہ تھی اور یہاں تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تب اسی شام چیتو سنگھ نے مجھے دوبارہ بلایا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"بڑی خوشی کی بات ہے کہ کسی بھی ناطے سے سہی تم اب میرے رشتہ دار بھی بن گئے۔" اس نے میرا مذاق اڑانے کے سے انداز میں کہا۔ اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ اس خوشخبری کو تم اپنی زبان سے روپ کلی کو سناؤ۔ کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بات تو اب اچھے انداز میں طے ہو گئی ہے۔ اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میری اس سے دلچسپی بس اسی حد تک تھی۔" تب چیتو سنگھ نے اپنے ایک خادم کی طرف دیکھا اور وہ اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو باندیاں روپ کلی کو لے کر آ گئیں۔

کلی کا روپ مرجھایا ہوا تھا۔ ہونٹ خشک اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک پڑے "پورن" اس کے منہ سے نکلا۔

"کہاں ہیں پتا جی؟ وہ کہاں ہیں؟"

"راج محل میں بڑی عزت کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان ایک سمبندھ ہونے والا ہے روپ کلی۔" چیتو سنگھ نے کہا۔ اور روپ کلی نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"بھگوان کی سوگند۔ میرے تیرے درمیان کوئی سمبندھ کبھی نہیں ہوگا۔" وہ نفرت بھرے انداز میں بولی۔

"ارے رے رے۔ بے چارے بھگوان کو ایسے کاموں میں مت گھسیٹا کرو جو اس کے بس کے نہ ہوں۔ کیوں اس بے چارے کی سوگند کھاتی ہو۔ میں نے تو تمہیں بس ایک بات پوچھنے کے لئے بلایا تھا۔"

"کیا؟" روپ کلی غضبناک انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔

"کیا پورن بھگت تمہارے پریمی ہیں روپ کلی؟" اس نے پوچھا۔ اور روپ کلی کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ دیر تک وہ گردن جھکائے رہی۔ پھر اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ہاں۔ میں ان سے پریم کرتی ہوں۔ میں ان کے چرنوں میں ساری زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"ہوں۔ تو میرا خیال غلط نہیں تھا کیوں پورن جی۔ یہ سوال میں نے آپ سے بھی پوچھا تھا مگر آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔"

"وہ جواب دے بھی نہیں سکتے تھے۔ پریم تو بھگوان کی دین ہے۔ میں نے سارا جیون کبھی کسی کے سامنے من نہیں کھولا کیونکہ یہ میرا قول تھا۔ پریم میں نے کیا تھا۔ میں اپنے پریم میں کسی کو شریک کیوں کرتی۔ مہاراج پورن کو اس بارے کچھ نہیں معلوم۔"

"اوہ۔ یہ بات ہے۔ تب تو ٹھیک ہے۔ بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن افسوس روپ کلی تمہاری پریم بھاؤنا ادھوری رہ گئی۔ تمہیں پورن مہاراج سے کچھ نہ مل سکا۔ اور اب۔ اب تم یہ بھاؤنا اپنے من سے نکال دو کیونکہ اب تم ایک مہاجہان مہارانی بننے والی ہو۔ میں تم سے وواہ کر رہا ہوں۔"

"تم جیسے راکھشش ناری کو کھلونا تو بنا سکتے ہو۔ انہیں اپنا جیون ساتھی نہیں۔ اس لئے مجھے ایسے دھوکے نہ دو۔"

"پوچھ لو اپنے پریمی سے۔ میں نے جھوٹ نہیں بولا۔"

"ہاں روپ کلی۔ چیتو سنگھ ایک برا انسان ہے۔ لیکن اس نے آج تک جو برائیاں کی ہیں ان کا پراشچت کرنا چاہتا ہے۔ مہاراج کشن سنگھ اور تمہارے پتا سکھ راج کے درمیان یہ بات طے ہو گئی ہے کہ تم دونوں کا وواہ کر دیا جائے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ تم رانی بن کر رہو گی۔"

"چیتو سنگھ۔ اور میرا پتی۔ بھگوان کی سوگند۔ میرا من پتی کی حیثیت سے اسے کبھی سویکار نہیں کر سکے گا۔ یہ اگر میرے بدن کے قریب آئے گا تو یوں لگے گا جیسے سانپ بچھو میرے شریر سے لپٹے ہیں۔ پتا جی نے یہ فیصلہ کیوں کیا۔ مجھ سے کیوں نہ پوچھا۔"

میں نے چیتو سنگھ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی۔ "سنا تم نے پورن سنگھ۔ تم نے سنا ایک مرد کا اس سے بڑا اپمان اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن میں اس سے وواہ ضرور کروں گا۔ میں اسے سارا جیون دکھ میں جلاؤں گا۔"

"یہ سب جذباتی باتیں ہیں چیتو سنگھ۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ تمہاری پتنی ہے تو اس کے دل میں خود بخود تمہاری محبت جاگ اٹھے گی۔"

"مجھے اس کا پریم نہیں چاہئے۔ میں اسے وہ مزا چکھاتا کہ یہ جیون بھر یاد رکھتی۔ لیکن افسوس پتا جی میرے آڑے آ گئے۔ پھر بھی میں دیکھوں گا کہ یہ کتنی مان والی ہے۔ میں اسے وہ سزا دوں گا کہ یہ جیون بھر یاد رکھے گی۔ میں رکھوں گا اسے..." چیتو سنگھ کے منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے۔

"تم دیکھ رہے ہو پورن۔ تم برداشت کر رہے ہو۔ پتا جی سے میرا پتی بنا رہے ہیں۔ تم میرے لئے من میں یہ ارادے رکھتا ہے۔ انہیں پورن منع کر دو سب کو۔ میں میں اس سے نفرت کرتی ہوں شدید نفرت۔" روپ کلی نے ہذیانی انداز میں کہا۔

"تیرا پتا خوشی سے پاگل ہو گیا ہے روپ کلی۔ اس کنگال بھاڑو کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ کبھی اسے اتنا بڑا مان مل سکتا ہے۔ تو خود اس سے بات کر لے۔ وہ اپنے منہ سے کہے گا کہ اس سے بڑی خوشی اسے نہیں مل سکتی۔"

"افسوس، کوئی میرا مان نہیں رکھتا۔ کوئی میرے من کا میت نہیں ہے۔ ٹھیک ہے چیتو سنگھ اگر سنسار میرے خلاف ہو گیا ہے تو ٹھیک ہے۔ میں ناری ہوں۔ بے بس ہوں کچھ بھی نہیں کر سکتی لیکن ایک دن۔ غور سے سن لے چیتو سنگھ۔ میرے سنتان ضرور ہوگی۔ اور جب بھگوان مجھے بیٹا دے گا تو میں اسے اس طرح پروان چڑھاؤں گی کہ جوان ہو کر وہ تیرا سب سے بڑا دشمن ہو۔ چیتو سنگھ اب میرا بدلہ میرا بیٹا لے گا۔ میں اس سمے تک خاموش رہوں گی۔ بس اس سمے کے بعد میری زبان بند ہو چکی ہے۔"

روپ کلی خاموش ہو گئی۔ لیکن چیتو سنگھ کے ہونٹوں پر بڑی مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "روپ کلی۔ اگر تو میری پوری بات سن لیتی تو۔ تو تیرا یہ مان بھی ٹوٹ جاتا۔ لیکن ابھی میں تجھے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ آنے والا سمے تجھے سب کچھ بتا دے گا۔ سب کچھ....." تو پریونیسر ایک لڑکی نے صبر کر لیا

اور آنے والے وقت کے انتظار میں بیٹھ گئی اور دوسری طرف میں نے اس کی اس قسم کو ناکام بنانے کا ارادہ کر لیا۔ وہاں سے واپسی کے بعد چیتو سنگھ میرا دوست بن گیا۔ اب اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اسے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ میں روپ کلی کے پریمی کی حیثیت سے یہاں نہیں آیا تھا بلکہ میرا اس سے کوئی رشتہ ہے۔ مجھے اس نے ایک دوست کی حیثیت سے قبول کر لیا اور یوں بھی وہ مجھ سے بہت متاثر تھا۔ بعد میں یوں ہوا کہ میں ترقی کے نقاروں میں مصروف ہو گیا اور دوسری طرف راجکمار کی شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ راجہ کشن سنگھ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا اور جشن کی تیاریاں ہونے لگیں۔

دیکھا جائے تو کشن سنگھ نے یہ اقدام برا نہیں کیا تھا۔ اس نے بیٹے کی جنم کنڈلی بنانے والے سے کیا ہوا قول نبھایا تھا یوں کہ بیٹے کی آرزو بھی پوری ہو گئی تھی اور اس کا قول بھی رہ گیا تھا اور بلاشبہ یہ بہت بڑی بات تھی۔ سکھ راج کو کسی طرح اس کے برابر نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ ایک کھری ذات کا انسان تھا۔

راجہ نے سارے انتظامات اس کی طرف سے بھی کئے۔ دوسری طرف چیتو سنگھ بھی مصروف تھا۔ اس نے آبادی سے دور ایک محل کی تعمیر کروانی شروع کر دی تھی۔ یہ محل ایک دشوار گزار راستے پر تھا اور عام لوگوں کا ادھر سے گزر نہیں تھا۔ بے شمار مزدور اس محل کی تعمیر میں مصروف ہو گئے تھے لیکن کوئی اس کا مقصد نہیں جانتا تھا۔ میں نے بھی ایک نگاہ اسے دیکھا لیکن اس کا مقصد مجھے بھی نہیں معلوم تھا۔ تب چیتو سنگھ کی شادی کا دن آ گیا۔ پوری آبادی جشن منا رہی تھی۔ جگہ جگہ ناچ گانے ہو رہے تھے۔ میں بھی چیتو سنگھ کے ساتھ تھا۔ وواہ ہوا۔ ہون کے گرد روپ کلی کا پلو اس کا۔ چیتو سنگھ کے پلو سے باندھ دیا گیا اور انہوں نے پھیرے مکمل کئے۔ تب روپ کلی نے چیتو سنگھ کے چرن چھوئے۔ اور اب وہ چیتو سنگھ کی ملکیت بن گئی تھی۔

رات کو جشن کا ایک خاص انتظام تھا۔ دور دور سے رقاصائیں بلوائی گئی تھیں۔

میں پیتو سنگھ کے بالکل نزدیک بیٹھا ہوا تھا اور پیتو سنگھ ناچنے والیوں پر نوٹ نچھاور کر رہا تھا۔

"پورن اس لڑکی کو دیکھو۔"

"اچھی ہے۔"

"پر جہاں وہ بے وقوف لڑکی میری دلہن بنی بیٹھی ہوگی جسے میں نے دل و جان سے پسند کیا تھا لیکن جو اب تا زندگی میرے عتاب اور میری نفرت کا شکار رہے گی۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کیا مطلب پیتو سنگھ؟"

"وہی جو میں نے سوچا تھا اور جس کی جانب اشارہ کیا تھا۔"

"یعنی.. یعنی؟" میں شدید حیران ہو گیا تھا۔

"ہاں پورن سنگھ۔ وہ سارا جیون اپنے پتی کے لمس کو ترسے گی، وہ سارا جیون کنواری رہے گی۔ میں اس کے من کی آشا کبھی پوری نہیں ہونے دوں گا۔ میں کبھی اس کے سنسار نہ ہونے دوں گا۔ میں اس کے لئے سونے کا محل بنوا دوں گا۔ اس کی ہر آرزو پوری کروں گا بس وہ جیون کے سب سے بڑے روگ میں مبتلا رہے گی۔ میں اس کا پتی کبھی نہ بنوں گا۔"

اور پروفیسر میں ششدر رہ گیا۔ بڑا خوفناک ارادہ تھا۔ بڑا ہی بھیانک انتقام تھا جو پورن نے سوچا تھا۔ روپ کلی نے اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ سارا جیون اس سے نفرت کرے گی۔ اور اس کی سنتان کو اس طرح پروان چڑھائے گی کہ وہ اس کی سب سے بڑی دشمن ہوگی۔ ایک ماں یہ کام کر سکتی تھی لیکن اس وقت جب اس کی کوئی اولاد ہو۔ جب پیتو سنگھ اسے شوہر کی محبت بھی نہ دے گا تو اس کے ہاں اولاد کہاں سے ہوگی۔

کافی دیر تک میں گم سم رہا تھا پھر مجھے پیتو سنگھ کی ہنسی سنائی دی۔ "یہ کیسا طریقہ ہے پورن جی۔ کیا اس بے وقوف لڑکی نے سارے جیون کا روگ نہیں پال لیا۔ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور میں اس سے۔ لیکن سنسار کی نگاہوں میں ہم پتی پتنی ہیں۔" وہ مسلسل ہنس رہا تھا۔ میں خاموش رہنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ سوچی ہوا۔ پیتو سنگھ اس حسین رقاصہ کو لے کر نہ جانے کہاں چلا گیا۔

رات کی کہانی ختم ہوگئی اور دلہن کے اصول رات کی کہانیوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ شادی کے جشن اب بھی جاری تھے۔ سورج چڑھے پیتو سنگھ سے ملاقات ہوئی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"او میرے سب سے عزیز دوست۔ میرے سب سے پیارے ساتھی۔ کاش تمہارے جادو کا تھوڑا سا حصہ بھی مجھے مل جاتا تو میں امر ہو جاتا۔ آؤ میں تمہیں اپنی سہاگ رات کی کہانی سناؤں۔ آؤ ذرا میرے پاس بیٹھو۔" اور میں ایک گہری سانس لے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"عورت کو سمجھی نہیں تم پتی۔ تو میری دھرم پتنی جو مجھ سے نفرت کرتی ہے میری منتظر ہے۔" تب میں نے اسے مخاطب کیا:

"دیوی روپ کلی۔ ممکن ہے تم روپ کی کلی، پاگل کا روپ ہو۔ مگر ہمارے تمہارے درمیان نفرت کا رشتہ ہے اور بڑا ہی گہرا رشتہ قائم ہوا ہے ہمارے درمیان۔ تو دیوی جی تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے بدلہ لینے کا ایک نیا طریقہ اپناؤ گی یعنی جب تمہارے ہاں اولاد ہوگی اور وہ بیٹا ہو تو تم اسے نفرت کی بنیادوں پر پروان چڑھاؤ گی۔ اور جب وہ جوان ہو جائے گا تو تمہارا بدلہ مجھ سے لے گا۔ تو دیوی جی میں نے بھی یہ کہا تھا کہ اس اپمان کا میں تم سے ایک انوکھا انتقام لوں گا۔ میرا انتقام آج رات سے شروع ہو گیا ہے۔ میری سیج پر تم کبھی نہیں آؤ گی روپ کلی۔ میں کبھی تمہارا پتی نہیں بنوں گا۔ اب تم یہاں سے ہٹ جاؤ۔"

اور پورن کیا عجیب منظر تھا وہ۔ روپ کلی یوں حیرت سے گنگ تھی۔ جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ پھر وہ سیج سے اتر گئی۔ نئی بیاہی منگلوں بھری دلہن سیج کے نیچے کھڑی تھی اور میری پسندیدہ لڑکی پھولوں کے بستر پر۔"

میں نے خود سے پیتو سنگھ کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ نہ جانے وہ میری جادوگری سے خوفزدہ تھا یا پھر بھول جانے کا عادی کیونکہ وہ میرے اوپر بہت ہی مہربان تھا۔ ہر رات جشن منایا جاتا اور نئی نئی رقاصائیں تلاش کر کے لائی جاتیں ان میں سے کوئی نہ کوئی رقاصہ ہر رات میری مہمان ہوتی اور ایک طرح سے میں بھی اس تعطل کا شکار ہو گیا تھا یعنی لمحات کی تحریک رک گئی تھی اور میں ایک تعطل میں گم ہو گیا تھا۔ پھر ایک دن مجھے سکھ راج کا پیغام ملا وہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ سکھ راج نے بڑے احترام سے میرا خیر مقدم کیا تھا۔ "وہ میں ٹوری جا رہے تھے۔ مہاراج تم سے ملنے کو جی چاہا تھا۔ آ گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"خوش ہو سکھ راج؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ روپ کلی نے اسے اپنی بدنصیبی کی داستان سنائی یا نہیں۔ میرے اس سوال پر سکھ راج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بھگوان کی دیا ہے۔ روپ کلی کے بارے میں میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا مہاراج کہ وہ محلوں کی رانی بن جائے۔ ہاں میں نے ایک باپ کی طرح اسے دعائیں ضرور دی تھیں۔ پھر بھگوان کی لیلا نیاری ہے۔ اس نے میری یہ دعا اس طرح پوری کر دی۔ روپ کلی عزت سے بیاہی گئی ایک باپ کے من میں سب سے بڑی آشا یہی تو ہوتی ہے سو میری یہ آشا پوری ہوگئی اب واپس جا رہا ہوں۔ باقی جیون بھگوان کی پوجا میں بتاؤں گا۔"

"روپ کلی سے مل لئے؟" میں نے پوچھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ روپ کلی نے باپ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اور اچھا ہی کیا تھا اس نے۔ غریب سکھ راج بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتا تھا۔ سوائے سینے پر زخم کھانے کے۔ اور یہ زخم اس کی زندگی کو ذرا جلدی ختم کر دیتے۔

"ہاں۔ بہت پیار۔ روزانہ صبح وہ میرے چرن چھونے آتی ہے۔"

"وہ بھی خوش ہے نا؟"

"کیوں نہ خوش ہوگی۔ ناری کا گھر اس کی سسرال ہوتی ہے وہیں اسے ہنسی خوشی سارا جیون گزارنا ہوتا ہے اور پھر وہ تو بڑی بھاگیہ وان ہے کہ اسے اتنا اچھا ور مل گیا ہے۔ وہ کیوں نہ خوش ہوگی۔"

تب میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ پیتو سنگھ بدستور میرا دوست تھا اور ہماری عیاشیاں جاری تھیں۔ روپ کلی سے اس دوران ایک بار بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پھر ان کے ہاں ایک تہوار آیا۔ جسے یہ لوگ دیوالی کا نام دیتے تھے۔ اس تہوار کے لئے پوری ریاست میں عجیب عجیب تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سڑکوں، گلیوں کو درختوں کے پتوں سے سجایا گیا تھا۔ رنگ برنگے کپڑے لٹکائے گئے تھے۔ رنگ طرح طرح کی شکلیں بنا کر سڑکوں پر نکل آئے اور نہ جانے کیا کیا کھیل کھیلتے۔ مجھے ان ساری چیزوں کو دیکھ کر لطف آ رہا تھا پھر تہوار کا مخصوص دن آ گیا۔ چاروں طرف ہنگامے ہو رہے تھے۔ پورے شہر کو دیوں سے روشن کر دیا گیا تھا۔ ہر شخص خوش نظر آ رہا تھا اس رات کا جشن بھی عام راتوں سے مختلف تھا۔ ہر شخص شراب پی رہا تھا۔ پیتو سنگھ نے تو اتنی شراب پی کہ ہوش ہی نہ رہا اس کے بے ہوش ہونے کے بعد جشن ختم ہو گیا۔ آدھی رات گزر چکی تھی اور دیئے بجھ چلے تھے۔

میں یونہی ٹہلتا ہوا محل کے ایک سنسان سے گوشے کی طرف نکل آیا۔ یہ ایک بلند جگہ تھی۔ اور یہاں سے شہر نظر آتا تھا۔ دفعتاً میں نے روپ کلی کو دیکھا جس کی پشت میری جانب تھی۔ اور وہ خاموش کھڑی دور ٹمٹماتے دیئے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پشت کی سمت سے اسے پہچان لیا اور میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اسے خبر نہیں ہوئی تب میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک کر پلٹ پڑی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اپنی ساڑھی کا پلو سر پر درست کر لیا۔

"پورن مہاراج؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہاں روپ کلی۔ میں ہوں۔"

"یہاں۔ یہاں کیسے آ گئے۔" اس کے انداز میں کسی قدر گھبراہٹ پیدا ہوگئی۔

"بس یونہی ٹہلتا نکل آیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم یہاں موجود ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک تو ہیں آپ۔" اسے کسی قدر اطمینان نصیب ہوا تھا۔

"ہاں۔ تم کیسی ہو؟"

"ہاں بس ٹھیک ہوں۔ بھگوان کی دیا ہے۔ اب میں چلتی ہوں۔ رات بہت بیت چکی ہے۔" اس نے کہا۔

"مجھ سے گھبرا رہی ہو روپ کلی۔ حالانکہ میں ہمیشہ تمہارے لئے بے ضرر رہا ہوں۔"

"بھگوان کی سوگند یہ بات نہیں ہے پورن مہاراج۔ آپ تو بہت اچھے ہیں۔ پر میں ہی خراب ہوں۔ نہ جانے کیوں اس دن میرے منہ سے ایسی بری بات نکل گئی تھی۔" جس پر شرمندہ ہوں۔ سوامی پیتو سنگھ کے من میں وہ بات ضرور ہوگی۔ اس لئے ڈرتی ہوں کہ ان کے من میں کوئی کھوٹ نہ آ جائے۔"

"پیتو سنگھ کا رویہ اب تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"بہت اچھا۔ بڑے دیالو ہیں وہ میری ساری باتوں کو بھول گئے ہیں۔" اس نے کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے کتنی خوبصورتی سے اپنے معاملات کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے بھی اس کے بھرم کو نہ توڑا اور چند ساعت کے بعد وہاں سے چلا آیا لیکن بہت دیر تک میں اس شریف معصوم اور مظلوم لڑکی کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بے چاری کن عجیب حالات کا شکار ہو گئی تھی۔

یوں وقت گزرتا رہا۔ پھر ایک دن پیتو سنگھ بہت خوش تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا "میں نے پتا جی سے شکار پر جانے کی آگیا لے لی ہے۔"

"اوہ۔ کہاں جاؤ گے؟"

"جہاں شکار ملے۔ ویسے اس بار میں نے کالندی کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے۔ سنا ہے کالندی کے پہاڑوں میں حسن ہی حسن بکھرا ہوا ہے۔ وہاں کی پہاڑی ندیوں کے کنارے حسین لڑکیاں سرخ بیر بہوٹیوں کی مانند نظر آتی ہیں۔ کیشو وہاں ہو کر آیا ہے۔"

"کیشو کون ہے؟"

"میرا دوست ہے۔ بڑا ہی دل پھینک انسان ہے۔ ہمیشہ میرے لئے نت نئی خبریں لاتا ہے۔" راجکمار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کب جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"بس بہت جلد۔ جانے سے پہلے صرف ایک کام کرنا ہے۔" پیتو سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"روپ کلی کو اس کے آخری استھان پر پہنچانے کا کام اور اس کے بعد میری طرف سے اس کا کام تمام سمجھو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر سوال کیا۔

"ارے ہو۔ کیا بھول گئے پورن۔ کیا طے ہوا تھا ہمارے اور اس کے درمیان۔ کیا قول ہارے تھے ہم نے۔ اس نے کہا تھا کہ میری پتنی بننے کے بعد وہ مجھ سے بدلہ اس طرح لے گی کہ اپنی اولاد کو میرے خلاف کھڑا کر دے گی۔ پگلی بھول گئی تھی کہ پیتو سنگھ کسی ایک لڑکی کے لئے پاگل ہو جانے والوں میں سے نہیں ہے اور مہاراج پورن سنگھ تم خود ہی سوچو جب وہ میرے سنتان کی ماتا ہی نہیں بنے گی۔ تو پھر میری سنتان مجھ سے بدلہ کہاں سے

Scanned By:

سے گی۔ پر مہاراج پورن سنگھ اب ایسے ہی محل میں بھیج رہا ہوں جہاں دو تیوں کے باقی دن تڑپ تڑپ کر کاٹ دے گی۔ اس نے جیسے کیا تھا اسے وہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ کھانے کی، پینے کی، سونے کی، اٹھنے بیٹھنے کی، اور رہنے کی۔ مگر پیتو سنگھ اسے نہیں ملے گا اور وہ سارا جیون اسی کشٹ میں گزار دے گی۔ یہی اس کا جگ ہے اور اسے بتانا چاہئے کہ پیتو سنگھ کو اپمان کرنے کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اس نے میرا اپمان کیا اب وہ ساری عمر تڑپتی رہے گی۔ حتیٰ کہ اس کی جوانی ڈھل جائے گی، اس کا سندر مکھڑا کسی کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا۔ پیتو سنگھ نے کہا۔

"پیتو سنگھ کیا تم اسے معاف نہیں کر سکتے؟"

"معاف۔ بھگوان کی سوگند پورن جی یہ تو میں کبھی معاف نہ کرتا۔ اگر یہ بات میرے علم میں نہ آجاتی کہ رتن وتی تم سے پریم کرتی ہے۔ تم اس سے پریم نہیں کرتے۔ معاف کرنے کا کھیل تو میں کھیلتا ہی نہیں۔ میں بچپن ہی سے نہیں سیکھا۔ جس سے دشمنی ہو گئی اس کا کام ختم کر دو اور اس کے بعد جیون تک ہنسی بجائی۔"

"مگر پیتو سنگھ اس کی تو تمہارے ساتھ کبھی کوئی دشمنی ہے۔"

"اب وہ تمہاری دھرم بہن ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک کنوار عورت اور تم سنتقبل کے ہونے والے راجہ، وہ یہ ہی تمہارا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ یوں سمجھو اس کی کوکھ سے پیدا ہونے والا تمہارا بیٹا بھی تو مرشنا"

"وہ نہیں پورن سنگھ اسے اس حسرت میں جیون بھر تڑپنے

دو۔ اسے یہ جاننے دو کہ پیتو سنگھ کو ٹھکرانے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ پیتو سنگھ پر میری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا اور یوں بھی تو آئندہ کے حالات جانتا ہی تھا اور مجھے علم تھا کہ پیتو سنگھ وہی کرے گا جس کی طرف ستاروں نے رہنمائی کی ہے۔

پیتو سنگھ اپنی کارروائیوں میں مصروف رہا اور پھر ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ وہ کل صبح روپ کلی کو محل بھجوا دے گا۔

"کیا تم نے اپنے پتا سے اس بارے میں گفتگو نہیں کی؟" میں نے پوچھا۔

"پتا جی راجہ ہیں، پر یہ جانتے ہیں کہ ہونے والا راجہ میں ہوں۔ اگر آج وہ مجھ سے لگاڑیں گے تو کل انہیں بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ میرے معاملات میں زیادہ دخل نہیں دیتے۔" پیتو سنگھ نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

انسان وہی انسان تھا خود کو بنانے کیا سمجھنے والا۔ لیکن اس کا انجام، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، دوسری صبح چند رتھ میں نے شہر سے باہر جاتے دیکھے، ان میں روپ کلی موجود تھی۔ اپنی بدقسمتی کی آخری منزل کی جانب۔ وہاں دوران پتا نے اس کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی۔ میں نے تو اس کی صورت بھی دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پیتو سنگھ کے چہرے پر کوئی احساس بھی نہیں تھا۔ وہ اسی طرح خوش و خرم تھا۔ تیاریاں مکمل ہو گئیں اور جب ایک دن پیتو سنگھ

کالندی کی طرف چل پڑا۔ میں بھی ایک گھوڑے پر اس کے ساتھ تھا۔ پیتو سنگھ کے محافظوں کا ایک لشکر بھی۔ ہرے بھرے راستے تھے علاقہ نہایت سرسبز تھا۔ راستے میں پیتو سنگھ نے مجھے بتایا۔

"کالندی بے حد خوبصورت جگہ ہے میں نے کئی بار ادھر جانے کی سوچی لیکن پتا جی نے کبھی اجازت نہیں دی۔ یہ علاقہ خطرناک کہلاتا ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"دراصل کالندی ترکھانوں کا علاقہ ہے اور یہ قوم کسی کی سرداری قبول نہیں کرتی کالندی کے دوسری طرف راجہ گلاب چند راجوڑی کی حکومت ہے لیکن جب کبھی کسی نے ترکھانوں کے آزاد علاقے پر قبضہ کرنے کی سوچی انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ خود ایک بار مہاراج کشن سنگھ نے ان پر چڑھائی کی لیکن ان کی نوکیلی پہاڑی بھول بھلیوں میں پھنس کر رہ گئیں۔ بہت سے لشکری مر گئے۔ بڑی مشکلوں سے کر مہاراج نکل آئے۔ ہم ان ترکھانوں کو اناج اور دوسری چیزیں ہر سال دیتے ہیں۔ اور جب کبھی یہ چیزیں ان تک نہیں پہنچتیں وہ قریب و جوار کی بستیوں میں ڈاکے ڈالنے نکل آتے ہیں اور بڑی تباہی پھیلاتے ہیں۔"

"اوہ۔ خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "گویا وہ انتہائی جنگجو ہوتے ہیں؟"

"بڑی بہادر اور مضبوط قوم ہے۔ لیکن پورن جی۔ میں راجہ بننے کے بعد پہلا کام یہی کروں گا کہ ان ترکھانوں کو ٹھیک کر دوں گا اور میرا خیال ہے کہ صرف یہ ایک کام کرنے سے بہت سے کام بن جائیں گے۔ ارد گرد کے راجاؤں پر میری دھاک بیٹھ جائے گی اور اس کے بعد کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو گی۔"

"لیکن تم ان پر قابو کیسے پاؤ گے؟"

"بس دیکھنا۔ تم بھی اب جیون بھر کے ساتھی ہو۔ کہاں جا کر گیا کرو گے میرے دوست ہو تمہیں کس چیز کی ہو گی، اور پھر تم سے مشورہ بھی تو لینا ہوں گے۔" پیتو سنگھ نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ لیکن ترکھانوں کو دیکھنے اور ان سے ملنے کا اشتیاق میرے دل میں موجزن تھا۔ سفر جاری رہا اور میں ان علاقوں کے حسن کو سراہتا رہا بہت سی بستیاں درمیان میں آئی تھیں لیکن ہم ان بستیوں کے قریب سے گزر گئے تھے اور میرے خیال میں یہ ان کی خوش قسمتی تھی۔ ورنہ جہاں پیتو سنگھ رکتا وہاں کچھ نہ کچھ المیے ضرور جنم لیتے۔

اب پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا اس دوران ہم نے رات دو جگہ قیام کیا تھا اور اب تیسرے پڑاؤ کی باری آگئی تھی یہ علاقہ انتہائی سرسبز گھاس میں ڈوبا ہوا تھا۔ پہاڑیوں پر بے انداز سبزہ تھا کوئی پہاڑی برہنہ نہیں نظر آ رہی تھی۔ تب سرسبز و شاداب گوشے پر خیمے لگا دیئے گئے۔

"ترکھانوں کا علاقہ شروع نہیں ہوا ابھی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں پورن۔ تم پہنچ چکے ہیں۔ بس یہاں سے کچھ دور ترکھانوں کی حد شروع ہو جاتی ہے اور دریائے کالندی ایک پرشور ندی ہے جسے عبور کرنا کافی مشکل کام ہے۔ اس ندی کے اس سمت ترکھان اپنا خراج وصول کرنے آتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔

"لیکن میں اس وقت تو ترکھانوں کی دوستی درکار ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں ان کے لئے بے شمار تحفے تحائف لایا ہوں۔ ان کے بغیر ہم ان سے دوستی کس طرح کریں گے اور اس کے بغیر ترکھان لڑکیاں ہمارے خیموں میں کیسے آئیں گی۔"

"لیکن کیا ترکھان لڑکیاں آسانی سے آسکتی ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"کیوں کیشو، تمہارا اس بارے میں کیا تجربہ ہے۔" پیتو سنگھ نے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا مہاراج۔ پر وہ بڑی سندر ہوتی ہیں۔"

"بس یہ جانتے ہو۔ ہر حال سندر لڑکیوں کے لئے تو ہر خطرہ مول لیا جا سکتا ہے۔" پیتو سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو مہاراج یہاں سے، وہ آگے بڑھیں گے؟" کیشو نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ یہاں ہم کیا کریں گے۔ ہاں ندی کے اس کنارے خیمے لگانے ہیں اور وہاں سے ہم دریا عبور کریں گے۔"

"مگر ترکھان اپنے علاقے میں داخل ہونے کی اجازت کب دیتے ہیں۔"

"ہم ان سے اجازت نہیں لیں گے تم فضول باتیں کر رہے ہو کیشو۔" پیتو سنگھ نے کہا لیکن کیشو کے چہرے پر تشویش کے آثار پائے جاتے تھے۔ پھر نام کر کے تم ملتے ہی اس نے کہا۔

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی مہاراج۔ جیون بھر اس بھول پر پچھتاتا رہوں گا۔ پر اب تو ہو ہی گئی ہے۔"

"کیسی بھول کیشو۔" میں نے پوچھا۔

"مہاراج کو یہاں کے بارے میں بتا دیا۔ وہ ضد کر رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ہم دریا پار نہ کریں۔ اکثر دریا کے کنارے سے لڑکیاں اشنان کرنے آتی ہیں کسی سمے ان میں سے کسی پر ہاتھ ڈال کر یہاں سے نکل جایا جائے ورنہ پھنس جائیں گے۔"

"یہ بات تو تمہیں پہلے ہی سوچنی چاہئے تھی کیشو۔"

"بس پورن جی۔ انعام کے لالچ میں منہ سے بات نکل گئی تھی۔ بعد میں سوچی۔ پر اب کیا ہو؟"

"یہ تمہارا کام ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟"

کچھ کریں مہاراج۔ سب ہی کشٹ بھوگیں گے میں اکیلا تو نہیں۔"

"دیکھا جائے گا کیشو۔ راجکمار یہاں آیا ہے تو کچھ نہ کچھ کر کے ہی جائے گا۔" میں نے کیشو کو صاف ٹال دیا اس جیسے انسان سے مجھے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی جس کا کوئی کردار ہی نہ ہو۔ اور پھر وہ بے چارا کیا جانتا تھا کہ خطرہ صرف اسے ہے۔ مجھے نہیں۔ وہ پریشان سا واپس چلا گیا تھا لیکن مجھے اس کی پریشانی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

رات ہو گئی اور آسمان پر ستارے بکھر گئے۔ تاحد نگاہ سرسبز پہاڑیاں تاریکی میں ڈوب گئی تھیں پھر جب چاند نکلا تو ماحول بے حد حسین ہو گیا۔ چونکہ یہاں بیتو سنگھ کی تفریحات کے لئے کوئی چیز موجود نہیں تھی اس لئے وہ اپنے خیمے میں گھس گیا تھا۔ چند سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ میں خیمے سے نکل کر پہاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ چاندنی رات میں اس علاقے کی دلکشی ذہن پر ایک خوشگوار اثر ڈال رہی تھی۔ میں دور تک نکل گیا اور پھر ایک پہاڑی ٹیلے پر چڑھ گیا۔ ٹیلے پر ایک درخت کھڑا ہوا تھا۔ کافی گھنا تھا اور شاخیں کہیں کہیں سے چاند کی روشنی نیچے چھن رہی تھی۔ میں درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔

دور دور تک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور پھر کافی دور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی شے متحرک ہے۔ فاصلہ بہت کافی تھا اس لئے میں یہ نہ جان سکا کہ وہ کیا ہے۔ ممکن ہے کوئی جانور ہو۔ لیکن جب میں نے کافی توجہ سے وہاں نگاہیں جمائیں تو مجھے احساس ہوا کہ وہ جانور نہیں ہیں۔ وہ انسان تھے۔ لیکن کون۔ ممکن ہے مقامی باشندے ہوں۔

کیوں نہ ان سے ملاقات کی جائے۔ میں نے سوچا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پہلے میں نے فاصلے کا اندازہ کیا اور صحیح سمت کا اندازہ لگانے کے بعد برق رفتاری سے نیچے اتر آیا۔ دوسرے لمحے میں اس طرف دوڑ رہا تھا۔

اس جگہ کا تعین میں نے دو ایسی چٹانوں سے کیا تھا جن کے اوپری حصے نوکیلے تھے اور یہ دونوں نوکیں آپس میں مل رہی تھیں۔ میری رفتار بہت تیز تھی اس لئے یہ فاصلہ میں نے بہت کم وقت میں عبور کر لیا۔ اور پھر میں ان نوکیلی چٹانوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن جس جگہ میں نے وہ سائے متحرک دیکھے تھے اب وہاں کچھ نہیں تھا۔ میں کسی طور اسے نظری دھوکہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ضرور یہاں کوئی تھا۔ میں نے چٹان کے بائیں سمت دیکھا تو چاندنی میں ایک خوبصورت چشمہ چمکتا نظر آیا۔ چشمے کے کنارے خوبصورت گول پتھر پڑے ہوئے تھے۔ میں لمبی لمبی چھلانگیں لگا کر ان پتھروں کے پاس پہنچ گیا۔ پتھر بھیگے ہوئے تھے اور ان کے آس پاس بھی ایسے نشانات نظر آ رہے تھے جیسے کوئی پانی میں نہا کر نکلا ہو۔ لیکن ان نشانات کا کوئی سلسلہ نہیں ملتا تھا۔ میں نے قرب و جوار میں نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی تب میں نے آواز لگائی "یہاں کون ہے۔ جو کوئی بھی ہو میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" دو تین بار میں نے یہ آوازیں لگائیں۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ تب میں نے مایوسی سے شانے ہلائے۔ یا تو وہ لوگ کہیں آگے بڑھ گئے ہیں یا پھر مجھے دیکھ کر پوشیدہ ہو گئے۔ لیکن کیوں۔ کون تھے وہ؟

میں نے اندازہ لگایا کہ اگر کوئی کہیں چھپ گیا ہے تو چھپنے کی جگہ کونسی ہو سکتی ہے اور اس کا اندازہ آسانی سے ہو گیا۔ نوکیلی چٹانوں کے بائیں سمت ایک سیاہ جگہ نظر آ رہی تھی جو یقیناً ایک غار کا دہانہ تھا۔ میں نے کچھ اور آگے بڑھ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی وہاں اور کوئی غار موجود نہیں تھا..... ممکن ہے پوشیدہ ہونے والے اسی غار میں ہوں۔ چنانچہ میں اس طرف چل پڑا۔ غار کے دہانے پر رک کر میں نے کچھ سوچا اور پھر غار میں گھسنے ہی والا تھا کہ ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ کوئی مجھ پر آ پڑا۔ چاند کی روشنی میں میں نے ایک چمک سی دیکھی اور تلوار میرے بائیں شانے پر پڑی۔ لیکن اس ایک وار پر اکتفا نہیں کی گئی اور تابڑ توڑ کئی حملے ہوئے۔ لیکن ان کا جو نتیجہ ہو سکتا تھا تمہیں معلوم ہے پروفیسر۔ اور اس کا ردعمل بھی وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن صرف ایک لمحے تک کے لئے۔ دوسرے لمحے وہ تلوار پھینک کر مجھ سے آ لپٹا۔

چوڑے چکلے بدن کا دیو ہیکل انسان تھا۔ بدن پر مخصوص طرز کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ یعنی وہ جس پر ہتھیار اثر نہ کریں۔ اس کے چوڑے بازوؤں میں کافی قوت تھی اور وہ اپنی تمام تر کوشش اس میں صرف کر رہا تھا کہ مجھے زمین پر گرا کر خنجر سے میری گردن اڑا دے۔ لیکن زور آزمائی میں اس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ اور پھر وہ کسی قدر پریشان انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے سہمی سہمی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ کون ہو تم۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ لیکن اس کے حلق سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ پھر اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم تنہا ہو؟"

"ہاں اس جگہ تنہا ہوں۔ میرے دوسرے ساتھی یہاں سے کافی دور ہیں۔"

"کیا تم بھی ترکھان ہو۔ کونسی بستی کے رہنے والے ہو۔؟"

"میرا اس علاقے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں کشن چند کی راجدھانی سے آیا ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ میرا مطلب ہے۔ لیکن تم کیسے انسان ہو۔ میرا مطلب ہے کیا تم۔ تم۔ تلوار نے تمہارے اوپر اثر کیوں نہیں کیا؟"

"تم بہت پریشان معلوم ہوتے ہو دوست۔ کیا تم ترکھان ہو؟" میں نے بدستور نرم اور شفقت آمیز انداز میں پوچھا۔ نوجوان کے چہرے میں مجھے بڑی معصومیت نظر آئی تھی ایک عجیب سی جاذبیت تھی اس کے انداز میں۔

"کیا تم مجھے کشن سنگھ کے علاقے میں پناہ دلوا سکتے ہو؟" میری بات کا جواب دیئے بغیر بولا۔

"کیوں نہیں۔ لیکن پہلے تم مجھ پر بھروسہ تو کر لو۔"

"میری موت میرے چاروں طرف منڈلا رہی ہے۔ اس سے مجھے پناہ چاہئے۔ اگر تم مجھے پناہ دلوا دو تو میں جیون بھر تمہارا احسان مانوں گا۔"

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں۔ مگر پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تم ترکھان ہو؟"

"ہاں۔ مگر راجوریہ ترکھان۔ ہم نیچی ذات کے ترکھان ہیں۔ جن کے لئے ان علاقوں میں کچھ نہیں ہوتا۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"رانا سنگھا راجوریہ پھوت۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟" میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

"تمہیں کیسے معلوم؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"بہت دور سے اس چٹان کے نزدیک میں نے دو سائے دیکھے تھے اور اسی جستجو میں یہاں چلا آیا تھا کہ یہ کون ہو سکتے ہیں۔ پھر جب یہاں آ کر تم نہیں ملے تو میں نے تمہیں آوازیں بھی دیں اور اس کے بعد جب یہ غار نظر آیا تو میں نے سوچا اگر واقعی یہاں کوئی موجود تھا تو اس غار کے سوا کہیں نہیں ہو گا۔"

"اوہ۔" رانا سنگھا نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر مجھے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم مجھ سے وعدہ کر چکے ہو کہ میرے دوست ثابت ہو گے دشمن نہیں؟"

"ہاں اور اپنے وعدے کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔"

"وہ میری پریمیکا ہے۔" رانا سنگھا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کوئی لڑکی۔؟"

"ظاہر ہے پریمیکا کوئی لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔" رانا سنگھا کسی قدر مسکرا کر بولا اور پھر اس نے غار کی طرف رخ کر کے آواز دی۔ "لاجونتی باہر آ جاؤ۔" لیکن کئی ساعت تک غار کے دہانے پر کوئی نظر نہیں آیا۔ تب رانا سنگھا نے دوبارہ آواز دی اور ایک سہمی سہمی سی لڑکی باہر نکل آئی۔

بڑا ہی خوبصورت چہرہ تھا۔ ننھا منا سا معصوم سا کسی گڑیا کی مانند نظر آ رہی تھی وہ جبکہ اس کے برعکس رانا سنگھا دیو ہیکل آدمی تھا۔ لڑکی کے چہرے پر بے پناہ خوف تھا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں [illegible] بڑا ہی بھایا۔ میں نے اسے اشارہ کیا۔

"میرے نزدیک آ جاؤ۔ میں رانا کا دوست ہوں۔ تمہارے پریتم کا دوست۔" اور شاید اسے میرے لہجے کی نرمی سے ڈھارس بندھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگے بڑھ کر رانا سے نزدیک پہنچ گئی۔ "تو یہ ہے تمہاری پریمیکا۔" میں نے رانا سے کہا۔

"ہاں۔ مگر ہم دونوں بڑے دکھی ہیں۔"

"کیوں۔؟" میں نے سوال کیا۔

"لاجونتی اونچی نسل سے تعلق رکھتی ہے ایک بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ پر کیا کیا جائے۔ بھگوان نے سینے میں جو گوشت کے ٹکڑے رکھ دیئے ہیں یہ ایسے ایسے کھیل کھیلتے ہیں کہ منش ان کی تاب نہیں لا سکتا۔ میں کیسکا رام کا ایک ادنیٰ نوکر تھا۔ یہ لاجونتی مجھ سے پریم کرنے لگی۔ میں نے بڑا سمجھایا مگر یہ پگلی نہ مانی اور اپنی ضد پر اڑی رہی۔ تب میں بھی مجبور ہو گیا تھا مہاراج۔ جب یہ مجھے اتنا ٹوٹ کر چاہتی تھی تو میں اسے کیسے چھوڑ دیتا۔ مگر ہمارے بھاگ ایسے نہیں تھے کہ ہم دونوں مل سکتے۔ اگر لاجونتی یا میں اس بات کا اظہار بھی کرتے تو ہماری زبانیں کھینچ کر باہر نکال لی جاتیں۔ کیسکا رام بڑا ہی باعزت آدمی ہے۔ گو وہ لاجونتی کا باپ ہے۔ مگر میں یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ انتہائی لالچی آدمی ہے۔ اونچی نسل کا غرور ہے پر آتما میلوں کی کرتا ہے۔ مجھے شما کرنا لاجونتی لیکن یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حالات کا علم تمہیں ہے ہی۔ تو مہاراج میں اس لئے یہ ساری باتیں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آپ کا تعلق ترکھانوں سے نہیں ہے۔ میرے اور لاجونتی کے ملنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ لیکن ہم دونوں اس آگ میں سلگ رہے تھے کہ کیسکا رام کو پنڈت سدھاشن کا پیغام ملا۔

پنڈت سدھاشن کی عمر ساٹھ سال سے کم نہیں ہے لیکن ان کے پاس جانوروں کے سب سے بڑے ریوڑ اور سونے کا ذخیرہ موجود ہے۔ انہوں نے یہ ساری دولت پہاڑیوں پر لوٹ مار کر کے جمع کی ہے۔ اور کیسکا رام کو جب ان کی دولت کا علم ہوا تو وہ پنڈت جی کا بڑھاپا بھول گئے۔

رسم کے مطابق سوئمبر میں لاجونتی کو پنڈت سدھاشن کے گلے میں مالا ڈالنی تھی رسم پوری کرنے کے لئے دوسروں کو بھی بلایا گیا تھا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ باقاعدہ سوئمبر نہیں رچایا گیا۔ لاجونتی نے مجھ سے کہا کہ اب اس کی تقدیر کا آخری فیصلہ ہونے والا ہے۔ کیا تم اس کے لئے کچھ نہیں کرو گے۔ بس مہاراج میرا من ڈول گیا اور میں

نے سوچ لیا جب وہ مجھ سے اتنا پریم کرتی ہے تو کیوں نہ میں بھی اس پریمیوں دوار دوں۔ سوامی اسے سومبر ہیں۔ میں بھی اور دوسرے لوگوں کی نذ مت میں لگا ہوا تھا۔ اور میں نے سارے انتظامات کر لئے تھے۔

پھر جب سومبر میں لاجونتی نے میرے گلے میں مالا ڈالی تو اونچی نسل کے لوگ غصے سے پاگل ہو اٹھے۔ ان کی آنکھیں باہر نکل آئیں لیکن اب لاجونتی میری تھی۔ میں نے لاجونتی کو اٹھایا اور ان میں سے دو چار کو زخمی کرتے ہوئے جو میرے سامنے آئے تھے لاجونتی کو لے کر دریا پار نکل آیا۔ اب مہاراج اونچی ذات کے لوگوں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے گھوڑے چاروں اور دوڑ رہے ہیں۔ اور ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے جب تک کہ وہ لوگ تھک ہار کر اپنے ٹھکانوں کی جانب واپس نہ چلے جائیں۔ یہ پہاڑ بہت طویل ہیں مہاراج اور میں قدرتی کریں یہاں بہت عرصہ تک ان لوگوں کو پریشان کر سکتا ہوں۔ یہاں وہ ہمیں تلاش نہیں کر سکتے۔ میں ان پہاڑوں میں اپنے آپ کو اور لاجونتی کو آسانی سے چھپا سکتا ہوں۔ پر مہاراج ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ہم دو دن سے بھوکے ہیں۔"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔ یہ کہانی بڑی دلچسپ اور بڑی عجیب تھی گو انداز مختلف نہیں تھا گزری ہوئی زندگی میں ایسے بے شمار حالات سے سابقہ پڑ چکا تھا اور مجھے ایسی کہانیاں پسند تھیں۔ میں نے محبت کرنے والے اس جوڑے کو دیکھا۔ جو ایک دوسرے کی محبت میں اتنی دور نکل آئے تھے، ہر خوف سے دور، ہر پریشانی سے دور، بس ایک دوسرے میں مگن۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس جوڑے کو دیکھا۔

"تمہیں کھانے کے لئے میں دے سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے اپنی چنتا نہیں ہے۔ پر بیچاری میرے ساتھ کشٹ اٹھانے کو نہ جانے کیوں چلی آئی ہے۔ یہ بھی تو بھوکی ہے۔" راما سنگھا نے درد سے کہا۔

"تب راما سنگھا! تم یہیں بیٹھو میں پہلے تمہارے لئے کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے آؤں۔ میرا انتظار کرو۔" اور ان دونوں کو اس طرح چھوڑ کر میں واپس پلٹ پڑا۔ اب میں پہلے سے بھی زیادہ برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ یہ طویل فاصلہ میں نے پہلے سے جلدی طے کیا اور خیموں کے نزدیک پہنچ گیا۔ پہریداروں نے مجھے دیکھا لیکن کوئی کچھ نہیں بولا۔ خیموں میں مجھے وہ جگہ معلوم تھی جہاں کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ میں نے ان میں سے تھوڑا ذخیرہ ساتھ لیا اور واپس چل پڑا۔

راما بے وقوف نوجوان نہیں تھا۔ وہ مجھے وہاں نہیں ملا۔ بلکہ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ میں تنہا ہی واپس آیا ہوں اور کوئی سازش کر کے نہیں آیا تو بہت دور سے اس نے مجھے آواز دی۔ "میں یہاں ہوں اجنبی دوست۔ براہ کرم یہاں آ جاؤ۔ لاجو کی حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔" میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا چنانچہ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ لاجو اس کے پاس گھاس پر بے سدھ پڑی تھی۔

"پانی زیادہ پی گئی تھی یہ۔ اور طبیعت بگڑ گئی ہے۔" وہ پریشان لہجے میں بولا۔

اور پھر ہم دونوں نے مل کر پہلے لاجو کو کچھ کھلایا اور پھر میرے کہنے پر راما نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار تھے۔

"تم کون ہو بھگوان۔ اور کہاں سے آئے ہو۔ ہمارے لئے تو تم آکاش سے اترے فرشتے بن گئے۔ میں تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گا۔"

"میرا نام پورن ہے۔ راجہ کشن سنگھ کا بیٹا چیتو سنگھ سیر شکار کے لئے ادھر نکل آیا تھا اس کے ساتھ میں بھی آیا ہوں۔"

"ان کے ساتھ لشکر بھی ہے۔" راما نے پوچھا۔

"نہیں بس تھوڑے سے آدمی ہیں۔ ظاہر ہے ہم کسی جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔"

"مجھے ان کے پاس پناہ مل سکے گی۔" راما نے پوچھا۔ اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ چیتو سنگھ عورت خور تھا اور راما کی محبوبہ خاصی حسین تھی۔ بے چارا راما ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں گرفتار ہو جاتا اس لئے میں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں راما۔ تم بھول کر بھی اس طرف کا رخ مت کرنا۔ چیتو سنگھ اچھا انسان نہیں ہے۔ وہ تمہارے ساتھ بہتر سلوک نہیں کرے گا۔ تمہارے لئے اب یہی جگہ ٹھیک ہے کہ کچھ روز یہاں چھپے رہو۔ میں تمہارے لئے کھانے پینے کی اتنی مقدار لے آیا ہوں کہ تم کئی روز آرام سے گزار لو گے۔ جب تم محسوس کرو کہ خطرہ ٹل گیا ہے تو یہاں سے کہیں نکل جانا۔"

"جو آگیا مہاراج۔" راما سنگھا نے جواب دیا اور متفکر نگاہوں سے لاجونتی کو دیکھنے لگا۔ "میں اس پریمیوں وار نے کو تیار ہوں پر اس کے لئے چھت نہیں بنا سکا۔ پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ راجہ کشن سنگھ کے پاس چلا جاؤں گا اور ان کی سیوا کروں گا۔ لیکن تم نے مجھے ڈرا دیا۔ سچ تو یہ ہے میں اکیلا ہوں کہاں کہاں لاجو کی حفاظت کروں گا!"

"پھر کہاں رہو گے راما سنگھا۔"

"کسی ایسی جگہ نکل جاؤں گا جہاں منش کے قدم نہ ہوں گے۔ میں ایک نیا سنسار بناؤں گا۔ میرے بازوؤں میں بہت طاقت ہے پھر یہ بات تمہارے سامنے نہیں کہہ سکتا۔" راما نے کہا۔ "تم نے کیا ہو..."

"بڑی مشکلات میں پڑ جاؤ گے راما سنگھا۔"

"جو بھگوان کی مرضی۔ پریم سب سے بڑی مشکل۔ پر کسی کے لئے جیون تیاگ دینا ہی تو سب کچھ ہے۔ مہاراج لاجو ندی میں ہی کر گیا تھا۔" اس نے پیار بھری نگاہوں سے لاجونتی کی طرف دیکھا جو اب اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور دونوں گھٹنوں کو جوڑ کر ان پر ٹھوڑی رکھے ہمیں دیکھ رہی تھی اس کے سیاہ لمبے بال زمین تک آ رہے تھے۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر میں یہاں سے اٹھ گیا۔ "تو اب میں چلتا ہوں، تم خاص طور سے اس وقت تک یہاں پوشیدہ رہو جب تک چیتو سنگھ یہاں سے اپنے خیمے نہ اکھاڑ دے اس سے خاص طور سے بچنے کی کوشش کرنا۔" اور پھر میں واپس خیموں میں چلا آیا اور اپنے خیمے میں پڑ کر سو رہا کسی کو پتہ بھی نہیں چلا تھا کہ میں رات کو کیا کرتا پھرا ہوں۔ صبح کو اس وقت جاگا جب میں نے باہر بہت سی آوازیں سنی تھیں۔ میں باہر نکل آیا، تب میں نے دیکھا کہ چیتو سنگھ اور دوسرے لوگ بھاگ دوڑ کر رہے ہیں اور ہتھیار سنبھال رہے ہیں۔

"کیا ہوا چیتو سنگھ؟" میں نے پوچھا۔

"ترکمان چاروں طرف سے آ رہے ہیں ان کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ غالباً وہ ہمیں گھیرے میں لے رہے ہیں۔" چیتو سنگھ نے کہا اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ مل کر دیکھنے لگا۔ پندرہ بیس گھوڑے ایک سمت چلے آ رہے تھے۔ اتنے ہی دوسری طرف سے اور ان کے پیچھے دوسرے بھی تھے ان کی رفتار سست تھی۔ لیکن وہ بڑے محتاط انداز میں بڑھ رہے تھے۔

خیموں سے تقریباً پچاس گز دور چل کر وہ رک گئے اور ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے دو آدمی آگے بڑھے اور گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہمارے سامنے آ گئے۔ چیتو سنگھ کے پاس پہنچ کر وہ گھوڑوں سے اترے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے بالکل قریب آ گئے۔

"یہ ترکمانوں کے خیمے نہیں ہیں، اگر تم لوگ ترکمان نہیں ہو تو پھر کون ہو!"

"میں راجہ کشن سنگھ کا بیٹا چیتو سنگھ ہوں، ہم لوگ سیر شکار کو نکلے تھے راستہ بھٹکتے ہوئے ادھر آ نکلے اور راجہ کشن سنگھ کے تعلقات ترکمانوں سے برے نہیں ہیں، ہم لوگ تمہیں تمہارا دوست سمجھتے رہتے ہیں۔"

"اوہ مہاراج کشن سنگھ سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"بالکل ٹھیک، میں بھی جب یہاں پہنچا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ غلطی سے ترکمانوں کے علاقوں میں نکل آئے ہیں لیکن یہی سوچ یہاں خیمے ڈال دیئے کہ ترکمان ہمارے دوست ہیں، دشمن نہیں۔ اور ہمارے اور ان کے درمیان آج تک دشمنی کا کوئی کھیل نہیں کھیلا گیا ہے۔ مگر تم کس ارادے کے تحت یہاں تک آئے ہو؟" چیتو سنگھ نے پوچھا۔

"ہم تمہارے پاس نہیں آئے راجکمار چیتو سنگھ۔ بلکہ اپنی پریشانی کا ایک شکار تھے، اتفاق سے تمہارے خیمے نظر آئے تو ہم سب چونک کر ادھر آ نکلے۔ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ یہاں کس کا قیام ہے۔" ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"اوہ تو چیتو سنگھ تمہارے زمین پر آنے کے لئے معافی چاہتا ہے اور اب تم سے معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کیا ہم کچھ دنوں کے لئے رک جائیں۔ یا تمہاری اجازت نہیں ہے۔"

"مہاراج ہم تو عام سے لوگ ہیں۔ ہم سے کیا پوچھنا۔ ہم تو خود ایک کام کے لئے نکلے تھے اب اس میں ناکام ہو کر واپس جا رہے ہیں، ہم تو صرف یہ معلوم کرنے کے لئے رک گئے تھے کہ معلوم تو کریں آپ کون لوگ ہیں، ہاں ذرا ایک بات تو ہمیں بھی بتا دیں۔"

"کیا۔" چیتو سنگھ نے پوچھا۔

"آپ نے یہاں کسی ایسے نوجوان کو تو سفر کرتے نہیں دیکھا جس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی، دراصل وہ نوجوان ہمارا مجرم ہے نیچی ذات کا ایک اچھوت جو اونچی ذات کی ایک لڑکی کو لے کر دریا پار کر آیا ہے اور اب انہی پہاڑوں میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہم بہت دور تک اس کی تلاش کرتے آئے ہیں۔ دور کر وہ کسی بھی رفتار سے جاتا۔ ہم سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ وہ انہی پہاڑوں میں ہی کہیں چھپا ہوا ہے۔"

"نہیں میں نے کسی ایسے نوجوان کو نہیں دیکھا لیکن تعجب کی بات ہے وہ تمہارے ہاں کی کسی لڑکی کو لے کر فرار ہو گیا ہے۔"

"ہاں مہاراج۔"

"بہرحال فکرمند نہ ہو۔ اگر وہ اس طرف گیا ہے تو میں پانے کی کوشش ضرور کروں گا اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر وہ مجھے نظر آ گیا تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"جے مہاراج کی۔ تو مہاراج یہاں رکیں گے یا واپس چلے جائیں گے۔" اس شخص نے پوچھا۔

"میں ابھی رکنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر تم لوگوں کی اجازت ہو تو۔" چیتو سنگھ مکاری سے بولا۔ وہ بے حد چالاک شخص تھا، ترکمانوں کی دوستی حاصل کر کے وہ یہاں رکنے کا خواہش مند تھا تاکہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرے۔

"آپ یوں کریں مہاراج کہ دریا کے کنارے آ جائیں اور وہاں خیمے لگا لیں۔ ہم دریا پار کر کے اپنے سرداروں سے گفتگو کر لیں گے اور اگر انہوں نے اجازت دے دی تو ہم دریا پار..."

آپ کو اپنا مہمان بنائیں گے۔"

"ٹھیک ہے تم لوگ چلو، میں خیمے اٹھا کر دریا کے کنارے پہنچتا ہوں۔" بیتو سنگھ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور وہ لوگ واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے جا کر اپنے آدمیوں کو تفصیلات بتائیں اور پھر یہ غول سمٹ کر دریا کی جانب دوڑ پڑا۔ بیتو سنگھ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "میں نے تم سے کہا تھا پورن، کہ میں ایک دن ان لوگوں کو تسخیر کر لوں گا۔ میں ترکھانوں کا زور ختم کر دوں گا اور اس کا طریقہ یہی ہوگا۔ پہاڑوں میں رہنے والے اپنے علاقے میں بہت مضبوط ہیں لیکن اگر انہیں چالاکی سے باہر نکال دیا جائے تو منگربات قبل از وقت ہے۔ تم دیکھو گے کہ ایک دن کیا ہوتا ہے۔" پھر بیتو سنگھ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ اپنے خیمے اکھاڑ لیں۔

ہم نے دریا کی طرف رخ کیا اور خاصا طویل سفر کر کے اس کے کنارے پہنچ گئے۔ آج کل یہ دریا پرسکون تھا کیونکہ دور دور کے پہاڑوں کی برف جمی ہوئی تھی۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ترکھانوں کی بستیاں نظر آ رہی تھیں۔ کنارے پر کچھ لوگ مصروف بھی تھے۔

ہماری اطلاع شاید وہاں پہلے پہنچ گئی تھی کیونکہ ہم ابھی خیمے نصب ہی کر رہے تھے کہ ہم نے دس بارہ گھوڑوں کو دریا میں اترتے دیکھا۔ ان میں ایک قوی ہیکل شخص سب سے آگے تھا۔ بلاشبہ یہ لوگ بلند قامت اور توانا تھے اور چہروں سے بارعب نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے پرسکون انداز میں دریا پار کیا اور ہمارے پاس آ گئے۔ ان کے انداز میں جارحیت نہیں تھی۔

"میں پورے علاقے کا سردار کیرنا ہوں۔ راجکمار بیتو سنگھ سے ملنا چاہتا ہوں۔" قوی ہیکل شخص نے کہا اور بیتو سنگھ اس کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ جواہرات کے تھال اور کپڑے کے تھان لائے گئے اور سردار کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ تب بیتو سنگھ وہاں پہنچ گیا۔ سردار گھوڑے سے اتر گیا تھا۔

"سردار کیرنا کے لئے۔" بیتو سنگھ نے ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا اور کیرنا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے ان چیزوں کو دیکھا اور بولا۔

"پچھلے کئی برسوں سے ہمارے اور کشن سنگھ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوا۔"

"اس کے بعد شاید نہیں ہوگا سردار کیرنا۔ اس لئے میں [illegible] ہمارے درمیان دوستی قائم ہو جائے۔"

"تب میں بیتو سنگھ کو ایک اچھے دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ وہ دوستی کے ناطے ترکھانوں کے علاقے میں آنے کی دعوت [illegible] لیکن خیمے یہاں نہ لگائے جائیں بلکہ دریا پار کر کے آپ ہمارے مہمان بنیں۔" کیرنا نے کہا اور بیتو سنگھ نے اس کی پیش کش قبول کر لی۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک تھی۔

سردار کیرنا نے ہمارے لئے اس دریا کنارے کی بستی میں بندوبست کر دیا۔ بڑی شاداب بستی تھی۔ میں نے بھی بستی کی تروتازہ لڑکیوں کو دیکھا۔ کیشو نے ٹھیک کہا تھا یہاں حسن بکھرا ہوا تھا۔ ہم لوگ بستی میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ دریا کے کنارے ہی ہمارے لئے انتظامات کر دیئے گئے تھے۔ کیرنا دیر تک بیتو سنگھ سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بیتو سنگھ نے کہا۔

"سردار چالاک ہے۔ اس نے ہم سے معذرت کرتے ہوئے کہا ہے کہ بستی میں کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ اس وقت ہمیں بستی میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ ہم محسوس نہ کریں۔ اس کے علاوہ اس نے کہا کہ ترکھان کسی اجنبی کو اپنے اندرونی علاقوں میں نہیں آنے دیتے۔ اور یہ ان کی ریت ہے اس لئے ہم دریا کے کنارے ہی محدود رہیں۔"

"کیا یہ ہمارا اپمان نہیں ہے مہاراج؟" کیشو نے پوچھا۔ اور بیتو سنگھ ہنس پڑا۔

"ہے۔ لیکن اس اپمان کا ہم پورا پورا بدلہ لیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ترکھان لڑکیاں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں تشویش کی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ترکھانوں کا جو انداز میں نے دیکھا تھا اس سے اندازہ لگایا تھا کہ یہ لوگ سخت غیور اور خطرناک ہیں۔ اگر بیتو سنگھ نے کوئی غلط حرکت کی تو اسے نقصان اٹھانا پڑے گا۔

لیکن میرے ذہن میں اس وقت بیتو سنگھ سے زیادہ رانا سنگھا اور اس کی محبوبہ کا خیال تھا۔ میں ان لوگوں کو مدد کرنا چاہتا تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ ان کے لئے مجھے کسی خاص انداز میں سوچنا ہوگا۔

ہمارے لئے یہاں کافی بندوبست کیا گیا تھا۔ رات کو یہاں کچھ ناچنے گانے والے پہنچ گئے اور انہوں نے ہمارا دل بہلایا۔ رقص کرنے والی دونوں لڑکیاں بے حد خوبصورت تھیں۔ لیکن وہ اپنے مردوں کے ساتھ ناچ رہی تھیں۔ پھر جب کیشو ان میں سے ایک مرد کو لے کر بیتو سنگھ کے پاس پہنچا تو بیتو سنگھ نے سونے کے سکوں کا ایک توڑا اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہارے کمال سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ ناچنے والی دونوں لڑکیاں آج رات ہمارے خیموں میں چھوڑ دو۔ صبح کو انہیں انعام دے کر رخصت کر دیا جائے گا۔" سونے کے سکوں کا اتنا بڑا انعام پا کر مسرت سے پھولے نہ سماتے والے شخص کا چہرہ دفعتاً اتر گیا۔ اس نے توڑے کی طرف ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے روک لیا۔

"ان کا کیا کرو گے راجکمار؟" اس نے پوچھا۔

"ارے، وہ ہمارا دل بہلائیں گی اور تم انعام حاصل کرو گے۔"

"اس سے زیادہ کچھ نہ کہنا راجکمار۔ آپ ہماری زمین کے مہمان ہیں، لیکن ہم اپنی عزت کی طرف آنکھ اٹھانے والوں کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بیکار کر دیتے ہیں۔ اس بارے میں کیرنا بھی ہمیں مجبور نہیں کر سکتا۔" اور وہ غصے سے پیر پٹختا باہر نکل گیا۔

"ہوں، گھی سیدھی انگلیوں نہیں نکلے گا کیشو۔ کوئی بات نہیں، دوسرے گر آزمانے پڑیں گے۔" بیتو سنگھ نے کہا۔

میں بھی اس ناچ رنگ میں شریک رہا تھا، لیکن لڑکیوں کے چلے جانے کے بعد میں یہاں سے نکل آیا۔ بستی خاموشی اور سناٹے کی گود میں سوئی ہوئی تھی، گو ہمیں بستی میں جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن میں کسی بات کی پرواہ کب کرتا تھا۔ میں بستی میں داخل ہو گیا۔ ان لوگوں کے رہن سہن کا انداز بھی عام سا تھا۔ بستیوں پر انہوں نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ معمولی سے کچے پکے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان میں یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ سردار کا مکان کون سا ہے۔ میں کافی دیر تک گلیوں اور سڑکوں پر بھٹکتا رہا، کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر توجہ دی جاتی۔ چنانچہ پھر میں دریا کے کنارے کی طرف چل پڑا لیکن ابھی یہاں پہنچا ہی تھا کہ حیران رہ گیا تھا۔

بہت سے گھوڑے دریا پار سے آ رہے تھے۔ اور ان کا انداز کچھ عجیب تھا۔ ان کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں جنہیں وہ ہاتھوں میں اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ میرے دل میں ایک عجیب سا احساس جاگا کہ کہیں ان دونوں کو گرفتار نہ کر لیا گیا ہو۔ تاہم میں نے ان لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کی۔ جب وہ میرے نزدیک سے گزرے تو میں نے پہچان دیکھ لیا کہ رانا سنگھا اور اس کی محبوبہ لاجو ان کے قبضے میں تھی۔ مجھے بے حد دکھ ہوا۔ رانا سنگھا سے جو گفتگو ہو چکی تھی اس کے بعد میں اس نوجوان سے بے حد متاثر تھا اور چند لمحات کے بعد میں نے سوچا کہ ستاروں کی پیش گوئی مرت روپ کلی اور بیتو سنگھ کے بارے میں تھی ان نئے لوگوں کو تو میں نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ان کے معاملے میں دخل دینا کوئی حرج کی بات نہیں تھی۔ رہا بیتو سنگھ تو اب میں اس کے لئے حیثیت بھی کیا رکھتا تھا۔ ظاہر ہے صرف ایک دوست کی حیثیت تھی میری۔ اور بیتو سنگھ مجھے بہت زیادہ عزیز بھی نہیں رکھتا تھا، میرا اس سے کوئی ذہنی رابطہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کیوں نہ ان لوگوں کی کھوج کی جائے۔

میں برق رفتاری سے ان کے پیچھے دوڑ پڑا۔ گھوڑے بستی میں داخل ہو گئے اور پھر وہ ایک ایسے مکان کے سامنے پہنچ گئے جو پکی اینٹوں سے تعمیر کرایا گیا تھا۔ گو یہ مکان کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن میرے اندازے کے مطابق سردار یہیں رہتا ہوگا کیونکہ گھوڑ سواروں کا اس طرف آنا اور رک جانا اسی بات کی نشاندہی کرتا تھا۔

مکان کے احاطے میں وہ لوگ داخل ہو گئے۔ ادھر میں ایک کچی دیوار سے دوسری طرف جھانکنے لگا۔ مشعلوں کی روشنی نے ماحول اجاگر کر رکھا تھا۔ مکان کے اندرونی حصے سے میں نے اس شخص کو برآمد ہوتے دیکھا جو سردار تھا۔ بہت ہی معمولی رہن سہن تھا ان کا۔ سرداروں کی سی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ وہ آدمی آگے بڑھ آیا۔ پھر اس نے کسی آدمی سے مشعل لی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا رانا سنگھا کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں میں سفاکی کی چمک نمایاں تھی۔

"تمہارا کیا خیال تھا رانا سنگھا، کیا تم پورے علاقے کو دھوکا دے کر فرار ہو سکتے تھے؟" اس نے گرجدار آواز میں کہا۔ رانا سنگھا نے گردن جھکالی تھی۔ "تمہاری اس جرأت پر پوری ترکھان قوم کو شدید غصہ ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا تمہارے اہل خاندان کو مل رہی ہے۔ لیکن ٹھیک ہے اب تم بھی اس سزا میں شریک ہو جاؤ۔" اس آدمی نے کہا اور رانا سنگھا اسے گھورنے لگا۔

"میرے گھر والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تم نے؟"

"بہتر ہے کہ وہ سلوک تم اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ اس وقت ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ آئے ہوئے ہیں جنہیں ہم اندر کے معاملات نہیں بتانا چاہتے۔ دلیپ سنگھ تم اسے لے جاؤ اور بستی میں ہی میرے فیصلے کا انتظار کرو۔ ان لوگوں کو رخصت کرنے کے بعد میں آؤں گا۔ اس وقت تک اسے سخت پہرے اور حراست میں رکھا جائے۔" سردار نے اپنے کسی آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اور اس نے گردن جھکالی۔ چند ساعت تک سردار کھڑا رہا پھر مشعل دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما کر واپس اندر چلا گیا۔ میں نے ایک لمحے میں اپنے دوسرے اقدام کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس فیصلے کے تحت میں نے چاروں طرف دیکھا۔ مکان کے بائیں سمت مجھے ایک اصطبل نظر آیا تھا۔ اور میں اطمینان سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ اصطبل سے ایک گھوڑا کھول کر میں اس کی برہنہ پشت پر سوار ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کا دوسرا اقدام کیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ ان دونوں کو لے کر چلے تو میں بھی ایک مخصوص فاصلے سے ان کا تعاقب کرنے لگا۔ رات کی تاریکی میں مشعلوں کی روشنی کے سہارے ان کا پیچھا کر رہا تھا۔

چاند کے سفر کے ساتھ ساتھ ان کا سفر بھی جاری رہا اور جب مدھم پڑ گیا تو وہ ایک بستی میں داخل ہو گئے۔ یہ بستی پہلی بستی سے بھی زیادہ تباہ حال تھی۔ زندگی کی ضرورتوں کو نہایت بھونڈے پن سے پورا کیا گیا تھا۔ میں نے گھوڑا بستی سے باہر چھوڑ دیا اور پیدل چلتا ہوا ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ گو ابھی تک شب تاب ہوئی تھی لیکن بستی کے لوگ جاگ گئے۔ اور پھر چاروں طرف سے رانا سنگھا گرفتار ہو گیا۔ رانا سنگھا گرفتار ہو گیا کی آوازیں سنائیں۔ بستی میں قبل از وقت صبح ہو گئی تھی۔

گرفتار شدہ لوگوں کو ایک ایسی جگہ لے جایا گیا جہاں ایک بہت بڑا الاؤ روشن ہو رہا تھا آگ کی لپٹیں دور دور تک نظر آ رہی تھیں۔ اور آگ کے عقب میں تین آدمی ٹکٹکیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا آدمی تھا اور دو نوجوان لڑکے تمام لوگ اس طرف دوڑ رہے تھے اور یہاں کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔

ان پانچوں کو زمین پر جھکا دیا گیا۔ آگ میں ڈالا جائے گا۔ لوگ سب چیخ رہے تھے۔ پھر چند آوازیں سنائی دیں۔

"لاجو۔ لاجونتی۔ تو کہاں ہے بیٹی میری لاجونتی تو کہاں ہے؟"

اور ایک عورت اور مرد روتے ہوئے لڑکی کے پاس پہنچ گئے۔

"لاج۔ ہائے تجھے ہتھیاری اس کے ساتھ جاتے ہوئے کہیں کا چھوڑا تو نے ہمیں۔ ہائے تو بھاگ گئی کیوں۔ ہائے تو نے ناک کٹا دی سب کی۔" عورت بین کرتی ہوئی بولی۔

"وہ مجھے زبردستی تو نہیں لے گیا تھا ماتا جی وہ سالا پتی کا انتخاب کرنے کے لیے ہاتھوں میں دی جاتی ہے۔ جب تم نے یہ ادھیکار دیا تھا تو میں من کا کہا کیوں نہ کرتی۔ تم بھی سن لو نگر واسیو۔ میں من سے سچے من سے راناسنگھا کو اپنا پتی مان چکی ہوں وہ میرا پتی بن چکا ہے اور اگر تم اسے مارو گے تو میں بھی اس کی چتا میں جلوں گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" لاجو کی آواز میں بے پناہ گرج تھی۔

"ارے او چنڈال۔ ارے او جنم جلی۔ ہمارے کاجتا کیوں نہ بار ہی ہے تو۔ ہماری عزت کی ہتھی کیوں اچھال رہی ہے تو بے حیا۔" عورت نے لاجو کو پکڑ لیا لیکن وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"مجھے مت چھوؤ ماتا جی۔ میں اب اچھوت ہوں کیونکہ ایک اچھوت کی پتنی ہوں۔ تمہارا دھرم نشٹ ہو جائے گا۔ چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔" لاجونتی غرائی اور اس کی ماں پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ۔" سردار نے کہا ہے کہ انہیں بھی قید کر دیا جائے۔ وہ خود ان کا فیصلہ کریں گے۔ لاجونتی کو بھی اس وقت تک ان کے ساتھ ہی باندھے رکھا جائے گا جب تک سردار خود آ کر ان کا فیصلہ نہ کریں۔"

"ہے بھگوان یہ کیا ہو گیا۔" لاجونتی کی ماں رونے لگی۔ اور پھر جب لاجونتی اور راناسنگھا کو بھی ان کے ساتھ ہی باندھ دیا گیا تو مجھے کسی قدر اطمینان ہوا کہ کم از کم ان لوگوں کو کوئی فوری خطرہ نہیں ہے۔ اب مجھے ان لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کا بندوبست کرنا تھا۔ اور اس کے لیے میں نے ایک مناسب جگہ تلاش کر لی۔

یہ وہ درخت تھا جو کافی گھنا تھا اور جس کے نیچے قیدی بندھے ہوئے تھے۔ یہ نہ جانے کون لوگ تھے۔ بہرحال اس سے زیادہ محفوظ اور ان لوگوں کے نزدیک رہنے کے لیے اور کوئی جگہ نہیں تھی میں نے خود کو پتوں میں پوشیدہ کر لیا۔

روشنی پھوٹ پڑی اور میں نے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھا یقیناً راناسنگھا کے گھر کے لوگ تھے۔ لاجونتی انہی کے درمیان موجود تھی۔ تینوں بندھے ہوئے لوگوں کی بری حالت تھی۔ جانے کب سے وہ اس جگہ بندھے ہوئے تھے۔ دن بھر لوگ ان کے پاس آتے جاتے رہے۔ شام کو انہیں کتوں کی طرح کھانے کے لیے غذا دی گئی جسے راناسنگھا اور لاجونتی نے قبول نہیں کیا تھا باقی تینوں انسان اور شاید بہت زیادہ بھوکے تھے انہوں نے تکلف نہیں کیا اور دی ہوئی چیزیں کھا لیں۔ مجھے ان کی بے چارگی پر بہت ترس آیا تھا۔

پھر جب رات گہری ہو گئی تو میں درخت سے نیچے اتر آیا۔ سامنے کے الاؤ کے دوسری جانب کچھ لوگ موجود تھے جو الاؤ کو دہکا رہے تھے اور یہی ان بندھے ہوئے آدمیوں کے نگران بھی تھے۔

میں جب ان کے سامنے پہنچا تو لاجونتی اور راناسنگھا مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئے ان کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل سکی۔ وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے راناسنگھا سے کہا۔

"میں نے کہا تھا نا راناسنگھا کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ سو اس وقت بھی میں نے تمہیں اکیلا نہیں چھوڑا۔"

"تم۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"جس طرح بھی پہنچ گیا لیکن تمہیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے تھا اگر پچھلی رات ہی وہ لوگ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تو میں انہیں باز رکھتا۔"

"وہ اب کوئی بھی ہماری مدد نہیں کر سکے گا۔ تقدیر نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔" لاجونتی روندھی آواز میں بولی۔

"نہیں لاجونتی تقدیر تمہارا ساتھ ضرور دے گی۔" میں نے اسے دلاسہ دیا اور پھر راناسنگھا سے پوچھا۔ "یہ لوگ کون ہیں جو بندھے ہوئے ہیں؟"

"میری بدنصیبی ان پر بھی مسلط ہو گئی ہے۔ ان میں دو میرے بھائی ہیں اور تیسرے پتا جی ہیں۔ لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ اونچی ذات کے تنگ دل لوگ میرا بدلہ ان سے لیں گے۔"

"تمہارے گھر کی عورتوں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا؟"

"نہیں گھر میں ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میری ماتا جی مر چکی ہیں۔ بس میرے پتا جی اور ہم تین بھائی تھے۔ اور یہی بھگوان کا شکر ہے کہ ہمیں ایسی کسی پریشانی کا شکار نہیں ہونا پڑا۔ بیچارے یہ لوگ۔ یہ لوگ میری وجہ سے مصیبت میں پھنس گئے۔"

"نہیں بھیا نہیں شرمندہ مت کرو بھگوان کی سوگند اگر تمہارے لیے جیون بھی چلا جائے تو ہمیں ذرا بھی چنتا نہیں ہو گی۔ ہم بھی انسان ہیں اور اپنی پسند سے جینا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکے یہ اونچی ذات کے لوگ نہیں کب تک پستے رہیں گے ان سے

نوجوانوں میں سے ایک نے پرعزم لہجے میں کہا۔ میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

"نہیں میرے دوست تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آج کی رات تمہاری اس قید کی آخری رات ہو گی اور اس کے بعد میں تم لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔" میں نے کہا۔ راناسنگھا بار بار مجھے تعجب سے دیکھنے لگا تھا تب اس نے کہا۔

"لیکن تم یہاں پہنچ کس طرح گئے۔ ان لوگوں نے تمہیں دیکھا کیوں نہیں؟"

"جو کچھ بھی ہے راناسنگھا بس میں تمہارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک آیا تھا اور پھر اس درخت پر چھپ گیا۔"

"اوہ تو کیا تم سارا دن یہاں رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو تم نے کچھ کھایا بھی نہ ہو گا؟"

"اوہو راناسنگھا ان باتوں کو چھوڑو کیا تم مہمان نوازی کرنا چاہتے ہو۔ میں تمہارا مہمان نہیں نجات دہندہ ہوں اور تم دیکھو گے کہ میں تمہیں ان اونچی ذات کے لوگوں سے کیسے بچاتا ہوں۔" میں نے کہا اور راناسنگھا گردن ہلانے لگا۔

"افسوس میں مجبور ہوں۔ تم نے جو احسان مجھ پر کیا تھا اس کا بدلہ کبھی نہیں دے سکتا۔" اس نے افسوس ناک لہجے میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب میں چھپنا نہیں چاہتا تھا لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ رات میں مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ ہاں جب صبح ہوئی تو میری موجودگی ان لوگوں کے لیے سخت حیران کن تھی جو الاؤ کے گرد موجود رہتے۔

وہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آ گئے لیکن ان کے چہرے شدید حیرت کی تصویر بنے ہوئے تھے وہ میرے چمکدار بدن اور سنہرے بالوں کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تم کون ہو مہاراج اور ان نیچ ذاتوں کے پاس کھڑے ہوئے کیا کر رہے ہو؟"

"میں ان کا رکھوالا ہوں اور جہاں سے آیا ہوں وہاں آسمان اور زمین ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں تم میں سے کوئی آنکھ مجھے پہچان سکتی ہے؟" میں نے پُررعب لہجے میں کہا۔ اور وہ لوگ حیرانی سے ایک دوسرے کا شکل دیکھنے لگے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"اجور دھاپورنا۔" میں نے جواب دیا۔ پھر ان میں سے دو آدمی شاید کسی کو خبر کرنے دوڑ گئے۔ جو لوگ موجود تھے وہ اب بھی تعجب سے مجھے دیکھ رہے تھے پھر پہلا آدمی بولا۔

"مگر یہ دونوں پاپی ہیں اور ہمارے گھاٹوں کے سردار نے ان کی موت کا فیصلہ کیا ہے ان کے ساتھ یہ بھی مارے جائیں گے تو راناسنگھ کے ناسے دار ہیں۔"

"میں نے کہا نا کہ میں ان کا رکھوالا ہوں اور تم میں سے کون ہے جو میری زندگی میں انہیں چھونے کی کوشش بھی کرے۔"

"تم کون ہو مہاراج اجور دھاپورنا اور کیوں ان کی رکھشا کرنا چاہتے ہو؟"

"بس مجھے آکاش سے بھیجا گیا ہے اور اگر تم نے میری بات نہ مانی تو جان لو کہ میں تمہارے لیے موت بن جاؤں گا۔ آگ پانی اور تمہارے یہ ہتھیار میرے اوپر بیکار ہوں گے اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ انہیں کھول دو۔"

"یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا مہاراج۔ مگر ابھی راگھوسنگھ جیسے آ جائیں گے۔ سردار نے انہیں ان کے حوالے ہی کیا ہے۔"

راگھوسنگھ ایک پست قامت اور چمکیلی آنکھوں والا شخص تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے کئی نشان تھے اور وہ مجھ سے مرعوب نہیں ہوا تھا۔ "ان کا فیصلہ صرف سردار ہی کر سکتا ہے۔ اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ ان سب کو آگ میں بھسم کر دیا جائے۔ انہوں نے پاپ ہی ایسا کیا ہے۔"

"تو پھر آؤ۔ فیصلہ کر لیں کہ یہ زندہ رہیں گے یا تم لوگ؟" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ اور انہوں نے تلواریں سونت لیں۔ میں نے سوچا کہ ان لوگوں کو بس مرعوب کرنا ہی کافی ہے انہیں قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تو بس حکم کے غلام تھے۔ سو سب سے پہلا وار راگھوسنگھ نے ہی کیا تھا مجھ پر اور اس نے اپنی تلوار کی کاٹ آزمائی جو میرے بدن پر چپک گئی تھی لیکن اسے اس ناکامی پر یقین نہیں آیا اور دوسرا زوردار وار کیا۔ نشان تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس کا جوش ختم ہو گیا اور دوسرے اس کی مدد کو بڑھے کیونکہ راگھوسنگھ کی ناکامی ان کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

راگھوسنگھ پیچھے ہٹ گیا اور میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ "اس کے بعد کیا کرو گے راگھوسنگھ وہ بھی کر لو۔ اور جو کہانیاں آکاش سے اترتی ہیں تم ان میں ردوبدل نہیں کر سکتے۔ سو تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ اس آگ میں چلے۔ لیکن دیکھو اور مجھے پہچان لو کہ اس کے بعد میں انتظار نہیں کروں گا۔"

میں آگ کی طرف بڑھ گیا اور جب میں بلند ہونے والے شعلوں میں داخل ہوا تو ان کے حلق سے خوف بھری چیخیں نکل گئی تھیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب میں آگ سے واپس آیا تو ان میں سے بہت سے چیختے ہوئے بھاگے اور بھلا اب ان کی مجال کہاں تھی کہ وہ میرے حکم سے سرتابی کرتے خود راگھوسنگھ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"انہیں کھول دو۔ ورنہ تمہاری بستیوں میں آگ ہی آگ سلگ رہی ہو گی۔ میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں۔" تب نہ صرف

ان سب کو کھول دیا گیا۔ بلکہ ہمیں ہماری مرضی کے مطابق گھوڑے بھی دے دیئے گئے اور ہم نے رخ بدل کر سفر شروع کر دیا۔ اور میں تو صرف تجزیہ کرنے والا تھا پروفیسر کہ ماحول کی بدلتی ہوئی کہانیاں مجھے پسند تھیں بھلا میں کیوں واپس جاتا۔ چترسنگھ کے پاس اور مجھے اس سے کیا دلچسپی تھی جو اعمال کرتا سزا پاتا کر رہی تھی ہوتا آیا تھا۔ ان رانا سنگھا اس کی دھرم پتنی لاجونتی اور اس کے دونوں بھائی اس کا باپ میرے ساتھ تھے اور ہم دوسری راجدھانی میں داخل ہو گئے تھے جہاں انہیں پناہ مل گئی۔ اور جہاں انسان ہوں وہاں ہنگاموں اور واقعات کی کیا کمی سو میں ان کے درمیان اس وقت تک رہا جب تک رانا سنگھا اور لاجونتی کی بیٹی نے مجھے ماما کہنا نہ شروع کر دیا۔ چار سال گزر چکے تھے مجھے ان کے درمیان۔

پھر یوں ہوا کہ ایک دن ایک خوبصورت لڑکی پھول چنتی ہوئی ملی اور میرے پاس آگئی۔ "میں نے پھولوں کا ایک ہار بنایا ہے اور یہ سوچا تھا میں نے کہ جو بھی مجھے اچھا لگا اس کی گردن میں یہ ہار ڈالوں گی۔ کیا یہ ہار میں تمہاری گردن میں ڈال دوں؟"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں اپنے گھر چلی جاؤں گی۔ ایسا تو میں روز کرتی ہوں۔ کل میں نے ایک بڑے سے بندر نما کی گردن میں ہار ڈالا تھا۔" لڑکی نے معصومیت سے کہا اور میں نے گردن جھکا دی۔ میری گردن میں ہار ڈال کر وہ خوشی سے تالیاں بجانے لگی اور پھولوں کی ٹوکری اٹھا کر چل پڑی۔

"سنو تو۔ کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے اسے روک کر پوچھا۔

"روپ کلی۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا۔ اور پروفیسر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ مجھے ایک اور روپ کلی یاد آگئی جو کھلتے ہی مرجھا گئی تھی وہ جس نے مجھ سے محبت کا اقرار کیا تھا۔ لیکن جو پاگل ہو گئی تھی اور اس طرح وہ مجھے یاد آئی کہ میں اس کے خیال کو ذہن سے نہیں نکال سکا۔ میں نے سوچا کہ اس روپ کلی کا حال تو معلوم کیا جائے۔ دیکھوں تو سہی کہ ستاروں کی پیش گوئی کس دور میں داخل ہو گئی ہے۔

یوں بھی میں آوارہ گرد تھا میری کوئی ایک منزل نہیں تھی مجھے تو نئے جہاں درکار تھے چنانچہ میں نے خاموشی سے سرحد پار کی اور میرا گھوڑا ترکھانوں کی حدود سے گزرنے لگا۔ لیکن راستے میں نے ایسے اختیار کئے تھے کہ ان سے ڈسٹرب نہ ہوئی۔ اور طویل عرصہ کے بعد میں نے وہی دریا پار کیا جو کشن سنگھ کی حکومت اور ترکھانوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔ دریا پار کر کے میں کشن سنگھ کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ اس دوران میں نے بہت کچھ سوچا تھا طویل عرصہ گزر گیا تھا نجانے کشن سنگھ کی حکومت میں کیا تبدیلیاں آئی ہوں۔

لیکن میں نے راجدھانی کا رخ کرنے کی بجائے اس طرف سفر کیا تھا جہاں چترسنگھ نے وہ محل بنوایا تھا جہاں روپ کلی رہتی تھی۔ روپ کلی کا محل دور سے نظر آیا تو میں نے گھوڑے کی رفتار سست کر دی بہتر یہ ہے کہ چھپ کر اس سے ملوں ورنہ چترسنگھ کو پتہ چل جائے گا کہ میں نے روپ کلی سے ملاقات کی ہے اور ممکن ہے وہ مجھ سے بدگمان ہو جائے۔

چنانچہ میں نے محل سے اتنی دور رہ کر کہ کسی کو نظر نہ آسکوں رات ہونے کا انتظار کیا اور جب خوب تاریکی ہو گئی تو خاموشی سے محل کی طرف بڑھ گیا۔ باہر چند پہریدار گشت پر تھے ان کے گھوڑے محل کی فصیلوں کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے لیکن اتنی گنجائش ضرور تھی کہ محل میں داخل ہونے کا موقع مل جائے اور یہ تنگ فصیلیں ناقابل عبور نہیں لیکن میرے لئے نہیں۔ سو میں ایک کمزور جگہ دیکھ کر اس وقت محل میں داخل ہو گیا جب پہریدار وہاں موجود نہیں تھے۔

اب روپ کلی کی تلاش تھی اور میری خواہش یہی تھی کہ کوئی مجھے نہ دیکھ سکے اور اس کے لئے مجھے شدید احتیاط برتنا پڑی۔ لیکن خوابگاہ میں داخل ہونے کے لئے مجھے ایک مشکل جگہ اپنانی پڑی تھی۔ تاہم میں اندر پہنچ گیا۔

خوابگاہ کا دروازہ بند تھا اور روپ کلی ایک حسین مسہری پر سو رہی تھی محل کی سجاوٹ قابل دید تھی۔ خواب گاہ میں رنگین شیشوں میں شمعیں روشن تھیں اور قوس و قزح کے رنگ کومل روپ کے کومل بدن کو چوم رہے تھے اس کے حسن کو کوئی گہن نہیں لگا تھا اس کے رخساروں پر زندگی تحریر تھی اور اس کے ہونٹوں پر کومل مسکان خوب کھل رہی تھی۔ اس کے سونے کا ست کن انداز دل میں بجلیاں گرانے کے لئے کافی تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا پھر میں دروازے کے قریب پہنچا اور یہ اندازہ لگانے کے بعد کہ وہ اندر سے بند ہے۔ واپس روپ کلی کے پلنگ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے آہستہ سے اسے آواز دی اور اس کی نیند کچی تھی چنانچہ وہ میری پہلی آواز پر ہی جاگ گئی اور چونک کر نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ بری طرح سہم گئی۔

"نہ تو میں پہلے بھی تمہارے لئے برا ثابت ہوا روپ کلی اور نہ کسی برے ارادے سے اس وقت تمہارے پاس آیا ہوں۔" میں نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا اور روپ کلی تڑپ کر اٹھ بیٹھی اس نے سب سے پہلے اپنا لباس درست کیا تھا۔

"تم۔ تم۔ مہاراج پورن۔" اس کے حلق سے بمشکل تمام آواز نکلی۔

"شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا روپ کلی۔"

"آپ۔ آپ یہاں کیسے آگئے پورن جی۔ آپ یہاں کیسے آگئے۔ پہریداروں سے آپ نے کیا کہا۔ وہ۔ وہ چترسنگھ کو بتا دیں گے وہ۔ وہ۔"

"مجھے یہاں آتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا روپ کلی۔ تمہاری خبر لینے آگیا ہوں۔"

"کسی نے بھی نہیں دیکھا؟"

"ہاں کسی نے بھی نہیں۔ مجھے یقین ہے۔"

"لیکن کوئی دیکھ بھی سکتا ہے۔ یہاں سب میرے ہمدرد ہیں۔ میرے دوست ہیں۔ میرے لئے دکھی ہیں۔ لیکن اگر کسی نے چترسنگھ کو بتا دیا تو۔" وہ سہمی ہوئی تھی۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔ اور اطمینان سے بیٹھو۔ آخر میں بھی تو کوئی حیثیت رکھتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ میری صورت دیکھنے لگی۔ دیکھتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لیکن دوسرے لمحے اس نے ان آنسوؤں کو پی لیا تھا۔

"پتا جی کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہوں گے۔ میں بھی ان سے نہیں ملا۔ میں اس راجدھانی میں نہیں تھا۔ کیا وہ تم سے ملنے نہیں آئے؟"

"کبھی نہیں آئے۔ ایک بار بھی نہیں آئے۔" وہ سسکی سی لے کر بولی۔

"اور چترسنگھ؟"

"وہ بھی کبھی نہیں آئے۔ اس دن کے بعد سے میں نے کبھی کسی کی شکل نہیں دیکھی۔ یہ سنا ہے کہ کشن سنگھ مہاراج کے دیہانت کے بعد وہ راجہ بن گئے ہیں۔"

"چترسنگھ؟" میں نے چونک کر پوچھا اور اس نے گردن ہلا دی۔ "کشن سنگھ کا دیہانت کب ہوا؟"

"اب تو دو برس بیت گئے۔ بیمار ہوئے تھے مر گئے۔"

"اوہ۔ نئی خبر ہے میرے لئے۔ تم اس وقت سے اس پنجرے میں قید ہو؟" میں نے پوچھا اور اس نے معصومیت سے گردن ہلا دی۔ "کب تک قید رہو گی روپ کلی؟"

"تو کیا کروں گی مہاراج؟" اس نے بے بسی سے پوچھا۔

"یہاں جو لوگ ہیں وہ یہاں سے نکلنے میں تمہاری مدد نہیں کریں گے؟"

"میں نے کبھی نکلنے کی تو سوچی بھی نہیں پورن جی۔ نکل کر جاؤں گی کہاں۔ یہ گھر مجھے میرے پتی نے دیا ہے۔ پتی کا گھر آخری منزل ہوتا ہے۔ میں منزل تو نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا تمہارے دل سے بدلے کا خیال نکل گیا؟" میں نے پوچھا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"ایک ہی آشا تو ہے جیون میں۔ جو کہا ہے وہ پورا کر دکھاؤں۔ مگر بھگوان نے شاید یہ میرے سہاگ میں نہیں لکھا۔ وہ ایک بار بھی تو میرے پاس نہیں آئے۔ بس جیون میں ایک بار۔ پورے جیون میں صرف ایک بار وہ مجھے اپنی پتنی سویکار کر لیں۔ ان کی یہ آشا پوری ہو جائے پورن جی۔ تو۔ تو۔" وہ حسرت سے بولی اور اس کے چہرے پر تشنگی کے سائے لہرانے لگے۔

"روپ کلی عورت ہونے کی حیثیت سے تم نے کبھی کوئی دوسری بات سوچی۔ تمہارے دل میں کوئی اور احساس تو نہیں جاگا۔ مجھے معاف کرنا میں نے ایسی بات پوچھ لی ہے جو کوئی دوسرا نہیں پوچھ سکتا تھا لیکن میرے دل میں کوئی برا خیال نہیں ہے۔"

"آپ مہان ہیں پورن جی۔ میں جانتی ہوں۔ مگر آپ نے ایک ایسی بات پوچھی ہے جو ہندو ناری کے لئے اجنبی ہے۔ ہم لوگ جیون میں ایک بار جس ناطے سے بندھ جاتے ہیں سارا جیون اس کے ساتھ گزار دیتے ہیں۔ وہ ناطہ ہمارے لئے جیون مرن کا ناطہ ہوتا ہے۔ کوئی بری بات ہم سوچ بھی نہیں سکتے پورن مہاراج۔ پرش کی سب سے بڑی آشا یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے اسے پورا کر دکھائیں۔ بھگوان بس ایک بار درشن دیدے بس سارے جیون میں ایک بار۔" روپ کلی کی آنکھیں خوابناک ہو گئیں۔

میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کردار کا یہ رخ مجھے بہت پسند آیا تھا پروفیسر اور میں ستاروں کی چال کے بارے میں سوچنے لگا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"یہاں موجود پہریدار تمہارے دوست اور ہمدرد ہیں؟"

"ہاں۔ سارے کی ساری عورتیں ہیں۔ مرد ایک بھی نہیں رکھا ہے چترسنگھ مہاراج نے۔"

"اوہ۔ کیا واقعی؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں پورن جی۔"

"پہریدار بھی عورتیں ہی ہیں؟"

"ہاں مہاراج۔"

"تمہیں کبھی کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں یہ عورتیں بھی مہربان ہیں۔ سارے کام بڑی خوشی سے کرتی ہیں۔" روپ کلی ہنس کر بولی۔

"ایک بار تم نے مجھ سے بھی تو پریم کی بات کہی تھی روپ کلی۔" میں نے اچانک کہا اور روپ کلی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس اچانک سوال پر وہ حیران ہو گئی تھی مگر پھر اس کی آنکھوں میں اداسی سمٹ آئی۔

"کہی تھی مہاراج۔ مگر وہ اس سمے کی بات تھی۔ وہ ہماری بھول تھی۔ ہم اس پر ہمیشہ شرمندہ رہیں گے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اب مجھے بتاؤ روپ کلی میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا اور اس نے گردن جھکا لی۔ چند ساعت سوچنے کے بعد بولی۔

"چترسنگھ جی آپ کے متر ہیں مہاراج۔ اگر ہو سکے تو ان سے ہمارا دوش معاف کرا دیں۔ وہ ہمیں شما کر دیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو۔ تو۔" شرم کی وجہ سے وہ زبان نہ کھول سکی لیکن میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے روپ کلی، میں تمہارے لئے کوشش کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔" "اور اس کے لئے ممنون رہوں گی"۔ میں نے اسے دیکھا، پھر بولی۔

"منش کے جیون میں ایک ہی بات تو ایسی ہوتی ہے مہاراج جو اسے زندہ رکھتی ہے۔ میں بھی اسی امید پر زندہ ہوں کہ شاید بھگوان نے جس طرح پیتو سنگھ کو مجھ سے جدا کیا ہے اسی طرح کبھی مجھے بھی جدا ہونے کا موقع دے گا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اٹھ کھڑا ہوا، تب روپ کلی بولی۔

"رک گئے نہیں مہاراج۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"دل سے کہہ دی ہے روپ کلی۔" میں نے کہا اور روپ کلی شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئی۔ "میں تمہاری مجبوری جانتا ہوں اس لئے اس کی عزت کرو۔ میں چلتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ تمہاری یہ خواہش پوری کروں۔" میں نے کہا اور جس راستے سے واپس نکل آیا جس سے داخل ہوا تھا، روپ کلی کے لئے میرا دل واقعی اداس ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ کسی طرح اس کی خواہش بھی پوری کرنی چاہیے۔ میں جانتا تھا کہ پیتو سنگھ اس کا دشمن ہے اور ایک ضدی انسان ہے لیکن اب یہ ضد ختم ہو جانی چاہئے۔ بہت عرصہ ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ پہلے تو پیتو سنگھ کو سمجھاؤں گا اور اگر وہ نہیں مانا تو پھر کوئی حرکت کرنا پڑے گی۔ بہرحال میں اسی رات گھوڑے پر بیٹھ کر راجدھانی کی سمت چل پڑا۔ صبح ہونے کو تھی جب میں راجدھانی پہنچا۔ مجھے علم ہو چکا تھا کہ پیتو سنگھ راجہ بن چکا ہے۔ کشن سنگھ مر چکا ہے۔ بہرحال میں دربار کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد محل پہنچ گیا۔ باہر جو پہرے دار تھے مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے مجھے محل میں داخل ہونے سے روک دیا۔

"کون ہو تم اور اندر کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"میں مہاراج پیتو سنگھ سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔"

"اس سمے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی سندیسی ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ اگر یونہی ملنا چاہتے ہو تو دربار میں ملنا۔ یہ سمے مہاراج سے ملنے کا نہیں ہے۔"

"تم ان سے کہلواؤ کہ پورن آیا ہے۔ ان کا دوست پورن۔" میں نے کہا اور ایک پہرے دار مجھے غور سے دیکھتا ہوا اندر چلا گیا۔ کافی دیر کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ چند اور لوگ بھی تھے ان میں کیشو بھی تھا جس نے مجھے پہچان لیا۔ اور پھر وہ مجھے لے کر اندر چل پڑا۔

"آپ زندہ ہیں پورن مہاراج۔ ہم تو آپ کو مردہ سمجھ بیٹھے تھے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں میں زندہ ہوں کیشو۔"

"پیتو سنگھ مہاراج بہت دن تک آپ کے لئے افسوس کرتے رہے تھے۔ انہوں نے تو واپس آکر مہاراج کشن سنگھ سے فوراً حملہ کرنے کی آگیا مانگی تھی پر سرگباش کشن جی نے انہیں آگیا نہیں دی۔"

"اوہ۔"

"آپ کو تو معلوم ہے ناکہ اب پیتو سنگھ مہاراج راجہ ہیں۔"

"ہاں میں نے یہاں داخل ہو کر سنا تھا۔" میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں پیتو سنگھ کے سامنے تھا۔

پیتو سنگھ کا چہرہ پرجوش تھا اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھے گلے لگایا تھا۔ "میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا میرے دوست کہ جیون میں دوبارہ تمہارے درشن ہوں گے۔ مگر بھگوان کی سوگند جوں کے توں ہو۔ تمہارا چہرہ واقعی ایسا ہے۔ میں تمہیں بدھائی دیتا ہوں۔"

"اور میں تمہیں پیتو سنگھ کیونکہ تم راجہ بن چکے ہو۔"

"ہاں کشن جی مہاراج کے دیہانت کے بعد مجھے پتہ چلا کہ راج نیتی کیا ہوتی ہے۔ بہت بڑی ذمہ داری رکھ دی گئی ہے میرے کندھوں پر۔"

وہ مجھے اندر لے گیا اور بڑی عزت سے بٹھایا۔ بظاہر سنے کے باوجود وہ اتنا برا انسان نہیں تھا اور راج گدی مل جانے کا غرور اس کے دل میں نہیں آیا تھا۔ بڑے احترام سے اس نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا اور مسکراتے ہوئے میری صورت دیکھ کر بولا۔

"بڑی آتما کٹھنائیاں آن پڑی ہیں مہاراج، آپ یقین کریں میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"ہاں پیتو سنگھ حکومت معمولی بات نہیں ہوتی۔ حکومتوں کے لئے تو خود کو تج دینا پڑتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پر مہاراج اصل حکومت تو تمہاری ہے۔ بھگوان کی سوگند تمہیں دیکھ کر بڑا رشک آتا ہے۔ ہمیں بھی بتا دو گر مہاراج۔ تمہاری طرح سدا جوان رہیں۔ چمکتے رہیں چندرما کی طرح۔ بھگوان کی سوگند تمہیں دیکھ کر من چاہتا ہے کہ ہم خود بھی تمہارے جیسے ہو جائیں۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"تنفریکا نت جاری ہے پیتو سنگھ۔"

"ارے نہیں مہاراج اب وہ دور کہاں رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ راجہ کی ستان ہوتی ہے۔ تو اب اس ستان کا تو خیال کرنا ہی پڑتا ہے۔ پر من نہیں مانتا۔ اس ستان میں بھی اپنے لئے کچھ نہ کچھ ڈھونڈنا ہی پڑتا ہے۔"

"اوہ۔" میں ہنسنے لگا، پیتو سنگھ خاصا خوش مزاج ہو گیا تھا۔ اب اس کے اندر وہ تندی اور تیزی نہیں رہی تھی اور مجھے اس کا یہ انداز پسند آیا تھا۔

"کتنی رانیاں ہیں تمہاری پیتو سنگھ؟"

"ایک بھی نہیں۔ رانیوں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور پھر میرے من میں ایک بال بھی تو ہے مہاراج۔" پیتو سنگھ نے کہا۔

"کیسا بال؟"

"تم بھول گئے مگر میں نہیں بھولا۔" وہ ہنس کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہیں یاد نہیں ہے۔ روپ کلی۔ پگلی تم سے بھی تو پریم کرنے لگی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میری آتما کو میرے سینے سے باہر نکال کر لے گی۔ بس اس وقت سے سنسار کا خیال چھوڑ دیا۔" پیتو سنگھ نے کہا۔

"اوہ لیکن پیتو سنگھ وہ پرانی بات ہے۔"

"بات ہمیشہ نئی رہتی ہے پورن جی۔ بشرطیکہ انسان اسے غور سے سنے۔"

"مگر تم دوسری شادی تو کر سکتے تھے۔"

"ہاں مگر میں نے نہیں کی۔"

"کیوں؟"

"ممکن ہے اس کے پاس سے مان پیدا ہو جاتی۔"

"تو اس سے کیا ہوتا؟"

"مجھے روپ کلی کی بات کے بعد استری سے چڑ ہو گئی ہے۔ اس لئے میں نے آپاتی طرز زندگی اختیار کر لیا ہے۔"

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تم سے کیا چھپاؤں گا پورن جی۔ ابلائیں میرے پاس آتی ہیں جسے میں پسند کرتا ہوں۔ مانتا کتنا ہوں مگر جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ اس کے شریر پر میری سنتان پرورش پانے لگی ہے تو اسے مروا دیتا ہوں۔" پیتو سنگھ نے کہا اور میں دنگ رہ گیا۔ بڑی خوفناک بات تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نرم اور خوش مزاج نظر آنے والے پیتو سنگھ کا دوسرا رخ اتنا ہولناک ہو گا۔ میں حیرت سے اس کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"لیکن پیتو سنگھ کیا یہ اچھی بات ہے۔"

"بری کیا بات ہے مہاراج۔ ایک عورت ہی نے تو یہ بات جیون میں سکھائی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"مگر پیتو سنگھ یہ تمہاری انتہا پسندی ہے۔ کیا تم نے روپ کلی سے ملنے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے؟" وہ ہنس پڑا۔ "بھلا مجھے اس سے ملنے کی کیا ضرورت تھی مہاراج وہ مجھ سے پریم تو نہیں کرتی۔ وہ تو مرتی ہے کسی اور پر۔ اگر وہ مجھ سے پریم کرتی مہاراج تو پیتو سنگھ اس کی دوسری ... لیکن اس نے مجھ سے نفرت کا اظہار کیا وہ مجھ سے ... ہونا چاہتی تھی اور جب میں نے اسے مجبور کیا تو اس نے مجھ سے بدلے کی بات کی اور اگر ایک راجہ سے ایسی بات کی جائے مہاراج تو وہ اسے کبھی نہیں بھولتا۔"

"پیتو سنگھ بڑے افسوس اور بڑے تعجب کی بات ہے تم ایک کمزور عورت کو اپنا دشمن سمجھ رہے ہو۔"

"عورت کبھی کمزور نہیں ہوتی مہاراج۔ اگر تم نے جیون میں یہ تجربہ نہیں کیا تو کوئی تجربہ نہیں کیا۔ عورت بہت مضبوط، بہت طاقتور ہوتی ہے۔ اس کا دل بڑا ہوتا ہے مہاراج۔ اور یہی بات تو ہے۔ ... کوشش کرو سنسار میں سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرنا اور ہوشیار رہنا چاہئے وہ عورت ہے۔ اس کا کبھی بھی بھروسہ نہیں کیا جانا چاہئے، یہ آگ سے بھی بدتر ہے، اور یہ میرا جیون بھر کا تجربہ ہے۔"

"نہیں پیتو سنگھ تمہارا جیون کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کتنی چھوٹی سی زندگی ہے تمہاری۔ مجھ سے پوچھو۔"

"تم سے کیا پوچھوں مہاراج۔" اس نے چونک کر کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

میں پیتو سنگھ کو اپنے بارے میں بتانے کو تیار تھا لیکن اب بعد از وقت سمجھا کہ وہ یقین نہیں کرے گا وہ ملنے کو بھی اس قانون بات سے زیادہ متاثر نہیں ... چنانچہ میں نے بات کا رخ بدل دیا۔

بہرحال پیتو سنگھ میں تمہارے اس اقدام سے خوش نہیں ہوں۔"

"دوش میرا نہیں ہے مہاراج۔"

"تم کا دشمن ہے تم اس سے بھی تو کر سکتے ہو اس کا تمہارا کیا مقابلہ۔ اور اب تو تم راجہ بن چکے ہو۔ راجہ تو بڑے فراخ دل ہوتے ہیں۔"

"ہاں مگر دوستوں کے لئے۔ دشمن کے لئے فراخ دلی تو اچھی بات نہیں ہے۔"

"تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے۔ دوستوں کے لئے تو سب ہی فراخ دل ہوتے ہیں۔ دشمنوں سے فراخ دلی کا سلوک کیا جائے تو انسان کا کردار بنتا ہے۔ بہرحال روپ کلی تمہاری دشمن نہیں ہے۔"

"میں تو اب اسے بھول چکا ہوں پورن جی۔ تم مجھے اس کی یاد مت دلاؤ۔"

"تم اس سے پریم بھی کرتے ہو پیتو سنگھ۔"

"ہرگز نہیں۔ دشمن سے پریم نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی نہیں۔" اور میں نے محسوس کیا کہ پیتو سنگھ اپنے قول میں اٹل ہے۔ اس سے زیادہ گفتگو کرنا بے سود ہی ہو سکتا ہے۔ وہ اسے اس سے آگے ... نہیں چاہتا تھا تب میں خاموش ہو گیا۔

"تمہاری مرضی پیتو سنگھ!"
"مگر پوران جی اتنی تو بتاؤ۔ تم تو شب و دریا پار چھوڑ کر یہاں سے جا چکے تھے۔ آپ نے بڑی ملاقات کرائی تمہاری۔ میرا خیال تھا ترکھانوں نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اور تمہیں مروا دیا انہوں نے۔"
"میری موت اتنی آسان نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔
"وہ تو میں جانتا ہوں، مگر تم کہاں چلے گئے تھے؟"
"آگے بڑھ گیا تھا پیتو سنگھ۔ ترکھان لڑکیاں واقعی بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ انہی میں سے چند لڑکیاں میری دوست بن گئی تھیں۔"
"اور تم انہیں کے ساتھ عیش کرتے رہے تھے۔"
"مگر میں بھی بے مروت نہیں ہوں اس وقت میرے محل میں چھ ترکھان لڑکیاں موجود ہیں۔"
"واہ۔ کہاں سے آ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔
"ترکھان، میری دوسری منزل پوری ہو گئی۔ اچھا ہوا تم بھی آ گئے۔ میں نے پکا فیصلہ کر لیا تھا کہ جیون میں ایک بار مندریاں کا عود تو دوں گا اور اب ان کی تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔ میں بہت جلد ترکھانوں پر حملہ آور ہونے والا ہوں۔ جس سے شیدہ واسطے ان کی لڑکیاں اٹھوا لیں۔ اپنی پرجا میں کسی کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"
"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ پرورش پانے لگا تھا۔ پیتو سنگھ کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ اس نے مجھ سے میری مہمات کے بارے میں پوچھا اور میں نے اسے مصنوعی کہانیاں گھڑ کر سنا دیں۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ دراصل میں اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں نے یہ وقت کس طرح سے گزارا۔ اس روپ کلی سے ملاقات کی بات اس کے علم میں آنی چاہیے تھی۔
بہ صورت ان ساری باتوں سے ہٹ کر پیتو سنگھ نے میرا اچھا استقبال کیا تھا اور وہ مجھے بدستور اپنے دوستوں میں جگہ دیئے ہوئے تھا۔ مجھ سے تمام دلچسپی سے بات کرتا تھا اور اس کے دربار کی شگفتگی میرے لئے دلچسپی کا باعث تھی۔
دوسرے دن میں نے اس کی ترکھان محبوباؤں کو بھی دیکھا۔ بلاشبہ خوب صورت لڑکیاں تھیں اور بظاہر پیتو سنگھ کی معیت میں ناخوش نہیں تھیں۔ کیا کہے کیوں ہے حال یہ ان کی مجبوری بھی ہو سکتی تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھیں کہ ایک راجہ کے ساتھ انہیں کیسے رہنا چاہیے۔ پیتو سنگھ نے مجھے بھی پیشکش کی۔
مگر میں نے معذرت کر لی۔
پیتو سنگھ کو یہ بات پسند آئی تھی۔ میں جانتا تھا مہاراج کہ تم جوان ہو اور اگر میرے من میں یہ دھوکہ ہوتا تو مہاراج میں اس سے بھی پہلے جب روپ کلی نے تم سے پہلی بار بات کی تھی۔"
"ایک راجہ کو اتنا فراخ دل ہونا چاہیے پیتو سنگھ، ورنہ راجہ نہیں رہتا۔" میں نے کس قدر سچ کہا تھا لیکن وہ بیوقوف میری کمی کو محسوس نہیں کر سکا تھا۔ اس کے بعد یہ بات کبھی اس سے روپ کلی کے بارے میں تذکرہ نہیں کیا لیکن دل میں میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پیتو سنگھ اگر جھکتا ہے تو اس کے لئے کچھ بہتر ہی سوچنا ہو گا۔
اس کے بعد کے دن خاموشی سے گزرتے گئے اور ایک طویل وقت گزر گیا۔ پیتو سنگھ باقاعدہ جنگ کی تیاریاں کر چکا تھا۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ تب ایک دن اس نے مجھ سے کہا۔
"میرے جیون میں پہلی بار یہ شبھ دن آیا ہے مہاراج، جب میں ایک راجہ ہونے کی حیثیت سے کسی سے جنگ کرنے جا رہا ہوں۔ آپ سارا منصوبہ جانتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے ساتھ چلنا چاہیں تو چلیں، ورنہ آپ یہاں آرام کریں۔"
"میں تمہارے ساتھ چلوں گا پیتو سنگھ۔"
"میری بھی یہی خواہش ہے۔ تو پھر تم تیار ہو جاؤ۔" راجہ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔
بالآخر پیتو سنگھ ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ ترکھانوں کی طرف چل پڑا۔ اس کے جوش اور دل کی امنگ سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اس جنگ کے معاملے میں کتنا پرجوش ہے۔ راستے میں بھی وہ مجھ سے گفتگو کرتا آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کے دل میں بچپن ہی سے یہ خواہش تھی۔ ترکھانوں کی داستانیں سن سن کر اس کے دل میں ان کے لئے نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور اس نے زندگی میں ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر کبھی اسے راجہ بننے کا موقع ملا تو وہ ترکھانوں کو ضرور نیچا دکھائے گا۔ "بڑے بڑے سورما اور خونخوار لوگ ہیں یہ مہاراج۔ انہوں نے ہمیشہ یہی سوچا ہے کہ ان کے علاقے ناقابل تسخیر ہیں۔ میں انہیں دکھاؤں گا کہ پیتو سنگھ کیا ہے۔" اس نے کہا تھا۔
بالآخر سفر کرتے ہوئے ہم دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ اس دریا کے کنارے ہم تھوڑے ہی عرصے پہلے دوبارہ آئے تھے۔ پہاڑوں کا حسن جوں کا توں تھا۔ پیتو سنگھ نے دریا کے کنارے لشکر اندازی کر لی۔ اور پھر اس نے مجھ سے کہا۔
"میرے لئے ایک بات بڑی حیرت کی ہے مہاراج!"
"کیا پیتو سنگھ؟"
"کیا ترکھانوں کو ہماری آمد کی اطلاع نہیں ملی ہو گی؟ مگر

نہیں ہے کہ انہیں ہمارے آنے کے بارے میں علم نہ ہو۔"
"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سرحدوں پر صف آرا ہو کر جنگ نہ کرنا چاہتے ہوں۔" میں نے کہا۔
"یہ تو ان کی ہمیشہ کی ریت ہے مہاراج۔ ہمیشہ پہاڑوں میں گھس کر لڑتے ہیں اور کبھی سامنے نہیں آتے۔ حالانکہ ان کی تعداد بہت کافی ہے۔ پر یوں لگتا ہے ان میں کبھی کوئی گرم خون پیدا ہی نہیں ہوا جو سامنے آ کر جنگ کرے۔"
"اپنا اپنا طریقہ جنگ ہے پیتو سنگھ، لیکن یہ طریقہ جنگ کافی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔
"ارے ہو گا تو دیکھا جائے گا۔ پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے مہاراج کہ اب ہم یہ دریا کس طرح پار کریں۔ میرا خیال ہے کیا گھوڑے دریا میں ڈال دیں۔ یا یہاں سے آگے جانے کے لئے کوئی آسان حل نکالیں۔"
میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ تب میری نگاہ کافی دور نظر آنے والے جنگل کی طرف اٹھ گئی۔ اونچے اونچے درخت کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"دریا کے اوپر پل بنایا جا سکتا ہے پیتو سنگھ، لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں ایک بار دریا عبور کرنا ہے، پل کی ضرورت کیا ہے؟"
"ہاں تمہارا خیال درست ہے پوران مہاراج، لیکن اگر پل بن جائے تو ہمیں جنگ میں آسانیاں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہم فوج کا تمام تر حصہ اس طرف نہیں لے جائیں گے بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہمارے لئے مدد آتی رہے گی۔ اور پھر ترکھان ہمارے علاقے میں بھی داخل نہیں ہونے پائیں گے۔"
"اوہ، یہ خیال ہے تمہارے ذہن میں تو پھر ٹھیک ہے۔ ان درختوں کو کاٹ کر ان کے تختوں سے پل بنایا جا سکتا ہے۔"
"کیا؟" پیتو سنگھ نے متحیرانہ انداز میں ان درختوں کی جانب دیکھا اور پھر بولا۔ "لیکن یہ تو بہت طویل کام ہو گا پوران۔ بڑا وقت لگ جائے گا اس میں۔ درختوں کو کاٹنا معمولی بات نہیں ہے اور پھر دریا کا پل!"
"میرا خیال ہے اگر تم پسند کرو تو اس سلسلے میں میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔
"وہ کس طرح؟"
"بات دراصل یہ ہے پیتو سنگھ کیا تم یہ پل بنانا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔
"بن جائے تو اچھا ہی ہے۔ آنے جانے میں بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی اور پھر جب ہم ترکھان علاقے فتح کر لیں گے تو ہمارا اس دریا سے رابطہ تو رہے گا ہی۔" پیتو سنگھ نے کہا۔
"ٹھیک ہے تو پھر تم مجھے اپنی فوج کے چند دستے دو۔ میں تمہارا پل تیار کرائے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور پیتو سنگھ نے گردن ہلا دی۔
فوجوں نے پڑاؤ ڈال لئے تھے۔ خیال یہ تھا کہ اس طرح ترکھانوں کو تجسس میں ڈال دیا جائے۔ وہ سوچتے کہ ہم آئے ہیں اور اس طرح ہم دریا کے کنارے رک کر ان کے صبر کا انتظار کریں۔ اسی دوران پل بھی تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے جن دستوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے منتخب کیا تھا انہیں لے کر جنگلات کی طرف چل پڑا۔ ضرورت کی چند چیزیں میں نے لے لی تھیں۔
ماضی شاہد ہے میں نے ہمیشہ وہ کام کئے جو عام لوگوں کے لئے ناقابل یقین تھے۔ اور جب میں نے وہ کر لیا جو کر سکتے تھے دوسرے، تو اس کے بعد دوسرے حیرانی سے میری شخصیت پر غور کرتے ہی رہ جاتے تھے۔ سو یہاں بھی یہی ہوا۔
طویل القامت درخت جنہیں کاٹنے کے لئے بڑی پریشانی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ اور یہ سوچا جا رہا تھا کہ انہیں کاٹنا آسان بات نہیں ہو گی اور مہینوں تک ان درختوں کو کاٹتے ہیں گزر جائیں گے۔ جب میری دسترس میں آئے تو میں نے ان لوگوں کو ششدر کر کے رکھ دیا۔ موٹے موٹے رسے درخت کے تنوں میں پھنسائے جاتے اور میں انہیں پکڑ کر کھینچتا۔
پہلی بار جب میں نے یہ کوشش کی تو پیتو سنگھ کے سپاہیوں نے مجھے اس انداز میں دیکھا جیسے میری ذہنی حالت پر شک کر رہے ہوں۔ وہ دبے ہونٹوں سے مسکراتے بھی تھے لیکن جب ایک درخت کی جڑ نے جگہ چھوڑ دی تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ پیتو سنگھ خود بھی پاگلوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ درخت کو اس کی جگہ سے ہلا کر میں نے نیچے گرا دیا اور دوسرا رسہ اٹھا لیا جو میں نے درخت میں ڈالا تھا۔ دوسرے رسے کو سنبھال کر میں دوسرے درخت کی جانب بڑھا اور چند ساعت کے بعد دوسرا درخت جڑ سے اکھڑ گیا تھا۔ یوں میں نے پانچ درخت جڑ سے اکھاڑ دیئے تھے۔ اور دیکھنے والے اپنی حیرت کے سمندر سے باہر نکل آئے تو پیتو سنگھ میرے پاس پہنچ گیا۔
"پوران، پوران، کیوں مجھے پاگل کئے دے رہے ہو۔" وہ متحیرانہ انداز میں بولا۔ اور میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔
"کیوں پیتو سنگھ کیا بات ہے؟"
"پوران تم، کیا یہ انسانی طاقت ہے۔ نہیں، بھگوان کی سوگند نہیں، یہ انسانی طاقت ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ تمہارا جادو ہے۔ وہی جادو پوران جو تمہیں آگ سے زندہ سلامت نکال لایا تھا۔"
"جو کچھ بھی تم سمجھو پیتو سنگھ، بہرحال میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ درختوں کو کاٹنے میں میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس پل کو تیار کرا دوں گا۔ سو میں اپنے وعدے کو پورا کر رہا ہوں۔"

"ہاں تم سب کچھ کر سکتے ہو۔" جیتو سنگھ نے پرخیال انداز میں کہا اور پھر اس کی آنکھیں خود بخود مسکرا اٹھیں۔ "مگر پوران کو ایک کام اور بھی تو کر سکتے ہو!"

"کیا؟"

"ترکھانوں سے جنگ میں کیا تمہارا ساتھ ہمارا کوئی مرد نہیں کر سکتا؟" اس نے پوچھا اور میں مسکرا اٹھا۔ اب جیتو سنگھ کو میری اہمیت کا احساس ہو اتھا۔ بہرحال میں خود کی زیادہ سے زیادہ اپنی حیثیت کا احساس دلانا چاہتا تھا تاکہ میں اگر کبھی اس سے کچھ کہوں تو وہ انکار نہ کر سکے۔

"جیتو سنگھ تم نے مجھے دوست کہا ہے۔ دوست بنایا ہے اور اسی لئے جب تم مجھے نظر انداز کر کے ترکھانوں سے جنگ کرنے کے لئے آ رہے تھے تو میں نے اپنی پیشکش کی۔ میں نے کہا تھا تمہارا ساتھ ملوں گا اس کی وجہ یہی تھی کہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تم بے فکر ہو ترکھانوں سے جنگ میں تم تنہا نہ ہو گے اور جب چاہو تم مجھے پکارو گے [illegible]

سے جنگوں [illegible] تو [illegible] کر [illegible]

تو مجھ سے دور [illegible] نقصانات [illegible] کسی کام آ سکتے تھے۔ [illegible] سکتا تھا پوران [illegible] بڑی حیثیت ہو گئے۔"

"[illegible] گذشتہ [illegible] اور دو [illegible] کرنے لگا۔ میری ہدایت پر جیتو سنگھ کے لوگ بہادری [illegible] ہو گئے۔ [illegible] کے تصور میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ [illegible] کے اور [illegible] گئے [illegible] دوستوں کی حیثیت [illegible] نے ان پر [illegible] کر [illegible] تعمیر [illegible] نہیں تھا [illegible] ہو [illegible] اور جب جیتو سنگھ [illegible] کے ساتھ تھی [illegible] لیکن [illegible] جیتو سنگھ [illegible]

[illegible]

[illegible] تمہارے [illegible]

[illegible]

کر سکتے ہو جو انسانی تصور سے بھی باہر ہے۔ میں تمہارے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ کیا صرف ایک راجہ جہاں کا راجہ ہونا ہی کافی ہے۔ نہیں پوران نہیں، تم جو کچھ ہو میں وہ نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود اگر تم مجھے کبھی کوئی حکم دو گے تو میں انکار نہیں کروں گا۔"

"میں نے گردن ہلا دی۔"

جیتو سنگھ بہت خوش تھا پھر اس نے جنگ کے بارے میں منصوبے بتائے اور ان منصوبوں میں بھی میرے مشورے کی مدد کی۔ میری دوست پر [illegible] گیا تھا۔

"تم نے ٹھیک کہا پوران۔ بلاشبہ پہاڑوں میں چھپے ہوئے ترکھانوں کو نکالنے کا یہی ایک طریقہ ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں۔" اور پروگرام کے مطابق ہمارا پہلا فوجی دستہ ترکھانوں کے علاقے میں داخل ہوا۔ وہ بستی جو ہم نے دیکھی تھی ویران پڑی تھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ کچے پکے مکانات بکھرے ہوئے تھے لیکن ان میں انسانی وجود مفقود تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ ترکھان پہاڑوں کی طرف چلے گئے ہیں اور یہ سوچنا تھا کہ طاقت [illegible] انہیں [illegible] کا علم نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے [illegible] پہاڑوں میں [illegible] کبھی ہو گی۔

چنانچہ ہم سب سے پہلے ان پہاڑوں کے [illegible] ڈھال بنائے ہوئے ترکھانوں کے سامنے پہنچا۔ اس کا سربراہ میں تھا اور میرے آگے کوئی ڈھال نہ تھی۔ ایک پہاڑی جگہ کو ہم نے [illegible] کے بعد ہم آگے بڑھے۔ ہم تقریباً [illegible] سوار تھے۔ یہ سب درختوں سے [illegible] ڈھال بنائے ہوئے [illegible] پکڑے ہوئے اور ان کے پیچھے [illegible] چھپائے ہوئے [illegible] بڑھ رہے تھے اور میں ان سب سے آگے تھا۔

پھر جب ہم پہنچے [illegible] پہاڑ کے نزدیک تو پہاڑ سے سامنے تھا تو ہمارے [illegible] ترکھان پہاڑی چٹانوں کے پیچھے چھپے تھے اور انہوں نے سب سے پہلی کوشش [illegible] تیروں کی [illegible] اور تیر میرے [illegible] سے ٹکرا کر [illegible] تیر جو ڈھالوں [illegible] آگے بڑھ رہا تھا [illegible] اشارہ کیا اور جیتو سنگھ کی فوج کے سپاہی [illegible] گئے۔

مجھے صرف [illegible] ترکھان۔ ان پہاڑی چٹانوں کو [illegible] تھیں اگر [illegible] کوشش [illegible] تو بلاشبہ ہماری ابتدائی کوشش ناکام ہو سکتی تھی۔ [illegible] ترکھان [illegible] پہنچ گئے [illegible] سے [illegible] ہو گئے تھے۔ [illegible] اور وہ [illegible] ہیں [illegible] بیٹھے ہوئے [illegible]

تو اب ہم نے ترکھان چٹانوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ وہ اپنے وہاں سے پسپائی اختیار کی اور بھاگنے لگے۔ بھاگتے ہوئے لوگوں کو نشانہ بنانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ یوں ناکام ہونے کے بعد ہم نے پہلا حملہ کر دیا اور ترکھانوں کا خاصا بڑا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔

دوسری جانب جیتو سنگھ باقی فوجی دستوں کے ساتھ دریا کے کنارے ایک لمبی پٹی پر ترکھانوں کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن ترکھانوں کی ہمت نہ پڑی کہ وہ ان پر حملہ کرتے۔ اس پہلی کامیابی کے بعد جب آدھی رات گزری تو ترکھانوں نے پہلی بار اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر جیتو سنگھ کی فوجوں پر شب خون مارا۔ شب خون میں بلاشبہ جیتو سنگھ کا نقصان ہوا تھا لیکن ترکھان زیادہ مارے گئے تھے۔ تب ہم نے دوسری حکمت عملی اختیار کی۔ یہاں سے باقی فوجوں کو سمیٹ لیا۔ ترکھانوں کو ہم ایک علاقے سے پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے تھے اس لئے ہمیں اب پہاڑوں کی طرف سے کوئی پرواہ نہیں تھی ہم نے اپنی تمام فوجیں اس علاقے میں بلوا لیں اور یہاں اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس کے بعد یہاں اپنے مکمل انتظامات کرنے کے بعد ہم آگے بڑھے اور یوں ہم ترکھانوں کے علاقوں پر علاقے فتح کرنے لگے۔ لاتعداد ترکھانوں کو ہم نے ہلاک کیا بے شمار گرفتار کئے اور گرفتار شدگان کے لئے ایک عظیم الشان کیمپ قائم کیا۔ کیمپ دراصل بہت بڑا قید خانہ تھا۔ اس قید خانے میں ان لوگوں کے لئے اچھی غذائی اجناس استعمال کی گئیں اور یہ میری جیتو سنگھ کو ہدایت کی، میری پہلی ہدایت تھی۔ میں نے کہا کہ جیتو سنگھ قیدیوں کو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ دی جائے اور نہ ہی انہیں کوئی ذہنی یا جسمانی اذیت دی جائے۔ انہیں صرف قید رکھا جائے۔ جیتو سنگھ نے جب اس کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے بتایا کہ دشمن کو زیر کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

"مگر یہ ترکھان ہیں جن سے میری بچپن کی دشمنی ہے۔"

"تم کیا چاہتے تھے جیتو سنگھ؟" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا!"

"کیا تم ان کو نسل کشی کر کے قتل کر دینا چاہتے ہو؟"

"ہاں میں ان سے شدید نفرت کرتا ہوں۔" جیتو سنگھ نے کہا۔

"لیکن مجھے تم سے اختلاف ہے جیتو سنگھ!"

"کیوں پوران!"

"اس لئے کہ تم ان سب لوگوں کو فنا نہیں کر سکو گے۔

ان میں سے تم نے تینوں کو بھی مار دیا ان کے رشتے دار ہمیشہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور ساری زندگی تم سے نفرت کرتے رہیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ جو لوگ جنگ میں مارے جائیں وہ تو ان کی تقدیر لیکن جو لوگ گرفتار ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے۔ یہی انسانی اصول ہے اور یہی تمہیں کرنا چاہئے چونکہ یہ ترکھان بلاشبہ تمہاری رعایا میں شامل ہو جائیں گے۔" میں نے کہا۔ اور جیتو سنگھ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے پوران یہ تمہارا حکم ہے تو میں اسے ضرور مانوں گا۔ حالانکہ میں ان لوگوں کا سخت دشمن تھا۔"

"دشمنی اپنی جگہ جیتو سنگھ۔ لیکن جو شخص تمہارے سامنے زیر ہو جائے پھر اس سے دشمنی نکالنے سے کیا فائدہ۔"

"مگر یہ بڑے پاپی ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ ساتھ بڑا برا سلوک کیا تھا۔"

"کیا؟"

"اس سے مہاراج جب ہم پہلی بار یہاں آئے تھے۔"

"اوہ ہاں۔ وہ بات ہمیشہ سے آج تک معمہ بنی ہوئی ہے۔ تم یہاں سے کس طرح واپس گئے۔"

"بس کس طرح واپس جاتے۔ ایک لڑکی آگئی تھی۔ اسے اٹھا لیا تو یہ سب پاپی چڑھ دوڑے۔ انہوں نے ہم پر حملہ کیا اور لڑکی کو چھین لیا اور اس وقت مجھے اس علاقے سے نکال دیا گیا۔ دریا پار کرا دیا گیا تب سے ان لوگوں کے لئے میرے من میں بڑا کرودھ ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اب یہ تمہاری پرجا ہے۔ تمہارے ماتحت ہیں اور ان سنو لڑکیوں کے سلسلے میں بھی اب تمہیں احتیاط کرنا ہو گی۔ ضروری نہیں ہے کہ تم انہیں بے دریغ استعمال کرتے رہو۔" میں نے کہا۔

"ابھی تو احتیاط کروں گا پوران۔ مگر میرا تو یہاں آنے کا مقصد ہی یہی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی ایک لڑکی کی خاطر مجھے دریا پار کرایا تھا اب میں ان کے سامنے ان کی [illegible] عزت کا جنازہ نکالوں گا۔"

"نہیں جیتو سنگھ تمہیں اس سے باز آنا ہو گا۔ یہ ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج تم تو مجھے کہانے کیا بنانے لگے ہو۔ اب اگر تم ترکھانوں کی لڑکیاں بھی میری اپنی نہ رہیں تو پھر میں زندہ رہ کر کیا کروں گا!"

"جیتو سنگھ، جیتو سنگھ۔ انسان کو بہرحال اعتدال میں رہنا چاہئے۔"

"جو تمہارا حکم پوران۔ میں اسے مانوں گا۔" جیتو سنگھ نے کہا اور میں نے دیکھا کہ خوش ہو کر اس کا تناؤ کھنچتا گیا۔

"تب تم دیکھو گے چیتو سنگھ کہ ترکھانوں کے پورے علاقہ پر تمہارا قبضہ ہوگا اور تمہاری سلطنت ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جائے گی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں پورن جی۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" چیتو سنگھ نے مسرت سے لبریز لہجے میں کہا اور میں اسے تسلیاں دینے لگا۔

اور پھر وقت نے بتا دیا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا، غلط نہیں کہا تھا۔ ہم ترکھانوں کے علاقوں پر فتح پہ فتح حاصل کرتے رہے۔ ترکھان گوندے کہ دن بدن جیسے پھرت سے دو پریشان تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات ترکھانوں کا ایک وفد جھنڈے لہراتا ہوا جو سفید رنگ کے تھے ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے اپنے ہتھیار چیتو سنگھ کے سامنے رکھ دیئے تھے۔

"ہم پانچوں ترکھان قبیلے کے سردار ہیں اور ہم پانچوں کے علاوہ ان قبیلوں کا اور کوئی سردار نہیں ہے۔ چیتو سنگھ مہاراج آپ نے جس انداز میں ترکھانوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دی، ہم آپ کو اس کی بدھائی دیتے ہیں۔ ایک بہادر دشمن کی حیثیت سے اور ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کی سیناؤں کے مقابلے میں ہم کمزور ثابت ہو چکے ہیں۔ حالانکہ ہم نے سپنوں میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ان پہاڑوں پر کوئی باہر کی طاقت حملہ آور ہو کر فتح پا سکتی ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ کچھ ایسی طاقتیں ہیں جو ہمارے سمجھ سے باہر ہیں۔ ہم ان طاقتوں سے نہیں لڑ سکتے چنانچہ ہم پانچوں سرداروں نے مل کر ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے اور ترکھانوں کے لئے پناہ مانگنے آئے ہیں۔" میں نے دوست میری طرف دیکھا اور پھر سامنے سر کر گردن ہلا دی۔ تب میں آگے بڑھا اور میں نے ان سے کہا۔

"مہاراج چیتو سنگھ ایک فاتح حکمران نہیں ہیں، وہ ایک رحمدل انسان ہیں۔ ترکھانوں کا ندی آزاد علاقہ ہمیشہ کالندی کے لئے پریشانی کا باعث رہا ہے۔ آپ لوگوں نے کالندی سے خراج وصول کیا ہے اور اگر کوئی طاقت ور راجہ کسی کو خراج دے تو یہ اس کا سب سے بڑا اپمان ہوتا ہے۔ ہم اس اپمان کو ختم کر کے آپ کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ ترکھانوں کی یہ درخواست مہاراج چیتو سنگھ سویکار کرتے ہیں اور انہیں پناہ دینے کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر ترکھانوں نے کوئی سازش کی کوئی چال کوئی بغاوت کی تو پھر ان کے لئے اس دھرتی پر کوئی پناہ نہیں ہوگی۔ کیا اس بات کو آپ تمام سردار قبول کرتے ہیں؟"

"دل و جان سے مہاراج۔ ہمیں اپنی جان پیاری ہے۔ ہم کالندی کے وفاداروں کی حیثیت سے باقی جیون گزار دیں گے۔"

"تو پھر سنو ترکھان سردارو۔ تمہاری سرداری قائم رہے گی۔ ترکھان علاقہ آزاد رہے گا تم لوگ نئی زمینوں پہ کاشت کرو گے اور اس سلسلے میں ریاست کالندی کے کارندے تمہاری مدد کریں گے۔ یہاں سے جو پیداوار ہوگی اس کے چار حصے ہوں گے جن میں سے ایک حصہ کالندی کو خراج کے طور پر بھیجا جائے گا۔ باقی تین حصے تمہارے اوپر ہی خرچ کئے جائیں گے۔ تم اپنے طور پر جتنی بھی پیداوار بڑھاؤ وہ تمہارا اپنا کام ہے۔ تم جتنی محنت کرو گے اس سے تمہارا ہی فائدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ دوسری ریاست کی سرحد کی نگرانی تمہیں کرنا ہوگی اور اگر کبھی تم نے دوسری ریاست سے مل کر بغاوت کی کوشش کی تو اس کا حق ہمیں ہے کہ ہم اس بغاوت کو کس طرح ختم کریں گے۔ تمہیں اس بات کے لئے ایک معاہدے پر دستخط کرنا ہوں گے۔"

"ہم تیار ہیں مہاراج۔" ترکھانوں کے سرداروں نے کہا اور ترکھان علاقے میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار بند کر دی گئی۔ راجہ چیتو سنگھ کو مکمل فتح حاصل ہوئی تھی۔

اس کے بعد چیتو سنگھ تقریباً ایک ماہ تک وہاں رکا۔ اس دوران میرے مشوروں سے وہ ترکھان کے علاقے میں اپنا اقتدار مضبوط کرتا رہا۔ اب وہ میری ہر بات آنکھیں بند کر کے مان لیتا تھا۔ پھر جب چند قابل اعتبار لوگوں کو عہدے دے کر ترکھانوں پر مقرر کر دیا اور تمام ضروری امور طے کرنے کے بعد ہم نے واپسی کی ٹھانی۔ چنانچہ فتح و کامرانی کو علم لئے ہم ترکھان علاقے سے واپس چل پڑے۔ "وہ پل اب بھی موجود تھا جو میری کاوشوں سے بنا تھا پل عبور کرتے ہوئے چیتو سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر میں تمہیں کالندی میں چھوڑ آتا پورن مہاراج تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ترکھانوں کے علاقے سے میری واپسی کس طرح ہوتی میری ان کامیابیوں میں تمہارا بہت بڑا ہاتھ ہے۔"

"ہاں لیکن بعض امور میں تم آج بھی مجھ سے اختلاف رکھتے ہو چیتو سنگھ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ نہیں مہاراج۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں اب مہاراج پورن کی کوئی بات نہ مانوں۔ کس بات سے آپ نے محسوس کیا ہے کہ میں آپ کی کسی بات سے اختلاف رکھتا ہوں؟" چیتو سنگھ نے تعجب سے پوچھا۔

"چیتو سنگھ ترکھان علاقہ تمہارے قبضے میں آچکا ہے اور اس کے علاوہ بھی ظاہر ہے کہ ایک طویل عمر پڑی ہے اور تم صرف کالندی میں بیٹھ کر حکومت نہیں کر سکو گے بلکہ فوجوں کو چاق و چوبند رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تم حرکت کرتے رہیں، وہ کالندی کو وسعت دیتے رہیں، تم اپنا ملک بڑا کرو گے۔ اتنے سارے لوگوں کو اپنا غلام بناؤ گے۔ لیکن کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ یہ سب تم کس لئے کر رہے ہو۔ آخر تمہارا وارث کون ہوگا؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو مہاراج؟" چیتو سنگھ کسی قدر سنجیدہ ہو گیا۔

"یہ کہ چیتو سنگھ کہ کالندی کا حکمران تمہارے بعد کون ہوگا؟ کالندی کا وہ شخص جو راجہ بننے کے قابل ہوگا۔" چیتو سنگھ نے جواب دیا۔

"نہیں چیتو سنگھ تمہارے چاہنے یہ بات نہیں سوچی گئی۔ سوچی تو میں نے بھی نہیں تھی پورن مہاراج۔ پر کس کی مت نے یہ بات دل میں ڈالی ہے؟"

"نہیں چیتو سنگھ ازل سے یہ تعلیم انسان کے دل میں رہا ہے۔ تم اس کو کیوں جھٹلا رہے ہو کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہیں باپ کہہ کر پکارے؟"

"اس کی وجہ آپ جانتے ہیں مہاراج۔ ایک عورت کا قول مجھے مرتے دم تک یاد رہے گا۔ میں روپ کلی سے شکست نہیں کھا سکتا۔ مہاراج پورن آپ وشواش کریں کہ اس نے جس لہجے میں کہا تھی اس میں بڑی نفرت تھی اور اس نفرت کا زہر میری رگ رگ میں بس گیا ہے مہاراج۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں نے آج تک کسی اور عورت سے بھی شادی نہیں کی۔ مجھے ڈر ہے مہاراج کہ کہیں روپ کلی کا قول پورا نہ ہو جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی رانی کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ میری پگڑی اچھالے۔ اور یہ بات میرے من میں اس طرح جم گئی ہے کہ اب نکالے نہیں نکلتی۔"

"مگر چیتو سنگھ عورت کے قول کا اعتبار کیا۔ وہ کمزور ہوتی ہے اور کمزور انسان ہر وہ بات کہہ دیتا ہے جو اس کے منہ میں آتی ہے جبکہ وہ خود بھی جانتا ہے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہونے کی ہمت نہیں رکھتا۔ تم دیکھ چکے ہو کہ اتنا عرصہ ہو جانے کے باوجود وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکی اور بگاڑ سکے گی بھی نہیں۔ میرا خیال ہے اب اسے معاف کر دو۔"

"مہاراج۔" چیتو سنگھ جیسے تڑپ گیا۔ "مہاراج آپ سنسار کا کوئی بھی کام مجھ سے کہیں گے بھگوان کی سوگند جیون بھر انکار نہیں کروں گا۔ لیکن میں بھی آپ کو بھگوان کی سوگند دیتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات کے لئے دوبارہ مجبور نہ کریں۔ میں آپ کی یہ بات ماننے کے بعد بھی نہیں مان سکتا۔" چیتو سنگھ نے مضبوط لہجے میں کہا اور میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔

"تمہاری مرضی چیتو سنگھ۔ میں نے تو ان تمام معاملات کو دیکھتے ہوئے یہ بات کی تھی۔ اگر تم نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

بات آئی گئی ہو گئی لیکن میں نے اندازہ کر لیا کہ چیتو سنگھ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو خاموشی سے کوئی بات مان لیتے ہیں اور اب میں وہ کرنے کے لئے مجبور تھا جو خود میں نے سوچا تھا اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

چنانچہ ہم سفر کرتے رہے اور جب میں اس مقام پر پہنچا جہاں سے مجھے اپنا کام کا آغاز کرنا تھا تو میں نے اپنا گھوڑا چیتو سنگھ کے گھوڑے کے بالکل برابر کر لیا اور پھر میں نے نہایت چالاکی سے چیتو سنگھ کے گھوڑے کی کمر میں خنجر کی نوک چبھو دی گھوڑا بے اختیار اچھلا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔

کوئی نہیں سمجھ سکا کہ گھوڑا اچانک کیوں بگڑ گیا ہے لیکن زخمی گھوڑے کو روکنا آسان کام نہیں تھا گو میں نے اپنا گھوڑا چیتو سنگھ کے گھوڑے کے پیچھے لگا دیا تھا لیکن میرا گھوڑا بھی اس رفتار سے نہیں دوڑ رہا تھا جس رفتار سے چیتو سنگھ کا گھوڑا بھاگ رہا تھا۔ چیتو سنگھ کی فوجیں اتنی پیچھے رہ گئی تھیں کہ اب آسانی سے ان کا ہم تک پہنچنا مشکل تھا۔

دفعتاً ایک بلند جگہ چیتو سنگھ کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ سنبھل نہ سکا لیکن چیتو سنگھ بری طرح گرا تھا اور پھر وہ اس بلند ٹیلے سے نیچے لڑھکنے لگا۔ یہ صورت حال میرے پروگرام میں نہیں تھی۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں چیتو سنگھ مر ہی نہ جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے گھوڑے کو چھوڑا اور خود اس ٹیلے پر دوڑنے لگا۔

چیتو سنگھ درمیان ہی میں رک گیا تھا لیکن وہ بری طرح زخمی ہو گیا تھا اس کے سر میں بھی چوٹ آئی تھی اور بدن تو کئی جگہ سے سخت زخمی ہو گیا تھا میں نے اسے جلدی سے اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالا اور پھر سمت بدل لی لیکن اس کے ساتھ میں پریشان بھی تھا پھر ایک آبشار کے کنارے جا کر میں نے چیتو سنگھ کے زخم صاف کئے اس کا لباس پھاڑ کر ان زخموں کو کسا۔ چیتو سنگھ بے ہوش تھا لیکن اس کی حالت تشویشناک نہیں تھی۔ میں نے اطمینان سے اسے گھوڑے پر ڈالا اور سمت بدل کر چل پڑا۔ یہ طویل راستہ میں نے اس لئے اختیار کیا تھا کہ کہیں چیتو سنگھ کی فوجیں اسے تلاش کرتی ہوئی یہاں تک نہ پہنچ جائیں۔

چیتو سنگھ کو گھوڑے پر ڈالے ڈالے میں نے کافی طویل سفر کیا تھا لیکن وہ اس دوران ہوش میں نہیں آیا۔ یوں بھی اس کے بدن سے کافی خون بہہ گیا تھا کالندی پہنچ جا آخر سے دور اس محل میں پہنچ گیا جہاں روپ کلی مقید تھی۔

محل کے باہر پہرہ داروں نے میرا راستہ روکا تو میں نے چیتو سنگھ کو سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "بے وقوفو۔ دیکھ نہیں رہے مہاراج چیتو سنگھ زخمی ہیں۔ ہٹو مجھے اندر جانے دو۔" اور چیتو سنگھ کو اس حال میں دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے۔

روپ کلی کو خبر ملی تو وہ پاگلوں کی طرح دوڑی چلی آئی۔ چیتو سنگھ کو اس حال میں دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ غم کے تاثرات ہیں یا خوشی کے کیسی عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔

"انہیں کیا ہو گیا پورن جی؟" اس نے پوچھا۔

گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گیا ہے روپ کلی۔ لیکن تم فوراً ایک کام کرو۔"

"کیا مہاراج؟"

"محل کے ایک ایک فرد سے کہہ دو کہ کسی کو پیتو سنگھ کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔ خواہ کوئی اہم ترین آدمی کیوں نہ آئے۔ مہاراج کو اپنے دشمنوں سے خطرہ ہے۔"

"ٹھیک ہے میں کہے دیتی ہوں۔" روپ کلی کے انداز میں وہ تڑپ وہ جوش نہیں تھا جو ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بھی اپنی جگہ درست تھی جو زندگی وہ گزار رہی تھی وہ تبدیلیوں سے کہیں بدتر تھی ان حالات میں اس کے دل میں پیتو سنگھ کا اور کیا مقام ہو سکتا تھا۔ بہرحال وہ ہدایات جاری کرنے کے بعد واپس آ گئی۔

پیتو سنگھ کو اب ہوش آ رہا تھا۔ میں نے روپ کلی کو یہاں سے چلتا کیا اور روپ کلی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ پیتو سنگھ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ بار بار پلکیں جھپکا رہا تھا اور پھر اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں کہاں ہوں۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ میں کہاں ہوں؟"

"گھبراؤ نہیں پیتو سنگھ۔ تم محفوظ ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"پورن جی، پورن جی۔ تم کہاں ہو۔ سامنے آؤ۔ تم مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے ہو۔ تم کہاں ہو پورن مہاراج؟" اور میں نے گہری سانس لی۔ غالباً خون بہہ جانے کی وجہ سے پیتو سنگھ کی آنکھیں اندھیری ہو گئی تھیں۔ میں نے ان آنکھوں کو غور سے دیکھا ان میں چمک موجود تھی۔ گویا وہ اندھا نہیں ہوا تھا بس وقتی کمزوری کی وجہ سے بینائی متاثر ہو گئی تھی۔

"میں تو تمہارے سامنے ہوں پیتو سنگھ۔"

"مگر مگر میں تمہیں دیکھ کیوں نہیں سکتا۔ کیا میں، کیا میں اندھا ہو گیا ہوں؟"

"نہیں پیتو سنگھ۔ یہ وقتی کمزوری ہے۔ تمہاری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"مگر مجھے ہوا کیا ہے۔ مجھے کیا ہو گیا پورن مہاراج؟" پیتو سنگھ روندھی آواز میں بولا۔

"آپ کا گھوڑا بدک گیا تھا۔ اور آپ اس سے گر پڑے تھے۔"

"آہ۔ کیا میں محل میں ہوں۔ کیا آپ مجھے محل لے آئے ہیں؟"

"نہیں۔ لیکن یہ جگہ بہت اچھی ہے۔ تمہاری راجدھانی میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کی پوربی سرحد میں ہے۔ ہم لوگ یہ گھر ایک شریف اور رحمدل عورت کا ہے جو نہایت ضعیف ہے اس کی نوجوان بیٹی دل و جان سے تمہاری تیمارداری کر رہی ہے۔"

"لیکن اب کیا ہو گا؟"

"تم مجھے جانتے ہو پیتو سنگھ۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ایک آدھ ماہ میں تمہاری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی اور تم اطمینان سے واپس جا سکو گے۔"

"مگر مہاراج کسی طرح بھی مجھے کالندی لے چلیں۔ میں کلوونڈی جانا چاہتا ہوں۔" پیتو سنگھ نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں پیتو سنگھ ان حالات میں تمہارا سفر کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہیں لے جاؤں گا۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ جونہی تمہاری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی ہم تم دونوں کلوونڈی واپس چلیں گے یا کم از کم تم اس قابل ہو جاؤ کہ گھوڑے پر سفر کر سکو۔ اس حالت میں تمہارا سفر کرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پیتو سنگھ بے چارگی سے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

تب میں نے اسے مطمئن رہنے کے لئے کہا اور پھر اٹھ کر اس کمرے سے نکل آیا۔ دوسرے کمرے میں روپ کلی حیران و پریشان بیٹھی ہوئی تھی اس نے مجھے دیکھا اور کہا۔

"یہ سب کیا ہے پورن مہاراج؟"

"روپ کلی جو کچھ بھی ہے تم یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ تمہاری منوکامنا پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

"مہاراج!" وہ عجیب سے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن پھر اس کی نگاہیں جھک گئیں۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی نمودار ہو گئی تھی۔ تب اس نے مجھے دیکھا اور دھیمے لہجے میں بولی۔ "مہاراج کیا آپ مجھے میری منوکامنا پوری کرنے کا موقع دے دیں گے۔"

"ہاں روپ کلی۔ میں اسی لئے اسے یہاں تک لایا ہوں۔"

"آپ۔ آپ لائے ہیں مہاراج؟"

"ہاں یہی سمجھو۔ لیکن مجھے بتاؤ کیا تم ان حالات میں اپنا مقصد حل نہیں کر سکتیں۔ مجھے بتاؤ روپ کلی کیسے یہ تو یہ سب کچھ کیا ہے۔ وہ تمہارے [illegible] نہیں ہے۔"

"نہیں مہاراج بالکل نہیں۔ میں تو مرتے دم تک آپ کا یہ احسان یاد رکھوں گی۔ آپ نے یہ سب کچھ [illegible] لئے کیا ہے مہاراج بھگوان کی سوگند میں آپ کو دیوتا مان چکی ہوں۔ آپ نے میری آرزو پوری کرنے کے لئے جو کچھ کیا ہے بھگوان آپ کو اس کا صلہ دے گا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم خوش ہو روپ کلی۔ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے۔ لیکن تمہیں نہایت احتیاط سے اپنا کام کرنا ہو گا۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ یہ پوربی سرحد کا ایک مکان ہے اور یہاں ایک بزرگ عورت اور اس کی نوجوان بیٹی رہتی ہے جو تمہاری خدمت کر رہی ہے۔ تمہیں ان باتوں کا خیال رکھنا ہے۔"

"میں خیال رکھوں گی مہاراج۔"

"اس کے علاوہ ممکن ہے پیتو سنگھ کی تلاش میں لوگ یہاں آئیں۔ تم پہریداروں کو اور سمجھا دینا۔"

"آپ چنتا نہ کریں۔ اب میں سب ٹھیک کر لوں گی۔" روپ کلی نے کہا اور میں چپ ہو گیا۔ چونکہ اب میں پیتو سنگھ کے ساتھ آیا تھا اس لئے یہاں میرے قیام کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں بھی ایک آرام دہ کمرے میں پڑ گیا۔

دن گزرا، رات گزر گئی۔ دوسرا دن آ گیا۔ تب روپ کلی نے مجھے بتایا کہ پیتو سنگھ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ دوڑ میں پیتو سنگھ کے پاس پہنچ گیا اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میرے قدموں کی آہٹ پہچان کر اس نے مجھے آواز دی۔

"میں ہی ہوں پیتو سنگھ۔"

"آؤ۔ یہ جگہ بہت اچھی ہے پورن مہاراج۔ میرا من تو ایک ہی دن میں یہاں خوب لگ گیا۔"

"کل تو تم بڑے گھبرا رہے تھے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کل کی بات اور تھی مہاراج۔" پیتو سنگھ بھی مسکرا دیا۔

"ہاں کل کی بات اور تھی اور آج اور ہے۔ ایک خوبصورت بے پناہ حسین خدمت گار جو مل گئی ہے تمہیں۔ اس کے سوا اور کیا چاہیے پیتو سنگھ۔" میں ہنس پڑا اور پیتو سنگھ بھی ہنسنے لگا پھر رازدارانہ انداز میں بولا۔

"کیا وہ بہت سندر ہے مہاراج؟"

"تم نے کیا اندازہ لگایا۔"

"میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ ٹٹول کر دیکھا تھا۔ روپ کی کلی معلوم ہوتی ہے۔ بڑی میٹھی آواز ہے [illegible] باتیں کرتی ہے کہ من ڈول ڈول جاتا ہے۔" پیتو سنگھ شوخ لہجے میں بولا۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے پیتو سنگھ؟"

"ابھی تو نہیں مہاراج ابھی نہیں۔" پیتو سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

پیتو سنگھ جتنی دیر میں اس کے پاس بیٹھا اس لڑکی کی باتیں کرتا رہا جس نے اپنا نام شکنتلا بتایا تھا۔ وہ شکنتلا کی اداؤں کے بارے میں بتاتا رہا اور میں اس کی نادانی پر مسکراتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ گیا۔ یوں دن گزرتے رہے اور تقریباً بیس بائیس دن اس طرح گزر گئے کہ پتہ بھی نہیں چلا۔ ابھی تک پیتو سنگھ کی سینا کا کوئی آدمی اس طرف نہیں آیا تھا۔ شاید ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی تھی۔ مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ راجدھانی میں پیتو سنگھ کے لئے کیا کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ ایک بات میرے ذہن میں تھی وہ یہ کہ کہیں وہ لوگ پیتو سنگھ کو مردہ نہ سمجھ لیں اس کی سلطنت کو زوال نہ آ جائے۔ چنانچہ ایک دن میں نے روپ کلی سے کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے کچھ دن کے لئے کلوونڈی جانا چاہیے۔ میں خاص خاص لوگوں کو بتا دوں گا کہ پیتو سنگھ خیریت سے ہے اور بہت جلد واپس آ جائے گا۔ میرا جانا اس لئے بھی ضروری ہے روپ کلی کہ کہیں پیتو سنگھ کی غیر موجودگی میں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے مہاراج آپ چلے جائیں اور یہاں کے بارے میں بالکل چنتا نہ کریں۔" روپ کلی نے جواب دیا۔

چنانچہ میں کلوونڈی کی طرف چل پڑا اور سفر کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ بے شک وہاں کے حالات بہت خراب تھے۔ راجہ کے غائب ہونے سے ارکان حکومت سخت پریشان تھے۔ میں نے انہیں تسلی دی اور بتایا کہ مہاراج پیتو سنگھ خیریت سے ہیں اور بہت جلد واپس آ جائیں گے۔ میرے اس بیان کا اعلان کر دیا گیا۔ بے شمار سوالات لوگوں نے مجھ سے کئے لیکن میں نے ٹال دیا۔ البتہ ان سب کے لئے میں نے پیتو سنگھ کی ہدایات پہنچا دیں گو یہ میری اختراع تھی لیکن جس طرح میں نے سمجھے ہوئے حالات سنبھال لئے تھے اور کچھ عرصے تک اطمینان کرنے کے بعد میں واپس روپ کلی کے محل پہنچ گیا۔

پیتو سنگھ مہاراج اب ٹھیک ہو گئے تھے۔ لیکن آنکھوں کی پٹی ابھی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے انہیں راجدھانی کے حالات سنائے اور وہ چونک پڑے۔ "تم مجھے بتائے بغیر یہاں سے چلے گئے پورن مہاراج لیکن یہ کام تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ میں تمہارے یہ احسانات کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"تمہارا اب کیا ارادہ ہے پیتو سنگھ۔ چلو گے نہیں؟"

"میری پٹی اب کھلے گی مہاراج۔ ہاں میں شکنتلا کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کیونکہ میں اسے رانی بناؤں گا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں اسے رانی بناؤں گا۔" میں نے اسے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ میں نے پہلی طرح اندازہ لگا لیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے انتہائی قریب ہو چکے ہیں۔ تب ایک دن میں نے روپ کلی سے بات کی اور اس نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ یہاں سے نکلنے کے لئے ایک منصوبہ بنایا تھا اور پھر ایک دن اس منصوبے پر عمل کر لیا گیا۔ اس کمرے کے قریب زوردار شور ہنگامہ کیا گیا جہاں پیتو سنگھ لیٹا ہوا تھا۔ اور میں نے [illegible] ہوا [illegible] پیتو سنگھ کو تیار کر کے [illegible] شکنتلا اور اس کی ماں کو ہلاک کر دیا [illegible] اور اب لوگ ان کی تلاش کر رہے [illegible] گرفتار [illegible] شکنتلا کی موت [illegible]

کلونڈی کے محل میں ہیتو سنگھ کی آمد سے کھلبلی مچ گئی۔ لوگوں کے دلوں میں جو اندیشے سر ابھار رہے تھے وہ ختم ہو گئے تھے۔ پوری راجدھانی کے وید اور حکیم اس کی تیمارداری کے لیے جمع ہو گئے۔ اور وہ اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے۔

اور پھر دوسرے دن اس کی آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی۔ ہیتو سنگھ نے سب کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا آپ کو ٹھیک نظر آ رہا ہے مہاراج؟" دھڑکتے دلوں سے لوگوں نے پوچھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔" ہیتو سنگھ نے اضمحلال سے جواب دیا۔ دوسرے لوگ تو اس اضمحلال کی وجہ نہیں جانتے تھے لیکن میں اس سے پوری طرح واقف تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن پر شکنتلا کی موت چھائی ہوئی ہے۔ بہرحال ہیتو سنگھ کی واپسی کی خوشیاں منائی جانے لگیں اور یہ ایسی عام باتیں تھیں جن سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں اپنے طور پر مصروف رہا۔ اپنے بارے میں، میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں کے ماحول سے مجھے کوئی اکتاہٹ نہیں تھی۔ میری زندگی کا تو ایک یکساں انداز تھا، پر دنیس سو جہاں بھی گزر جاتا۔

میرا خیال تھا کہ ہیتو سنگھ چند روز یا زیادہ سے زیادہ چند ہفتوں میں شکنتلا کو بھول جائے گا۔ لیکن ہیتو سنگھ کی فطرت میں بڑی تبدیلی آ گئی تھی۔ اس واقعے کو اب تقریباً سات ماہ گزر چکے تھے لیکن ہیتو سنگھ درست نہیں ہوا تھا۔ راج پاٹ سنبھالنے کا مسئلہ وہ دلچسپی لیتا تھا لیکن پہلے جیسی شوخی اور دلچسپی نہیں رہی تھی۔ تب ایک شام میں نے اس سے کہا۔

"تمہارے ذہن میں ابھی تک اس کا خیال موجود ہے ہیتو سنگھ؟"

"کس کا مہاراج؟"

"شکنتلا کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور ہیتو سنگھ کے چہرے پر غم کے آثار ابھر آئے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"آپ کا خیال درست ہے پورن جی۔"

"لیکن کب تک اس کے لیے افسردہ رہو گے ہیتو سنگھ؟"

"شاید جیون بھر مہاراج۔"

"یہ تمہاری ذات میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ پہلے تو تم عورت کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے احساس ہے مہاراج پر میں کیا کروں۔ لاکھ کوشش کرتا ہوں مگر من سے اس کا خیال نہیں مٹتا۔ اس کی مدھر آواز میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہے۔ وہ صرف عورت ہی نہیں تھی مہاراج بلکہ اس کے وجود میں ایک ایسی کشش تھی جسے میں فراموش نہیں کر سکتا۔ آج بھی مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ زندہ ہو مجھے آواز دے رہی ہو۔"

"اب تو طویل عرصہ گزر چکا ہے ہیتو سنگھ۔ خود کو سنبھالو۔"

"میں تو بہت کوشش کر رہا ہوں۔ مگر ہار گیا ہوں میں مہاراج۔ نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ مجھے تو یہ افسوس بھی ہے کہ میں اس کی صورت تک نہ دیکھ سکا۔ بس وہ ایک سپنے کی طرح میرے جیون میں آئی اور پھر آنکھ کھل گئی۔"

"ہاں بعض خواب ایسے ہی ہوتے ہیں ہیتو سنگھ۔ مگر اب کیا ارادہ ہے؟"

"کیا مطلب مہاراج، کس ارادے کی بات کر رہے ہیں؟"

"کیا تم پوری زندگی ایسے ہی گزار دو گے؟"

"تو پھر کیا کروں گا؟"

"اپنی نسل کو آگے نہیں بڑھاؤ گے؟"

"شاید بھگوان کو یہی منظور نہیں ہے۔"

"بھگوان کو کیوں دوش دیتے ہو۔ یہ تو تمہارے اپنے ہاتھ کی بات ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میرے ہاتھ کی بات؟" وہ سوالیہ انداز میں بولا۔

"ہاں کسی خوبصورت سی لڑکی کو رانی بنا لو۔ اس سے تمہارے ہاں اولاد پیدا ہو گی۔ کرشن سنگھ کا نام تو زندہ رہنا چاہیے تھا۔"

"اگر جیون میں کسی عورت کو رانی بنانے کا خیال آیا مہاراج تو بھگوان کی سوگند وہ شکنتلا تھی۔ میں نے سوچا کہ اس لڑکی کو رانی بنا لوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ مگر..."

"تو پھر دوسرا ہی کام کرو ہیتو سنگھ۔"

"وہ کیا مہاراج؟"

"روپ کلی کا قصور معاف کر دو۔ کتنا طویل عرصہ گزر گیا۔ تم نے اس کے ارادوں کو شکست فاش دی ہے۔ کیا وہ ساری زندگی اپنا انتقام پورا کر سکتی ہے۔ اگر وہ اپنا انتقام لے سکتی تو اتنے دن خاموش نہ بیٹھی رہتی۔ اس لیے اب اسے رانی کی حیثیت سے محل میں لے آؤ۔"

"بھگوان کی سوگند مہاراج۔ یہ کبھی نہ ہو گا۔ ایسا کبھی نہ ہو گا۔ مجھے اس کے وجود سے نفرت ہے۔ اس نے میرا اپمان کیا تھا۔ مر وہ کی نا عبث ... جائے تو پھر کبھی نہ جڑتی۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں مگر روپ کلی کے لیے کوئی لچک نہیں پیدا کر سکتا۔ اسے اسی محل میں بڑھاپا ہو گا۔ میں تو بس اس کی ارتھی میں شریک ہو جاؤں گا اور جب اس کی ارتھی جلائی جا رہی ہو گی تو میں اس سے سوال کیا کروں گا۔ کیوں روپ کلی، کہاں گیا تیرا روپ، سمان کہاں گیا تیرا۔ جیون بھر آگ میں جلتی رہی اب آخری آگ میں بھی جل جا۔"

ہیتو سنگھ کا چہرہ انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو دل سے کبھی کینہ نہیں نکالتے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو کچھ سمجھانا فضول ہوتا ہے۔ البتہ حقیقت حال سے میں واقف تھا۔ روپ متی کا روپ ماند پڑ رہا تھا۔ وہ کامیابی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسی دن میرے ذہن میں خیال آیا کہ اس کا جائزہ تو لوں۔ وہ کس حال میں ہے۔ کافی دن گزر گئے تھے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی یا نہیں۔ چنانچہ میں نے ہیتو سنگھ سے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی لیکن کبھی اس کی خبر تو لے لیا کرو ہیتو سنگھ۔"

"محل میں اس کے لیے سب کچھ ہے مہاراج۔ میں نے خود لوگوں کو [illegible]

تو دیا رکھا ہے انہیں بھی ہدایت کی تھی کہ روپ کلی کے بارے میں کوئی خبر مجھے نہ دیں صرف ایک اطلاع دینے آئیں کہ وہ مر گئی۔ اس سے قبل اس کے بارے میں کوئی اطلاع دینے آیا تو اس کی گردن اتار دی جائے گی۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور ہیتو سنگھ مسکرا کر مجھے دیکھنے لگا۔

"میں نے آپ کو تو منع نہیں کیا ہے پورن مہاراج۔"

"کس بات سے ہیتو سنگھ؟"

"آپ جس طرح من چاہے رنگ رلیاں منائیں بلکہ میری مانیں تو کچھ عرصہ ترکھانوں کے علاقے میں گزار آئیے۔ وہاں کی سندریاں آپ پر جان دے دیں گی۔"

"ہاں میں سوچ رہا ہوں ہیتو سنگھ کہ کچھ وقت گھوم پھر کر گزار دوں۔"

"جو من چاہے کریں مہاراج۔ ہیتو سنگھ کی راجدھانی میں آپ کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔" ہیتو سنگھ نے جواب دیا۔ اور میں اس کے پاس سے اٹھ آیا۔ ہیتو سنگھ کیا حیثیت رکھتا تھا میرے لیے تو دنیا بھر میں آج تک کسی نے روک ٹوک نہیں کی تھی۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ اور میرا رخ اب روپ کلی کے محل کی طرف تھا۔ اس بار میں چھپ کر نہیں گیا تھا کیونکہ سب جانتے تھے کہ میں ہیتو سنگھ کا دوست تھا۔ میں اس کے ساتھ آ چکا تھا۔ روپ کلی نے بڑی محبت کے ساتھ میرا استقبال کیا تھا اور اسے دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی تھی۔ اس کا پھولا ہوا پیٹ اس کے مشن کی کامیابی کی اطلاع دے رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ بہت شرمائی لیکن میں نے اسے تسلیاں دیں۔

"بھگوان نے ایک کمزور عورت کی لاج رکھی ہے مہاراج۔" وہ بولی۔

"ہاں روپ کلی میں بھی تمہارے ساتھ خوش ہوں۔"

"سوامی کے کیا حال ہیں؟"

"بہت بدل گیا ہے۔ شکنتلا کی یاد کو اپنے دل سے نہیں نکال سکا۔"

"اور روپ کلی کو؟" روپ کلی نے پوچھا۔

"اسے بھی۔ لیکن اس کے لیے ہیتو سنگھ کے دل میں آج بھی انتقام سلگ رہا ہے۔ وہ روپ کلی کو سارا جیون معاف نہیں کرے گا۔"

"میں بھی اسے سارا جیون معاف نہیں کروں گی مہاراج۔ اب تو بھگوان بھی میرے ساتھ ہے اور تم بھی۔ مگر مہاراج...؟" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کہو روپ کلی۔"

"من میں ایک بات ہے مہاراج۔ پر کہاں تک آپ کے احسانات کا بوجھ اٹھاؤں۔"

"کہو روپ کلی۔ میں تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"بھگوان نے چاہا تو میرے ہاں بیٹا ہی پیدا ہو گا مہاراج۔ مگر ایک اور خوف دل میں بار بار ابھرتا ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"اسے اس قابل کون بنائے گا مہاراج کہ وہ امان بن سکے۔ یہاں کون اس کی تربیت کرے گا کون اس کی دیکھ بھال کرے گا؟"

"کیا چاہتی ہو روپ کلی؟" میں نے پوچھا۔

"چھوٹا منہ بڑی بات۔ اس سے پہلے جب سے آپ ملے پورن جی۔ میں نے آپ سے کچھ نہ کچھ مانگا ہی ہے کچھ بھی نہیں دیا آپ کو۔ اور اب تو جیون میں دینے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ اور مانگنے کو بہت کچھ ہے۔ سو مانگوں گی تو سہی منع کر دیں گے برا تو نہیں مانوں گی۔ کیا آپ میری یہ سہائتا بھی کریں گے؟ کیا آپ میرے بیٹے کو طوفان بنانے میں میری مدد نہیں کریں گے؟"

"میں نے پہلے تمہیں کس بات کو منع کیا ہے روپ کلی۔ ٹھیک ہے یہ فرض بھی میں انجام دوں گا لیکن اس سے میرا تمہارے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہو گا۔ تمہارا بیٹا جب چار سال کا ہو جائے گا تب میں تمہارے پاس آؤں گا!"

"دھن دھن مہاراج سنسار میں میرا کوئی نہیں ہے۔ بھگوان آکاش پر ہے اور دھرتی پر آپ ہیں۔ مجھے وچن دیں کہ آپ ضرور آئیں گے۔" روپ کلی نے درد بھری آواز میں کہا اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ کچھ وقت اس کے ساتھ گزار کر پھر میں وہاں سے چل پڑا۔ زمین بے حد وسیع ہے اور اس پر لاتعداد واقعات بکھرے ہوئے ہیں۔ ہر ذرے کی اپنی ایک کہانی ہے اور سلسلہ روز و شب یونہی جاری ہے اور جاری رہے گا۔ میں ترکھانوں کے علاقے میں گیا اور پھر وہاں سے میں نے جیر بھوگ کی سرحد پار کی اور ہیتو سنگھ کی حدود سے نکل گیا۔ وہاں والوں نے مجھے کچھے نام دیے اور میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا۔ وہ کہانیاں اپنا الگ رنگ رکھتی ہیں اور اگر میں انہیں اس داستان میں شامل کروں تو یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہو جائے گا۔ اس طرح انسانوں کے حساب سے چار یا ساڑھے چار سال میں نے دوسری جگہوں پر گزارے۔ روپ کلی سے کیا ہوا وعدہ مجھے یاد تھا چنانچہ میں نے جب حساب لگایا اور ستاروں نے مجھے میرا قول یاد دلایا تو میں واپس ہیتو سنگھ کی زمین پر پہنچ گیا۔ ترکھانوں کے علاقے میں ہیتو سنگھ کے خلاف بغاوت سر ابھار رہی تھی۔ لیکن نہ مجھے ہیتو سنگھ سے ہمدردی تھی اور نہ ترکھانوں سے۔ جب میں نے اپنے لیے دوسرے مشن کا انتخاب کر لیا تھا تو پھر میں کسی نئے کام میں نہیں الجھنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے دوسری سمتوں سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور میرا گھوڑا برق رفتاری سے اس محل کی طرف دوڑنے لگا جہاں روپ کلی موجود تھی۔

محل کے قرب و جوار میں تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ اب اس کے اطراف ایک خوبصورت باغ بکھرا ہوا تھا۔ اس باغ میں ایک حوض کے قریب مجھے روپ کلی اپنے بیٹے کے ساتھ مل گئی۔ شکل و صورت سے بھی اب وہ ماں نظر آنے لگی تھی۔

میرے گھوڑے کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور پھر اس

کی آنکھوں سے آنسو برس پڑے۔ وہ دوڑ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی اور آنسو بہانے لگی۔ میں نے گھوڑے سے اتر کر اسے سہارا دیا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس سے بہت ہمدردی تھی۔ پھر میں نے اس کے بیٹے کو دیکھا۔ انتہائی خوبصورت اور چست و چالاک بچہ تھا۔

میں نے اسے اشارے سے بلایا تو وہ میرے پاس آ گیا۔

"کشکا۔ انہیں پہچانتے ہو؟" روپ کلی نے پوچھا۔

"پہچانتا ہوں ماتا جی۔" بچے نے جواب دیا۔

"کون ہیں یہ؟" روپ کلی نے پوچھا۔

"جنگل میں آدھی رات کو جب کا شیر چنگھاڑتے ہوئے خاموش ہو جاتا ہے۔ خون کے پیاسے شکاری بھیڑیوں کا غول جب گپھاؤں میں جا چھپتا ہے تو پرندے حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں تب وہ ایک ایسے منش کو دیکھتے ہیں جس کا بدن سونے کا ہے۔ اور جس کا یونا تاتا بے نظیر ہے۔ تب وہ مسکراتا ہے اور معصوم پرندوں کو یوں لگتا ہے جیسے درندوں کا راج ختم ہو گیا ہو۔ اور یہ مسکراہٹ ہے۔ میرے ماما جی مہاراج کی۔ یہ میرے ماما جی مہاراج ہیں۔" بچہ اچھل کر میری گردن میں لٹک گیا۔ میں اس کی زبان سے یہ سب کچھ سن کر حیران رہ گیا تھا۔

"میں کون ہوں تمہارا؟"

"ماما جی مہاراج۔"

"اور یہ جو تم نے کہا۔ وہ تمہیں کس نے سکھایا؟"

"ماتا جی نے۔" اس نے جواب دیا۔

"مگر تم مجھے پہچان کیسے گئے؟"

"اس لیے کہ جنگل کے بھیڑیے خاموشی سے گپھاؤں میں جا چھپے ہیں اور تمہارا بدن سونے کا ہے۔" بچے نے جواب دیا۔

"اوہ روپ کلی۔ بہت پیارا بچہ ہے تمہارا۔ کیا نام ہے اس کا؟"

"کشکا۔" روپ کلی نے جواب دیا۔

"نام پسند آیا آپ کو ماما جی مہاراج؟" بچے نے پوچھا۔

"بہت۔" میں نے اسے چوم کر کہا۔

"ماتا جی۔ دیکھو ماما جی نے مجھے پیار کیا۔" بچہ خوشی سے بولا۔

"میں نے کہا تھا نا کشکا۔"

"میں نے مانا بھی تو تھا نا ماتا جی۔" بچہ شرارت سے بولا۔ اور روپ کلی ہنسنے لگی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"اب تو نہیں جائیں گے کہیں پورن مہاراج۔ اب تو سمے آ گیا ہے کہ آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔"

"ہاں روپ کلی۔ اور یقین کرو میں اسی وعدے کو پورا کرنے کے لیے بہت دور سے آیا ہوں۔"

"میں جانتی تھی مہاراج۔ بھگوان کی سوگند میں جانتی تھی کہ تم نے جو کہا ہے اسے ضرور پورا کرو گے۔ اور میں یہ بھی جانتی تھی کہ میرے بھاگ ضرور کھلیں گے ایک نہ ایک دن۔ اور شاید وہ دن قریب آ گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بچے کو گود میں لیے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اور سناؤ پیتو سنگھ کے کیا حال ہیں؟"

"کچھ نہیں معلوم۔ تب ہی سے کچھ پتہ نہیں۔ بس یہاں کے دن رات جوں کے توں چل رہے ہیں۔"

"ہوں۔ سکھ راج مہاراج کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا؟" میں نے سوال کیا اور روپ کلی کے چہرے پر اداسی تیر گئی۔

"نہیں بالکل نہیں۔ بس بھگوان سے ان کے لیے دعائیں کرتی رہتی ہوں۔ اور پھر ان سے تو ہمارا ناطہ اسی دن ٹوٹ گیا تھا جب وہ محل میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے سوچ لیا تھا کہ پیتو سنگھ بھلا کیا ہمیں ان کے درشن کرائے گا۔ بہرصورت بھگوان جب تک انہیں جیون دے سکھی رہیں۔" روپ کلی اداس لہجے میں بولی۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ مزید حالات پوچھنا ہی بیکار تھا۔ روپ کلی یہاں وہی خاموشی اور تنہائی کی زندگی گزار رہی تھی۔ اس زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں تھی سوائے کشکا کے۔ کشکا اس کی زندگی میں امیدوں کے پھول لے کر آ گیا تھا۔ اور اب وہ اسی کی ذات میں خوش تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ روپ کلی بہت خوش نظر آتی ہے۔ بچہ بھی اس کا بہت پیارا تھا۔

تب پروفیسر میں نے اس سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کشکا کو میں فنون حرب میں طاق کرنے لگا۔ ذہین بچہ میری توجہ کا مرکز بن گیا۔ زندگی کے ماہ و سال میرے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے میں تو گزرنے والوں میں سے ہوں۔ ہاں اس دوران کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ سوائے اس کے کہ کشکا جوان ہو گیا۔

اب وہ پورے بیس سال کا شیر تھا۔ اسے شیر کہنا ہی مناسب ہوگا۔ میں نے اسے زمانے کی سختیاں جھیلنے میں طاق کر دیا تھا اور وہ میرے معیار پر پورا اترتا تھا۔ بے پناہ طاقتور اور حسین نوجوان تھا جب روپ کلی کی زندگی کا بیسواں سال پورا ہوا اور روپ کلی نے جس کے بال اب سفید ہو گئے تھے۔ دیوالی کی رات میں چراغ روشن کیے میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میرا کام پورا ہو گیا روپ کلی۔"

"نہیں ابھی پورا نہیں ہوا مہاراج۔"

"کشکا جیسا تمہارا بیٹا جو تمہارے سامنے ہے؟"

"بھگوان اسے جیتا رکھے۔"

"کیا اب مجھے اجازت دو گی؟"

"کہاں جائیں گے مہاراج؟"

"کلونڈی۔"

"مگر اب وہاں کیا کریں گے مہاراج؟" وہ بولی۔

"باقی کام ادھورا ہے روپ کلی۔" میں نے جواب دیا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے ایک عزم سے گردن ہلا دی۔

"ہاں پورن مہاراج۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اب باقی کام ہے۔" اس نے کہا اور مجھے اجازت دے دی۔

طویل عرصہ کے بعد میں نے کلونڈی کا رخ کیا تھا۔ لیکن تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی میں نے علاقے میں بہت سی تبدیلیاں دیکھیں۔ نئی نئی بستیاں آباد ہو گئی تھیں۔ آبادی کافی بڑھ گئی تھی۔ طرز تعمیر میں بھی بڑی جدت پیدا ہو گئی تھی۔ گویا پیتو سنگھ ترقی کے راستے پر تھا۔ لیکن میں سیدھا اس کے محل کی طرف نہیں گیا بلکہ کہیں اور رک کر میں نے پیتو سنگھ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ بڑے دلچسپ حالات معلوم ہوئے تھے۔ ترکمانوں نے تین دفعہ بغاوت کی تھی۔ اور اب وہ آزاد تھے۔ وہ لوگ پیتو سنگھ کے زیر نگین نہیں رہے تھے بلکہ انہوں نے باقاعدہ اپنی ریاست قائم کر کے سرحدیں بنا لی تھیں۔

لیکن پیتو سنگھ اپنی سرحد کے بائیں سمت پہاڑی راستے عبور کر کے ہملگا پر قابو پا چکا تھا اور اب ہملگا کی سلطنت اس کے زیر نگین تھی۔ گرد و نواح کی کئی ریاستوں کو پیتو سنگھ نے ادھر لپیٹ کر لی تھی۔ سنا تھا کہ پیتو سنگھ ان جنگوں میں شدید زخمی بھی ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ ایک ناقابل تسخیر شخصیت بن چکا تھا۔

پیتو سنگھ کے بارے میں بے شمار معلومات مجھے حاصل ہوئیں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس نے آج تک شادی نہیں کی لیکن بہت سی خادمائیں اس کے محل میں اس کی داشتاؤں کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہیں۔ انہیں سے ہر اس خادمہ کو قتل کر دیا جاتا ہے جو حاملہ ہو جاتی ہے۔ پیتو سنگھ شدید ذہنی مرض کا شکار ہو چکا تھا۔ اور اس مرض نے اسے انسانیت سے دور کر دیا تھا۔

ان ساری معلومات کے بعد میں پیتو سنگھ سے ملا۔ میں نے براہ راست [illegible] میں اس سے ملاقات کی۔ اس وقت پیتو سنگھ اپنے دربار میں بیٹھا لوگوں کے فیصلے کر رہا تھا جب میں وہاں داخل ہوا۔ میں تو پروفیسر ویسا ہی تھا ویسے کا ویسا ہی اس کے [illegible] لیکن پیتو سنگھ میں سفید بال اور سفید مونچھوں کی وجہ سے کافی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ تاہم اس نے مجھے پہچان لیا اور دیوانہ وار کھڑا ہو گیا۔ تخت سے کھڑا ہونے کی دیر تھی دربار میں تمام لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ اور پیتو سنگھ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھا۔ "پورن مہاراج۔" اس کی آواز میں محبت کی لرزش تھی۔ میں بھی اس سے بغل گیر ہو گیا تھا۔ "مہاتما۔ مہاتما۔ میرا دوست۔ طویل [illegible] جیسے [illegible] کام نہیں کر سکتا اس لیے [illegible] ریاست لیا جاتا ہے۔"

پورن [illegible] پیتو سنگھ کی [illegible] خوشی [illegible] خوش [illegible] مجھے اندر لایا اور اپنے کمرہ خاص میں پہنچ گیا۔

کمرہ خاص کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت حوض بنا ہوا تھا جس میں [illegible] خوشبودار رنگ [illegible] پانی در اصل شراب تھا۔ پیتو سنگھ پہلے کی بہ نسبت اب بہت بدل گیا تھا۔

"تمہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے عمر کے بیس سال واپس [illegible] کاش میں بھی تمہاری طرح جادوگر ہوتا۔"

"جادوگر؟"

"بھگوان کی سوگند۔ پہلے جیسے سندر ہو۔ وقت کی ایک شکن بھی تو نہیں پڑی تمہارے چہرے پر۔ یہ جادو مجھے بھی تو سکھا دو۔"

"تمہارے چہرے پر تو بہت سے زخم ہیں پیتو سنگھ؟"

"ایک جنگجو اور دلیر راجہ کی شان انہیں زخموں میں جھلکتی ہے پورن مہاراج۔"

"بہت سے معرکے سر کر لیے؟"

"ہاں۔ لیکن تمہارے سامنے وہی مسئلہ موجود ہے۔"

"کون سا مسئلہ؟"

"ترکمانوں کا۔ وہاں گوکل سنگھ حکمران ہے۔ اور ترکمانوں نے الگ حکومت بنا لی ہے۔"

"اوہ۔ تم سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"تیاریاں کر رہا ہوں۔ پیتو سنگھ کے جیون میں یہ ممکن نہیں ہے کہ ترکمان حکومت کریں۔"

"کب حملہ کر رہے ہو؟"

"بہت جلد۔ گوکل سنگھ کا ہر سانس مجھ پر بھاری ہے۔"

"خوب۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو رہا ہے؟"

"بس چاروں طرف پیتو سنگھ کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے۔ میں نے دور دور تک کا علاقہ فتح کر لیا ہے اور اب پیتو سنگھ کی حکومت سب سے بڑی ہے۔ اس حکومت کی سرحدوں میں مہینوں گھوڑے دوڑائے جا سکتے ہیں۔ پتا جی نے اس حکومت کو محدود رکھا تھا میں نے اسے لامحدود کر دیا ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ پیتو سنگھ پہلے سے کہیں زیادہ مغرور ہو گیا ہے۔ اس کی ہر بات میں خود کو ناقابل تسخیر سمجھنے کا احساس ہے۔ بہرحال میں نے اس مغرور راجہ سے کچھ نہ کہا۔ البتہ پیتو سنگھ آج بھی میرا معترف تھا اور مجھ پر رشک ہی کر رہا تھا۔ پھر اس نے میرے لیے قیام کا بندوبست کرایا اور میری لغزشات کے بارے میں پوچھا۔

میں نے اسے یہی جواب دیا کہ میں تو دنیا گرد ہوں۔ نہ جانے اس دوران کہاں کہاں مارا پھرا ہوں۔ اور پھر جب پیتو سنگھ کی یاد آئی تو پھر یہاں چلا آیا۔

بہرحال پیتو سنگھ نے میرے ساتھ بہترین سلوک کیا تھا۔ اس نے مجھے دنیا کی ہر آسائش مہیا کر دی تھی لیکن اب میں روپ کلی کے کسی قدم کا انتظار کر رہا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کشکا روپ کلی کے مان کو کس طرح پورا کرتا ہے۔ اور اس کے لیے مجھے طویل انتظار نہیں کرنا پڑا۔

پھر اور بار تھا۔ پیتو سنگھ لوگوں کے مقدمات سن رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی مہامنتری بیٹھے ہوتے ان مقدمات پر شاہی مہر لگا رہے تھے جن کا فیصلہ پیتو سنگھ کر رہا تھا کہ دربار میں ایک شخص داخل ہوا۔ اس کے بدن پر چست لباس تھا اس کا چہرہ ایک کپڑے میں ڈھکا ہوا تھا۔ کمر سے تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ وہ بیباکی سے چلتا ہوا پیتو سنگھ کے سامنے پہنچ گیا۔

"میں راجہ پیتو سنگھ کے پاس ایک سوال کرنے آیا ہوں۔" اس کی

Scanned By: Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

جیسا کہ تم ابھی ابھی اور اچانک۔۔۔ بلکہ چونک کر۔۔۔
آواز سن کر اچھل پڑا تھا اور پھر دلچسپ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔
"کون ہو تم۔ اور کیا راجہ کے محل میں آنے کے آداب نہیں جانتے"
سیناپتی نے کرخت لہجے میں کہا۔
"نہیں میں آداب کی پروا نہیں کرتا کیونکہ میں بھی اپنے من کا راجہ ہوں۔ اور میری ماں مجھے پیار سے راجہ کہہ کر پکارتی ہے۔"
"تمہیں اس گستاخی کی سزا دی جا سکتی ہے۔ کیا اسے گرفتار کر لیا جائے مہاراج؟" سیناپتی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ لیکن پیتو سنگھ نے ہاتھ اٹھا لیا۔ وہ اس شخص میں دلچسپی لے رہا تھا۔ سیناپتی نے تلوار دوبارہ نیام میں کر لی تھی۔
"اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ" پیتو سنگھ بولا۔
"اس کے لیے ماں نے منع کیا ہے۔ اور جس بات کا حکم ماں دے وہ ہر طرح افضل ہے۔ میری نگاہوں میں ماں کا حکم راجہ کے حکم سے بڑا ہے۔" اس والے نے جواب دیا اور میں مسکرا اٹھا۔ کشکا کی یہ بیباکی مجھے بہت بھائی تھی اور شاید پیتو سنگھ بھی اس بیباکی سے محظوظ ہو رہا تھا۔ دربار میں بہت سے لوگوں نے دوبارہ تلواریں نکال لی تھیں۔ لیکن راجہ نے اشارہ کیا۔ اور مسکرا کر بولا۔
"کیا سوال کرنا چاہتے ہو تم؟"
"میرا سوال راجہ پیتو سنگھ سے ہے۔ سنسار میں سب سے بڑا مان کس کا ہوتا ہے؟"
"ماں کا" پیتو سنگھ مسکرا کر بولا۔
"سارے سنسار میں سب سے بڑا احسان کس کا ہوتا ہے؟"
"صرف ماں کا" پیتو سنگھ نے جواب دیا۔
"ایک حکومت کے کتنے راجہ ہوتے ہیں؟"
"ایک"

"تمہاری حکومت میں دو راجہ کیوں ہیں؟"
"دو راجہ؟"
"ہاں۔ ایک پیتو سنگھ۔ اور ایک کشکا"
"پیتو سنگھ تو میں ہوں۔ پر یہ کشکا کون ہے؟" پیتو سنگھ نے سوال کیا۔
"میں" اس نے جواب دیا۔
"خوب۔ یہ تو واقعی بڑی مشکل بات ہے۔ اب کیا ہو؟"
"تم کتنے برس حکومت کر چکے ہو؟"
"میں۔ تقریباً بائیس سال" پیتو سنگھ نے جواب دیا۔
"بس تو اب میری باری ہے۔ شاہی مہر ایک ہوتی ہے نا؟"
"شاہی مہر؟" پیتو سنگھ نے سوال کیا پھر بولا "ہاں ایک ہی ہوتی ہے"
"کسی راج میں دوسری مہر نہیں بنائی جاتی اور اگر دوسری مہر بنالی جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ راجہ اپنے پرکھوں سے انحراف کرتا ہے اور انہیں تسلیم نہیں کرتا۔"
"یہ بھی ٹھیک ہے" پیتو سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ آگے بڑھ آیا۔ پھر اس نے جھپٹا مار کر شاہی مہر اٹھا لی اور بولا۔
"تو آج سے یہ مہر میرے قبضے میں ہے۔ اب پیتو سنگھ کسی مقدمے کا فیصلہ نہیں کریں گے اور آج سے راج دربار کی ساری کارروائی معطل ہو جائے گی کیونکہ یہاں مہر ہی نہیں ہو گی۔"
"کیا صرف مہر قبضے میں کرنے سے راج بدل جاتا ہے؟" پیتو سنگھ نے کہا۔
"یہ ابتدا ہے۔"
"لیکن یہ گستاخی ہے نوجوان۔ تم راج مہر لے کر یہاں سے کس طرح جا سکتے ہو؟"
"اگر میں راج مہر لے کر یہاں سے نکل جاؤں تو تم سوچ لینا کہ تمہارا

زوال شروع ہو گیا ہے۔" سیاہ پوش نے کہا اور اب پیتو سنگھ کسی قدر سنجیدہ ہو گیا۔
"مہر واپس کر دو۔ مجھے تمہاری یہ بیباکی پسند آئی ہے۔ لیکن کہیں میری یہ پسند غصے میں نہ بدل جائے۔"
"تم ناراض ہو کر بھی میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے سمجھ لینا راجہ پیتو سنگھ کا زوال آ گیا" نوجوان نے کہا اور نیام سے تلوار نکال لی "جو لوگ میرے ہاتھوں سے قتل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں وہ مجھے روکیں میں جا رہا ہوں" نوجوان نے کہا اور الٹی قلابازی کھا کر نیچے اترا اور دوسری چھلانگ میں دروازے تک پہنچ گیا۔
دروازے کے بالکل نزدیک کھڑے ہوئے لوگوں نے تلواریں سونت کر اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیکن نوجوان نے سرعت سے ان کے ہاتھوں میں انہیں زمین چاٹا دی اور دوسرے لمحے وہ باہر تھا۔ پیتو سنگھ کھڑا ہو گیا۔
"اسے گرفتار کر لو نکل کر نہ جانے پائے" اس نے کہا اور دوسرے لمحے اندر موجود لوگ باہر نکلے۔ میں اپنی جگہ رہا تھا۔ پیتو سنگھ حیران کھڑا تھا "یہ کون تھا؟" اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا لیکن اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔
باہر بھاگ دوڑ ہو رہی تھی نہ جانے اس کا کیا نتیجہ نکلا تھا۔۔۔ بہرحال دربار برخاست ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد نتیجہ بھی نکل آیا۔۔۔ نوجوان آٹھ افراد کو قتل کر کے صاف نکل گیا تھا۔ اور اب پیتو سنگھ کو احساس ہوا۔ یہ سب کچھ مذاق نہیں تھا وہ غصے سے پاگل ہو گیا۔ اس نے اپنے خاص لوگوں کو بلا کر حکم دیا کہ مہر چند گھنٹوں کے اندر اندر واپس آ جانی چاہیے۔
لیکن میں جانتا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اور جو کچھ میں جانتا تھا وہی درست نکلا۔ سب کچھ ہوا لیکن مہر لے جانے والے کا کوئی نشان نہیں ملا۔ فوری طور پر راجدھانی میں کچھ ہدایات جاری کی گئیں جن کے تحت دربار کی کارروائیوں کو روک دیا گیا تو راجہ کے حکم سے عمل میں آئی تھی۔ مبادا مہر سے کوئی خاص فائدہ اٹھا لیا جائے۔
راجہ پیتو سنگھ اور اس کے مشیر سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ اس شخص کے بارے میں غور کیا جا رہا تھا جس نے یہ دیدہ دلیری کی تھی۔ لیکن کوئی نتیجہ نکالنے سے قاصر تھا۔ پھر ایک رات کی صبح راجہ جاگا تو اس کا تاج شاہی غائب تھا اور اس کی جگہ ایک پرچہ رکھا ہوا تھا۔
"ایک راجہ کے لیے اس سے بڑی خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ بے تاج ہو جائے۔ یہ تاج اب میرے سر پر ہے اور بہت جلد میں اس کرسی پر بیٹھنے کے درمیان آ جاؤں گا۔ میں پیتو سنگھ! آج مجھے تلاش کرنے کی کوشش کر لیں۔"
اب تو پیتو سنگھ کے قہر و غضب کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا جن جن لوگوں پر بغاوت کا شبہ ہو سکتا تھا انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ بہت سے بے گناہوں کی شامت آ گئی لیکن اصل آدمی نہیں پکڑا جا سکا۔
میں مطمئن تھا کشکا نے ایک راستے کا انتخاب کر کے کام شروع کر دیا تھا۔ نہ ہی تاج شاہی ملا اور نہ ہی شاہی مہر۔ حالانکہ راجہ کے ہزاروں آدمی اس کام میں مصروف ہو گئے تھے لیکن کشکا بلا کا دلیر تھا۔ ایک صبح وہ اس وقت راج دربار میں داخل ہوا جب پیتو سنگھ وہاں نہیں پہنچا تھا۔ اس کا چہرہ بدستور کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور کشکا تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے لباس سے گمشدہ تاج نکال کر سر پر رکھ لیا تھا۔ اسی وقت میں اور پیتو سنگھ دوسرے لوگوں کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے تھے لیکن اندر کا منظر دیکھ کر پیتو سنگھ ششدر رہ گیا۔
"یہ کون ہے؟" وہ غرایا
"میں راجہ ہوں۔ اور یہ تاج اس تخت کا ہے۔ راجہ پیتو سنگھ میری برتری تسلیم کر لو اور راج چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا" کشکا نے کہا۔ پیتو سنگھ کے جانثار تلواریں سونت کر تیار ہو گئے لیکن پیتو سنگھ نے انہیں روک دیا۔
"بیباک انسان! میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ اگر تم کوئی شاطر چور ہو تو مجھے بتاؤ میں تمہیں معاف کر کے انعام دوں گا مگر تم حکومت کے باغی ہو تو بھی بتاؤ تاکہ میں تم سے بغاوت کی وجہ معلوم کروں دوسری صورت میں تم مارے جاؤ گے اور اتنے دلیر انسان کو قتل کر کے مجھے افسوس ہو گا!"
"میرا نام کشکا ہے۔ اور میں اس تخت کا مالک ہوں!"
"کیا تم باغی ہو؟"
"ہرگز نہیں۔ اپنے وطن سے کون باغی ہوتا ہے۔ مگر مجھے اب تمہاری حکومت پسند نہیں ہے۔ میں تم سے بہتر طور پر یہ حکومت چلا سکتا ہوں!"
"تم مجھے کوئی پاگل معلوم ہوتے ہو۔ تاج اور مہر واپس کر دو۔ ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے"
"اپنی تلوار بھی حوالے کر دو پیتو سنگھ۔ یہ میرے پاس ہونی چاہیے"
"گرفتار کر لو یہ نکل کر نہ جانے پائے" پیتو سنگھ کو طیش آ گیا اور نوجوان نے تاج اتار کر اپنے لباس میں رکھ لیا۔ اور کشکا کا یہ انتہا گر دو تھا۔ میں نے اسے وقت کی بہترین صلاحیتیں بخشی تھیں۔ سپاہی ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن اس نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا اور بے شمار لوگوں کو قتل کر کے وہ پیتو سنگھ پر اچانک آ پڑا۔ اس نے نہایت چابکدستی سے پیتو سنگھ کی تلوار نکال لی اور اپنی تلوار پھینک کر فرار ہو گیا۔ محل کے مختلف حصوں میں اس نے چند لوگوں کو قتل کیا اور صاف نکل گیا۔ لیکن پیتو سنگھ پر اب ہیجان طاری تھا۔ اس کی حکومت ہل کر رہ گئی تھی۔ عقل میں آنے والی بات ہی نہ رہی تھی۔ انہوں نے اعلیٰ پیمانے پر کشکا کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ لیکن دوسری طرف کشکا بھی خاموش نہیں

تھا اس نے محل میں کئی بار داخل ہو کر اسے بہت پھیلائی اور پیتو سنگھ کو پریشان کر کے رکھ دیا۔ اب تو پیتو سنگھ کسی بہت بڑی سازش پر غور کرنے لگا تھا۔

میں اس دوران ایک خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ پیتو سنگھ نے کئی بار مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی لیکن میں نے اسے ٹال دیا۔ بس میں بھی حیرانی کا اظہار کرتا۔ راجا پیتو سنگھ کو اس بات کی پریشانی تھی کہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ "میدان جنگ میں ہر جگہ پیتو سنگھ کا نام گونجتا تھا مہاراج۔" اس نے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "پورن مہاراج وہ جانتے ہیں کہ اب ان کے جیون کی آخری گھڑی آ پہنچی ہے۔ اور میرے مقابلے پر آنے والے تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔ میں نے اب تک جتنی فتوحات حاصل کی ہیں مہاراج اگر ان کا حال آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو آپ کو یقیناً خوشی ہوتی مہاراج۔ بس یہ ترکھان رہ گئے ہیں لیکن اس بار میں نے ان کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس کے بعد ترکھانوں میں کسی جان ہی نہ رہے گی کہ وہ کبھی بغاوت کے بارے میں سوچ بھی سکیں۔ میں ان لوگوں پر کبھی شبہ نہیں کرتا تھا لیکن اب انہوں نے اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ ان پر شبہ کرنا بے وقوفی ہے۔ میں جانتا ہوں مہاراج کہ یہ ترکھانوں کی شکست ہے دوں گا۔ میں نے جو کوشش کی ہے اس کا جائزہ آپ لے لیں۔ مگر یہ گھر کا بھیدی یا آستین کا سانپ کون ہے۔ مجھے تو سب سے بڑی حیرت اس بات پر ہے کہ وہ محل میں آتا اور محل سے چلا جاتا ہے۔ راستے میں اس کی تلوار ہر مقابلے پر آنے والے کو ختم کر دیتی ہے۔ اور جو راستے میں آتے ہیں ان سے باہر جانے کو۔ مگر کوئی اسے روک نہیں پاتا۔ یہ کیسی انوکھی بات ہے؟"

"اس کی وجوہات تمہیں بھی معلوم ہیں پیتو سنگھ؟"

"کون سی وجوہات مہاراج؟"

"ظاہر ہے کہ وہ دن اور رات کا تعین کر کے تو نہیں آتا۔ وہ اچانک نمودار ہوتا ہے اور اس کے لیے ہمارے پاس پہلے سے تیاریاں نہیں ہوتیں۔"

"کونسی تیاریاں مہاراج۔ میں ساری کلوندی میں جگہ جگہ فوجی پھیلے ہوئے ہیں اور راستے ناکہ کر رہے ہیں مگر اب وہ اطمینان سے آتا ہے اور نکل جاتا ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے پوری کلوندی اس کے ساتھ ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے پیتو سنگھ۔ میدان جنگ کا معاملہ دوسرا ہے۔ وہاں ٹھیک جانا پہچانا دشمن نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور ان کی تعداد آتی ہوتی ہے کہ وہ چھپ نہیں سکتے۔ لیکن یہ تنہا آدمی ظاہر ہے اسے کام کرنے کے بہتر مواقع ملتے ہیں اور وہ انہیں سے فائدہ اٹھا کر وہ نکل جاتا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"اسے گرفتار کرنے کی کوشش جاری رکھو۔"

"بڑی انوکھی بات ہے مہاراج۔ بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ مجھ پر قابو پا چکا ہے جس ریاست کے راجہ کا تاج، شاہی مہر اور تلوار کسی دوسرے آدمی کے قبضے میں پہنچ گئی ہو وہ اپنے آپ کو صرف اتنی بات پر راجہ کہلا سکتا ہے کہ اس کی حکومت باقاعدہ ختم ہونے کا اعلان نہیں کیا گیا۔ ورنہ اگر پرکھوں کی ریت مان لی جائے تو میری حکومت تو ختم ہو چکی ہے۔"

"اوہ نہیں پیتو سنگھ اس سلسلے میں پریشان ہو کر سوچ رہے ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باغی تو آتے ہی رہتے ہیں اور ان کی سرکوبی بھی کی جاتی ہے چنانچہ اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں پریشان نہیں ہوں مہاراج مگر اس باغی کی حرکتیں مجھے قدرے حیران کیے ہوئے ہیں۔ میں سوچتا ہوں آخر اس کے ساتھ کون سی قوت ہے جو وہ اتنے زبردست پیمانے پر کام کر رہا ہے۔"

"وہ چالاک ہے پیتو سنگھ۔ تندرست دلیر ہے۔ یہی ساری چیزیں اسے کامیابی دلا رہی ہیں لیکن وہ ہمیشہ تمہارے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتا۔ ایک نہ ایک دن ضرور پکڑا جائے گا۔"

"مہاراج پورن سنگھ میں اس کی وجہ سے پریشان ہو گیا ہوں۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس نے میرے دماغ کی چولیں ہلا کے رکھ دی ہیں۔ میں کچھ دن آرام کرنا چاہتا ہوں۔ راج دربار کے سارے کاموں سے دور رہ کر صرف اس کے بارے میں سوچنے کا خواہش مند ہوں۔ کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے مہاراج پورن۔" پیتو سنگھ نے کہا۔

"کہاں جاؤ گے پیتو سنگھ؟" میں نے سوال کیا۔

"یہاں ایک اور محل ہے بستی سے دور۔ ایک دریا کے کنارے بڑی سندر جگہ ہے۔ وہاں چاروں طرف سکون ہی سکون بکھرا ہوا ہے۔ میں پرسکون ہو کر اس سلسلے میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ جب بھی مجھ پر کوئی پریشانی طاری ہوتی ہے تو میں وہیں چلا جاتا ہوں اور واقعی اس جگہ سوچنے میں بڑی آسانیاں ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے پیتو سنگھ۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ اس وقت تمہیں سکون کی ضرورت ہے تو چلو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ مہاراج۔ ابھی تیاریاں کیے لیتا ہوں۔" پیتو سنگھ نے کہا۔

اور پروفیسر پریشان حال راجہ راج دربار کے سارے کام کو چھوڑ چھاڑ کر سکون کی تلاش میں چل پڑا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ جس محل کے بارے میں راجہ نے نشاندہی کی تھی واقعی ایک حسین ترین علاقے میں تھا۔ تا حد نگاہ سرسبز چوٹیاں نظر آتی تھیں۔ ان کے دامن میں سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے اور سبزہ زاروں میں یہ حسین محل ایک کھلونے کی مانند نظر آتا تھا۔ بلندیوں سے دیکھنے پر تو نظر بے حد حسین معلوم ہوتا تھا۔

میں نے بھی اس جگہ کو پسند کیا۔ راجہ کی بے شمار خادمائیں یہاں موجود تھیں۔ ایک [illegible] ایک حسین اور ایک سے ایک خوش [illegible] کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ راجہ پیتو سنگھ نے یہاں تفریح طبع کے لیے بے شمار سامان مہیا کر لیے ہیں۔ اس کی فطرت کی نمایاں تبدیلیاں میرے علم میں آ چکی تھیں۔ وہ پہلے سے زیادہ عیش پسند ہو گیا تھا اور عورتوں کے معاملے میں تو اس کے دل میں رحم کی ذرہ برابر گنجائش نہیں تھی۔ جو ملتی جہاں ملتی اور پسند آ جاتی تو پھر اس کا ٹھکانہ راج محل ہی ہوتا تھا۔ کنیزوں اور باندیوں کے جھرمٹ میں ہم نے تین دن گزارے۔ میرے ذہن میں کنشکا کا خیال تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اس کی معلومات کہاں تک ہیں اور اب اس سلسلے میں وہ کیا کرتا ہے۔ ویسے احتیاطاً راجہ نے اپنے ساتھ چند خاص سپاہی بھی لے لیے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کنشکا سے خوفزدہ ہے۔

بہرصورت تفریحات کا سلسلہ جاری تھا۔ راجہ پیتو سنگھ کی ذہنی واردات کا پتہ ہی نہ چلتا تھا۔ اب وہ گہرائی میں سوچنے کا عادی ہو گیا تھا۔ پھر ایک شام جب کہ سورج اپنے سفر کا آخری مرحلہ طے کر رہا تھا۔ پیتو سنگھ میرے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے چل پڑا۔

سبزہ زاروں میں خوبصورت جالی دوڑتے پھر رہے تھے۔ پرندوں کی ٹولیاں دریا کے پانی پر سے خوبصورت آوازیں نکالتی ہوئی سفر کر رہی تھیں۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ راجہ پیتو سنگھ کی ذہنی کیفیت بھی اس وقت خاصی بہتر معلوم ہوتی تھی۔ تب اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"پورن مہاراج آپ نے تو امرت جل پی رکھا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ تو کبھی بوڑھے ہی نہ ہوں گے۔ آپ کا حسن اور جوانی دیکھ کر مجھے بڑا رشک آتا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا پورن مہاراج کہ آپ مجھے بھی کوئی ایسی ہی چیز مہیا کر دیں۔"

"نہیں پیتو سنگھ تم زندگی کے ان ہنگاموں سے اکتا جاؤ گے۔"

"کیا مطلب مہاراج؟"

"زندگی اور موت ایک ایسا فلسفہ ہے کہ انسان اس کے ہر نقطے کو کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ خوشیوں اور سکون کی انتہا بیزاری کا سبب بن جاتی ہے۔ اگر ہمیں یہ علم ہو جائے کہ ہمیں ملی ہوئی خوشیاں دائمی ہیں تو فقط کر دو ہم خوشیوں کا تلذذ کھو بیٹھیں۔ ان کی لذت ختم ہو جائے۔ ہر تکلیف کے بعد راحت کا تصور خوشگوار ہوتا ہے اور راحتوں کے درمیان تکلیفوں کا احساس ان راحتوں کی لذت کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ زندگی کے لیے احساسات بے حد ضروری ہیں۔ اگر کنشکا تمہاری زندگی میں نہ آتا تو تم خود کو ایک فاتح تصور کرتے اور ایک وقت ایسا بھی آ جاتا جب تمہیں ان فتوحات سے کوئی دلچسپی نہ رہ جاتی۔"

"ممکن ہے آپ کا کہنا درست ہو مہاراج مگر کنشکا کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اس نے جو میری بے عزتی کی ہے اس کی سزا تو پانا ہی ہوگی۔"

"ضرور۔ ضرور۔ لیکن تم دیکھو نا کہ تم اس کے بارے میں سوچنے کے لیے یہاں آ گئے ہو۔ گویا تمہیں اس کی اہمیت کا احساس ہے۔ اگر اس کی اہمیت کا بھی کوئی احساس نہ ہوتا تو تمہارے دل میں اس کے خلاف یہ نفرت نہ ہوتی۔"

"ہاں میں یہ اعتراف کرتا ہوں۔ ایک انسان نے مجھ سے میرا وقار چھین لیا ہے۔ میں اس کا خون پینا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔ ہر شخص کو اپنا وقار بحال کرنا چاہیے۔" میں نے جواب دیا اور پیتو سنگھ خاموش ہو گیا۔

سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپ رہا تھا۔ موسم کچھ اور مست ہو گیا تھا۔ اسی وقت ہماری نگاہ سامنے جنگل کی طرف اٹھ گئی۔ گھنے درختوں کے جھنڈ کی آڑ سے کوئی باہر نکل رہا تھا۔ میں اور پیتو سنگھ رک گئے۔ یہ لباس اور یہ انداز اب ہمارے لیے اجنبی نہیں رہا تھا۔ ہم کنشکا کو صاف پہچان گئے۔

"بھگوان کی سوگند۔ آج فیصلہ ہو جائے گا۔" پیتو سنگھ نے اپنی تلوار پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کنشکا پر اطمینان انداز میں چلتا ہوا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ پیتو سنگھ کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جے رام جی کی پیتو سنگھ۔"

"مجھے مہاراج کہو۔ میں راجہ ہوں۔"

"راجہ تو اب میں ہوں پیتو سنگھ جی۔ تاج، تلوار اور شاہی مہر کا مالک۔ اس کے سوا راجہ کے پاس کیا ہوتا ہے؟"

"تمہاری حرکتیں اب ناقابل برداشت ہو گئی ہیں۔"

"پہلے ہی آپ نے کون سا برداشت کیا تھا مہاراج۔ مجبوروں کو دو سرا روپ دینا چاہو تو دوسری بات ہے۔"

"تم بے وقوف ہو۔ میں نے یہ سلطنت اتنی پھیلائی ہے۔ بڑے بڑے سورماؤں کا پتہ مجھ سے پانی ہو جاتا ہے اور تم۔ جو جھینگر کے مینڈک میرے سامنے بولنے کی جسارت کر رہے ہو۔"

"لوہے کو لوہا کاٹتا ہے مہاراج۔ میری کاٹ تم سے زیادہ بہتر ہے۔ دیکھو تو میں نے مجھ سے دربار میں تم سے سب کچھ چھینا ہے۔ اگر تم اعتراف نہ کرو تو یہ ایک راجہ کی بد دیانتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پورن جی تم بھی گواہ ہو۔"

"چھینے اور چوری کرنے میں بڑا فرق ہے۔"

"میں ہر فرق کو مٹانے کے لیے تیار ہوں۔" کنشکا نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ میں بتاتا ہوں۔" کنشکا نے کہا اور پھر اس نے اپنے لباس میں سے تاج نکالا اور ایک جگہ رکھ دیا۔ پھر اس نے مہر اور تلوار بھی اسی جگہ رکھ دی اور اپنی تلوار پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "اگر تم میں ایک راجہ ہی کا خون ہے تو آؤ فیصلہ کر لیں۔ یہ جاؤ تو یہ جگہ ہی ہو جو تمہارے سر پر رکھی ہے۔ آؤ کرا [illegible] چیزوں کے ساتھ رکھ دیا جیت جاؤ تو یہ سب واپس لے جانا اور

اس کے بعد میں ہی خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں گا! جس ماں کا بیٹا ہوں اس کے نزدیک وچن بڑی حیثیت رکھتا ہے۔"

"باپ کون ہے تمہارا؟"

"تمہاری ہی طرح کوئی خود پرست جس کا مان شاید ٹوٹ گیا ہو۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"یہ سب بیکار باتیں ہیں۔ کیا تم اپنے آپ کو اس کے لیے تیار نہیں پاتے؟" کشکا نے کہا اور پیتو سنگھ غضب کا شکار ہو گیا۔

"اس کی موت میرے ہی ہاتھوں آئی ہے تو یہی سہی۔" اس نے کہا اور تلوار کھینچ لی۔ اور پھر غصے سے بولا۔ "تم کسی طور نہیں بولو گے پورن مہاراج۔ میں راجہ ہوں اور اپنا مان مجھے ہی رکھنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے پیتو سنگھ۔ اب تو ایک نیا تجربہ ہے تمہارے پاس۔" میں نے جواب دیا اور پیتو سنگھ تلوار کھینچ کر اس کے مقابل آ گیا۔ سیماب صفت کشکا نے بھی تلوار کھینچ لی اور مطمئن نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

دونوں ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے لیکن کشکا کے وار قیامت تھے۔ وہ درمیان میں ہنس ہنس کر پیتو سنگھ کو غصہ دلاتا جا رہا تھا۔ "یہ لو مہاراج گردن گئی۔ یہ ہاتھ گیا۔ گیا نا۔" پیتو سنگھ دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے تجربے کا ہر رنگ آزما لیا تھا۔ لیکن اس کے مقابل ایک چھلاوہ تھا۔ پیتو سنگھ اس سے ایک طویل وقت تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ تھک کر چور ہو گیا۔ اب اس سے تلوار بھی نہیں ہلائی جا رہی تھی۔ کشکا چاہتا تو اسے آسانی سے قتل کر دیتا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ پیتو سنگھ کے چہرے پر اب شگفتگی پھیل رہی تھی۔ وہ مسکرانے لگا تھا۔ اور پھر وہ ہنستا ہوا پیچھے ہٹنے لگا اور بالآخر اس نے تلوار دریا میں اچھال دی۔ اب وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ "اب کیا خیال ہے۔ پورن مہاراج۔ جیون کے اس جھین روپ کو کونسی نگاہ سے دیکھا جائے۔"

"ایک دلبر کی نگاہ سے!" میں نے جواب دیا۔ اور پیتو سنگھ ہنس پڑا۔

"تو پھر پورن سنگھ میں نے کشکا سے ہار مان لی ہے۔ یہ ایک راجہ کا اعلان ہے۔" اس نے کہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنی پگڑی اتار لی۔ کشکا تلوار سنبھالے کھڑا ہوا تھا۔ پیتو سنگھ آگے بڑھا۔ لیکن درختوں کے عقب سے کوئی اور نکلا۔ اور اس طرف بڑھ آیا۔ پیتو سنگھ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ کوئی عورت تھی لیکن اس کا چہرہ بھی اسی طرح ڈھکا ہوا تھا۔

"تم کون ہو؟" پیتو سنگھ نے پوچھا۔

"ماں ہوں اس کی۔" عورت نے جواب دیا۔ اور پیتو سنگھ چونک پڑا۔

"شیرنی ہو۔ شیر کی اولاد معلوم ہوتا ہے۔ بڑا بھاگ ہے تمہارے دودھ کا۔ مگر تم دونوں نے چہرے کیوں ڈھکے ہوئے ہیں؟"

"پیتو سنگھ جی۔ بیٹے اپنا وچن پورا کرو۔ کشکا بول پڑا۔

"ہاں۔ یہ پگڑی اب تمہارا ہی حق ہے۔" پیتو سنگھ جھکا لیکن عورت تڑپ کر آگے بڑھ آئی۔

"کشکا۔ پگڑی زمین نہ چھونے پائے۔ اسے۔ اسے اپنے پتا جی کے سر پر رکھ دو۔ چلو تلوار پھینک دو۔ پگڑی زمین چھو گئی تو میں تمہارا دودھ نہیں معاف کروں گی!" روپ کلی کی آواز میں بلا کی کھنک تھی پیتو سنگھ ششدر رہ گیا۔

کشکا نے پگڑی سنبھال لی تھی۔ لیکن پیتو سنگھ کے حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ کشکا نے پگڑی دوبارہ پیتو سنگھ کے سر پر رکھ دی۔

"اب چرنوں میں جھک جاؤ ان کے۔" روپ کلی نے کہا۔

"تم... تم کون ہو دیوی۔ یہ تمہاری آواز۔ تمہاری آواز۔" پیتو سنگھ دیوانگی سے بولا۔ "تم۔ تم شکنتلا ہو۔ بھگوان کی سوگند تم شکنتلا ہو۔"

"ہاں مہاراج میں شکنتلا ہوں۔ میں وہی ابھاگن ہوں۔" وہ غمزدہ آواز میں بولی۔

"شکنتلا۔ تم۔ تم زندہ ہو۔ مگر پورن مہاراج یہ سب کیا ہے۔ تم نے تو کہا تھا۔ شکنتلا مجھے اپنا چہرہ دکھاؤ۔ اور۔ یہ۔ یہ کون ہے؟"

"آپ کا بیٹا کشکا!"

"تم۔ میرا بیٹا۔ میرا بیٹا۔ کیا کہہ رہی ہو شکنتلا؟"

"جو کچھ کہہ رہی ہوں مہاراج۔ اس کا ثبوت آپ خود ہیں۔ آپ کی یہ مالا ہے جسے میں نے جان کے ساتھ لگا کر رکھا ہے۔" شکنتلا نے ایک مالا نکال کر سامنے کر دی۔

"چہرہ تو کھولو شکنتلا۔ آہ۔ میں۔ میں مر جاؤں گا۔ میں شکنتلا۔ میں جیون کی کسی سانس تمہیں نہیں بھول سکا۔ تمہاری آواز ہی تو میرا جیون تھی۔ اس آواز کی بازگشت ہر لمحہ میرے کانوں میں رہی ہے۔ شکنتلا چہرے سے نقاب اٹھاؤ۔"

پیتو سنگھ نے آگے بڑھ کر خود شکنتلا کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ اس نے چاہت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے ساری جان سے لرز گیا۔ "روپ۔ روپ کلی۔" وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں راجہ پیتو سنگھ۔ سکھ راج کی بیٹی روپ کلی۔"

"یہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اسی طرح پیتو سنگھ جس طرح تم نے ایک ناری سے اپنے اپمان کا بدلہ لینے کے لیے اس کے سارے جیون میں انگارے بھر دیے تھے۔"

"مگر تم روپ کلی ہو یا شکنتلا؟"

"اس کا جواب پورن مہاراج دیں گے۔" روپ کلی بولی۔

"ہاں پیتو سنگھ۔ یہ روپ کلی ہے اور یہی شکنتلا ہے۔"

"مگر کیسے مہاراج؟"

"تم نے جو کچھ روپ کلی کے ساتھ کیا تھا وہ تم ہی جانتے ہو۔ میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم خود روپ کلی کے محل میں پہنچے تھے۔ وہاں اس نے شکنتلا کی حیثیت سے تمہاری خدمت کی اور تم اس کی کوکھ میں اپنا پھل چھوڑ آئے۔ یہ ایک کمزور لڑکی کی فتح کے اسباب تھے جس میں میں نے اس کی مدد کی۔ روپ کلی نے چوبیس سال کے بعد اپنا کہا پورا کر دکھایا ہے۔"

"پورن جی۔ تم نے۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"ستاروں کا یہی کہنا تھا پیتو سنگھ۔ تم مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔ اور پیتو سنگھ غصے سے گھورتا رہا لیکن پروفیسر مجھے اس کے غصے کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔

"میں نہیں مانتا ستاروں کے اس کھیل کو۔ یہ سازش ہے۔ تم مجھے جان بوجھ کر اس محل میں لے گئے اور پھر اسے شکنتلا بنا کر۔ ہاں آپ ہی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ نے شکنتلا اور اس کی ماں کی لاشیں دیکھی ہیں۔"

"ہاں پیتو سنگھ۔ تم راجہ تھے۔ تم نے طاقت کے بل پر ایک کمزور لڑکی کو زندگی سے محروم کر دیا جبکہ اس کی اتنی عمر بھی نہ تھی۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا پورن جی۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"ہمیں آپ سے کچھ نہیں چاہیے پیتو مہاراج۔ بھگوان نے میرا مان پورا کر دیا۔ تمہیں منہ کی کھانی پڑی۔ اب ہم دونوں ماں بیٹے کو آگیا دو۔ وہ پڑا ہے تمہارا تاج اور تلوار۔ آ تجھے اس کے بل پر۔ آؤ کشکا!"

روپ کلی نفرت سے بولی۔ کشکا نے بھی اب چہرہ کھول دیا تھا۔ وہ ہوبہو پیتو سنگھ کی جوانی کی تصویر تھا۔ پیتو سنگھ نے اسے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ کشکا ماں کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں واپس پلٹ پڑے۔

"شکنتلا۔" پیتو سنگھ نے بھرائی ہوئی آواز میں پکارا!

"میرا نام روپ کلی ہے مہاراج سکھ راج کی بیٹی ہوں آپ کو بھول ہو رہی ہے۔"

"روپ کلی۔" پیتو سنگھ آگے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔ "میں تیرا اپرادھی ہوں مگر مجھے معاف کر دو روپ کلی۔"

"اب کیا چاہتے ہیں مہاراج؟"

"میں نے تمہیں جیون بھر دکھ دیے ہیں روپ کلی۔ مگر تم نے مجھے کشکا دیا ہے۔ سو گھے ڈال پھر سے ہرے ہو گئے ہیں روپ۔ جو کچھ دیا ہے اسے سمیٹو۔ میں تمہیں دکھ کا ادھیکار نہیں رکھتا۔ لیکن روپ کلی ہو سکے تو مجھے تنہا مت چھوڑو۔"

پیتو سنگھ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ روپ کلی اسے دیکھتی رہی پھر وہ اس کے چرنوں میں جھک گئی۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ میں تو آزاد تھا پروفیسر کسی انسان کی محبت میرے پیروں کی بیڑی نہیں بن سکی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں بھی اپنا وجود کھو بیٹھتا۔ لیکن میں نے دوستی نہیں چھوڑی۔ میں نے اس زمانے کے آخری مناظر بھی دیکھے۔

پیتو سنگھ روپ کلی اور اپنے بیٹے کو لے کر محل میں آ گیا۔ اس نے چاروں طرف میری تلاش شروع کر دی تھی۔ پھر مایوس ہو کر میں راجدھانی چلا پڑا۔ لیکن میں دیکھ رہا تھا۔ پیتو سنگھ نے دربار عام بلایا تھا۔" پھر اس نے کہا۔

"منگر پاسیو چوبیس سال پرانی بات ہے جب میں نوری بستی گیا تھا۔ وہاں میں نے سکھ راج کی بیٹی روپ کلی کو دیکھا اور میرا دل اس پر آ گیا۔ وہ ایک کھتری ذات کی لڑکی تھی۔ میں اسے اٹھا لایا پر اس نے مجھے نہ مانا اور میرا مان توڑنے کی کوشش کی سو میں نے اس سے بیاہ کر لیا۔ اس نے کہا کہ میں نے راجہ ہونے کا فائدہ اٹھایا۔ مگر وہ میرا مان اس طرح توڑے گی کہ مجھے میری ہی اولاد کے ہاتھوں ہار... گی۔ تو منگر پاسیو میں نے اسے ایک الگ محل میں قید کر دیا۔ اور کھتری... والے کا خون کھرا ہی ہوتا ہے۔ میرے بیٹے کشکا نے مجھ سے تاج... اور پھر میری تلوار بھی چھین لی اور پھر اس نے مجھ سے جنگ کر کے مجھے شکست دی۔ اور خود کو اجہ ثابت کر دیا۔ اس طرح کھوندی کے باسیو پیتو سنگھ کو شکست ہو گئی۔ میں شکست مانتا ہوں اور آج تمہارے سامنے یہ تاج روپ کلی کے بیٹے کشکا کے سر پر رکھتا ہوں کل سے نئے راجہ کی خوشی میں جشن منائے جائیں گے۔ پیتو سنگھ اب ہارا ہوا جواری ہے۔ یہ لو کشکا مہاراج کو سبھے!"

اور چاروں طرف جے جے کار گونجنے لگی۔ اس کے بعد پروفیسر میرے سامنے کہانی کا... باز تھا۔ میں نے عوام کے ہجوم میں شامل ہو کر یہ ساری کارروائی دیکھی تھی اور پھر خاموشی سے میں وہاں سے پلٹ پڑا۔ اب اس سرزمین سے نکلنا ہی بہتر تھا تو یہ تھی پروفیسر کشکا کی کہانی۔"

اور ایک چھناکے کے ساتھ صدیوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ وہ سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ فروزاں اور فرزانہ احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ اور وہ مسکرا رہا تھا۔ تب پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بڑا لطف تمہاری داستانوں میں ہے۔ وہ کہیں اور کہاں۔ آہ دیکھنے والے کاش تیری آنکھیں بھی مل جاتیں۔ زمین پر رہنے والے کیسی کیسی خوبصورت داستانیں سمیٹے ہوتے ہیں۔ کاش یہ داستانیں ہماری نگاہوں میں ہوتیں۔ تم نے کیا کیا دیکھا۔ ہمیں بھی سب کچھ معلوم ہو جاتا کیا خوش نصیبی تھی۔"

"وقت کائنات کا سب سے عظیم داستان گو ہے۔ لیکن سننے والے بھی تم لوگ ہو۔ جن کی دلچسپی مجھے حیرت میں مبتلا کرتی ہے۔ کیا تمہارا ذہن تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوا؟"

"ہرگز نہیں بلکہ جب کسی داستان کا طلسم ختم ہوتا ہے تو چاروں طرف ویرانی پھیل جاتی ہے اور ہمیں یوں لگتا ہے جیسے ہم سب کچھ کھو بیٹھے ہوں۔" "کیا تم ان دونوں لڑکیوں کو بوڑھا کر کے یہاں سے لے جاؤ گے پروفیسر؟"

"ہم سب ایک دوسرے کے بوجھ سے آزاد ہیں کیونکہ اب ہم انسان نہیں۔ ہم تو ماضی کے پرستار ہیں۔ ہمیں خود میں شامل کرو اور ہمیں ان داستانوں میں گم رہنے دو۔"

"تو اب بتاؤ کہاں جانے کے خواہشمند ہو؟"

"پھر کوئی طلسمی فضا۔ پھر کوئی حسین ماحول۔ پھر کوئی روح پرور داستان جاگتا جیتا وقت ہے۔ ہمارے ذہنوں کو ماضی کے دھارے بخش دو۔ کہ یہ

کب نیاں جان بخش ہیں اور تیری آواز ... روح کا سرور۔" پروفیسر حاور نے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔ اس کی آنکھیں موج میں ڈوب گئیں پھر اس کی جان تمثلا آواز ابھری۔

صدیوں کے بیتے ہوئے ماہ و سال انسانی زندگی میں انوکھے تغیر اور تبدیلیاں لاتے رہے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہواؤں کی، مٹی کی خوشبو اور موسم کے تغیرات سے نشوونما پانے والے اس وجود نے خود میں بے پناہ قوتیں سمیٹ لی ہیں اور کائنات کی اقلیم میں اکثر ایسی چیزیں دیکھی ہیں کہ جو ذہن سوچ سکے۔ وہ جو اور جو علم ... ہوگا۔ دنیا سر کر دینے والے نوخیز نے کہ بلاشبہ علم و دانش بھی بخشا تھے ایسی کوششیں کیں کہ اگر حادثے نہ ہوتی ایک قوت ان کی ذات پر اور اس کا منشور موت و زیست نہ ہوتا تو وہ کائنات کی کتب کھول چکے تھے پھر انہیں حیات کا تجزیہ کرتے ہوئے خود بھی میرے سفر میں شریک ہونے کی کوشش کی تھی۔ اگر وہ حقیقت سے واقف ہو جاتے تو شاید یہ کوشش نہ کرتے کہ فنا نہیں ہوتے تجا وہ انہیں آگ میں ڈالو، مٹی میں دبا دو یا پانی کی گہرائی میں۔ لیکن لمحوں کی تشکیل فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ ثبوت موجود ہے تمہارے سامنے۔ یعنی سلاقوس کا وہ دانشمند جس نے کون ماضی حال اور مستقبل بند سکے ہوتے ہیں اور سلاقوس فانی تھا۔ اس کا دانشمند بھی فانی ہے اور اگر کوئی زلزلہ یا زمین کا تغیر نمودار ہو جائے تو سب کچھ ختم ہو جائے۔ زندہ رہنے والی چیز صرف خیال ہے اور خیال کی قوت لافانی۔ لیکن انسان وہ تمام اور افق دور پہنچ گئے کہ گمان ہوتا تھا ابدیت پانے کا لیکن ان کی ذات کی ایک کمی ہمیشہ مانع رہی یعنی وہ ماہ و سال پر قادر نہ تھے اور جو قادر ہے وہ ترکیب جانتا ہے اور اس ترکیب سے اس نے ایک جنبش کیا اور یہ جنبش اس طویل بلوغت کی قائل بن گئی جس کے تحت سوچ لیا گیا کہ لافانی قوتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ مگر یہ میری بات چھوڑو۔ میرا تشخیص تو اس خیال کا تجربہ ہے جسے لعیشہ نے غلط سمجھ لیا تھا اور اس نے اپنا خیال مجھ پر تصور کیا تھا یعنی یا تمہارے ذہن میں یہ خیال گزرا ہوگا کہ کیا انسان نے کوئی قوت بھی حاصل کی جو لافانی بن گئی ہو۔ لوگوں نے سننے والوں کا ذکر کیا ہے جو بہت دور تک جا سکے لیکن کوئی جگہ نہیں ایسی نہ مل سکے جہاں وہ آخری لمحات تک شکست دے سکے۔ ایشیا اتنی دنیا کی حامل تھی اور لیل ... جو ماضی کے اوراق میں ہمیشہ جاوداں ہے۔"

"ملیشہ کون تھی؟" زیونس نے پوچھا۔

"یونان کے ایک پسماندہ گھرانے میں پیدا ہونے والی ایک لڑکی جس نے تاریخ یونان میں تو شہرت حاصل نہیں کی لیکن دیکھنے والی آنکھ نے اسے بہت دور تک دیکھا۔ قدیم یونان کی تاریخ میں جزیرہ کریٹ کی تہذیب کا ذکر نظر خاص آتا ہے اس کا مرکز جزیرہ کریٹ تھا۔ کریٹ کے باشندے تندخو اور جاں فروش تھے۔ خطے کی آب و ہوا نے انہیں جسمانی توانائی بخشی تھی۔ اس کے علاوہ کریٹ کو سمندر نے ایک طرف سے بیرونی حملوں سے محفوظ کر رکھا تھا صحت مندی، فارغ البالی اور پرسکون آب و ہوا نے کریٹ کے باشندوں کو فتح البحر اور بحر نوردی کا ذوق و شوق بخش دیا تھا۔ یہ جزیرہ مشرقی بحیرہ روم کو قطع کرنے والے عام راستوں پر واقع تھا ساتھ ہی ایشیا، افریقہ اور یورپ سے اتنا قریب تھا کہ ... ملاح ابتدائی دور کی کشتیوں پر سوار ہو کر مصر، فنیقیہ اور یونان پہنچ سکتے تھے۔

جزیرے کی جغرافیائی حیثیت ایسی تھی جس کے باعث جزیرے کے باشندوں نے طبعاً تجارت اور بحری قزاقی اختیار کر لی تھی۔ جب تانبے اور برنج کی ساخت کا فن فنیقیہ یا ایشیائے کوچک کے دوسرے حصے سے کریٹ پہنچا تو وہاں تہذیب کا آغاز ہو گیا۔ مصر کی طرح کریٹ میں بھی مطلق العنان بادشاہی کا دور شروع ہو گیا۔ ان بادشاہوں کو مذہبی پیشوائی بھی حاصل تھی اور وہ ایک مرکزی نظام کے تحت کاروبار حکومت چلاتے تھے۔ پھر جب کریٹ کی قوت عروج پر پہنچ گئی تو اس نے بحری سلطنت قائم کر لی جس میں بحیرہ ایجہ کے جزیرے بھی شامل تھے اور ایشیائے کوچک اور یونان کے سواحل کی بیرونی چوکیاں بھی۔

تہذیب و ترقی کا مرکز ان لوگوں کے لیے ابھی عیش گاہیں نہیں بنا تھیں۔ قدیم یونان کے باغوں میں جو اور گندم کے علاوہ پھل انگور اور شہد پیدا ہوتا تھا۔ گوشت بہت کم تھا کیونکہ بہترین سطح قطعے غلے کی کاشت کے لیے وقف تھے۔ صرف پہاڑوں کی ڈھلانیں چراگاہیں تھیں۔ وہاں بھیڑ بکریوں کے بہت کم ریوڑ جا سکتے تھے کیونکہ مویشی ان ڈھلوانوں پر چڑھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن حوصلہ مند لوگ کشتی رانی سے عشق رکھتے تھے۔ ساحل کے دندانہ دار ہونے کی باعث اور جزیروں کی کثرت کے سبب کشتیوں کو جگہ جگہ پناہ مل سکتی تھی اور سمندر یا کشتی رانی کا خاص ابر ہوتا تھا اس موسم میں تمام تر طوفان بہت کم آتے تھے کشتیاں سینکڑوں میل دور نکل جاتی تھیں اور زمین ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتی تھی۔ اسی لیے دور دراز میں سفر کیا جاتا تھا جس میں بادبان ہوتے تھے یا جنہیں چپوؤں کے ذریعے چلایا جاتا تھا۔ بعض اوقات دونوں چیزوں سے بیک وقت کام لیا جاتا تھا۔ یہ سفر خشکی کے راستے پہاڑ پر چڑھنے اور اترنے کے مقابلے میں زیادہ آسان اور آرام دہ تھا۔ مسافت جلد طے ہو جاتی تھی۔ چنانچہ یونانیوں نے بحری تجارت کا ایک عمدہ اور سرگرم انتظام قائم کر لیا تھا۔ یونان اور ایشیائے کوچک سے روغن زیتون اور شراب جہازوں کے ذریعے دور دور کے ملکوں میں پہنچائے جاتے تھے جہاں وہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتے اور ان کے بدلے میں دھاتیں، غلہ اور دیگر ضرورت کی دوسری چیزیں حاصل کی جاتی تھیں۔

جن دنوں کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ تیسرہ اہل یونان اور اہل ٹرائے کے درمیان جنگ ہونے کے بعد کی کہانی ہے۔ یہ جنگ گیارہ سو سترہ قبل مسیح میں ہوئی تھی اور یہ انہی لمحات کا ایک جز تھی جو لوگ ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ جزائر ایجہ کی تہذیب کی بیرونی چوکیوں سے پیش آئی۔ اگامیمنون اور ہیکٹر ... یونانی بہادر ... کے درمیان ختم ہو چکا تھا اور وہ دوڑ کر اپنے خیمے میں جا بیٹھا تھا جہاں جنگ اور لڑائی میں یونانیوں کی حالت پتلی ہو گئی تھی۔ اسی اثنا میں شاہ ٹرائے کا بیٹا ہیکٹر پیٹروکلس کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو اکیلیز کا بہترین دوست تھا تو زندہ اکیلیز نے انتقام میں ہیکٹر کو قتل کر ڈالا۔

یہ دور یونانی دیوتاؤں کا دور تھا۔ ان یونانی دیوتاؤں کا وسیع خاندان کوہ اولمپس کی برف پوش بلندیوں پر رہتا تھا۔ یہ پہاڑ یونانیوں کے شمالی کنارے پر ہے۔ دیوتاؤں کے خاندان پر زیوس اور اس کی بیوی ہیرا کی حکومت تھی۔ یہ دیوتا انسانی معاملات میں مداخلت کرتے رہتے تھے۔ پوسیڈن سمندروں کا دیوتا تھا اس نے اوڈیسس کو جا بجا سرگرداں پھرایا۔ خود زیوس نے اکیلیز کی حمایت کی جو تھیٹس نام کی ایک دیوی کا بیٹا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اگامیمنون سے جھگڑنے کے بعد اکیلیز روٹھ کر اپنے خیمے میں جا بیٹھا تھا۔ جب اکیلیز ہیکٹر کو قتل کرنے کے لیے نکلا تو اسے ہیفاسٹس نے ہتھیار فراہم پہنچائے تھے جو اسلحہ سازی کا دیوتا تھا۔ جب اکیلیز ہیکٹر کی لاش کو ٹرائے کی فصیل کے اردگرد گھسیٹ رہا تھا تو پھر دیوتاؤں نے مداخلت کی اور کہہ سن کر اسے راضی کر لیا کہ ہیکٹر کی لاش مناسب تدفین کے لیے اہل ٹرائے کے حوالے کر دی جائے۔

میری اس تفصیل سے پروفیسر تم نے اس دور کے یونان کا اندازہ لگا لیا ہوگا جس کا میں تذکرہ کر رہا ہوں۔ گویا یہ دور توہمات اور دیوی دیوتاؤں کا دور تھا، ہر چیز پر ان کی حکمرانی تھی۔ ان کے آپس کے جھگڑے بڑی اہمیت رکھتے تھے اور اہل یونان ان میں باقاعدہ ملوث ہوا کرتے تھے۔ دیوتاؤں کے ساتھ غیر معمولی گہرے روابط ہر یونانی کس و ناکس سے استوار تھے۔ مظاہر فطرت میں جو چیزیں حیرت خیز اور دہشت انگیز تھیں یا انسانوں میں جو جذبات برہمی پیدا کرتے تھے ان کا اطمینان بخش حل یونانیوں کو دیوتاؤں میں مل گیا تھا۔ وہ سورج کی حرکات کو اپولو سے منسوب کرتے تھے اور سمندر میں جو طوفان آتے تھے ان کا انتساب پوسیڈن سے ہوتا تھا۔ انسانی عقل و حکمت کی دیوی ایتھینا تھی۔ لڑائی میں فتح جنگ کے دیوتا ایریز کی برکت سے حاصل ہوتی تھی اور محبت میں کامرانی کا ذریعہ افرودائٹ تھا۔

یہ دیوتاؤں کا کوئی مکمل خاندان نہیں تھا۔ بلکہ سرکش، حریف اور جھگڑالو افراد کا ایک گروہ تھا جو اس سلسلے میں کچھ خاص قوتیں حاصل کر چکا تھا اور ان قوتوں کو غیر فانی سمجھا جاتا۔

دیوتا کا یہ حال تھا اور عام افراد طاقت کا لوہا مانتے تھے۔ جو جتنا طاقتور ہوتا اتنے ہی بہتر وسائل اور اتنی ہی عزت کا حقدار ہوتا تھا۔ بحری قزاقی عام تھی اور کمزور افراد کے لیے کوئی بہتر جائے پناہ نہیں تھی۔ ان کی تقدیر میں موت اور ذلت و رسوائی ہی لکھی ہوئی تھی۔ ہر جگہ ظلم و بربریت کے مظاہرے نظر آتے تھے۔ ہر شخص دوسرے کو شک و شبے کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ دراصل اہل یونان اور اہل ٹرائے بالکل اپنے دیوتاؤں کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ اس سلسلے میں یونانی ادبیات شہری ریاستوں کی شدید خانہ جنگیوں اور تباہ کن رزم آرائیوں سے لبریز ہیں۔ یونان کی سیاسی ناپائیداری زمین کی شدید ضرورت اور حملہ آوروں کی روایتی نزاع کا نتیجہ تھی۔ یہ نزاعات بعض اوقات سخت خونریزی کا موجب ہوتے تھے اور بعد میں انہی کی وجہ سے یونان بہت سی شہری ریاستوں میں بٹ گیا۔

دیوتاؤں کی حیثیتیں الگ تھیں۔ ہیرا نے زیوس سے شکایت کی۔ "کیا آپ ہیرمیز کے کارناموں پر خاموش رہیں گے جس نے اہل ٹرائے کی مدد کی ہے۔ اگر میں اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں تو برائی میں شمار کیا جائے گا۔"

بادلوں کو سمیٹنے والے زیوس نے کہا۔ "اس بارے میں یقیناً سے بات کر وہ خوب سمجھتی ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ میں تم سے کچھ نہ کہہ سکوں گا۔" تب ہیرا نے ریویریز سے کہا۔ "یونان کے جوانمرد دیوریز یا کسی دوسرے غیر فانی سے کیوں ڈرتا ہے۔ اٹھ اور دیوریز پر کاری ضرب لگا کہ وہ بدخو اور وعدہ خلاف ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں اہل ٹرائے سے جنگ کروں گا اور یونانیوں کی مدد کروں گا مگر اس نے اہل ٹرائے کا ساتھ دیا۔"

ریویریز اپنے رتھ پر سوار ہو کر میدان پہنچا۔ اور ایک خونریز لڑائی کا آغاز ہو گیا جو چند افراد کے قتل اور پھر ان لوگوں کی صلح پر ختم ہوئی۔ ان پر گھٹن ماحول میں یونانی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ماحول کی دھند میں لپٹا ہوا میں ایک ایسے خطے کی جانب جا نکلا جس کے بارے میں مجھے کوئی خاص اندازہ نہیں تھا۔ طویل سفر کے بعد میری چھوٹی سی بوسیدہ کشتی ایک ساحل سے جا لگی جو دندانہ دار تھا اور جس کے ایک سمت سخت کائی زدہ چٹانیں ہوں گی اور مضبوط شہتیروں سے جہازوں کا سامان اتارنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ مضبوط شہتیروں کے نزدیک ایک بادبانی جہاز لنگر انداز تھا جس پر سے بے شمار مزدور شراب کے بڑے بڑے پیپے اور ... کے بنے ہوئے ٹوکرے اتار رہے تھے۔

اس بار پروفیسر میں نے ایک زمانہ سمندر کے سینے پر گزارا تھا اور انسانوں سے دور رہا تھا اس لیے خود کو انسانوں کے درمیان پا کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی کشتی کا یہ مختصر فاصلہ بھی دور کر دیا اور خود بھی اس جہاز کے نزدیک پہنچ گیا۔ چند طاقتور توانا لوگ ہاتھوں میں بیلوں کے کوڑے لیے مزدوروں کی نگرانی کر رہے تھے اور جب بھی کسی مزدور کے قدموں میں لغزش ہوتی یہ کوڑے مار مار کر اسے دور کر دیتے۔

ایسی ہی مار کا شکار ایک بوڑھا مزدور مع شراب کے وزنی پیپے کے میری کشتی میں آ گرا اور چھوٹی سی کشتی جو پہلے ہی ماہ و سال کے منہ زور سمندری نمک سے بوجھل ہواؤں سے تنگ آ کر عمر ختم کر چکی تھی، چیخ کر الٹ گئی۔ بوڑھا مزدور تو سمندر کی گہرائیوں میں روپوش ہو گیا لیکن شراب کا ڈھول سمندر پر تیرنے لگا۔ میں اپنی دیرینہ رفیق سے محروم ہو چکا تھا اور اس کے ٹوٹ جانے پر افسوس بھی نہیں کر سکا تھا کہ چند افراد نے مجھے اوپر سے آواز دی۔

"ایک بوڑھے اور بدخو انسان کی زندگی اتنی قیمتی نہیں ہوتی کہ تو اس کا ماتم کرے۔ نہ ہی لکڑی کی بوسیدہ کشتی اس شراب کے پیپے کی قیمت رکھتی ہے۔ اس لیے تو سوچنے کے بجائے اس پیپے کو اپنے شانوں پر سنبھال اور باہر نکل آ۔" ایک کوڑا بردار نے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

انسان جوں کا توں میرے سامنے آیا تھا لیکن سمندر کی طویل زندگی نے مجھے مصالحت کی طرف راغب کر دیا اور میں نے شراب کا وزنی ڈھول اپنے کاندھے پر لاد لیا پھر تیرتا ہوا سا لخزیدہ سیڑھیوں تک پہنچ گیا۔ وزنی برتن کندھے پر اٹھائے ہوئے میں اوپر پہنچ گیا۔ اور مجھے ایک سمت کا راستہ بتا دیا گیا۔ شراب کے پیپے جہاں جمع کئے جا رہے تھے وہاں بھی چند لوگ موجود تھے یہ امراء تھے جن کا مال اس جہاز سے آیا تھا جن کا مال اس جہاز سے آیا تھا۔ ایک جناور سی بوڑھا لڑکوں کے ایک گروہ میں موجود تھا اس کی آن بان دیکھنے کے قابل تھی۔ میں نے پیپا رکھا اور سیدھا ہوا ہی تھا کہ مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"نقلی لیس۔ ذرا اس غلام کو دیکھو۔ کتنا خوبصورت جوان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ لولی ناس اسے میرے لیے لایا ہوگا۔ اے جوان ادھر آؤ۔" اس بار اس نے مجھے مخاطب کیا۔ اور میں اس کے پاس چلا گیا۔ "کیسا نام ہے تمہارا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "غلام!"

"میں نے نام پوچھا ہے۔" بوڑھے نے کسی قدر ناگوار لہجے میں کہا۔

"غلاموں کا اپنا کوئی نام نہیں ہوتا۔ آقا انہیں جو نام بھی دے دیں۔" میں نے نیازمندی سے کہا۔ اور بوڑھا خوش ہو گیا۔

"واہ۔ آقاؤں پر اتنا بھروسہ کرنے والے مجھے پسند ہیں۔ لیس لیس۔ تم ان لوگوں کے درمیان نہ جاؤ۔ الفینس کے غلام بار برداری نہیں کرتے یہاں کھڑے ہو جاؤ۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں اس کے اشارے پر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔

اسی وقت چابک بردار میری طرف آئے۔ اور ان میں سے ایک میری گردن دبوچ کر بولا۔ "یہاں کیوں کھڑے ہو گئے نمک حرام۔ کام کرتے ہوئے دم نکلتا ہے۔"

"چلو پیپے اٹھاؤ۔"

"اسے تم اندھے ہو۔ تم نے نہیں دیکھا کہ وہ میرے غلاموں کی صف میں کھڑا ہے۔" الفینس نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ جہاز کا بار بردار ہے تمہارا غلام نہیں۔ سمجھے تم۔ اور تم ابھی تک یہاں کھڑے ہو۔" ان میں سے دوسرے نے رسی کا چابک ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک چابک میری پشت پر رسید کر دیا گیا۔ بس غضب ہو گیا۔ الفینس کے جانبازوں نے چابک والوں پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے بھی تلواریں نکال لیں اور جنگ ہونے لگی۔ چابک والوں کے ساتھی بھی آ گئے اور بندرگاہ پر خون بہنے لگا۔ بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔ پھر محافظت کاروں نے اس جنگ کو ختم کرایا لیکن الفینس کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ اس نے مجھے نہیں چھوڑا۔ یوں یہاں میرا پہلا قدم خونریزی سے بھرپور تھا۔

الفینس نے مجھے اپنے رتھ پر بٹھا لیا اور رتھ چل پڑا۔ حسین یونان بکھرا پڑا تھا۔ ہر طرف رنگ رلیوں کا دور دورہ تھا۔ قومیں جب عروج کی جانب سفر کر رہی ہوتی ہیں تو ان کی یہی کیفیت ہوتی ہے تاکہ زوال کے راستے آسان ہو جائیں۔

الفینس شراب کا بہت بڑا تاجر تھا۔ اس کا خوبصورت مکان بے شمار ملازموں سے بھرا ہوا تھا اور بے حد وسیع اور کشادہ تھا۔ مکان کے احاطے احاطے میں خوبصورت باغیچہ لہلہا رہا تھا جس میں پھل اور پھول لگے ہوئے تھے۔ باغیچے میں ایک سفید مرمر کا حوض بنا ہوا تھا جس میں رنگین پانی بھرا ہوا تھا۔ گویا عیش و عشرت کے تمام سامان یہاں موجود تھے۔ مجھے چونکہ وہ بڑی چاہ سے لایا تھا اور اس نے مجھے اپنا غلام تصور کر لیا تھا۔ میرے حصول کے لیے چونکہ اسے خون بھی بہانا پڑا تھا اس لیے میری بڑی عزت ہوتی اور مجھے محل میں خاص جگہ بھیج دیا گیا۔ جہاں لوگوں کو ہدایت کر دی گئی کہ مجھے سجا سنوار کر اس کی غلامی میں پیش کر دیں۔

غلاموں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات تو مجھے تھیں مگر میں ان کا اصل مصرف نہیں جانتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ حالات کا یہ رخ خاصا دلچسپ ہے انجانے مجھے کیا کچھ کرنا ہوگا ویسے اب تک میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس میں غلاموں کا کام تو صرف غلامی ہی تھا۔ الفینس مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

دلچسپ بات تھی پروفیسر۔ میں ہر طرح سے بن سنور کر تیار ہو گیا اور پھر رات کو مجھے اینٹس کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

جس جگہ مجھے لے جایا گیا تھا وہ الفینس کے محل نما مکان کا عقبی حصہ تھا۔ یہاں پر بھی حسین باغ لگا ہوا تھا۔ جہاں جا بجا سبز گھاس لہرا رہی تھی اور اسی سبز گھاس پر نہایت خوبصورت تخت بچھا ہوا تھا۔ اس حسین تخت پر الفینس دراز تھا۔

تخت کے سامنے ایک گہرا اور لمبا حوض بنا ہوا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ اس حوض میں کیا ہو رہا ہے۔ حوض کے کنارے پر روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں الفینس کی خدمت میں پہنچ کر سینے پر ہاتھ باندھ کر جھکا۔ ان یونانیوں کا مخصوص انداز میں نے دیکھ لیا تھا اور الفینس نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔

تب میری نگاہ حوض پر پڑی۔ میں نے محسوس کیا کہ نوخیز لڑکیاں تیر رہی ہیں۔ بالکل ان رنگ برنگی مچھلیوں کی مانند جو اس قسم کے حوض میں نظر آیا کرتی ہیں۔ ان کا انداز دل لبھانے والا تھا۔ ان میں سے اکثر گردنیں باہر نکالتیں اور ان کے سر سے رنگین پانی بہنے لگتا۔ ایک عجیب سی مہک پھیلی ہوئی تھی اور تب مجھے اس مہک کا راز معلوم ہو گیا۔ حوض میں شراب بھری ہوئی تھی۔

الفینس کے یہ شاہانہ انداز دیکھ کر میں انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔ یہ تو ایک امیر کا محل تھا۔ نجانے اس کے علاوہ یہاں اور کیا کچھ ہو۔

"دنیا کے حسین غلام، کیا تجھے الفینس کی عیش گاہ پسند آئی؟"

"یہ عیش گاہ شہنشاہوں کی عیش گاہ سے کسی طور کم نہیں۔ میں تو حیران ہوں۔"

"تیرا حسن نگاہوں کو مسحور کرتا ہے۔ یہ چاند جیسی رنگت تو نے کہاں سے پائی ہے؟"

"میں نہیں جانتا الفینس۔"

"تیرے انداز بھی غلاموں کے سے نہیں ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے تیری تشکیل دیوتاؤں کی نگاہ خاص سے ہوئی تاہم تو مجھے پسند ہے۔"

"میں شکر گزار ہوں الفینس۔"

"الفینس کو آقا کہہ۔ میں تیرا مالک ہوں۔ اگر تو اس نام سے مجھے مخاطب کرے گا تو دوسرے لوگ مجھے تعجب سے دیکھیں گے۔"

"مگر میں تیرا غلام نہیں ہوں الفینس۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تیری میں اس جہاز سے آیا ہوں جس میں سے شراب آتی ہے۔ بھاری تھی۔ میں نے تو ایک چھوٹی سی کشتی سے سفر کیا اور یہاں پہنچا۔ جو کچھ بھی ہوا غلط فہمی کے دوران ہوا۔"

"اوہ کیا تو مجھے میرے لیے نہیں لایا گیا؟"

"ہرگز نہیں۔"

"لیکن یہ بات تو نے مجھے بندرگاہ پر نہیں بتائی تھی۔"

"میں تیری دوستی کا طالب تھا الفینس۔"

"تو دھوکہ باز ہے۔ میں نے تیرے لیے خونریزی کی ہے اور اب اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے تو میرا غلام نہیں ہے تو مجھ سے باز پرس ہوگی۔"

"تو اگر چاہے تو لوگوں سے کہہ دے کہ میں تیرا غلام ہوں۔ میں تردید نہیں کروں گا۔ لیکن میں تجھے آقا نہیں کہوں گا۔"

"یہ بڑی پریشانی کی بات ہے۔ کیونکہ یہ راز چھپا نہیں رہ سکتا۔ جلد ہی بہت لوگوں کو ضرور معلوم ہو جائے گا کہ میں نے زیادتی کی ہے۔" الفینس نے کہا اور ایک حسینہ کو اشارہ کیا۔ لڑکی نے جام بھر کر مجھے پیش کیا اور میں نے وہ جام قبول کر لیا۔

"غلاموں میں سب سے افضل کر دوستوں میں شامل ہے۔"

"کیا نام ہے تیرا؟"

"شلابات۔ اور تو کون ہے؟"

"سرزمین یونان پر تو مجھے کوئی بہتر نام دے۔"

"کیا مطلب۔ خود تیرا کوئی نام تو ہوگا؟"

"ہزاروں نام ہیں۔ مگر مجھے وہ نام پسند ہوگا جو تو مجھے دے گی۔"

"تب میں تجھے اکیتا کہوں گی جس کا مطلب ہے چاند کی پہلی کرن۔"

"بہت اچھا شکریہ۔"

"دوستوں کے درمیان بہت گفتگو ہو سکے گی اور اب یہاں کسی کو خوش نصیب ہو تو باغ کے اس گوشے میں چلتے ہیں۔" اس نے تجویز پیش کی اور میں اٹھ گیا۔

سورج کی پہلی کرن وقت کی تیز رفتاری کی شاکی۔ شلابا ہوش میں آ گئی اور غمناک نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولی۔

"آہ۔ کیا میری کسی غلطی سے سورج طلوع ہو گیا ہے؟"

"دن ڈھلنے میں کتنی دیر لگے گی؟" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا میں اسی جگہ بیٹھ کر سورج ڈھلنے کا انتظار کروں؟"

"میں الفینس کا غلام ہوں۔ شام میری پسند کے مطابق نہیں ہوگی۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"بھول جانے کا عمل بہتر ہے۔ اور پھر تقدیر کے ہاتھوں بات یہ ہے تو زیادہ آسانیاں ہو جاتی ہیں تو بھی اسی پر عمل کر۔"

"آہ ستمگر۔ میں تجھے بھول جانے پر تیار نہیں ہوں۔" شلابا کی آنکھوں سے سفید موتی گرنے لگے اور میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میرے اور تیرے درمیان ایک شے مشترک ہے۔"

"کیا؟" وہ بسورتے ہوئے ہونٹوں سے بولی۔

"تو بھی غلام ہے اور میں بھی غلام۔ حالانکہ غلامی کا یہ تجربہ میں نے زندگی میں پہلی بار قبول کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ غلاموں کے اطوار کیا ہوتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ غلاموں کا اپنے ذہنوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، وہ صرف آقاؤں کی جنبش ابرو پر جیتے ہیں اور اسی پر مرتے ہیں۔"

"ہاں تیرا یہ خیال درست ہے۔" شلابا نے روتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر دل کی اپنی پسند ہماری اپنی رائے ہمارے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے، ہم اپنی سوچ کو بے حقیقت کیوں نہیں جانتے۔" میں نے کہا اور وہ غمزدہ انداز میں گردن ہلانے لگی۔

محل میں مختلف ملازمین اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو روک کر الفینس کے بارے میں پوچھا۔

"ہاں وہ ناشتے کے کمرے میں گیا ہے۔"

"میرے لیے کوئی حکم نہیں ہے؟" میں نے پوچھا اور خادم مسکرا دیا۔

"ابھی نہیں جب وہ کھانے سے فارغ ہو جائے گا تب اسے دوسرے لوگ یاد آئیں گے اور وہ ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا۔ ہاں اگر تم نے بھی ناشتہ نہیں کیا تو میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں اس جگہ پہنچا دوں۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔ میں ناشتہ کر چکا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ملازم اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

الفینس کا اس طرح نظر انداز کر دینا مجھے محسوس نہیں ہوا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ بہت بڑا تاجر ہے اور پروفیسر انسان ہر دور میں یکساں ذہنیت کا حامل رہا ہے۔ اگر یہ شخص بھی نظر انداز کر دینے والوں میں سے ہے تو مجھ پر بھلا اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ میں تو خود اپنی ذات میں مگن تھا اور مجھے بھلا کسی کی کیا پرواہ تھی۔ جس وقت چاہتا الفینس کے محل سے نکل جاتا لیکن بہرحال یہ میرا پہلا گھر تھا، جہاں سے مجھے اہل یونان کی طرز زندگی اور موجودہ معاشرے کی روش کا صحیح اندازہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں ابھی اس جگہ کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ خود کو زمین و آسمان کی گردش سے پیدا ہونے والے واقعات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہتا تھا چنانچہ میں محل کے مختلف

گر نشانیں چکر آتا رہا۔ بلاشبہ الفیٹس کی عظمت کا اندازہ اس مکان یا محل کے ماحول سے ہو جاتا تھا۔ چاروں طرف ملازموں کی فوجیں تھیں۔ بے شمار ملازم نظر آ رہے تھے۔ ہر شخص کسی نہ کسی کام میں مصروف تھا۔ ان میں خادمائیں بھی تھیں جو حسین چہروں والی تھیں۔ شاید دن کی روشنی میں ان کے لیے چھوٹے موٹے معمولی کاموں کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔ البتہ رات کو ان کی اہمیت بڑھ جاتی تھی اور شراب کے حوض کی رنگین مچھلیاں اپنی جگہ پہنچ جاتی تھیں۔ اور یہی ان کی تقدیر تھی۔

لیکن ادھر ادھر گھومنے والوں میں مجھے شلا بانہیں نظر آئی۔ وہ میری نگاہوں سے اوجھل رہی تھی۔ پھر اس وقت میں اس حسین مکان کے سامنے والے باغ میں ایک خوبصورت اور سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ دو ملازم دوڑتے ہوئے میرے پاس آ گئے۔

"آقا تمہیں طلب کرتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ملازموں کے ساتھ چلتا ہوا میں مکان کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر ایک بہت بڑے کمرے کے سامنے خادم رک گئے۔

"اندر چلے جاؤ۔ آقا تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" انہوں نے کہا اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

زرنگار سامان آرائش۔ وسیع و عریض کمرے کی زینت کو اجاگر کر رہا تھا۔ ایک مرصع کرسی پر الفیٹس بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اردگرد دو افراد مودبانہ انداز میں کھڑے تھے۔ الفیٹس نے مسکراتی نگاہ سے مجھے دیکھا اور مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"اگر میں دن کی روشنی میں تمہیں دیکھ چکا تھا اور سورج کی شعاعیں تمہارے بدن سے منعکس ہو رہی تھیں لیکن رات کو تمہارا حسن کچھ اور ابھر گیا تھا۔ عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہو۔ میں ابھی تک تمہارا نام نہیں جان سکا۔" اینٹس نے نرم اور پراخلاق لہجے میں کہا اور میں بھی مسکرا دیا۔

"رات کی حسینہ نے مجھے اکیاس کہا ہے اور یہ نام مجھے بھی قبول ہے۔ میں نے اس نام کو پسند کر لیا ہے۔ چنانچہ یونان کے بڑے تو مجھے اکیاس کے نام سے پکار سکتا ہے۔"

"چاند کی پہلی کرن۔" الفیٹس نے کہا اور مسکرا دیا۔ "میں خطاب دینے والی سے متفق ہوں مگر تو نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا دیا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ بتا کر پولی ناس تجھے اپنے جہاز میں نہیں لایا اور میں نے بھی پولی ناس سے یہی معلوم کیا۔ سو جو غلام وہ اپنے ساتھ میرے لیے لایا تھا اس نے مجھے پیش کر دیے اور تجھے لاعلمی کا اظہار کیا۔ گویا تو آکیا دوست تھا۔ لیکن جو کچھ بندرگاہ پر ہوا اس کے لیے اب مجھے گورنر کے حضور تیرے ساتھ پیش ہونا ہے۔ تو مجھے جواب دے کہ میرے لیے کیا فیصلہ کرنا ہے؟"

"جو تو چاہے الفیٹس۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتا کہ خود تیری اپنی حیثیت کیا ہے۔ تو مجھے عجیب و غریب معلوم ہوا۔ یہاں غلاموں کی حیثیت سے تو بے مثال تھا لیکن اب میں تجھے غلام نہیں کہہ سکتا، جیسا کہ تو نے کہا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گورنر کے سامنے تو، جسے آپ کو میرا غلام کہنا پسند کرے گا؟" الفیٹس نے پوچھا۔

"اس سے تجھے کیا فائدہ ہوگا الفیٹس؟" میں نے الفیٹس سے سوال کیا۔

"فائدہ! میری عزت میری حیثیت بچ جاتی ہے ورنہ دوسری صورت میں مجھے جواب دہی کرنی پڑے گی ان لوگوں کی جو ہلاک ہو گئے تھے بندرگاہ پر۔"

"ہوں۔ الفیٹس اگر تیرا یہ خیال ہے تو میں خود کو تیرا غلام کہنے پر رضامند ہوں۔" میں نے جواب دیا اور الفیٹس وفور مسرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

ندت تو ان لوگوں میں سب سے جو احساس نہیں ہوتے۔ اور اپنی ذات کو کچل کر دوسرے کو عزت دلا دیتے ہیں۔

جب میں نے الفیٹس کو اپنے تعاون کا پورا یقین دلا دیا تو وہ خوش خوش گورنر کے پاس جانے کے لیے تیار ہو گیا جس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے بلوایا تھا۔

ایک حسین بگھی جس میں چھ سات گھوڑے جتے ہوئے تھے اور یہ گھوڑے سونے کے زیورات سے آراستہ تھے، ہمیں لے کر چل پڑے۔ الفیٹس نے مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے بتایا تھا کہ آقاؤں کے رتھ میں غلاموں کو بیٹھنے کے لیے یہی جگہ استعمال کرنی پڑتی ہے جو آقاؤں کے قدموں کے پاس ہوتی ہے۔ سو میں محسوس نہ کروں کہ اس وقت مجبوری درپیش ہے۔

پروفیسر یونان کے اس نئے ماحول میں، میں حالات سے متعجب کا خواہشمند تھا چنانچہ میں نے اسی وقت ہر وہ بات منظور کر لی تھی جو الفیٹس نے مجھ سے چاہی، اور اسی جگہ میں بیٹھ گیا جہاں غلام بیٹھتے تھے۔ یوں ہم سفر کرتے ہوئے گورنر کے خوبصورت مکان پر پہنچ گئے۔

اور یہاں تو ہر عمارت ہی بے نظیر تھی۔ گو گورنر کی رہائش گاہ اتنی خوبصورت نہ تھی جتنی کہ الفیٹس کی محل نما عمارت، لیکن بہرصورت یہ بھی حسین جگہ تھی اور گورنر یہیں پر سرکاری کام کیا کرتا تھا۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد ہم اس کے سامنے پیش ہو گئے۔

گورنر ایک پستہ قامت اور کریہہ شکل آدمی تھا لیکن اس کی شان و شوکت قابل دید تھی۔ وہ بڑی تمکنت اور غرور سے ایک مرصع کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بہت سے افراد اس کے اردگرد کھڑے تھے اور ان کے چہرے پر رعونت کے آثار تھے۔ تب اس نے میری طرف سے پہلے الفیٹس کو اور اس کے پیچھے مجھے دیکھا۔ پہلے الفیٹس نے اپنے طریقے کے مطابق ہی سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر گورنر کو جھک کر سلام کیا تھا جس کا گورنر نے سر کی جنبش تک سے جواب نہیں دیا۔ بھلا غلام کے سلام کا بھی کہیں جواب دیا جاتا ہے۔

بہرصورت یہاں کا ماحول ابھی طرح میری سمجھ میں آتا جا رہا تھا۔

الفیٹس بھی گورنر کو سلام کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اگرچہ اس کی حیثیت معمولی نہ تھی لیکن بہرصورت گورنر اس سے کم حیثیت ہونے کے باوجود حکومت کا برکارہ تھا اس لیے وہ زیادہ صاحب عزت تھا۔ تب اس نے اپنی فرزانی آواز میں الفیٹس کو مخاطب کیا۔

"جو کچھ میرے کانوں نے سنا اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا کیا اس میں صداقت ہے الفیٹس؟"

"ہاں عالی نسب یہ درست ہے۔"

"کیا یہ بھی درست ہے کہ تمہارے آدمیوں نے بندرگاہ پر موجود محافظوں کی خونریزی کی اور ان میں سے چند کو قتل کر دیا؟" گورنر نے بھاری لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں عالی نسب یہ بھی درست ہے۔"

"کیا تمہیں یہ معلوم ہے الفیٹس کہ بندرگاہ کے محافظ حکومت کا اجازت نامہ رکھتے ہیں اور انہیں وہاں کے معاملات میں دخل اندازی کا پورا پورا حق دیا جاتا ہے؟" گورنر نے سوال کیا۔

"بے شک لیکن یونان کے تاجر اس امید پر ملک کی ترقی کے لیے محنت و مشقت کرتے ہیں کہ ان کی عزت دوسروں سے ممتاز ہوگی۔ اور اگر بندرگاہ پر کام کرنے والے محافظ ناموس کے دشمن بن جائیں تو یونان کا قانون بھی اجازت دیتا ہے کہ اپنے ناموس کی حفاظت کی جائے خواہ اس کے لیے کسی قسم کا اقدام کرنا ہو۔" الفیٹس نے جواب دیا۔

"تیرے ناموس کو کیا خطرہ تھا الفیٹس؟" گورنر نے حقارت زدہ لہجے میں سوال کیا۔

"میرا غلام بار برداری کے لیے نہیں تھا۔ حکومت کو اگر بیگار لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے تو بے شک ہر شخص کا فرض ہے کہ حکومت کے ساتھ تعاون کرے۔ اس بیگار میں الفیٹس بھی بخوبی شامل ہونے کو تیار ہے لیکن کیا کسی معمولی درجے کے محافظ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ آقا کی موجودگی میں غلام کو پکڑے اور اس سے بیگار لے۔ یقیناً نہیں۔"

"کیا ایسا ہوا ہے؟" گورنر نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس خون خرابے کی بنیادی وجہ یہی تھی۔" الفیٹس نے جواب دیا۔

"اس کا کوئی گواہ ہے؟" گورنر نے پوچھا۔

"وہ سب لوگ اس بات کے گواہ ہوں گے جو اس وقت بندرگاہ پر موجود تھے۔" الفیٹس نے جواب دیا۔

"میں ان لوگوں کو نہیں جانتا۔ تاہم محافظوں کے سردار نے جو بات کہی ہے وہ یوں ہے کہ ایک شخص ایک بوسیدہ سی کشتی میں سفر کرتا ہوا ساحل تک آیا۔ ایک باربردار شراب کا پیپا لے کر سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ سمندر میں گر پڑا اور سفر کر کے آنے والے شخص کی کشتی ڈوب گئی۔ وہ باربردار بھی زندہ نہ بچ سکا لیکن سفر کرنے والا پیپا اٹھاتے ہوئے اوپر آ گیا۔ اور اس نے وہ پیپا اس کی جگہ رکھ دیا۔ محافظوں نے یہی سمجھا کہ یہ شخص بھی باربرداروں میں شامل ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے روکا تو یہ کرکے اس تک پہنچے اور تمہارے آدمیوں نے ان کے خلاف خونریزی کا روائی شروع کر دی۔"

"بے شک یہ تمام گفتگو سچ ہے۔ لیکن میرا سوال اپنی جگہ حق بجانب ہے۔ کیا میرے غلام کا باربرداری کے لیے پکڑنا نامناسب تھا؟"

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے اینٹس کہ وہ شخص تیرا غلام تو نہیں تھا۔" گورنر نے سوال کیا۔

"نہیں عالی نسب بات صرف اتنی سی ہے کہ اگر وہ میرا غلام نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ میں ایک امن پسند انسان ہوں اور بدامنی کی ایسی کوئی کوشش نہ کرتا۔ میں نے محافظوں کو سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھے تب مجبوراً میرے آدمیوں نے یہ اقدام کیا۔"

"ہوں۔" گورنر نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔ "تو آگے آ۔ کیا یہ شخص تو الفیٹس کا غلام ہے؟"

"ہاں الفیٹس میرے آقا ہیں۔" میں نے جواب دیا اور دربار میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونج اٹھی۔

"تو الفیٹس کے پاس کب سے ہے؟" گورنر نے سوال کیا۔

"عرصہ دراز سے۔"

"تو کیا کرتا ہے؟"

"میرا آقا مجھ پر مہربان ہے۔ چنانچہ مجھے بہت کم کام سونپے جاتے ہیں۔" میں نے نرم اور خوش گفتارانہ انداز میں جواب دیا۔ اور گورنر نے کچھ فاصلے پر کھڑے لوگوں کی جانب دیکھا اور بولا۔

"تم میں سے کون ہے جو الفیٹس کے خلاف شکایت لے کر آیا ہے؟"

"میں ہوں عالی نسب۔" محافظوں کے سردار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ کیسے جان لیا کہ یہ شخص بندرگاہ کا مزدور ہے؟"

"اس نے شراب کا پیپا اٹھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے میں نے یہ سمجھا کہ یہ حکومت کا ملازم ہے۔"

"لیکن جب الفیٹس نے تمہیں بتایا کہ یہ شخص اس کا غلام ہے تو تم نے اس بات کو تسلیم کیوں نہ کیا؟"

"میں اس وقت موجود نہ تھا عالی نسب۔"

"اوہ لیکن تم نے اپنے بیان میں یہی کہا تھا کہ تم اس وقت وہاں موجود تھے۔"

"ہاں عالی نسب، لیکن میں بندرگاہ پر کھڑے ہوئے جہاز سے سامان اتروانے میں مصروف رہا تھا۔ مجھے تو اس واقعہ کا اس وقت علم ہوا جب چند افراد قتل ہو چکے تھے اور میں نے اپنی ذمہ داری سمجھ کر یہ اطلاع عالی نسب تک پہنچا دی۔"

"اس کا مطلب ہے جن لوگوں نے جنگ کی اور الفیٹس نے غلام کو پکڑنا چاہا تو زیادتی تو ان کی ہوئی کیونکہ انہوں نے الفیٹس کا کہنا نہ مانا۔ تاجر مہر طور ممتاز ہوتے ہیں عام لوگوں سے اور ان کا بڑا حق ہوتا ہے ملک و حکومت کی ترقی میں۔ چنانچہ انہیں مان لینا چاہیے تھا الفیٹس کی بات کو اور یہ شخص تو الفیٹس کا غلام ہے جیسا کہ اس نے خود اقرار کیا ہے۔"

...نہ ہے جو خود کو کسی کی غلامی میں دینے کو تیار ہو جائے اور وہ بھی گورنر کے سامنے۔ گویا اگر کبھی وہ انکار کرے اپنی حیثیت سے تو قانون کے مطابق اس کی گردن فوراً اتار دی جائے۔ چنانچہ تمہاری شکایت بے سود اور بے کار ہے۔ الفیٹس کو حق ہے اپنے غلام کی مدد کرے اور اگر کوئی دوسرا اس پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے تو اس سے بہتر طور پر نمٹ لے چنانچہ میں تمہاری اس درخواست کو خارج کرتا ہوں۔ الفیٹس نے جو کچھ کیا اسے اس کا حق تھا۔" گورنر نے فیصلہ صادر کر دیا اور الفیٹس بے پناہ مسرور ہو گیا۔ اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"عالی نسب کے فیصلے ہمارے لیے خوشی کا باعث ہوتے ہیں اور ہم نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ آپ نے اپنے منصب کی پوری پوری تکمیل نہ کی ہو۔ اس وجہ سے بڑوں کا اجتماع ہوگا اور مجھ سے پوچھا جائے گا گورنر کے بارے میں... تو اس واقعہ کو ذہن نشین رکھوں گا۔" الفیٹس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"ہم تو ہمیشہ تعاون کے لیے تیار ہیں الفیٹس۔" گورنر نے جواب دیا اور الفیٹس نے پھر گردن جھکا دی۔

"اب... جانا چاہو تو تمہیں اجازت ہے۔" گورنر بولا۔ اور الفیٹس ایک بار پھر مجھے ساتھ لے کر گورنر کے دربار سے نکل آیا۔ وہ ماخذ بھی باہر چلا آیا تھا جس نے الفیٹس کے خلاف گورنر سے شکایت کی تھی تب الفیٹس نے مجھے رتھ میں سوار کرایا اور واپس چل پڑا۔ لیکن وہ بے حد مسرور تھا اور مسکرا مسکرا کر مجھے دیکھتا جا رہا تھا۔

"تو نے میری جو عزت افزائی کی ہے آکیاس، میں تجھے اس کا صلہ دوں گا۔ بے شک تو اس قابل ہے کہ تجھے اپنے دوستوں میں شامل کیا جائے۔ لیکن میرے دوست میری بدبختی ہے کہ دوسروں کے سامنے میں تجھے غلام ہی کہنے پر مجبور ہوں البتہ میرے مکان میں تیری جو حیثیت ہوگی اس سے تو خود اندازہ لگائے گا کہ میرے دل میں تیری کیا قدر و منزلت ہے۔ تیری عزت میرے دل میں ہے آکیاس۔" الفیٹس نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں تجھ سے مکمل طور پر مطمئن ہوں الفیٹس۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم محل میں پہنچ گئے۔ الفیٹس نے مجھے قیام کرنے کے لیے ایک بہترین جگہ مہیا کر دی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ اس نو... کے غلام کو اسی مانند رکھا جائے جیسے خزانے میں کسی نایاب ہیرے کا اضافہ ہوتا ہے اور اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس کی خوشی اور آرام کا مکمل بندوبست کیا جائے۔

چنانچہ پروفیسر مجھے الفیٹس کے محل کے ایک خوشنما گوشے میں پناہ مل گئی اور یہ گوشہ پورے محل کے حسن کی نمائندگی کرتا تھا۔ سب سے بڑی بات الفیٹس کی خوش ذوقی تھی۔

شام تک مجھے مختلف لوگوں سے الفیٹس کے محل کی بے شمار باتیں معلوم ہو گئیں۔ مجھے پتہ چل گیا کہ محل کے دو... گوشے میں اس کے اپنے اہل خاندان رہتے ہیں لیکن انہیں اجازت نہیں ہے الفیٹس کی ...گاہ کے اس حصے میں آئیں جہاں بیرونی لوگ آتے ... رہتے ہیں اور اس ہدایت پر انہیں سختی سے عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ اس طرف کے بہت سے افراد نے ابھی تک یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ اس طرف کا ماحول کیسا ہے اور یہاں کیسے کیسے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔

بہر حال پروفیسر یونان کی سرزمین پر میرے لیے ایک مخصوص مقام پیدا ہو گیا تھا اور اب میں اسی مقام کو ذہن میں رکھ کر اپنے آئندہ اقدامات کر سکتا تھا۔

پھر رات ہو گئی اور الفیٹس کا خصوصی بلاوا میرے لیے آیا۔ اس نے مجھے اپنی عیش گاہ میں طلب کیا تھا۔

الفیٹس کی عیش گاہ کے وہی رنگ تھے یہاں تسلا ابھی موجود تھی جو مجھے دیکھ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آج الفیٹس کے نزدیک میری جگہ ذرا مختلف تھی یعنی اس نے مجھے ان لوگوں میں شمار کر لیا تھا جو اس کے دوستوں میں تھے۔ آج چند رقاصائیں اپنے رقص کا مظاہرہ کرنے کے لیے الفیٹس کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں اور الفیٹس نے انہیں اس جگہ آنے کا حکم دیا تھا جیسا تجھے بربط نما ساز لیے چند لڑکیاں منتظر بیٹھی تھیں کہ کب الفیٹس اشارہ کرے۔

میں الفیٹس کے نزدیک جا بیٹھا تو الفیٹس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تیرے اعزاز میں آج میں نے رقص کا اہتمام کیا ہے آکیاس۔"

"میں الفیٹس کی عنایتوں کا شکر گزار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں میرے دوست اس میں عنایت کی کوئی بات نہیں ہے تو نے بھی تو میرے ساتھ ... دوستانہ برتاؤ کیا ہے۔ ہاں ذرا یہ تو بتا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے کیا تیرا تعلق اسی سرزمین سے ہے یا تو کہیں دور کا رہنے والا ہے۔ میرا مقصد ہے کہ کہیں تیرا تعلق ان قافلوں میں تو نہیں ہے جو دور دراز کے مقامات سے آکر آباد ہو گئے ہیں کیونکہ تیری شخصیت میں ایک انوکھا پن ہے جس پر مجھے حیرت ہے۔ میرے کچھ ساتھیوں کا خیال ہے کہ درحقیقت تیرا تعلق کوہ اولمپس کے دیوتاؤں کی سرزمین سے ہے اور شاید تو انہی میں سے کوئی ہے اور ہمارے درمیان آگیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو کم از کم ہمیں اپنا صحیح نام بتا کہ ہم تیری عزت اور تکریم کر سکیں۔"

"انوکھی بات ہے الفیٹس میں نے خود کو یہاں تیرے غلاموں کی حیثیت سے مشہور کر دیا ہے اور تو دیوتاؤں کی حیثیت سے میرا احترام شروع کر دے تو کیا تیری بات غلط نہ ہو جائے گی۔"

"گزرتی ہوئی بات گزر چکی ہے دوست۔ صرف گورنر کے سامنے جانے کا تھا اور چونکہ محافظوں کا سردار اس سلسلے میں ناکام ہو گیا ہے اس لیے اب وہ کبھی کوشش نہیں کرے گا کہ دوبارہ گورنر کے سامنے جا کر یہ بتائے کہ درحقیقت وہ کہ جس نے اپنے آپ کو غلام کہا تھا دیوتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو اب ذہن سے نکال پھینک اب تو تیری حیثیت میرے ایک دوست کی سی ہے اور میں اسی انداز میں تجھ سے یہ سوال کر رہا ہوں۔" الفیٹس نے کہا۔

"نہیں الفیٹس میرا تعلق کوہ اولمپس سے نہیں ہے اور نہ ہی میں دیوتاؤں کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میں تو ایک عام آدمی ہوں اور عام آدمی کی

...ہی کی طرح تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ الفیٹس مسکرانے لگا پھر بولا۔

"بہر صورت تیری آمد سے میں بے حد خوش ہوں لیکن تیرے ... جو عجیب و غریب خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ میرے لیے ہمیشہ تعجب خیز رہیں گی۔ تو اب میں رقص کا اہتمام کرتا ہوں۔" الفیٹس نے ہاتھ اٹھایا اور بربط کے تار چھڑ گئے۔

یوں شب و روز گزرتے رہے یہاں تک کہ ایک دن ایک بہت ہی کم سن حسینہ میری خلوت میں آئی۔

بلاشبہ یہ حسینہ آج تک آنے والی ساری خادماؤں سے زیادہ حسین اور نازک اندام تھی۔ اس کے انداز سے بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ خادمہ ہے۔ میری شخصیت سے وہ سحر زدہ سی تھی سہمی سہمی ڈری ڈری وہ میرے پاس آکر مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے نگاہیں جھکا لیں۔

"کون ہو تم؟"

پروفیسر۔ میرے ساتھ تو عجیب حادثات ہوتے تھے۔ ...ایک خوشگوار ماحول کی تلاش میں انسانوں کی سرزمین کی جانب آ جاتا تھا لیکن انسانوں کی جو مختلف اشکال میرے سامنے آتیں ان میں کوئی نہ کوئی کردار ایسا آ جاتا تھا جو مجھے خود میں الجھا لیتا۔ اور پھر میں اس کردار کی ...میں الجھ کر خود بھی اپنے لیے بے شمار الجھنیں خرید لیتا تھا۔ لیکن اس بار مجھے یوں لگتا تھا جیسے میری کہانی میرے پسندیدہ انداز میں آگے بڑھے گی۔ ...یعنی میرا تعلق ایک ایسے شخص سے ہو گیا تھا جو اپنے طور پر کسی الجھن کا شکار ...نہیں تھا بلکہ ایک مطمئن اور خوشحال شخص تھا۔

"میرا نام گلشا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"خادمہ ہو؟"

"صرف تمہاری ہی۔" وہ بولی۔ اس کی شخصیت میں بڑی معصومیت تھی۔

"صرف میری؟"

"ہاں۔"

"مگر میں نے تمہیں کبھی الفیٹس کے عیش کدے میں نہیں دیکھا۔"

"مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"میں نہیں جانتی۔" وہ میرے سوالات سے کسی قدر گھبرا گئی تھی۔

میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے لبت کی شراب ابل رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے میرے پاس بیٹھ گئی۔

"تم چاند کی سنہری کرن ہو۔"

"ہمارے لوگ یہی کہتے ہیں۔"

"کہاں سے آئے ہو۔ کیا چاند سے؟"

"نہیں تمہاری زمین کا رہنے والا ہوں۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔"

"کیوں؟"

"بس یہ راز کوئی نہیں جانتا صرف میں جانتی ہوں۔"

"کونسا راز؟"

"یہی کہ چاند پر بھی انسان رہتے ہیں اور تم وہیں سے بھٹک کر آ گئے ہو۔ شاید کسی ٹوٹتے ہوئے ستارے کے ساتھ۔ میں نے تم کو خوابوں میں دیکھا ہے۔"

"اوہ تم خواب دیکھتی ہو؟"

"اکثر دیکھتی ہوں۔ اور میں نے کئی بار تمہیں خواب میں دیکھا تھا۔"

"بہر حال میں چاند کا نہیں زمین کا انسان ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ میں جانتی ہوں۔" وہ ہنس کر بولی۔

اور ساری رات معصوم معصوم سی باتیں کرتی رہی۔ از کچھ قصے سنائے تھے اس نے مجھے جو بچوں کی کہانیوں کی مانند تھے۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا تھا۔ پھر دن کی روشنی میں اس نے میرے پاس سے جانے سے انکار کر دیا۔

"میں اب تمہارے ساتھ ہی رہا کروں گی تم پریشان تو نہیں ہو جاؤ گے آکیاس؟"

"نہیں گلشا۔ تم اتنی حسین اور اتنی معصوم ہو کہ تمہاری باتیں چاند کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوش ہو گئی۔ ...اس نے ناشتہ بھی میرے ساتھ کیا اور کسی نے اس دوران مداخلت نہیں کی تھی۔

دوپہر کو وہ تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی لیکن پھر واپس آ گئی اور اس وقت بھی وہ میرے ساتھ ہی رہی۔ اس نے بتایا کہ وہ مجھ سے عشق کرنے لگی ہے۔ اس شام وہ یہ کہہ کر گئی کہ رات کو ذرا دیر سے آئے گی لیکن اسی رات مجھے الفیٹس نے طلب کر لیا۔ وہ واپس آ گیا تھا اور اس وقت اپنے عیش کدے ہی میں تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔

"بات صرف یہیں تک محدود نہیں ہے کہ میں ایک تاجر ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہوں۔ اس لیے ضروری امور میں وہ میری قبولیت کے خواہاں ہوتے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"تیری فراست سے اندازہ ہوتا ہے الفیٹس۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔"

"تو نے کیسا وقت گزارا آکیاس۔"

"الفیٹس کی عنایات کے سائے میں مجھے ہر طرح کی مراعات حاصل ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یوں بھی میں ہدایات دے گیا تھا کہ تجھے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ نہ جانے کیوں میں دل میں تیرے لیے بڑی جگہ پاتا ہوں۔"

"میں خلوص دل سے تیرا شکر گزار ہوں الفیٹس۔" میں نے کہا۔ "لیکن افسوس ابھی تک میں تیری عنایات کا شکار ہوں۔ میں نے خود تیری ذات کے لیے کچھ نہیں کیا!"

"اوہ۔ تو میری ذات کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ وقت آنے پر میں خود تیرے سپرد کوئی خدمت کر دوں گا۔"

الفیٹس نے جواب دیا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی اور پھر میں اٹھ گیا۔

لیکن ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ مجھے کچھ ہنگامے کی سی آوازیں سنائی دیں خادماؤں کا ایک غول کسی کو اپنے نرغے میں لیے ہوئے تھا۔ اور کوئی چیخ رہا تھا۔ چیخنے والی آواز بھی نسوانی تھی۔ الفینس چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے قبل اس کے عیش کدے کے اطراف میں ہنگامے نہیں ہوتے تھے اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہنگامہ خیز یاں رک گئیں۔

"کیا بات ہے۔ تمہارے درمیان کون ہے؟" اس نے پوچھا اور خادماؤں کا غول کائی کی طرح پھٹ گیا۔ ان کے درمیان نوخیز گلشا موجود تھی میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور مجھ سے زیادہ خراب حالت الفینس کی ہوئی تھی۔

"کون گلشار؟" اس نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

"ہاں۔ میں ہوں بابا" لڑکی جرأت سے بولی۔

"لیکن تجھے اس طرف آنے کی جرأت کس طرح ہوئی؟"

"میں اکیاس کی تلاش میں آئی تھی۔"

"اکیاس۔ تو اسے کس طرح جانتی ہے" الفینس خونخوار لہجے میں بولا۔

"وہ میرا محبوب ہے" گلشار نے کہا۔ اور الفینس پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ منہ کھولے کھڑا رہ گیا میں نے اس معاملے میں مداخلت نہیں کی تھی۔

"وہ تیرا محبوب کس طرح ہو گیا؟"

"تم نہیں جانتے۔ جان بھی نہیں سکتے۔ میں اسے بہت پہلے سے جانتی ہوں" گلشار بولی۔

"کیسے جانتی تھی؟"

"چاند جب دیر سے نکلتا ہے تو اس میں کچھ معنی پنہاں ہوتے ہیں۔ ابتدائی راتوں میں لوگ جاگ رہے ہوتے ہیں لیکن جب آخری راتوں میں چاند سا جاتا ہے تو اس میں رہنے والے چپکے چپکے زمین کی سیر کے لیے چلے آتے ہیں۔ پھر جب تک لوگ سوتے رہتے ہیں وہ چاند کی کرنوں کے ذریعے زمین کی سیر کرتے رہتے ہیں۔ کرنوں کی رسی لے کر کبھی وہ نیچے آتے ہیں کبھی اوپر چلے جاتے ہیں۔ یہ کھیل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک دنیا سوتی رہتی ہے۔ پھر جب زمین کا پہلا آدمی جاگتا ہے تو وہ سب اوپر چلے جاتے ہیں۔ لیکن اکیاس۔ اوپر نہیں جا سکا۔ وہ اس وقت تک زمین پر رہے جب تک چاند آدھی رات کو نہیں نکلتا۔ میں نے چوری چوری اسے چاند سے اترتے دیکھا تھا۔ اور جب وہ ہمارے محل میں آیا تو میں اس کے پاس آ گئی"

"لے جاؤ۔ اسے محل میں لے جاؤ۔ زبردستی لے جاؤ۔ چلو لے چلو" الفینس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ وہ میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوا اور لڑکی کو اپنی نگرانی میں لے کر محل کی طرف چلا گیا میں متعجب تھا۔ الفینس کو میں نے اتنا جذباتی کبھی نہیں دیکھا تھا۔

شراب کے حوض کے گرد کئی لڑکیاں ابھی تک کھڑی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب آ گئی۔

"یہ کیا ہنگامہ تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"گلشار کون ہے؟"

"الفینس کی بیٹی" لڑکی نے جواب دیا اور میں دنگ رہ گیا۔ اب سارا ہنگامہ خود بخود میری سمجھ میں آ گیا تھا لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ گلشار الفینس کی بیٹی ہے۔ میں دیر تک حیران رہا تھا۔ کسن لڑکی نے مجھے اپنے آپ کو خادمہ ہی بتایا تھا۔ اگر مجھے یہ بات پتہ چل جاتی کہ وہ الفینس کی بیٹی ہے تو شاید میں اس کی عنایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس لڑکی کی طرف راغب نہ ہوتا لیکن میں تو بے قصور تھا۔ اس رات الفینس دوبارہ اپنے عیش کدے میں واپس نہیں آیا تھا نا ہی میں نے کسی لڑکی کو اپنا قرب بخشا۔ ہاں رات میں نے اپنی آرامگاہ ہی میں گزاری تھی اور سوچتا رہا تھا کہ الفینس پر اس واقعے کا کیا اثر ہوگا۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر الفینس نے مجھے طلب کر لیا اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ الفینس ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ ناشتے پر اس کے اور میرے علاوہ کوئی نہ تھا۔

"بیٹھ جاؤ" اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ اور میں بیٹھ گیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم تھا کہ گلشار میری بیٹی ہے؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"وہ کب تمہارے پاس آئی تھی؟"

"دوسری رات جب تم چلے گئے تھے۔"

"خود آئی تھی یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟"

"نہیں وہ خود آئی تھی۔"

"اس نے تم سے کیا کہا؟"

"کچھ نہیں اس نے یہی بتایا کہ وہ بھی خادمہ ہے۔"

"ٹھیک، خود اس نے مجھ سے بھی کہا ہے اکیاس! اگر وہ یہ بات نہ کہتی تو جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا؟" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور سوالیہ نگاہوں سے الفینس کو دیکھنے لگا۔ "میں تمہارے دونوں ٹانگوں میں رسیاں باندھتا اور ان رسیوں کو دو مضبوط اور طاقتور گھوڑوں کے بدن سے باندھتا اور ان دونوں گھوڑوں کو مختلف سمتوں میں ہانک دیا جاتا۔ یوں کہ تمہارا بدن درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا۔ گلشار میری بیٹی ہے اور تم نے دوست ہو کر میری عزت پر ڈاکہ ڈالا ہے۔"

"میں بتا چکا ہوں الفینس کہ اس لڑکی نے خود کو خادمہ بتایا تھا اگر وہ ایسا نہ کرتی تو میں اس کے ساتھ کوئی غلط سلوک نہ کرتا لیکن میں لاعلم تھا۔"

"ہوں۔ وہ لڑکی تمہارے لیے پاگل ہو رہی ہے۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" الفینس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"اسے سمجھاؤ الفینس، مجھے واقعی افسوس ہے" میں نے جواب دیا۔

"نہیں وہ سمجھنے کی حدود سے باہر نکل چکی ہے۔ میں نے کبھی پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں مارا۔ لیکن اب ـــــ اگر تم اسے دیکھو گے تو تمہیں اس کے بدن پر سینکڑوں نشانات نظر آئیں گے۔ لیکن اس کی زبان سے صرف تمہارا ہی نام نکلتا ہے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے الفینس۔ میں حالانکہ قصوروار نہیں ہوں لیکن اس بات پر میں تم سے شرمندہ ہوں" میں نے جواب دیا۔ "وہ کبھی نہیں ہو سکتا اکیاس کہ میں تمہیں اس کی تقدیر کا مالک بنا دوں"

"یوں نہیں سمجھا الفینس۔"

"میرا مقصد ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس سے تمہاری شادی ... اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میرے تمہارے درمیان جو کچھ بھی ہو ... لوگ تمہیں میرے خادم کی حیثیت سے جانتے ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں الفینس، یہ کام تمہارے لیے انتہائی مشکل ہوگا، ... کا ایک حل میرے پاس موجود ہے۔"

"کیا؟" الفینس نے پوچھا۔

"میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ میں یہ علاقہ ہی چھوڑ دیتا ہوں اس ... بعد تمہیں اتنی پریشانی نہیں رہے گی۔"

"پریشانی اب تو میرا مقدر بن چکی ہے، یا تو گلشار کی زندگی ختم کرنا ... گی یا اپنی عزت داؤ پر لگا دینا ہوگی" الفینس نے سخت لہجے میں کہا۔ ... کی صورت دیکھنے لگا "تم اگر یہاں سے چلے بھی جاتے ہو تو اس ... فائدہ کیا ہوگا۔ گلشار بدستور تمہارے لیے پریشان رہے گی اور ہم سب ... پریشان کرتی رہے گی۔"

"اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں الفینس؟" میں نے سوال کیا اور ... عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ... ہوئے کہا۔

"ناشتہ کرو۔ میں سوچوں گا۔"

پروفیسر ... نے الفینس کے چہرے پر کوئی ایسی عجیب بات دیکھی ... میرے ذہن میں کھٹکنے لگی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا ... سلوک کرنے کا خواہاں تھا لیکن بہر صورت اس کے اندر کھلبلی رونما ... ہو رہی تھی اور پھر وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا۔ نجانے کیوں ناشتے کے بعد ... اس نے مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں وہاں سے چلا آیا لیکن ... نجانے کیوں مجھ پر اس واقعے کا بڑا اثر تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ الفینس ... اس کا کیا حل تلاش کرے گا۔

میں اپنے طور پر بھی سوچ رہا تھا ... یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ الفینس کی جان کا روگ بنے بنا مجھے ... نہیں تھی۔ صبح کو میں تنہا تھا لیکن سورج چڑھا نہیں تھا جب الفینس ... نے مجھے اس کے گوشے میں بلایا جہاں اس کے اہل خاندان رہتے تھے۔ ... میں جب وہاں داخل ہوا تو گلشار بھی وہاں موجود تھی۔ لیکن اس کی ... حالت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ چہرہ اترا ہوا بال بکھرے ہوئے سالوں کی ... بیمار لگ رہی تھی مجھے دیکھ کر دیوانہ وار اٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ الفینس ... نے رخ بدل لیا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی اکیاس۔ دیوتاؤں کے لیے مجھے چاند ... پر لے چلو۔ مجھے اپنی دنیا میں لے چلو۔"

"اکیاس تم اسے اپنے ساتھ لے جانے کا بندوبست کر دو میں ... دونوں کی شادی کر دینا چاہتا ہوں لیکن اس کے بعد تم اس سرزمین پر مت ..." الفینس نے رخ بدلے بدلے کہا۔

"پر تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے گلشار؟"

"یہ لوگ مجھے تم سے محبت کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"اب تم ٹھیک ہو جاؤ گلشار۔"

"نہیں بس تم مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"کیا تم اسی طرح اکیاس کے ساتھ چلی جاؤ گی۔ کیا تم اہل یونان کی ذات توڑ دو گی؟ بہتر یہ ہے کہ خود کو سنبھالو انتظار کرو اور اس کے بعد اکیاس سے شادی کر کے اس کے ساتھ چلی جاؤ۔"

"کتنا انتظار کرنا ہوگا بابا؟" گلشار نے باپ سے پوچھا۔

"بس چند روز۔ صرف چند روز" الفینس نے جواب دیا۔

"تم ... تم بھی یہی کہتے ہو اکیاس۔ کیا میں ایسا ہی کروں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ یہ ایک لڑکی میری پر مسلط ہو رہی تھی پروفیسر۔ میرا اندازہ تھا کہ بالآخر الفینس نے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ لیکن میں کسی کے فیصلے کا پابند نہیں تھا۔ البتہ ہمدردی کی بات دوسری تھی۔ اس لڑکی کی حالت پر مجھے رحم آ گیا تھا بہرحال میں نے خاموشی اختیار کر لی اور تھوڑی دیر تک میں گلشار کے پاس رہا۔ لیکن الفینس نے ہم پر گہری نگاہ رکھی تھی پھر اس نے گلشار سے کہا۔

"اب اسے اجازت دو گلشار۔"

"کیوں بابا۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔"

"یہ روایات کے خلاف ہے۔"

"میں روایات کی پروا نہیں کرتی۔"

"تمہیں اپنے باپ کی عزت کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"باپ کو بھی میری محبت کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں" الفینس غرایا۔

"مجھے تم لوگ ... تم سب لوگ دشمن محسوس ہوتے ہو۔ اور دشمنوں کے وعدوں پر اعتبار کرنا دانشمندی نہیں ہے۔"

"اکیاس تم ہی اسے سمجھاؤ" الفینس شاید اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔

"الفینس ٹھیک کہتے ہیں گلشار۔ تھوڑا سا انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ... میں ...۔"

"تم ... دوبارہ ... ؟"

"ہاں ... یہی ٹھیک ہے۔"

"تب مجھے اطمینان ہے لیکن جب تک ہماری شادی نہیں ہو جاتی تم روز شب مجھ سے ملاقات کرو گے ... مجھ سے ملتے رہو گے۔"

"یہ مناسب نہ ہوگا گلشار" الفینس نے کہا۔

"کیوں مناسب نہ ہوگا۔ جواب دو؟" وہ بپھر گئی۔

"یہ ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ اور ہم اپنے اصولوں کو توڑ کر دیوتاؤں کو اپنا دشمن نہیں بنا سکتا لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے؟"

"میرا خیال ہے گلشار اپنے بابا کی بات مان لو شادی کے بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ اس وقت تک انتظار کر لو۔"

"تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے" وہ بے چارگی سے بولی۔ اور پھر ...

وہاں سے چلا آیا۔ الفیثس نے پورا دن مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ میں اس کی پریشانیوں سے واقف تھا۔ ویسے میں خود بھی بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ ان حالات میں گلشاد کی ذمہ داری سنبھالنا میرے لیے خاصا مشکل مرحلہ تھا لیکن حالات عجیب ہو گئے تھے۔ الفیثس نے میرے ساتھ بہتر سلوک کیا تھا اس لیے اس کی یہ پریشانی بھی میرے لیے باعث تکلیف تھی۔ میں کوئی درمیانی راہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔

الفیثس کے رویے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خوش نہیں ہے اور خوش ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کی عزت پر بن گئی تھی۔ جیش کدہ اس رات بھی ویران تھا لیکن جب تاریکی پھیل گئی تو ایک حسینہ جام و سبو لیے میرے پاس پہنچ گئی۔

"کیا تمہیں الفیثس نے بھیجا ہے؟"

"اس وقت نہیں۔ لیکن اس نے سب کو ہدایت کی تھی کہ تیری دلجوئی کا خیال رکھیں۔ اس سہارے سے آگئی ہوں۔" وہ بدستور مسکراتی ہوئی بولی۔

"میں بھی پریشان تھا۔ تو نے اچھا کیا جو آگئی۔ کیا نام ہے تیرا؟"

"جہانہ۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں مسکرانے لگا۔ جہانہ مجھے شراب پلاتی رہی، اور تھوڑی دیر کے لیے میں ذہنی انتشار سے دور ہو گیا۔ اور پھر وہ رونے لگی۔ اچانک ہی اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ میں حیران ہو کر اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہو گیا جہانہ! تو کیوں رو رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور بدستور سسکیاں لیتی رہی۔

"آہ میں اتنی مجبور کیوں ہوں۔ آہ میں نے اچھا نہیں کیا۔ کاش آقا یہ کام میرے سپرد نہ کرتا۔" وہ روتی ہوئی بولی۔ اور پھر اس نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "میرے محبوب! کیا حسن ہے۔ تو بے شک کرشن کی تخلیق ہے۔ تیرے وجود کی گرمی ذہنوں کو مسخر کر لیتی ہے۔ میں بھی تیری محبت کا شکار ہو گئی ہوں۔ پورس کر کیا اس شراب کا ایک جام مجھے اپنے ہاتھوں سے بھر کر دے۔"

میں نے اس کی خواہش کی تکمیل کی اور اسے شراب کا جام بھر کر دے دیا۔ "میری روح میں اتر جانے والے۔ میں خود کو اس جرم کی سزا دے رہی ہوں جو میں نے بحالت مجبوری کیا ہے۔ آہ چند ساعت کے بعد تو اس دنیا میں نہیں رہے گا۔ لیکن میں خود بھی تیرے ساتھ چلی آؤں گی۔ سرزمین میں چل رہی ہوں۔ میں خود بھی اس احساس کی مجرم نہ رہوں گی۔"

اس نے جام ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا۔

"تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں جہانہ۔" میں نے کہا۔

"آہ مجھے الفیثس نے تیرے پاس بھیجا تھا۔ اس شراب میں زہر ملا ہوا تھا جو تو نے پی۔ چند لمحوں میں معدے میں اتاری ہے۔ الفیثس کا حکم تھا کہ تجھے زہر دے کر ہلاک کر دیا جائے۔ سوچیں نے تیکھا حکم کی تکمیل ... یا میرے لیے بے مزا ہو گئی۔ تو اس دنیا میں نہ ہو گا تو تیرا تصور مجھے ہر لمحہ موت دے گا۔ اس لیے زہر کا ایک

جام میں نے بھی تیرے ہاتھوں سے۔" جہانہ کی حالت بگڑنے لگی۔ اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں اور پھر اس کا کلیجہ کٹ کٹ کر منہ کے راستے باہر آنے لگا۔

"میرے محبوب۔ میرے محبوب۔" اس کے منہ سے خون میں ڈوبے ہوئے الفاظ نکلے اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔

الفیثس کے بارے میں میری رائے پہلے بھی اچھی نہیں تھی لیکن جہانہ کی موت کے بعد مجھے اس سے نفرت ہو گئی۔ شراب کا لالچی اور خود غرض تاجر اپنی بیٹی کے ہاتھوں مجبور تھا۔ گلشاد نے اس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اس نے گلشاد کو تسلیاں دی تھیں اور اس کے بعد مجھے ہلاک کرنے کی سازش کی تھی۔

کم از کم مجھ سے اس کے جیسے تعلقات تھے ان کی بنا پر اسے یہ گھناؤنی سازش نہیں کرنی چاہیے تھی۔ لیکن پروفیسر! انسان اب تو اس کے بارے میں کچھ کہنے کے لیے الفاظ بھی نہیں رہے ہیں میرے پاس۔ تاہم میں نے ان سب کے درمیان زندگی گزاری ہے کہ گریبان لیے تھے۔ اب میں ان واقعات سے زیادہ بددل نہیں ہوتا تھا۔

دوسری صبح میری اس سے ملاقات ہوئی۔ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا۔

اکہا اس میرے عزیز۔ صبح بخیر! صبح بخیر! تمہیں دیکھ کر دل کو بڑی فرحت کا احساس ہوا ہے کہو رات کیسی گزری؟"

"حسب معمول، تمہاری مہربانیوں کے طفیل۔ لیکن جہانہ عجیب لڑکی ہے، مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اس کا ذہنی توازن درست نہ ہو۔"

"کیوں، کیوں۔ کیا اس نے کوئی ایسی بات کہی جو تمہاری شان کے خلاف ہے۔ اگر اس غلام زادی نے ایسی کوئی حرکت کی ہے تو قابل گردن زدنی ہے میں اسے بدترین سزا دوں گا۔ ذرا بتاؤ تو کیا کہا اس نے؟" چالاک انسان مصنوعی غصے کا اظہار کرنے لگا۔

"کہنے لگی۔ الفیثس تمہاری جان کا دشمن ہے۔ وہ تمہیں زہر دلوانا چاہتا ہے۔"

"آہ۔ آہ۔ اس نمک حرام نے یوں میرے اور تمہارے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کیوں؟ اس سے کیا فائدہ حاصل ہوا۔ آہ میں سمجھ گیا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ کچھ لوگ نہیں چاہتے کہ میرے اور تمہارے درمیان دوستی محبت کی راہیں ہموار ہوں۔ لیکن فکر مت کرو میں اس نمک حرام لڑکی کی زبان سے سب کچھ اگلوا لوں گا۔ ذرا بتاؤ تو وہ کہاں ہے اور کیا ثبوت پیش کرے گی وہ اس بارے میں۔"

"میں نے بھی اس سے یہ سوال کیا تھا اور ثبوت کے طور

پر اس نے وہ شراب اپنے معدے میں اتار لی جو زہر آلود تھی۔"

"پھر، پھر کیا ہوا؟" تاجر نے بے چینی سے پوچھا۔ اس کی آنکھیں پریشانی سے پھیل اور سکڑ رہی تھیں۔

"پھر وہ جاں بحق ہو گئی اور اس کی لاش میرے کمرے میں موجود ہے۔" میں نے جواب دیا اور تاجر سکتے میں رہ گیا۔ پھر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"گویا، گویا میرے اور تمہارے دشمن ہمارے درمیان لغزش ڈالنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے اس شدت پسندی کا ثبوت دیا کہ ایک زندگی اس کام کی بھینٹ چڑھا دی۔ کیسے سنگ دل لوگ ہیں۔ اب بتاؤ میں اپنی صفائی کے لیے کیا کروں۔ ایکاس میرے دوست کیا تم میرے دشمنوں کے جال میں پھنس گئے۔ کیا میں تمہاری نگاہوں میں اپنا اعتماد کھو بیٹھا ہوں؟" اس نے بدستور رندھی آواز میں کہا۔

"ہرگز نہیں الفیثس۔ میں جانتا ہوں کہ تم بے لوث انسان ہو۔ تم نے تو میرے اوپر احسانات کیے ہیں۔ اتنی معمولی سی بات پر میں تم سے بددل نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان لوگوں کو ہم سے دشمنی کیوں ہو گئی۔ وہ اس بات کے درپے کیوں ہیں کہ ہمارے درمیان اختلاف ہو جائے۔"

"میرا کاروبار، میری دولت، میری عزت و شہرت، بہت سے لوگوں کے لیے تکلیف دہ ہے۔ اور وہ اس کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ کسی طرح میں الجھنوں اور پریشانیوں کا شکار ہو جاؤں۔"

"معمولی تو یہ بات ہے۔ لیکن اس طرح وہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم یوں کرو الفیثس کہ ایک آدھ دن میں اپنی بیٹی سے میری شادی کا اعلان کر دو، اور اس کے فوراً بعد میری شادی اس سے کر دو۔ کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ قائم ہو گیا ہے۔"

موذی صفت تاجر کا چہرہ میری اس تجویز پر اتر گیا لیکن بہرحال وہ سانپ کی طرح موذی تھا۔ اس کے اعصاب میں بلا کی قوت تھی۔ دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور خوش ہو کر بولا۔

"نہایت مناسب تجویز ہے، سوچوں کرتا ہوں کہ آج ہی انتظامات کیے دیتا ہوں اور کل شام کو چند معززین کو بلا کر یہ اعلان کیے دیتا ہوں کیسا رہے گا؟"

"بہت ہی موزوں۔" میں نے جواب دیا۔ میں اس سے جو چال کھیل رہا تھا، مجبوری تھی۔ میں خود تو اسے نقصان پہنچانے کے درپے نہیں تھا لیکن اس نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ اور اب مجھے اس کی مکاری سے نفرت ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میں اس کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا بلکہ اسے سبق دینے کا خواہاں تھا۔ اس سے ملنے کے بعد میں نے سوچا کہ ضرور اس کے شیطانی ذہن نے کوئی دوسرا منصوبہ سوچا ہے۔ لیکن، بدنصیب تاجر یک لاکھ منصوبے

بنا لیتا تو بھی میری ذات ان سے متاثر نہ ہوتی۔ ہاں اس کا یہ منصوبہ ایک رات میرے سامنے آگیا۔ شام کو اس نے ایک محفل رقص و سرود برپا کی تھی اور مجھے بطور خاص اس میں شرکت کی دعوت دی تھی۔

"میں فنکاروں کی دل سے قدر کرتا ہوں اور جب بھی میری نگاہ میں ایسے لوگ آتے ہیں جو رقص و موسیقی کے فن میں یکتا ہوں میں ان کی عزت افزائی کے لیے انہیں دعوت دیتا ہوں۔ آج جو رقاص رقص پیش کریں گے وہ اپنے فن میں یکتا ہیں۔" اس نے مجھے بتایا۔

"ہاں میں جانتا ہوں تم طالب ذوق ہو۔" میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ میرے بیٹھنے کے لیے جو جگہ بنائی گئی تھی وہ کوئی نمایاں تھی اور ذرا الگ تھلگ کر بھی تھی۔ میں نے اس بات کو محسوس کیا لیکن درحقیقت اس وقت الفیثس کا منصوبہ میرے علم میں نہیں آیا تھا۔ جن رقاص کا اس نے تذکرہ کیا تھا ان کی تعداد آٹھ تھی۔ بھیانک زرکار لباس میں ملبوس تھے اور ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔ جس وقت وہ رقص گاہ میں آئے تو ایک عجیب سی سنسنی پھیل گئی۔ وہاں موجود لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر انہیں دیکھنے لگے لیکن پھر ڈرم پر چوٹ پڑی اور رقاصوں کے بدن تھرکنے لگے۔ انہوں نے ایک قطار بنائی تھی، اور ان کے پھیلے ہوئے ہاتھ سانپوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ پورے بدن ساکت تھے بس ہاتھ ہل رہے تھے اور ایک عجیب سا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے فوراً بعد رقاصوں نے چھلانگ لگائی پیچھے ہٹے اور اس کے فوراً بعد ہی ڈرم طوفانی انداز میں بجنے لگا اور رقاصوں کے پھرتیلے بدن حرکت میں آگئے۔ خاصا سنسنی خیز رقص تھا اور میں اس رقص سے محظوظ ہو رہا تھا۔ میں نے گرب و جوار کا جائزہ لیا۔ تمام لوگ سنسنی خیز نگاہوں سے رقاصوں کو رقص کرتے دیکھ رہے تھے اور الفیثس کے چہرے پر سکون کے تاثرات تھے۔ وہ نیم باز آنکھوں سے رقاصوں کی ہر جنبش کو دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، رقاصوں کے فن پر عروج آتا گیا۔ اب وہ اتنی پھرتی سے تھرک رہے تھے کہ ان کے بدن نظر نہیں آ رہے تھے۔ بس بے پناہ تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے سائے تھے۔ میں ان کے اس فن کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا اور پھر جونہی ڈرم رکے، رقاصوں کے بدن بھی جہاں اور جس حالت میں تھے ساکت ہو گئے۔

دیکھنے والوں نے ایک نعرہ ہائے تحسین بلند کیا لیکن اس کے ساتھ ہی آہستہ آہستہ ڈرم پر دو چوٹیں پڑیں اور رقاصوں نے اپنے لباسوں کی بیلٹوں میں اڑسے ہوئے چمکدار خنجر نکال لیے۔ چوڑے پھل والے خنجر جن کی تیز چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی، اور اس کے بعد ڈرم پھر تیز ہو گیا اور رقاص خنجرے کر ناچنے لگے۔

دوسرے لمحے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اگر میری جہاندیدہ نگاہیں اور تجربہ کار سوچ غلط نہیں تھی تو یقیناً الفیثس کی

سازش کی ابتدا ہو چکی تھی۔

چنانچہ رقاص پھر تحریک میں آ گئے ان کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے انداز میں طوفانی ہوتی چلی گئی۔ اس انداز میں وہ پہلے بھی اپنا رقص پیش کر چکے تھے۔ ڈرم پر پھر زبردست چوٹ پڑی اور تمام رک گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا میں منتظر تھا۔

انہوں نے اپنے خنجر پھل کی طرف سے پکڑ کر انتہائی قوت سے میری جانب پھینکے اور یکے بعد دیگرے آٹھ خنجر میرے جسم کے مختلف حصوں پر آ کر لگے۔ لیکن میں۔ میں تو ناقابل تسخیر جسم ہوں۔ بعض اوقات یہ بات بڑے فخر و انبساط کے ساتھ کہتا ہوں کہ گزرے ہوئے لمحات میں گزری ہوئی صدیوں نے میرے خلاف کیا کچھ نہیں کیا لیکن مجھے فنا نہیں ہے میں تو جاوداں ہوں اور جاوداں رہوں گا خنجر کی نوکیں میرے بدن سے ٹکرائیں اگر وہ اتنی قوت سے کسی اور کے بدن سے ٹکراتیں تو یقیناً تیر تے تک پیوست ہو جاتے۔ لیکن موالی کران کی نوکیں میرے بدن سے ٹکرا کر کند ہو گئیں اور ایک ایک کر کے وہ سب میرے قدموں میں گر پڑے۔

الفنس خوف زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے اس کے جسم کی لرزش نمایاں طور پر محسوس کی تھی۔ دوسرے تمام لوگ جو اس رقص کے تماشائی تھے۔ منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہوئے کھڑے ہو گئے ان کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ لیکن اس کے بعد اس خوف میں تعجب کا احساس بھی شامل ہو گیا۔ پھٹی ہوئی آنکھوں سے انہوں نے مجھے دیکھا۔

میں بدستور پرسکون تھا اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ تب میں نے الفنس کی جانب دیکھا جس کے بدن کا لہو گویا نچڑ کر رہ گیا تھا۔ اس کا زعفران زدہ چہرہ لٹکا ہوا تھا اور وہ تھکے تھکے سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

تب میں آگے بڑھا اور مسکراتے ہوئے میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیا خوب رقص پیش کیا تمہارے ان فنکاروں نے الفنس؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور الفنس منہ کھول کر رہ گیا اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔

دوسری طرف تماشی بھی دہشت زدہ نگاہوں سے اپنی اس کارروائی کا نتیجہ دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ پلٹ کر ایسے بھاگے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ ملا۔ ظاہر ہے اگر وہ یہاں موجود رہتے تو ان کی اپنی زندگی کو بھی خطرہ تھا۔ الفنس دوسرا کام یہی کرتا کہ انہیں کسی نہ کسی طرح قتل کر دیتا۔ لیکن انہوں نے جان بچا کر بھاگ جانے میں عافیت محسوس کی تھی۔ تب تماشائی میرے نزدیک پہنچ گئے اور مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ ان تمام سوالات کا لب لباب یہی تھا کہ میرے بدن پر زخم کیوں نہیں آئے اور میں نے ان سب کو تسلی دی۔ میری بدن انتہائی نرم تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص خوف و دہشت سے بے ہوش ہو جاتا تھا تو وہ الفنس تھا۔ تب میں نے لوگوں سے کہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگوں کو اس ناگوار حادثے کی وجہ سے پریشان ہونا پڑا۔ لیکن ظاہر ہے اس کے بعد اب رقص و سرود کا کوئی مرحلہ باقی نہیں رہا۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ نشستیں برخاست کی جائیں" میں نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اور ان لوگوں نے الفنس کی طرف دیکھا۔

الفنس کے تو گویا بدن میں جان ہی نہیں تھی وہ اپنے منہ سے آواز تک نہیں نکال سکتا تھا۔ چنانچہ تماشائی ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے اور اب رقص گاہ میں صرف میں اور الفنس رہ گئے۔

"تم پریشان کیوں ہو الفنس، بیٹھ جاؤ میرا خیال ہے تمہیں خاصی پریشانی ہے" میں نے نرم لہجے میں کہا اور اس کے شانے پر دباؤ ڈال کر اسے اس کی نشست پر بٹھا دیا۔ پھر میں اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"بہتر تو یہ تھا عظیم تاجر کہ تم جس دوستانہ انداز میں مجھے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے وہی دوستانہ انداز برقرار رکھتے۔" میں نے کہا الفنس نے پھر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن اس کی آواز اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ہوش و حواس واپس لاؤ اور مجھ سے گفتگو کرو میں اس وقت بھی تم سے دوستانہ انداز ہی میں دوستانہ لہجے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور تم یقین کرو میرے ذہن میں تمہارے خلاف کوئی انتقامی جذبہ پیدا نہیں ہوا ہے۔"

"میں... میں... میں...."

"ہاں ہاں کہو الفنس کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے سخت شرمندہ ہوں۔"

"نہیں۔ تمہاری یہ بات سخت بے کار ہے۔ میں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ میرے سامنے کو آ دانش رو دو میری پرخلوص پیشکش کے جواب میں خلوص سے گفتگو کرو میں تمہاری الجھن جانتا ہوں۔" میں نے کہا اور الفنس مجھے دیکھنے لگا پھر شاید اس نے اپنے حواس بحال کرنے کی کوشش کی اور اس میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا پھر بولا۔

"میں پائی گاس کا ایک باعزت انسان ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں تمہیں کسی بدنیتی سے اپنے ساتھ نہیں لایا۔ بلکہ میں نے تمہیں اپنا دوست سمجھا ہے۔ لیکن جو اپنی کہ میں تمہیں بھی مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتا۔ عورت ہمیشہ کی بے وقوف ہوتی ہے۔ جذباتی فیصلوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی اور بعض اوقات اس کے یہ فیصلے ایسا بدنما داغ بن جاتے ہیں جنہیں کسی بھی طور نہیں دھویا جا سکتا۔ اہل پائی گاس الفنس کی عزت بھی کرتے ہیں اور اس کی دولت سے خوف زدہ بھی ہیں ان کے ذہنوں میں اس کے لیے گندگی ہے اور اس گندگی کو جب بھی موقع ملتا ہے ابھر آتی ہے۔ چنانچہ اگر میں ایسے شخص کے ساتھ

بیٹی کی شادی کر دوں جو حقیقت میں نہ سہی بظاہر میرا غلام ہے تو لوگ کہیں گے۔ مجھے پائی گاس چھوڑنا پڑے گا اور میں کسی اور جگہ پر باعزت نہیں رہ سکتا لیکن دوسری جانب میری حماقت ہے جس کی وجہ سے مجھے مشکلات کا شکار ہونا پڑا ہے۔"

"لیکن الفنس تم جانتے ہو کہ جس وقت مجھے یہ معلوم ہوا کہ تمہاری بیٹی ہے تو میں نے خلوص دل سے یہ بات کہی تھی کہ اگر میں جانتا ہوتا تو میں اسے اپنے قرب میں جگہ نہ دیتا۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ کہ اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"تمہارا کوئی قصور نہیں۔"

"گویا تم ایک بے قصور انسان کو قتل کرنے کی ناپاک اور ... کوشش کر رہے ہو۔ تم نے اپنی لونڈی کی ماں سے مجھے زہر دینے کا فیصلہ کیا لیکن تمہاری بدقسمتی تھی کہ ماں میری محبت سے سرشار ہو گئی تھی اور اس نے زہر خود پی لیا تاکہ اسے یہ ناگوار فرض نہ انجام دینا پڑے اور نرمی تمہارے سامنے جواب دہ ہو اور میں تمہاری اس دوسری کوشش سے بھی واقف تھا۔"

"واقف تھے؟" الفنس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں الفنس مجھے اس کے بعد سے تم پر اعتبار نہیں رہا تھا ... ماں نے خودکشی کی۔ اور میں تمہاری طرف سے محتاط تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے جسم پر تمہاری خنجر زنی کامیاب نہ ہو سکی۔"

"... میں کتنا بدنصیب ہوں۔ میں کتنا بدقسمت ہوں کہ ... دوست کو بھی اپنے دامن میں پناہ نہ دے سکا۔ میں تم سے ... شرمندہ ہوں۔"

"میں کہتا ہوں الفنس مکاری مت کرو۔ مجھے کھلے دل سے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ میں بتا چکا ہوں اس کے بعد اس سلسلے میں تم خود فیصلہ کرو اکیاس۔" الفنس نے کہا۔

"ٹھیک ہے الفنس اگر میں چاہوں تو انتقاماً تمہیں مشکلات کا شکار کر سکتا ہوں۔ میں چاہوں تو تم سے اپنے اور ماں کا انتقام لے سکتا ہوں یا اگر یہ بھی نہ ہو تو تمہاری بیٹی سے مل کر تمہاری ... سازش کا انکشاف بھی کر سکتا ہوں اور اس کے بعد ظاہر ہے کہ ... تمہارے لیے بے پناہ مشکلات پیدا کر دے گی۔ لیکن اس ... سلوک کے عوض جو تم میرے ساتھ کرتے رہے میں تمہیں کسی ... میں نہیں ڈال رہا بلکہ میں فوری طور پر پائی گاس چھوڑنے کا فیصلہ کر رہا ہوں۔" الفنس خوشی سے اچھل پڑا۔ لیکن دوسرے لمحے ... اپنی خوشی چھپا لی۔

"کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو اکیاس؟"

"میرے دوست انسان میں تیری طرح مجبور اور سازشی نہیں ہوں جو کہہ رہا ہوں وہی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ مجھے رخصت کی اجازت دے۔"

"اوہ اکیاس میرے دوست ایک بار پھر میں شرمندگی کا اظہار کر رہا ہوں اور اس اظہار میں کوئی مکاری پوشیدہ نہیں ہے، مجھے واقعی اس بات کا احساس ہے کہ تو نے میرے ساتھ بہت شریفانہ برتاؤ کیا ہے" وہ بولا اور میں واپسی کے لیے مڑ گیا۔

رات کا وقت تھا۔ الفنس کے خوبصورت مکان سے نکلنے کے بعد میرے لیے ایسی کوئی جائے پناہ نہیں تھی جہاں میں قیام کرتا لیکن بدنصیبی ان انسانی مشکلات کا شکار تو نہیں تھا جو تمہاری دنیا کے لوگوں کو پیش آتی ہیں میرے لیے تو ہر جگہ پرسکون اور قابل آرام تھی۔ چنانچہ الفنس کے مکان سے نکل کر جدھر میرا منہ اٹھا چل پڑا۔ خوبصورت پائی گاس میں درختوں کی بہتات تھی۔ میں ایسے ہی ایک درخت کے نیچے میں آرام کرنے بیٹھ گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر خانہ بدوشوں کے خیمے لگے ہوئے تھے شاید وہ عارضی طور پر یہاں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ کیونکہ خیموں کی آبادی اس جگہ کے علاوہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھی تھی۔ تب میں نے سوچا کہ پائی گاس کو چھوڑ کر دوسرے راستوں کو اپنایا جائے لیکن اس کے لیے سمندری سفر بھی ضروری تھا۔ کیونکہ جزیرہ پائی گاس چاروں طرف سے سمندر کے درمیان گھرا ہوا تھا اور سمندر کو عبور کیے بغیر کوئی دوسری سرزمین دیکھنا مشکل تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اکیاس کے عالم میں الفنس نے بھی اس بارے میں نہیں سوچا تھا کہ اگر میں اس سے پائی گاس چھوڑنے کا وعدہ کر رہا ہوں تو کس بنیاد پر۔ ظاہر ہے اس کے لیے مجھے سمندری سہولتیں درکار ہوں گی۔

لیکن بہرحال اب تو الفنس کے مکان سے نکل آیا تھا اور اب مجھے اس سے کیا ہوا وعدہ نبھانا تھا۔ میں نے درخت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور نیم غنودگی کی کیفیت میں کھو گیا۔

اس وقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی جب میں نے کچھ لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنیں، میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ میدان میں کچھ اور خیمے نصب کیے جا رہے تھے۔ نہ جانے یہ خانہ بدوش کہاں سے آ رہے تھے۔ صبح کی آمد کے ساتھ ساتھ خیموں کا ہجوم بڑھتا رہا اور میں دلچسپی سے اس اضافے کو دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ لوگوں کے بولنے اور چلنے پھرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ تب مجھے ایک پستہ قامت شخص اس درخت کی طرف آتا نظر آیا۔ ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی تھی۔ اس لیے میں اس شخص کو بخوبی دیکھ سکتا تھا وہ کمر پر دونوں ہاتھ باندھے چہل قدمی کرنے کے

انداز میں اس طرف آرہا تھا۔ پھر وہ میرے نزدیک پہنچ کر ٹھٹک گیا۔ درمیانی عمر کا آدمی تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے عجیب سی عیاری کا احساس ہوتا تھا۔ چند لمحات وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر وہ قدم بڑھا کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"دیوتاؤں کی مدد ہے۔ تو کون ہے۔"

"ایکاس۔"

"بلاشبہ اسم با مسمیٰ ہے، لیکن یہاں کیا کر رہا ہے۔ کیا تو غلاموں کا تاجر ہے۔ شکل و صورت سے تو غلام نہیں معلوم ہوتا۔"

"نہ میں غلام ہوں اور نہ غلاموں کا تاجر۔ بس ایک بے خانماں انسان ہوں، اور رات گزارنے کے لیے یہاں ٹھہر گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کا نچلا ہونٹ اس انداز میں لٹک گیا جیسے اس کے ذہن میں کوئی خاص خیال آیا ہو۔

"کیا مطلب، کیا مطلب ہے کہ تیرا تعلق پائی کاس سے نہیں ہے۔ کیا تو کسی دوسری جگہ سے یہاں پہنچا ہے؟"

"ہاں، ایک جہاز کی تباہی نے مجھے اس ساحل پر چھوڑا ہے۔"

"دیوتا تجھ پر رحم کریں۔ کیا اہل پائی کاس میں سے کسی کی نگاہ تجھ پر نہیں پڑی۔ کیا کسی نے تجھے اپنا مہمان بنانے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں اہل پائی کاس خشک طبیعت ہیں۔ اور پھر میں نے ان میں سے کسی سے مدد مانگنے کی کوشش بھی نہیں کی۔" میں اس شخص کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ اس لیے اس کی پسند کے الفاظ بول رہا تھا۔ اور لمحہ بہ لمحہ اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی حریص چمک کو دیکھ رہا تھا۔

"لعنت ہو ان لوگوں پر جنہوں نے تجھ جیسی سونے کی کان کو بھی چھوڑ دیا اور یہ تو بتا تیرے سونے کی طرح چمکنے والے بدن کا کیا راز ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"یوں لگتا ہے جیسے تو چاند کی دنیا سے بھٹک کر آگیا ہو۔ قدر دانوں کے لیے تو تو زمین کا چاند ہے۔ آہ مجھے تیری الم بے کسی پر کتنا رنج ہو رہا ہے۔ تجھ جیسا گوہر بے بہا یوں چھوڑ دیا گیا میرے عزیز۔ کیا تو میرے خیمے میں پناہ نہیں پسند کرے گا۔"

"تجھے تکلیف ہوگی۔"

"ہرگز نہیں، تو تو میرے لیے سونے کا پہاڑ ہے۔ میں تجھے زندگی کی ہر بہترین سہولت فراہم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو اگر اپنی ذات میرے لیے وقف کر دے تو میں تجھے ایسا اعلیٰ منصب دلاؤں گا کہ تو تا زندگی مجھے دعائیں دے گا۔ اٹھ۔ آ میرے ساتھ۔ میں تیری منت کرتا ہوں۔"

میں اٹھ گیا۔ دوسرے چالاک آدمی کے دل میں کیا ہے یہ تو مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن پروفیسر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا تو میری فطرت تھی۔ میں نے سوچا ذرا اسے بھی تو دیکھوں۔ یہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔

موٹا شخص مجھے ایک کشادہ خیمے میں لے گیا۔ وہاں ایک شخص گہری نیند سو رہا تھا۔ "اور وہ بے وقوف انسانوں نے اسے بھی یہاں سلا دیا۔ خیر کوئی بات نہیں ہے تو خیمے میں آرام کر۔ اگر نیند آ رہی ہے تو تھوڑی دیر سو جا۔ اس پرلطف ماحول میں تجھے خوب نیند آئے گی۔ بھوکا ہے تو مجھے بتا میں تیرے لیے فوراً خوراک کا بندوبست کروں۔" اس نے کہا۔

"نہیں میں بھوکا نہیں ہوں۔"

"تب پھر آرام کر۔ بقیہ گفتگو تجھ سے صبح کو ہوگی۔" اور یہ ادا کر کے وہ چلا گیا۔ اس کے انداز میں جوش و اضطراب تھا جیسے کوئی اندرونی خیال اسے مسرت میں مبتلا کر رہا ہو۔ وہ خیال کیا تھا۔

تب میں سوتے ہوئے شخص کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سیاہ نسل کا کوئی نوجوان تھا جس کے اعضا فولاد کے ڈھلے معلوم ہوتے تھے۔ اس کے بدن کا ایک ایک پٹھا کسا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس کی صورت بدنما تھی، میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور پھر اس شخص کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اسے جگایا اور وہ ایک انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا۔

"کیا صبح ہو گئی؟" اس نے پوچھا۔

"ہونے کے قریب ہے، کیا تو سوتا رہے گا؟"

"نہیں اگر الفوذ کا حکم ہے تو میں جاگ جاتا ہوں۔"

"الفوذ کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے خیمے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔

"تو کیا یہ الفوذ کا خیمہ نہیں ہے؟"

"کیا اس موٹے اور پستہ قد انسان کا نام الفوذ ہے، جس کے سر پر پہنی ہوئی ٹوپی میں ایک سیاہ پتھر جڑا ہوا ہے۔"

سیاہ شخص نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ پھر حیرت سے بولا "تو تو عجیب ہے، لیکن تو اس خیمے میں کس طرح آگیا جبکہ تو الفوذ سے واقف بھی نہیں ہے؟"

"اگر تو حیرتوں سے نکل آئے تو ہم دونوں دوستوں کی طرح گفتگو کریں" میں نے مسکرا کر کہا۔ تو وہ بھی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تو عجیب ہے۔ تیری یہاں موجودگی ابھی میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن بہتر ہے ہم حیرتوں میں ڈوبنے کے بجائے ایک دوسرے سے گفتگو کر کے معلومات حاصل کریں۔"

"ہاں نہایت مناسب فیصلہ ہے۔" میں نے اس سے اتفاق کیا۔

"پہلے سوال کون کرے گا، میں یا تم؟" سیاہ فام نوجوان نے خوش مزاجی سے پوچھا۔ وہ اپنی صورت اور جسامت کے برعکس نرم طبیعت کا معلوم ہوتا تھا اور میں نے اس کی یہ بات پسند کی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس کی بے پناہ قوت اس کے لیے سکون کا باعث تھی اور اس نے ٹھنڈی طبیعت پائی تھی۔

"تم ہی سوال کر لو۔ تاکہ پہلے تمہارا تجسس دور ہو جائے؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب تمہارا شکریہ۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟"

"ایکاس۔"

"پائی کاس کے رہنے والے ہو، یا کہیں اور سے منڈی آئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں میرا تعلق پائی کاس سے نہیں ہے۔ بس اتفاقات مجھے یہاں تک لے آئے ہیں۔ یوں سمجھو ایک جہاز کی تباہی کے بعد میں پائی کاس کے ساحل تک پہنچ گیا۔"

"گویا پائی کاس میں تمہارا کوئی شناسا یا عزیز نہ تھا؟"

"نہیں۔"

"آہ، تعجب ہے، تب پائی کاس کے لوگوں نے تمہیں پناہ کیوں نہ دی، لاوارث انسان تو قوت کا غلام ہوتا ہے۔ ایسے کسی شخص کے لیے تو جنگیں تک ہو جاتی ہیں۔ لیکن تم الفوذ کے ہاتھ کہاں سے لگ گئے؟"

"موٹے پستہ قد شخص نے مجھے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا پایا تھا اور اس نے مجھے پناہ کی پیشکش کی اور اس خیمے میں لے آیا۔"

"ہوں تو یہ بات ہے۔ لیکن ایکاس تم عام لوگوں سے بڑے مختلف ہو۔ تمہارا بدن سونے کی طرح سنہرا اور چمکدار ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ لیکن یوں سمجھو کہ جس طرح تمہارا بدن ان لوگوں کے جسم کے رنگوں کے برعکس سیاہی مائل ہے اسی طرح میرے بدن کا رنگ بھی سنہرا ہے۔"

"میری نسل کے تمام لوگ میری طرح سیاہ فام ہوتے ہیں کیونکہ میری سرزمین سورج سے قریب ہے، اس لیے ہمارے رنگ سیاہ ہوتے ہیں۔"

"یعنی تمہارا تعلق افریقہ سے ہے۔"

"ہاں میرے وطن کا یہی نام ہے۔"

"میرے بارے میں اور سوالات کرو۔" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگا۔

"میرے خیال میں میرے سوالات پورے ہو چکے ہیں میں تمہارے بارے میں ابتدائی باتیں جان گیا ہوں اس لیے اب سوالات کی باری تمہاری ہے۔"

"سب سے پہلا سوال یہ کہ تمہارا کیا نام ہے؟"

"جالوت، غلام جالوت۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم الفوذ کے غلام ہو؟"

"ہاں! میں اس کی ملکیت ہوں۔ اور اس کی روشنی نہ جلنے مجھے کونسا آقا بخشے۔" جالوت نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پائی کاس کے بارے میں شاید تیری معلومات محدود ہوں ایکاس یہ غلاموں کی بڑی منڈی ہے، قرب و جوار کے اور بعض اوقات دور دراز کے جزیروں سے غلام یہاں لا کر فروخت کیے جاتے ہیں موسم بہار کا آغاز پائی کاس کے لیے بڑا منفعت بخش ہوتا ہے۔ ان دنوں یہاں غلاموں کے تاجروں اور خریداروں کا ہجوم ہو جاتا ہے اور خوب خرید و فروخت ہوتی ہے۔ تاجروں اور خریداروں کے بہت سے جہاز پہنچ چکے ہیں اور منڈیاں زیادہ ہو گئی ہیں کیا تم نے ایسی کوئی منڈی کبھی نہیں دیکھی؟"

"نہیں۔"

"دیکھو الفوذ تمہیں نیک نیتی سے یہاں نہ لایا ہوگا۔ ضرور اس شخص نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تم لاوارث ہو۔ چنانچہ اب وہ تم کو فروخت کر دے گا۔"

"میری مرضی کے بغیر؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں غلاموں کی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔"

"کمال ہے کیا یہ حرکت غیر انسانی نہیں ہے۔"

"غلام انسان کہاں ہوتے ہیں۔" جالوت حسرت سے بولا۔ اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"تم الفوذ کے پاس کب سے ہو؟"

"الفوذ نے تو مجھے صرف تین ماہ قبل خریدا ہے۔ اس سے قبل میں تراکاذ کا غلام تھا اور وہاں میں نے چھ سال گزارے۔ یوں سمجھو میری ہوش کی زندگی کا آغاز اس کے پاس سے ہوا۔"

"تراکاذ نے تمہیں کیوں فروخت کر دیا۔"

"اس لیے کہ میں نے حرکت کی تھی جو غلاموں کی تقدیر نہیں ہوتی۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے نشمہ سے عشق ہو گیا تھا وہ بھی ایک باندی تھی، اور خوبصورت تھی۔ گو وہ ان کے تصرف میں نہیں تھی۔ لیکن حالات بڑے عجیب تھے، مجھے اس سے عشق کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔"

"کوئی خاص بات تھی اس میں؟"

"ہاں لوگوں کا خیال تھا کہ وہ تراکاذ کے نطفے سے تھی۔ گو اس کی ماں بھی باندی تھی۔ لیکن باندیوں کی اولاد کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ ان کو اپنا باپ کہہ سکیں۔ تاہم تراکاذ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ دو ہی صورتیں تھیں یا تو وہ مجھے قتل کر دیتا یا فروخت۔ چنانچہ اس نے ان میں سے ایک کام کیا۔"

"وشمہ کہاں ہے؟"

"اسے بے تصور گروانا گیا۔"

"جالوت، تیرے دل میں اب بھی اس کی یاد چٹکیاں لیتی ہو گی؟" میں نے سوال کیا اور جالوت کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ اس نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

میں بھی خاموش ہو گیا۔ انوکھی لیکن دلچسپ صورت حال تھی۔ انوکھے قانون تھے۔ اب مجھے بھی فروخت کر دیا جائے گا۔ مکار لومڑی مجھے کس چالاکی سے یہاں لے آئی ہے۔ لیکن اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اگر میں اس سے تعاون نہ کروں تو اسے لینے کے دینے پڑ جائیں۔ میں سوچ رہا تھا۔ یہاں سے نکلنا چاہتا تھا اور یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ غلاموں کی دنیا کیسی ہوتی ہے اس لیے میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رک جاؤں اور میں خود کو تیار کرنے لگا۔ زندگی کا یہ تجربہ انوکھا اور نیا تھا اور میں تو تجربات کا رسیا تھا۔ چنانچہ ایک رات یہ بھی سہی۔ میں نے سیاہ غلام کی طرف دیکھا اور بولا۔ "وشمہ بھی تمہیں چاہتی تھی؟"

"ہاں، بہت لیکن اس نے پیش گوئی کر دی تھی کہ ایک دن ہم دونوں کو جدا کر دیا جائے گا اور یہی ہوا۔"

"ممکن ہے زندگی کے کسی موڑ پر وہ تمہیں دوبارہ مل جائے؟"

"نہیں میرے دوست، غلاموں کی زندگی میں سنہرے خوابوں کا کوئی دخل نہیں ہے، اس لیے میں اس کی یاد کو بھلانے میں کوشاں رہتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ صبح ہو گئی تھی۔ دیر تک ہم خیمے میں رہے۔ کسی نے اندر آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر باہر چہل پہل ہو گئی اور خاصا سورج چڑھ آیا جب کسی نے خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر جھانکا۔

"اگر تم دونوں جاگ چکے ہو تو ناشتہ کر لو۔"

"آقا کا کیا حکم ہے؟" جالوت نے پوچھا۔

"یہی جو میں نے کہا۔"

"تب ہم ناشتہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔" جالوت بولا۔ وہ ناشتے والا چلا گیا۔

"کیا ہمیں باہر جانے کی اجازت نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت تک نہیں جب تک آقا ہمیں نیلام گاہ میں نہ پیش کرے۔"

"میں نیلام گاہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"باہر پہرے دار تمہیں نہیں جانے دیں گے۔"

"ناشتہ کر لوں، اس کے بعد سوچوں گا۔" میں کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے لیے پھلوں کا رس۔ بھنا ہوا گوشت اور پنیر کے ٹکڑے آ گئے۔ جالوت ندیدوں کی طرح ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ اور میری ملاقات بھی کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"یہ کاروبار کتنے دن سے جاری ہے؟"

"مجھے یہاں آئے ہوئے پانچواں دن ہے۔"

"تمہیں نیلام گاہ میں نہیں پیش کیا گیا؟"

"ابھی تک نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الفوذ کی نگاہ میں میں ایک قیمتی غلام ہوں۔ اس نے مجھے قیمتی داموں خریدا ہے اور اب وہ میرے اوپر معقول معاوضہ وصول کرے گا۔"

"ہاں جسمانی طور پر تم بہت مضبوط ہو۔ بہرحال جالوت دیکھنا تو چاہیے کہ یہ نیلام کس طرح ہوتا ہے۔"

"تمہارے لیے مشکل ہے دوست۔ اب الفوذ کسی طور تمہیں ہاتھ سے نہ جانے دے گا۔ وہ ہر ہتھکنڈہ استعمال کرے گا۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اٹھ کر خیمے کے دروازے تک آ گیا۔ یہاں چار نیزہ بردار موجود تھے، جنہوں نے تعجب سے مجھے دیکھا اور ان میں سے ایک سنبھل کر بولا۔

"کیا بات ہے تمہیں کس شے کی حاجت ہے؟"

"ہاں میں باہر جانا چاہتا ہوں۔"

"کس کام سے؟" پہرے دار نے پوچھا۔

"یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"آقا کی اجازت نہیں ہے۔ پردہ بند کر دو۔" پہرے دار نے کہا۔ میں باہر نکل آیا۔ پہرے داروں نے نیزے تان لیے تھے لیکن میں نے ان میں سے ایک کو پکڑا اور نیزے سمیت اٹھا کر دور پھینک دیا۔ اس کی چیخ سن کر جالوت بہت سے پہرے دار آ گئے اور انہوں نے میرے گرد گھیرا ڈال دیا۔ پھر شاید الفوذ کو اس بات کی اطلاع مل گئی تھی خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

لیکن الفوذ نے آتے ہی ان سب کو ڈانٹا اور پھر ہاتھ ملتا دانت نکالتے میرے پاس پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے میرے دوست کیا ہوا میرے عزیز۔ ان لوگوں میں سے جس نے گستاخی کی ہے تم سے، لو میری تلوار اور اس کی گردن اڑا دو، مجھے اعتراض نہ ہو گا لیکن کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔"

"کیا میں تمہارا قیدی ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں، کسی طور نہیں۔"

"پھر یہ پہرے دار کیوں ہیں؟"

"اوہ! اندر ایک غلام موجود ہے۔ آؤ اندر چلیں اندر چل کر گفتگو کریں ورنہ یہاں کافی مجمع ہو جائے گا اور تم پریشان ہو جاؤ گے۔ آؤ ابھی جاؤ براہ کرم میری بات مان لو۔"

میں اس کے ساتھ اندر آ گیا۔ "ہوں کیا بات کیا ہوئی۔ تمہیں کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔"

"بس میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"کہاں، کیا انہیں لوگوں کے درمیان، جنہوں نے تم سے بے اعتنائی کی۔ آہ تم کتنے معصوم ہو۔ اور یہ خوبصورت انسان معلوم ہوتا ہے۔ تم ان لوگوں کے درمیان خوش نہ رہ سکو گے؟"

"مگر مجھے یہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟"

"بس لوگوں کی نگاہوں سے بچانے کے لیے اور پھر میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے لیے کوئی بہتر بندوبست کروں گا سو اگر تم کسی ایسے قدردان کے ہاتھوں میں پہنچ جاؤ جو تمہارا صحیح مقام پہچان لے تو کیا برا ہو گا؟"

"اور وہ قدردان کون ہے؟"

"بہت جلد، بس بہت جلد اس کی آمد ہو گی۔ تھوڑا سا توقف کر لو میرے بیٹے۔" الفوذ نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں اس خیمے سے اکتا چکا ہوں۔ میرے لیے باہر سیر و تفریح کا بندوبست کرو۔"

"ضرور ضرور، لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا شرط ہے؟"

"تم واپس یہاں آ جاؤ گے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم جالوت کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور ہاں جالوت تم نگراں و محافظ ہو گے اور یہاں واپس لانا تمہارا کام ہے لیکن اس مانند کردہ مردوں سے پوشیدہ رہو گا بھی بہتر۔ میں تمہارے لیے ایسی بگھی کا انتظام کر دوں جو خریداروں کی ہوتی ہے۔ پھر تم آرام سے منڈیوں کی سیر کر سکو گے۔ کیا تم مجھ سے تعاون کرو گے اور واپس آ جاؤ گے وعدہ کرو۔ بولو کیا تم ایک سنہرا مستقبل نہیں بناؤ گے؟" چالاک بڈھے کے لہجے میں ایسی التجا تھی کہ مجھے ہنسی آ گئی۔ دولت کمانے کا یہ شوقین دولت کے حصول کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔

"تو میں جاتا ہوں اور تمہاری سیر و تفریح کے لیے دلکش جگہوں کا بندوبست کرتا ہوں جہاں جا کر تمہیں خوشی ہو۔ بس ذرا تم میرے ساتھ آؤ۔" اس نے جالوت کو حکم دیا اور وہ الفوذ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ چند ساعت کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"بگھی تیار ہے۔" اس نے کہا۔

"اور تم میرے نگراں ہو گے۔"

"یہ گفتگو بگھی کے اندر کر لیں گے آؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ دو گھوڑوں کی یہ بگھی بہت خوبصورت تھی۔ ایک کوچوان اوپر بیٹھا تھا۔ ہم دونوں بگھی میں بیٹھ گئے۔ "اس نے مجھے لاتعداد واسطے دیے ہیں کہ میں تمہیں یہاں واپس لے آؤں۔ تمہارا کیا ارادہ ہے انکاس؟"

"اگر میں واپس نہ آنا چاہوں تو؟"

"وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور بس۔ اس کے بعد جو اس کا دل چاہے گا کرے گا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"یہی کہ تمہیں تیار کروں کہ تم اس کے کام آ جاؤ اور وہ تمہیں بہترین قیمت پر فروخت کر دے۔ اس نے کہا کہ تم اس کے لیے درحقیقت سونے کی کان ثابت ہو گے۔"

"خوب، عجیب انسان ہے۔ میری آزادی چھین کر مجھے غلام بنا رہا ہے اور خواہش ہے کہ اس سے تعاون کروں۔"

"اس نے کہا ہے کہ میں تمہیں سنہرے خواب دکھاؤں۔ تمہیں بتاؤں کہ تمہاری آئندہ زندگی کس قدر خوشگوار گزرے گی۔"

"فضول آدمی ہے۔ اس کی باتیں چھوڑو۔ باقی تم مجھے ذرا منڈی کی سیر کراؤ۔"

"کوچوان کسی دوسری منڈی کی طرف چلو۔" جالوت نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا گاڑی لوگوں کے ہجوم کے قریب رک گئی۔ اونچے اونچے لکڑی کے چبوترے بنے ہوئے تھے اور ان پر غلاموں کی قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ رنگین لباسوں میں کنیزیں سر جھکائے جانوروں کی طرح فروخت ہو رہی تھیں۔ اہل ہوس ان پر اپنی نظریں لگائے ہوئے تھے اور بیچنے والے طرح طرح کے سوانگ رچائے ہوئے تھے۔ خوبصورت جملوں سے حسن و جمال کی اور ادماں کی تعریفیں کی جا رہی تھیں۔

تبھی ہم نے ایک نقارچی کی آواز سنی: "اہل شوق کے لیے متاع بے بہا، سیاہی و سفیدی کا امتزاج، سیاہی کر دفاداری میں بے مثال ہوتی ہے طاقت و سپہ گیری میں لاجواب ہے۔ اس کے سونے کے بدن سے رات کی تاریکی منور ہو جاتی ہے۔ الفوذ کے پاس آج شام کو سورج چھپنے سے قبل صرف ان لوگوں کے لیے یہ دعوت ہے جو باذوق ہوں اور جن کے خزانے لبریز ہوں، موسم بہار کی سب سے قیمتی فروخت۔" نقارچی خاموش ہو گیا اور چند ساعت کے بعد اس نے پھر یہی بکواس شروع کر دی۔

"سنا تم نے، یہ اعلان ہمارے بارے میں ہو رہا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ میں نے اندازہ لگا لیا۔ گویا یہ ہماری تشہیر ہو رہی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں تمام منڈیوں اور بندرگاہوں پر دیس دیس کے جہازوں کے نزدیک ایسے ہی نقارچی چیخ رہے ہوں گے۔" جالوت نے جواب دیا۔ اور میں غلاموں کی فروخت کا جائزہ لینے لگا۔ بولیاں دی جا رہی تھیں۔ سونے کے سکوں کے انبار لگائے جا رہے تھے اپنی پسند کی کنیزوں اور غلاموں کی خرید کے لیے بڑی بڑی قیمتیں دی جا رہی تھیں۔ فروخت شدہ انسان کو اس کے خریدار کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔

میں گہری سانس لے کر اس کاروبار کو دیکھتا رہا۔ جالوت کے ساتھ میں نے کئی منڈیوں کا جائزہ لیا اور پھر اس کی درخواست پر ہم واپس الغوذ کی رہائش گاہ چل پڑے۔

الغوذ ہمیں دیکھ کر خوش ہو گیا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا: "اس طرح تمہیں کوئی مضبوط سہارا مل جائے گا۔ ظاہر ہے تمہارے خریدار عام لوگ نہ ہوں گے اور جو تمہارے لیے ایک بیش بہا دولت خرچ کرے گا وہ تمہارا قدردان ہوگا۔ کوئی معمولی آدمی تو تمہیں خرید بھی نہیں سکے گا۔"

اور پروفیسر میں اپنی قیمت بنانے کا خواہشمند ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ دیکھوں تو سہی میری کیا حیثیت ہے۔ یہ سودا بکنے سے قبل چند مشاطائیں ہمیں سنوارنے آ گئیں۔ مجھے ایک حسین لباس دیا گیا۔ سونے کا ایک تاج میرے سر پر رکھ دیا گیا۔ جالوت کے بدن کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس پر کوئی روغن مل کر اس کو چمکا دیا گیا تھا۔ پھر ہمیں بڑے اہتمام سے حسیناؤں کے جھرمٹ میں باہر لایا گیا اور میں نے ایک عظیم اجتماع دیکھا۔ تاحد نگاہ سر ہی سر نظر آ رہے تھے جو ایک ٹک مجھے دیکھ رہے تھے۔ پہلا ہمیں نیلام گاہ کے چبوترے پر لایا گیا جسے رنگین قالین سے سجایا گیا تھا۔ اور ہماری بولی لگانے والا خود الغوذ تھا جو ایک ریشمی لباس میں کوئی جادوگر نظر آ رہا تھا۔

مجمع میں زبردست چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور لوگ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہمیں دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ لاتعداد گھوڑے سوار تھے، لاتعداد پیدل تھے، غلام تونڈوں کے بوجھ لادے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی مجمع چھٹتا اور کوئی زبردست سب سے آگے آ جاتا۔

پھر ایک ڈھول پیٹا جانے لگا اور لوگ خاموش ہو گئے اور پھر مکار شخص کی آواز ابھری۔ "دیکھتی آنکھوں نے کبھی ایسا دیکھا نہ سننے کانوں نے کبھی ایسا سنا۔ ایک حسن و جمال میں یکتا تو دوسرا قوت و جرأت میں بے مثال، سونے سے تراشے ہوئے اور آبنوس تسکین پانے والے آپ کے سامنے ہیں۔ اور اس کے بعد ممکن ہے الغوذ آپ کے سامنے نہ آئے کیونکہ وہ اس کی مثال نہ دے سکے گا۔ ہاں میرا نام الغوذ ہے اور یہ نایاب اس سے میری تلاش ہیں۔ ہے کوئی جوان کا بدل تلاش کر دے اور اب قدردان وہ کہیں جوان کے شایان شان ہو اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس پر دوسرے ہنسیں۔"

"چھ تھیلیاں زر سرخ۔" ایک بوڑھے کھنڈر کی آواز ابھری۔

"اس مسخرے کو پیچھے دھکیل دو۔" الغوذ نے نفرت سے کہا۔

"بیس تھیلیاں زر سرخ۔" دوسری آواز ابھری۔

"اس سے اپنے گھوڑوں کے لیے چارہ خرید لینا ورنہ بھوکے مر جائیں گے۔"

"سو تھیلیاں۔"

"دو سو تھیلیاں۔"

"ایک ہزار تھیلیاں۔" آوازیں بلند ہوتی رہیں اور الغوذ مسکراتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"چاند جس محل میں چمکتا ہے وہاں چمکے گا اور بہتر تو یوں ہے کہ یہ دونوں نایاب موتی بکھار ہیں تو اب مذاق کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں آ جائیں اور سنجیدہ بولی لگائیں۔"

"ایک ہزار تھیلیاں۔" ایک آواز ابھری اور میری نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ دو گھوڑے برابر کھڑے ہوئے تھے۔ دونوں پر عورتیں تھیں لیکن ان کے چہرے نقابوں میں پوشیدہ تھے۔

"آہ جس کی زندگی میں یہ دونوں ہوں اسے پھر کیا طلب رہے لیکن سنہرے سکوں کی زیادہ تعداد ہی کارآمد ہوگی۔"

"دو ہزار تھیلیاں۔" ایک دوسری نسوانی آواز ابھری۔ ایک صحت مند اور دراز قامت عورت گھوڑے پر سوار نظر آئی۔ دلکش عورت تھی لیکن عمر پینتیس چالیس کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کے شانے پر سیاہ رنگ کا ایک نقاب بیٹھا ہوا تھا اور پیچھے کئی غلام گھوڑوں پر موجود تھے۔

"آہ اب صحیح قدردان پہنچ سکے۔ لیکن بات شان کے ساتھ نہیں ہوئی۔ پہلی آواز دو ہزار تھیلیاں زر سرخ۔" الغوذ بولا۔

"پانچ ہزار تھیلیاں۔" پہلی آواز ابھری۔ "یہ میری مالکہ کی جانب سے۔"

"دوسری آواز۔ پانچ ہزار تھیلیاں۔"

"دس ہزار۔" عقاب والی شہسوار کو طارہ آ گیا۔

"بیس ہزار۔" لڑکی بولی۔

"پچاس ہزار معہ دو گوہر سرخ۔" عقاب والی بولی۔ اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی۔ لیکن پھر گھوڑے والی دوسری حسینہ نے بھی اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔

"پچاس ہزار تھیلیاں اور بیس گوہر سرخ۔"

"واہ اب قدردانوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔"

"پچاس ہزار تھیلیاں مع پچاس گوہر سرخ۔" عقاب والی غنیض کے عالم میں بولی اور گھوڑے والی حسینہ بے قابو ہو گئی۔ اس کی دلدوز چیخ ابھری اور وہ گھوڑے سے گر پڑی لیکن اس وقت مجمع کو کائی کی طرح کاٹتا ہوا الفنٹس برآمد ہوا اور اس نے گری ہوئی حسینہ کو اٹھا لیا۔

یہ گلشار تھی جو شاید فرط غم سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ بہت سے لوگ اس کے ساتھ تھے۔ الفنٹس نے گلشار کو اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا جو اسے فوراً مجمع سے پیچھے لے گئے۔ تب الفنٹس آگے بڑھا اور الغوذ سے بولا۔

"کس کی اجازت سے تم اکیاس کو نیلام کر رہے ہو؟"

"میں نہیں سمجھا امیر۔" الغوذ کا چہرہ دھواں ہو گیا۔

"یہ... یہ میرا آدمی ہے... یہ... میرا غلام ہے۔" الفنٹس بولا۔ الغوذ کی آنکھوں میں جیسے تاریکی چھا گئی ہو۔ اس نے گرنے سے بچنے کے لیے چبوترے کا سہارا لیا۔ اس کی زبان گنگ تھی۔ تب الفنٹس میری طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے اکیاس، تم اس کے کیسے بن گئے؟"

"راز کی بات ہے الفنٹس۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمہیں کیا تکلیف لاحق ہو گئی، تم یہاں کیوں آ گئے؟"

"آہ میری زندگی تو عذاب میں گرفتار ہو گئی۔ نہ جانے وہ کونسا منحوس لمحہ تھا جب تم میرے ساتھ آئے تھے اور میں نے تمہیں اپنے گھر لانے کا فیصلہ کیا تھا۔ گلشار میری زندگی کا روگ بن گئی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے تمہیں خریدنے کی کوشش کی تھی۔"

"دس ہزار تھیلیاں زر سرخ اور بیس گوہر سرخ۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں بیچاری کی ذاتی ملکیت ہے۔"

"چلو اچھا ہوا تم بچ گئے۔ اگر بولی اس کے نام چھوٹ جاتی تو وہ..."

"آہ! میرے عزیز۔ میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ چلو میرے ساتھ چلو۔ میں جو کچھ کر چکا ہوں اس پر شرمندہ ہوں۔ اب میں تمہیں اپنی بیٹی کا شوہر بناؤں گا۔"

"تو یوں کہو الفنٹس، ابھی خاتون سے بڑھ کر رقم لگا دی جو اس تمہاری بیٹی سے مقابلہ کر رہی تھی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو، اچھا میں سمجھ گیا کہ تم مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہو۔ لیکن یہ وقت اس کے لیے موزوں نہیں ہے۔ ہم تم واپس چل کر اپنے معاملات طے کر لیں گے۔"

"الغوذ یہ پاگل شخص کیا بکواس کر رہا ہے، کیا یہ تمہارا کاروبار خراب کرنے کا باعث نہیں بن رہا۔ اسے دور ہٹاؤ اور اپنا کام جاری رکھو۔" میں نے الغوذ سے کہا اور اس کے مردہ جسم میں جیسے جان پڑ گئی۔

"تو... تو تم... تم..." وہ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ہاں یہ دروغ گو ہے، میں تو تمہارا غلام ہوں اور تم مجھے فروخت کرنے کا حق رکھتے ہو۔" میں نے کہا اور الغوذ کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور بولا۔

"اس بے وقوف شخص کو دھکے دے کر یہاں سے نکال دو۔ بتاؤ اسے یہ معزز ہستیوں کے مشاغل میں دخل دے رہا ہے۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ میں شہر کا سب سے بڑا تاجر ہوں۔" بولا۔ "اور یہاں کے معززین میں میرا شمار ہوتا ہے، تم اس بدتمیزی کا بہت بڑا خمیازہ بھگتو گے۔" الفنٹس دھاڑا۔

"ہم بھی تاجر ہیں اور حکومت کو اس کاروبار کا ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ یہ بتا دو کہ اس میں آزادانہ تجارت کی یقین دہانی کی گئی ہے۔ اس لیے تم شرافت سے واپس چلے جاؤ ورنہ..."

"لیکن یہ شخص تمہارا غلام نہیں ہے۔"

"کیا تم اسے اپنا غلام ثابت کر سکو گے اور دروغ گوئی کی سزا سے بھی تم واقف ہو۔" الغوذ کو میری شہ مل گئی تھی۔ چنانچہ وہ دلیر ہو گیا تھا۔

"احمق دوکاندار۔ یہ تم نے معزز گاہکوں کو بانٹنے کے لیے کیا جھگڑا شروع کر دیا ہے، نیلام کرو تاکہ ہم اپنی پسند کے غلام خرید کر واپس جا سکیں۔" عقاب والی عورت نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری بدقسمتی ہے محترمہ کہ یہ احمق شخص ہمارے کاروبار کے درمیان آ گیا۔ لیکن چند لمحات توقف کریں، میں ابھی نیلام شروع کرتا ہوں۔" الغوذ بولا۔ اور الفنٹس پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئی تھیں۔

"کتنی بولی لگی ہے اب تک؟" میں نے پوچھا۔

"پچاس ہزار زر سرخ اور پچاس گوہر سرخ۔" الغوذ بولا۔

"پچاس ہزار زر سرخ اور سو گوہر سرخ۔" الفنٹس نے کہا۔

"ایک لاکھ اور ایک سو۔" عورت بولی۔

"دو لاکھ دو سو۔"

"پانچ لاکھ ایک ہزار۔" عورت نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا اور الغوذ زمین پر بیٹھ گیا۔ اب وہ پاگلوں کی طرح ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا لیکن اب الفنٹس کی بھی حالت خراب ہو گئی تھی۔ اس سے زیادہ وہ بولی نہیں دے سکتا تھا چنانچہ اس نے گردن جھکا لی۔ تب گھوڑے سوار عورت آگے بڑھی اور طنزیہ انداز میں بولی۔

"میرا نام شاکانیہ ہے تاجر۔ میں حکومتیں خرید سکتی ہوں تم صرف ایک غلام کی بات کر رہے ہو۔"

الفنٹس نے ایک بار خونخوار نگاہوں سے شاکانیہ کو دیکھا یہ نام شاید اس کے لیے اجنبی نہیں تھا اور پھر وہ مجمع سے باہر نکل گیا۔ تب الغوذ بمشکل کھڑا ہوا۔ "آپ کی بولی صادق ہے خاتون شاکانیہ۔"

"ہاں غلام ہمارے حوالے کر دو اور راز بیلا کے جہاز پر آ کر قیمت وصول کر لو۔"

"آہ دوسرے غلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟" الغوذ نے پھر ناچ کیا لیکن اس سے قبل میں بول پڑا۔

"ہم دونوں ساتھ فروخت ہوئے ہیں الغوذ، جالوت بھی میرے ساتھ ہی جائے گا۔"

"نہیں میرے عزیز۔ مالکہ کو لینے دو۔ مالکن کی بات میں دخل اندازی مت کرو۔" الغوذ لجاجت سے بولا۔

"اور اگر تم نے فضول بکواس بند نہ کی تو... " میں نے کڑی نگاہوں سے الغوذ کو دیکھا اور وہ بغلیں جھانکنے لگا۔ پھر اس نے نیم مردہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، جیسا آپ پسند کریں اور پھر ہمیں شاکانیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ ہم دونوں چبوترے سے اترآئے اور شاکانیہ کے غلاموں نے ہمیں گھیر لیا۔ لوگ پائی کاس کی تاریخ کی اس سب سے بڑی بولی پر ششدر تھے۔ ہمیں دو گھوڑے پیش کیے گئے۔ شاکانیہ الغوذ کو ساتھ لے کر بندرگاہ چل پڑی، جہاں اس کا جہاز انزیلا کھڑا ہوا تھا۔

سفید خوبصورت کشتی کے ذریعے ہمیں سمندر میں کھڑے ہوئے عظیم الشان جہاز پر لایا گیا اور پھر اس کشتی میں زر و جواہر کے انبار لا کر الغوذ کے حوالے کر دیے گئے۔ جہاز کے عرشے پر کھڑے ہو کر ہم الغوذ کی مسکراتی کیفیت دیکھتے رہے، وہ اتنی دولت حاصل کر کے نیم دیوانہ ہو رہا تھا۔

"اس کی حالت دیکھ رہے ہو جالوت، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ساحل تک پہنچتے پہنچتے اس کی حرکت قلب نہ بند ہو جائے۔"

"یہی لگتا ہے کیاس، لیکن اب ہمیں اس سے کیا۔"

"یہ شاکانیہ کیا کوئی مشہور نام ہے؟"

"ہاں اگر یہ وہی شاکانیہ ہے تو ہم زیتون کے جنگلات کی سب سے بڑی ریاست ایورز کی ملکہ کے غلام بن گئے ہیں اور زیتون کی تجارت کے لیے ایورز سے بڑی کوئی ریاست نہیں ہے۔"

"وہ ایورز کا شہنشاہ کون ہے؟"

"کوئی نہیں، شاکانیہ ہی اس ریاست کی مالکہ ہے اور اس کا شمار یونان کی خطرناک ترین عورتوں میں سے ہے، اور ٹھیک ہی تو ہے اس کے کاندھے پر سیاہ عقاب موجود ہے جو باشبہ پہلا نہ ہی ہے اور پھر اس کا عظیم الشان جہاز چاروں طرف نگاہ ڈالو اس سے بڑا جہاز اور کوئی موجود ہے؟"

میں نے دور تک کے سمندر کو دیکھا، لاتعداد چھوٹے بڑے جہاز کھڑے تھے جبکہ اس وقت جب میں پائی کاس کے ساحل پر پہنچا تھا یہ سمندر خالی تھا اور یہاں صرف ایک جہاز تھا۔

"یہ سارے جہاز موسم بہار کے کاروبار کے ہیں۔ میرا مطلب ہے ان پر غلاموں کے تاجر اور خریدار آئے ہوں گے۔"

"ہاں یہ وہی ہیں۔"

"دلچسپ منظر ہے۔" میں نے جہاز کے عرشے پر کھڑے کھڑے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چھوٹی بڑی کشتیاں سمندر میں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں اور ساحل پر خوب رونق تھی تاجروں کے لیے ساحل پر ہی بازار لگا دیے گئے تھے۔ غرض عجیب ماحول تھا اور سمندر میں سورج کا طباق غروب ہو رہا تھا اور اس کے

نارنجی لہریے پانی پر جگمگا رہے تھے۔

تب چند لوگ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ "تم لوگ اب یہاں کھڑے ہوئے ہو، آؤ تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دی جائے۔" میں نے جالوت کی طرف دیکھا اور ہم دونوں شانے ہلا کر ان کے ساتھ چل دیے۔

پورا جہاز سامان آرائش کی حسین چیزوں سے آراستہ تھا اور خوبرو حسینائیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ رنگین بنی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان مصلے خوشنما قالین بچھے تھے، ہمیں ایک دالان میں لے جایا گیا اور اس سے متصل کمرے ہماری رہائش گاہ بتا دی گئی۔

"سیاہ غلام باہر دالان میں رہے گا اور تم اندر۔" ہمیں لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"شاکانیہ کا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تعمیل ہو گی۔" جالوت بولا۔ اور پھر ان لوگوں کے کہنے کے مطابق ہم نے عمل کیا۔ یوں مجھے تنہائی میسر آئی اور میں اپنی غلامی کے بارے میں سوچنے لگا۔ فکر و تردد کی کوئی رمق تو ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھی، کہیں بھی ہوں اور کسی بھی جگہ ہوں میری اپنی انفرادیت کون چھین سکتا تھا۔ میں نے تو اپنی زندگی میں لاتعداد تجربات کیے تھے اور یہ تجربہ بھی انہیں میں سے ایک تھا۔

جہاز پر روشنیاں جگمگا اٹھیں، چند حسین خادمائیں میرے کمرے میں آکر شمعدان روشن کر گئیں۔ باہر دالان میں بھی روشنیاں جاگ اٹھیں۔ میں کافی دیر تک اندر رہا اور پھر باہر دالان میں نکل آیا جہاں جالوت موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تنہائی سے اکتا گئے۔"

"ہاں جالوت، تمہاری کیا کیفیت ہے؟"

"میں تو ٹھیک ہوں۔ مجھے تو ہر ماحول میں خود کو ضم کرنا آتا ہے لیکن تم نے نئی نئی غلامی قبول کی ہے۔"

"تھوڑا سا وقت گزرنے دو جالوت تم بھی غلام نہیں رہو گے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں ۔۔؟ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اس لیے کہ تم اب میرے ساتھ ہو اور میں حالات بدلنے والوں میں سے ہوں، تم میری قوتوں سے واقف نہیں ہو لیکن آنے والے لمحات کے ساتھ ہو جاؤ گے تو بہت کچھ جان جاؤ گے۔"

"ہاں! مجھے تمہاری شخصیت بڑی انوکھی لگتی ہے، تمہاری قیمت ادا کر کے خرید گیا ہے کہ غلاموں کی تاریخ میں کوئی اتنا قیمتی غلام نہ ہو گا۔ لیکن ذرا یہ تو بتاؤ وہ لڑکی کون تھی جو تمہیں خرید سکتی تھی اور بے ہوش ہو گئی تھی؟" اس نے سوال کیا۔

"اس کا نام گلشار تھا اور وہ جو بعد میں مجھ پر دولت لگانے کے لیے تیار ہو گیا تھا اس کا باپ اور مقامی تاجر ایلفس تھا۔" میں نے جالوت کو ایلفس کی مختصر کہانی سنا دی۔

"تم عجیب ہو۔ ایک ایسی زندگی مل رہی تھی جو عیش و عشرت سے بھرپور تھی تو پھر تم نے اسے کیوں نہ قبول کیا؟"

"نہیں میرے دوست۔ میری گردش حیات ہے، میں رک جاؤں تو نبض کائنات رک جائے۔ مجھے تحریک پسند ہے اور میں قرار قبول نہیں کرتا۔"

"میں تمہاری انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں تم سے بہت کمزور ہوں نہ جانے تمہارے وجود میں کون سی قوتیں پوشیدہ ہیں۔" جالوت بولا۔ اور میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

پھر جب رات گئے ہمیں کھانے کی پیشکش کی گئی اور ہم دونوں نے اس دالان میں کھانا کھایا، چند خادمائیں ہمارے پاس تھیں اور ہماری ضروریات پوری کر رہی تھیں، اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ رات کو ہم آرام کی نیند سو گئے اور دوسری صبح جہاز پر اعلان ہوا کہ لنگر اٹھائے جا رہے ہیں۔ ہم عرشے پر نکل گئے۔ اس دوران ہم نے ایک بار بھی ملکہ شاکانیہ کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ عرشے پر کھڑی تھی اور سمندر سے کشتیاں اوپر اٹھائی جا رہی تھیں۔ سیاہ عقاب بدستور اس کے شانے پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ بڑی پر عجیب لگ رہی تھی۔

"اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے جالوت؟"

"ملکہ کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"خطرناک اور دلیر عورت ہے۔"

"مجھے اس نے اتنی بھاری قیمت پر کیوں خریدا ہے؟"

"ممکن ہے تمہیں چاہنے لگی ہو۔ اس کے علاوہ تم ایسی شخصیت ہو کہ ہر شخص تمہارے حصول کا خواہاں ہو۔"

"واہ! دوستی نبھا رہے ہو۔"

"نہیں حقیقت کہہ رہا ہوں۔" جالوت ہنس کر بولا۔ پھر دو غلام ہمارے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ یہ دونوں یونان کے کسی پسماندہ علاقے کے تھے اور ہم سے دوستی کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

"تم دونوں بھی عجیب ہو، ایک چاند کی مانند چمکدار اور دوسرا آبنوس کا پہاڑ۔ یہاں بڑے بڑے طاقتور موجود ہیں۔ ممکن ہے تمہیں ان پہلوانوں سے ٹکرانا پڑے۔"

"کیا مطلب؟"

"ملکہ شاکانیہ طاقت کی رسیا ہے اور اکثر جہاز پر خونریز مقابلے ہوتے ہیں۔"

"اوہ! گویا سمندر میں یہ تفریحات بھی ہوتی ہیں۔"

"جو کچھ ہوتا ہے تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا لیکن درحقیقت ہم لوگ اس جہاز کے سفر کی آرزو کرتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ اس کا سفر نئی دلچسپیوں کا حامل ہوتا ہے۔ ملکہ خود بھی تفریحات کی شائق ہے۔"

"خوب! لیکن تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن ہو گئے؟"

"صرف تین دن۔ اگر رات کے واقعات نہ ہوتے تو شاید جہاز ساحل سے ابھی نہ جاتی۔"

"رات کے واقعات؟"

"تمہیں معلوم نہیں؟"

"نہیں ہم جلدی سو گئے تھے۔"

"آہ! رات کو تو ہتھیار نکل آئے تھے۔ اگر ایلفس واپس نہ چلا جاتا تو ضرور خونریزی ہوتی لیکن جب ہم سب ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلے اور ہم نے اس کی کشتیوں پر تیر اندازی شروع کر دی تو وہ واپس چلا گیا۔ ہاں اگر اس نے کھلے سمندر میں تعاقب کرنے کی کوشش کی تو پھر خونریزی یقینی ہے۔"

"ایلفس؟" میں نے دلچسپی سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"ہاں مقامی باشندہ ہے۔ شراب کا بہت بڑا تاجر، کوئی سرپھرا ہی معلوم ہوتا ہے۔" اس نے جواب دیا اور جالوت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ایلفس کی کہانی میری زبان سے سن چکا تھا۔ بہرحال ظاہر ہے ہم یہ کہانی سب کو تو نہیں سنا سکتے تھے۔

جہاز کی روانگی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں، ملاح پوری تندہی سے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ بادبانوں کے رخ بدلے گئے اور پھر جہاز ساحل چھوڑنے لگا۔ دیوپیکر جہاز آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے ہٹتا جا رہا تھا اور ایک بار پھر سمندر کے سفر کی ابتدا ہو گئی تھی۔ میں عرشے پر کھڑا دور ہوتے ہوئے ساحل کو دیکھ رہا تھا اور میرے نزدیک جالوت بھی خوابوں میں کھویا ہوا تھا۔

شاکانیہ اپنی جگہ سے ہٹ کر کہیں چلی گئی تھی۔ تب جالوت نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "آؤ کیاس اپنی جگہ چلیں نہ جانے ہمیں کس وقت ہماری ضرورت پیش آ جائے۔ غلام مہمان نہیں ہوتے۔" میں چپ چاپ چلا آیا تھا۔

لیکن شام تک ہماری خاطر مدارت مہمانوں کی طرح ہی رہی تھی دوپہر کے کھانے میں بھی اہتمام تھا اور بڑے احترام سے ہمیں کھانا کھلایا گیا تھا اور پھر شام کو ہم جس وقت عرشے پر نکلے تو دو غلام ہمارے پاس پہنچ گئے۔

"بہتر یہ ہے کہ اس وقت آرام کرو۔ دراصل خیاط تمہارے لباسوں کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں وہ تیار کر لیں تو تمہیں ملکہ شاکانیہ کے سامنے پیش کیا جائے۔"

"یہ کب تک ممکن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس اب سے تھوڑی دیر کے بعد۔ رات کی محفل گرم ہونے سے قبل۔" خادمہ نے جواب دیا۔

خادمہ کے چلے جانے کے بعد میں اور جالوت نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور مسکراتے ہوئے واپس آ گئے۔ خادماؤں کا کہا غلط نہیں تھا۔ اس گفتگو کے تھوڑی ہی دیر بعد چند خادمائیں، ندماتیں آئیں اور انہوں نے دو لباس ہمارے سامنے رکھ دیے۔ میرے لیے ایک زرکار قبا تھی اور جالوت کے لیے ایسا لباس جو اس کے جسمانی خطوط کو نمایاں کر دے۔ ہم سے کہا گیا کہ ہم خوب غسل کر کے یہ لباس زیب تن کر لیں۔

"ذرا یہ بتاؤ کہ تمہاری مالکہ کس فطرت کی مالک ہے اور ہمیں قربانی کے جانوروں کی طرح کیوں تیار کیا جا رہا ہے؟"

"تاکہ تمہاری قربانی دی جا سکے۔"

"گویا یہ میری زندگی کی آخری رات ہے؟"

"ہاں! تمہیں اب قربان ہونا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب وقت سے قبل نہیں بتایا جا سکتا۔"

خادمائیں چلی گئیں۔ میرے بدن سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں باہر نکلا تو جالوت موجود تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر پرشوق انداز میں آگے بڑھ آیا۔

"تمہیں دیکھ کر کبھی کبھی شبہ ہونے لگتا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم کسی طور غلام نہیں ہو سکتے، تم مجھے اس ملکہ شاکانیہ سے زیادہ پراسرار معلوم ہوتے ہو، سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"گویا اب تم بھی وہی احمقانہ گفتگو کرو گے جو دوسرے کرتے رہے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے میری حیثیت عجیب بنا دی ہے۔"

"خوش نصیب ہو گیا اس۔" جالوت مسکرا کر بولا۔

"وہ کیوں۔ ذرا میری خوش نصیبی سے مجھے بھی تو آگاہ کرو۔"

"ملکہ شاکانیہ کا منظور نظر تو اس کی ریاست کا حکمران بھی بن سکتا ہے۔ نہ سہی یہ لیکن تم شہنشاہوں کی سی زندگی ہی بسر کرو گے۔ ویسے اس عورت کے بارے میں میری رائے زیادہ اچھی نہیں ہے تاہم شکل و صورت کی وہ اتنی بری بھی نہیں کہ تمہیں کسی ذہنی تکلیف کا شکار ہونا پڑے۔"

جالوت بکواس کرتا رہا۔ وہ خود بھی بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ اس لباس میں اس کا عنفوانی بدن پھٹا پڑ رہا تھا۔ شام ہو گئی اور جہاز پر تیز روشنیاں جگمگا اٹھیں وہ سبک روی سے سمندر میں تیر رہا تھا۔

پھر وہی خادمائیں آئیں اور ہم دونوں کو ملکہ کے حضور طلب کیے جانے کا حکم سنایا۔ میں اور جالوت چل پڑے۔ جس جگہ ہمیں لے جایا گیا وہ جہاز کے عرشے کا انتہائی سرا تھا لیکن اسے حسین محرابوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہاں گلکاری بھی کی گئی تھی اور گملوں میں حسین پھول کھلے ہوئے تھے نیچے سبز گھاس کے رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا اور روشنیاں کافی تیز تھیں۔

ایک زرکار تخت پر ملکہ شاکانیہ انتہائی حسین لباس میں دراز تھی۔ اس کے قرب و جوار میں بیٹھی ہوئی حسین لڑکیاں ہلکے سروں میں بربط بجا رہی تھیں جس کی دھنیں دور تک گونج رہی تھیں۔ معطر و تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور ساحل کافی خوبصورت تھا۔

ملکہ شاکانیہ نے مجھے دیکھا اور ایکدم اٹھ کر بیٹھ گئی وہ چھٹی چھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھایا اور ساز بند ہو گئے۔ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی اس کی۔ بس سحر زدہ سی تھی اور چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا تھا تب وہ سنبھلی۔

"بیٹھ جاؤ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ پریشان سی نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے بائیں طرف رخ کر کے کہا۔ "تنہائی۔ میں مکمل تنہائی چاہتی ہوں۔" اور خادمہ نے اس کا حکم دوسروں تک پہنچا دیا۔ ایک ایک کر کے تمام لوگ اٹھ گئے۔ تب اس نے جالوت سے کہا۔ "تم بھی جاؤ میں کل تم سے ملاقات کروں گی۔"

جالوت نے گردن خم کی۔ ایک مسکراتی نگاہ مجھ پر ڈالی اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد صرف میں اس کے پاس رہ گیا تھا اور وہ دیوانہ وار مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تم نے کبھی آئینہ دیکھا ہے۔ یا کسی نے تمہیں یہ حیثیت نہیں بخشی؟"

"میں مالکہ کے الفاظ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"آہ تم کسی طور غلام نہیں ہو سکتے۔ سچ بتاؤ تم کون ہو اور بازار میں کس طرح آ گئے۔ میں نہیں مانتی۔"

"میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ نے مجھے خریدا ہے۔"

"اس سے قبل کہاں تھے؟"

"پائی گاس میں۔"

"اور اس سے قبل؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دن کی بہ نسبت وہ یکسر بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شراب کا خمار تھا اور خدوخال میں نرمی محسوس ہو رہی تھی۔

"ایک غلام کی زندگی کا آپ تصور کر سکتی ہیں ملکہ عالیہ۔"

"نہیں میں زیرک ہوں۔ میں نے جہاں دیکھے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے تم کوئی بھٹکے ہوئے دیوتا ہو۔ یا پھر تمہیں آسمان سے کوئی سزا ملی ہے، تم اس جہاں کی مخلوق نہیں لگتے۔"

"یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ ورنہ میں آپ کا غلام ہوں۔"

"آہ! تمہیں تو غلام کہہ کر شرمندگی ہوتی ہے۔ تم غلام نہیں ہو، سچ بتاؤ تم کون ہو۔ میں تو تمہیں دیکھ کر ششدر رہ گئی ہوں؟"

"مالکہ کے حکم سے سرتابی میری مجال نہیں۔ اگر کوئی دوسری بات ہوتی تو میں عرض کر دیتا۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔ میں تسلیم نہیں کر سکی۔ لیکن اگر تم دیوتا ہو تو میں خود کو دیوی سمجھتی ہوں۔ میں نے تمہیں ایک غلام کی حیثیت سے خریدا تھا لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ بھٹکا ہوا غلام میری تقدیر کا مالک بھی بن سکتا ہے، لیکن میں نے تمہیں اپنی غلامی سے آزاد کیا۔"

"مالکہ میں تیرا شکر گزار ہوں۔"

"لیکن مجھے بتاؤ۔ میں تمہیں اپنے نہاں خانۂ دل سے کیسے نکالوں۔ تم نے تو میرے حواس چھین لیے ہیں۔"

"میں خادم ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ..... سر جھکا دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ میری شکل دیکھنے لگی۔

"آہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے دیوتاؤں نے میرا امتحان لینے کے لیے تمہیں زمین پر بھیجا ہو۔ جس میں باغی ہوں اپنی ذات اور ماحول سے۔ لیکن تمہارے بدن کو داغدار کرنے کا تصور بھی میرے لیے ممکن نہیں، تم تقدس کے بت ہو۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ ایک تکلیف دہ خیال سے مجھے نجات مل گئی تھی۔ یہ عورت عمر رسیدہ تھی، پختہ کار تھی۔ زمانے کے سرد گرم اس کے وجود کی ہر ... سے نمایاں تھے اس کے غلام کی حیثیت سے اگر مجھے اس کے تصرف میں رہنا پڑتا تو میرے لیے خوشگوار نہیں تھا۔ لیکن یہ دیوتاؤں کا چکر دلچسپ ہے یوں تو ادوار میں بسنے والوں نے مجھے مختلف رنگ اور مختلف نام دیے تھے لیکن یہ حیثیت اگر میرے کام آ رہی ہے تو مجھے اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آہ! تمہاری مسکراہٹ۔ دیوتاؤں کی قسم میں بے حد خوش نصیب ہوں۔ میں نے تمہاری قیمت ادا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ مسکراہٹ سورج کی اس کرن کی مانند ہے جو سب سے پہلے زمین کو صبح کی آمد کا پیغام دیتی ہے۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"میرا نام اکیاس ہے۔"

"ہاں تمہارے وجود کی روشنی اس بات کا پتا دیتی ہے۔"

"اس کے علاوہ تم اور کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"اس طرح سر بازار کیسے آ گئے؟"

"اگر آسمان کے راز زمین پر عیاں ہونے لگیں تو دیوتاؤں اور انسانوں میں کیا فرق رہ جائے۔"

"آہ تو تم نے تسلیم کر لیا۔ گویا میرا خیال درست تھا میری خوش بختی اب کسی شک و شبہ کا شکار نہیں ہے، بلاشبہ میرے اوپر برکتوں کا نزول شروع ہو گیا ہے، لیکن مجھے بتاؤ میں اس جہاز پر تمہارے لیے کیا کروں۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ تمہاری آمد میرے لیے کون سی خوشیاں لائی ہے؟"

"تم ہر طرح سے ایک مطمئن عورت ہو شاکانیہ۔ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"شاکانیہ کیا چاہتی ہے، کیا یہ تم پر عیاں نہیں ہے۔ لیکن افسوس عمر کی اس منزل میں آ کر مجھے میرے خوابوں کی تعبیر مل رہی ہے۔ نہ جانے یہاں خود کو خوش نصیب کہوں یا بدنصیب میں کیا کہوں خود کو۔"

"میں تیرے دکھ، تیرے خواب جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم واقف ہو اکیاس۔ بلاشبہ تم واقف ہو، تمام باتوں سے میرے دل کا راز جان لو۔ اقوہ! تمام علامتیں وہی ہیں۔ میرے خواب، میرے بچپن کے خواب جو میرے ذہن سے نکل بھی چکے تھے۔ ایک طویل عرصہ گزر گیا۔ ہاں یوں لگتا ہے جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ میں چھوٹی سی تھی۔ بہت چھوٹی سی تھی۔ شاید دس یا گیارہ سال کی۔ میرا باپ گڈریا تھا۔ جنگل میں بھیڑیں چرتا تھا۔ چونکہ میری ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی اس لیے میرا باپ مجھے اکثر ساتھ رکھتا تھا۔ ایک چھوٹی سی آبادی میں ہماری رہائش گاہ تھی پھر ایک دوپہر جب آسمان سے قہر برس رہا تھا، سورج کی تپش عروج پر تھی۔ میرے باپ نے مجھے ایک چٹان کے سائے میں سلا دیا۔ اور میں گہری نیند سو گئی۔ تب میں نے دیکھا بلند و بالا پہاڑ کی چوٹیوں سے ایک قافلہ اتر رہا ہے۔ وہ سب کے سب نورانی چہرے والے تھے۔ ان کے سفید لباس ہواؤں سے ہل رہے تھے۔ وہ میرے پاس پہنچ گئے اور پھر۔ پھر۔ انہوں نے مجھے جگایا۔ ان میں سے ایک نے میری پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے لباس سے ایک تاج نکال کر میرے سر پر رکھ دیا۔ تب اس نے کہا کہ میں شاکانیہ ہوں۔ اور میں شاکانیہ بن گئی۔ مجھے اکیاس میں شاکانیہ بن گئی۔"

"اس سے قبل تمہارا نام شاکانیہ نہیں تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں میرے باپ نے میرا نام شانی رکھا تھا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں شاکانیہ ہوں۔"

"خوب ..... پھر ....؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پھر انہوں نے مجھے زمین پر لٹا دیا اور میرے پیٹ کو کھول دیا۔ انہوں نے ایک خوبصورت پتھر میرے پیٹ کے اندر پوشیدہ کر دیا میں نے پوچھا وہ کون ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اذمیر ہے جو تن کا رکھوالا ہے، اذمیر۔ اور یہ میرے بطن میں پرورش پائے گا اور اس سے جنم لے گا۔ اس خواب کے بعد میں جاگ گئی۔ لیکن میرے بطن میں بھاری پن تھا اور میرے سر پر تاج موجود تھا۔

میرے باپ نے جب بھیڑوں کو اکٹھا کیا اور مجھے دیکھا تو تاج دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے پورا واقعہ سنا دیا وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے مجھے بہت سے سجدے کیے اور پھر خوشی خوشی واپس آ کر یہ کہانی بستی والوں کو سنائی۔ لیکن بستی کے تاریک نگاہ نہ سمجھ سکے نہ انہوں نے یقین کیا بلکہ میرے باپ پر الزام لگایا کہ اس نے یہ تاج کہیں ... چوری کیا ہے۔"

پھر ان دونوں باپ بیٹی کو حکومت وقت کے حوالے کر دیا گیا۔ یہاں بھی میرے باپ کی ان باتوں کو دیوانگی قرار دیا گیا اور سلیع سے چھین لیا گیا، یہی کرم کیا گیا تھا ہمارے اوپر کہ ہمیں قتل نہیں کیا گیا لیکن میرے باپ کو میری سچائی پر یقین تھا۔ وہ مجھے واپس لے کر بستی گیا اور یہاں سے اپنا سامان سمیٹ کر میری خوش بختی کی تلاش میں نکل گیا لیکن خوش بختی کی تقدیر دیر سے ملتی ہے، جنگل جنگل صحرا صحرا ہم خوش بختی کی تلاش میں بھٹکتے پھرے اور ایک شام میرے باپ نے ایک ویرانے میں دم توڑ دیا اور میں تنہا رہ گئی تو جو خواب میں نے دیکھا تھا وہ میرے لیے عذاب بن گیا تھا مجھے ہوش آ گیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ خواب صرف خواب ہوتے ہیں پانچ برس بھٹکتے رہے ہمیں اس عذاب کا شکار ہونے۔ میں اس کے تصور سے لرزنے لگی تھی۔ تنہا ویران جنگل میں میں بے سہارا تھی اور خوف سے میرا دم نکلا جا رہا تھا کہ رات کی تاریکی میں چند گھوڑ سوار میرے پاس سے گزرے اور میں نے انہیں مدد کے لیے پکارا۔ گھوڑے رک گئے اور پھر ایک شخص نے مجھے دیکھا اور میرے پاس پہنچ گیا میں نے اسے اپنی بپتا سنائی تو وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلنے پر رضامند ہو گیا۔ اس کا نام فرناس تھا اور وہ ازبیلا کا حکمران تھا۔

میری عمر سولہ سال کی تھی اور جانتہ میں نہایت خوبصورت تھی فرناس نے مجھ سے شادی کر لی۔ لیکن وہ پہلے سے شادی شدہ تھا۔ مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا لیکن اس کی پہلی بیوی طرابلا مجھ سے بری طرح جلتی تھی وہ بے اولاد تھی اور اسے خوف تھا کہ اگر میرے بطن سے اولاد پیدا ہو گئی تو وہ فرناس کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے گر جائے گی۔ وہ میرے خلاف سازشوں میں لگی رہی لیکن کبھی کامیاب نہ ہو سکی لیکن پھر تقدیر نے اسے کامیابی دے دی اور فرناس کے ہاں ایک لڑکی ہوئی۔ فرناس کی توجہ مجھ سے ہٹ گئی اور میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکی۔ لڑکی کی پیدائش کے تین سال بعد میں نے فرناس کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ پھر اس کی بیوی کو قتل کر دیا۔ لیکن نہ جانے کیوں میں نے جب بھی فرناس کی بیٹی کو قتل کرنے کی کوشش کی تو میری روح کانپ جاتی تھی، وہ شیطان صفت لڑکی آج بھی میری جان کا عذاب بنی ہوئی ہے۔

فرناس کی موت کے بعد میں اس ریاست کی مطلق العنان تھی اور میں نے خود کو شاکاینہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ شاکاینہ کی حیثیت سے میں ایک مستحق مشہور ہوئی۔ یہ ازبیلا زیتون کے درختوں کا سب سے بڑا مرکز ہے اور یہاں سے زیتون پورے یونان بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی جاتا ہے اس لیے دولت کی میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے سب عاشیہ بردار میری الوہی عظمت شخصیت کے گرویدہ کرتے ہیں لیکن اب تک اپنے خوابوں سے مایوس ہو گئی تھی رفتہ رفتہ میں نے زندگی اپنا لی اور سارے خواب بھول گئی، میں پورے یونان میں اپنی کہانی کے ساتھ مشہور ہوں لیکن اب لوگ بھی میری اس کہانی کو بھول گئے ہوں گے اور کہا کہ مجھے دیکھ کر مجھے وہ کہانی پھر یاد آ گئی

ہے۔ جانیں اپنی سچائی دوسروں پر کیسے ثابت کروں۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں شاکاینہ۔"

"وہ مجھ سے اجتناب نہ برت آج پھر میرے دل میں یہ بات زندہ ہو گئی ہے۔ تیرے سامنے بھی وہ نہیں ہوں جو دوسروں کے لیے ہوں۔ بے شک میں نے تجھے خریدا ہے لیکن آج سے میں خود تیری غلام ہوں۔ مجھے اپنے قدموں سے روشنی دیدے۔"

وہ جھکی اور اس نے میرے دونوں بازو پکڑ لیے۔ اور پروفیسر پڑی پر کھلاہٹ کے نمات تھے۔ اب میں ازبیلا کی شاکاینہ کو کیا بتاتا کیا یہ میرے بس کی بات تھی۔

میں پریشانی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ لیکن عورت جس قدر کی تھی اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا طلسم ٹوٹ گیا تو وہ عورت نہ رہے گی۔ اس لیے کچھ کہنا ضروری تھا تب میں نے اسے مخاطب کیا اور بولا۔ "شاکاینہ کیا تو مجھے سوچنے کی مہلت نہ دے گی؟"

"میں زندگی کی آخری سانس تک اپنے حق میں تیرے فیصلے کا انتظار کروں گی کیونکہ میں جبر کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ لیکن بھلا تیرے اوپر جبر کس طرح کروں گی۔"

"وہ فیصلہ کیا ہے میرے لیے۔" میں نے پوچھا۔

"آسمان سے آنے والے تو جس رنگ میں میرے سامنے آیا ہے وہ عجیب ہے لیکن دیوتاؤں کی باتیں دیوتا ہی جانیں۔ میں وہ مقام حاصل کرنا چاہتی ہوں جو کسی دیوتا کی ماں کا ہوتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تو میرے بدن میں ازبیلا کی روح پھونکے۔"

اور پروفیسر روح پھونکنے کا معاملہ ہی ٹیڑھا تھا اس نے ناک ذرا گھما کر پکڑ لی تھی۔ اور یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ روح میں پھونکنے میں میری کیا حیثیت تھی۔

بہرحال مجھے سوچنے کی مہلت مل گئی تھی۔ شاکاینہ بار بار جھومنے کے عالم میں تھی، پھر پاگل کر دینے کی حد تک مجھے دیکھا اور پھر میرے قدموں کو دونوں ہاتھوں سے چھوتے ہوئے بڑی نیاز مندی سے مجھے میری قیام گاہ تک چھوڑنے آئی۔

جالوت اپنے دالان میں گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا اور خود اپنی آرام گاہ میں آ کر لیٹ گیا لیکن میں ان دلچسپ واقعات کا تجزیہ کر رہا تھا۔

دوسری صبح جالوت اس وقت میرے کمرے میں آیا جب کئی خادمائیں میری خدمت پر مامور تھیں اور بڑی چاہت سے مجھے جگا رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی جالوت کی مسکراتی شکل نظر آئی اور وہ سینے پر دونوں ہاتھ رکھے جھک گیا میرے سامنے۔

"خوب رہی یہ تماشہ، تم سو جاؤ" میں نے کہا۔

"نہیں آقا! آپ نہیں، جالوت تو آپ کا غلام ہے۔"

"ان لڑکیوں کے سامنے فضول گفتگو کرنے کی عادت نہ

ابھی تو نہیں ہوتی۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"جالوت کی مجال۔ خود ان لڑکیوں سے پوچھ لیا جائے۔ کیا پوچھ لیا جائے؟"

"یہی کہ راتوں رات تقدیریں کیسے بدل جاتی ہیں اور کس کی قسمت کیا بنا دیتی ہے۔"

"پھر بات کروں گا تم سے۔ ہاں جب میں جاگ گیا ہوں تم لوگ جاؤ۔ لونڈی اور ہدایت ہے میرے لیے۔"

"شاکاینہ اس وقت تک ناشتہ نہیں کریں گی جب تک آپ نہ پہنچ جائیں گے۔" ایک خادمہ نے کہا۔

"جسے بھی بلند ہوں مل جائیں۔" جالوت مسکرائے ہنستے بولا۔ "تم لوٹ جاؤ۔ بس تھوڑی دیر میں خود ہی آ جاؤں گا۔"

"تھا وہ احمق عورت بلا بھیج رہی ہے۔ میں ذرا اس سے پھر تم سے گفتگو ہو گی۔ میں نے اندر جا کر لباس تبدیل کیا پھر میں اس بے وقوف عورت کے پاس پہنچ گیا۔

شاکاینہ میری منتظر تھی کس قدر مضطرب نظر آ رہی تھی۔ میرے بازو اس وقت بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی اور عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"خوش آمدید آکاس۔ خوش آمدید چاند سے آنے والے، رات گزری کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"تمہارا شکریہ شاکاینہ۔"

"یہ احسان تو تیرا ہے کہ تو میری شخصیت مکمل کرنے میرے پاس آیا۔ احسان تو تیرا ہے کہ تو نے مجھے بھولے ہوئے خواب یاد دلائے۔ مجھے اپنی رہائش گاہ پر تکلیف ہوئی۔ کیا میں تیرے لیے دوسری رہائش گاہ کا بندوبست کر دوں؟"

"نہیں شاکاینہ، میری رہائش گاہ نہایت آرام دہ ہے جہاں جالوت بھی موجود ہے۔ کسی دوسری رہائش گاہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو مطمئن ہے تو ٹھیک ہے۔ ویسے رات کو تو نے میرے بارے میں مزید سوچا ہو گا۔"

"ہاں اور مزید سوچنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے بھی جلدی نہیں ہے۔ لیکن اب تو میرا ہر لمحہ خوش آئند ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ تو میرے حق میں فیصلہ کرے گا۔" اور میں نے خاموشی سے ناشتہ شروع کر دیا۔ ناشتے کے دوران میں نے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے شاکاینہ؟"

"کس بارے میں؟"

"تمہارے جہاز کی دوسری منزل کونسی ہو گی؟"

"موسم بہار میں، میں طویل سفر کرتی ہوں اور دور دور کے جزیروں میں نکل جاتی ہوں، مقصد سیر و تفریح بھی ہوتا ہے اور تجارت بھی، میں ان جگہوں پر زیتون کی کھپت کی بات کرتی ہوں۔ لیکن اب میرا ارادہ کچھ اور ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد ازبیلا پہنچ جاؤں اور ازبیلا کے لوگوں کو خوش بختی کی خوشخبری سناؤں۔"

"اس کے لیے اتنی جلدی ضروری نہیں ہے شاکاینہ بہتر ہے تم ارادے کے مطابق اپنا سفر جاری رکھو اور وقت پر ازبیلا پہنچو۔"

"اس میں اگر کوئی راز پنہاں ہے تو ٹھیک ہے مگر تو میری تکمیل سے زیادہ کسی اور مقصد کے لیے تو مجھے اعتراض نہیں جیسا تو کہے۔"

"ہاں ابھی اپنے ارادوں میں کوئی تبدیلی مت کرو۔"

"جیسا تو نے کہا۔ وہی ٹھیک ہے۔ میں نے اپنے ارادے سے کسی کو باخبر نہیں کیا البتہ تیری آمد کی اطلاع دے دی ہے۔"

"یہ بھی مناسب نہ ہوا۔"

"وہ کیوں؟ کیا میں اپنی خوشیاں چھپاتی۔ جتنی میری خوشیاں تھیں ان کا اندازہ شاید ہی کوئی کر سکتا۔ میرے لیے بہت مشکل تھا تو میری خوشیوں کا اندازہ نہیں کر سکتا۔"

اور پروفیسر میں نے سوچا کہ یہ عورت باز نہیں آئے گی۔ یہ میری لاگو ہو گئی تھی۔ اب اس کے مقاصد پورے ہوں یا نہ ہوں یہ دوسری بات ہے لیکن مجھے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس سے بچ نہ سکوں گا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ خیر ٹھیک ہے میں نے سوچا۔ زمانہ قدیم میں ایسی عورتیں اکثر میرے ساتھ رہی تھیں جو عین عالم جوانی میں میری زندگی میں شامل ہوئی تھیں اور میرے سامنے ہی بوڑھی ہو کر مر گئی تھیں لیکن بوڑھی ہونے کے باوجود میں نے انہیں اپنی بیگانگی کا احساس نہ ہونے دیا۔ وہ برداشت کرتا رہا تھا۔ اس عورت کو بھی انہیں میں شمار کر لوں گا۔

"خیر ٹھیک ہے۔" ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ وہ میری خاطر مدارت کرتی رہی اور پھر میرے ساتھ ہی جہاز کے عرشے پر نکل آئی۔ اس کی بے معنی گفتگو مضحکہ خیز لگ رہی تھی لیکن میں اسے نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کر رہا تھا۔

"ازبیلا میں میرے ہزاروں دشمن ہیں، لیکن میں نے کسی دشمن کو سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ اب جب میرے دشمن میری اس بلندی سے واقف ہوں گے تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹ جائیں گے اور اس کے بعد وہ مجھے برتر و اعلیٰ سمجھنے پر مجبور ہوں گے وہ بھی سرنگوں ہو جائیں گے جو خود کو دیوتاؤں کا ایسا سمجھ کر چشم پوشیاں کرتے ہیں۔"

"وہ کون؟" میں نے پوچھا۔

"تم ان سے روشناس ہو جاؤ گے۔" بس وقت آ گیا۔ وہ اس میں خاموش ہو گیا۔ پھر جب دھوپ بلند ہو گئی تو مجھے اس سے نجات ملی۔ لیکن صرف دوپہر تک کے لیے۔ اس کے بعد مجھے اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا تھا۔

واپس پہنچا تو جالوت غمگین نظر آیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے غصیلے انداز میں رخ بدل لیا۔

"کیا بات ہے جالوت؟ ناراض ہو؟"

"تم نے مجھے پریشانیوں کا شکار کر دیا ہے۔" وہ بولا۔

"خیریت۔ کون سی پریشانی لاحق ہو گئی تمہیں؟"

"وہ مصیبت ابھی ابھی میرے پاس سے گئی ہے۔"

"کون؟ زالا؟"

"ہاں!"

"وہ کیا کہہ رہی تھی؟" بس یہ آئی تھی وہیں نے دلچسپی سے پوچھا۔ ویسے جالوت کی شکل دیکھ کر ہنسی نہیں روکی جا رہی تھی۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔

"اس کا خیال ہے کہ دیوتا صفت لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ میں اس سے چھپا رہا ہوں اپنی محبت کیونکہ میں شرمیلا ہوں۔ رات کو میرے پاس آنے کی دھمکی دی گئی ہے۔" جالوت فریادی لہجے میں بولا۔

"خیر میں کوشش کروں گا کہ تمہیں اس سے نجات دلا دوں ورنہ خود میں تو بری طرح پھنس چکا ہوں۔"

شام کو بادل چھا گئے تھے۔ ملاح چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ اور سمندر کی ہوائیں خنک اور مست کن ہو گئی تھیں۔ ملکہ شاکائینہ کی طرف سے ہمارا بلاوا آ گیا۔ میں اور جالوت جہاز کے ایک حصے پر پہنچ گئے۔ زیادہ تر ملاح وہاں جمع تھے۔ ملکہ شاکائینہ بھی اپنے مصاحبوں کے ساتھ موجود تھی۔ اس کے بدن پر وہی چست جنگی لباس تھا اور کمر سے تلوار لٹک رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے خوشی سے ہاتھ ہلایا۔

"کیا تمہیں قوت کے مظاہروں سے دلچسپی ہے ایکاس؟"

"کیوں نہیں۔"

"میرا پسندیدہ کھیل ہے اور اس کے لیے میں نے بڑے بڑے طاقتور لوگوں کو جمع کیا ہے۔ ابھی میں ان کے جسمانی مقابلے کراؤں گی۔ آؤ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔"

"خوب۔" میں نے کہا اور اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ تب شاکائینہ نے جالوت کی طرف دیکھا۔

"سیاہ غلام تم میرے لیے اس طور قابل توجہ اور محترم ہو کہ ایکاس تمہیں دوست سمجھتا ہے۔ تم بھی خود کو یہاں غلام مت سمجھو۔ ایکاس کے دوست کسی کے غلام نہیں ہو سکتے۔ ہاں جسمانی طور پر تو تم مجھے پہاڑ ہو۔ کیا تمہیں جسمانی مقابلوں سے دلچسپی ہے؟"

"اگر شاکائینہ کا حکم ہو گا تو میں تعمیل کروں گا۔" جالوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور شاکائینہ بھی مسکرانے لگی۔ پھر جسمانی مظاہرے کرنے والے آنے لگے۔ انوکھے لوگ تھے یہ گوشت کے پہاڑ۔ جالوت کے لیے دلچسپی کا باعث۔ مگر میں نے جالوت جیسے حسین بدن کا مالک ایک بھی نہ دیکھا۔

ان میں کنگانہ سب سے عظیم جسیم تھا۔ وہ بلا اتراتا ہوا آیا تھا اور اس کے آنے کے بعد مقابلوں کا آغاز ہو گیا۔ دو فیل پیکر ایک دوسرے سے گتھ گئے اور دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو زیر کر لیا۔ اور فتح پانے والے کو نقد خلعت سے نوازا گیا۔ اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا مقابلہ ہوا۔ پھر شاکائینہ نے جالوت کی طرف دیکھا۔

"تم ان میں سے کس سے مقابلہ کرو گے؟"

"اس کا نام تم نے کیا بتایا تھا؟" جالوت نے پوچھا۔

"کنگانہ۔"

"میں اس سے لڑوں گا۔"

"اوہ! ایکاس کے دوست۔ اسے صرف طاقت کے اظہار کے طور پر رکھا گیا ہے، وہ حد سے گزر جاتا ہے۔ یہ ڈیو جاتی ہے۔ سب مل کر بھی اسے زیر نہیں کر سکتے۔ ٹھہرو میں تمہیں اس کی طاقت دکھاتی ہوں۔" شاکائینہ نے کہا اور پھر اس نے ایک غلام کو ہدایت دی۔ لوہے کی موٹی موٹی زنجیریں کنگانہ کے بازوؤں سے کس دی گئیں اور اسے لوہے میں غرق کر دیا گیا۔ کنگانہ ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا اور پھر جب غلام اور پہلوان اس کام سے فارغ ہو گئے تو کنگانہ نے بدن کو پھلایا اور لوہے کی کڑیوں کے منہ کھول دیے۔ اس نے ایک ایک زنجیر بیکار کر کے پھینک دی اور چند ساعت کے بعد وہ آزاد ہو گیا تھا۔

طاقت کا بے مثال مظاہرہ تھا۔ شاکائینہ نے مسکرا کر جالوت کو دیکھا اور بولی "اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اگر شاکائینہ کی اجازت ہو تو؟"

"ٹھیک ہے۔ لیکن لڑائی کے اصول جو کہ میں طے کر چکی ہوں تم

ہے اور تمہیں بھی۔"

"حکم ملکہ شاکائینہ۔" جالوت بولا۔

"لڑائی کے دوران کسی پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ ہر طرح کے داؤ آزمائے جائیں گے اور اگر کوئی پہلوان کسی کو موت کے گھاٹ بھی اتار دے تو اس سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" جالوت بولا۔ لیکن میں نے تشویش زدہ نگاہوں سے جالوت کو دیکھا تھا۔ وہ کسی طور کنگانہ کے قابل نہیں تھا۔

"کیا کوئی دوسرا بھی اس لڑائی میں مداخلت کر سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اس شکل میں جب وہ خود کنگانہ کو للکارے۔ یہ اصول میں نے بنائے ہیں اور اب یہی کشتی کے قدیم اصول ہیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن میری رائے ہے کہ جالوت کو اس سے نہ لڑنے دیا جائے۔ وہ وحشی صفت ہے۔ اور اپنے مقابل کے سامنے دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں صرف چھ کشتیاں لڑی ہیں اور اس کا ایک بھی مقابل جانبر نہ ہو سکا۔ اس کا اصول ہے کہ وہ مقابل کو اپنے ایک مخصوص داؤ سے ہلاک کر دیتا ہے تاکہ کوئی بہ کہنے کے لیے زندہ نہ رہے کہ وہ کنگانہ سے لڑ چکا ہے۔"

"مجھے اجازت دی جائے۔" جالوت مسکرا کر بولا۔

"تمہاری مرضی۔" شاکائینہ نے کہا اور پھر اس نے کنگانہ کو آواز دی۔ کنگانہ اس کے حضور حاضر ہو گیا۔ "طاقت کے بے مثال مظاہرے پر تمہارا انعام۔ لیکن آج پھر تمہارا ایک مقابلہ ہو رہا ہے۔"

"کون ہے عظیم شاکائینہ؟"

"جالوت۔ یہ سیاہ غلام۔" شاکائینہ نے کہا۔

"آہ ملکہ اسے جینے کی اجازت دی جائے۔ ابھی جوان ہے اور میرے اصول میری زندگی ہوتے ہیں۔"

"اس نے تمہارے اصول سے لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"تب خوش آمدید۔ کنگانہ نے بدن نہیں پھولا۔ لیکن اسے اس کے اصولوں کے ساتھ زندہ رہنے کی اجازت دی جائے۔"

"ہاں اس نے قبول کیا ہے۔ جاؤ سیاہ غلام۔ اپنے فن کا مظاہرہ کرو۔ اگر تم نے کنگانہ کو شکست دے دی تو میں تمہیں آزادی بخش دوں گی۔"

جالوت نے سر جھکا دیا اور پھر اپنے بدن کا لباس اتار کر وہ کنگانہ کے مقابل آ گیا۔ اس کے بدن کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔

بلاشبہ وہ حسین بدن کا مالک ہے۔ لیکن گوشت کا یہ تودہ اس کے قابل نہیں ہے۔ وہ ہلکا بھی ہے اور فنکار بھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ خود میں بھی کافی دلچسپی لے رہا تھا۔

کنگانہ کی کشتی کی خبر سن کر دوسرے ملاح بھی اپنے کام چھوڑ کر ادھر آ گئے۔ خود شاکائینہ بھی کافی دلچسپی لے رہی تھی۔ جالوت کنگانہ کے مقابل آ گیا۔ کنگانہ اسے حقارت سے دیکھ رہا تھا۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو ڈنگا۔ لیکن جالوت بجلی کی طرح کوند کر کنگانہ کی گرفت سے نکل گیا۔

"بڑی بات ہے۔" شاکائینہ بے اختیار بولی۔ اس بار جالوت نے کنگانہ کو اپنی شاخوں میں پھنسا لیا اور گھوم گیا کنگانہ توازن نہ برقرار رکھ سکتا۔ لیکن گوشت کا اتنا عظیم تودہ اتنی پھرتی سے اٹھ جائے گا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اس کا ایک خاص داؤ ہے۔" اچانک شاکائینہ بولی۔

"وہ کیا؟"

"جس وقت یہ لڑتے لڑتے زمین پر بیٹھ جائے تو سمجھو کر داؤ لگانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس کا مقابل اسے تھکا ہوا سمجھ کر اسے زیر کرنے کی فکر کرتا ہے اور یہ اپنی رانوں کی قینچی اس کی گردن میں لگا دیتا ہے مگر اس وقت یہ داؤ استعمال کرتا ہے جب اسے مقابل کے طاقتور ہونے کا احساس ہو جائے۔ اوہ خوب خوب۔" شاکائینہ اچھل پڑی۔ جالوت نے کنگانہ کو پشت سے پکڑ لیا تھا اور کنگانہ اس کی گرفت میں زور لگا رہا تھا لیکن جالوت اس بے پناہ گوشت کو گرفت میں نہ رکھ سکا اور کنگانہ پھسل کر نیچے بیٹھ گیا۔ جالوت اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"آہ کاش کوئی اسے روک سکتا۔ کنگانہ پر خون سوار ہو گیا ہے۔" شاکائینہ بولی۔ جالوت کنگانہ کی اس چال کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ جھکا اور اس نے کنگانہ کی گردن پکڑ لی۔ لیکن اس وقت کنگانہ نے ایک قلابازی کھائی اور جالوت کی گردن میں دونوں پاؤں پھنسا لیے۔

جالوت بے پناہ قوت صرف کر کے کنگانہ کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن میں نے اسے مضمحل ہوتے دیکھا۔ دوسرے لمحے میں کھڑا ہو گیا۔ اس سے قبل کہ شاکائینہ مجھے روکے میں ان دونوں کے سر پر پہنچ گیا اور میں نے کنگانہ کے دونوں پاؤں پکڑ کر جالوت کی گردن سے قینچی نکال دی۔

کنگانہ اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اب وہ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"خبردار۔ ہرگز نہیں۔ رک جاؤ کنگانہ۔ ابھی تم وار نہیں کرو گے۔" شاکائینہ چیخی اور کنگانہ کسی زخمی چیتے کی طرح زمین پر تڑپنے لگا۔ اس کے حلق سے وحشت خیز آوازیں نکل رہی تھیں۔

"یہ۔۔۔ یہ بے اصولی ہو گئی۔ یہ ظلم ہو گا۔ میں خودکشی کر لوں گا۔ میرا شکار۔۔۔ میرا شکار مجھے دو۔" وہ چیخ رہا تھا۔ میں نے جالوت کی طرف دیکھا وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا اور اب اس میں سکت نہیں تھی۔

"بے اصولی نہیں ہو گی کنگانہ۔ مگر مجھے لباس اتار لینے دو۔"

"نہیں ایکاس، تم اکھاڑے کے انسان نہیں ہو۔ یہ بے سمجھا لڑکی۔ اصولی طور پر وہ جیت چکا ہے۔" لیکن میں نے لباس اتار کر پھینک دیا اور اب میں نیم برہنہ تھا۔

"آؤ... اٹھ جاؤ۔ آج میں تمہارا غرور گرد کر دوں گا۔" میں نے کنگانہ سے کہا اور اس نے فریادی نگاہوں سے شاکا ینہ کو دیکھا۔

"مجھے اجازت دے شاکا ینہ، مجھے اجازت دے۔" لیکن میں نے اس کی کمر پہ لات رسید کر دی اور وہ اوندھا گر پڑا۔

"جنگ اجازت مانگ کر نہیں ہوتی۔ کھڑا ہو جا۔" میں اس کے سر پر پہنچ گیا اور کنگانہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شاکا ینہ اضطراب کے عالم میں کھڑی ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے کنگانہ کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے اور اسے اٹھا کر دیا تو وہ رک گئی۔ تب میں کنگانہ کو سنبھلنے کا موقع دے کر پیچھے ہٹ گیا۔

"مجھے اجازت دے دو شاکا ینہ۔" میں نے کہا۔ لیکن اب کنگانہ جوش میں بھر گیا تھا اور شاید اجازت دیوتا کے جھگڑے سے نکل آیا تھا۔ وہ میرے اوپر حملہ آور ہوا۔ دیکھنے والوں کا خیال تھا کہ میں پھر آسمان کا شکار ہو جاؤں گا لیکن میں نے کنگانہ کی زوردار ٹکر اپنے بدن پر روک لی۔ اور کنگانہ کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔ اور لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

جالوت اب حیران کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔ کنگانہ سنبھل گیا۔ اس نے ایک نگاہ چاروں طرف دیکھا اور شاکا ینہ کی طرف سے کوئی مدافعت نہ پا کر خیرہ ہو گیا۔ اس نے ہاتھ پاؤں جھٹکے اور حلق سے ایک مسلسل آواز نکالتا ہوا پھر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ اس بار میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور اسے چکر دے کر اوپر اچھال دیا لیکن زمین پر گرنے سے قبل میں نے اسے پھر دبوچ لیا تھا۔ اور اب میں نے اسے مظلوم ٹانگوں میں پھنسا کر رگڑ دیا۔ کنگانہ کی تقدیر میں خرابی تھی تو کوئی کیا کر سکتا۔ وہ اپنے مخصوص داؤ کے لیے پھر بیٹھ گیا تھا اور جونہی میں جھکا اس نے میری گردن میں قینچی ڈال دی۔

شاکا ینہ کی آواز بند ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ شدت خوف سے سفید پڑ گیا تھا لیکن میں نے کنگانہ کی دونوں ٹانگوں کو گرفت میں لے کر انہیں گردن سے کھول دیا اور پھر انہیں پکڑ کر کنگانہ کو سیدھا کھڑا کر کے اپنے ہاتھوں پر بلند کر دیا۔

گوشت کے اس وزنی پہاڑ کو اس طرح اٹھا لینا بھی بعید از قیاس تھا۔ وہ فضا میں جنبش کر رہا تھا لیکن جونہی وہ اتنا تھک گیا کہ خود کو زمین پر گرانے کے لیے جھکا میں نے جھولا دے کر اسے پھر سیدھا کھڑا کر دیا۔ اور اس کے بعد میں نے کئی بار اس کے ساتھ یہ سلوک کیا اگر میں چاہتا تو اسے دور پھینک سکتا تھا لیکن میں نے اسے مکمل طور پر اسے بے بس کرنے کے بعد زمین پر کھڑا کر دیا۔ کنگانہ میں اب سکت نہیں رہ گئی تھی۔

"آؤ۔" میں نے اسے بلایا۔ لیکن وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے بعد اس نے گردن جھکا کر ہار مان لی۔ ملاح چیخنے لگے تھے ان کی آوازوں میں حیرت و خوف کی ملی جلی کیفیت تھی۔

پھر کسی نے کہا۔ "وہ دیوتا ہے۔ انسان دیوتاؤں سے جنگ نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس دیوتا ہے؟"

"شاکا ینہ کچھ سے۔"

"اسے دیوتا نہ سمجھنے والا عتاب کا شکار ہو گا۔" اور پھر لوگ چیختے چلاتے رہے۔ شاکا ینہ دیوانہ وار اچھل رہی تھی اور اس کا شکاری باز پھڑ پھڑا رہا تھا اور پھر وہ دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے میرا منہ چوم لیا۔

"میری آنکھوں نے دھوکا نہیں کھایا اکیاس۔ میرے دعوے کی تصدیق ہو گئی ہے۔" وہ خوشی سے اچھلتی ہوئی بولی۔

دیر تک ہنگامہ رہا اور پھر اس سے نجات مل سکی۔ لیکن صرف مجھے، شاکا ینہ سے اب بھی نجات نہیں مل سکی تھی اور رات کو اس وقت تک اس نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک میں نے اس سے شدید نیند آنے کا بہانہ کیا۔ وہ مجھے میری آرام گاہ تک چھوڑنے آئی تھی۔ لیکن آرام گاہ میں جالوت موجود تھا۔ اس کا منہ پھولا ہوا تھا اور وہ روٹھا روٹھا نظر آ رہا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟"

"ساری زندگی میں پہلی بار شکست ہوئی ہے۔"

"یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ تم نے نہ سہی تمہارے دوست نے اسے زیر کر دیا۔"

"میں دیوتاؤں کی دوستی کے قابل کہاں ہوں؟"

"تم پر بھی یہ بھوت سوار ہو گیا۔"

"غلط تو نہیں ہے۔ مجھے بتا دیتے تو میں تمہاری تکریم کرتا اب گنہگار ہوا یا نہیں؟"

"اور کلسلے بے وقوف، فضول توہمات کا شکار نہ ہو۔ میں کوئی دیوتا دیوتا نہیں ہوں۔ ان لوگوں میں چل رہی ہے تو اچھا ہی ہے۔ بہت سی مراعات مل گئی ہیں نقصان کیا ہے۔"

"دیوتاؤں کی قسم تم دیوتا نہیں ہو؟"

"ہاں، میں دیوتا نہیں ہوں۔"

"پھر تم نے اس پہاڑ کو شکست کس طرح دی؟"

"طاقت سے۔"

"ایسی بے پناہ طاقت؟ نظر تو نہیں آتے۔"

"اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"تمہاری وجہ سے میں پاگل نہ ہو جاؤں کہیں، میری تو عقل ہی نہیں آتا کہ تم کیا ہو۔ خواہ مخواہ خود کو العوذ کے جال میں پھنسا دیا۔ پھر فروخت ہونے سے قبل اتنی بڑی دولت ٹھکرا دی۔ اور اب اس جہاز پر آخر ان تمام باتوں میں کیا راز ہے؟"

"بس یوں سمجھو کہ متحرک رہ کر گزر رہا ہوں۔"

"الوکھی تحریک ہے یہ۔ بہرحال تم کہہ رہے ہو تو مانے لیتا ہوں۔"

[illegible] بیچ کر تم اس سے شادی کر لو گے؟"

"[illegible] بوڑھی چڑیل سے؟"

"وہ اب اتنی بدنما بھی نہیں ہے۔ لیکن وہ تو اسی خوش فہمی کا شکار ہے [illegible] جہاز پر اس سلسلے میں خوب چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں [illegible] تمہارے متعلق ایک کہانی بھی دہرائی جا رہی ہے اور اب لوگوں کے [illegible] اس کے لیے صرف ایک مالک کا تصور ہی نہیں ہے بلکہ وہ بعض [illegible] کی تمنا کرتی رہی ہے۔ لوگوں نے اسے نائس ہونے والے [illegible] کی ماں کہنا شروع کر دیا ہے۔"

"خوب! بہرحال اس نے میرے اوپر [illegible] طریقہ کیا۔ گر وہ اس سے سب شہرت حاصل کر رہی ہے تو ٹھیک ہے۔"

"لیکن [illegible] کیا ہو گا؟ اہل یونان میں اس کا بڑا چرچا ہے۔ [illegible] اس کی آمد کے منتظر ہیں۔"

"کیا تفصیل ہے اس سلسلے میں؟"

"میں نہیں جانتا۔ ان کا میرا تعلق اس سرزمین سے نہیں ہے [illegible] میں اس مذہب سے بھی متاثر نہیں ہوں۔ چونکہ تفصیل مجھے [illegible] اس سلسلے میں مفصل تو کوئی یونانی ہی بتا سکتا ہے۔"

"بہرحال [illegible] تم میرے ذریعے سے نہیں آئے گا اور گر [illegible] دیوتا ہے تو شاکا ینہ جیسی عورت کے جال سے آزاد [illegible] میری اس بات پر جالوت ہنس پڑا تھا۔

"خوب واقعات ہیں۔ لیکن تمہاری طاقت واقعی تو کچھ ہے۔ [illegible] شخص کی عقل بھی کام نہیں کرتی۔"

"تمہاری عقل تو اس نے سب کر لی ہے۔"

"[illegible]"

"کیا نام ہے اس حسینہ کا؟ ... غالباً [illegible] تمہیں بھی تمہارے پاس [illegible]" جالوت نے خوف سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"دیوتاؤں کے بیچ اس کا [illegible] مجھے خوف محسوس ہوتا [illegible] کہ جان نکلے آئے گی۔ لیکن آ جانے دے۔ تو نہ میں اس [illegible] موجود ہی نہ ہوں گا۔"

"وہ کہاں جاؤ گے؟"

"بندوبست کر رہا ہے میں نے کسی کو پہنا دوں گا۔" جالوت نے [illegible] اس دیو ہیکل کے خوف پر ہنستا رہا۔ میں نے اس سے کئی بار [illegible] سے بچنے کے لیے کہاں جائے گا۔ لیکن اس نے کسی قیمت [illegible] نے کا تہیہ کر لیا تھا۔

[illegible] آرام گاہ میں آ گیا۔ کوئی فکر کوئی تردد نہیں تھا [illegible] پسند کے مطابق تھا۔

[illegible] کا نہ جانے کونسا پہر تھا۔ میری آنکھوں میں غنودگی بھی [illegible] مجھے جالوت کا خیال آیا اور میں اپنے بستر سے [illegible] اس کی حالت تو دیکھی جائے۔ باہر نکلو تو جالوت اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔

[illegible] میں نے سوچتے ہوئے سوچا [illegible] پھر میں اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ یوں بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ سمندر کا نظارہ ہی کیا جائے۔

اپنی جگہ سے نکل کر میں ایک طرف چل پڑا۔ جہاز پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں اکا دکا ملاح کسی کام میں مصروف نظر آ جاتے تھے۔

میں عرشے پر پہنچ گیا اور پھر [illegible] نگاہیں دوڑاتا آگے بڑھتا رہا۔ پھر مجھے ایک عجیب سی آواز سنائی دی اور میں نے ٹھٹک کر بائیں سمت دیکھی۔ ایک عجیب سی کیفیت نظر آئی۔ کوئی لڑکی تھی۔ چاندنی رات میں وہ گھٹنوں کے بل عرشے کے کٹہرے سے لپٹی بیٹھی تھی۔ اس کی صورت تو میرے سامنے نہیں تھی لیکن جسمانی نقوش بے حد حسین تھے۔ قد دراز تھا اور بدن اس مناسبت سے انتہائی موزوں۔ میں محتاط انداز میں آگے بڑھتا اور اس کے قریب جا پہنچا۔ لڑکی کے سامنے تین پلنے پنجرے رکھے تھے۔

پھر اس نے تینوں پنجرے اٹھائے۔ [illegible] مٹھی میں بند کر کے [illegible] پھر نیچے پھینک دیا۔ وہ پھر وہ جھک کر نہیں دیکھے گی۔

"کمال ہے ستاروں کے اصول کے مطابق اب اسے یہاں ہونا چاہیے بلکہ وہ بہت [illegible] اور پھر اس نے چونک کر سامنے دیکھا مگر کہاں؟"

اور اچانک [illegible] میرے جانے کا احساس ہوا۔ وہ اچھل کر بیٹھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ خوفزدہ سی نظر آئی لیکن پھر ہنس پڑی۔ [illegible] شکایت آمیز تھا۔

"تو یہ ہے۔ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا لیکن میں متحیر تھا [illegible] اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ایک کمسن لیکن ایسا جاذب لگا چہرہ تھا جیسے کسی سرسبز جنت پر تنہا کھلا ہو۔ بھوری آنکھوں میں جادو کی گہرائی اور شرارت۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے مجھ سے ذرا بھی جھجک کا احساس نہ ہو۔ درحقیقت پورے جہاز پر ایسا معصوم حسن دوسرا نہ ہو گا۔ اس کی دلکشی بے مثال تھی اور وہ ایسی تھی جس کی [illegible] کی جائے۔

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے اس کے سراپا کا مکمل جائزہ لینے کے بعد کہا۔

"کس بات پر؟"

"تم میری چونک سے خوفزدہ ہو گئیں۔"

"اور اب بھی کوئی بات نہیں ہے جس نے لفظ خوفزدہ استعمال کیا ہے لیکن [illegible] سے بہت دور ہے۔"

"خوب۔ ابھی تم نے خود کہا تھا۔"

"تحیر کے الفاظ تھے، میں تمہارے آنے کا [illegible]"

تھی اور یوں جیسے تمہیں اپنے عقب میں دیکھ کر متحیر ہو گئی تھی۔
"تمہارے آنے کا انتظار کر رہی تھیں؟" میں نے تعجب سے کہا۔ دفعتاً یہ احساس مجھے یاد آگیا۔ ابھی چند لمحات قبل وہ کہہ رہی تھی کہ لوگ ستاروں کے حصول کے متعلق سے یہاں بہت پہلے پیدا ہوئے تھے آگیا یہ منظر ایسے پایہ جیسے تھے اور وہ شکستہ تھی۔
"ہاں مجھے ایک ایسے شخص کی جستجو ہے جس سے ملاقات کے وقت کا تعین میں نے مدت سے کر رکھا تھا۔" وہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"خوب! یہ بات تو تشویش ناک ہے کہ جسے تم نے بہت پہلے سے... لیکن میں بار ایک خطرناک دشمن دیکھی ہے۔"
"نہیں صرف ستاروں تک محدود نہیں ہوں۔ اس میں ایک خاص علم بھی شامل ہے جس کے بارے میں ابھی تک کسی کو نہیں معلوم۔"
"وہ کون سا علم ہے؟"
"یہ پہلے دیکھ لینے میں ہے؟"
"لیکن یہ بھی تو علم نجوم کی ایک شاخ ہے۔"
"ہاں ہے لیکن... مگر میں تمہیں اس علم کے بارے میں کیوں بتاؤں؟"
"تو پھر تم میرا انتظار کیوں کر رہی تھیں؟"
"ستاروں نے کہا تھا۔"
"تمہارے خیال میں تم بہت بڑی ستارہ شناس ہو؟"
"ہاں میں ہوں۔" وہ شرارت سے بولی اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ میں اس ستارہ شناس کی حقیقت سے واقف ہو چکا تھا۔
"وہ پراسرار سی ہے، تم جانتے ہو کہ میرے دوستوں نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔ میں نے اپنے دوستوں کو تلاش کر کے ان کی شناخت کی۔" وہ مسکرا پڑی۔
"لعینہ ہے اس کا نام ہے اور شاہ کاینہ کی وہ سوتیلی بیٹی ہے جس کی ماں کو اس نے زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔"
"وہ!" میں نے حیرت سے دیکھا۔ "پھر تمہاری عمر کتنی ہے... کس حد تک سچ ہے؟"
"میری عمر سترہ سال ہے۔ مگر شاہ کاینہ کے ذہن میں ایک خوفناک سازش پروان چڑھ رہی ہے اور وہ تمہیں اس کا شریک کار بنانا چاہتی ہے۔"
"ارے تم کہاں کھو گئے ہو؟" اس نے مجھے ٹوک دیا اور میں نے ایک طویل سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔
"میں سوچ رہا تھا کہ تم خود مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"
"اور اگر نہ بتاؤں تو تم دیوتا ہو، مجھے بددعا دو گے اور میں مصیبت کا شکار ہو جاؤں گی، کیوں؟"
"نہیں لعینہ! ایسا کوئی خیال میرے ذہن میں نہیں تھا۔"

تمہارے اپنے تلاش کے تمنائی ہے۔
"تم میرا نام کیسے جان گئے؟ اور میرا خیال ہے کسی نے تمہیں میرے بارے میں اطلاع دے دی ہے۔"
"کون دیتا؟ تم جانتی ہو شاہ کاینہ تو کبھی تمہارا تذکرہ نہیں کرے گی کیونکہ وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔"
"دوسرے لوگوں کو بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ تمہیں کس نے میرے بارے میں بتایا؟" وہ تعجب سے بولی۔
"تمہاری شخصیت اتنی ہلکی تو نہیں ہے لعینہ کہ لوگ سرگوشیوں کے ذریعہ تمہارے تذکرے نہ کریں۔"
"میں خود بھی اسی لیے حیران ہوں۔"
"معلومات کا تبادلہ کرنا چاہو تو کہو، میں تمہیں تمہارے بارے میں مکمل طور پر بتا سکتا ہوں۔"
"گویا تم خود کو دیوتا ثابت کرو گے؟"
"چلو یہی سہی۔"
"لیکن مجھے قائل نہ کر سکو گے۔"
"شاید، لیکن جو خطرناک خیال تمہارے ذہن کے گوشوں میں چھپا ہے میں اس میں تمہارا شریک کار کس طرح بنوں گا۔ اگر تم نے مجھ سے یہ پوچھا" میں نے کہا اور وہ چونکتے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی۔
"کیا... کیا مطلب ہے؟"
"میں اس گہری سازش کا تذکرہ کر رہا تھا جو تمہارے ذہن میں..." ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔
"یہ... یہ راز کسی اور کو بھی معلوم ہے؟"
"ابھی تک تو صرف میرے سینے میں ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ تم پورے اعتماد کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرو۔"
"مگر میرا علم جھوٹا نہیں ہے۔ تم آسمانی باشندے نہیں ہو تم... تم عجیب و غریب قوتوں کے مالک ضرور ہو لیکن... تمہاری قوتیں زمین تک محدود ہیں۔ میں تو سرے سے ہی دیوتاؤں کو نہیں مانتی۔ میں ان احمقوں سے الگ ہوں۔"
"میں بھی خود کو دیوتا نہیں کہتا۔ دوسرے لوگ بلاوجہ تمہاری ماں کے لیے اگر کہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"
"ایک بدترین موت اس کا مقدر ہے۔"
"شاید! جیسے میں جانتا ہوں۔ تم بھی اس کی موت کو خوش ہو گی۔"
"تم نوجوان! تمہاری معلومات خطرناک حد تک ہیں۔ تم نے تو میرے ذہن کو شدید جھٹکا دیا ہے۔ ابھی چند ساعت قبل

بہت خوش تھی لیکن اب میں افسردہ ہوں۔"
"کیوں؟"
"میں قیامت تک نہیں سوچ سکتی تھی کہ روئے زمین کا کوئی شخص بھی میرے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک سکتا ہے۔ مجھے بتاؤ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"
"ستارے میرے بھی دوست ہیں۔"
"لیکن ستاروں کے جال سے میں نے اپنی تقدیر نکال لی ہے۔ اب ان کے پاس میری تفصیل موجود نہیں ہے۔ جس طرح تم ستارے تمہارے بارے میں وضاحت نہیں کرتے۔"
"ان باتوں کو چھوڑو لعینہ، تم خود بھی جانتی ہو کہ تم نے مجھے ہی کیوں اپنا شریک کار متعین کیا ہے۔"
"آہ! تم نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ اب تو مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔" وہ پیشانی مسلتی ہوئی بولی۔
"جس طرح تم پسند کرو۔ اگر میری یہاں موجودگی بہت ناگوار گزر رہی ہے تو میں واپس چلا جاؤں۔"
"نہیں! کیا اس... ذرا یہاں کھڑے ہو جائیں۔ دراصل میں تم جیسی شخصیت کی ساکھ بٹھانا چاہتی ہوں لیکن تم نے مجھے زیر کر دیا۔ آؤ دوستانہ انداز میں گفتگو کریں۔"
"مجھے تمہاری پیشکش منظور ہے۔" اور پھر وہ دیر تک عرشے سے نیچے سمندر کی لہروں کو دیکھتی رہی، پھر بولی۔
"تمہاری شخصیت سربستہ راز ہے۔ آخر کیوں؟ تمہارا بدن سونے کی طرح چمکدار اور تمہاری صورت اس جہان کے تمام مردوں سے زیادہ حسین کیوں؟ تمہاری آنکھوں میں صدیوں کا ماضی کیوں جھانکتا ہے۔ بولو تمہارا وجود انسانی آلودگی سے پاک کیوں ہے؟ آگ تمہاری دوست اور پانی تمہارا محافظ کیوں ہے؟ تم انسانوں سے ہٹ کر دور کے انسان کیوں ہو؟"
"اور تم میرے بارے میں یہ سب کچھ جانتی ہو؟"
"ہاں! میرے علم نے کہا تھا کہ میرا ایک مددگار روئے زمین پر موجود ہے اور پھر لمحہ بہ لمحہ تم میرے قریب آتے گئے۔ تم اس وقت مجھے سب سے زیادہ قریب محسوس ہوئے جب شراب کے تاجر کی بیٹی تم سے اظہار عشق کر رہی تھی اور ہمارا جہاز پہاتی گاس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر تم دونوں بازار میں نکلے تھے اور میں نے سوچ لیا کہ تم میرے پاس پہنچ گئے اور اب تم اس جہاز پر ہو، اور تمہارا ایک تعارف ہے اور یہ سب کچھ میرے لیے غیر متوقع نہیں ہے۔ میں نے لمحوں [illegible] سب دیکھا ہے۔ تم نے وہی سب کچھ حاصل کر لیا جس کے بل بوتے پر اس کے بعد کے کھیل شروع ہوتے ہیں۔"
"دیکھو لعینہ! مجھے تعجب ہے اتنی کم عمر ہونے کے باوجود تم نے اتنے علوم حاصل کر لیے۔"

"ہاں۔ میں دشمنوں کے درمیان زندہ رہنے والی ہستی ہوں مجھے مدافعت دی گئی ہے اور اب میں اپنے دشمنوں کو حقیر جانتی ہوں۔ شاہ کاینہ خود کو بہت طاقتور سمجھتی ہے۔ لیکن اب اگر میں اس کے خلاف کھڑی ہو جاؤں تو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"
"پھر تم نے اسے اب تک معاف کیوں رکھا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرا دی۔
"ایک بڑے مفاد کے لیے چھوٹے مفادات قربان کرنے ہی پڑتے ہیں۔ مجھے اس سے ایک بڑا کام لینا ہے۔"
"خوب!" میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یہ حسین لڑکی جو علم و فنون سے بھی آراستہ تھی میری توجہ کا مرکز بن گئی تھی میں اس کے قرب میں دلچسپی لے رہا تھا۔ "لیکن لعینہ جہاز میں سفر کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے تم پہلی بار نظر آئی ہو؟"
"مجھے میری ماں کی طرف سے یہی ہدایت ہے۔" اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور مسکرا دی۔
"کیا ہدایت ہے؟"
"دن کی روشنی میں دوسروں کے سامنے نہ آیا کرو۔ ملاقاتوں کے لیے رات کی تاریکی مناسب ہے۔ کسی سے زیادہ گفتگو نہ کیا کرو۔ میری کوئی ملاقات نہیں ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔"
"یہ پابندیاں کیوں ہیں؟"
"کون اس سے سوال کرے۔"
"گویا تمہارے ساتھ اس کا رویہ مناسب نہیں ہے؟"
"عجیب سوال ہے تمہارا؟ کیا تم اپنے دشمنوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا پسند کرو گے؟"
"لیکن اگر وہ تمہیں دشمن سمجھتی ہے تو تمہارے والدین کی طرح اس نے تمہیں ہلاک کیوں نہیں کر دیا؟"
"اس لیے کہ وہ اس پر قادر نہیں تھی۔" لعینہ نے جواب دیا۔ اور میں گہری سانس لے کر اس پراسرار لڑکی کو دیکھنے لگا جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ تب اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور بولی۔ "ستارے واپسی کے اشارے کر رہے ہیں۔ مجھے اجازت دو۔"
"اوہ! لیکن اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ تمہاری شخصیت اتنی دلچسپ ہے کہ تم سے باتیں کرتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔"
"ہاں! لیکن مجبوریاں نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔ ملاقات تو ہماری پھر ہوگی۔ اور میرا خیال ہے ایک دو ملاقاتوں کے بعد کافی تفصیل سے ہوگی۔ انتظار کرنا۔"
"کل رات؟" میں نے سوال کیا۔
"ہاں! کل رات بھی ملاقات ہوگی۔ لیکن اس ماحول میں نہیں کل کی رات تو ایک دلچسپ رات ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیوں، کل کیا خاص بات ہوگی؟"

"اس کے بعد ستارے خاموش ہیں اور ٹھیک بھی تو ہے۔ رات کے رازدان کی روشنی میں عیاں نہیں ہونے چاہئیں ورنہ رات کا احترام کون کرے۔ رات آنے دو راز عیاں ہو جائیں گے۔" ماں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور عرشے کے پاس سے ہٹ گئی۔ پھر اس نے رخصتی انداز میں مجھے دیکھا اور مڑ کر ایک طرف چل گئی۔

میں خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا اور پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے گہری سانس لی۔ انوکھی لڑکی ہے لیکن حسین بھی ہے اور ذہین بھی۔ کیا کام لینا چاہتی ہے وہ مجھ سے۔ ویسے اس کے انداز سے کس قدر درست تھے۔ اس نے بہت کچھ معلوم کر لیا میرے بارے میں۔ اپنی معلومات سے بہت پُراعتماد ہے۔

آخری رات میں، میں عرشے سے ہٹ آیا۔ میرا دوست جالوت واپس آ گیا تھا اور اب عرشے کی بلند سطح پر تھا۔ شاید اسے اس خطرے سے نجات مل گئی تھی جس سے وہ بھاگتا پھر رہا تھا۔ میں خاموشی سے اپنی آرام گاہ میں آ گیا اور پھر دوسری صبح حسب معمول تھا۔ جاگنے کے بعد جالوت نے اپنی مختصر کہانی سنائی کہ کس طرح زوالا اسے تلاش کرتی رہی اور وہ اس سے چھپا چھپا پھرتا رہا ہے۔

"اس لڑکی کو تم نے میرے پیچھے لگایا ہے۔" کیا اس نے۔

"اب بتاؤ میں کیا کر دوں تمہارے لیے؟"

"میری جان بچاؤ کسی طرح اس سے۔"

"اس کی صرف ایک ترکیب ہے۔"

"کیا؟" جالوت نے مجھے دیکھا۔

"میں خود اس سے اظہارِ عشق کر دوں۔"

"واہ عمدہ ترکیب ہے۔ مگر خوف سے مر جائے گی بیچاری۔" جالوت ہنس کر بولا۔

"کیوں؟"

"تم شاکانیہ کے منظورِ نظر ہو۔ اگر شاکانیہ کو پتا چل جائے گا کہ اس کی کوئی کنیز تمہاری توجہ کا مرکز ہے تو وہ اطمینان سے اسے قتل کرا کر سمندر میں پھنکوا دے گی اور یہ بات زوالا بخوبی جانتی ہے اس لیے وہ دہشت سے زرد ہو جائے گی۔"

"اس طرح پھر وہ تمہارے پاس بھی نہیں آئے گی۔"

"ہاں، اس بات کا امکان تو ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب اسے آنے دو بلکہ ہو سکے تو تم خود بھی اس کا تذکرہ کر دو۔ ممکن ہے مجھ تک آنے کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔" میں نے کہا۔ وہ جالوت بے تکلفی سے ہنس پڑا۔ پھر شاکانیہ نے مشترکہ کر لے چل پڑا تھا۔

شاکانیہ نے حسب معمول میرا استقبال کیا تھا۔ اس کی نگاہوں

کی حیرت کے چراغ روشن تھے۔ اس وقت اس نے خود کو سجا رکھا تھا اور بلاشبہ اپنی اس سج دھج سے وہ کم عمر نظر آنے لگی تھی۔

"ایک بار پھر میری آنکھوں میں انوکھے خواب آبسے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو رات بھر میں کیا دیکھتی رہی ہوں؟"

"کیا دیکھی شاکانیہ؟"

"میں نے دیکھا میں سمندر کی سطح پر ننگے پاؤں دوڑتی ہوں جیسے کسی پھول کی طرح میرا وزن اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر سمندر کے لطیف بخارات نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں ان کے ساتھ بلند ہو گئی اتنی بلند کہ میرا جہاز کسی ننھے سے نقطے کی مانند رہ گیا۔ اور خلاؤں میں معلق ایک وادی میں لے جا کر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ پھر وادی میں کچھ دھندلے سرسبز سائے نمودار ہوئے اور ایک ننھے بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ ننھا سا بچہ میرے بازوؤں میں آ گیا۔ اور چند ہی لمحات گزرے تھے کہ وہ ایک قوی ہیکل نوجوان بن کر [illegible] چلا گیا۔ لوگوں نے میرے سر پر تاجِ فضیلت رکھ دیا تھا اور وہ مجھے ارضِ مقدس کی مالکہ کہہ کر مخاطب کر رہے تھے۔ بس یہی کہانی ہے۔ کیا اس میں کتنی خوشی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا صرف مسکراتا رہا۔ شاکانیہ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن انتہائی کوشش کے باوجود اس کی ہمت نہیں پڑی اور وقت گزر گیا۔ پورا دن حسب معمول تھا۔ جہاز کے ملاح اپنے کام میں مصروف تھے۔ دن میں صرف ایک بار اور شاکانیہ سے ملاقات ہوئی اور پھر رات ہو گئی۔ رات کے کھانے پر وہ میرے ساتھ نہیں تھی۔ میں نے کسی سے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ لیکن پھر جب رات گہری ہو گئی تو اس کا بلاوا آ گیا۔ دو خادمائیں آئی تھیں۔

"ملکہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"اپنی آرام گاہ میں ہیں۔" خادماؤں نے کہا۔ اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔

"آؤ، کیا اس میں تمہاری منتظر تھی۔"

"کھانے کے وقت ملاقات نہیں ہوئی؟"

"ہاں۔ ذرا طبیعت بوجھل تھی۔"

"کیوں؟ خیریت۔" میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ اس کے بال

"بس انوکھے خیالوں میں ڈوبی رہی ہوں میں۔ اس سے قبل یہ کیفیت میں نے کبھی محسوس کی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اس سے قبل میری پسند کا کوئی جوان میری زندگی میں بھی نہیں آیا تھا۔"

"اوہ، یہ بات ہے؟"

"ہاں۔ آج میرے دل میں یہ عورت جاگ اٹھی ہے۔ گزرے ہوئے واقعات مجھے نہ جانے کون سی کہانیاں سنا رہے ہیں۔"

"کیسی کہانیاں؟" میں نے سوال کیا

[illegible] سے بے پناہ شور سنائی دیا اور جہاز کو کئی جھٹکے لگے۔ شاکانیہ نے خوفزدہ آنکھیں کھول دیں۔ "یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"[illegible] شور۔ میرا خیال ہے جہاز کے ملاح چیخ رہے ہیں [illegible]" وہ کرخت لہجے میں بولی۔ پھر دانت پیستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی کیفیت بھوکی شیرنی کی سی تھی اور اسی کیفیت میں وہ باہر نکل آئی۔

"کیا ہو گیا؟ کیوں مر رہے ہو سب لوگ۔ کیوں حلق پھاڑ رہے ہو؟" شاکانیہ آگے بڑھی اور کچھ دوڑتے ہوئے ملاح نظر آئے۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا تھا۔

"بحری قزاق... بحری قزاق۔" ملاحوں کی آواز ابھری اور [illegible] ایک تحیر کن منظر دیکھا۔ جیسے ایک ملاح کے سینے میں تیر پیوست [illegible] بنا اور پیچھے گر پڑا۔

شاکانیہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئی۔ جذباتی انداز میں چیل ہو کر [illegible] حلق سے ایک خونخوار آواز بلند ہوئی۔ دوسرے لمحے وہ [illegible] گئی۔ [illegible] آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

میں بے اختیار ہنس پڑا۔ بڑی مشکل سے تو اس بیچاری کو یہ [illegible] نصیب ہوئے تھے لیکن [illegible] اس کی قسمت میں ہی نہیں [illegible] جاننے کے لیے جہاز کے بیرونی حصے پر آ گیا۔

جو جھٹکے جہاز کو لگے تھے وہ بحری قزاقوں کی کشتیوں کے [illegible]

[illegible]

[illegible] اور سطح فضا میں پر محو [illegible] گئے۔

ایک [illegible] دیکھی بحری قزاقوں کی کشتیوں کی [illegible] زیادہ تھی [illegible] جو تیزی سے [illegible] رہے تھے۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ ملاحوں کی تعداد [illegible] قزاقوں سے [illegible] سکے۔ اس کا مطلب ہے کہ شاکانیہ کا [illegible] ہو رہا گیا اور شاید اس کی موت بھی نزدیک آ گئی۔

قزاقوں کی یلغار روکے نہ رک رہی تھی۔ وہ خوفناک [illegible] پتنگوں کی طرح اوپر آ رہے تھے۔ [illegible] غلاموں کو قتل [illegible] رہے تھے۔ غلام حتی المقدور کوشش کر رہے تھے کہ ان کی یلغار [illegible] لیکن یہ ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ تب میں نے [illegible] کی وہ اپنے اسی لباس میں تھی جس میں میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چوڑی تلوار

تھی۔ شانے پر باز بیٹھا ہوا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک خونخوار اور جنگ جو عورت نظر آ رہی تھی۔

شاکانیہ نے آتے ہی قزاقوں پر حملہ کر دیا اور میں نے دیکھا اس نے پہلے ہی حملے میں دو انسانوں کی گردنیں اڑا دی تھیں پھر وہ بڑی چابکدستی سے قزاقوں سے مقابلہ کرنے لگی۔ میں اب بھی خاموش کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ان معاملات میں میرا کیا حصہ ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے مجھے قزاقوں سے کوئی دشمنی نہیں تھی اور نہ ہی شاکانیہ سے اتنی ہمدردی کہ اس کے لیے میں قتل عام شروع کر دیتا۔

لیکن پھر میں نے جالوت کو دیکھا، یہ زرخرید غلام بھی قیمت ادا کرنے کے لیے میدان میں آ گیا تھا۔ کنگانا اور دوسرے لوگ بھی میدان میں آ گئے تھے اور لڑ رہے تھے۔ یہ سب قزاقوں پر بلاشبہ بھاری پڑ رہے تھے۔ لیکن جالوت کی پھرتی قابل دید تھی۔ تلوار زنی میں وہ [illegible] ثانی نہیں رکھتا تھا اور بے دریغ قزاقوں کو قتل کر رہا تھا۔

تب اچانک قزاقوں کا ایک جھگٹ اس کے نزدیک جمع ہو گیا۔ قزاقوں نے اندازہ لگایا تھا کہ سیاہ فام خطرناک ہے چنانچہ اسے قتل کرنا ضروری ہے۔

جالوت کو ان کے نرغے میں دیکھ کر میں برداشت نہیں کر سکا اور میں نے اپنی جگہ سے جنبش کی۔ ایک گرتے ہوئے قزاق نے میرے [illegible] اس کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

معتوب سے جا رہے ہیں۔

اس وقت جیسے [illegible] سوچتے ہیں [illegible] کہ وہ عورت میرا خیال ہے [illegible] ان بحری قزاقوں کی صفائی کر رہی ہو گی۔ میں نے [illegible] گردن جھکا دی۔ پھر [illegible] سامنے آنے والے [illegible] پھر گیا۔ میں بھی تصور [illegible] کہ دوسری جو [illegible] تھا کہ عقب سے ایک سرگوشی سنائی دی۔

"کیا [illegible]" میں نے پلٹ کر دیکھا اور [illegible] کا مسکراتا چہرہ

نظر آیا۔ وہ مجھے بلا رہی تھی۔

"وہ لعیشہ اس وقت تمہارا جہاز کے کھلے حصوں پر آنا مناسب نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"اور جو مناسب ہے وہ میں تمہیں بتانے آئی ہوں۔" لعیشہ بولی۔

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"تم کیوں ان لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہے ہو؟"

"کیا مطلب؟ کیا جہاز کے ملاحوں کو قتل ہونے دیا جائے؟"

"یہ تقدیر کا فیصلہ ہے۔" لعیشہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"اوہ کیا تم نے اس سلسلے میں ستاروں سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"نہیں تم بھول گئے۔ میں نے تم سے کل بھی ایک جملہ کہا تھا یاد ہے تمہیں۔ جب تم نے پوچھا تھا کہ کیا کل رات ملاقات ہوگی لیکن میں نے کہا تھا۔ ہاں ہوگی لیکن اس ماحول میں نہیں۔ کل کی رات ایک دلچسپ رات ہے۔" اور میں چونک کر لعیشہ کی شکل دیکھنے لگا۔ بلاشبہ اس نے یہ جملے کہے تھے۔ وہ یقیناً ستارہ شناس لڑکی پہلے سے ان حالات سے واقف تھی اور میں رک گیا۔

"تو کیا تمہارا خیال ہے شاکا بیہ قتل ہو جائے گی؟"

"نہیں شاکا بیہ قتل نہیں ہوگی۔ اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔" لعیشہ نے کہا۔

"جہاز کے دوسرے ملاح؟"

"بیشتر مارے جائیں گے۔ اور بیشتر گرفتار ہو جائیں گے۔ جہاز کو آگ لگا دی جائے گی۔" لعیشہ نے کہا اور اپنی مٹھی میں دبے ہوئے پانسوں کو کھنکھنانے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں رک گیا۔ اور میں نے جالوت کو آواز دی۔ جالوت جو اپنے سامنے والے دو آدمیوں کا صفایا کرنے کے بعد آگے بڑھ رہا تھا پلٹ کر میرے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے متحیرانہ نگاہوں سے لعیشہ کو دیکھا اور میری طرف دیکھنے لگے۔

"بحری قزاقوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ غلام ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے چنانچہ تم خود کو خطرے میں نہ ڈالو۔"

"لیکن میں اپنا فرض ادا کرنے سے باز نہ رہوں گا۔" جالوت نے کہا۔

"تمہاری وجہ سے مجھے بھی جنگ میں حصہ لینا پڑے گا اور میرا وجود بحری قزاقوں کے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا۔"

"افسوس آقا، میں تمہاری طرح آقا نہیں غلام ہوں۔ مجھے اپنی قیمت ادا کرنے دو۔" جالوت نے کہا اور جنگ میں کود گیا۔ لعیشہ بدستور مسکرا رہی تھی۔

"اگر وہ اس زبان کا مالک نہ ہوتا تو غلام بھی نہ ہوتا حکمران ذہین ہوتے ہیں اور غلام جذباتی۔ تماشہ دیکھو۔ دیکھو وہ جہاز میں شعلے بھڑک اٹھے ہیں۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ قزاقوں نے جہاز کو آگ لگا دی تھی۔ اور تند ہوائیں اس آگ کو ہوا دے رہی تھیں اور وہ تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔

شاکا بیہ اب بھی وحشت خیز جنگ کر رہی تھی۔ لیکن پھر کسی نے اس پر ایک سیاہ جال پھینکا اور وہ جال میں جکڑ گئی۔ اس کے شانے پر بیٹھا باندور زور زور سے چیخنے لگا اور شاکا بیہ تلوار سے جال کاٹنے لگی تھی۔ لیکن پھر کئی دوسرے جال اس پر آ پڑے اور وہ ان میں جکڑ کر رہ گئی۔ دوسری طرف جالوت پر بھی کئی جال پھینکے جا چکے تھے۔

قزاق بہت ذہین تھے انہوں نے خطرناک لوگوں پر قابو پانے کے لیے جال استعمال کیے تھے۔ کنگانہ اور دوسرے طاقتور بدستور جنگ کر رہے تھے لیکن بہت جلد غلاموں کی مدافعت کمزور پڑنے لگی جو زندہ بچے تھے انہیں گرفتار کیا جانے لگا۔ شاکا بیہ کو شکست ہو گئی تھی۔

بحری قزاق اب لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ قیمتی سامان نیچے پھینکا جانے لگا۔ اور پھر ایک قوی ہیکل قزاق جس کی ایک آنکھ پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے ہی دوسرے قزاق بھی تھے۔ اس نے نیزے کی انی میرے سینے پر رکھ دی۔

"خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔" میں نے نیزے کی انی پر ہاتھ ڈالا اور ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ قزاق نے خود کو بمشکل گرنے سے روکا تھا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے میرے گرد تلواروں کا حصار کر دیا۔ لعیشہ میرے بالکل نزدیک ہو گئی۔

"لیکن تم لوگ میرے ہاتھ سے قتل ہونا چاہتے ہو۔" اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔ تمہارے دوسرے ساتھیوں کو شکست ہو چکی ہے۔" یک چشم بولا۔

"ہم جنگ میں حصہ نہیں لے رہے۔ لیکن مجھے گرفتار کرنے کے لیے تمہیں مجھ سے جنگ کرنا ہوگی۔" میں نے کہا اور یک چشم نیزہ سیدھا کر کے میری طرف لپکا۔ میں نے دوبارہ نیزے پر ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے نیزہ ایک جھٹکے سے میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میں نے اسے پیچھے دھکیل دیا تھا۔ تب میں نے نیزہ درمیان سے دو ٹکڑے کر دیا اور بولا۔

"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم جنگ نہیں کر رہے اور گرفتار ہونے کو بھی تیار نہیں ہیں لیکن اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو پھر نئے سرے سے جنگ ہوگی۔"

"بس چند ساعت کے بعد یہ جہاز تباہ ہو جائے گا۔"

"ہم لوگ تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں۔" لعیشہ نے کہا اور یک چشم نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"انہیں کشتیوں پر لے جاؤ۔"

"چلو۔" وہ بولے۔ اور میں نے لعیشہ کو سنبھال لیا۔ ہم دونوں رسی کی سیڑھی سے ایک کشتی پر اتر گئے۔ خاصی کشادہ اور جدید کشتیاں تھیں۔ دوسرے بہت سے قیدیوں کو اس کشتی پر اتار دیا گیا۔ ہم خاموش ایک جگہ کھڑے ہوئے تھے۔

جہاز میں اب بری طرح آگ لگ گئی تھی۔ قزاق تیزی سے نیچے کود رہے تھے پھر کشتیاں جہاز سے دور لے جائی جانے لگیں آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور چاندنی وحشیوں کو بہت خوفناک نمائش کر رہی تھی۔ گرفتار شدہ غلام خاموش تھے نہ جانے عارت شاکا بیہ وغیرہ کا کیا حال تھا۔ وہ لوگ کشتیوں کو تیز رفتاری سے چلاتے ہوئے جہاز سے بہت دور نکل آئے۔ تب میں نے لعیشہ کی طرف دیکھا وہ مطمئن تھی اور اس کے چہرے سے کسی قسم کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"تم بہت پرسکون ہو لعیشہ۔" میں نے کہا اور اس نے مٹھی میں دبے ہوئے پانسے پھینک دیے۔ پھر جھک کر انہیں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے پانسے سمیٹ لیے اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔

"کوئی بات بھی تو حیران کن نہیں ہے۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ "کیا کہتا ہے تمہارا علم؟"

"ہمارا سفر ایک خطرناک ماحول کی طرف ہے۔ اور ہمیں ایک طویل وقت گزارنا پڑے گا وہاں کہیں۔ وہیں سے ابتداء ہوگی۔۔ وہیں سے ابتداء ہوگی۔"

"کس بات کی؟"

"اس کا جواب ماحول کی دھند میں پوشیدہ ہے۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔

"بڑی متضاد شخصیت ہے تمہاری لعیشہ۔"

"کیوں؟"

"اس قدر خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر پراسرار نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیا ہونا چاہیے کیا نہ ہونا چاہیے۔ اس کا فیصلہ تقدیر کرتی ہے۔ میں وہ بننا چاہتی تھی جو نہیں ہوں اور کچھ بننے کے لیے مجاہدہ ضروری ہے انسان کے وجود میں دو حصے ہیں۔ اس کا ایک رخ سطحی ہوتا ہے اور دوسرا اس کی ذات کی گہرائیوں میں چھپا ہوتا ہے۔ اپنی ذات کی گہرائیاں خود اسے نہیں معلوم ہوتیں۔ لیکن اگر اس کی نگاہ ان گہرائیوں تک پہنچ جائے تو سطحی زندگی بے معنی ہوتی وہ اپنی ذات کا سراغ لگانے میں کوشاں ہو جاتا ہے۔"

"تو تم اپنی ذات کا سراغ لگا رہی ہو؟"

"لگا چکی ہوں۔ میں اس منزل سے گزر چکی ہوں جو جذباتی طوفان کی سرزمین ہوتی ہے۔ اب میں سکون کی وادیوں میں ہوں۔"

"اتنی سی عمر میں؟" میں نے کہا۔

"بات تلاش کی ابتداء کی ہے۔ جس عمر میں بھی تلاش کا تجسس ہو جائے۔ میں نے اپنی ذات کا عرفان پایا۔ لیکن اس کے حصول کے لیے مجھے کاوشیں کرنا تھیں اور اب میں کاوشوں کی عمر سے گزر رہی ہوں۔ یہ پانسے میرے معاون بھی ہیں اور اس میں پہلا عنصر تمہیں حاصل ہے۔ چنانچہ تم تک پہنچنے کے لیے مجھے جن راستوں سے گزرنا تھا میں ان کی تلاش میں بھی اور بالآخر یہ راستے مجھے مل گئے میں صحیح جگہ پہنچی اور میں نے تمہیں پایا۔"

"خوب! لیکن لعیشہ پا لینے کا تصور تمہارے ذہن میں کیسے آیا؟"

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھی؟"

"کسی کی ذات سے قریب ہو جانے کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ تم نے اس ذات کو اپنی خواہشات کا قیدی بنا لیا ہو۔"

"ہاں! تمہارا خیال درست ہے۔ لیکن میں ستاروں کی چال سے بھی مطمئن ہوں۔"

"وہ کس طرح؟"

"ستارے کہتے ہیں کہ تم میری امداد پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ اس لیے مجھے کیا کاوشیں کرنا ہوں گی یہ میں نے آنے والے وقت پر رکھ چھوڑی ہیں۔"

"کیوں تمہارا علم تمہاری ان کاوشوں کی جانب رہنمائی نہیں کرتا؟" میں نے سوال کیا۔

"کرتا ہے اور میں اس سلسلے میں بہت جلد ابتدا کرنے والی ہوں۔" لعیشہ نے کہا۔

"گویا تم میری ذات پر مکمل قدرت رکھتی ہو؟"

"نہیں یہ بات نہیں۔"

"پھر؟"

"بس میں اپنے حالات سے مطمئن ہوں۔ میں یہ جانتی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح بالآخر میں تمہیں اپنی امداد کے لیے آمادہ کر لوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ان دو بحری قزاقوں کی جانب دیکھنے لگی جو ہماری طرف آ رہے تھے۔ یہ دونوں نوجوان تھے اور خاصی اچھی شکل و صورت کے مالک۔ ان کے انداز سے بڑی شان ٹپکتی تھی اور ان کے لباس پر خون کے بڑے بڑے دھبے تھے۔ دونوں ہمارے سامنے آ کر رک گئے۔

"تم دو ہو جنہوں نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہیں کیا؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور میں مسکرا کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"ہاں ہم ہی ہیں۔"

"لیکن کیا تمہارے اندر دوسرے لوگوں سے کوئی مختلف

یہ تم نے آپ ہی اس انفرادیت کو کیوں پا لیتے ہو؟"

"اس کا جواب آنے والا وقت دے گا۔"

"وہ وقت آچکا ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔"

"ہم تمہاری قید میں ہیں اور فرار ان کشتیوں سے فرار ممکن نہیں ہے۔ پھر تم یہ کیوں چاہتے ہو کہ سخت سی رسیاں ہمارے بدن کے گرد لپیٹ دی جائیں۔"

"اس لیے کہ یہ ہمارا اصول ہے۔۔۔ اور تم اس خوبصورت لڑکی سے کس مرتبے کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ کوئی بھی شہزادی ہماری حق ہوتی ہیں۔"

"تم سطحی باتیں کر رہے ہو۔ اگر تم میرے جسم کے گرد رسیاں ہی لپیٹنا چاہتے ہو تو ضرور ایسا ہی کرو۔ مجھے انکار نہیں ہے لیکن اس کا نتیجہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"وہ عجیب دنیر آدمی ہو۔۔۔ [illegible]

[illegible]

لعشیہ میرے پاس سے چلی گئی تو مجھے سوچنے کا موقع مل گیا اور میں چاندنی رات میں کھلے سمندر کو دور دور تک دیکھنے لگا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ کس طرف جا رہے ہیں اور نہ ظاہر ہے سمندر میں یہ اندازہ لگانا آسان کام نہیں تھا۔ بہرحال گزرے ہوئے لمحات نت نئی دلچسپیوں کے حامل تھے اور پروفیسر یہی دلچسپیاں تو میری زندگی کا حاصل تھیں۔ چنانچہ میں نے بہت دور سے سمندر میں سر اٹھائے ہوئے ان چٹانوں کو دیکھا تھا جن کی جانب کشتیاں سفر کر رہی تھیں اور شاید یہی ان ڈاکوؤں کی منزل تھی۔ کشتیوں کا سفر جاری تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان سیاہ چٹانوں کے درمیان کون کون سے واقعات میرا انتظار کر رہے ہیں۔

لیکن ایک بات میری سمجھ میں آ رہی تھی پروفیسر! اور وہ یہ کہ ہم سب لوگ جن میں لعشیہ بھی شامل تھی بحری قزاقوں کی قید میں تھے۔ لیکن باقی تمام لوگوں کے برعکس [illegible] ظاہر ہے کہ میرے لیے کسی فکر یا تردد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں کسی کا اسیر تھا نہ کسی کا غلام۔ [illegible] تو ان لوگوں کے ساتھ کیوں رہا تھا۔ [illegible] ان ظالموں [illegible] لوگوں کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے [illegible] کا احساس دلا دیا ہے [illegible] شاید [illegible]

[illegible] اور مجھے نہیں معلوم [illegible] ساتھ آنے والی دوسری [illegible] لگا سکتا [illegible]

[illegible]

ایک لڑکی تھی، ایک غیر شادی شدہ لڑکی، جسے اپنی عزت کی ہر قیمت پر حفاظت کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ بغیر کسی مزاحمت کے ان دو نوجوانوں کے ساتھ چلی گئی تھی جو ہمیں گرفتار کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ لعشیہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی، وہ میری لامحدود لازوال قوتوں سے بھی واقف تھی، وہ اگر چاہتی تو مجھ سے مدد کی درخواست کر سکتی تھی اور اسے یہ بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ اگر میں اس کی مدد پر آمادہ ہو گیا تو دنیا کی کوئی طاقت ان قزاقوں کے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود وہ ہنسی خوشی قزاقوں کے ساتھ چلی گئی کیا اسے معلوم نہیں کہ یہ نوجوان اور حسین لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کر سکتے ہیں؟ کیا وہ

ان قزاقوں سے واقف ہے؟ کیا اس اچانک حملے کی سازش میں وہ خود بھی شریک ہے؟ یہ تھے وہ سوالات جو برابر میرے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے۔ ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے ابھی مجھے انتظار [illegible] اگر چاہتا تو ان سارے گورکھ دھندے سے نکل کر چلا جاتا [illegible] مجھے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن جاننا چاہتا تھا کہ [illegible] کیا ہے اور ان کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔ میری فطرت مجھے مجبور کر رہی تھی کہ کچھ دن اور اسیری کا سوانگ رچائے [illegible] لعشیہ کے علم اور اس کی چال چلن کا [illegible] بڑے دعوے کے ساتھ یہ اعلان کیے [illegible] اب مجھے دیکھنا تھا کہ وہ کس [illegible] درست ہے کہ شاکا بنے مجھے پسند نہیں [illegible]

[illegible]

طبوس ایک قزاق جو شکل و صورت سے کسی ادنیٰ حیثیت کا مالک معلوم ہوتا تھا، ہاتھ میں ایک کشتی لیے ہوئے آیا۔ سیاہ وسنہری بدن والے غلام شاکا نے مجھے توہین آمیز انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں تیرے لیے کھانا لایا ہوں، یہ تیری خوش قسمتی ہے کہ تجھے کھانا دیا جا رہا ہے۔" اس نے کھانے کی کشتی کو میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"خوش قسمتی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔ "ہم سمندری قزاق اپنے قیدیوں کو اس طرح کھانا نہیں دیتے جس طرح تجھے دیا جا رہا ہے۔ اگر ہماری منزل قریب ہوتی ہے تو ہم اپنے اسیروں کو بالکل کھانا نہیں دیتے اور اگر کئی کئی دن کا سفر درپیش ہوتا ہے تو اس دوران ہم انہیں آدھا پیٹ کھانا دیتے ہیں۔"

"اور پھر اسیروں کا انجام کیا ہوتا ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہم فالتو آدمیوں کا بوجھ اٹھائے پھرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اگر اسیروں کی زندگی سے ہمیں کسی فائدے کی امید نہیں ہوتی تو ہم انہیں قید سے اور ساتھ ہی زندگی کی قید سے آزاد کر دیتے ہیں۔ لیکن جن اسیروں کو کسی مصلحت کی بنا پر زندہ رکھنا مقصود ہو تو ہم انہیں صرف اتنا ہی کھانا دیتے ہیں جتنا ان کے جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہو۔"

"کیا تمہارے پاس کھانے کی کمی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "میرے خیال میں تو تم لوگ بہت دولت مند ہو، پھر انسانوں کو بھوکا کیوں رکھتے ہو؟"

"ہمارے پاس کھانے کی کمی نہیں ہے۔" شاکا نے جواب دیا۔ "ہم اپنے اسیروں کو بھوکا اس لیے رکھتے ہیں کہ ان کے بازوؤں کی طاقت ختم ہو جائے [illegible] موقع پا کر ہم پر وار [illegible]

[illegible]

سے بہت بڑی رقم حاصل کرسکے گا؟"

"بوقام کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بوقام ہمارا سردار ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "ہم لوگ اپنے آپ کو منالی عقاب کہتے ہیں اور بوقام کا مطلب ہے عقابوں کا سردار۔"

"تمہارا مطلب اسی قوی ہیکل قزاق سے ہے، جس کی ایک آنکھ پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، وہی۔" اس نے جواب دیا۔ "ہم عقابوں میں سرداری کا ایک پیمانہ ہوتا ہے اور وہ ہے سب سے زیادہ طاقتور ہونا۔ جو سب سے زیادہ طاقتور ہوگا، وہی ہمارا سردار ہوگا اور بوقام ہم میں سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ ہمارے پورے گروہ میں کوئی شخص کشتی، شمشیر زنی، نیزے بازی میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ حقیقی معنوں میں ناقابلِ تسخیر ہے۔"

"ناقابلِ تسخیر۔" میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ اس بے چارے معمولی درجے کے قزاق کو بوقام دنیا کا سب سے زیادہ بہادر آدمی نظر آیا تھا اور میں اس کی نظروں میں محض ایک غلام تھا، ایک زرخرید اور مفتوح غلام جس کی جلد کی رنگت سنہری تھی۔

"[illegible] دوسرے قیدی کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔ "تم لوگ ان کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"یہ فیصلہ کرنا بوقام کا کام ہے، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن تجھے دوسروں کی اتنی فکر کیوں ہے۔ تو اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتا۔ کیا تو یہ جاننے کا خواہش مند نہیں کہ تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"نہیں، میں یہ جاننے کا خواہش مند نہیں ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میرے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"تو مجھے کوئی پاگل معلوم ہوتا ہے جو یہ بات کہہ رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "تو جانتا نہیں ہے کہ بوقام کون ہے اور ہم لوگ اپنے مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔"

"میں نہ تو پاگل ہوں اور نہ تمہارے بوقام سے خوفزدہ۔" میں نے جواب دیا۔ "وقت آنے پر تجھے سب کچھ پتہ چل جائے گا۔"

"اوہ!" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "بیٹا، ضرور معلوم ہوتا ہے تو [illegible] ہے۔ لعیشہ نے خاص طور پر حکم دیا تھا کہ تجھے پیٹ بھر کر کھانا دیا جائے۔"

"مگر لعیشہ ہے کہاں؟" میں نے دوبارہ اس سے پوچھا۔

"وہ اس وقت بوقام کے پاس ہے۔" اس نے جواب دیا۔

اور میں سوچنے لگا کہ لعیشہ بوقام کے پاس کس طرح پہنچ گئی۔ یقیناً وہ کسی گہری سازش میں مصروف ہے۔ اس نے بحری قزاقوں کے سردار کو کسی نہ کسی طرح شیشے میں اتار لیا ہے اور اب وہ اس کی منظورِ نظر بن کر حکم چلا رہی ہے۔ [illegible] چلانا چاہیے۔ میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

"کس سوچ میں غرق ہو گیا سنہری غلام؟" قزاق نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"میرا نام ڈینب ہے۔ اور تیرا؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے بھیاس کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "سنو ڈینب، میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں، کیا ہم دوستوں کی طرح نہیں رہ سکتے؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔" ڈینب کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "لڑائی کے دوران تو نے اچھے ہاتھ دکھائے تھے اور میں بہادری کو پسند کرتا ہوں۔ بہرحال جب تک تو زندہ ہے یا ہمارے ساتھ ہے، اس وقت تک مجھے اپنا دوست سمجھ۔ اچھا اب کھانا کھا لے، بہت دیر ہو چکی ہے۔"

ڈینب کھانے کے برتن لے کر واپس چلا گیا اور ہمارا سفر اسی طرح جاری رہا۔ تین دن اسی طرح گزر گئے۔

اس دوران میری کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ تو مجھے لعیشہ ہی نظر آئی اور نہ بوقام، اور میں نے ان میں سے کسی سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے معلوم تھا کہ لعیشہ میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہے، یہاں تک کہ اسے میرے ان اقدامات کا بھی علم تھا جو میں مستقبل میں کرنے والا تھا۔ تبھی تو اس نے بڑے دعوے کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ میں اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاؤں گا اور اسی لیے وہ شاید میری طرف سے مطمئن تھی اور اس نے مجھ سے ملنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ لیکن ہے کہ وہ میرا سامنا کرنے سے اس لیے گریز کر رہی ہو کہ میں اس سے اس کے اور بوقام کے درمیان تعلقات کے بارے میں ضرور پوچھوں گا اور ابھی وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کہنا چاہتی ہو۔ بہرحال مجھے اس کے نہ ملنے پر نہ کوئی تشویش تھی نہ غم، البتہ میں یہ جاننے کی خواہش ضرور رکھتا تھا کہ تشا کاینہ، جالوت اور گنگا وغیرہ کے ساتھ اس وقت کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ انہیں کھانا وغیرہ دیا جا رہا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے پروفیسر، میرے لیے تو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ مجھے کھانا دیا جا رہا ہے یا نہیں، کھانا میرے لیے وجہِ زندگی نہیں تھا لیکن وہ لوگ فانی تھے، دنیا کے تمام انسانوں کی طرح فانی۔

رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ یہ شاید قمری مہینے کی آخری تاریخیں تھیں، چاند کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ہر طرف گہری تاریکی پھیل گئی تھی اور اس تاریکی میں پُرہول سناٹے چھپے ہوئے تھے۔ صرف سمندر کی موجوں کی غضب ناک آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ڈینب کھانا لے کر گیا، مجھے کھانے کی کوئی خواہش نہیں تھی، تاہم میں اس قزاق سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا تھا۔

"آؤ دوست۔" میں نے ڈینب کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔ "ہماری منزل ابھی کتنی دور ہے؟"

"کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔" ڈینب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"رات کے ختم ہوتے ہوتے ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔"

"تم لوگ اپنے اس ٹھکانے میں کب سے آباد ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں آج سے پانچ سال پہلے اس گروہ میں شامل ہوا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن گروہ کے پاس یہ ٹھکانا گزشتہ بیس سال سے ہے۔"

"گزشتہ بیس سال سے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔" ڈینب نے جواب دیا۔ "دراصل ویران اور غیر آباد سیاہ پہاڑوں کے درمیان چٹانوں سے تراش کر یہ مضبوط ٹھکانا آج سے بیس سال پہلے ششترال اور اس کے ساتھیوں نے تعمیر کروایا تھا۔ ششترال اپنے گروہ کا سردار تھا اور بہت بہادر اور طاقتور انسان تھا۔ ایک طویل عرصے تک وہ گروہ کا سردار رہا۔ لیکن پھر وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کی طاقت بھی گھٹ گئی۔ اس عرصے کے دوران بوقام جو قزاقوں کے ایک دوسرے چھوٹے سے گروہ کا سردار تھا، تیزی سے کامیابی کے مراحل طے کر رہا تھا۔ بوقام کی نظریں ششترال کے ٹھکانے پر لگی ہوئی تھیں۔ بوقام نے ششترال کو پیشکش کی کہ وہ اپنی ضعیف العمری کے سبب اب سرداری چھوڑ دے اور اپنے گروہ کو بوقام کے گروہ میں ضم کر کے بوقام کو سردار مان لے۔ بوقام نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو مکمل تحفظ اور تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن ششترال اس بات پر آمادہ نہ ہوا اور اس نے بوقام کو جنگ کی دعوت دی۔ دونوں گروہوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بوقام نے اپنی بہادری کے زبردست جوہر دکھائے۔ اس کے ساتھیوں نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود جم کر مقابلہ کیا اور بالآخر ششترال کے گروہ کو شکست ہوئی۔ بوڑھا ششترال مارا گیا اور اسی مقابلے میں بوقام کو اپنی ایک آنکھ سے محروم ہونا پڑا۔ ششترال کی موت کے بعد اس کے گروہ کے زیادہ تر لوگ مارے گئے، جو باقی بچے وہ گرفتار ہوئے اور انہوں نے بوقام سے وفاداری کا عہد کیا اور اس کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ آخر وہ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔"

"کیا لعیشہ ابھی تک بوقام کے ساتھ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاید۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں ہے اور نہ مجھے اتنا اختیار حاصل ہے کہ میں سردار اور اس کے مہمانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہوں۔"

اس دن قزاق سے اب اس موضوع پر زیادہ بات چیت فضول تھی۔ اسے بوقام اور لعیشہ کے تعلقات اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

ڈینب تھوڑی دیر بعد رخصت ہو گیا۔ اس بڑی سی کشتی میں اب جگہ جگہ مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں۔ آس پاس چلنے والی کشتیوں میں بھی روشنی کے نقطے نمودار ہو گئے تھے۔ عجیب دلفریب منظر تھا پروفیسر۔ دور دور تک پھیلی ہوئی لامتناہی تاریکی۔ یوں معلوم ہوتا تھا، ساری کائنات سیاہی کی ایک دبیز چادر میں لپٹ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ اور اس گھور تاریکی میں لرزتے ہوئے سمندر کی موجوں پر تیرتے ہوئے روشنی کے چند نقطے گہرے سناٹے اور تاریکی میں روشنی کے ٹمٹماتے ہوئے دیئے زندگی کی علامت بنے ہوئے تھے۔ رات ڈھلتی گئی، اندھیرا گہرا ہوتا گیا، ہوا میں زیادہ خنکی آتی گئی اور میں کشتی کے ایک کونے میں ایک آرام دہ نشست پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ لعیشہ نہ جانے اس وقت کیا کر رہی ہوگی۔

اب آسمان پر تارے نکل آئے تھے اور سطح سمندر پر پھیلی ہوئی ہلکی تاریکی کے پس منظر میں ان کی روشنی بڑی تیز معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی نظریں ستاروں پر جما دیں۔ میں ان سے کچھ پوچھ نہیں رہا تھا، کوئی سوال و جواب نہیں کر رہا تھا، صرف دوستانہ گفتگو کر رہا تھا۔ وہ میرے دوست تھے، صدیوں پرانے ازلی اور ابدی دوست، جو ہر ضرورت کے موقع پر میری مدد کے لیے آمادہ رہتے تھے اور جن کی فراہم کردہ معلومات نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔

اور پھر میں اپنے دوستوں کی محفل میں چلا گیا۔ ستاروں کے ساتھ میری آنکھ مچولی کا کھیل دیر تک جاری رہا، یہاں تک کہ وہ ایک ایک کر کے میری نظروں سے اوجھل ہونا شروع ہو گئے۔ دور افق پر آسمان کا رنگ ہلکا ہلکا سرخ ہو چلا تھا۔ تاریکی کی دبیز چادر دھیرے دھیرے چھٹ رہی تھی۔ ہوا میں اور زیادہ نرمی اور لطافت پیدا ہو گئی تھی۔ کہیں دور سے آبی پرندوں کی قلقاریوں کی مدھم آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ سفر کی ایک اور رات بیت گئی تھی اور ایک نیا ہنگامہ پرور دن طلوع ہو رہا تھا۔

میں نے ایک انگڑائی لے کر بدن کو جھٹکا دیا اور سامنے نظر ڈالی۔ دھند میں لپٹا ہوا ایک جزیرہ میرے سامنے تھا جس میں جگہ جگہ اونچے پہاڑ اپنا سر اٹھائے ہوئے کھڑے تھے۔ کہر کی گہری چادر میں ان پہاڑوں کے خدوخال سرمئی رنگ کے نظر آ رہے تھے۔ کشتی میں زندگی کی چہل پہل کا آغاز ہو گیا۔ دو قزاق میرے سامنے سے ہتھیار بجاتے ہوئے گزر گئے۔ انہوں نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ شاید کشتی پر موجود سارے قزاقوں کو اس بات کا یقین تھا کہ کوئی بھی قیدی راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتا، خواہ اس کے ہاتھ پیر کھلے ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اس بحرِ ناپیدا کنار میں چھلانگ لگانا صرف اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔

"اب لعیشہ اور بوقام بھی اپنے سنہرے [illegible] خوابوں سے بیدار ہو گئے ہوں گے۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ بہرحال خوب کھیل تھا لیکن پروفیسر، جیسا کہ میں آگے چل کر تمہیں بتاؤں گا، میں سخت غلطی پر تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سپیدۂ سحر پوری طرح نمودار ہو گیا۔ لمبے لمبے سفید پروں والے آبی جانوروں کے غول کے غول ہمارے سروں پر سے اڑ رہے تھے۔ ان کی طرح طرح کی آوازوں میں آمدِ سحر کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ پورے ماحول پر ایک سحر انگیز کیفیت طاری تھی۔ سامنے پہاڑوں کے خطوط واضح نمایاں ہو گئے تھے۔ ساحل پر اُگے ہوئے گھنے درخت ایک سبز کہر کی دھند کی مانند نظر آ رہے تھے۔ کشتیوں کا قافلہ ساحل کی طرف رواں دواں تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اب میری زندگی کی طویل تاریخ میں ایک اور نئے

دل چسپ باب کا اضافہ ہونے والا ہے۔ ریح کی مدح پرور اور کیف آگیں ہوا کے جھونکوں نے جو کہ ہسپانیہ کے بخارات سے بوجھل تھے، مجھ پر غنودگی کی سی کیفیت طاری کر دی اور اسی عالم میں میری آنکھ لگ گئی۔

تیری کمر پر پڑنے والی لات بڑی زور دار تھی اور میں چونک ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ میرے سامنے سیاہ ڈاڑھی والا ایک ہٹا کٹا قزاق ہتھیاروں سے لیس کھڑا مجھے لعنت سے گھور رہا تھا۔ "تو کوئی شاہزادہ نہیں ہے جو دن چڑھے تک سوتا رہے گا بدبخت!" اس نے بڑی نخوت کے ساتھ کہا۔ "صبح ہو گئی ہے، اٹھ جا، ہم منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں، اپنے انجام کے لیے تیار ہو جا۔"

میری آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے اور میرا فوری ارادہ یہ تھا کہ اس بدنصیب شخص کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں، لیکن پھر میں نے فوراً ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ اس نے جو کچھ کہا وہ نادانستگی کے عالم میں کیا تھا۔ وہ میری قوتوں اور صلاحیتوں سے ناواقف تھا اور اس نے میرے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو غلاموں اور اسیروں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس میں اس کا زیادہ قصور نہ تھا تاہم اسے کچھ نہ کچھ سزا دینی ضروری تھی تاکہ آئندہ وہ انسانوں کے ساتھ انسان جیسا سلوک کرنا سیکھ لے۔ میں چند لمحوں تک اسی طرح اپنی نشست پر نیم دراز … سے گھورتا رہا اور اس کے آئندہ قدم کا منتظر رہا۔

"کیا تو نے سنا نہیں کمینے غلام؟ کیا تجھے اٹھانے کے لیے مجھے تلوار کی نوک استعمال کرنی پڑے گی؟" اس نے اپنی تلوار کھینچتے ہوئے کہا۔

لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالتا، میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ اس نے جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، لیکن اس کا ہاتھ آہنی گرفت میں تھا اور وہ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگا۔ اسی لمحے میں نے دوسرے ہاتھ سے ایک تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔ اگرچہ یہ تھپڑ … آہستہ … لیکن … دل ہلا دینے والی تھی۔ اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی … دانت اپنی جگہ سے ہل گئے تھے۔ اس کی چیخ سن کر کئی قزاق چاروں طرف سے دوڑ آئے اور اس منظر کو … دیکھنے لگے … گفتگو کرنے لگے … ہنگامہ … کئی قزاقوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں … قریب تھا کہ وہ مجھ پر پل پڑتے کہ پیچھے سے ایک … آواز بلند ہوئی۔

"یہ کیا شور مچا رکھا ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ بوتام اپنی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھے بڑے پروقار انداز میں ایک چٹان کی طرح سامنے کھڑا تھا۔

"سردار! اس سنہری جسم والے غلام نے بھنال کے … ہم اس کی بوٹیاں کاٹ دیں گے۔" کئی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔

"فی الحال تم سب لوگ یہاں سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تمہاری بوٹیاں کاٹ دوں گا۔" بوتام زور سے دھاڑا۔ … قزاق ادھر ادھر ہو گئے تو مجھے … سے کہا … قریب آ کر کہا …

"بھنال اور دوسرے لوگ تم سے واقف نہیں ہیں ورنہ وہ تمہاری شان میں گستاخی نہیں کرتے۔ بھنال نے ضرور کوئی بات ایسی کی ہو گی جس پر تم نے اس کے طمانچہ مارا۔ میں اس کی جانب سے تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

میں بوتام کا رویہ دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ یہ جلاد صفت قزاق میرے ساتھ اس قدر مہربانی سے پیش آ رہا تھا۔ لیکن فوراً ہی میں نے اپنی حیرت پر قابو پا لیا۔ یقیناً لعیشہ نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہو گا اور میری قوتوں اور صلاحیتوں کا اسے بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ تاہم میں نے تصدیق کی غرض سے اس سے پوچھا۔ "تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو سردار؟"

"بہت کچھ جانتا ہوں۔" اس نے اپنے خوفناک چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے بارے میں اب سے نہیں، بہت عرصے سے جانتا ہوں اور تم سے ہم لوگوں کی ملاقات بالکل اسی طرح ہوئی ہے جس طرح اس کی پیشگوئی میری بیٹی نے کی تھی۔"

"تمہاری بیٹی نے؟" میں ایک دم چونک پڑا۔ "تمہاری کون سی بیٹی ہے؟" میرے ذہن میں عجیب و غریب شبہات سر اٹھا رہے تھے۔

"تم اسے اچھی طرح جانتے ہو۔" اس نے جواب دیا۔ "میری بیٹی جو علم کا سمندر ہے۔"

"کیا کہا لعیشہ؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا لعیشہ تمہاری بیٹی ہے؟"

"ہاں!" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"لیکن وہ تو فرناس کی بیٹی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"حیرتوں کے سمندر سے نکل آؤ میرے دوست!" اس نے مسکرا کر کہا۔ "ہماری منزل اب قریب آ گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے اندر ہم نانا تاب پہنچ جائیں گے۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر ساری باتیں ہوں گی۔ تمہیں اس پوری داستان سے واقف کر دیا جائے گا۔ تمہارے لیے یہ سب کچھ جاننا دلچسپ … ہو گا۔"

کشتیاں … کے ساحل پر پہنچیں … ایسا جزیرہ تھا جس کی پشت … پہاڑ … کھڑے تھے … سرسبز … درختوں … چھوٹی بڑی جھیلوں سے ڈھکا ہوا تھا … کے استقبال کے لیے ساحل پر … لوگ موجود تھے لیکن … نے خاص طور پر محسوس کی کہ ان میں نوجوانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ زیادہ تر بچے اور بوڑھے تھے۔ پھر عورتیں تھیں۔ جوانی، زندگی اور صحت و توانائی سے بھرپور عورتیں جن کے چہروں کی جلد کو کھلے آسمان کی دھوپ اور سمندر کی قربت نے سنولا دیا تھا۔ جن کے بدن محنت اور جفاکشی کے سبب سخت اور مضبوط نظر آ رہے تھے۔ بڑی دلکش اور حسین عورتیں تھیں … لیکن مجموعی طور پر جوان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔

پہاڑ … کی چوٹی پر … انسانوں کے … ہنرمند ہاتھوں نے ان کو ایک عالی شاہکار تخلیق کیا تھا …

بلندیوں پر ان پہاڑوں کے اندر کیسی دنیا موجود تھی۔ بے شمار کمرے اور … زینے بنے ہوئے تھے جن کا دوسرا سرا کہیں نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ پتھروں کو اس نفاست سے تراشا گیا تھا کہ دیکھ کر جی خوش ہو جائے۔ … وہ کون لوگ تھے جن کے ہنرمند ہاتھوں نے اس عظیم الشان … کی تعمیر کی تھی جس کا ایک ایک گوشہ انسانی عظمت کی گواہی دے … خود بوتام کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اس بستی کے معمار کون تھے۔ وہ … جانتا تھا کہ اس کی تعمیر … نے کر دی تھی۔ یہ پوری بستی قزاقوں … تھی اور اب اس پر بوتام کی حکمرانی تھی۔

یہ ایک نہایت وسیع و عریض ہال تھا جس میں چند لوگ جمع تھے۔ مجھے بیٹھنے کے لیے ایک زرتار کرسی پیش کی گئی۔ سامنے ایک … سب سے بڑے تخت پر بوتام اور لعیشہ بیٹھے تھے۔ سمندری سفر کے دوران اور اس کے بعد لعیشہ کو اب میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت پرسکون اور خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔ میں اس کرسی پر بیٹھ گیا۔

اور تب اچانک ہال کے دوسرے کونے میں بہت سے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں نے ادھر دیکھا۔ وہ شاکا بنہ تھی … کی پر غرور … جس نے ایک بڑا اعزاز … کر کے مجھے خریدا تھا۔ اس وقت … بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے چاروں طرف قزاق ننگی تلواریں لیے چل رہے تھے اور دو قزاق شاکا بنہ کو سہارا دے کر لا رہے تھے۔ چند ہی روز میں اس کی صحت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ … بوڑھی اور عمر رسیدہ نظر آنے لگی تھی۔ اس کی دلکش آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے نمودار ہو گئے تھے۔ … بال اور … بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں ویرانی تھی۔ … شکست خوردگی کے … کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اس نے … نگاہ ہم لوگوں پر ڈالی اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میرے … شاکا بنہ کے لیے رحم کے جذبات امڈ آئے۔ اس وقت وہ عورت کا … ہو گئی تھی۔ اس کا کوئی دوست، کوئی ساتھی وہاں موجود نہیں تھا … دشمنوں کے درمیان اکیلی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اپنے دل میں میری … تائید و حمایت کا یقین لیے ہوئے تھی۔ میں نے بھی فیصلہ کر لیا … شاکا بنہ کی مدد کروں گا۔ اگر … موت کے منہ سے ضرور بچاؤں گا۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ شاکا بنہ سے میری دلچسپی صرف اس حد تک تھی کہ میں اسے مرنے سے بچانا چاہتا تھا۔

محافظوں نے شاکا بنہ کو ایک لکڑی کی کرسی پر بٹھا دیا اور … اس کے چاروں طرف تلواریں سونت کر کھڑے ہو گئے۔ اب اس وسیع و عریض ہال میں چھ محافظوں کے علاوہ صرف تین افراد موجود تھے۔ میں، لعیشہ اور بوتام۔ شاکا بنہ کی کرسی ہم لوگوں سے کافی فاصلے پر تھی۔

"میرے عزیز و محترم دوست!" بوتام نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "میری بیٹی لعیشہ نے ......"

"ٹھہرو بوتام!" میں نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "پہلے یہ بتاؤ کہ لعیشہ تمہاری بیٹی کس طرح ہے؟"

"بابا! تمہارے اس سوال کا جواب ضرور دیں گے۔" بوتام کی بجائے لعیشہ نے کہا۔ "تم سے کوئی بات چھپائی نہیں جائے گی سنہری فرشتے لیکن تم ذرا صبر سے ہماری باتیں سنو۔" میں نے دیکھا کہ شاکا بنہ بوتام کے الفاظ پر اچھل گئی تھی۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کبھی لعیشہ کو دیکھتی اور کبھی بوتام کو۔

"اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لعیشہ میری بیٹی کس طرح ہے۔" بوتام نے کہا اور شاکا بنہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اے مغرور اور ظالم عورت تو بھی یہ باتیں سن لے جو آج تک تیرے علم میں نہیں تھیں۔ انکشافات یقیناً تیری روح کو لرزا دیں گے۔"

طرابلا لعیشہ کی ماں ایک نیک دل عورت اور شوہر پرست عورت تھی۔ اس کا شوہر فرناس جزائر نیلا کا حکمران تھا۔ اسے بہت چاہتا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نوجوان تھا۔ طرابلا اور میں ایک ہی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ فرناس سے شادی کے بعد طرابلا نے مجھے فرناس کی حکومت میں ایک اچھا عہدہ دلا دیا تھا اور فرناس میری خدمات سے بہت مطمئن اور خوش تھا۔ فرناس کو صرف ایک ہی غم تھا اور وہ یہ کہ اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ وہ اکثر یہ کہتا کہ اس کے مرنے کے بعد نیلا کی ریاست پر دوسرے لوگوں کا قبضہ ہو جائے گا اور اس کا نام لیوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ تب اس نے شاکا بنہ کے ساتھ دوسری شادی کر لی۔ شاکا بنہ جب فرناس کی بیوی بن کر آئی تو پہلے دن سے وہ طرابلا سے شدید نفرت کرنے لگی۔ وہ رات دن طرابلا کے خلاف فرناس کے کان بھرتی اور طرابلا کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں وہ اسے محل سے نکلوا نہ دے۔ طرابلا کے پاس اپنے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ کسی طرح ماں بن جائے۔

طرابلا مجھے اپنا سب سے بڑا ہمدرد سمجھتی تھی اور اس نے مجھے ایک دن تنہائی میں بلا کر اپنی داستان غم سنائی اور یہ بتایا کہ شاکا بنہ اس کی جان کی دشمن بن گئی ہے اور اسے اس کی جانب سے سخت خطرہ لاحق ہے۔ تب میں بوڑھی نفرتیا کے پاس گیا۔ وہ بظاہر ایک بوڑھی سبزی فروش عورت تھی لیکن میرے علاوہ کوئی چند ہی لوگ یہ بات جانتے تھے کہ وہ ستاروں کا علم رکھتی ہے اور آنے والے واقعات کی پیشین گوئی کر سکتی ہے۔ اس نے یہ علم بڑی محنت سے ریاضت اور دیوتاؤں کے حضور کڑی مشقتوں کا نذرانہ پیش کر کے حاصل کیا تھا لیکن وہ اپنی صلاحیتوں کو مخفی رکھنا ہی پسند کرتی تھی۔ میں نے بوڑھی نفرتیا کو ساری بات بتا کر اس سے مدد کی درخواست کی اور اسے محل میں طرابلا کے پاس بھجوا دیا۔ طرابلا نے اسے محل ہی میں مستقل اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

اور تب بوڑھی نفرتیا نے طرابلا کو بتایا کہ طرابلا ماں بن سکتی ہے۔ لیکن فرناس باپ نہیں بن سکتا کیونکہ دیوتاؤں نے اس کی قسمت میں باپ بننے کا خانہ نہیں بنایا ہے۔ طرابلا اس بات سے سخت پریشان ہو گئی اسے

یقین ہو گیا کہ بہت جلد شاکابنہ اسے ٹھکانے لگوا دے گی۔ لیکن نفریتا نے اسے تسلی دی اور یہ کہا کہ ایسے مواقعوں پر دیوتاؤں نے انسان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے جو مناسب سمجھے کرے۔ اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ نفریتا نے کہا کہ دیوتا انسان کی زندگی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اگر کوئی انسان اپنی زندگی کو بچانے کے لیے کوئی ایسا راستہ اختیار کرے جو عام راستوں سے ہٹ کر ہو تو دیوتا اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ نفریتا نے مجھے ساری بات بتائی اور پھر مجھے یہ عجیب و غریب حکم دیا کہ میں طربلا کو [illegible] کیونکہ دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے۔ میرے لیے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ طربلا کو میں نے کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ میری دوست تھی اور محسن بھی۔ اس نے مجھے فرناس کی حکومت میں اعلیٰ عہدہ دلایا تھا۔ میں اس کے ساتھ ایسی کسی بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن نفریتا نے مجھ سے کہا کہ اگر طربلا کی جان بچانا مقصود ہو تو ایسا کرنا ہوگا۔

اور پھر لعشیہ پیدا ہوئی۔ فرناس اور طربلا دونوں بہت خوش تھے۔ فرناس کی زندگی بھر کی محرومی کا مداوا ہو گیا تھا۔ وہ لعشیہ ایک جیتے جاگتے کھلونے کی صورت میں اس کے ہاتھ میں تھی۔ فرناس کا زیادہ تر وقت اب طربلا اور بچی کے ساتھ گزرتا تھا اور شاکابنہ کانٹوں پر لوٹتی تھی۔ اگرچہ شاکابنہ کو محل میں وہ تمام مراعات اور اختیارات حاصل تھے جو ایک حکمران کی ملکہ کو حاصل ہونے چاہئیں لیکن وہ اس سے بھی زیادہ کی خواہاں تھی۔ وہ ہر چیز کی بلاشرکت غیرے مالک بننا چاہتی تھی۔

بچی کی پرورش اور دیکھ بھال کا کام نفریتا کے سپرد تھا۔ طربلا کو خطرہ تھا کہ شاکابنہ موقع پا کر اس کی بچی کو ہلاک کروا دے اس لیے اس صورت میں نفریتا سے زیادہ اس کی حفاظت کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔

اور پھر میرے اور طربلا کے علاوہ نفریتا دنیا میں وہ واحد فرد تھی جو اس راز کی امین تھی۔ نفریتا کو خود بھی بچی سے بہت محبت تھی اور وہ بڑے پیار سے اس کی پرورش کر رہی تھی۔ نفریتا کی مخفی صلاحیتوں کے بارے میں شاکابنہ سمیت پورے محل میں کسی کو کچھ نہیں معلوم تھا۔

لعشیہ کی پیدائش کے تین سال کے بعد شاکابنہ نے بعض سازشی امراء کی مدد سے فرناس کو دھوکے سے زہر دے دیا۔ فرناس ہلاک ہو گیا۔ اس کے چند ہی روز بعد جب ملکہ طربلا کی تخت نشینی کا اعلان ہونے والا تھا تو شاکابنہ نے سوتے میں اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ لعشیہ اس وقت نفریتا کے ساتھ دوسرے کمرے میں تھی، ورنہ شاید آج یہ یہاں زندہ نہ بیٹھی ہوتی۔ فرناس اور طربلا کی ہلاکت کے بعد شاکابنہ ازبیلا کی حکمران بن گئی اور اس نے اپنی سخت گیر اور ظلم پسند طبیعت سے کام لے کر ان لوگوں پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے جو طربلا سے ہمدردی رکھتے تھے اور ماضی میں اس کے قریب تھے۔ میں بھی ان لوگوں میں سے ایک تھا۔ شاکابنہ نے میری ملازمت ختم کر دی اور مجھے ازبیلا کی حدود سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ میری اولاد اس کے محل میں پرورش پا رہی ہے۔ ازبیلا چھوڑنے سے پہلے میں نے نفریتا سے تفصیلی ملاقات کی۔ نفریتا نے مجھے بتایا کہ وہ شاکابنہ کو اس بات پر قائل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے کہ لعشیہ کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ اگر لعشیہ کو قتل کیا گیا تو ازبیلا کی ساری آبادی اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہو گی اور بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ ریاست کے لوگوں کو فرناس اور طربلا کی ہلاکت کے بارے میں صحیح طور پر معلوم نہیں تھا۔ فرناس کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ وہ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا اور طربلا کی موت کو زینے سے گرنے کا حادثہ قرار دیا گیا تھا۔ اب اگر لعشیہ بھی مر جاتی تو لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات ابھرتے اور شاکابنہ کے لیے سخت مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ یہی بات نفریتا نے شاکابنہ کو سمجھائی تھی اور شاکابنہ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی تھی۔ کیونکہ بہرحال محل کے اندر موجود بہت سے لوگوں کو فرناس اور طربلا کی موت کے بارے میں اصل حقائق کا علم تھا۔ اور اگر یہ باتیں محل کی چار دیواری سے باہر نکل جاتیں تو لوگ شاکابنہ کو قتل کر دیتے۔

نفریتا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ لعشیہ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے گی نیز وہ بچپن ہی سے اسے اپنا علم منتقل کرنا شروع کر دے گی اور اسے ایسی تربیت دے گی جو ازبیلا تو کیا پورے یونان میں شاید کسی دوسری لڑکی کو نصیب ہو۔ نفریتا کا کہنا تھا کہ وہ لعشیہ کے سینے کو علم و حکمت کے خزانے سے بھر دے گی۔ لیکن خفیہ طور پر۔ اس طرح کہ شاکابنہ کو اس کا علم نہ ہو سکے ورنہ وہ ان دونوں کو ہلاک کروا دے گی۔

مجھے ازبیلا چھوڑے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصے میں میں نے سب سے بڑے بحری قزاق نستراں کو شکست دے کر اس کے جزیرے پر قبضہ کر لیا تھا اور سمندر کی دنیا کا بادشاہ بن گیا تھا۔ آس پاس کی چھوٹی موٹی ریاستیں میرے نام سے کانپنے لگیں۔ ملاحوں اور جہازرانوں کے لیے ہمارا نام موت اور بربادی کی علامت بن گیا۔ ہماری دولت میں بے پناہ اضافہ ہوتا گیا اور ہمارے ساتھیوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ اب مجھے اپنی بیٹی کی یاد بری طرح ستا رہی تھی۔ مجھے گزشتہ پانچ سال کے عرصے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ نفریتا بوڑھی تھی وہ کسی وقت بھی مر سکتی تھی۔ لعشیہ کی یاد بار بار میرے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ تب میں نے ازبیلا جانے اور لعشیہ اور نفریتا سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

میں بھیس بدل کر ازبیلا پہنچا اور بدقت تمام نفریتا سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ نفریتا زندہ تھی اور لعشیہ بھی۔ اس وقت پورے ازبیلا پر شاکابنہ کے نام کا طوطی بول رہا تھا۔ حکومت پر اس کی گرفت بڑی سخت تھی۔ اس نے پچھلے مخالفین کو ایک ایک کر کے راہ سے ہٹا دیا تھا اور اپنے پسند کے سرداروں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیا تھا۔

نفریتا نے لعشیہ سے میری ملاقات کروائی۔ اس وقت لعشیہ کی عمر

دس سال کی تھی لیکن مجھے اس سے گفتگو کرتے ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ غیر معمولی ذہن و دماغ کی مالک ہے۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ ذہین تھی اور نفریتا بڑی محنت سے اسے مخفی علوم کی تعلیم دے رہی ہے۔ نفریتا کا کہنا تھا کہ پندرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے لعشیہ مخفی علوم کی مکمل ماہر بن جائے گی۔ وہ ابھی سے اس کم عمر میں ہی مشکل تجربات اور ریاضتیں کرواتی تھی اور یہ سلسلہ شاکابنہ سے چھپ کر کیا جاتا تھا۔ شاکابنہ کو ننھی لعشیہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا وہ حماقت کے نشے میں چور تھی۔

پندرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے لعشیہ مخفی علوم کی ماہر بن گئی۔ نفریتا کا کام ختم ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے اسے صرف اسی کام کے لیے اب تک زندہ رکھا تھا کیونکہ لعشیہ کی عمر کا پندرھواں سال شروع ہوتے ہی نفریتا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

شاکابنہ لعشیہ سے شدید نفرت کرتی تھی۔ لیکن وہ دل ہی دل میں اس سے خوفزدہ بھی تھی کیونکہ اب محل میں یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی کہ لعشیہ مخفی علوم سے واقف ہے اور اسے دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔ شاکابنہ تک بھی یہ خبریں پہنچ گئی تھیں۔ وہ لعشیہ کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اسے دیوتاؤں کی ناراضگی کا خوف تھا۔ وہ ڈرتی تھی کہ کہیں لعشیہ کا خون اس کے لیے عذاب نہ بن جائے۔ اس لیے وہ اپنی تمام کوشش کے باوجود لعشیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ البتہ اس نے اس کی نقل و حرکت پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر دی تھیں اور دوسرے طریقوں سے لعشیہ کو آزار پہنچاتی تھی۔

اور پھر وہ وقت آ گیا جس کی لعشیہ نے اپنے علم کی بنیاد پر پیشگوئی کی تھی۔ شاکابنہ کے جہاز پر حملے کا منصوبہ لعشیہ کی پیشین گوئی کی بنیاد پر بنایا گیا تھا اور پھر وہی سب کچھ ہوا اور اب تک ہو رہا ہے جو لعشیہ نے کہا تھا۔ شاکابنہ کا زوال ہو چکا ہے وہ تمہارے سامنے زنجیروں میں جکڑی کھڑی ہے اور لعشیہ آزاد ہے۔"

بوقام نے اپنی داستان ختم کر کے ایک گہری سانس لی۔ اس ساری داستان کے دوران لعشیہ اور شاکابنہ بالکل خاموش رہی تھیں۔ میں نے شاکابنہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کا رنگ بالکل زرد ہو رہا تھا۔ لعشیہ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

"بڑی دلچسپ اور حیرت انگیز داستان ہے تم لوگوں کی۔" میں نے گہرے سکوت کو توڑتے ہوئے کہا۔ "ویسے اس داستان کے بعض ٹکڑے میں شاکابنہ اور ژوزیب کی زبانی سن چکا ہوں۔ لیکن اب پوری بات میرے سامنے بالکل واضح ہے۔ بہرحال اب تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ازبیلا کی حکومت حاصل کرنے کے لیے تمہاری مدد۔" بوقام کی بجائے لعشیہ نے جواب دیا۔

"اور اگر میں اس تعاون سے انکار کر دوں تو؟" میں نے کہا۔

"تو پھر؟" اس مرتبہ بھی لعشیہ نے جواب دیا۔ "تمہاری زبان سے انکار کا لفظ نکلتے ہی چار تلواریں بیک وقت شاکابنہ کے جسم پر چل پڑیں گی اور قبل اس کے کہ تم اس تک پہنچ سکو اس کے جسم کے ٹکڑے ہو چکے ہوں گے۔" یہ چار جلاد تھے۔ اس نے ان محافظوں کی طرف اشارہ کر کے کہا جو ننگی تلواریں لیے شاکابنہ کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ صرف ہمارے اشارے کے منتظر ہیں۔ "کیا میں، میرا علم مجھے کبھی غلط بات نہیں بتاتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم شاکابنہ کی زندگی کے خواہاں ہو۔ اس وجہ سے نہیں کہ تمہیں اس سے محبت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ تمہیں اس سے ہمدردی ہے۔ تم اسے زمانے کی ٹھکرائی ہوئی ایک ایسی مظلوم عورت سمجھتے ہو جو ذہنی مریضہ ہے اور اپنی محرومیوں کا انتقام ساری دنیا سے لے رہی ہے۔ تم شاکابنہ کی موت کے خواہاں نہیں ہو اور اس کی زندگی بچانا چاہتے ہو اور اس کی زندگی صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے جب تم ہماری مدد کرو۔"

پروفیسر! میں اس ننھی لڑکی کی بات سن کر بہت حیران ہوا۔ اگرچہ شاکابنہ کی تمام تر غلط حرکتوں کے باوجود مجھے اس گڈریے کی غریب بیٹی سے دلی ہمدردی تھی جسے زمانے نے سنگدل اور بے رحم بنا دیا تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہ دنیا میں کچھ دن اور زندہ رہے اور حالات سے سبق سیکھے نئے طریقے سے۔ عام انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا سلیقہ سیکھ جائے اور اسی لیے میں اسے موت کے منہ سے بچانا چاہتا تھا۔ لعشیہ کے علم نے اس کی بالکل صحیح رہنمائی کی تھی۔ وہ میرے بارے میں مکمل معلومات رکھتی تھی۔ دونوں باپ بیٹی میری اس مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے کہ میں شاکابنہ کو زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ دونوں میرے ساتھ وہی کر رہے تھے پروفیسر جسے تم لوگ اپنی آج کی دنیا کی زبان میں بلیک میلنگ کہتے ہو۔ بہرحال میں اس بلیک میلنگ کا شکار ہونے کے لیے خود تیار تھا۔ ورنہ ان کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں تھی۔ میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ ازبیلا کی حکومت ارغوث کے پاس رہے یا لعشیہ کے پاس۔ میں تو صرف شاکابنہ کو زندہ دیکھنا چاہتا تھا اور پھر اس طرح مجھے ایک اور کھیل میں شریک ہونے اور اپنا کردار ادا کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ ظاہر ہے پروفیسر میرے لیے تو یہ سب کچھ کھیل ہی تھا۔ مجھے اپنے لیے نہ تو سلطنت چاہیے تھی، نہ حکومت، نہ دولت۔ میں تو سب کچھ دوسروں کے لیے کرتا تھا۔ میری زندگی کی ساری محنت دوسروں کو فیض پہنچانے کے لیے تھی۔ چنانچہ میں شاکابنہ کی جان بچانے کی خاطر بوقام اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں بلیک میل ہونے کے لیے تیار تھا۔

"تمہارا علم حیرت انگیز ہے لعشیہ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہرحال مجھے تم لوگوں کی بات منظور ہے۔ میں شاکابنہ کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے بدلے میں ازبیلا کی حکومت حاصل کرنے میں تمہاری مدد کروں گا۔ لیکن یہ بتاؤ کہ شاکابنہ کے مستقبل کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"شاکابنہ چاہے تو ازبیلا میں قیام کر سکتی ہے۔" اس بار بوقام نے جواب دیا۔ "لیکن اسے ایک محل میں نظربند رہنا پڑے گا۔ جہاں اس کی ضرورت کی ہر چیز بالکل مقدار میں فراہم کی جائے گی اور ایک سابق ملکہ کی حیثیت سے اس

کا احترام بھی کیا جائے گا لیکن اسے محل سے باہر نکلنے اور لوگوں سے ملنے کی اجازت نہیں ہوگی۔"

"کنگا ... جالوت اور ... باقی قیدیوں کا کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر تم مناسب سمجھو اور اس کی اجازت دو تو انہیں ہم اپنیلائی فتح تک اپنا قیدی رکھنا پسند کریں گے۔" بوتام نے جواب دیا۔ "اس کے بعد میرا وعدہ ہے کہ انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن میں جالوت کی فوری آزادی چاہتا ہوں۔ وہ شاکا بینہ کی فوج کا سپاہی نہیں ہے، بلکہ میرے ساتھ اسے بھی شاکا بینہ نے منڈی سے خریدا تھا۔ وہ میرا دوست ہے۔ جہاں تک باقی لوگوں کا تعلق ہے، تم انہیں اپنی فتح تک اپنا قیدی رکھ سکتے ہو۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا آقا۔" بوتام نے کہا اور زور سے تالی بجائی۔

ایک دیگر قزاق پتھر کے تراشے ہوئے در سے گزر کر اندر آیا۔ "جالوت کو یہاں لے آؤ۔" بوتام نے اسے حکم دیا۔

"اور شاکا بینہ کو ... سے ... کا مجمع ہٹا دو۔ اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔ شاکا بینہ کو ایک کمرے میں ... دو جس میں وہ آرام کر سکے۔ وہ بہت تھک گئی ہے۔" میں نے حکم جاری کیا۔

بوتام نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ... تلوار بازسر جھکائے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔ صرف ... رہ گئے جو شاکا بینہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔

"اس کی زنجیریں کھول دو۔" ... راست محافظوں کو حکم دیا۔

بوتام کے اشارے پر ... محافظوں نے شاکا بینہ کو آزاد کر دیا۔

"شاکا بینہ!" میں نے نرم لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور اپنے کمرے میں آرام کرو۔ تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے ملنے آؤں گا اور اطمینان سے باتیں کروں گا۔"

"تم ... تم ... میرے پاس آؤ گے؟" شاکا بینہ نے اس تمام عرصے میں پہلی بار ... آنکھوں ... شاید اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"کیوں ... میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا تمہارے پاس آنے سے مجھے کوئی روک سکتا ہے؟"

"نہیں ... شاکا بینہ کی بجائے بوتام بولا۔ "بھلا کس کی مجال جو تم پر کوئی پابندی لگائے۔"

شاکا بینہ کو شب ... والے کمروں میں سے شمال کی طرف کا آخری کمرہ دے ... بوتام نے محافظوں کو ہدایت دی۔

شاکا بینہ غیر مسلح محافظوں کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

"کیا اب بھی تم ... سے انکار کرو گے کہ تم دیوتا نہیں ہو ...

شاکا بینہ نے ایک لمبی مسکراہٹ کے ساتھ میرا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔ اس کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کمرے کے باہر بھی کوئی محافظ موجود نہیں تھا۔ شاکا بینہ پوری طرح آزاد تھی۔ اس وقت وہ آرام دہ بستر پر نیم دراز تھی اور بستر کے ساتھ رکھی ہوئی میز پر کافی مقدار میں کھانے پینے کی اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ بوتام نے اس کے آرام کا پورا خیال رکھا تھا۔

"اگر تمہارا یہی ... تو یونہی سہی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں اسے بہرحال خوش کرنا چاہتا تھا۔

"وہ لوگ تم سے خوفزدہ ہیں۔" اس نے کہا۔ "ان کا یہی خوف میری زندگی کا باعث بنا ہے۔ اگر تم ہمارے درمیان نہ ہوتے تو وہ مجھے کب کا ہلاک کر چکے ہوتے۔"

"اب تمہیں کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔" میں نے پر زور لہجے میں کہا۔ "تم میری پناہ میں ہو۔ وہ تمہیں نہ ... کہیں گے۔"

"ہاں۔ اب ایسا ہی ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "شاید میں نے لعیشہ اور اس کی ماں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج میرا یہ انجام نہ ہوتا۔ بہرحال میں نادم نہیں ... اور مجھے میرے ... سے ... ہے ... اب میرے لیے خوش بختی کی علامت ثابت ہوا۔"

میں نے شاکا بینہ کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اس کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ وہ فی الحال بوتام اور لعیشہ کے راستے سے ہٹ جائے اور انہیں اتریلا پر حملہ کرنے دے۔ ان کے خلاف کسی قسم کی سازش میں ملوث نہ ہو ورنہ اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑ جائیں گے اور میں اسے نہیں بچا سکوں گا۔ خواہ اس کی جان کے عوض بعد میں کتنے ہی دشمنوں کو کیوں نہ ہلاک کر دوں۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ ... زندہ رہنے کا فیصلہ کرتی ہے تو اس راز کو اپنے سینے میں دفن رکھے کہ لعیشہ بوتام کی بیٹی ہے۔

شاکا بینہ اب بہت مطمئن نظر آتی تھی۔ "مجھے اب کسی بات کی فکر نہیں ہے کیاس۔ مجھے یقین ہے کہ آج کے بعد میں ایک مختلف انسان بن جاؤں گی۔ میں زندگی کو اس طرح گزاروں گی جو میری ساری مشکلات کا حل ہوگا۔"

میں اس کی اس احمقانہ بات پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا!

شاید روئے زمین پر کم مقامات اس قدر خوبصورت ہوں گے جس قدر خوبصورت یہ چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ اس کے حسن کے سحر نے مجھے گرفتار کر لیا تھا۔ چند ہی دن کی مدت میں میں نے اس کے چپے چپے کی سیر کر لی تھی۔ قدرت نے اس چھوٹے سے قطعہ زمین کو اپنے دست خاص سے سنوارا تھا۔ یہاں کی زمین پر ایسے ایسے پھول کھلتے تھے جو میں نے دنیا میں اور کہیں نہیں دیکھے۔ ٹھنڈے پانی کے کئی شفاف چشمے یہاں موجود تھے۔ گھنے درختوں کے سائے میں عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا تھا۔ جزیرے پر ہر طرف زندگی کا حسن بکھرا پڑا تھا۔ میں اور جالوت جسے میری خواہش پر رہا کر دیا گیا تھا، اکثر سارا سارا دن ادھر ادھر گھومتے رہتے۔ میں نے بوتام کو سمجھا دیا تھا کہ بھی اس کے آدمیوں کو کچھ دن

... رہنے کی ضرورت ہے اور اس کے بعد ہم اتریلا کی مہم کے بارے میں سوچیں گے۔ دراصل بات یہ تھی کہ میں اس جزیرے پر کچھ زیادہ ... گزارنا چاہتا تھا۔

اس دن میں ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا ایک حسین پرندے ... غور سے دیکھ رہا تھا جو ایک شاخ پر بیٹھا ہوا مسلسل نہایت ... میں گیت گائے جا رہا تھا۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے پتوں کے چرمرانے ... سنائی دی اور ساتھ ہی انسانی آوازیں بھی۔

"بوتام اب بوڑھا ہو گیا ہے اور اس کا دماغ بھی اس کا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔" ایک آواز بلند ہوئی۔ میں درخت کے پیچھے ہو گیا۔ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ میں نے انہیں پہچان لیا۔ ان میں سے ایک ڈینیب تھا اور دوسرا ہمونال جس نے کشتی میں میری پیٹھ پر لات ماری تھی۔ اس نے اس سنہری غلام ... سے زیادہ سر چڑھا رکھا ہے۔ ... ہماری سرزمین پر ... ہمیں ... ہے ... ہر بات ... ہماری برداشت سے باہر ہے۔" ہمونال ... لیکن تم کیوں نہیں سمجھتے کہ سردار اس سنہری غلام کی مدد سے ... بہت بڑا کام ... انجام دینا چاہتا ہے وہ کسی بڑی مہم کی تیاری ... ڈینیب کی آواز ... ہوتی جا رہی تھی۔ "... کو اس سنہری ... نہ ہوگی۔ غلام، غلام ہی ہوتا ہے۔ اسے آزاد انسان کی طرح ... نہیں دی جا سکتی۔ ہمارا سردار صدیوں پرانے اصولوں کی ... ورزی کر رہا ہے۔" ... رفتہ رفتہ ان کی آوازیں بھی معدوم ہوتی گئیں۔

تو گویا خود بوتام کے آدمیوں میں بھی میرے خلاف عناصر موجود تھے۔ بہت خوب! میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اب یقیناً کچھ نئے ... کھڑے ہو جائیں گے اور ... ان کے لیے مجھے انتظام نہیں کرنا ... ان کا ... اور انجام ... طریقے پہ ہوا۔

ہوا یوں کہ اس واقعے کے دو تین دن بعد میں اور جالوت ... کافی دیر تک سیر کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے۔ میں آگے ... جالوت میرے پیچھے تھا۔ ہم ساحل سے چل کر بلندی پر چڑھ ... درختوں کے ایک جھنڈ میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک مجھے ایک ... کوئی چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔ میں ایک کر اسے دیکھنے لگا اور جالوت ... قدم آگے نکل گیا۔ عین اسی وقت کہیں سے ایک تیر سنسناتا ... جالوت کے سینے کی ہڈیوں کو توڑتا ہوا پشت سے نکل گیا۔ ... چیخ مار کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ دور کہیں سے بھاگتے ہوئے ... کی آواز سنائی دی۔ میں نے فوراً ... کی جانب توجہ دیتے ہوئے جالوت کو سنبھالا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں وہ ختم ہو چکا تھا۔ تیر یقیناً زہر میں بجھا ہوا تھا۔ مارنے والے کا نشانہ جالوت نہیں میں تھا۔ جالوت کی ... عین وقت پر میرے آگے آ گیا۔ مجھے جالوت کی موت کا سخت ہی ... میں اس کے قاتل کو، جو درحقیقت میرا قاتل تھا، بہت ... جانتا تھا۔

میں نے جالوت کی لاش کو کندھے پر اٹھایا اور محل کی جانب چل پڑا۔ راستے میں ملنے والے قزاق اس منظر کو دیکھ کر حیران اور خوفزدہ ہو گئے اور ان میں سے کئی تیزی سے بھاگتے ہوئے مجھ سے پہلے ہی بوتام کے پاس اس واقعے کی اطلاع دینے پہنچ گئے۔ میں ابھی محل کے قریب ہی پہنچا تھا کہ بوتام اور لعیشہ تیز تیز قدموں سے مجھے ایک جانب آتے دکھائی دیے۔ بوتام کے چہرے پر سخت پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار تھے، لعیشہ البتہ مطمئن نظر آ رہی تھی۔

میں نے ان لوگوں کے قریب پہنچ کر جالوت کی لاش کو آہستہ سے بوتام کے قدموں کے پاس رکھ دیا اور خود سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"میرے دوست کو تمہارے کسی ساتھی نے ہلاک کر ڈالا ہے۔" میں نے بوتام کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "اس کا ارادہ یقیناً مجھے قتل کرنے کا تھا لیکن عین وقت پر اتفاق سے جالوت میرے آگے آ گیا اور زہر میں بجھا ہوا تیر اس کے سینے کو توڑتا ہوا نکل گیا۔"

"نقارہ بجاؤ۔" بوتام شیر کی طرح دھاڑا اور چند قزاق ایک طرف بھاگ پڑے۔

چند لمحوں بعد ایک عجیب سے ڈھول کی تیز آواز بلند ہونے لگی اور اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے قزاق سپاہی بھاگ بھاگ کر محل کے سامنے میدان میں جمع ہونے لگے۔ ڈھول کی آواز ان سب کے لیے بلاوے کا پیغام تھی۔ ذرا سی دیر میں تقریباً سارے ہی لوگ جمع ہو گئے۔

بوتام نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑے ہوئے مجمع پر ڈالی اور پھر چیخ کر بولا۔ "ہمونال کہاں ہے؟"

"ہمونال یہ ہے بوڑھے سردار۔" مجمع کے پیچھے سے ہمونال کی آواز بلند ہوئی جو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔

ہمونال سیدھا بوتام کے سامنے جا پہنچا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا۔ "یہ کام میرا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ یہ سنہرا سانپ پھر بھی بچ گیا اور درمیان میں یہ کمبخت مارا گیا۔ سردار بوتام! تمہیں اس بات کا کوئی حق نہیں ہے کہ تم مشتبہ اجنبیوں کو لاتاب کی سرزمین پر آنے کی اجازت دو اور حقیر غلاموں کو ہمارے برابر بیٹھنے کا اعزاز بخشو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کسی وجہ سے اس سنہری غلام سے خوفزدہ ہو لیکن میں اس سے خوفزدہ نہیں اور اس کو ہلاک کر کے دم لوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ میری طرف بڑھنے لگا۔

"خبردار ... بوڑھا بوتام گرجا۔ "او بدنصیب تجھے نہیں معلوم کہ سنہری جلد والا یہ شخص کسی کا غلام نہیں۔ وہ دیوتاؤں کا منظور نظر ہے اور دیوتاؤں نے اسے ہماری مدد کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اس کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے والوں پر دیوتاؤں کا عذاب نازل ہوگا۔"

"فی الحال تو میں اس کو زندگی کے عذاب سے نجات ... چاہتا ہوں۔" ہمونال نے ... تلوار چمکائی اور آگے بڑھا۔ لیکن ... کہ

بوتام نے ایک قدم آگے آکر اس کا راستہ روک لیا۔

"میں سردار ہونے کی حیثیت سے تجھے حکم دیتا ہوں کہ کیا کی سے معافی مانگ اور جاوبت کے قتل کا تاوان ادا کر۔"

"ورنہ؟" ہوبال نے تیز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔

"ورنہ تو حکم عدولی کا مرتکب ہوگا، اور اس کی سزا تو جانتا ہے" بوتام نے غصے سے کہا۔

"میں جانتا ہوں" ہوبال نے کہا "بات یہ ہے کہ تو اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہے۔ سرداری اب تیرے بس کا روگ نہیں۔ سردار وہی ہوگا جو سب سے زیادہ طاقتور ہوگا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ میں تیرے احکامات کی تعمیل کروں تو آج تجھے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ تو اب بھی مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ میں تیری سرداری کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں اور تجھے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔"

بوتام نے فوراً اپنی تلوار کھینچ لی۔ میں نے بوتام کو روک کر خود آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن لعیثہ نے سختی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "تمہیں ان چھوٹے چھوٹے اور عجیب معاملات میں ملوث ہونے کی ضرورت نہیں" اس نے سرگوشی میں مجھ سے کہا "مجھے اس مقابلے کا انجام معلوم ہے۔ ہوبال کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

اور واقعی ہوبال کی زندگی کے دن پورے ہو چکے تھے وہ اگرچہ جوان، طاقتور اور مضبوط جسم کا مالک تھا لیکن بوتام کے برسوں کے تجربے اور اس کی کہنہ مشقی کے آگے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا۔ سارا مجمع نہایت خاموشی کے ساتھ اس خونریز مقابلے کو دیکھ رہا تھا۔ ہوبال نے بوتام کو مقابلے کی دعوت دی تھی اور یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اگر اس مقابلے میں بوتام کو شکست ہو جاتی تو ہوبال ہی نیا سردار بنتا۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا شخص اس کی سرداری کو چیلنج نہ کر دیتا۔ بوتام کے تجربے اور مہارت نے تھوڑی ہی دیر میں اس مقابلے کا فیصلہ کر دیا اور ہوبال کی گردن دور جا پڑی۔ اس کی بغیر سر کے لاش جاوبت کی لاش سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔

"کیا کوئی اور ہے جو میرے بڑھاپے کو للکارنے کی ہمت رکھتا ہے؟" بوتام نے غضب ناک انداز میں اپنے آدمیوں کو دیکھتے ہوئے کہا "اگر تم میں سے کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ سرداری کے منصب کا مجھ سے زیادہ مستحق ہے تو سامنے آئے، میں تیار ہوں۔" مجمع خاموش رہا کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔ یکایک ایک بڈھا آگے بڑھا اور گویا ہوا "بوتام! ہم تجھے بہادر ہونے کی عزت دیتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ تو جو کچھ سوچے گا ہم لوگوں کی بھلائی کے لیے سوچے گا۔ ہم تجھے ہی اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں۔"

مجمع میں منظور، منظور کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ بوتام نے اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا اور ان سے کہا کہ اس وقت وہ آئندہ ہدایات کا انتظار کریں۔ لوگ بوتام کی بات سن کر منتشر ہو گئے اور اپنے اپنے کام دھندوں میں لگ گئے۔ بوتام کے حکم پر جاوبت کی لاش کو پورے عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ ہوبال کی لاش سمندر میں بہا دی گئی جہاں وہ مچھلیوں کی خوراک بن گئی۔

ایک ہفتے کی مدت گزرنے کے بعد میں نے بوتام کے ساتھ ازبیلا پر حملے کی منصوبہ بندی کا آغاز کیا۔ میں نے اسے یہ سمجھایا کہ سب سے پہلے تو اسے ایک مضبوط بحری بیڑے کی ضرورت ہے کیونکہ ازبیلا کی فوج ایک زبردست بحری بیڑے کی مالک ہے جس میں کئی جنگی جہاز شامل ہیں۔ بوتام اور اس کے ساتھیوں کے پاس بڑے جہاز نہیں تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں تھیں جو تیز رفتار تھیں اور جن کی نقل و حرکت بہت آسان تھی۔ یہ کشتیاں لوٹ مار کے لیے تو موزوں تھیں۔ کیونکہ وہ فوراً ہی رخ بدل کر راہ فرار اختیار کر سکتی تھیں۔ لیکن باقاعدہ بحری لڑائی کے لیے بالکل سود مند نہیں تھیں۔

پروفیسر اگر میں چاہتا تو بوتام اور لعیثہ کے لیے ازبیلا کی حکومت اپنی تنہا قوت سے حاصل کر سکتا تھا لیکن اس طرح ایک طرف تو میری پراسرار شخصیت کا راز افشا ہو جاتا۔ دوسرے یہ کہ ازبیلا کے حکمرانوں کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ میں چاہتا تھا کہ بوتام اور لعیثہ کی فوجیں اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے جم کر مقابلہ کریں اور میں ان کی مدد کے لیے تب ہی میدان میں اتروں جب انہیں مکمل شکست کا خطرہ درپیش ہو۔ میں ایغوث اور اس کے ساتھیوں کو لڑنے کا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔ ایغوث ہی شاکابنہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔

چنانچہ میری ہدایات کے مطابق بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر لکڑی سے بحری جہازوں کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ جزیرے پر ایسے بڑے بڑے درختوں کی کوئی کمی نہیں تھی جن کی لکڑی بہت عمدہ اور مضبوط تھی۔ قزاقوں نے اس کام میں خاص دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ زیادہ تر قزاق جہاز سازی کے بنیادی اصولوں سے واقف تھے کیونکہ ان کی زندگیوں کا بیشتر حصہ پانی میں ہی گزرتا تھا لیکن انہوں نے خود کبھی بڑے بڑے جہاز نہیں بنائے تھے۔ اب وہ میری نگرانی میں بڑے جہاز تعمیر کر رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ انہیں اس کام میں کوئی دقت نہیں پیش آ رہی ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف بڑی تیزی اور مہارت کے ساتھ عمدہ قسم کے جہاز تیار کر رہے ہیں۔ انہیں بس میری تھوڑی سی رہنمائی کی ضرورت تھی اور پھر وہ خود بخود آگے بڑھتے گئے۔ بوتام نے انہیں ایک نئی اور محفوظ زندگی کی نوید دی تھی اور وہ اس نئی زندگی کے تصور سے سرشار تھے۔ وہ جلد از جلد اپنی تیاریاں مکمل کر کے اس مہم پر روانہ ہو جانے کے آرزومند تھے۔

ہوبال کے مرنے کے بعد سے پھر کسی قزاق نے میری آزمائش نہیں کی تھی۔ میرا رویہ ان سب کے ساتھ دوستانہ تھا۔ میں انہیں نئی نئی

باتیں بتاتا تھا جنہیں وہ بڑے غور اور حیرت کے ساتھ سنتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ میری جانب ان کے رویے میں احترام کے علاوہ خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

میرا زیادہ تر وقت اب انہیں لوگوں کے ساتھ گزرتا تھا۔ میری نگرانی میں جنگی تیاریوں کا کام پورے زور و شور سے جاری تھا۔ بوتام بہت خوش اور مطمئن تھا۔ اسے زندگی میں پہلی بار اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ رکھنے کا موقع ملا تھا اور اب اس کی بیٹی عنقریب ایک بڑی سلطنت کی حکمراں بننے والی تھی۔ لعیثہ کے بارے میں دوسرے قزاقوں کو بھی بتایا گیا تھا کہ وہ شاکابنہ کی سوتیلی بیٹی ہے اور بوتام کی پناہ میں آگئی ہے۔ وہ بوتام کی مدد سے ازبیلا کی حکومت حاصل کرنا چاہتی ہے جو اس کا جائز حق ہے کیونکہ شاکابنہ قاتل اور غاصب ہے۔

"اور ایغوث تو ہمارے اس اچانک حملے سے بڑا حیران اور متعجب ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فوری طور پر دفاعی تیاریاں بھی نہ کر سکے۔" میں نے ایک دن لعیثہ سے کہا۔ شام کا وقت تھا اور ہم دونوں ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے غروب آفتاب کا منظر دیکھ رہے تھے۔ ہماری نظروں کے سامنے دور دور تک وسیع و عریض سمندر پھیلا ہوا تھا۔ سمندر کے پانی میں بیک وقت کئی رنگ نظر آ رہے تھے۔ ہلکا نیلا، گہرا نیلا، سبز، سرمئی۔ بڑا دل خوش کن منظر تھا۔ دور افق پر جہاں سمندر اور آسمان ایک دوسرے میں جذب ہوتے ہوئے نظر آ رہے تھے، سورج ایک سرخ گولے کی مانند آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا۔ اس کا کچھ حصہ سمندر میں ڈوب چکا تھا اور یوں لگتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد سمندر کی لق و دق دنیا سورج کے اس چھوٹے سے گولے کو اپنے حلق میں اتار دے گی اور پھر ہر طرف اندھیرا پھیل جائے گا۔ میں اور لعیثہ اکثر شام کا وقت ایک ساتھ گزارتے تھے۔ میری طرح اس نے بھی ناآفتاب کی سرزمین پر پہلی مرتبہ قدم رکھا تھا اور اسے یہ حسین جزیرہ بہت پسند آیا تھا۔ اس نے میرے سامنے بارہا اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اگر ازبیلا کی مہم درپیش نہ ہوتی تو شاید وہ اپنی ساری زندگی اس خوبصورت خطۂ زمین پر گزار دیتی۔

میری بات کے جواب میں لعیثہ نے گردن ہلائی "یہ ایسی بات نہیں ہے۔ ممکن ہے ایغوث کو یا تو اب تک ہمارے ارادوں کا علم ہو چکا ہوگا یا پھر کچھ دنوں میں ہو جائے گا۔"

"لیکن کس طرح؟" میں نے سوال کیا "بوتام نے کھلے سمندر میں شاکابنہ کے جہاز پر چھاپہ مارا۔ ازبیلا سے سینکڑوں میل دور۔ شاکابنہ کے جہاز پر سے کوئی بھی شخص فرار نہیں ہو سکا۔ اس کے آدمی یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لیے گئے۔ کوئی بھی ازبیلا پہنچ کر اس واقعہ کی اطلاع نہیں دے سکا تو پھر ایغوث کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہو جائے گا؟"

"ایغوث کو طاشرہ کی حمایت جو حاصل ہے" اس نے خاموشی سے جواب دیا۔

"اور یہ طاشرہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"طاشرہ ازبیلا کی مشہور ساحرہ ہے" لعیثہ نے جواب دیا "وہ بہت بوڑھی ہو چکی ہے۔ دراصل طاشرہ میری اتالیق عظیم اتالیق لفرینا کی ساتھیوں میں سے ہے۔ لفرینا انتقال کر چکی ہے اور طاشرہ ابھی زندہ ہے اور ایغوث کی خاص مددگار ہے۔"

"طاشرہ اس معاملے میں ایغوث کی کیا مدد کر سکتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"طاشرہ اس معاملے میں ایغوث کی صرف اتنی مدد کر سکتی ہے کہ وہ اسے ان واقعات سے آگاہ کر دے جو اس وقت ازبیلا کی حدود سے دور دنیا کے کسی بھی حصے میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ وہ آنکھوں سے اوجھل واقعات کی تفصیلات جان سکتی ہے۔ لیکن پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتی۔ وہ مستقبل بینی کی صلاحیت سے محروم ہے۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں طاشرہ ایغوث کو اب تک ہمارے عزائم سے آگاہ کر چکی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ ایسا کر چکی ہوگی" لعیثہ نے جواب دیا "بات یہ ہے کہ جب شاکابنہ ازبیلا سے روانہ ہوئی تھی تو اس نے اپنی واپسی کے وقت سے ایغوث کو مطلع کر دیا تھا۔ شاکابنہ کی واپسی کا جو وقت مقرر تھا وہ گزر چکا ہے بلکہ تین ہفتے زیادہ ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایغوث کو شاکابنہ کے واپس نہ آنے سے تشویش لاحق ہوئی ہوگی اور اس نے شاکابنہ کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے طاشرہ سے رجوع کیا ہوگا۔ اور طاشرہ نے ایغوث کو وہ سب کچھ بتا دیا ہوگا جو ابھی پیش آ رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ازبیلا پر حملے کے وقت ہمیں ایغوث کی فوجیں بالکل تیار ملیں گی؟" میں نے پوچھا۔

"میں آج رات اس سلسلے میں پوری معلومات حاصل کر لوں گی۔" لعیثہ نے جواب دیا "میں نے ابھی تک اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا علم مجھے یہ بتاتا ہے کہ اس لڑائی میں فتح ہماری ہوگی اس لیے میں مطمئن ہوں۔ البتہ کچھ سیاہ دھبے نظر آ رہے ہیں۔"

"اچھا ایک بات تو بتاؤ" میں نے مسکراتے ہوئے لعیثہ سے پوچھا۔ میں اس کے ساتھ مذاق کرنا چاہتا تھا "جن دنوں تم لفرینا کی زیر نگرانی اپنے علم کی تکمیل کر رہی تھیں تو کیا تمہیں کسی دیوتا نے وصل کی دعوت نہیں دی؟"

لعیثہ ہنسنے لگی۔ اور پروفیسر اس کی ہنسی میں سونے کے سکوں کی سی جھنکار تھی۔ اس کا حسین چہرہ کچھ اور زیادہ حسین ہو گیا۔ اس کے حسن میں بلا کی کشش اور معصومیت تھی "ایک تو مجھے لفرینا کی سرپرستی اور ہدایات حاصل تھیں جس نے مجھے تمام مشکلات اور خطرات سے اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ میں کوئی جذباتی لڑکی نہیں ہوں۔ میری ماں، میرے باپ اور میری ماں کے شوہر کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس نے مجھے وقت سے بہت پہلے ہی بالغ بنا دیا اور دنیا کے مسائل کو سمجھنے اور ان سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ عطا کر دیا۔ مجھ سے جذباتی

غلطیاں ہو سکتی ہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن کبھی نہ کبھی تو تم سے یہ جذباتی غلطی سرزد ہوگی۔"

"ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کیاس۔" لعتیبہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ وہ وقت کب آئے گا، اور وہ شخص کون ہوگا جو اس جذباتی ہنگامے میں میرا شریک ہوگا۔ مجھے معلوم ہے، مجھے سب معلوم ہے، لیکن اس کا وقت سے پہلے انکشاف بے سود ہے۔" لعتیبہ نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتی رہی اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔

"معاف کرنا کیاس۔" اس نے یک دم جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا۔ "مخفی علوم سے آگاہی انسان کے لیے باعث رحمت بھی ہے اور باعث زحمت بھی، بہت سی باتیں مجھے ایسی بھی معلوم رہتی ہیں جو دل کے لیے تکلیف کا باعث ہوتی ہیں اور ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی ان کا غم دل کو چاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو، تمہیں ان سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، تم تو خود بے پایاں قوتوں کا ایک اتھاہ سمندر ہو۔ فتح، شکست، کامیابی، ناکامی، دولت، تقدیر، موت اور زندگی، یہ سب تمہارے لیے بے معنی الفاظ ہیں۔ تم ازل اور ابد، وقت کی طرح امر اور ان مٹ ہو۔ تمہارے حوصلوں کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔" اور پھر وہ خاموشی میں ڈوب گئی۔

رات کا اندھیرا پھیلنے لگا جب میں اور لعتیبہ واپس محل میں آئے۔ یوتام کھانے پر ہم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ آج میں نے لعتیبہ سے بہت سی باتیں کی تھیں اور اس کے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کی کوشش کی تھی۔ مخفی قوتوں کا مالک ہونے سے قطع نظر لعتیبہ ایک ذہین لیکن مظلوم لڑکی تھی۔ اس کے ساتھ المیہ یہ تھا کہ وہ لوگوں کو یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ اس کا باپ کون ہے۔ وہ لوگوں کو یہ باور کرانے پر مجبور تھی کہ وہ فرناس کی اولاد ہے، اور یوتام کے زندہ ہوتے ہوئے بھی وہ خود کو یوتام کی اولاد نہیں کہہ سکتی تھی۔ کتنی عجیب بات تھی پروفیسر! انسان نے بھی اپنے لیے کیسے کیسے قاعدے اور قانون بنائے ہیں اور خود پر کیسی کیسی پابندیاں عاید کی ہیں۔ وہ خود ہی ان پابندیوں کا شکار ہو کر کس طرح تلملاتا اور تڑپتا ہے۔ ان بندھنوں میں جکڑا ہوا خود کو کتنا بے بس محسوس کرتا ہے لیکن شاید انسانی تہذیب کے ارتقا کے لیے یہ سب کچھ ضروری ہے۔ ان بندھنوں اور پابندیوں کے بغیر انسانوں کا معاشرہ ایک حیوانی زندگی میں تبدیل ہو جاتا۔ بہرحال، میں انسانی تہذیب کے ہر دور سے گزرا ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ انسان ہمیشہ اپنی زندگی کو زیادہ نفیس اور زیادہ باضابطہ بنانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

میں نے لعتیبہ اور یوتام کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور پھر میں ان دونوں سے رخصت ہو کر محل کے باہر آ گیا اور ایک چبوترے سے ٹیلے پر بیٹھ کر رات کی خاموشی اور تاریکی میں ڈوب گیا۔ سارا جزیرہ گہرے سناٹے کی لپیٹ میں تھا۔ میری پشت پر عظیم الشان پہاڑیاں سیاہ دیو کی طرح کھڑی تھیں جن کا سینہ چیر کر یہ محل بنایا گیا تھا۔ اس وقت سارا محل بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سامنے سمندر کی موجیں یکساں رفتار کے ساتھ ساحل پر دوڑنے میں مصروف تھیں۔

اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ہوا بند ہو گئی ہو، ہر چیز جیسے بالکل ساکت ہو گئی تھی۔ میں نے سمندر کی طرف غور سے دیکھا، اندھیرے میں مجھے یوں لگا جیسے ہر موج جہاں تھی وہیں ٹھہر گئی ہو۔ سمندر کی پرشور آواز کو جیسے کسی غیبی طاقت نے سلب کر لیا تھا۔ میں ابھی اس غیر متوقع تبدیلی پر غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک دور سے، بہت دور سے، سمندر میں ایک ہلکی ہلکی خوفناک گھڑگھڑاہٹ کی آواز سنائی دی جو ہر لمحہ بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

میں بڑے غور سے اس آواز کو سن رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بہت دور کہیں ہزاروں توپیں داغی جا رہی ہوں۔ توپوں کے داغے جانے کی آواز کچھ رک رک کر [illegible] ہو گیا۔ بڑا ہولناک اور ہلاکت انگیز سماں تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات کی نبضیں تھم گئی ہوں، وقت کی رفتار رک گئی ہو، اور ہر چیز آنے والی تباہی کے انتظار میں خوفزدہ ہو کر اپنی جگہ پر جم کر رہ گئی ہو۔ اس ہولناک سناٹے میں سمندر کی موجوں کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پھر اچانک ایک بہت ہی زوردار دھماکا ہوا۔ کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی ایک بھیانک آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی مجھے سمندر کی سطح پر دور، بہت دور ایک سیاہ چمکتی ہوئی بلند دیوار ساحل کی طرف تیزی سے بھاگتی ہوئی نظر آئی۔ میں فوراً ٹیلے سے اتر کر پہاڑی محل کی طرف لپکا تاکہ سوئے ہوئے لوگوں کو خبردار کر دوں کہ سمندر جزیرے پر چڑھا آ رہا ہے۔ اتنے میں ایک اور قیامت خیز دھماکا سنائی دیا جو شاید اتنی دور نہیں ہوا تھا جتنی دور پہلا دھماکا ہوا تھا۔ ہر طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور بے حد خوفناک منظر تھا۔ پے در پے ہونے والے یہ دونوں دھماکے اس قدر شدید تھے کہ جزیرے کے محو خواب باشندے بیدار ہو گئے۔ میں نے دور سے سنا، ایک شور برپا ہو گیا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کا نام لے لے کر چیخ رہے تھے اور اپنے عزیزوں کو پکار رہے تھے۔

میں تیزی سے پہاڑی محل کی طرف دوڑ رہا تھا کہ اچانک پانی کی ایک تیز اور طاقتور دھار نے مجھے سر سے پاؤں تک شرابور کر دیا۔ میرے منہ میں نمک کا ذائقہ گھل گیا۔ سمندر کا پانی ساحل کو توڑتا ہوا کئی فٹ کی بلندی پر چڑھ آیا تھا۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا، ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کی مدھم روشنی میں مجھے ایک اور چمکتی ہوئی سیاہ دیو پیکر دیوار جزیرے کی جانب دوڑتی دکھائی دی۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا، آج شاید اس جزیرے کی زندگی کا آخری دن ہے اور اگر طوفانی موجوں کا حملہ اسی طرح جاری رہا تو کچھ دیر میں یہ پورا جزیرہ ڈوب جائے گا۔ دوسری دیوار کے پانی کے تھپیڑے بہت شدید تھے۔ میری جگہ کوئی دوسرا عام انسان ہوتا تو اب تک [illegible] تنکے

کی طرح بہہ کر کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہوتا۔ مگر میرے قدم آگے، اوپر کی بلندی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ پہاڑی محل اور جزیرے کی پوری بستی ساحل سے بہت زیادہ بلندی پر تھی اور اوپر موجود لوگوں کو شاید ابھی تک اس بات کا علم نہیں تھا کہ پانی کی ہلاکت انگیز طوفانی موجیں تیزی سے جزیرے کی بلندیوں کو سر کر رہی ہیں۔ میں اب کافی اونچائی پر آ گیا تھا۔ تب ہی ایک اور ہیبت ناک دھماکا سنائی دیا جس نے یقیناً بستی والوں کے دل لرزا دیئے ہوں گے کیونکہ اس کے ساتھ ہی عورتوں کے رونے اور چیخنے کی آوازیں اوپر سے سنائی دینے لگیں۔ سمندر میں ہونے والے خوفناک دھماکوں اور پانی کی سرکش موجوں کی گھن گرج سے کان پڑی آوازیں نہیں سنائی دیتی تھیں۔ یوں لگتا تھا، یہ لمحات دنیا کی زندگی کے آخری لمحات ہیں اور اب سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ فنا کا بھیانک عفریت سب کو نگل لے گا۔ کوئی باقی نہ بچے گا۔

پانی کی تیز بوچھاڑیں میرے تعاقب میں تھیں اور میں تیزی سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ اب ایک تیسری سیاہ دیوار دور سے بھاگتی ہوئی آ رہی تھی جو پہلی دو دیواروں کے مقابلے میں بہت زیادہ بلند تھی۔ اس دیوار نے مجھے بالکل ڈبو دیا اور پانی میرے سر پر سے بہتا ہوا نکل گیا۔ یہ چند لمحات، جب پانی میرے سر سے اوپر ہوا اور پھر بہہ گیا، ایک عام انسان کی ہلاکت کے لیے بہت کافی تھے، لیکن مجھے ظاہر ہے کہ اپنے غرق یا ہلاک ہونے کی نہ کوئی فکر تھی نہ اندیشہ۔ میں تو اس لیے جلدی جلدی چڑھائیاں چڑھ رہا تھا کہ بستی والوں کی مدد کر سکوں اور ان کی ڈھارس بندھا سکوں۔ اب تک میں کافی بلندی طے کر چکا تھا اور میرے تعاقب میں خوفناک موجیں غرا رہی تھیں۔ اچانک ایک لمحے کے لیے مجھے ایسا محسوس ہوا گویا زمین میرے قدموں تلے سے نکل گئی ہو۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی اور گرتے گرتے بچا۔ اس کے ساتھ ہی اوپر بستی میں زوردار دھماکا ہوا جیسے پہاڑ پھٹ کر گر پڑے ہوں۔ اس دھماکے کے ساتھ ہی انسانی چیخوں کا طوفان بھی امنڈ پڑا۔ اچانک ہوا میں بہت تیزی آ گئی اور اس کا زور اس قدر بڑھ گیا کہ کسی انسان کے لیے اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ ہوا کی سائیں سائیں اس قدر شدت اختیار کر گئی گویا لاکھوں ناگ ایک ساتھ چیخ رہے ہوں۔ اس کے ساتھ زور سے بادل گرجے اور دیکھتے ہی دیکھتے دھواں دھار بارش شروع ہو گئی۔ ہواؤں کی چنگھاڑ، بارش کا شور، سمندر کی طوفانی موجوں کی گھن گرج اور سمندر کی طرف سے آنے والی ہولناک دھماکوں کی آوازیں، ان سب چیزوں نے مل کر گویا ایک قیامت برپا کر دی تھی۔

میں گرتا پڑتا اور پانی میں بھیگتا ہوا اوپر پہنچ گیا اور چٹانوں کے محل میں داخل ہو گیا جہاں جگہ جگہ چربی کی مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں۔ یوتام اور لعتیبہ سامنے ہی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک قزاق اپنے دونوں ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں تھامے ہوئے ان کے سامنے کھڑا تھا۔ سب کے چہروں سے ہیبت اور بدحواسی ٹپک رہی تھی۔ یوتام اور لعتیبہ کے پیچھے بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ غالباً ساری بستی کے باشندے اس وسیع و عریض ہال میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔ ان میں کچھ ہاتھ اٹھا اٹھا کر زیر لب یا بلند آواز سے دعائیں مانگ رہے تھے، کچھ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے، کچھ زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے خوف و ہراس نمایاں تھا۔

میں سر سے پاؤں تک شرابور ہال میں داخل ہوا۔ بہت سی نگاہیں میری طرف اٹھیں اور پھر سمندر کی جانب مڑ گئیں جہاں سے دیو پیکر موجیں بلند ہو کر جزیرے پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ سوائے لعتیبہ کے کسی نے مجھ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ سب کے سب اپنی اپنی جان کی خیر منا رہے تھے۔ لعتیبہ نے مجھے دیکھ کر اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کدھر سے آ رہے ہو کیاس؟" اس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا، گویا وہ اس بات سے خوفزدہ ہو کہ کوئی دوسرا اس کی بات سن لے گا۔

"میں سمندر کے کنارے سے آ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "سمندر کے تیور اچھے نہیں ہیں، طوفانی موجیں اس جزیرے کا کلیجہ چیر دینے کے درپے ہیں۔ سمندر میں ہونے والے پے درپے دھماکے بڑے ہلاکت آفریں ہیں۔ نہ معلوم صبح تک اس جزیرے کا اور اس میں موجود انسانوں کا کیا حشر ہونے لگا۔ بارش اور زلزلہ بھی اس طوفان کا حصہ ہیں۔"

ابھی میرے الفاظ پورے بھی نہ ہوئے تھے کہ دور سمندر کی طرف سے ایک اور قیامت خیز دھماکے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد پے در پے کئی زبردست دھماکے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی پانی کی دیو پیکر موجیں تیزی سے جزیرے کی بلندیوں پر چڑھنے لگیں۔ لوگوں میں چیخ و پکار مچی ہوئی تھی۔ عورتیں چلا چلا کر رونے لگیں۔ عجیب و غریب کیفیت تھی پروفیسر، سب کے سب لوگ اپنے آپ کو بالکل بے بس اور لاچار محسوس کر رہے تھے۔ موجوں کے خوفناک عفریت ہر طرف سے منہ کھولے ہوئے بڑھتے چلے آ رہے تھے اور وسیع و عریض اور بے کراں سمندر کے درمیان اس حقیر سے قطعۂ ارض پر موجود یہ انسان ان کے سامنے معمولی تنکوں کی طرح بے بس اور لاچار نظر آ رہے تھے۔ ان کے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سمندر کے تلاطم میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہو رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا گویا آج سارا سمندر الٹ پلٹ ہو کر رہ جائے گا۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کی آنکھوں میں موت کی ویرانیاں رقص کر رہی تھیں۔ وہ کہاں جاتے، کیا کرتے؟ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ اسی جزیرے پر محصور رہ کر خود کو سمندر کی قاتل موجوں کے حوالے کر دیں۔ وہ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ خود کو موت کے قریب محسوس کر رہے تھے کیونکہ جزیرے کے چاروں طرف پانی کی بلندی میں برابر اضافہ ہو رہا تھا

سمندر سے دھماکوں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ بارش بڑے زور و شور کے ساتھ ہو رہی تھی اور پانی کی سطح بڑھ رہی تھی۔

جزیرے کی زمین سمندر کی سطح سے کئی سو فٹ بلند تھی اور یہ پہاڑی محل، جس کے وسیع دالان میں اس وقت سارے لوگ جمع تھے جزیرے کی سب سے زیادہ بلند جگہ پر واقع تھا لیکن اب جزیرے کی زیادہ تر زمین پانی میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ساحل کب کا نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور چنگھاڑتا ہوا پانی نشیب کی زیادہ تر زمین پر قابض ہو چکا تھا۔ پھر ایک اور سیاہ ریلا بڑی تندی کے ساتھ آیا اور پانی پہاڑی محل کے فرش سے صرف چند گز نیچے رہ گیا۔ اگر چند اور ریلے اسی طرح حملہ آور ہوئے تو پانی محل کے اندر داخل ہو جائے گا۔ میں نے دکھ کے ساتھ سوچا اور اس کے ساتھ یہ سارے لوگ جو مستقبل کے بارے میں بڑے بڑے منصوبے بنا رہے ہیں، غرقاب ہو جائیں گے۔ میں نے بوقام کے چہرے پر نظر ڈالی وہ بالکل خاموش کھڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا گویا وہ پتھر کا بن گیا ہو۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔ یوں لگتا تھا گویا اس نے موت کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لیا ہو اور اب وہ اس کے استقبال کے لیے آمادہ ہو۔ لعشیہ مطمئن انداز میں کھڑی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ آیا وہ پہلے سے اس طوفان کی آمد سے واقف تھی یا نہیں۔ تاہم اس کے چہرے کا اطمینان اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ اس کے لیے یہ سب کچھ غیر متوقع نہیں تھا اور شاید وہ اس کے انجام سے بھی واقف تھی۔ ہوا کے تیز جھکڑوں میں اس کے سیاہ بال بری طرح اڑ رہے تھے اور ڈھیلا ڈھالا لباس پھڑپھڑا رہا تھا۔ اپنی اس ہیئت کذائی میں وہ بڑی پراسرار معلوم ہو رہی تھی۔

اچانک پانی کا ایک تیز ریلا اوپر تک چڑھتا چلا آیا اور دالان میں داخل ہو گیا۔ پانی کی شڑ شڑ کی آواز گونجنے لگی اب سارے لوگوں کے ٹخنوں تک پانی آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی زور سے بجلی کڑکی، ہوا کا زناٹا گونجا اور سمندر کی طرف سے آنے والے دھماکوں کی آواز یکدم تیز ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں کی چیخ پکار میں بھی اضافہ ہو گیا۔ ان کے لیے فرار کی ساری راہیں مسدود ہو گئی تھیں۔

سب لوگوں کے ٹخنے پانی میں بھیگے ہوئے تھے اور ہر شخص اس بات کی توقع کر رہا تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں پانی ٹخنوں سے بڑھ کر گھٹنوں تک اور پھر اوپر پہنچ جائے گا اور یہ واردات ان سب کی زندگی کی آخری رات ثابت ہو گی۔

لیکن کافی دیر تک پانی کی وہی سطح قائم رہی۔ اندھیرے میں ہر طرف پانی کی موجیں چمکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور کسی بھی لمحے وہ ان سب انسانوں کو نگل سکتی تھیں۔ دھماکے اب بھی ہو رہے تھے۔

اسی حالت میں نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ شاید ایک گھنٹہ یا شاید دو گھنٹے۔ کسی کو اندازہ نہیں رہا کیونکہ ان سب لوگوں کے لیے وقت کے اب کوئی معنی نہیں رہے تھے۔ انہیں صرف اس ایک آخری لمحے کا انتظار تھا جو ان کے ناتواں اور حقیر جسموں کو اٹھا کر بے پایاں اور لامحدود طاقت کے مالک سمندر کی ظالم گود میں پھینک دے اور پھر ان کا کوئی سراغ بھی نہ ملے۔

• پھر رفتہ رفتہ سب لوگ یہ بات محسوس کرنے لگے کہ سمندری موجوں کی گھن گرج میں کچھ کمی آ گئی ہے۔ پانی کی دیواریں اب بھی ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں لیکن ان کی بلندی کم ہو گئی تھی اور جزیرے تک پہنچتے پہنچتے ان کا زور کافی حد تک ٹوٹ جاتا تھا۔ میں نے ایک بار پھر اپنے ارد گرد کھڑے ہوئے لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالی۔ ان پر مایوسی کی طرح امید کی کرنیں طلوع ہوتی نظر آ رہی تھیں اور پھر اچانک ہی لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کے پاؤں اب پانی میں ڈوبے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پانی اتر رہا تھا۔

اور واقعی پانی اتر رہا تھا۔ موجوں کی غضب ناک چنگھاڑوں میں کمی واقع ہو گئی تھی۔ سمندر کی طرف سے آنے والی دھماکوں کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ ہواؤں کے طوفانی جھکڑوں میں بھی خاصی کمی واقع ہو گئی تھی۔ البتہ بارش ابھی تک زور و شور سے ہو رہی تھی۔ تو وہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ اصل اور اہم بات یہ تھی کہ سمندر کا پانی اتر رہا تھا۔ قضا و قدر کی قوتوں نے جزیرے کو ایک بار پھر زندگی عطا کر دی تھی اور اس کے باشندوں کو زندہ رہنے کا ایک اور موقع فراہم کر دیا تھا۔

لوگوں کے چہروں سے سکون و اطمینان جھلکنے لگا اور اب کھڑے ہوئے لوگ جو نہ جانے کتنے گھنٹوں سے کھڑے ہوئے تھے آہستہ آہستہ بیٹھنے لگے۔ کچھ جو زیادہ ہی تھک گئے تھے فرش پر لیٹ گئے۔ عورتوں نے اپنی گودوں میں اٹھائے ہوئے بچوں کو آرام سے فرش پر لٹا دیا۔ محل کے دالان میں زندگی کی سرگرمیاں نظر آنے لگیں۔

آہستہ آہستہ بارش بھی رک گئی۔ دھیرے دھیرے سمندر بالکل پرسکون ہو گیا۔ ہوا معتدل ہو گئی۔ بادل چھٹ گئے۔ کہیں کہیں تارے نظر آنے لگے۔ طوفان گزر چکا تھا اور اب سمندر کی موجیں معمول کے مطابق بہہ رہی تھیں۔

"کیا اس" لعشیہ نے بڑی دیر بعد مجھ سے مخاطب ہو کر آہستہ سے کہا۔ "تم نے تو اپنی زندگی میں بڑے بڑے خوفناک سمندری طوفان دیکھے ہوں گے۔ کیا اس سے زیادہ ہولناک طوفان بھی تمہاری نظروں سے گزرا ہے؟"

اور اس نے ٹھیک ہی کہا تھا پروفیسر۔ میری آنکھوں نے اس کرۂ ارض پر عظیم تغیرات کو جنم لیتے دیکھا تھا۔ میں نے بڑے بڑے ہولناک طوفان دیکھے تھے۔ ایسے طوفان جو پوری پوری بستیوں اور پوری پوری

آبادیوں کو بہا کر لے گئے تھے جن کے نتیجے میں زمین کا کلیجہ شق ہو گیا تھا۔ میدانوں کی جگہ سمندر اور سمندروں کی جگہ پہاڑ نمودار ہو گئے تھے۔ ایسے ایسے طوفان جنہوں نے قوموں اور ملکوں کی تقدیریں بدل دی تھیں۔ لعشیہ بے چاری کو بھلا ان طوفانوں کے بارے میں کیا پتہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے یہی ایک بہت بڑا طوفان تھا جس سے وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ دوچار ہوئی تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک بہت قیامت خیز طوفان تھا۔

میں نے لعشیہ کے سوال کے جواب میں مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ "میں نے تو ایسے ایسے طوفان دیکھے ہیں جنہیں دیکھنے والی کوئی انسانی آنکھ باقی نہ بچی اور کوئی زبان زندہ نہ رہی جو ان طوفانوں کی داستان سناتی۔"

ذرا ہی دیر میں ایسا معلوم ہونے لگا گویا کبھی طوفان آیا ہی نہ تھا۔ ہر طرف معمول کے مطابق سناٹا تھا۔ سمندر اپنی رفتار سے بہہ رہا تھا اور ہوا میں ہلکی ہلکی خوشگوار خنکی شامل تھی جو قیامت ابھی کچھ دیر پہلے گزر چکی تھی، اس کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ ساحل صاف دکھائی دے رہا تھا جبکہ کچھ دیر پہلے وہ طوفانی سمندر کا ایک حصہ بن گیا تھا۔

کچھ دیر بعد آسمان پر صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی اور اس کے ساتھ ہی پرندوں کی چہکار سے جزیرے کی سرزمین گونج اٹھی۔ رات بھر کے تھکے ہارے لوگ نئی زندگی کے خیر مقدم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آہستہ آہستہ اجالا پھیل رہا تھا اور جب لوگوں کی نظریں سامنے سمندر کی جانب اٹھیں تو حیرت کے مارے بہت سی چیخیں ایک ساتھ نکل پڑیں۔ لوگوں میں غل مچ گیا۔ وہ حیرت و استعجاب کے عالم میں بری طرح چیخ رہے تھے اور ایک دوسرے کو سامنے کی طرف اشارہ کر کے کچھ دکھا رہے تھے اور تب میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ واقعی پروفیسر بڑا حیران کن منظر تھا۔ سامنے کی سمت، دور سمندر میں جہاں کل رات تک صرف پانی ہی پانی تھا اب ایک بڑا سا جزیرہ نمودار ہو گیا تھا اور آسمان کی طرف سر اٹھائے کھڑا تھا۔ دور سے یہ سیاہ رنگ کا نظر آ رہا تھا اور ایک چھوٹے سے پہاڑی سلسلے کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔ بوقام اور لعشیہ نے بھی حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھا اور منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

ابھی سورج پوری طرح طلوع نہیں ہوا تھا مگر اس نئے نمودار ہونے والے جزیرے کے خطوط صاف نظر آ رہے تھے۔ جب دن پوری طرح نکل آیا تو لوگوں نے سب سے پہلے تو پہاڑی محل کے اس حصے کا رخ کیا جہاں رات کے زلزلے کے دوران بڑے زور کا دھماکہ ہوا تھا۔ لوگوں کو عمارت کے اس حصے سے کم دلچسپی اس وجہ سے تھی کہ یہ زیادہ تر خالی تھی سوائے اس کے کہ اس کے چند کمروں میں شاکانیہ کے ساتھ ساتھ گرفتار ہونے والے سیاسی قیدی تھے جن میں کنگانہ اور دوسرے لوگ شامل تھے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ عمارت کے اس منہدم حصے کی طرف گیا یہاں مٹی اور پتھروں کا ہزاروں ٹن وزنی ملبہ پڑا ہوا تھا۔ وہ کمرے بیٹھ گئے تھے جن میں شاکانیہ کے قیدی بند تھے اور وہ سب کے سب مٹی اور چٹانوں کے نیچے دب کر اس طرح ہلاک ہو گئے تھے کہ ان کے جسموں کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ دراصل جزیرے پر زلزلے کا صرف ایک ہی ہلکا سا جھٹکا آیا تھا اور اس کے نتیجے میں پہاڑی محل کے صرف اس حصے کو نقصان پہنچا تھا لیکن ایک اور اہم بات بھی ہوئی تھی اور وہ یہ کہ شاکانیہ بھی ہلاک ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس کے کمرے کے دروازے کھلے رہتے تھے اور اسے باہر آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن شاید اس نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر اپنے کمرے میں رہنا پسند کیا اور چھت سے کئی پتھر گر پڑنے کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئی۔ سچی بات تو یہ ہے پروفیسر! کہ مجھے شاکانیہ کی موت کا دلی رنج ہوا تھا۔ ازیلا جیسی طاقتور ریاست کی ملکہ اسیری کے عالم میں اس کسمپرسی کی موت مری کہ کوئی اس کے پاس بھی موجود نہیں تھا۔ وہ از سر نو جنم لینے کی آرزو دل ہی میں لیے ہوئے اس جہان فانی سے کوچ کر گئی۔ شاکانیہ اور اس کے سارے رفقا مر گئے تھے اور جزیرے کی آبادی میں سے بھی چند لوگ ہلاک ہو گئے تھے جن کے عزیز و اقارب ان کے لیے ماتم کر رہے تھے مگر شاکانیہ کے لیے کسی آنکھ میں آنسو نہیں تھے۔ کل کی باسطوت حکمران آج گوشت و پوست کے ایک بے جان ڈھیر کی صورت میں پڑی ہوئی تھی۔

جب صبح کا اجالا پوری طرح پھیلا اور سورج کی کرنوں نے پورے جزیرے کو اپنی سفید چاندنی سے روشن کیا تو رات کی تباہی کے آثار ہر طرف نظر آنے لگے۔ جزیرے پر جا بجا سیکڑوں درخت ٹوٹے ہوئے پڑے تھے۔ کئی جگہ سے چٹانیں ٹوٹ کر گر رہی تھیں۔ سبزیوں اور پھلوں کے باغات بالکل تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ شیریں چشموں کا پانی گدلا ہو گیا تھا۔ سیکڑوں مویشی اور دیگر جانور ہلاک ہو گئے تھے جن کے بے جان جسم جگہ جگہ پڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

ساحل پر پہنچ کر ہم لوگوں نے دیکھا کہ جنگی جہازوں کی تیاری کا جو کام اب تک کیا گیا تھا اس کا بیشتر حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ اب تک کئی جہازوں کے ڈھانچے تیار کیے جا چکے تھے لیکن اب ان کی جگہ محض ٹوٹے ہوئے تختوں کا ایک ڈھیر تھا۔ کوئی ایک ڈھانچہ بھی سالم نہیں بچا تھا۔ سمندر کی طوفانی موجوں نے انسان کی مہینوں کی محنت کو لمحوں میں ملیا میٹ کر کے رکھ دیا تھا۔

ایک اور بڑا نقصان یہ ہوا کہ قزاقوں کی بہت سی کشتیاں بھی تباہ ہو گئی تھیں اور جو باقی بچی تھیں وہ استعمال کے قابل نہیں تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے اور فوری طور پر کشتیوں کو قابل استعمال بنایا گیا تاکہ سمندر کی سطح پر راتوں رات نئے ابھرنے والے جزیرے کا جائزہ لیا جا سکے۔ سارے لوگوں کو کشتیوں کی تیاریوں کے کام پر لگا دیا گیا۔

سب سے پہلی کشتی جو نئے جزیرے پر پہنچی اس میں ملاحوں کے علاوہ صرف میں، بوتام اور لعیشہ سوار تھے۔ جیسے جیسے جزیرہ قریب آتا جا رہا تھا ہماری حیرت اور دلچسپی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سمندر کی سطح پر ابھرنے والی ان سلسلہ وار چٹانوں کا رنگ گہرا سیاہ تھا۔ نہ جانے کب سے کتنے کروڑوں یا اربوں سال سے یہ چٹانیں سمندر کے سینے کے اندر اس کی گہرائیوں میں دفن تھیں اور پھر ایک ہیبت ناک زلزلے نے، ایک مظہر قدرت نے انہیں تہہ سے نکال کر اچھال دیا اور وہ ایک جزیرے کی شکل میں نمودار ہو گئیں۔ سیاہ چٹانیں سمندر میں سر اٹھائے ایک عجیب شان بے نیازی سے کھڑی تھیں۔ بے حس اور بے جان چٹانیں۔ ہر قسم کے احساس سے عاری چٹانیں جنہیں اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ ان کا وجود انسانوں کے لیے کس قدر تحیر خیز اور حیران کن ہے۔

ہماری کشتی نئے جزیرے کے ساحل سے جا لگی۔ سب سے پہلے میں کشتی میں سے کود کر زمین پر آیا۔ میرے پاؤں ان پتھروں سے مس ہوئے جنہوں نے اپنی کروڑوں برس کی زندگی میں پہلی بار انسانی لمس محسوس کیا تھا۔ میرے پیچھے پیچھے بوتام اور لعیشہ بھی کشتی سے اتر آئے۔ ملاحوں نے کشتی کو ایک چٹان کے نکیلے حصے سے باندھ دیا۔

کافی لمبا چوڑا جزیرہ وجود میں آ گیا تھا۔ پتھریلی چٹانوں والا سیاہ جزیرہ جس پر ظاہر ہے کہ زندگی کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ ہم لوگ ایک چٹان سے دوسری چٹان تک پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ اچانک لعیشہ ایک جگہ رک گئی اور زمین پر جھک کر کسی چیز کو غور سے دیکھنے لگی۔ میں اور بوتام بھی رک گئے اور پھر ہم نے دیکھا کہ اس جگہ بہت بڑی تعداد میں سمندری سیپیوں کا ایک ڈھیر موجود تھا۔ بڑی بڑی چمکیلی اور رنگا رنگ سیپیاں۔ لعیشہ نے ایک سیپی اٹھائی، وہ بند تھی۔ اس نے ہاتھ کے ذرا سے دباؤ سے اسے کھول دیا۔ سیپی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور اس کے اندر سے ایک نہایت آب دار گول اور بڑا سا موتی برآمد ہوا۔ بوتام نے وہ موتی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ یکایک اس کی آنکھیں فرط حیرت سے چمک اٹھیں۔ "یہ بالکل اصلی اور سچا موتی ہے۔" اس نے سرگوشی کی۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اتنی بڑی جسامت کے موتی دنیا میں بہت کمیاب ہیں۔" پھر اس نے جھک کر دوسری سیپی اٹھائی، اسے کھولا اور اس میں سے بھی ایک آب دار موتی برآمد ہوا۔ پھر تو دونوں باپ بیٹی جلدی جلدی سیپیوں کو کھول کر ان میں سے موتی نکالنے لگے اور ذرا دیر میں ان کے پاس موتیوں کا ایک ڈھیر جمع ہو گیا۔

"موتیوں کا یہ خزانہ ایک بڑی سلطنت کے خزانے کی مالیت سے کم نہیں ہے۔" بوتام نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سمندر نے اپنی صدیوں کی چھپی ہوئی دولت کو اگل دیا ہے۔ یہ سیپیاں نہ جانے کب سے زیر آب دفن رہی ہوں گی۔ رات کے زلزلے نے اور طوفان نے انہیں ان پتھروں کے ساتھ باہر کر دیا۔ ان موتیوں سے تو ایک پوری سلطنت خریدی جا سکتی ہے۔"

"صرف ایک نہیں بلکہ کئی سلطنتیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوتام حیران ہو کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ادھر دیکھو۔" میں نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور بوتام اور لعیشہ دونوں کی نظریں بیک وقت اس طرف اٹھیں اور حیرت و دہشت کے عالم میں ان کی چیخ نکل گئی۔ جس طرف میں نے اشارہ کیا تھا وہاں پتھروں کے درمیان میں سیپیوں کا ایک اتنا بڑا ڈھیر پڑا ہوا تھا جو پہلے والے ڈھیر سے کم از کم چار گنا بڑا تھا۔ دونوں باپ بیٹی سیپیوں پر پل پڑے اور تیزی کے ساتھ موتی نکالنے لگے۔

"کیاس!" لعیشہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اس کام میں تم ہماری مدد کرو۔ ہمیں جلد از جلد یہ سارے موتی جمع کر لینے چاہئیں۔" میں بھی ان کے ساتھ سیپیوں سے موتی نکالنے میں شامل ہو گیا۔ مجھے خود تو ان موتیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے لیے وہ محض سنگ ریزے تھے لیکن عام انسانوں کے لیے وہ بے انتہا قیمتی تھے۔ سمندر سے نکلنے والے اصلی اور سچے موتی۔ ویسے ایک بات ہے پروفیسر، مجھے یہ موتی اچھے بہت لگے۔ گول گول، سڈول، چمکدار اور سفید۔ میں نے مٹھیاں بھر بھر کر موتی لعیشہ اور بوتام کو دیے۔ بوتام نے اپنے ڈھیلے ڈھالے بالائی لباس کو اتارا، پھر اپنی قمیص اتاری اور بالائی لباس دوبارہ پہن لیا۔ اس نے اپنی لمبی چوڑی قمیص کی سلائی ایک طرف سے کھول کر اسے ایک چادر کی شکل دے دی اور سارے موتی اس میں جمع کر کے گٹھری کی طرح باندھ لیے۔ یہ خاصی بڑی گٹھری بن گئی تھی۔

"کیاس!" بوتام نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت جھلک رہی تھی۔ "تم بڑے خوش قدم ہو کیاس۔ تمہاری آمد ہمارے لیے حیرت انگیز کامیابیوں کا سبب بن گئی ہے۔ ہمیں اتنا بڑا خزانہ مل گیا ہے جو ہماری قزاقی کی عمر بھر کی کمائی سے کہیں زیادہ ہے۔ تم پر واقعی دیوتاؤں کا سایہ ہے۔ تم عظیم ہو کیاس۔ تم عظیم ہو...." وہ آہستہ آہستہ نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتا رہا۔

"ان موتیوں کو سنبھال کر رکھو۔" میں نے اس سے کہا۔ "تمہیں آگے چل کر بہت کام لینا ہے۔"

جہازوں کی تیاری کا کام ایک بار پھر پورے زور و شور کے ساتھ شروع کر دیا تھا۔ بوتام اور لعیشہ کے موتیوں کے خزانے میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ انہیں جزیرے پر سیپیوں کے اور ڈھیر ملے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ سمندر نے اپنی ساری دولت ان کے لیے اگل دی تھی۔ لعیشہ بہت خوش تھی۔

"کیاس! تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ ویسے تو ہماری کامیابی کے تمام آثار اور قرائن موجود ہیں۔ اذبیلا پر ہمارا قبضہ ہو جانا ایک یقینی بات ہے۔ لیکن بیچ میں کچھ سیاہ دھبے ابھر رہے ہیں۔ میں ان سیاہ دھبوں کے راز کو نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ یہاں میرا علم میری رہنمائی کرنے سے قاصر نظر آتا تھا اور میں پریشان تھی کہ یہ سیاہ دھبے کس چیز کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اب یہ عقدہ حل ہو چکا ہے۔ سیاہ دھبے اصل

میں ان حوادث کی علامت تھے جن سے ہم بخیر و عافیت گزر چکے ہیں۔ اس طوفان نے اگر ہمیں کچھ نقصان پہنچایا ہے تو بہت بڑا فائدہ بھی پہنچایا ہے۔ اتنا بڑا فائدہ جس کا شاید ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

"تم لوگوں کو یقیناً اس میں فائدہ نظر آتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن میں اس طوفان کی تباہ کاریوں سے خوش نہیں ہوں۔ میں ان لوگوں کے لیے ماتم کناں ہوں جو اس طوفان کی بھینٹ چڑھ گئے۔ خاص طور پر مجھے شناکانیہ کی موت کا بہت افسوس ہے۔ اسے ابھی کچھ دن اور زندہ رہنا چاہیے تھا۔ ہو سکتا ہے اذبیلا پر تم لوگوں کے قبضے کے بعد وہ کچھ ان زیادتیوں کی تلافی کرنے کے بارے میں سوچتی جو اس نے تم پر کی تھیں۔"

"شاید۔" لعیشہ نے جواب دیا۔ "مگر اب صورت حال بدل چکی ہے۔ ہم دونوں کی نظروں میں فرناس کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے اب میں اذبیلا کی حکومت کی جائز حقدار ہوں۔ کیونکہ شناکانیہ دنیا میں موجود نہیں ہے لہٰذا غوث کا اذبیلا کی حکومت پر کوئی حق نہیں ہے۔"

"حکومت کے معاملات میں جائز یا ناجائز کے تصورات کا کوئی گزر نہیں ہوتا۔" میں نے کہا۔ "حکومت اسی کی ہوتی ہے جو اپنی طاقت سے اسے حاصل کرے۔ اور غوث اپنے آپ کو تم لوگوں سے زیادہ طاقتور سمجھتا ہے۔ درحقیقت وہ ہے بھی۔ اس سے حکومت صرف لڑ کر ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ لعیشہ اس بات سے ذرا بھی پریشان نہ تھی کہ شناکانیہ کے مر جانے کے ساتھ ہی میرا وہ وعدہ بھی ختم ہو گیا ہے کہ میں لعیشہ اور بوتام کی مدد کروں گا۔ اصل صورت حال تو اب یہ تھی کہ شناکانیہ جس کی جان بچانے کی خاطر میں ان دونوں باپ بیٹی سے "بلیک میل" ہوا تھا اب اس دنیا میں موجود نہیں تھی اور اب کوئی وجہ نہیں رہی تھی کہ میں اپنے وعدے کی پابندی کرتا۔ اب تو مسئلہ صرف میری اپنی مرضی کا تھا۔

"کیا تمہیں اب بھی یقین ہے کہ میں شناکانیہ کی موت کے بعد بھی اذبیلا کی حکومت پر قبضہ کرنے میں تم لوگوں کی مدد کروں گا؟" میں نے لعیشہ سے پوچھا۔

"ہاں کیاس۔" لعیشہ نے پر یقین لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے پورا یقین ہے۔ آخر اس میں یقین نہ کرنے کی کیا بات ہے؟"

"کیونکہ اب اس وعدے کی اصل بنیاد یعنی شناکانیہ ختم ہو چکی ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن میں تو موجود ہوں۔ تم بھی موجود ہو اور تمہارا وعدہ بھی موجود ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

بڑی عجیب و غریب لڑکی تھی پروفیسر! اس میں بلا کی خود اعتمادی تھی۔ بعض اوقات تو ایسا لگتا تھا کہ میں اس کے سحر میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ لیکن درحقیقت میں اس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ مجھے تو اس قسم کے کھیلوں میں ہمیشہ ہی لطف آیا ہے۔ چنانچہ میں ایک نئے کھیل کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

"بات یہ ہے کیاس۔" لعیشہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "ستارے مجھے بتلاتے ہیں کہ میرا نام ان ہزاروں لاکھوں لوگوں کی فہرست میں شامل ہے جن کی تم نے مدد کی ہے یا کرو گے۔ خود میرے اندر بھی کوئی قوت موجود نہیں ہے جو تمہیں اس بات کے لیے مجبور کر سکے کہ تم میری مدد کرو۔ یہ فیصلے تو قضا و قدر کی قوتوں کے ہیں جو ہماری خواہشات سے ہمیشہ بالاتر ہوتے ہیں۔" لعیشہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی اور کسی سوچ میں پڑ گئی۔ مجھے یہ سوچتی ہوئی سنجیدہ شکل کی لعیشہ بہت اچھی لگی۔ بہت پیاری سی۔

کچھ عرصے میں جہازوں کی تیاری کا کام پورا ہو گیا۔ اب نئے دن ان کی آزمائش کی جانے لگی اور انہیں ہر لحاظ سے عمدہ اور قابل استعمال پایا گیا۔ بوتام اور اس کے ساتھی اس بات سے بہت خوش تھے کہ اب ایک نیا ہنر ان کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ وہ بڑے بڑے جہاز اپنے ہاتھوں سے بنا سکتے تھے۔ انہوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا کہ اپنے کچھ آدمیوں کو آئندہ مستقلاً اس کام کے لیے مخصوص کر دیا جائے اور اپنی ضرورت سے زائد جہاز تیار کر کے دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیے جائیں۔ ظاہر ہے پروفیسر اس زمانے میں تمہارے آج کے دور کی طرح شپ یارڈز تو ہوتے نہیں تھے۔ بہرحال یہ بھی طے کر لیا گیا کہ سمندر میں ابھرنے والے نئے جزیرے کو لاناف کی "سلطنت" میں شامل کر لیا جائے۔ اس جزیرے پر سے کئی قیمتی دھاتیں ملی تھیں اور اب اس پر دھاتوں کی مزید تلاش کا پروگرام بنایا گیا۔

میں نے ان لوگوں کو میدانی جنگ کی کافی تربیت دے دی تھی اور اب وقت آ گیا تھا کہ ہم اذبیلا کی طرف کوچ کریں۔ چنانچہ کوچ کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ چند ہی دن بعد جنگی جہازوں اور تیز رفتار کشتیوں کا ایک زبردست قافلہ طویل سمندری سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ ہمارے پاس وافر مقدار میں کھانے پینے کا سامان موجود تھا اور ہم مہینوں تک کہیں رکے بغیر سمندر میں سفر کر سکتے تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ پروفیسر! اس سمندری سفر میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا یہاں تک کہ ہم اذبیلا کے قریب پہنچ گئے۔ صبح کا وقت تھا اور سارے سمندر پر چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ سمندر میں جگہ جگہ طرح طرح کے رنگ نظر آ رہے تھے اور دور ہماری نظروں کے سامنے زمین کا خوبصورت ساحل ایک طویل سرسبز و شاداب پٹی کی طرح پھیلا ہوا تھا جو کافی فاصلے سے سبز کاہی رنگ کی نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس سبز کاہی رنگ سے پہلے کچھ مدھم مدھم سے سیاہ دھبے بھی نظر آ رہے تھے۔

ہمارا کارواں آگے بڑھتا گیا۔ وہ دھبے واضح ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ بڑے بڑے جنگی جہازوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو سارے ساحل کے ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ غوث ہماری آمد سے یقیناً باخبر تھا۔ اس نے ہمارے استقبال کے لیے پوری تیاریاں کر رکھی تھیں۔ [illegible] جہازوں کے خطوط زیادہ واضح ہوتے گئے۔ ان کی تعداد خاصی تھی۔ بلکہ

جہازوں کے علاوہ اب چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی نظر آرہی تھیں۔ ازبیلا کا جنگی بیڑہ کافی طاقتور تھا۔ یقیناً اُن کے جہازوں کی تعداد بھی زیادہ تھی اور فوجوں کی بھی۔ بوقام اور اس کے ساتھی اس صورتِ حال سے کافی پریشان نظر آرہے تھے کیونکہ انہیں اس قسم کی جنگ کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ پہلی بار ایک باقاعدہ لڑائی میں حصہ لینے جارہے تھے لیکن لعبشہ حسبِ معمول مطمئن تھی۔

"کیا ہم واقعی اتنے بڑے جنگی بیڑے کو شکست دے سکیں گے؟" بوقام نے بے یقینی کے ساتھ مجھ سے پوچھا۔

"دل چھوٹا مت کرو بوقام اور ہمت سے کام لو۔" میں نے اس سے کہا۔ "اس قسم کی کوئی بات اپنے سپاہیوں کے سامنے مت کرنا ورنہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ ان کی ہمتوں کو بلند رکھنا ضروری ہے۔"

اب دونوں بیڑے ایک دوسرے کے آمنے سامنے پہنچ گئے تھے۔ ازبیلا کے بیڑے میں ہونے والی سرگرمیاں ہم لوگوں کو صاف نظر آرہی تھیں۔ جہازوں کے عرشے پر مسلح سپاہی تعینات تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں تیر کمان سنبھالے ہوئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی تیز رفتار کشتیوں میں بھی مسلح تیرانداز موجود تھے۔ ان کے پیچھے شمشیر زنوں کی فوجیں تھیں۔ ازبیلا کے تمام سپاہی سروں پر فولادی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔

ابھی تک کسی بھی طرف سے حملے کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ بوقام نے اپنے سپاہیوں کو تیر کمان سنبھال لینے کا حکم دے دیا تھا اور آگ کے گولے پھینکنے والے سپاہی بھی کسی لمحہ اپنی کارروائی کا آغاز کر سکتے تھے۔ انہیں بس ایک اشارہ کرنے کی دیر تھی۔

"ہم اپنی کارروائی کا آغاز بالکل دوسرے انداز میں کریں گے۔" میں نے بوقام اور لعبشہ سے کہا۔

"وہ کس طرح؟" بوقام نے پوچھا۔

"میں پہلے ایک کشتی میں بیٹھ کر خود ارغوث کے نمائندوں سے گفتگو کروں گا۔ اگر ہم لوگوں کو ہلاک ہونے سے بچالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔" میں نے کہا۔

"یقیناً اس میں کوئی حرج نہیں۔" بوقام نے جواب دیا۔

چنانچہ ایک چھوٹی سی کشتی پر ایک سفید رنگ کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ جس میں میرے علاوہ بوقام کے دو اور محافظ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ہرمونا اور دوسرے کا گنوم تھا۔ ہماری چھوٹی سی کشتی سفید جھنڈا لہراتی ہوئی تیزی سے ازبیلا کے ساحل کے نزدیک پہنچ رہی تھی اور ساحل پر کھڑے ہوئے جہازوں اور کشتیوں میں موجود لوگ حیرت سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

ہماری کشتی کو ساحل تک آنے دیا گیا اور کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ البتہ کشتی جیسے ہی ساحل سے لگی اور ہم تینوں کشتی میں سے اترے، ویسے ہی کوئی درجن بھر مسلح سپاہیوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ ایک شخص جو اپنی وضع قطع اور لباس سے اس جماعت کا سربراہ معلوم ہوتا تھا، آگے بڑھا اور براہِ راست مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تم کون لوگ ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا مقصد ہے؟" اس نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوالات کر ڈالے۔

"اتنی جلد بازی سے کام نہ لو دوست۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اپنی سرزمین پر ٹھیک سے قدم تو رکھ لینے دو۔"

"میں زیادہ فضول باتیں کرنے اور سننے کا عادی نہیں ہوں۔" اس نے میری مسکراہٹ کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "تم جلدی بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مجھے جو کچھ کہنا ہے میں وہ صرف ارغوث سے کہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "میری اس سے ملاقات کا فوراً بندوبست کرو۔"

"تم کس حیثیت سے ارغوث سے ملنا چاہتے ہو؟" اس نے تیز نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں شاکانیہ کی سوتیلی بیٹی اور فرناس کی بیٹی لعبشہ کی جانب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔" اس شخص نے مجھے غور سے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پھر اپنے نائب پر نظر ڈالی جو اس کے برابر کھڑا تھا۔ "سن رہے ہو لاگاس، یہ شخص لعبشہ کا نمائندہ بن کر آیا ہے۔"

"سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں ہرمیس۔" لاگاس نے جو ہرمیس کا نائب نظر آتا تھا، ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے ایک بات ہے ہرمیس، یہ آدمی واقعی عجیب ہے۔ اس کی جلد کی رنگت کس قدر عجیب و غریب ہے، معلوم ہوتا ہے سونے کا بنا ہوا ہے۔" میں اس کے انداز میں تمسخر کی جھلک صاف طور پر محسوس کر سکتا تھا۔ میرے دونوں ساتھی بالکل خاموش کھڑے ہماری گفتگو سن رہے تھے۔

"ہمیں لعبشہ کی پسند کی داد دینی چاہیے۔" لاگاس نے ہرمیس کی طرف دیکھ کر تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔

"ازبیلا کے بہادرو!" میں نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا۔ "سفیروں کی توہین کرنا ایک قابلِ مذمت فعل ہے۔ میں تم سے الجھنا نہیں چاہتا۔ مجھے ارغوث کے پاس لے چلو، مجھے اس سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"اوہ سفیر صاحب!" اس بار ہرمیس کے بجائے اس کے نائب لاگاس نے جواب دیا۔ "معاف کیجیے، ہم نے آپ کی شان میں گستاخی کی۔ بہرحال ارغوث سے ملنے سے پیشتر بہتر ہوگا کہ آپ ہم لوگوں کے علم میں اپنا مدعا بیان فرمادیں تاکہ ہم لوگ آپ کو مناسب جواب دے سکیں۔ شاید آپ کو علم نہیں کہ ارغوث فضول باتیں کرنے والوں کو بہت کم زندہ چھوڑتا ہے اور پھر آپ کے تو ابھی مرنے کے دن بھی نہیں ہیں۔"

میں اس کے لہجے کی کاٹ اور توہین آمیز انداز گفتگو کو بڑی مشکل سے برداشت کر رہا تھا۔ تاہم میں نے ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ان سے دوبارہ مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے ارغوث، صرف ارغوث سے بات کرنی ہے۔ تم لوگ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

اتنے میں ایک طرف سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ سب لوگ ادھر متوجہ ہو گئے۔ کئی گھڑسوار تیزی سے ادھر آرہے تھے۔ سب سے آگے سیاہ رنگ کے ایک نہایت حسین اور توانا گھوڑے پر ایک بے حد وزنی ہیکل شخص سوار تھا جس کے چہرے سے رعب و دبدبہ ٹپک رہا تھا۔ باقی سوار اس کے پیچھے تھے۔

"لو وہ ارغوث آگیا۔" ہرمیس نے دور سے اسے دیکھ کر تعظیم دیتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "اب میں تمہاری جان کی سلامتی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔"

شاید کسی نے ارغوث کو ہم لوگوں کی آمد کی اطلاع دے دی تھی لہٰذا وہ خود ہی یہاں آگیا تھا۔

"کیا تو لعبشہ کا نمائندہ بن کر آیا ہے؟" ارغوث نے گھوڑے سے اترتے ہوئے براہِ راست مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں حقارت تھی۔

"ہاں ارغوث، مجھے لعبشہ اور بوقام نے تمہارے پاس ایک خاص پیغام دے کر بھیجا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بوقام کون ہے؟" ارغوث نے سوال کیا۔

"وہ سمندر کا بادشاہ ہے، لاقاب اس کا دارالحکومت ہے اور اس نے لعبشہ کو اپنی بیٹی بنایا ہے۔ ان جہازوں میں سمندری عقاب بھرے ہوئے ہیں جو دیکھتے ہی دیکھتے بڑی سے بڑی فوج کو فنا کر دیتے ہیں۔"

"بات مختصر کر بدنصیب۔" ارغوث غصے میں دھاڑا۔ "مجھے صاف صاف بتا تو یہاں کیوں آیا ہے؟"

"میں تم سے یہ کہنے کے لیے آیا ہوں کہ شاکانیہ کی موت کے بعد اب لعبشہ ازبیلا کی جائز اور قانونی حکمران ہے، تم ازبیلا کی حکومت لعبشہ کے حوالے کر دو۔"

"بہت خوب۔" اس نے خوفناک انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "لعبشہ یہ چاہتی ہے کہ میں تھالی میں سجا کر حکومت اس کی خدمت میں پیش کر دوں۔ اور اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو ناحق خون خرابہ ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ "حکومت تو بہرحال لعبشہ کو ہی ملے گی۔"

"تم لوگ اس بیڑے کے بل بوتے پر مجھ سے جنگ کرو گے؟" اس نے ہمارے جہازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو ازبیلا کے عظیم الشان بحری بیڑے کے آگے بہت حقیر نظر آرہے تھے۔

"ہاں ارغوث۔" میں نے جواب دیا۔ "اور یہ بھی سمجھ لو کہ شکست تمہارا مقدر ہے۔"

"ہرمیس!" ارغوث گلا پھاڑ کر دھاڑا۔ "کیا کسی نے آج تک ارغوث سے اس لہجے میں گفتگو کی ہے؟ اگر یہ سفیر بن کر نہ آیا ہوتا تو اس کی لاش کا بھی پتہ نہ چلتا۔ بہرحال اس بدزبان کو سزا دینی ضروری ہے۔"

"جو حکم سردار۔" ہرمیس بولا۔

"ان تینوں کے گرد گھیرا تنگ کر دو اور طالیس کو فوراً بلاؤ۔" ارغوث نے کڑک کر حکم دیا۔

سپاہی اپنی تلواریں کھینچ کر ہم تینوں کے گرد کھڑے ہو گئے تاکہ ہم میں سے کوئی بھاگ نہ سکے۔ میرے دونوں ساتھی بار بار گھبرا کر میری طرف دیکھ رہے تھے مگر میرے چہرے پر چھائی ہوئی گہری طمانیت شاید ان کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔

اور تب میں نے طالیس کو آتے دیکھا۔ وہ ایک بھاری بھرکم شخص تھا جس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ ایک سفید رنگ کے گھوڑے پر بیٹھ کر آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا چمکتا ہوا خنجر تھا۔ اس کے ساتھ دو تنومند ہیکل آدمی اور تھے جو اسی کی طرح شکل سے جلاد نظر آتے تھے۔

"طالیس!" ارغوث نے اسے مخاطب کر کے زور سے کہا۔ "تو اعضا بریدگی کا ماہر ہے، اس گستاخ شخص کی زبان کاٹ کر اس کے ہاتھ پر رکھ دے تاکہ جب یہ اس حالت میں لعبشہ کے پاس پہنچے تو اسے میرا جواب معلوم ہو جائے، سنو ہرمیس، جب یہ تینوں احمق اپنی کشتی میں بیٹھ کر واپس اپنے بیڑے میں پہنچ جائیں تو اس کے فوراً بعد ان کے بیڑے کو نیست و نابود کر دو۔ میں اپنی سلطنت کے ساحلوں پر کاٹھ کباڑ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔"

ہرمیس نے اثبات میں گردن جھکائی اور وہاں سے چلا گیا۔ یقیناً وہ اپنے سپاہیوں کو ہدایت دینے گیا ہوگا۔

طالیس اپنا خنجر چمکاتا ہوا گھوڑے سے کودا اور اس کے دونوں ساتھی بھی اتر پڑے۔ اب وہ تینوں میری طرف بڑھ رہے تھے۔ طالیس بیچ میں تھا۔ میں سمجھ گیا کہ دونوں آدمی دونوں طرف سے مجھے پکڑ کر بے بس کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالیس اپنا کام کر سکے۔

"ارغوث!" میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کہا۔ "اپنی اس حرکت سے باز آجاؤ، تمہیں اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ میں سفیر ہوں اور تم سے لڑنے نہیں بلکہ گفتگو کرنے آیا تھا۔"

ارغوث نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے نفرت سے مجھے دیکھا اور طالیس کو اشارہ کیا کہ اپنا کام کرے۔

طالیس اور اس کے دونوں ساتھی مجھ سے محض دو قدم فاصلے پر رہ گئے تھے کہ یکایک وہاں موجود لوگوں نے ایک عجیب و غریب اور حیران کن منظر دیکھا۔ خنجر طالیس کے ہاتھ سے گر چکا تھا اور وہ خود بھی زمین پر گرا بری طرح کراہ رہا تھا۔ شاید میرے ہاتھ نے جو بجلی کی طرح چمک کر اس کے شانے پر پڑا تھا، اس کے بازو کی ہڈی توڑ دی تھی۔

طالیس کے گرتے ہی اس کے دونوں ساتھی وحشیانہ انداز میں مجھ پر پل پڑے۔ ان میں سے ایک نے بڑھ کر خنجر نکال لیا اور میرے حلق میں گھسیڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ارغوث کے

قدموں میں لوٹ رہا تھا اور بری طرح بلبلا رہا تھا۔ غالباً میری لات نے اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی تھی۔ تیسرے جلاد کو میں نے کمر سے پکڑ کر اٹھایا اور ارغوث کی جانب اچھال دیا۔ وہ اس طرح ارغوث کے اوپر گرا کہ وہ اور ارغوث دونوں زمین پر آ رہے۔ دوسرے لمحے ارغوث اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظروں میں اب نفرت کے ساتھ حیرت بھی تھی۔

"تیری یہ مجال ذلیل غلام زادے،" وہ غضب ناک ہو کر دھاڑا۔ "سمجھ لے کہ تیری زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ اسے گرفتار کر لو۔"

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "اب اس کی زبان میں اپنے ہاتھ سے کاٹوں گا۔"

سپاہی آگے بڑھے کہ اتنے میں ایک بھاری اور کریہہ آواز سنائی دی۔

"مجھے موقع دو سردار۔ یہ شخص بڑا مغرور نظر آتا ہے۔ میں بھی بہت دنوں سے خالی بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہوں۔ ذرا ہاتھ پیر سیدھے کر لوں۔"

میں نے آواز کی سمت دیکھا اور مجھے ایسا لگا گویا یہ گھڑگھڑاتی ہوئی کریہہ آواز گوشت پوست کے کسی پہاڑ سے نکل رہی ہو۔ وہ ایک غیر معمولی تن و توش کا آدمی تھا۔ بے حد دراز قد اور فربہ اندام۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایک بھاری سا گرز تھا لیکن میرے خیال میں اسے کسی گرز کی ضرورت نہیں تھی۔ عام انسانوں کے لیے اس کے ہاتھ ہی گرز کا کام دے سکتے تھے۔

ارغوث نے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا تم اس سے لڑنا چاہتے ہو کانال؟" اس نے گوشت کے پہاڑ سے پوچھا۔ "میں تمہیں اسے ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں اسے تند لعیشے کے پاس واپس بھیجنا چاہتا ہوں، لیکن اس طرح کہ اس کی ناپاک زبان اس کے جسم سے علیحدہ ہو چکی ہو۔ تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہے۔"

"میں اسے ہلاک نہیں کروں گا میرے آقا۔" کانال نے گھڑگھڑاتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "بس میں ذرا اسے زمین کی خاک چٹا دوں پھر اس کی زبان کاٹ لی جائے اور اسے واپس بھیج دیا جائے۔"

کانال میری طرف بڑھا۔ دیکھنے والے دم بخود تھے۔ میرے دونوں ساتھیوں کو پورا یقین تھا کہ اب میرا انجام قریب ہے۔ وہ مجھے غمزدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کانال میری طرف جارحانہ انداز میں بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنا گرز پھینک دیا تھا اور ہاتھوں کو آگے کیے جھکتا ہوا آ رہا تھا۔

"سن اے سڑے ہوئے گوشت کے تودے،" میں نے چلا کر کہا تاکہ سب لوگ سن سکیں۔ "اپنے غلیظ بدن کو مجھ سے دور رکھو۔ مجھے چربی کی گٹھڑیوں سے سخت کراہت محسوس ہوتی ہے۔"

کانال نے اس کے جواب میں ایک خوف ناک آواز حلق سے نکالی اور اپنے سر کو جھکا کر تیزی کے ساتھ جھپٹا۔ وہ اپنا سر میرے پیٹ پر مارنا چاہتا تھا لیکن ایک سیکنڈ کے شاید ہزارویں حصے میں، میں اس کے سامنے سے ہٹ چکا تھا۔ اپنے وار کی جھونک میں کانال اس سپاہی پر جا پڑا جو میرے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور میرے ہٹ جانے سے براہ راست کانال کی زد میں تھا۔ سپاہی کے حلق سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور وہ زمین پر گر کر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اس کے منہ سے بری طرح خون جاری تھا۔ دوسرے سپاہیوں نے اسے سنبھالا اور کانال سخت غیض و غضب کے عالم میں زمین پر سے اٹھ کر میری طرف تیزی سے لپکا۔

میں اب اس فضول کھیل سے اکتا گیا تھا اور لوگوں کی نظروں میں تماشہ نہیں بننا چاہتا تھا۔ میں نے اپنے طور پر یہ کوشش کی تھی کہ ارغوث کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ بن جائے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے لیکن ارغوث طاقت اور اقتدار کے نشے میں اس قدر چور تھا کہ میری کسی بات کو سنجیدگی کے ساتھ سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔ اس نے میری سخت ترین توہین کی تھی۔

اب میں چاہتا تھا کہ اس قصے کو جلد از جلد ختم کر دوں اور اپنے بیڑے میں جا کر حملے کا اہتمام کروں۔

چنانچہ میں نے اس ہاتھی جیسے شخص کی ایک ٹانگ پکڑ لی اور ایک جھٹکے سے اوپر اٹھا لیا۔ کئی لوگوں کی حیرت کے مارے چیخیں نکل گئیں۔ میں نے ارغوث کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ میں نے کانال کو تیزی سے گھمانا شروع کر دیا۔ وہ بری طرح میری گرفت سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہا تھا لیکن اسے اپنی ساری کوشش بے سود نظر آ رہی تھی۔ میرے ہاتھ کی آہنی گرفت سے نکلنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں کانال کو اسی طرح گھماتا ہوا کچھ آگے بڑھا اور میرے چاروں طرف سے سپاہیوں کا مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا۔ "کشتی میں واپس چلو،" میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو حکم دیا اور وہ چل پڑے۔ میں ان کے ساتھ تھا اور کانال کو برابر زور زور سے گھما رہا تھا۔ اس صورت میں ازبیلا کا کوئی سپاہی ہم پر تیر چلانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ کئی شمشیر زنوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن کانال کے پنکھے کی طرح گھومتے ہوئے جسم نے انہیں ہم سے دور رکھا۔ کانال کا بدن ہم تینوں کے لیے ڈھال بنا ہوا تھا اور اب کانال بری طرح چیخ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب تک اس کا بھیجا الٹ کر رہ گیا ہو گا۔

کانال کو ڈھال بنائے ہم لوگ کشتی تک پہنچ گئے۔ ازبیلا کے ساحل پر کھڑے ہوئے سپاہی اور افسران حیرت اور خوف کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ کانال وزنی اور بہت بھاری بھرکم آدمی تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس نے بہت سے حریفوں کے سر کچلے ہوں گے اور بڑے بڑے سورماؤں کو نیچا دکھایا ہو گا لیکن اس وقت وہ ایک ایسے بڑے سے کھلونے کی طرح میرے ہاتھوں میں گھوم رہا تھا جیسے گویا میں نے دم سے پکڑ رکھا ہو۔ میں نے اپنے دونوں آدمیوں کو حکم دیا کہ کشتی میں سوار ہو کر دور لے جائیں۔ انہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر میں نے بھاری بھرکم کانال کو آخری مرتبہ زور سے ایک چکر دیا اور پھر اسے دور سمندر میں اچھال دیا۔ جہاں ایک زبردست چھپاکے کی آواز بلند ہوئی اور اس کا جسم ایک دم پانی میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ چند لمحوں بعد وہ

ابھرنے لگے گا۔ اس کے ساتھ ہی میں اچھل کر کشتی میں سوار ہو گیا اور کشتی تیزی سے ازبیلا کے ساحل سے دور ہونے لگی۔ مگر اس کے ساتھ ہی درجنوں تیر سنسناتے ہوئے آئے اور کشتی کے پہلو میں پیوست ہو گئے۔ کئی تیر میرے جسم سے ٹکرائے اور گر پڑے۔ میں نے ساحل کی جانب دیکھا۔ تیر اندازوں کا دستہ دوبارہ کمانیں کھینچ رہا تھا۔ ہماری کشتی ... چونکہ سینے تک لوہے میں غرق تھے لہٰذا انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ تیروں کی ایک بوچھاڑ آئی اور ازبیلا والوں کے بہت سے تیروں کا نقصان ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم ان کے تیروں کی زد سے باہر تھے۔

کشتی جیسے ہی بیڑے کے دوسرے جہازوں کے پاس پہنچی، میں نے بوقام کو بلایا اور اس سے کہا۔ "میں نے جو باتیں تم کو سمجھائی ہیں ان کے مطابق عمل کرنا اور میری ہدایات کے خلاف کوئی قدم مت اٹھانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ساری تکمیل میں ترتیب دے چکا ہوں۔ وہ لوگ بس اب حملہ کرنے ہی والے ہیں، تم تیار ہو جاؤ۔"

میں نے پہلے ہی بوقام کو سمجھا رکھا تھا کہ سب کے آدمیوں کو ساحل پر ... اترنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ آگ کے گولے پھینکنے والا دستہ ... میں مصروف رہے اور یہ کام صرف ایک جہاز کی مدد سے ... کر دیا جائے۔ باقی جہاز اور کشتیاں تیزی سے ساحل کی طرف ... کی کوشش کریں اور سپاہی فوراً ہی ازبیلا کی حکومت پر قبضہ کر لیں۔

میں نے جہاز سے لوہے کا وہ شہتیر اٹھایا جو میں نے ناقاب... طور پر تیار کروایا تھا۔ یہ لوہے کا ایک بہت بھاری ستون تھا جس کا ایک سرا کسی سوئی کی طرح نوکیلا تھا۔ اس شہتیر کو اٹھا کر جہاز میں رکھنے کے لیے دس آدمیوں کو لگنا پڑا تھا۔ میں نے بوقام کی نظروں کے سامنے اس بھاری بھرکم فولادی شہتیر کو ہاتھوں میں اٹھا لیا اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ بوقام کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

میں ایک طویل غوطہ لگا کر پانی کے نیچے ہی ازبیلا کے بیڑے کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے معلوم تھا کہ ازبیلا کے جہاز حرکت میں آ گئے ہیں اور ... کے جہازوں کی طرف تیز رفتاری کے ساتھ جارحانہ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ میں نیچے تیرتا ہوا ازبیلا کے اس جہاز کے پاس پہنچ گیا جو سب سے ... ایک نہایت شاندار اور مضبوط جنگی جہاز تھا اور ارغوث کو ... پر فخر ہو گا۔ میں جہاز کے پیندے کے نیچے تیر رہا تھا اور پھر ... اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا لوہے کا شہتیر نکیلے حصے کی طرف سے ... طاقت سے جہاز کے پیندے میں مارا۔ لوہے کا وہ شہتیر ... ہاتھوں کے بے پایاں زور ... شہتیر تختوں کو توڑتا ہوا ... تک گھستا چلا گیا اور پھر میں نے اسے واپس کھینچ لیا ... سوراخ کر دیا گیا تھا اور میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا کہ جہاز پر موجود لوگوں کی کیا حالت ہو گئی تھی۔ جہاز میں تیزی کے ساتھ پانی بھرنے لگا۔

میں جہاز کے پیندے کے نیچے سے نکل کر تیرتا ہوا آگے بڑھ گیا اور میں نے اپنا سر پانی سے تھوڑا سا نکال کر باہر دیکھا۔ جہاز پر شور و غل کا سماں تھا۔ افسر اور سپاہی سب چیخ چیخ کر بول رہے تھے اور کوئی کسی کی بات نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں نے اسی وقت مخالف سمت سے آگ کا ایک گولا ہوا میں اڑتا ہوا آیا اور ٹھیک جہاز کے مستول سے ٹکرایا۔ میں گولے پھینکنے والوں کے صحیح نشانے کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ مستول نے فوراً آگ پکڑ لی اور جہاز کے بادبان بھی دھڑا دھڑ جلنے لگے۔

میں نے اپنا سر دوبارہ پانی کے اندر کر لیا اور اب میرا نشانہ اس سے پچھلے والا جہاز تھا۔ میں نے اس کے مضبوط پیندے میں بھی لوہے کا شہتیر مار کر سوراخ کر دیا اور اس میں بھی تیزی سے پانی بھرنے لگا۔

میں نے یکے بعد دیگرے ازبیلا کے چار بڑے بڑے جہازوں کے ساتھ یہی سلوک کیا اور انہیں ناکارہ بنا دیا۔ جب میں نے پانی سے اپنا سر نکال کر دیکھا تو سب سے پہلا والا جہاز بڑی تیزی کے ساتھ ڈوب رہا تھا۔ پچھلے والے جہاز بھی پانی میں دھنس رہے تھے۔ کئی جہازوں میں آگ لگ گئی تھی اور وہ دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ سپاہی ان میں سے کود کود کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن بوقام کے بیڑے کی طرف سے آنے والے سنسناتے ہوئے تیر ان کے جسموں کو چھیدے ڈال رہے تھے۔ بوقام کے جہاز اور کشتیاں تیزی کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں کھڑے ہوئے ازبیلا کے سپاہی اور انسان اپنے جہازوں کا غیر متوقع حشر دیکھ کر سخت پریشان تھے اور ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جہاز آخر کس طرح لرز لرز کر ڈوبے جا رہے ہیں۔ دراصل کی پیش قدمی کس وجہ سے رک گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ساحل پر موجود لوگوں کو اس صورت حال کا علم نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس اچانک افتاد سے ازبیلا کے سپاہیوں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔ میری طاقت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ انہیں اب سے کچھ دیر پہلے مرعوب کر ہی چکا تھا جب کہ میں نے ان کے ایک گرامی پہلوان کو چوہے کی طرح دم سے پکڑ کر گھما دیا تھا اور پھر اسے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اب جو کچھ وہ دیکھ رہے تھے اس نے انہیں اور زیادہ گھبرا دیا تھا۔

بوقام کے جہازوں اور کشتیوں کی جانب بھی آگ کے گولے پھینکے جا رہے تھے لیکن ازبیلا کے برقندازوں کے نشانے اتنے زیادہ صحیح نہیں ثابت ہو رہے تھے۔ وہ اس معاملے میں کافی کمزور نظر آ رہے تھے۔ تاہم آگ کے جو گولے بوقام کی کشتیوں اور جہازوں تک پہنچ بھی جاتے تھے، انہیں فوری طور پر بجھا کر غیر مؤثر بنا دیا جاتا تھا۔ میری ہدایت کے مطابق ہر جہاز پر چند آدمیوں کا ایک ایسا گروہ موجود تھا جس کا کام اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ وہ آگ کے گولوں پر فوری طور پر قابو پا لے۔ اس گروہ کے افراد کے پاس ضروری سامان بھی موجود تھا۔

یکایک میں نے دیکھا کہ ازبیلا کے بیڑے کی ایک جنگی کشتی جس میں سے متواتر آگ کے گولے پھینکے جا رہے تھے، بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اس جہاز کے قریب پہنچ رہی ہے جس میں یوتام اور لعیشہ موجود تھے اور اس کشتی میں سے مسلسل اور نہایت تیزی کے ساتھ آگ کے گولے پھینکے جا رہے تھے جو سب کے سب جہاز کے اندر گر رہے تھے۔ اس کشتی میں جیسے نشانچی موجود تھے اور وہ کسی بھی لمحے یوتام اور لعیشہ کے جہاز کو راکھ کا ڈھیر بنا سکتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ جہاز کے ملاح تیزی سے راستہ بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جہاز پر سے بھی جوابی کارروائی کی جا رہی ہے لیکن کشتی کے نشانچی زیادہ خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ اچانک کشتی میں سے پھینکا جانے والا ایک گولہ جہاز کے بادبان کے بالکل قریب گرا اور بادبان میں آگ لگتے لگتے رہ گئی۔ تیز رفتار کشتی بڑی تیزی سے جہاز کے قریب پہنچ رہی تھی۔

میں نے اپنا سر پانی کے اندر کیا اور تیزی کے ساتھ تیرتا ہوا کشتی کے عین نیچے پہنچ گیا۔ پانی کے نیچے میرے ہاتھ کی ایک ہی جنبش نے کشتی کو الٹ دیا اور اس میں موجود افراد چند لمحوں کے اندر اندر پانی میں غوطے کھانے لگے۔ کشتی ڈوبتی چلی گئی۔

میں نے پانی میں سے سر نکال کر ایک بار پھر باہر کا منظر دیکھا۔ ازبیلا کے وہ چاروں جہاز جن کے پیندوں میں میں نے سوراخ کیے تھے، تین چوتھائی سے زیادہ پانی میں ڈوب چکے تھے اور ان میں آگ بھی لگی ہوئی تھی۔ پیچھے والے جہازوں میں سے بھی کئی میں آگ لگ گئی تھی اور ان کی پیش قدمی رک گئی تھی۔ یوتام کے بیڑے کا بھی ایک جہاز جل رہا تھا اور کئی کشتیاں تباہ ہو گئی تھیں لیکن یوتام کے باقی جہاز اور کشتیاں اب ساحل کے بہت نزدیک پہنچ گئی تھیں اور وہ ساحل کی طرف سے تیروں کی زبردست بارش کے باوجود پیش قدمی کر رہی تھیں۔

بالآخر یوتام کے آدمی ساحل پر اترنا شروع ہو گئے۔ آدھی جنگ فتح کی جا چکی تھی۔ ازبیلا کی فوجوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ ان کا بحری بیڑہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا اور زیادہ تر بحری سپاہی مارے جا چکے تھے۔ اب ساحل پر موجود فوج تھی اور وہ واضح طور پر خوفزدہ نظر آتی تھی۔ اگرچہ انہوں نے ہتھیار نہیں ڈالے تھے، تاہم اس میں بدنظمی اور خوف کے آثار نظر آ رہے تھے۔

میں نیچے ہی نیچے تیرتا ہوا ساحل تک آ گیا اور پھر اچانک میں نے اپنا سر پانی سے نکالا۔ اب ساحل پر دست بدست جنگ شروع ہو گئی تھی۔ [illegible] اگرچہ تعداد میں کم تھے لیکن بڑی بے جگری سے اور بے خوفی کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ جب کہ ازبیلا کے سپاہی اپنی اعلیٰ جنگی مہارت کے باوجود بے یقینی اور وسوسے کا شکار نظر آ رہے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک یہ منظر دیکھتا رہا۔ مجھے حملہ آوروں میں یوتام بھی نظر آیا جس کی تلوار خون سے تر بتر ہو رہی تھی اور جس کے ہر وار میں ایک سر کٹ کر نیچے گر جاتا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی شجاعت کی داد دینے لگا۔

اچانک میری نظر عزوث پر پڑی۔ وہ خود جنگ میں حصہ نہیں لے رہا تھا بلکہ دور ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اپنے افسروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا اور میں پانی میں سے نکل کر سیدھا اس ٹیلے کے پاس جا پہنچا، جہاں عزوث کھڑا ہوا تھا۔ میں اس وقت بالکل خالی ہاتھ تھا جبکہ عزوث کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ وہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گیا اور پھر تیزی سے میری طرف لپکا۔

"ٹھہرو بیوقوف انسان!" میں نے اسے زور سے ڈانٹا اور وہ میری بے خوفی سے متاثر ہو کر وہیں ٹھٹھک گیا۔ میری قوت کے کرشمے وہ اس سے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ "اپنے سپاہیوں کو کیوں ہلاک کرا رہے ہو؟" میں نے اس سے کہا۔ "اگر تم اپنی فوج کے سب سے بہادر آدمی ہو تو آؤ مجھ سے مقابلہ کرو۔ ورنہ اپنے جس آدمی کو چاہو میرے مقابلے میں بھیج دو۔ اس مقابلے کا نتیجہ ہی تمہاری قسمت کا فیصلہ کرے گا۔ اگر تم اس سے اتفاق کرتے ہو؟"

"میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا بدبخت۔" عزوث میری بات کے جواب میں غصے سے دھاڑا اور اس نے پوری قوت کے ساتھ اپنی تلوار میرے سر پر ماری۔ ایک زوردار آواز پیدا ہوئی اور عزوث کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گئی۔

اس اثناء میں یہاں کئی اور افسر بھی آ گئے تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ حیران کن منظر دیکھا۔ عزوث تصویر حیرت بنا کھڑا رہ گیا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ عزوث نے زور سے لات چلائی اور جھٹکے دے کر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ اس کے ساتھ ہی کئی تلواریں بیک وقت میرے جسم پر پڑیں اور ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اب افسروں میں سے کئی ایک بھاگ کھڑے ہوئے۔ عزوث میرے ہاتھ کی گرفت میں بری طرح بل کھا رہا تھا۔

میں عزوث کو کھینچتا ہوا ادھر لایا جہاں زور کا رن پڑ رہا تھا اور ازبیلا کے بہادروں سے میں نے زور سے چلا کر کہا۔ "تمہارا سردار میرے قبضے میں ہے۔ میں اسے شکست دے چکا ہوں۔ جنگ بند کر دو اور ہتھیار ڈال دو۔"

ازبیلا کے فوجیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ عزوث سخت مشکل میں تھا۔ وہ میری بات کی تردید بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ میری گرفت میں تھا اور ہزار کوشش کے باوجود خود کو آزاد نہیں کرا سکا تھا۔ اس نے خاموشی سے اپنی گردن جھکا دی۔ یہ گویا اپنے سپاہیوں کے سامنے اس کا اعتراف شکست تھا۔

"جنگ روک دی جائے۔" میں نے پکار کر حکم دیا اور دونوں طرف کے لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ عزوث کی فوج کے زندہ

... گرفتار کر لیا گیا جن میں لاگوس اور ہرمیس بھی شامل تھے۔ عزوث بے بس ہو چکا تھا اور اس کے تمام سپاہیوں نے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ میں نے عزوث کا ہاتھ چھوڑ دیا اور قبل اس کے کہ میں کچھ [illegible] بڑھ سکے، اس نے جھک کر زمین پر پڑی ہوئی ایک تلوار اٹھائی اور اپنے پیٹ میں اتار لی۔ وہ بہادر تھا اور بہادروں کی طرح مرا۔ اس نے مفتوح اور شکست خوردہ ہو کر زندگی گزارنے سے انکار کر دیا تھا۔

عزوث کی اچانک اور دردناک موت نے ہم سب لوگوں کو بے حد متاثر کیا۔ بہرحال پروفیسر جنگ تو جنگ ہے اور جنگ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ ازبیلا کے تمام سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی صفیں بنا کر کھڑے ہو جائیں اور نئی ملکہ کا خیر مقدم کریں۔

میں نے یوتام سے کہا کہ وہ لعیشہ کو جہاز میں سے لے کر آئے۔ یوتام کو مسلسل اتنی حیرتوں کا سامنا پڑا تھا کہ اب اس نے حیران ہونا چھوڑ دیا تھا۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ میں کوئی دیوتا ہوں جسے آسمان سے لعیشہ کی مدد کرنے کے لیے بھیجا گیا اور وہ میرے حکم کی تعمیل اسی طرح کرتا تھا جس طرح دیوتاؤں کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔

لعیشہ نے جب ساحل پر قدم رکھا تو میں خود بھی اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ جس وقت ساحل پر خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اس وقت لعیشہ اپنے کمرے میں سنگھار میں مصروف تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسے اس بار ملکہ کی حیثیت سے قدم رکھنا ہے۔ اس کی سج دھج دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ نہایت قیمتی اور شاندار لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس کے سارے بدن پر قیمتی زیورات سجے ہوئے تھے۔ اور سر پر ایک شہری تاج جگمگا رہا تھا جس میں بیش قیمت موتی جڑے ہوئے تھے۔ یہ ان موتیوں میں سے تھے جو نئے جزیرے سے جمع کیے گئے تھے۔ لعیشہ کے گلے میں بیک وقت کئی ہار پڑے ہوئے تھے جو انہیں موتیوں کے تھے۔ چہرے پر غازہ کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں کاجل کی لکیریں تھیں۔ دونوں شانوں پر پڑی ہوئی زلفیں سیاہ بادلوں کی طرح لگ رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ کوئی آسمانی مخلوق ہے جو اتفاق سے زمین پر آ گئی ہے۔ میں نے لعیشہ کو اس سے پہلے کبھی اس قدر حسین روپ میں نہیں دیکھا تھا۔

لعیشہ کی چال بھی بدل گئی تھی۔ اب وہ [illegible] قدم اٹھاتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک [illegible] تمکنت اور سنجیدگی نمایاں تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت عصا تھا جس کے دستے کی شکل ایک اڑتے ہوئے عقاب کی تھی۔

لعیشہ جیسے ہی ساحل پر آئی، سب سے پہلے بڑھ کر میں نے اسے [illegible] "ملکہ لعیشہ کو نیا تخت مبارک ہو۔"

"شکریہ الہامی۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ وہ شاہانہ وقار کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔

پھر یوتام نے آگے بڑھ کر اپنی بیٹی کو تعظیم دی۔ جو دنیا والوں کی نظروں میں اس کی منہ بولی بیٹی تھی۔

ازبیلا کے سپاہیوں کی صفوں کے سامنے سے لعیشہ اس طرح گزری کہ اس کے دائیں جانب میں تھا اور بائیں جانب یوتام۔ ہمارے پیچھے یوتام کے نائبین کی ایک مختصر سی جمعیت۔ میرے سوا ان میں سے ہر شخص مسلح تھا اور کسی بھی ناگہانی حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ ازبیلا کے سپاہیوں نے اپنی گردنیں جھکا جھکا کر لعیشہ کو تعظیم دی۔

ازبیلا کا عظیم الشان محل نئی ملکہ کا منتظر تھا۔ عزوث کی شکست اور اس کی موت کی خبر ہم لوگوں کے وہاں قدم رکھنے سے پہلے ہی پہنچ گئی تھی اور پورے محل میں حالات بدل گئے تھے۔ تم تو جانتے ہی ہو پروفیسر، دنیا ہمیشہ جیتنے والے کے آگے ہی سر جھکاتی ہے اور فاتح کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ ہم لوگ فاتحین کی حیثیت سے محل میں داخل ہوئے۔ محل کے دروازے پر جن مقتدر شخصیتوں نے ہمارا خیر مقدم کیا ان میں عاشرہ بھی شامل تھی۔ ایک بے حد نحیف و نزار بڑھیا جس کی بھنوؤں تک کے بال سفید تھے۔

"مجھے شاکانیہ اور عزوث کی موت کا افسوس ہے بہرحال ان کا مقدر یہی تھا۔ ان کی زندگی کے دن پورے ہو گئے اور اب میں تمہارا تہہ دل سے خیر مقدم کرتی ہوں لعیشہ۔" بڑھیا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"شکریہ عاشرہ۔" لعیشہ نے جواب دیا۔ "تم ہمیشہ مجھے اپنا دوست پاؤ گی۔"

اسی شام کو لعیشہ نے پہلا دربار منعقد کیا۔ اس سے پہلے پورے شہر میں منادی کرائی گئی کہ لعیشہ ان تمام افسروں اور امیروں کے لیے عام معافی کا اعلان کرتی ہے جو اس کے ساتھ وفاداری کا حلف اٹھانے کو تیار ہیں۔ انہیں چاہیے کہ شام کو دربار میں حاضری دیں۔ ساتھ ہی گرفتار شدہ افسروں اور امیروں تک بھی یہ پیغام پہنچا دیا گیا اور ان سبھوں نے لعیشہ سے وفاداری کا اعلان کیا۔ انہیں رہا کر دیا اور شام کو دربار میں حاضر ہونے کی ہدایت کی گئی۔ رہا ہونے والوں میں لاگوس اور ہرمیس بھی شامل تھے۔

دربار بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ میں سارا دن لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا اور ان کی گفتگو کا موضوع بنا رہا تھا اور ازبیلا کے زیادہ تر لوگوں کا خیال تھا کہ مجھے لعیشہ کا وزیر اعظم یا سپہ سالار مقرر کیا جائے گا۔ میری حیرت انگیز قوتوں کے کرشمے دور دور تک پھیل گئے تھے۔ وہ لوگ مجھے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں اور واقعی میں عجوبہ تھا بھی۔ ازبیلا کی حسینائیں میری ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب تھیں۔ تم تو جانتے ہو پروفیسر، دنیا کی عورت نے ہمیشہ بہادروں سے پیار کیا ہے۔

سارے افسران اور امراء دربار میں جمع ہوئے اور انہوں نے لعیشہ سے وفاداری کا اعلان کیا۔ اس کے جواب میں لعیشہ نے انہیں جو کچھ دیا

اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بریرہ کو ایک ایک چھوٹی سی خوبصورت ڈبیہ دی گئی جس میں دس دانے بیش قیمت موتیوں کے موجود تھے۔ یہ وہی موتی تھے جو شیخ جو بہرے سے حاصل کیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک ایک موتی بہت زیادہ بیش قیمت تھا اور ان میں سے کسی نے بھی کبھی اتنے بڑے بڑے موتی نہیں دیکھے تھے۔ لاگاس اور بریرہ بھی دربار میں حاضر ہوئے اور انہوں نے لعیشہ سے وفاداری کا اعلان کیا۔ انہیں بھی انعام میں موتی دیئے گئے لیکن بریرہ میں صاف طور پر محسوس کر رہا تھا کہ اس کے دل میں میری طرف سے زہر بھرا ہوا ہے۔ وہ اپنی ذلت کو ابھی تک نہیں بھولا تھا۔ اگرچہ اس نے لعیشہ کی اطاعت قبول کر لی تھی لیکن اس کی نگاہوں میں بہت سخت کینہ توزی پائی جاتی تھی۔ وہ کڑی نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی اس وقت بڑا تعجب ہوا جب لعیشہ کے دربار یا اس کی فوج میں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا اور سلطنت عظمیٰ کا قلمدان لوقام کے سپرد کیا گیا۔

دربار برخاست ہوا اور سلطنت ڈھلنے لگی۔ آج لعیشہ کے محل میں زبردست رونق تھی۔ لعیشہ پہلے بھی اسی محل میں رہتی تھی اور اس کے چپے چپے سے واقف تھی۔ لیکن آج اس کی حیثیت دوسری تھی۔ پہلے وہ محکوم تھی، آج وہ حاکم تھی۔ کھانا کھانے کے بعد لعیشہ مجھے محل کی سیر کرانے کے لیے لے گئی۔ اس نے محافظوں کو ساتھ آنے سے منع کر دیا اور تنہا مجھے محل دکھانے لگی۔

میں نے لعیشہ کو بتایا کہ مجھے محل دیکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور میرے لیے اس محل میں کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن لعیشہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مختلف عمارتوں سے گزارتی ہوئی محل کے ایک دور دراز گوشے میں لے آئی۔

"یہ ہے محل کا وہ حصہ جہاں میری رہائش تھی۔" اس نے ایک خواب گاہ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

میری نظروں کے سامنے ایک حسین اور سجائی سجائی خواب گاہ تھی جسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کی سجاوٹ ابھی چند لمحے قبل پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ یقیناً لعیشہ نے حکم دے کر اس کو خاص طور پر آراستہ کروا دیا ہوگا۔

میں لعیشہ کے ساتھ ہی خواب گاہ میں داخل ہو گیا اور لعیشہ نے خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ میں حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں اکیاس۔" لعیشہ نے ایک شانِ دلربائی سے کہا۔ "مجھے تنہائی درکار تھی اس لیے میں تمہیں یہاں لائی ہوں۔"

"سنو اکیاس۔" اس نے کہنا شروع کیا۔ "میں اب اس زمین کی ملکہ ہوں اور یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہے۔ اگر تم میری مدد نہ کرتے تو میں کبھی ملک کی حکومت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اس کے بارے میں تفصیلات پیش کرنے سے میرا علم قاصر ہے البتہ تمہاری بعض خصوصیات سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ تم تیز ہوا کے ایک لطیف و پر کیف جھونکے کی طرح میری زندگی میں داخل ہوئے ہو اور اسی طرح چپکے سے دبے پاؤں نکل جاؤ گے۔ بہت سی باتیں مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ میں ملکہ اس وقت تک [illegible] ہوں جب تک میں شادی نہ کروں۔ شادی کرنے کے بعد مجھے یکسر اپنے شوہر کے حوالے کرنی پڑے گی۔ میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں۔ خدا کرے میرا یہ فیصلہ [illegible] میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گی اور پھر اکیاس میں شادی کر بھی کیسے سکتی ہوں۔ جس عورت نے تمہیں قریب سے دیکھا ہو وہ کسی دوسرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔"

اس کے ان الفاظ نے مجھے چونکا دیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لعیشہ کے دل میں میرے لیے اس قسم کے جذبات ہوں گے۔ میں اسے اس کے تدبر اور حکمت کے باوجود ایک چھوٹی سی لڑکی ہی سمجھتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کے دل میں جذبات کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔

میں خاموشی کے ساتھ لعیشہ کی خواب گاہ کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ محل میں دور دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا اور کوئی متنفس نظر نہیں آ رہا تھا۔ جگہ جگہ قندیلیں روشن تھیں جن کی مدھم روشنی میں درختوں کے لمبے لمبے سائے نظر آتے تھے۔

میں لعیشہ کی خواب گاہ سے نکل کر ایک لمبی راہداری کراس کر کے آگے بڑھ گیا۔ اب میں جس جگہ سے گزر رہا تھا وہاں نسبتاً اندھیرا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرے پیچھے آ رہا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک سیاہ سا سایہ میرے تعاقب میں چلا آ رہا تھا۔ آنے والے نے سر سے پاؤں تک ایک سیاہ رنگ کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور وہ اندھیرے کا ایک جز معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں رک گیا اور آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔

سایہ میرے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"جانتا ہوں نہیں، جانتی ہوں۔" سائے میں سے ایک نسوانی آواز بلند ہوئی اور دو ہاتھوں نے نقاب الٹ دیا۔ میں نے نیم تاریکی میں طاشرہ کو پہچان لیا۔

"میں تم سے تنہائی میں چند باتیں کرنا چاہتی ہوں اکیاس یا جو بھی تمہارا نام ہے۔" اس نے مجھ سے کہا۔ "اور اس کے لیے اس سے بہتر وقت کوئی اور نہیں ہو سکتا کیونکہ دن کی مصروفیات تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گی۔ تم اس وقت جہاں سے آ رہے ہو اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے۔" اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔

"تم کہاں [illegible] میرا نام کیا ہے؟" میں نے اس کی بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے کہا۔ "تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو۔"

"دلچسپ [illegible] پیدا کرنے والے کی [illegible] میرا علم تمہارے بارے میں کچھ بھی بتانے سے قاصر ہے۔" اس نے اپنی کھنکھناتی آواز میں کہا۔ "میں [illegible] کو دیکھ کر [illegible] ان کے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیتی [illegible] ستارے مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتا دیتے [illegible] دنیا کے عجیب ترین انسان ہو۔ تمہارے بارے میں ستارے [illegible] کوئی اشارہ نہیں، کوئی ذرا سا بھی اشارہ نہیں [illegible] کیا سمجھوں۔ آج دل چاہ رہا ہے تمہاری غیر معمولی [illegible] کہ تم یقیناً دیوتا کا کوئی اوتار ہو۔ اگر ایسا ہے [illegible] میں تمہاری مناسب تعظیم و تکریم کروں اور تم سے کچھ [illegible]"

"[illegible] بات کا یقین نہیں کرو گی طاشرہ میں نے [illegible] نہ تو کوئی دیوتا ہوں اور نہ کسی دیوتا کا اوتار ہوں۔ [illegible] بات شاید تمہیں [illegible] طور پر معلوم نہیں ہے [illegible] کسی قسم کی ضرورت نہیں۔ [illegible] جو کچھ مانگنا ہے [illegible] بات پاس کس کر دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔"

[illegible] ایک [illegible] غیر معمولی [illegible] میں خاموش کیوں ہیں [illegible] سے [illegible] تمہارے [illegible] کی [illegible] پیش [illegible]

[illegible] کے لیے [illegible] نے جو [illegible] مجھے [illegible] نہیں معلوم [illegible] مجھے [illegible] کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

[illegible]

[illegible]

مجھے دیکھ رہا تھا۔

"لاگاس [illegible] نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ "اب ہمارے درمیان دشمنی ختم ہو چکی ہے۔ ہم دوست بن گئے ہیں۔ آؤ پچھلی باتوں کو بھلا دیں اور دوستی کے معاہدے کریں۔" میری آواز کافی بلند تھی۔ بہت سارے مہمان ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔

"ہاں [illegible]" لاگاس نے جواب دیا۔ میں اس کے لہجے کی [illegible] کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ "میں ساری پرانی تلخیوں کو فراموش کر دینا چاہتا ہوں۔ اب ہم ایک نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں۔"

"تو اس نئی زندگی کا آغاز [illegible] ہو۔" میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "پہلے تم اس [illegible] سے چند گھونٹ پیو پھر میں چند گھونٹ پیوں گا۔ [illegible] دوستی کی تکمیل کریں گے۔"

میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ [illegible] کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"یہ جام تمہارے لیے ہے [illegible]" [illegible] کہا۔ "[illegible] ہم دونوں ایک ساتھ پئیں گے۔"

"نہیں" میں نے [illegible] کرتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ایک ہی [illegible] جام سے پئیں گے۔" [illegible] مہمان ہمارے قریب [illegible]

اور پھر [illegible] زندگی کا ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے اپنی طویل زندگی میں بہت کم لوگوں کو اس جرات مندی کا مظاہرہ کرتے دیکھا ہے۔ لاگاس نے جام میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کی انگلیاں بری طرح کانپ رہی تھیں۔ اس نے جام سے چند گھونٹ پیئے اور جام مجھے واپس کر دیا۔ میں نے فوراً جام اپنے ہونٹوں سے لگایا اور اسے خالی کر دیا۔

لاگاس بھری محفل میں اپنے آپ کو ذلیل و رسوا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر وہ اس جام کو پینے سے انکار کرے گا تو اہل محفل اس کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس نے [illegible] کی خاطر موت کو گلے لگا لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ جب میں [illegible] جام [illegible] رہا تھا تو لاگاس کے ہونٹوں پر ایک گہری مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی زندگی کی آخری مسکراہٹ جس میں یہ یقین شامل تھا کہ اس کے مرنے کے بعد میں بھی زندہ نہیں بچ سکوں گا کیونکہ میں بھی اسی کی طرح زہر پی رہا تھا۔

چند لمحوں میں [illegible] نے دم توڑ دیا اور پوری محفل میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لاگاس کی موت کا سبب سمجھنے سے قاصر تھے [illegible] کے خیال کے مطابق مجھے بھی [illegible] چاہیے تھا [illegible] ان کے سامنے [illegible]

جشن طرب [illegible] میں تبدیل ہو گیا۔ لاگاس کے آخری سفر

کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور میں نے ازبیلا کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے یوتام اور لعشیہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ لعشیہ کو ازبیلا کی حکومت مل چکی تھی اور اب میرے وہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں، میں محل سے باہر نکلا۔ میں نے ایک نظر پلٹ کر محل کو دیکھا اور پھر کسی سمت کا تعین کیے بغیر چل پڑا۔ میری اگلی منزل کون سی تھی، مجھے اس کے بارے میں خود بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ لعشیہ اور یوتام کو ان کے حال پر چھوڑ کر اب میں نئی دنیاؤں کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمیشہ کی طرح اب ان لوگوں سے میری کبھی ملاقات نہیں ہو سکے گی جنہیں میں اپنے پیچھے چھوڑتے جا رہا تھا۔ میں ان کی دنیا سے ہمیشہ کے لیے نکل آیا تھا۔

میں نے ساری رات اپنا سفر جاری رکھا۔ ازبیلا کا شہر اور اس کے مضافات اب بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ میں وسیع گنجان اور تاریک جنگلوں سے گزرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ مجھے نہ سمت کا پتہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ میں نے کتنا سفر طے کر لیا ہے اور اب میں کہاں ہوں۔ بہرحال، یہ اندازہ مجھے ضرور تھا کہ میں سمندری علاقے سے بہت دور نکل آیا ہوں کیونکہ اب میں جس جنگل سے گزر رہا تھا، وہاں کی ہوا میں رطوبت کے بجائے خشکی کا احساس ہو رہا تھا۔ رات ڈھلنے لگی۔ ستارے ایک ایک کر کے نظروں سے اوجھل ہوتے گئے۔ دور افق پر ایک سفید مدھم سی لکیر نمودار ہونے لگی جو بہت آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی۔ ساری رات مختلف اقسام کے جنگلی جانوروں سے میری مڈبھیڑ ہوتی رہی تھی۔ ان میں بعض خطرناک درندے بھی شامل تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ تم تو جانتے ہی ہو پروفیسر کہ جنگل دن کو سوتے اور رات کو جاگتے ہیں۔ رات کو جنگل کی اپنی ایک زندگی ہوتی ہے جس کا تجربہ صرف انہیں لوگوں کو ہوتا ہے ——— جنہیں جنگل میں راتیں گزارنے کا موقع ملا ہو اور میں تو ہر قسم کے تجربوں سے گزر رہا تھا۔ اور گزرنے کے لئے تیار تھا۔

اب ہلکا ہلکا اجالا پھیلنا شروع ہو چکا تھا اور میں اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے منظر کو دیکھ سکتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک خوبصورت اور سرسبز شاداب وادی میں پایا جس کے تین اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ کھڑے ہوئے تھے اور ایک طرف صاف شفاف پانی کا ایک دریا انتہائی ترنم آمیز انداز میں بہہ رہا تھا۔ یہ ایک بہت بڑی وادی تھی جس میں دور تک چھوٹے چھوٹے مکانوں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ البتہ بعض مکان کافی بڑے اور بلند بھی نظر آ رہے تھے مگر ابھی تک مجھے کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید بستی کے لوگ ابھی تک محو خواب تھے کیونکہ ابھی تک سورج نہیں ابھرا تھا۔

میں ایک بڑے سے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اور میں نے آرام سے اپنی ٹانگیں زمین پر پھیلا دیں۔

نہ جانے یہ جگہ کون سی ہے اور یہاں رہنے والے کون لوگ ہیں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ بہرحال، کوئی بھی ہوں، مجھے ان سے کیا لینا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ کچھ دیر یہاں ٹھہر کر اور بستی کی سیر کر کے آگے چلا جاؤں گا۔ لیکن مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ حیرت انگیز واقعات کی ایک دنیا میرے انتظار میں یہاں موجود ہے۔ میں رات بھر چلتا رہا تھا، اس لئے صبح کی ٹھنڈی ہوا سے مجھے بہت راحت محسوس ہوئی اور آہستہ آہستہ میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

میں شاید زیادہ دیر تک نہیں سویا تھا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کچھ لوگ زور زور سے میرے قریب باتیں کر رہے تھے۔

میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا وہ تعداد میں پانچ تھے اور عمدہ قسم کے گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ بڑے قوی ہیکل اور مضبوط جسموں کے لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک کا لباس باقی چاروں کے لباس کے مقابلے میں زیادہ اعلیٰ درجے کا معلوم ہوتا تھا۔ وہ شاید ان سب کا سردار تھا۔

"مجھے تو یہ کوئی مفرور غلام معلوم ہوتا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ "شاید کسی قافلے سے بھاگا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "لیکن شکل و صورت سے غلام نہیں لگتا۔ اس کی رنگت کتنی لاجواب اور جسم کتنا خوبصورت ہے۔"

"غلاموں کے سر پر کیا سینگ لگے ہوتے ہیں؟" تیسرے شخص نے جو سردار نظر آ رہا تھا کہا۔ "کیا غلام خوبصورت اور حسین جسموں کے مالک نہیں ہو سکتے؟ اس سے پوچھو کہ یہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے، اور یہاں اس وقت کیا کر رہا ہے۔"

ان میں سے دو آدمی اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر آئے اور میرے قریب آ کر مجھے غور سے دیکھنے لگے۔ میں بھی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگا۔ ان کے چہرے پر اضطراب کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور آرام کر رہا ہوں۔" میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

یہاں میں یہ بتا دوں پروفیسر، کہ یونان کی تاریخ کا وہ دور تھا۔ جب انسانوں کو غلام بنا لینا ایک معمولی بات تھی۔ بیرونی ملکوں سے غلام لائے جاتے تھے۔ اندرون ملک بھی لوگوں کو پکڑ کر غلام بنایا جاتا تھا۔ انہیں ساری زندگی اپنے آقاؤں کی خدمت میں گزارنی پڑتی تھی۔ سمندری قزاق بڑے بڑے جہازوں میں غلاموں کی تلاش میں گھوما کرتے تھے اور ادھر ادھر سے لوگوں

کو پکڑ کر ان کو بذریعہ طاقت اسیر کر کے غلام بنا لیا جاتا تھا۔ اور جہازوں میں لاد کر دور دراز کے ملکوں میں فروخت کر دیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں بے شمار چھوٹے لوگوں کے گروہ ادھر سے ادھر گھوما کرتے تھے اور اکا دکا لوگوں کو پکڑ کر انہیں اپنا غلام بنا لیتے تھے اور غلاموں کے کسی تاجر کے ہاتھوں انہیں فروخت کر کے ملک سے باہر بھجوا دیتے تھے۔ یونان کے غلاموں کی المناک زندگی سے متعلق بہت سے دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات میرے سینے میں محفوظ ہیں جنہیں میں پھر کبھی سناؤں گا۔

میں ان لوگوں کو کچھ کچھ پہچان رہا تھا۔ یہ لوگ اپنے تیوروں سے مجھے مشکوک نظر آ رہے تھے۔ ان کا تعلق شاید غلاموں کی تجارت سے تھا اور یہ اکا دکا لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا لیا کرتے تھے۔ میری سوچ غلط نہیں نکلی۔

"یہ نڈر بھی لگتا ہے اور حاضر جواب بھی۔ یقیناً اس نے کسی اچھے ماحول میں زندگی گزاری ہے۔ کافی بڑی رقم دے جائے گا۔" سردار نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس کی زبان اور لب و لہجہ بھی صاف ہے۔"

"تم کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں اس وقت کیا کر رہے ہو؟" اس بار سردار نے براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"تمہارے سوال کے دوسرے حصے کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں اور پہلے حصے کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔ بات دراصل یہ تھی پروفیسر کہ میں نے اپنی زندگی کے کافی دن کسی نہ کسی صورت میں غلام بن کر گزار لئے تھے اور اب میں دوبارہ غلام بننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں کافی عرصہ العیش کی غلامی میں رہا تھا۔ پھر مجھے شاکا منہ نے خرید لیا اور میں نے غلامی کی زندگی کے کافی تجربات حاصل کر لئے۔ اگرچہ فی الحقیقت کبھی بھی میرے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا گیا جو سرزمین یونان پر غلاموں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ لیکن اب میں اس زندگی کو دوبارہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

"بڑے مغرور معلوم ہوتے ہو۔" سردار نے کہا۔ "کچھ کام دھندا بھی جانتے ہو؟ فن سپہ گری سے واقف ہو؟"

"جب میں تمہارے پاس کسی درخواست کے ساتھ آؤں کہ مجھے اپنی ملازمت میں قبول کر لو۔ اس وقت تم مجھ سے یہ سارے سوالات پوچھ لینا۔" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ "اس وقت کی زحمت نہ کرو اور اپنا راستہ لو۔"

"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔" سردار نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "تمہیں شاید معلوم نہیں کہ تم اس وقت کس سے گفتگو کر رہے ہو۔ میرا نام شاہ ... ہے اور تم جیسے لوگ میری دولت بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہاں سے دور میرا جہاز ایک ویران ساحل پر لنگر انداز ہے جس میں تمہارے جیسے بہت سے بند ہیں۔ اب تم اس سرزمین کو دوبارہ نہیں دیکھ سکو گے۔ مجھے اب مزید تلاش کی ضرورت نہیں۔ تنہا تمہاری قیمت دس عام غلاموں کی قیمت سے بھی زیادہ ہو گی۔ بڑا خوبصورت بدن ہے تمہارا۔"

یہ کہہ کر وہ بڑے زور سے ہنسا۔ اس کا قہقہہ بڑا خوفناک تھا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے برابر کھڑے ہوئے شخص کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور پروفیسر اس شخص نے اتنی شدید حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ مجھ پر جال پھینکا کہ چند لمحوں تک تو میں یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ ہوا کیا۔ اور پھر مجھے اندازہ ہوا کہ میرے جسم کا اوپری حصہ نہایت مضبوط ڈوریوں میں جکڑا جا چکا ہے۔ میں جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے کھڑے ہوتے ہی جال نے میری ٹانگوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ سردار کے ساتھی کے ہاتھ کی ایک جنبش نے میری ٹانگوں کی آزادی بھی چھین لی۔ اب میں مچھلی کی طرح جال میں پھنسا ہوا تھا۔

"تمہاری بدزبانی کی سزا کے طور پر میں تمہیں قتل بھی کر سکتا تھا۔" سردار نے حقارت آمیز لہجے میں مجھ سے کہا۔ "لیکن میں بنیادی طور پر ایک کاروباری آدمی ہوں۔ اور کاروبار کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جذبات کو عقل پر غالب مت آنے دو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم بیش قیمت قسم کے غلام ہو اور میں تمہاری بہت زیادہ قیمت وصول کر سکتا ہوں۔ اس لیے میں تمہیں مارنے کے بجائے گرفتار کرنا زیادہ پسند کروں گا۔"

پروفیسر میں اگر چاہتا تو چند لمحوں میں یہ سارا ناٹک ختم ہو سکتا تھا۔ جال اور ریشم کی یہ ڈوریں بھلا میری آزادی کی راہ میں کیا رکاوٹ بن سکتی تھیں۔ ایک بار تو میرا جی چاہا کہ انسانوں کی تجارت کرنے والے ان بردہ فروشوں کو یہیں جہنم واصل کر دوں اور خود کہیں آگے نکل جاؤں۔ لیکن پھر فوراً میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ سردار نے اپنے جہاز کا ذکر کیا ہے جو یہاں سے کافی فاصلے پر ایک ویران ساحل پر کھڑا ہوا ہے اور جس میں بہت سے غلام موجود ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو زیادہ بڑی اور زیادہ کڑی سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ میں نے خود کو جال سے آزاد کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

سردار کے ساتھی نے ڈوری کھینچی اور جال کو میرے جسم کے گرد اور زیادہ سختی کے ساتھ کس دیا۔ میرے دونوں بازو پہلوؤں کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور دونوں ٹانگیں سیدھی ہو کر آپس میں جڑ گئی تھیں۔ میں زمین پر کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اپنی مرضی سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا تھا۔

میرے قریب کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں نے سردار کے اشارے پر مجھے دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور پھر انہوں نے مجھے اٹھا لیا۔ میرا وزن کوئی غیر معمولی نہیں تھا۔ تم تو دیکھ ہی رہے ہو پروفیسر، میری جسامت ایک عام صحت مند انسان کی جسامت سے زیادہ نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اٹھا کر گھوڑے کی پیٹھ پر لاد دیا اور پھر اچھی طرح سے مجھے گھوڑے کے جسم کے ساتھ باندھ دیا تاکہ میں گر نہ سکوں۔ سردار نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور باقی چاروں آدمی بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جس گھوڑے پر مجھے لادا گیا تھا وہ درمیان میں تھا اور تب پروفیسر میں نے فیصلہ کیا کہ اب ان کو کڑی سے کڑی سزا ملنی ہی چاہیے اور اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دیا۔

ملتے ہیں۔ ان لوگوں کی آپس کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان کا سردار جس کا نام [illegible] ہے، طلیطلہ کا ایک ہسپانوی تاجر ہے۔ وہ کئی بڑے بڑے جہازوں کا مالک ہے۔ اس کے تجارتی جہاز ہر وقت گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور اس کے مسلح کارندے ہر جگہ سے انسانوں کو پکڑ پکڑ کر اٹھا لے جاتے ہیں اور انہیں غلام بنا لیتے ہیں۔ پھر ان غلاموں کو جہازوں کے ذریعے ان کے اصل وطن سے ہزاروں میل دور پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے وطن کو، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو کبھی زندگی بھر دوبارہ نہیں دیکھ سکتے اور اجنبی سرزمینوں پر اجنبی لوگوں کے درمیان اپنی دکھ بھری زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ بردہ فروشوں کا یہ گروہ ازبیلا میں غلاموں کی تلاش میں آیا تھا۔ لیکن ازبیلا میں ہونے والی اچانک سیاسی تبدیلیوں کے پیش نظر [illegible] جلد ہی یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ [illegible] نے قزاقوں کی مدد سے ازبیلا کی حکومت پر قبضہ کر لیا ہے لیکن دراصل اس فتح کا سہرا ایک ایسے پراسرار شخص کے سر ہے جس کے بارے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے لیکن وہ شخص حیرت انگیز اور غیر انسانی قوتوں کا مالک ہے۔ سنا ہے کہ اس پر تلوار اثر نہیں کرتی۔ سارے ازبیلا میں اس شخص کے چرچے ہیں۔ بچے بچے کی زبان پر اس کی شجاعت کے قصے ہیں۔

"اگر وہ شخص ہمیں تنہا مل جائے تو ہم [illegible]" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ شاید ہم سب کا قیمہ بنا دے" [illegible] نے قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

میں ان لوگوں کی گفتگو سن کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ ان بے وقوفوں کو اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ وہ ایک غلام کو نہیں بلکہ اسی شخص کو اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں۔

ویرانوں اور جنگلوں سے گزرتا ہوا ہمارا چھوٹا سا قافلہ شام تک سفر کرتا رہا۔ ازبیلا بہت پیچھے رہ گیا تھا اور وہ گاؤں بھی اب بہت دور رہ گیا تھا جہاں میں نے قیام کیا تھا۔ جہاں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا اور جہاں سے ان لوگوں نے [illegible] اس دوران انہوں نے صرف ایک بار مجھے ایک برتن سے پانی پلایا تھا۔ [illegible] میں تھا جس کو انہوں نے میرے منہ سے لگا دیا تھا اور میں نے اس طرح بےتاب ہو کر پانی پیا گویا میں سخت پیاسا تھا اور بغیر پانی کے مر رہا تھا۔ دراصل یہ ظاہر کرنا ضروری تھا [illegible] انہیں یہ شبہ نہ ہو کہ میں کوئی غیر معمولی انسان ہوں۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں پورے ازبیلا میں اس غیر معروف انسان کے چرچے تھے [illegible] بردہ فروشوں نے بھی اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ میں انہیں وقت سے پہلے ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چلتے چلتے شام ہو گئی۔ ایک جگہ سرسبز درختوں کے جھنڈ کے نیچے انہوں نے گھوڑے روک دیئے۔ "اب ہمیں یہاں قیام کرنا چاہیے۔" سردار نے کہا۔ "ہمیں چلتے ہوئے سارا دن گزر گیا ہے لہٰذا اب رات بھر آرام کرنے کے بعد صبح ہم دوبارہ روانہ ہوں گے۔ [illegible] کے بعد زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنے جہاز پر ہوں گے۔" اس کے باقی ساتھیوں نے اس سے اتفاق کیا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگ اب ساحل سے بہت زیادہ دور نہیں تھے۔

ان لوگوں نے مجھے گھوڑے سے نیچے اتارا اور سرسبز گھاس پر بٹھا دیا۔ [illegible] کی جکڑن [illegible] ڈھیلی کر دی گئی [illegible] بلکہ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک مضبوط رسی [illegible] ایک مضبوط درخت کے موٹے تنے کے ساتھ باندھ دیا [illegible] جسم کا بالائی حصہ اور میرے دونوں ہاتھ [illegible] سختی کے ساتھ ریشم کی ڈوریوں سے بندھے ہوئے تھے۔

آگ روشن کر لی گئی [illegible] ان لوگوں نے ایک چھوٹے سے ہرن کا شکار کیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے ہرن کی کھال اتاری [illegible] کے گوشت کے پارچے بنائے [illegible] آگ کے ساتھ [illegible] بھنتے ہوئے گوشت کی خوشبو سارے جنگل میں پھیل گئی۔ [illegible] پانچوں مزے سے بھنے گوشت کو [illegible] تھے۔ انہوں نے مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا تھا گویا میرا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ [illegible] میرے لیے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی۔ [illegible] کے نزدیک غلاموں کی [illegible] اہمیت تھی [illegible] غلاموں کو بھوکا رکھنا [illegible] ایک عام بات تھی۔

[illegible] پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور آپس میں دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ اب ان کی گفتگو کا موضوع [illegible] نہیں تھا۔ وہ اب اپنے [illegible] کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جو [illegible] ساحل پر کھڑا ہوا تھا اور جہاں ان کو صبح کو پہنچنے والے تھے۔ ان لوگوں کی گفتگو سے مجھے پتا چلا کہ [illegible] جہاز سمندر کے سینے پر [illegible] ہے اور اس نے [illegible] مختلف علاقوں سے سیکڑوں غلام اکٹھے کئے ہیں۔ یہ جہاز یہاں سے سیدھا روم کا راستہ اختیار کرے گا جہاں ان سارے غلاموں کو فروخت کر دیا جائے گا۔ مجھے یہ بھی پتا چلا کہ [illegible] اس کے ساتھیوں کا تعلق پرتگال سے ہے [illegible] اس وقت [illegible] ان کے [illegible] جہاز موجود ہیں۔

کھانا کھانے کے دوران [illegible] کے بعد بھی انہوں نے مجھے [illegible] نہیں کی [illegible] ان کی رائے تھی [illegible] خریدنے والے بھی ایک غلام سے اسی قدر [illegible] ہونی چاہیے [illegible] وہ کتنی قیمت لائے گا۔ انہیں یقین تھا کہ میری اچھی قیمت ملے گی۔ پھر بھلا اس بارے میں زیادہ سوچنے یا گفتگو کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

کھانا کھانے کے بعد انہوں نے میرے جسم کے گرد بندھے ہوئے [illegible] کو اچھی طرح معائنہ کیا۔ اس کی گرہ [illegible] پھندوں کا اچھی طرح [illegible] میں بندھی ہوئی ڈوری کو کھینچ کھینچ کر اس کی مضبوطی کا جائزہ [illegible] کے ساتھ بندھے ہوئے [illegible] اچھی طرح دیکھ لیا۔ وہ لوگ سونے سے پہلے اس بات کا مکمل اطمینان کر لینا چاہتے تھے [illegible] جال کی ڈوریاں توڑ کر [illegible] فرار اختیار کر لوں۔

اپنے طور پر پورا اطمینان کر لینے کے بعد وہ پانچوں آرام سے بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو بھی اچھی طرح کھلا پلا کر درختوں سے باندھ دیا تھا۔ اس کے بعد ان میں سے چار لیٹ گئے اور ایک کھڑا ہو کر پہرہ دینے لگا۔ [illegible] نظم و ضبط کے عادی اور تجربہ کار لوگ تھے۔ ایک پہر رات گزر گئی اور اس دوران کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ سوائے اس کے کہ پہرہ دینے والا شخص کبھی کبھی مجھ پر نظر ڈال لیتا تھا۔ میری آنکھیں [illegible] بھی بند نہیں تھیں اور میں بالکل خاموش تھا۔ لیکن پہرہ دینے والے شخص [illegible] معلوم تھی کہ میں کس سے باتیں کر رہا ہوں۔ گزرے ہوئے [illegible] کی باتیں، آنے والے زمانوں کی باتیں، حال کی باتیں۔ میرے سر پر [illegible] سیاہ آسمان کی چادر میں ہزاروں ستارے جگمگا رہے تھے اور [illegible] اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو کر اپنے پرانے دوستوں سے خاموشی [illegible] کے ساتھ محو کلام تھا۔ ایک پہر رات گزر جانے کے بعد پہرے دار نے اپنے [illegible] ساتھی کو جگا دیا اور خود آرام کرنے کے لیے سو گیا۔ اس کی ڈیوٹی [illegible] گئی تھی۔

ابھی دوسرے پہرے دار کی ڈیوٹی کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ [illegible] حساس کانوں میں سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ [illegible] کے بے فکری کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ اس نے یہ آواز نہیں سنی [illegible] میں نے اس طرف متوجہ ہونے کی کوشش بھی نہیں کی [illegible] سرسراہٹ کی آواز قریب تر ہو رہی تھی۔

[illegible] تب اچانک پہرے دار اپنی جگہ سے اچھل کر دور جا گرا۔ ایک سیاہ [illegible] خوفناک سانپ ٹھیک اسی جگہ موجود تھا جہاں چند لمحے پہلے وہ [illegible] کھڑا ہوا تھا۔ سانپ اب تیزی سے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے [illegible] جسم میں صرف میری ٹانگیں حرکت کرنے کے قابل تھیں اور پہرے دار [illegible] میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے وہ سانپ کو ہلاک کر سکے۔ [illegible] میں جلدی جلدی ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کوئی پتھر وغیرہ [illegible] اس کی کمر سے بندھی ہوئی تلوار موجود تھی لیکن ظاہر ہے [illegible] اس وقت کار آمد ثابت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ سانپ اگلے ہی لمحے میرے سینے پر چڑھ آیا۔

میں پھر بھی پریشان نہیں ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ سانپ اگر مجھے کاٹ بھی لیتا تو میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ مگر یہ اتنی خطرناک [illegible] مظاہرے کا مناسب وقت نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے لیٹے ہی لیٹے بڑی تیزی سے اس طرح پلٹا کھایا کہ سانپ میرے سینے کے نیچے دب کر رہ گیا۔ پہرے دار حیرت اور خوف کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اسے شاید یقین تھا کہ اب میں زندہ نہیں رہ سکوں گا اور یہ زہریلا سانپ ضرور مجھے ڈس لے گا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی عالم میں پڑا رہا۔ وہ سانپ میرے پتھر جیسے سینے کے نیچے دب کر بالکل بے بس ہو گیا۔ وہ ایک بار بھی جنبش نہ کر سکا۔ اس کی دم کی طرف کا کچھ حصہ آزاد تھا جسے اس نے دو ایک بار زور زور سے ہلایا اور پھر دم توڑ دیا۔ اس کے بعد میں سیدھا ہو گیا۔ مرا ہوا سانپ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ پہرے دار میرے قریب آیا اور غور سے میری شکل دیکھنے لگا۔ میں مسکرا دیا۔

"تم زندہ ہو؟ تمہیں سانپ نے کاٹا تو نہیں؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ "قبل اس کے کہ وہ مجھے کاٹتا، میں نے اس کا بھرتہ بنا دیا۔"

"تم واقعی بڑے عجیب و غریب آدمی ہو۔ بہت ہی بہادر اور غیر معمولی۔" اس نے کہا۔ "کیا تم مجھے بھی اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"اگر میں اپنے بارے میں کچھ جانتا ہوتا تو تمہیں ضرور بتا دیتا۔" میں نے جواب دیا۔

پہرے دار خاموش ہو گیا۔ رات گزر گئی اور ان چاروں نے باری باری پہرہ دیا۔ سردار ساری رات سوتا رہا۔ صبح کو رات والے پہرے دار نے سردار کو مرا ہوا سانپ دکھایا اور اسے سارا واقعہ سنایا۔ سردار بہت متحیر ہوا اور اس نے میرے کارنامے سے خوش ہو کر میرے حال پر یہ عنایت کی کہ مجھے رات کا بچا ہوا کچھ گوشت دیا۔ جسے لینے سے میں نے شکریے کے ساتھ انکار کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہمارا سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد جنگل کے گھنے درخت ختم ہو گئے اور ریتیلا میدان شروع ہو گیا۔ اب دور سے سمندر کا چمکتا ہوا پانی نظر آ رہا تھا۔ لیکن ساحل تک پہنچنے کے لیے ابھی کافی فاصلہ طے کرنا تھا۔ ہم لوگ اسی طرح چلتے رہے اور سمندر نزدیک آ گیا۔ یہاں تک کہ ہمیں ایک جہاز کے دھندلے دھندلے نقوش بھی نظر آنے لگے۔

یہ واقعی ایک ویران ساحل تھا۔ دور تک میلوں تک کسی متنفس کا پتہ نہیں تھا۔ سمندر کا یہ حصہ جہازوں اور کشتیوں سے بالکل خالی تھا۔ دراصل یہ ایک چھوٹی سی خلیج تھی جو کافی اندر تک چلی گئی تھی۔ یہاں میلوں تک کوئی آبادی نہیں تھی اور اس نے اپنے جہاز کو کھڑا کرنے کے لیے یقیناً بہت محفوظ جگہ تلاش کی تھی۔ یہاں اس کا جہاز اگر مہینوں تک بھی لنگر انداز رہتا تو کسی کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی تھی۔

ہم لوگ جب ساحل کے قریب پہنچے تو زرفاس اور اس کے دوسرے ساتھی گھوڑوں پر سے اتر پڑے۔ زرفاس نے جہاز کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہیں میں نے دیکھا کہ جہاز کے ساتھ بندھی ہوئی ایک بڑی سی کشتی کو کھولا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کشتی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ زرفاس اپنے تین ساتھیوں سمیت چار آدمی کشتی میں سوار ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بھی ساتھ ہی لے لیا تھا۔ ایک آدمی گھوڑوں کے ساتھ ساحل پر رہ گیا۔

ہم لوگوں کو جہاز پر پہنچانے کے بعد کشتی فوراً ہی واپس چلی گئی اور تھوڑی دیر میں پانچویں آدمی کو بھی پانچوں گھوڑوں کے ساتھ لے آئی۔ گھوڑوں کو بھی جہاز پر سوار کرا لیا گیا۔

یہ ایک بہت بڑا جہاز تھا لیکن اس میں مسافر نہیں تھے۔ عملے کے افراد کے علاوہ اس میں بڑی تعداد میں مسلح سپاہی تھے اور جہاز کا ایک بہت بڑا حصہ غلاموں سے بھرا ہوا تھا۔

مجھے بھی ان غلاموں میں شامل کر دیا گیا اور میرے جسم پر سے ریشم کے جال کو کھول کر مجھے لوہے کی مضبوط زنجیر پہنا دی گئی۔

میں ان غلاموں کی حالت کیا بتاؤں۔ پروفیسر! تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ اس زمانے میں غلاموں کے ساتھ کیسا بدترین سلوک کیا جاتا تھا۔ ان غلاموں کی تعداد کئی سو کے لگ بھگ تھی۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں اور بچے بھی۔ سارے مرد اور ساری عورتیں جوان تھیں۔ بوڑھے غلاموں کا اس زمانے میں کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ بوڑھے غلام کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ محنت مشقت کا کام کرنے کے قابل نہیں ہوتا تھا۔ غلاموں کی اکثریت بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مر جاتی تھی اور اگر کوئی غلام اتنا ڈھیٹ ہوتا تھا کہ ساری سختیاں جھیلنے اور غیر انسانی حالات میں زندگی گزارنے کے باوجود بڑھاپے کی منزل میں داخل ہو جاتا تھا تو کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہوتا تھا۔ اسے مرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا جاتا تھا۔ سپارٹا والے اپنے بوڑھے غلاموں کو خود ہی ہلاک کر دیا کرتے تھے۔ یہی حال بیمار غلاموں کا ہوتا تھا۔ کسی غلام کا بیمار ہو جانا اس کے لیے موت کا پیغام تھا کیونکہ بیماری کے بڑھنے کی صورت میں مالک خود ہی اسے ختم کر دیتے تھے۔ بیمار غلاموں کے علاج معالجے کا تو تصور ہی نہیں تھا کیونکہ کسی کے پاس وقت تھا نہ پیسہ۔

جہاز کے نیچے ایک بڑا سا تہ خانہ بنا ہوا تھا۔ بہت بڑا تہ خانہ۔ اس میں غلاموں کو بوریوں کی طرح بھر دیا گیا تھا۔ مجھے جب یہاں زنجیروں سے باندھ کر لایا گیا تو سخت تعفن کی وجہ سے میرا دماغ پھٹنے لگا۔ میرے چاروں طرف گندگی اور غلاظت کے ڈھیر تھے۔ بیمار، گرسنہ، بیمار، ناتواں، زرد، پیلے، زنجیر بردوش انسانوں کا ہجوم جس میں بہت سے بچے بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کے جسموں پر سیاہ میل کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں اور سخت بدبو اٹھ رہی تھی۔ کسی کو بھی نہ جانے کب سے نہانے کا موقع حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ سارے کے سارے ننگ دھڑنگ تختوں کے سخت لکڑی کے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں کے نیچے کوئی بستر نہیں تھا۔ ان کے بال، داڑھی، ناخن بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ میں اس ہولناک منظر کو دیکھ کر کانپ اٹھا اور میرے دل میں بردہ فروشوں کے خلاف شدید نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ میری آمد پر تمام غلاموں کی توجہ میری جانب مبذول ہو گئی۔ وہ مجھے حیرت کے ساتھ دیکھنے لگے۔ میرے جسم کی کھلی ہوئی اور میری انوکھی رنگت انہیں بہت متاثر کر رہی تھی۔

میں نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک موجود غلاموں پر نظر ڈالی۔ ان میں مجھے مختلف قوموں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے مرد اور عورت نظر آئے۔ ان میں سیاہ فام حبشی بھی شامل تھے اور سفید فام یورپی بھی۔ کتنی ہی ایک چپٹی ناک اور پیلی رنگت والے منگول نسل کے لوگ بھی تھے اور گندمی رنگت والے سانولے سلونے ہندوستانی بھی۔ نہ جانے کہاں کہاں سے انہیں پکڑ کر یہاں لایا گیا تھا۔ قسمت ان بے چاروں کو نہ جانے دنیا کے کن کن گوشوں سے یہاں کھینچ لائی تھی۔

جو مسلح سپاہی مجھے تہ خانے میں لائے تھے انہوں نے ایک دھکے کے ساتھ مجھے ان لوگوں کی طرف بھیج دیا۔ باقی سارے غلاموں کی طرح میرے ہاتھ پیروں میں بھی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں۔ میں اچانک جھٹکے سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نیچے گر گیا۔ جس جگہ میں گرا وہاں ایک نوجوان سیاہ فام عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کی آنکھوں میں ساری دنیا کی ویرانیاں سمٹ آئی تھیں۔ اس عورت نے بڑے اپنائیت کے انداز میں مجھے اپنے ہاتھوں سے سہارا دیا۔ سپاہی ہنسنے لگے۔ ان کی اس بیہودگی پر میرا خون کھول گیا۔ میں چاہتا تو انہیں مکھی مچھر کی طرح مسل کر پھینک دیتا۔ لیکن اس وقت مجھے مصلحت آمیز خاموشی سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ میں چپ چاپ اس مہربان عورت کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے اپنا سر جھکا لیا گویا میں بہت دکھی اور مغموم ہوں۔ سارے غلام خوفزدہ بھیڑ بکریوں کی طرح سپاہیوں کو دیکھ رہے تھے جن کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چابک نظر آ رہے تھے۔

سپاہی مجھے تہ خانے میں پھینک کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد بہت سے غلام اپنی جگہوں سے چل کر میرے پاس آ گئے۔ وہ مجھ سے مختلف قسم کے سوالات پوچھنے لگے۔ وہ الگ الگ زبانیں بول رہے تھے لیکن میرے لیے یہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔ میں ان سب کی زبانیں بخوبی سمجھتا تھا۔ میں نے ان کے سوالات کی بوچھاڑ کے جواب میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ میں بھی ان کی طرح ان بردہ فروشوں کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوں۔ لیکن مجھے اپنی آزادی سے محبت ہے۔ میں نے دیکھا، پروفیسر! آزادی کے نام پر ان کی آنکھوں میں ایک لمحہ کو ایک چمک پیدا ہوئی جو فوراً ہی معدوم ہو گئی۔ بھلا آزادی سے کون محبت نہیں کرتا ہے۔ میں نے دیکھا پروفیسر! ان میں سے ہر ایک کی برہنہ پشت پر کوڑوں کی ضربوں کے لمبے لمبے نشانات موجود تھے۔ ان میں سے بعض نشانات تو اس قدر تازہ تھے کہ ان میں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو بڑی باقاعدگی سے کوڑے مارے جاتے تھے۔ میں اس... یہ منظر

سے بہت متاثر ہوا اور میں نے طے کر لیا کہ ان بردہ فروشوں کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ ہمیشہ اسے یاد رکھیں گے۔

جو سیاہ فام عورت میرے قریب بیٹھی تھی۔ اس نے اپنا نام کاواسا بتایا۔ اس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ان غلاموں میں سے بہت سے پیدائشی طور پر ہی پہلے سے غلام ہیں اور انہیں بابل میں انہوں نے مختلف مقامات سے خریدا ہے۔ تاہم اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہیں میری طرح زبردستی پکڑ کر غلام بنا لیا گیا تھا۔ کاواسا کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ اس نے سپاہیوں سے سنا ہے کہ انہیں صرف زرفاس کی واپسی کا انتظار تھا۔ اس کے فوراً بعد وہ کوچ کر جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شاید رات میں جہاز یہاں سے روانہ ہونے والا تھا اور مجھے اس سے پہلے اپنا کام کر لینا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں سے روانہ ہونے کے بعد جہاز کی اگلی منزل کون سی ہوگی اور وہاں تک پہنچنے میں کتنا عرصہ درکار ہوگا۔ میں اتنے عرصے تک زبردستی غلامی کی زندگی گزارنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ کاواسا مجھے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اس نے میرے بارے میں بہت سے سوالات کیے۔ لیکن میں نے اسے صرف یہ بتایا کہ بردہ فروشوں نے مجھے دجلہ کے قریب سے گرفتار کیا ہے اور میں انطاکیہ کی فوج کا ایک سپاہی ہوں۔

تہ خانوں میں کوڑے لیے پہرے دار ہر وقت ہماری نگہداشت کر رہے تھے اور حسب مرضی جس غلام کو چاہتے اس کی پیٹھ پر کوڑے برسانا شروع کر دیتے۔ انہیں اس کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں تھی۔ میں بڑی مشکل سے یہ منظر دیکھتا رہا۔ شکر ہے کہ اس دوران کسی پہرے دار نے میری طرف توجہ دینے کی کوشش نہیں کی۔

دن بیت گیا اور شام ہو گئی۔ تہ خانے میں پھیلی ہوئی نیم تاریکی، تاریکی میں بدلنے لگی۔ دن بھر غلاموں کو کچھ کھانے کو نہیں دیا گیا تھا۔ کاواسا نے مجھے بتایا کہ ان لوگوں کو چوبیس گھنٹے میں صرف ایک دفعہ کھانا دیا جاتا ہے۔ شام کے وقت اور وہ بھی اتنا کم ہوتا ہے کہ بمشکل کسی کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ مسلسل نیم فاقہ کشی کا شکار رہتے ہیں۔

میں نے دل ہی دل میں سارا منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ اس دوران کاواسا کے علاوہ میری اور کسی سے زیادہ گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ میں اسے اپنا منصوبہ نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ کوئی بھی انسان اسے محض پاگل پن ہی قرار دیتا۔

رات گہری ہو گئی اور اندھیرا بڑھتا گیا۔ تہ خانے میں اس وقت صرف دو پہرے دار موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے غلاموں کی جانب سے کسی قسم کی بغاوت کا خطرہ نہ تھا اس لیے دو پہرے دار بھی ضرورت سے زیادہ ہی تھے۔

میں کچھ دیر تک اور انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ اور دوسرے آنے والی آوازیں آہستہ آہستہ کر کے رک گئیں اور چاروں طرف گہری خاموشی چھا گئی۔ پہرے داروں نے تہ خانے میں ایک شمع روشن کر دی تھی جس کی پژمردہ روشنی میں ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ لیکن تہ خانے کے وہ گوشے جو شمع سے دور تھے، تقریباً مکمل تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دونوں پہرے دار بھی خراٹے لینے لگے۔ انہیں اطمینان تھا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہو سکتی۔

میں نے ایک نظر غلاموں کے گروہ پر ڈالی۔ زیادہ تر لوگ فرش پر لیٹ کر سو گئے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو جاگ رہے تھے۔ ان میں کاواسا بھی شامل تھی جو میرے قریب ہی آنکھیں کھولے ہوئے لیٹی تھی۔

"کاواسا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "کیا تمہیں نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے؟" کاواسا نے دکھ بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "میرے لیے جاگنا یا سونا سب برابر ہیں۔ لیکن صرف اس وقت تک کے لیے جب تک کہ ہم اس جہاز پر موجود ہیں۔ اس کے بعد دیکھو ہماری تقدیریں ہمیں کہاں لے جائیں۔"

"ہماری تقدیروں کا یہ فیصلہ ہے کہ آج کی رات ہماری غلامی کی آخری رات ہے۔" میں نے پرزور لہجے میں کہا اور آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے جسم سے بندھی ہوئی زنجیریں زور سے بج اٹھیں۔ لیکن یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں تھی جو پہرے داروں کی نیند خراب ہوتی۔

میرے ان الفاظ نے کاواسا کو ایک دم حیران کر دیا اور میرے اس طرح اٹھ جانے سے وہ بھی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کیا کرنے جا رہے ہو... تم... اوہ... تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں..." اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی۔

"میرے نام کی فکر مت کرو۔" میں نے اسی لہجے میں جواب دیا "اور خاموشی سے دیکھتی رہو کہ میں کیا کرتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے جسم کو آہستہ سے جھٹکا دیا تاکہ زنجیروں کی آواز پیدا نہ ہو۔ لیکن اتنا ہی جھٹکا کافی تھا اور تمام زنجیریں موم کے ٹکڑوں کی طرح کٹ کر میرے جسم سے جدا ہو گئیں۔

"تم حیرت انگیز ہو..." کاواسا کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ "تم یقیناً کوئی جادوگر ہو۔" لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

کئی غلام جو ہمارے قریب تھے جاگ رہے تھے۔ ہماری کھسر پھسر سن کر وہ ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ مجھے آزاد دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پہرے داروں کی طرف بڑھنے لگا۔ بردہ فروش پہرے داروں کی یہ نیند ان کی زندگی کی آخری نیند ثابت ہوئی اور میرے ہاتھوں کی ایک معمولی جنبش نے انہیں قید حیات سے نجات دلا دی۔ ان کے مردہ جسم تہ خانے کے سرد فرش پر لڑھک گئے۔

اس کے بعد جو کام میں نے کیا وہ تو فانے کے لیے تھا اور جنہوں نے کہ مدت سے بند کر دیا اب بہت سے لوگ اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے ہونٹوں سے حیرت بھری آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں سب سے پہلے اس کے قریب آیا اور میں نے ایک ہی جھٹکے میں اس کی زنجیریں توڑ دیں۔ اس ناتوانی کے عالم میں بھی اس کا جسم بڑا گداز تھا۔ تب میرے ہاتھ اس کے نیم برہنہ بدن سے مس ہوئے تو میرے رگ و پے میں بجلی سی دوڑ گئی۔ کالوا سانادر کو کر خوشی کے مارے ناچنے لگی۔

"کوئی فائدہ نہیں، اس سے کوئی فائدہ نہیں۔" چیچک زدہ چہرے والے ایک پستہ قد غلام نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔ "ہم نے بحری بیڑوں کو ہلاک کر کے اپنی موت کا سامان کر لیا ہے۔ صبح ہوتے ہی وہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے، خواہ تم اپنے عمل کے ذریعے ہم سب کی زنجیریں ہی کیوں نہ کھول دو۔"

"ایسا نہیں ہوگا میرے دوست۔" میں نے اس کی زنجیریں توڑتے ہوئے کہا۔ "اپنے حوصلے بلند رکھو۔ ہم ان ظالموں کو نیست و نابود کر دیں گے۔" وہ حیرت سے اپنے آزاد جسم کو دیکھنے لگا۔

میں نے ایک ایک کر کے سارے غلام مردوں اور عورتوں کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ ان میں سے بیشتر کی نگاہوں میں بے یقینی کی کیفیت تھی۔ میں ان کی سوچ کا اندازہ ان کی آنکھوں سے لگا سکتا تھا۔ ان میں سے کچھ مجھے غیر معمولی طاقت والا سمجھ رہے تھے، کچھ کے خیال میں میں جادوگر تھا اور کچھ مجھے پیر بابا سمجھ رہے تھے۔

"تم نے یہ سب کچھ کیسے کر لیا؟" ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہی سوال تھا۔

"میں نے برسوں لوہے کی زنجیریں توڑنے کی مشق کی ہے اور میرے بازوؤں میں اتنی طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ میں روئی کی موٹی رسی بھی توڑ سکتا ہوں۔" میں نے انہیں مطمئن کرنے کے لیے کہا۔

"ناممکن، بالکل ناممکن۔ طرح طرح کی بڑی بڑی مشقیں کر کے لوگ یہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ بڑے بڑے سورما لوہے کی زنجیریں نہیں توڑ سکتے، تم نے کیسے توڑ دیں؟"

"یہ وقت اس بحث میں الجھنے کا نہیں ہے۔" میں نے بات ختم کرنے کی غرض سے کہا۔ "اب میری بات غور سے سنو۔ ہمیں جہاز پر موجود سپاہیوں اور بحری بیڑوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ اپنی آزادی کے لیے کچھ تو بازی تمہیں ضرور دینی ہوگی۔ تم سب مقابلے کے لیے تیار ہو؟"

"لیکن ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔" ایک لمبے تڑنگے سفید فام نے کہا۔ وہ اپنے جسم کے لحاظ سے سب سے زیادہ مضبوط معلوم ہوتا تھا۔

"ادھر دیکھو۔" میں نے لوہے کی زنجیروں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہیں تمہارے ہتھیار۔ ان کے ذریعے تم ایک ایک تمہارے جسم کو سرکے بھی کر سکتے ہو۔ ہر شخص اپنے جسم سے الگ ہونے والی زنجیر اور اس کے ٹکڑے سنبھال لے۔ پہلا کر لو وہ لوگ انہیں تم نے ہی ہے، تاکہ

میں گھما گھما کر دشمن کو ڈسے۔" اس کے بعد میں نے زنجیروں کا ایک لمبا ٹکڑا اٹھا کر ان کے سامنے اس کا عمل مظاہرہ کیا۔ فوراً ہی سیکڑوں بڑھے اور انہوں نے زنجیروں کے بیسیوں ٹکڑے اٹھا لیے اور پھر ان کی مشق شروع ہو گئی۔

ابھی رات ختم ہونے میں کافی دیر تھی۔ میں نے تمام لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی توانائیوں کو ضائع نہ کریں اور آرام سے سو جائیں تاکہ حملے کے وقت وہ تازہ دم ہوں۔ لوگوں نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور تھوڑی دیر میں سب سو گئے۔

ابھی صبح ہونے میں کافی دیر باقی تھی کہ تہ خانے میں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ سارے مرد اور عورتیں بیدار ہو گئے اور انہوں نے وقت سے بہت پہلے ہی اپنے ہاتھوں میں لوہے کی مضبوط زنجیروں کے ٹکڑے سنبھال لیے۔

میری ہدایت پر دو نوجوانوں نے بحری بیڑوں کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیا تاکہ دروازہ کھولنے والے کی سب سے پہلے ان پر نظر نہ پڑے۔ اس کے بعد میں نے سارے لوگوں کو پیچھے ہٹ کر کھڑے ہونے اور تیار رہنے کی ہدایت کر دی۔ میں نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے دروازے کو کھول دیا لیکن اسے بند رہنے دیا۔ تب مجھ پر وہ کیفیت طاری ہو گئی۔

کسی کو اب وقت پر تہ خانے کی غلاموں کی خبر گیری کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ چونکہ میرے اندازے کے مطابق ان کا وقت آ گیا تھا، لیے دروازہ ایک کھٹکے کے ساتھ کھلا اور دو بحری بیڑے اندر آئے تھے۔ اندر داخل ہو گئے۔ میرے پہلے سے کہے کے مطابق آگے بڑھے ان کے حلق سے کوئی آواز بھی نہیں نکل سکی۔ جتنے وہ دونوں تھے، سب کو شکار کر لیا گیا تھا۔ اس بیچ دوسرے پہلے ہی دروازے سے باہر جا چکے تھے۔ اس کے چند ہی لمحوں بعد باہر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ایک دم بیک وقت کئی بحری بیڑے اندر داخل ہو گئے اور تہ خانے کی دہلیز سے چند قدم آگے نہیں بڑھ سکے۔ وہ انتہائی حیرت کی صورت میں ان کے سامنے

تھی۔ ان کا راستہ روک دیا۔

اور پھر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ زبردست چیخ و پکار بلند ہو گئی۔ بحری سپاہیوں اور بحری بیڑوں کی ایک بڑی مسلح تعداد اندر تک اندر داخل ہو گئی تھی۔ میں نے غلاموں کو ہوشیار رہ کر حملہ کرنے کی تلقین کی اور خود لپک کر دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میں اگرچہ تنہا ان سب سے نمٹ سکتا تھا اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ بچ کر واپس نہ جاتا، لیکن میں غلاموں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ جنگ انہوں نے مشترکہ جدوجہد کے ذریعے جیتی ہے، تاکہ ایک طرف تو میری شخصیت کا راز پوری طرح منکشف نہ ہونے پائے اور دوسری طرف خود غلام اس معرکے کو ایک حقیقت سمجھیں۔ چنانچہ میں نے بہت سے مسلح سپاہیوں کو اندر چلے جانے دیا اور پھر ان پر حملہ کرنے لگا۔ جو میرے قریب تھے۔ اندر ایک زبردست لڑائی ہو گئی۔ غلاموں کے ہاتھوں میں زنجیریں تھیں جنہیں وہ پوری قوت کے ساتھ گھما رہے تھے اور جو سپاہی بھی ان کی زد میں آ جاتا تھا، ان کی آن میں اس کو پچھاڑ کر گوشت اور ہڈیوں کا ڈھیر بن جاتا تھا۔ میں نے حیرت کے ساتھ دیکھا اس معرکے میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابر کی شریک تھیں۔ کوئی عورت ایسی نہ تھی جو جنگ میں حصہ نہ لے رہی ہو۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ فاقہ کشی اور لاغری کے باوجود ان غلاموں کے جسموں میں جیسے بجلیاں بھر گئی تھیں۔ وہ قیامت بن کر سپاہیوں پر ٹوٹ رہے تھے اور ان کی ہڈیاں توڑ رہے تھے۔ بہت سے سپاہیوں کی تلواریں زنجیروں کی بھاری ضربات سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر بھاگنا چاہا لیکن وہ دروازے سے باہر نہ نکل سکے۔ ان کی قسمت میں اسی تہ خانے میں مرنا لکھا تھا۔

پھر اوپر سے تازہ کمک آ پہنچی۔ اگر یہ سب لوگ اندر آ جاتے تو یقیناً بہت سے غلام مارے جاتے۔ میں نے ان میں سے زیادہ تر کو دروازے پر ہی ڈھیر کر دیا۔ پھر مجھے ایک کڑک دار آواز سنائی دی۔

"او ذلیل انسان! اپنا ہاتھ روک لے۔ تیرا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔" اور قبل اس کے کہ میں سنبھل سکوں، ارفاس کی دو دھاری تلوار پوری قوت سے میرے شانے سے ٹکرائی اور تلوار کے ٹکڑے اڑ کر دور تک بکھر گئے۔ تب سے ارفاس کے کئی سپاہی زخمی ہو گئے۔ میں نے جھپٹ کر ارفاس کے سر پر ایک گھونسا رسید کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا بھیجا ناک کے راستے بہہ گیا۔

ارفاس کے مرنے سے لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جیسے ہی سپاہیوں نے دیکھا کہ ان کا سردار ہلاک ہو گیا ہے، ارفاس کے سپاہیوں اور عملے کی جو تعداد غلاموں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی، مرفاس کے ہمراہ سب تہ خانے سے آگے بڑھ چکے تھے۔ باقی سب یا تو مر گئے تھے یا شدید زخمی ہو گئے تھے۔ ان بچے کھچے لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے اور میرے حکم پر غلاموں نے، جو اب غلام نہیں رہے تھے، انہیں گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ دیا۔

"تم اپنا نام کیوں نہیں بتاتے دوست؟" ایک بے حد خوبصورت سنہری رنگ کی حسینہ نے آنکھیں مٹکا کر مجھ سے پوچھا۔

"تم ہی میرا کوئی نام رکھ دو۔ مجھے تو اپنا نام معلوم نہیں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"میں تمہیں سادرم کہوں گی۔" اس نے کہا۔ "جانتے ہو ہمارے وطن کی زبان میں اس لفظ کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے نجات دہندہ۔ تم نے ہم سب کو اس ذلیل زندگی سے نجات دلائی ہے اس لیے ہم تمہیں سادرم کہیں گے۔" چنانچہ ان سب نے مجھے سادرم کہنا شروع کر دیا۔ اس حسینہ نے اپنا نام ورتریسا بتایا۔

غلاموں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ انہیں اس زندگی سے نجات مل جائے گی اور وہ اپنے آقاؤں پر فتح حاصل کر لیں گے۔

تہ خانے میں ہر طرف خون، گوشت، انسانی اعضا اور ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ بہت سے زخمی کراہ رہے تھے۔ میں نے صورت حال کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس معرکے میں دس غلام مارے گئے، جن میں سے چھ عورتیں تھیں اور چار مرد۔ ان کے آدمیوں کے مقابلے میں یہ نقصان نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں نے غلاموں سے دریافت کیا کہ آیا ان میں سے کوئی زخمیوں کا علاج کرنا جانتا ہے۔ فوراً ہی دو آدمیوں نے اپنی خدمات پیش کر دیں جو اس فن سے واقف تھے۔ جیسا کہ ورتریسا نے بتایا جہاز پر کافی دوائیں موجود تھیں۔ جو جنگ کی صورت حال کے لیے رکھی گئی تھیں۔ دوائیں حاصل کر لی گئیں اور زخمیوں کا علاج شروع ہو گیا۔

سب لوگ تہ خانے سے نکل کر عرشے پر آ گئے۔ زخمیوں کو بھی اوپر منتقل کر دیا تھا اور تہ خانے کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔ قیدیوں کو اندر پڑی ہوئی لاشوں کی طرح چھوڑ دیا گیا۔

اب میں نے باری باری جہاز کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا۔ ارفاس کے سارے آدمی ختم ہو چکے تھے، کچھ زخمی تھے جن کا علاج کیا جا رہا تھا۔ جہاز میں کھانے پینے کی اشیا بہت تھیں۔ گودام بھرے ہوئے تھے۔ اندازہ تھا کہ ان سامان کے لیے کچھ عرصے کے لیے کافی ہو سکتا تھا۔ جہاز میں ایک بہت بڑا اسلحہ خانہ بھی موجود تھا جس میں کافی تعداد میں مختلف قسم کے ہتھیار موجود تھے۔ اس کے علاوہ کپڑا اور دیگر اشیائے ضرورت کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ موجود تھا۔ مطلب یہ ہے کہ پورے جہاز کا جائزہ لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ ذہن میں طویل سفر کا منصوبہ بنا کر نکلے تھے اور اسی لیے ان کے جہاز میں ضرورت کی ہر چیز کافی مقدار میں موجود تھی۔

ہم لوگ فتح پا چکے تھے۔ سارے غلام آزاد اور فتح مند تھے لیکن مجھے ان سب نے گھیرے میں لے کر ایک ہی سوال کیا، جو مستقل ان کا تقاضا تھا: کیا کرنا ہے؟ میرے ذہن میں اس سوال کا واضح اور متعین جواب موجود تھا۔

اور مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ میری تجویز سے ضرور اتفاق کریں گے۔

میں نے ان سب کو جہاز کے وسیع و عریض عرشے پر جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ اب آزاد انسانوں کی حیثیت سے وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

"ہم وہی کریں گے جو تم کہو گے سالار، کیونکہ تم ہمارے نجات دہندہ ہو۔" تمام مردوں اور عورتوں کی ملی جلی آوازیں بلند ہوئیں۔

"تو میری بات غور سے سنو۔" میں نے ان سب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم لوگ دنیا کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے ہو۔ اب تم میں سے ہر ایک کا اپنے وطن واپس جانا ناممکن ہے۔ ہمارے پاس ایسے وسائل موجود نہیں ہیں کہ تمہیں تمہارے گھروں تک پہنچایا جا سکے۔ قسمت نے سب کو یکجا کر دیا ہے۔ جہاز میں کھانے پینے کا اتنا سامان موجود ہے، کہ کچھ عرصے کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ یہ ایک غیر آباد اور ویران علاقہ ہے، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یہاں کی زمین اچھی ہے اور سبزے کی بہتات ہے۔ اگر ہم محنت سے کام لیں تو ایک نئی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔ یہ جگہ آبادیوں سے بہت ہی دور ہے، ہم یہاں ایک نئی بستی تعمیر کریں گے۔ کھیت اور باغات لگائیں گے، گھر بنائیں گے اور اپنی زندگی کے باقی دن یہاں سکون و اطمینان کے ساتھ گزاریں گے۔ تم میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، اور سب ہی جوان ہیں۔ تم لوگ آپس میں شادیاں کر کے اپنا گھر بسا سکتے ہو اور اولادیں بھی پیدا کر سکتے ہو۔ یہ تمہارا نیا وطن ہو گا جہاں تمہیں کسی کی غلامی کا خوف نہیں ہو گا۔ اگر بستی پر کوئی آفت آئے گی تو ہم سب مل جل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔"

میری اس تجویز کے جواب میں ہر طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ بعض لوگ تو خوشی کے مارے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ایک آزاد زندگی کا تصور ان کے لیے بہت خوش کن تھا۔ ان لوگوں کی حالت واقعی قابل دید تھی جو پہلے سے غلام چلے آ رہے تھے اور جنہیں ارفاس نے دوسری منڈیوں سے خریدا تھا۔ اس ایک سفر نے ان کی تقدیریں بدل دی تھیں۔

چنانچہ ساحل سے کچھ دور ہرے بھرے میدانوں کے قریب ایک چھوٹی سی نئی بستی کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ میں نے چند ہوشیار مردوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ بستی کی تعمیر کی نگرانی کریں۔ غلے کے گودام سنبھالنے کا کام میں نے چند عورتوں کے سپرد کیا اور اسی طرح مختلف کاموں کے لیے مختلف لوگوں کو ذمہ دار قرار دے دیا۔ اس طرح ان سب میں ایک نظم و ضبط پیدا ہوا اور وہ مل جل کر بڑی لگن کے ساتھ کام کرنے لگے۔

کھیتی باڑی کے لیے زمینیں صاف کر لی گئیں۔ بیج منگوانے کے لیے میں نے چند آدمیوں کو کشتی کے ذریعے روانہ کر دیا۔ پانی کی یہاں کمی نہیں تھی کیونکہ تھوڑے فاصلے پر دریا بہتا تھا جو آگے دور جا کر سمندر میں گرتا تھا۔ لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنا کر ماہی گیری بھی شروع کر دی تھی تاکہ خوراک کی قلت کا مسئلہ نہ پیدا ہو۔

یہ سارے کام بہت جلد ہو گئے۔ بستی میں جو گھر سب سے پہلے تعمیر کیا گیا وہ میرے لیے تھا اور میں خود بھی ان لوگوں کے ساتھ تمام کاموں میں برابر کا شریک تھا۔ بستی کا نام مجھ سے منسوب کر کے سارودہ رکھا گیا اور میں گویا ایک طرح سے اس بستی کا سردار بن گیا۔

جب مجھے کچھ دنوں کے بعد سکون کا سانس لینے کا موقع ملا تو میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ بستی کی زیادہ تر عورتیں میری جانب ملتفت ہیں لیکن سیاہ فام حسینہ کاداسا اور گندمی رنگ کی طرحدار حسینہ ٹریسا میرے کچھ زیادہ ہی پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔ وہ دونوں ہمیشہ میرے ساتھ رہنے کی کوشش کرتی تھیں اور میرے التفات کی طلب گار تھیں۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خوبصورت اور پرکشش تھیں۔ غلامی کی زندگی سے نجات اور آزاد فضاؤں میں پھلنے پھولنے سے ان دونوں کے حسن کا نکھار اپنے عروج پر تھا۔ دونوں کی دلآویزی میں بہت اضافہ ہو گیا تھا اور میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ میں ان دونوں میں سے کسے اپناؤں۔

بستی کے سارے گھر بن کر تیار ہو گئے تھے، جوڑے بھی بن گئے تھے۔ دل کا اطمینان اور آرام و سکون حاصل ہو جانے کے بعد شادیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد کم تھی، چنانچہ کاداسا اور ٹریسا کے علاوہ باقی تمام عورتوں کی شادیاں ہو گئیں۔ یہ دونوں شادی کے لیے تیار نہیں ہوئی تھیں اور ساری بستی کے لوگوں کو اس کی وجہ معلوم تھی۔ انہیں میرے فیصلے کا انتظار تھا۔ لیکن مجھے کوئی جلدی نہیں تھی۔ میں پہلے اس بستی کو پوری طرح آراستہ اور خود کفیل بنا دینا چاہتا تھا اور میری زیادہ تر توجہ انتظامی امور کی جانب تھی۔ اگرچہ سارے لوگ مجھے حکمران کی طرح مانتے تھے لیکن میں نے بستی کے چیدہ چیدہ لوگوں پر مشتمل ایک منتظمہ کا ادارہ قائم کر دیا تھا جو بستی کا نظم و نسق چلا رہا تھا۔

بات یہ ہے پروفیسر کہ مجھے یہ سارے کے سارے لوگ بہت پسند آئے تھے۔ ان بے چاروں کی زندگیاں محرومیوں اور مصیبتوں کا شکار تھیں اور میں نے انہیں ایک بڑے عذاب سے نجات دلائی تھی اس لیے یہ سب لوگ میرے بہت زیادہ ممنون تھے اور میری خاطر جان دینے کو بھی تیار رہتے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ایک طویل عرصہ اسی بستی میں گزاروں گا۔ یہاں بڑا آرام اور سکون تھا، کوئی ہنگامہ نہیں تھا، کوئی سازش نہیں تھی، کوئی جنگ و جدل نہیں۔ اور اب میں خود بھی کچھ عرصہ آرام و سکون کے ساتھ دنیا سے الگ تھلگ رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو ایک طویل عرصے کے لیے اس بستی اور بستی والوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔

•

کاداسا اور ٹریسا کے مسئلے کا حل یوں تلاش کیا گیا کہ میں نے بیک وقت ان دونوں سے شادی کر لی۔ دونوں پہلے ہی سے اس کے لیے تیار تھیں اور انہیں ایک دوسرے کی سوکن بن کر رہنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

بستی کے سارے لوگوں نے میرے اس عمل کو سراہا۔ میں کاداسا اور ٹریسا کے ساتھ اپنے بڑے سے مکان میں رہنے لگا۔

پروفیسر ان دنوں میری زندگی ایک عام محنت کش انسان کی طرح گزر رہی تھی اور اس میں مجھے اس قدر لطف آتا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ صبح ہوتے ہی میں بھی بستی کے تمام مردوں کے ساتھ کھیتوں یا باغوں میں کام کرنے چلا جاتا اور سارا دن محنت کرتا۔ میری بیویاں مویشیوں کی دیکھ بھال کرتیں اور گھر کا کام کاج کرتیں۔ دوپہر کا کھانا ایک دن ٹریسا لاتی اور دوسرے دن کاداسا۔ جب فصلوں کا موسم ہوتا اور کھیتوں میں کوئی کام نہ ہوتا تو ہم لوگ مچھلیاں پکڑنے نکل جاتے۔ اب ہمارے پاس اچھی کشتیوں کا ایک بیڑا موجود تھا۔ ہمارے مویشیوں اور گھوڑوں کی تعداد خاصی تھی اور کسی اچانک حملے کی صورت میں بستی کے دفاع کے لیے وافر تعداد میں ہتھیار بھی موجود تھے۔

امن و سکون کی اس فضا میں رہتے ہوئے ایک زمانہ بیت گیا۔ نہ جانے کتنے سال گزر گئے۔ میں تو ماہ و سال کی پابندیوں اور ان کے اثرات سے یکسر آزاد تھا۔ لہٰذا میرے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن بستی کے باقی لوگ ظاہر ہے کہ معتاد زمانہ کے ساتھ ساتھ ڈھلتے جا رہے تھے۔ نہ جانے کتنے غیر محسوس طور پر تبدیلیوں کا ... بستی میں بچے پیدا ہوئے اور میری نظروں کے سامنے نوجوان ہو گئے، جوان بوڑھے ہو گئے اور بوڑھے مرنے لگے۔ موسم بدلتے رہے، وقت گزرتا رہا۔ بستی کی زمینیں سونا اگلتی رہیں اور نئے نئے انسان اس دنیا میں آتے رہے۔ میری دونوں بیویاں بوڑھی ہو گئیں تھیں اور کچھ عرصہ بعد وہ ایک ایک کر کے اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔ انہیں زندگی بھر اولاد کی تمنا نے بے چین کیے رکھا۔ لیکن وہ یہ ارمان لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

سارودہ کی بستی والوں کے میرے بارے میں مختلف خیالات تھے۔ بعض لوگوں کے خیال میں میری طویل جوانی کا راز کسی خفیہ دوا یا جڑی بوٹی میں پوشیدہ تھا۔ بعض کا خیال تھا کہ مجھے کسی دیوی یا دیوتا کی آشیرباد حاصل ہے اور بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کسی سادھو یا جوگی نے مجھے کوئی منتر بتا دیا ہے جو مجھے سدا جوان رکھے ہوئے ہے۔ بستی کے لوگ چونکہ مختلف مذہبی عقائد کے حامل تھے اس لیے ان کی سوچ بھی جدا جدا تھی۔ تاہم میرے بارے میں ان میں ایک بات مشترک تھی اور وہ یہ کہ وہ سب مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور وقت آنے پر میرے لیے جان دینے کو تیار تھے۔

اس طویل عرصے کے دوران کوئی واقعہ ایسا پیش نہیں آیا تھا کہ جس میں مجھے اپنی غیر معمولی جسمانی قوت کا مظاہرہ کرنا پڑا ہو۔ ارفاس کے کارندوں سے جنگ کے بعد ہر طرف سکون ہی سکون تھا اور پھر اچانک ایک دن یہ سکون غارت ہو گیا۔

بات یہ تھی کہ اپنی خوشحالی اور زرخیزی کے سبب سارودہ کی بستی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ ایک نسل کی زندگی کے دوران سارودہ نے ترقی کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کی تھیں۔ یہاں کی زمینیں سونا اگلتی تھیں، باغوں میں طرح طرح کے پھلوں کی افراط تھی، ماہی گیری بڑے پیمانے پر ہوتی تھی اور مویشیوں کے بڑے بڑے گلے موجود تھے۔ ان ساری باتوں کی خبریں دور و نزدیک پہنچ رہی تھیں۔ بستی کے لوگ باہر آتے جاتے رہتے تھے اور مجھے ان کی زبانی یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ بہت سے امیروں، سرداروں اور حکمرانوں کی للچائی ہوئی نظریں سارودہ کی جانب لگی ہوئی ہیں۔ میں اس صورت حال سے باخبر تھا اور اسی لیے میں نے بستی کے تمام مردوں کو وسیع پیمانے پر جنگی تربیت دی تھی۔ وہ سب کے سب بہادر اور نڈر لوگ تھے اور مجھے یقین تھا کہ وقت پڑنے پر وہ سارودہ کا بخوبی دفاع کر سکیں گے۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کی بھی کمی نہیں تھی۔

وہ ایک سرد اور تاریک رات تھی۔ سارودہ کے تمام لوگ اپنے اپنے آرام دہ گھروں میں گرم بستروں میں سوتے پڑے تھے۔ رات کا پہلا پہر گزر چکا تھا اور ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ سارودہ کے کتوں نے اچانک بھونکنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی گھوڑوں کی ٹاپوں کی اور ان کی ہنہناہٹوں کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

میں بجلی کی سی تیزی سے اپنے بستر میں سے نکلا۔ لپک کر میں نے اپنے سرہانے رکھی ہوئی تلوار اٹھائی اور باہر نکل آیا۔ چاندنی رات تھی اور ہر طرف جاڑے کی سفید سفید چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن میری آنکھیں جو منظر دیکھ رہی تھیں، وہ بڑا بھیانک تھا۔ حملہ آوروں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور انہوں نے چاروں طرف سے سارودہ کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ تھی کہ وہ بے دریغ مکانوں کو آگ لگا رہے تھے۔ ان بزدلوں نے سارودہ پر شب خون مارا اور اس کے باشندوں کو غفلت میں جا لیا تھا۔ سارودہ کے جوان بھی تیزی سے مسلح ہو کر اپنے اپنے گھروں سے نکل رہے تھے۔ لیکن ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ وہ گھروں کو آگ سے بچائیں یا حملہ آوروں کا مقابلہ کریں۔ تاہم وہ بڑی بہادری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ عورتیں اور بچے اور بوڑھے گھروں کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے اور مردوں نے حملہ آوروں کو روکنا شروع کیا۔

میں مجسم اجل بن کر حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور انہیں بے تحاشا گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میں نے ان کی بڑی تعداد کا صفایا کر دیا۔ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر گھیر کر بڑی شدومد سے حملے کر رہے تھے۔ لیکن ان کے ہتھیار میرے جسم سے ٹکرا کر کند ہو جاتے تھے اور دوسرے لمحے وہ خود ہی لقمہ اجل بن جاتے تھے۔ بستی کے جوان بھی حیرت کے ساتھ میرے جنگ کرنے کے انداز کو دیکھ رہے تھے اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میں اتنے بہت سے حملوں کے باوجود

جتنی کوشش نہیں ہو رہا ہوں۔ تاہم جلد ہی میں نے محسوس کیا کہ حملہ آوروں کی ایک بڑی تعداد میرے ساتھ مصروفِ جنگ ہے اور مجھ سے الجھے رہنے کی بنا پر وہ سارِدہ کے جوانوں کے حملوں کا آسانی سے شکار ہو رہے ہیں۔ جنگ کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا تھا۔ حملہ آوروں نے جس شدت سے یلغار کی تھی اس سے ایک عام آدمی یہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ ذرا سی دیر میں پوری بستی کو تاخت و تاراج کر ڈالیں گے، لیکن واقعات ان کی توقعات کے بالکل برخلاف پیش آ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ سب کے سب مل کر بھی مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب کیوں نہیں ہو پا رہے ہیں۔

رفتہ رفتہ ان پر خوف غالب آ گیا۔ ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی تھی۔ سارِدہ کے بہت سے نوجوان جنگ کا نقشہ دیکھ کر اب لڑائی کے میدان سے ہٹ گئے تھے اور بڑی تیزی کے ساتھ مکانوں میں لگی ہوئی آگ کو بجھا رہے تھے۔ انہیں گویا خود اس بات کا یقین آ گیا تھا کہ میں حملہ آوروں سے بخوبی نمٹ لوں گا۔

حملہ آوروں میں سے کچھ نے بھاگنے کی کوشش کی۔ ان کے حوصلے بالکل پست ہو گئے تھے۔ وہ مجھے کوئی مافوق الفطرت چیز سمجھ رہے تھے جو ان کے لیے ناقابلِ تسخیر تھی۔ اب وہ میرے مقابلے سے بھاگ رہے تھے لیکن سارِدہ کے جوانوں نے بھاگنے والوں کو نہیں بخشا اور انہیں چن چن کر ہلاک کر دیا۔

اب حملہ آوروں کے صرف دس آدمی باقی رہ گئے تھے جن میں ان کا سردار بھی شامل تھا جو آخری وقت تک بڑی بے جگری اور بے خوفی کے ساتھ لڑ رہا تھا لیکن جس بدنصیب کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ اس جنگ میں فتح اس کا مقدر نہیں ہو سکتی، خواہ وہ ساری دنیا کی فوجوں کو اپنی حمایت میں کیوں نہ بلا لے۔

اچانک سردار کے نو سپاہیوں نے اپنی تلواریں زمین پر پھینک دیں اور ہاتھ فضا میں بلند کر دیے۔ ان کے چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور وہ خود کسی حال ان ڈھیروں کا حصہ نہیں بننا چاہتے تھے۔ اپنے نو ساتھیوں کو ہتھیار پھینکتے دیکھ کر سردار نے بھی اپنا ہاتھ روک لیا۔ میں نے اپنی تلوار جھکائی اور سارِدہ کے جوانوں کو اشارہ کیا کہ وہ جنگ بند کر دیں۔ دوسرے لمحے سردار سمیت ان دسوں آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

بچے کھچے حملہ آوروں کے علاوہ خود سارِدہ کے جوان مجھے دیکھ کر دم بخود تھے کیونکہ ان حملہ آوروں سے لڑنے اور انہیں ہلاک کر دینے کے باوجود میرے جسم پر کہیں ایک خراش تک نہیں آئی تھی۔ ہزاروں تلواریں میرے بدن سے ٹکرائی ہوں گی لیکن وہ اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑ گئی تھیں۔ سارِدہ کے جوانوں کے سامنے میری غیر معمولی جسمانی قوتوں کا یہ پہلا مظاہرہ تھا جسے دیکھ کر ان کی عقل دنگ رہ گئی تھی۔

وہ ساری رات زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور لاشیں ٹھکانے لگانے میں گزری۔ حملہ آوروں کی تقریباً ساری تعداد کے علاوہ بستی کے کچھ لوگ بھی مارے گئے تھے، اگرچہ ان کی تعداد بہت کم تھی۔ کئی مکانات جل کر خاک ہو گئے تھے لیکن ان کے مکینوں کو بچا لیا گیا تھا۔ اس طرح مجموعی طور پر زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا۔ گرفتار شدہ حملہ آوروں کو ایک مکان میں قید کر دیا گیا اور سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

سارِدہ کے جوان بار بار میرے جسم کو ٹٹول کر، چھو کر دیکھ رہے تھے۔ انہیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ اتنی تلواریں کھانے کے بعد بھی زندہ ہوں اور میرے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی۔

"سارِدم کیا تم ہمیں اپنے اس راز میں شریک نہیں کرو گے؟" وہ بار بار مجھ سے پوچھ رہے تھے۔

"میں تمہیں اس بارے میں کیا بتا سکتا ہوں میرے دوستو! میں نہیں جانتا۔ بس یوں سمجھ لو کہ میری جلد میں ایسی خاصیت ہے کہ لوہا اس پر اثر نہیں کرتا۔"

ظاہر ہے وہ میری اس بات پر یقین نہیں کر سکتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں اس بات کو تسلیم کر لوں کہ میں کوئی دیوتا ہوں اور مجھے آکاش سے سارِدہ والوں کے لیے بھیجا گیا ہے۔ میرے لیے ان لوگوں سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ وہ میرے اپنے لوگ تھے اور مدت سے میرے ساتھ رہتے تھے۔ میں نے آج تک اپنی حقیقت کو ان سے پوشیدہ رکھا تھا مگر آج اس اچانک انکشاف سے وہ سب کے سب چونک اٹھے۔

صبح ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی جب ہم لوگ آرام کرنے چلے گئے۔ لاشوں کو ہٹایا جا چکا تھا اور زخمیوں کو دوا دی جا چکی تھی۔ جن گھروں کے لوگ مارے گئے تھے، وہاں سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

صبح کو حملہ آوروں کے سردار کو مع اس کے ساتھیوں کے سامنے لایا گیا۔

سردار ایک جوان العمر آدمی تھا۔ اس کی عمر پینتیس سال کے قریب ہو گی۔ وہ بڑی وجیہہ شکل اور بھاری بھرکم آدمی تھا۔ میری نظر اس کے چہرے کی طرف اٹھی تو مجھے یوں لگتا تھا کہ میں نے اسے کہیں دیکھا ہے، لیکن کب اور کہاں؟ یہ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ تاہم اس کے خد و خال مجھے جانے پہچانے لگ رہے تھے۔

"تم لوگ کون ہو اور اس بستی پر حملہ کرنے سے تمہارا کیا مقصد تھا؟" میں نے سردار سے براہِ راست مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بستیوں پر حملے کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ ہے علاقے کی تسخیر۔ ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ حکومت اسی کی ہے جس نے قبضہ کیا ہو۔ اگر ہم نے سارِدہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اس میں کون سی انوکھی بات ہے؟" سردار نے جواب دیا۔

بہرحال میں اس کے اس صاف اور منطقی جواب پر حیران [illegible] میرا خیال تھا کہ شاید وہ کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرے گا۔

[illegible] نہیں کیا۔

[illegible] غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور وہ ابھی مجھے بڑے [illegible] دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں تک مکمل خاموشی رہی۔ پھر یکایک اس [illegible] سارِدہ کی بستی کے سردار آیا تھا جس پر حملہ کرنے والے شخص کے [illegible] جس نے آج سے بہت عرصے پہلے یہاں کے سردار [illegible] دیا تھا [illegible] کے [illegible] گیا تھا؟"

[illegible] اس بات کو کیونکہ علم ہو [illegible] سے [illegible] یہاں کے زیادہ تر لوگ مارے گئے تھے [illegible] سے بعد اس بستی میں سکوت طاری [illegible] سے کوئی باہر نہیں گیا تھا [illegible] تھے۔ سارِدہ کے پرانے باشندوں نے اس کا ذکر [illegible] کیا تھا۔

[illegible] نہیں بتاؤں گا کہ میں تمہیں اپنے تمام سوالوں کا [illegible] گا۔" سردار نے کہنا شروع کیا۔ [illegible] مجھے اس کی شکل جانی پہچانی کیوں لگ رہی تھی۔ [illegible] نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "جب تمہارے باپ [illegible] سے جنگ کی تھی، اس وقت میں ماں کے [illegible] میں ماں کے ساتھ مقیم تھا۔ میری عمر [illegible] جنگ کے دوران میرا باپ مارا گیا اور اس کے ساتھ [illegible] ہو گئے۔ [illegible] ایک ملاح جو میرے باپ کا خاص وفادار [illegible] بار پھر خوش قسمتی سے سمندر میں [illegible] سے نہیں دیکھ [illegible] وہ کسی نہ کسی طرح ہم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے [illegible] داستان [illegible] لوگوں کو سنائی [illegible] اس نے مجھے اسی وقت [illegible] کہ میں جوان ہو کر اپنے باپ کے قتل کا بدلہ ضرور لوں گا۔ [illegible] ہمارے ساتھ ہی رہنے لگا۔ وہ اس نے مجھے سمندروں کی سیر [illegible] وہ مجھے ایک بار اس جزیرے کے قریب بھی لے جا چکا ہے [illegible] اس وقت یہ بستی آباد ہو چکی [illegible] اس کے کہنے کے مطابق اس سے پہلے یہاں کسی بستی کا وجود نہ [illegible] مجھے ساتھ لے کر اس بستی میں گیا۔ میں نے تمہارے [illegible] دیکھا۔ [illegible] یہی شخص میرے باپ کا قاتل ہے۔ یہاں تک کہ میں جوان [illegible] نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ اس کی [illegible] مگر بعد میں اس کے جسم کی [illegible] دنیا سے رخصت ہو گئی۔ [illegible] سوداگر کے بھیس میں خود اس بستی میں آیا اور میں نے تمہیں [illegible] اپنے باپ کی تصویر [illegible] اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم [illegible] کے بیٹے ہو جس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اور اپنے باپ [illegible] اس بستی کے سردار ہو۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔ [illegible] بہت بڑی جاگیر خرید لی اور ایک مضبوط فوج تیار کر کے اس بستی پر حملہ کر دیا تاکہ اپنے باپ کے قاتلوں سے بدلہ لے سکوں، لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں ناکام رہا۔ اب میں شکست خوردہ تمہارے سامنے موجود ہوں۔ تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔ تمہاری شجاعت لاثانی ہے۔"

میں اس شخص کی صاف گوئی پر حیران رہ گیا۔ اس نے اپنے عزائم کے بارے میں کوئی بات نہیں چھپائی تھی بلکہ سب کچھ صاف صاف بتا دیا تھا۔ میں اس کی صاف گوئی سے بڑا متاثر ہوا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ [illegible] یہ شخص اپنے بچپن کے دور میں مجھے دیکھ چکا تھا اور آج پچیس تیس سال بعد اس نے پھر مجھے دیکھا تھا اور بالکل ہی غلط نتیجہ اخذ کیا یہ تھا کہ جس شخص کو اس نے بچپن میں دیکھا تھا وہ میرا باپ تھا اور دلچسپ بات یہ کہ وہ مجھ ہی کو میرا باپ سمجھ رہا تھا۔

میں اسے اس بارے میں حیران نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سارِدہ کے جو بوڑھے لوگ اس وقت وہاں موجود تھے ان میں سے کوئی میری اجازت کے بغیر نہیں بول سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ راشونہ کی اس دلچسپ غلط فہمی سے بہت لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"یہ ٹھیک ہے کہ تم اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتے تھے۔" میں نے راشونہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "لیکن کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ تمہارا باپ ایک ظالم اور خونی شخص تھا اور اس نے [illegible] سارِدہ کو جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ [illegible] نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا تو کون سی غلط بات ہے؟"

"مجھے ان سب باتوں سے کوئی مطلب نہیں۔" راشونہ نے جواب دیا۔ "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ میرا باپ تھا اور اس کے قتل کا بدلہ لینا میرا فرض تھا۔"

میں نے سمجھ لیا کہ اس سے زیادہ گفتگو کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ شدید انتقام کے جذبے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"راشونہ!" میں نے اس سے کہا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ پچھلی ساری باتوں کو فراموش کر کے دوست بن جائیں؟ تم کافی نقصان اٹھا چکے ہو اور تمہاری فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ سارِدہ ناقابلِ تسخیر ہے۔"

"دوست؟" وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے زندہ واپس جانے کی اجازت دے دو گے؟"

"میں انتقام پسندی کا قائل نہیں ہوں۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "اگرچہ تم حملہ آور کی حیثیت سے یہاں آئے تھے اور تم نے ہمیں خاصا نقصان بھی پہنچایا ہے، تاہم تم اب ہمارے اسیر ہو اور ہم تمہارے ساتھ جو سلوک چاہیں کر سکتے ہیں، لیکن میں قیدیوں کو ہلاک کرنا انتہائی بزدلی سمجھتا ہوں۔ لہٰذا میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو آزاد کرتا ہوں۔ تم جس وقت چاہو یہاں سے جا سکتے ہو۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" رالشونر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم نے ہم لوگوں کی جان بخشی کر کے عالی ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔ ہمیں اجازت دو تاکہ ہم اپنے گھروں کو واپس جاسکیں اور ان لوگوں کے اہل خاندان کے غم میں شریک ہوسکیں جن کی میت کی اطلاع ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

میں نے محسوس کیا کہ رالشونر کی آنکھوں میں منافقت کی چمک تھی۔ میں اس کے لہجے کی کاٹ کو بھی محسوس کر رہا تھا۔

"تم نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔" ساردہ کے سردار رالشونر نے مزید کہا۔ "مجھے اپنی شکست کا ملال تو یقیناً ہے، لیکن میں تمہاری بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم آج سے دوست ہیں۔" اس نے دوستی کا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا، لیکن پروفیسر، میں اپنے صدیوں کے تجربے کی بنا پر یہ بات واضح طور پر محسوس کر رہا تھا کہ رالشونر کی دوستی کی پیشکش میں ریاکاری کا عنصر شامل ہے اور اس نے دل سے اپنے باپ کے قاتل کے بیٹے کو معاف نہیں کیا ہے۔

"میں کچھ عرصہ بعد تمہیں اپنی جاگیر پر مدعو کروں گا اور یہ میری عزت افزائی ہوگی اگر تم میری دعوت قبول کرو۔" رالشونر نے کہا۔

میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں تمہاری دعوت ابھی سے قبول کرتا ہوں رالشونر۔" میں نے جواب دیا۔ "مجھے تمہارا مہمان بن کر خوشی ہوگی۔"

رالشونر اور اس کے ساتھی رخصت ہوگئے۔ وہ اپنے پیچھے لاشوں کو یہاں چھوڑ گئے، جنہیں دفن کرنے کے لیے گڑھے کھودتے کھودتے بستی والوں کے شانے دکھ گئے۔ رالشونر کے چلے جانے کے بعد بستی کے ان معمر لوگوں نے جو رالشونر کے ساتھ میری بات چیت کے وقت موجود تھے، اپنے خدشات کا برملا اظہار کیا اور یہ کہا کہ انہیں رالشونر کی نیت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق رالشونر اس وقت تو مجبوری کی حالت میں واپس چلا گیا ہے لیکن وہ ایک انتقام پسند آدمی ہے اور دوبارہ کوئی شرارت کرنے کی کوشش کرے گا۔ انہوں نے مجھے خبردار کیا کہ میں اس کی جاگیر پر نہ جاؤں۔ میں نے ان لوگوں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ انہیں فی الحال گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ابھی ایک طویل عرصے تک رالشونر اس قابل نہیں ہوسکے گا کہ ساردہ پر دوبارہ حملہ کرنے کے بارے میں سوچے، تاہم انہیں چوکس اور تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

"وہ تمہاری غیر معمولی قوت کا مشاہدہ کرچکا ہے۔" ایک بوڑھے دانشمند نے کہا۔ "وہ اب اس وقت تک ساردہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ نہیں بنائے گا جب تک تم یہاں موجود ہو۔ اس کی کوشش یہ ہوگی کہ پہلے کسی حیلے سے تمہیں ٹھکانے لگا دے۔ اس کے بعد ساردہ پر حملہ کرے۔"

"ممکن ہے وہ اس انداز میں سوچ رہا ہو۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "بہرحال خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

چند ماہ بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گئے۔ اس دوران ساردہ والے ان لوگوں کا غم کافی حد تک بھول چکے تھے جو پچھلی لڑائی میں مارے گئے تھے۔ زندگی اپنے معمول کے مطابق جاری تھی اور لوگ آہستہ آہستہ پچھلی لڑائی کو بھولتے جا رہے تھے۔ البتہ ایک نئی تبدیلی ضرور پیدا ہوگئی تھی کہ ساردہ کے لوگوں کے لیے میری شخصیت جو پہلے ہی خاصی پراسرار تھی اب افسانوی اور پراسرار بن گئی تھی۔ وہ مجھے کوئی مافوق الفطرت وجود سمجھنے لگے تھے۔ بلکہ بعض لوگوں نے تو باقاعدہ دیوتا سمجھ کر میری پوجا بھی شروع کردی تھی جنہیں میں نے سختی سے ایسا کرنے سے منع کیا۔

پھر ایک دن پروفیسر، رالشونر کا ایک ایلچی میرے پاس آیا۔ رالشونر کی طرف سے وہ میرے لیے دعوت نامہ لایا تھا۔ رالشونر نے مجھے اپنی جاگیر پر مدعو کیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ میری مہمان نوازی کر کے مجھے بتانا چاہتا ہے کہ اب میں اسے میزبانی کا موقع دوں۔ میں نے رالشونر کے ایلچی کو بڑی عزت کے ساتھ ٹھہرایا اور اس کے آرام و طعام کے لیے ہدایات جاری کیں۔

ساردہ کے لوگوں کو جب پتا چلا کہ مجھے رالشونر نے مدعو کیا ہے تو وہ اس خبر سے خاصے پریشان ہوئے۔ بستی کے معمر دانشمندوں کا ایک وفد میرے پاس آیا اور اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں رالشونر کی دعوت کو مسترد کردوں۔ انہیں اس کے پیچھے کسی سازش کی بو آرہی تھی۔ مجھے ان لوگوں کو مطمئن کرنے میں خاصی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ اصل بات یہ تھی پروفیسر کہ ایک طویل عرصے سے میں خاموشی اور سکون کی زندگی گزارتا چلا آیا تھا۔ چند ماہ پہلے ساردہ پر رالشونر کے حملے میں مجھے کچھ ہاتھ پیر سیدھے کرنے کا موقع ملا تھا اور اس کے بعد پھر وہی زندگی کی یکسانیت شروع ہوگئی تھی۔ ساردہ میں رہتے رہتے میں ایک نسل کی زندگی گزار چکا تھا۔ جس بستی کو میں نے اپنے ہاتھوں سے آباد کیا تھا اب وہ ایک چھوٹی سی ترقی یافتہ اور خوشحال ریاست کی شکل اختیار کرچکی تھی جس کے پاس وسیع وسائل موجود تھے۔ میری دونوں بیویاں عرصہ ہوا مرچکی تھیں اور ساردہ کی تمام جوان عورتیں میرے سامنے کی پیدا شدہ تھیں اور بستی کے رشتے سے گویا میری بچیاں تھیں۔ بہت دنوں سے مجھے کسی تبدیلی کی طلب ستا رہی تھی اور اب میں بستی سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ مجھے اپنے دانشمندوں کی اس رائے سے پورا اتفاق تھا کہ رالشونر کی دعوت کے پیچھے کوئی سازش کارفرما ہے، لیکن پروفیسر، اگر کوئی شخص خود ہی سازش کا شکار ہونا چاہے تو بھلا اسے ایسا کرنے سے کون روک سکتا ہے۔

میں نے ساردہ کے لوگوں کو سمجھایا کہ کسی کی دعوت کو مسترد کرنا آداب انسانی کے خلاف ہے اور خود رالشونر کے ایلچی کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ بستی والوں نے بہت چاہا کہ میں اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بطور محافظ لے لوں مگر میں نے سختی سے منع کردیا۔ جب میں ایلچی کے ساتھ ساردہ سے روانہ ہوا اور ہم لوگ کافی دور نکل آئے تو رستے میں ہمیں دو گھڑ سوار ملے۔ انہوں نے ایلچی سے گفتگو کی۔ ایلچی نے مجھے بتایا

کہ وہ رالشونر کے ملازمین خاص ہیں اور اس بات کی تصدیق کرنے آئے ہیں کہ میں نے رالشونر کی دعوت قبول کرلی ہے تاکہ وہ مجھ سے پہلے اشمار پہنچ کر رالشونر کو ہماری روانگی کی اطلاع دے سکیں۔ کئی دن کی مسافت کے بعد ہم اشمار پہنچ گئے۔

اشمار کی جاگیر میں میرا شایان شان خیر مقدم کیا گیا۔ رالشونر نے خود آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور مجھے ساتھ لے کر اپنی جاگیر میں داخل ہوا۔ اس کا علاقہ کافی خوبصورت اور سرسبز تھا اور اس کے مکانوں کی تعمیر میں مشرقی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رالشونر کی ماں ایک مشرقی عورت تھی اور رالشونر نے اپنی زندگی کا ابتدائی عرصہ مشرق میں گزارا تھا۔

رالشونر کا محل جتنا باہر سے خوبصورت تھا اس سے کہیں زیادہ اندر سے خوبصورت تھا۔ اس کی آرائش میں اعلیٰ ذوق اور نفاست کا ثبوت دیا گیا تھا۔ مجھے جگہ جگہ حسین اور نازک اندام کنیزیں نظر آئیں جو مسکرا مسکرا کر میرا خیر مقدم کر رہی تھیں۔ مجھے جس کمرے میں ٹھہرایا گیا وہ نہایت نفیس اور بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ دیواروں پر ریشمی پردے لٹک رہے تھے اور لکڑی کی منقش میزیں اور کرسیاں موجود تھیں۔ بستر نہایت آرام دہ اور قیمتی تھا اور جابجا میزوں پر قیمتی گلدان سجے ہوئے تھے جن میں تازہ پھول مہک رہے تھے۔ فرش پر دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔

میں نے اشمار کے محل کی اس شان و شوکت کا ساردہ کی بستی سے موازنہ کیا تو مجھے واضح فرق نظر آیا۔ ساردہ میں زندگی سادہ اور ہر طرح کے تکلف اور تصنع سے آزاد تھی۔ بات یہ ہے پروفیسر کہ ساردہ کی بنیاد میں نے رکھی تھی۔ وہ غریب اور جفاکش ہاتھ تھے اور میں نے اپنی ساری توجہ اجتماعی خوشحالی پر صرف کی نہ کہ افراد کی دولت پر۔ ساردہ میں رالشونر کے محل جیسا کوئی گھر موجود نہیں تھا۔ ساردہ کے لوگوں کو سادہ طرز زندگی اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی تھی اور وہ ابتدا ہی سے اس شان و شوکت اور طمطراق سے دور رہتے تھے۔

ایک طویل مدت کے بعد عیش و طرب کا یہ ماحول میری زندگی میں ایک بار پھر داخل ہوگیا تھا۔ میرے میزبان میری تواضع میں بچھے جا رہے تھے۔ رالشونر کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے کے تحت چمک رہی تھیں۔ وہ جس انداز میں میری آؤ بھگت کر رہا تھا اس میں اپنائیت کم اور تصنع کو زیادہ دخل تھا۔

میں اس کمرے میں آرام دہ بستر پر لیٹ گیا جو میرے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ میں نے ایک طویل سفر طے کیا تھا اور اب ایک آرام دہ بستر میری سب سے بڑی ضرورت تھی۔ ابھی مجھے بستر پر لیٹے ہوئے چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ دروازہ کھلا اور ایک آفت جاں لڑکی جام لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ ایک نہایت حسین کنیز تھی۔

اس کی مسکراہٹ میں بے باکی اور بے حجابی تھی۔ وہ ایک ادا سے میرے بستر کے قریب بیٹھ گئی اور اس نے صراحی اور جام کو میز پر رکھ دیا۔

"میں اشمار کی وہ سب سے زیادہ خوش نصیب عورت ہوں جسے رالشونر نے تمہاری خدمت پر مامور کیا ہے سردار!" اس نے جام بھرتے ہوئے کہا۔

"اس میں خوش نصیبی کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔ "میں تم لوگوں کا مہمان ہوں اور مہمان کے آرام کا خیال رکھنا میزبانوں کا فرض ہے۔"

"ہاں!" اس نے جواب دیا۔ "لیکن تم جیسے مہمان کی میزبانی کا شرف مجھے اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا!"

دوسرے دن رات کو کھانے کے بعد ایک بہت بڑے کھلے میدان میں جشن کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ ایک عجیب و غریب قسم کا جشن تھا۔ جشن میں رالشونر کے علاوہ اشمار کے بہت سے بڑے بڑے سردار اور فوجی، انتظامی افسر شریک تھے۔ قالینوں کے فرش پر جابجا کشتیوں میں پھل اور میوے رکھے ہوئے تھے اور خوبصورت کنیزیں جام بھر بھر کر مہمانوں کو پیش کر رہی تھیں۔ جشن کی جگہ سے کوئی آدھے فرلانگ کے فاصلے پر گھاس پھوس کی بہت سی خوبصورت اور گول کٹیائیں بنائی گئی تھیں جنہیں رنگین پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ یہ گول گول کٹیائیں بہت چھوٹی تھیں اور ان میں انسان پورے قد سے کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ میں ابھی تک ان سجی سجائی اور خوبصورت کٹیاؤں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا لیکن جشن کے دوران یہ بات میری سمجھ میں آگئی۔

رقص جب عروج پر پہنچا تو مجھے رسلا ایک کٹیا میں لے گئی

کٹیا اندر سے بھی بہت خوبصورت تھی۔ اس میں صرف ایک بستر تھا، نرم اور آرام دہ بستر جو زمین پر بچھا ہوا تھا۔ کٹیا اتنی چھوٹی تھی کہ اس میں ایک سے زیادہ بستر کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ میں نے کٹیا کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ ایک کونے میں شمع دان رکھا ہوا تھا جس پر ایک چھوٹی سی شمع جل رہی تھی جس کی مدھم روشنی کٹیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ کٹیا میں اور کوئی سامان نہ تھا۔

"خوش نصیبی ایک بار پھر میرے ساتھ ہے۔" رسلا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "رالشونر نے مجھے خاص طور پر ہدایت دی تھی کہ میں تمہیں اس کٹیا میں لاؤں، کیونکہ تم مجھے پسند کرنے لگے ہو۔ میں اشمار کی سب سے زیادہ حسین عورت ہوں!"

"رالشونر کیوں چاہتا تھا کہ تم مجھے اس کٹیا میں لاؤ؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کٹیائیں صرف تمہاری آمد کی خوشی میں بنائی گئی ہیں اور یہ آج کی رات کے جشن کے لیے خاص طور سے تیار کی گئی ہیں۔"

نہ جانے کس وقت میں اور مرسیلہ نیند کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ اچانک ایک غیر معمولی گرمی اور تپش کے احساس نے مجھے بیدار کر دیا۔ میری حیران آنکھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ گھاس پھوس کی بنی ہوئی خوبصورت اور مرصع جھونپڑی کو چاروں طرف سے شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اور شعلوں کا ایک حلقہ ہمارے گرد قائم ہو گیا تھا۔ ہم دونوں شعلوں کے حصار میں تھے اور اسی عالم میں مرسیلہ نے رک رک کر مجھ سے کہا۔

"مجھے تمہارے ساتھ گزری زندگی کی سب سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے سردار سادم۔ تم سے جدائی کا تصور بھی محال تھا۔ میں دالشوز کی وفادار تھی اور اس کی سب سے زیادہ دل پسند کنیز۔ وہ مجھ سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے خود کو اس کام کے لیے وقف کیا۔ دالشوز تمہیں جلانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ میں اسے روک نہیں سکتی تھی اور اگر میں تمہیں پہلے سے بتا دیتی تو یہ اپنے لوگوں سے غداری ہوتی۔ میں تمہارے ساتھ مر رہی ہوں سادم۔ میں تمہارے ساتھ مر رہی ہوں۔ یوں میں نے اپنے لوگوں سے غداری نہیں کی۔ میں نے دالشوز کی حکم عدولی بھی نہیں کی اور میں نے اپنے دل کی مراد بھی پا لی۔"

شعلوں کے ساتھ ہی شعلے اس کے جسم کو بری طرح چاٹنے لگے، وہ حسین شاداب جسم میرے دیکھتے ہی دیکھتے خشک لکڑی کی مانند دھڑا دھڑ جلنے لگا۔ مرسیلہ کی چیخیں دل دہلا دینے والی تھیں۔

اور پروفیسر گویا ایک مدت کا پیاسا باران رحمت کے لطیف زندگی بخش چھینٹوں سے لپٹ جائے، ٹھیک ایسا ہی تھا۔ آگ کے شعلے میرے جسم سے لپٹ [illegible] کر رہے تھے اور میرے وجود کو ایک نئی توانائی، ایک نئی قوت بخش رہے تھے۔ میں کبھی آگ میں ٹہلنے لگتا تاکہ جسم کا کوئی حصہ حرارت سے محروم نہ رہ جائے۔ کبھی کھڑا ہو کر شعلوں سے ہم آغوش ہو جاتا۔ میرا روں روں جلنے پکنے کے احساس سے سرشار تھا۔ [illegible] نے جھونپڑی کی تعمیر میں کچھ ایسے کیمیاوی مادے استعمال کیے تھے جو معمول سے زیادہ دیر تک جلتے رہے۔ میرے اس آتشیں غسل کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔

مجھے مرسیلہ کی ناوقت موت کا افسوس تھا۔ وہ ابھی نوجوان تھی۔ اور اس کے سامنے زندگی کے وسیع شب و روز پھیلے ہوئے تھے لیکن مجھ سے اس کی ملاقات اس کے لیے پیام مرگ ثابت ہوئی۔ عجیب لڑکی تھی پروفیسر، بیک وقت دو کشتیوں میں سفر کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے لوگوں سے غداری کی مرتکب بھی نہیں ہونا چاہتی تھی اور میرا ساتھ بھی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اپنی دانست میں وہ عدم کے سفر میں میری ہمراہی تھی لیکن بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اسے یہ سفر تنہا ہی کرنا پڑے گا۔

کافی دیر تک جلنے کے بعد جب آگ کے شعلے بالکل سرد ہو گئے، مرسیلہ کا جسم کوئلے کی طرح سیاہ ہو کر خاک کا ڈھیر بن گیا۔ اور جھونپڑی کی جگہ خاک کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور دھوئیں کے گہرے سیاہ بادل چھٹ گئے تو میں نے دیکھا کہ دور دور تک سناٹا اور اندھیرا پھیلا ہوا ہے۔ کوئی انسان نظر نہیں آ رہا ہے۔ جشن گاہ ویران پڑی ہوئی تھی۔ چند سائز خانی الاؤ سے ادھر ادھر دمک رہے تھے۔ چند کتے کھانے پینے کی بچی کھچی اشیاء پر آپس میں چھینا جھپٹی میں مصروف تھے۔ باقی ساری کیاریاں خالی اور ویران پڑی تھیں اور میں تنہا رات کے سناٹے ویرانی اور اندھیرے میں، راکھ کے ڈھیر کے درمیان سونے کے ایک ستون کی مانند کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دور دور تک اپنی نظریں دوڑائیں۔ دالشوز کے محل میں ہلکی ہلکی روشنی نظر آ رہی تھی۔ بستی کے باقی تمام مکانوں میں اندھیرا پڑا تھا۔

بات اتنی صاف تھی پروفیسر کہ اسے سمجھنے کے لیے دماغ پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ دالشوز میری تلوار کے جوہر دیکھ چکا تھا۔ اسے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ کھلے مقابلے میں ایک لشکر بھی مجھ پر غالب نہیں آ سکے گا تاہم وہ مجھے ہلاک کرنے کے درپے تھا۔ وہ اپنے باپ کے قاتل کے بیٹے کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے مشیروں نے اپنی شکست کے فوراً ہی بعد ایک سازش کا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ جس کا تھوڑا بہت اندازہ میں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے اپنے محل کی سب سے زیادہ دلنواز کنیز کو بھی قربان کر دیا۔ مجھے دالشوز کی اس حرکت پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ اگر چاہتا تو اس کے جذبے میں اٹھا کر ایک ایک گھر کو راکھ کا ڈھیر بنا سکتا تھا لیکن میرا منصب نہیں تھا۔ میں آدمی [illegible] معصوم لوگوں کو [illegible] مجبوری صرف اس وقت [illegible] دیتا تھا جب میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کیا پروفیسر کہ رات کے اس مہیب سناٹے میں جبکہ یہ تمام لوگ اس یقین کے ساتھ یہاں سے چلے گئے ہیں کہ صبح انہیں جلی ہوئی ہڈیاں اس جگہ سے دستیاب ہوں گی، یہاں سے چلا جاؤں۔ انہیں اس خوش فہمی کا شکار رہنے دوں کہ وہ مجھے ہلاک کر چکے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ تک ان کی یہ غلط فہمی قائم رہ سکتی تھی۔ اس وقت تک جب تک کہ انہیں کسی ذریعے سے میرے زندہ ہونے کی اطلاع نہ مل جاتی۔

میں نے اپنے جسم کو جھٹک کر راکھ جھاڑی، پاؤں کو صاف کیا اور گرم گرم راکھ پر پاؤں رکھتا ہوا آگے بڑھا لیکن فوراً ہی ایک خیال نے میرے قدم روک لیے۔ صبح کو جب یہ لوگ یہاں آئیں گے اور انہیں ایک ہی انسانی جسم کی جلی ہوئی ہڈیاں ملیں گی تو یقیناً ان کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ میں کس طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ چنانچہ بہتر ہو گا کہ انہیں کوئی انسانی ہڈی نہ ملے اور وہ یہی سمجھیں کہ آگ کی شدت سے ساری ہڈیاں جل کر راکھ ہو گئی ہیں۔ چنانچہ میں نے مرسیلہ کے بدن کی کچی پکی ہڈیاں بھی ساتھ لیں اور وہاں سے چل دیا۔ میں واپس سادہ جا رہا تھا۔

تقریباً ساری رات سفر کرنے کے بعد مجھے ایک ندی ملی۔ میں نے مرسیلہ کے بدن کی ہڈیاں اس ندی میں بہا دیں اور خود خنک و فرحت بخش پانی میں اتر گیا۔ ندی کا پانی بے حد شفاف اور ٹھنڈا تھا اور اس نے

میرے جسم کو ایک نئی تازگی بخش دی۔ ذرا غور کرو پروفیسر، کس قدر عجیب [illegible] میں نے آگ میں غسل کیا تھا اور اب میں پانی میں غسل کر رہا [illegible] بڑی دیر تک نہاتا رہا اور میرے مساموں میں جما ہوا راکھ کا [illegible] صاف ہو گیا۔ میری جلد کندن کی طرح چمکنے لگی۔ میرا رنگ و [illegible] نکھر گیا۔ میں اپنے آپ کو دیکھ کر خود بخود مسکرا پڑا۔ کتنا عجیب [illegible] بھی میری زندگی کتنی انوکھی تھی۔ آگ مجھے حرارت، زندگی اور [illegible] بخشتی تھی اور پانی مجھے فرحت اور تازگی بخشتا تھا۔ دونوں میرے [illegible] علامت تھے۔

[illegible] میں یہی سوچ رہا تھا کہ دالشوز اور اس کے ساتھی جب [illegible] گے اور میرا اور مرسیلہ کا نام و نشان بھی نہ پائیں گے تو انہیں [illegible] ہو جائے گا کہ وہ مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ [illegible] اس سے بڑی تقویت پہنچے گی۔ حالانکہ اصل صورت حال [illegible] دالشوز مجھے اس شخص کا بیٹا سمجھ رہا تھا جس نے اس کے [illegible] یہ تو اسے یہ بات بھی سمجھنی چاہیے تھی کہ اس کے باپ کے قتل [illegible] قصور نہیں لیکن وہ تو انتقام کی آگ میں اندھا ہو رہا تھا۔

سادہ کی جانب میرا سفر کئی دن تک جاری رہا۔ بالآخر میں سادہ [illegible] پہنچ گیا لیکن مجھے بعض عجیب و غریب تبدیلیوں کا احساس [illegible] بستیوں کے قریب سے گزر رہا تھا۔ جنگلی پھولوں کا موسم تھا لیکن [illegible] کھیت میں لوگ کام کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیے۔ [illegible] درختوں پر طوطوں کے جھنڈ کے جھنڈ شور مچا رہے تھے۔ [illegible] کاٹ کاٹ کر نیچے پھینک رہے تھے۔ عام حالات میں ایسا [illegible] تھا کیونکہ سادہ کے باغات اس پورے علاقے میں اپنے [illegible] کے لیے جانے جاتے تھے اور ان کی بڑی سختی سے [illegible] کی جاتی تھی۔ ہر باغ میں کئی کئی رکھوالے موجود رہتے [illegible] طوطوں اور دوسرے پرندوں کو بھگاتے رہتے تھے۔ کوئی [illegible] کھیتوں پر سناٹا تھا۔ میرا دل ایک عجیب سے احساس [illegible] سے دھڑکنے لگا۔ بستی ابھی کافی دور تھی۔

[illegible] مجھے بستی کے آثار نظر آنے لگے۔ دور سے ہی مجھے نظر [illegible] ویسی نہیں ہے جیسی میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ تبدیلیاں [illegible] تھیں اور جب میں قریب پہنچا تو میری آنکھوں نے [illegible] منظر دیکھا۔ بستی کے بہت سے مکانات جلے ہوئے اور [illegible] تھے۔ جگہ جگہ بربادی کی نشانیاں نظر آ رہی تھیں۔

[illegible] کے بچے کھچے لوگوں نے، جن میں نوجوانوں کی تعداد بہت [illegible] اور بوڑھوں کے درمیان مجھے بتایا کہ بستی سے میری [illegible] دوسرے ہی دن دالشوز نے اپنے آدمیوں کے ساتھ بستی پر [illegible] حملہ کیا۔ اس بار دالشوز ایک بہت بڑی فوج لے کر آیا تھا [illegible] تیاریاں پہلے سے زیادہ تھیں۔ پہلے کی طرح اس بار بھی [illegible] کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور حملہ آور طوفان ناگہانی کی طرح بستی کے لوگوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس بار حملہ اس وقت کیا گیا جب بستی کے زیادہ تر مرد باغوں، کھیتوں اور دوسری جگہوں پر اپنے اپنے کام کاج میں مصروف تھے۔ بستی کے جوانوں نے جیسے تیسے کر کے خود کو مقابلے کے لیے تیار کیا۔ لیکن ان پر بے خبری میں چھاپہ مارا گیا تھا اس لیے انہیں زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔ زیادہ تر جوان مارے گئے۔ حملہ آوروں نے بستی کے مکانوں کو آگ لگا دی۔ اور سارے گھروں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ سب سے زیادہ ظلم اور افسوس کی بات یہ تھی کہ حملہ آور بستی کی بیشتر نوجوان عورتوں کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ بہت سی عورتوں نے اپنی عزت بچانے کی خاطر کنوؤں میں چھلانگیں لگا دیں اور جانیں دے دیں۔ حملہ آوروں نے خوب جی بھر کر بستی کو تہس نہس کیا اور اس کے بعد عورتوں کو ساتھ لے کر واپس چلے گئے۔ انہوں نے غلے کے گودام بھی خالی کر دیے تھے۔ مویشیوں کی ایک بڑی تعداد کو بھی وہ اپنے ساتھ ہنکا لے گئے۔

بستی کے لوگوں کی زبانی یہ الم ناک داستان سن کر میرا دل خون کے آنسو رونے لگا اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ دالشوز نے کمینگی کی انتہا کر دی تھی۔ اب اس کی پوری سازش میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ اس نے پہلے ایلچی کو میرے پاس بھیجنے کے ساتھ ہی ایک بڑے لشکر کی مدد سے سادہ پر حملے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جب ایلچی میرے پاس آیا اس وقت دالشوز اپنے لشکر کے ساتھ سادہ سے زیادہ دور نہیں تھا اور کسی محفوظ جگہ پر چھپا ہوا تھا۔ راستے میں ہمیں جو دو گھڑ سوار ملے تھے وہ یقیناً دالشوز کے ہی آدمی تھے اور اس بات کی تصدیق کرنے آئے تھے کہ آیا میں سادہ سے روانہ ہو گیا ہوں۔ انہوں نے دالشوز کو میری روانگی کی اطلاع دے دی۔ اور دالشوز کے لشکر نے میری عدم موجودگی کا فائدہ اٹھا کر سادہ پر حملہ بول دیا اور بستی کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے بعد دالشوز اپنے لشکر کے ساتھ کسی دوسرے مختصر راستے سے مجھ سے پہلے اشمار پہنچ گیا۔ اب یہ اطمینان تھا کہ اگر میں کسی طرح اس کی گرفت سے بچ نکلا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ اپنے کام کے بڑے حصے کو پورا کر چکا تھا۔ ایلچی مجھے جس راستے سے اشمار لے گیا تھا وہ کئی دن کا راستہ تھا اور یہ طویل راستہ جان بوجھ کر اختیار کیا گیا تھا۔ جبکہ ایک دوسرا مختصر راستہ موجود تھا جسے دالشوز اور اس کے لشکر نے اختیار کیا تھا۔ دالشوز نے اپنی دانست میں ہم سب لوگوں کی مکمل تباہی کا سامان کر دیا تھا۔ سادہ کی اس نے اینٹ سے اینٹ بجا دی اور مجھے گویا اس کی کنیز مرسیلہ نے بند کر کے نذر آتش کر دیا تھا۔ کیونکہ عام انسان کے لیے اس آتشی زندگی سے بچ نکلنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ دالشوز مجھے اپنی دانست میں ہلاک کر چکا تھا لیکن اس بدنصیب انسان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اس نے خود اپنی ہلاکت کے سامان مہیا کر لیے تھے اور مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں اس کو ختم کر دوں۔ بات یہ ہے پروفیسر کہ میں نے ذاتی معاملے میں تو اسے معاف کر سکتا

حمق او، جیسا کہ میں نے بتایا، میں نے اسے معاف بھی کر دیا تھا، میں آگ سے شعلہ رسید ھا واپس سارڈہ آ گیا تھا اور میں نے اس کی اس حرکت سے چشم پوشی کی تھی، لیکن جو کچھ اس نے سارڈہ والوں کے ساتھ کیا اس کے لیے میں اُسے تا قیامت معاف نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سب کے سب معصوم اور بے گناہ لوگ تھے۔ گزشتہ پچیس تیس سال سے وہ امن و سکون کی زندگی گزارتے چلے آ رہے تھے۔ آس پاس کی بستیوں، جنگروں اور علاقوں سے ان کے اچھے اور دوستانہ مراسم تھے۔ انہوں نے کسی کے علاقے کی طرف بُری نظر سے نہیں دیکھا تھا۔ گزشتہ پچیس تیس برس کے دوران سارڈہ والوں کی کسی سے کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی۔ دالشونز کے پاس انہیں تباہ و برباد کرنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی۔ اس نے محض اپنی انتقام پسند طبیعت کی بنا پر بستی پر دوبارہ حملہ کیا۔ پہلا حملہ میری وجہ سے ناکام رہا اور دوسرے حملے میں وہ اپنا کام کر گیا۔

بستی کے ان دانشمندوں نے جنہوں نے مجھے اُتارا جانے سے روکا تھا، مجھ سے سخت شکوہ کیا کہ میں نے ان کی بات نہیں مانی اور [illegible] میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کروں۔ میں نے انہیں دلاسا دیا اور یقین دلایا کہ میں سارڈہ کی اس ذلت کا ضرور بدلہ لوں گا۔

"دالشونز نے تمہیں کیسے زندہ چھوڑ دیا؟" بستی کے ایک ضعیف العمر شخص نے مجھ سے سوال کیا۔

"انہوں نے مجھے ہلاک کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ "بلکہ اپنی دانست میں وہ مجھے ہلاک کر بھی چکے ہیں۔ انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں کہ میں زندہ ہوں۔ مگر میں زندہ ہوں، ان سے سارڈہ والوں کا حساب چکانے کے لیے۔"

"کیا ان کے پورے لشکر نے تمہارے اوپر حملہ بول دیا تھا؟" اس ضعیف العمر شخص نے پوچھا۔ بستی والا جاننا چاہتا تھا کہ اشمارہ والوں نے مجھے کس طرح ہلاک کرنا چاہا اور میں کس طرح ان کے ہاتھوں سے بچ نکلا۔

میں نے اس ضعیف العمر شخص کو یہ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ انہوں نے مجھے پانی میں ڈبو دیا تھا لیکن میں اتفاق سے بچ نکلا۔

"مگر وہ کیسا پانی تھا سارڈم جس میں اشمارا والوں نے تمہیں ڈبو دیا تھا؟" بوڑھے دانشمند نے پوچھا۔ "کیا وہ کسی سونے کے پانی کا دریا تھا؟"

"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ بوڑھے کی بات فوری طور پر میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"اس لیے کہ تمہارا سارا بدن کندن کی طرح چمک رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تم کو ابھی ابھی سونے سے تراش کر بنایا گیا ہے؟"

اور پھر فوراً ہی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ میں بوڑھے کے سوال پر صرف مسکرا کر رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ میں آتشِ غسل والی بات کا انکشاف نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دانشمند کے اصرار پر میں نے اس سے کہا کہ پانی کے اندر کافی دیر تک سانس لیے بغیر رہ سکتا ہوں اور میری یہی خصوصیت میری جان بچنے کا سبب بنی ہے۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں پانی کے نیچے ہی نیچے تیرتا ہوا ان لوگوں کی نظروں سے دور نکل گیا۔

وہ ساری رات میں نے سارڈہ کے غمزدہ لوگوں کے ساتھ جاگ کر گزاری۔ بچے کھچے لوگوں میں سے ہر شخص اپنی تباہی کی انفرادی کہانی سنا رہا تھا اور میں پوری توجہ اور دل سوزی کے ساتھ ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ مجھ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔ مجھ سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے اور مجھے اپنا نجات دہندہ اور سب سے بڑا مونس و غمخوار سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ سب کے سب مجھے اپنے غم میں شریک کر رہے تھے اور پروفیسر میں واقعی ان سب کے غم میں پوری طرح شریک تھا۔ جن لوگوں کی بہنیں، بیویاں اور بیٹیاں اغوا کر لی گئی تھیں، ان کے سر میرے سامنے جھکے ہوئے تھے اور چہروں پر ویرانی برس رہی تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا پروفیسر کہ میں نے دالشونز کو زندہ چھوڑ کر اتنی غلطی کی تھی، میرے نہ مرنے کے باعث کتنے گھروں کے چراغ گل ہو گئے۔

"میرے عزیزو! میرے دل کے ٹکڑو!" میں نے ان لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "میری اس بات کا تم لوگ یقین کر لو کہ زندہ لوگ چند دنوں کے اندر اندر سارڈہ سے اغوا کی جانے والی ہر عورت واپس اپنے گھر میں موجود ہوگی اور وہ بھی اس طرح کہ اس کے اغوا کرنے والے کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ تم یہ بھی سمجھ لو کہ دالشونز کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ آج سے اسے زندہ سمجھنا چھوڑ دو اور یہ بھی سمجھ لو کہ سارڈہ میں ہونے والی تباہی کا اصل ذمہ دار دالشونز ہے۔ اس لیے سب سے بڑی سزا کا مستحق وہی ہے۔ ہم لوگ دالشونز کی طرح کوئی گھٹیا حرکت نہیں کریں گے اور اشمارا کی عورتوں کے ساتھ وہ سلوک ہرگز نہیں کریں گے جو دالشونز نے سارڈہ کی عورتوں کے ساتھ کیا ہے۔ مجھے اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ میں تم لوگوں کے منع کرنے کے باوجود یہاں سے چلا گیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی بہت بڑا فرق نہیں پڑا۔ دالشونز کے دل میں انتقام کی آگ بُری طرح سلگ رہی تھی اور وہ بہتر موقع کی تلاش میں رہتا۔ جب بھی اُسے موقع ملتا، وہ سارڈہ پر چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح حملہ کر کے اس کا یہی حشر کرتا۔ بہرحال دالشونز نے اگر خود اپنی موت کے اسباب تیار کر لیے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"لیکن اب تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے سارڈم؟" ایک بزرگ نے مجھ سے پوچھا۔ "ہمارے پاس لڑنے والوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ ہمارے زیادہ تر لوگ تو مارے جا چکے ہیں۔ اب ہم لڑائی کے لیے فوج کہاں سے لائیں گے؟"

"تمہیں اس کے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں سب بندوبست کر لوں گا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہمیں بھی کئی دن تک تباہیوں اور بربادیوں کے حالات سے گزرنا ہوگا؟" پہلے والے شخص نے مایوسی کے ساتھ کہا۔ "اب میری بیٹی شاحیلہ نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ نہ جانے ان درندوں نے اس معصوم صورت اور نیک سیرت لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔" بوڑھا ہچکیاں لینے لگا۔

"کسی انتظار یا تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "مجھ پر بھروسہ رکھو۔ میں تم لوگوں کو ابھی نہیں بتا سکتا کہ میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اس کی تکمیل کے لیے کسی لشکر کی ضرورت نہیں۔ صرف حکمت عملی سے کام لیا جائے گا۔ تم لوگ مجھ سے اس بارے میں زیادہ سوالات مت کرو اور یقین رکھو بہت جلد [illegible]"

"ہمیں تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے سارڈم۔" وہاں لوگوں نے [illegible] "ہم یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم اور صرف تم ہی اس بستی کے [illegible] کھوئے ہوئے [illegible] ہماری حفاظت کی [illegible] بھی کرو گے۔"

صبح میں نے بستی کے بچے کھچے نوجوانوں کو جمع کیا۔ ان میں سے ہر ایک کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ مجھے ان میں تغران سب سے زیادہ پسند آیا۔ وہ ایک مضبوط جسم اور مضبوط اعصاب کا نوجوان تھا۔ میں نے اس کے کئی امتحان لیے۔ وہ گھوڑ سواری، نیزے بازی اور شمشیر زنی میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ وہ ایک نڈر اور بہادر شخص تھا۔ مجھے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی جسے میں ایک مددگار کے طور پر اپنے ساتھ رکھ سکوں۔ میرے ساتھی کا ذہین اور سمجھدار ہونا ضروری تھا اور تغران میں یہ ساری خوبیاں موجود تھیں۔ وہ ہر لحاظ سے میرے معیار پر پورا اترا۔

سارڈہ سے اغوا ہونے والی عورتوں میں تغران کی بہن بھی تھی۔ جس وقت سارڈہ پر حملہ ہوا تھا، اس وقت تغران بستی میں موجود نہیں تھا بلکہ وہاں سے بیس پچیس میل دور ایک دوسرے علاقے میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے بوڑھے ماں باپ کو قتل کیا جا چکا ہے۔ اس کا بڑا بھائی اشمارا والوں سے لڑتے ہوئے مارا گیا ہے اور اس کی نوجوان بہن کو دالشونز کے سپاہی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ تغران یہ سب کچھ جان کر غصے سے پاگل ہو گیا اور اسی وقت تلوار سنبھال کر گھوڑے کی طرف لپکا۔ "مجھے دالشونز کا خون پینا ہے۔" وہ دیوانوں کی طرح چلا رہا تھا۔ بستی کے لوگوں نے بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر اس کا غصہ ٹھنڈا کیا اور اس سے کہا کہ اس طرح تمہارا جانا موت کو دعوت دینا ہے۔ اسے سارڈم کی واپسی تک کا انتظار کرنا چاہیے۔ تغران نے ان لوگوں کی بات مان لی ورنہ وہ تو اپنی جان دینے پر تل گیا تھا۔

میں نے تغران سے کہا کہ ہمیں کل یہاں سے روانہ ہونا ہے اور وہ اس سفر کے لیے ضروری تیاریاں کر لے۔

"مجھے کسی تیاری کی ضرورت نہیں سارڈم!" اس نے جوش سے لبریز لہجے میں مجھ سے کہا۔ "میرے لیے دنیا میں اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم نے مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے منتخب کیا ہے۔ میں اسے اپنی بہت بڑی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ تم جس وقت بھی حکم دو گے میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

بات یہ تھی پروفیسر کہ میں اب دالشونز کو کسی قیمت پر بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مجھے اس کے سامنے اس طرح اچانک پہنچنا تھا کہ وہ کوئی راہِ فرار بھی نہ پا سکے اور مجھ سے کسی طرح بھی نہ بچ نکل پائے۔ اگر اسے پتا چل جاتا کہ میں زندہ ہوں اور اشمارا آ گیا ہوں تو وہ یقیناً فکر اور خوف و ہراس کا شکار ہو کر کہیں نہ کہیں بھاگ جاتا اور پھر مجھے اس کو نہ جانے کہاں کہاں ڈھونڈنا پڑتا۔ اس لیے ضروری تھا کہ میں اس طرح اس حال میں اشمارا پہنچوں کہ پہچانا نہ جاؤں اور دالشونز کو میرے زندہ ہونے کا علم وقت سے پہلے نہ ہو سکے۔ چنانچہ میں نے خوب سوچ سمجھ کر اپنا منصوبہ ترتیب دیا۔

دوسرے دن جب میں اور تغران اپنے سفر پر روانہ ہونے لگے تو میں نے تغران کو حکم دیا کہ وہ جلے ہوئے مکانوں میں سے پوٹلی بھر راکھ اکٹھا کر لے۔

تغران میرے اس عجیب و غریب حکم پر حیران رہ گیا اور مجھے الجھی الجھی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"پریشان اور حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے تغران بیٹے!" میں نے اسے سمجھایا۔ "میرے ساتھ چلنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ تم میرے تمام احکامات کی تعمیل کرو گے اور کوئی سوال نہیں کرو گے۔ اس کی وجہ یہ ہے تغران کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔"

"بے شک، بے شک سارڈم!" تغران نے اثبات میں اپنی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ تم جانتے ہو وہ میں نہیں جانتا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جو کچھ تم کہو گے ویسا ہی ہوگا۔"

میں نے ایک تھیلا تغران کو پکڑایا، جس میں کچھ چھوٹا موٹا سامان تھا۔ تھیلے کا منہ سختی کے ساتھ ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ تغران نے ایک بڑی سی پوٹلی میں راکھ اکٹھا کر لی تھی۔ ہماری روانگی کے وقت بستی کے تمام لوگ ہمیں رخصت کرنے کے لیے کافی دور تک آئے۔ کئی لوگ مجھ سے بار بار پوچھتے رہے کہ میں تنہا تغران کی مدد سے کس طرح دالشونز کو شکست دوں گا۔ لیکن میں نے انہیں بتایا کہ انہیں قبل از وقت پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سی عورتوں نے روتے ہوئے ہمارے گلے میں ہار ڈالے اور ہماری فتح مندی کے لیے دعائیں کیں۔ سارے بستی والے ان

دونوں ہی شریک تھے۔ باوجود یکہ ان کے مذاہب الگ الگ تھے اور طریقہ دعا بھی مختلف تھے۔ میں نے سارہ والوں سے کہا کہ وہ ہرگز شفکر اور دل برداشتہ نہ ہوں اور میری اور تفران کی واپسی کے لیے پر یقین رہیں۔

میں اور تفران اپنے اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر شمار کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستے میں کوئی خاص بات پیش نہیں آئی اور ہمارا سفر کئی دن تک جاری رہا اور پھر دور سے اشمار کی بستی کی جھلک نظر آنے لگی۔ رالشونر کے محل کے اونچے اونچے مینار اور گنبد بڑی دور سے نظر آنا شروع ہو جاتے تھے۔ اس وقت صبح کا ہلکا ہلکا اجالا پھیل رہا تھا۔

"اب ہم شمار کے قریب پہنچ گئے ہیں۔" میں نے تفران سے کہا۔ "تھوڑی دیر بعد ہم بستی کے اندر داخل ہو جائیں گے۔ ان چٹانوں کی جانب چلو اور ان کی اوٹ میں اپنا گھوڑا روک دو۔ ہمیں یہاں رک کر کچھ کام کرنا پڑے گا۔"

تفران نے بلا چون و چرا ان چٹانوں کی طرف گھوڑا بڑھا دیا۔ جن کی جانب میں نے اسے اشارہ کیا تھا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اسی طرف چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر ہم دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔

"اب تم رکو گے۔ یہ پوٹلی سنبھالو اور میرے جسم پر راکھ کی اتنی مالش کرو کہ میری سنہری رنگت کالی ہو جائے۔" میں نے تفران کو ہدایت دی۔ وہ میرے اس عجیب و غریب حکم پر حیران رہ گیا۔ لیکن اس نے حسب وعدہ کوئی سوال نہیں پوچھا۔ ہم شمار کی چٹانوں کی اوٹ میں تھے اور اشمار کی جانب سے آنے والا کوئی بھی شخص ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں پتھریلی زمین پر لیٹ گیا اور تفران نے مٹھیاں بھر بھر کر راکھ میرے بدن پر ملنی شروع کر دی۔ میں نے اسے مزید ہدایت دی کہ ساری راکھ استعمال نہ کرے۔ بلکہ اس کے کچھ حصے کو بچا کر رکھے شاید ہمیں اس کی ضرورت پڑے۔

تھوڑی ہی دیر میں میرا سارا بدن سیاہ فام ہو گیا میری سنہری رنگت رخصت ہو گئی تھی۔ تفران نے میرے بالوں کے رنگ کو بھی راکھ سے بدل دیا تھا۔

"آقا صاحب! تمہارا جسم تو فولاد کی طرح سخت ہے۔" تفران نے کہا۔ "میں نے آج تک اس سے زیادہ مضبوط بدن نہیں دیکھا۔" میں اس کے جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

اب میں نے تفران سے وہ تھیلی کھولنے کو کہا جسے میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس تھیلے میں سیاہ گھوڑے کی دم کے بالوں سے بنی ہوئی داڑھی اور مونچھیں تھیں جو میں نے سارہ کی ایک بوڑھی کاریگر عورت سے بنوائی تھیں اور اسے منع کر دیا تھا کہ وہ اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرے۔ ساتھ ہی ایک شیشی میں کافی مقدار میں گوند موجود تھا۔ تم تو جانتے ہو جو پروفیسر کہ اس دور میں میک اپ کے لوازمات تو موجود نہیں تھے جو تمہارے دور میں پائے جاتے ہیں اور جن کے استعمال سے انسان کی ہیئت مکمل طور پر تبدیل ہو جاتی ہے۔ تاہم پورے یونان میں تھیٹر، کھیل اور تماشوں کا زور تھا اور بھیس بدلنے کے طریقے موجود تھے۔ اسی تھیلے میں ایک ڈھیلا ڈھالا بوسیدہ اور پرانا لباس بھی موجود تھا۔ میں نے وہ لباس پہن لیا اور اپنے چہرے پر داڑھی مونچھوں کو مہارت کے ساتھ چپکا لیا۔ میرا حلیہ اتنا زیادہ بدل چکا تھا کہ خود تفران بھی مجھے نہیں پہچان سکا تھا۔ وہ میری اس کایا پلٹ پر حیران تھا۔

"سنو تفران! میں اب ایک ہندوستانی جوگی ہوں اور دنیا کے دور دراز ملکوں کا سفر کرتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ تم ایک یونانی نوجوان ہو اور تم نے میری شاگردی اختیار کی ہے۔ وہ یونان کے سفر کے دوران تم میرے ساتھ ہو۔ تمہیں ستاروں کا علم سیکھنے کا بہت شوق ہے اور یہی شوق تمہیں میری شاگردی میں لے آیا ہے۔ ہم لوگ بہت دور سے مسلسل سفر کرتے ہوئے اس علاقے میں آئے ہیں۔ تم سب کچھ سمجھ گئے نا؟" میں نے تفران سے پوچھا۔

"میں بالکل سمجھ گیا سردار، بالکل سمجھ گیا۔" تفران نے جلدی سے جواب دیا۔

"ہماری یہی ترکیب ہے۔ رالشونر کے اس جلد از جلد [illegible] کامیاب ہو گی۔ مجھے معلوم ہے کہ اسے علم نجوم اور نجومیوں سے بڑی دلچسپی ہے۔" میں نے تفران کو بتایا۔ "البتہ جب ہم رالشونر کے دربار میں ہوں گے اس وقت تمہیں اپنے دفاع کے سلسلے میں بہت ہوشیار رہنا پڑے گا۔ تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہوگی کہ دشمنوں کی تعداد میں کمی کرو لیکن تمہاری واحد ضرورت یہ ہوگی کہ تم اپنے جسم کو ان کے ہتھیاروں سے محفوظ رکھو۔"

"میں بہت محفوظ ہوں۔" تفران نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ "میں نے اپنے لباس کے نیچے سے پراسرار زرہ بکتر پہن رکھی ہے جو سارہ کے بہترین لوہار کی بنائی ہوئی زرہ بکتر ہے اور اس پر سیکڑوں تلواریں ٹوٹ جائیں گی۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "دراصل روانگی کے وقت مجھے یاد نہیں رہا کہ میں تم سے زرہ بکتر پہننے کے لیے کہہ دوں، بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تم نے کوئی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اور ہاں، ذرا میری چال بھی دیکھ لو۔" یہ کہتے ہوئے میں ایک پیر سے لنگڑاتا ہوا چند قدم چلا۔ تفران اس دلچسپ منظر کو دیکھ کر اپنی تمام تر دل گرفتگی کے باوجود اپنی ہنسی کو ضبط نہیں کر سکا۔

"بہت خوب اور بہت خوب، میرے نوجوان دوست!" میں نے اس سے کہا۔ "اب رالشونر کے اس خاندان کی قسمت میں [illegible] ہے۔"

یکایک تفران سنجیدہ ہو گیا اور مجھ سے کہنے لگا۔ "میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں سردار کہ اگر تمہاری ماں بھی تمہیں اس حلیے میں دیکھتی

تو پہچان نہیں سکتی تھی۔ تم نے تو واقعی کمال کر دکھایا ہے۔"

"میری ماں۔" میں دل ہی دل میں تفران کی اس بات پر مسکرا اٹھا [illegible] بے چارے کو کیا معلوم کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ وہ ایک عام [illegible] کی طرح میرے ماں باپ کا ذکر کر رہا تھا۔

"اچھا سنو میرے دوست۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "جیسا کہ تمہیں بتا چکا ہوں، جب ہم رالشونر کے پاس پہنچیں گے [illegible] بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے [illegible] میں کہوں، تمہارا کام صرف میری بات کی تصدیق کرنا ہے۔ کسی بات [illegible] کرنا اور دوسری بات یہ ہے کہ لڑائی کی صورت میں تم کسی [illegible] نہیں کرو گے۔ تمہارا کام صرف اپنا دفاع کرنا ہوگا۔ ہم لوگ کون ہیں اور تمہارا کیا رشتہ ہے، اس کے بارے میں میں تمہیں تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ چلو اب گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، صبح ہو چکی ہے۔ [illegible] کا کاروبار حیات شروع ہو گیا ہے۔"

تفران نے میری بات سن کر اثبات میں گردن ہلائی۔ وہ ایک بہادر نوجوان تھا لیکن میں برابر یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ شدید ذہنی [illegible] کا شکار ہے۔ بہرحال، جلد ہی اس کی الجھنیں دور ہو جاتیں۔

ہم اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اشمار کی خوبصورت و عظیم [illegible] میں داخل ہو گئے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] سے نظر آ رہی تھی۔ جب ہم محل کے قریب پہنچے تو دائیں جانب کافی دور مجھے وہ کھلا میدان نظر آیا جہاں میرے اعزاز میں چند روز قبل ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا اور میرے قتل کی سازش کی گئی تھی۔ اس وقت اس میدان میں سے مویشیوں کے گلے گزرتے نظر آ رہے تھے جو شاید قریبی چراگاہوں کی جانب رواں تھے۔

ہم لوگ محل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ پہرے داروں میں سے کئی ایک کی شکلیں میری جانی پہچانی تھیں کیونکہ وہ میرا خیر مقدم کرنے والوں میں رہ چکے تھے۔ کہا میں نے ان میں سے ایک پہرے دار کو جو اس کا بھائی تھا ہمارے بارے میں بتایا اور یہ کہا کہ ہم لوگ رالشونر سے ملنے کے لیے کہیں بہت دور سے آئے ہیں۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ وہ ہمیں جلد از جلد رالشونر کے پاس پہنچا دے۔

"رالشونر سے ملاقات کرنے کے لیے تمہیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ اجنبی دوستو!" پہرے دار نے کہا۔ "ابھی بہت سویرا ہے اور رالشونر کے اپنے دربار میں آنے میں کم از کم ایک گھنٹے کا وقت باقی ہے۔ تم لوگ چاہو تو اس عرصہ میں تمہیں مہمان خانے میں لے جا سکتا ہوں۔ تم وہاں آرام کرو۔ جب رالشونر دربار میں آئے گا تو میں اسے تمہارے بارے میں بتا دوں گا۔ مگر میں اسے تمہارے بارے میں کیا بتاؤں؟"

"میں ہندوستان کے دور دراز علاقے کا رہنے والا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ میری بات سن کر [illegible] کی آنکھوں سے [illegible]

[illegible]

کی تلاش میں۔ بتا چکا ہوں جو ان چیزوں سے واقف ہوں۔ آپ کا یہاں پر تشریف لانا یقیناً ہم سب کے لیے باعثِ خیر و برکت ہوگا۔ میں زندگی میں پہلی بار ہندوستان جیسے دور دراز ملک کے کسی عالم سے مل رہا ہوں اس لیے میں نے بہت سے سوالات کر ڈالے۔ مجھے معاف کیجیے گا محترم! آپ میرے ساتھ آئیے۔ اور ہاں یہ نوجوان کون ہے؟" اس نے تفران کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام تفران ہے اور یہ میرا شاگرد ہے۔ اس کا تعلق یونان سے ہی ہے۔ یہ مجھ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہے۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

پہریدار نے ہم دونوں کو ایک وسیع اور کشادہ عمارت کے ایک آراستہ کمرے میں ٹھہرایا اور خود چلا گیا۔ یہ عمارت محل کے احاطے کے باہر واقع تھی جبکہ پہلی بار میں جب یہاں آیا تھا تو مجھے محل کے اندر والے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا تھا جو یقیناً ایک معزز مہمان کے شایانِ شان تھا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہی پہریدار دوبارہ ہم لوگوں کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ دالشونز ہمارا منتظر ہے۔

ہم دونوں جب دالشونز کے دربار میں پہنچے تو وہ ایک اونچے تخت پر تکیوں کے سہارے نیم دراز تھا۔ دو حسین کنیزیں اس کے دائیں بائیں کھڑی ہوئی مورچھل جھل رہی تھیں۔ سامنے نیچی نیچی کرسیوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں جن پر امرائے دربار اور فوجی افسر بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے بیشتر کو میں پہچانتا تھا۔ ایک طرف ایک کرسی پر ایک بہت بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے پر لمبی سی سفید داڑھی تھی اور اس کے سامنے پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی میز پر چند کتابیں، کاغذات اور کچھ اور فضول قسم کی چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔

ہم دونوں نے دربار میں داخل ہو کر دالشونز کو تعظیم دی۔ میں سیدھے رستے سے گزرتا ہوا چلتا آیا تھا۔ پہریدار ہمیں دروازے تک چھوڑ کر رخصت ہو گیا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا ہندوستانی دانشمند؟" دالشونز نے مجھ سے سوال کیا۔

"اس ناچیز کو بلرام سنگھ کہتے ہیں۔" میں نے دھیمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "اور ساتھ میں یہ میرا شاگرد تفران ہے۔"

"میرے پاس آنے کا مقصد؟" اس نے بھاری آواز میں سوال کیا۔

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ نجومیوں اور جوتشیوں کی بڑی قدر کرتے ہیں اور انہیں انعام و اکرام سے نوازتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں علمِ نجوم کا ایک پرانا ماہر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ مجھے ملاقات کی عزت بخش کر آپ کو خوشی ہوگی۔"

دالشونز نے ایک لمبی سی "ہوں" کی آواز نکالی۔ اس کا اندازِ گفتگو رعونت اور تکبر سے بھرا ہوا تھا۔

"تم میری قسمت کے بارے میں کیا بتا سکتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"سب کچھ سردار! سب کچھ۔" میں نے جواب دیا۔ "وہ بھی جو بیت چکا ہے اور وہ بھی جو آنے والا ہے۔"

"اچھا تو پھر شروع ہو جاؤ۔" اس نے کہا۔

بات یہ ہے پروفیسر کہ میں اگر چاہتا تو اب چند لمحوں میں دالشونز کا کام تمام کر سکتا تھا لیکن میں اسے اتنی آسانی سے مرنے دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں اسے سارے درباریوں کے سامنے جی بھر کر ذلیل کرنا چاہتا تھا اور میری خواہش یہ تھی کہ مرنے سے پہلے اسے اس بات کا اچھی طرح علم اور احساس ہو جائے کہ اس نے سارودھا والوں کے ساتھ اور خود میرے ساتھ کتنی بڑی زیادتی کی ہے۔ میں اسے اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے اپنا ہاتھ چھونے کی اجازت دیجیے سردار!" میں نے لجاجت سے کہا۔

دالشونز نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں اسے چھونے ہی والا تھا کہ دربار میں موجود ایک الگ کرسی پر بیٹھا ہوا بوڑھا جس کے سامنے میز اور دوسرا سازوسامان رکھا ہوا تھا، مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں نے صاف طور پر محسوس کر لیا کہ اس کی نظروں میں میرے لیے نفرت اور حقارت ہے۔

"ٹھہرو ہندی نجومی!" یکایک وہ بوڑھا اپنی گہری اور بھاری آواز میں بولا۔

یہ سنتے ہی سارے لوگ جن میں دالشونز بھی شامل تھا آواز کی سمت متوجہ ہو گئے۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت دالشونز کے دربار میں جو موجود ہے، میرا نام شاریپ ہے اور میں اس پورے علاقے کا سب سے بڑا نجومی ہوں۔ سردار دالشونز کے ماضی، حال یا مستقبل کے بارے میں کوئی بات زبان پر لانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ میں یہاں موجود ہوں اور تمہاری غلط باتوں پر گرفت کروں گا۔ یہ بات یاد رکھنا کہ سردار دالشونز جھوٹوں اور غلط بیانی کرنے والوں کو معاف نہیں کرتے۔" بوڑھا مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"عظیم دانشمند شاریپ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" دالشونز نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "یہ اس علاقے کا سب سے زیادہ باکمال اور باعلم نجومی ہے۔ دور دور تک اس کی لیاقت کا کوئی ثانی نہیں۔ اسے میرے دربار میں شاہی نجومی کا درجہ حاصل ہے اور میں اس پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔"

"میں سردار دالشونز کے شاہی نجومی کے اعتماد کو مجروح نہیں کروں گا۔" میں نے دالشونز کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

سارے دربار میں اتنا گہرا سناٹا طاری تھا کہ لوگوں کے سانس کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں تھوڑی دیر تک دالشونز کا ہاتھ غور سے دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں یہ سوچتا رہا کہ اس ہاتھ نے سارودھا کے بے گناہوں کے علاوہ اور نہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون بہایا ہے۔

"عظیم سردار دالشونز!" میں نے اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ "آپ اپنے ماضی کے بارے میں جاننا چاہیں گے، حال کے بارے میں یا مستقبل کے بارے میں؟"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم سب کچھ بتا سکو گے ہندی دانشمند؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے اپنے علم پر پورا بھروسہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا تو میرے ماضی کے بارے میں کچھ باتیں بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"تو سنیے عالی نسب سردار!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کا باپ غلاموں کی تجارت کرتا تھا اور بردہ فروشوں کے ایک خونخوار گروہ کا سردار تھا۔" میں نے رک کر دالشونز کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور وہاں سخت ناگواری کے اثرات پائے لیکن ناگواری کے ساتھ حیرت کا اظہار بھی تھا۔

"سرداروں اور بادشاہوں کے سامنے گفتگو کرنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں ہندی نجومی!" شاریپ نے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا۔ "شاید تمہیں اس سے پہلے کسی دربار میں حاضر ہونے اور حکمرانوں سے ہم کلام ہونے کا موقع نہیں ملا۔"

"اسے بولنے دو شاریپ!" دالشونز نے متانت سے کہا۔ "اس کی یہ بدتمیزی نہیں کم علمی کی وجہ ہے۔ شاید یہ صحیح الفاظ کے انتخاب کے سلیقے سے واقف نہیں ہے۔"

"آپ کے باپ کو غلاموں کی ایک بغاوت کے دوران جہاز پر قتل کر دیا گیا اور اس کے سارے ساتھی مارے گئے۔ اس بغاوت کی قیادت ایک ایسے شخص نے کی تھی جو غیر معمولی طور پر بہادر تھا اور جسے کوئی ہلاک نہیں کر سکا۔" دالشونز نے اثبات میں گردن ہلائی۔

پھر پروفیسر میں اسے ایک ایک کر کے ماضی کے ان واقعات کے بارے میں بتاتا گیا جو مجھے معلوم تھے۔ دالشونز حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ سارے درباری خاموش تھے اور شاریپ کی آنکھوں میں میرے لیے موجود نفرت میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ دالشونز اور سارے درباری میرے علم سے بڑے متاثر نظر آ رہے تھے مگر شاریپ بھی نجومی تھا اسی لیے وہ سخت ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"سردار دالشونز! آپ نے دربار سارودھا پر حملہ کر کے اچھا نہیں کیا۔" میں نے گزشتہ واقعات بیان کرنے کے بعد کہا۔ "آپ سارودھا والوں سے دوستی کا عہد کر کے آئے تھے۔ آپ بدعہدی اور وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے ہیں۔"

"میں نے تمہاری رائے نہیں پوچھی ہے۔" دالشونز نے تلخی سے کہا۔ "تم صرف واقعات بیان کرو۔ صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنا تمہارا کام نہیں ہے۔"

"یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں سردار دالشونز کہ اس بات کا تعلق آپ کے عبرت ناک انجام سے ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" دالشونز ایکدم چونک پڑا اور شاریپ اور اس کے سارے درباری مجھے گھورنے لگے۔

"مطلب یہ ہے سردار دالشونز کہ آپ نے سارودھا کے سردار سام کو دھوکے سے مہمان بنا کر یہاں بلایا اور اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر سارودھا کو تباہ و برباد کر دیا۔ میں آپ کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ اب اجل آپ کے سر پر منڈلا رہی ہے اور آپ کوئی دم کے مہمان ہیں۔"

"خاموش گستاخ!" شاریپ زور سے دھاڑا۔ "میرے علم کے مطابق سردار دالشونز کو ابھی کم از کم چالیس سال تک زندہ رہنا ہے۔ تو نے یہ کیا بیہودہ گوئی شروع کر دی ہے؟ سارودھا میں اب کون بیٹھا ہے جو سردار دالشونز سے بدلہ لے گا؟"

لیکن میں نے دیکھا پروفیسر کہ میرے الفاظ سے دالشونز کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وجہ یہ تھی کہ جو کچھ بھی میں اب تک اسے بتا رہا تھا وہ سب درست تھا۔ میں نے اس کے سامنے وہ واقعات جو مجھے معلوم تھے بڑی تفصیلات کے ساتھ بیان کیے تھے اور اسے اس بات کا یقین آ گیا تھا کہ میں کوئی پہنچا ہوا نجومی ہوں۔ چنانچہ جب میں نے اسے موت کا پیغام سنایا تو وہ گھبرا گیا۔

"مجھے کون ہلاک کرے گا ہندی نجومی؟" اس نے دھیمے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"تقدیر یہ کہہ رہی ہے سردار دالشونز! آپ کی موت سارودھا کے سردار سادم کے ہاتھ لکھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہا ہا ہا!" دالشونز بڑے زور سے ہنسا۔ اس کی ہنسی میں گہری طمانیت کی جھلک موجود تھی۔

"تمہارا مطلب ہے سادم اول کا بیٹا سادم دوم؟"

پروفیسر اس موقع پر میں نے اس بات کی وضاحت ضروری نہیں سمجھی کہ سادم صرف ایک ہی ہے، وہ اول اور دوم کا کوئی سوال نہیں کیونکہ دالشونز میری اس بات کا ہرگز یقین نہیں کرتا۔

"جو بھی آپ سمجھ لیں، بہرحال یہ کام سادم انجام دے گا۔" میں نے کہا۔

شاریپ نے فتحمندانہ نظروں سے دالشونز کی طرف دیکھا اور زیرلب مسکرانے لگا۔ یعنی اپنی دانست میں اس نے میری غلطی پکڑ لی تھی۔

"یہاں تم ایک بڑی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہو ہندوستانی دانشمند!" دالشونز نے مجھ سے ایسے لہجے میں کہا جس میں طنز اور تمسخر کی جھلک نمایاں تھی۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا علم وسیع بھی ہے اور بڑی حد تک قابلِ اعتماد بھی۔ لیکن اس جگہ تمہارا علم تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔"

"میرا علم کبھی مجھے دھوکا نہیں دیتا سردار دالشونز!" میں نے متانت کے ساتھ جواب دیا۔ "مجھے اپنے علم کی سچائی پر پورا اعتماد ہے۔"

"اچھا تو سنو۔" دالشونز نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیا تمہارے علم نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ سادم دوم ہلاک ہو چکا ہے؟"

"میرے علم نے مجھے سادم کے ہلاک ہونے کی کوئی خبر نہیں دی۔" میں نے اسی طرح ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں جواب دیا۔ "اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سادم ہلاک نہیں ہوا اور وہ زندہ ہے۔"

"کیا بکتے ہو بیوقوف بوڑھے!" دالشونز کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔ "سادم کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔"

راشونے ان الفاظ کے ساتھ ہی میری نظریں نفران کی جانب اٹھ گئیں۔ میں نے دیکھا کہ اس کا منہ حیرت کے مارے کھلا ہوا تھا اور وہ بالکل پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید اس کو یاد ہوگا پروفیسر کہ میں نے سارہ کو بھی کسی کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"کیا تم کو اس کی اس حیثیت سے ... اور ... کے جلے ہوئے ... برآمد ہوئے تھے؟" میں نے راشونز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

راشونز کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ "اوہ تو تم کو یہ بھی معلوم ہے۔ تم کو سب کچھ معلوم ہے تو اس نے ... کرنے ... " میں نے کہا۔ میں نے شاریپ کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سخت الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔ باقی سارے درباری دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ ان سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ کافی دیر تک دربار پر مکمل سناٹا طاری رہا۔ مجھے یوں ... دن کنیزوں کے ہاتھ رک گئے اور ان کے چہرے زرد ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ... پر خوف و ہراس کی ایک فضا طاری ہو گئی ہے۔

"سارہ ... کی ... یقیناً حل کر رکھی ہوں گی" راشونز نے کچھ ... گیا ہوگا ... کی بات ... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"... راشونز ... سب سے خوبصورت ..." [illegible]

[illegible]

نے کپیا کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور کسی بھی انسان کے لیے اس میں سے زندہ بچ نکلنا ناممکن ہو گیا تھا۔ تب ہم لوگ وہاں سے نکلے تھے تاکہ اسے اطمینان ہو جائے ...

"سنو راشونز! اب تم نے اپنا انداز تخاطب بدل دیا اور آپ کی بجائے تم پر آ گیا ہو۔ پھر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ تم آج شام کو غروب آفتاب کا منظر نہیں دیکھ سکو گے۔ سارہ ... کی صورت میں اس سے بہت پہلے تمہاری روح قبض کر لے گا۔"

"سارہ کہاں ہے؟ کہہ دے سارہ مجھے بتاؤ" راشونز کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ دربار میں ... سرگوشیاں ہونے لگیں ... کنیزوں کے ہاتھ رک گئے۔

"سارہ یہیں ... موجود ہے" میں نے جواب دیا۔ "تم نے اس کا دل دکھایا ہے راشونز۔ ... موجودگی سے فائدہ اٹھا کر تم نے اس کی نسل کے لوگوں پر ... تم نے دوستی کے نام پر اسے دھوکہ دیا۔ ... تمہاری غداری کی سزا دینے کے لیے یہاں پہنچ ... "

... اس کی آواز ... شکست ... اب ... اور ... دشمن کا ... [illegible]

... اپنے ... میرے لیے نفرت ... راشونز کی ... [illegible]

... نے اپنی اصل ... بدلی ہوئی ... داڑھی اور ... سامنے ... [illegible]

... ایک ... پوری ... تیار ہو ... سا ... ساتھ ... کیا ... تخت ... [illegible]

... آخری جھٹکے لے رہا تھا اور خون تیزی کے ساتھ بہہ بہہ کر نیچے ... رہا تھا۔

دربار میں ایک شور برپا ہو گیا۔ "سارہ زندہ ہے۔ سارہ ... واپس آ گیا ہے" ہلکی ہلکی آوازیں میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ ... پر دہشت طاری تھی۔ ... ایک نوجوان فوجی افسر نے تلوار ... میری طرف پیش قدمی کی کوشش کی۔

"خبردار بے وقوفو! تم میں سے کوئی بھی آگے آنے کی جرأت نہ کرے ... ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ میں تم لوگوں کو معاف ... لیکن راشونز کو میں معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ اس ... کی تھی۔ وہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔"

میری بات پوری ہونے سے پیشتر ہی کسی جانب سے ایک بہت ... نیزہ سنسناتا ہوا آیا اور میرے سخت سینے سے ٹکرایا ... بلند ہوئی اور نیزہ ٹوٹ کر میرے قدموں میں گر پڑا۔

میں نے اس طرف دیکھا جدھر سے نیزہ آیا تھا۔ کوئی سپاہی ... سے بھاگتا چلا جا رہا تھا۔

درباریوں کے لیے یہ منظر بڑا حیرت ناک تھا۔ ان درباریوں میں وہ بھی شامل تھے جو سارہ پر راشونز کے حملے کے دوران ... تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ تیر ... ٹکرا کر ... ہو جاتے ہیں۔ لیکن دربار میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے ... آنکھوں سے یہ منظر نہیں دیکھا تھا۔ ان میں سے بعض نے یہ کہا ... نے اپنے لباس کے نیچے ... رکھی ہے۔ چنانچہ میرے ... کے باوجود چند درباری مجھ پر چڑھ دوڑے۔ بوڑھا شاریپ ... کی جو حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔

... بھاگ اٹھے ہوئے ... شاریپ کی طرف ... لوگوں کے پیچھے پڑ ... [illegible] ... درباریوں نے ... تعداد ... پانچ ... تھے ... میرے جسم کے مختلف حصوں سے ٹکرا ... میرے قدموں ... گر ... ہو گئے۔ دراصل مجھے ... تھا کہ دربار میں کوئی ... [illegible] ... ان پانچ درباریوں ... جوش ... کا سارا جوش ختم کر دیا۔ میں انہیں ہلاک ... تھا لیکن ... نے خود موت کو دعوت دی تو اس ... کیا کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ کی بجلی کی ضرب ... اور ... ہڈیوں کو سرخ رنگ کے ڈھیر ... دیا۔

... سامنے دربار ... بہت ہی زیادہ دہشت ... اپنی جگہوں پر جم کر رہ گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کے جلنے

جلنے کی قوت ہی سلب ہو گئی ہے۔ بوڑھے شاریپ کی زبان بھی اچانک رک گئی تھی، مگر وہ اب بھی کینہ توز نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"اگر تم میں سے کسی کا دل چاہے تو وہ اپنی حسرت نکال سکتا ہے" میں نے باقی ماندہ درباریوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اور اگر تم لوگ سب کے سب ایک ساتھ مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر تم اپنے پورے لشکر کو میرے برابر لانا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی بخوشی تیار ہوں لیکن اس صورت میں تمہیں یہ بات یاد رکھنی ہو گی کہ میرے مقابلے پر آنے والے ہر شخص کو ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑے گا اور اس طرح تم اپنے پورے لشکر سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ جیسا کہ سارہ پر تم لوگوں کے پہلے حملے کے دوران ہوا تھا جب راشونز کی فوج کے صرف دس سپاہی باقی بچے تھے جن میں راشونز خود بھی شامل تھا اور میں نے اس کی جان بخشی کی تھی۔ اگر تم لوگ اس داستان کو ایک بار پھر دہرانا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔"

میں نے دربار میں چاروں طرف نظر ڈالی۔ مجھے ہر جانب جھکے ہوئے سر نظر آ رہے تھے۔ ہر شخص مجھ سے آنکھ ملانے سے گریزاں تھا۔ بڑی عجیب صورت حال تھی پروفیسر۔ نفران بت بنا ساری صورت حال کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ میں نے بوڑھے شاریپ کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ یک لخت اور زیادہ بوڑھا اور ناتواں ہو گیا تھا۔ اور اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ اس نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا تھا۔

"تو جب وہ ... میں نے ... سے کہا۔ "تم لوگوں میں حکومت کے امراء، وزراء اور فوجی افسر موجود ہیں۔ میں ایک بات کا جواب چاہتا ہوں۔ تم لوگ ... چاہتے ہو یا اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہو۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر جواب دو۔"

میرے ... کے جواب میں ... بار ... سرگوشیاں ہوئیں ... اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ ... دونوں ہاتھ باندھ کر ... جھک کر مجھے تعظیم ... کہا۔ ... اور حیرت انگیز ... کے مصداق ... [illegible] ... کو ... [illegible] ... تمام ... سے ... ریاست ... کچھ مشورہ ... کرنے ... ہیں۔

"... دربار میں تمہارا کیا منصب ہے؟" ... نے ... کہا ... بات ... لوگوں پر ... تھا ... محتاط تھا۔

"میرا نام ... ہے ... سردار" اس نے جواب دیا۔ "میں ... کا وزیر اعظم اور نائب السلطنت ہوں۔ مجھے دربار کے تمام ... کا اعتماد

حاصل ہے۔"

"کیا یہ شخص صحیح کہہ رہا ہے؟" میں نے امرائے دربار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ان سب نے یک آواز جواب دیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور یہ کہ سب کے سب اس کا بڑا احترام کرتے ہیں اور اب رالشوز کے بعد اس کے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کریں گے۔

"اور تم کیا کہتے ہو بوڑھے شاریب؟" میں نے شاریب کی طرف مڑ کر پوچھا۔ "تمہارے علم کے مطابق تو رالشوز کو ابھی مزید چالیس سال تک مزید زندہ رہنا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ چالیس گھنٹے بھی نہ جی سکا۔"

"میں نائب السلطنت اقلوس کا وفادار اور اس کے حکم کا پابند ہوں۔" بوڑھے نے مجھے زہریلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو سنو اقلوس،" میں نے کہا۔ "میں تمہیں ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ اس عرصے کے دوران تم لوگ اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو۔ اگر تم لوگ لڑنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ بصورت دیگر تمہیں ساردہ سے لوٹا ہوا سارا مال و اسباب واپس کرنا ہوگا۔ وہاں کی ساری اغوا شدہ عورتوں کو واپس کرنا ہوگا۔ غلے کا جو ذخیرہ تم لوگوں نے لوٹا ہے وہ اور سارے مویشی واپس کرنے ہوں گے۔ تم نے انسانی جانوں کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تو کوئی تلافی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ مردوں کو کوئی نہیں جلا سکتا۔ تاہم اس کے عوض تمہیں سونے اور چاندی کی ایک معقول مقدار ساردہ والوں کے حوالے کرنی پڑے گی تاکہ جن گھروں کے چراغ گل ہو گئے ہیں ان کی تھوڑی بہت اشک شوئی ہو سکے۔" میں نے رک کر ان کے چہروں کا جائزہ لیا۔ وہ سب کے سب خاموش تھے۔ "میرا یا ساردہ کے کسی شخص کا اشمارا پر قبضہ کرنے اور اس پر حکومت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

میں نے پھر ان کے چہروں کو دیکھا۔ وہ حیرت سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے تھے۔ "میں اپنے نوجوان دوست کے ساتھ یہاں سے واپس چلا جاؤں گا اور تمہاری حکومت تمہیں لوگوں کے سپرد کر جاؤں گا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا اشمارا کے امیرو! اگر تم میں سے کسی نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو پھر میں آ دھمکوں گا کہ تم لوگوں کے ساتھ جیسا چاہوں سلوک کروں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر اشمارا میں سازشیوں کے نام کو رونے والا بھی کوئی باقی بچے گا یا نہیں۔ ایک بار میری بستی کے معصوم لوگ تمہاری سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ میری غلطی ہے کیونکہ میں نے رالشوز پر اعتماد کیا تھا۔ اب دوبارہ دھوکہ کھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں اور میرا نوجوان دوست اب اشمارا کی سیر کریں گے اور ٹھیک ایک گھنٹے بعد میں اسی جگہ واپس آ جاؤں گا۔ اگر تم کو لڑنے کا شوق ہو تو اپنی فوجیں آراستہ کر کے تیار رہنا۔"

اہل دربار کے سامنے یہ تقریر کرنے کے بعد جس میں میں نے صلح کی ساری شرائط بیان کر دی تھیں، میں نے تغران کو وہاں سے چلنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں سارے درباریوں کو حیران اور خوفزدہ چھوڑ کر باہر نکل آئے۔

جب ہم محل کے صدر دروازے پر پہنچے تو وہاں موجود پہرے دار اور بالخصوص اس پہرے دار نے جس کے ذریعے ہماری دربار تک رسائی ہوئی تھی، ہمیں بڑی حیرت سے دیکھا کیونکہ میری داڑھی مونچھیں غائب ہو چکی تھیں اور میں لنگڑانے کے بجائے کمان کے تیر کی طرح سیدھا چل رہا تھا۔ تاہم اس پہرے دار نے ہم سے کوئی سوال نہیں کیا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اب ہم شاہی مہمان بن چکے تھے۔

اشمارا کے گلی کوچوں میں زندگی اپنے تمام تر حسن و سرگرمی کے ساتھ رواں دواں تھی۔ بازاروں میں اور دکانوں پر خرید و فروخت کا بازار گرم تھا۔ حسین عورتیں سامان آرائش کی دکانوں میں آ جا رہی تھیں۔ قدم قدم پر حسن کے جلوے بکھرے پڑے تھے۔ اشمارا کی عورتیں اپنے دور کی عیش پرست عورتیں تھیں پروفیسر جبکہ ساردہ کی عورتیں سیدھی سادی زندگی گزارنے کی عادی تھیں۔ بازار میں خرید و فروخت کے کاروبار اور دکانوں میں اشیا کی فراوانی کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ اشمارا کے لوگ کافی خوش حال ہیں۔ ویسے بھی پروفیسر مجھے ان کے طرز زندگی کا اس سے پہلے بھی اندازہ ہو چکا تھا تاہم تغران کے لیے یہ مناظر نئے تھے۔ وہ اس سے پہلے کبھی اشمارا میں نہیں آیا تھا۔ بستی کے لوگ ہم دونوں اجنبیوں کو پلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگ مجھے خاص طور پر بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مجھے اس سے پہلے بھی اشمارا میں رالشوز کے مہمان کی حیثیت سے دیکھ چکے ہوں گے لیکن اس وقت میری رنگت سنہری تھی جبکہ اب میں انہیں سانولا نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ ہم دونوں میں گہری مشابہت دیکھ کر حیران ہو رہے ہوں۔ محل سے باہر کے لوگوں کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ رالشوز مر چکا ہے اور ان کی بستی زبردست انقلاب سے گزر رہی ہے۔

ایک نانبائی کی دکان کے آگے سے گزرتے ہوئے بھنے ہوئے گوشت کی تیز بو نے مجھے اور تغران کو دکان کے اندر جھانکنے پر مجبور کر دیا۔ بہت سے لوگ اندر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے پلیٹوں میں بھنا ہوا گرم گرم گوشت اور پیالوں میں شراب رکھی ہوئی تھی۔ وہ لوگ بے فکری کے ساتھ کھانے پینے میں مصروف تھے۔ میں نے تغران کو اشارہ کیا اور دونوں اندر داخل ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ نانبائی نے دو پلیٹوں میں گرم گرم بھنا ہوا گوشت اور شراب کے دو پیالے ہمارے آگے رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم لوگ اس شہر میں اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ کہاں سے آئے ہو میرے دوستو؟"

"ہم لوگ بڑی دور سے آئے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہاں سے کئی دن کی مسافت پر ایک بستی ہے، جس کا نام ساردہ ہے، ہمارا تعلق اسی بستی سے ہے۔"

"اوہ!" اچانک نانبائی ہمیں حیران اور مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ "تو تم ساردہ سے آئے ہو؟ ہم ساردہ تو... ساردہ کو..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی سمجھ میں شاید یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جس بستی

کو ابھی چند دن پہلے اشمارا کی فوجوں نے اپنی لوٹ کھسوٹ کا نشانہ بنایا تھا، وہاں کے مسافر اشمارا کس طرح پہنچ گئے۔ یا شاید وہ ہمارے سامنے یہ کہنے سے ہچکچا رہا تھا کہ اشمارا والوں نے ساردہ کو تباہ کر دیا ہے۔

"ہاں مجھے معلوم ہے۔" میں نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ "اشمارا کی فوجوں نے ساردہ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا۔ میں ساردہ کے بچے کھچے لوگوں کی جانب سے ایک ضروری پیغام لے کر اپنے نوجوان ساتھی کے ساتھ یہاں رالشوز کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔"

"کیا تم لوگ رالشوز سے مل چکے ہو؟" اس نے پوچھا۔ اس عرصے میں آس پاس بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کی توجہ ہماری جانب مبذول ہو گئی تھی اور وہ غور سے ہماری باتیں سن رہے تھے۔

"ہاں، ہم لوگ رالشوز کے دربار میں گئے تھے اور اس سے بات بھی کی تھی۔ لیکن افسوس کہ وہ مر گیا۔" میں نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

"کیا کہا؟" نانبائی اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ "رالشوز مر گیا؟ مگر کیسے؟"

"اسے بھرے دربار میں کسی نے قتل کر دیا۔" میں نے اسے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"رالشوز کو کس نے قتل کر دیا؟" اس نے گھبرا کر مجھ سے پوچھا۔ "وہ بھرے دربار میں کیسے قتل ہو گیا؟"

"اسے کسی نے اس جرم میں قتل کر دیا کہ اس نے ساردہ کے بے گناہ لوگوں کو دھوکے سے ہلاک کیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

ذرا ہی دیر میں پورے بازار میں غل مچ گیا کہ رالشوز کو اس کے کسی دشمن نے بھرے دربار میں قتل کر دیا ہے۔ جب میں اور تغران نانبائی کی دکان میں سے خوب شکم سیر ہو کر نکلے تو اس وقت تک یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ لوگ میری اور تغران کی جانب انگلیاں اٹھا اٹھا کر کچھ کہہ رہے تھے۔ غالباً وہ ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ یہ خبر ہم لوگوں کی فراہم کردہ ہے۔ میں اور تغران سڑک پر کافی آگے تک چلے گئے اور ہمارے پیچھے پیچھے یہ خبر پھیلتی جا رہی تھی کہ رالشوز مارا گیا ہے۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے گھوڑوں کی تیز تیز ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اشمارا کے دو فوجی تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہماری طرف آ رہے تھے۔ میں نے تغران کو اپنے پیچھے کر لیا اور خود ان کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ دونوں فوجی ہمارے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے پیچھے کئی لوگ بھاگتے چلے آ رہے تھے۔ غالباً انہیں لوگوں نے فوجیوں کو ہماری نشاندہی کی ہوگی۔

"یہ افواہ تم نے پھیلائی ہے کہ رالشوز کو قتل کر دیا گیا ہے؟" ان میں سے ایک نے رک کر مجھ سے پوچھا۔

"یہ افواہ نہیں ہے۔" میں نے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ "تم رالشوز کے محل میں جا کر خود اس کی تصدیق کر سکتے ہو۔ تمہارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"جھوٹ بولتا ہے بے ایمان!" سپاہی نے اپنا لمبا سا چابک لہرایا۔ "میں ابھی کچھ دیر پہلے محل کے اندر موجود تھا اور رالشوز نے میرے سلام کا جواب بھی دیا تھا۔ وہ زندہ سلامت ہے۔ تو کسی دشمن کا جاسوس معلوم ہوتا ہے۔" اور اتنا کہہ کر اس نے چابک کڑکایا اور مجھ پر ضرب لگانے کی کوشش کی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر چابک پکڑ لیا اور اچانک اسے اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ وہ سپاہی مع چابک کے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس اثنا میں اس کے دوسرے ساتھی نے اپنا چابک لہرایا اور میں نے اچھل کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے بھی گھوڑے سے نیچے گھسیٹ لیا۔ اتنی دیر میں پہلے والا اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ وحشی کی طرح لپک کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے اسے بھی ہاتھ سے پکڑ لیا اور پھر میں نے ان دونوں کے دائیں ہاتھوں کو ایک ساتھ ملا کر اپنی بغل میں دبا لیا۔ ان کے صرف بائیں ہاتھ آزاد تھے۔ دونوں سپاہی بری طرح مچل اور تڑپ رہے تھے اور میری گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا انہیں کسی نے لوہے کے شکنجے میں جکڑ دیا ہے۔ ان کی آنکھوں سے حیرانی اور شدید خوف کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آزاد ہاتھوں سے مجھے بری طرح مارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گالیاں بک رہے تھے اور زور لگا رہے تھے لیکن کسی طرح ان کی گلو خلاصی ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس دوران وہاں ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا تھا اور حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ بعض من چلے تو سپاہیوں کی یہ حالت دیکھ کر ہنسنے لگے۔ لیکن مجمع میں سے کسی نے بھی ان کی مدد کے لیے آگے آنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً لوگ رالشوز کے سپاہیوں سے زیادہ خوش نہیں تھے اور انہیں ناپسند کرتے تھے۔

میں نے بازو کو تھوڑا سا دبایا اور سپاہیوں کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ بری طرح ڈکرانے لگے۔ میں نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی تو ان کے درد میں کمی آ گئی۔ پھر ذرا دیر میں وہ میری خوشامد پر اتر آئے اور گڑگڑا کر اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگے۔ انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ طاقت کے ذریعے میری گرفت سے کبھی نہ نکل سکیں گے۔

میں نے اپنا بازو ذرا اٹھا کر ان کے ہاتھوں کو آزاد کر دیا اور یہ منظر دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی کہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو وہیں چھوڑ کر ایسے بے تحاشہ بھاگتے چلے گئے کہ انہوں نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

اس دوران مجمع کچھ اور زیادہ بڑھ گیا تھا اور بہت سے لوگ مجھے تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے دیکھنے والوں میں بڑی تعداد عورتوں کی بھی شامل تھی اور کئی عورتوں نے تو باقاعدہ مجھے اشارے بھی کیے۔ لیکن میں تغران کو ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا۔ میرے جسم پر ملی ہوئی راکھ کی تہہ جگہ جگہ سے ہٹ گئی تھی اور کندن جیسا جسم چمک رہا تھا۔

سارے بازاروں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ دکاندار اپنی دکانوں سے باہر نکل کر سڑکوں پر آ کھڑے ہوئے تھے، خرید و فروخت کا سلسلہ رک گیا تھا

دانشور کے قتل کی خبر ہمارے آگے آگے چل رہی تھی لوگ ٹولیوں کی صورت میں گلی کوچوں میں جمع ہو کر باتیں کرنے لگے تھے۔ ابھی تک یہ بات کسی کو نہیں معلوم تھی کہ دانشور کو قتل کرنے والا شخص آزادی کے ساتھ ان کے درمیان گھوم رہا ہے۔ اور پروفیسر اگر انہیں یہ بات معلوم ہو بھی جاتی تو اس سے کیا فرق پڑ سکتا تھا، ظاہر ہے کہ وہ بے چارے میرا کیا بگاڑ سکتے تھے۔

تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بستی کے بازاروں کی سیر کرنے کے بعد ہم دونوں دوبارہ محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں نے ایک حمام میں غسل کر کے اپنا بدن صاف کر لیا تھا۔ اس دوران کوئی خاص اور قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ جب ہم دونوں محل کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک بڑا ہجوم صدر دروازے کے سامنے جمع ہے اور لوگ ایک دوسرے سے اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ہم دونوں بھیڑ کو چیرتے ہوئے اپنا راستہ بناتے ہوئے صدر دروازے کے قریب پہنچے وہاں جا کر ہم نے دیکھا کہ دروازہ بند تھا اور پہرے داروں کی تعداد میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن ہم دونوں کی صورت دیکھتے ہی پہرے داروں کے افسر نے فوراً دروازہ میں لگی ہوئی کھڑکی کھول دی اور ہمیں اندر بلا لیا۔ غالباً انہیں پہلے سے اس بات کی ہدایات دے دی گئی تھیں وہ لوگ میرے بدن کی اصل رنگت دیکھ کر آنکھیں جھپکنے لگے۔

ہم جیسے ہی محل کی ڈیوڑھی میں داخل ہوئے۔ ہم نے ایک اہلکار کو اپنا منتظر پایا جو اس شخص کو دربار میں موجود دیکھ چکا تھا۔

"اقلوس اور دوسرے امرا آپ کے منتظر ہیں معزز ساردم" اس نے شائستگی کے ساتھ ہم سے کہا [illegible] سب لوگ دربار میں جمع ہیں"

"ہم کس لیے [illegible]" میں نے جواب دیا "تم لوگوں نے [illegible] فیصلہ کیا"

[illegible] اقلوس رہے گا [illegible]

[illegible]

اس کے ساتھ دربار میں داخل ہوا سارے لوگ بے شمار بیٹ اور اقلوس کے بشمار اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہمیں تعظیم دی۔ سامنے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ان کرسیوں کی طرف بڑھا جو مہمانوں اور آنے والوں کے لیے وقف تھیں۔ میرے جسم کی رنگت ان کی آنکھوں کے لیے نئی نہیں تھی۔

"نہیں سردار ساردم" اقلوس نے آگے بڑھ کر ادب سے کہا "آپ اس طرف کی کرسیوں پر نہیں بیٹھیں گے۔ آپ نے دانشور کو قتل کر کے اس پر فتح حاصل کر لی ہے۔ اب شمانا کی حکومت آپ کا حق ہے اب آپ دانشور کے تخت کو رونق بخشیے"

میں اس عجیب و غریب پیشکش پر حیران رہ گیا۔ میں نے ان لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم شمانا کے لوگوں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں اور نہ شمانا پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ شمانا کی حکومت ان ہی لوگوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ لیکن پھر بھی وہ بخوشی مجھے حکومت بخش رہے تھے۔ میں نے اس پیشکش کو ان کی دریا دلی اور فیاضی پر محمول کیا۔

"مجھے دانشور کے تخت پر بیٹھنا پسند نہیں ہے" میں نے کہا "تم لوگ مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کرو" اور میں اور تلفان مہمانوں کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

تب اقلوس نے کہنا شروع کیا "عظیم سردار ساردم ہم لوگوں نے باہمی مشورے کے ذریعے یہ طے کیا ہے کہ شمانا کی حکمرانی صرف آپ کی پیش کردہ شرائط کے مطابق جمہوری طرز پر تسلیم کر لیا جانا ہے۔ دانشور نے ازخود آپ سے بدعہدی کی تھی۔ اور اسے اس کی سزا بھی مل گئی۔ ہم سب آپ کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلاتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ شمانا کو مستقل قیام کر کے ممنون فرمائیں"

[illegible] میں نے درباری بزرگوں سے پوچھا

[illegible] یہ بوڑھا [illegible] ہوا تھا [illegible] پیش کش [illegible] یہ پیشکش کے لیے [illegible] مجھے اس کی [illegible] بلکہ ساردہ [illegible] نقصان [illegible] ساردہ [illegible] اپنے [illegible] جیسا [illegible] پہلے سے [illegible] ساردہ کی طرف نکلا تھا [illegible]

"ہماری تو خواہش یہی تھی ساردم کہ تم شمانا کی سرداری قبول کر لو" اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں خوشامد کی جھلک موجود تھی "شمانا کو تم سے زیادہ اچھا اور جری سردار کبھی نصیب ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ ہم لوگوں کی خوش بختی ہوگی کہ تم ان کی سرپرستی قبول کر لو"

"میں معذرت چاہوں گا" میں نے کہا "تم لوگ جلد از جلد باقی ماندہ شرائط پوری کر دو تا کہ میں ساردہ کی امانتوں کو ساتھ لے کر یہاں سے رخصت ہو جاؤں"

"کل صبح تک سارے انتظام مکمل ہو جائیں گے عظیم سردار" اس نے جواب دیا "آج ہی سارے ضروری احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں"

اس کے بعد اقلوس نے قریب کھڑے ہوئے ایک غلام کو اشارہ کیا۔ غلام آگے بڑھا اور اس نے ایک سنہری رنگ کا حسین ڈبہ اقلوس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اقلوس وہ ڈبہ لے کر میری طرف بڑھا اور اس نے بڑے ادب سے دونوں ہاتھوں سے وہ ڈبہ میری طرف بڑھایا۔

"یہ شمانا والوں کی طرف سے عظیم ساردم کیلئے ایک حقیر سا تحفہ ہے۔ امید ہے کہ محترم سردار اس تحفے کو شرف قبولیت بخشیں گے"

"اس میں کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کو کھول کر دیکھیے معزز ساردم" اقلوس نے کہا "اس میں شمانا کی طرف سے چند نادر قسم کے جواہرات ہیں جو دنیا میں بہت کمیاب ہیں۔ اہل شمانا نے ان جواہرات کو ہمیشہ بہت عزیز رکھا ہے۔ یہ شمانا کے خزانے کا ایک اہم حصہ ہے۔ ہم بڑی عقیدت کے ساتھ یہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں"

میں نے اقلوس کے ہاتھ سے وہ ڈبہ لے لیا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ شمانا کے یہ درباری فتنہ پرور اور دولت کے بھوکے یہ امرا و زعما سازش، فتنہ، خباثت اور فریب کا روگ ہیں۔ مجھے ایک بار پھر دھوکا دیا جا رہا ہے۔ ایک بار پھر مجھے ایک گھناؤنی سازش کا شکار بنایا جا رہا تھا۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ ان کے سارے ہتھیار میرے جسم سے ٹکرا کر بیکار ہو چکے ہیں۔ ان کی پوری کی پوری فوج کو میں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیتا ہوں۔ مجھے آگ میں جلانے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ اس کے باوجود وہ میرے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے پہلے بھی دھوکے سے ساردہ پر حملہ کیا اور شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ پھر مجھ سے دوستی کا عہد کیا اور غداری کی۔ اب ایک بار پھر وہ دوستی کا لبادہ اوڑھ کر غداری کر رہے تھے۔ میں دو دفعہ انہیں معاف کر چکا تھا۔ دوسری بار میں نے صرف دانشور کو اور ان لوگوں کو سزا دی تھی جو میرے ادب پر کمر بستہ ہونے تھے۔ اب دھوکا بازوں کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ میرے خلاف اعلان جنگ کر کے انہیں تباہی و بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے وہ زبان سے اعتراف شکست اور صلح کی باتیں کر رہے تھے اور درپردہ انہوں نے میری ہلاکت کا ایک اور خوفناک منصوبہ تیار کر رکھا تھا۔

یہ سنہرے ڈبے کو ہاتھ میں لیتے ہی وہ مخصوص بو محسوس کر لی تھی جو اس ڈبے میں سے آ رہی تھی۔ وہ جسے دربار میں موجود تمام لوگوں میں سے صرف میری ہی قوت شامہ محسوس کر سکتی تھی۔ میں نے ڈبے کو ہاتھ میں لے کر الٹا پلٹا۔ میں نے محسوس کیا کہ سارے درباری بالکل خاموش تھے۔ ہر طرف ایک پراسرار سناٹا طاری تھا گویا وہ سب کے سب کسی چونکا دینے والے واقعے کے منتظر ہوں۔ میں ان کے انتظار کی گھڑیوں کو طوالت دے کر ان کے اضطراب میں مزید اضافہ کرنا چاہتا تھا۔

"تو اس خوبصورت طلائی ڈبے میں واقعی نادر جواہرات ہیں؟" میں نے اقلوس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"معزز ساردم اسے کھول کر خود اس کی تصدیق کر سکتے ہیں" اقلوس نے جواب دیا۔

"مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے اقلوس" میں نے گمبھیر لہجے میں جواب دیا "میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ اس میں جواہرات کے بجائے سنگ ریزے بھرے ہوئے ہیں۔ بہرحال تمہارا بہت بہت شکریہ۔ میں نے تمہارا تحفہ قبول کر لیا ہے اور اب میں ساردہ جا کر اسے کھولوں گا"

میں نے دیکھا کہ میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی سارے درباری کن انکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اقلوس کے چہرے پر پریشانی کے آثار لہرانے لگے۔ بوڑھے غارب کی آنکھوں سے میرے لیے نفرت و حقارت کا زہر اور زیادہ شدت کے ساتھ ٹپکنے لگا۔

"معزز ساردم" اقلوس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "شمانا کی یہ رسم ہے کہ مہمان رخصت ہونے سے پہلے ان تحفوں کو بچشم خود ملاحظہ فرمالیں جو ان کی خدمت میں ان کے میزبانوں کی جانب سے پیش کیے گئے ہیں اور اس امر کی تصدیق کریں کہ ان کے میزبانوں نے کس درجہ اہمیت کا مستحق سمجھا ہے، ساردہ کے دور دراز سفر پر جانے کے دوران تحفہ کا ڈبہ گم بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اہل شمانا کو اس بات کا بڑا ملال ہوگا کہ ان کا دیا ہوا تحفہ آپ کی نظروں کے لمس سے محروم رہا۔ آپ اہل شمانا کو اس سعادت سے محروم نہ کریں تو یہ عین کرم ہوگا۔ باقی آپ کی مرضی ہے۔ ہم سب آپ کی خواہش کے آگے سرنگوں ہیں"

میں اقلوس کی مکاری کو خوب سمجھ رہا تھا۔ اسے چکنی چپڑی باتیں کرنے کا فن بخوبی آتا تھا اور وہ کسی بھی شخص کو بآسانی اپنے جال میں پھانس سکتا تھا۔ غالباً اس کی اس خوبی نے اسے نائب السلطنت کا عہدہ دلایا تھا۔ مجھے دل ہی دل میں ان سب لوگوں کی قسمتوں پر افسوس ہو رہا تھا، خاص طور پر غارب کی کیونکہ غدار یہ سب لوگ میرے ہاتھوں جہنم واصل ہونے والے تھے۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بار میں انہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔

"اگر شمانا کے بزرگوں کی یہی مرضی ہے تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ڈبے کو اپنے سینے کے قریب لا کر اس طرح کھولنے لگا کہ ڈبے کا اگلا حصہ میرے سینے سے مس ہو

میں نے دزدیدہ نظروں سے اقلوس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مسرت کی سرخی دوڑ رہی تھی۔ ایک لمحے کے دوسرے حصے میں میں نے شاہ پ کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر طمانیت نظر آ رہی تھی۔ باقی درباری دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آہستہ سے ڈبے کے ڈھکن کا کنڈا کھول دیا۔ اب صرف ڈھکن اوپر اٹھانے کی دیر تھی لیکن میں نے پورا ڈھکن اوپر نہیں اٹھایا۔ میں نے ڈھکن کو بالکل ذرا سا اوپر اٹھا کر اس میں ایک جھری پیدا کی اور پھر ایک دم اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ جب میں نے اپنا ہاتھ نکالا تو اس میں ایک نہایت خوفناک سیاہ رنگ کا سانپ لہرا رہا تھا جس کا پھن میری مٹھی میں دبا ہوا تھا اور جو بری طرح مچل رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر تغران کی چیخ نکل گئی اور وہ میری طرف دوڑا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں روک دیا۔ میرے چہرے پر خوف یا اس اور گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ پا کر تغران بہت حیران ہوا۔ امرائے دربار کی حالت قابلِ دید تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے ان کے جسموں سے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ ان سب کے چہرے یک لخت سفید پڑ گئے تھے اقلوس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ بوڑھے شاہ پ پر سکتہ طاری تھا۔

"کیا کہنے ہیں امرائے اشمارا کی سخاوت کے۔" میں نے اقلوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "واقعی اشمارا کے جواہرات کس قدر قیمتی اور نادرالوجود ہیں۔ لیکن میں یہ جواہرات تمہیں کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔" اتنا کہہ کر میں نے سیاہ زہریلے سانپ کو اقلوس کے منہ پر اچھال دیا۔ غصے میں تنے ہوئے سانپ نے جھنجھلا کر اقلوس کی گردن میں اپنے دانت پیوست کر دیئے۔ اقلوس کی چیخ بڑی بھیانک تھی۔ اس اثناء میں کئی درباریوں نے بھاگ کر باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن میں سانپ کو اقلوس کی طرف اچھالنے کے فوراً ہی بعد لپک کر دروازے کو اندر سے بند کر چکا تھا۔ دربار میں آنے جانے کا یہ واحد دروازہ تھا۔ لکڑی کا بے حد بھاری بھرکم اور بلند و بالا دروازہ جس میں اندر و باہر بھاری بھاری زنجیریں لگی ہوتی تھیں۔ میں نے اندر سے بھاری زنجیر چڑھا دی اور خود دروازے کو روک کر کھڑا ہو گیا۔ ایک بھاگتے ہوئے امیر نے حواس باختگی کے عالم میں مجھے دھکا دیتے ہوئے زنجیر کھولنے کی کوشش کی اور دوسرے لمحے اس کی گردن میرے ایک ہاتھ کی گرفت میں تھی اور اس سے اگلے لمحے اس کا نیم مردہ بدن زمین پر پھڑک رہا تھا۔ زہریلا سانپ اقلوس کو ڈسنے کے بعد اب ایک اور امیر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کسی نے اس پر تلوار سے وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ ایک لمبا تڑنگا درباری تھا جس کی آنکھیں بہت بہت چھوٹی چھوٹی تھیں۔

"یہ تم نے کیا کیا دوست۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ "بھلا جواہرات کے اس ذخیرے پر تمہیں آزمائی کیا ضرورت تھی؟ یہ تو بڑے قیمتی جواہرات کا ذخیرہ تھا۔"

"یقین کرو عظیم سالار!" اس شخص نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ یہ سب کچھ کسی غلطی کا نتیجہ ہے۔ شاید کوئی ملازم غلط ڈبہ اٹھا لایا۔ ہم...... ہم...... تم سے معافی چاہتے ہیں۔"

"اس کا وقت گزر چکا ہے اشمارا کے بدنصیب امیرو۔" میں نے غصے سے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تخلیق ہی غداری کے خمیر سے کی گئی ہے۔ غلط فہمی نہیں بلکہ یہ تمہاری غلطی تھی جو تم نے تم جیسے رہزنوں اور بدقماشوں پر اعتماد کیا۔ اس وقت دربار میں جتنے لوگ موجود ہیں وہ یقیناً سب کے سب اس سازش میں شریک ہیں اور ان سب کا حشر یکساں ہو گا۔" اتنا کہہ کر میں نے اس شخص کی گردن توڑ دی جس نے بھاگنے کی کوشش میں میرے قدموں میں دم توڑ دیا تھا۔

میرا اگلا نشانہ ایک بھاری بھرکم بدن کا سردار تھا جس نے میری جانب اپنا خنجر اچھالنے کی حماقت کی تھی۔ بوڑھا شاہ پ حسرت ناک خاموشی کے ساتھ یہ روح فرسا منظر دیکھ رہا تھا۔

مختصر یہ کہ میں نے ایک ایک کر کے سارے امرائے دربار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ اتنے زیادہ خوفزدہ ہو گئے تھے کہ ان میں مقابلے یا مزاحمت کی سکت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ اور اگر وہ مقابلہ کرتے بھی تو بھی ان کا انجام مختلف نہ ہوتا۔

ان سب سے نمٹ کر میں بوڑھے شاہ پ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی اور آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ نہ جانے اس نے کس وقت کون سی ایسی چیز کھالی تھی جس نے اسے آناً فاناً موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس نے واقعی اپنی انا کو آخری وقت تک برقرار رکھا اور میرے ہاتھوں مرنا گوارا نہیں کیا۔ ویسے بھی میں اسے ہلاک نہ کرتا کیونکہ وہ کافی بوڑھا اور کمزور تھا۔ میں نے اس کی جان بخش دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگرچہ مجھے معلوم تھا کہ میرے خلاف سازشوں میں وہ برابر کا شریک تھا مگر مجھے اس کی کیا پروا تھی۔ بہرحال اس نے خود کو ہلاک کر لیا تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟

دربار میں ہر طرف لاشیں اور خون پھیلا ہوا تھا۔ میں نے دربار کے بڑے دروازے کو کھول دیا۔ تھوڑی دور پہ پہرےدار کھڑے تھے۔ میں نے ان کے سربراہ کو بلایا اور اسے اندر آنے کی دعوت دی۔ وہ دربار کا اندرونی منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔

"یہ سب لوگ سازدہ کے نمائندوں کے ساتھ بدعہدی اور غداری کے مرتکب ہوئے تھے اور میں نے انہیں اس کی سزا دی ہے۔" میں نے پہرےداروں کے سربراہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اشمارا میں فی الحال کوئی سردار نہیں ہے اور میں عارضی طور پر اپنے ساتھی تغران کو یہاں کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ تم پورے شہر میں اس بات کی منادی کروا دو۔" اس کے ساتھ ہی میں نے اسے ان شرائط کی تفصیلات سے آگاہ کیا جو میں نے اشمارا کے امراء کے سامنے پیش کی تھیں اور اسے ہدایت دی کہ وہ پورے شہر والوں کو مطلع کر دے کہ کل صبح تک

...کی تکفین کر دی جاتی۔ میں نے اسے مزید ہدایت دی کہ اشمارا کے لوگوں کو شام کے وقت محل کے سامنے میدان میں جمع کیا جائے میں ان سے خطاب کرنا چاہتا ہوں۔ پہریدار میری ہدایت کے جواب میں ... رہا۔ پھر میں نے اسے حکم دیا کہ محل کے چند ملازمین کو میرے پاس بھیج دے۔ میری اس ہدایت پر فوراً عمل کیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد آنے والے ملازمین کو میں نے حکم دیا کہ دربار میں پڑی ہوئی ہر لاش کو ایک چارپائی پر ڈال دیا جائے اور یہ ساری چارپائیاں محل کے سامنے والے میدان میں بچھا دی جائیں۔ مجھے یہ بھی ... لشونہ اور اس کے دیگر پانچ ساتھیوں کی لاشیں ابھی دفنائی نہیں گئی تھیں اور محل کے ایک حصے میں موجود تھیں۔ میں نے ان لاشوں کو بھی چارپائیوں پر ڈال کر محل کے سامنے رکھنے کا حکم دیا۔

جس وقت میں تغران کے ساتھ محل کے اندر داخل ہوا تھا اس وقت تک لشونہ کے قتل کی خبر سارے شہر میں پھیل چکی تھی لیکن لوگ ... جانب سے اس خبر کی تصدیق کے منتظر تھے۔ اب منتظر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایک کے بعد دوسرا جنازہ آنا شروع ہوا اور دربار ... امرائے دربار کی لاشیں ان کے سامنے تھیں۔ سب سے ... لشونہ کی لاش کو باہر نکالا گیا۔ لوگ ... دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑے

تھوڑی دیر میں سارے شہر میں خوف و ہراس کی فضا طاری ہو گئی۔ میں تغران کے ساتھ محل کے دروازے پر شاہانہ انداز میں کھڑا آہ و زاری کرنے والوں کی آوازیں سن رہا تھا جو سارے شہر میں ایک سرے سے دوسرے کونے تک گونج رہی تھیں۔ میں اور تغران دونوں ... کے دروازے پر کافی دیر سے کھڑے تھے۔ کسی ملازم کی یہ ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ہمارے سامنے آنے کے لیے کہے۔ تاہم ایک خوفزدہ بوڑھا ... نے دو کرسیاں لا کر ڈال دیں۔ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اب سورج ... مغرب کی سمت بڑھ رہا تھا اور سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے ... سامنے میدان میں لوگوں کے چھوٹے چھوٹے دستے اپنے اپنے ... کی ماتحتی میں جمع ہونے لگے تھے۔ یہاں تک کہ میدان کا ایک ... لوگوں سے بھر گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میری غیر معمولی شجاعت کے ... سب تک پہنچ چکے ہوں گے وہاں میں سے اب کوئی مقابلے ... نہیں کرے گا۔

ذرا دیر بعد کئی چھوٹے چھوٹے سردار میرے پاس آئے۔ انہوں نے جھک کر تعظیم دی اور یہ کہا کہ اشمارا کے سارے فوجی اپنے اپنے سرداروں کی کمان میں میرے معائنے کے منتظر ہیں۔ ... کرنے کے لئے ان کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ... محل کے خادموں کی ایک بڑی جماعت مؤدب انداز میں ہمارے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ یہ سارے خادم مسلح تھے مگر ان کے ہتھیار ... تھی۔

میں نے اشمارا کے فوجیوں پر ایک نظر ڈالی۔ فوجیوں کے علاوہ اشمارا کے عوام کی بھاری تعداد بھی میدان میں جمع تھی۔ میں نے ان لوگوں کے سامنے سازدہ اور اشمارا کے درمیان پیش آنے والے واقعات کی مکمل تفصیل بیان کی اور انہیں بتایا کہ کس طرح ہمارے ساتھ بار بار بدعہدی کی گئی۔

سارے واقعات بیان کرنے کے بعد میں نے اشمارا کے لوگوں کو دعوت دی کہ اگر ان میں سے کوئی لشونہ کو حق بجانب سمجھتا ہے اور مجھ سے مقابلے کا خواہشمند ہے تو سامنے آئے اور اگر ساری فوج مجھ سے لڑنا چاہتی ہے تو اس کے لیے بھی میں تیار ہوں۔ میرے اس اعلان کے جواب میں چاروں طرف گہرا سناٹا طاری ہو گیا۔ پھر مختلف دستوں کے سردار ایک منظم ٹولی کی شکل میں آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی اپنی تلواریں میرے قدموں میں رکھ دیں اور باادب کھڑے ہو گئے۔

"تم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے سردار سازدہ!" ان میں سے سب سے معمر سردار نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہمیں سازدہ والوں کے ساتھ لشونہ کی پہلی جنگ کا حال بھی بخوبی معلوم ہے اور دوسری جنگ میں تو ہم سب لوگ بذاتِ خود شریک تھے۔ تمہیں جلانے کی سازش بھی لشونہ کے ذہن کی پیداوار تھی۔ لیکن تم کس طرح بچ نکلے یہ تم نے ہمیں نہیں بتایا لیکن ہم اس صورت میں اس کے علاوہ اور کیا سمجھ سکتے ہیں کہ تمہیں دیوتاؤں نے تحفظ فراہم کیا ہے تم یقیناً کسی دیوتا کا اوتار ہو ورنہ ایک عام آدمی اس قدر حیرت انگیز صلاحیتوں کا حامل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ اب ہم تم سے جنگ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم تمہارے غلام اور تابع فرمان ہیں۔ تم ہمارے ساتھ جو سلوک چاہو کر دو۔"

"میرا سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ آج سے تغران اس مملکت کا سردار ہے۔" میں نے تغران کو ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "تغران کے حکم کو میرا حکم سمجھا جائے اور اس کی تعمیل کی جائے۔ جب ہم یہاں سے روانہ ہوں گے تو اس وقت میں تمہیں میں سے کسی کو سردار بنا دوں گا کیونکہ ہمارا ارادہ یہاں اپنی حکومت قائم کرنے کا نہیں ہے۔ تم لوگ اپنے گھروں کو واپس جا سکتے ہو۔ نیا سردار اپنا منصب سنبھالنے کے لیے تیار ہے۔"

لوگ منتشر ہونے لگے۔ میں اور تغران سرداروں کی معیت میں محل میں داخل ہوئے۔ پیچھے امراء وزراء نے تغران کو نذرانے پیش کیے جو اس نے میری ہدایت کے مطابق قبول کرنے کے بعد شکریے کے ساتھ واپس کر دیے۔ تغران نے فوراً نئے انتظامات جاری کرنے شروع کر دیے۔ اشمارا کے بعض لوگوں کے ساتھ لشونہ اور اس کے درباریوں نے سخت زیادتیاں کی تھیں لیکن وہ لوگ ان کے آگے زبان نہیں کھول سکتے تھے۔ اب لوگوں کا ایک بڑا گروہ شکایتوں کا دفتر لے کر آ گیا اور تغران ان کے مقدمے سننے لگا۔ اس نے میرے مشورے سے ان کے مسائل حل کرنے کی پوری کوشش کی۔

رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد دربار برخاست ہوا اور ہم لوگ محل کے اندرونی حصے میں آ گئے جہاں حسین و نازک اندام کنیزوں کے پرے کے پرے ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ہمیں نہایت

پرتکلف کھانا والی ریچھ کے شراب پیش کیے گئے۔ تقران دلشاد کے محل کی اندرونی شان و شوکت دیکھ کر دنگ تھی۔

تقران کا لباس تبدیل کروا دیا گیا تھا اور اب اس کے جسم پر بیش قیمت خلعت تھا۔

انہوں نے مجھ سے بھی تبدیلی لباس کی درخواست کی مگر میں نے انکار کر دیا۔ اب میں نے ہندوستانی طرز والا لباس پہن رکھا تھا اور میں اپنے زمانے کی طرح اس میں آ گیا تھا جسے میں پہلے سے استعمال کرتا چلا آیا تھا۔

رات زیادہ ہو گئی اور تقران کو شاہی خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ مجھے محل کا ایک اور عالی شان کمرہ خواب گاہ کے طور پر دیا گیا اور میں آرام دہ بستر پر دراز ہو گیا۔

دوسرے دن صبح سویرے کچھ دیر بعد سپاہیوں کی نگرانی میں لوٹ مار کے ایک گروہ کو محل کے سامنے لایا گیا۔ یہ سارہ کی اغوا شدہ عورتیں تھیں، جو مجھے اور تقران کو دیکھ کر جوش سے چیخنے لگیں۔ میں نے انہیں تسلی دی اور بتایا کہ جب تک وہ سب تیار ہوں واپس چل پڑیں گی۔ سپاہیوں کے ذریعے ان عورتوں نے گھوڑے تیار کر کے جب ڈیرے گئے اور تقران ساری دولت اپنے ساتھ لے آئی تھیں۔ محل کے سامنے سارہ سے لوٹے ہوئے مال و اسباب کا ڈھیر لگا ہوا تھا، سامنے سامان کو حفاظت کے ساتھ سمیٹ کر اس جگہ لے جایا گیا جہاں اس کی بڑی بڑی گٹھریاں باندھی گئی تھیں۔

اس دن بھی تقران نے دلشاد سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔ میں نے اس کے دشمن کا دن ختم نہیں کیا۔ دوسرے دن وہ صبح دلشاد کے محل کے باغات میں گھومتا رہا اور ناشتہ کرنے کے بعد دفتر کا رخ کیا۔

دوپہر کو دلشاد بھی دربار میں آ گیا اور میں نے شہزادی میں گزارا۔ پالکی میں صبح کو مجھے دربار میں مدعو کیا گیا اور دلشاد نے اعلان شروع کر دیا۔ تقران کی جانب سے بادشاہ کو نذرانہ پیش کیا۔ میں نے مقامی لوگوں میں سے ایک کو جو ان کے سب سے بڑا وزیر تھا، وہاں کے حکمران مقرر کرنے کا اعلان کر دیا۔ وہاں کے تمام سرداروں نے بڑی خوشی سے اتفاق کیا اور ہمیشہ وفادار رہنے کا وعدہ کیا۔

شہزادی سے پہلے میں نے اس کو گاڑیاں فراہم کیں جن میں سے کچھ میں عورتوں کو بٹھایا گیا اور باقی گاڑیوں میں لوٹا ہوا سامان لاد دیا گیا۔ دلشاد کے سپاہی ہمارے ساتھ کر دیے گئے۔ میں نے اشارہ دوالوں پر توجہ نہ دی جنہیں ساتھ ہم نے معاف کر دیا حالانکہ وہ لوگ مرنے کے لیے تیار تھے۔ اس طرح ہم لوگوں کا قافلہ روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ دلشاد نے میرے ساتھ چلنے کی بہت ضد کی لیکن میں نے اسے سمجھا بجھا کر روک دیا کیونکہ اس وقت اس کا میرے ساتھ جانا ٹھیک نہیں تھا۔ سارہ والے لوگ یہ سمجھیں گے کہ وہ اپنے شہر کے قتل میں شریک تھا اور انہی کی سازش سے یہ سب ہوا۔ واپس لوٹ کر یہ بات کھل گئی تو اس سے ہمدردی کیا کم کر گئے۔

کیسی حالات نے اجازت دی تو میں دوبارہ شہزادیوں آؤں گا۔ شہر کے سردار لوگوں نے ہمیں رخصت کیا۔ جن میں اپنا سردار بھی شامل تھا۔ گھوڑسواروں کا ایک دستہ تیر سے منع کرنے کے باوجود ایک منزل تک ہمارے ساتھ آیا۔ اس کے بعد ہم نے اسے رخصت کر دیا اور ہم لوگ سارہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

کئی دن کے مسلسل سفر کے بعد جب ہم سارہ میں داخل ہوئے تو سارا شہر ہمارا منتظر تھا۔ ہمارا بڑا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ اغوا شدہ عورتیں جن میں تقران کی بہن بھی شامل تھی، اپنے اپنے گھروں میں پہنچا دی گئیں۔ لوٹا ہوا سامان شہر کے وسط میں ایک میدان میں رکھا گیا۔ لوگوں سے کہا گیا کہ وہ اپنی اپنی اشیا پہچان کر لے لیں۔ غلے کے ذخیرے گوداموں میں محفوظ کر دیے گئے۔ مویشیوں کو باڑوں میں ہانک دیا گیا۔

اگرچہ سارہ والے میری غیر معمولی بہادری کا اس سے پہلے بھی خود مشاہدہ کر چکے تھے اور اس وجہ سے وہ مجھے انسان کے بجائے دیوتا سمجھنے لگے تھے لیکن جب تقران کی زبانی انہوں نے وہ واقعات سنے جو شہزادیوں میں پیش آئے تھے تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ تقران نے انہیں میرے آگ میں زندہ جلائے جانے کے بارے میں بھی بتایا جبکہ اہل سارہ اس واقعے سے بالکل لاعلم تھے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارہ والوں کے لیے ایک نقدس کا درجہ حاصل کر گیا۔ ہر فرد نے مجھے خصوصی عزت دی۔ بلکہ کہ میری جانب سارہ والوں کے رویے میں اب وہ پہلی سی بات نہیں رہی۔ پہلے بھی اللہ مجھے ایک عام سا انسان سمجھتے تھے جس میں بہادری اور شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ میرے ساتھ بیٹھتے تھے، گپ شپ کرتے تھے، ہنسی مذاق بھی کرتے تھے لیکن اب ان کے اطوار میرے لیے احترام اور تقدس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اب میں باقاعدہ دیوتا سمجھا جانے لگا تھا جس کے سامنے بے تکلفی سے بولنا یا مذاق کرنا سخت بے ادبی کی بات تھی۔ اب لوگ میرے سامنے دو زانو ہو کر خاموش بیٹھ جاتے اور عبودیت اختیار کرتے۔ میں رفتہ رفتہ اپنے آپ کو ان لوگوں میں اجنبی محسوس کرنے لگا۔ میری مخفی قوتوں کے اظہار نے مجھے اپنے لوگوں سے دور کر دیا تھا۔ میں جس محفل میں بھی جا کر بیٹھ جاتا وہاں گونجتے ہوئے قہقہے رک جاتے، قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں تھم جاتیں۔ چہروں پر متانت اور سنجیدگی کا پتھر پڑ جاتا۔ لوگ ان آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے اور سنبھل کر مؤدب ہو کر بیٹھ جاتے۔ میری بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی کے جواب میں چہروں پر صرف ہلکی ہلکی محتاط مسکراہٹیں نمودار ہوتیں اور کوئی شخص کھلکھلا کر ہنسنے کی جرأت نہیں کرتا۔ میں خود اپنی نظروں میں عجوبہ بن کر رہ گیا تھا۔

رفتہ رفتہ میں اس صورت حال سے سخت بیزار ہو گیا۔ میں سارہ والوں کے درمیان ان ہی کی طرح رہنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک بن کر رہنا چاہتا تھا لیکن اب ایسا ممکن نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں عبودیت اور

تقدس کی علامت بن گیا تھا اور اس سے مجھے سخت وحشت ہو رہی تھی۔ بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے سارہ وہ چھوڑ دینا چاہیے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس بستی کی بنیاد رکھی تھی۔ اسے ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار کرایا تھا اور دشمنوں کی سازشوں کے خلاف اس کا دفاع کیا تھا۔ میں ایک عمر کے برابر زندگی اس بستی میں گزار چکا تھا اور اس دوران اسے زمانہ کی تھوڑی سی خوشحالی کرنے کے علاوہ میں نے اور کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ سکون اور اطمینان کا ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا اور میرا دل ایک بار پھر کسی طویل سفر کے لیے اور کسی طویل اور خطرناک مہم کے لیے بے چین تھا۔ میں سارہ وہ میں اب پتھر کے بت کی طرح نہیں رہنا چاہتا تھا۔ مجھے ہنستی کھیلتی زندگی چاہیے تھی۔

وہ ایک سخت گرم دن تھا۔ سارا دن شدید حبس طاری رہا۔ شام ہوتے ہوتے گہرے بادل گھر آئے اور تھوڑی دیر میں بارش شروع ہو گئی۔ ابتدا میں ہلکی ہلکی بارش ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے شدت اختیار کر لی اور دھواں دھار مینہ برسنے لگا۔ ساری فضا میں تاریکی چھا گئی اور یوں لگتا تھا جیسے پانی کی ایک دبیز چادر آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے۔ بارش کے تیز ہونے کے ساتھ ہی گرمی کی شدت میں کمی ہو گئی اور فضا میں خنکی پھیل گئی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں بند ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دور دور تک سناٹا چھا گیا۔ اگرچہ ابھی زیادہ رات نہیں ہوئی تھی لیکن یہ لگتا تھا کہ بستی میں کوئی متنفس موجود نہیں ہے۔ فضا میں بڑی سوگواری سی طاری تھی۔ ایسے میں میں اپنے گھر سے نکلا۔ میں نے ایک نظر اپنے بارش میں بھیگتے ہوئے گھر پر ڈالی اور بلند قدم آگے بڑھ گیا۔ تیز طوفانی بارش نے مجھے سر سے پاؤں تک شرابور کر دیا۔ میں نے اپنا منہ کھول دیا اور پانی کے قطرے سیدھے میرے حلق میں اترنے لگے۔ میرے رگ و پے میں انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ تھوڑی دیر تک میں اس حالت میں کھڑا رہا اور پھر آگے بڑھ گیا اور بڑھتا گیا یہاں تک کہ میں بستی کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے ایک الوداعی نظر سارہ وہ کے خوبصورت مکانوں پر ڈالی۔ میں اب سارہ وہ سے رخصت ہو رہا تھا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ آج سے میں سارہ وہ والوں کی زندگی سے نکل رہا تھا اور سارہ وہ کو اپنی زندگی سے خارج کر رہا تھا۔ اب صرف یادیں باقی رہ جائیں گی۔ سینکڑوں ہزاروں لوگوں کی یادوں کی طرح ان کا انمول خزانہ میرے سینے میں محفوظ رہے گا۔ اب کبھی سارہ وہ والوں کو میرے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے گا اور نہ میں ان کے بارے میں کچھ جان سکوں گا۔ الوداع۔۔۔ سارہ وہ کے دوستو، الوداع۔

میں تیز اور طوفانی بارش میں چلتا رہا یہاں تک کہ سارہ وہ کے مکانات میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بارش کی تیزی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ بجلی بار بار کڑک رہی تھی اور بادل خوفناک انداز میں گرج رہے تھے۔ راستوں پر پانی بھر گیا تھا اور چھوٹے نالوں نے تیز رفتار ندیوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ہر طرف گھور اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور جس وقت بجلی چمکتی تو چند لمحوں کے لیے سارا منظر روشن ہو جاتا۔ اونچے نیچے ٹیلے، پہاڑیاں اور درخت، جھاڑیاں اور پانی سے بھرے ہوئے گڑھے۔ میں اب آبادی سے بہت دور نکل آیا تھا اور نہ جانے کون سے ویرانوں میں داخل ہو گیا تھا۔ مجھے نہ سمت کا اندازہ تھا نہ منزل کا پتہ معلوم تھا۔ میں تو بس محو سفر تھا۔

ساری رات دھواں دھار بارش ہوتی رہی۔ آسمان اپنا قہر اگلتا رہا۔ بجلیاں غضب ناک سانپوں کی طرح لپکتی رہیں۔ بادل خوفناک انداز میں گڑگڑاتے رہے اور میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اندھیرے میں کمی ہونا شروع ہو گئی۔ لیکن بارش اسی شدت کے ساتھ ہو رہی تھی۔ ذرا دیر میں گھپ تاریکی کی جگہ نیم تاریکی نے لے لی۔ صبح ہو رہی تھی لیکن گہرے بادلوں نے سورج کو چھپا رکھا تھا۔ میں چلتا رہا۔ بعض بعض جگہوں پر میں گھٹنوں گھٹنوں پانی میں ڈوب گیا کیونکہ ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور یہ نظر نہیں آتا تھا کہ نشیب کہاں ہے۔ بہرحال میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ بارش کے پانی نے میرے جسم کو دھو کر بالکل تر و تازہ کر دیا تھا اور میں خود کو بالکل ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

کئی دن اور کئی راتوں تک میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اس دوران میں زیادہ تر ویرانوں اور غیر آباد علاقوں سے گزرتا رہا۔ کہیں کہیں دیہات اور چھوٹی چھوٹی دور افتادہ بستیاں بھی نظر آئیں۔ جہاں شاید ایسے لوگ آباد تھے جن کا اس دور کی متمدن زندگی سے کوئی گہرا رابطہ نہیں تھا لیکن میں ان میں سے کسی بھی بستی میں نہیں رکا۔ میں نے اس بات کی خاص طور پر کوشش کی کہ بستی کے کسی شخص کی مجھ پر نظر نہ پڑنے پائے۔ کئی بار میرا انسانوں سے آمنا سامنا ہوتے ہوتے رہ گیا اور میں بمشکل خود کو ان کی نظروں سے چھپا سکا۔

نہ جانے میں ایک ہفتے تک سفر کرتا رہا یا دو ہفتے تک یا شاید تین ہفتے تک۔ میں نے اس کے بارے میں نہیں سوچا۔ میں اب کسی چھوٹی موٹی بستی میں قیام نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ میرا ارادہ تھا کہ اب کچھ عرصہ تک کسی بڑے شہر میں زندگی گزاری جائے۔ بہت عرصہ ہو گیا تھا کہ میں نے کسی بڑے شہر میں قدم نہیں رکھا تھا۔ میں نے تقریباً پچیس تیس سال کا عرصہ سارہ وہ میں رہتے ہوئے گزار دیا تھا اور اب میں وہاں سے اکتا کر چلا آیا تھا کیونکہ سارہ وہ والوں کا رویہ میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔ میں اب کسی نئی جگہ، کسی بڑی جگہ جا کر کچھ عرصہ گزارنا چاہتا تھا تاکہ اپنے گوناگوں تجربات کے ذخیرے میں کچھ اضافہ کر سکوں اور میرے سینے میں موجود علم کا بیش قیمت ذخیرہ کچھ اور نئی وسعتیں حاصل کرے۔ چنانچہ راستے کی چھوٹی چھوٹی بستیوں کو نظر انداز کرتا ہوا میں ایک ہی سمت میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

صبح کا سہانا وقت تھا۔ رات میں نے درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے گزاری تھی اور خوب آرام سے سویا تھا۔ اس جنگل میں بڑی فرحت بخش خنک فضا طاری تھی۔ یہاں اونچے اونچے اور گھنے درختوں کی بہتات تھی اور ہزاروں پرندے سرخوشی و سرمستی کے عالم میں ہر طرف چہچہا رہے تھے۔

میں گزشتہ شام کو اس گھنے جنگل میں داخل ہوا تھا اور میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ میں آج کی رات یہیں بسر کروں گا۔ کیونکہ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی تھی۔ ساری رات میں درختوں کے جھنڈ کے نیچے سوتا رہا۔ میرے اردگرد سبز اور رنگا رنگ بیلیں سر سبز ہو رہی تھیں جن میں طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا گویا میں پھولوں سے بھری ہوئی سیج پر سو رہا ہوں۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو بہت تازہ دم اور شاداں پایا۔ میں اٹھتے ہی آگے چل دیا۔

جب میں کافی دیر تک چلتے رہنے کے بعد گھنے جنگل سے باہر نکلا تو مجھے اپنے سامنے بہت دور اونچی اونچی عمارتوں کے آثار نظر آنے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ اب میں کسی بڑے شہر کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ میں نے اس سمت میں چلنا شروع کر دیا۔ دور سے نظر آنے والے عمارتوں کے آثار اتنے قریب نہیں تھے اور مجھے اس جگہ پہنچتے پہنچتے تقریباً دوپہر ہو گئی۔ اب میں ایک عظیم الشان شہر کے سامنے کھڑا تھا جو ایک وسیع اور عریض رقبے پر پھیلا ہوا تھا اور جس میں بڑی شاندار عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ میں شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ بڑا پُر رونق اور شاد و آباد شہر تھا۔ ہر طرف زندگی رواں دواں تھی۔ بارونق بازار لوگوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ہر طرف خوبصورت اور مضبوط عمارتوں کے سلسلے نظر آ رہے تھے۔ امراء، رؤسا اور معزز شہری گھوڑوں پر سوار اپنے اپنے غلاموں اور محافظوں کے ساتھ سڑکوں پر سے گزر رہے تھے۔ ان گنت لوگ گلی کوچوں میں چل پھر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ معزز لوگ زیادہ تر یونانی تھے۔ لیکن دیگر ملکوں اور دوسری نسلوں کے معزز لوگ بھی کافی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ یہ یقیناً سوداگر، سیاح اور تجارت پیشہ لوگ ہوں گے۔ غلاموں میں ..... یونانی بھی نظر آتے تھے، رومن بھی، مصری بھی، ہندوستانی بھی اور زنگی بھی۔ یہ اپنے دور کا ایک بین الاقوامی قسم کا شہر نظر آ رہا تھا۔ چونکہ یہاں مختلف نسلوں اور قوموں کے لوگ موجود تھے۔ اس لیے میری طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ ماردو ہاشا یا کی چھوٹی سی بستی نہیں تھی جہاں کے تمام افراد ایک دوسرے کی شکلیں پہچانتے تھے۔

میں ادھر ادھر کافی دیر گھومتا رہا۔ دراصل میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اب میں کہاں جاؤں اور کس عمارت میں داخل ہوں۔ میرے چاروں طرف مکانات اور عمارتیں پھیلی ہوئی تھیں اور میں ان میں سے کسی میں بھی داخل ہو کر ایک نئی داستان کا موضوع بن سکتا تھا۔

اسی سرگشتگی کے دوران میں ایک وسیع عمارت کے صدر دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اندر جھانک کر دیکھا۔ ایک بے حد وسیع احاطہ تھا جس کے چاروں طرف دالان اور کمرے بنے ہوئے تھے۔ احاطے میں ایک طرف چند مضبوط جسموں والے جوان ورزش کرنے میں مصروف تھے۔ ایک طرف دو طاقتور پہلوان آپس میں کشتی لڑ رہے تھے اور ایک معمر شخص انہیں بیچ بیچ کر ہدایتیں دے رہا تھا۔ دوسری جانب چند پہلوانوں کی مالش کی جا رہی تھی۔ ایک کونے میں دو پھرتیلے افراد آپس میں شمشیر زنی کی مشق کر رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی ایسا ادارہ ہے جہاں کھیلوں اور فنونِ حرب کی تربیت دی جاتی ہے۔ میں چند قدم اور آگے بڑھ کر احاطے کے اندر آ گیا اور وہیں کھڑا ہو کر ان لوگوں کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرنے لگا۔

یکایک کسی نے پیچھے سے میری گدی کو کس کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں نے طاقت کے استعمال کے بغیر اپنی گردن گھمائی اور دیکھا کہ ایک لمبا تڑنگا آدمی میری گدی کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔

"کون ہے تو؟" اس نے ڈپٹ کر پوچھا۔ "یہاں کیا کر رہا ہے؟ کس نے تجھے اندر آنے کی اجازت دی ہے؟"

"میں ایک مسافر ہوں اور تمہارے شہر میں مہمان ہوں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ "کیا تم لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہو؟"

"تو اتھنز میں کہاں سے آیا ہے؟" اس نے میرے الفاظ کا اثر لیے بغیر کرخت لہجے میں پوچھا اور تب ہی مجھے معلوم ہوا کہ میں اس وقت یونان کے عظیم شہر اتھنز میں موجود ہوں جس سے انسانی تہذیب کی ہزاروں داستانیں وابستہ ہیں۔

"کیا تم انسانوں کی طرح بات نہیں کر سکتے؟" میں نے اپنی گردن کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا اور وہ شخص گرتے گرتے بچا۔ وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

اس اثنا میں وہ شخص جو پہلوانوں کو ہدایات دے رہا تھا ہمارے پاس آ چکا تھا۔ اور بڑے غور سے میرے جسم کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا تو سر سبز والوں کی جاسوسی کرنے یہاں آیا ہے؟" اس نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔ "ہم اس سے پہلے بھی ان کے دو جاسوسوں کی بری درگت بنا چکے ہیں اور اگر تو بھی ان کا جاسوس ہے تو تیرے ساتھ بھی ہمارا رویہ مختلف نہیں ہو گا۔"

"سر سبز والے کون؟" میں نے پوچھا۔ "میں کسی سر سبز والوں کو نہیں جانتا۔"

"تو سر سبز والوں کو نہیں جانتا؟" اس شخص نے پوچھا۔ "پھر تو اس احاطے میں بغیر اجازت کے داخل کیسے ہوا؟ کیا یہاں کوئی شخص تیرا جاننے والا ہے؟"

"نہیں، میں یہاں کسی کو نہیں جانتا۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"اچھے بھلے انسان تو ہے کون؟ کہاں سے آیا ہے اور یہاں ہمارے احاطے میں کیا کر رہا ہے؟" اس شخص نے اکتا کر پوچھا۔ "تیرا نام کیا ہے؟"

"میں کون ہوں، یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "نام کا مسئلہ، تو تم مجھے جس نام سے چاہو پکار لو۔ میں ایک بہت دور دراز بستی سے یہاں آیا ہوں۔"

"کیوں آیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے اس شہر کی بہت تعریف سنی تھی، اور اسے دیکھنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس شہر میں تیرا کوئی واقف ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، میرا کوئی واقف نہیں۔"

"پھر تو کہاں رہے گا؟" اس نے مشتبہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں بھی جگہ مل جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اور کھائے گا کہاں سے؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں ہر کام کر سکتا ہوں۔ ہر قسم کی محنت کر سکتا ہوں۔ میں پیسے کما سکتا ہوں۔"

"تو جوان ہے اور تیرا جسم بے حد خوبصورت اور سڈول ہے۔ تیری بناوٹ تو ایسی ہے جیسے تجھے سونے سے بنایا گیا ہو۔" اس نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تو چاہے تو یہاں رہ سکتا ہے۔ ہمیں مضبوط اور توانا جسم والے ایک شخص کی ضرورت ہے، ہم تجھے معقول معاوضہ بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن میں اس بات کا یقین کس طرح کر لوں کہ تو سر سبز والوں کا جاسوس نہیں ہے؟"

"میں اس شہر میں آج ہی داخل ہوا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور میں نہیں جانتا کہ سر سبز والے کون ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس شہر میں میری کسی سے واقفیت نہیں ہے۔ اگر تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہے تو نہ سہی۔ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

"ٹھہرو، نوجوان!" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ایک بات ہو سکتی ہے۔" اس نے میری طرف دیکھا۔

میں نے اس کی بات پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا اور خاموش کھڑا رہا۔ اس اثنا میں احاطے کے تقریباً سارے ہی لوگ اپنا کام چھوڑ چھوڑ کر ہمارے پاس آ کر جمع ہو گئے تھے اور حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"ہم تمہیں کام بھی مہیا کریں گے اور اس کا معقول معاوضہ بھی دیں گے۔" اس نے کہا۔ "لیکن اس کی شرط یہ ہو گی کہ تم آئندہ چار یا دن تک اس احاطے سے باہر نہیں نکلو گے اور اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم سر سبز والوں کے جاسوس ہو اور پھر ہم تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔" میں نے فوراً جواب دیا۔ مجھے علم تھا کہ میں انہیں چند ہی دنوں میں باور کرانے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ میں کسی کا جاسوس نہیں ہوں اور ویسے بھی اگر میں نے یہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کیا تو بھلا مجھے کون روک سکے گا۔

"اچھا تو پھر آؤ، شروع ہو جاؤ۔" اس شخص نے کہا اور مجھے ساتھ لے کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں ابھی کچھ دیر پہلے چند پہلوانوں کی مالش کی جا رہی تھی۔ زمین پر کچھ شیشیاں رکھی ہوئی تھیں جن میں طرح طرح کے روغن موجود تھے۔ اس نے ایک شیشی اٹھا کر میرے ہاتھ میں تھما دی۔

"ارتون!" اس نے آواز دی۔

"جی استاد!" ایک گٹھیلے اور مضبوط بدن کا جوان آدمی اس کے سامنے آ گیا۔

"لے بھائی، یہ شیشی پکڑ۔" استاد نے مجھے شیشی تھماتے ہوئے کہا۔ "اور ارتون کے بدن کی مالش شروع کر دے۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ کہاں کتنا زیادہ دباؤ ڈالنا ہے، کن پٹھوں کو زیادہ رگڑنا ہے اور کہاں نرمی سے ہاتھ چلانا ہے۔ چل اب شروع ہو جا۔"

ارتون میرے سامنے فرش پر لیٹ گیا اور میں نے شیشی میں سے تھوڑا سا تیل اپنی ہتھیلی پر انڈیلا اور اس کی پنڈلی کو پکڑ کر ایک گھسا دیا۔ ارتون بلبلا کر چیخ اٹھا اور اپنی پنڈلی کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اس کی پنڈلی چھوڑ دی۔

"کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟" استاد نے گھبرا کر پوچھا اور ارتون نے اپنی پنڈلی اس کے سامنے کر دی۔ استاد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ارتون کی پنڈلی پر سے کھال چھل گئی تھی اور جگہ جگہ سے خون جھلک رہا تھا۔

استاد نے مجھے کھڑے ہو جانے کا حکم دیا۔ اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر میری ہتھیلی کا بغور جائزہ لیا اور اس پر انگلیاں پھیر کر دیکھیں۔ میری ہتھیلی بالکل صاف تھی۔ استاد نے میرے ہاتھ کو دبایا اور اچانک اچھل پڑا۔

"کیا تیرا جسم لوہے کا بنا ہوا ہے اجنبی؟" اس نے حیرت سے کہا اور پھر میرے پورے جسم کو اپنے ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر دیکھا۔

"ناممکن... ناممکن..." وہ آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگا۔ "میری عمر پچاس سال ہے۔ آج سے دس سال پہلے تک میں نے سیکڑوں کشتیاں لڑیں اور جیتیں۔ اب پچھلے دس سال سے میں اپنے کلب میں پہلوانوں کی تربیت کرتا ہوں۔ میں نے ہزاروں مضبوط بدن دیکھے ہیں۔ لیکن ایسا بدن... ایسا بدن میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ تو لاجواب ہے اجنبی، تو واقعی لاجواب ہے۔ ارتون تیرے ایک گھسے کی تاب نہ لا سکا۔ اچھا ذرا معزلیس سے مقابلہ کر۔"

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک خوبصورت اور کسے ہوئے بھاری بدن کا جوان میرے سامنے آ کر خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ یہ معزلیس تھا۔

"معزلیس!" استاد نے کہا۔ "بالکل دوستانہ انداز میں، کوئی نقصان پہنچائے بغیر، ذرا اس اجنبی کو پچھاڑ کر تو دکھاؤ۔"

معزلیس ماہرانہ انداز میں مجھ سے لپٹ پڑا اور مجھے نیچے گرانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں اگر چاہتا تو ایک منٹ میں معزلیس کو اٹھا کر پھینک دیتا۔ لیکن میں ان لوگوں کو بہت زیادہ حیرت زدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور نہ ہی اپنی غیر معمولی قوتوں کا کھلے طور پر مظاہرہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے معزلیس کو زور کرنے کا موقع دیا اور خود اپنی جگہ سے ادھر ادھر ہٹتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے ایک دھکا دے کر معزلیس کو نیچے گرا دیا اور اسے دبا لیا۔ معزلیس نے میری گرفت سے آزاد ہونے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن وہ بے چارہ بالکل بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے تو اس کے جسم پر محض ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا، اس لیے وہ تھوڑی بہت

حرکت کر سکتا تھا صرف اتنی جتنی کہ میں چاہتا تھا۔ استاد حیرت سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ مغرلیس کو تھوڑی دیر تک اپنے نیچے دبائے رکھنے کے بعد میں نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نگاہوں میں حیرت بھی تھی اور ندامت بھی۔ مگر میں نے دوستانہ انداز میں اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"نہیں، تم مالشئے کا کام نہیں کرو گے اجنبی۔" استاد نے گردن ہلا کر کہا۔ "تم نے مغرلیس جیسے زورمند اور ماہر فن پہلوان کو شکست دے کر ثابت کر دیا ہے کہ تم اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہو جیسے تم نظر آتے ہو۔ کل میں تمہارا مقابلہ اپنے اکھاڑے کے سب سے بڑے پہلوان ناتوم سے کرا دوں گا۔ اور اگر تم نے ناتوم کو بھی ہرا دیا تو پھر میں اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں نئے سرے سے سوچوں گا۔ یاد رکھنا کہ ناتوم وہ پہلوان ہے جسے پورے ایتھنز میں ناقابل شکست سمجھا جاتا ہے۔"

"اور یہ سرسبز والے کون ہیں جن کا تم لوگ بار بار تذکرہ کر رہے تھے؟" میں نے استاد سے پوچھا۔

"تمہیں ان کے بارے میں بھی جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔" استاد نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ساری باتیں ایک ہی وقت میں جاننے کی کوشش مت کرو۔ بہتر ہے کہ اب تم نہا دھو کر کوئی معقول سا لباس پہن لو اور کھانا کھاؤ۔ تمہیں لباس فراہم کر دیا جائے گا۔ اور ہاں۔ تمہارا نام کیا ہے؟ تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں ہے؟"

"استاد!" میں نے اس سے کہا۔ "تم جس نام سے چاہو مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"اچھا!" استاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں شہزور کے نام سے پکاروں گا۔ تمہیں یہ نام کیسا لگا؟"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر مجھے مغرلیس کی زبانی یہاں کے سارے حالات کا تفصیلی علم ہو گیا۔ یہ بڑی عجیب جگہ تھی اور میری پسند کے عین مطابق۔ کھیلوں کی تربیت کا ایک ادارہ تھا، آج کی موجودہ اصطلاح میں اسے کوچنگ سینٹر بھی کہہ سکتے ہو اور اسٹیڈیم بھی۔ یہاں مختلف قسم کے کھیلوں کی تربیت دی جاتی تھی جو اس زمانے میں یونان کے مردوں کے پسندیدہ کھیل تھے۔ ایک بات جو پروفیسر اس وقت کے یونان کے لوگوں کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ جرأت، بہادری اور بے خوفی کی بڑی قدر کرتے تھے اور جس میں یہ ساری خصوصیات موجود ہوں اسے بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپس میں مقابلوں کا رجحان عام تھا۔ کھیلوں اور فنون کے مقابلوں کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ جگہ جگہ کھیلوں کی تربیت گاہیں قائم تھیں جن کے اپنے اپنے حلقے تھے جنہیں تم کلب کہہ سکتے ہو۔ ان کلبوں میں آپس میں زبردست چشمک رہتی تھی اور وہ ایک دوسرے کو زک دکھانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ میں اتفاق سے جس کلب تک پہنچ گیا تھا اس کا نام طوفان کلب تھا۔ طوفان کلب کا مالک، نگران اور کرتا دھرتا اشکندر نامی ایک تجربہ کار اور ہوشیار شخص تھا جو اپنی جوانی کے زمانے میں ایک نامی گرامی پہلوان، شمشیرزن، گھڑسوار اور نیزہ باز رہ چکا تھا۔ اس نے پہلوانی، شمشیرزنی، گھڑسواری اور نیزے بازی کے سینکڑوں مقابلوں میں شرکت کی تھی اور شاندار کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اس کے پاس تمغوں کا ایک پورا ذخیرہ موجود تھا۔ اب وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے قویٰ میں جوانی کی سی طاقت برقرار نہیں رہی تھی، لیکن وہ کھیلوں سے اپنی گہری اور ناقابل شکست وابستگی کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے کھیلوں کا یہ تربیتی مرکز قائم کر لیا اور نوجوانوں کو تربیت دینی شروع کر دی۔ جلد ہی نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اس کے کلب سے وابستہ ہو گئی اور طوفان کلب کا شمار ایتھنز کے اعلیٰ درجے کے کلبوں میں ہونے لگا۔ اشکندر کو اس کے سارے شاگرد استاد کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ طوفان کلب کے مقابلے میں شہر میں اور بھی کئی بڑے بڑے کلب موجود تھے جن سے طوفان کلب کی رقابت رہتی تھی، لیکن سب سے زیادہ چشمک سرسبز کلب سے رہتی تھی جو کسی طرح بھی طوفان کلب سے کم نہیں تھا۔ سرسبز کلب کا مالک اور نگران تارس نامی ایک شخص تھا جو خود بھی ایک نامی گرامی شمشیرزن تھا۔

شہر کے اکثر مقابلوں میں سرسبز کلب اور طوفان کلب کے کھلاڑی ایک دوسرے کے مدمقابل ہوتے تھے۔ کبھی سرسبز کلب والوں کو فتح حاصل ہوتی تھی اور کبھی طوفان کلب والوں کو۔ دونوں کلب نئی سے نئی تکنیک ایجاد کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے، نئے نئے داؤ پیچ اور نئے نئے طریقے دریافت کرتے رہتے تھے۔ اسی لیے دونوں ایک دوسرے کے اندرونی حالات جاننے کے خواہشمند رہتے تھے۔ سرسبز کلب کا کوئی آدمی طوفان کلب میں بلا اجازت داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح طوفان کلب کا کوئی آدمی سرسبز کلب میں پیشگی اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ دونوں کلب ایک دوسرے کی جاسوسی میں لگے رہتے تھے اور خفیہ طور پر اپنے آدمی بھیج کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے کہ دوسرے کلب میں کیا ہو رہا ہے۔ جاسوسی اور جوابی جاسوسی کا یہ سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ چنانچہ جب میں اتفاق سے طوفان کلب کی عمارت میں چلا گیا تو ان لوگوں نے مجھے سرسبز والوں کا جاسوس سمجھا اور میرے ساتھ سختی سے پیش آئے لیکن جب میں انہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ میں سرسبز والوں کو بالکل نہیں جانتا اور میں کسی کا بھی جاسوس نہیں ہوں تو انہیں اطمینان ہو گیا۔ پھر میری طاقت کے ایک ادنیٰ سے مظاہرے نے انہیں میرے بارے میں اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا۔ ارتون کے جسم پر میرے ہاتھ کے ایک معمولی سے گھونسے نے ہی اس کی کھال اتار دی تھی۔ مغرلیس تو اس کلب کا ایک منجھا ہوا پہلوان تھا۔ میں نے ایک منٹ میں شکست دے دی تھی۔ استاد میری کارکردگی دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ مجھ سے

بہت خوش ہوا اور اس نے مجھے اپنے "پٹھوں" میں شامل کر لیا۔

مغرلیس مجھ سے شکست کھانے کے بعد بڑی دیر تک میرے بدن کو ٹٹول ٹٹول کر اور دبا دبا کر دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی کے سائے لہرا رہے تھے۔

"درست۔" اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "استاد نے تمہیں بالکل صحیح نام دیا ہے۔ تم واقعی شہزور ہو۔ تمہاری شہزوری کے آگے بہت کم لوگ ٹک سکیں گے۔ یہ بتاؤ کہ تم کون سی غذائیں کھاتے ہو اور کس کس قسم کی ورزشیں کرتے ہو؟ میں نے ایسا فولادی اور ٹھوس بدن آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میری غذا میں کوئی خاص چیز شامل نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "جو کھانا ایک عام انسان کھاتا ہے وہی میں بھی کھاتا ہوں۔ رہا ورزش کا سوال، تو مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ایک بار بھی ورزش کی ہو۔"

"حیرت ہے۔" مغرلیس نے کہا۔ "نہ تم کوئی خاص غذا استعمال کرتے ہو اور نہ ہی کوئی ورزش کرتے ہو۔ پھر تمہاری کھال اور ہڈیوں میں توانائی کا یہ ذخیرہ کہاں سے آ گیا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے یہ دیوتاؤں کی مہربانی ہو۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا۔ کسی پر ظلم نہیں کیا۔"

اس اثنا میں استاد کچھ اور جوانوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا۔ اور پھر وہ ارتون اور دیگر لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔

"دوست شہزور!" استاد نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آج تم آرام کرو۔ تم نے اپنے آپ کو ایک نہایت اعلیٰ اعزاز کا مستحق ثابت کیا ہے اور وہ اعزاز ہے ناتوم سے مقابلہ۔ ناتوم نہ صرف ہمارے کلب کا بلکہ اس پورے شہر کا سب سے زیادہ بہادر اور باہمت پہلوان ہے۔ چھوٹے موٹے پہلوان تو اس کا ایک گھونسا بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ناتوم نے اس شہر کے سارے پہلوانوں کو شکست دی ہے اور روایت ہے کہ کسی سے نہیں ہارا ہے۔ سرسبز والوں کے کئی پہلوان یکے بعد دیگرے ناتوم سے مقابلہ کر کے ہار چکے ہیں۔ سرسبز والوں کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کسی طرح ان کے کلب کا پہلوان ناتوم کو ہرا دے۔ اب تک انہیں کامیابی نہیں ہوئی ہے لیکن ان دنوں وہ لوگ ایک نئے پہلوان کو تیار کر رہے ہیں جس کی ماں یونانی ہے اور باپ اسکندریہ کا رہنے والا۔ اس شخص نے ابتدائی تربیت مصر میں حاصل کی ہے اور پچھلے دنوں یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ایتھنز آیا تھا۔ سرسبز کے نگران کی اس کے باپ سے پرانی ملاقات تھی۔ تارس نے اس نوجوان کو بہت پسند کیا اور اس کے باپ کی اجازت سے اسے کلب میں داخل کر لیا۔ پچھلے کئی مہینوں سے سرسبز والے اشرام کی تربیت میں زور و شور سے مصروف ہیں اور انہوں نے اپنی ساری توجہ اس بات پر مرکوز کر رکھی ہے کہ اشرام کو اس قابل بنا دیں کہ وہ ناتوم کو شکست دے سکے اور اس طرح طوفان کلب کا یہ اعزاز اس سے چھینا جا سکے۔ انہیں ان کا چیلنج مل چکا ہے اور مقابلے کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی ہے۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد مقابلہ ہو گا۔ ہمارے علم کے مطابق اشرام نے بہت زیادہ باصلاحیت ہونے کا مظاہرہ کیا ہے اور وہ تیزی سے ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے۔ ہم اس بات سے غافل نہیں ہیں اور ہم نے بھی ناتوم کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رکھا ہے۔"

"تم ناتوم سے میرا مقابلہ کیوں کرانا چاہتے ہو؟" میں نے استاد سے پوچھا۔

"اس لئے کہ تمہیں تمہاری طاقت کا صحیح اندازہ ہو جائے۔" استاد نے جواب دیا۔ "تم نے مغرلیس کو جس انداز سے اور جتنی آسانی سے شکست دی ہے وہ بڑے سے بڑے پہلوان کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ مغرلیس بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ جب ناتوم اور مغرلیس کا دوستانہ مقابلہ ہوتا ہے تو ناتوم کو بھی مغرلیس پر غالب آنے میں کافی دیر لگ جاتی ہے اور کافی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔"

"میری طاقت کا اندازہ لگانے کے بعد تم کیا کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ بعد میں کیا جائیگا۔" استاد نے جواب دیا۔

"اب تم جا کر آرام کرو۔ مغرلیس تمہاری رہنمائی کریگا۔"

مغرلیس مجھے لے کر بالائی منزل کے ایک کمرے میں آ گیا۔

یہ کمرہ خالی تھا۔ لیکن اس میں ایک آدمی کے قیام کا پورا سامان موجود تھا۔

مغرلیس کا رویہ میری جانب بہت دوستانہ تھا۔ ہم دونوں کمرے میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ مغرلیس نے مجھے بتایا کہ اسے بچپن سے ہی فن سپہ گری اور کشتی وغیرہ کا بہت شوق رہا ہے۔ اور اس نے اپنے اس شوق کی تکمیل کی خاطر کئی بڑے بڑے اساتذہ اور ماہرین کی خدمات انجام دی ہیں اور اس کے عوض ان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ گزشتہ دو سال سے وہ طوفان کلب سے وابستہ ہے۔ پچھلے ایک سال تک وہ اس کلب کا سب سے زیادہ بہادر اور طاقتور شخص سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بہت سے نامی گرامی پہلوانوں کو شکست دی تھی۔ سرسبز والوں کے ساتھ اس کے کئی معرکے ہوئے تھے جن میں وہ سرخرو رہا تھا۔ لیکن پھر سرسبز والوں کے ایک پہلوان نے اسے شکست دے دی۔ یہ اس کی زندگی کی پہلی شکست تھی جس سے وہ سخت دل برداشتہ ہوا۔ طوفان کلب کا بھی اعزاز چھن گیا۔ سرسبز والوں نے اس خوشی میں زبردست جشن منایا جس میں طوفان والوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ استاد نے جشن میں شرکت کی کیونکہ روایات کا یہی تقاضہ تھا۔ لیکن مغرلیس خود کو اس جشن میں شرکت کے لئے تیار نہیں کر پایا اور اس جشن کے دوران استاد کی نگاہ ناتوم پر پڑی۔ ناتوم ایک غلام تھا اور اپنے آقا

کے خدمت گار کے طور پر اس جشن میں آیا تھا۔ استاد کی دوربین اور نکتہ شناس نگاہوں نے ناتوم کے جسم میں چھپی ہوئی لچک، پھرتی، اور توانائی کا اندازہ اندازہ میں پورا تجزیہ کر ڈالا۔ استاد نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ ناتوم کو اپنے کلب میں لے جا کر اس کی تربیت کرے گا کیونکہ میری شکست کے بعد اب سے نئے توانا جسموں کی تلاش تھی۔ دوسرے دن استاد نے ناتوم کے آقا سے ملاقات کی اور ناتوم کو خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ناتوم کے آقا نے یہ دیکھ کر کہ استاد اس غلام کی خریداری میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا ہے، موقع سے فائدہ اٹھایا اور بھاری قیمت طلب کی لیکن استاد اسکے لئے پہلے سے تیار تھا اس نے بلا کسی حیل و حجت کے رقم اس کے حوالے کی اور ناتوم کو اپنے ساتھ لے آیا۔ استاد کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ اگر سرسبز والوں کو ذرا سی بھی سن گن مل گئی تو وہ یقیناً زیادہ بڑی رقم ادا کر کے ناتوم کو خود خرید لیں گے۔ یہاں لانے کے بعد استاد نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ناتوم کو غلامی سے آزاد کر دیا۔ کیونکہ غلاموں کے ساتھ مختلف سلوک کیا جاتا ہے اور آزاد انسانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ استاد نے ناتوم کو پہلے ہی بتا دیا کہ وہ اسے اس شرط پر آزاد کر رہا ہے کہ وہ ہمیشہ اسی کلب میں رہے گا اور مختلف فنون اور کشتی کی تربیت حاصل کرے گا اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ کسی اور کلب کا رخ نہیں کرے گا۔ ظاہر ہے کہ ناتوم کو بھلا اس میں کیا اعتراض ہو سکتا تھا اسے اپنی آزادی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ چنانچہ اس نے استاد کی تمام شرائط خوشی خوشی مان لیں۔

استاد نے ناتوم پر محنت کرنا شروع کر دی اور چند ہی ماہ میں ناتوم نے حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ ورزش اور دیگر متوازن خوراک سے اس کا جسم شیشے کی طرح نکھر گیا۔ سارے عضلات پتھر کی طرح سخت ہو گئے اور پھر ایک دن اس نے کلب میں دوستانہ زور آزمائی میں مغرلیس کو بے بس کر دیا۔ استاد حیران رہ گیا۔ اب ناتوم اس کے لئے ایک بہت بڑی چیز بن گیا تھا۔ اس نے کلب میں مغرلیس اور ناتوم کے درمیان دوبارہ باقاعدہ مقابلہ منعقد کروایا۔ لیکن اس بار بھی ناتوم نے مغرلیس کو شکست دے دی۔ استاد عش عش کر اٹھا۔ اور اس نے سرسبز والوں کے اس پہلوان کو چیلنج بھجوا دیا جس نے مغرلیس کو شکست دی تھی۔ سرسبز والوں نے بڑی خوشی سے چیلنج قبول کر لیا۔ دونوں جانب سے زبردست جوش و خروش کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا اور زور و شور سے تیاریاں جاری تھیں۔ مقابلہ ہوا اور بہت بڑی تعداد میں لوگ اسے دیکھنے آئے۔ ناتوم نے سرسبز والوں کے پہلوان کو شکست دے دی۔ استاد کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔ اس کا کھویا ہوا اعزاز اس کے پاس واپس آ گیا تھا۔ لیکن سرسبز والوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی پہلوان تیار کئے اور چیلنج بھجوا کر مقابلے کروائے۔ ناتوم نے ان کے ہر پہلوان کو شکست دے دی اور اب سرسبز والے

ایک نئے آدمی کو تیار کر رہے ہیں جس کا نام اشترام ہے اور اس کی طاقت اور فنی مہارت کے قصے دور دور تک پھیل چکے ہیں۔

"تمہارے خیال میں اشترام اور ناتوم کے درمیان اس مقابلے کا کیا انجام ہوگا؟" میں نے مغرلیس سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "ناتوم تو خیر جو کچھ ہے لیکن ہماری اطلاعات کے مطابق اشترام بھی کسی طرح اس سے کم نہیں ہے۔"

"اور اگر اشترام نے ناتوم کو شکست دے دی تو؟" میں نے پوچھا۔

"تو پھر استاد اشترام کے مقابلے کے لئے کوئی نیا آدمی تیار کرے گا۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "اور ہو سکتا ہے کہ وہ نئے آدمی تم ہو۔"

"میں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "لیکن میں تو یہاں بالکل نو وارد ہوں اور استاد مجھے ٹھیک سے جانتا بھی نہیں ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "استاد انسان کو نہیں دیکھتا۔ صرف انسان کے بدن کو دیکھتا ہے اس کے کس بل کو دیکھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے ناتوم کو اس قدر ڈھیل دے رکھی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"ناتوم ایک غلام تھا اس کا باپ بھی غلام تھا۔ استاد نے اسے آزادی دلائی اور اپنی محنت سے اسے ایک مقام دلوایا۔ لیکن وہ بدبخت انسان اپنی اوقات بھول گیا ہے وہ طاقت کے نشے میں مبتلا ہو کر سخت مغرور ہو گیا ہے۔ وہ اپنے آگے کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ جب بھی اس کا جی چاہتا ہے، وہ ہم میں سے کسی کی بھی توہین کر دیتا ہے۔ لوگ برابر استاد سے اس کی شکایت کرتے رہتے ہیں لیکن استاد تو اس کا ایسا دیوانہ ہے کہ کسی کی کچھ سنتا ہی نہیں۔ اسے تو بس اپنے کلب کے اعزاز کی دھن سوار ہے۔ ادھر ناتوم ہے کہ روز بروز ہم لوگوں کے سر پر چڑھتا چلا جا رہا ہے۔ دراصل وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ استاد اسے یہاں سے نکال نہیں سکتا کم از کم اس وقت تک نہیں جب تک کہ اشترام سے اس کا مقابلہ نہیں ہو جاتا۔ اور اس مجبوری سے وہ پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ابھی کل ہی اس نے ہم سب لوگوں کے سامنے ارتون کو طمانچے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو استاد نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا ورنہ نہ جانے کیا ہوتا۔ اس کے باوجود استاد سے کوئی ... کرنے کے بجائے خوشامدانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔"

مجھے پتا لگ گیا کہ یہاں بھی حسد اور مخالفتوں کے لاوے پک رہے ہیں۔ طاقت کے نشے اور غرور کی آگ سلگ رہی ہے۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ ارتون اور مغرلیس سمیت کلب کے سارے جوان ہی ناتوم کے مخالف ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں یہ خواہش بھی چھپی ہوئی ہو کہ ناتوم اشترام کے ہاتھوں شکست کھا جائے۔

"ناتوم یہاں رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا وہ اسی عمارت میں رہتا ہے؟"

"ہاں! استاد کے علاوہ ناتوم، میں اور ارتون اسی عمارت میں الگ الگ کمروں میں رہتے ہیں اس کے علاوہ ملازمین اور خدمت گار بھی یہیں رہتے ہیں۔ باقی لوگ دن بھر کے لئے یہاں آجاتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو صرف شام کو آتے ہیں اور چند گھنٹے کی تربیت کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ ویسے یہاں سب سے زیادہ رونق سہ پہر کو ہی ہوتی ہے اس وقت کلب سے تعلق رکھنے والا تقریباً ہر شخص یہاں موجود ہوتا ہے۔" مغرلیس نے بتایا۔

"ناتوم بھی؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی ضروری نہیں ہے۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "اس کی مرضی ہے۔ وہ اس قدر مغرور ہو گیا ہے کہ لوگوں کے سامنے ذرا کم ہی آتا ہے۔ جب آتا بھی ہے تو کسی سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتا۔ استاد نے اس کی تربیت کا وقت بھی علی الصباح مقرر کیا ہے۔ جس وقت یہاں بہت کم لوگ موجود ہوتے ہیں۔ اس کے تکبر کا یہ عالم ہے کہ کبھی کبھی تو وہ استاد کے ساتھ بھی گستاخانہ رویہ اختیار کر لیتا ہے۔"

"تم نے ناتوم کے بارے میں اتنی بہت سی دلچسپ باتیں بتائی ہیں کہ میں اس سے ملنے کا بہت زیادہ مشتاق ہو گیا ہوں۔" میں نے ... کر مغرلیس سے کہا۔ "وہ یقیناً ایک نو وارد سے مل کر خوش ہوگا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "بلکہ مجھے یقین ہے کہ اسے یہاں تمہارا وجود ہی ناگوار گزرے اور وہ تم کو یہاں سے نکال دینے کی کوشش کرے۔ وہ اجنبیوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ اور اگر اس نے استاد کو مجبور کیا کہ وہ تمہیں یہاں سے نکال دے تو استاد اس کی بات کو رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مجھے یہاں سے کیوں نکلوانا چاہے گا؟" میں نے دریافت کیا۔ "وہ تو مجھے جانتا بھی نہیں اور نہ میں اسے جانتا ہوں۔ پھر وہ میری مخالفت کیوں کرے گا؟"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔" مغرلیس نے کہا۔ "ناتوم اس اکھاڑے کا سب سے زیادہ طاقتور پہلوان ہے اور پورے شہر میں اس کی دھوم ہے۔ وہ یہ بات برداشت نہیں کر سکے گا کہ طوفان کلب میں کوئی ایسا شخص آجائے جو امکانی طور پر اس سے زیادہ طاقتور ثابت ہو سکے۔"

"لیکن وہ یہ کیوں سمجھے گا کہ میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں۔ یہ تو صرف مقابلے کے بعد ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔

"کاش تم اس کو مقابلے میں شکست دے سکو۔" مغرلیس نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بالکل ہی دوسری بات کہی۔ مغرلیس کے ذہن کو سمجھ لینا کچھ اتنا مشکل نہیں تھا اور میرے لئے اس کی اس بات کا اظہار کوئی چنداں تعجب کی بات نہیں تھی۔ تاہم میں نے پوچھا: "تم کیوں چاہتے ہو کہ ناتوم مجھ سے مقابلے میں شکست کھائے؟"

"اس لئے کہ وہ ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے جنہیں وہ مقابلوں میں شکست دے چکا ہے اور جب بھی اسے موقع ملتا ہے وہ ان کی توہین کرنے سے نہیں چوکتا۔" مغرلیس نے کہا۔ "اگر ایک بار وہ شکست کی ذلت سے دوچار ہو جائے تو اس کا سر نیچا ہو جائے گا۔"

"لیکن اس سے کلب کا وقار نہیں مجروح ہوگا؟ اور پھر اشترام کے ساتھ مقابلے سے پہلے ہی ناتوم کے حوصلے پست نہیں ہو جائیں گے؟"

"مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے دوستانہ مقابلے میں ناتوم کو شکست دے دی تو استاد اشترام سے مقابلے کے لئے ناتوم کو نہیں بلکہ تمہیں بھیجے گا۔" مغرلیس نے کہا۔ "اور جہاں تک تمہارے اور ناتوم کے مقابلے کا سوال ہے تو یہ کلب کے اندر ایک دوستانہ مقابلہ ہوگا اور اس میں کسی فریق کی ہار یا جیت سے کلب کے وقار کا کوئی تعلق نہیں۔"

رات ہو گئی تھی۔ مغرلیس میرے لئے کھانا لے کر آیا۔ ہم دونوں نے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد وہ بڑی دیر تک مجھے ایتھنز کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں بتاتا رہا۔ یہاں کے سورماؤں کے بارے میں، یہاں کی عورتوں، ان کی دلچسپیوں اور ان کے فیشنوں کے بارے میں، شاہی محل اور دربار میں ہونے والی سازشوں اور امرا کی باہمی رقابتوں کے بارے میں۔ میں بڑے غور اور دلچسپی سے مغرلیس کی باتیں سنتا رہا۔ مغرلیس مجھے ایک چھوٹے سے قصبے کا دیہاتی باشندہ سمجھ رہا تھا جو پہلی مرتبہ ایتھنز جیسے بڑے اور بارونق شہر میں آیا تھا۔ اس لئے وہ مجھے ایک ایک بات تفصیل سے بتا رہا تھا۔ وہ ایک باتونی شخص تھا۔ لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ وہ دل کا بہت اچھا ہے۔ ناتوم سے اس کی ناراضگی کا اصل سبب اس کا اپنا حسد نہیں، بلکہ ناتوم کا غیر معقول رویہ تھا۔

کافی رات گئے تک مغرلیس باتیں کرتا رہا۔ اس بیچارے کو کیا معلوم کہ وہ ایک ایسے شخص سے گفتگو کر رہا ہے جو صدیوں سے وقت کے بہتے ہوئے سمندر میں بہتا ہوا چلا آیا ہے اور جس نے انسانی تہذیب کے عروج و زوال کی بے شمار داستانوں کو جنم لیتے ختم ہوتے اور ماضی کا حصہ بنتے دیکھا ہے۔ میں دل ہی دل میں مغرلیس کی سادگی پہ مسکراتا رہا۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو دن خاصہ چڑھ آیا تھا۔ مغرلیس مجھ سے پہلے بیدار ہو گیا تھا اور میرے لئے ناشتہ تیار رکھا تھا۔

اچانک استاد میرے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ "صبح بخیر شہزور، کیا حال ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"صبح بخیر۔" میں نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہوں!"

"مغرلیس ورزش کر رہا ہے۔" استاد نے کہا۔ "اور دوسرے پہلوان بھی ورزش کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہو تو تم بھی ان میں شریک ہو سکتے ہو۔ بلکہ میرے خیال میں شریک ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ میں مغرلیس کو تمہاری ہدایت کے لئے مقرر کر دوں گا۔ ویسے بھی تم دونوں اچھے دوست

بنا گئے ہو۔"

"شکریہ استاد!" میں نے جواب دیا۔ "لیکن میں کسی ورزش وغیرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میں اس کے بغیر ہی ٹھیک ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔" استاد نے جواب دیا۔ "لیکن ناشتے سے پہلے تھوڑی سی ورزش بدن کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ چلو آج یہ بھی دو چار دن کے بعد سے شروع کر دینا۔ ابھی تھوڑی دیر میں سب لوگ ورزش وغیرہ سے فارغ ہو جائیں گے تو پھر ساتھ ہی بیٹھ کر ناشتہ کریں گے۔ اس وقت ناتوم بھی موجود ہوگا۔ تمہاری اس سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ مغرلیس مجھے بتا رہا تھا کہ اس نے تمہیں ناتوم کی طاقت کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا ہے۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔ "مغرلیس نے مجھ سے ناتوم کے بارے میں بہت سی باتیں کہی ہیں اور میں ناتوم سے ملاقات کا متمنی ہوں۔"

"تھوڑی دیر بعد تمہاری اس سے ملاقات ہو جائے گی۔" استاد نے جواب دیا اور مجھ سے کہا کہ میں ہاتھ منہ دھو کر ناشتے کے لئے تیار ہو جاؤں اور نیچے آ جاؤں۔

میں ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہوا ہی تھا کہ اتنے میں مغرلیس آ گیا۔

"استاد مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں ورزش اور کشتی کے داؤ پیچ سکھاؤں۔ میں نے استاد سے کہا کہ میں بڑی خوشی سے اس کے لئے تیار ہوں۔ اگر تمہیں باضابطہ تربیت ملے اور تم خوب مشق کرو تو مجھے یقین ہے کہ پورے دیتھر میں تم سے مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔" مغرلیس نے کہا۔ بات یہ تھی پروفیسر کہ مغرلیس کو یا اس کلب میں شامل کسی بھی دوسرے شخص کو میری طاقت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ میں نے مغرلیس کو شکست دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ اپنی طاقت کے نہایت معمولی سے حصے کو استعمال کروں، صرف اتنے حصے کو جو مغرلیس جیسے ایک مضبوط پہلوان پر غالب آنے کے لئے درکار ہو۔ چنانچہ مغرلیس مجھ سے ہار تو گیا لیکن وہ میری طاقت کے بارے میں صحیح اندازہ قائم نہیں کر سکا۔ میں دل ہی دل میں اس کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ تاہم میں نے اس کے ان دوستانہ اور مخلصانہ جذبات کی بڑی قدر کی اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

ناشتے کی میز پر سب سے زیادہ نمایاں شخصیت ناتوم ہی کی تھی۔ میں اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہی شخص ناتوم ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ سب لوگوں میں ممتاز نظر آ رہا تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں پروفیسر کہ اس کی سج دھج دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ واقعی بہت پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا قد کم از کم ساڑھے چھ فٹ کا ہوگا اور جسامت میں وہ کسی طرح بھی مجھ سے ڈیوڑھے سے کم نہیں تھا لیکن فربہی مائل ہونے کے باوجود اس کا جسم بہت سڈول اور متناسب تھا۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیاں پتھر کی طرح سخت نظر آ رہی تھیں۔ ناشتے کی میز پر استاد، ناتوم، اوتون اور ناتوم کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ البتہ کئی ملازمین موجود تھے۔

"ناتوم! یہ ہے شہزور۔" استاد نے پرمسرت لہجے میں کہا۔ "یہ ہمارے کلب کا سرمایۂ افتخار ہے، اور ناتوم! یہ ہے شہزور، جس کا کل رات میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔"

ناتوم نے بڑی نفرت کے ساتھ مجھے دیکھا اور پھر بڑی حقارت آمیز لہجے میں استاد سے مخاطب ہو کر بولا۔ "یہ دیہاتی آیا کہاں سے ہے، اور اس کا اصل نام کیا ہے؟"

"میں نے اس کا نام شہزور رکھا ہے۔" استاد نے خوشی کے ساتھ کہا۔ "آج شام کو تمہارا اور اس کا دوستانہ مقابلہ ہوگا۔"

"استاد!" ناتوم نے سخت لہجے میں کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپے نے تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ تمہارے دماغ پر بھی حملہ کر دیا ہے۔ بھلا اس کی شکل تو دیکھو، یہ مجھ سے لڑے گا؟ اور تم کیوں اس غریب دیہاتی کے پیچھے پڑے ہو؟ ایک تو وہ دیکھنے میں ہی بہت کمزور نظر آتا ہے اور دوسرے وہ کوئی باقاعدہ تربیت یافتہ پہلوان بھی نہیں ہے۔ میں اس طرح ہر راہ چلتے کے ساتھ اپنا وقت اور طاقت برباد کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

ناتوم کا لہجہ بڑا جارحانہ اور گستاخانہ تھا اور میں نے محسوس کیا کہ استاد کے چہرے کا رنگ چند لمحوں کے لئے متغیر ہو گیا لیکن اس نے ناتوم کے کڑوے کسیلے طنزیہ جملوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک بار پھر خوش دلی کے ساتھ کہا: "مگر یہ مغرلیس کو ہرا چکا ہے۔"

"مغرلیس مغرلیس ہے اور میں ناتوم ہوں!" ناتوم نے رعونت کے ساتھ جواب دیا۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دیہاتی کا جسم بے حد خوبصورت اور سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس کی جلد کی رنگت بھی سونے کی طرح ہے جو میں نے آج تک کسی دوسرے انسان میں نہیں دیکھی۔ اس کے بال بھی سنہری اور گھنے ہیں لیکن ان خصوصیات کی بنا پر بہتر ہوتا کہ تم اسے کسی شہزادی یا امیرزادی کے محل میں پہنچا دیتے۔ وہاں اس قسم کے لوگوں کی بڑی مانگ رہتی ہے۔"

میں ناتوم کے اس توہین آمیز انداز گفتگو پر دل ہی دل میں بہت چراغ پا ہوا لیکن میں نے اس کا کوئی اظہار نہیں ہونے دیا۔ بات یہ تھی پروفیسر کہ میں ان باتوں سے بہت بالاتر تھا۔ بھلا میرے لئے اس سے کیا فرق پڑتا تھا کہ کوئی انسان میرے بارے میں توہین آمیز باتیں کہہ رہا ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اس انسان کو میری شخصیت کے اسرار و رموز کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ تاہم پروفیسر میں نے محسوس کیا کہ ناشتے کی میز پر موجود تمام لوگوں کو ناتوم کا یہ توہین آمیز رویہ ناگوار گزرا ہے۔ خاص طور پر استاد کے چہرے سے ساری خوشی کافور ہو گئی اور اس کی جگہ گہری سنجیدگی نے لے لی۔ تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

لوگ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔

"استاد!" میں نے اس ناگوار خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے کہ تم میرا اور ناتوم کا مقابلہ مت کرواؤ۔ ناتوم ایک نامی گرامی پہلوان ہے اور پورے شہر میں اس کی طاقت کی دھوم ہے اور اگر مقابلے میں مجھ سے شکست کھا گیا تو اس کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور پھر یہ خود اعتمادی سے محروم ہو جائے گا جو اشرام سے مقابلے کے لئے ضروری ہے۔ اگر اشرام نے اسے ہرا دیا تو تمہارا اعزاز تم سے چھن جائے گا!"

ناتوم مجھے اس طرح مدلل گفتگو کرتے دیکھ کر کافی حیران ہوا۔ اس کے نزدیک میں ایک غیر مہذب دیہاتی تھا۔ وہ پھر کینہ توز نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اگر تم نے ناتوم کو اس دوستانہ مقابلے میں شکست دے دی تو پھر طوفان کلب کی جانب سے اشرام کے مقابلے میں ناتوم نہیں، تم اتارے جاؤ گے۔" استاد نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کے چہرے کی لکیریں کچھ اور گہری ہو گئی تھیں۔

"کیا کہا استاد!" ناتوم نے سخت برہم لہجے میں کہا۔ "یہ دیہاتی مجھے شکست دے گا؟" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"یہ بات میں نے نہیں خود شہزور نے کہی ہے۔" استاد نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ وہ ناتوم سے خاصہ ناراض نظر آ رہا تھا۔

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "میں نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ میں ناتوم کو شکست دے سکتا ہوں۔ یہ تو محض ایک امکان، ایک دور دراز امکان کی جانب اشارہ کیا تھا۔"

"دیہاتی سے مقابلے کی ایک شرط ہوگی استاد۔" ناتوم نے استاد کی سنجیدگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ وہ مجھے شہزور کہنے کے بجائے مسلسل دیہاتی کہہ رہا تھا۔

"وہ کیا؟" استاد نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"وہ یہ کہ میرے ساتھ مقابلے میں دیہاتی کے شکست کھا جانے کے بعد تم اسے یہاں سے چلتا کر دینا۔ میں ہر نئے آدمی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ نہ معلوم یہ شخص کون ہے اور کس ارادے کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ ویسے اس کی اصل جگہ یہ تھی کہ یہ کسی ہوس کوش حسیناؤں کی خواب گاہ میں ہوتا۔ مردوں کے اکھاڑے میں اس کا کیا کام؟" ناتوم نے ایک بار پھر تمسخر کرتے ہوئے کہا اور میں خاموشی سے بیٹھا ہوا اس کے [illegible]

"ناتوم!" مغرلیس نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "تم یہ بات بھول رہے ہو کہ شہزور مجھے شکست دے چکا ہے!"

"تم اگر اپنی چرب زبانی بند ہی رکھو تو اچھا ہے۔" ناتوم نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ مغرلیس منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"اس صورت میں اگر استاد مجھے یہاں رکھنا بھی چاہیں گے تو میں نہیں رہوں گا۔" استاد کے کچھ کہنے سے پہلے میں بول پڑا۔ "اگر تم نے مجھے شکست دے دی تو پھر میں خود ہی یہاں سے فوراً چلا جاؤں گا تاکہ تم کسی اجنبی کی وجہ سے اپنے لئے مشکلات محسوس نہ کرو۔ ویسے بھی میرا تم سے مقابلہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ ہے۔ یہ تو استاد نے مجھے اس مقابلے کی دعوت دی ہے!"

"ٹھیک ہے!" استاد نے ایک لمبی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی تمہاری اس شرط سے اتفاق ہے۔ ناکامی کی صورت میں شہزور یہاں سے چلا جائے گا!"

پروفیسر اس ذرا سی دیر کی گفتگو میں مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ ناتوم واقعی ایک ناپسندیدہ شخصیت تھا۔ اگر مغرلیس اور کلب کے دوسرے لوگ اسے ناپسند کرتے تھے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ ناتوم کو طاقت کے نشے نے اندھا کر دیا تھا اور وہ اپنے آگے کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا حتیٰ کہ استاد کی توہین کرنے سے بھی باز نہیں آ رہا تھا اور اپنی پوزیشن کا غلط فائدہ اٹھا رہا تھا۔

"آج سہ پہر کو تم دونوں کا مقابلہ ہوگا۔" استاد نے کہا۔ پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "اگر تمہیں اپنی تیاری کے لئے کسی خاص چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو، مثلاً کسی خاص غذا کی، کسی معجون کی یا کسی اور چیز کی۔ تمہاری مطلوبہ چیز تمہیں مہیا کر دی جائے گی۔ اگر تم اکھاڑے میں زور کرنا چاہو تو مغرلیس تمہارے ساتھ چلا جائے گا۔"

"شکریہ استاد!" میں نے جواب دیا۔ "مجھے فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"بہرحال، مغرلیس تمہارے ساتھ ہوگا۔" استاد نے کہا۔ "تمہیں جو کچھ چاہیے ہو اسے بتلا دینا۔"

ناشتے کے دوران باقی وقت خاموشی طاری رہی۔ میز پر سے سب سے پہلے اٹھ کر جانے والا ناتوم تھا جس نے ناشتہ ختم کرنے کے بعد کسی سے کوئی بات نہیں کی اور سیدھا باہر نکل گیا۔ ناتوم کے جانے کے بعد مغرلیس نے استاد سے کہا۔ "ناتوم کا رویہ ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو وہ تمہارے بھی منہ آنے لگا ہے۔"

"مجھے اب خود بھی اس بات کا احساس ہو چلا ہے۔" استاد نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ صورت حال کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے جو ایک غیر شریفانہ حرکت ہے۔ بہرحال ہمیں اشرام سے اس کے مقابلے تک تو اسے برداشت کرنا ہی ہے۔"

اس سہ پہر کو کلب کے میدان میں کافی لوگ جمع تھے لیکن یہ سب

کے سب وہی لوگ تھے جن کا یا تو کلب سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق تھا اور یا جو کلب کے عہدیداروں اور ساتھیوں میں سے تھے۔ کلب کا وسیع و عریض میدان شائقین سے بھر گیا تھا۔

بالآخر مقابلے کا وقت آن پہنچا۔ ناتوم ایک شاہانہ وقار کے ساتھ چلتا ہوا اکھاڑے تک آیا۔ اس نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کیا۔ پھر اس نے اپنا لباس اتارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے بدن پر صرف ایک چست جانگیہ رہ گیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ میں ناتوم کے حسین اور فولادی بدن کو دل ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کا بدن یونان کے تصوراتی دیوتاؤں کے مجسموں کی طرح متناسب اور سڈول تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے اس کے ہر حصہ جسم پہ گوشت کی مناسب ترین مقدار لگائی ہے۔ "کاش اس شخص کا ذہن بھی اتنا ہی حسین ہوتا جتنا حسین اس کا بدن ہے۔" میں نے دل میں سوچا اور اس سے مقابلے کے لیے اکھاڑے میں اتر آیا۔

"اگر تمہارے ہاتھ میری کوئی ہڈی ٹوٹ جائے تو مجھ سے شکوہ نہ کرنا۔" اس نے ایک بار پھر مجھے ذلیل کرتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ کہنا ہے استاد سے کہنا۔ کیونکہ یہ اسی کا فیصلہ ہے کہ میں تم سے مقابلہ کروں۔" استاد، ارتون اور مغرلیس وغیرہ کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ اکھاڑے کے قریب ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے ناتوم کی بات سنی اور استاد کے چہرے پہ ناگواری کے سخت اثرات نمودار ہوئے۔ میں نے ناتوم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی جگہ پر خاموش کھڑا رہا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس بار میرا مقابلہ کرنے کا انداز قدرے مختلف ہوگا اور میں ناتوم کو اس کے احمقانہ غرور اور بیہودہ گفتگو کی سزا ضرور دوں گا۔

اب میں اور ناتوم ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ناتوم شاید اس انتظار میں تھا کہ میں پہل کروں اور آگے بڑھ کر کوئی داؤ لگاؤں تاکہ جواباً وہ مجھے لپیٹ سکے لیکن میں نے ناتوم کو پہلے موقع دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ تقریباً ایک منٹ اسی حالت میں گزر گیا۔ ہر طرف مکمل سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ استاد اور دوسرے لوگ سانس روکے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آخر ناتوم میری اس خاموشی اور بے حرکتی سے اکتا گیا۔ یک بیک اس نے اپنے حلق سے حیوانوں کی طرح کی ایک زوردار آواز نکالی اور مجھ پہ حملہ آور ہو کر اپنے دونوں بازو میری کمر کے گرد حمائل کر دیے۔ مجھ سے ٹکرا کر اس کے بدن کو شدید جھٹکا لگا اور وہ یوں لگا جیسے کسی پتھر سے ٹکرا گیا ہو۔ تاہم اس نے دوبارہ میری کمر کو خوب کس کے پکڑا اور مجھے نیچے گرانے کی کوشش کرنے لگا لیکن میں لوہے کے ایک ایسے ستون کی طرح اپنی جگہ پہ جما کھڑا تھا جو آدھے سے زیادہ زمین کے اندر گڑا ہوا ہو۔ ناتوم کی آنکھوں میں غصے کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے ایک بار پھر اپنی پوری قوت صرف کر کے مجھے نیچے گرانے کے لیے پورے بدن کا زور لگا دیا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔

ناتوم کے قدآور اور بھاری جسم کے سامنے میرا جسم بہت ہلکا پھلکا اور کم تر نظر آ رہا تھا لیکن اس کے باوجود یہ جسم پتھر کا ایک ایسا سنگین مجسمہ بن گیا تھا جسے ناتوم ہلا بھی نہ پایا تھا۔ میں نے ناتوم کو روکنے یا اسے پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ میں اپنے ہاتھوں کو قدرتی انداز میں لٹکائے ہوئے خاموش اور بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ناتوم نے اب دوسرا داؤ آزمایا۔ اس نے مجھے گرفت میں لینے کے ساتھ ہی اپنی ایک بھاری اور مضبوط ٹانگ میری دونوں ٹانگوں کے بیچ میں پھنسا کر اڑنگا لگا کر مجھے گرانے کی کوشش کی لیکن وہ دوسرے لمحے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی ٹانگ میں شدید درد ہونے لگا تھا۔

میں نے ایک نظر تماشائیوں کی طرف ڈالی۔ استاد، مغرلیس، ارتون اور دوسرے لوگ آنکھیں پھاڑے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ استاد کے چہرے پہ بے یقینی کی سی کیفیت تھی۔ مغرلیس اور ارتون کے چہروں پہ دلوں میں چھپی ہوئی مسرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ مجمع کے باقی لوگوں پر حیرت طاری تھی۔

ناتوم نے تیسرا حملہ پورے زور و شور کے ساتھ کیا۔ وہ میرے پاس سے دور چلا گیا اور پھر وہاں سے کسی چیتے کی طرح بھاگتا ہوا آیا اور پوری قوت کے ساتھ مجھ سے ٹکرایا۔ اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ مجھ سے ٹکرانے کے بعد وہ ایک دلدوز چیخ کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ اس کے جسم کے کئی حصوں سے خون نکلنے لگا تھا۔

"ناتوم!" میں نے بلند آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تاکہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں۔ "اگر کوئی اور داؤ آزمانا چاہو تو میں ابھی تمہارے سامنے اسی طرح کھڑا ہوں۔ اور اگر تمہارے پاس اپنی فنی مہارت کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہو تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں اس مقابلے کو اس کے اختتام تک پہنچاؤں۔" مجمع میں سے اب بھنبھناہٹ کی آوازیں مجھ تک پہنچ رہی تھیں۔ کچھ لوگ سرگوشیوں میں اور کچھ بآواز بلند اس صورت حال پہ تبصرہ کر رہے تھے۔

ناتوم زخمی سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا ایک بار پھر لپک کر میری طرف جھپٹا۔ میں نے حسب وعدہ اسے ایک موقع اور دیا۔ اس بار اس نے مجھے لنگڑی مارنے کی مذبوحانہ کوشش کی لیکن بے سود۔ میں نے محسوس کیا کہ ناتوم کے چہرے پہ شکست خوردگی کے ساتھ ساتھ خوف کے آثار بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اب میں نے آگے بڑھ کر ناتوم کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اس کے بے حد بھاری اور تنومند جسم کو پھول کی طرح اوپر اٹھا لیا۔ اس نے اسی طرح میرے پیٹ اور سینے پہ لاتیں مارنے کی کوشش کی لیکن شاید اس کے پیروں میں درد کی ایسی شدید ٹیسیں اٹھیں کہ وہ بلبلا اٹھا۔ مجمع میں ایک شور مچ گیا۔ مغرلیس کود کر اکھاڑے میں آ گیا۔ لیکن استاد نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا اور ڈانٹ کر اسے باہر آنے کو کہا۔ ناتوم میرے ہاتھوں میں کسی موٹے سے بھاری چوہے کی طرح لٹکا ہوا تھا اور میں اسے تھامے ہوئے سامنے اکھاڑے کا چکر لگا رہا تھا۔ ہر طرف سے

تالیاں بج رہی تھیں اور نعرہ ہائے تحسین بلند ہو رہے تھے۔ مغرلیس خوشی کے مارے ناچ رہا تھا۔ استاد کے چہرے پر غم اور خوشی کے ملے جلے تاثرات تھے۔ باقی لوگ جوش، حیرت اور مسرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ تماش بینوں کی تعریف تو ہمیشہ جیتنے والوں کے لیے ہی ہوتی ہے۔

میں نے ناتوم کو پورے اکھاڑے میں دو چکر دیے اور پھر اسے آہستہ سے زمین پہ کھڑا کر دیا۔ اس کا پورا جسم بری طرح کانپ رہا تھا اور وہ اپنی ٹانگوں پہ کھڑا نہ رہ سکا۔ میں اسے چھوڑ کر اکھاڑے سے باہر نکلا اور لوگ جیسے مجھ پہ ٹوٹ پڑے۔ سب سے پہلے استاد نے مجھے مبارک باد دی۔ مغرلیس خوشی کے عالم میں مجھ سے لپٹ گیا۔ ارتون نے میرے چہرے کے بے شمار بوسے ڈالے۔ میری جیت کی خوشی میں لوگ ناتوم کو بھول چکے تھے۔ اچانک میری نگاہ اس پہ پڑی۔ وہ لنگڑاتا ہوا اکھاڑے سے باہر نکل رہا تھا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا لیکن اس نے نفرت کے ساتھ میرے ہاتھ کو جھٹک دیا۔

"رسی جل گئی پر بل نہ گیا۔" کسی نے طنز کیا اور ناتوم پیر پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

اور پھر وہ شام بڑی پرلطف شام تھی۔ کلب سے وابستہ تو سارے لوگ اور ان کے بہت سے دوست اور حاجی کلب کے ادارے میں جمع تھے۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ استاد نے اس خوشی میں سارے لوگوں کی مشروبات اور پھلوں سے تواضع کا بندوبست کیا۔ استاد مجھ پہ بڑا نثار ہو رہا تھا۔ تمام لوگ میرے بارے میں توصیفی کلمات کہہ رہے تھے جو ظاہر ہے کہ میرے لیے بے معنی تھے لیکن میں نے ان کے جذبات کا احترام کیا۔ اس مجمع میں ناتوم کہیں موجود نہیں تھا۔ استاد نے کسی کو اسے بلانے کے لیے بھیجا لیکن معلوم ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں ہے۔

اگرچہ میرے اور ناتوم کے درمیان یہ مقابلہ کلب کا ایک خالص اندرونی معاملہ تھا لیکن ناتوم کی شکست کی خبر دو دن میں سارے شہر میں پھیل گئی۔ مغرلیس نے مجھے بتایا کہ سارے شہر کے لوگ ناتوم کی شکست پہ حیرت زدہ ہیں کیونکہ وہ آج تک ایتھنز میں کسی سے نہیں ہارا تھا اور لوگ احترام کے ساتھ اس کے مقابلے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے لیکن اب صورت حال بدل گئی تھی۔ لوگ میرے بارے میں جاننے کے لیے بے چین تھے۔ سرسبز والوں تک بھی یہ اطلاعات پہنچ گئی کہ ایک نووارد دہقانی نے ناتوم کو دوستانہ مقابلے میں شکست دے دی ہے اور وہ بے حد پریشان تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اشرام کو اور زیادہ تیاری کی ضرورت تھی۔

استاد نے سرسبز والوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اشرام کے مقابلے میں اب ناتوم کے بجائے شہزور کو لانا چاہتا ہے۔ سرسبز والوں نے استاد کی اس پیشکش کو مسترد کر دیا اور جواباً یہ کہلوایا کہ طے شدہ معاہدے کے مطابق اشرام کے مقابلے میں ناتوم کو ہی آنا ہوگا۔ ہاں، اگر ناتوم، اشرام کے ہاتھوں شکست کھا گیا تو اس صورت میں طوفان کلب والے اشرام کے مقابلے میں شہزور کو لا سکتے ہیں اور اگر اشرام، ناتوم کے ہاتھوں شکست کھا گیا تو سرسبز والے کچھ دنوں بعد کسی اور پہلوان کو شہزور کے مقابلے میں تیار کر کے لائیں گے۔ استاد کے پاس ان تجاویز کو ماننے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ معاہدے کے مطابق وہ اشرام کے مقابلے میں ناتوم کو لانے کا پابند تھا۔ ناتوم کے بجائے کسی دوسرے پہلوان کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا پورا اختیار سرسبز والوں کو حاصل تھا اور انہوں نے اس سلسلے میں کوئی مزید خطرہ مول لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے سامنے مفروضہ یہ تھا کہ جو پہلوان ناتوم کو آسانی سے ہرا سکتا ہے اس سے اشرام کا جیتنا مشکل ہوگا۔ استاد کی دلی خواہش تھی کہ وہ اشرام کے مقابلے میں مجھے بھیجے لیکن وہ مجبور تھا۔ استاد کے پاس کلب میں آنے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ لوگ استاد کی اجازت سے مجھے دیکھنے اور مجھ سے گفتگو کرنے کے لیے آتے تھے۔ وہ میری سنہری رنگت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے لیکن اس سے زیادہ حیرت انہیں میرا چھریرا بدن دیکھ کر ہوتی تھی جس نے ناتوم جیسے قوی الجثہ انسان کو اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ استاد میری نمائش کر کے بڑا خوش ہوتا تھا۔ وہ آنے والوں کی خوب آؤ بھگت کرتا اور انہیں مجھ سے ملانے میں کوئی تردد نہیں کرتا تھا۔ ناتوم ہر صبح اپنی ورزش کی مشقوں سے فارغ ہونے کے بعد دن بھر کے لیے کہیں باہر نکل کر غائب ہو جاتا اور رات گئے واپس آ کر سو جاتا۔ ناشتہ بھی وہ اپنے کمرے میں ہی کرتا تھا۔ مقابلے کے دن کے بعد سے میرا اور اس کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔

اس شام مغرلیس اور میں باہر گھومنے نکلے۔ استاد نے میری چار ماہ کی قید والی شرط واپس لے لی تھی اور مجھے کلب سے باہر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ شام کے دھندلکوں میں لپٹا ہوا ایتھنز ایک خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔ مغرلیس مجھے مختلف مقامات کی سیر کراتا رہا اور مجھے ان کے بارے میں بتاتا رہا۔ اس رات ہم نے کھانا بھی باہر کھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مغرلیس مجھے ایک خوبصورت اور مہنگے طعام خانے میں لے گیا جو اندر سے بڑا سجا ہوا اور روشن تھا۔ ہم لوگ منقش کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔ اس وقت پورے طعام خانے میں بہت کم کرسیاں خالی تھیں۔ ہم دونوں کے بیٹھنے کے بعد طعام خانے میں کوئی خالی جگہ نہ رہی۔

ابھی ہم نے کھانے کے لیے کچھ منگوایا بھی نہیں تھا کہ نہایت قیمتی لباسوں میں ملبوس ایک جوان اور وجیہہ مرد اور عورت اندر داخل ہوئے۔ عورت کا ریشمی لباس جھلمل جھلمل کر رہا تھا اور اس کا چہرہ اس قدر حسین تھا کہ اس پہ نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ وہ کسی مورنی کی طرح خوبصورت انداز میں چل رہی تھی۔ مرد کے چہرے کے خدوخال بھی حسین تھے اور ان میں مردانہ سختی موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ ان دونوں کے اندر داخل ہوتے ہی طعام

خانے کا مالک دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا اور اس نے جھک کر ان کا خیر مقدم کیا۔ اس نے کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالی۔ ساری کرسیاں بھری ہوئی تھیں۔ لوگوں کے سامنے میزوں پر کھانے رکھے ہوئے تھے اور وہ کھانے میں مصروف تھے۔ صرف ایک میز ایسی تھی جس پر ابھی تک کوئی کھانا نہیں لگایا گیا تھا اور یہ وہ میز تھی جس کے گرد ہم دونوں بیٹھے تھے۔

طعام خانے کے مالک نے چاروں طرف دوڑائی اور پھر اس کی نظریں ہم پر جم گئیں۔ نوجوان اور عورت بھی ہماری طرف دیکھنے لگے۔

"یہ ایتھنز کے گورنر کا بھائی اتینوس ہے۔" مغرلیس نے کہا۔ "گورنر کا بھائی ہونے کے علاوہ یہ فوج میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہے اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ ایتھنز کی نامی گرامی رقاصہ تارونہ ہے جس کے حسن اور فن کے قصے سارے ملک میں مشہور ہیں۔ اور بڑے بڑے امراء و رؤسا اس کی ایک نظر کرم کے محتاج رہتے ہیں۔ بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں جنہیں اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ حسین اور ماہر فن ہونے کے علاوہ یہ عورت بے حد مغرور اور ضدی بھی ہے۔"

اس اثنا میں طعام خانے کا مالک ہمارے قریب آگیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے اتینوس اور تارونہ بھی آرہے تھے۔ ان کے ساتھ آنے والے چار غلام مؤدب انداز میں دروازے کے قریب کھڑے ہوگئے تھے۔

"مجھے امید ہے کہ تم لوگ معزز اتینوس اور اس کی حسین رفیقہ کے لیے جگہ خالی کر دو گے۔" اس نے ہم لوگوں کو مخاطب کر کے شائستہ لہجے میں کہا۔ مگر مجھے خوب اندازہ تھا کہ شائستگی کے ساتھ کی جانے والی اس درخواست میں حکم کا عنصر شامل تھا۔

"ضرور۔" مغرلیس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن میں نے ایک جھٹکے سے مغرلیس کو دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا۔ "ہرگز نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "ہم لوگ یہاں پہلے سے بیٹھے ہیں۔ معزز اتینوس اور اس کی حسین رفیقہ اپنے لیے کوئی اور جگہ تلاش کر سکتے ہیں۔"

طعام خانے کے مالک کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ مغرلیس نے گھبرا کر دوبارہ میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔ اتینوس نے اپنی گھنی بھنویں سکیڑ کر سخت نظروں سے مجھے گھورا اور تارونہ حیران حیران نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

اسی اثنا میں برابر والی میز پر سے کئی آدمی اٹھ کر چلے گئے اور جگہ خالی ہوگئی۔ طعام خانے کے مالک نے فوراً اتینوس کا ہاتھ پکڑا اور مؤدب لہجے میں اس سے اس میز پر آنے کی درخواست کی۔

"مغرلیس! میں تمہارے استاد کی، تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی بڑی عزت کرتا ہوں۔" اتینوس نے مغرلیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ نووارد ——— یہ اجنبی کون ہے؟ کیا تم نے اسے میرے بارے میں نہیں بتایا ہے؟"

"نہیں معزز اتینوس۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "یہ اس شہر میں صرف چند روز قبل آیا ہے اور آپ سے بالکل ناواقف ہے۔ اگر یہ آپ سے واقف ہوتا تو بھلا ایسی گستاخی کیسے کر سکتا تھا؟" میں مغرلیس کے اس جواب پر دل ہی دل میں جل کر رہ گیا لیکن کچھ بولا نہیں۔ تقاصہ تارونہ برابر مجھے اپنی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے گھورے جا رہی تھی۔

"اسے کچھ تمیز اور تہذیب سکھاؤ اور یہ بتاؤ کہ ایتھنز کے امراء کے ساتھ کس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔" اتینوس نے کہا اور تارونہ کا ہاتھ پکڑ کر دوسری میز پر جا بیٹھا۔

"تم نے تو مروا دیا تھا شہزور۔" مغرلیس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں مجھ سے کہا۔ "میں نے تمہیں بتا بھی دیا تھا کہ وہ گورنر کا بھائی اور ایک اعلیٰ فوجی افسر ہے پھر بھی تم نے اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا؟"

"میں نے کوئی غلط رویہ اختیار نہیں کیا۔" میں نے سختی سے کہا۔ "ہم لوگ یہاں پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ہمیں اٹھانے والا کون ہوتا ہے؟"

"مگر وہ ایک بااختیار اور بااقتدار شخص ہے . . . . ."

"مگر یہ بھی سن لو۔" میں نے مغرلیس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کہ میں نے اسے اس وقت صرف اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ تمہارے اور استاد کے لیے کوئی مشکلات پیدا نہ ہو جائیں۔ ورنہ میں اس قسم کی گفتگو کرنے والے مغرور انسانوں کا سر جھکانا اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"سنو شہزور۔" مغرلیس نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ ایتھنز ہے۔ یونان کا دارالحکومت۔ امراء، رؤسا، وزرا، فوجی افسران اور صاحب اقتدار و اختیار لوگوں کا شہر۔ یہ تمہارا گاؤں یا قصبہ نہیں ہے جہاں سے تم سیدھے چلے آ رہے ہو۔ یہاں تمہیں ہر ہر قدم پر محتاط اور ہوشیار رہنا پڑے گا۔ یہاں صرف جسم کی طاقت ہی سب کچھ نہیں ہے۔ جسم سے زیادہ اقتدار کی طاقت اہمیت رکھتی ہے۔ تم لاکھ زبردست پہلوان سہی، لیکن صاحب اقتدار لوگوں کے ساتھ گستاخی نہیں کر سکتے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن میں ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنا مردانگی کی شان کے عین مطابق سمجھتا ہوں۔ بہرحال، اس قصے کو ختم کرو اور کھانا منگواؤ۔" بات یہ ہے کہ میں اس سے اس بارے میں زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ نہ وہ میری بات مان سکتا تھا اور نہ اپنی بات مجھ سے منوا سکتا تھا۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ اتینوس جیسے کتنے ہی آدمیوں کو میں نے اپنی ٹھوکروں سے روندا ہے۔ ویسے بھی میں اپنی طاقت کے کم سے کم استعمال کا قائل تھا اور بلاوجہ تماشا بننے سے گریز کرنا چاہتا تھا۔

ہم دونوں بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے تاکہ ہماری آواز دوسرے لوگ، اور خاص طور پر اتینوس اور تارونہ نہ سن سکیں۔ میں نے چور نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے تارونہ کی نظریں میری نظروں

سے ملیں۔ اس لمحے کی مختصر سی مدت کے دوران میں نے اس کی نگاہوں میں جو کچھ پڑھ لیا تھا وہ اس سے پہلے میں سیکڑوں ہزاروں عورتوں کی آنکھوں میں پڑھ چکا تھا اور جسے سمجھنے میں میں نے کبھی غلطی نہیں کی تھی۔

ہم لوگوں نے کھانا ختم کیا اور باہر نکلنے لگے۔ اتینوس اور تارونہ نے بھی کھانا ختم کر لیا تھا اور وہ ہمارے آگے آگے جا رہے تھے۔ ان کے چار غلام مؤدب انداز میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ طعام خانے کے باہر اتینوس کی مرصع اور شاندار دو گھوڑوں والی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ گاڑی طعام خانے کے دروازے سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوئی تھی۔

کوچوان نے دانستہ طور پر دروازے کی جگہ چھوڑ دی تھی اور گاڑی کو دیوار سے لگا کر کھڑا کیا تھا۔ تارونہ گاڑی کی طرف بڑھی۔ اس نے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اچانک نہ معلوم کس وجہ سے ایک گھوڑا بدک گیا۔ وہ بری طرح ہنہنایا اور پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرا گھوڑا بھی زور سے ہنہنانے لگا اور وہ بھی پیچھے ہٹنے لگا۔ جس کے نتیجے میں گاڑی ترچھی ہو گئی۔ تارونہ کے ہاتھ سے دروازہ چھوٹ گیا۔ وہ پیچھے کی طرف ہٹی مگر پیچھے دیوار تھی اور سامنے سے گاڑی ترچھی ہو کر اس کی طرف اس تیزی سے آ رہی تھی کہ اس نے طعام خانے کے دروازے کی راہ بھی روک لی تھی جہاں تارونہ کو پناہ مل سکتی تھی۔ کوچوان اور غلام بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گھوڑوں کی جانب لپکے اور انہیں قابو کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن گھوڑے برابر پیچھے ہٹ رہے تھے اور چند لمحوں میں تارونہ کا جسم دیوار اور گاڑی کے درمیان پھنس کر کچلا جانے والا تھا۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی۔ اتینوس اس تک پہنچنے سے قاصر تھا کیونکہ اس کے اور تارونہ کے درمیان گاڑی حائل تھی جو تیزی سے پیچھے آ رہی تھی۔ یہ سارا واقعہ محض چند لمحوں میں پیش آیا اور محض چند ہی لمحوں میں یہ سب اپنے انجام تک بھی پہنچ گیا۔ قبل اس کے کہ تارونہ کا جسم گاڑی اور دیوار کے درمیان دب کر کچل جائے، میں نے آگے بڑھ کر گاڑی کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے تارونہ اور دیوار کی طرف بڑھتا ہوا ایک ہاتھ سے گاڑی کو روک لیا اور گاڑی اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔ پھر میں نے اسے دھکا دیا تو گاڑی گھوڑوں سمیت آگے کو ذرا کھسک گئی۔ دیوار اور گاڑی کے درمیان جگہ بن گئی تھی۔ تارونہ تیزی سے گاڑی کے پیچھے سے نکل گئی۔ تارونہ کے نکلنے کے بعد میں نے گاڑی پر سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ اس اثنا میں کوچوان نے غلاموں کی مدد سے گھوڑوں کو رام کر لیا تھا۔

میں نے گاڑی کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اسے پوری طرح صرف دو آدمی دیکھ رہے تھے۔ "ایک تو" تارونہ اور دوسرے مغرلیس۔ جو میرے قریب کھڑا تھا۔ اتینوس میرے پیچھے تھا۔ اس لیے وہ صحیح اندازہ نہیں کر سکا کہ گاڑی کس وجہ سے پیچھے ہٹنے سے رک گئی تھی۔ لیکن تارونہ نے اس منظر کو دیکھا تھا اور حیرت و بے یقینی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ مجھے دیکھ رہی تھی۔ دوبارہ گاڑی میں سوار ہونے سے پہلے اس نے پیچھے ہٹ کر ایک بار پھر میری طرف دیکھا اور ہولے سے ہونٹ دبا کر مسکرائی۔ اتینوس اس کی اس مسکراہٹ کو نہیں دیکھ سکا۔ اگلے لمحے گاڑی روانہ ہو گئی۔

"سچ بتاؤ شہزور! تم نے دو گھوڑوں کی طاقت سے پیچھے ہٹتی ہوئی گاڑی کو ہاتھ سے روکنے کے لیے کون سا داؤ استعمال کیا تھا؟" مغرلیس نے گاڑی روانہ ہو جانے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ "میرے علم کے مطابق پورے ایتھنز میں کوئی ایک جوان بھی ایسا نہیں ہے جو دو گھوڑوں کی گاڑی کو ایک ہاتھ سے روک لے۔"

"میرا خیال ہے دوست۔ تم جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" اس نے پوچھا۔

"بھلا تم خود ہی سوچو، کیا کوئی انسان دو گھوڑوں والی گاڑی کو روک سکتا ہے؟" میں نے کہا۔ "میں چونکہ گاڑی کے قریب تھا اس لیے میں نے تارونہ کو خطرے میں دیکھ کر بالکل غیر ارادی طور پر گاڑی پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جب کوچوان ہاتھ بڑھا کر گھوڑوں تک پہنچ گیا۔ یہ تو محض ایک اتفاق تھا کہ گھوڑوں نے عین اس وقت پیچھے ہٹنا بند کر دیا اور گاڑی رک گئی۔"

"پھر وہ دوبارہ آگے کیسے بڑھی؟" مغرلیس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت تک کوچوان نے غلاموں کی مدد سے گھوڑوں کو قابو کر لیا تھا اور انہیں آگے بڑھا دیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"شاید ایسا ہی ہو۔" مغرلیس نے الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ جواب دیا۔ "مگر مجھے تو بالکل یہ معلوم ہوا کہ جب تم نے گاڑی کے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھ کر زور لگایا تو عین اس وقت گاڑی رک گئی اور پھر جب تم نے اسے دھکیلا تو وہ گھوڑوں سمیت آگے بڑھ گئی۔ میں نے خود گھوڑوں کو آگے گھسٹتے ہوئے دیکھا جیسے انہیں کوئی پیچھے سے دھکیل رہا ہو۔"

"یہ تمہارا وہم ہے۔" میں نے اسے بہلانے کے لیے کہا۔ "دنیا میں کوئی ایسا انسان موجود نہیں ہے جو یہ کام کر سکے۔"

"یقیناً تم ٹھیک کہتے ہو۔" مغرلیس نے جواب دیا۔ "ایسا کام انسان نہیں صرف دیوتا کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک بات ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ صرف میرے بلکہ شام کو کلب میں موجود تمام لوگوں کے اندازے کے مطابق تمہارا جسم غیر معمولی طاقت کا سرچشمہ ہے۔ تم دیکھنے میں ایک عام صحت مند آدمی کی طرح بھرے بھرے بدن کے نظر آتے ہو اور تمہارے بدن میں اس کے سوا اور کوئی نمایاں خصوصیت نظر نہیں آتی کہ تمہاری جلد اور بالوں کی رنگت سنہری ہے۔ لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے کس طرح ایک ہلکے سے جھٹکے میں مجھے نیچے گرا دیا تھا اور ناتوس کے مقابلے میں تم نے جو قوت کا مظاہرہ کیا وہ حیرت انگیز ہے۔ ناتوس تمہیں تمہاری جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا سکا تھا۔ میں تمہارا دوست ہوں اور تمہیں کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے نہیں

بتاؤ گے کہ تمہاری اس زبردست قوت کا راز کیا ہے؟"

"میری قوت کا کوئی راز نہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور پروفیسر میں اسے بتاتا بھی کیا؟ میں بھلا اپنی موت کے راز کی کس طرح تشریح کر سکتا تھا؟

رات زیادہ ہو گئی تھی۔ اب ہم لوگوں نے گھر کا رخ کیا۔ طوفان کلب کی عمارت ہی ہمارا گھر تھی۔

جب ہم گھر پہنچے تو استاد ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ہمارے انتظار میں ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ معزلیس نے اسے بتایا کہ ہم لوگوں نے کھانا باہر ہی کھا لیا ہے۔ میں نے گھر واپس آتے ہوئے معزلیس کو منع کر دیا تھا کہ وہ گاڑی رکنے والی بات کا کسی سے بھی ذکر نہ کرے، ورنہ لوگ میرے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کر دیں گے۔ معزلیس نے اس بات کا تذکرہ استاد سے نہیں کیا۔ البتہ اس نے طعام خانے میں ارتینوس اور تاروزنہ کے ساتھ ہماری مڈبھیڑ کی اطلاع استاد کو دے دی۔ استاد نے پوری بات سننے کے بعد کہا: "شہزور! تم اب طوفان کلب سے وابستہ ہو۔ طوفان کلب کا نام اب تمہارے نام کا ایک جزو بن گیا ہے۔ میں نے اس کلب کو بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ قائم کیا ہے اور اپنے خون سے ان لوگوں کی پرورش اور تربیت کی ہے جو اس کلب سے وابستہ ہیں۔ مجھے یہ کلب دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جوانی کے جوش میں کوئی ایسا غلط قدم نہ اٹھانا جس سے کلب کو کوئی نقصان پہنچے۔ مجھے اپنی کوئی پروا نہیں لیکن میں اس کلب کو اپنے مرنے کے بعد بھی پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اب تیزی سے بوڑھا ہو رہا ہوں اور معلوم نہیں کب دیوتا مجھے آسمان پر بلا لیں۔ مجھے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین بھی مقرر کرنا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ناتوم اور اشتریم کے درمیان مقابلے کے بعد میں کوئی فیصلہ بھی کر لوں۔" اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور زیر لب مسکرا کر پھر کہنے لگا: "ارتینوس بڑے اثر و رسوخ والا آدمی ہے۔ وہ گورنر کا بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محل کا نگران بھی ہے اور میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ ملکہ اس کے حال پر خصوصی عنایت کرتی ہے۔ بہرحال تم اس شہر میں نئے ہو، میں تمہیں محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا کہ ہمارے لیے تمہاری زندگی بڑی قیمتی ہے۔ ابھی تو تمہاری تمام صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے۔ اصل کام تو ناتوم اور اشتریم کے مقابلے کے بعد شروع ہوگا۔ اور دیکھو آج سے چند ماہ بعد تیری کھیلوں کے مقابلے ہونے والے ہیں جو سال میں صرف ایک بار ہوتے ہیں اور جنہیں دیکھنے کے لیے بادشاہ اور ملکہ بذات خود تشریف لاتے ہیں۔ میں تمہیں ایتھنز والوں کے سامنے اس عظیم ہیرو کے روپ میں پیش کرنا چاہتا ہوں......"

"ایک ایسا ہیرو جسے گورنر کا بھائی کھانے کی کرسی سے اٹھا دے اور خود وہاں بیٹھ جائے۔" بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔

معزلیس گھبرا کر مجھے دیکھنے لگا۔ لیکن استاد نے میرے اس طنز کا بالکل برا نہیں مانا۔ بلکہ وہ مسکرا کر کہنے لگا: "حکومت اور ارکان حکومت کے احکامات کی پابندی کرنا کسی توہین کا باعث نہیں ہوتا۔ تم اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ارتینوس سے ڈر جاؤ۔ اگر ارتینوس کوئی غلط حرکت کرتا ہے تو میں اتنے وسائل رکھتا ہوں کہ بادشاہ سلامت تک پہنچ سکتا ہوں اور ارتینوس کو ہٹا کر بھی دے سکتا ہوں۔ میں نے ساری زندگی گزاری ہے اور یہاں کے سارے امراء وزراء میری بہت عزت کرتے ہیں۔ اگر ارتینوس تم سے کوئی زیادتی کرے گا تو تم اس کے لیے مجھے بتا دینا۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ حتی المقدور اہل اقتدار سے الجھنے سے گریز کرنا۔ اب تم لوگ جا کر آرام کرو۔ کوئی فکر مت کرو۔"

ہم دونوں اوپر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

دوسرے دن دوپہر کو ایک نیا واقعہ پیش آیا۔ معزلیس نے آ کر مجھے بتایا کہ کوئی مجھ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔

"مجھ سے ملنے کے لیے؟" میں نے حیرت سے کہا: "لیکن میں تو اس شہر میں کسی کو بھی نہیں جانتا۔ مجھ سے کون ملنے آئے گا؟"

"تم لوگوں کو نہیں جانتے، لیکن لوگ تو تمہیں جاننے لگے ہیں۔" معزلیس نے ایک عجیب انداز سے مسکرا کر کہا۔ اس کی مسکراہٹ میں مجھے کوئی خاص بات پوشیدہ محسوس ہوتی۔

میں معزلیس کے ساتھ نیچے آیا۔ معزلیس نے آنے والے کو ایک کمرے میں بٹھایا تھا جو عمارت کے ایک دور دراز گوشے میں واقع تھا۔ ہم دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے تو ایک غلام جو منتظر تھا، ہمیں دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور اس نے جھک کر ہمیں تعظیم دی۔

"تمہیں کس نے بھیجا ہے؟" معزلیس نے پوچھا۔

"جی ہاں!" غلام نے ادب سے جواب دیا: "کل میں ہی مالکہ کے ساتھ تھا، جنہیں آپ نے طعام خانے میں دیکھا تھا۔ مالکہ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔ مالکہ آپ کو خوب جانتی ہیں اور آپ کے فن کو سراہتی ہیں۔ انہوں نے میرے ذریعے آپ تک اپنی یہ گزارش بھی پہنچائی ہے کہ آپ اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔ دراصل وہ ہمت والے نوجوان کو کل دوپہر کو ان کے پاس پہنچا دو وقت کی خواہاں ہیں۔"

میں نے پہلی نظر میں تو غلام پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو میں اسے پہچان گیا۔ یہ ان چار غلاموں میں سے تھا جنہیں کل میں نے ارتینوس اور تاروزنہ کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ شخص ارتینوس کا نہیں، بلکہ تاروزنہ کا غلام تھا۔

"میری مالکہ شہزور!" غلام نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: "تم سے ملاقات کی خواہش مند ہے۔ کل دوپہر اس نے تمہیں اپنے گھر بلایا ہے۔"

"لیکن وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟" میں نے معزلیس اور ان دونوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو تمہیں وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا۔" معزلیس نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے غلام سے مخاطب ہو کر کہا: "شہزور آ جائے گا۔ لیکن اپنی مالکہ سے کہہ دینا کہ شہزور ابھی اس شہر میں نیا ہے اور استاد کا حکم ہے کہ وہ تنہا کہیں بھی نہ جائے۔ اس لیے میں اس کے ساتھ آؤں گا۔"

غلام تعظیم دے کر رخصت ہو گیا۔ "تم خوش قسمت ہو شہزور کہ تاروزنہ نے تم سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ورنہ تاروزنہ ایسی عورت ہے جس کے آگے بڑے بڑے لوگ ناک رگڑتے ہیں اور وہ انہیں گھاس نہیں ڈالتی۔"

"مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے، ورنہ میں اس کے التفات کا بھوکا ہوں۔ مگر تم یہ بتاؤ کہ تم نے میرے ساتھ جانے کی شرط کیوں لگائی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بات یہ ہے کہ ہمیں استاد سے چھپ کر وہاں جانا ہے۔ اگر استاد کو پہلے سے پتہ چل گیا تو وہ ہرگز ہمیں وہاں جانے کی اجازت نہیں دے گا، کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ تاروزنہ ان دنوں ارتینوس کی منظور نظر ہے اور وہ اس پر بے دریغ رقم لٹا رہا ہے۔ اگر ارتینوس کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ تاروزنہ نے کسی اور میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے تو اس سے بڑی گڑبڑ پیدا ہو جائے گی اور استاد فی الحال اپنے لیے مشکلات مول لینا نہیں چاہتا۔ میں تمہارے ساتھ اس لیے جانا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی ویسی صورت حال پیدا ہو جائے تو میں اسے سنبھال سکوں، کیونکہ تم مصلحت سے کام نہیں لیتے۔ کل تم طعام خانے میں بے سوچے سمجھے ارتینوس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے، جبکہ تم کو صبر سے کام لینا چاہیے تھا۔ میری موجودگی تمہیں پریشانیوں سے دور رکھے گی۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ تاروزنہ کے غلام کو یہاں سے بھگا دوں، مگر پھر میں نے سوچا ممکن ہے تاروزنہ تم تک پہنچنے کے لیے کوئی دوسرا طریقہ تلاش کرے اور مجھے اطلاع بھی نہ ہو پائے۔"

"بڑی دور دور کی باتیں سوچا کرتے ہو معزلیس۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "بہرحال اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔"

دوسرے دن دوپہر کو میں اور معزلیس تاروزنہ کے گھر پہنچے۔ اس کا گھر بناوٹ کا نمونہ تھا۔ آرام و آسائش اور آرائش کی ہر چیز اس کے گھر میں موجود تھی۔ گھر کے ایک ایک گوشے کی سجاوٹ پر خصوصی توجہ دی گئی تھی اور نشست ایسی کہ جہاں کہیں بھی بیٹھ جائیے پھر وہاں سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

تاروزنہ نے مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کرتے ہوئے ہمارا خیر مقدم کیا۔ وہ کل سے بھی زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔ اس نے اس غضب کا بناؤ سنگھار کیا تھا کہ اس کے چہرے پر آنکھیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ میں اور معزلیس اس کے حسن و جمال کے اس بے مثل پیکر کو دیکھ کر مبہوت ہو گئے۔

معزلیس نے تاروزنہ سے میرا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں ایتھنز میں نووارد ہوں، پرسوں میں نے دوستانہ مقابلے میں ناتوم کو ہرا دیا ہے۔

"اچھا تو وہ تم ہو جس نے ناتوم جیسے نامی گرامی ماہر فن پہلوان کو شکست دی ہے!" تاروزنہ نے حیرت اور خوشی کے ساتھ پوچھا: "میں اس بارے میں سن چکی ہوں کہ ناقابل شکست ناتوم ایک اجنبی پہلوان سے دوستانہ مقابلے میں ہار گیا ہے۔" اس کے بعد وہ کافی دیر تک مجھ سے میرے بارے میں سوالات کرتی رہی اور میں اپنے جوابات کے ذریعے اس کے جذبہ تجسس کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ حسین و جمیل کنیزوں نے مشروبات اور پھلوں کے ڈھیر ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر تک یہ شغل جاری رہا، پھر تاروزنہ نے معزلیس سے مخاطب ہو کر کہا: "اگر بہادر اور معزز معزلیس اجازت دے تو میں اس کے دوست شہزور سے تنہائی میں چند ضروری باتیں کر لوں۔ دراصل میں کل کے واقعے کے بارے میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"میری طرف سے اجازت ہے۔" معزلیس نے جواب دیا اور تاروزنہ مجھے لے کر ایک دوسرے کمرے میں آ گئی جو اس کی خواب گاہ تھی۔ اس کمرے کا طلسمی ماحول انسان کو بے خود کر دینے کے لیے کافی تھا۔ کھڑکیوں پر نرم ریشم کے رنگین پردے پڑے ہوئے تھے۔ فرش پر ایسے قالین بچھے تھے جن میں پیر دھنسے جاتے تھے۔ لمبے چوڑے بستر کی صاف شفاف چادریں دودھ کی طرح اجلی تھیں۔ ان پر بہت سے رنگ برنگے تکیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ میز پر شراب کی صراحیاں اور جام قرینے سے سجے ہوئے تھے۔ دیواروں پر متعدد تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ کمرہ کیا تھا، اچھا خاصا طلسم خانہ تھا۔

تاروزنہ میرا ہاتھ پکڑ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

"روشنیوں کی پراسرار دنیا سے آنے والے اجنبی مسافر! یہ بتاؤ کہ کیا تم کسی سونے کی کان سے برآمد ہوئے ہو؟" تاروزنہ نے اپنی آنکھوں میں ساری دنیا کی محبت سمیٹتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "قدرت نے میری جلد کی رنگت تم لوگوں سے مختلف بنائی ہے اور بس۔"

"نہیں، بس نہیں۔" تاروزنہ نے جواب دیا۔ "یہ بتاؤ اجنبی کہ تمہارے جسم کے اندر کتنے گھوڑوں کو روک لینے کی طاقت موجود ہے؟ دو گھوڑوں کو تو کل تم نے میری آنکھوں کے سامنے اپنے محض ایک ہاتھ سے روک دیا۔ دونوں ہاتھوں سے تم کتنے گھوڑوں کو روک سکتے ہو؟ میں حیران ہوں کہ اسے تمہاری جسمانی قوت سمجھوں یا دیوتاؤں کی بخشی ہوئی کوئی مافوق الفطرت طاقت۔"

"دراصل میں معزلیس کو بھی یہی غلط فہمی ہوئی تھی۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "یہ محض ایک اتفاق تھا کہ میرے گاڑی کو ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی گھوڑوں نے پیچھے ہٹنا بند کر دیا تھا۔ ورنہ میں بھلا کس طرح گھوڑوں کو روک سکتا تھا؟"

"میں اس بات کے لیے اصرار نہیں کروں گی شہزور کہ تم مجھے اپنی اصل حقیقت سے آگاہ کرو۔ ہو سکتا ہے تم کسی دیوتا کی دین ہو اور تم اس کا اظہار نہ کرنا چاہو۔ لیکن یہ بات میں اچھی طرح جان گئی ہوں کہ تم ایک غیر معمولی انسان ہو۔ تمہارے جیسی طاقت کا مظاہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا شہزور۔"

کل رات سے ہی میں تمہارے سحر میں گرفتار ہو گئی ہوں اور مجھے تمہارے قریب آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"اور ارتیموس کا کیا ہوگا؟"

"میں اسے منع کر دوں گی کہ وہ آئندہ یہاں نہ آئے۔ وہ ہر ماہ مجھے ایک بھاری رقم اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ میں صرف اس کی ہو کر رہوں لیکن میں اس کی ساری رقم واپس کر دوں گی۔ میرے پاس پیسے کی دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ میں اسے اس سے بھی زیادہ دولت دے سکتی ہوں جتنی وہ اب تک مجھے دے چکا ہے۔"

"لیکن وہ گورنر کا بھائی ہے اور ایک اعلیٰ فوجی افسر بھی" میں نے کہا۔

"لیکن میرے بھی ملکہ سے خصوصی مراسم ہیں۔ وہ میرے حال پر بڑی عنایت کرتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ملکہ کی نوازش کے بعد ارتیموس مجھے یا تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ میں تو تمہارے لیے مرنے کے لیے بھی تیار ہوں لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ میں کل ہی شاہی محل جا کر ملکہ کے حضور حاضری دوں گی اور ان سے کہوں گی کہ میں ارتیموس کو چھوڑ رہی ہوں۔ پھر میں ارتیموس کو بھی سب کچھ بتا دوں گی اور اس سے کہوں گی کہ میرا اور اس کا معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ میں اپنی باقی زندگی تمہارے قدموں میں گزار دوں گی۔ میرے بن جاؤ شہزور، میرے بن جاؤ۔"

"سنو تارونہ!" میں نے محبت سے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا۔ "تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ ارتیموس اتنی آسانی سے تم سے دستبردار نہیں ہوگا اور کئی ہنگامے کھڑے ہوں گے۔ میں نہ تو ارتیموس سے ڈرتا ہوں اور نہ ہنگاموں سے لیکن میں اپنے استاد کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ تمہیں کچھ دن اور صبر سے کام لینا ہوگا۔ اس وقت تک جب تک کہ ناتوم اور ارشم کے درمیان مقابلہ ختم نہ ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ناتوم کی شکست کی صورت میں مجھے ارشم سے مقابلہ کرنا پڑے۔ تب تک تمہیں بالکل خاموش رہنا ہوگا اور ارتیموس کو ابھی کچھ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت آنے پر میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔ تمہیں اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا ہے۔ تھوڑا سا انتظار اور پھر میں تمہیں یہاں سے کہیں دور لے چلوں گا۔"

میرے ان الفاظ نے تارونہ پر جیسے جادو کر دیا۔

"میں ڈیڑھ دو ماہ کیا ساری عمر تمہارا انتظار کر سکتی ہوں۔ جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہوگا شہزور لیکن آؤ اس مہلت کو جو آج ہمیں حاصل ہے رائگاں نہ جانے دیں۔"

لیکن میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سختی سے منع کر دیا۔ "ابھی نہیں۔ باہر مغزلیس میرا منتظر ہے۔ اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ استاد ہماری تلاش شروع کروا دے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی" تارونہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "[illegible] ہو گئی ہوں۔"

جیسے ہی ہم تارونہ کے گھر سے نکل کر سڑک پر آئے، ہم نے اپنے سامنے سے ناتوم کو گزرتے دیکھا۔ وہ غیظ آلود نظروں سے ہمیں دیکھتا ہوا گزر گیا۔

"کیا یہ ہمارا پیچھا کر رہا تھا؟" میں نے مغزلیس سے پوچھا۔

"شاید" مغزلیس نے فکرمندی سے جواب دیا۔ "اس نے ہمیں تارونہ کے گھر سے نکلتے دیکھ لیا ہے اور اب یہ ضرور کوئی خرابی پیدا کرے گا۔ اگر استاد کو پتہ چل گیا تو بڑی بُری بات ہوگی۔ ہم نے استاد سے ساری بات چھپائی ہے۔"

"کوئی بات نہیں" میں نے کہا۔ "ہم استاد کو یقین دلا دیں گے کہ آئندہ ہم سے ایسی غلطی نہیں ہوگی۔"

لیکن ناتوم نے ہماری توقعات سے زیادہ خطرناک قدم اٹھایا۔ دوسرے روز مغزلیس نے مجھے بتایا کہ تارونہ کا غلام اس کے پاس آیا تھا۔ تارونہ نے کہلوایا ہے کہ ارتیموس کو ناتوم کے ذریعے اس بات کی اطلاع مل گئی ہے کہ شہزور اور مغزلیس اس کے گھر آئے تھے اور کافی دیر تک رہے۔ ارتیموس نے تارونہ کو کڑی سرزنش کی ہے اور یہ دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے آئندہ اسے شہزور کے ساتھ کہیں بھی دیکھا تو وہ اس شہری رنگت والے دہقان کو قتل کروا دے گا۔ تارونہ نے اپنے خصوصی ملازم کے ذریعے ہمیں ہوشیار رہنے کی ہدایت کی تھی۔ مجھے ناتوم کی اس کمینگی پر سخت غصہ آیا۔ مغزلیس نے بھی اس کی اس حرکت پر سخت اظہار نفرت کیا لیکن مشکل یہ تھی کہ ہم نہ تو استاد سے اس کی شکایت کر سکتے تھے اور نہ ہی ہم خود اس سے کچھ کہہ سکتے تھے۔ میں اگر چاہتا تو ناتوم اور ارتیموس دونوں کے مزاج درست کر سکتا تھا لیکن ابھی صبر سے کام لینا تھا۔

اور یہ اس واقعے کے دو دن بعد کی بات ہے۔ میں اور مغزلیس روزانہ ہی شام کو گھومنے پھرنے نکل جاتے تھے اور اکثر رات کو کافی دیر سے واپس آتے۔

اس دن واپسی میں ہمیں کافی دیر ہو گئی تھی۔ شہر [illegible] پر ایک مہ وش بری طرح میرے پیچھے پڑ گئی تھی اور اس سے جان چھڑانا مشکل ہو گیا تھا۔ ہم جوں ہی اس کے عشرت کدے سے باہر نکلے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کافی آگے جا کر ہمیں ایک گلی سے مڑ کر گزرنا تھا جس کی دونوں طرف جانوروں کے باڑے اور اونچی اونچی دیواریں تھیں۔

گلی بالکل سنسان تھی اور دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔

اچانک سامنے سے دو نقاب پوش گھڑ سوار نمودار ہوئے اور انہوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔

ہمیں اپنے پیچھے بھی آہٹ سنائی دی۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو دو نقاب پوش گھڑ سوار تلواریں سونتے ہمارے پیچھے کھڑے تھے۔

ہمیں آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرا جا چکا تھا۔ نقاب پوشوں نے ہمیں سنبھلنے کا کوئی موقع نہیں دیا اور وہ آناً فاناً تلواریں سونت کر ہم پر پل پڑے۔ میرے لیے مشکل یہ تھی کہ مغزلیس کو کس طرح ان لوگوں کے نرغے سے

[illegible] کیونکہ حملہ آوروں نے ہمیں دونوں طرف سے گھیر لیا تھا۔ [illegible] گلی کے دونوں طرف مکانوں کے باڑوں کی اونچی اونچی دیواریں تھیں [illegible] آگے اور پیچھے نقاب پوش حملہ آور تھے۔ [illegible] اختیار نہیں تھے۔ [illegible] کر کچھ تو کیا اگر مجھے ابتدا مغزلیس کی جان بچانے کے لیے [illegible] ہوتا تو میں اس سے بھی گریز نہیں کرتا لیکن مغزلیس نے [illegible] صورت حال کا جائزہ لے لیا تھا اور اس نے فوراً نیام سے [illegible] کھینچ کر نکال لی تھی۔ میں حسب معمول خالی ہاتھ تھا۔

[illegible] سواروں نے مغزلیس پر [illegible] وار کیا۔ مغزلیس کافی ہوشیار [illegible] کے ساتھ ان دونوں کے وار اپنی تلوار پر روکے۔ [illegible] سکتا تھا۔ ادھر دونوں نقاب پوشوں کی تلواریں [illegible] ایک کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔ میں نے بجلی کی سی تیزی سے ایک گھوڑے کی ٹانگ پکڑ لی اور اسے مع سوار کے اوپر اچھال دیا۔ [illegible] سمیت گھوڑا دور جا کر گرا اور سوار اس کے نیچے دب گیا۔ گھوڑا گھبرا کر [illegible] اور سوار اس کے نیچے سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے [illegible] میں ان دونوں سواروں کو نظر انداز کر کے [illegible] مغزلیس کی طرف توجہ دی۔ مغزلیس واقعی سپاہیانہ فن سے واقف [illegible] نے میری طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کی اور دونوں سوار [illegible] کرنے میں لگا رہا۔ میں نے آگے بڑھ کر مغزلیس پر حملہ کرنے والے [illegible] کمر سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ نیچے گر پڑا۔ لیکن اس اثنا میں [illegible] مغزلیس کے شانے میں اتر گئی۔ وہ ایک چیخ کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ [illegible] شانے سے خون کا فوارہ بہہ رہا تھا۔ میں نے مغزلیس پر حملہ کرنے والے [illegible] تو دوسرا موقع نہیں دیا اور اسے گھوڑے سمیت فضا میں اچھال [illegible] وہ ایک دلدوز چیخ کے ساتھ دور جا گرا۔ باقی نقاب پوش میری اس عجیب [illegible] طاقت کو دیکھ کر سخت خوفزدہ ہو گئے۔ ان سب نے بھاگ جانے [illegible] سمجھی۔ زمین پر گرا ہوا نقاب پوش بھی جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا [illegible] سے پہلے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دوسرے سے گھوڑے پر سوار [illegible] چاروں بھاگ نکلے۔ میں اگر چاہتا تو ان چاروں میں سے کوئی بھی [illegible] واپس نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن مجھے ان کا پیچھا کرنے کے بجائے مغزلیس [illegible] فکر تھی۔ اس کے شانے سے خون تیزی سے جاری تھا اور [illegible] تھا کہ وہ زندہ بے ہوش ہو گیا۔

[illegible] نے مغزلیس کے خون میں ڈوبے ہوئے جسم کو پھول کی طرح اٹھا کر [illegible] اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے [illegible] لمحوں میں طے کیا اور کلیسا میں پہنچ گیا۔ استاد اور دوسرے لوگ [illegible] تھے۔ لیکن کئی ملازم جاگ رہے تھے۔ وہ مغزلیس کے بے جان جسم [illegible] سر سے پاؤں تک خون میں ڈوبا ہوا دیکھ کر سخت گھبرا گئے۔ وہ [illegible] استاد کو جگا کر لے آئے۔ اس اثنا میں میں نے مغزلیس کو [illegible] وہ زندہ تھا اور اس کی سانس چل رہی تھی [illegible] ہو گیا۔ میں نے اسے حرف بحرف سب کچھ بتایا۔ رات کی تاریکی میں ہم دونوں پر چار نقاب پوشوں نے حملہ کیا جن کی شکلیں ہم نہیں دیکھ پائے۔ وہ مجھے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے لیکن مغزلیس کو زخمی کر کے بھاگ گئے۔ استاد نے اس وقت زیادہ سوال جواب نہیں کیے اور مغزلیس کی مرہم پٹی میں لگ گیا۔ اس نے اسی وقت ایک آدمی کو مارینالوس کو بلانے کے لیے بھیجا جو شہر کے لوگوں کے مطابق ایتھنز کا نامی گرامی طبیب اور جراح تھا۔ تھوڑی دیر میں مارینالوس بھی آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی لیکن وہ فوراً ہی اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے" مارینالوس نے کہا۔ "مغزلیس کی جان بھی بچ جائے گی اور اس کا ہاتھ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں ہاتھ کاٹنا نہ پڑے۔ میں پینے کی دوا بھی دوں گا۔ صبح تک اسے ہوش آ جائے گا۔ پھر دوا بدل دی جائے گی۔" اس نے مغزلیس کے زخم کو صاف کر کے [illegible] دوائیں اندر تک بھر دیں اور پٹی باندھ دی۔ اب خون رک گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مارینالوس مطمئن ہو کر رخصت ہو گیا۔

مجھے یقین تھا کہ حملہ کرنے والوں کا مقصد مجھے ہلاک کرنا تھا۔ وہ یقیناً ارتیموس کے آدمی ہوں گے اور اسی لیے انہوں نے تاریکی میں حملہ کیا تھا کہ مغزلیس انہیں پہچان نہ لے۔ ارتیموس نے تارونہ کو تو محض تنبیہ کرنے پر اکتفا کیا تھا لیکن میری ہلاکت کا منصوبہ بنا ڈالا تھا اور یہ سب کچھ ناتوم کی وجہ سے ہوا۔ اگر وہ غداری اور مخبری نہ کرتا تو ارتیموس کو ہمارے آنے کا علم نہ ہوتا۔ ناتوم نے میرے خلاف نہایت گھٹیا حرکت کی تھی لیکن میں اور مغزلیس اس بارے میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ مجھے اصل جھنجھلاہٹ اس بات کی تھی کہ میں سب کچھ کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ایک بار تو میرے جی میں آیا کہ مقابلے وغیرہ کے انتظار پر لعنت بھیجوں اور ناتوم اور ارتیموس کو ان کی حرکتوں کی کھلم کھلا ایسی سزا دوں کہ وہ زندگی بھر یاد رکھیں۔ لیکن پھر میں نے یہی سوچا کہ ارتیموس سے ٹکر لینے کا مطلب ہوگا ایتھنز کی حکومت سے ٹکر لینا [illegible] یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لوں۔ کیونکہ اس کے بعد یہاں رہنے کا مطلب تھا ایک بار پھر کسی دیوتا کی طرح کسی آسمانی مخلوق کی سی زندگی گزارنا اور لوگوں سے اپنی پرستش کروانا اور میں اس کے لیے قطعی آمادہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ ابھی کچھ دن اور اس صورت حال کو برداشت کروں گا تاکہ استاد کی امیدوں پر بھی پانی نہ پھرے اور میں بھی کچھ عرصہ ایتھنز میں سکون سے گزار لوں۔

استاد کا خیال تھا کہ ہم لوگوں پر حملہ کرانے میں [illegible] کا ہاتھ ہے اور وہ میری طاقت کے کرشموں کی داستانیں سن کر مجھ سے خوفزدہ ہو گئے ہیں اور میری ہلاکت کے درپے ہیں۔ وہ بہت غصے میں تھا اور اس نے کہا کہ وہ صبح تارس کے پاس جائے گا اور ان سے اس بارے میں باز پرس کرے گا اور اگر تارس اسے مطمئن کرنے میں ناکام رہا تو وہ اس مسئلے کو عدالت میں لے جائے گا۔

لیکن صبح تک مغزلیس کو ہوش آ گیا اور اس نے استاد کو سمجھایا کہ یہ حرکت [illegible] دونوں کی نہیں ہو سکتی بلکہ شاید کچھ اور لوگ ہمارے دشمن بن گئے ہیں

اس نے بات بنانے کی غرض سے یہ بھی کہا کہ "ہو سکتا ہے کہ شہزادہ کا کوئی دشمن ان کے بھیس میں موجود ہو، ورنہ [illegible] کی آواز ان کے کانوں تک آن پہنچی۔ میرا خیال ہے کہ مجھے [illegible] دونوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اسے چلے گیا کس کا ہاتھ ہے۔" صبح کو ناتوس بھی سوفلیس کی عیادت کرنے آیا۔ اس کی آنکھوں میں لومڑی کی سی چمک اور چہرے پر عیارانہ مسکراہٹ تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ خاص طور پر مسکرایا۔ وہ پہلی بار مجھے دیکھ کر مسکرایا تھا۔ میں اس کی اس معنی خیز مسکراہٹ کا مطلب خوب سمجھتا تھا۔ اس وقت کمرے میں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔

"تمہاری اس مسکراہٹ کا جواب میرے اوپر ادھار ہے میرے دوست!" میں نے آہستہ سے ناتوس سے کہا۔ "میں یہ ادھار ضرور چکاؤں گا مجھے تمہارے کے بھاگ جانے کا افسوس رہے گا۔"

ناتوس مجھے کوئی جواب دینے نہ پایا تھا کہ اتنے میں استاد کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک اور معمر شخص تھا جسے میں نہیں پہچانتا تھا۔ سوفلیس نے مسکرا کر اس شخص کو دیکھا۔ اس نے سوفلیس کی خیریت پوچھی اور اس کے بستر پر بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"مجھے آج صبح ہی یہ خبر ملی ہے۔ میں نے ایک آدمی کو [illegible] پینالوس کے پاس ایک مرہم لانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ پینالوس نے بتایا کہ گزشتہ رات کو کسی نے سوفلیس کو زخمی کر دیا ہے اور وہ اس کے علاج کے لیے گیا تھا۔ یقین کرو عزیز! مجھے اس بات سے سخت تکلیف پہنچی اور میں نے اسکندر کو بتا دیا ہے کہ اس ذلیل حرکت سے ہمارے کسی آدمی کا کوئی تعلق نہیں۔ ہم لوگ بہادر ہیں اور بہادروں کی طرح جیتے یا ہارتے ہیں۔ بزدلوں کی طرح رات کی تاریکی میں چھپ کر دشمن پر حملے نہیں کرتے۔"

"مجھے تم سے یہی امید تھی تارس!" استاد اسکندر نے جواب دیا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ عیادت کے لیے آنے والا شخص سرسبز کلب کا نگران اور مالک تارس تھا۔

چونکہ تارس کی نظر مجھ پر پڑ چکی تھی اور وہ بڑے غور سے میری صورت اور جسم کا جائزہ لینے لگا۔ [illegible] اسکندر نے اس [illegible] سے پوچھا۔ استاد نے [illegible] میرے بارے میں سب بتایا۔

"دیکھنے میں تو یہ اتنا قوی ہیکل نظر نہیں آتا کہ ناتوس جیسے جوان کو شکست دے سکے؟" تارس نے کہا۔ "خیر! تم اور اشرام کا مقابلہ ہو لینے دو۔ پھر اس کے جوہر بھی دیکھ لیے جائیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر رخصت ہو گیا۔ باقی لوگ بھی چلے گئے اور کمرے میں میں اور سوفلیس تنہا رہ گئے۔

"مجھے اس بات پر سخت حیرت ہے کہ تم نے [illegible] کہ ان چار مسلح گھڑ سواروں کو کس طرح تم نے بھگا دیا اور وہ تمہیں کوئی بھی نقصان پہنچائے بغیر بھاگ گئے؟ [illegible] ہو گئے؟" سوفلیس نے تنہائی ہوتے ہی مجھ سے پوچھا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ [illegible] آدمی تھے اور تمہیں ہی قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن وہ تنہا! ان کی ہلاکت کے ساتھ [illegible] تم بلا مسلح تھے؟"

"مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے سوفلیس! کہ تمہیں میری وجہ سے اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر تم [illegible] زندگی بھر اس بات [illegible] تمہیں زندہ دیکھ کر سب سے زیادہ خوشی تو مجھی کو ہوئی ہے۔" میں نے اس کے اصل سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"[illegible] میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" سوفلیس نے کہا۔ "میں تو جاننا چاہتا ہوں کہ [illegible] بھاگے کیوں؟ کیا چار مسلح گھڑ سوار ایک غیر مسلح شخص پر قابو پانے کے لیے کافی نہیں تھے؟ یہ بڑی عجیب صورت حال ہے۔"

"[illegible] زیادہ مت [illegible] اپنے دماغ پر زور ڈالو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

[illegible] اپنے کمرے میں آ گیا۔ [illegible] کے بعد سے میں [illegible] اس کا دل [illegible] جل بھن سکتا تھا [illegible] کرنے آیا کرتا تھا [illegible] مقابلے کے وقت تک ہم [illegible] تاکہ کوئی نیا فساد نازل نہ ہو [illegible] خوشی سے خیر مقدم [illegible] گا۔ [illegible] مقابلے کے بعد [illegible] استاد نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے اور [illegible] مجروح نہ ہوں۔

اب [illegible] کلب کی چار دیواری میں بند ہو کر رہ گیا تھا [illegible] میں اسے خود [illegible] اپنے اوپر مسلط کردہ [illegible] سمجھ کر گزار رہا [illegible] جب انسان [illegible] قوت پر بھرپور بھروسہ [illegible] اسے یقین حاصل ہو [illegible] جب چاہے [illegible] کر سکتا ہے تو اسے خود پر [illegible] پابندیاں لگانے میں بھی ایک خاص قسم کا [illegible] آتا ہے۔ [illegible] ان دنوں [illegible] کے [illegible] گزر رہا تھا۔ [illegible] اور [illegible] کے آدمی یقیناً میری [illegible] ہوں گے اور وہ کلب کی عمارت کے اندر گھس کر مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اسکندر کا شمار [illegible] شہر [illegible] ہوتا تھا۔

ناتوس کی تیاریاں زور و شور [illegible] سے جاری تھیں۔ [illegible] مقابلے [illegible] دن قریب [illegible] جوش و خروش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ لوگوں کی [illegible] مجھے معلوم [illegible] مقابلے کا [illegible] سے منتظر ہے [illegible] ناتوس [illegible] سخت محنت [illegible] تھا اور گھنٹوں اسے نئے نئے داؤ پیچ [illegible] کرتا تھا۔ ناتوس خود بھی [illegible] کر رہا تھا [illegible] ہاتھوں کھانے کے بعد [illegible] خاک میں مل گیا تھا [illegible] کافی [illegible]

ہو گیا تھا۔

بالآخر مقابلے کا دن آن پہنچا۔ مقابلہ سہ پہر کے وقت ہونا تھا اور [illegible] دن صبح سے ہی کلب میں بڑی گہما گہمی اور چہل پہل تھی۔ استاد نے اپنے ہاتھ سے بعض خصوصی ادویات تیار کر کے ناتوس کو کھلائی تھیں۔ خاص طور سے تیار کردہ روغنوں سے اس کے جسم پر مالش کی گئی تھی۔ کئی کئی پہلوانوں نے اس کے بدن کو اچھی طرح ملا تھا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں دیکھ رہا تھا کہ ناتوس کے چہرے پر وہ اطمینان اور اعتماد نہیں ہے جو اس وقت موجود تھا جب وہ مجھ سے مقابلے کے لیے آیا تھا۔

مقابلہ شہر کے وسط میں واقع اسٹیڈیم میں ہونا قرار پایا تھا۔ سورج جب [illegible] سے زیادہ سفر طے کر چکا تو ہمارا قافلہ رتھوں میں بیٹھ کر اسٹیڈیم کی طرف روانہ ہوا۔ عجیب منظر تھا۔ شہر کی آدھی سے زیادہ دکانیں بند تھیں اور بازاروں میں بہت کم چہل پہل تھی۔ شہر کے بیشتر لوگ پہلے ہی اسٹیڈیم میں پہنچ چکے تھے۔ شہر ویران لگ رہا تھا۔ جب ہم لوگوں کا قافلہ اسٹیڈیم میں پہنچا تو ہمیں دور تک انسان ہی انسان نظر آئے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یونان کے لوگ ان چیزوں کے بہت زیادہ شوقین تھے۔ آج سرسبز کلب اور طوفان کلب کے نامی گرامی پہلوانوں کے درمیان زور آزمائی ہونے والا تھا۔ ہم لوگ اندر جا کر مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ میں، استاد، سوفلیس اور ناتوس ایک ساتھ تھے اور ناتوس ہم لوگوں کے ساتھ تھا۔ [illegible] اور [illegible] کے ساتھ اشرام کو لے کر آئے اور تب میں نے پہلی مرتبہ اشرام کو دیکھا۔ اس کا جسم اگرچہ ناتوس کے مقابلے میں زیادہ بھاری نہیں تھا لیکن مجھے اس میں چستی اور مستعدی ناتوس سے زیادہ محسوس ہوئی۔ تاہم یہ کہنا مشکل تھا کیونکہ جسمانی اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے تقریباً ہم پلہ تھے۔ منصفوں کے فرائض انجام دینے کے لیے ایک باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس میں ایسے تجربہ کار اور عمر رسیدہ پہلوان شامل تھے جن کی غیر جانبداری کا دونوں فریقوں کو اعتراف تھا۔

بالآخر مقابلہ شروع ہونے کا وقت آ گیا۔ دونوں پہلوان اکھاڑے میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے۔ اکھاڑے میں اترنے سے پہلے استاد نے ناتوس کو چپکے چپکے کچھ آخری ہدایات دیں۔ ادھر تارس بھی اشرام کے کانوں میں کھسر پھسر کر رہا تھا۔ پھر دونوں پہلوانوں نے ایک دوسرے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ پہلے ہلے میں اشرام ناتوس کو رگیدتا ہوا اکھاڑے کے دوسرے کنارے تک لے گیا۔ میں نے دیکھا کہ استاد کا چہرہ فق ہو گیا۔ سرسبز والوں کی جماعت کی جانب سے نعرہ ہائے تحسین کا غلغلہ بلند ہوا۔ ان کے حامیوں نے تالیاں بجائیں۔ طوفان والے دم بخود بیٹھے تھے۔ لیکن یہ صرف چند لمحوں کی بات تھی۔ اس کے بعد ناتوس نے اشرام کو دھکیل کر اپنے سے دور کر دیا اور دونوں دوبارہ اکھاڑے کے وسط میں آ گئے۔ ناتوس نے پیش قدمی کر کے اس کی گردن کو بری طرح ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ اشرام جیسے بے بس ہو کر رہ گیا۔ اب تالیاں بجانے اور نعرے لگانے کی طوفان والوں کی باری تھی۔

غرضیکہ کافی دیر تک مقابلہ جاری رہا۔ دونوں میں سے کوئی دوسرے کو مغلوب نہیں کر پا رہا تھا۔ دونوں کے جسم پسینے میں شرابور ہو کر چمکنے لگے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر مختلف داؤ آزما رہے تھے۔ پھر اچانک بالکل اچانک اشرام نے ایک داؤ لگا کر ناتوس کو چاروں شانے چت گرا دیا اور خود اس کے سینے پر بیٹھ گیا۔ ناتوس نے اسے اپنے اوپر سے ہٹانے کی سر توڑ کوشش کی۔ لیکن اشرام کسی بھاری پتھر کی طرح اس کے سینے پر جم کر رہ گیا تھا۔ وہ ذرا دیر تک اسی طرح ناتوس کے سینے پر سوار رہا۔ میں نے استاد کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر تاریکی پھیل رہی تھی۔ سوفلیس خاموش تھا اور لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

منصفوں نے اشرام کو رکنے کا اشارہ دیا اور وہ ناتوس کے سینے پر سے اتر گیا۔ کشتی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اشرام جیت گیا تھا!

اسٹیڈیم جیسے [illegible] ہو گیا۔ سرسبز کلب کے حامیوں نے اپنے پرجوش نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ تارس اور اس کے ساتھیوں کی مسرت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ انہوں نے ایک طویل عرصے کے بعد یہ اعزاز حاصل کر لیا تھا۔ اشرام جھک جھک کر لوگوں سے داد وصول کر رہا تھا۔ ناتوس گردن جھکائے ہوئے استاد کے پاس واپس آ گیا تھا۔ آج مجھے وہ بالکل ٹوٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے اس سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کامیابی نے سرسبز والوں کے دماغ بالکل ہی خراب کر دیے۔ تارس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اگر طوفان والوں کے پاس کوئی اور پہلوان موجود ہے تو وہ بھی اشرام سے مقابلہ کر کے اپنی حسرت نکال لے۔ میں استاد کے پوچھے بغیر ہی خود کھڑا ہو گیا اور میں نے چلا کر تارس سے کہا کہ مجھے اس کا چیلنج قبول ہے۔

لیکن منصفین کی جماعت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ اشرام تھکا ہوا ہے اور ایک تازہ دم پہلوان سے اس کا فوری مقابلہ انصاف کے تقاضوں کے منافی ہو گا۔ بالآخر دونوں کلبوں کے سربراہوں اور منصفین کی باہمی مشاورت سے یہ طے پایا کہ آج سے ٹھیک ایک ہفتے کے بعد اسی اسٹیڈیم میں اور اسی جگہ تیمور یعنی میرا اور اشرام کا مقابلہ ہو گا۔ اس مقابلے کے اعلان کے بعد سے استاد کے مردہ چہرے پر زندگی کے کچھ آثار نظر آئے۔ مجمع آہستہ آہستہ منتشر ہو رہا تھا۔ تارس اور اشرام نے خاص طور پر آ کر مجھ سے ملاقات کی۔ ان دونوں کا رویہ مہذب اور دوستانہ تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ ہم لوگ بھی گھر واپس آ گئے۔ ناتوس ہمارے ساتھ نہیں آیا تھا۔ وہ نہ جانے کہاں نکل گیا تھا۔

میں اس صورت حال سے خاصا مطمئن تھا۔ مجھے یقین تھا کہ صرف ایک ہفتے کی بات اور ہے۔ اور اس کے بعد میں استاد کا قرض ادا کر چکا ہوں گا [illegible] ہوں گا۔

تارس سے اس دن کی ملاقات کے بعد پھر دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ اس کا معتمد غلام ایک دو دفعہ میری اور سوفلیس کی خیریت

دریافت کرنے مصر آیا تھا۔ اس کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ تھیوس کو اپنے آدمیوں کی [illegible] کی ناکامی کا بڑا افسوس تھا اور اس نے ان لوگوں کو ان کی بزدلی کی سخت سزا دی تھی۔ بہرحال! ایک ہفتے کے بعد میں تھیوس سے نمٹنے کے لیے بھی تیار تھا۔ بہت زمانے سے کوئی عورت میری زندگی میں داخل نہیں ہوئی تھی اور میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ ان ہنگاموں سے نکل کر یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں اور کچھ دن سکون کے ساتھ اس کی [illegible] رفاقت میں گزاروں۔ سچ تو یہ ہے پروفیسر کہ ایتھنز کی یہ پاک دل نشین رقاصہ مجھے بے حد پسند آئی تھی اور میں نے اسے اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس دوران استاد نے مجھ پر بہت زور دیا کہ میں تھوڑی بہت تربیت حاصل کروں اور کم از کم صبح کے وقت تھوڑی بہت ورزش ضرور کر لیا کروں۔ لیکن میں ان جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میرے سب سے پہلے ان باتوں کی بھلا کیا اہمیت ہو سکتی تھی! چنانچہ میں نے صاف انکار کر دیا اور استاد سے کہہ دیا کہ میں انطرام سے لڑنے کے لیے بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اور اسے یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے شکست دے دوں گا، لیکن استاد پھر بھی اس بات سے مطمئن نہیں تھا۔ بات یہ تھی کہ میں نے اپنے آپ کو ابھی تک ناقابل تسخیر ثابت نہیں کیا تھا۔ میں نے دوستانہ مقابلے میں سب سے پہلے مغرلیس کو شکست دی تھی، لیکن مغرلیس ناتوم کے ہاتھوں بھی پہلے شکست کھا چکا تھا۔ اس لیے اس بات کی چنداں اہمیت نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے دوستانہ مقابلے میں ناتوم کو شکست دی، لیکن بعد میں ناتوم نے انطرام کے ہاتھوں بھی شکست کھائی۔ اس طرح مجھ سے ہارنے والے پہلوان دو دو بار سے بھی ہار چکے تھے۔

استاد اب زیادہ تر وقت مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے ہی رکھتا تھا۔ اس نے مجھے باہر نکلنے کی سختی کے ساتھ ممانعت کر دی تھی۔ مبادا مجھ پر پھر کوئی حملہ کر دے۔ کلب کے وسیع احاطے میں ایک طرف بڑا سا باورچی خانہ تھا جس کا نگران جاسس نامی ایک [illegible] سا باورچی تھا۔ استاد آج کل روزانہ جاسس کو خصوصی ہدایات دے کر میرے لیے طرح طرح کے مقوی اور صحت بخش کھانے تیار کروا رہا تھا۔ ان کھانوں پر بہت زیادہ لاگت آتی تھی اور یہ صرف میرے لیے تیار کیے جاتے تھے۔ کوئی دوسرا ان میں حصہ نہیں بٹا سکتا تھا۔ میں نے استاد کو کئی بار منع کیا کہ مجھے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن وہ نہیں مانا۔

رات کا وقت تھا اور میں اور مغرلیس کلب کے وسیع احاطے کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ مغرلیس مجھے اپنے بچپن کے حالات سنا رہا تھا کہ کس طرح اس کے باپ نے اس کی ماں کے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لی اور وہ سوتیلی ماں کے بُرے سلوک سے دل برداشتہ ہو کر گھر سے بھاگ آیا اور ایتھنز کے ایک چھوٹے سے کلب میں پہلوانوں کی خدمت کرنے لگا۔ دیا آہستہ آہستہ خود بھی ایک دن نامور پہلوان بن گیا۔

ہم لوگ بالکل تاریکی میں بیٹھے ہوئے تھے اور بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے باورچی خانہ زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم درختوں کے اس جھنڈ کے نیچے سے جہاں ہم تقریباً چھپے بیٹھے تھے، باورچی خانے کے کھلے دروازے سے مدھم روشنی میں جاسس کو اپنے کام میں مصروف دیکھ سکتے تھے۔ رات کا کھانا سب لوگ کھا چکے تھے اور اب وہ کل کے کھانے کی تیاریوں میں لگا ہوا تھا۔

اچانک میں نے ناتوم کو محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے باورچی خانے کی سمت بڑھتے دیکھا۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر آہستہ سے جاسس کو آواز دی اور جاسس اسے دیکھتے ہی باورچی خانے سے باہر آ گیا۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے ہوئے اندھیرے میں اسی سمت بڑھ رہے تھے جدھر ہم دونوں چھپے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں نے اپنی سانسیں تک روک لی تھیں۔

"یہ لو شیشی!" ناتوم نے سرگوشی میں جاسس سے کہا۔ "بڑی مشکل سے میں اسے حاصل کر پایا ہوں۔ یہ ایسا زہر ہے جو انسان کو چند منٹ سے زیادہ کی مہلت نہیں دیتا۔ لیکن مرنے کے بعد نہ اس کا جسم نیلا پڑتا ہے اور نہ کوئی ایسی علامت ظاہر ہوتی ہے جس سے کوئی طبیب یہ سمجھ سکے کہ موت زہر خورانی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تمہارا کام اس لیے اور بھی آسان ہو جائے گا کہ شہزور کے لیے الگ کھانا پکایا جاتا ہے جس میں سے کسی اور کو کھانے کی اجازت نہیں۔ بس کل یہ کام ہو جانا چاہیے۔" پھر اس نے اپنی جیب سے کوئی وزنی چیز نکالی، جو یقیناً سونے کے سکے یا اسی قسم کی کوئی چیز ہوگی اور اسے جاسس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ "کام مکمل ہو جانے کے بعد تمہیں اتنے ہی اور ملیں گے۔ تھیوس کوئی غریب آدمی نہیں ہے۔"

تو گویا یہ قصہ تھا! ناتوم بیک وقت میرے دشمن کا کردار بھی ادا کر رہا تھا اور تھیوس کے ایجنٹ کا بھی۔ دونوں کا مفاد اسی میں تھا کہ مجھے کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ تھیوس کو تاروند اپنے ہاتھوں سے نکلتی نظر آ رہی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ مجھے پسند کرنے کے بعد تاروند کا تھیوس کے ساتھ کیسا رویہ تھا۔ یقیناً اس کا رویہ حوصلہ شکن ہوگا۔ تبھی تو اب تھیوس میری جان کا لاگو ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کروایا، لیکن ناکام رہا۔ اب وہ ناتوم کو استعمال کر کے مجھے زہر دلوانا چاہتا تھا۔ اور رہ گیا ناتوم، تو وہ شکست خوردگی، انتقام جوئی اور حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس کے سیاہ جذبوں نے اسے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ وہ خود اپنے کلب کی عزت کو مٹی میں ملانے پر تل گیا تھا۔ وہ ہر قیمت پر میرا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اگر میں اس مقابلے میں انطرام کو شکست دے دیتا تو پھر اس کو اور زیادہ ذلت کا سامنا کرنا پڑتا۔ یقیناً اس نے میری ہلاکت کے لیے تھیوس سے بھاری رقم وصول کی ہوگی۔

ناتوم شیشی اور رقم جاسس کے حوالے کر کے وہاں سے چپکے سے کھسک گیا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی ہم کو نہیں دیکھ سکا۔ جاسس دوبارہ باورچی خانے میں مصروف ہو گیا۔ اس دوران مغرلیس بالکل خاموش رہا تھا۔ ان دونوں کے

چلے جانے کے بعد اس نے مجھے اشارہ کیا اور ہم خاموشی سے درختوں کے جھنڈ کے نیچے سے نکل کر اوپر اپنے کمرے میں آ گئے۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ناتوم اس حد تک گر سکتا ہے۔" مغرلیس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔ "اس نے تو غداری کی انتہا کر دی ہے۔ وہ تو شکر ہے کہ یہ بات اتفاقاً ہم لوگوں کے علم میں آ گئی ورنہ اس بدتمیز نے تو تمہارا کام تمام کر ہی دیا تھا۔" میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ مغرلیس بے چارے کو کیا معلوم کہ ناتوم جیسے کتنے [illegible] لوگوں نے انتقام، حسد، نفرت اور لالچ کے جذبات سے مغلوب ہو کر مجھے زہر دینے کی کوشش کی ہے اور میں زہر کی اس [illegible] مقدار کو کتنے اطمینان سے اپنے پیٹ میں اتار چکا ہوں۔

"تم اس بات سے فکرمند مت ہو۔ مجھے ہلاک کر دینا اتنا آسان نہیں" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "اور ہاں! دیکھو! ابھی کسی سے، استاد سے بھی اس بات کا ذکر نہ کرنا۔ کل کھانے کے وقت میں تمہیں ایک تماشہ دکھاؤں گا۔"

دوسرے دن دوپہر کے کھانے کے وقت میں، استاد، ناتوم، مغرلیس [illegible] سب ہی میز پر موجود تھے۔ میرے لیے الگ برتنوں میں مخصوص [illegible] تھا۔ ناتوم آج مجھے بڑے موڈ میں نظر آ رہا تھا اور مسکرا مسکرا کر [illegible] سے کہہ رہا تھا کہ اسے یقین ہے کہ شہزور انطرام کو ہرا کر کلب کی [illegible] مقابلے میں اب صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔ استاد [illegible] آمیز خفگی کا اظہار کر رہا تھا کہ میں اس کی بات نہیں مانتا [illegible] کرتا ہوں اور نہ اکھاڑے میں جا کر زور کرتا ہوں۔

[illegible] کھانا میز پر لگا دیا گیا تو قبل اس کے کہ کوئی شروع کرتا میں [illegible] سے کہا۔ "ذرا جاسس کو بلانا۔" استاد نے [illegible] ناتوم کو حکم دیا [illegible] بلا لائے۔

جاسس [illegible] میں نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم روزانہ اپنے ہاتھ سے [illegible] جو کھانا تیار کرتے ہو، آج ہمارے سامنے خود [illegible] سے تھوڑا سا لے کر کھاؤ۔ تمہیں ان نعمتوں سے محروم نہیں [illegible] کہ تم اپنے ہاتھ سے [illegible]۔"

[illegible] کے علاوہ سب لوگ حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔ ناتوم کا تو [illegible] جاسس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

[illegible] حکم کی تعمیل کرو۔" میں نے اچانک گرج کر جاسس سے کہا۔ [illegible]

[illegible] کیا ہو گیا ہے شہزور؟" استاد نے حیرانی سے کہا۔ "آخر بات [illegible]"

[illegible] جاسس سے پوچھو استاد۔" میں نے کہا۔ "اسے حکم دو کہ اس کھانے [illegible] کھا لے۔"

[illegible] ناتوم نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگا۔

"ٹھہرو ناتوم!" میں نے کڑک کر اس سے کہا۔ "آج تمہارا حساب بھی بیباق ہونا ہے۔ تم اتنی آسانی سے یہاں سے نہیں جا سکتے۔" ناتوم ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

اچانک جاسس میرے قدموں میں گر گیا۔ وہ بُری طرح رونے لگا۔ "میں مجبور تھا! میں مجبور تھا! مجھے ناتوم نے بہت بڑی رقم کی پیشکش کی تھی۔ اگر میں اس کی بات نہ مانتا تو وہ مجھے بھی ہلاک کروا دیتا۔ اس نے مجھے اس کی دھمکی دی تھی۔"

"آخر قصہ کیا ہے؟" استاد زور سے دھاڑا۔ ناتوم نے پھر باہر نکلنے کی کوشش کی، لیکن میں نے لپک کر اسے گردن سے پکڑ لیا اور کرسی پر بٹھا دیا۔ "اگر تم یہاں سے ہلے تو میں تمہارا بھرتہ بنا دوں گا۔" میں نے کہا۔

"قصہ یہ ہے استاد کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر تمہیں یقین نہ ہو تو ناتوم اور جاسس سے کہو کہ اس میں سے ایک ایک نوالہ کھا کر دکھائیں۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔ ناتوم اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے مجھے ہلاک کر دینا چاہتا تھا اور اس نے جاسس کے ساتھ مل کر میرے کھانے میں زہر ملوا دیا ہے۔"

"کیا یہ سچ ہے ناتوم؟" استاد اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ ناتوم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ اچانک استاد کا بوڑھا ہاتھ، جس میں اب بھی بہت طاقت تھی، پوری قوت کے ساتھ ناتوم کے منہ پر پڑا اور وہ کرسی سے گر پڑا۔ اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ "ذلیل غلام! تم نے [illegible] احسان فراموش آستین کے سانپ!" استاد نے [illegible] ناتوم [illegible]

"اور تو نمک حرام کی اولاد!" استاد نے جاسس کو [illegible] ہوئے کہا۔ "تیری یہ مجال [illegible] کھانے میں [illegible] زہر [illegible] رونے لگا۔ [illegible] ابھی [illegible] استاد نے اس کا ہاتھ پکڑا [illegible] گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "میں [illegible] دیکھنا چاہتا ہوں۔"

[illegible] استاد کا ہاتھ [illegible] نہیں ہے استاد۔" میں نے [illegible] کہا۔ "[illegible] ناتوم نے [illegible] جان [illegible] کیا [illegible]

[illegible] کھانے [illegible] استاد [illegible] جاسس [illegible] ان دونوں [illegible] جائے [illegible] ان کی [illegible] استاد نے جاسس کو [illegible]

معاف کرنے پر تیار نہیں تھا کیونکہ اس کو کہنا تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو آئندہ بھی ہمارے خلاف سازشیں کرے گا۔ لیکن ناتوم کینہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بزدل بھی نکلا۔ وہ استاد کے قدموں میں گر پڑا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ اس نے یہاں تک کہا کہ وہ آج ہی ایتھنز سے کہیں دور چلا جائے گا اور کبھی زندگی بھر ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔

دل چسپ بات یہ تھی کہ ہر دفعہ گرمس سامنے تھے میں ایتھوکس اور ناتوم کا کوئی حوالہ تو ہم نے دیا اور نہ ہی ناتوم یا جاسس نے۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ناتوم گھبراہٹ کے عالم میں یہ نہ کہہ دے کہ اسے ایتھوکس نے میری ہلاکت پر مامور کیا تھا۔ لیکن ناتوم بڑا چالاک اور مکار آدمی تھا۔ اس نے ایتھوکس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ وہ اپنی مشکلات میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ناتوم اور جاسس کو فوراً نکال دیا گیا۔ استاد نے احتیاطاً جاسس کا پکایا ہوا سارا کھانا ضائع کروا دیا اور باہر سے کھانا منگوایا۔

مجھے ایتھنز میں آئے ہوئے ابھی ڈیڑھ ماہ اور چند دن کا عرصہ ہی گزرا تھا اور اس مختصر سی مدت میں مجھ پر دو مرتبہ قاتلانہ حملے ہو چکے تھے۔ استاد میری طرف سے بہت پریشان ہو گیا۔ میرے باہر نکلنے پر سختی سے پابندی کے علاوہ کلب کے اندر بھی خصوصی حفاظتی تدابیر کیے گئے۔ مسلح پہریداروں کی ایک جمعیت صدر دروازے پر متعین کر دی گئی۔ منزلیس کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک منٹ کے لیے بھی مجھے تنہا نہ چھوڑے۔ جاسس کی جگہ نیا باورچی مقرر کر دیا گیا تھا اور اس کے لیے یہ لازمی تھا کہ جب میز پر کھانا لگائے تو پہلے ہر برتن میں سے ایک ایک لقمہ خود کھائے۔ استاد ایک مرتبہ چوٹ کھا جانے کے بعد دوبارہ کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

چند ہی دنوں کے بعد میرے اور اشرام کے درمیان مقابلے کی گھڑی آ پہنچی۔ گزشتہ ہفتے کے دوران شہر بھر میں اس مقابلے کی خوب پبلسٹی کی گئی تھی اور اس بار لوگوں کی دلچسپی پہلے سے بھی زیادہ تھی۔ اشرام ناتوم کو ہرا چکا تھا اور ایتھنز کے لوگ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ایک دیہاتی پہلوان کے ساتھ اس کے مقابلے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

اس دن اسٹیڈیم پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا شہر اس مقابلے کو دیکھنے کے لیے امنڈ پڑا ہے۔ منزلیس نے مجھے بتایا کہ شہر کے علاوہ امرا و رؤسا کی بھی ایک بڑی تعداد اسٹیڈیم میں موجود ہے۔ اور پھر اچانک میری نظر تھیوکلیا پر پڑی۔ وہ بھی مقابلہ دیکھنے والوں میں موجود تھی۔ تارینا اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی اور بے حد حسین لگ رہی تھی۔ ہم دونوں کی نگاہیں ایک لمحے کے لیے چار ہوئیں اور اس لمحے نے زبان کی بجائے سب کچھ کہہ دیا اور میں نے سب کچھ پا لیا۔ اس کی آنکھوں میں محبت کا ... ہوا تھا۔ ... سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

مقابلے کے آغاز کا وقت آ گیا۔ اشرام کسی شیر کی طرح سینہ نکالے ہوئے اکھاڑے میں ... دونوں کی ... پر ہاتھ پھیر ... تھا۔ اس کا قد ناتوم سے بھی ایک آدھ انچ اونچا ہی تھا۔ جسم بھی کسی طرح ناتوم سے کم نظر نہیں آتا تھا۔ میں اس کے مقابلے میں بالکل سبک، بلکہ پتلا اور کمتر نظر آتا تھا۔ سوائے اس کے کہ میرا جسم بے حد خوبصورت اور پھرتیلا تھا۔ جب ہم دونوں اکھاڑے میں اترے تو چاروں طرف گہرا سناٹا طاری ہو گیا۔

ناتوم کے ساتھ میرا مقابلہ طوفان کلب کے اندر ہوا تھا اور اسے دیکھنے والوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن آج کا مقابلہ ایک چیلنج مقابلہ تھا جو شہر کے وسط میں واقع کھلے اسٹیڈیم میں منعقد ہو رہا تھا اور جسے دیکھنے کے لیے سارا شہر ٹوٹ پڑا تھا۔ چنانچہ میں تماشائیوں کو زیادہ سے زیادہ محظوظ ہونے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ میں نے طے کیا کہ میں اس مقابلے کو ایک دل چسپ شکل اختیار کرنے دوں گا۔ تاکہ تماشائی اچھی طرح لطف اندوز ہو سکیں۔

حسب توقع اشرام نے حملہ کرنے میں پہل کی۔ وہ شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میری طرف لپکا۔ لیکن میں تیزی سے ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اشرام نے بھی ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو گرنے سے محفوظ رکھا۔ میں اس سے دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اشرام دوبارہ گرجتا ہوا میری طرف جھپٹا لیکن میں اس بار بھی اسے جھکائی دے گیا۔ اس طرح میں اسے تھوڑی دیر تک دوڑاتا رہا۔ تماشائی بار بار تالیاں بجا رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں اس طرح اشرام کو تھکا دوں گا۔ میں نے ایک نظر استاد کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔ وہ شاید میری اس حرکت کو کمزوری پر محمول کر رہا تھا۔ چنانچہ اس دفعہ جب اشرام آندھی کی طرح میری طرف بڑھا تو میں اپنی جگہ سے صرف اتنا پیچھے ہٹا کہ کہیں اس زوردار تصادم سے اشرام کے بدن کی ہڈیاں نہ ٹوٹ جائیں۔ قبل اس کے کہ اشرام مجھ سے ٹکراتا، میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے ایک ہاتھ سے اس کے دائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لی۔ اشرام نے زور سے جھٹکا دینے کی کوشش کی لیکن میرا ہاتھ جیسے فضا میں گڑ کر رہ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ چھڑانے کے لیے بہت زور لگایا لیکن وہ ناکام رہا۔ تنگ آ کر اس نے اپنے خالی ہاتھ سے میری کلائی پر زور سے مکا مارا اور درد سے بلبلا اٹھا۔ پھر اس نے بے تحاشہ مجھے لاتیں مارنا شروع کر دیں۔ کچھ لوگ ہنس رہے تھے، کچھ شور مچا رہے تھے، کچھ حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ عجیب و غریب مقابلہ دیکھ رہے تھے۔ جس میں ایک بھاری بھرکم اور قوی ہیکل پہلوان بچوں کی طرح لاتیں چلا رہا تھا۔ اشرام نے پوری طاقت سے اچھل کر میرے پیٹ پر لات ماری اور ایک بار پھر درد سے کراہ اٹھا۔ اس کی چیخ کی آواز دور دور تک سنی گئی۔ میں نے مجمع کی طرف دیکھا۔ استاد کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے گہری طمانیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ... کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ مرمر والوں کی جمعیت میں خاموشی طاری تھی۔

پھر میں نے اچانک اشرام کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ جاتا ہوا پیچھے چلا

... وار کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ اس بار وہ آگے آیا تو میں نے ... پنڈلی پکڑ لی اور سارے اوپر اٹھا لیا۔ اس طرح اس کی ایک ٹانگ ... بدن کا سارا بوجھ دوسری ٹانگ پر آ گیا۔ میں نے اسے گرنے سے ... سہارا دے کر روک لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ آزاد تھے۔ اس نے ... پھرتی سے چھڑانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ دونوں ہاتھ ... گردن میں ڈال دیے اور گھس کر میرا گلا دبانے کی کوشش کی۔ وہ پورا ... زور لگا رہا تھا۔ لیکن میرے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور ... اپنے خالی ہاتھ سے اس کے کان پر ایک ہلکی سی چپت ... جس سے لوگ قہقہے لگانے لگے۔ اب میں نے اشرام کی پنڈلی ... اکھاڑے میں چلنا شروع کر دیا۔ اشرام مجبور تھا کہ وہ ایک ... لنگڑاتا ہوا میرے ساتھ ساتھ چلے کیونکہ اس کی پنڈلی میرے ایک ... گرفت سے کسی طرح آزاد نہیں ہو پا رہی تھی۔ اور تب اکھاڑے ... دل چسپ اس قدر مضحکہ خیز اور عجیب و غریب منظر لوگوں کے سامنے تھا کہ اہل ایتھنز نے اپنی زندگی میں ایسا منظر نہیں دیکھا ... دونوں ٹانگوں پر چل رہا تھا اور اشرام اپنی ایک ٹانگ پر میرے ... رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے مجھے بری طرح مار رہا تھا ... کا گوشت نوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہنستے ہنستے مجھے ٹکریں ... میرے ساتھ ساتھ چلنے پر مجبور تھا کیونکہ اس کی مزاحمت ... اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اچانک مجمع میں ہر طرف سے قہقہے پھوٹنے ... دیکھتے دیکھتے سارا اسٹیڈیم زعفران زار بن گیا۔ تالیوں کی گونج نے ... اٹھا لیا۔ اشرام کی جھنجھلاہٹ اور جھلاہٹ اس حد تک بڑھ ... سے بے قابو ہو کر میرے بازو پر کاٹنے کی کوشش کی۔

... نے ایک نظر اپنے اطراف پر ڈالی۔ تارینا خوشی سے دیوانی ہو کر ... رہی تھی۔ اور ... اپنی بھنویں سکیڑے حیرت سے یہ منظر ... تھی۔ تارینا ... کے ساتھ ... بے حس و حرکت بیٹھے ... منزلیس اور ارتون اچھل اچھل کر تالیاں بجا رہے تھے۔ استاد ... نظروں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ... چکر لگوائے اور پھر اس کی ٹانگ چھوڑ دی۔ جاتے جاتے ... اشرام پھر پیچھے کی طرف بھاگا۔ لیکن اس مرتبہ اس نے حملہ کرنے ... نہیں کی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ہمت ٹوٹ گئی ہے۔ ... تماشے کو جلد ہی ختم کر دینا چاہتا تھا کیونکہ میں نے اہل ایتھنز ... کے لیے کافی دیر تک اپنے آپ کو مصروف رکھا تھا۔

... بار اشرام بہت محتاط طریقے سے میری جانب بڑھا اور میں ... اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے قریب آنے ... رہا تھا۔ چنانچہ میں نے خود پیش قدمی کر کے اسے ... سے پکڑ لیا ... ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے اونچا اٹھا لیا۔ تماشائی گویا جیسے ... ہو گئے۔ لوگوں کے نعرہ ہائے تحسین نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ جیت سے لوگ اپنی نشستوں پر اچھل اچھل کر داد دینے لگے۔ اشرام نے اس بار کوئی جدوجہد نہیں کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو مقدر کے حوالے کر دیا ہے اور اسے اپنی شکست تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے اسے پورے اکھاڑے میں کئی چکر دیے اور پھر آہستہ سے اتار کر نیچے کھڑا کر دیا۔ اس کی گردن جھک گئی۔ اس نے اب دوبارہ حملہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ مقابلے کا فیصلہ ہو چکا تھا!

استاد کی آنکھوں سے خوشی کے مارے آنسو رواں تھے۔ اس نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور بچوں کی طرح پیار کرنے لگا۔ طوفان والوں کی مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ صرف ایک ہفتے تک اپنے اعزاز سے محروم رہے تھے اور پھر میری بدولت یہ اعزاز انہیں دوبارہ حاصل ہو گیا تھا۔ مرمر والوں میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ وہ اس اعلیٰ اعزاز کو محض ایک ہفتے تک ہی اپنے پاس رکھ سکے تھے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ اس مجمع میں مجھے ناتوم کہیں نظر نہیں آیا۔ میرے لیے یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ حسب وعدہ ایتھنز چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا ہے۔ کیونکہ میں اس کی مکارانہ فطرت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ ایتھوکس کی مدد سے ایتھنز ہی میں کہیں روپوش ہو گیا ہے اور موقع ملتے ہی پھر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اور اب تو میں نے اشرام سے مقابلہ بھی جیت لیا تھا۔ ناتوم تو حسد اور رشک کی آگ میں جل کر بھسم ہو رہا ہوگا۔

اشرام کے ساتھ مقابلہ جیتنے کے بعد مجھے ایتھنز کی زندگی کا ایک نیا رخ دیکھنے کا موقع ملا جس سے میں اب تک ناواقف تھا۔ کئی راتوں تک مجھے کسی نہ کسی امیر، وزیر یا اعلیٰ سرکاری افسر کے گھر ہونے والی پرتکلف دعوت میں مدعو کیا جاتا رہا۔ ایتھنز کے سب سے بڑے اور ناقابل تسخیر پہلوان کی میزبانی ایک اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اور میں نے ان دعوتوں میں کیا کچھ نہیں دیکھا۔ پانی کی طرح بہتی ہوئی شراب، مرغن اور لذیذ کھانوں کے انبار، موسیقی کی تیز اور مدھر دھنیں، نیم عریاں رقاصائیں، بے باکیاں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایتھنز کے حکمران، امرا و رؤسا کے لیے عیش و عشرت کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ ہر طرف نفس کا دور دورہ تھا۔

ایتھنز کی شہری زندگی کا یہ ایک روپ تھا اور مجھے ... ایک روپ دیکھنے کا موقع ملا۔ ... تمام لوگوں کے لیے اور خاص طور سے طوائفوں کے لیے سخت حیرت اور دل چسپی کا باعث بنا ہوا تھا۔ میری بے پناہ قوت کی دھوم پورے شہر میں مچی ہوئی تھی۔ اہل ایتھنز نے آج تک ایسا مقابلہ نہیں دیکھا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ میں نے اکھاڑے میں اشرام کے ساتھ سرے سے کوئی مقابلہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ محض جیسے بچوں کا کھیل کھیلا ہے اور جب میرا دل اس کھیل سے بھر گیا تو میں نے اسے بند کر دیا۔ اکثر لوگ مجھ سے یہ دریافت کرتے تھے کہ میں کون کون سی ورزشیں کرتا ہوں اور کون کون سی غذائیں استعمال کرتا ہوں۔ بعض لوگوں نے تو میرے سامنے ہی اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ مجھے کسی

خاص ایسی جڑی بوٹی کا علم ہے جو جسم کو بے پناہ توانائی بخشتی ہے اور میں اس کے بارے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتا۔ بعض کا خیال تھا کہ مجھ پر کسی دیوی یا دیوتا کی نظر کرم ہے۔ غرضیکہ لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے جن میں سے زیادہ تر کے جواب میں، میں مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔ ابھی ایتھنز نے ابھی تک میری قوت کے بہت ہی معمولی اور ہلکے سے مظاہرے دیکھے تھے اور ابھی تو انہیں بہت کچھ دیکھنا باقی تھا۔ جس کا اس وقت تک مجھے خود بھی علم نہیں تھا۔

اسی دوران مجھے تارونہ کا پیغام ملا کہ وہ میری منتظر ہے۔ میں نے جواب میں کہلوا دیا کہ میں جلد ہی اس سے ملوں گا۔

تقریباً ایک ہفتے تک ضیافتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ میں استاد کو اپنے اور تارونہ کے بارے میں سب کچھ بتا دوں اور اس سے کلب چھوڑنے کی اجازت لے لوں۔ میں نے اس کی عزت کو محفوظ کر کے اپنا کام ختم کر دیا تھا۔ تارونہ میری منتظر تھی اور میں بھی اس کے لیے بے چین تھا۔ چنانچہ میں اس رات کو مغربیس کو ساتھ لے کر استاد کے پاس پہنچا اور اسے طعام خانے میں تارونہ اور ارتمیوس سے ملاقات کے واقعے سے لے کر اب تک کی ساری باتیں پوری تفصیل سے بتا دیں۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ میں تارونہ کو اپنانے کا فیصلہ کر چکا ہوں چاہے اس کے لیے مجھے ارتمیوس [illegible] ایتھنز ہی کیوں نہ چھوڑنی پڑے۔ میں نے اسے اس معاملے میں نتائج سے بھی آگاہ کر دیا۔ میں نے استاد سے کہا کہ اب وہ مجھے اپنے کلب سے چلا جانے کی اجازت دے دے۔ کیونکہ میں تارونہ کے حصول کی جنگ تنہا لڑنا چاہتا تھا اور اس کے لیے کوئی مشکلات پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

استاد چلے [illegible] میری باتیں سنتا رہا [illegible] پھر [illegible] اس نے [illegible] پریشان [illegible] گفتگو [illegible] سے [illegible] بیچ [illegible] سمجھ [illegible] مجھے اس سے پہلے بھی [illegible] ارتمیوس [illegible] کا بھائی [illegible] شہنشاہ [illegible] اس معاملے کا [illegible] تارونہ [illegible] اس کی [illegible] مجھے [illegible] اگر تارونہ تمہیں پسند کرتی ہے [illegible] ارتمیوس [illegible] کوئی [illegible] تم [illegible] دوسری [illegible] ایتھنز کا [illegible] تارونہ کا [illegible] ارتمیوس [illegible] وہ [illegible] تارونہ بہت دست [illegible] مقابلے کی دعوت دے [illegible] قانونی طور پر وہ تارونہ کو [illegible] نہیں رکھ سکتا۔ کیا تم اس سے مقابلے کے لیے تیار ہو؟"

"میں کسی سے بھی مقابلے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اچھا تو ذرا صبر کرو۔ پہلے سے کوئی فساد مت کھڑا کرو۔ میں کل خود ارتمیوس سے اس معاملے کے بارے میں بات کروں گا۔ اگر کوئی حل نہ نکلا تو میں گورنر کے پاس جاؤں گا، جو میری بڑی عزت کرتا ہے اور میری بات توجہ سے سنے گا۔ اگر گورنر اس معاملے کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق طے کرنے میں ناکام رہا تو پھر میں شہنشاہ کی خدمت میں حاضری دوں گا۔"

استاد [illegible] اس اہم معاملے میں مجھے تنہا چھوڑ دے [illegible] نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ استاد۔" میں نے ممنونیت کے احساس کے ساتھ جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ جنگ تنہا لڑنے کا عادی ہوں اور دوسروں کو اپنی خاطر کسی پریشانی میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ میں اب بھی یہی کہوں گا کہ تم مجھے تنہا اس معاملے سے نمٹ لینے دو۔"

"ہرگز نہیں۔" استاد نے سختی کے ساتھ جواب دیا۔ "تم میرے ایک [illegible] ہو۔ تمہاری عزت ہے تو ہمارا وقار ہے۔ بھلا ہم تمہیں تنہا کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ لیکن ایک بات تو بتاؤ کیا تمہیں یقین ہے کہ تارونہ اب بھی اپنے قول پر قائم ہے اور اگر اس سے اس بارے میں پوچھا جائے تو اس کا جواب تیرے حسب منشا ہوگا؟"

"میرا خیال ہے استاد کہ تم خود بھی اس سے مل کر اس کے خیالات اور فیصلے کے بارے میں معلوم کر لو۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" استاد نے جواب دیا۔ "کل میں پہلے تارونہ سے ملوں گا پھر ارتمیوس سے بات کروں گا [illegible] میں چاہتا ہوں کہ اگر خون خرابے کے بغیر ہی یہ معاملہ طے ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔"

"میں بھی [illegible] یہی چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے [illegible] استاد نے تارونہ سے ملاقات کر کے اس سے پوری تمام باتوں کی تصدیق [illegible] اس کے بعد وہ ارتمیوس سے ملنے کے لیے چلا گیا [illegible] جب استاد واپس آیا تو [illegible] کچھ زیادہ خوش نہیں [illegible] شاید ارتمیوس نے [illegible] استاد نے مجھے بتایا کہ اس نے ارتمیوس سے تفصیلی ملاقات کی [illegible] ارتمیوس نے بتایا کہ اسے اس بات کا علم ہے کہ تارونہ اور شہزور ایک دوسرے [illegible] اور تارونہ اس سے علیحدہ ہو جانا چاہتی ہے [illegible] ارتمیوس نے [illegible] اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا ہے اور اس کا کہنا ہے [illegible] حاصل کیا جا سکتا ہے۔ [illegible] تارونہ [illegible] کوئی [illegible] نہیں ہے۔ ارتمیوس اس بات سے [illegible] نہیں کرتا ہے کہ [illegible] پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ لیکن اس کا کہنا ہے [illegible] ہماری منصوبہ بندی ناکام ہو گئی تھی اور اس کے عوض ارتمیوس سے بدلہ [illegible]

[illegible] لیکن اب ارتمیوس کھلم کھلا مقابلے کی بات کرتا ہے۔"

"پھر تو پریشانی کی کوئی بات نہیں رہ جاتی استاد۔" میں نے جوش میں [illegible] "[illegible] تلوار کی نوک ہی اس کا فیصلہ کرے گی۔"

"نہیں، سمجھنے شہزور۔" استاد نے فکرمندی کے ساتھ کہا۔ "میں نے ارتمیوس کے سامنے جسمانی زور آزمائی کے مقابلے کی تجویز رکھی تھی، جسے اس نے [illegible] مسترد کر دیا کیونکہ وہ تمہاری جسمانی قوت کا اندازہ کر چکا ہے۔ اس نے [illegible] شمشیر زنی کے مقابلے کی تجویز رکھی ہے کیونکہ ایتھنز تو کیا یونان [illegible] دور دور تک اس کے پائے کا کوئی شمشیر زن موجود نہیں ہے۔ اس [illegible] کی کاٹ سے مقابل کو بچا لینا مشکل ہے۔ میں نے بہت اصرار کیا کہ [illegible] وہ رقم واپس لے کر تارونہ کو چھوڑ دے۔ میں نے اسے دوگنی رقم تک کی پیشکش [illegible] جس کے جواب میں اس نے کہا کہ وہ چوگنی رقم دینے کے لیے تیار ہے اگر [illegible] تارونہ کا خیال چھوڑ دے۔ بہرحال ہم دونوں نے دوستانہ ماحول [illegible] اور آخری فیصلے کے لیے اس کے بھائی گورنر کے پاس گئے۔ [illegible] نے ساری بات سننے کے بعد یہی کہا کہ اگر ارتمیوس رقم واپس لینا نہیں چاہتا [illegible] اس نے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا ہے تو پھر اس معاملے کا تصفیہ [illegible] میں ہونا چاہیے، اور وہ بادشاہ [illegible] صرف یہ ہو سکتا ہے کہ [illegible] ارتمیوس کی خواہش کے مطابق اس سے مقابلہ کرے اور [illegible] کر کے تارونہ کو جیت لے۔ میں نے زور آزمائی کے مقابلے کی تجویز [illegible] ارتمیوس نے شمشیر زنی کا انتخاب کیا۔ میں اس معاملے میں مجبور تھا۔ [illegible] کا حق ارتمیوس کو حاصل تھا۔ ارتمیوس [illegible] کہ وہ [illegible] خونی مقابلے کی شکل [illegible] کا مطلب یہ [illegible] جیتنے والا فریق [illegible] کو قتل کرنے کا حق رکھتا ہے [illegible] تو اسے قتل بھی کر سکتا ہے لیکن گورنر نے اس سے اتفاق نہیں کیا [illegible] زخمی ہو جانے والا شخص شکست خوردہ تصور کیا جائے گا۔ لیکن [illegible] نہیں کیا جائے گا۔" استاد اتنا کہنے کے بعد رک گیا۔

"[illegible] شمشیر زنی کے مقابلے کے لیے بالکل تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"[illegible] بات اتنی آسان نہیں ہے شہزور۔" استاد نے سوچتے ہوئے کہا۔ "[illegible] کے بیٹے کچھ [illegible] ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے [illegible] طاقت کا سمندر موجزن ہے لیکن شمشیر زنی ایک بالکل الگ فن ہے [illegible] جسمانی طاقت سے اتنا زیادہ نہیں ہوتا، جتنا مہارت اور چابکدستی [illegible] یہ ہرگز ضروری نہیں کہ [illegible] کامیاب [illegible] نہیں جانتا کہ تم نے کبھی تلوار چلائی ہے یا نہیں۔ اس لیے [illegible] آخری جواب نہیں دیا ہے۔ بہرحال اس نے تمہارے [illegible] اور بہادروں کی طرح تمہیں مقابلے کی دعوت دی ہے۔ [illegible] جواب دینا ہے۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ میں مقابلے کی تاریخ [illegible] مہینوں [illegible] اور اس دوران میں تمہیں رات دن شمشیر زنی کی مشق کراؤں [illegible] کہ تم کچھ نہ کچھ تو اس کے مقابلے میں ٹھہر سکو۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے استاد۔" میں نے سختی کے ساتھ کہا۔ "تم کل ہی اسے اطلاع دے دو کہ میں نے اس کے چیلنج کو قبول کر لیا ہے اور وہ جب چاہے اپنے دل کی حسرت نکال لے۔ میں اب زیادہ عرصے تک تارونہ سے دور نہیں رہنا چاہتا۔"

استاد نے مجھے بہت سمجھایا کہ میں جلد بازی سے کام نہ لوں اور اس بارے میں اچھی طرح سوچ لوں لیکن میں اپنی بات پر اڑ گیا اور میں نے اسے دوسرے دن زبردستی ارتمیوس کے پاس بھیج دیا۔ استاد نے واپس آ کر بتایا کہ مقابلے کی تاریخ آج سے ٹھیک دس دن بعد کی طے ہوئی ہے اور مقابلہ خفیہ طور پر گورنر کے گھر میں منعقد ہوگا جس کے بارے میں کسی کو بھی اطلاع نہیں دی جائے گی، کیونکہ گورنر اور ارتمیوس دونوں نہیں چاہتے کہ اس معاملے کی تشہیر ہو اور ایک رقاصہ کے سلسلے میں ان کی ذات لوگوں کے درمیان بحث کا موضوع بنے۔ اگر میں نے ارتمیوس کو شکست دے دی تو وہ ایک بہادر اور معزز آدمی کی طرح تارونہ سے دستبردار ہو جائے گا اور کوئی رقم طلب نہیں کرے گا اور اگر اس نے مجھے مغلوب کر لیا تو مجھے بھی ایک بہادر اور قول کے پکے آدمی کی طرح تارونہ کا خیال دل سے نکال دینا پڑے گا اور اگر تارونہ خود بھی میسر آنا چاہے تو مجھے اس کو ایسا کرنے سے روک دینا ہوگا۔ استاد نے مجھے بتایا کہ اس نے میری جانب سے ان شرائط کو قبول کر لیا ہے۔

ان دس دنوں کے دوران استاد نے بہت چاہا کہ میں شمشیر زنی کی تربیت حاصل کروں لیکن میں نے ایک دن کے لیے بھی تلوار کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اور سارا وقت ادھر ادھر گھومتے ہوئے لوگوں کے ساتھ ملتے ہوئے اور مغربیس کے ساتھ گپیں لگاتے ہوئے گزار دیا۔ استاد سخت پریشان تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس مشکل صورت حال سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکوں گا۔ لیکن یہ حقیقت ظاہر ہے کہ میرے لیے اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ اگر پریشانی تھی تو صرف [illegible] استاد کی پریشانی کس طرح دور کروں۔

اس دوران ایک بار تارونہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ ایک روز [illegible] بیٹھ کر کلب میں مجھ سے ملنے آئی اور [illegible] نے بتایا کہ وہ رات دن دیوتاؤں سے دعائیں کرتی رہتی ہے کہ مجھے اس مقابلے میں فتح حاصل ہو۔ ارتمیوس نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا اور اسے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک ہی وار میں مجھ جیسے دہقانی کا سر کاٹ کر پھینک دے گا۔ تارونہ کافی فکرمند نظر آ رہی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر میں اس مقابلے میں ہار گیا تو پھر وہ زندہ نہیں رہے گی کیونکہ ایک [illegible] محبت کو چکھ لینے کے بعد اب اسے حاصل کیے بغیر اس کی زندگی بیکار [illegible] تارونہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں کسی کی نظروں میں آئے بغیر ایتھنز سے کہیں بھاگ جائیں۔ لیکن میں نے اسے سمجھایا کہ وہ بیوقوفی اور مایوسی کی باتیں [illegible] کرے۔ میں مقابلہ جیت جاؤں گا۔ میری پرعزم اور پریقین باتوں سے اس کی ڈھارس بندھ گئی۔

دس دن کی مدت دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی۔ [illegible] کلب میں [illegible]

استاد کے اور مغزلیس کے علاوہ کسی اور کو اس خطبہ مقابلے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ گورنر نے استاد کو سختی کے ساتھ ہدایت کی تھی کہ کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ استاد میری شمشیر زنی سے بالکل مطمئن نہیں تھا اور آخری دن اس نے مجھ سے کہا: "اگر تو اس مقابلے میں جیت گیا تو یہ کسی دیوتاؤں کی طرف سے ظاہر ہونے والا ایک معجزہ ہی سمجھا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ارتینوس جیسے تیغ زن کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں۔ بھاگ تو ارتینوس گیا اور تار و نہ تجھے انگلی تو تجھے مروڑوں کی طرح اپنے [illegible] بنا ہو گا اور تار و نہ کا خیال ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دینا ہو گا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا اور استاد نے [illegible] شکل دیکھنے لگا۔

میں اور استاد خاموشی سے کلب سے روانہ ہوئے۔ مغزلیس ہمارے ساتھ نہیں تھا کیونکہ گورنر کی ہدایت کے مطابق صرف ہم دونوں کو ہی آنا تھا۔ چلتے وقت مغزلیس نے بتایا کہ وہ گورنر کے مکان کے ایک حصے میں جہاں وہ ہمیشہ کے لیے [illegible] کرے گا۔

گورنر کا مکان ایک نہایت عالی شان محل تھا لیکن میں اس قسم کے [illegible] زمانے کتنے محل دیکھ چکا تھا۔ اس لیے مجھ پر اس کی شان و شوکت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ہم سلسل کمروں سے گزرتے ہوئے [illegible] گزر کر ہم ایک اندرونی کمرے میں پہنچے جس کی دیواروں پر سینکڑوں طرح کی تلواریں اور خنجر سجے ہوئے تھے۔ [illegible] اور تین کرسیوں پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ارتینوس تھا اور دوسرا غالباً اس کا بھائی گورنر۔

دونوں آدمیوں نے کھڑے ہو کر ہمارا استقبال کیا۔ ارتینوس نے مجھ سے بھی مسکرا کر ہاتھ ملایا۔ [illegible] کے ساتھ تمہارا مقابلہ دیکھ کر بہت محظوظ ہوا تھا۔ اس [illegible] کا انداز [illegible] تھا۔

[illegible] مغزلیس [illegible] نے جواب دیا۔

[illegible] شہرت کا ناقد پہلوان [illegible] کو [illegible] سمجھا جاتا تھا۔" گورنر نے مجھے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں جناب عالی [illegible] اور میری طرف دیکھا۔ میں نے [illegible]۔

[illegible] گورنر نے [illegible] سے کہا۔

[illegible] کے قریب گیا۔ گورنر نے جو کافی بوڑھا تھا اور اس کی آنکھیں کمزور تھیں، مجھے [illegible] دیکھنے لگا۔ [illegible] سنہری [illegible] تمہارا جیسا [illegible] کسی کا [illegible] نہیں دیکھا۔ تم واقعی حیرت انگیز ہو [illegible] واقف ہوں۔ [illegible] وجہ ہے کہ معز الشکند نے مجھے بتایا [illegible] کے حصول کے خواہاں ہو جو اس وقت میرے بھائی معز ارتینوس سے وابستہ ہے تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس معاملے کا تصفیہ بہادروں کی طرح کیا جائے۔ میں اور

میرا بھائی دونوں بہادروں کی قدر کرتے ہیں۔ اگر تمہاری جگہ کوئی اور اس قسم کی جسارت کرتا تو میں اس شخص کو اپنے بھائی کے غیظ و غضب سے بچا نہ سکتا کیونکہ یہ بلو بلست ہس کے وقار پر حملہ ہے۔ معز الشکند نے بیان کیا کہ اس معاملے کو نمٹانے کا یہی ایک مہذب اور شریفانہ طریقہ ہے۔ میں کے لیے یہ ان کا شکر گزار ہوں ورنہ ممکن ہے کہ ایک بھیانک حادثہ ہو جاتا۔" گورنر نے ان الفاظ میں چھپے ہوئے خلوص اور جانبداری کو صاف طور پر محسوس کر رہا تھا جب تمہیں میرے بھائی سے شمشیر زنی کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ اس نے کہا: "تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو ہلاک نہیں کرے گا۔ صرف زخمی کرنے والے کو شکست خوردہ تسلیم کیا جائے گا اور وہ اپنے دعوے سے خاموشی سے دستبردار ہو جائے گا۔ یہی اس مسئلے کا حل ہے اور اس معاملے کے بارے میں کوئی ایک لفظ بھی اس کمرے سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ دیواروں پر لٹکی ہوئی تلواروں میں سے کوئی [illegible] تلوار اپنے لیے چن لو، تمہیں انتخاب کی پوری آزادی ہے۔ میرا بھائی [illegible] کے منتظر ہیں۔"

میں نے ایک درمیانے درجے کی تلوار جو کافی سبک تھی، دیوار پر سے اتار لی اور اسے تمام سے [illegible] لیا۔ ارتینوس بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ایک تلوار سنبھال لی جو میری تلوار سے کچھ زیادہ لمبی تھی۔ ہم دونوں تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے ارتینوس کو پہل کرنے کا موقع دیا۔ اس کا انداز [illegible] اپنی تلوار پر [illegible] اس نے تابڑ توڑ کئی حملے کیے اور کئی بار اس کی تلوار میرے جسم سے ٹکرائی لیکن [illegible] مجھے کوئی زخم نہیں آیا۔ دونوں منصفین نے شاید یہ بات محسوس بھی نہ کی کہ ارتینوس کی تلوار نے میرے جسم کو چھوا ہے کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تلوار جسم سے ٹکرائے اور جسم پر کوئی زخم نہ آئے۔ البتہ ارتینوس نے شاید اس بات کو محسوس کیا ہو کیونکہ مجھے اس کے چہرے پر الجھن کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ وہ یقیناً ایک لاجواب شمشیر زن تھا۔ اس کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ اس کے طریقہ جنگ کی ایک عجیب و غریب خصوصیت یہ تھی کہ اس کا مقابل اس کے ہاتھ کے لہجے کو دیکھ کر سمجھتا تھا کہ وار دائیں شانے پر ہو گا لیکن وہ اچانک بائیں پہلو پر ہوتا۔ مقابل اگر سمجھتا کہ حملہ اس کے سر کی طرف آ رہا ہے تو تلوار سیدھی اس کے پیٹ کی جانب پہنچ جاتی۔ ارتینوس مقابل کو مغالطے میں ڈالنے کا ماہر تھا۔ بچاؤ اس کے لیے [illegible] مجھ سے کئی بار غلطیاں ہوئیں اور کئی بار اس کی تلوار میرے جسم سے مس ہو گئی کیونکہ میں اس کی طرح کوئی ماہر شمشیر زن نہیں تھا اور میرے لیے اس سے مقابلہ کرنا بھی کیا پڑتا تھا۔ ارتینوس اتنی تیزی سے تلوار گھما رہا تھا کہ [illegible] حقیقت یہ ہے کہ بے پناہ صبر کیا [illegible] نے اپنی طویل زندگی [illegible] بڑے بڑے شمشیر زن دیکھے ہیں گے۔ اگر میری طرح کوئی اور اس جگہ ہوتا تو شاید اب تک اس کا جسم کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو جاتا۔ میں نے مقابلے کو طول پکڑنے دیا اور جان بوجھ کر ارتینوس پر کوئی وار نہیں کیا۔ مجھے محتاط بھی رہنا تھا کیونکہ میری ذرا سی غفلت سے ارتینوس شدید زخمی ہو سکتا تھا بلکہ مر بھی سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ مقابلے کا فیصلہ کرنے

[illegible] میرا صرف ایک ہی وار کافی ہو گا۔ اور جب بہت دیر گزر گئی تو میں نے [illegible] کا فیصلہ کیا۔ یعنی اس لمحے جب ارتینوس کی تلوار میری کمر سے مس ہوئی [illegible] سے جان بوجھ کر موقع دیا تھا، ویسے ہی میں نے ایک بہت [illegible] بالکل پھول کی طرح ہلکا ہاتھ اس کے دائیں شانے پر مارا۔ اس [illegible] ایک کراہ کی آواز نکلی اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ [illegible] اپنی کرسیوں پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جلدی سے ارتینوس کے [illegible] ارتینوس نے جلدی سے جھک کر دوبارہ تلوار اٹھانی چاہی لیکن [illegible] روک دیا۔ "بس ارتینوس۔ انصاف کے تقاضوں کے مطابق [illegible] گورنر کے مکان سے رخصت ہوئے۔ میں تارونہ کو جلد از جلد اس [illegible] کی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ استاد میری [illegible] کوئی خاص خوش نہیں ہے۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری [illegible] نے میری فتح پر بھی کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ میں اس کے اس بدلتے [illegible] پر سخت حیران تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ آخر ایسی کونسی بات [illegible] جس نے استاد کو الجھن میں ڈال دیا ہے۔ کیا میں نے کوئی [illegible] کیا وہ ارتینوس کے آخری الفاظ میں چھپی ہوئی دھمکی سے [illegible] ہے؟ کیا اسے گورنر کی جانب سے کسی انتقامی کارروائی کا اندیشہ ہے؟ [illegible] استاد سارے راستے بالکل خاموش رہا۔ جب ہم لوگ کلب کی عمارت [illegible] پہنچے تو مغزلیس بے چینی کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے [illegible] ہرا آیا لیکن استاد کے سنجیدہ اور فکرمند چہرے کو دیکھ کر ایک دم ٹھٹھک گیا۔ میں خود بھی اس صورت حال سے خاصا پریشان تھا چنانچہ [illegible] اس حالت میں دیکھ کر مغزلیس کا منہ لٹک گیا۔ وہ یہی سمجھا کہ میں [illegible] مقابلہ ہار گیا ہوں۔

[illegible] دونوں مغزلیس کے ساتھ استاد کے خاص کمرے میں داخل ہوئے۔ [illegible] مغزلیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "مغزلیس، تم تھوڑی دیر کے لیے [illegible] میں شہروز سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

[illegible] صرف اتنا بتا دو کہ مقابلے کا کیا انجام ہوا؟" مغزلیس نے بیقراری کے [illegible] سے پوچھا۔

"شہروز یہ مقابلہ جیت گیا ہے۔" استاد نے سنجیدگی کے ساتھ جواب [illegible] اس کے چہرے پر خوشی کے کوئی آثار نہیں تھے لیکن مغزلیس استاد کی [illegible] دوبارہ تلوار سے اٹھاؤ۔" ارتینوس کا زخم زیادہ گہرا نہیں تھا۔ [illegible] مجھے بڑی عجیب و غریب اور مشتبہ نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس [illegible] اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور پھر استاد سے مخاطب ہو کر کہنے لگا [illegible] شاید برادر ما میں تو میں اپنا ایک شکست تسلیم کر سکتا ہوں۔"

استاد نے تعجب سے گورنر کی طرف دیکھا اور کہا: "آپ اپنا [illegible]

[illegible] میں جناب عالی۔"

"سنہری نوجوان۔" گورنر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ذرا اپنا بالائی [illegible] اتارو۔"

میں نے گورنر کے حکم کی تعمیل کی اور کرتے اور پیالباس اتار دیا۔ گورنر میرے قریب آیا۔ اس نے میرے سینے، پشت اور کمر کو دونوں ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر اچھی طرح دیکھا۔

"تم لباس پہن سکتے ہو نوجوان۔" گورنر نے کہا۔ "میں معافی چاہتا ہوں معز الشکند۔ دراصل میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نوجوان نے اپنے بالائی لباس کے نیچے تمہارے علم میں لائے بغیر کوئی زرہ بکتر تو نہیں پہن رکھی ہے کیونکہ میں نے کئی بار محسوس کیا کہ ارتینوس کی تلوار اس کے بدن سے مس ہوئی لیکن اسے کوئی زخم نہیں آیا۔ اب میں مطمئن ہوں، مقابلہ بالکل ایمانداری سے ہوا ہے اور ارتینوس مغلوب ہو گیا ہے۔"

"بات یہ ہے جناب عالی کہ تیزی سے چلتی ہوئی تلوار کی جنبش پر نظر رکھنا بعض اوقات بہت دشوار ہوتا ہے۔" استاد نے سنبھل کر جواب دیا۔ "حضور والا کی فہم و فراست اور مہارت و بصیرت ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے لیکن عین ممکن ہے کہ صاحب عالی وقار کی نظر ارتینوس کی تلوار کی بعض ایسی حرکات کو بروقت مناسب طور پر اپنی گرفت میں نہ لے سکی ہو۔" میں حیران تھا کہ استاد اس قدر فصیح و بلیغ زبان بھی بول سکتا ہے۔ یوں لگتا تھا گویا اس کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو معز الشکند۔" گورنر نے جواب دیا۔ "بہرحال مقابلے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور معاہدے کے مطابق ارتینوس تارونہ سے دستبردار ہوتا ہے۔ شہروز میں تمہیں اس کی مبارکباد دیتا ہوں۔"

"میں جناب عالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "آپ نے سپہ سالار پر جو کرم فرمایا ہے اس کے لیے اظہار ممنونیت کرنے کی غرض سے میرے پاس الفاظ کی کمی ہو گئی ہے۔" میں استاد کے انداز میں لچھے دار گفتگو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ارتینوس نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس کا شانہ خون سے تر ہو رہا تھا لیکن اسے شاید اس کی کوئی خاص فکر نہیں تھی۔ "اس وقت تم نے مجھ سے یہ مقابلہ جیت لیا ہے۔ اور میں خود بھی حیران ہوں کہ کس طرح جیت لیا ہے۔ میں اپنے قول کے مطابق تارونہ سے دستبردار ہوتا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان آخری مقابلہ نہیں ہے۔"

زبانی یہ بات سنتے ہی جیسے خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ وہ بے تحاشہ اچھل اچھل کر ناچنے لگا اور ناچتے ناچتے کمرے سے باہر نکل گیا۔

• مغزلیس کے کمرے سے باہر نکل جانے کے بعد استاد نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر دھیمے لہجے میں بولا: "شہروز! میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کس مقصد کے تحت ہمارے درمیان آئے ہو۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم وہ نہیں ہو جو تم نظر آ رہے ہو۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اچھی طرح دیکھا کہ ارتینوس کی تلوار کم از کم تین بار تمہارے جسم سے اس طرح ٹکرائی کہ اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو خون کی دھاریں بہنے لگتیں لیکن

تمہارے جسم پر خراش تک نہیں آئی۔ گورنر نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی، مگر چونکہ اس کی بینائی کمزور ہے اس لیے میں نے اسے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے یقین دلا دیا کہ اس کے دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ارتینوس کے لیے اس بات کو محسوس کرنا مشکل تھا کیونکہ برق رفتاری کے ساتھ تلوار چلانے والا شخص اس بات کو یکسانی نہیں دیکھ سکتا کہ تلوار کہاں لگی، لیکن میں پورے غور کے ساتھ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری ساری عمر انہیں کاموں میں گزری ہے اور میری آنکھوں نے دھوکا کھانا نہیں سیکھا ہے۔ اس سے پہلے تم نے اشرام کو جس طرح مقابلے میں شکست دی تھی۔ وہ بھی ایک حیرت ناک بات تھی۔ تم نے اشرام جیسے بھاری بھرکم اور تنومند آدمی کو بچوں کی طرح ہلاک کر دیا۔ اس سے بھی پہلے تم ناتوم کے مقابلے میں پتھر کا ستون بن کر کھڑے ہو گئے اور وہ ہزار کوشش کے باوجود تمہیں اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں سکا۔ اس وقت میں نے اپنے جوشِ مسرت میں شاید ان باتوں پر پورے طور سے غور نہیں کیا تھا، لیکن اب جب میں غور کرتا ہوں تو ہر چیز مجھے واضح نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ تم کوئی غیر معمولی انسان ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم کوئی بھٹکی ہوئی آسمانی روح ہو جو کرۂ ارض میں داخل ہو گئی ہو۔ ہو سکتا ہے تم کسی دیوتا کا انسانی روپ ہو جو کسی خاص مصلحت کے سبب یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں کسی دیوی یا دیوتا کی خصوصی اور خفیہ تائید حاصل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں کسی درویش یا فقیر نے کوئی ایسا نسخہ بتا دیا ہو جس نے تمہیں اس قدر عجیب و غریب قوتیں بخش دی ہیں۔ مجھے اس وقت تمہاری اس جرأت پر حیرت ہوئی تھی جب تم تنہا ارتینوس اور ہمارے ایتھنز کے اقتدار سے تارونہ کی حفاظت کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے، لیکن اب مجھے اس بات پر زیادہ حیرت نہیں ہے۔ شاید تم ایسا کر گزرتے۔ خواہ اس کا انجام کچھ بھی ہوتا۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ [illegible] مجھے بتاؤ ——— مجھے اپنی اصلیت بتاؤ۔ میرا ذہن سخت پریشان ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں تم جیسا انسان نہیں دیکھا۔"

میں عجیب مشکل میں پڑ گیا تھا۔ بوڑھا استاد ایک جہاندیدہ شخص تھا اور اس سے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو زیادہ عرصے تک چھپائے رکھنا میرے لیے ناممکن تھا۔ لیکن میں استاد کو اپنے بارے میں کیا بتاؤں؟ میں کچھ دیر تک خاموشی سے سوچتا رہا۔ پھر میں نے سنبھل سنبھل کر اور رک رک کر کہنا شروع کیا۔ "استاد! پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نہ کوئی دیوتا ہوں اور نہ کسی دیوی دیوتا سے میرا کوئی تعلق ہے۔ میں تم لوگوں جیسا ایک انسان ہوں لیکن قدرت نے مجھے اپنی غیر معمولی قوتیں عطا کی ہیں جن سے عام انسان محروم ہیں لیکن میں پھر بھی کہوں گا کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں۔ میرے دل میں بھی خوشی اور غم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ میرے سینے میں بھی خواہشات انگڑائیاں لیتی ہیں اور محبت اور نفرت کے جذبے میرے دل میں بھی پیدا ہوتے ہیں۔ میں آج تمہارے ساتھ ہوں لیکن ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ مگر استاد! میں تمہیں بتا دوں کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، تم مجھ پر پورا اعتماد کر سکتے ہو۔ میں تمہیں میں سے ایک ہوں۔" میں نے حتی المقدور استاد کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ظاہر ہے کہ اسے اپنے سوال کا جواب نہیں مل سکا تھا۔

"تمہاری شخصیت پُراسرار اور مسحور کن ہے۔ اور میں شاید اپنے تمام علم اور تجربے کے باوجود اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم خود اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ بہرحال میں تمہیں اس سلسلے میں مجبور نہیں کر سکتا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تم نے مجھ سے وفاداری کا وعدہ کیا ہے۔ اب میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ آج سے چار ماہ کے بعد مختلف کھیلوں اور فنونِ حرب کے قومی مقابلے منعقد ہونے والے ہیں جن میں ایتھنز کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے نامی گرامی لوگ بھی حصہ لیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم طوفان کلب کی طرف سے ان مقابلوں میں حصہ لو اور اہلِ ایتھنز پر ثابت کر دو کہ طوفان کلب ناقابلِ تسخیر ہے۔ میں صرف ان مقابلوں کے انعقاد تک ہی تمہیں کلب کا پابند رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تمہاری مرضی ہے۔ اگر تم چاہو تو بڑے شوق سے ساری عمر یہاں گزار سکتے ہو اور اگر نہ رہنا چاہو تو جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

مجھے استاد کی یہ پیشکش کافی دلچسپ معلوم ہوئی۔ ویسے تو میرا ارادہ تھا کہ تارونہ کو لے کر یہاں سے کہیں نکل جاؤں لیکن پھر میں نے سوچا کہ ایک ہنگامہ اور سہی۔ تہذیب و تمدن کے اس گہوارے میں میں نے مقابلوں کا منظر ابھی تک نہیں دیکھا تھا اور نہ اس قسم کے مقابلوں میں شرکت کی تھی۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ [illegible] مزید چار ماہ اس شہر میں گزاروں گا اور [illegible] کی خواہش کے مطابق طوفان کلب کی جانب سے مقابلوں میں حصہ لوں گا۔ چنانچہ میں نے استاد سے کہا۔ "مجھے آپ کی تجویز منظور ہے بشرطیکہ [illegible] ورزش کرنے اور مشق کرنے [illegible] سے مستثنیٰ قرار دے دے۔" استاد [illegible] کہ اس سے نبٹ لو۔ مجھے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ میرے اس فیصلے سے بہت خوش [illegible] اس کے چہرے کی کھوئی ہوئی بشاشت واپس لوٹ آئی۔ [illegible] اب زیادہ فکر نہیں رہی تھی کہ میں کون ہوں۔

استاد سے رخصت ہو کر میں سیدھا تارونہ کے گھر پہنچا۔ وہ کھڑکی کے [illegible] ہمہ تن انتظار تھی۔ میرے پہنچنے سے پہلے اس کے گھر کا دروازہ میرے لیے کھل چکا تھا۔ مجھے صحیح و سالم دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئی کہ مقابلے کا انجام کیا ہوا [illegible] وہ [illegible] مجھ سے لپٹ گئی۔ "شہزور ——— شہزور ——— کیا تم جیت گئے؟"

[illegible] وہ پھول کی طرح [illegible] بولی۔

"ہاں تارونہ [illegible] میں جیت گیا ہوں اور اب تم [illegible]

[illegible] کوئی نہیں چھین سکتا۔"

"تارونہ شہزور ———" وہ فرطِ جذبات میں مضطرب ہو کر بولی۔ [illegible]

[illegible] میری [illegible] گزار رہی تھی [illegible] اب کل [illegible]

[illegible] مجھے تم مل گئے۔ اب زندگی [illegible]

[illegible] چاہیے۔"

جب سورج ڈھلنے لگا اور شام کے سائے لمبے ہونے لگے میں چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ تارونہ نے نشیلی آنکھوں سے [illegible] دیکھتے ہوئے کہا۔ "شہزور! تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت [illegible] یہ گھر اس کی ساری دولت، سب کچھ تمہارا ہے کیونکہ میں تمہاری [illegible]

"[illegible] کل پھر آؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

[illegible] تارونہ کی شادی ہو گئی اور ہم لوگ عیش کی زندگی گزارنے لگے۔ [illegible] دن بھر کلب میں رہتا۔ استاد [illegible] ارتینوس اور دوسرے لوگوں کے ساتھ [illegible] میری دلچسپی کی بہت سی چیزیں موجود تھیں۔ نئے نئے لوگوں [illegible] مختلف فنونِ حرب کے بارے میں دلچسپ مباحثے ہوتے۔ دوستانہ [illegible] طرح کے فنون کی مشقیں ہوتیں اور میں ان ساری سرگرمیوں سے [illegible] ایتھنز کے مردوں کی زندگی کا یہ رخ بڑا دلچسپ تھا۔ سورج [illegible] گھر پہنچ جاتا جہاں تارونہ سولہ سنگھار کیے میری منتظر ہوتی [illegible] کے خوبصورت دو گھوڑوں والے رتھ میں بیٹھ کر سیر کو نکل جاتے [illegible] تفریح کرتے رہتے۔ کبھی کبھی ہم ضیافتوں میں مدعو کیا [illegible] معززین شہر کو اپنے گھر ضیافت میں مدعو کرتے جن میں کلب [illegible] دوست ضرور شریک ہوتے۔ میں ایتھنز کی اعلیٰ سوسائٹی [illegible] تھا۔ میں نے ایک خاص سماجی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ [illegible] اور مسرت کے ساتھ گزر رہی تھی۔ تارونہ بہت خوش تھی۔ [illegible] زندگی میں پہلی بار یہ معلوم ہوا ہے کہ مرد کی محبت کیا [illegible] اس نے رقص کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ ویسے وہ رقص ضرور [illegible] کی تنہائیوں میں میرے سامنے۔ اس کا رقص اب صرف [illegible] بازار کی جنس نہیں تھا۔

[illegible] مقابلوں کے دن قریب آ رہے تھے اور استاد لوراس کے [illegible] اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ استاد نے مختلف مقابلوں [illegible] کے لیے کئی لوگوں کو چنا تھا لیکن کشتی اور شمشیرزنی کے لیے اس [illegible] تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "استاد! تم جس مقابلے کے لیے چاہو [illegible] سکتے ہو۔"

"کیا تم قوت کی دوڑ میں حصہ لینا پسند کرو گے؟" استاد نے پوچھا۔

"[illegible]" میں نے جواب دیا۔ "مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"گھڑسواری کے مقابلے میں؟" استاد نے پوچھا۔

"[illegible] صرف ایسے مقابلوں میں حصہ لینا پسند کروں گا استاد! جن کا [illegible] انسان کی جسمانی طاقت اور توانائی سے ہو، خواہ ان میں کتنا ہی زیادہ [illegible] کا امکان کیوں نہ موجود ہو۔"

"[illegible] مقابلے کے دن میں تمہاری طرف سے سارے پہلوانوں اور [illegible] گا کہ وہ باری باری آئیں اور اپنے دل کی حسرت نکال لیں۔ مقابلہ دیکھنے والوں میں شہنشاہ تالاش اور ملکہ اسطونیہ خود بھی شامل ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے سامنے طوفان کلب کا نام سب سے اونچا ہو۔"

"ایسا ہی ہو گا استاد۔" میں نے جواب دیا۔

تارونہ سے میری شادی کو تین ماہ ہو گئے تھے اور ہم دونوں بے حد خوشگوار و پُرمسرت زندگی گزار رہے تھے۔ سالانہ قومی مقابلوں کے انعقاد میں صرف ایک ماہ کی مدت باقی رہ گئی تھی۔ استاد اس بار مجھے ایک ناقابلِ تسخیر پہلوان اور ایک ناقابلِ شکست شمشیرزن کی حیثیت سے پیش کر کے سارے ایتھنز کو حیرت زدہ کر دینا چاہتا تھا۔ میں اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ میں اس کی خواہش کو ضرور پورا کروں گا۔

وہ ایک بے حد خوشگوار اور سہانی سہ پہر تھی۔ میں اور تارونہ حسبِ معمول اپنے دو گھوڑوں والے خوبصورت رتھ میں بیٹھ کر سیر کرنے نکل گئے۔ میں خود رتھ ہانک رہا تھا۔ ہم دونوں شہر سے نکل کر مضافات میں آ گئے اور ایک جگہ درختوں کے حسین جھنڈ کے نیچے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ میں تارونہ کو بتا رہا تھا کہ قومی مقابلوں کے بعد ہم لوگ ایتھنز کی ہنگامہ خیز زندگی سے دور کسی چھوٹے سے گاؤں میں چلے جائیں گے اور وہاں ایک خوبصورت سا گھر بنا کر رہیں گے۔ تارونہ کے پاس اتنی دولت تھی کہ ہم دونوں کو زندگی بھر کچھ کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر ہمارے بچے ہوتے تو بھی اس دولت سے بڑی آرام سے عمر گزار سکتے تھے۔

ہم دونوں اپنی محبت بھری سرگوشیوں میں اس قدر گم تھے کہ ہم نے ان لوگوں کے قدموں کی آہٹ نہیں سنی جنہوں نے چپکے چپکے آ کر ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ ہمیں ہوش اس وقت آیا جب ہمارے کانوں میں ارتینوس کی نفرت بھری آواز گونجی۔ "آج تم دونوں بچ کر نہیں جا سکتے۔ میں نے بالآخر اپنی ذلت کا انتقام لے ہی لیا۔"

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ تارونہ خوفزدہ ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ ارتینوس اور ناتوم ننگی تلواریں سونتے ہمارے سامنے کھڑے تھے۔ ایک آدمی ہمارے دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ دو آدمی ہمارے پیچھے کھڑے تھے۔ ارتینوس اور ناتوم کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں لیکن باقی چاروں آدمیوں کے ہاتھوں میں بھاری بھاری گرز تھے جن کی ایک ہی ضرب بڑے سے بڑے سورما کو آناً فاناً ہلاک کر دینے کے لیے کافی تھی۔

"ناتوم! تم تو ایتھنز سے چلے گئے تھے؟" میں نے ناتوم سے پوچھا جو اپنی تلوار کو بیقراری سے ہلا رہا تھا۔

"ناتوم کہیں نہیں گیا تھا۔" ناتوم کے بجائے ارتینوس نے جواب دیا۔ "وہ میرے مکان میں چھپا ہوا تھا۔ تو نے یہ کیسے سمجھ لیا تھا کہ مجھے ذلیل کرنے کے بعد تو زندہ رہے گا۔ ارتینوس کے مقابلے میں آنے والے کے لیے زمین تنگ ہو جاتی ہے بدبخت!"

"لیکن تم مقابلہ ہار چکے ہو اور تمہیں اپنے وعدے کی پابندی کرنی چاہیے۔" تب [illegible] نے کہا۔ "تم نے اپنے جانی گورنر کے سامنے تارونہ سے اپنی باعزت دستبرداری [illegible]

کا اعلان کیا تھا۔"

"اس کی باتوں میں نہ آنا معزز ارتمیوس۔" ناتوم نے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا۔ "اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ آج پورے دس دن ہو گئے ان لوگوں کے پیچھے لگے ہوئے۔ آج ہی تو انہیں تنہائی اور ویرانے میں گھیرنے کا موقع ملا ہے۔"

"تو اپنی ناپاک زبان بند رکھ ناتوم۔" میں نے غصے کے عالم میں ناتوم سے کہا۔ "تو بزدل اور کمینہ ہونے کے ساتھ ساتھ دغاباز اور احسان فراموش بھی ہے۔ میں نے اور مغیلیس نے استاد سے سفارش کر کے تیری جان بچائی تھی ورنہ تو کب کا موت کی نیند سو چکا ہوتا!"

"اور تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے اس احسان کے جواب میں میں ارتمیوس سے سفارش کر کے تیری جاں بخشی کروا دوں۔" ناتوم نے ایک بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ایسا نہیں ہوگا سنہرے بھیڑیے۔ تو نے مجھے اور معزز ارتمیوس کو جو صدمات پہنچائے ہیں، آج ان کا حساب لیا جائے گا۔ اس وقت کوئی بھی تیری مدد کو نہیں آ سکتا۔ ہمارے آدمیوں کے گرز تم دونوں کے جسموں کا قیمہ بنا دیں گے جسے ہم قریبی جھیل میں پھینک کر مچھلیوں کی ضیافت کا اہتمام کریں گے۔"

"شہزورہ کی جاں بخشی دو ارتمیوس۔" تارونہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں شہزور کو چھوڑ کر پھر تمہارے پاس واپس آ جاؤں گی۔ میں زندگی بھر شہزور کی صورت نہیں دیکھوں گی بشرطیکہ تم اس کی زندگی نہ چھینو۔"

"اس کا وقت گزر گیا ہے تارونہ۔" ارتمیوس نے خشک لہجے میں کہا۔ "تو نے خود ہی اپنے لیے اور شہزور کے لیے موت کا راستہ منتخب کیا ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ارتمیوس کی رفیقہ بننے کے بعد کسی دوسرے مرد کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی جرم ہے؟ تو نے میری غیرت کو للکارا۔ اب اس کا انجام تیرے سامنے ہے!"

دراصل پروفیسر میرے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ میں کسی طرح تارونہ کی جان بچاؤں۔ وہ پانچ تھے اور اگر وہ پانچ سو یا پانچ ہزار بھی ہوتے تو بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اور مجھے ان کی کوئی فکر نہ ہوتی۔ لیکن اصل مسئلہ تارونہ کی جان بچانا تھا۔ وہ لوگ میرے ساتھ تارونہ کے بھی خون کے پیاسے تھے۔

میں نے تارونہ سے کہا کہ وہ مجھے مضبوطی سے پکڑے اور ادھر ادھر نہ ہلے۔ تارونہ کی وجہ سے میں صرف دفاعی جنگ لڑنے پر مجبور تھا۔

"حملہ کرو اور ان کی کھوپڑیوں کو ریزہ ریزہ کر دو۔" ارتمیوس نے گرز برداروں کو حکم دیا۔

دو گرز یکے بعد دیگرے ایک بھیانک آواز کے ساتھ میرے سر سے ٹکرائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گئے اور اسی اثنا میں دو گرز میرے سینے سے لپٹی ہوئی تارونہ کے سر پر پڑے جنہیں میں نے فوراً اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور چھین کر بہت دور اچھال دیا۔ میرے سر پر گرزوں کے ٹوٹ جانے کے انوکھے حیرت ناک اور ناقابل یقین واقعے نے ان سب لوگوں کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ اس اچانک اور عجیب و غریب بات سے وہ کسی مدہوش کی طرح بھی نظر آ رہے تھے۔ دو گرز ٹوٹ چکے تھے اور دو دور پھینکے جا چکے تھے۔ [illegible] آدمی غیر مسلح ہو گئے تھے۔ اب صرف ناتوم اور ارتمیوس تلواروں اور خنجروں سے مسلح تھے۔ ابھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے کہ ارتمیوس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اپنا خنجر دور سے پھینک کر تارونہ کی پشت پر مارا۔ یہ کام اس نے اس قدر حیرت انگیز تیزی کے ساتھ انجام دیا کہ میں خنجر کو روک نہ سکا اور میری نظر خنجر پر اسی وقت پڑی جب وہ دستے تک تارونہ کی پشت میں گھس گیا تھا۔ تارونہ نے ایک چیخ ماری اور میرے گرد اس کی گرفت ایک دم ڈھیلی ہو گئی۔ وہ کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح نیچے گر پڑی۔

اور پروفیسر، پھر تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ انہیں لوگوں نے مغیلیس کو زخمی کیا تھا اور اب تارونہ کی جان لے لی۔ تارونہ کو اس بات کی سزا دی گئی کہ اس نے مجھ سے محبت کی تھی۔ میں نے تارونہ کے تڑپتے جسم پر ایک نظر ڈالی جس سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ اور پھر میں نے بجلی کی طرح لپک کر ناتوم اور ارتمیوس، دونوں کو بیک وقت ان کی گردنوں سے پکڑ لیا۔ ان کی [illegible] خوف کے مارے پھیل گئیں لیکن اس بار انہیں معاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے ان دونوں کی کھوپڑیوں کو آپس میں اتنے زور سے ٹکرایا کہ وہ شیشے کی طرح پاش پاش ہو گئیں۔ میں نے ایک جھٹکے سے ان کے بے جان جسموں کو مختلف سمتوں میں پھینکا اور پھر ان چار گرز برداروں کی طرف بڑھا جو بے در بے حیرت انگیز واقعات نے ان کے حواس گم کر دیے تھے۔ مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر انہوں نے مقابلے کے بجائے فرار کی راہ اختیار کرنے کی [illegible] کی لیکن میں ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے تیزی سے لپک کر ان میں سے دو کو ٹانگ سے پکڑا اور زور سے [illegible] ایک قریبی پتھریلی چٹان سے دے مارا۔ باقی دو نے بھاگنے میں مختلف [illegible] اختیار کیں لیکن اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے کسی [illegible] گھوڑے کی طرح دوڑ کر پہلے ایک کو اور پھر دوسرے کو پکڑ لیا اور [illegible] ایک گھونسے سے ان کا خاتمہ کر دیا۔

میں لاشوں کے ہجوم میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ارد گرد پانچ لاشیں [illegible] تارونہ کی لاش، ناتوم اور ارتمیوس کی لاشیں اور دو گرز برداروں کی [illegible] باقی دو گرز برداروں کی لاشیں کچھ دور پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے تارونہ کے جسم کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہ مر چکی تھی۔ "کاش اس نادان لڑکی نے مجھ سے [illegible] نہ کی ہوتی۔" میں نے سوچا۔ مجھے اس کی موت کا بے حد غم تھا۔ اس سے زیادہ مجھے اس بات کا دکھ تھا کہ میں ناقابل تسخیر ہونے کے باوجود اس کی جان نہ [illegible] ارتمیوس نے غیر معمولی پھرتی اور مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں ارتمیوس اور ناتوم کے مڑے تڑے اور مسخ شدہ جسموں کو دیکھنے لگا۔ انا، خود غرضی، حسد اور جھوٹے وقار کے مارے ہوئے یہ لوگ اس حال میں بے بس کتنے مجبور نظر آ رہے تھے! اور میں سوچنے لگا کہ کتنے حقیر اور

بے [illegible] تھے یہ لوگ۔ اپنی اپنی انا کے جھوٹے خولوں میں مقید اور اپنی ہی انا کی [illegible] انہوں نے کس طرح زندگی کی اعلیٰ قدروں کو پامال کرنے کی کوشش کی [illegible] کا نتیجہ انہیں موت کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ میں نے ان چھ کی چھ [illegible] ایک جگہ جمع کیا اور پھر انہیں بڑے بڑے پتھروں سے باندھ کر [illegible] جھیل میں دھکا دیا جہاں وہ گہرائیوں میں ڈوب گئیں۔ ان فانی انسانوں کا [illegible] بھی مٹ چکا تھا۔

اس کے بعد میں نے تارونہ کی لاش کو نہایت احتیاط کے ساتھ ہاتھوں میں [illegible] اور پیدل چل پڑا۔ میرا دل اس شہر سے، یہاں کے دغاباز لوگوں سے اچاٹ [illegible] تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اب جلد از جلد یہاں سے چلا جاؤں اور کسی دوسرے شہر [illegible] لیکن پھر میں نے سوچا کہ مجھے قومی مقابلوں کے انعقاد تک رکنا چاہیے [illegible] استاد سے اس وقت تک رکنے کا وعدہ کر چکا تھا۔

[illegible] سیدھا کلب پہنچا اور میں نے استاد اور مغیلیس کو تنہائی میں بلا کر [illegible] ساری بات بتا دی۔ افسوس، غصے اور صدمے کے مارے دونوں بڑا منولس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ مجھے ان لوگوں کو تسلی دینی پڑی۔ استاد نے مجھے [illegible] دیا کہ اب جبکہ ناتوم اور ارتمیوس مع اپنے ساتھیوں کے ہلاک ہو چکے ہیں [illegible] اس واقعے کا کوئی اور چشم دید گواہ موجود نہیں ہے تو مجھے اس کی تشہیر [illegible] چاہیے۔ میں نے تارونہ کے قتل کا انتقام لے لیا ہے اور اس لیے [illegible] معاملے کو یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ چنانچہ تارونہ کے بارے میں مشہور کر [illegible] گیا کہ وہ سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہو گئی ہے اور اس کی لاش کو [illegible] دفن کر دیا گیا۔ کفن دفن کا سارا انتظام استاد نے اپنے خاص آدمیوں [illegible] کر دیا۔ ارتمیوس، ناتوم اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کے بارے [illegible] علم نہ ہو سکا۔

تارونہ کی موت کے بعد میں زیادہ تر وقت کلب میں گزارنے لگا۔ رات [illegible] تارونہ کے گھر ہی میں سوتا۔ اس گھر کی ایک ایک چیز سے تارونہ کی [illegible] وابستہ تھیں۔ قومی مقابلوں کی تاریخ قریب آ رہی تھی اور اس [illegible] سارے شہر میں سرگرمیوں اور جوش و خروش میں اضافہ ہوتا جا [illegible] رہا تھا۔

مقابلوں میں صرف دو ہفتے باقی رہ گئے تھے کہ میری ملاقات شہرخانہ [illegible] سے ہوئی۔ وہ ایک اعلیٰ پائے کی گلوکارہ تھی۔ اس کی شہرت دور دور [illegible] تک پھیلی ہوئی تھی۔ شہرخانہ بمشکل پندرہ سولہ سال کی لڑکی تھی لیکن بلا کی حسین۔ [illegible] حسین وہ خود تھی، اتنی ہی حسین اس کی آواز تھی۔ میری اس سے ملاقات [illegible] میں ہوئی جو سرسبز کلب کے نگران تارس کے گھر منعقد ہوئی تھی۔ [illegible] مجھے شہرخانہ سے متعارف کرایا اور شہرخانہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشۂ تنہائی میں لے آئی۔ [illegible] شہرخانہ میں میری دلچسپی غیر معمولی تھی۔ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی پروفیسر۔ میں اپنی زندگی میں نہ جانے کتنی مرتبہ اس قسم کے مراحل سے گزر چکا تھا۔

دوسری رات کو جب میں شہرخانہ کے گھر پہنچا تو وہ سراپا انتظار تھی۔ نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر مجھے لعشیہ یاد آ گئی۔ وہ بھی شہرخانہ کی ہم عمر تھی اور اسی کی طرح حسین۔ شہرخانہ میرا ہاتھ پکڑ کر سیدھی اپنی خواب گاہ میں لے گئی اور عجیب سی آواز میں کہا۔ "مجھے یہاں سے لے چلو۔ ہم دونوں اس شہر سے کہیں دور، بہت دور نکل جائیں اور ہماری عمر ایک دوسرے کے ساتھ گزار دیں۔"

"شہزور۔" اس نے ڈر کر

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ہم تھوڑے دنوں بعد اس شہر سے کہیں اور چلے جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں شہزور، تھوڑے دن بعد نہیں ابھی۔ مجھے سمندر میں نکل چلو۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں۔ ہم کہیں بھی چل کر آرام و سکون سے زندگی گزاریں گے۔" اس نے کہا۔

"ابھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مقابلوں کے بعد۔ ابھی تو مجھے پہلوانوں کے احسانات کا بدلہ چکانا ہے۔"

"چھوڑو شہزور۔" اس نے میرے رخساروں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم ان مقابلوں میں حصہ لے کر کیا کرو گے؟ تم نے کافی شہرت اور نام بھی حاصل کر لی ہے اور وہی ہم دونوں کے لیے کافی ہے۔ ان مقابلوں کا خیال چھوڑ دو اور میرے ساتھ کہیں اور چلے چلو۔"

مجھے اس کے اصرار پر کافی تعجب ہوا۔ وہ مجھے مقابلوں میں حصہ لینے سے روک رہی تھی۔ اچانک ایک خیال بجلی کی طرح میرے دماغ میں کوند گیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرایا اور اس سے کہنے لگا۔ "تارس نے اس کے علاوہ اور کیا کیا ہدایتیں دی ہیں؟"

میرے اس اچانک سوال پر وہ بالکل سٹپٹا گئی اور حیرت سے میری شکل دیکھنے لگی۔ "تمہیں — تمہیں کس نے بتایا — تمہیں کیسے معلوم —" اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ سخت سراسیمہ نظر آ رہی تھی۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے شہرخانہ۔" میں نے پیار سے کہا۔ "مجھے جو کچھ معلوم ہے وہ سچ سچ بتا دو۔ ہم دونوں کی بھلائی اسی میں ہے۔"

"شاید میں تمہارے سوال کے جواب میں تمہیں سب کچھ بتا دیتی شہزور، اس لیے کہ میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ تمہیں دھوکا نہیں دے سکتی۔ تم سے قربت حاصل ہونے کے بعد میری نظروں میں ساری دنیا ہیچ ہے۔ میں مر جاؤں گی مگر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گی۔ سنو، تارس نے مجھے ایک بھاری رقم دے کر اس کام پر مامور کیا ہے کہ میں اپنے حسن کے جال کے ذریعے تمہیں مقابلوں میں حصہ لینے سے روکنے کی کوشش کروں اور اصرار کروں کہ تم میرے ساتھ یہاں سے کہیں اور چلے چلو۔ لیکن تارس کو خود بھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ یہ کوشش کامیاب ہو سکے گی۔ چنانچہ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ناکامی کی صورت میں وہ مجھے ایک سفوف دے گا جو میں کسی مشروب میں ملا کر تمہیں پلا دوں۔ جیسا کہ تارس نے بتایا، یہ سفوف انسان کو ہلاک نہیں کرتا۔

لیکن جس کے قوی کو بھی مضمحل کر دیتا ہے اور اس کی توانائی میں بہت کمی آ جاتی ہے۔ تارس کو اگلے مقابلوں میں اپنے کلب کی عزت خاک میں ملتی نظر آ رہی ہے اور وہ اسے بچانے کے لیے سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہے۔"

تو یہ بات تھی پروفیسر، شر نجانہ کو جان بوجھ کر میرے پیچھے لگایا گیا تھا اور یہ حسین جاسوسہ ایک بار میرے قریب آ جانے کے بعد مجھے دھوکہ دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے شر نجانہ سے کہا کہ وہ فی الحال تارس سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہ کرے، میں کل اسے بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔

میں نے استاد کو ساری بات بتا دی۔ اس نے تاسف کے ساتھ گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تارس جیسے جہاندیدہ اور ثقہ آدمی سے اس قبیح حرکت کی امید نہیں تھی۔ خیر، اب تم یہ بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟"

"تارس نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور ہم بھی اسے جواباً دھوکہ دیں گے۔" میں نے کہا۔ "میں شر نجانہ کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ تم اس دوران میں یہ مشہور کر دینا کہ شہزور بستر مرگ پر ہے یا ایتھنز سے رخصت ہو گیا ہے اور وہ مقابلوں میں حصہ نہیں لے گا اور پھر مقابلوں سے صرف ایک دن پہلے میں یہاں موجود ہوں گا۔"

"واہ واہ!" استاد اچھل پڑا لیکن وہ پھر فوراً ہی فکرمند ہو گیا۔ "شہزور میری اور پورے کلب کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی استاد، تم بے فکر رہو۔" میں نے جواب دیا۔ "میں آج ہی شر نجانہ سے کہوں گا کہ وہ تارس کو بتا دے کہ میں اس کے ساتھ ایتھنز سے چلے جانے پر تیار ہو گیا ہوں اور مقابلوں میں حصہ نہیں لوں گا۔"

شر نجانہ نے مجھے بتایا کہ تارس یہ سن کر بہت ہی خوش ہوا اور اس نے شر نجانہ سے وعدہ کیا کہ مقابلوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسے مزید دولت دے گا۔ تارس نے ایتھنز سے کوئی سو میل کے فاصلے پر ایک خوبصورت گاؤں میں ایک مکان کا بندوبست کر دیا ہے جہاں ہم دونوں رہیں گے۔

میں اور شر نجانہ ایتھنز سے روانہ ہو گئے۔ استاد اور مغنیہ کے علاوہ کسی اور کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ میں واپس بھی آؤں گا۔

وہ گاؤں ایک چھوٹی سی پہاڑی کے درمیان گھرا ہوا ایک خوبصورت اور چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں ہر طرف قدرت کی رعنائیاں بکھری پڑی تھیں۔ دراصل تارس نے ہمارے لیے بہت ہی اچھا انتخاب کیا تھا۔ قدرتی مناظر سے آراستہ یہ اس قدر خوبصورت تھا کہ یہاں آنے کے بعد انسان کا کہیں اور جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میں اور شر نجانہ ایک چھوٹے سے مکان میں رہنے لگے جس میں ہماری ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ ہم دن بھر سبزہ زاروں اور جنگلوں کی سیر کرتے۔ حسین اور عجیب و غریب پرندوں کے نغمے سنتے۔ جھیل کے صاف و شفاف نیلگوں پانی میں نہاتے اور رات کو ایک دوسرے کی محبت میں کھو کر محو خواب ہو جاتے۔ شر نجانہ پر اب مجھے پورا اعتماد تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرے گی۔ چنانچہ میں نے اسے بتایا کہ مقابلوں سے دو دن پہلے میں ایتھنز کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔ ایک دن مجھے ایتھنز پہنچنے کے لیے کافی تھا۔

"مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ تم ایسا کرو گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ تم اپنے استاد کو دھوکہ نہیں دے سکتے تھے۔ اسے مشکل میں چھوڑ کر بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ بہرحال اس بات کا خدشہ تارس کو بھی تھا کہ کہیں تم عین موقع پر واپس نہ آ جاؤ اور اس کے لیے اس نے مجھے خاص ہدایات دی تھیں۔ اور وہ یہ کہ اگر تم مقابلوں سے پہلے ایتھنز واپسی کے ارادے کا اظہار کرو تو میں فوراً ہرلوزن کو مطلع کر دوں۔ تم ابھی گاؤں میں رہتا ہے اور میرے خیال میں تارس کا کوئی خاص آدمی ہے۔ اس کا گھر ہمارے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے۔" میں نے ہرلوزن کو دیکھا تھا۔ وہ ایک تنومند اور پہلوان نما آدمی تھا اور اکثر مجھے اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا مالش کرواتا نظر آتا تھا۔

"پھر؟" میں نے پوچھا۔ "ہرلوزن کیا کرے گا؟"

"اس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔" شر نجانہ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "تم اپنا کام کرو اور ہرلوزن کو مطلع کر دو کہ میں مقابلوں سے ٹھیک دو دن پہلے ایک صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو جاؤں گا۔ میری روانگی کے بعد تم میری واپسی تک اسی مکان میں رہنا۔ میں مقابلوں سے فارغ ہوتے ہی سیدھا ادھر آؤں گا۔"

"لیکن ہرلوزن کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے؟" شر نجانہ نے فکرمندی کے ساتھ پوچھا۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

مقابلوں سے دو دن پہلے میں ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر جسے میں ایتھنز سے اپنے ساتھ لایا تھا، علی الصباح روانہ ہو گیا۔ میری ہدایت کے مطابق شر نجانہ نے ہرلوزن کو میرے پروگرام کی اطلاع دے دی تھی۔ شر نجانہ گاؤں سے باہر دور تک مجھے رخصت کرنے آئی۔ جدائی کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"شہزور، نہ جانے مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں تمہیں آخری بار دیکھ رہی ہوں۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ اب دوبارہ کبھی ہماری ملاقات ہو سکے گی۔"

"بے وقوف مت بنو۔" میں نے پیار سے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "میں جلد واپس آ جاؤں گا۔" لیکن پروفیسر مجھے کیا معلوم تھا کہ شر نجانہ جو کچھ کہہ رہی ہے بالکل سچ ہے۔ جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوا، یہ واقعی میری اور اس کی آخری ملاقات تھی۔

میں دوپہر تک آرام سے سفر کرتا رہا۔ میرا گھوڑا بہترین اعلیٰ نسل کا اور تیز رفتار تھا اور مجھے امید تھی کہ میں رات گئے تک ایتھنز پہنچ جاؤں گا۔ ایک رات اور ایک دن کا وقت میرے پاس ہو گا جس میں آرام اور تفریح کر سکتا ہوں۔ استاد کو بھی مجھے دیکھ کر اطمینان ہو جائے گا۔

اب میں ایک تنگ سے راستے سے گزر رہا تھا۔ ایک طرف اونچے اونچے پہاڑی ٹیلے تھے اور دوسری طرف گھنے درخت اور خاردار جھاڑیاں۔ ان کے بیچ میں سے ایک پتلا سا راستہ گیا تھا۔ جس میں ایک وقت میں دو سے زیادہ گھوڑے ... رہے تھے۔ اچانک سامنے سے ایک گھڑ سوار نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بھاری اور نکیلا نیزہ تھا جس کی انی میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ وہ ہرلوزن تھا۔ اس کے پیچھے کئی سوار اور تھے جن میں سے بعض کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور بعض کے ہاتھوں میں تلواریں۔ ہرلوزن نے بغیر کچھ کہے سنے اپنی جگہ سے پینگ کر میرے سینے کا نشانہ لے کر پوری قوت کے ساتھ نیزہ پھینکا۔ ہرلوزن کا نیزہ اتنا بھاری تھا کہ اگر کوئی اور شخص میری جگہ ہوتا تو وہ اس کی پسلیوں کو توڑتا ہوا دوسری طرف سے باہر نکل جاتا لیکن نیزہ ایک دھماکے کے ساتھ میرے سینے سے ٹکرایا اور ٹوٹ کر نیچے گر گیا۔ اس اثنا میں پیچھے سے ایک دوسرے سوار نے پوری قوت سے میری طرف نیزہ پھینکا، لیکن میں نے اسے اپنے قریب آتے ہی ہاتھ سے پکڑ لیا اور واپس اسی شخص کی طرف پھینکا۔ نیزہ اس کی پسلیوں کو توڑتا ہوا نکل گیا اور وہ ایک کراہ کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ ہرلوزن خالی ہاتھ ہو گیا تھا اور یہ صورت حال دیکھ کر سخت پریشان ہو گیا تھا۔ اس کے باقی آدمیوں نے جو پہلے چار تھے اور اب تین رہ گئے تھے، تلواروں کے ساتھ میری طرف پیش قدمی کرنے کی نیم دلانہ کوشش کی۔ نیزہ ٹوٹتے دیکھ کر وہ خاصے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ میں نے ان تینوں سے ایک کی تلوار چھین کر تینوں کا قصہ پاک کر دیا۔ ہرلوزن نے اپنا گھوڑا موڑ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے لپک کر اسے گھوڑے پر سے اٹھا لیا اور وہ کسی کھلونے کی طرح میرے ہاتھ میں آ گیا۔

میں نے ایک ہاتھ سے ہرلوزن کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے خالی گھوڑے کی باگیں کھولیں۔ پھر میں نے ہرلوزن کو اسی کے گھوڑے کی پشت پر باگوں سے اچھی طرح باندھ دیا۔ اس کے بعد میں نے ہرلوزن کے گھوڑے کی باگیں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا۔ دوسرا گھوڑا میرے ساتھ تھا جس کی پشت پر ہرلوزن بندھا ہوا تھا۔

میں جب ایتھنز میں داخل ہوا تو کافی رات ہو گئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا ہو رہا تھا اس لیے کوئی یہ نہیں دیکھ سکا کہ میرے ساتھ والے گھوڑے پر ایک شخص بندھا ہوا ہے۔ میں سیدھا سرسبز کلب پہنچا۔ کلب کا صدر دروازہ بند تھا اور دربان پہرہ دے رہے تھے۔ اندر سے لوگوں کے شور و غل کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ مقابلے میں صرف ایک دن باقی تھا اس لیے کلب میں تیاریاں عروج پر ہوں گی۔ میں نے دربان سے کہا کہ وہ ایک منٹ کے لیے تارس کو بلا لائے۔ دربان تارس کو بلانے چلا گیا اور دوسرا غور سے گھوڑے پر بندھی ہوئی اس گٹھڑی کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں تارس باہر آ گیا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ "تم ۔۔۔۔ شہزور ۔۔۔۔ تم پھر آ گئے؟" اس کے لہجے میں گہرے استعجاب کے علاوہ بے یقینی کی بھی کیفیت پائی جاتی تھی، گویا کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

"ہاں تارس، میں پھر آ گیا ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اور تمہارے لیے ایک تحفہ بھی لایا ہوں۔" میں نے گھوڑے کی باگیں اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ ۔۔۔۔ یہ کیا ہے؟" تارس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ گھوڑے پر بندھی گٹھڑی نیم تاریکی میں صاف نہیں نظر آ رہی تھی۔

"اسے سنبھال کر رکھنا، ہو سکتا ہے پھر کبھی تمہیں اس کی ضرورت پڑے۔" میں نے کہا، اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر گھوڑا موڑ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

طوفان کلب میں زندگی کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ سارے علاقے میں بڑی بڑی مشعلیں جلا کر دن کی سی روشنی پیدا کر دی گئی تھی اور اس روشنی میں لوگ مختلف قسم کی تیاریوں اور مشغلوں میں مصروف تھے۔ استاد مجھے دیکھتے ہی دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گیا۔

"تم آ گئے شہزور۔" اس نے وفور جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔ اب میری عزت محفوظ ہو گئی ہے۔"

"ہاں استاد، میں آ گیا ہوں اور اپنے ساتھ تارس کے لیے تحفہ بھی لایا ہوں جو میں نے اسے پہنچا دیا ہے۔ میں سرسبز کلب سے ہوتا ہوا آ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" استاد نے چونک کر پوچھا۔ "تم سرسبز کلب گئے تھے؟ مگر کیوں؟"

تب میں نے استاد کو ساری بات بتا دی۔

"میں ہرلوزن کو جانتا ہوں۔" استاد نے کہا۔ "آج سے کئی سال پہلے وہ سرسبز کلب سے وابستہ تھا اور ایتھنز کا ناقابل شکست پہلوان کہا جاتا تھا۔ پہلوانی کے علاوہ شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں بھی بہت کم لوگ اس کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن پھر نئے نئے لوگ آتے گئے اور ہرلوزن کئی معرکوں میں شکست کھا جانے کے بعد ایتھنز سے چلا گیا۔ اس کے بعد سے آج پہلی مرتبہ میں اس کے بارے میں سن رہا ہوں۔ بہرحال تم نے یہ بڑا اچھا کیا کہ ہرلوزن کو ہلاک نہیں کیا بلکہ اسے زندہ حالت میں تارس کے حوالے کر کے یہاں چلے آئے۔ اب اگر تارس میں ذرا سی بھی شرم ہو تو اسے چاہیے کہ چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جائے۔"

"اسے چلو بھر پانی میں ڈوب کر مرنے کے لیے پرسوں تک کی مہلت اور دے دو استاد۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

دوسرا دن میں نے کلب کے اندر ہی گزارا۔ کلب کے تمام ساتھی اور کلب کے ہمدرد مجھے دوبارہ اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش تھے اور اب انہیں یقین آ گیا تھا کہ طوفان کلب ان مقابلوں میں سب سے زیادہ اعزازات حاصل کرے گا۔

اور پھر مقابلوں کے انعقاد کا دن آ پہنچا۔ ایتھنز والوں کے لیے جیسے یہ عید کا دن تھا۔ ہزاروں لوگ آس پاس کے علاقوں سے ان مقابلوں کو دیکھنے کے لیے آ رہے تھے۔ شہر میں ہر طرف جشن کا سا سماں تھا۔ زبردست گہما گہمی تھی۔ شہر کے وسط میں واقع وسیع و عریض اسٹیڈیم لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شہنشاہ تالاش اور ملکہ اسطونیہ ان مقابلوں کو دیکھنے کے لیے بنفس نفیس موجود تھے۔ تمام بڑے بڑے امرا و رؤسا اور عمائدین شہر بھی اپنے غلاموں کی ٹولیوں کے ساتھ موجود تھے۔ رنگ برنگے رتھوں اور زرق برق گھوڑوں کا ہجوم تھا جو دور تک پھیلا ہوا تھا۔

پروفیسر، میں نے ایتھنز کو اس سے پہلے بہت پہلے، شاید سینکڑوں سال پہلے بھی دیکھا تھا اور اس کے بعد بھی کئی مرتبہ دیکھا لیکن جو کچھ میں نے اس بار دیکھا وہ نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا اس نے میرے دل میں شدید کراہیت پیدا کر دی۔ اہل ایتھنز عجیب و غریب قسم کے لوگ تھے جن کے کھیلوں کے مقابلے دیکھنے کا مجھے پہلی بار موقع مل رہا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا

کہ یہ لوگ مقابلوں اور کھیل تماشوں میں ڈوب کر انسانیت اور اخلاق کو اس طرح فراموش کر دیتے ہیں کہ صرف درندگی اور حیوانیت باقی رہ جاتی ہے۔

غلاموں کے درمیان کشتی اور شمشیر زنی کے مقابلے ہو رہے تھے۔ غلام بمقابلہ غلام۔ آقا اپنے اپنے غلاموں کی جیت کے متمنی تھے۔ جو غلام ہار جاتا، جیتنے والے غلام کے لیے لازمی ہوتا کہ اسے وہیں اسی جگہ قتل کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تھا تو ڈیوٹی پر موجود سپاہی مفتوح اور فاتح دونوں کو قتل کر دیتے تھے۔ پھر ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دیا جاتا تھا۔ غلاموں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ حیوانوں کی طرح لڑیں۔ ایک دوسرے کو اپنا پیٹ پھاڑ دیں اور جو غلام ایسا کرنے میں ہچکچاتا تھا اسے کوڑے مارے جاتے تھے۔ جب دیکھتے ہی دیکھتے غلاموں کی لاشوں کا ڈھیر لگ گیا۔ ان میں بہت سے فاتح غلام بھی تھے جنہوں نے اپنے مفتوح کو قتل کرنے سے انکار کر دیا تھا اور نتیجۃً انہیں سپاہیوں نے ہلاک کر ڈالا تھا۔ لوگ ان مناظر کو دیکھ کر خوشی سے دیوانہ وار چلاتے اور تالیاں بجاتے۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کی انسانی روحوں نے ان کے جسموں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور وہ بھیڑیے بن گئے ہیں۔ اس ملک میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ انسانی خون کی ارزانی ہی ارزانی تھی۔

اور پھر ایک عجیب و غریب مقابلہ پیش کیا گیا۔ یہ مقابلہ شیروں اور شتر مرغوں کے درمیان تھا۔ شتر مرغ کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اگر خطرے میں گھر جائے تو گھوڑے کی طرح لات مارتا ہے اور اس کی لات ایک اچھے خاصے مضبوط جانور کی کھوپڑی توڑ دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ لوہے کے بڑے بڑے اور بھاری پنجروں میں خوفناک شیر بند تھے۔ ایک پنجرے میں ایک بھاری بھرکم شتر مرغ کو چھوڑ دیا گیا۔ شیر غرایا۔ شتر مرغ سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ شیر دھاڑ کر آگے بڑھا اور شتر مرغ نے اچھل کر اس کے منہ پر زور سے لات ماری۔ شیر گھبرا کر پیچھے ہٹا اور اگلے لمحے میں اس نے شتر مرغ کے چیتھڑے کر ڈالے۔ مجمع سب تالیوں کو چیخ رہا تھا، تالیاں بجا رہا تھا۔ اور پھر میں نے اس سے بھی زیادہ خوفناک اور دہلا دینے والا منظر دیکھا۔ ایک غلام کو دونوں ہاتھوں میں تلواریں دے کر شیر کے پنجرے میں چھوڑ دیا گیا۔ اہل تمدن نے اپنی تفریح طبع کے لیے کیا کیا طریقے ایجاد کیے تھے! غلام خوفزدہ ہو کر پنجرے سے نکل جانے کے لیے جدوجہد کرتا رہا، لیکن اسے زبردستی اندر دھکیل دیا گیا۔ شیر اس پر حملہ آور ہوا۔ غلام نے تلواروں کی مدد سے اپنی جان بچانے کی کوشش کی لیکن شیر نے اسے حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ مجمع ایک بار پھر شور مچانے لگا۔

اس قسم کے بیہودہ مناظر دیکھ کر میرا جی متلانے لگا اور بے ساختہ وہاں سے چلے جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن ابھی مجھے بہت کچھ برداشت کرنا تھا اس لیے میں خاموشی سے بیٹھا یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ پھر رتھوں کی دوڑ شروع ہوئی جس میں بہت سے رتھ حصہ لے رہے تھے۔ تیز رفتاری کے باعث کئی رتھ راستے میں الٹ گئے۔ ان کے پہیے اڑ گئے، گھوڑوں اور انسانوں کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ لیکن فوراً ہی ان ٹکڑوں کو "کوڑے" کی طرح راستے سے ہٹا دیا گیا۔ دیکھنے والوں کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا۔ رتھوں کی دوڑ کا راستہ خون میں ڈوب گیا تھا لیکن وحشیانہ دوڑ برابر جاری تھی۔ واہ رے لوگ۔

مختلف قسم کے کھیل تماشوں اور مقابلوں کا سلسلہ تادیر جاری رہا۔ میں سخت اکتا گیا تھا کہ اچانک اعلان کے مطابق ایک شمشیر زن سپاہی میدان میں آیا۔ اس نے تمام شمشیر زنوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ اس کی دعوت کے جواب میں ... کلب کا ایک شمشیر زن مقابلے میں آ گیا اور تلواروں کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ تلواریں اتنی تیزی سے چل رہی تھیں کہ ان پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ اچانک سرسبز کلب کے شمشیر زن کی تلوار نے پہلے شمشیر زن کی گردن کو کاٹ کر دور پھینک دیا۔ خون کے فوارے بہنے لگے اور سرسبز کلب کے شمشیر زن کا لباس بھی سرخ ہو گیا۔

سرسبز کلب کے شمشیر زن نے تین اور شمشیر زنوں کو ہلاک کیا اور ان کی لاشیں اسٹیج پر سے ہٹا دی گئیں۔ اب وہ ایک ناقابل شکست ہیرو کی طرح کھڑا ہوا سب کو للکار رہا تھا۔ کوئی اور اس کے مقابلے کے لیے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ تب استاد نے مجھے اشارہ کیا اور ایک تلوار میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں میدان میں داخل ہوا۔ مجمع میں پھر جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی۔

سرسبز کلب کے شمشیر زن کے ساتھ میرا مقابلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ دراصل وہ اس قدر ماہر تھا کہ میری تلوار کو اپنے جسم تک پہنچنے ہی نہ دیتا تھا اور میں اپنی غیر معمولی جسمانی طاقت کا مظاہرہ کر کے اس پر غالب نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس کی تلوار کی بجلیاں کئی بار میرے جسم پر گریں لیکن مجھے زخمی کیے بغیر غائب ہو گئیں۔ بالآخر میں نے غلطی کر کے اور صحیح نشانہ لے کر اس کی کلائی پر ایک وار کیا۔ اس کی کلائی شدید زخمی ہو گئی اور تلوار اس کی گرفت سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔ مجمع میں شور مچ گیا۔ شکست خوردہ شمشیر زن، جس نے مجھ سے پہلے تین انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا، خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میری شکل میں اسے موت نظر آ رہی تھی۔ طوفان کلب والوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔

لیکن میں اسے قتل کرنے کے بجائے واپس اپنی نشست پر آنے لگا۔ سپاہیوں نے مجھے روک لیا۔ "مفتوح کو قتل کر دو۔" مجھے حکم دیا گیا۔ "قتل کر دو" ہر طرف سے صدائیں آنے لگیں۔ لیکن میں نے سپاہیوں کو دھکا دے کر راہ سے ہٹایا اور واپس آنے لگا۔

فوراً ہی کئی منتظمین دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے مجھے روک لیا۔ "تمہیں اسے قتل کرنا ہوگا۔" انہوں نے زور دے کر کہا۔

"مگر کیوں؟ میری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ مقابلہ ہار گیا ہے، اتنا کافی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جو لوگ اس سے مارے گئے تھے ان کی بھی اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن اس نے ان سب کو قتل کیا۔ شمشیر زنی کے مقابلے کا یہی اصول ہے۔ تمہیں ہر حال میں اسے قتل کرنا ہوگا۔"

"میں ایسا کرنے سے انکار کرتا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ "تم مجھے بلاوجہ قتل کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

"مفتوح کی جان بخشی کا حق صرف شہنشاہ کو ہے۔ تم اس بارے

میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے شہنشاہ کے حضور میں لے چلو۔" میں نے کہا۔

منتظمین مجھے دونوں طرف سے پکڑ کر شہنشاہ تالاش کے حضور میں لے گئے۔ جو ملکہ اسطونیہ کے ساتھ ایک طلائی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد امراء اور عمائدین سلطنت کا ہجوم تھا۔ گورنر بھی موجود تھا جس سے میں ایک بار پہلے مل چکا تھا۔ ملکہ اسطونیہ میرے سنہری بدن کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ منتظمین نے شہنشاہ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ سخت برہمی کے انداز میں ساری باتیں سنتا رہا۔

"تمہیں مفتوح کو قتل کرنا پڑے گا، ورنہ پھر خود بھی قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ!" اس نے غصے میں کہا۔ "مقابلے کے اصول بدلے نہیں جا سکتے!"

"کیا ابھی تم کسی اور مقابلے میں بھی حصہ لینے کا ارادہ رکھتے ہو؟" ملکہ اسطونیہ نے بڑی نرم اور شیریں آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"جی ہاں ملکہ عالیہ ——— میں کشتی کے مقابلے میں حصہ لوں گا۔" میں نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"شہنشاہ والا مرتبت!" ملکہ نے شہنشاہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کنیز کی رائے میں آپ کشتی کے مقابلے کے انجام تک اس تنازعے کے فیصلے کو ملتوی کر دیں۔ بس نوجوان کے علاوہ مفتوح شمشیر زن کو بھی حراست میں لے لیا جائے۔ ان دونوں کے مقدر کا فیصلہ کشتی کے مقابلوں کے اختتام کے بعد کیا جائے۔"

"ہمیں اپنی حسین ملکہ کی دانائی پر واقعی فخر ہے۔" شہنشاہ نے مسکرا کر کہا۔ "ملکہ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ اس سنہری نوجوان اور مفتوح شمشیر زن کو زیر حراست سمجھا جائے۔"

میں اپنی نشست پر واپس آ گیا اور دو مسلح سپاہی مجھے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ استاد سخت پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے اسے ساری بات بتائی تو وہ کچھ مطمئن ہوا۔

بالآخر کشتی کے مقابلوں کا وقت آیا۔ کئی پہلوانوں میں آپس میں مقابلے ہوتے رہے۔ ہڈیاں چٹختی رہیں، گردنیں ٹوٹتی رہیں، ہاتھ پیر توڑے جاتے رہے۔ بالآخر گوشت کا ایک نہایت بھاری بھرکم اور ہیبت ناک تودہ، جو کسی دوسرے شہر سے آیا تھا، میدان میں نمودار ہوا۔ لوگ اسے دیکھ کر دیوانہ وار تالیاں بجانے لگے۔ مجمع کے شور و غل نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ گوشت کا تودہ اسٹیج کے وسط میں کھڑا ہو گیا اور اس نے للکار کر مقابلے کی دعوت دی۔ اب تک جتنے پہلوانوں کے درمیان کشتیاں ہوئی تھیں، ان میں جیتنے والے سبھی شدید طور پر مجروح تھے اور اگر وہ مجروح نہ بھی ہوتے تو بھی ان میں سے کوئی اس لائق نہیں تھا کہ اس پہاڑ سے ٹکر لینے کی جرأت کر سکے۔ اس کا ایک ہی گھونسہ ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ دینے کے لیے کافی تھا۔ کوئی شخص بھی گوشت کے تودے کے مقابلے کے لیے آمادہ نہ تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر استاد کا اشارہ پا کر میں اسٹیج کی طرف بڑھا۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنسنے لگا اور یوں لگا جیسے گوشت کے تودے میں زلزلہ آ گیا ہو۔ "تو مجھ سے مقابلہ کرے گا!" اس نے تضحیک آمیز انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا زندگی سے تیرا دل بھر گیا ہے؟ ابھی تیرے مرنے کے دن نہیں ہیں۔"

میں نے اس کی لن ترانیوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا ہو کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ مجمع میری اس جسارت پر دم بخود تھا۔ غالباً استاد، ستوریسا اور چند دوسرے لوگوں کے علاوہ کسی کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں گوشت کے اس پہاڑ سے ٹکرا کر زندہ بچوں گا۔ میں نے ایک نظر تماشائیوں پر ڈالی۔ ہر شخص ہماری جانب متوجہ تھا۔

پھر گوشت کے تودے میں اچانک ایک زوردار حرکت ہوئی اور اس نے اپنا بھرپور گھونسہ میرے سر پر مارا۔ بڑے زور کے دھماکے کی آواز ہوئی اور گوشت کا تودہ کراہ کر اپنا ہاتھ جھٹکنے لگا۔ دوسری مرتبہ اس نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے اچھل کر ایک زوردار لات میرے سینے پر رسید کی لیکن وہ اپنی ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ شدید تکلیف کی وجہ سے اس کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا۔ شاید اس کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے اوپر اٹھانا چاہا تو وہ بری طرح ڈکرانے لگا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اسے اٹھا کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ مگر وہ کسی ذبح کیے ہوئے بیل کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ وہ دوبارہ گر پڑا۔ اس کی ایک ٹانگ بے کار ہو گئی تھی۔ اور وہ اس کے بھاری جسم کا بوجھ نہیں سہار پا رہی تھی۔ میں اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر فاتحانہ انداز میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ مجمع نے تحسین و آفرین کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ میں نے موٹے پہلوان پر ایک وار بھی نہیں کیا تھا اور وہ محض میرے جسم سے ٹکرا کر اپنی ہڈیاں تڑوا بیٹھا تھا۔ طوفان کلب کے اعزازات میں ایک اور نمایاں اضافہ ہو چکا تھا۔ پھر کئی لوگ آگے اور بمشکل موٹے پہلوان کو سہارا دے کر لے گئے۔

اچانک ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا۔ ایک شیر کا پنجرہ نہ جانے کس طرح کھلا رہ گیا تھا اور وہ موقع پاتے ہی دھاڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ وہ سخت غصے میں بپھرا ہوا تھا۔ پنجرے سے باہر نکلتے ہی وہ سیدھا اس طرف لپکا جہاں شہنشاہ اور ملکہ اپنے مصاحبین اور دیگر زعما کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تیزی سے اس طرف بڑھ رہا تھا۔ چار پانچ محافظ تلواریں سونتتے ہوئے شیر کی طرف لپکے لیکن اس نے ایک پنجے میں دو محافظوں کو ڈھیر کر دیا۔ ان کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ باقی محافظ بھاگ نکلے۔ اچانک شہنشاہ اور ملکہ گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمائدین شہر بھی کھڑے ہو گئے۔ مجمع میں بھگدڑ مچ گئی۔ بلوار بازوں کا ایک دستہ تیزی سے پیچھے سے بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ ان کے ساتھ نیزہ بردار بھی تھے۔ لیکن میرا اندازہ تھا کہ جب تک یہ دستہ شیر کے پاس پہنچے گا اس وقت تک شیر شہنشاہ اور ملکہ کے پاس پہنچ چکا ہوگا۔ میں نے بجلی کی سی

تیزی کے ساتھ چھلانگ لگائی اور شیر کو راستے میں ہی روک کر اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ دوسرے ہاتھ سے میں نے اس کے دونوں پنجے جکڑ لیے۔ مجمع میں جیسے غدر برپا ہو گیا۔ لوگ بری طرح چیخ رہے تھے سب کو یقین تھا کہ شیر میری تکا بوٹی کر کے پھینک دے گا لیکن لوگوں کی حیران نظروں نے دیکھا کہ شیر کی لاش نیچے پڑی ہے اور میں فاتحانہ انداز میں اس کے جسم پہ پیر رکھ کر کھڑا ہوں۔ مجھے ہلکی سی خراش تک نہ آئی تھی۔

اس عرصے میں تلوار بازوں اور نیزہ بازوں کا دستہ ہمارے قریب آ چکا تھا۔ وہ لوگ حیرت اور بے یقینی کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ "تم نے اسے ہلاک کر دیا؟" ایک تلوار باز نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مگر تمہارے جسم پر کوئی زخم تک نہیں آیا؟"

"میں نے اسے زخم لگانے کا موقع نہیں دیا۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

شہنشاہ کے حکم پر مجھے دوبارہ اس کے اور ملکہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ "تیری جرأت اور بہادری کا یہ واقعہ دیکھنے والوں کے لیے سچا، جبکہ سننے والوں کے لیے ناقابل یقین ہے نوجوان۔" شہنشاہ نے کہا۔ "تو نے اس درندے کو جس انداز میں ہلاک کیا ہے اس کی مثال ایتھنز کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ یقیناً دیوتا تجھ پر مہربان ہیں۔"

"تو حیرت انگیز حد تک بہادر ہے نوجوان۔" ملکہ نے میرے جسم کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کمال تو یہ ہے کہ شیر تیرے جسم پر ایک نشان بھی نہ ڈال سکا۔"

"میں عزت افزائی کے لیے معزز شہنشاہ اور ان کی لائق تعظیم ملکہ کا شکر گزار ہوں عالی جاہ۔" میں نے اپنے استاد کے انداز میں لفاظی کرتے ہوئے کہا۔ دراصل میں صرف اپنے استاد کی توقیر بڑھانا چاہتا تھا ورنہ مجھے ان عالی جاہ قسم کے لوگوں سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

شہنشاہ نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا اور جب اسے معلوم ہوا کہ میں طوفان کلب سے تعلق رکھتا ہوں جس کا سربراہ استاد اشکند ہے، تو اس نے استاد کو بلوا بھیجا۔ استاد جب آیا تو اس کے چہرے سے خوشی چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ اس نے شہنشاہ اور ملکہ کو تعظیم دی اور ان دونوں نے استاد کو مبارکباد دی کہ اس کے کلب میں ایسا غیر معمولی بہادر انسان موجود ہے۔ ایک مزے کی بات یہ ہوئی کہ اس ہنگامے میں سب لوگ یہ بات بھول گئے کہ میں سر سبز والوں کے شمشیر زن کے ساتھ زیر حراست تھا اور ہمارے درمیان قضیے کا فیصلہ کشتی کے مقابلوں کے اختتام پر ہونے والا تھا۔ شہنشاہ نے استاد کو حکم دیا کہ وہ دوسرے دن مجھے لے کر دربار میں حاضر ہو جہاں مجھے مناسب انعامات سے نوازا جائے گا۔ میں نے محسوس کیا کہ ملکہ کی نگاہیں برابر میرے جسم کا طواف کر رہی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ شہنشاہ کے گرد موجود لوگوں میں سے ایک شخص مجھے ناپسندیدگی اور شبہے کی نظروں سے دیکھ رہا ہے جیسا کہ بعد میں استاد نے مجھے بتایا اس شخص کا نام طالیموس تھا اور وہ شہنشاہ کے خصوصی مقربین میں سے ایک تھا۔

استاد کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا طوفان کلب نے مقابلوں میں شاندار کامیابیاں حاصل کی تھیں اور پورے ایتھنز میں اسی کا نام گونج رہا تھا۔ میں نے شیر کو ہلاک کر کے جو کارنامہ انجام دیا تھا اس کی دھوم سارے شہر میں تھی، اور میرے نام کے ساتھ طوفان کلب اور استاد کا نام آنا تو بیحد ضروری تھا ہی۔ استاد کے لیے یہ بڑی عزت کی بات تھی کہ شہنشاہ نے خود ہم لوگوں کو دربار میں طلب کیا تھا جہاں وہ مجھے انعام دینا چاہتا تھا۔ میں نے استاد سے کہا کہ اب میرا اصل کام ختم ہو چکا ہے، اور میں واپس شہر بنجانہ کے پاس چلا جانا چاہتا ہوں جہاں میں اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں سوچوں گا۔ میں نے تو اس سے کہا کہ مجھے درباروں اور انعام و اکرام سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ میری طرف سے یہ انعامات خود حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن استاد بضد ہو گیا کہ میں چند روز اور قیام کروں اور کل دربار میں ضرور حاضری دوں ورنہ شہنشاہ اسے حکم عدولی پر محمول کرے گا اور استاد کی حیثیت متاثر ہو گی۔

میں ایک بار پھر استاد کے کہنے پر رک گیا اور دوسرے دن استاد کے ساتھ دربار میں پہنچا۔ ایتھنز کے دربار کی شان و شوکت واقعی قابل دید تھی۔ لیکن مجھے اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی میں تو جلد از جلد یہ کام ختم کر کے یہاں سے بھاگ نکلنا چاہتا تھا۔ میری اور استاد کی دربار میں مناسب طور پر پذیرائی کی گئی، لیکن طالیموس کی نظروں میں میرے لیے بدستور ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے شہنشاہ سے کہا۔ "حضور والا! مجھے یہ شخص کوئی خطرناک قسم کا جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ کل اس نے جس طرح شیر کو ہلاک کیا، وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے جسم اور بالوں کی رنگت سنہری ہے۔ کیا آپ نے کبھی کوئی سنہرا انسان دیکھا ہے؟ میرے خیال میں یہ شخص کسی خطرناک ارادے سے ایتھنز میں داخل ہوا ہے اور میری ناچیز رائے میں آپ اس کو اس وقت تک قید میں رکھیں جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس شخص کی اصلیت کیا ہے۔"

استاد، طالیموس کی باتیں سن کر سخت پریشان ہوا، وہ تو مجھے لے کر یہاں انعام کے لیے آیا تھا، اور یہاں میری گرفتاری کے مشورے ہو رہے تھے۔ ابھی استاد نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ شہنشاہ نے طالیموس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "اس کی اصلیت کس طرح معلوم کی جا سکتی ہے؟"

"اسے بڑے دیوتا کے مقدس مندر میں دیوتا کے بت کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا جائے۔ اگر یہ جادوگر ہے تو خود بخود جل کر بھسم ہو جائے گا کیونکہ دیوتا کے بت کے سامنے کوئی جادوگر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ جادوگر نہیں ہے تو زندہ واپس آ جائے گا۔" طالیموس نے کینہ بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیری تجویز معقول ہے طالیموس۔" شہنشاہ نے جواب دیا۔ "اور یہ کام تو ہی کرے گا۔ آج رات تو اسے دیوتا کے مندر میں لے جائے گا تب تک کے لیے یہ شخص محل کے قید خانے میں رہے گا۔"

استاد کی زبان گنگ ہو گئی لیکن میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں یقین دلایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے سپاہیوں کے ہمراہ ایک قید خانے میں جو محل کے اندر ہی موجود تھا بند کر دیا گیا۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور خاموش رہا۔

رات کو طالیموس اپنی منحوس صورت لیے ہوئے مسلح سپاہیوں کے ایک دستے کے ساتھ قید خانے میں آیا اور مجھے نکال کر لے چلا۔ مسلح سپاہی میرے ساتھ تھے۔ ہم لوگ بڑے دیوتا کے مندر کے قریب پہنچے اور پھر اندر داخل ہو گئے۔ طالیموس آگے آگے تھا اور میں اس کے پیچھے، اور میرے پیچھے سپاہیوں کی ایک بھاری جمعیت۔ کئی دالانوں اور کمروں سے گزرتے ہوئے ہم لوگ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے جس کے ایک کنارے ایک بہت بڑا بت نصب تھا جس کے قدموں میں ایک زبردست الاؤ روشن تھا۔ اس وقت میں نے اس الاؤ کو رسم کا ایک حصہ ہی سمجھا، لیکن اس کی اصل وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔ کمرے میں آنے کے بعد طالیموس نے تمام مسلح سپاہیوں کو باہر بھیج کر دروازہ اندر سے بند کر لیا اور صرف تین چھوٹے افسروں کو جو بڑے زور و توش کے مالک تھے، ساتھ رہنے دیا۔ اس نے مجھے الاؤ کے قریب جانے کا حکم دیا۔ میں جیسے ہی الاؤ کے نزدیک پہنچا، اچانک ان چاروں نے مجھے پوری زور سے الاؤ میں دھکیل دیا۔ میں چونکہ اس کے لیے تیار نہیں تھا اور مجھے اس قسم کی کسی بات کی توقع تھی، اس لیے میں توازن برقرار نہ رکھ سکا اور الاؤ میں جا گرا۔ "یہ ارتینوس کے قتل کا بدلہ ہے بدنصیب۔" طالیموس نے مجھ سے کہا۔ "میں ارتینوس کا دوست تھا، اور جب وہ تجھے اذیت دینے کے لیے نکلا تھا تو مجھے بتا گیا تھا لیکن اس کے بعد پتہ نہ چلا کہ اس کے ساتھیوں کا، سب کو جیسے زمین نگل گئی۔ اور پھر تو نے ... کے مردہ جسم کو یہ کہہ کر دفن کروا دیا کہ وہ سانپ کے کاٹنے سے مر گئی ہے۔ اور اس بات سے میرا شبہ یقین میں بدل گیا کہ وہ تینوں ... کی لڑائی میں تیرے ہاتھ سے مارے گئے اور ... بھی ہلاک ... نکلا میں تب سے تیری تاک میں تھا۔ آج میرا موقع لگا ہے اور شہنشاہ کے حضور میں تیری راکھ پیش کروں گا۔"

وہ یوں بول رہا تھا اور اسے یقین تھا کہ اب میری چیخیں بلند ہوں گی لیکن وہ تھک گیا کیونکہ اس کے کانوں نے ابھی تک کوئی چیخ نہیں سنی... میرے جسم کے سارے کپڑے جل گئے اور میں آگ میں ایک نئی زندگی اور نئی توانائی حاصل کر رہا تھا۔ میں الاؤ میں لیٹ گیا تھا اور دہکتے شعلوں کے سبب طالیموس اور اس کے ساتھیوں کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، شاید وہ چیخنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا۔ طالیموس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اب تک وہ مر چکا ہو گا۔" اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ "اب ہمیں چلنا چاہیے ہم شہنشاہ کو بتا دیں گے کہ آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔"

"ابھی تھوڑی دیر اور ٹھہرو۔" طالیموس نے کہا۔ "اسے پوری طرح جل جانے دو۔"

اور میں کافی دیر تک غسل آتش کرنے کے بعد اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ میری نس نس میں ایک نئی زندگی، نئی توانائی دوڑ رہی تھی۔ مجھے الاؤ سے زندہ سلامت باہر نکلتا دیکھ کر وہ چاروں پتھر کے بت بن گئے حیرت کے مارے ان کے منہ سے کوئی آواز ہی نہیں نکلی۔ وہ خوفزدہ ہو کر مجھے دیکھ رہے تھے میرا جسم پالش کیے ہوئے سونے کی مانند اس طرح چمک رہا تھا کہ اس پہ نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔

طالیموس نے سب سے پہلے بھاگنے کے لیے قدم اٹھایا لیکن میں نے ڈانٹ کر اسے روک دیا۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا۔ گویا اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔ اس کے تینوں ساتھی زرد پتوں کی طرح کانپ رہے تھے۔ وحشت نے ان کے حواس معطل کر دیے تھے۔ میں نے لپک کر طالیموس کو پکڑ لیا اور ان تینوں چھوٹے افسروں سے کہا کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ہو گا۔ میں نے اچانک طالیموس کو الاؤ میں اچھال دیا۔ طالیموس کی چیخیں صرف چند لمحوں کے لیے بلند ہوئیں اور پھر صرف الاؤ میں لکڑیاں چٹخنے کی آوازیں آتی رہیں۔ تینوں چھوٹے افسر بے حس و حرکت تصویر حیرت بنے کھڑے تھے۔

"کیا تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو؟" میں نے ان سے سوال کیا۔

وہ تینوں میرے قدموں میں گر پڑے اور گڑگڑا کر اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگے۔

"اچھا تو سنو۔" میں نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم لوگ مجھے شہنشاہ کے پاس لے چلو گے۔ وہاں جا کر تم کہو گے کہ طالیموس مجھے آگ میں دھکیلنا چاہتا تھا لیکن اس کے اپنے جسم کا توازن بگڑ گیا اور وہ اچانک الاؤ میں گر پڑا۔ اس کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں کہنا ہے۔"

وہ تینوں خوشی خوشی اس بات کے لیے راضی ہو گئے۔ جان کے خوف نے انہیں جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کا لبادہ اتروا لیا اور اس سے اپنے جسم کو ڈھانپا۔ ہم لوگ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔

دوسرے دن صبح دربار میں استاد بھی موجود تھا۔ تینوں چھوٹے افسروں نے مجھے شہنشاہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے وہی بات دہرائی جو میں نے ان کو بتائی تھی۔ شہنشاہ کو سخت تعجب ہوا لیکن مسطونیہ، جو اس کے برابر بیٹھی تھی، کہنے لگی۔ "عالی جاہ میرا خیال ہے کہ دیوتاؤں نے طالیموس کو سزا دی ہے۔ اس نے ایک جری، بہادر اور حوصلہ مند انسان پر جھوٹا الزام لگا کر اس کی توہین کی

تھی۔ دیوتاؤں نے یہ بات سخت ناپسند کی اور آگ کو حکم دیا کہ وہ طالیوس کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔" ملکہ میٹھی میٹھی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میں اپنی دانش مند ملکہ کی فہم و فراست کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔" شہنشاہ نے کہا "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شہزور جادوگر نہیں ہے بلکہ دیوتاؤں نے اس پر مہربانیاں کی ہیں اور اسے زبردست جسمانی قوت عطا کی ہے۔ وہ ایتھنز کے لیے ایک قابل فخر انسان ہے۔ میں اس کو اور اس کے استاد اشکندر کو عزت و انعام کا مستحق سمجھتا ہوں۔"

اور پھر شہنشاہ کی طرف سے مجھے بہت سے قیمتی انعامات عطا کیے گئے۔ میرے لیے الگ انعامات تھے، استاد کے لیے الگ اور ہمارے کلب کے لیے الگ۔ جب ہم لوگ دربار سے رخصت ہوئے تو انعامات سے لدے پھندے تھے۔ لوگ ہمیں رشک بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ استاد کو دہری خوشی تھی۔ ایک تو اس بات کی خوشی کہ میں طالیوس کے مکر سے بچ گیا اور دوسرے اس عزت و احترام کی خوشی تھی جو ہمیں دربار کی جانب سے حاصل ہوا تھا۔

کلب میں پہنچ کر استاد نے مجھ سے طالیوس کے بارے میں حقیقت دریافت کی۔ اور میں ایک بار پھر مصلحت کی بنا پر حقیقت کی پردہ پوشی کے لیے مجبور تھا۔ میں نے استاد کو بتایا کہ اصل بات وہی ہے جو میرے افسروں نے شہنشاہ کے سامنے بیان کی ہے۔ طالیوس مجھے واقعی الاؤ میں دھکیلنا چاہتا تھا، لیکن میں تیزی سے ایک طرف ہو گیا اور وہ اپنی جھونک میں آگ میں گر کر جل گیا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ طالیوس کو تم سے کیا دشمنی تھی؟" استاد نے پوچھا۔ "تم دونوں تو ایک دوسرے سے واقف بھی نہیں تھے۔"

"وہ شہنشاہ کے مقربین میں سے تھا۔" میں نے اصل بات کو چھپاتے ہوئے کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ میری قوت سے خوفزدہ ہو گیا ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ کہیں میں شہنشاہ کے زیادہ قریب نہ آ جاؤں، اور آئندہ چل کر اس کی راہ میں دشواریاں نہ پیدا کر دوں۔ اس لیے وہ مجھے شروع سے ہی اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہو۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" استاد نے جواب دیا "لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے شیطانی ذہن نے پورا منصوبہ سوچ سمجھ کر بنایا تھا، ورنہ تم بروقت سنبھل کر الگ نہ ہٹ جاتے تو اس وقت تک تمہاری راکھ کا بھی پتہ نہ چلتا، اور شہنشاہ کو یہی یقین دلا دیا جاتا کہ تم جادوگر تھے اور دیوتاؤں نے تمہیں جلا ڈالا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ استاد کے فرشتوں کو بھی اس بات کی خبر نہیں تھی کہ طالیوس مجھے الاؤ میں گرانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اپنی دانست میں اس نے مجھے جلا کر بھسم کر ڈالا تھا۔ لیکن میں پھر بھی زندہ سلامت تھا۔ بھلا میں استاد کو یہ کیسے بتا سکتا تھا کہ میں تو غسل آتش کر کے آیا ہوں۔

اس روز سارا دن طوفان کلب میں شہر کے معززین و عمائدین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا جو مجھے اور استاد کو ہماری کامیابیوں کی مبارک باد دینے آ رہے تھے۔ استاد نے آنے والے مہمانوں کی پرتکلف خاطر تواضع کا اہتمام کیا تھا۔ استاد کے بعد پورے کلب میں جو شخص سب سے زیادہ خوش تھا وہ غزلیک تھا، ویسے اس نے بھی نیزہ بازی کے مقابلے میں فتح حاصل کی تھی اور طوفان کلب کے اعزازات میں ایک کا اضافہ کیا تھا۔ سارا دن لوگوں کی مبارک بادیں وصول کرتے گزر گیا اور رات کو استاد نے نہایت پرتکلف کھانے کا بندوبست کیا۔

ہم اب استاد کے سارے قرضے چکا چکا تھا اور اب مجھ پر اس کا کوئی اخلاقی دعویٰ باقی نہیں رہا تھا، چنانچہ میں نے استاد کو بتایا کہ میں ایک دن اور قیام کرنے کے بعد اس سے اگلے دن گاؤں روانہ ہو جاؤں گا، جہاں خبر نجاد میرے انتظار میں بے چین ہو گی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا ایک ایک لمحہ بڑی مشکل سے گزر رہا ہو گا۔ خود میں بھی اس کے لیے بے چین تھا اور جلد از جلد اس کے پاس پہنچ کر کچھ دن آرام اور سکون کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

استاد میری بات سن کر افسردہ ہو گیا لیکن اس نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے کہا کہ اس کی خواہش تو یہ تھی کہ میں مستقلاً یہاں قیام کرتا اور اس کلب کو ہی اپنا گھر سمجھتا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد میں اس کے کام کو جاری رکھوں اور اس کلب کا نظم و نسق سنبھال لوں۔ لیکن میں نے بڑی نرمی سے استاد کی پیشکش مسترد کر دی اور اس سے کہا میں اس قسم کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے موزوں نہیں ہوں۔ میں نے وہ تمام انعامات جو شہنشاہ کی جانب سے مجھے ملے تھے، استاد کے حوالے کرنے چاہے، لیکن اس نے انہیں لینے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔

مجھے اب ایتھنز میں صرف ایک دن اور رکنا تھا، اور اس سے اگلے دن علی الصباح روانہ ہو جانا تھا۔ لیکن روانگی سے پہلے والے دن صبح کو جب میں ناشتہ کرنے کے بعد ایتھنز کی آخری بار سیر کرنے کی غرض سے کلب سے باہر نکلا تو میں نے صدر دروازے کے قریب ایک شخص کو کھڑا دیکھا جو مجھے دیکھتے ہی میری طرف بڑھا۔ "آپ کے لیے ایک ضروری پیغام ہے۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"تم کون ہو اور تم نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ میں باہر ضرور نکلوں گا؟ تم اندر کیوں نہیں آ گئے؟"

"میں تھوڑی دیر اور انتظار کرتا، اس کے بعد اندر آ کر آپ سے تنہائی میں ملاقات کرتا۔ میری مالکہ کا حکم یہی ہے کہ ان کا پیغام آپ کو بالکل تنہائی میں دیا جائے۔" اس شخص نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تمہاری مالکہ؟" میں نے پوچھا "کون ہے تمہاری مالکہ اور مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"

"میری مالکہ کا نام ملکہ اسطوفینہ ہے اور وہ شہنشاہ ہیالاش کی بیوی ہے۔" اس شخص نے مرعوب کن لیکن دھیمے لہجے میں کہا "ملکہ نے آپ کے لیے یہ پیغام دیا ہے کہ آپ آج سورج ڈھلنے کے ایک ساعت کے بعد شاہی محل کے مغربی کنارے والے چھوٹے دروازے پر آ جائیں۔ دروازہ آپ کو کھلا ملے گا۔ اس میں سے گزر کر آپ سیدھے چلے جائیں تو باغ کے پچھلے اور سنسان حصے

میں پہنچ جائیں گے جہاں ایک کمرے والی ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ ملکہ وہیں آپ کی منتظر ہوں گی۔ ملکہ کا حکم ہے کہ یہ بات کسی اور کو نہ معلوم ہونے پائے۔"

"لیکن ملکہ اسطوفینہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "شہنشاہ ایتھنز کی بیوی مجھ سے تنہائی میں اس قدر رازداری کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتی ہے؟"

"اس کا جواب تو ملکہ عالیہ آپ کو خود ہی دے سکتی ہیں۔" اس شخص نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "میرا کام تو آپ کو ملکہ کا پیغام پہنچانا تھا، سو میں نے پہنچا دیا۔ میں ملکہ کا معتمد خصوصی ہوں اور میرا نام راسل ہے۔ اچھا، اجازت دیجیے۔" اتنا کہہ کر وہ شخص چل دیا۔

میں اس ملاقات کا مقصد کچھ کچھ سمجھ رہا تھا، لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ جو کچھ میں سوچ رہا ہوں وہ درست ہے۔ ملکہ ایک سن رسیدہ اور ڈھلی ہوئی عمر کی عورت تھی، میں اس سے مشکل ہی توقع کر سکتا تھا کہ وہ مجھ سے جنسی آسودگی کی طالب ہو گی۔ ہو سکتا ہے وہ کسی اور سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتی ہو۔ میں نے شہنشاہ کے عدیم المثال نمونے پیش کیے تھے اور ایتھنز میں ہر طرف میرے ذکر کی گرم بازاری تھی۔ ہو سکتا ہے وہ کسی امیر یا لیڈر کو ٹھکانے لگوانا چاہتی ہو۔ میں اول اس ملاقات کے لیے آمادہ نہیں تھا کیونکہ میں اب جلد از جلد خبر نجاد کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔ نہ معلوم ملکہ میرے ذمے کیا کام لگا دے جس میں مجھے کتنے دن اور رکنا پڑے۔ میں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ ملکہ کی دعوت نظر انداز کر کے سیدھا گاؤں کا رخ کروں، لیکن پھر میں نے سوچا کہ شاید اس ملاقات کے نتیجے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جس سے استاد اور طوفان کلب کو آئندہ چل کر کوئی فائدہ پہنچنے کی امید ہو، چنانچہ میں نے بادل ناخواستہ اس ملاقات کی دعوت قبول کر لی۔ میں نے کلب میں واپس آ کر غزلیک کو الگ لے جا کر ساری بات بتا دی اور اس کو ہدایت کی کہ وہ استاد سے اس کے بارے میں کوئی ذکر نہ کرے۔ غزلیک نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا کہ ملکہ سے مل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محل کے مغربی دروازے پر مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس طرف روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا کیونکہ یہ دروازہ ہر وقت بند رہتا تھا اور صرف ہنگامی صورت حال میں کھولا جاتا تھا۔ میں نے کلب سے روانہ ہوتے وقت غزلیک کو بتا دیا تھا کہ میں ملکہ کے حکم کے مطابق اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ میں دروازے پر پہنچا اور میں نے اسے ہلکا سا دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ میں اندر داخل ہوا۔ مہینے کی آخری تاریخیں تھیں اور ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ میرے دائیں بائیں طرف بہت دور روشنیاں نظر آ رہی تھیں جہاں یقیناً پہرے دار موجود ہوں گے۔ میں سیدھا چلتا ہوا باغ کے سنسان اور ویران گوشے میں پہنچ گیا، جہاں اندھیرے میں سفید رنگ کی ایک بالکل چھوٹی سی عمارت کسی جن کی طرح آسمان کی طرف سر اٹھائے کھڑی تھی۔ عمارت کے واحد اندرونی کمرے کا دروازہ بھڑا ہوا تھا لیکن اس کی درزوں سے ہلکی ہلکی روشنی چھوٹ رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے دروازے پر دباؤ ڈالا، دروازہ کھل گیا۔ میں محتاط انداز میں اندر داخل ہو گیا۔

"تم آ گئے سنہری جسم والے حسین شہزور؟" میرے کانوں میں ملکہ اسطوفینہ کی نرم و شیریں آواز گونجی۔ وہ سامنے ایک کوچ پر دراز تھی۔

"میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہوں ملکہ عالیہ۔" میں نے زمین پر نظریں گاڑے ہوئے جواب دیا "دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ مجھے کام بتا کر آپ فوراً رخصت کر دیں، کیونکہ اس طرح آپ کی عزت و وقار کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہے۔ اس تنہائی اور ویرانے میں آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں۔"

"ان رسمی باتوں کو چھوڑو شہزور۔" ملکہ نے کہا۔

"ملکہ عالیہ، آپ ایتھنز کے شاہ ذی وقار کی بیوی ہیں، آپ ایتھنز کی آبرو ہیں۔ کوئی ایسا قدم مت اٹھائیے جو آپ کے منصب اور شان کے منافی ہو۔ میں آپ کے قابل نہیں ہوں، آپ ایک شادی شدہ اور معزز ترین خاتون ہیں۔" میں نے کہا "مجھے جانے کی اجازت دیجیے۔" اور میں وہاں سے چلنے لگا، لیکن اسطوفینہ نے میرا راستہ روک لیا۔ "تم اس طرح نہیں جا سکتے شہزور۔" اس کی آواز میں جھلاہٹ تھی۔ "تمہیں اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے، یونان کی ملکہ تمہیں دعوت دے رہی ہے۔"

"مجھے اس دعوت کے قبول کرنے سے معذور سمجھا جائے ملکہ عالی مرتبت۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ میں شہر خانہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"تم میری توہین کر رہے ہو نوجوان۔ اور اس سلطنت کی سرزمین پر وہ شخص زندہ نہیں رہ سکتا جس نے میری توہین کی ہو۔" ملکہ نے غصے سے کہا۔

"آپ خود اپنی توہین پر آمادہ ہیں ملکہ عالیہ۔" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اس عمارت سے کچھ فاصلے پر جھاڑیوں کی اونچی اونچی باڑ دیکھی ہے؟" ملکہ نے عجیب و غریب سوال کیا۔

"جی ہاں، میں نے دیکھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس دور تک پھیلی ہوئی باڑ کے پیچھے درجنوں مسلح پہرے دار موجود ہیں جو میری ایک چیخ کے جواب میں چند منٹ کے اندر اندر یہاں آ سکتے ہیں۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم پر ایتھنز کی ملکہ پر تنہائی میں مجرمانہ حملہ کرنے کا الزام عائد کیا جائے اور تم عبرت ناک موت سے ہمکنار ہو؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کا مطالبہ پورا کرنے کے بجائے میں موت کو ترجیح دوں گا۔" میں نے زہرخند کرتے ہوئے جواب دیا۔

غصے اور تذلیل کے احساس سے ملکہ کا سارا جسم کانپنے لگا۔ اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔ "میں ——— میں تمہیں آخری موقع دیتی ہوں احمق۔ اب بھی سوچ لو۔"

"میں مجبور ہوں ملکہ عالیہ۔" میں نے جواب دیا۔

اور پھر ملکہ کا شاہی غرور اس کے جذبات عشق پر غالب آ گیا۔ جالیکبی

حلق پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگی "پکڑو ـــــ پکڑو ـــــ دوڑو ـــــ دوڑو ـــــ"

اور اس کے ساتھ ہی دور سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پہرے دار بھاگتے ہوئے اندر آ رہے تھے۔ میں فرار ہونے کی کوشش کر سکتا تھا لیکن میں حیران ہو رہا تھا کہ ایسا نہیں کیا۔ میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دینا چاہتا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ عیاشیوں، سازشوں اور ظلم و بربریت سے بھرے ہوئے اس شہر کے حکمرانوں اور ان کے حواریوں کو ایسا سبق دوں گا جسے وہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔

بھاگتے ہوئے مسلح پہرے دار عمارت کے کمرے میں داخل ہو گئے جہاں ملکہ شلوطیت کی تصویر بنی بری طرح آہ و بکا کر رہی تھی "اسے گرفتار کر لو" ملکہ نے چیخ کر کہا "یہ یہاں تنہائی میں سیر کرنے آئی تھی کہ یہ میری خلوت میں زبردستی گھس آیا۔ یہ مجھے بے عزت کرنا چاہتا تھا"

پہرے داروں کی تعداد ایک درجن سے کم نہیں تھی۔ اگر وہ ہزاروں کی تعداد میں بھی ہوتے تو میرا کیا بگاڑ سکتے تھے لیکن میں نے مزاحمت نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا جنہوں نے آناً فاناً مجھے رسیوں میں جکڑ دیا۔

میں نے بغیر کسی مزاحمت کے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا اور سپاہیوں نے آناً فاناً مجھے رسیوں میں جکڑ لیا۔

مجھے ایتھنز کی اس عیاش اور مکار ملکہ کی اس احمقانہ حرکت پر سخت غصہ تھا۔ اس نے میرے ساتھ واقعی بڑا ظلم کیا تھا۔ میری شرافت اور نیکی کے بدلے وہ میری جان کے درپے ہو گئی تھی اور اب اس نے میری زندگی کو ختم کروانے کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ مجھے میری حکم عدولی اور گستاخی کی پوری پوری سزا دلوائے بغیر نہ چھوڑے گی، اور ظاہر ہے کہ اس نے جو الزام میرے اوپر لگایا تھا اس کی سزا موت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی تھی۔ کس شخص میں اتنی جرأت ہو سکتی تھی کہ شہنشاہوں کے شہنشاہ تالاش کی ملکہ اسطونینہ کی جانب بُری نظر سے دیکھے؟ اور ایسی جرأت کرنے والا شخص بھلا کیونکر زندہ رہ سکتا تھا؟ ادھر میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ ملکہ اسطونینہ کو اس کی مکاری اور دغابازی کی سزا دیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ اسے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک یاد رکھے گی، اور جب تک وہ زندہ رہے گی کبھی کسی بے گناہ مرد پر ایسے گھٹیا اور جھوٹے الزامات لگانے کی جرأت نہیں کرے گی۔ چنانچہ اپنے اس فیصلے کے تحت میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور سپاہیوں کو اپنی من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

"ارے یہ تو شہزور ہے" ایک سپاہی نے مشعل میرے قریب لا کر مجھے دیکھتے ہوئے غور سے کہا۔

"ہاں یہ شہزور ہے" واقعی یہ دوسرے نے مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ آتی رات گئے یہاں کیا کر رہا ہے؟ اور یہ محل میں بزدلانہ کے گھسا کیسے؟"

"اسے پہاڑی والے قید خانے میں لے جا کر قید کر دو" ملکہ اسطونینہ نے چیخ کر سپاہیوں کو حکم دیا "یہ چوروں کی طرح شاہی محل میں گھسا ہے اور اس نے مجھے تنہا پا کر میری عزت پر حملہ کرنا چاہا"

"تمہاری عزت؟" میں نے تلخی سے کہا "ملکہ اسطونینہ کیا واقعی تمہاری بھی کوئی عزت ہے؟"

"خاموش گستاخ" ایک سپاہی نے میرے منہ پر زور سے تھپڑ مارتے ہوئے کہا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اپنا ہاتھ پکڑ کر درد سے کراہنے لگا۔ ملکہ اسطونینہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

"تم نے اپنی شجاعت و جرأت کی قوتوں کا بڑا گھٹیا استعمال کرنے کی کوشش کی ہے شہزور" دوسرے سپاہی نے میرے جسم کے گرد رسیوں کی گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے کہا "شہنشاہ نے تمہیں عزت بخشی تھی اور تمہیں گراں قدر انعام و اکرام سے نوازا تھا لیکن افسوس کہ تم نے ان اعزازات کی قدر نہیں کی۔ اب موت تمہارا مقدر ہے اور تم اسی کے مستحق بھی ہو۔ لیکن مجھے ذاتی طور پر اس کا افسوس ہوگا کیونکہ اس طرح ایتھنز اپنے ایک بہادر سے محروم ہو جائے گا"

"یہ موت کی آرزو کرے گا اور موت اس سے بھاگے گی" ملکہ اسطونینہ نے نفرت سے دانت پیس کر کہا "میں اسے اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گی۔ اس نے میری بے عزتی کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کے جسم کے روئیں روئیں سے اپنا انتقام لوں گی۔ یہ میرا قیدی ہے اور میں ہی اس کی قسمت کا فیصلہ کروں گی"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے اسطونینہ" میں نے سکون سے جواب دیا "میں ہمیشہ اپنے مقدر کا فیصلہ خود ہی کرتا ہوں"

"اسے فی الحال پہاڑی والے قید خانے میں لے جاؤ" ملکہ اسطونینہ نے میری بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا "اور وہاں جا کر اسے بند کر دو۔ اور خبردار اس واقعے کی اطلاع اس وقت تک کسی کو نہ ہو جب تک کہ میں خود اس کا حکم نہ دوں۔ خود شہنشاہ کو بھی ابھی اس کے بارے میں بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود انہیں مناسب وقت پر اس واقعے سے آگاہ کروں گی۔ فی الحال ارکیداس کی تحویل میں دے دو اور اسے میری طرف سے ہدایت کر دو کہ اس کے بارے میں کسی سے ذکر نہ کرے"

سپاہیوں نے فرمانبرداری کے ساتھ اپنی گردنیں جھکا دیں اور میرے رسیوں میں بندھے ہوئے جسم کو کھینچتے ہوئے ایک طرف لے چلے۔

ہم لوگ محل کے اسی پچھلے دروازے سے باہر نکلے جس دروازے سے میں کچھ دیر پہلے داخل ہوا تھا۔ لیکن تب کی اور اب کی صورت حال میں بڑا فرق تھا۔ اس وقت میں آزادانہ طور پر اور اپنی مرضی سے محل میں داخل ہوا تھا اور اب میں ظاہراً ملکہ اور اس کے سپاہیوں کی مرضی سے اس جگہ سے جا رہا تھا۔ محل کے دروازے کے باہر گھپ اندھیرا اور گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور دور تک کسی جاندار کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے تاریکی میں سپاہیوں کے ہیولوں کو گننے کی کوشش کی۔ وہ تعداد میں دس تھے اور انہوں نے چاروں طرف سے مجھے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

ہم لوگوں کا پیدل سفر نہ جانے کتنی دیر تک جاری رہا۔ اندھیرے میں سمت اور مقام کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ تاہم اتنا اندازہ تو میں ضرور لگا سکتا تھا کہ ہم لوگ شہری حدود سے بہت آگے نکل آئے ہیں اور اب جس علاقے سے گزر رہے ہیں وہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں ہے اور ارد گرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور ٹیلے ہیں۔

آخر کافی دیر تک چلنے کے بعد نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی پتھروں کی ایک مہیب عمارت کے دھندلے دھندلے نقوش میری نگاہوں کے سامنے ابھرنے لگے۔ یہ عمارت پہاڑیوں کے درمیان میں اس طرح سے بنی ہوئی تھی کہ باہر سے دیکھنے میں بالکل ہی نظر نہیں آتی تھی۔ ہم لوگوں کا قافلہ ایک بڑی سی چٹان کے سامنے سے گزر کر مڑ کر اسی چٹان کے پیچھے پہنچ گیا۔ یہاں لکڑی کا ایک بہت بڑا اور بھاری بھرکم صدر دروازہ ہمارے سامنے تھا جس کے آگے دو مسلح محافظ ٹہل رہے تھے۔ دروازے پر ایک چربی کی مشعل جل رہی تھی جس کی مدھم روشنی میں محافظوں کی شکلیں بڑی پُراسرار اور ڈراؤنی سی لگ رہی تھیں۔

"کون ہے؟" دونوں پہرے داروں میں سے ایک کی آواز بلند ہوئی اور اس نے فوراً نیام میں سے اپنی تلوار باہر نکال لی۔ دوسرے محافظ نے آگے بڑھ کر دیوار میں لگی ہوئی مشعل کو نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور ہماری طرف بڑھا۔

"ارکیداس کہاں ہے؟" ہمارے قافلے کے سردار نے محافظ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"ارکیداس ابھی ذرا دیر پہلے اپنے گھر گیا ہے" محافظ نے جواب دیا "لیکن تم کون ہو اور یہ کس قیدی کو یہاں لائے ہو؟"

"ہم شاہی محل کے محافظ ہیں" ہمارے قافلے کے سردار نے کہا "تم جلدی سے ارکیداس کو بلواؤ۔ ہم ملکہ اسطونینہ کے قیدی کو لائے ہیں"

"ملکہ اسطونینہ کے قیدی کو؟" اس شخص نے کہا اور پھر اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ ارکیداس کو بلا لائے۔

ارکیداس یقیناً کہیں بالکل ہی قریب رہتا تھا کیونکہ ایک لمحے بعد ہی وہ اس محافظ کے ساتھ آ گیا۔ میں نے نیم تاریکی میں ارکیداس کو دیکھا۔ وہ ایک بے حد خوبصورت اور صحت مند جسم کا مالک تھا اور اس کا چہرہ اس کی شکل سے کافی رعب ٹپک رہا تھا۔

"اچھا تو یہ تم ہو گورمز" اس نے ہمارے قافلے کے سردار کو پہچان کر اس سے مخاطب ہو کر کہا "کیا قصہ ہے؟"

"قصہ یہ ہے میرے دوست کہ اس وقت ایتھنز کا نامی گرامی پہلوان شہزور ملکہ اسطونینہ کے قیدی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ ہے۔ ملکہ عالیہ کا حکم ہے کہ اسے تمہاری تحویل میں دے دیا جائے اور تم اس کو قید خانے میں بند کر دو۔ اس بدنصیب کے مقدر کا فیصلہ ملکہ عالیہ خود کریں گی اور جب تک ان کا حکم نہ ہو اس واقعے کے بارے میں کسی کو کچھ بھی نہ بتایا جائے"

"ملکہ عالیہ کا حکم سر آنکھوں پر" ارکیداس نے جواب دیا اور اپنے لباس کی جیب میں سے چابیوں کا ایک بھاری سا گچھا نکالا۔ اس نے ایک چابی تلاش کر کے تالے میں لگائی۔ میں نے غور سے دیکھا۔ وہ لوہے کا ایک بہت بڑا اور وزنی تالا تھا جو لکڑی کے دیو پیکر دروازوں کے مضبوط آہنی کنڈوں میں لگا ہوا تھا۔ ارکیداس نے چابی لگا کر تالا کھولا اور زور لگا کر آگے کی طرف دھکا دیا۔ دروازہ ایک زبردست چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ گورمز اور ارکیداس نے چار سپاہیوں کو اندر آنے کا حکم دیا اور باقی سے باہر ٹھہرنے کے لیے کہا۔ ایک سپاہی نے جلتی ہوئی مشعل ہاتھ میں لے لی۔ ہم لوگ ایک طویل ڈیوڑھی طے کر کے ایک اور بھاری دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ اس میں بھی ایک وزنی تالا لگا ہوا تھا۔ ارکیداس نے ایک چابی سے وہ تالا کھولا اور ہم لوگ ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہو گئے جس کے ایک کنارے پر سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ میرا جسم ابھی تک بری طرح رسیوں میں جکڑا ہوا تھا اور دو محافظ میرے دائیں بائیں چل رہے تھے جبکہ ایک پیچھے سے مجھے ٹہوکے دے رہا تھا۔ ہم لوگ طویل سیڑھیاں اتر کر ایک تہ خانے میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا تہ خانہ تھا لیکن یہاں بھی لکڑی کا ایک بھاری دروازہ تھا۔ جس میں ایک تالا لگا ہوا تھا۔ ارکیداس نے یہ تیسرا تالا بھی چابی کی مدد سے کھولا اور اب ہمارے سامنے ایک اور مختصر سا کمرہ تھا جس کی چھت اندھیرا ہونے کے باوجود بہت اونچی نظر آ رہی تھی۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی مجھے سخت تعفن کا احساس ہوا۔ کمرے میں جگہ جگہ گھاس پھوس کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور موٹے موٹے چوہے ادھر سے ادھر دوڑ لگا رہے تھے۔ نیم تاریکی میں ان کی آنکھیں بڑے خوفناک انداز میں چمک رہی تھیں۔ دور ایک گوشے میں گھاس پھوس کے ایک ڈھیر پر ایک انسانی جسم پڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ اور روشنی کے باعث

انسانی جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تقدوس" ارکیداس نے انسانی جسم سے مخاطب ہو کر کہا "ہم نے تمہاری تنہائی دور کرنے کا سامان کر دیا ہے۔ آج تمہارے ساتھ اس کوٹھڑی میں ایک نئے قیدی کا اضافہ ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ تم اس کی صحبت سے اس وقت تک لطف اندوز ہو گے جب تک کہ اس کے مقدر کا فیصلہ نہیں ہو جاتا" اور اس کے ساتھ ہی ارکیداس نے حکم دیا کہ میرے جسم کی رسیاں کھول دی جائیں۔ اور جیسے ہی سپاہیوں نے میری رسیاں کھولنی شروع کیں ویسے ہی ارکیداس نے اپنی کمر سے لگی ہوئی تلوار نیام سے کھینچ کر نکال لی۔ گورمز اور باقی محافظوں نے بھی اپنی تلواریں نیام سے باہر نکال لیں۔ میں ان کی اس احتیاط پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ غالباً وہ لوگ میرے رسیاں کھولنے پر کچھ ایسا ہی ڈر رہے تھے اور اپنی دانست میں ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور اس خطرے کے پیش نظر کہیں میں رسیوں سے آزاد

ہونے کے بعد فرار ہونے کی کوشش نہ کروں۔ انہوں نے اپنی تلواریں سونت لی تھیں لیکن ان بے چاروں کو اس بات کی کیا خبر تھی کہ ساری دنیا کی تلواریں بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہیں۔

"دور کونے میں چلے جاؤ۔" میری رسیاں کھل جانے کے بعد ارکیداس نے اپنی تلوار کی نوک کو میرے سینے میں چبھوتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی اور فرمانبرداری کے ساتھ دور کونے میں اس طرف چلا گیا جہاں گھاس پھوس کے ڈھیر میں وہ انسانی جسم چھپا ہوا تھا۔ اس کے بعد ارکیداس، گومرا اور ان کے ساتھی احتیاط کے ساتھ کمرے کے باہر نکلے۔ بھاری دروازہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ بند ہو گیا اور باہر سے تالا لگانے کی آواز سنائی دی۔ ان لوگوں کے ساتھ ہی مشعل بھی باہر چلی گئی اور کمرے میں قبر کی سی تاریکی چھا گئی۔ ایسی دبیز تاریکی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا ساری فضا میں کسی نے بھیانک سیاہیاں انڈیل دی ہیں۔ اندھیرا ہوتے ہی کمرے میں موٹے موٹے خونخوار چوہوں کی بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ وہ آزادی کے ساتھ ادھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ دو ایک چوہے میرے جسم پر بھی چڑھ آئے لیکن میں نے انہیں چیونٹی کی طرح مسل کر پھینک دیا۔ میرے ہاتھ گندے ہو گئے اور مجھے سخت گھن آنے لگی۔

"میرا نام اقلوس ہے۔" گھور اندھیرے میں میرے قریب سے ایک مردانہ آواز بلند ہوئی۔ "تمہارا نام کیا ہے اور تمہیں کس جرم میں یہاں لایا گیا ہے؟"

"ایتھنز کے لوگ مجھے شہر دوست کہتے ہیں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اور میں یہاں اس لیے لایا گیا ہوں کہ میں نے ایتھنز کی بوڑھی اور جادوگر ملکہ کی نفسانی خواہش کی تکمیل سے انکار کر دیا تھا بلکہ اسطوفینہ نے غصے اور انتقامی جذبات سے مغلوب ہو کر مجھے یہاں پھنکوا دیا ہے۔ اسطوفینہ کہتی ہے کہ اب وہ میرے مقدر کا فیصلہ خود کرے گی۔"

"دراصل تم بھی اسطوفینہ کے زہر کے ڈسے ہوئے ہو۔" گھاس پھوس کے ڈھیر میں سے آواز آئی۔ "کیا تم مجھے تفصیل سے بتانا پسند کرو گے کہ اسطوفینہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟"

میں نے مختصراً اسے اسطوفینہ کے بلاوے، اپنے محل میں جانے، اسطوفینہ کی دعوت سے انکار اور اپنی گرفتاری کے بارے میں تفصیل بتائی۔ اقلوس خاموشی سے میری باتیں سنتا رہا اور پھر مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ "اس وقت یہاں گھور اندھیرا ہے اور اس اندھیرے میں میں تمہاری شکل نہیں دیکھ سکتا لیکن ایک بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ تم بہت خوبصورت اور صحت مند جوان ہو، یہی وجہ ہے کہ اسطوفینہ نے تمہیں منتخب کیا تھا۔ بہرحال تم اگر اس کی دعوت قبول بھی کر لیتے تو بھی تمہارا انجام اس سے مختلف نہ ہوتا جو ہونے والا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ دوسری صبح سورج نکلنے سے پہلے اس شخص کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ یہ کام وہی پہرے دار انجام دیتے ہیں جو باہر کے پیچھے موجود تھے۔ یہ ملکہ کے خاص آدمی ہیں اور جن کا سردار گومرا ہے جو تمہیں یہاں لے کر آیا تھا۔ یہ سپاہی سرکاری خزانے سے تنخواہ پانے کے علاوہ ملکہ سے بھی الگ تنخواہ پاتے ہیں جو گویا رازداری کی قیمت ہے۔ بدنصیب نوجوان کو سورج نکلنے سے پہلے ہلاک کر دینے کے بعد اس کی لاش کو وہیں باغ میں دفن کرنے کے بعد مٹی برابر کر دی جاتی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جیسے ہی کوئی نوجوان چوری چھپے ملکہ کے بلاوے پر اس کی خلوت میں داخل ہوتا ہے، ویسے ہی باغ کے ایک ویران گوشے میں اس کی قبر کھودنے کی تیاریاں شروع کر دی جاتی ہیں۔ ایک جیتے جاگتے صحت مند اور زندگی سے بھرپور شخص کی قبر جس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ اگلے دن کا سورج نہیں دیکھ سکے گا۔" اقلوس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"لیکن کیا شاہ تالاش کو اپنی ملکہ کی ان بداعمالیوں کی کوئی خبر نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کس کی مجال ہے جو شاہ تالاش کے سامنے اس بارے میں زبان کھولنے کی جرأت کر سکے۔" اقلوس نے کہا۔ "ویسے بھی ملکہ بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتی ہے اور ملکہ کے خاص خاص آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہے اور ان لوگوں کو اس نے جاگیروں کے عوض خرید رکھا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ملکہ کے راز کو افشا کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تمہیں یہ ساری باتیں اتنی تفصیل کے ساتھ کیسے معلوم ہو گئیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک لمبی اور دردناک کہانی ہے۔" اقلوس نے جواب دیا۔ "صبح ہونے پر میں تمہیں اپنی داستان غم سناؤں گا۔"

"ابھی کیوں نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی اس لیے نہیں کہ مجھے اندھیرے میں بات کرنے سے سخت الجھن ہوتی ہے۔ جب تک میں اپنے مخاطب کا چہرہ نہ دیکھوں میں زیادہ بات کرنا پسند نہیں کرتا۔" اس نے جواب دیا۔

میں اس کی اس عجیب و غریب منطق پر حیران سا ہو گیا۔ بہرحال اس کی مرضی تھی، میں خاموش ہو گیا۔ سارے کمرے میں چوہوں کی بھاگ دوڑ بری طرح جاری تھی اور اندھیرے میں جگہ جگہ ان کی چمکتی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ لیکن اب وہ میری طرف نہیں بڑھ رہے تھے۔ بار بار طرح طرح کی سرسراہٹوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کمرے میں چوہوں کے علاوہ دیگر حشرات الارض بھی موجود ہیں۔

"کیا اس کمرے میں بہت زیادہ چوہے ہیں؟" میں نے اقلوس سے پوچھا۔

"ہاں، ان کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے اور ان کے کئی خاندان

یہاں آباد ہیں۔" اس نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "بات یہ ہے کہ جب میں پہلے پہل یہاں آیا تھا تو ان چوہوں کے ہاتھوں سخت پریشان رہا تھا۔ وہ رات کو میرے اوپر چڑھ آتے اور کئی مرتبہ انہوں نے مجھے کاٹ بھی کھایا۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس سے میں انہیں مار سکتا یا بھگا سکتا۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ اس کوٹھڑی میں گھاس پھوس کا نیا ذخیرہ لایا گیا جس میں اتفاق سے ایک موٹی اور لمبی سی لکڑی بھی ساتھ میں آ گئی۔ میں نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ یہ بڑی مضبوط لکڑی کا تقریباً چار فٹ لمبا ٹکڑا تھا۔ اس لکڑی نے غلیظ تہ خانے میں میری بڑی مدد کی۔ میں نے اس کے ذریعے راتوں کو کئی چوہوں کو مار کر ہلاک کیا اور اس کے بعد اپنے لیٹنے کے لیے ایک گوشہ مخصوص کر لیا۔ اب چوہے اس گوشے کا رخ نہیں کرتے کیونکہ وہ لکڑی سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ البتہ باقی سارے کمرے میں وہ دندناتے پھرتے ہیں اور خوب موٹے ہو رہے ہیں۔"

"لیکن ان چوہوں کو یہاں کھانے کو کیا ملتا ہے؟ اور اگر انہیں کھانے کو نہیں ملتا تو پھر وہ یہاں زندہ کس طرح ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اب میرے دوست میں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس غلیظ تہ خانے میں انسان کو کس کس طرح اذیت پہنچایا جاتا ہے۔" اس نے کہا۔ "ان چوہوں کی باقاعدہ پرورش کی جاتی ہے اور انہیں بھی روزانہ اسی طرح کھانا دیا جاتا ہے جس طرح قیدی کو دیا جاتا ہے۔ نہ جانے کہاں سے کھانے کی چیزیں جمع کی جاتی ہیں جن میں سڑی گلی اشیا بھی شامل ہوتی ہیں۔ غالباً وہ اشیا ہوتی ہیں جو لوگ اپنے گھروں کے باہر پھینک دیتے ہیں۔ پھر اس سارے ملغوبے کو چوہوں اور دیگر حشرات الارض کی ضیافت اور افزائش کی غرض سے اس تہ خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ چوہوں اور دیگر کیڑے مکوڑوں کو خوب پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتا ہے، اس لیے انہیں یہاں سے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی افزائش نسل بھی ہوتی رہتی ہے اور تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تاہم اس لکڑی کے مل جانے سے اتنا فرق ضرور ہے کہ اب میری راتیں ذرا آرام سے گزر جاتی ہیں، ورنہ پہلے تو میں ساری ساری رات جاگ کر ان وحشی چوہوں سے جنگ کرتا رہتا تھا اور میری تمام تر مستعدی کے باوجود وہ مجھے کاٹ لینے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔"

"کس قدر انسانیت سوز ماحول ہے اس تہ خانے کا۔" میں نے نفرت کے ساتھ کہا۔ "کیا کسی انسان کے لیے اتنی ہی سزا کافی نہیں ہے کہ اسے اس تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے؟ ان ظالموں کا دل اس پر بھی نہیں بھرتا۔"

"اب یہ چوہے تمہیں بھی پریشان کریں گے۔" اقلوس نے کہا۔ "کیا تم یہ لکڑی لے لو۔ میں آج رات لکڑی کے بغیر ہی گزارہ کر لوں گا۔ کل ان کے بارے میں کچھ سوچیں گے۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ابھی تک کسی چوہے نے مجھ پر حملہ نہیں کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ مجھ پر حملہ نہیں کریں گے۔"

"کیوں؟" اقلوس نے پوچھا۔ "کیا تم گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان نہیں ہو؟ کیا تمہارا جسم مٹی اور پتھر سے بنایا گیا ہے؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور فوراً ہی میرے ذہن نے ایک معقول عذر سوچ لیا۔ "بات یہ ہے میرے دوست کہ ایک بار میں سخت بیمار پڑ گیا تھا اور کئی نامی گرامی طبیبوں نے میرا علاج کیا تھا۔ ان طبیبوں کی زبانی مجھے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ میرے بدن کے گوشت میں ایک خاص قسم کی مہک ہے جو حشرات الارض کے لیے سخت ناپسندیدہ ہے۔ اسی لیے کوئی چھوٹا موٹا جانور یا کیڑا مکوڑا میرے جسم کو نہیں چھوتا۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے بدن کے گوشت کی یہ خصوصیت آج میرے لیے اس اندھیرے تہ خانے میں ایک بہت بڑا سہارا بن گئی ہے۔"

"حیرت ہے۔" اقلوس نے جواب دیا۔ "میں نے آج تک اس قسم کی کوئی بات نہیں سنی۔"

تھوڑی دیر ہم لوگ اسی طرح ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اور پھر تھوڑی دیر بعد اقلوس خراٹے لینے لگا۔ میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ میں ابھی تک فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اب میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ میں اندھیرے میں ہی ٹٹول کر گھاس پھوس کے ڈھیر پر لیٹ گیا۔ میری پشت کا دباؤ پڑتے ہی اچانک بڑے زور سے "چیں" کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے جلدی سے اپنی پشت زمین پر سے ہٹا لی اور اس جگہ کو ٹٹول کر دیکھا۔ وہاں ایک موٹا تازہ چوہا مرا پڑا تھا۔ اس کا جسم بے حرکت ہو گیا تھا مگر اس میں گرمی موجود تھی۔ میں نے چوہے کے بھاری جسم کو انگلیوں سے پکڑ کر دوسرے کونے میں اچھال دیا اور خود آرام سے لیٹ گیا۔ چاروں طرف گہرا، موت کا سا سناٹا طاری تھا اور سناٹے میں چوہوں اور دیگر حشرات الارض کی سرسراہٹ ایک اچھے مضبوط دل گردے والے آدمی کو بھی خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھی لیکن ظاہر ہے کہ میں ان تمام چیزوں سے لاتعلق تھا۔ میں سوچنے لگا کہ آج شام سے لے کر اب تک حالات میں کتنی زبردست تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ شام تک میں ایتھنز کا ہیرو تھا اور اس وقت ایک ویران اور تنگ و تاریک تہ خانے میں پڑا ہوا ہوں۔ جب میں کلب سے روانہ ہوا تھا تو صرف مغزلیس کو معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ اب جب میں ساری رات واپس نہیں جاؤں گا تو شاید مغزلیس کو اتنی زیادہ تشویش نہ ہو، کیونکہ ممکن ہے وہ یہی سمجھا کہ میں ملکہ اسطوفینہ کی خلوتوں کا مہمان ہوں۔ لیکن جب کل دن میں بھی میں واپس نہیں پہنچوں گا تو استاد کو میری تلاش ہو گی اور مغزلیس مجبور ہو گا کہ استاد کو میرے بارے میں بتا دے۔ میری گمشدگی استاد کے لیے واقعی پریشان کن ہو گی۔ ہو سکتا ہے اسے اپنے کسی آدمی کے ذریعے میری گرفتاری کی اطلاع مل جائے کیونکہ اس کا شمار بھی ایتھنز کے بارسوخ لوگوں میں ہوتا ہے اور

اس کی پہنچ دور دور تک ہے۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ملکہ اسطوفینہ کو اس کے کیے کی سزا دینے کے بعد میں اس غدار اور بے رحم شہر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا جہاں ہر ہر قدم پر سازشیں اور فتنے میرے انتظار میں تھے۔

انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں میری آنکھ لگ گئی اور میں نہ جانے کتنی دیر تک سوتا رہا۔ جب میری آنکھ کھلی تو اس غار نما تہ خانے میں اجالا پھیلا ہوا تھا۔ سب سے پہلے میری نظر جس چیز پر پڑی وہ ایک بڑا سا چوکور سوراخ تھا جو چھت میں نظر آ رہا تھا اور اسی سوراخ سے سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ تہ خانے کی چھت بہت اونچی تھی اور اس کی دیواریں پتھر کی تھیں۔ اسے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسے پتھروں میں سے کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ اس کی چھت اس قدر اونچی تھی کہ کم از کم کافی بلند دو منزلہ مکان کے برابر تھی۔ نیچے موجود کوئی شخص کسی طرح بھی چھت کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ چھت کے عین درمیان میں ایک تقریباً چار فٹ لمبا اور آدھا ہی چوڑا بڑا سا شگاف تھا۔ یہ اس تہ خانے کا واحد روشن دان تھا جو مجھے رات میں نظر نہیں آیا تھا۔ اس روشن دان میں سے ہوا اور روشنی میسر آتی تھی۔ تہ خانے میں اس دروازے کے علاوہ اور کوئی دوسرا دروازہ موجود نہیں تھا جس میں سے گزر کر رات کو ہم لوگ اندر داخل ہوئے تھے اور جسے باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔

اس دروازے میں اندر سے کوئی کنڈی نہیں تھی۔ دن کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ یہ لکڑی کا بہت موٹا اور بھاری بھرکم دروازہ تھا اور بہت اونچا تھا۔ کوئی قیدی اسے توڑنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

میرے سامنے گھاس پھوس کے ایک بڑے سے ڈھیر پر ایک انسان پڑا تھا جو زمانہ ماقبل تاریخ کے انسانوں کی طرح وحشی نظر آ رہا تھا۔ اس شخص کے سر اور داڑھی کے بال اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ اس کا چہرہ ان میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ میل کچیل میں اٹے ہوئے بال درختوں کی خشک شاخوں کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کے ناخن درندوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے اور سارا جسم میل کی تہوں سے سیاہ ہو رہا تھا۔ اس کے بدن پر کمر کے گرد صرف ایک بوسیدہ سا چیتھڑا لٹک رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا پورا بدن ننگا تھا۔ میں اس عجیب الخلقت شے کو جسے انسان کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی تھی، بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی تک سویا پڑا تھا۔

میں نے کمرے میں ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ جگہ جگہ پتھروں کے درمیان موجود شگافوں میں چوہوں اور چھپکلیوں کے مسکن تھے۔ ایک آدھ چوہا اب بھی ادھر سے اُدھر دوڑ رہا تھا۔ کمرے کے وسط میں غلیظ اور سڑی ہوئی اشیائے خورد و نوش کا ایک چھوٹا سا ڈھیر پڑا ہوا تھا جس میں سے سخت تعفن اٹھ رہا تھا۔ یقیناً یہ چوہوں اور چھپکلیوں کی غذا تھی جسے اوپر روشندان سے پھینکا گیا ہوگا۔ پورے کمرے میں سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی، لیکن میں رات بھر کے قیام کے بعد اس بدبو کا عادی ہو گیا تھا۔ اقلوس کے پاس ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے کوئی اور جگہ نہیں تھی، اور وہ اسی کوٹھڑی کے ایک گوشے کو بیت الخلا کے طور پر استعمال کرتا رہا تھا۔ اس گوشے میں غلاظت کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا جس میں کیڑے کلبلا رہے تھے۔ میرا جی متلانے لگا اور میں نے جلدی سے اُدھر سے نظریں ہٹا لیں۔ ایک طرف ایک بڑا سا کھلے منہ کا برتن رکھا ہوا تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ اس برتن کو ڈھانکنے کا کوئی بندوبست نہیں تھا اور اقلوس کے علاوہ چوہے اور دوسرے حشرات الارض بھی یقیناً اس سے مساوی طور پر مستفید ہوتے ہوں گے۔ یہ غیر انسانی حالات دیکھ کر میرا دل لرز اٹھا اور مجھے اس انسان سے جو زمانہ قبل تاریخ کے وحشی کی طرح میرے سامنے گھاس پر پڑا ہوا تھا، سخت ہمدردی محسوس ہوئی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ شخص کون ہے، اس کا کیا قصور ہے اور اسے کیوں اس تہ خانے میں ڈالا گیا ہے، لیکن وہ جو کوئی بھی تھا، یقیناً اس سلوک کا مستحق نہیں تھا، چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے معاملات کو نمٹانے کے بعد میں اسے اس اذیت ناک زندگی سے ضرور نجات دلواؤں گا۔ اس زندگی سے تو موت بدرجہا بہتر تھی۔

میں نے اقلوس کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ نہ جانے وہ کتنے دنوں بعد سویا ہوگا۔ ہو سکتا ہے اسے تنہائی کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو اور آج میری موجودگی کے سبب قدرے اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد وہ سکون سے سو گیا ہو۔ بہرحال میں اکیلا لیٹا ہوا بلند اور سیاہ چھت کو گھورتا رہا جس کے بیچوں بیچ سفید رنگ کا روشن خلا جگمگا رہا تھا۔ اوپر بالکل سناٹا تھا اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس شگاف سے آسمان کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نظر آ رہا تھا جو اس وقت بالکل صاف تھا۔ سیاہ پتھروں کے پس منظر میں ہلکے نیلگوں رنگ کے آسمان کا یہ ٹکڑا بڑا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اقلوس بیدار ہو گیا۔ اس اثنا میں قید خانے میں اور زیادہ روشنی پھیل گئی تھی۔ اقلوس نے غور سے مجھے دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "تم؟" وہ حیرت سے بولا۔ "تمہاری تخلیق کیا چاندی سے کی گئی ہے؟ یہ سونے جیسا بدن تمہیں کہاں سے مل گیا؟ تم حیرت انگیز ہو۔ واقعی حیرت انگیز۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں تمہارے جیسا انسان نہیں دیکھا۔" اور پھر وہ مسکرا کر بولا۔ "تمہارے عوض میں تو میں ملکہ اسطوفینہ کو معاف کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔ تمہیں دیکھ کر بھلا کون … پسندیدگی کا اظہار کیے بغیر رہ سکتا ہے؟" پھر اس کے سفید بالوں کے پیچھے چہرے پر گہری اداسی پھیل گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

"خاموش کیوں ہو گئے اقلوس؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"مجھے اپنا برنام یاد آ گیا۔ اپنا حسین اور نوجوان بیٹا برنام۔" اقلوس

… لہجے میں بولا۔ "وہ یقیناً تمہارے جتنا حسین تو نہیں تھا لیکن … ہزاروں میں ایک تھا۔ وہ میری واحد اولاد تھا۔"

"کیا ہوا تمہارے برنام کو؟" میں نے اقلوس سے پوچھا۔

"وہ بھی ان بیسیوں نوجوانوں کی طرح ملکہ اسطوفینہ کی … بھینٹ چڑھ گیا" اور میں بھی ملکہ کی ہی سفاکانہ تلون کے سبب زندگی کا … اذیت ناک عذاب جھیل رہا ہوں۔" اقلوس نے جواب دیا۔ "میں مرنا چاہتا ہوں … لیکن مجھے موت بھی نہیں آتی۔ اس تہ خانے میں کوئی ایسی چیز نہیں … جس کے ذریعے میں خودکشی کر سکوں، سوائے اس کے کہ اس کی سخت … پتھریلی دیواروں سے اپنا سر ٹکرا کر خود کو ہلاک کر لوں۔ سو اس کی … کوشش کر چکا ہوں۔ تین مرتبہ زخمی ہو گیا، سر پھٹ گیا، چوہوں … میں کاٹا اور میں موت سے زیادہ اذیت ناک زندگی گزارنے … مجبور … اب تو میں نے خودکشی کی کوشش بھی ترک کر دی ہے اور … کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ تمہارے آنے سے مجھے … امید بندھی ہے کہ میری مشکل آسان ہو جائے گی۔ تم خود مرنے سے … مشکل آسان کر دو گے۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اس طرح کہ تم کو یقیناً موت کی سزا ہوگی۔ اس کے علاوہ تمہارے … مقدر میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ لیکن تم مرنے سے پہلے اگر مجھے مار دو … تو یہ تمہارا مجھ پر احسان عظیم ہوگا۔ میری روح ہمیشہ ہمیشہ ابد الآباد تک … ممنون و منت رہے گی۔" اس نے دکھ بھری آواز میں کہا۔

"وہ تو بعد کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن تم نے رات کو وعدہ … کیا تھا کہ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے۔"

"یہ ایک درد انگیز داستان ہے۔ لیکن اگر تم اس کے سننے پر مُصر … ہو تو میں تمہیں مختصراً بتلائے دیتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "میرا نام اقلوس … ہے۔ میں شاہی دربار کا خوشنویس ہوں۔ آج بھی شہنشاہ تالاش اور … سارے درباری میرے نام سے بخوبی واقف ہیں، لیکن ان … میں ایک گمشدہ شخص ہوں جو آج سے چار سال پہلے اچانک … اور کہیں غائب ہو گیا۔"

"ہاں یہ آج سے تقریباً چار سال پہلے کی بات ہے۔ میرا ایک ہی … برنام، خوبصورت اور صحت مند۔ اس کی ماں کا انتقال بچپن میں … ہو گیا تھا اور میں نے اسے ماں کی محبت بھی دی تھی اور باپ کی شفقت … فنون سپہ گری میں بھی طاق تھا۔ پھر ایک دن اس کی بدنصیبی … اسطوفینہ کی نظر اس پر پڑ گئی اور ملکہ نے اسے اپنے لیے پسند … اس نے اپنے ایک خصوصی خادم کو بھیج کر چپکے سے اسے بلوا … اسے صبح ہونے … قتل کروا کے باغ کے ایک ویران گوشے میں دفن کروا دیا … اس واقعے کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اور میں برنام کی گمشدگی سے سخت پریشان ہو گیا۔ میں چونکہ شاہی خوشنویس تھا اور شہنشاہ تالاش میرے کام سے بہت خوش تھا، اس لیے اس نے میرے حال پر خصوصی توجہ کی اور شاہی ہرکاروں کے ذریعے میرے بیٹے کو ہر طرف تلاش کروایا، لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ میں نے خود بھی اس کی تلاش میں ملک کا کونا کونا چھان مارا، لیکن اس کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ چھ ماہ تک در در کی خاک چھاننے کے بعد میں ناکام و نامراد واپس ایتھنز آ گیا۔ اپنی واپسی کے ایک ہفتے کے بعد مجھے اپنے رشتے کے ایک بھتیجے کا پیغام ملا کہ وہ سخت بیمار ہے اور فوری طور پر مجھ سے ملنے کا خواہشمند ہے۔ میرا یہ بھتیجا ملکہ اسطوفینہ کے خصوصی دستے میں ملازم تھا۔ میں اس سے ملنے کے لیے اس کے گھر پہنچا۔ اس کا نام نوزال تھا۔ نوزال کی حالت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ اس کا جسم ہڈیوں کا ڈھانچا بن گیا تھا اور وہ کوئی دم کا مہمان معلوم ہوتا تھا۔ نوزال صرف میرا بھتیجا ہی نہیں، بلکہ میرا شاگرد بھی تھا اور میں نے اسے خطاطی کی تعلیم دی تھی، لیکن وہ خطاط بننے کے بجائے ملکہ کے خصوصی دستے میں شامل ہو گیا تھا۔ نوزال نے مجھے دیکھ کر ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا کہ وہ مجھے بہت اہم بات بتانا چاہتا ہے۔ پھر اس نے مجھے تفصیل سے ملکہ کی سیاہ کاریوں کے بارے میں بتایا اور باغ کے اس گوشے کا محل وقوع بھی سمجھایا جہاں ان بدنصیب نوجوانوں کی لاشیں دفن کی جاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد اس نے ڈرتے ڈرتے اور نہایت مناسب الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے مجھے یہ خبر سنائی کہ میرا بیٹا برنام بھی ملکہ کے اس مکروہ مشغلے کا شکار ہو گیا ہے اور آج سے چھ ماہ پہلے اسے ہلاک کر کے اس کی لاش کو بھی باغ کے اسی مخصوص کونے میں دفن کر دیا گیا ہے۔ نوزال نے مجھے ایک انگوٹھی دی جس پر شاہی مہر ثبت تھی۔ اس نے بتایا کہ برنام اور اسطوفینہ نے رات کو اپنی انگوٹھیاں بدلی ہوں گی اور ملکہ نے اس یقین کے تحت کہ صبح کو برنام کی ہلاکت کے بعد وہ اپنی انگوٹھی واپس لے لے گی، اسے اس کی انگلی میں ہی چھوڑ دیا ہوگا۔ صبح کے وقت ملکہ کو شاید یہ بات یاد نہیں رہی اور دفن کے وقت وہ انگوٹھی برنام کی انگلی میں موجود تھی جسے نوزال نے موقع پا کر اس کی انگلی میں سے نکال لیا اور اپنے پاس چھپا لیا۔ ملکہ کو بعد میں اس انگوٹھی کا خیال آیا ہوگا، لیکن شاید اس نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی اور بات رفت گزشت ہو گئی۔ ملکہ نے یہی سمجھا ہوگا کہ وہ انگوٹھی برنام کے ساتھ ہی دفن ہو گئی۔ نوزال نے وہ انگوٹھی میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ برنام کو دفن کرنے والوں میں وہ خود بھی شامل تھا، لیکن اگر وہ اس وقت مجھے یہ بات بتا دیتا تو اسے زندہ رہنا نصیب نہ ہوتا اور ملکہ اسے فوراً قتل کروا دیتی۔ اپنی جان کے خوف سے اس نے اپنی زبان بند رکھی، لیکن اب جبکہ اس کا آخری وقت قریب آ گیا تھا اور اسے یقین تھا کہ اب وہ نہیں بچے گا، اس نے ساری باتیں مجھے بتا دیں اور ملکہ کی مہر شدہ انگوٹھی بھی میرے سپرد کر دی۔

"برنام کی ہلاکت کی خبر سن کر مجھے اس قدر صدمہ پہنچا کہ اس کا اظہار میرے لیے الفاظ میں ناممکن ہے۔ برنام میری زندگی کا واحد سرمایہ تھا۔ اور صرف اسی کی خاطر میں نے دوسری شادی نہیں کی تھی اور دنیا کے سارے عیش و آرام کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اب جبکہ برنام نہیں رہا تھا تو دنیا میں میرے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ میں نے نوزال کا شکریہ ادا کیا اور خون کے آنسو روتا ہوا اپنے گھر واپس آ گیا۔

"میں جوں جوں اس اندوہناک واقعے کے بارے میں سوچتا جاتا تھا، ویسے ویسے ملکہ اسطونیئہ کے گھناؤنے کردار سے میری نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ وہ شاہ تالاش کی محبوب ملکہ تھی اور میں ایک غریب معمولی خطاط، ایک اشارے پر جس کی گردن اڑائی جا سکتی تھی۔ تاہم میں نے تہیہ کر لیا کہ میں ملکہ کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوں گا۔ شاہ تالاش کو ساری بات بتا کر ملکہ کی انگوٹھی بطور ثبوت پیش کر دوں گا اور اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دوں گا جہاں نوجوانوں کی لاشیں دفن کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ کام میں اس وقت تک نہیں کر سکتا تھا جب تک نوزال زندہ تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی زندگی میں میں یہ راز فاش نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد مجھے آزادی ہوگی۔

"اس واقعے کے چند دن بعد نوزال کا انتقال ہو گیا اور اب میرے لیے عمل کا وقت آ گیا تھا لیکن یہاں مجھ سے ایک تباہ کن غلطی ہوئی جس کا خمیازہ میں اب تک بھگت رہا ہوں۔ میں نے شاہ تالاش کو سب کچھ بتانے سے پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی غرض سے ملکہ اسطونیئہ سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ میں چاہتا تھا کہ ملکہ کو خوب جی بھر کر برا بھلا کہوں اور اسے لعنت ملامت کروں، وہ رسوائی اور ذلت کے خوف سے میری خوشامد کرے، میرے سامنے ہاتھ پیر جوڑے اور اس طرح میری آتشِ انتقام کسی حد تک سرد ہو سکے۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ شاہ تالاش میری شکایت پر ملکہ کے خلاف تحقیقات کا حکم دے گا یا میری گردن مارنے کا حکم جاری کرے گا۔

"میں نے ایک خصوصی درخواست کے ذریعے زنانے کتنے بار بیٹے کے بعد ملکہ سے تنہائی میں ملاقات کی۔ میں نے اسے بتایا کہ ایک بزرگ کی دعا سے میں نے اپنی روح میں ایک ایسی قوت پیدا کر لی ہے کہ مرنے کے بعد میں کسی بھی شخص کے خواب میں آ کر اسے اپنی زندگی میں پیش آنے والے ان واقعات سے آگاہ کر سکتا ہوں جو دوسرے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ میں نے یہ قوت اپنے بیٹے برنام کو بھی منتقل کر دی تھی۔ جو پچھلے دنوں مجھے خواب میں نظر آیا اور اس نے مجھے اپنے قتل کی پوری تفصیلات بتائیں۔ اس نے اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دی جہاں اسے دفن کیا گیا ہے اور اس انگوٹھی کا بھی ذکر کیا جو مرتے وقت اس کی انگلی میں موجود تھی۔ میں نے ملکہ کو بتایا کہ برنام کی روح نے وہ انگوٹھی مجھے دے دی ہے اور اب وہ میرے قبضے میں ہے اور میں اسے کل

ایک معصوم انسان کی داستان جسے
جلاد کے نام سے پکارتی تھی
جلاد
ایم اے راحت
قیمت 100/ روپے
ناشر
منی آرڈر یا ڈرافٹ اس پتہ پر ارسال
اسٹاکسٹ
طیبہ بک سٹال پبلشرز اینڈ بک سیلرز
خالد الیکٹرونکس سنٹر ۲۴ اردو بازار لاہور
48285
120090

صبح شاہ تالاش کی خدمت میں پیش کر کے انصاف طلب کروں گا۔

"ملکہ ایک ضعیف الاعتقاد عورت ہے وہ میری اس کہانی سے سخت خوفزدہ ہو گئی اور اس نے مجھے ایک بہت بڑی رقم کی پیشکش کرتے ہوئے وہ انگوٹھی مجھ سے واپس طلب کرنی چاہی۔ میں نے سختی سے انکار کر دیا۔ ملکہ رقم میں اضافہ کرتی گئی یہاں تک کہ وہ ایک ناقابلِ یقین حد تک بھاری رقم دینے کو تیار ہو گئی لیکن میں اس کی پیشکش ٹھکرا کر واپس چلا آیا۔ ممکن ہے کہ ملکہ نے یہ سوچا ہو کہ مجھے یہ ساری تفصیلات نوزال کے ذریعے معلوم ہوئی ہوں گی جس کا چند روز پہلے انتقال ہو گیا تھا لیکن ایک بات پھر بھی یقینی تھی اور وہ یہ کہ میرے قبضے میں انگوٹھی بہرحال موجود تھی۔ اگر ملکہ میری بات پر یقین نہ بھی کرتی تب بھی اس بات پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ ممکن ہے نوزال کے ذریعے اس کی انگوٹھی مجھ تک پہنچ گئی ہو، جو اس کے جرائم کے خلاف ایک ٹھوس ثبوت کی حیثیت رکھتی تھی۔

"میں نے طے کر لیا تھا کہ اگلے دن صبح کو دربار میں جا کر شاہ تالاش کے حضور عرضی گزاروں گا۔ گھر آ کر میں نے تمام واقعات ایک عرضی کی صورت میں تحریر کیا اور اسے ایک لفافے میں بند کر کے رکھ دیا کہ صبح اسے شاہ تالاش کے سامنے پیش کر کے اس سے درخواست کروں گا کہ تنہائی میں اس کا مطالعہ کرے۔ میں نے

یہ بھی لکھ دیا تھا کہ انگوٹھی میرے قبضے میں موجود ہے اور جس وقت شہنشاہ طلب فرمائیں گے ان کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔

"لیکن میری زندگی میں وہ صبح کبھی نہیں آئی۔ رات کو ملکہ کے خصوصی محافظ دستے کے لوگوں نے میرے گھر پر چھاپا مارا اور مجھے گرفتار کر کے لے گئے۔ انہوں نے شاہ تالاش کے نام تحریر کردہ میری عرضی بھی اپنے قبضے میں کر لی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے انگوٹھی کی تلاش میں گھر کا کونا کونا چھان مارا۔ لیکن انگوٹھی ان کے ہاتھ نہ آئی۔ اصل بات یہ تھی کہ میں نے پہلے ہی دن انگوٹھی کو ایک ایسی جگہ چھپا دیا تھا جہاں سے اسے میرے علاوہ اور کوئی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ میرے گھر میں ایک بڑا سا پیڑ لگا ہوا تھا جس کے موٹے تنے میں کئی ایسے سوراخ بنے ہوئے تھے جو کافی گہرے تھے۔ ان میں سے ایک سوراخ میں جو کافی بلندی پر تھا، چڑیوں کے ایک جوڑے نے اپنا گھونسلا بنایا ہوا تھا۔ میں نے انگوٹھی کو کپڑے کی ایک چھوٹی سی تھیلی میں سیا اور پھر چڑیوں کے گھونسلے کو آہستگی سے اٹھا کر تھیلی سوراخ کے اندر ڈال دی اور گھونسلا واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اب کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ گھونسلے کے نیچے انگوٹھی موجود ہو گی۔

"انگوٹھی کی تلاش میں ناکامی کے بعد ملکہ کے سپاہی مجھے پکڑ کر اس تہہ خانے میں لے آئے اور مجھے یہاں بند کر دیا۔ دوسرے دن ملکہ اسطونیئہ خود مجھ سے ملنے کے لیے آئی اور اس نے اپنی پیشکش دہراتے ہوئے کہا کہ اگر میں انگوٹھی واپس کر دوں اور زندگی بھر اپنی زبان بند رکھنے کا وعدہ کر دوں تو مجھے اس قید سے رہائی مل سکتی ہے۔ اس نے مجھے تین دن کی مہلت دیتے ہوئے خبردار کیا کہ چوتھے دن مجھے ہلاک کروا دیا جائے گا۔ اس وقت نہ جانے میرے دماغ میں یہ بات کہاں سے آ گئی کہ میں نے ملکہ سے یہ کہہ دیا کہ اگر اس نے مجھے ہلاک کروا دیا تو میں اپنی مخصوص روحانی قوت کے ذریعے مرنے کے بعد شاہ تالاش کے خواب میں آ کر اسے سارے واقعات سے آگاہ کر دوں گا اور میری روح اس کی انگوٹھی بھی شہنشاہ کے حوالے کر دے گی۔ ملکہ نے میری اس بات کا خود یقین کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن وہ خوفزدہ ضرور ہو گئی۔ مجھے اس کا اندازہ یوں ہوا کہ تین دن گزرنے کے بعد بھی مجھے قتل نہیں کیا گیا۔ ایک ہفتہ گزر گیا اور ملکہ دوبارہ میرے پاس آئی اور مجھ سے انگوٹھی طلب کی۔ میرے انکار پر وہ کہنے لگی کہ اگرچہ وہ مجھے ہلاک نہیں کروائے گی لیکن مجھے ایسی اذیت سے دوچار کرے گی کہ میں مرنے کی خواہش کروں گا اور زندگی پر موت کو ترجیح دوں گا۔ اس نے اپنا کہا کر دکھایا اور اس قید خانے میں، میں جس طرح زندگی کے دن گزار رہا ہوں وہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو۔ آج اس بات کو تقریباً ساڑھے تین سال ہو چکے ہیں۔ میں نے باہر کی دنیا کی شکل نہیں دیکھی اور میں وحشی جانوروں کی طرح زندگی گزار رہا ہوں۔ لیکن میں کسی حد تک خوش ہوں کہ میں نے اس خبیث ملکہ کے غرور کو توڑا ہے اور وہ خود کو میرے سامنے بے بس پاتی ہے۔ وہ سال میں کم از کم تین چار مرتبہ میرے پاس ضرور آتی ہے اور انگوٹھی کا مجھ سے مطالبہ کرتی ہے کہ میں انگوٹھی کا پتا بتا دوں۔ لیکن ہر بار مایوس ہو کر واپس چلی جاتی ہے۔ پچھلی بار آج سے چند ماہ پہلے وہ یہاں آئی تھی اور بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسکندریہ سے آئے ہوئے ایک بہت بڑے عامل اور روحانیات کے ماہر کے ذریعے اس نے میری روحانی قوت کو سلب کر لیا ہے اور اس عامل نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ اب میں مرنے کے بعد کسی کو خواب میں نظر نہیں آ سکتا۔ ملکہ نے مجھ سے کہا کہ اب اسے مجھ سے یا انگوٹھی سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی ہے اور آئندہ وہ یہاں نہیں آئے گی لیکن میرے قتل کا حکم بھی صادر نہیں کرے گی تاکہ میں اس طرح عذاب ناک زندگی کی اذیتیں جھیلتے جھیلتے ایک دن خود ہی مر جاؤں۔"

"کیا شاہ تالاش اور دوسرے سرکاری اہلکار ملکہ کے اس خصوصی قید خانے کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے؟" میں نے اقلوس سے پوچھا۔

"انہیں یقیناً علم ہے۔ لیکن بالکل دوسرے انداز میں۔ انہیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ملکہ کی نافرمانی کرنے والے غلاموں اور دیگر ملازموں کے لیے ایک خصوصی قید خانہ ہے اور اس میں ان لوگوں کو قید کیا جاتا ہے جن کی گستاخیوں پر ملکہ ناراض ہوئی ہے۔ اس قید خانے کا پورا انتظام ارکیداس کے ہاتھ میں ہے جو ملکہ کا خاص آدمی ہے اور صرف ملکہ کے سامنے ہی جواب دہ ہے۔ ارکیداس کو ملکہ سے بھاری رقم ملتی ہے۔ وہ یہاں کے معاملات میں کسی کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ شاہ تالاش بھی ملکہ کی مرضی کے خلاف یہاں کے امور میں مداخلت نہیں کرتا۔ ویسے بھی اس کی مصروفیات کا دائرہ اتنا زیادہ وسیع ہے کہ اسے ملکہ اسطونیئہ کے خصوصی قید خانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تمہاری داستان بڑی المناک ہے اقلوس!" میں نے اس سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ اب تمہاری خواہش کیا ہے؟"

"میری صرف ایک ہی خواہش ہے اور میں اس کا اظہار تم سے کر چکا ہوں۔ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی اگر تم مجھے قیدِ حیات سے نجات دلا دو۔"

"قیدِ حیات سے نجات پا لینا کوئی اتنی مشکل بات نہیں ہے اقلوس!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن کیا تم اسطونیئہ کو اس کے کرتوتوں کی سزا دیے بغیر مر جانا پسند کرو گے؟"

"میرے پاس اس کے علاوہ اور چارہ بھی کیا ہے؟" اس نے حسرتناک لہجے میں کہا۔ "میری ایک ذرا سی جذباتی غلطی سے سارا کام بگڑ گیا۔ اگر میں سیدھا شاہ تالاش کے پاس چلا جاتا تو ممکن ہے کہ آج حالات مختلف ہوتے۔"

"حالات اب بھی مختلف ہو سکتے ہیں اقلوس، مایوس ہونے کی ضرورت

"نہیں۔" میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

اقلوس بے یقینی کے عالم میں غور سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو شہزور؟" اس نے پوچھا۔ "اگر تمہارے ذہن میں یہاں سے فرار ہونے کا کوئی احمقانہ منصوبہ موجود ہے تو اسے بھول جاؤ۔ یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ دروازہ صرف اس وقت کھلتا تھا جب ملکہ اسلوفینہ مجھ سے ملنے آتی تھی اور اس سے کافی فاصلے پر اس کے پیچھے ننگی تلواریں لیے ہوئے محافظوں کا ایک دستہ ہوتا تھا۔ اب نہ تو ملکہ اسلوفینہ یہاں آئے گی اور نہ یہ دروازہ کھلے گا۔ ہاں شاید اس وقت یہ دروازہ ضرور کھلے جب وہ لوگ تمہیں موت کی سزا دینے کے لیے اندر آئیں۔"

"مجھے دروازہ کھلنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "اگر اس سے بھی بھاری دروازہ ہو تو میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں اس قید خانے سے زندہ نکال کر لے جاؤں گا۔"

"ہا ہا ہا!" اقلوس بڑے زور سے ہنسا۔ "شاید موت کے قدموں کی چاپ نے تمہارے دماغ کو ماؤف کر دیا ہے۔ بہرحال خواب دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔"

"تم اسے خواب سمجھو یا کچھ اور۔" میں نے کہا۔ "فی الحال میں تم سے اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا کہ میں اس کام کو کس طرح انجام دوں گا۔ بس چند دن انتظار کرو اور آئندہ ہم اس موضوع کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔"

اقلوس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ غالباً اسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

اب کافی دن چڑھ آیا تھا۔ اچانک بہت اوپر جہاں چھت میں ایک بڑا سا شگاف پڑا ہوا تھا، کسی کے زور سے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے اور اقلوس نے ایک ساتھ چھت کی طرف دیکھا۔ ایک بڑی سی ٹوکری رسی کے ذریعے نیچے لٹکائی جا رہی تھی جو آہستہ آہستہ ہماری طرف آ رہی تھی۔

"کھانا آ رہا ہے۔" اقلوس نے جواب دیا۔ "یہاں دن میں دو دفعہ کھانا ملتا ہے۔ ایک بار دوپہر سے پہلے اور دوسری بار سورج غروب ہونے سے پہلے۔ لیکن یہ وہ کھانا ہوتا ہے جو مہذب انسان تو درکنار شاید کتے بھی نہ کھاتے ہوں۔ تم ابھی خود دیکھ لینا۔ لیکن کیا کیا جائے، پیٹ بڑی بلا ہے۔"

ذرا دیر میں ٹوکری نیچے آ گئی اور اقلوس نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس میں رکھا ہوا کھانا باہر نکال لیا۔ کھانا درختوں کے بڑے پتوں پر رکھا ہوا تھا اور واقعی اقلوس نے ٹھیک کہا تھا۔ کتوں کو بھی اس سے بہتر کھانا دیا جاتا ہوگا۔

"آج کھانے کی مقدار زیادہ ہے۔" اقلوس نے کہا۔ "انہوں نے تمہاری موجودگی کو فراموش نہیں کیا۔"

کھانا لینے کے بعد اقلوس نے ٹوکری کو ایک جھٹکا دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب ٹوکری اٹھائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی ٹوکری اوپر کی طرف بلند ہونے لگی۔

"آؤ شہزور، کھانے میں شریک ہو جاؤ۔" اقلوس نے مجھ سے کہا۔

"نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری مرضی۔" اقلوس نے جواب دیا۔ "لیکن اگر تمہیں یہاں چند روز مزید رہنا پڑا تو پھر تم یہی کھانا کھانے پر مجبور ہو گے۔ میرے دوست میں بھی جب پہلے پہل یہاں آیا تھا تو میں نے کئی وقت تک کھانا نہیں کھایا تھا، لیکن جب بھوک سے میرا بدن بالکل نڈھال ہو گیا تو میں یہ حیوانوں کی غذا کھانے پر مجبور ہو گیا۔"

"ممکن ہے کچھ عرصے یہاں رہنے کی صورت میں میں بھی عادی ہو جاؤں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "فی الحال تو مجھے بھوک نہیں ہے۔"

اقلوس خاموشی سے کھانا کھاتا رہا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ اس قید خانے کی زندگی نے اس سے انسانوں کی طرح کھانا کھانے کے آداب بھی چھین لیے تھے۔ وہ بالکل وحشیانہ انداز میں کھانا کھا رہا تھا۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔

دو دن بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گئے اور ظاہر ہے کہ اس عرصے میں مجھے باہر کی کوئی خبر نہیں ملی۔ قید خانے کے اس کمرے کا رابطہ باہر کی دنیا سے محض ایک رسی اور ٹوکری تک محدود تھا، سو قائم رہا۔ مقررہ اوقات پر ٹوکری کے ذریعے کھانا آتا رہا اور اقلوس کے بے حد اصرار پر اس میں سے تھوڑا بہت میں بھی کھانے لگا۔ اس دوران کئی بار گلی سڑی اشیا کا ملبہ، چوہوں اور دیگر حشرات الارض کے لیے اوپر سے پھینکا گیا۔ انسان کو آزار پہنچانے کا کتنا عجیب و غریب طریقہ تھا۔

تیسرے دن صبح کے کچھ دیر بعد ہمیں کمرے کے بھاری بھرکم دروازے کے پیچھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں اور اقلوس دونوں چونکے ہو گئے۔

"شاید کوئی آ رہا ہے۔" اقلوس نے مجھ سے کہا اور اس کے ساتھ ہی دروازے پر کھٹر پٹر ہونے لگی اور چند لمحوں کے بعد دروازہ ایک زبردست چرچراہٹ کے ساتھ کھل گیا۔ دروازے کا صرف ایک ہی پٹ کھولا گیا تھا۔ مجھے ارکیداس کی شکل نظر آئی۔ وہ ننگی تلوار سونتے ہوئے کھڑا تھا۔ اس نے مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ میں دروازے کے قریب پہنچا۔ ارکیداس کے پیچھے ملکہ اسلوفینہ کھڑی تھی اور اس کے پیچھے دوسرے کمرے کے دروازے کے قریب ننگی تلواریں لیے ہوئے محافظوں کا ایک پورا دستہ موجود تھا۔ ارکیداس نے میرے لیے راستہ چھوڑ دیا اور ملکہ کے اشارے پر دروازے سے ہٹ کر دوسرے کمرے کے دروازے کے پاس مسلح محافظوں کے قریب جا کر کھڑا ہو

گیا۔ اب کمرے میں میں اور ملکہ اسلوفینہ تنہا تھے۔

"مغرور انسان!" ملکہ نے ہونٹوں سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اس بدبودار اور غلیظ کوٹھڑی میں چوہوں اور چھپکلیوں کے ساتھ دو دن گزارنے کے بعد تیرا دماغ درست ہو گیا ہو گا۔ تو اسے اپنی خوش نصیبی سمجھ کہ مجھے تیرے حال پر ترس آ گیا اور میں تجھے اس عقوبت خانے سے نجات دلانے کے لیے یہاں آئی ہوں۔ لیکن تیری رہائی اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ تو آج کی رات محل میں گزارے گا اور اس کے بعد اس شہر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جائے گا۔" میں ملکہ کی آنکھوں سے جھانکتی ہوئی مکاری کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کے سازشی ذہن میں یہ منصوبہ ہے کہ میں ایک رات محل میں گزاروں اور صبح ہونے پر وہ مجھے قتل کروا کر میری لاش کو ٹھکانے لگوا دے۔

"میں اس عنایت کے لیے ملکۂ عالیہ کا شکر گزار ہوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کی نشاندہی بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے ملکہ کی غلاظت کے بجائے اس بدبودار اور غلیظ کوٹھڑی میں چوہوں اور چھپکلیوں کے ساتھ رہنا قبول ہے۔"

ملکہ کو مجھ سے شاید اس قدر سخت توہین آمیز اور عجیب و غریب جواب کی توقع نہیں تھی۔ وہ یقیناً یہ سوچ کر آئی ہو گی کہ میں اس کے پیروں پر گر پڑوں گا اور اس سے رحم کی بھیک مانگوں گا، جاں بخشی کی التجا کروں گا اور اس کی ہر خواہش کی بے چون و چرا تعمیل کروں گا۔

مارے غصے کے ملکہ کی زبان گنگ ہو گئی۔ اس کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ شعلہ بار نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"مجھے پتا چل گیا ہے کہ ملکۂ عالیہ اپنے عاشقوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں اور اپنا مطلب نکال لینے کے بعد ان کا کیا حشر کرتی ہیں۔" میں نے مزید کہا۔

"اوہ! میں اس پاگل بڈھے کو تو بھول ہی گئی تھی۔ حیرت ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔" ملکہ نے دانت پیس کر کہا۔ "وہ ایک دیوانہ اور بے لحاظ شخص ہے اور اس نے میری انگوٹھی چرائی تھی جسے وہ واپس نہیں کرنا چاہتا اور اس کے بارے میں طرح طرح کی داستانیں سناتا ہے۔ بہرحال تو سن لے شہزور کہ تو نے میری توہین کر کے بالآخر اپنی موت کا خود سے سامان مہیا کر لیا ہے۔"

"میں مرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"تو پھر یہ بھی سن لے کہ تیری موت اتنی آسان نہیں ہو گی جیسی تو سمجھ رہا ہے۔ میں آج ہی شہنشاہ کو تیرے بارے میں اطلاع دے دوں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ تو نے میری عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی جس کی پاداش میں میں نے تجھے گرفتار کروا کے قید کروا دیا ہے اور پھر تیری سزا بھی میں ہی تجویز کروں گی۔ جانتا ہے میں تجھے کس طرح ہلاک کرواؤں گی؟" ملکہ نے نفرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں اسلوفینہ۔" میں نے اسے ایک عام عورت کی طرح مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تو ایک ظالم اور قابلِ نفرت انسان ہے اور میرے دل میں تیرے لیے کوئی جگہ نہیں۔ تو کسی طرح کی بھی دھمکی یا لالچ سے مجھے قابو میں نہیں کر سکتی۔"

"تیری یہ مجال کہ مجھ سے اس طرح گفتگو کرے ذلیل کیڑے!" ملکہ نے شدید غیظ و غضب کے عالم میں کانپتے ہوئے کہا۔ "اب اچھی طرح سن لے کہ تیرا انجام کیا ہو گا۔ میں تیرے ہاتھ پیر بندھوا کر تجھے چار گھوڑوں والے رتھ کے پیچھے بندھوا دوں گی اور پھر اس رتھ کو پوری تیز رفتاری کے ساتھ سخت اور پتھریلی زمین پر دوڑایا جائے گا۔ اس طرح یہ سنہرا بدن، جس پر تو اس قدر فخر اور غرور کرتا ہے، چیتھڑوں کی طرح بکھر کر خاک میں مل جائے گا۔ اس وقت تجھے اپنے کہے ہوئے ان الفاظ کی قیمت کا اندازہ ہو گا مگر تب بہت دیر ہو چکی ہو گی بدنصیب۔ کوئی تجھے نہیں بچا سکے گا حتیٰ کہ اگر میں خود بھی چاہوں تو تجھے اس عذاب ناک موت سے نہیں بچا سکوں گی جو اس وقت تیرا مقدر بن چکی ہو گی۔"

"تو اپنے دل کی حسرت نکال لے اسلوفینہ!" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "کیا ایک انسان کو ہلاک کرنے کے لیے ایک گھوڑے والا رتھ کافی نہیں ہے جو تو مجھے چار گھوڑوں والے رتھ سے باندھنا چاہتی ہے۔ بہرحال تیری مرضی۔ میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔"

ملکہ کی آنکھوں میں حیرت اور پریشانی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ میں اتنی سخت اور عذاب ناک سزا سننے کے بعد بھی مطمئن تھا اور رتی برابر بھی خوفزدہ نہیں تھا۔ ملکہ کی سمجھ میں یقیناً یہ بات نہیں آ رہی ہو گی کہ میں ایک عذاب ناک موت کو اتنی آسانی سے گلے لگانے کے لیے کیوں تیار ہوں۔

"تو پھر اپنے انجام کے لیے تیار رہ بیہودہ انسان!" ملکہ نے چلتے ہوئے کہا۔ "جلد ہی تجھے موت کا پیغام مل جائے گا۔"

ملکہ دروازے کی طرف بڑھی۔ ارکیداس ننگی تلوار لیے ہوئے میری طرف بڑھا، لیکن میں نے اسے کوئی حکم دینے کا موقع نہیں دیا۔ میں خاموشی سے مڑا اور اپنی کوٹھڑی کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ ارکیداس نے میرے پیچھے بھاری دروازہ بند کیا اور میں نے تالا لگانے کی آواز سنی۔

"میں دروازے کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور تمہاری اور اسلوفینہ کی گفتگو سن رہا تھا۔" اقلوس نے دروازہ بند ہونے کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے انسان ہو۔ تم نے اس آسانی سے موت کو گلے لگانے کا فیصلہ کر لیا؟"

"تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے تھا؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں ملکہ کی اس پیشکش کو قبول کر لینا تھا اور اس تنگ و تاریک

عقوبت خانے سے نکل جانا چاہیے تھا۔ ایک بار یہاں سے نکل جانے کے بعد تم ملکہ کے چنگل سے فرار ہونے کی کوشش کر سکتے تھے، اور کون جانے تمہاری یہ کوشش کامیاب بھی ہو سکتی تھی۔" اقلوس نے کہا۔

"میری کوشش ناکام نہیں ہوتی ہے دوست۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ اقلوس خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔

ایک دن اور گزر گیا۔ اس سے اگلے دن دروازے کے باہر پھر آہٹیں سنائی دیں۔ میں اور اقلوس دونوں دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بھاری بھرکم دروازہ ایک بار پھر زبردست چرچراہٹ کے ساتھ کھل گیا۔ ایک بار پھر ارکیداس کی شکل نظر آئی جس نے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا۔ میرے کمرے سے باہر آنے کے بعد ارکیداس نے باہر سے تالا لگا دیا۔ ایک عجیب بات میں نے یہ محسوس کی کہ اس بار ارکیداس کے ہاتھ میں حسب معمول ننگی تلوار نہیں تھی۔ وہ بالکل خالی ہاتھ تھا۔ میں ارکیداس کے پاس آیا اور ارکیداس مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں سے ہم دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والے کمرے میں آ گئے۔ اس کمرے میں آتے ہی میری نظر دو آدمیوں پر پڑی جنہوں نے چادروں سے اپنے چہروں کو چھپایا ہوا تھا۔ مجھے اور ارکیداس کو دیکھ کر ان دونوں نے اپنے چہرے کھول دیے۔

میرے سامنے استاد اور معزلیس کھڑے تھے۔

معزلیس دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا اور بچوں کی طرح سسکیاں لینے لگا۔ میں نے شفقت آمیز انداز میں اس کا شانہ تھپتھپایا۔ استاد خاموش کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔ ارکیداس ہم لوگوں کو اسی طرح چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"شہزور! مجھے تم سے اس قدر غلط حرکت کی امید نہیں تھی۔" استاد نے مجھ سے شکایتی لہجے میں کہا۔

"مجھے اس بات پر فخر ہے استاد کہ میں نے کوئی غلط حرکت نہیں کی۔ ملکہ نے جو کچھ کہا ہے، وہ سب جھوٹ ہے۔"

"مگر ملکہ کے الزامات کی روشنی میں تمہارے خلاف فیصلہ دیا جا چکا ہے۔ تمہیں چار گھوڑوں والے رتھوں۔۔۔" استاد کی آواز بھرا گئی۔

"مجھے معلوم ہے استاد۔" میں نے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ اور پھر مختصر الفاظ میں اپنی پوری داستان استاد کو سنا دی اور جو کچھ اقلوس اور اس کے بیٹے کے ساتھ پیش آیا تھا، وہ بھی اسے بتا دیا۔ میں نے اسے تہ خانے میں ملکہ کی آمد کے بارے میں بھی بتایا۔

استاد اور معزلیس آنکھیں پھاڑے میری باتیں سنتے رہے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر استاد بولا۔ "ارکیداس میرا شاگرد رہ چکا ہے اور میری بڑی عزت کرتا ہے۔ کل شاہی دربار سے تمہارے بارے میں اعلان کیا گیا کہ تم نے ملکہ پر مجرمانہ حملہ کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ تمہاری سزا کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ تمہیں ملکہ کے خصوصی قید خانے میں بند کر دیا گیا ہے۔ یہ خبریں سن کر میرے ہوش و حواس پر بجلی گر گئی۔ میرا سب کچھ لٹ گیا۔ تم ہماری عزت تھے، ہماری آن بان تھے، ہمارا سب کچھ تھے۔ میں نے سوچا کہ آخری وقت میں تم سے ملاقات کی کوئی سبیل نکالوں، مگر یہ بات بالکل ناممکن نظر آتی تھی۔ لیکن تب معزلیس نے مجھے یاد دلایا کہ ملکہ کے خصوصی قید خانے کا نگران ارکیداس ہے۔ ہم دونوں کل رات ارکیداس کے گھر گئے۔ پہلے تو وہ بہت خوفزدہ ہوا۔ لیکن جب ہم نے اسے یقین دلایا کہ اس ملاقات کے بارے میں کسی کو علم نہیں ہوگا اور یہ کہ تم ہمارے خاص الخاص آدمی ہو اور اسے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرو گے تو وہ بمشکل راضی ہوا۔ ہماری یہ ملاقات بہت مختصر ہے شہزور! اگر تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتا دو۔ ہمارے بس میں ہوا تو ہم اسے پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔" استاد پر رقت طاری ہو گئی۔ "اگرچہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تم نے کہا ہے، وہ سچ ہونا چاہیے۔ کیونکہ میں نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ملکہ کے بیان اور اس کے الزامات کی تردید کس طرح کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس تمہیں بے گناہ ثابت کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔" استاد باقاعدہ رونے لگا۔

میں نے استاد کی ڈھارس بندھائی اور اس سے پوچھا: "مجھے یہ بتاؤ کہ مجھے سزا کس دن اور کس جگہ دی جائے گی؟"

"آج سے ٹھیک ایک ہفتے کے بعد اسی کھلے ہوئے اسٹیڈیم میں جس میں تم نے کشتی اور شمشیر زنی کے مقابلے جیتے تھے۔" استاد نے جواب دیا۔

"اور تماشا دیکھنے والوں میں کون کون شامل ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"بادشاہ، ملکہ، ان کے درباری، تمام امراء و رؤسا اور شہزادہ۔ اس کے علاوہ تمام لوگ۔" استاد نے جواب دیا۔ "ایتھنز کے لوگ اس قسم کے موقعوں پر بھاری تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس بار مجمع بہت زیادہ ہوگا کیونکہ اہل ایتھنز کے لیے تم ایک جانی پہچانی شخصیت ہو اور وہ تمہیں ایک ہیرو کے روپ میں دیکھ چکے ہیں۔"

"میری تم سے گزارش یہ ہے استاد کہ تم اس تماشے میں ضرور آنا اور اپنے کلب کے جتنے زیادہ لوگوں کو ساتھ لا سکتے ہو، لانا۔ اس کے علاوہ تم کوشش کرنا کہ سرسبز وادیوں کے آدمی بھی اس موقع پر موجود ہوں۔ اور جتنے زیادہ سے زیادہ لوگ موجود ہوں، اتنا ہی اچھا ہے۔"

"تم کرنا کیا چاہتے ہو؟" استاد نے پوچھا۔

"میں ایتھنز کے امراء و رؤسا اور عام لوگوں کے سامنے ملکہ اسطوفینہ کی انسان دشمن حرکتوں کو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" استاد نے افسوس کے عالم میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "بھلا ملکہ کے مقابلے میں تمہاری بات کا کون یقین کرے گا؟"

"تجھے ایک بات سوچنے کا حق آتا ہے استاد۔" میں نے مسکرا کر استاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم اس بات سے بخوبی واقف بھی ہو۔"

استاد چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اس عرصے میں پہلی بار اس کی آنکھوں میں خوشی کی ایک لہر سی دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ "ہاں شہزور۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں کچھ کچھ جانتا ہوں اور کچھ نہیں جانتا۔ مگر میری دلی تمنا ہے کہ تم زندہ رہو اور یہ لوگ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

"میرا ایک کام کر دو استاد۔" میں نے استاد کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "شہر تھانہ کوڈوں میں میری ایک پریشان ہو رہی ہوگی۔ میں اس سے تین دن میں واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا اور آج تقریباً ایک ہفتہ گزر گیا ہے۔ کسی کو بھیج کر اسے بلوا لو۔ مگر خیال رہے کہ اسے ابھی میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔"

"میں آج ہی معزلیس کو بھیج دوں گا۔" استاد نے کہا۔

اسی اثنا میں ارکیداس واپس آ گیا اور استاد سے کہنے لگا۔ "اب آپ جائیے معزز استاد! یہ جگہ تم جیسے لوگوں کے زیادہ ٹھہرنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آ جائے اور ہم سب مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ ارکیداس کہ تم نے میری خاطر اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔ میں ہمیشہ تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

"شکریے کی ضرورت نہیں ہے استاد۔" ارکیداس نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ میں کبھی تمہارے کام آ سکا۔"

میں دوبارہ سیڑھیاں اتر کر واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور ارکیداس نے باہر سے تالا لگا دیا۔ اقلوس بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس بار وہ دروازے سے کان لگا کر باتیں نہیں سن سکا تھا کیونکہ ہم لوگ اوپر والے کمرے میں تھے اور نیچے والے کمرے میں ارکیداس نے تالا لگا دیا تھا اس لیے اقلوس اوپر بھی نہیں آ سکتا تھا۔

"کون آیا تھا؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی دوڑ کر پوچھا۔ "کیا ملکہ نے پھر تمہارے لیے کوئی پیغام بھیجا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے اوپر لگائے گئے الزامات اور موت کی سزا کا اعلان کیا جا چکا ہے اور آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد اس سزا پر عمل ہوگا۔"

"تمہیں یہ بات کس نے بتائی؟" اقلوس نے پوچھا۔

میں نے مختصراً اپنے استاد اور معزلیس کی آمد اور ان سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔

"مجھے یہ بری خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔" اقلوس نے غمزدہ آواز میں کہا۔ "اتنے دنوں کے بعد میں نے ایک انسان کی شکل دیکھی تھی، اور اب وہ بھی مجھ سے بچھڑنے والا ہے۔ میرے اوپر احسان کرو شہزور! اور یہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہونے سے پہلے اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو۔"

"تم نے پہلے بھی مجھ سے یہ بات کہی تھی اور میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ میں تمہیں یہاں سے زندہ نکال کر لے جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن خود تمہاری حالت کے سامان کچھ یہ ہیں؟ اس میرے عزیز! تم مجھے کس طرح یہاں سے رہائی دلا سکو گے؟" اس نے کہا۔

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور اس بارے میں زیادہ پریشان مت ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"یقین کرو میری بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے۔ کیا باہر تمہارے ساتھی موجود ہیں جو تمہیں اس جگہ سے فرار میں مدد دیں گے؟" اقلوس نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔ "اس شہر میں اگرچہ میرے دوستوں اور مداحوں کی تعداد کم نہیں، لیکن مجھے یہاں سے فرار کرانے کے بارے میں تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"تو کیا تم اکیلے، بغیر کسی باہر کی مدد کے یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں سوچ رہے ہو؟" اقلوس نے پوچھا۔

"تم نے شاید میری بات غور سے نہیں سنی اقلوس۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ "میں نے تم سے یہ کب کہا ہے کہ میں یہاں سے راہ فرار اختیار کروں گا؟ نہیں، میں یہاں سے فرار نہیں ہوں گا بلکہ وہ لوگ خود مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔۔۔ آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد۔ پھر وہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن وہ مجھے ہلاک نہیں کر سکیں گے۔ اور میں دوبارہ یہاں واپس آ کر تمہیں اس قید خانے سے رہائی دلواؤں گا۔"

"تم نہ جانے کیا کہنا چاہتے ہو شہزور!" اس نے الجھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں یہ پوچھنا۔۔۔"

"تم اب کچھ مت پوچھو۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اور آئندہ ایک ہفتے کے دوران ہمارے درمیان اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں ہوگی۔ جو کچھ ہوگا، تمہارے سامنے آ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اقلوس نے جواب دیا۔ "مجھے خود بھی اس موضوع سے الجھن ہوتی ہے۔"

اگلے سات دن کے دوران کوئی واقعہ پیش نہیں آیا سوائے اس کے کہ چوہوں اور کیڑوں مکوڑوں کے لیے پھینکی جانے والی غلاظت میں تقریباً دوگنا اضافہ ہو گیا۔ کمرے کے پتھریلے فرش پر جگہ جگہ سڑی گلی اشیاء کے ڈھیر لگ گئے اور تعفن میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میں دن میں کئی کئی بار گھاس پھوس کی مدد سے فرش کو صاف کرتا تھا اور غلاظت کو ایک کونے میں جمع کر دیتا تھا۔ رات کو جو یہ اسے پھر سارے فرش پر پھیلا دیتے تھے۔ ہمارے لیے بھیجا جانے والا کھانا اور بھی زیادہ خراب اور بدمزہ کر دیا گیا تھا۔ اقلوس ان حالات سے سخت پریشان ہو رہا تھا، لیکن میں اس کی ڈھارس بندھاتا تھا اور اسے یقین دلاتا تھا کہ مصیبت کے دن زیادہ نہیں ہیں۔

آٹھویں دن سورج نکلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد دروازے کے باہر آدمیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ "وہ آ گئے ہیں" میں نے اقلوس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اب وہ مجھے مقتل کی طرف لے جائیں گے۔ لیکن تم پریشان مت ہونا میں واپس آ جاؤں گا۔"

یکایک اقلوس مجھ سے بُری طرح لپٹ گیا اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ "شہزور!" اس نے ہچکیوں کے دوران کہا۔ "دیوتاؤں کے لیے میرے ساتھ مذاق مت کرو۔ میرے اوپر رحم کرو جانے سے پہلے اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے ہلاک کر دو۔ تم تو مرنے کے لیے ہی جا رہے ہو۔ تمہیں میرے قتل کی سزا کوئی نہیں دے گا۔ میں دیوتاؤں کو گواہ بنا کر اپنا خون تم پر معاف کرتا ہوں۔ مجھے ہلاک کر دو شہزور۔ مجھے ہلاک کر دو۔"

"پاگل مت بنو" میں نے سے اسے اپنے آپ سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا قاتل نہیں، بلکہ تمہارا نجات دہندہ بنوں گا۔"

اس اثنا میں دروازہ کھل گیا اور میں نے ارکیداس کی شکل دیکھی۔ اس کے ہاتھ میں اس وقت ننگی تلوار موجود تھی لیکن اس کے چہرے پر میں حزن و ملال کے آثار صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔ ممکن ہے اس کے دل میں میرے لیے اس بنا پر ہمدردی کا کوئی جذبہ پیدا ہو گیا ہو کہ میں بھی اسی استاد کا شاگرد تھا جس کا وہ خود شاگرد رہ چکا تھا۔ ارکیداس نے مجھے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا، اور میں اقلوس پر الوداعی نظر ڈالتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔ مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں، بیرونی کمرے کی سیڑھیوں کو روکے ہوئے کھڑا تھا۔

ارکیداس نے میرے کمرے کا دروازہ بند کیا۔ اقلوس دروازے کے پاس کھڑا حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتا رہا۔ ارکیداس نے دروازہ بند کر کے اس میں باہر سے تالا لگا دیا اور اس کے ساتھ ہی چند سپاہی آگے بڑھے جن کے ہاتھوں میں موٹی موٹی رسیاں تھیں۔ اتنی موٹی رسیاں جو شاید ہاتھی بھی نہ توڑ سکے۔ انہوں نے جلدی جلدی مجھے ان رسیوں میں جکڑنا شروع کر دیا۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اور اپنے آپ کو خاموشی سے ان کے حوالے کر دیا۔

سپاہیوں نے میرے دونوں ہاتھوں کو پشت پر لے جا کر خوب اچھی طرح جکڑ دیا۔ میرے سینے اور کمر سے بھی ان گنت رسیاں باندھ دی گئیں جن کے چار سرے اس طرح نکالے گئے کہ ہر سرا ایک ایک سپاہی پکڑ سکے۔ ارکیداس خاموشی کے ساتھ یہ منظر دیکھتا رہا۔ مجھے رسیوں سے باندھنے کے بعد یہ قافلہ سیڑھیوں کے راستے اوپر آیا ہو اور ارکیداس نے تہ خانے کو جانے والے دروازے میں تالا لگایا۔ اب اقلوس ایک بار پھر اپنی تنہائیوں کے آغاز میں مبتلا ہو گیا تھا۔

ہم لوگ قید خانے کی عمارت سے باہر نکل کر صدر دروازے پر پہنچے اور میں نے دن کی روشنی میں پہلی مرتبہ اس کی عمارت کو دیکھا۔

عجیب ہیبت ناک قسم کی عمارت تھی جو بھاری بھاری چٹانوں اور پہاڑیوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اس کی طویل چار دیواری کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس میں بھی بہت سے کمرے ہوں گے، لیکن اس میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ عمارت کا پچھلا حصہ زیادہ بلندی پر تھا جبکہ سامنے والا حصہ قدرے نیچے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مجھے اپنے عقوبت خانے کی چھت اس قدر اونچی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ عمارت کے پچھلے کا فرش یکساں سطح کا تھا اور عقوبت خانہ تہ خانے میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ عمارت کے سامنے کے رخ پر کئی مکانات بنے ہوئے تھے۔ یہ یقیناً اس قید خانے کے عملے کے مکانات ہوں گے اور انہیں میں سے کسی مکان میں ارکیداس بھی رہتا ہوگا۔

صدر دروازے کے سامنے مسلح گھوڑ سواروں کا ایک پورا دستہ کھڑا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک شخص اپنے لباس اور وضع قطع سے اس دستے کا سردار معلوم ہوتا تھا۔

"یہ لو بھائی ساقلوم" ارکیداس نے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ قیدی صحیح و سالم اور بحفاظت تمہارے حوالے ہے۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔"

"شکریہ ارکیداس" ساقلوم نے بھاری آواز میں جواب دیا اور اپنے دستے کے گھوڑ سواروں کو اشارہ کیا۔ دو گھوڑ سوار میرے دائیں اور بائیں طرف آ گئے اور انہوں نے سپاہیوں کے ہاتھ سے رسیوں کے سرے لے کر خود تھام لیے۔ دو پیدل سپاہی میرے آگے اور پیچھے آ گئے اور ان میں سے ہر ایک نے رسی کا ایک ایک سرا پکڑ لیا اور اس طرح یہ قافلہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

پہاڑی والے قید خانے سے وسطی شہر تک کا راستہ کافی طویل تھا جو میں نے دو سپاہیوں کے ساتھ پیدل، اور باقی محافظوں نے گھوڑوں پر طے کیا۔ راستے بھر لوگوں کے گروہ وسطی شہر کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیے۔ راستے میں ملنے والے لوگ بھی اس منظر کو حیرت اور دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ جب میں پہاڑی والے قید خانے سے روانہ ہوا تھا تو میرے ساتھ صرف مسلح سپاہی تھے لیکن اب بہت بڑا مجمع ہمارے دائیں بائیں اور پیچھے چل رہا تھا جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جاتے، اس جلوس میں اور زیادہ لوگ شامل ہوتے جاتے۔ یہاں تک کہ وسطی شہر میں واقع اسٹیڈیم تک پہنچتے پہنچتے ایک بہت بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ مسلح گھوڑ سوار لوگوں کو میرے قریب آنے سے روک رہے تھے۔ بہت سے لوگ مجھے بآواز بلند گالیاں دے رہے تھے۔ کئی لوگوں نے مجھ پر پتھر پھینکے اور بعض نے سڑی گلی چیزیں میری جانب اچھالیں۔

"خوب!" اچانک پروفیسر فادر بولا۔ "تو گویا اس زمانے میں بھی ناپسندیدگی کے اظہار کے لیے سڑی گلی چیزیں اچھالنے کا رواج تھا۔ ہمارے دور میں اس کام کے لیے زیادہ تر گندے انڈے اور سڑے ہوئے ٹماٹر استعمال ہوتے ہیں۔"

"بات یہ ہے کہ اس زمانے میں انڈوں کی اتنی فراوانی نہیں تھی جتنی کہ تمہارے دور میں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "البتہ سڑے ہوئے پھلوں کی کمی نہیں تھی۔"

"بہر حال اپنی داستان جاری رکھو۔" پروفیسر نے کہا۔ "دیکھنا یہ ہے کہ تم نے ملکہ اسطونینہ کا کیا حشر کیا۔"

لوگوں کے ہجوم کی معیت میں، میں وسطی شہر میں واقع اسٹیڈیم میں پہنچا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں پہلے سے خلقت کا زبردست ہجوم تھا۔ لوگ نہ جانے کب سے وہاں آ کر جمع ہو گئے تھے اور ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایتھنز کے اذیت پسند اور تفریح طبع لوگوں کے لیے اس سے زیادہ دلچسپ منظر اور کون سا ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کو چار گھوڑوں والے رتھ کے پیچھے باندھ کر دوڑا دیا جائے۔

محافظ گھوڑ سوار ہجوم میں سے راستہ بناتے ہوئے مجھے اسٹیڈیم کے اندر کھلے ہوئے وسیع میدان میں لے آئے، جہاں ایک طرف ایک ملکہ کا رتھ کھڑا ہوا تھا جس میں چار نہایت خوبصورت اور توانا گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ یہ رتھ گویا میرے لیے "آلۂ قتل" تھا۔ رتھ کے قریب ہی دو موٹے تازے اور تندرست کوچوان کھڑے ہوئے تھے جن کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چابک تھے۔ وہ دونوں گھوڑوں کو دانہ کھلا رہے تھے۔

جیسے ہی مجھے میدان کے اندر لایا گیا اور ہجوم نے جو گول اسٹیڈیم کے میدان کے چاروں طرف لوہے کے جنگلوں کے اس پار ایک وسیع دائرے کی صورت میں کھڑا ہوا تھا، جیسے ہی مجھے دیکھا ویسے ہی ایک شور بپا ہو گیا۔ ہر طرح کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں جن کا مفہوم مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی فضا میں تحلیل ہو جاتا تھا لیکن ایک بات واضح تھی، اور وہ یہ کہ یہ دوستانہ اور ہمدردانہ نہیں تھیں۔

اسٹیڈیم کے اندر ایک طرف کو سائبان کے نیچے شہنشاہ، ملکہ اور امراء و رؤسا اور معززین شہر کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ شہنشاہ، ملکہ اور ان کے درباریوں کی نشستیں ابھی خالی تھیں۔ پچھلی نشستوں پر مجھے استاد اور فریس بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ فریس نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا لیکن استاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے نیچے کر دیا۔ استاد سے کچھ فاصلے پر بزرکلب کا سربراہ بھی بیٹھا ہوا تھا اور میں کافی دور سے بھی اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی خوشی کو محسوس کر سکتا تھا۔

میرے آنے کے بعد رتھ کو معزز مہمانوں کی نشستوں کے قریب لے جانے والے لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے میرے خیال کے مطابق رتھ کا سفر شروع ہونا تھا۔ اس جگہ کو دانستہ طور پر شہنشاہ اور ملکہ کی نشستوں کے قریب رکھا گیا تھا تاکہ وہ اس منظر کو بخوبی دیکھ سکیں اور جی بھر کر لطف اندوز ہو سکیں۔ مسلح گھوڑ سوار مجھے لیے ہوئے رتھ کے پاس پہنچے اور انہوں نے مجھے رتھ کے پیچھے کھڑا کر دیا۔

فوراً ہی دو سپاہی لوہے کی بھاری بھاری اور لمبی زنجیریں لے کر آ گئے۔ ان زنجیروں کو میری کمر سے اچھی طرح باندھ کر ان کے کنڈوں کو تالوں کی مدد سے اس طرح آپس میں پھنسا دیا گیا کہ جھٹکا لگنے یا زور پڑنے کی صورت میں وہ کھل نہ سکیں۔ میرے ہاتھ، بازو، شانے اور سینہ پہلے ہی مضبوط رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ صرف میری ٹانگیں آزاد تھیں۔ میری کمر میں زنجیر کو اچھی طرح باندھ دینے کے بعد بھاری اور موٹی زنجیر کے دوسرے سرے کو رتھ کے پچھلے حصے میں لگے ہوئے مضبوط اور ٹھوس لوہے کے ساتھ اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ سپاہی اپنا کام ختم کر کے الگ کھڑے ہو گئے تو ساقلوم نے، جو ان مسلح گھوڑ سواروں کا افسر تھا، زنجیر کے بند حصوں کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اس نے میری کمر کے گرد زنجیروں کو بھی جانچا اور رتھ میں بندھے ہوئے زنجیر کے دوسرے سرے کو بھی اچھی طرح دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

لیکن میرے سلسلے میں شاید خصوصی انتظامات کیے گئے تھے کیونکہ چند ہی منٹ میں ایک سپاہی ایک اور بھاری بھرکم زنجیر لے کر آیا جو پہلے والی زنجیر سے زیادہ موٹی تھی اور میرے قریب کھڑے ہوئے ساقلوم کو مخاطب کر کے کہنے لگا: "ملکۂ عالیہ کا حکم ہے کہ چونکہ یہ مجرم بہت زیادہ جسمانی قوت کا حامل ہے، اس لیے ایک کے بجائے دو زنجیروں سے رتھ کے ساتھ باندھا جائے۔"

ساقلوم نے اس شخص کے ہاتھ سے وہ زنجیر لے لی اور ہاتھ میں اسے تولنے لگا۔ اس نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔ "ملکۂ عالیہ کا حکم سر آنکھوں پر۔" پھر اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے دوسری زنجیر بھی میری کمر کے گرد باندھ کر اس کا دوسرا سرا رتھ کے مضبوط لوہے کے ساتھ باندھ دیا۔ مجمع میں اس قدر شور و غل ہو رہا تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی، اور میں ان لوگوں کے ان تمام کرتبوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ "ملکہ اسطونینہ آج میں تم سے سارا حساب چکا دوں گا۔ اپنا حساب بھی، بوڑھے اقلوس کا حساب بھی اور ان تمام بے گناہ نوجوانوں کا حساب بھی جن کی لاشیں تمہارے محل کے باغ کے ویران گوشے میں دفن ہیں۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔

اچانک "بشنوپور" کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مسلح سپاہی ادھر سے ادھر بھاگنے لگے۔ شاہ تالاش اور ملکہ اسطونینہ اپنی نشستوں کی جانب آ رہے تھے اور ان کے پیچھے پیچھے امرا اور رؤسا کی ایک بڑی تعداد تھی۔ شاہ تالاش کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی اور ملکہ اسطونینہ اس کے پہلو میں بڑے ناز کے ساتھ نپے تلے قدموں کے ساتھ آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اسطونینہ سے میری آنکھیں چار ہوئیں اور میں نے اس کے چہرے پر طنز و تضحیک سے بھری ہوئی مسکراہٹ دیکھی۔ میں نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

شہنشاہ اور ملکہ باوقار انداز میں چلتے ہوئے اپنی نشستوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھنے کے بعد باقی درباری بھی حسب مراتب

نی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ مجمع ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔ ہر طرف ایک عجیب سا سکوت طاری ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ سانس روکے ہوئے شہنشاہ کے حکم کے منتظر ہیں۔

میں نے شہنشاہ اور ملکہ کی طرف اپنا رخ کیا اور بے خوفی کے ساتھ باری باری ان کی آنکھوں میں جھانکا۔ نہ جانے میری آنکھوں میں کیا تاثرات تھے کہ شہنشاہ نے جلدی سے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اس کے بوڑھے رخسار پر پڑی ہوئی گہری لکیریں اور زیادہ گہری نظر آنے لگیں۔ ملکہ کی مسکراہٹ اچانک غائب ہو گئی اور پہلی بار مجھے اس کی آنکھوں میں پریشانی اور خوف کی جھلک نظر آئی۔ غالباً میرے پُراطمینان اور بے خوف انداز نے اسے نہ صرف متحیر بلکہ خوف زدہ بھی کر دیا تھا۔

میں نے ملکہ اور شہنشاہ کے چہروں کی طرف سے نظریں ہٹا کر مجمع کا جائزہ لیا۔ لوگ دم بخود ہو گئے تھے۔ آنے والے منظر کی دل چسپی نے گویا انہیں پہلے سے مسحور کر دیا تھا۔ ایک ساتھ ہزاروں نگاہیں میرے بدن پر جمی ہوئی تھیں۔ اس وقت وسیع میدان میں رتھ کے پیچھے کھڑا ہوا میں ہی تمام لوگوں کی نگاہوں کا واحد مرکز تھا جو اس وقت اسٹیڈیم میں موجود تھے۔

دونوں کوچوانوں نے جھک کر شہنشاہ اور ملکہ کو تعظیم دی اور پھر اپنے اپنے چابک ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے مؤدب کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں درباریوں میں سے ایک شخص نے جسے میں پہلے بھی دربار میں دیکھ چکا تھا اور جو اعلیٰ عہدے دار تھا، اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کوچوانوں کو حکم دیا کہ وہ رتھ میں سوار ہو جائیں۔ دونوں کوچوان رتھ پر چڑھ گئے۔ پھر اسی شخص نے تمام سپاہیوں اور مسلح محافظوں کو میدان سے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ اس کے حکم کی فوراً تعمیل کر دی گئی۔ اب میدان میں رتھ مع اپنے کوچوانوں کے تنہا رہ گیا تھا۔

اب اس شخص نے جسے میرے خیال کے مطابق اس وقت کا وزیر داخلہ یا وزیر انصاف ہونا چاہیے، شہنشاہ کی طرف دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر بولا۔ "اب صرف آپ کے حکم کی دیر ہے شہنشاہ!"

شاہ تالاش نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا اور جیسے پوری فضا ساکت ہو گئی جیسے سارے ہی بلانے سانس لینا بند کر دیا۔ میں نے اپنے پیروں کو مضبوطی کے ساتھ زمین پر جما دیا۔

تقریباً ایک منٹ تک شاہ تالاش اپنے ہاتھ کو اٹھائے رہا۔ میں کوچوانوں کے چہرے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن یقیناً ان کی نظریں شاہ تالاش کے ہاتھ پر لگی ہوئی ہوں گی۔ میری بھی شاہ تالاش کے ہاتھ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ آج اہل ایتھنز کو ایک ایسا تماشا دکھاؤں گا جو ان کی ایذا پسند آنکھوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا، نہ شاید کبھی دیکھ سکیں گی۔ میں ان کی دل چسپی کے لیے بہت کچھ سامان مہیا کرنا چاہتا تھا۔

اچانک شاہ تالاش نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ نیچے گرا دیا اور اس کے ساتھ ہی چابکوں کی "شاپ شاپ" کی آواز خاموش فضا میں گونجی۔ میں نے اپنے جسم کو تان کر سیدھا کر لیا۔ رتھ ادھر ادھر ڈگمگایا، لیکن اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہ چل سکا۔ چابکوں کی تیز آواز کے ساتھ گھوڑوں کے زور زور سے ہنہنانے اور زمین پر ٹاپیں مارنے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ رتھ اپنی جگہ پر ویسے ہی کھڑا رہا تو دونوں کوچوان رتھ سے نیچے اتر آئے۔ انہوں نے رتھ کے پہیوں کا غور سے جائزہ لیا۔ اس کے دھروں اور دیگر چیزوں کو اچھی طرح دیکھا۔ میرے قریب آ کر میرا اور میری ٹانگوں کا جائزہ لیا۔ ان کے چہروں سے سخت پریشانی ظاہر تھی۔ میں نے شاہ اور ملکہ کی طرف دیکھا۔ شاہ غور سے گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا اور ملکہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اب مسکرانے کی میری باری تھی۔ ملکہ نے جلدی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

کوچوان رتھ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد دوبارہ اپنی جگہ پر چلے گئے۔ فضا میں ایک بار پھر چابک کے شرانے کی آواز گونجی اور پھر اس آواز میں پیہم اضافہ ہوتا گیا۔ کوچوان گھوڑوں کو بری طرح چابک مار رہے تھے۔ گھوڑے بُری طرح ہنہنا رہے تھے۔ وہ زمین پر ٹاپیں مار رہے تھے۔ اچانک آگے والے گھوڑے اپنی اگلی ٹانگوں پر کھڑے ہو گئے اور بُری طرح جھنجھنانے لگے۔ رتھ ادھر اُدھر ڈولنے لگا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے چاول بھر بھی آگے نہیں سرک پایا تھا۔

"یہ کیا مذاق ہے؟" اچانک شاہ تالاش غصے میں چلایا۔ دونوں کوچوان گھبرا کر اپنی نشستوں سے نیچے اتر آئے اور شہنشاہ کے قدموں میں گر پڑے۔

"حضور! نہ معلوم کیا بات ہے، گھوڑے کسی طرح آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ ہم نے آپ کے سامنے ہی ان پر کتنے چابک برسائے لیکن وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔" ایک کوچوان نے کہا۔

"شاید تم لوگوں سے اب یہ کام نہیں ہو سکتا۔" شاہ تالاش نے غضب ناک ہو کر کہا۔ "دماغیں!" اس نے کسی افسر کو دیکھ کر کہا۔ "دوسرے کوچوانوں کا فوراً بندوبست کرو اور تم لوگ یہیں ٹھہرو۔" اس نے دونوں کوچوانوں سے کہا، جو بُری طرح کانپ رہے تھے۔

مجمع میں جیسے ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ لوگوں کی سرگوشیاں پہلے تو ایک بھنبھناہٹ میں تبدیل ہوئیں اور پھر ان کی آوازیں تیز ہوتی گئیں۔ اگرچہ ان آوازوں کا مفہوم واضح نہیں تھا مگر بعض جملے واضح سنے جا سکتے تھے۔ "رتھ نہیں چل رہا ہے۔" کسی نے کہا۔ "دوسرے کوچوان بلوائے گئے ہیں۔" ایک اور آواز آئی۔

چند منٹ کے اندر اندر دوسرے کوچوان آ گئے۔ وہ دونوں بالائی سپاہی تھے اور جیسے پُرغرور انداز میں تن کر چلتے ہوئے آ رہے تھے۔

انہوں نے رتھ کے قریب آ کر شہنشاہ اور ملکہ کو تعظیم دی اور پھر چابک سنبھال کر رتھ میں کود گئے۔

فضا ایک بار پھر چابکوں کے شڑاپوں سے گونج اٹھی۔ دونوں نئے کوچوان بُری طرح گھوڑوں کو مار رہے تھے اور میں ان کی حماقت پر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ گھوڑے پھر غضب ناک ہو کر اپنی اگلی ٹانگوں پر کھڑے ہو گئے تھے اور اپنی گردنیں اوپر کر کے زور زور سے ہنہنا رہے تھے۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ سارے ماحول پر تحیر کے ساتھ ساتھ سراسیمگی اور خوف کا غلبہ ہو گیا ہے۔ ابھی تک میرا رخ رتھ کی طرف تھا۔ میں نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اور رتھ کی طرف اپنی پشت کر لی۔ اس سے زنجیر کا ایک اور بل میری کمر کے گرد لپٹ گیا۔ میں نے شاہ تالاش اور اسطوفینہ کے چہروں کو باری باری دیکھا۔ اسطوفینہ کا رنگ فق ہو رہا تھا اور تالاش کا منہ کھلا ہوا تھا۔

میں نے ایک قدم آگے بڑھایا، پھر دوسرا، پھر تیسرا اور مجمع جیسے تحیر اور خوف میں ڈوبی ہوئی چیخوں کا طوفان پھٹ پڑا۔ رتھ پیچھے کھنچا چلا آ رہا تھا۔ چاروں گھوڑے پیچھے کی طرف گھسٹ رہے تھے۔ انہوں نے خوف اور دہشت کے عالم میں اپنی اگلی دونوں ٹانگیں فضا میں اٹھا رکھی تھیں اور آگے بڑھنے کی جدوجہد میں ناکام ہو کر پیچھے کو گھسٹتے چلے آ رہے تھے۔ دونوں کوچوان گھبرا کر رتھ سے نیچے کود پڑے اور سراسیمگی اور حیرت کے عالم میں اس ناقابلِ یقین منظر کو دیکھنے لگے۔

ملکہ اسطوفینہ کے چہرے پر جیسے موت کی زردی کھنڈ گئی۔ شاہ تالاش کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل کر اوپر چڑھ گئیں۔ معزز مہمانوں کی نشستوں پر ایک عجیب سی ہلچل مچ گئی۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

میں نے اسی طرح زنجیر سے بندھے ہوئے رتھ کو گھسیٹتے ہوئے ایک ٹوٹا کاٹا اور سیدھا شاہ تالاش اور ملکہ اسطوفینہ کی طرف بڑھا۔ جو سب سے اگلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رتھ میرے پیچھے آ رہا تھا۔ شور مچاتے ہوئے خوف زدہ گھوڑوں نے چیخ چیخ کر قیامت سر پر اٹھا رکھی تھی۔ مجھے معزز مہمانوں کی صف کی طرف بڑھتے دیکھ کر شاہ کے گرد بیٹھے لوگوں نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ خود شاہ تالاش اور ملکہ اسطوفینہ بھی اپنی نشستوں پر سے اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن دل چسپ بات یہ تھی کہ کوئی بھی سپاہی ان کے نزدیک نہیں آیا۔

"ٹھہر جاؤ!" میں نے کڑک کر حکم دیا۔ میری آواز میں بجلی کا سا کڑکا تھا جو میدان میں دور دور تک سنا گیا۔ "کوئی شخص اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرے۔ شاہ تالاش بیٹھ جاؤ اور تم بھی بیٹھ جاؤ ملکہ اسطوفینہ!"

تمام لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ سب نے بے چون و چرا میرے حکم کی تعمیل کی اور خاموشی سے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے شاہ تالاش اور ملکہ اسطوفینہ کے عین سامنے رک کر اپنی پشت سے بندھے ہوئے ہاتھوں کو ایک جھٹکا دیا۔ رسی ٹوٹنے کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی زنجیر بھی ٹوٹ گئی۔ پشت کے پیچھے میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے بازوؤں کو دونوں جانب پھیلایا اور بازوؤں سے بندھی ہوئی رسیاں اور زنجیریں ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر گئیں۔ اب میرے دونوں ہاتھ مکمل طور پر آزاد تھے۔ میں نے ایک ہاتھ سے اپنی کمر کے گرد کسی ہوئی زنجیر کو ایک جھٹکا دیا۔ زنجیر ٹوٹ گئی۔ رتھ کا میرے جسم سے رابطہ ٹوٹ گیا اور ٹھیک اسی لمحے خوف زدہ گھوڑے وحشت ناک انداز میں آگے بھاگتے چلے گئے۔ اب انہیں آگے بڑھنے سے کوئی چیز نہیں روک رہی تھی۔ گھوڑوں نے بہت دور جا کر دم لیا۔ مجمع میں جیسے قیامت بپا تھی۔ جو آگے تھے وہ اور آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے جو پیچھے تھے وہ آگے والوں کو دھکیل کر آگے آنا چاہتے تھے۔ ہر طرف ایک ہنگامہ برپا تھا۔ میں نے ایک نظر رسّاد کی طرف ڈالی۔ وہ اور مغرلیس دونوں مسکرا رہے تھے۔

میں دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ایک شاہانہ وقار کے ساتھ چلتا ہوا شاہ تالاش اور ملکہ اسطوفینہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"تو تمہاری ملکہ نے مجھ پر مجرمانہ حملے کا الزام لگایا ہے؟" میں نے گرجدار آواز میں شاہ تالاش سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "ملکہ کا یہی کہنا ہے۔"

"کیا تم نے اس الزام کی تحقیق کے لیے کچھ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"لیکن ملکہ..." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ملکہ اپنے ذاتی مفادات کے لیے جھوٹ بھی بول سکتی ہے اور جھوٹ بول رہی ہے۔" میں نے کڑک کر اتنے زور سے کہا کہ میری آواز سارے میدان میں دور دور تک گونجتی چلی گئی۔ "ملکہ نے میرے اوپر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اس نے خود مجھے گناہ کی دعوت دی تھی۔ لیکن جب میں نے اس کی دعوت کو مسترد کر دیا تو وہ میری جان کی دشمن بن گئی۔ اس نے یہ ڈھونگ رچایا کہ میں نے اس کی عزت پر حملہ کیا ہے اور مجھے قید کروا دیا۔ اور اب وہ مجھے ہلاک کروا دینا چاہتی تھی۔"

"عظیم روح!" شاہ تالاش نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا یہ سچ ہے؟ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ مگر تم جھوٹ کیسے بول سکتے ہو۔ تم اس دنیا کے انسان نہیں ہو۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم کوئی غیر معمولی ہستی ہو، تم یقیناً کسی دیوتا کا روپ ہو۔ عظیم روح! ہمیں معاف کر دو۔ ہم نے تمہاری توہین کرنے کی کوشش کی۔" اور ان الفاظ کے ساتھ ہی شاہ تالاش اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میری طرف بڑھنے لگا۔

"بیٹھ جاؤ تالاش!" میں نے اسے حکم دیا اور وہ فوراً دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ "میں نے تمہیں اسطوفینہ کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ حرف بحرف سچ ہے۔ لیکن بات صرف اتنی نہیں ہے۔ ابھی تمہیں اور بھی کئی کڑوے سچ سننے پڑیں گے۔ اپنے کانوں اور دماغ کو اس کے لیے تیار رکھو۔ تم شہنشاہ ہو کر بھی اتنی بات نہیں جان

سکے کہ تمہاری ملکہ تمہارے پیچھے کیا کیا گل کھلاتی رہی ہے۔ میں تمہیں سب بتاؤں گا لیکن تھوڑی دیر بعد۔ میں ایک جگہ جا رہا ہوں اور تقریباً ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ واپس آؤں گا۔ میں جو کچھ بھی ہوں تمہارے لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ جب تک میں واپس نہ آجاؤں، ہر شخص اپنی نشست پر اسی طرح بیٹھا رہے۔ اگر کسی نے میری حکم عدولی کی کوشش کی تو میں اس پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ تمہاری ساری فوجوں کو تہ تیغ کر دوں گا اور تمہاری سلطنت کو ملیامیٹ کر دوں گا۔" میں نے چنگھاڑ کر کہا۔

اور پھر میں نے آگے بڑھ کر دمارلیس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ کسی تنکے کی طرح اڑتا ہوا میری طرف چلا آیا۔ "تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا دمارلیس۔"

"لیکن کہاں؟" دمارلیس کا جوان اور صحت مند جسم کسی زرد پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"جہاں بھی میں لے چلوں۔" میں نے کہا۔ "لیکن فکر مت کرو دوست۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ہم بھی تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گے۔ تمام لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں۔" میں نے شاہ تاناش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "خاص طور پر ملکہ اسطوقینہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے۔" مجمع پر سناٹا چھا گیا۔

میں دمارلیس کا ہاتھ پکڑے ہوئے رتھ کی طرف بڑھا جو مجھ سے کافی دور کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے رتھ میں سوار کرایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں نے گھوڑوں کو اشارہ کیا اور وہ ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ وہی گھوڑے جو ابھی کچھ دیر پہلے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر پا رہے تھے۔ اب گویا فضاؤں میں تیرتے چلے جا رہے تھے۔

"تمہارا شاہ تاناش کے دربار میں کیا منصب ہے دمارلیس؟" میں نے پوچھا۔

"میں وزیر داخلہ ہوں معزز شہزادے۔" دمارلیس نے ہکلاتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہم ملکہ کے پہاڑی قید خانے کی طرف جا رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ "وہاں سے ہمیں ایک قیدی کو لانا ہے۔"

"کون سا قیدی؟" دمارلیس نے حیران ہو کر پوچھا۔ "میری اطلاع کے مطابق اس قید خانے میں تمہارے علاوہ اور کوئی قیدی نہیں تھا۔"

"کیا ارکیداس تمہارا ماتحت ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"وزیر داخلہ ہونے کے لحاظ سے مجھے اس پر مکمل فوقیت حاصل ہے اور میں اسے کوئی بھی حکم دے سکتا ہوں لیکن ضروری ہے کہ یہ حکم ملکہ کے حکم سے متصادم نہ ہو۔" اس نے کہا۔

"اور اگر تمہارا حکم ملکہ کے حکم سے متصادم ہو تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"تو اس صورت میں ارکیداس میرے نہیں بلکہ ملکہ کے حکم کی تعمیل کرے گا۔" دمارلیس نے جواب دیا۔

"تم ارکیداس کو یہ بتانا کہ یہ ملکہ کا ہی حکم ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم پہاڑی والے قید خانے کے پاس پہنچ گئے۔ دروازے پر حسب معمول دو سپاہی پہرا دے رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مزید حیران کن بات یہ تھی کہ وزیر داخلہ دمارلیس میرے ساتھ تھا۔ دمارلیس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ارکیداس کو بلایا جائے۔ ارکیداس فوراً ہی آگیا۔

"قید خانے کے دروازے کھلواؤ اور اقلوس کو رہا کرو۔ ہم اسے لینے آئے ہیں۔" میں نے ارکیداس سے کہا جسے مجھ کو اس حال میں دیکھ کر اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"اقلوس ملکہ عالیہ اسطوقینہ کا قیدی ہے اور صرف ان ہی کے حکم سے اس کی رہائی عمل میں آسکتی ہے۔" ارکیداس نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

"یہ ملکہ عالیہ کا حکم بھی ہے اور شہنشاہ تاناش کا بھی۔" دمارلیس نے پُر رعب لہجے میں ارکیداس سے کہا۔

"میں معزز وزیر داخلہ سے معذرت چاہتا ہوں۔" ارکیداس نے کہا۔ "جب تک معزز دمارلیس ملکہ اور شہنشاہ کے اس حکم کے ثبوت میں کوئی تحریر پیش نہیں کریں گے، میں ارشاد کی تعمیل نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں ملکہ عالیہ کے اس ذاتی قید خانے کا نگراں ہوں اور بلاواسطہ صرف ملکہ کے سامنے جواب دہ ہوں۔"

"ثبوت؟" دمارلیس زور سے چلایا۔ "بدقسمت آدمی کیا تمہارے لیے اتنا ثبوت کافی نہیں ہے کہ مملکت کا وزیر داخلہ خود یہاں موجود ہے اور اپنی زبان سے تمہیں ملکہ اور شہنشاہ کا حکم سنا رہا ہے؟"

"لیکن معزز وزیر داخلہ ایک ایسے شخص کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں جو صبح تک سزائے موت کا قیدی تھا اور جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے عضروس دستے کے سربراہ ساقلوم کے حوالے کیا تھا۔ اب میں اس شخص کو آزاد اور زندہ دیکھ کر حیران ہوں کہ ملکہ کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والا شخص موت کے منہ سے کس طرح بچ نکلا۔ مجھے اس سارے معاملے میں کسی سازش کی بو معلوم ہوتی ہے۔ نہیں میں اقلوس کو آپ لوگوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔" ارکیداس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"سنو ارکیداس۔" دمارلیس نے کہا۔ "ملکہ عالیہ، شہنشاہ اور تمام امرا و سلاطین مملکت اس وقت شہر کے وسط میں اسٹیڈیم میں بیٹھے ہوئے میری واپسی کے منتظر ہیں۔ ان سب کی اور خاص طور پر ملکہ کی سلامتی کے لیے ضروری ہے کہ اقلوس کو جلد از جلد وہاں پہنچا دیا جائے۔ میں وزیر داخلہ کی حیثیت سے اور شہنشاہ اور ملکہ کی جانب سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ فوراً اقلوس کو قید خانے سے نکال کر ہمارے حوالے کر دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو ہم واپس جا کر ملکہ عالیہ اور شہنشاہ سے تمہاری حکم عدولی کی شکایت کریں گے اور اس کے بعد اپنے انجام کے تم خود ذمہ دار ہوگے۔"

"اب تو میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کروں۔" ارکیداس

نے بے حد پریشان ہو کر کہا۔ پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "اچھا ایک شرط پر میں اقلوس کو آپ کے حوالے کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟ جلدی بتاؤ۔" دمارلیس نے کہا۔

"وہ یہ کہ اقلوس کے ساتھ میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں گا تاکہ اپنے ہاتھوں سے ملکہ عالیہ کے قیدی کو ان کے سامنے پہنچا دوں۔"

دمارلیس نے جواب طلب نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "تم ہمارے ساتھ چل سکتے ہو ارکیداس۔"

"آپ لوگ یہیں ٹھہریں۔" ارکیداس نے کہا اور اپنی جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر دروازے کا تالا کھولنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ارکیداس واپس آیا تو اقلوس اس کے ساتھ تھا۔ دمارلیس اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ "کون ہے یہ شخص؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔ "اور اس قید خانے میں کب سے بند ہے؟"

"تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا دمارلیس۔" میں نے کہا اور اقلوس کو سہارا دے کر رتھ میں سوار کرانے لگا۔ اقلوس نے سورج کی تیز روشنی سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے چھپا رکھا تھا۔ وہ آج سالہا سال کے بعد سورج کی چمک دیکھ رہا تھا۔

"تم آگئے شہزادے۔" اس نے دلدوز جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "مجھے معاف کر دینا میرے دوست مجھے ہرگز بھی یقین نہیں تھا کہ تم واپس آؤ گے۔ میں نے تمہیں دیوانہ سمجھا تھا۔ تمہاری باتیں سن کر مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ موت کے خوف نے تمہاری عقل خبط کر دی ہے اور تم واہی تباہی بکنے لگے ہو۔ لیکن تم واقعی اپنے قول کے سچے نکلے، مگر بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ ارکیداس کہتا ہے کہ میری رہائی ملکہ کے حکم سے عمل میں لائی گئی ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟"

"تمہیں بھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" میں نے دمارلیس کے ساتھ رتھ میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس اثنا میں ارکیداس بھی دروازے کو تالا لگا کر رتھ میں سوار ہو گیا۔

"اقلوس مجھے اپنے گھر کا راستہ بتاؤ۔" میں نے اس سے کہا۔ "پہلے ہم تمہارے گھر چلیں گے اور تم وہاں سے وہ انگوٹھی لو گے جسے تم نے بڑی حفاظت سے چھپا کر رکھا ہے۔"

"کس کا گھر اور کیسی انگوٹھی؟" ارکیداس زور سے چلایا۔ "یہ سب کچھ کیا گورکھ دھندا ہے؟ تم لوگوں کا منصوبہ کیا ہے؟ آخر ہم جا کہاں رہے ہیں؟"

"خاموش بیٹھے رہو ارکیداس۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "پہلے ہم اقلوس کے گھر جائیں گے اور اس کے بعد اسٹیڈیم میں چلیں گے جہاں سب لوگ ہمارے منتظر ہیں۔"

اقلوس نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتا رہا لیکن میں نے اس کی باتوں پر دھیان نہیں دیا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ یقیناً وہ سخت الجھن کا شکار تھا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ خود کو بالکل بے بس پا رہا تھا۔

رتھ شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ اب شہر کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ سڑکوں پر ہر طرف فوجی ہی فوجی نظر آرہے تھے جو خاموشی سے کھڑے ہوئے تھے۔ ہمارا رتھ جن راستوں سے گزرا، ہر طرف مسلح فوجی سڑکوں کے دونوں طرف کھڑے ہوئے نظر آئے۔ لیکن انہوں نے ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے اپنی جگہوں پر کھڑے ہوئے ہمارے رتھ کو گزرتے دیکھتے رہے۔ وسط شہر سے کچھ پہلے ایک تنگ سی گلی کے کنارے اقلوس نے رتھ رکوا لیا اور ہم سب لوگ اس میں سے اتر گئے۔ ارکیداس اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھے اقلوس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور مجھے برابر مشتبہ نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ گلی کے اندر داخل ہو کر اقلوس ایک خستہ حال مکان کے سامنے رک گیا۔ "یہ ہے میرا گھر۔" اس نے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، جس کی کئی دیواریں گر چکی تھیں۔ دروازہ ٹوٹا ہوا تھا اور دیواروں سے ویرانی برس رہی تھی۔ ہم لوگ ٹوٹے ہوئے دروازے سے اس کھنڈر نما مکان میں داخل ہوئے جس کے وسیع صحن کے تقریباً وسط میں ایک بڑا سا درخت سایہ کیے کھڑا تھا۔ اقلوس دیوانہ وار درخت کی طرف بڑھا اور اس نے چند لمحے غور کرنے کے بعد اس کے تنے کے ایک سوراخ کو ہاتھ لگایا جس پر بہت سے سوکھے ہوئے تنکے جمع تھے۔ چڑیاں ایک عرصہ ہوا اپنا گھونسلا چھوڑ کر جا چکی تھیں۔ اقلوس نے تنکوں کو نکال کر پھینکا اور سوراخ میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولنے لگا۔

"مل گئی۔" وہ فرط مسرت سے چلایا اور اس نے اپنا ہاتھ باہر نکال لیا۔ اس کے ہاتھ میں کپڑے کی ایک چھوٹی سی بوسیدہ تھیلی تھی جس میں جگہ جگہ سوراخ ہو گئے تھے۔ اس نے تھیلی کو پھاڑ دیا اور اس میں سے ایک چمکتی انگوٹھی نکل آئی۔ اقلوس نے انگوٹھی میرے ہاتھ میں دے دی اور میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔

"لباس کے نام پر میری کمر کے گرد ایک چیتھڑا لٹکا ہوا ہے۔" اقلوس نے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں اندر سے کوئی لباس لے لوں؟"

"اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تمہیں شہنشاہ کے سامنے اسی حلیے میں جانا چاہیے جس طرح تم قید خانے میں تھے۔"

دمارلیس حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ارکیداس کے چہرے سے اب خوف جھلک رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کسی بڑی بھیانک سازش کا نشانہ بن گیا ہے۔ تاہم اب وہ خود کو مجبور محسوس کر رہا تھا۔

ہم سب لوگ دوبارہ رتھ میں بیٹھ گئے اور رتھ تیزی کے ساتھ اسٹیڈیم کی طرف روانہ ہو گیا۔ دور سے ہی لوگوں کا مجمع نظر آرہا تھا جس میں پہلے کی نسبت اب بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ غالباً وہ لوگ بھی جو کسی وجہ سے اپنے گھروں میں رہ گئے تھے، ان حیرت ناک واقعات کی اطلاع پا کر اسٹیڈیم میں جمع ہو گئے تھے۔ جگہ جگہ مسلح فوجی نظر آرہے تھے۔ اسٹیڈیم کے قریب تو ان کا اجتماع بہت بڑا تھا لیکن وہ خاموش کھڑے ہوئے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ رتھ اسٹیڈیم کے دروازے میں داخل ہوا اور تیزی سے چلتا ہوا معزز مہمانوں کی صفوں کے پاس پہنچ گیا۔ تمام

اپنی اپنی نشستوں پر بدستور بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی ایک شخص بھی اٹھ کر نہیں گیا تھا۔ شاہ تالاش اور ملکہ اسطوفینہ بھی اپنی جگہوں پر موجود تھے۔

میں نے رتھ کو روکا اور اس میں سے سہارا دے کر اقلوس کو اتارا۔ ملکہ اسطوفینہ کی نظر جیسے ہی اقلوس پر پڑی، اس کا چہرہ سفید ہو گیا۔ اچانک اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے کی کوشش کی، لیکن میری ایک ہی ڈانٹ نے اسے دوبارہ بیٹھ جانے پر مجبور کر دیا۔ اب کی بار اس نے ناقابل یقین نظروں سے مجھے دیکھا۔

"کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو شاہ تالاش؟" میں نے اقلوس کو اس کے سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔

شہنشاہ تھوڑا دیر تک اس عجیب الخلقت شخص کو غور سے دیکھتا رہا، پھر اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔ "میں اس شخص کو نہیں جانتا۔"

"کیا تمہیں اقلوس یاد ہے؟" میں نے شہنشاہ سے پوچھا۔ "جو آج سے کئی سال پہلے تمہارے دربار میں خوشنویس تھا؟"

"اقلوس؟" شہنشاہ نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ہاں مجھے اقلوس یاد ہے۔ وہ دربار میں خوشنویس تھا، لیکن پھر اس کا بیٹا کہیں غائب ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی بہت تلاش کی، لیکن وہ کہیں نہیں ملا۔ اور پھر اس کے چند ماہ بعد اقلوس بھی کہیں غائب ہو گیا۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ کہیں چلا گیا یا شاید مر کھپ گیا ہے۔ یہ آج سے کئی سال پہلے کی بات ہے۔"

"اقلوس مرا نہیں بلکہ زندہ ہے اور تمہارے سامنے موجود ہے۔" میں نے اقلوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شہنشاہ سے کہا۔ "اور اس کا بیٹا کہیں غائب نہیں ہوا تھا بلکہ تمہاری ملکہ نے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد اسے ہلاک کر کے شاہی محل کے باغ کے ایک کونے میں دفن کروا دیا ہے۔ اور صرف اسی کو نہیں، نہ جانے کتنے نوجوانوں کو تمہاری یہ حسین ملکہ اسی طرح ہلاک کروا چکی ہے۔ اقلوس کو اپنے بیٹے کی ہلاکت کا پتا چل گیا تھا اور اس نے ملکہ کو بتا دیا تھا کہ وہ شہنشاہ سے اس کی شکایت کرنے جا رہا ہے، جس پر ملکہ نے اسے قید کروا دیا، اور آج سالہا سال بعد میں نے اسے قید سے رہائی دلوائی ہے۔ اقلوس بطور ثبوت کے تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کی دکھ بھری داستان اس کی زبانی سنو اور پھر خود اپنی سیاہ کار ملکہ کے بارے میں فیصلہ کرو۔"

میں نے اقلوس سے کہا کہ وہ سارے واقعات تفصیل کے ساتھ شہنشاہ کے گوش گزار کرے۔

وحشت زدہ اقلوس نے، جو اس سارے تماشے سے سخت پریشان تھا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، میرے کہنے پر لوگوں اور امرا کے درمیان اپنی داستان غم شہنشاہ تالاش کے روبرو بیان کی اور لولی کی باتوں کا بھی حوالہ دیا جس نے مرنے سے پہلے ملکہ کی سیاہ کاریوں کے بارے میں مکمل اطلاع اسے دی تھی اور اس کے بیٹے کے قتل کی خبر بھی سنائی تھی۔ اس کے بعد اقلوس نے مجھ سے لے کر ملکہ کی انگوٹھی شہنشاہ کے سامنے ثبوت کے طور پر پیش کی۔

شاہ تالاش کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس نے نفرت بھری نگاہوں سے اسطوفینہ کی طرف دیکھا۔ اسطوفینہ کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا اور اس نے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔

شاہ تالاش چند لمحوں تک بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ گویا اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہو۔ اس کے بعد اس نے اچانک اپنی تلوار کھینچی اور پلک جھپکتے میں اسطوفینہ کا سر اڑا دیا۔ اسطوفینہ کا سر کٹ کر دور جا گرا۔ خون کے چھینٹے آس پاس بیٹھے ہوئے امرا کے علاوہ میرے اور اقلوس کے جسموں پر بھی پڑے۔ ملکہ کا بے جان بدن کرسی سے لڑھک کر ایک طرف کو گر گیا۔ مہمانوں کی صفوں میں سناٹا چھا گیا۔

"تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں شہزور۔" شاہ تالاش نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرے لیے یہ کس قدر شرم اور افسوس کی بات ہے کہ میری ملکہ اس بے دردی کے ساتھ بے گناہ انسانوں کا خون بہاتی رہی اور مجھے اس کے بارے میں کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ شہنشاہ ہونے کی حیثیت سے رعایا کی جان کے تحفظ کی ذمہ داری میری ہے اور مجھ سے اس معاملے میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس کا فوری طور پر تدارک یہی ہو سکتا ہے کہ میں اس عورت کو موت کے گھاٹ اتار دوں جس نے اتنے لوگوں کو دکھ پہنچایا ہے۔"

شاہ تالاش چند لمحوں کے لیے رکا اور اس نے اسطوفینہ کے خاک و خون میں لتھڑے ہوئے بے سر کے بدن کو دیکھا جو زمین پر پڑا ہوا تھا۔

"لیکن شاید اتنا کافی نہیں ہے شہزور۔" شاہ تالاش نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور شاید کوئی بھی اس بات کو نہیں جانتا سوائے تمہارے۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔ تم یا تو خود دیوتا ہو جو انسان کا روپ دھار کر ہمیں ہمارے گناہوں کا احساس دلانے اور مزید گناہوں سے ہمیں باز رکھنے کے لیے زمین پر آیا ہے یا کسی دیوتا نے تمہیں اپنی قوتیں بخش کر اس کام پر مامور کیا ہے۔ تم ایک مقدس ہستی ہو۔ تم ان تمام انسانوں سے بلند تر ہو جو روئے زمین پر کہیں بھی موجود ہیں۔ اس لیے میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ آج سے یہ تخت و تاج تم سنبھالو کیونکہ میری نظر میں تم اس منصب کے اہل ہو۔ تم طاقتوروں کے خلاف کمزوروں کا دفاع کر سکتے ہو اور ناانصافیوں کا ازالہ کر سکتے ہو۔ آؤ اور میری جگہ سنبھالو۔ میں اپنی بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں گزار دینا چاہتا ہوں۔ ہاں، البتہ تم سے ایک درخواست ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو ہم لوگوں کو اپنی اصلیت سے آگاہ کر دو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی شاہ تالاش اپنی کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری اصلیت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔" میں نے شاہ تالاش کے شانے پر ہاتھ رکھ

کر اسے اس کی کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تخت و تاج کی نہ کوئی تمنا ہے، نہ ان چیزوں سے مجھے کوئی دلچسپی ہے۔ میں مظلوموں اور بے کسوں کے کام آتا ہوں اور شاید قدرت نے میری تخلیق کی غرض یہی رکھی ہے کہ میں ظالم، جابر، مغرور اور متکبر انسانوں کو ان کی اوقات میں رکھوں۔ اسطوفینہ نے جو کچھ کیا، اس میں تمہارا زیادہ قصور نہیں، قصور اسطوفینہ کا ہے اور اسے اپنے قصور کی سزا مل چکی ہے۔ تمہارے لیے صرف یہ احساس کر لینا ہی کافی ہے کہ تم سے کوتاہی ہوئی اور تم نے بروقت ان باتوں کا پتا نہیں چلایا، جس کی وجہ سے بہت سی انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔"

تمام امرا و رؤسا اور معززین شہر تصویر حیرت بنے اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے اور ہماری گفتگو سن رہے تھے۔

"میں تمہیں اپنے محل میں چلنے اور وہیں قیام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔" شاہ تالاش نے مجھ سے کہا۔ "تم جب تک چاہو وہاں رہو۔ تمہاری میزبانی میرے لیے زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہو گی۔"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مجھے محلوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ تمہارے شہر میں میرا قیام چند روز سے زیادہ نہیں اور یہ چند روز میں اپنے استاد اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے دوبارہ اپنے درمیان میں پا کر بہت خوش ہوں گے۔"

دراصل میرا ارادہ یہ تھا کہ ایتھنز میں چند روز قیام کرنے کے بعد شرنجانہ کو ساتھ لے کر گاؤں نکل جاؤں اور کچھ عرصہ شرنجانہ کے ساتھ گاؤں میں گزاروں۔ میں نے شاہ تالاش کے سامنے جان بوجھ کر شرنجانہ کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

"جیسی تمہاری مرضی شہزور۔" شاہ تالاش نے جھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "اور ہاں، میری تم سے درخواست ہے اور ہم نادانستگی میں جن گستاخیوں کے مرتکب ہوئے ہیں، ہمیں ان کے ازالے کا موقع دو۔ میں تمہارے اعزاز میں ایک ضیافت دینا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔"

"مجھے تمہاری ضیافت میں شرکت کر کے خوشی ہو گی شاہ تالاش۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ہاں، میری تم سے درخواست ہے کہ اقلوس کو اس کے سابقہ منصب پر بحال کر دو۔ اس کا بیٹا مارا جا چکا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نقصان کی تلافی تو کوئی بھی نہیں کر سکتا، لیکن اس کے علاوہ تم جو کچھ بھی اس کے لیے کر سکتے ہو تمہیں کرنا چاہیے۔"

"میں اقلوس کو نہ صرف اس کے سابقہ منصب پر بحال کر دوں گا بلکہ اسے اتنا مال و دولت دوں گا کہ پھر اسے زندگی میں کسی اور چیز کی خواہش نہیں رہے گی۔ اس نے قید خانے میں جتنی مصیبتیں جھیلی ہیں میں ان کا ازالہ ضرور کروں گا۔" شاہ تالاش نے جواب دیا۔ "کل رات شاہی محل میں تمہارے اعزاز میں ضیافت ہو گی جس میں طوفان کلب کے سربراہ استاد اشکند اور دوسرے لوگوں کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے گی۔"

شاہ تالاش اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی تمام معزز مہمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ استاد اشکند، معزلیس اور دوسرے لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔ استاد کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور معزلیس کی آنکھوں میں حیرتوں کے سمندر موجزن تھے۔

ہم لوگ کلب میں واپس آ گئے، لیکن یہ واپسی اتنی آسان نہ تھی۔ راستے میں جگہ جگہ لوگوں کے زبردست ہجوم اکٹھا تھے جو قریب سے میری ایک جھلک دیکھنے کے متمنی تھے۔ اب کوئی بھی شخص مجھ پر پتھر یا گلے سڑے پھل نہیں پھینک رہا تھا، بلکہ ہر طرف میری غیر معمولی اور حیران کن بہادری کے چرچے تھے۔ اسٹیڈیم سے کلب تک کا آدھے گھنٹے کا راستہ ہم لوگ بڑی مشکل سے تین گھنٹے میں طے کر پائے۔ کلب کے دروازے پر خلقت کا ایک ازدحام جمع تھا جو مجھے قریب سے دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔ معزلیس اور دوسرے لوگوں نے بڑی مشکل سے میرے لیے راستہ بنایا۔ میرے اندر داخل ہونے کے بعد کلب کے صدر دروازے کو اندر سے بند کر دیا گیا اور کئی پہرے دار تعینات کر دیے گئے۔

میں ایک بار پھر خود کو اپنے لوگوں کے درمیان پا کر بے حد مسرت محسوس کر رہا تھا۔ استاد جیسے مجھ پر فدا ہوا جا رہا تھا۔ طوفان کلب میں استاد وہ واحد شخص تھا جو کسی حد تک میرے ناقابل تسخیر ہونے کے راز سے واقف تھا اور اسی وجہ سے اسے میرے اس عجیب و غریب اور ناقابل یقین کارنامے پر اتنی حیرت نہیں تھی کہ میں نے چار گھوڑوں والے رتھ کو کس طرح اپنی طرف گھسیٹ لیا، لیکن معزلیس اور دوسرے لوگوں کے لیے یہ ایک نہایت حیران کن واقعہ تھا اور وہ لوگ مجھے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

میں نے اطمینان سے بیٹھنے کے بعد استاد سے سب سے پہلا سوال شرنجانہ کے بارے میں کیا۔ استاد نے شرنجانہ کے بارے میں کچھ بتانے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ میں نے اپنا سوال پھر دہرایا۔ جواب میں استاد نے کہا۔ "میں نے معزلیس کو اسی دن گاؤں روانہ کر دیا تھا، لیکن وہ کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔"

"میں ہر بری خبر سننے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے صاف صاف بتاؤ کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔"

"شرنجانہ کے پڑوسیوں نے معزلیس کو بتایا کہ آج سے چند روز پہلے شرنجانہ اپنے گھر میں مردہ پائی گئی۔ اسے کسی نے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا، اور جس دن شرنجانہ کی موت واقع ہوئی، اسی دن ملکہ اسطوفینہ کے خصوصی دستے کے چند سپاہیوں کو گاؤں میں دیکھا گیا تھا۔ ان سپاہیوں نے گاؤں والوں کو یہ بتایا تھا کہ وہ وہاں شکار کھیلنے آئے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ شرنجانہ کے قتل کی ذمہ داری بھی ملکہ اسطوفینہ پر ہے۔" میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "اس عورت نے اپنے فانی عیش کی خاطر کتنے انسانوں کی جان لی ہے۔ اسے یقیناً اپنے جاسوسوں کے ذریعے میرے اور شرنجانہ کے مراسم کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو گا۔"

اور اس نے حسد اور رقابت کے جذبے سے مغلوب ہو کر اپنے آدمیوں کے ذریعے شرنجانہ کو قتل کروا دیا۔ اس کے لیے یقیناً یہ بات ناقابلِ برداشت ہو گی کہ شرنجانہ کو میرا قرب حاصل رہے۔"

"بالکل یہی ہوا ہوگا۔" استاد نے میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اب صبر کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ شرنجانہ مر چکی ہے اور اب کوئی اسے زندہ نہیں کر سکتا۔ شرنجانہ کی اصل قاتل سطوفیہ بھی اپنے گناہوں کی سزا پا چکی ہے۔"

"ہاں، مجھے صبر ہی کرنا ہوگا۔" میں نے آہستگی سے کہا۔ لیکن درحقیقت مجھے شرنجانہ کی موت کا بہت صدمہ تھا۔ وہ ابھی بالکل نوجوان تھی اور اس نے دنیا میں ابھی دیکھا ہی کیا تھا۔ وہ بیچاری میری وجہ سے ماری گئی۔ ایتھنز میں اپنے قیام کے دوران میں اب تک دو نوجوان اور بے گناہ عورتوں کی ہلاکت کا سبب بن چکا تھا، اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اب جب تک میں یہاں موجود ہوں، کسی عورت کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دوں گا۔ میں شرنجانہ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا خواہشمند تھا لیکن ظالموں نے مجھے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔

قصہ مختصر یہ کہ پروفیسر سارے شہر میں میرے نام کی دھوم مچ گئی۔ ہر طرف میرا ہی چرچا تھا، ہر زبان پر میرا ہی ذکر تھا، ہر محفل میں یہی موضوعِ گفتگو تھا۔ دوسرے دن شام کو شاہی سواری مجھے لینے آئی اور میں استاد اور مغرلیس کے ساتھ شاہ تالاش کی پرتکلف اور شاہانہ ضیافت میں شریک ہوا، جہاں سارے شہر کے امرا و رؤسا موجود تھے۔ اسی دعوت میں میں نے اقلوس کو دیکھا۔ میں تو اسے پہچان بھی نہ سکا تھا لیکن جب اس نے قریب آ کر مجھ سے گفتگو کی تب میں نے اسے پہچانا۔ اب میرے سامنے ایک نیم برہنہ، نیم وحشی، عجیب الخلقت ہستی کے بجائے ایک مہذب اور شائستہ انسان کھڑا ہوا تھا جس کے جسم پر معقول لباس تھا، جس کے بال اور ناخن قاعدے سے کٹے ہوئے تھے اور جسم صاف ستھرا تھا۔ میں اقلوس کو اس بدلی ہوئی حالت میں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اقلوس میرا بہت ممنون تھا۔ میرا شکریہ ادا کرتے کرتے اس کی زبان نہیں تھکتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے اسے نئی زندگی دی ہے ورنہ کچھ دنوں قید و بند کی صعوبتیں مزید برداشت کرنے کے بعد وہ مر جاتا۔ اس کی لاش کو خاموشی سے کہیں دفنا دیا جاتا اور اس ظلم کے بارے میں کسی کو اطلاع بھی نہ ملتی۔

بہرحال، شاہی ضیافت میں بڑا جشن اور ہنگامہ رہا۔ طبقۂ اشرافیہ سے تعلق رکھنے والی بہت سی حسین اور نوجوان خواتین نے مجھ سے بے تکلف ہونے اور میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے انہیں خوبصورتی سے ٹال دیا۔

شاہ تالاش نے، جو ایک دن پہلے مجھے اپنے تاج و تخت کی پیشکش کر چکا تھا، اب دوبارہ مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس کی مملکت کا وزیرِ اعظم بننا قبول کر لوں۔ شاہ تالاش کی اس تجویز کی تائید اشکند نے بھی حمایت کی لیکن میں نے ان لوگوں کو صاف منع کر دیا اور یہ کہا کہ مجھے کسی عہدے یا منصب کی کوئی تمنا نہیں ہے۔

اس کے بعد میں نے طوفان کلب میں مزید چند دن گزارے لیکن اب یہاں کا ماحول بدل گیا تھا۔ میں جو پہلے یہاں کے لوگوں کا بے تکلف ساتھی تھا، اب ان کے لیے اجنبی بن گیا تھا۔ استاد کی شفقت بھری ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکیوں کی جگہ ایک محتاط رویے نے لے لی تھی اور استاد کا رویہ میری جانب اب ایسا تھا گویا وہ میرا استاد نہیں بلکہ میں اس کا استاد ہوں۔ مغرلیس اور دوسرے ساتھیوں کی بے تکلفی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکی تھی۔ وہ میری جانب عزت و احترام کا انداز اختیار کیے ہوئے تھے۔ اب وہ میرے قریب آنے کے بجائے میری موجودگی میں شاید ایک قسم کی بے چینی محسوس کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنا جیسا ایک انسان سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی تھی۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی مجھے کوئی دیوتا یا دیوتا کا اوتار سمجھنے لگے تھے۔ استاد نے میرے سپرد کوئی کام بھی نہیں کیا۔ میں دن بھر خالی رہتا جبکہ دوسرے لوگ اپنے روزمرہ کے معمولات میں مصروف رہتے۔ جلد ہی اس ماحول سے میرا دل اکتا گیا۔ جب تک میری مخفی قوتوں کا بھرپور انکشاف نہیں ہوا تھا، سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ لیکن ایک بار ان قوتوں کا انکشاف ہو جانے کے بعد اب میرے لیے یہ ناممکن تھا کہ لوگوں کو یہ باور کرا سکوں کہ میں بھی ان ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ مجھے یاد تھا کہ استاد نے پہلے بھی مجھ سے ایک بار یہ بات کہی تھی کہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے اس کلب کا نگران بنا دے اور اس کے مرنے کے بعد میں اس کلب کو سنبھالوں۔ لیکن اب ایک بار بھی استاد کی زبان پر یہ الفاظ نہیں آئے۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے کلب کا نگران کسی انسان کو ہی بنا سکتا تھا، اور میں اب ان لوگوں کی نظر میں انسان کے علاوہ کوئی اور چیز تھا۔

اجنبیت اور بیگانگی کے اس ماحول میں میں ایک ہفتے زیادہ نہیں رہ سکا۔ میں ایک عضوِ معطل کی طرح زندگی گزار رہا تھا جسے صبح سے شام تک کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا تھا اور جس سے اس کے اپنے خوف زدہ رہتے تھے۔ بالکل وہی صورتِ حال تھی جو اس سے پہلے ساردو میں تھی۔

آخر ایک رات کو، جبکہ کلب میں سارے لوگ محوِ خواب تھے، میں خاموشی سے اٹھا اور اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا استاد کے کمرے میں داخل ہوا اور ایک نظر اس کے بزرگ پُرشفقت چہرے پر ڈالی۔ استاد نے مجھے بہت کچھ دیا تھا اور مجھ سے بہت محبت کرتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ جانے سے پہلے اس کی عنایات کے لیے اس کا شکریہ ادا کر دوں۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے اس سے جانے کی اجازت طلب کی تو وہ مجھے کبھی ہرگز اجازت نہیں دے گا اور دوسرے لوگ بھی مجھے روکنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ میں رات کے سناٹے میں خاموشی سے یہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے اب ایتھنز کو ظلم اور ناانصافی کے خلاف ایک ایسا سبق دے دیا تھا جسے انہوں نے یقیناً ایک طویل عرصے تک یاد رکھنا ہوگا۔

رات کی تاریکی میں، میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ سڑک پر پہنچ کر میں نے کلب کی وسیع و عریض عمارت پر ایک الوداعی نظر ڈالی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں میں ایک مشتبہ شخص کی حیثیت سے داخل ہوا تھا، میرا ... ملازم کی حیثیت سے ہوا تھا اور اب میں اس شہر کے سب سے ... کی حیثیت سے اس جگہ سے رخصت ہو رہا تھا۔

رات تقریباً آدھی گزر چکی تھی جب میں نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ سارا شہر محوِ خواب تھا۔ کہیں کہیں گلیوں میں چوکیداروں کی جاگتے رہو کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ میں حتی المقدور چوکیداروں کی نظروں سے بچتا ہوا شہر کے باہر جا رہا تھا۔ رات کے سناٹے میں آوارہ کتوں کے غول شور مچاتے پھر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کے شور میں اضافہ ہو جاتا، لیکن انہوں نے میرے قریب آنے یا مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ میں خاموشی اور اطمینان سے اپنا سفر طے کرتا ہوا سیدھا اس گاؤں کی طرف تھا جہاں میں نے شرنجانہ کے ساتھ کچھ دن گزارے تھے۔ میں اس مکان کو آخری بار دیکھ لینا چاہتا تھا جس سے میری زندگی کی بہت سی خوشگوار یادیں وابستہ تھیں۔

چلتے چلتے ساری رات بیت گئی اور دور افق پر سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگا۔ میری منزل اب زیادہ دور نہیں تھی۔

صبح ہوتے ہوتے میں اس گاؤں میں داخل ہو گیا اور سیدھا اس مکان پر پہنچا جہاں میں کچھ دن شرنجانہ کے ساتھ رہا تھا۔ مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اس کے اندر داخل ہو گیا۔ سارا مکان سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اس میں کوئی شخص موجود نہ تھا۔

میں دیر تک ان ساری چیزوں کو دیکھتا رہا جو اس کمرے میں موجود تھیں۔ بے جان و جامد اشیا جن کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن ان میں اس وقت زندگی کی لہر دوڑتی نظر آتی تھی جب وہ کسی انسان کے استعمال میں آ جاتی تھیں۔

میں زیادہ دیر تک اس مکان میں نہیں رک سکا۔ مجھے شرنجانہ کا انتقام کسی سے نہیں لینا تھا کیونکہ اول تو مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ کس شخص کے ہاتھوں نے شرنجانہ کا گلا گھونٹا ہے، اور اگر معلوم ہو بھی جاتا تو اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ شرنجانہ کی اصل قاتل تو وہ تھی جو اب اس دنیا میں موجود نہیں تھی۔ اسے اپنے گناہوں کی سزا مل چکی تھی۔

چند منٹ کے بعد میں یادوں کے اس حسین گہوارے سے باہر نکل آیا۔ ابھی بہت سویرا تھا اور رات کا دھندلکا باقی تھا۔ کچھ لوگ ادھر ادھر چل پھر رہے تھے لیکن زیادہ چہل پہل نظر نہیں آ رہی تھی اور اسی لیے شاید مجھے کسی نے دیکھا بھی نہیں۔ بہرحال میرے لیے یہ بات بے معنی تھی کہ کسی نے مجھے دیکھا یا نہیں دیکھا۔ میں نے منزل کا تعین کیے بغیر ایک سمت میں قدم بڑھانا شروع کر دیے اور جلد ہی گاؤں کو پیچھے چھوڑ دیا۔

جس وقت سورج کی روشنی پوری طرح پھیل گئی اس وقت تک میں گاؤں سے بہت دور نکل چکا تھا۔ ایتھنز اس سے کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ صبح کو جب استاد، مغرلیس اور دوسرے لوگ بیدار ہوئے ہوں گے اور انہوں نے مجھے وہاں موجود نہیں پایا ہوگا تو انہیں سخت اچنبھا ہوا ہوگا اور انہوں نے میری تلاش شروع کر دی ہوگی لیکن اب وہ میری گرد کو بھی نہ پا سکیں گے۔

آبادیاں پیچھے رہ گئیں اور ناہموار ٹیلوں، اونچی نیچی زمین اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ سورج اب تیزی سے چمک رہا تھا اور اس میں کافی تمازت محسوس ہو رہی تھی۔ میں، جو کہ کھانے پینے کی انسانی ضروریات سے بے نیاز تھا، اسی طرح چلتا رہا۔ یہ ویران اور غیر آباد علاقہ تھا جہاں سے میں گزر رہا تھا۔ شام ہوتے ہوتے کو آئی لیکن خاردار جھاڑیوں اور ناہموار ٹیلوں کا سلسلہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ رات کا اندھیرا چاروں سو پھیل گیا۔ اب میں نے آرام کرنے کی ٹھانی اور ایک جھاڑی کے قریب زمین کو سنگریزوں اور خشک پتوں سے صاف کر کے میں نے وہاں رات بسر کی۔

صبح کو میں نے پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔ اس دفعہ میں ایک طویل سفر کرنا چاہتا تھا اور بالکل نئی دنیاؤں کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ جہاں میں نئے تجربات اور نئے حوادث سے دوچار ہونے کا موقع حاصل کر سکوں۔

چنانچہ پروفیسر، اس دفعہ میرا سفر مہینوں جاری رہا۔ میں خشکی کے علاوہ کئی آبی راستوں سے بھی گزرا۔ راستے میں کئی جگہ مجھے آبادیاں اور بستیاں ملیں۔ میں نے ان میں سے ایک آدھ میں چند روز قیام بھی کیا، ایک آوارہ گرد مسافر کی حیثیت سے، لیکن میں ایک آدھ روز سے زیادہ کہیں نہیں رکا اور مسلسل حرکت کرتا رہا۔ میں یونان کی زمین سے باہر نکل چکا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ اب میں کس ملک کی سرزمین پر سفر کر رہا ہوں، لیکن اتنا احساس مجھے ضرور تھا کہ میں یورپ کے علاقے سے نکل کر ایشیا کی حدود میں داخل ہو چکا ہوں۔ شاید میں ترکی میں تھا یا شاید ایران میں یا شاید عراق میں۔ بہرحال اس وقت ان ممالک کی وہ سرحدیں اور حدود نہیں رکھتی تھیں جو کہ آج ہیں اور نہ ہی ان کی وہ شکل تھی جو کہ تمہارے دور میں ہے۔ مجھے ایشیا میں اپنے داخل ہونے کا اندازہ اس طرح ہوا کہ لوگوں کے چہرے بدل گئے تھے۔ مغربی خدوخال کی جگہ مشرقی نقوش نے لے لی تھی۔ لباس بھی بدل گئے تھے۔ زبانیں بھی بدل گئی تھیں۔ مجھے

مسلسل سفر میں رہنے کے سبب اندازہ نہیں ہو سکا کہ میں کس کس ملک سے گزرتا ہوا کس ملک میں داخل ہو گیا ہوں، کیونکہ میں زیادہ تر ایسے راستوں سے سفر کرتا تھا جہاں انسانی آبادیاں موجود نہ ہوں۔ اور کئی کئی مہینے تک میں کسی انسان کی شکل نہیں دیکھتا تھا۔

وہ ایک خوشگوار اور سہانی صبح تھی جب میں ایک ہرے بھرے اور گھنے جنگل میں داخل ہوا۔ موسم سرما کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ بہار کی آمد تھی، درخت کی خشک ٹہنیوں پر نئی کونپلیں تیزی سے پھوٹ رہی تھیں۔ شگوفے مسکرانے لگے تھے اور چڑیوں کی چہچہاہٹ میں سرمستی و سرشاری کا عالم تھا۔ خود مجھ پر بھی ایک بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ میں درختوں کی گھنی شاخوں اور بے تحاشا پھیلی ہوئی بیلوں میں سے راستہ بناتا ہوا میلوں اندر چلا گیا۔ بے حد گھنا اور وسیع و عریض جنگل تھا۔

میں نے گھنے درختوں اور گہرے سبز رنگ کی بیلوں سے گھرے ہوئے خشک سالی کے ایک چشمے کو دیکھا اور بے ساختہ اس میں کود پڑا۔ کافی دیر تک میں چشمے میں نہاتا رہا اور میں نے مدتوں کے بعد ٹھنڈا پانی جی بھر کر پیا۔ جب میں چشمے سے پانی پی کر اور نہا کر باہر نکلا تو چشمے کے کنارے ہی ایک طرف اگی ہوئی نرم نرم گھاس پر لیٹ گیا۔ گھاس سے تھوڑی دور کے فاصلے پر کچی اور نم زمین تھی۔ اچانک میں نے اس نم زمین میں ایک ایسی چیز دیکھی جس نے مجھے سخت حیرت میں مبتلا کر دیا۔ یہ واضح طور پر انسانی قدموں کے نشانات تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں خود اس نم زمین سے گزر کر چشمے تک نہیں گیا تھا بلکہ میں گھاس پر چلتا ہوا گیا تھا اس لیے یہ نشانات میرے قدموں کے نہیں ہو سکتے تھے اور اس بات کا مطلب یہ تھا کہ اس جگہ کوئی انسان موجود ہے!

اس گھنے جنگل میں میلوں اندر، جہاں دن کے وقت بھی ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا رہتا تھا، "انسان کا وجود کہاں سے آگیا" اور اس تنہائی اور ویرانے میں کوئی انسان کیا کر رہا ہے؟ میرے ذہن میں اچانک یہ سوال پیدا ہوا اور میں نے ذہن ہی میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی عابد و زاہد ہو، کوئی تارک الدنیا شخص، جو اس ویرانے میں اپنے تزکیہ نفس کے لیے بیٹھا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہاں کسی خفیہ عمل میں مصروف ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مفرور مجرم ہو اور سزا کے خوف سے بھاگ کر جنگل میں چھپ گیا ہو۔ بہرحال، میرے لیے گہری دلچسپی کا سامان پیدا ہو چکا تھا اور انسانی قدموں کے ان نشانات نے میرے اندر زبردست تجسس پیدا کر دیا تھا۔

میں نے چشمے کے آس پاس اور دور دور تک نظریں دوڑائیں، مجھے انسانی جھلک نہیں دکھائی دی۔ قدموں کے نشانوں کو غور سے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ تازہ نشانات ہیں۔ میں نے نشانوں کو اور زیادہ غور سے دیکھا۔ یہ کافی بڑے بڑے پیروں کے نشانات تھے، جن سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ جس شخص کے قدموں کے یہ نشانات ہیں، وہ کوئی بھاری بھرکم اور تنومند و قدآور ہے۔ میں کافی دیر تک گھاس پر لیٹا رہا۔ ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکوں اور ماحول کی طراوت نے مجھے نیند کی حسین دنیا میں پہنچا دیا اور جب میری آنکھ کھلی تو شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ یقیناً سورج کے غروب ہونے میں ابھی کافی دیر باقی تھی، لیکن درختوں کی گھنی چھاؤں تلے غروب آفتاب سے پہلے ہی اندھیرا ہو گیا تھا۔ جنگل میں اس وقت دور دور تک ایک عجیب پُراسرار سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اس سناٹے کو توڑتی ہوئی کسی وقت کسی پرندے کی تیز آواز فضا میں گونج اٹھتی۔ جواب میں جنگل کے کسی اور دور دراز گوشے سے ایک اور آواز بلند ہوتی۔ چند گھنٹوں تک آوازوں کا تبادلہ ہوتا رہتا اور اس کے بعد ایک بار پھر سناٹا طاری ہو جاتا۔

میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا اور میں نے قدموں کے نشانات پر دوبارہ نظر ڈالی۔ کسی نئے نشان کا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ شخص دوبارہ چشمے کی طرف نہیں آیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ شاید رات ہونے سے قبل وہ شخص دوبارہ اس چشمے کے پاس آئے لیکن درختوں کے نیچے گہرا اندھیرا پھیل گیا اور وہ نہیں آیا۔ اب غروب آفتاب کا وقت آ گیا تھا۔ چڑیاں بسیرا لینے کی تیاریاں کر رہی تھیں اور ان کی چہکار سے سارا جنگل گونج رہا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا گویا میرے سر کے اوپر ہزارہا اقسام کے نوع بہ نوع ساز بج رہے ہوں جن کی مختلف آوازیں آپس میں گڈمڈ ہو کر ایک عجیب و غریب صوتی آہنگ اختیار کر گئی ہوں۔

میں تھوڑی دیر کے بعد چشمے کے کنارے ایک پتھر پر جا بیٹھا اور میں نے اپنے پاؤں پانی میں لٹکا دیے۔ شام ہونے کے ساتھ ہی پانی بہت ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ اب چڑیوں نے چہچہانا بند کر دیا اور وہ اپنے اپنے گھونسلوں میں جا کر دبک گئی تھیں۔ میرے چہرے کو ایک بے حد فرحت بخش خنکی کا احساس ہو رہا تھا اور میں اپنی بے پناہ اور لامتناہی یادوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک مجھے عجیب سی آواز سنائی دی۔ بات یہ ہے پروفیسر کہ میں نے بے شمار جنگلوں میں راتیں اور دن بسر کیے تھے جو طرح طرح کے جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں سے بھرے ہوتے تھے اور میں ان سب کی آواز بخوبی شناخت کر سکتا تھا۔ لیکن جو آواز میں سن رہا تھا وہ کسی جانور کی آواز نہیں تھی۔ میں نے اپنے کان پوری طرح آواز پر لگا دیے۔ آواز کہیں بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور اس میں ہلکا ہلکا اتار چڑھاؤ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے دور کہیں ناقوس پھونکا جا رہا ہو۔ کیا یہاں قریب کوئی بستی ہے اور وہاں کے لوگ اپنی شام کی عبادت میں مصروف ہیں؟ میں نے سوچا۔ میں نے اپنے کانوں کو پوری طرح متوجہ کرتے ہوئے آواز کی سمت کا تعین کیا اور اس کے بعد اسی

سمت آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ابھی میں نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ آواز ختم ہو گئی۔ وہ جس طرح اچانک ابھری تھی، اسی طرح اچانک غائب ہو گئی۔ میری متعین کردہ سمت غائب ہو گئی اور میں نے آگے بڑھنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ میں نے سوچا کہ میں یہیں رک کر انتظار کروں گا کیونکہ صبح تک تو کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا۔

مجھے معلوم نہیں پروفیسر کہ تمہیں کبھی گھنے جنگل میں رات گزارنے کا موقع ملا ہے کہ نہیں۔ لیکن میری زندگی میں ایسے بے شمار مواقع آئے ہیں اور میں پوری طرح ان سے لطف اندوز ہوا ہوں۔ خاص طور پر کسی چشمے یا تالاب کے کنارے رات کے جنگل کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ جنگلی جانوروں کی اصل سرگرمیاں رات کو ہی شروع ہوتی ہیں۔ شکاری جانور شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ہر طرح کے جانور اپنی اپنی غذا کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ رات کو مختلف اقسام کے جانور باری باری چشمے یا تالاب کے کنارے پانی پینے آتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ تھوڑی دیر میں یہاں جانوروں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ میں انہیں خوف زدہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے میں ایک قریبی درخت پر جو کافی بلند تھا، چڑھ گیا اور میں نے اپنے آپ کو اس کی گھنی شاخوں میں اچھی طرح چھپا لیا۔ قمری مہینے کی درمیانی تاریخیں تھیں۔ سیاہ آسمان پر روشن چاند سونے کے ایک خوبصورت تھال کی طرح جگمگا رہا تھا۔ مجھے نیچے کا منظر بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔ جانوروں کے غول کے غول باری باری پانی پینے آ رہے تھے اور میں انہیں بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہا۔ وہ پُراسرار آواز مجھے دوبارہ نہیں سنائی دی۔ ساری رات گزر گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس گھنے جنگل میں جانوروں کے علاوہ شیر، چیتے اور بھیڑیے جیسے درندے بھی موجود تھے۔ درندوں کے کئی غول پانی پینے کے لیے آئے۔ اس سے میں نے نتیجہ نکالا کہ اس جنگل میں جو کوئی انسان موجود ہے، اسے اپنے تحفظ کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہوگا اور وہ غالباً کسی سخت مجبوری کی بنا پر جنگل میں چھپا ہوا ہے۔

رات دھیرے دھیرے سرکتی رہی۔ صبح کاذب کا وقت ہوا تو کچھ آنکھ لگ گئی اور میں سورج نکلنے کے بعد کافی دیر تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلنے کے بعد میں درخت سے نیچے اترا۔ میں نے چشمے کے سرد اور فرحت بخش پانی میں کافی دیر تک غسل کیا اور جب غسل سے فارغ ہو کر تازہ دم ہو کر باہر نکلا تو پُراسرار آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ میں نے فوراً سمت کا تعین کیا اور تیزی سے اس طرف چل پڑا۔ چلنے سے پہلے میں نے چشمے کے آس پاس کی زمین کا اچھی طرح جائزہ لیا، لیکن مجھے انسانی قدموں کے پرانے نشانات کے علاوہ کوئی نئے نشانات نظر نہیں آئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے سونے کے دوران بھی کوئی شخص ادھر نہیں آیا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ شخص پانی کے پاس کیوں نہیں آیا اور وہ پانی پیے بغیر کیسے گزارا کر رہا ہے۔ پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

ہو سکتا ہے اس نے دور سے مجھے یہاں دیکھ لیا ہو اور اب وہ اس طرف آنے سے گریزاں ہو۔ آس پاس کہیں پانی کا کوئی اور چشمہ بھی موجود ہو اور وہ شخص اپنی ضروریات اس سے پوری کر رہا ہو۔

آواز جس طرح اچانک شروع ہوئی تھی، اسی طرح اچانک بند ہو گئی۔ لیکن میں نے کافی حد تک سمت کا تعین کر لیا تھا اور میں اس طرف روانہ ہو گیا۔

میں اپنی متعین کردہ سمت میں بہت دور تک چلا گیا لیکن مجھے نہ تو کوئی انسان نظر آیا اور نہ کوئی ایسی نشانی جس سے کسی انسان کے وجود کا ثبوت مل سکے۔

مجھے گھومتے گھومتے دوپہر ہو گئی۔ جنگل اور زیادہ گھنا ہو گیا تھا۔ جھاڑیوں اور بیلوں کی تعداد میں اضافہ معلوم ہوتا تھا اور درختوں کا درمیانی فاصلہ بہت کم تھا۔ میں چاروں طرف احتیاط سے نظریں دوڑاتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اچانک کسی درخت سے ایک پکا ہوا پھل ٹھیک میرے سر کے اوپر آ کر گرا۔ فطری طور پر میری نظر فوراً اوپر درخت کی طرف اٹھ گئی۔ مجھے ایسا لگا گویا اوپر کافی بلندی پر پتوں کے درمیان کچھ لکڑی کے تختے چھپے ہوئے ہیں۔ اسی لمحے ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا۔ ڈالیاں ہلیں اور میں نے واضح طور پر دیکھ لیا کہ اوپر لکڑی کے تختے موجود ہیں۔ بڑی عجیب سی بات تھی!

میں نے فوراً اس درخت پر چڑھنا شروع کر دیا اور بالآخر میں نے تختوں کا راز پا لیا۔ دو درخت بالکل پاس پاس تھے اور ان کے بڑے بڑے ٹہنوں پر جو تقریباً سیدھے تھے، ایک لکڑی کی چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی جو ٹہنیوں اور پتوں میں اس طرح چھپی ہوئی تھی کہ نیچے سے نظر ہی نہیں آتی تھی۔ غور سے دیکھنے پر صرف فرش کے تختوں کی ایک جھلک دکھائی دیتی تھی۔ مجھے اس جنگل میں یہ معلق جھونپڑی دیکھ کر بے حد حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کسی نے بڑی ہنرمندی کے ساتھ تختوں کو ترتیب دے کر یہ جھونپڑی تیار کی تھی۔ میں جھونپڑی کے قریب پہنچا۔ اس میں باقاعدہ ایک دروازہ لگا ہوا تھا جو اس وقت باہر سے بند تھا۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ جھونپڑی کی چھت ڈھلوان تھی اور دروازہ بھی بہت چھوٹا تھا۔ انسان بالکل جھک کر اس میں داخل ہو سکتا تھا۔ میں تقریباً دوہرا ہو کر جھونپڑی کے چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جھونپڑی اندر سے کافی کشادہ اور نہایت صاف ستھری تھی۔ ایک بار جھونپڑی کے اندر داخل ہو جانے کے بعد یہ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ جھونپڑی درختوں پر قائم اور فضا میں معلق ہے۔ جھونپڑی کے ایک جانب گھاس پھوس سے بنا ہوا نرم بستر موجود تھا جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اسے باقاعدہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک طرف کونے میں بڑا سا مٹی کا برتن رکھا تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا، اس میں پانی تھا اور ساتھ ہی کسی دھات کا بنا ہوا ایک گلاس بھی موجود تھا۔ ایک طرف دو لمبی لمبی

تلواریں بھی، بڑے بڑے خنجر اور چھوٹے موٹے چاقو بھی رکھے ہوئے تھے۔ جو کوئی بھی شخص یہاں رہ رہا تھا، وہ پورے اطمینان اور تیاری کے ساتھ رہ رہا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ایک طویل عرصے تک یہاں قیام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

میں نے تھوڑی دیر تک غور سے جھونپڑی کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ بلاشبہ یہ جھونپڑی اندر سے کافی بڑی تھی۔ اس میں کم از کم چار آدمی بڑے اطمینان سے رہ سکتے تھے۔ اسے واقعی بڑی محنت اور عمدگی کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ تاہم یہ بات ظاہر تھی کہ اس میں رہنے والا فی الحال کوئی ایک ہی شخص تھا، کیونکہ بستر ایک ہی تھا۔

میں اندر سے جھونپڑی کا معاینہ کرنے کے بعد اس میں سے باہر آیا اور درخت سے نیچے اتر آیا۔ میں نے جھونپڑی کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اگر یہاں کے رہنے والے کو میری آمد کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ یقیناً یہیں نے اسی آدمی کا پتا دریافت کر لیا ہے جس کے قدموں کے نشانات میں نے چشمے کے پاس دیکھے تھے لیکن پُراسرار آواز کا مسئلہ اب بھی باقی تھا۔ ہو سکتا ہے اس آواز کا تعلق اسی انسان سے ہو۔ میں نے سوچا، اب اس کا پتا چلانا میرے لیے چنداں دشوار نہ تھا۔

میں درخت سے نیچے اتر کر آس پاس کے علاقے کا جائزہ لینے لگا۔ میں جھونپڑی والے درخت کے محلِ وقوع کو اچھی طرح اپنے ذہن میں بٹھا لیا تھا۔ جنگل کا یہ حصہ بہت خوبصورت تھا۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے میلوں تک کے گھنے جنگل کو پار کرنا پڑتا تھا۔ یہاں معلوم ہوتا تھا کہ اس علاقے کو جھونپڑی بنانے کے لیے خاص طور پر منتخب کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہاں کسی انسان کے آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

میں کافی دیر تک ادھر ادھر گھومتا رہا اور جھونپڑی والے درخت سے کافی دور نکل آیا۔ میں گھنی جھاڑیوں کی اوٹ میں تھا کہ اچانک مجھے اپنے سے کچھ فاصلے پر [illegible] جانوروں کی سی آواز سنائی دی۔ میں نے جھاڑیوں سے جھانک کر آواز کی طرف دیکھا۔ سیاہ رنگ کا ایک بہت بڑا ریچھ کسی چیز پر جھپٹنے کی کوشش کر رہا تھا اور اپنے بھاری بھرکم بدن کو جھلاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ [illegible] ریچھ کے شکار کو تلاش بھی نہ کر پائی تھیں کہ اچانک ایک آواز سنائی دی۔ اب کی بار یہ آواز بالکل ہی قریب سے آ رہی تھی اور بڑے زور سے گونج رہی تھی۔ میں نے آواز کی سمت غور سے دیکھا، ریچھ کے پاس جھنڈ کے پیچھے ایک انسان کھڑا تھا!

میں اس انسان کے پورے جسم کو نہیں دیکھ پا رہا تھا کیونکہ وہ پتوں کی اوٹ میں تھا۔ میں صرف اس کی گردن سے اوپر کے حصے کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک بڑا سا سنکھ پکڑ رکھا تھا جسے وہ اپنے منہ سے لگائے ہوئے پھیپھڑوں کی پوری قوت کے ساتھ بجا رہا تھا۔ اس کوشش میں اس کی گردن کی رگیں بری طرح تن گئی تھیں۔ گال پھول کر کپا ہو گئے تھے اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ سنکھ سے مسلسل تیز آواز نکل رہی تھی۔ ریچھ اس کی آواز سے خوف زدہ ہو گیا۔ وہ رک گیا اور جھنجلائی ہوئی نظروں سے آدمی کو دیکھنے لگا۔ چند ثانیوں کے بعد وہ پلٹا اور بھد بھد کرتا ہوا گھنی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

ریچھ کے بھاگ جانے کے ساتھ ہی اس شخص نے سنکھ کو منہ سے ہٹا لیا اور اس میں سے نکلنے والی آواز بند ہو گئی۔ اس شخص نے وہیں کھڑے کھڑے ایک ہاتھ سے اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھا اور پھر وہ عین میری نظروں کے سامنے آ گیا۔ اسے دیکھ کر مجھے جھرجھری سی آ گئی۔

اس شخص کے جسم پر لباس کا تانا بھی نہ تھا۔ وہ بالکل ننگا تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ اس کا اصل چہرہ ہی غائب ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ کے ناخن جانوروں کی طرح بہت لمبے لمبے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے انہیں کئی برس سے کاٹا نہ گیا ہو۔ اس کا جسم صحت مند اور ہڈیاں چوڑی چوڑی تھیں۔ اس کی داڑھی اور سر کے لمبے لمبے بال دھوپ میں چمک رہے تھے۔ اس کے بال سیاہ تھے، جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی بوڑھا آدمی نہیں ہے۔ اس کا جسم بھی خوب کسا ہوا اور صحت مند تھا۔ اس کی کمر کے گرد گھاس کی بٹی ہوئی ایک موٹی رسی بندھی ہوئی تھی اور اس نے سنکھ کو ایک پتلی سی رسی کے ذریعے اس موٹی سی رسی سے باندھ رکھا تھا۔ سنکھ کو اس نے دوبارہ کمر سے لٹکا لیا۔ نیچے جھک کر کوئی چیز اٹھائی۔ یہ تازہ شکار کیے ہوئے خرگوش تھے۔ جو اس کی کمر کی رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک خنجر بھی نظر آ رہا تھا۔ اب میں نے اس انسان کو بھی تلاش کر لیا تھا اور پُراسرار آواز کا راز بھی اب مجھ پر منکشف ہو گیا تھا۔ میں خاموشی سے اس شخص کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگا۔ وہ دونوں خرگوشوں کو ہاتھ میں اٹھائے ہوئے واپس اسی سمت چلنے لگا جدھر اس کی جھونپڑی واقع تھی۔ میں ایک خاص فاصلے سے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جھونپڑی والے درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں آ کر اس نے ایک جھاڑی کے پاس سے بہت سی سوکھی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہاں سوکھی ہوئی لکڑیوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور اس کے ساتھ بہت سے پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اس نے ان میں سے دو پتھر اٹھا لیے اور اپنی جھونپڑی کے عین نیچے بیٹھ کر انہیں رگڑنے لگا۔ جلد ہی پتھروں سے چنگاریاں پیدا ہوئیں اور خشک لکڑی نے آگ پکڑ لی۔ اس شخص نے اطمینان سے ایک خنجر کے ذریعے خرگوشوں کی کھال اتاری۔ ان کے پیٹ چاک کر کے آلائش صاف کی اور پھر انہیں اطمینان سے آگ پر بھوننے لگا۔ اس نے اب تک مجھے نہیں دیکھا تھا اور وہ بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں منہمک تھا۔ میں جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اس کے کچھ اور قریب آیا اور میں نے غور سے اس کی شخصیت کا جائزہ لیا۔ وہ زیادہ سے زیادہ

بیس سال کی عمر کا آدمی تھا۔ اس کا جسم صحت مند اور قد کافی لمبا تھا۔ اس کی شخصیت میں کافی کشش تھی۔ اپنے خدوخال سے وہ مشرقی نظر آتا تھا۔

میں نے سوچا کہ اب میرے لیے زیادہ دیر اپنے آپ کو اس کی نظروں سے چھپائے رکھنا مناسب نہیں ہے۔ میرا جذبہ تجسس پوری طرح بیدار تھا اور میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ وہ کون ہے اور اس گھنے تاریک جنگل میں تنہا کیا کر رہا ہے۔

میں جھاڑیوں اور بیلوں کی آڑ سے نکل کر اچانک اس کے سامنے آ گیا۔ جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی، اس کے منہ سے حیرت اور خوف میں ڈوبی ہوئی ایک چیخ نکلی اور اس کا ہاتھ بے ساختہ کمر کے گرد بندھی رسی کی طرف بڑھنے لگا جس سے خنجر بندھا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے چمکتا ہوا خنجر اس کے ہاتھ میں تھا لیکن اس نے مجھ پر حملہ نہیں کیا۔ وہ بس گھبرایا ہوا سا میرے چہرے پر حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات لیے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے مسکرا کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، میں بالکل غیر مسلح ہوں اور ابھی تک تمہاری نظروں سے چھپا ہوا تھا، جبکہ تم میری نظروں سے چھپے ہوئے نہیں تھے۔ اگر میں تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا تو پہلے ہی پہنچا سکتا تھا۔"

میں نے جو زبان بولی تھی، وہ میرے اندازے کے مطابق قدیم زمانے میں بولی جانے والی بہت سی زبانوں میں سے ایک تھی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ یہ اجنبی میری زبان کو سمجھ لے گا، لیکن اس شخص نے میری بات کو بخوبی سمجھ لیا۔ اس نے مجھ پر خنجر سے حملہ تو نہیں کیا، لیکن خنجر چھوڑا بھی نہیں۔ "اور تم کون ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اور اس جنگل میں کیا کر رہے ہو؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"بالکل یہی سوال میں تم سے کرنے والا تھا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے طویل عرصے سے خونخوار درندوں کے درمیان اس جنگل میں کیا کر رہے ہو؟"

"کتنے عرصے سے؟" اس نے جلدی سے گڑبڑا کر کہا۔ "تمہیں کیا معلوم، میں کتنے عرصے سے اس جنگل میں ہوں؟" اس نے مشتبہ نظروں سے مجھے گھورا۔

"مجھے قطعی طور سے تو یہ بات نہیں معلوم کہ تم کتنے عرصے سے اس جنگل میں ہو، لیکن میں نے یہ قیاس کیا ہے کہ تمہاری عدت کا تعلق اس بات سے ہے کہ تمہارے بدن کا لباس نہ جانے کب کا تار تار ہو چکا ہے اور تم نے خود کو لباس کے تکلف سے آزاد کر لیا ہے۔"

میرے ان الفاظ سے اسے اچانک اپنی برہنگی کا احساس ہوا اور وہ کچھ عجیب سا ہو گیا۔ لیکن اس کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جسے وہ ستر پوشی کے لیے استعمال کر سکتا۔ میں نے اپنے لباس کا اوپری حصہ اتار کر اس کی طرف پھینکا۔ اس نے جلدی سے اسے پکڑ لیا اور اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا۔

"تمہارا تعلق لاتاق سے تو نہیں معلوم ہوتا۔" اس نے غور سے میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد نہیں کہ میں نے تمہیں وہاں کبھی دیکھا ہو۔"

"لاتاق کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔ "میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا!"

"لاتاق کے بارے میں تو میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔" اس نے کہا۔ "پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور بغیر کسی ہتھیار کے اس بھیانک جنگل میں اتنی آزادی کے ساتھ کیسے گھوم رہے ہو؟"

"دراصل میں ایک سیلانی آدمی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے نئی نئی جگہیں دیکھنے اور دور دراز کے دشوار گزار علاقوں کی سیر کرنے کا شوق ہے۔ اس شوق کے سبب مجھے کہیں قرار نہیں ہے اور میں تقریباً ہر دم سفر میں رہتا ہوں۔ بھٹکتے بھٹکتے میں اس جنگل میں آ نکلا۔ اب یہاں سے نکل کر کہیں اور چلا جاؤں گا۔ وہاں سے کہیں اور، پھر کہیں اور..."

"عجیب آدمی ہو۔" اس نے کہا۔ "ویسے تمہارا وطن کون سا ہے؟"

"ساری دنیا میرا وطن ہے۔" میں نے گول مول سا جواب دیا۔

میرے اس جواب پر وہ جھنجلا گیا۔ "ساری دنیا کسی کا وطن نہیں ہوتی۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی وطن ہوتا ہے۔ جہاں وہ پیدا ہوتا ہے اور پلتا بڑھتا ہے۔ جس کی دھرتی سے اسے خصوصی پیار ہوتا ہے اور جہاں اس کے عزیز و اقارب رہتے ہیں۔"

"جہاں تک عزیز و اقارب کا تعلق ہے تو اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اگر تم وطن کے بارے میں جاننے کے اتنے ہی بے چین ہو تو یوں سمجھ لو کہ میں یونان کا رہنے والا ہوں۔"

"تم یونان کے رہنے والے ہو؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن یونان تو یہاں سے بہت دور ہے۔ تم اتنی دور دراز کا سفر کر کے فارس کے علاقے میں آئے ہو اور وہ بھی بغیر کسی سواری کے؟ کیا تمہارے پاس گھوڑا ہے؟"

"نہیں، میرے پاس کوئی گھوڑا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے یہ سارا سفر پیدل طے کیا ہے۔"

"یونان ہمارے علاقے سے بہت دور ہے۔ ہم نے اس ملک کے بارے میں بہت سی کہانیاں اور داستانیں سن رکھی ہیں، لیکن میرے آباؤ اجداد میں سے کوئی کبھی یونان نہیں گیا۔ ہاں، ہمارے علاقے سے کئی تجارتی قافلے یونان جاتے رہتے تھے اور یونان کے تجارتی قافلے بھی ہمارے ہاں آتے تھے۔ مگر تم نے ہماری زبان کس طرح سیکھی؟"

"مجھے ایک بار ایک تجارتی قافلے کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا تھا، جس میں ایک شخص اس علاقے کا بھی شامل تھا۔ میں نے اس سے فارسی کی زبان سیکھی۔ اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیوں نہ ہم پہلے اس تازہ بھنے ہوئے گوشت سے لطف اندوز ہو لیں۔"

جو رکھنے کے لیے ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ اب جبکہ مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تمہارا تعلق تاتاق سے نہیں ہے تو مجھے تمہیں اپنے بارے میں بتانے سے کوئی عذر نہیں ہوگا۔"

خرگوش کا بھنا ہوا گوشت بہت لذیذ تھا اور مقدار میں بھی کافی تھا کیونکہ دونوں خرگوش کافی بڑے اور موٹے تھے۔ ہم دونوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اس شخص کا خوف اب بالکل دور ہو چکا تھا اور وہ بڑی بے تکلفی کے ساتھ مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہا، لیکن میرے پاس اسے سمجھانے کے لیے کیا تھا! چنانچہ میں نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اسے بہلا دیا۔ جب ہم دونوں کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے اپنی داستان کا آغاز کیا۔

"میرا نام گاورنت ہے۔" اس نے کہا۔ "اور میں لاتاق کا رہنے والا ہوں۔ لاتاق اس جنگل کے دوسرے سرے سے کافی آگے پہاڑوں میں گھری ہوئی ایک نہایت حسین اور زرخیز وادی کا نام ہے اور اس وادی میں جو بستی آباد ہے، وہ بھی لاتاق کے نام سے ہی موسوم ہے۔ یہ ایک کافی بڑی بستی ہے۔ وہاں کے لوگ بہت خوشحال ہیں۔ پیداوار خوب ہوتی ہے اور سبزے کی بہتات کی وجہ سے مویشیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اس وادی کی بھیڑیں دور دور تک مشہور ہیں۔ ان کا اون نہایت عمدہ ہوتا ہے جو مہنگے داموں دور دور تک فروخت ہوتا ہے۔ اون خریدنے والے سوداگر بڑی دور دور سے یہاں آتے ہیں۔

"میرا باپ اس بستی کا سردار تھا۔ وہ ایک بہت نیک دل اور فیاض آدمی تھا۔ بستی کے لوگ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ میرے باپ کی دو بیویاں تھیں اور وہ دونوں آپس میں جڑواں بہنیں تھیں۔ ان کی شکلیں تقریباً ایک جیسی تھیں۔ میری ماں کا نام لوزیا تھا اور میری خالہ اور سوتیلی ماں کا نام شادیرا تھا۔ میرا نیک دل باپ اپنی دونوں بیویوں سے بہت محبت کرتا تھا۔

"میں اپنے باپ کی پہلی اولاد تھا اور جس وقت میں پیدا ہوا تھا میرے باپ نے اس خوشی میں خزانے کے منہ کھول دیے۔ کئی دن تک پوری بستی والوں کو کھانا کھلایا گیا اور بستی کے سارے گھروں میں چولہے جلانے کی نوبت نہ آئی۔ یہ کھانے صرف میرے باپ کی وسیع و عریض حویلی میں پکتے تھے جہاں درجنوں باورچی رات دن کھانا پکانے میں مصروف رہتے تھے۔ بستی کے لوگوں نے بھی اس موقع پر زبردست خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور تقریباً ایک ہفتے تک بستی میں جشن کا سماں رہا۔ میری ماں بہت خوش تھی۔ اس وقت میں جو باتیں تمہیں بتا رہا ہوں، وہ مجھے اپنی ماں، باپ اور دوسرے لوگوں نے بتائی ہیں۔

"میری پیدائش کے ٹھیک تین ماہ بعد میری خالہ اور سوتیلی ماں شادیرا کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوا۔ میرے باپ نے اس موقع پر بھی زبردست مسرت کا اظہار کیا اور خوشی کے شادیانے بجوائے لیکن وہ سب کچھ نہیں ہوا جو میری پیدائش پر ہوا تھا۔ شادیرا کو یہ بات سخت ناپسند آئی۔ دراصل میری ماں ایک نہایت شریف النفس اور شیریں المزاج عورت تھی اور اس نے کبھی بھی اپنی بہن کا برا نہیں چاہا لیکن شادیرا بالکل دوسرے قسم کی عورت تھی۔ حسد اور رقابت کا مادہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسے ابتدا سے اس بات کا غم تھا کہ اس کے ماں بننے سے پہلے اس کی بہن ماں بن گئی اور وہ بھی ایک بیٹے کی۔ بیٹا تو اس کے گھر بھی پیدا ہوا لیکن بعد میں، جبکہ میں اس دنیا میں آ چکا تھا۔

"چنانچہ شادیرا ابتدا ہی سے مجھے ناپسند کرنے لگی۔ درحقیقت اس نے مجھ سے ہمیشہ نفرت کی۔ اس نفرت کا سب سے بڑا سبب تھا کہ بڑا بیٹا ہونے کے باعث اپنے باپ کے بعد بستی کی سرداری میرا حق تھا۔ یہ ایک طے شدہ اصول تھا جس کی کوئی خلاف ورزی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا باپ اگر خود بھی یہ چاہتا کہ میرے بجائے میرے چھوٹے بھائی گراگس کو اپنا جانشین مقرر کر دے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ قبیلے کے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط کو وہ نہیں توڑ سکتا تھا۔

"ایک دن جب بات یہ تھی کہ جیسے جیسے میں اور میرا بھائی گراگس بڑے ہوتے گئے، یہ صاف نظر آ گیا کہ ہم دونوں کی شکلیں تقریباً بالکل ایک جیسی ہیں۔ ہماری مائیں سگی جڑواں بہنیں تھیں اور ہمارا باپ ایک تھا۔ اس لیے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ ہم دونوں بھائیوں کی شکلوں میں اتنی یکسانیت تھی کہ لوگوں کو ہمیں پہچاننے میں دشواری پیش آتی تھی۔ تاہم ہم دونوں میں ایک واضح فرق تھا اور وہ یہ کہ میری پشت پر پیدائشی طور پر ایک ستارے کا نشان بنا ہوا ہے۔" گاورنت نے اپنی پشت مجھے دکھاتے ہوئے کہا۔ وہاں دونوں شانوں کی ہڈیوں کے وسط میں ایک ستارے کا سا نشان بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔

"بستی کے دانشمندوں اور نجومیوں نے اس نشان کو میری خوش بختی کی علامت قرار دیا تھا اور میرے باپ کو یقین دلایا تھا کہ میں بہت اچھی اور کامیاب زندگی گزاروں گا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ ان لوگوں کے اندازے کتنے غلط تھے!

"بہرحال، میری سوتیلی ماں اور سگی خالہ یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ میرے باپ کے بعد سرداری مجھے حاصل ہو۔ وہ اس کا اپنا بیٹا حاکم بنا کر رہے۔ وہ اپنے بیٹے کو سردار بنانا چاہتی تھی لیکن میری زندگی میں یہ ممکن نہیں تھا اور وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھی۔

"جیسے جیسے ہم دونوں بھائیوں کی عمریں بڑھتی گئیں، ویسے ویسے شادیرا کی تشویش میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اور میری ماں سے اس کے تعلقات خراب ہونے لگے۔ وہ جان بوجھ کر میری ماں سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کرنے لگی اور طرح طرح سے اسے ستانے کی کوشش کرتی۔ لیکن میری ماں بڑے صبر و تحمل والی سمجھدار عورت تھی۔ اسے بخوبی علم تھا کہ شادیرا حسد و رقابت کے علاوہ احساس محرومی و احساس کمتری کا شکار ہے۔ اس لیے وہ بالعموم شادیرا کی باتوں کو نظر انداز کر جاتی تھی۔ شادیرا گراگس کو بھی ہم دونوں ماں بیٹوں سے

نفرت کرنا سکھا رہی تھی۔

"دیکھتے ہی دیکھتے دس سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس عرصے میں میری ماں نے دو خوبصورت لڑکیوں کو جنم دیا۔ جن کی پیدائش پر کسی خاص خوشی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ لیکن شادیرا کے ہاں اس کے بعد کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ گراگس اس کی واحد اولاد تھا۔

"انہیں دنوں ہماری بستی میں ایک عجیب و غریب بیماری پھیل گئی جس کی لپیٹ میں آ کر بستی کے بہت سے لوگ مر گئے۔ اس بیماری میں مریض کو اچانک تیز بخار آ جاتا تھا اور اس کے ساتھ ہی قے ہونے لگتی تھی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ختم ہو جاتا تھا۔ بستی کے حکیم اور سیانے بڑی تندہی سے اس بیماری کا توڑ دریافت کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ مگر انہیں کسی حد تک کوئی کامیابی بھی حاصل ہو چکی تھی۔ میری سوتیلی ماں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ممکن ہے کہ وہ مجھے اور میری ماں کو بہت پہلے ہی مروا دیتی، لیکن شاید وہ ایسا کرنے کی ہمت اس وجہ سے نہیں کر سکی کہ اس سے راز کے فاش ہونے کا خطرہ تھا اور اس صورت میں میرا باپ اسے زندہ نہ چھوڑتا کیونکہ وہ مجھ سے اور میری ماں سے بے حد محبت کرتا تھا اور میری تعلیم اور پرورش کا خاص خیال رکھتا تھا۔ لیکن اب جبکہ بستی میں بیماری پھیلی ہوئی تھی، اس نے ہم سب لوگوں کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔

"گھر کے اندر میری پرورش و پرداخت ایک معمر خاتون کے سپرد تھی جس کا نام شیرانہ تھا۔ میں اسے ادب سے اماں شیرانہ کہتا تھا۔ اور وہ مجھ سے بے انتہا محبت کرتی تھی۔ ہمارے گھر میں دستور تھا کہ دن کو کھانا سارے گھر والے ایک ساتھ کھاتے تھے۔ اس موقع پر میرا باپ بھی موجود ہوتا تھا۔ اس کی دونوں بیویاں اور ساری اولاد بھی موجود ہوتی تھیں۔ رات کا کھانا میرا باپ باہر مردانے میں اپنے مشیروں اور دوستوں کے ساتھ کھاتا تھا۔ میری ماں، میں اور میری دونوں چھوٹی بہنیں ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے اور شادیرا اور گراگس حویلی کے دوسرے حصے میں الگ کھانا کھاتے تھے۔

"اس رات حسب معمول میں، میری ماں اور میری دونوں بہنیں کھانا کھانے کے لیے بیٹھے۔ موسم بدل رہا تھا۔ گرمیاں رخصت ہو رہی تھیں اور موسم سرما کی آمد آمد تھی۔ ابھی میں نے نوالہ اٹھایا بھی نہیں تھا کہ اچانک مجھے بڑے زور کی چھینک آ گئی اور اس کے بعد متواتر کئی چھینکیں آتی چلی گئیں۔ مجھ پر نزلے کا ہلکا سا اثر ہو گیا تھا۔ میری ناک اور آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ میری ماں نے کہا، جلدی کرو، کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ لیکن اماں شیرانہ نے مجھے روک لیا اور مجھے ساتھ لے کر غسل خانے چلی گئی اور جلدی سے میرے لیے پانی گرم کر کے لائی جس سے میں نے ہاتھ منہ دھویا۔ تب میں نے دیکھا کہ میری ماں اور چھوٹی بہنیں کھانا کھا رہی تھیں۔ میری ماں نے مجھے بھی کھانے کے لیے بلایا، لیکن میں نے کہا کہ میں تھوڑی دیر بعد کھاؤں گا کیونکہ اس وقت میرا کچھ کھانے کو بالکل جی نہیں چاہ رہا تھا۔ میں اپنے بستر پر جا کر خاموشی سے لیٹ گیا لیکن ایک عجیب بات یہ ہوئی جس کی اہمیت کا اس وقت مجھے قطعاً احساس نہیں ہوا کہ باورچن نے کئی دفعہ خود مجھ سے آ کر اصرار کیا کہ میں کھانا کھا لوں۔ میں جھنجھلا بھی گیا کہ وہ میرے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے کیونکہ آج تک اس نے مجھ سے کبھی کھانے کے لیے اصرار نہیں کیا تھا۔ مجھے کھانا کھلانا میری ماں کا یا اماں شیرانہ کا کام تھا۔ مجبور ہو کر باورچن کھانا اٹھا لے گئی۔

"اور اس کے تھوڑی دیر بعد میری ماں اور چھوٹی دونوں بہنوں کو پے در پے قے ہونا شروع ہو گئی۔ میرے باپ کو فوراً خبر کر دی گئی اور وہ بھاگتا ہوا آیا۔ فوراً طبیبوں اور سیانوں کو بلوانے کے لیے آدمی دوڑائے گئے لیکن وہ تینوں جانبر نہ ہو سکیں اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے دم توڑ دیا۔ سب نے یہ سمجھا کہ وہ متعدی بیماری کا شکار ہو کر مر گئی ہیں۔ میرے باپ نے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔ اس نے اپنا سینہ کوٹا اور بچوں کی طرح گریہ و زاری کرنے لگا۔ میری حالت بہت خراب تھی۔ شدت غم سے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا۔ میرے باپ کو تو اپنے حال کی ہی خبر نہیں تھی۔ اس موقع پر اماں شیرانہ وہ واحد ہستی تھی جس نے مجھے تسلی اور سہارا دینے کی کوشش کی۔ میری خالہ شادیرا بھی ظاہراً غم و ہراس کے ماتم میں برابر کی شریک تھی۔

"دوسرے دن صبح کو میری ماں اور دونوں چھوٹی بہنوں کی تجہیز و تکفین عمل میں لائی گئی اور اس کے بعد ہماری حویلی ایک گہری اداسی میں ڈوب گئی۔ میرا باپ اپنے کمرے میں بند ہو گیا اور خالہ شادیرا اور گراگس اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اس موقع پر اماں شیرانہ نے مجھے ایک ایسی بات بتائی جس نے میرے ننھے سے دل کو دہلا کر رکھ دیا۔ اماں شیرانہ نے بتایا کہ اس نے چھپ کر خالہ شادیرا اور باورچن کی گفتگو سنی ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ خالہ شادیرا نے باورچن کی مدد سے مجھے، میری ماں اور میری بہنوں کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ یہ محض ایک اتفاق تھا کہ میں نے عین وقت پر کھانا نہیں کھایا اور میری جان بچ گئی، جبکہ میری ماں اور بہنیں ہلاک ہو گئیں۔ اماں شیرانہ نے مجھے سختی کے ساتھ ہدایت دی کہ میں اس کے علاوہ کسی بھی شخص کی دی ہوئی چیز کو ہرگز نہ کھاؤں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اس وقت میرے باپ کو یہ بات بتانا نہیں چاہتی کیونکہ وہ نہیں جانتی کہ میرا باپ اس بات پر یقین کرے گا یا نہیں اور اگر میرے باپ نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا تو اس کے لیے سخت مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور شادیرا اس کی بھی جان کی دشمن ہو جائے گی۔

"میں نے اماں شیرانہ کی باتوں کو گرہ میں باندھ لیا۔ میں اس وقت دس سال کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا لیکن میرے اور میری ماں کے خلاف جو گھناؤنی سازش کی گئی تھی اس کی اطلاع نے میری دنیا بدل ڈالی اور میں چند لمحوں کے اندر اندر ذہنی عمر کے کئی سال پھلانگ گیا۔

گیا۔ اتاں شیراز نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ خالہ شاہ دیبا میری جان کی دشمن کیوں بن گئی ہے۔

"میری ماں کے انتقال کے چند روز بعد جب میرے باپ کی حالت کچھ سنبھلی تو اتاں شیراز نے میرے باپ سے کہا کہ مجھے مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیا جائے۔ وہ اپنے طریقے سے میرا خیال رکھے گی اور مجھے کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گی۔ میں نے اتاں شیراز کی پہلے سے روز بروز محبت کے مطابق اپنے باپ سے کہا کہ میں اتاں شیراز کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔ میرا باپ اتاں شیراز کی بہت عزت کرتا تھا اور اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ مجھے کتنا چاہتی ہے چنانچہ اس کی اجازت سے مجھے اتاں شیراز کی تحویل میں دے دیا گیا۔ یہ تو خالہ شاہ دیبا نے اس کی سخت مخالفت کی اور میرے باپ سے یہ کہا کہ میری پرورش وہ خود اپنی نگرانی میں کرنا چاہتی ہے لیکن میرا باپ اپنے فیصلے پر قائم رہا اور خالہ شاہ دیبا کا منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔

"میں اور میرا بھائی گرانس اب بیس سال کے ہو چکے تھے۔ گرانس مجھ سے سخت نفرت کرتا تھا۔ اس کی ماں نے اسے تعلیم ہی یہ دی تھی۔ لیکن میں نے اس سے کبھی نفرت نہیں کی۔ بلکہ اس کی نفرت کو اس کی غلط تربیت اور احساس کمتری کا نتیجہ سمجھ کر نظر انداز کرتا گیا۔ خالہ شاہ دیبا کی مجھ سے نفرت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی لیکن اب اس کا کوئی وار مجھ پر چلنا مشکل تھا کیونکہ میں جوان ہو چکا تھا اور بستی کے سارے لوگ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ میں ہمیشہ ان کے دکھ درد میں شریک رہتا تھا اور ان کے کام آتا تھا۔ جبکہ اس کے برخلاف میرے ہم شکل بھائی گرانس سے لوگوں کو بڑی شکایتیں رہتی تھیں۔ بستی کی لڑکیوں کے ساتھ اس کی چھیڑ چھاڑ کے واقعات عام تھے۔ میرا باپ اب کافی بوڑھا ہو چکا تھا۔ وہ گرانس کو سمجھانے کی بہت کوشش کرتا لیکن گرانس اس کی باتوں پر کوئی توجہ ہی نہیں دیتا تھا۔ میرے باپ نے کئی بار مجھ سے بھی کہا کہ میں گرانس کو سمجھاؤں لیکن میں نے اسے بتایا کہ وہ مجھ سے سخت نفرت کرتا ہے وہ میری کوئی بات نہیں سنے گا۔

"اچانک میرا باپ بہت بیمار پڑ گیا۔ یوں لگا جیسے اس کے آخری دن قریب آ گئے ہیں۔ اس نے ایک شام کو مجھے، گرانس اور خالہ شاہ دیبا کو اپنے پاس بلایا۔ اس وقت میرے باپ کے چند امیر بھی وہاں موجود تھے۔ ان سب لوگوں کی موجودگی میں میرے باپ نے کہا کہ اب وہ اپنی بیماری کے سبب تخت و تاج سے دست بردار ہونا چاہتا ہے۔ بستی کی سرداری میرے سپرد کر دینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے امیروں کو ہدایت دی کہ اس بات کا اعلان کر دیں کہ آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد میری تخت نشینی ہو گی۔ امیروں نے میرے باپ کی رائے سے اتفاق کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ خالہ شاہ دیبا نے بھی مجھے مبارک باد دی لیکن میں اس کی آنکھوں میں ہوتی ہوئی نفرت کو دیکھ کر لرز گیا۔ خالہ شاہ دیبا کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اس کے ذہن میں کوئی خطرناک منصوبہ ابھر رہا ہے۔ گرانس نے مجھے مبارک باد دینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ میں نے جیسے ہی تخت پر بیٹھ سکنے کی خبر سنی اپنے بیمار باپ کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگایا، انہیں بوسہ دیا اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی درازی عمر کے لیے دعا کی۔ میرا باپ مجھ سے بہت خوش ہوا۔

"اپنے باپ کے پاس سے واپس آ کر میں سیدھا اتاں شیراز کے پاس پہنچا اور اسے یہ خبر سنائی۔ وہ اس خبر سے خوش تو بہت ہوئی لیکن اس نے مجھے ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔ اس نے اس خیال کا اظہار کیا کہ شاہ دیبا اس معاملے کو اتنی آسانی سے ختم نہیں ہونے دے گی اور کوئی نہ کوئی خطرناک حرکت ضرور کرے گی۔ اور جیسا کہ بعد کے حالات سے ثابت ہوا اتاں شیراز کا اندازہ بالکل درست تھا۔

"اگلے دن میرے باپ نے مجھے دوبارہ بلایا۔ پتا چلا کہ گرانس اس کے پاس آیا تھا۔ وہ میرے باپ کے اس فیصلے پر ناخوش ہے۔ وہ خود سرداری کا متمنی ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ کہیں چلا جائے گا۔ میرے باپ نے اس سے کہا کہ اس کا فیصلہ اٹل ہے۔

"اس واقعے کے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ میرے ہم شکل بھائی گرانس نے مجھے شام کے وقت جھیل کے کنارے چل کر تیر کمان کے ذریعے مرغابیوں کے شکار کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ گرانس مجھے اکثر اس قسم کے مقابلوں کی دعوت دیا کرتا تھا کیونکہ اس کی یہ کوشش رہتی تھی کہ کسی نہ کسی معاملے میں وہ مجھے نیچا دکھا سکے۔ ہر چند کہ زیادہ تر مقابلے میں جیت لیتا تھا لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ گرانس کو مجھ سے زیادہ کامیابی حاصل ہوتی تھی اور اس موقع پر اس کی خوشی قابل دید ہوتی تھی لیکن اس کی اس خوشی میں بھی میرے لیے نفرت کا عنصر شامل ہوتا تھا۔

"میں اور گرانس جب جھیل کے کنارے پہنچے تو سورج غروب ہونے والا تھا اور ہر طرف ملگجا ملگجا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے گرانس سے کہا بھی کہ مرغابیوں کے شکار کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ لیکن اس نے ایک عجیب سے نامانوس سے لہجے میں جواب دیا کہ اس سے زیادہ بہتر وقت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ابھی گرانس کے منہ سے پورے الفاظ ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اچانک جھیل کے پیچھے سے کئی مسلح آدمی نکل آئے۔ انہوں نے دھاوا بول کر مجھے پکڑ لیا۔ میں اکیلا تھا اور وہ دس گیارہ تھے۔ جھیل کا کنارہ بالکل سنسان تھا دور دور تک کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ اب گرانس کی سازش میری سمجھ میں آ گئی لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ لوگ مجھے پکڑ کر ایک پرانے قلعے کی بات میں لے گئے جہاں انہوں نے مجھ سے میرا لباس

نے مجھے اپنا لباس اتارنے پر مجبور کیا اور میرا لباس پہن لیا۔ ان لوگوں نے مجھے گرانس کا لباس پہنا دیا۔ میرا لباس پہن لینے کے بعد گرانس مجھے دیکھ کر مکاری سے مسکرایا اور کہنے لگا۔ "اب میں گاورت ہوں۔ کوئی بھی شخص مجھے دیکھنے کے بعد اس بات پر شک نہیں کرے گا کہ میں گاورت نہیں ہوں۔ اس بستی کا ہونے والا سردار۔ اور تم گرانس ہو جو اپنے باپ سے روٹھ کر کہیں چلا گیا ہے کیونکہ باپ نے اس کے بجائے اس کے بھائی گاورت کو سرداری عطا کیا۔ حالانکہ دونوں کی عمروں میں محض تین ماہ کا فرق ہے اور ایسا فرق نہیں جس کی بنیاد پر گاورت کو گرانس پر فوقیت دی جائے۔ میرے بھائی اب تم کچھ دنوں تک قید خانے میں رہو گے کیونکہ ابھی تمہیں ہلاک کرنا مناسب نہ ہوگا۔ لیکن عنقریب تمہاری زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

"ان لوگوں نے مجھے ایک خفیہ قید خانے میں لا کر بند کر دیا۔ یہ پہاڑی کے دامن میں لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا ایک غار تھا جسے کسی زمانے میں اندر ہی اندر چٹانوں سے کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ یہ شاید کسی کے چھپنے کی جگہ تھی۔ یہ تہ خانہ ایک کمرے کی طرح تھا اور اس میں باقاعدہ لکڑی کا ایک دروازہ بھی لگا ہوا تھا جس کو ان لوگوں نے باہر سے بند کر دیا اور مجھے اس میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

"میں دو دن تک بھوکا پیاسا اسی طرح تہ خانے کے اندر بند رہا۔ کسی نے میری خبر بھی نہ لی۔ یہ غار بستی سے اتنی دور تھی کہ سناٹے کی گونج کے علاوہ اور کوئی آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ زور زور سے غار کے اندر چلایا۔ میں نے دروازہ پیٹ پیٹ کر اپنے ہاتھ بھی زخمی کر لیے۔ لیکن کسی نے میری آواز نہیں سنی اور کوئی میری مدد کو نہیں آیا۔

"تیسرا دن گزرنے کے بعد تقریباً آدھی رات کو مجھے غار کے باہر انسانی قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر مجھے محسوس ہوا کہ دروازہ کھولا جا رہا تھا اور پھر دروازہ کھل گیا۔ سب سے آگے ایک مشعل لیے ہوئے اتاں شیراز کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے اور میں انہیں پہچانتا تھا۔ ایک اتاں شیراز کا بیٹا تھا۔ دوسرا شخص ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے مجھے جھیل کے کنارے سے گرفتار کیا تھا۔ اتاں شیراز نے مجھے زندہ دیکھ کر اطمینان اور مسرت کی سانس لی۔

"اتاں شیراز نے مجھے بتایا کہ چونکہ اسے شاہ دیبا کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تھا اس لیے اس نے اپنے بیٹے وارڈک کے ایک دوست خادم کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گرانس کے مصاحبین خصوصی میں شامل کروا دیا تھا اور خادم نے گرانس کا اعتماد اس حد تک حاصل کر لیا تھا کہ گرانس کی کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اس بات کا علم اتاں شیراز اس کے بیٹے وارڈک اور خادم کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا حتیٰ کہ مجھے بھی نہیں۔ خادم کو میری گرفتاری کے منصوبے کا علم محض چند گھنٹے پہلے ہو سکا تھا کیونکہ اس دن صبح سے اس کی طبیعت خراب تھی اور وہ گھر سے نہیں نکلا تھا۔ گرانس خود اس کے گھر آیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس لیے خادم کو اس کا موقع نہیں مل سکا کہ وہ وارڈک یا اتاں شیراز کو پہلے سے مطلع کر دیتا۔ میری گرفتاری کے فوراً بعد ان لوگوں کو اس بات کا علم ہو گیا تھا لیکن فوری طور پر کوئی کارروائی ممکن نہیں تھی کیونکہ گرانس کے آدمی غار کے چکر لگا رہے تھے اور انہیں ہدایت دی گئی تھی کہ اگر کوئی گڑبڑ محسوس کریں تو مجھے ہلاک کر دیں۔ میری بھی جان کو خطرہ تھا۔

"اتاں شیراز نے مجھے یہ بھی بتایا کہ گرانس نے بستی کے بہت سے لوگوں کو بلا کر بھاری بھاری تنخواہیں دے کر ایک چھوٹی سی فوج بنا رکھی ہے جس کے سپاہی صرف گرانس کے وفادار ہیں۔ مجھے ہلاک کرنے کا کام بھی انہیں سپاہیوں سے لیا جائے گا۔ وہ تخت نشینی کے اعلان کے فوراً بعد گرانس مجھے قتل کروا دے گا اور ساری بستی میں یہ بات مشہور کر دی ہے کہ گاورت کی تخت نشینی کی خبر سے گرانس کو بہت صدمہ پہنچا ہے اور وہ بستی کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے اور اس کی تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑا دیے گئے ہیں۔ اس کی ماں شاہ دیبا اس کی گمشدگی سے بہت پریشان ہے اور اس نے گریہ وزاری کا خوب ڈھونگ رچایا ہوا ہے۔ ادھر گرانس، گاورت کا روپ دھار کر اپنی تخت نشینی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

"ہم لوگ اس غار سے باہر نکل آئے۔ ابھی محض چند قدم ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی جو تیزی سے اسی طرف بڑھ رہی تھی۔ اتاں شیراز نے جلدی سے مشعل بجھا دی اور ہم چاروں بڑی تیزی سے غار سے باہر نکل کر اندھیرے میں ایک طرف کو چل پڑے۔ اتاں شیراز نے سرگوشیوں میں کہا کہ وہ اور وارڈک ایک ساتھ چھپتے چھپاتے بستی کی طرف نکل جائیں گے اور خادم کو ہدایت دی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھے۔ گھوڑ سوار تیزی سے ہمارے پاس سے نکلتے چلے گئے۔ اور ہم لوگ رات کی گہری تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے فرار ہو گئے۔ خادم مجھے ایک بوڑھے لکڑہارے کی جھونپڑی میں لے کر آیا۔ اس نے مجھے لکڑیوں کے ایک بڑے سے ڈھیر کے پیچھے چھپا دیا اور خود وہاں سے چلا گیا۔ لکڑہارے کی یہ جھونپڑی اس وقت خالی تھی کیونکہ خادم کی اطلاع کے مطابق بوڑھا لکڑہارا آج رات اپنی بیٹی کا مہمان تھا۔ میں ساری رات اس جھونپڑی میں چھپا رہا۔ رات ختم ہونے سے ذرا دیر پہلے خادم میرے پاس آیا اور اس نے اطلاع دی کہ کل شام کو میرے والد کا انتقال ہو گیا اور گرانس نے، جو گاورت بنا ہوا تھا، میری تلاش میں اپنے خونخوار سپاہیوں کو چھوڑ دیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ مجھے

دیکھتے ہی قتل کر دیں۔ اس لیے اتاں شیرانہ نے مشورہ دیا ہے کہ میں اپنی جان بچاؤں اور یہاں سے نکل جاؤں۔ شادیر اور گرانتس میرے خون کے پیاسے ہیں۔

خادم اپنے ساتھ میرے لیے دوسرا لباس لایا تھا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں لایا تھا جن میں خاصی تعداد میں ہتھیار شامل تھے۔ خادم نے بتایا کہ اتاں شیرانہ کی ہدایت کے مطابق وہ میرے ساتھ رہے گا اور میری حفاظت کرے گا۔ اتاں شیرانہ کو امید تھی کہ وہ جلد بستی کے دوسرے معتمد لوگوں سے مل کر حالات کو ٹھیک کر لے گی، لیکن اس وقت سب سے بڑا مسئلہ میری جان بچانے کا تھا۔

میں اور خادم آدھی رات کی سیاہی میں چوروں کی طرح اپنے جھونپڑے سے نکلے اور چھپتے چھپاتے بستی سے بہت دور نکل گئے۔ جب صبح کا اجالا پھیلا تو ہم نے اپنے آپ کو ایک گھنے جنگل کے سامنے پایا۔ ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا کہ گھنے جنگل میں داخل ہو جائیں اور وہاں کچھ عرصے تک روپوش رہیں۔ اس کے بعد خادم کسی مناسب موقع سے بستی میں داخل ہو اور اتاں شیرانہ سے ملاقات کر کے صورت حال معلوم کرے۔ ہم دونوں ابھی جنگل میں داخل ہوئے ہی تھے کہ دور سے ہمیں بستی کی سمت سے گھڑ سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ ہم دونوں جلدی سے ایک درخت پر چڑھ گئے اور اس کی ٹہنیوں میں چھپ گئے۔ گھڑ سوار تیزی سے ہمارے نیچے سے نکلتے چلے گئے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے تاکہ اگر ان کا شکار بھاگنے کی کوشش کرے تو اسے دور سے نیزہ پھینک کر ہلاک کر دیں۔

"پھر ہوا یوں میرے دوست کہ ہم دونوں جنگل میں آگے ہی آگے چلتے گئے۔ وہ یہاں تک کہ اس جگہ آ گئے جہاں پر اس وقت ہم دونوں موجود ہیں۔ میں نے اور خادم نے مل کر دو درختوں کی بڑی بڑی شاخوں پر یہ جھونپڑی بنائی۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا، اس لیے خادم ضرورت کی بہت ساری چیزیں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ انہیں چیزوں میں یہ سنکھ بھی شامل تھا جسے تم اس وقت میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو۔ سنکھ کی تیز آواز سے جنگلی درندے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔

"ہمیں جنگل میں اس طرح رہتے ہوئے تقریباً ایک ہفتہ گزرا ہوگا کہ ایک دن اچانک خادم کو ایک زہریلے سانپ نے کاٹ لیا اور وہ چل بسا۔ میں جنگل درندوں کے درمیان اس ویرانے میں تنہا رہ گیا۔ بچپن میں ماں اور بہنوں کی دردناک موت، پھر باپ کی وفات، خالہ اور بھائی کی سازشوں اور پھر خادم کی ناگہانی اور حسرت ناک موت نے میرے دل کو اس فانی دنیا سے اچاٹ کر دیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جب تک میری زندگی ہے، میں اسی جھونپڑی میں رہوں گا اور ایک دن خاموشی سے یہیں مر جاؤں گا۔ میرے دل میں تاج و تخت، سلطنت، سرداری اور دولت کی کوئی طلب باقی نہیں رہی تھی۔ میں ایک تارک الدنیا شخص ہوں اور آج ایک طویل عرصے کے بعد میں نے ایک انسان کی شکل دیکھی ہے۔ اگر مجھے ہر سال بدلنے والے موسموں کا صحیح حساب یاد ہے تو میں اس ویرانے میں تقریباً آٹھ سال گزار چکا ہوں، اور مجھے حیرت ہے کہ میں اب تک کیسے زندہ ہوں۔"

"آٹھ سال؟" میں نے گادت کی طویل داستان سننے کے بعد حیرت سے کہا۔ "کیا اس طویل عرصے کے دوران کبھی تمہارے دل میں خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ تم ایک بار اپنی بستی میں اپنے لوگوں میں واپس جاؤ؟"

"شروع کے چند سال کے دوران یہ خواہش ایک آدھ بار میرے دل میں پیدا ہوئی تھی" گادت نے جواب دیا۔ "اور ایک بار تو میں بستی کی سمت کا تعین کر کے جنگل میں کافی آگے تک بھی چلا گیا تھا لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور واپس چلا آیا۔ میں نے سوچا کہ اب لاتاق میں میرا کون بیٹھا ہے سوائے اتاں شیرانہ کے، اور معلوم نہیں کہ وہ بھی زندہ ہو گی یا کب کی مر چکی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اور خادم کی اچانک گمشدگی کے بعد میرے بھائی گرانتس کو شبہ ہو گیا ہو کہ میری جان بچانے میں اتاں شیرانہ کا ہاتھ ہے اور اس نے اتاں کو مروا ڈالا ہو۔ میرا بھائی میرے خون کا پیاسا بیٹھا ہے، وہ مجھے دیکھتے ہی قتل کروا دے گا۔ اس صورت میں میں لاتاق جا کر کیا کرتا؟" گادت کی آواز شدت جذبات سے بھرا گئی۔

"تم لاتاق جاؤ گے، ضرور جاؤ گے" میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "لیکن ایک مفرور قیدی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ بستی کے حکمران اور سردار کی حیثیت سے۔"

"میں تو کب کا یہ خواب دیکھنا چھوڑ چکا ہوں اور میری نظر میں ساری دنیا ہیچ ہے" گادت نے افسردگی کے ساتھ جواب دیا۔ پھر وہ اچانک بولا۔ "میں نے تمہیں اپنی اتنی لمبی چوڑی داستان سنا دی لیکن تم سے تمہارا نام تک نہ پوچھا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ دراصل آج تقریباً آٹھ سال کے بعد میں نے کسی انسان سے گفتگو کی ہے اور میں گفتگو کے آداب بھی فراموش کر چکا ہوں۔"

ابھی گادت اپنی بات بھی ختم نہیں کر پایا تھا کہ ایک طرف سے "خوں خوں" کی تیز آوازیں آنے لگیں۔ ایک بپھرا ہوا موٹا تازہ بے حد قوی جنگلی سور اپنی تھوتھنی کو آگے کیے ہوئے ایک طرف سے بڑی تیزی کے ساتھ ہماری سمت بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ گادت نے فوراً سنکھ اپنے منہ سے لگایا اور زور زور سے اسے پھونکنے لگا، لیکن میں نے سنکھ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" وہ بری طرح چیخا۔ "جلدی سے ایک طرف ہو جاؤ۔ سور تیزی کے ساتھ مڑ نہیں سکتا۔ وہ کچھ دور تک آگے جا کر رکے گا۔" وہ میرے ساتھ ہی ہٹنے [illegible]

راستے سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن میں اسے ایک طرف دھکیل کر سور کے راستے میں کھڑا ہو گیا اور عین اسی وقت سور میرے بالکل قریب آ گیا۔

"جلدی سے ایک طرف ہٹو، یہ بہت خطرناک جانور ہے" گادت پوری قوت سے چلایا لیکن اس کے بعد وہ کچھ نہیں بولا کیونکہ حیرت نے اس کی زبان کو گنگ کر دیا تھا۔ بھاری بھرکم سور تیزی سے چنگھاڑتا ہوا آیا اور میں نے تھوڑا سا آگے جھک کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے کر دیے۔ سور پوری قوت کے ساتھ میرے ہاتھوں سے ٹکرایا اور اس کے منہ سے ایک کربناک آواز نکلی۔ وہ زمین پر گر گیا۔ میں نے زور سے اس کے ایک لات رسید کی اور اس کا موٹا تازہ جسم گیند کی طرح فضا میں اچھلا اور ایک قریبی چٹان پر گر کر خون میں نہا گیا۔

بے یقینی اور حیرت کے مارے گادت کی آنکھیں جیسے ابل پڑی تھیں۔ "تم... تم کون ہو میرے دوست؟ تمہارے اندر توانائی کا یہ خزانہ کہاں سے آ گیا؟ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا اور یہ سور اتنی قوت کے ساتھ مجھ سے ٹکراتا تو میرے جسم کی کوئی ہڈی سلامت نہیں رہتی۔ تمہارے اندر اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ تم نے اسے کسی چوہے کی طرح اچھال دیا؟"

"یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے" میں نے بات ٹالنے کی غرض سے کہا۔ "ہاں تو تم میرا نام پوچھ رہے تھے۔ دراصل میرا کوئی نام نہیں۔ تم اپنی مرضی سے میرا کوئی نام رکھ دو۔"

"عجیب آدمی ہو۔ کبھی کہتے ہو میرا کوئی وطن نہیں، کبھی کہتے ہو میرا کوئی نام نہیں۔ آخر نام کے بغیر کسی انسان کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے؟" گادت نے کہا۔

"چلو تم ہی میری کوئی شناخت مقرر کر لو" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم میرا جو بھی نام رکھو گے مجھے منظور ہوگا۔"

"میرے دادا کا نام شادل تھا" گادت نے کہا۔ "اور لوگ بتاتے ہیں کہ وہ غیر معمولی طور پر بہادر اور قوی تھا، شاید تمہاری طرح۔ جب میں نوجوان تھا تو اکثر سوچا کرتا تھا کہ جب میری شادی ہو گی اور میرا پہلا بیٹا پیدا ہوگا تو میں اس کا نام اپنے دادا کے نام پر شادل رکھوں گا۔ میرا یہ خواب تو پورا نہ ہو سکا، لیکن اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تمہیں شادل کے نام سے پکاروں؟"

"ضرور" میں نے جواب دیا۔ "مجھے تمہارا دیا ہوا نام پسند ہے۔"

تو پروفیسر، اس طرح میں شادل بن گیا۔ شہزور پیچھے رہ گیا، حاسن اس سے بھی پیچھے رہ گیا اور میرے ہزاروں ناموں کی طرح یہ نام بھی ماضی کے تہہ خانوں میں دفن ہو گئے اور اب میں ایک نئی شخصیت اختیار کر کے شادل بن چکا تھا۔

"تم اس جنگل میں کب تک قیام کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" گادت نے مجھ سے پوچھا۔ "یقیناً یہ تمہاری منزل تو نہیں ہے۔"

"میری کوئی منزل نہیں، اور ہر جگہ میری منزل ہے" میں نے جواب دیا۔ "اب جبکہ تم مجھے مل گئے ہو تو اس وقت تک میں تمہارے ساتھ رہوں گا جب تک کہ تمہیں لاتاق کی سرداری واپس نہ دلوا دوں۔ مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے اور تمہاری مدد کر کے مجھے بے انتہا خوشی ہو گی۔"

"میں یہ مانتا ہوں کہ تم واقعی بہت بہادر ہو اور ابھی ابھی تم نے میرے سامنے اپنی بہادری کا ایک عمدہ مظاہرہ بھی کیا ہے، لیکن میرے دوست، کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اور تم، ہم دونوں آدمی گرانتس اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کر لیں گے اور انہیں مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" گادت نے پوچھا۔

"میں نے ناامید اور مایوس ہونا نہیں سیکھا میرے دوست" میں نے کہا۔ "خیر اس بات کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ لاتاق میں یہ بات کتنے لوگوں کو معلوم ہے کہ گادت کی پشت پر پیدائشی طور پر ایک ستارے کا نشان موجود ہے؟"

"بستی کی بیشتر آبادی اس بات سے واقف ہے، کیونکہ میری پیدائش کے بعد نجومیوں اور سیانوں نے اس نشان کی اہمیت پر بہت زور دیا تھا اور ساری بستی والوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی تھی کہ سردار کے گھر پیدا ہونے والا بیٹا بڑا خوش نصیب ثابت ہوگا۔ خوش نصیب، ہونہہ" گادت نے برا سا منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے گادت" میں نے جواب دیا۔ "ابھی چند روز تک میں تمہارے ساتھ اسی جگہ قیام کروں گا اور اس عجیب و غریب زندگی سے لطف اندوز ہوں گا جو تم گزار رہے ہو۔ اس کے بعد میں اور تم دونوں لاتاق چلیں گے اور وہاں چل کر حالات کا جائزہ لیں گے۔ تم اگر اپنے موجودہ حلیے میں لاتاق میں داخل ہو گے تو کوئی شخص بھی تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔ حتیٰ کہ اگر تمہاری اتاں شیرانہ بھی ابھی تک زندہ ہوئی تو تمہیں نہیں پہچان سکے گی۔ ایک بار لاتاق میں داخل ہو جانے کے بعد ہم آگے کا منصوبہ بنائیں گے۔"

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ مجھے اب ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اور نہ میں کسی منصب کا خواہاں ہوں۔ البتہ تم اگر لاتاق کی سیر کرنے کے لیے وہاں جانا چاہتے ہو تو میں تمہیں ضرور لے چلوں گا۔ ویسے وادی لاتاق ہے واقعی دیکھنے کی چیز۔ تمہیں وہاں کی سیر کرانے کے بعد میں واپس اپنے گوشۂ تنہائی میں لوٹ آؤں گا۔"

چنانچہ پروفیسر، میں تقریباً سات آٹھ دن تک گادت کے ساتھ اس جنگل میں ہوا میں معلق جھونپڑی میں راتیں گزارتا رہا۔ میری زندگی میں یہ پہلا تجربہ تھا اور میں اس تجربے سے بہت لطف اندوز ہوا۔ رات کو جب خوب تیز ہوا چلتی اور درختوں کی موٹی موٹی شاخیں آہستہ آہستہ ہلتیں تو ان کے اوپر قائم جھونپڑی [illegible]

بہت ہونے لگتی اور یہ ایسا معلوم ہوتا گویا ہم لوگ جھولے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ گاوت اور غار نے یہ جھونپڑی اتنی عمدگی سے بنائی تھی کہ ایک بار اس کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد کسی سانپ تک کے اندر داخل ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔ جھونپڑی میں رات گزارنے والے ہر طرح سے محفوظ تھے۔ تختوں کے بیچ بیچ میں تھوڑی تھوڑی سی باریک جھریاں بنائی گئی تھیں جن سے تازہ ہوا اندر آتی تھی۔ ان دنوں کے دوران ہم شکار کا تازہ گوشت کھاتے رہے اور اب مجھے معلوم ہوا کہ اس جھونپڑی کے قریب ہی ٹھنڈے پانی کا ایک اور چشمہ بھی موجود ہے، یہی وجہ تھی کہ گاوت مجھے پہلے والے چشمے پر دوبارہ لے کر نہیں آیا تھا۔

بالآخر ایک دن علی الصباح ہم لوگ جنگل سے روانہ ہو گئے۔ گاوت نے بستی لاتاق کی سمت کا تعین کیا اور ہم اس طرف روانہ ہو گئے۔ ہمارا سفر تقریباً ایک ہفتے تک جاری رہا اور تب کہیں جا کر جنگل کے گھنے پن میں کمی آنی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ جنگل بالکل ختم ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں، ٹیلوں اور کھلے میدان کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ گاوت نے مجھے بتایا کہ اگر ہم دن بھر سفر کریں تو اس طویل میدان کو پار کر لیں گے اور اس کے بعد لاتاق کی بستی ہماری نظروں کے سامنے ہوگی۔

وہ تعداد میں تین تھے اور شاید کسی فاتح فوج کے سپاہی تھے یا لٹیرے تھے۔ وہ تینوں سفید براق گھوڑوں پر سوار تھے۔ تمام ہتھیاروں سے لیس ان کے پاس گٹھڑیوں میں بندھا ہوا سازوسامان بھی موجود تھا۔ وہ اچانک ہی ہمارے سامنے آ گئے اور انہوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ تینوں نے تلواریں سونت لی تھیں۔

"تم لوگ کون ہو اور اس ویرانے میں کیا کرنے نکلے ہو؟" ان میں سے ایک نے کڑک کر پوچھا۔

"ہم آوارہ گرد مسافر ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بستی بستی قریہ قریہ گھومتے پھرتے ہیں، یہی ہمارا مشغلہ ہے اور یہی ہماری زندگی ہے۔"

"لیکن ہم ایسی زندگی کے قائل نہیں ہیں۔" اس شخص نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے شقاوت ٹپک رہی تھی۔ "میرا خیال ہے کہ تم لوگ ضرور کوئی جاسوس اور بہروپیے ہو۔ بہرحال میں تمہیں زندہ چھوڑ کر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔" اور اس نے اچانک اپنی تلوار میرے سر پر مارنی چاہی۔ دوسرے لمحے میں نے مع تلوار کے اسے گھوڑے سے گھسیٹ کر اس کے دوسرے ساتھی کی طرف اچھال دیا۔ ان دونوں کی تلواریں ایک دوسرے کے جسم میں گھس گئیں۔ سامنے میں گاوت نے اپنی تلوار کھینچ لی تھی۔ تیسرا آدمی گھوڑا پیچھے کر کے گاوت پر حملہ آور ہوا لیکن گاوت پھرتی سے وار بچا گیا۔ میں نے اس تیسرے آدمی کو گھوڑے سے گھسیٹ کر اس کا تعفنہاک کر دیا۔ گاوت تصویرِ حیرت بنا مجھے دیکھ رہا تھا۔

"چلو جلدی کرو۔" میں نے گاوت کی حیرت کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں کے جسموں پر پورے لباس نہیں ہیں اور قدرت نے ہمیں یہ ایک اچھا موقع فراہم کر دیا ہے۔ ان کے لباس اتار کر پہن لو، ان کے گھوڑوں پر قبضہ کر لو۔"

ہم دونوں نے ان کے لباس پہن لیے اور سامان کی گٹھڑیوں کو کھول کر دیکھا۔ ان میں زرو جواہر بھرے ہوئے تھے۔ ہم یہ سلامت چیزیں سنبھال کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور لاتاق کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب ہم گھوڑوں پر سوار ہونے کی وجہ سے جلد ہی لاتاق پہنچنے والے تھے۔

دوپہر کے کچھ دیر بعد دور سے ایک پہاڑی سلسلہ نظر آنے لگا۔ "اسی وادی کا نام وادی لاتاق ہے۔" گاوت نے کہا۔ "اور اسی میں لاتاق کی بستی آباد ہے۔"

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم اس پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئے اور ایک کشادہ درے سے اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک بہت وسیع و عریض وادی تھی۔ چاروں طرف بلند پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے اور بیچ میں بستی تھی۔

"اب ہم وادی لاتاق میں داخل ہو گئے ہیں۔" گاوت نے کہا۔ اس کی آواز فرطِ جذبات سے کانپ رہی تھی۔ "آٹھ سال... ہاں پورے آٹھ سال کے بعد میری نگاہیں اس جانے پہچانے منظر کو دیکھ رہی ہیں شادن! اگر تم نہ ملتے تو شاید میں زندگی بھر اس منظر کو دوبارہ نہ دیکھ پاتا۔"

"اور یقین کرو کہ اب تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے کہا۔

ہم لوگ آگے بڑھتے گئے۔ اب ہم بستی کے کافی قریب پہنچ گئے تھے۔ اچانک ہماری نظر ایک چھوٹے سے پہاڑی ٹیلے پر پڑی۔ اس پر ایک بوڑھا شخص پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھا، بیٹھا ہوا بے وقوفوں کی طرح ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی ہم اس کے نزدیک پہنچے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور دیوانوں کے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر کہنے لگا۔ "چلے جاؤ، چلے جاؤ، اجنبی مسافرو! یہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے۔ یہ موت کی وادی ہے۔ یہ موت کی بستی ہے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ فوراً۔"

میں اور گاوت ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"شاید یہ کوئی مخبوط الحواس شخص ہے۔" میں نے گاوت سے کہا۔

"پاگل میں نہیں، پاگل تم لوگ ہو جو جان بوجھ کر موت کے منہ میں گھس رہے ہو۔" بوڑھے نے کہا اور ہمیں گھورنے لگا۔

اس نیم دیوانے بوڑھے کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور میں اس بوڑھے کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ وہ بہت خوفزدہ نظر آتا تھا اور ہمیں بھی خوفزدہ کرنا چاہتا تھا۔ آخر اس ... ایسی کون سی بات تھی جس کی بنا پر وہ اسے موت کی وادی ... رہا تھا اور ہمیں وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دے ... تھا۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو تم اندلیشک ہو۔" اچانک گاوت نے ... بوڑھے سے سوال کیا۔

بوڑھا اچانک شدید حیرانی کے عالم میں اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ... "تم... میرا نام کیسے جانتے ہو؟ تم اس بستی میں بالکل اجنبی ہو ... میں نے اس سے پہلے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"... کیا تمہاری خالہ زاد بہن شیرانہ ابھی زندہ ہے؟ اگر زندہ ہے ... وہ خیریت سے ہے؟" گاوت نے اس کے سوال کا جواب دینے ... کئی نئے سوالات پوچھ ڈالے۔

"... مقدس آگ کی قسم۔" بوڑھے نے کانپتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں ... کسی دوسری دنیا کی مخلوق معلوم ہوتے ہو۔ تمہارا یہ ساتھی سونے کا ... بنا ہے۔ اس کے جسم کا رنگ سونے کی طرح چمک دار ہے اور ... بال سونے کے تاروں کے لچھوں کی مانند نظر آ رہے ہیں۔ میں نے ... میں اس جیسا انسان نہیں دیکھا اور تم ہو کہ مجھ سے میرے اور ... خاندان والوں کے بارے میں اس طرح سوالات پوچھ رہے ہو کہ ... بستی کے ہر ایک کو جانتے ہو۔ آخر تم ہو کون؟"

"میں تمہیں بھی جانتا ہوں اور تمہارے خاندان والوں کو بھی۔" گاوت ... "تم مجھے اماں شیرانہ کے بارے میں بتاؤ۔ وہ ... کہاں ہے؟"

"اماں شیرانہ؟" بوڑھے نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "تم نے اسے ... کہا؟ جلدی بتاؤ کیا قصہ ہے اور تم لوگ کون ہو۔"

گاوت نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ دور دور تک کوئی انسان ... نہیں تھا۔ اپنا اطمینان کر لینے کے بعد اس نے اندلیشک سے آہستہ ... کہا۔ "میں گاوت ہوں۔"

"کیا بکتے ہو؟" بوڑھا برافروختگی کے ساتھ چلایا۔ "شکر کرو کہ یہاں آس ... پاس کوئی اور موجود نہیں ہے جو تمہاری یہ بات سن سکے، ورنہ یہ الفاظ ... کہنے کے بعد کوئی تمہاری جان کی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ ... تمہیں نہیں معلوم؟ گاوت اس بستی کا سردار ہے اور اس وقت اپنے ... محل میں آرام کر رہا ہوگا۔"

"وہ گاوت نہیں ہے اندلیشک۔" گاوت نے جواب دیا۔ "وہ ... گرانس ہے۔"

"گرانس؟ گاوت کا جڑواں بھائی؟" بوڑھے کے لہجے میں اب حیرت ... کے ساتھ بے یقینی کا عنصر بھی شامل تھا۔ "مگر گاوت کے ولی عہد نامزد ... ہونے کے بعد گرانس غائب ہو گیا تھا۔ شاید اس کے بعد سے آج تک

اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ گاوت نے اس کی بہت تلاش کروائی لیکن اس کا کہیں پتا نہیں چلا۔ شاید وہ کہیں مر کھپ گیا۔"

"موجودہ حکمران گاوت نہیں، گرانس ہے۔" گاوت نے کہا۔ "وہ جھوٹا ہے اور اس نے گاوت کا روپ دھار لیا ہے۔ اصلی گاوت میں ہوں اندلیشک۔ کیا تمہیں اماں شیرانہ نے میری اسیری اور فرار کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"نہیں۔" اندلیشک نے جواب دیا۔ "میں ان باتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا کیونکہ گاوت کی تخت نشینی کے بعد سے آج تک میری شیرانہ سے ملاقات نہیں ہوئی، بلکہ کسی کی بھی شیرانہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"مگر کیوں؟" گاوت نے پوچھا۔ "اماں شیرانہ کہاں ہے؟"

"گاوت نے اسے محل کے ایک دور دراز گوشے میں ایک چھوٹی سی چار دیواری میں مقید کر رکھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شیرانہ اچانک کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئی ہے جس کی بنا پر اس کا دوسرے انسانوں سے الگ رہنا خود اس کے لیے اور دوسرے انسانوں کے لیے ضروری ہے۔ اس دن کے بعد سے آج تک کسی نے شیرانہ کو نہیں دیکھا۔ البتہ محل کے ملازموں سے یہ بات معلوم ہوتی رہتی ہے کہ وہ زندہ ہے اور چار دیواری میں مقید ہے۔ ایک ملازم روزانہ اسے تین وقت کھانا پہنچا دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ شیرانہ کو اپنے بیٹے کی موت کے بارے میں بھی علم نہیں ہے۔ شاید آج تک وہ اس بات سے ناواقف ہے کہ اس کا اکلوتا بیٹا مارا جا چکا ہے۔" اندلیشک نے کہا۔

"کیا، اماں شیرانہ کا بیٹا بھی مارا گیا؟" گاوت نے تاسف آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔" اندلیشک نے جواب دیا۔ "گاوت کی تخت نشینی کے چند روز بعد کسی نے اسے ہلاک کر کے اس کی لاش کو پہاڑ کے ایک غار میں ڈال دیا تھا۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد ایک چرواہے کو جو اپنی بھیڑیں چراتے ہوئے دور تک نکل گیا تھا، اس کی لاش نظر آئی جس کا بڑا حصہ جنگلی جانور کھا چکے تھے۔ چرواہے نے اس کے لباس کے بچے کھچے ٹکڑوں کی مدد سے اس کی لاش کو پہچانا۔ مگر تم مجھ سے ہی سارے سوالات پوچھے جا رہے ہو؟ اپنی اصلیت کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟ اس بستی سے تمہارا کیا تعلق ہے اور تم یہاں کے لوگوں کے بارے میں کس طرح جانتے ہو؟"

"ایک بات بتاؤ اندلیشک۔" گاوت نے اس سے پوچھا۔ "تمہیں یقیناً یہ بات معلوم ہوگی کہ گاوت اور گرانس اگرچہ دونوں بالکل ہم شکل تھے لیکن اس کے باوجود ان میں ایک بہت بڑا فرق موجود تھا؟"

"ہاں مجھے معلوم ہے گاوت۔" اندلیشک نے جواب دیا۔ "وہ دونوں میرے سامنے کے پیدا ہیں۔ اور صرف مجھے ہی کیا اس وقت موجود بستی کے سارے ہی لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ گاوت کی پشت پر

پیدائشی طور پر ستارے کا ایک نشان موجود ہے جبکہ گرائش کی پشت پر ایسا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" گادت نے جواب دیا۔ "تو پھر یہ دیکھو۔" اور اس کے ساتھ ہی گادت نے اپنے جسم کا بالائی لباس اتار کر اپنی برہنہ پشت اندلیشک کے سامنے کردی۔

اندلیشک نے بڑے غور سے اس کی پشت پر موجود ستارے کے نشان کو دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کی زبان جیسے گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

گادت نے لباس دوبارہ نیچے کرلیا اور اندلیشک کی طرف دیکھا۔ اندلیشک کا جسم فرطِ جذبات سے کانپ رہا تھا۔ وہ گادت کے قدموں میں گر پڑا اور اپنی آنکھوں کو اس کے پیروں سے ملتے ہوئے بے تابانہ انداز میں کہنے لگا۔ "ہاں، تم گادت ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم یقیناً گادت ہو۔ اور تمہارے نام سے جو حکومت کر رہا ہے وہ نقلی گادت ہے۔ وہ گرائش ہے۔"

گادت نے اسے اٹھا کر سیدھا کیا اور دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔

"تبھی تو ساری بستی والے اس بات سے حیران و پریشان ہیں کہ آخر گادت کو کیا ہوگیا ہے۔ جب تک وہ حکمران نہیں بنا تھا، اس وقت وہ ایک نیک، رحم دل، لوگوں سے محبت کرنے والا اور ان کی عزت کرنے والا آدمی تھا۔ لیکن اپنے باپ کے مرنے پر تخت نشین ہوتے ہی اس کے انداز بالکل بدل گئے۔ وہ بالکل تند خو، ظالم اور سفاک بن گیا اور اس نے لوگوں پر بے انتہا مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ وہ سب لوگ جو اس سے محبت کرتے تھے، اس سے نفرت کرنے لگے۔ اب یہ راز کھلا کہ وہ سرے سے گادت ہے ہی نہیں۔ وہ تو گرائش ہے جسے لوگ ہمیشہ ناپسند کرتے تھے اور جو سدا کا ظالم اور خونخوار ہے۔"

"اب بستی والوں کو اس کے ظلم سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔" میں نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

اندلیشک نے مجھے غور سے دیکھا اور گادت کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "یہ کون شخص ہے؟ تم نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"یہ میرا دوست شادل ہے اور بے انتہا بہادر اور جری ہے۔ صرف اسی کے اصرار پر میں نے بستی کا رخ کیا ہے، ورنہ میں تو یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب زندگی بھر میرے قدم اس بستی میں داخل نہیں ہوں گے۔" گادت نے جواب دیا۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہارا یہاں آنا ٹھیک ہے یا نہیں۔" اندلیشک نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "تم سے تفصیلی گفتگو بعد میں ہوگی۔ سب سے پہلا مسئلہ تو تمہیں یہاں کے لوگوں اور بالخصوص گرائش کے سپاہیوں کی نظروں سے بچانا ہے۔ تم دونوں جوان اور صحت مند ہو اور یہ وادی تم جیسے جوانوں کے لیے موت کا پیغام ہے۔ مقدس آگ کا شکر ادا کرو کہ یہاں داخل ہونے کے بعد تمہاری ملاقات سب سے پہلے مجھ سے ہوگئی اور ابھی تک کسی کی تم پر نظر نہیں پڑی۔ اب یہاں سے فوراً چلو۔"

بوڑھا اندلیشک بستی کے اندر جانے کے بجائے ہمیں ساتھ لے کر پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ اور ایک لمبا چکر کاٹ کر ہم ایک ایسے غار کے پاس پہنچ گئے جو پہاڑیوں کے کافی اندر واقع تھا۔ یہ ایک کشادہ اور صاف ستھرا غار تھا اور ہم دونوں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس میں باقاعدہ ایک بستر بھی موجود تھا۔

اندلیشک ہماری حیرت کو بھانپ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "آج سے کچھ عرصے پہلے یہ غار تاریک راتوں کو میرا مسکن تھا۔ میں نے ایک خاص مقصد کے لیے اسے صاف کیا تھا اور راتوں کو یہاں قیام کرتا تھا۔"

"وہ مقصد کیا تھا اندلیشک؟ ہمیں نہیں بتاؤ گے؟" گادت نے اس سے سوال کیا۔

"بستی کی ایک بوڑھی عورت نے، جس کے بارے میں بہت سے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ جادوگرنی ہے، مجھے ایک عمل بتایا تھا۔ یہ عمل رات کی تاریکی میں تنہائی میں کیا جاتا تھا۔ اس ضعیفہ کا کہنا تھا کہ اس عمل سے گرائش کی موت واقع ہو جائے گی یا کم از کم وہ شدید طور پر بیمار ہو جائے گا۔ لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے مجھ سے عمل میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہوگئی ہو یا سرے سے یہ عمل بے کار ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا نتیجہ کچھ برآمد نہ ہوا۔"

"تم گرائش کی موت کے کیوں خواہاں ہو؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"اب تم دونوں اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔" اندلیشک نے کہا۔ "میں تمہیں شروع سے ساری بات بتاؤں گا۔"

ہم دونوں اس ٹھنڈے غار میں اطمینان سے بستر پر بیٹھ گئے اور پھر اندلیشک نے ہمیں تفصیل سے بستی کے حالات کے بارے میں بتایا۔

"جب سے گرائش نے، جسے سارے لوگ گادت سمجھتے ہیں، اقتدار سنبھالا ہے، اس دن سے اس بستی پر نحوستوں کے سائے منڈلا رہے ہیں۔" اندلیشک نے کہنا شروع کیا۔ "گرائش نہایت ظالم اور خوفناک حکمران ہے۔ اس نے اس بستی کو جہنم بنا دیا ہے۔ اس نے زرِ کثیر صرف کرکے ایک مضبوط اور مسلح فوج تیار کی ہے جس کی طاقت کے آگے بستی کا کوئی باشندہ دم نہیں مار سکتا۔ اس فوج سے سارے لوگ سخت خوفزدہ ہیں۔ گرائش کی اس فوج کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ یہ بستی کے لوگوں کو مستقل لوٹتے رہنے کے علاوہ بستی کے باہر بھی دور دور تک سرگرمِ عمل رہتی ہے۔ مسافروں پر حملہ کرکے ان کا

ر سے گھاٹ اتارتی ہے اور اس کا مال و متاع چھین لیتی ہے۔ ...ے علاوہ تجارتی قافلے برابر لوٹتی رہتی ہے۔ انسانوں کو موت کے ...ے اتار دیتی ہے اور گھوڑے اور دیگر مال و اسباب پر قبضہ کر لیتی ہے۔ ...ج کیا ہے ڈاکوؤں کی ایک جمعیت ہے جسے گرائش نے من مانی ...ریشہ دوانیاں کرنے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے اور صرف یہی خونخوار فوج اس کے اقتدار کا ستون ہے۔ ورنہ جہاں تک وادی کے لوگوں کا تعلق ہے بچہ بچہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ آس پاس کی بستیوں اور آبادیوں والے بھی گرائش اور اس کی فوج کے اس طرزِ عمل سے سخت پریشان ہیں۔ آج سے چار سال پہلے شمالیہ کی بستی والوں نے ایک بڑی فوج کے ساتھ ہماری وادی پر حملہ کیا کیونکہ وہ گرائش کے فوجیوں کے ہاتھوں سخت تنگ تھے جو آئے دن ان کی بستی کے لوگوں کو لوٹتے رہتے تھے اور شب خون مار کر ڈاکے ڈالتے رہتے تھے۔ شمالیہ کے حکمران رابوکم نے پہلے تو اپنی بستی کے دانش مندوں کا ایک وفد گرائش کے پاس بھیجا اور اس سے شریفانہ طور پر درخواست کی کہ وہ اپنے فوجی لٹیروں کی حرکتوں کا سدِباب کرے لیکن گرائش نے وفد میں شامل تمام لوگوں کو قتل کرا دیا۔ صرف ایک شخص کو باقی چھوڑا اور مقتولوں کے سر اس کے حوالے کرکے اسے واپس شمالیہ بھیج دیا تاکہ وہ وہاں جاکر یہ بتا سکے کہ وفد کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد رابوکم نے اپنی فوج کے ساتھ ہماری وادی پر چڑھائی کر دی۔ لیکن گرائش کی خونخوار اور وحشی فوج نے شمالیہ کے فوجیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ رابوکم مارا گیا۔ گرائش اور اس کے فوجیوں نے جی بھر کر شمالیہ کو لوٹا ہی نہیں، انھوں نے شمالیہ کے آس پاس کی کئی اور چھوٹی چھوٹی بستیوں پر بھی قبضہ کرلیا۔ لیکن گرائش نے اپنی ایک خاص حکمتِ عملی مقرر کر رکھی ہے۔ اس نے مقبوضہ علاقوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنی قلمرو میں شامل نہیں کیا، بلکہ انھیں اپنا باج گزار بنا کر حکومت کا نظم و نسق ...کے لوگوں کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ اس نے رابوکم کے بیٹے قلندرو کو شمالیہ کا حکمران بنا دیا۔ قلندرو جنگ میں زخمی ہوا تھا لیکن مرا نہیں تھا۔ اب آس پاس کی تمام ریاستیں گرائش کو خراج ادا کرتی ہیں اور وہاں کی حکومتوں کے سربراہ مقامی لوگ ہی ہیں۔ گرائش کے خزانے میں زبردست اضافہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس نے اپنی توجہ کو زیادہ مستحکم کرلیا۔ آس پاس کی تمام بستیوں میں گرائش کے فوجی متعین ہیں جو وہاں کے حاکموں کے سامنے نہیں بلکہ صرف گرائش کے سامنے جوابدہ ہیں اور اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ کہیں کوئی بغاوت نہ ہونے پائے۔۔۔۔۔

گرائش نہایت درجہ عیاش اور بدکار ہے اور نہ صرف اس بستی کی، بلکہ آس پاس کی تمام بستیوں کی کوئی نوجوان اور حسین عورت اس کے شر سے محفوظ نہیں ہے۔ وہ ان عورتوں کو باقاعدہ طور پر اپنی بیوی بنا کر نہیں رکھتا، بلکہ چند روز کے بعد انھیں محل سے نکال دیتا ہے اور وہ بے آبرو ہو کر ادھر ادھر دھکے کھاتی پھرتی ہیں۔ کتنی ہی عورتوں نے شرم اور مایوسی کے عالم میں خودکشی کرلی۔ اب حالت یہ ہے کہ بستی کے لوگ اپنی نوجوان بیٹیوں کو گھروں سے باہر نہیں نکلنے دیتے کہ کہیں گرائش کے کسی کارندے کی نظر نہ پڑ جائے۔ گرائش کے جاسوس مرد اور عورتیں گھر گھر نوجوان لڑکیوں کا سراغ لگاتے پھرتے ہیں اور جو لڑکیاں ابھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچیں ان کے بڑے ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ آس پاس کی بستیوں میں بھی کوئی نوجوان عورت محفوظ نہیں ہے۔"

اندلیشک ذرا دیر خاموش ہوگیا۔ پھر بولا۔ "یہ تو تھا تصویر کا ایک رُخ۔ اب میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوفناک بات بتاتا ہوں۔ گرائش کی بیوی شرخونہ اس سے بھی خطرناک عورت ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ چڑیل ہے اور اسے جادو آتا ہے۔ وہ گرائش کی سرگرمیوں میں مخل نہیں ہوتی اور گرائش اس کی سرگرمیوں میں مخل نہیں ہوتا۔ عام خیال یہ ہے کہ گرائش اس سے خوفزدہ ہے۔ شرخونہ ہر مہینے میں ایک نوجوان کا انتخاب کرتی ہے۔ یہ انتخاب خالصتاً اس کا اپنا ہوتا ہے۔ وہ گھوڑا دوڑاتی ہوئی وحشیوں کی طرح ساری بستی کا اور آس پاس کی بستیوں کا چکر لگاتی ہے۔ وہ جس گھر میں چاہتی ہے گھس جاتی ہے اور اپنی مرضی اور پسند کے نوجوان پکڑ کر لاتی ہے۔ اس کے ساتھ مسلح سپاہیوں کی ایک جمعیت ہوتی ہے۔ شرخونہ اس نوجوان کو اپنے ساتھ لے جاتی ہے اور پھر ٹھیک ایک ماہ بعد اس نوجوان کی لاش محل کے پچھواڑے اس عالم میں دستیاب ہوتی ہے کہ اس کا سینہ چیرا جا چکا ہوتا ہے اور اس میں سے دل غائب ہوتا ہے۔ پورے ایک ماہ تک وہ شخص شرخونہ کا قیدی رہتا ہے اور کسی کو نہیں معلوم کہ وہ اس دوران اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ کیونکہ اسے ایک خاص کمرے میں مقید کر دیا جاتا ہے جس میں کوئی کھڑکی موجود نہیں ہے اور دروازے پر بھاری سا تالا لگا رہتا ہے جس کی چابی صرف شرخونہ کے پاس ہوتی ہے۔ محل کے کسی بھی ملازم کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک بار غلطی سے ایک کنیز ادھر چلی گئی تھی، شرخونہ نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس لیے کسی کو بھی یہ بات نہیں معلوم کہ شرخونہ ایک ماہ تک اس نوجوان کے ساتھ کیا کرتی ہے اور پھر اسے کیوں ہلاک کر دیتی ہے اور اس کا دل کہاں چلا جاتا ہے۔ لوگ عام طور پر یہی سمجھتے ہیں کہ شرخونہ کوئی ڈائن یا چڑیل ہے اور وہ مردوں کے دل نکال کر کھا جاتی ہے۔ بستی کے بہت سے نوجوان مردوں نے اس صورتِ حال سے خوفزدہ ہو کر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی، لیکن گرائش کے فوجی تعاقب کر کے انھیں دوبارہ پکڑ لائے اور پھر بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے ان نوجوانوں کی پشت کو کوڑوں سے ادھیڑ کر

رکھ دیا گیا تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں۔ سو یہ ہیں اس بستی کے حالات جو میں نے مختصراً تمھیں بتائے۔ بھلا تم دو افراد ظلم و تشدد کی ان شیطانی قوتوں کا کس طرح مقابلہ کر سکو گے؟ میں اس غار تک تو تمھیں کامیابی سے لے آیا ہوں اور ابھی تک کسی نے تمھیں نہیں دیکھا ہے۔ لیکن یہاں تمھارا مستقل رہنا ٹھیک نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ کبھی کوئی بھولا بھٹکا چرواہا اپنی کسی گمشدہ بھیڑ کی تلاش میں ادھر آنکلے اور تم پر اس کی نظر پڑ جائے۔ اس صورت میں تم شرخونہ کے عذاب کا نشانہ بھی بن سکتے ہو کیونکہ بستی کے اندر یا بستی کے باہر سے کسی بھی الزام میں گرفتار ہونے والے شخص کا شرخونہ ضرور معاینہ کرتی ہے۔ بستی میں داخل ہونے والے اجنبیوں کے لیے حکم ہے کہ سب سے پہلے انھیں شرخونہ کے حضور میں پیش کیا جائے۔ لیکن مدتیں گزریں کہ اجنبیوں نے اس بستی کا رخ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ گراتش اور شرخونہ کی ترکتوں کی خونیں داستانیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لیے کوئی بھی اجنبی شخص اس بستی کی طرف نہیں آتا۔ دو سال پہلے ایک شامت کا مارا نوجوان اور حسین سوداگر راستہ بھول کر ادھر آنکلا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا باپ بھی تھا اور دونوں کے پاس اچھا خاصا مال تجارت تھا۔ وہ اتفاق سے اپنے قافلے سے بچھڑ گئے تھے اور اس خونیں بستی کی طرف آنکلے۔ سوداگر کا مال و اسباب تو گراتش کے فوجیوں کے قبضے میں گیا اور خود سوداگر شرخونہ کے قبضے میں۔ اس کے بوڑھے باپ کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے تم دونوں پہلے اجنبی ہو جو اس بستی میں داخل ہوتے ہو۔"

ہم دونوں اس بستی کے عجیب و غریب حالات سن کر سخت حیران ہوئے۔ اندر ہی اندر مجھے خاص طور سے شرخونہ سے بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی۔ میں خوش ہو گیا کہ اب یہاں کچھ وقت ہنگامہ آرائی میں گزرے گا اور دلچسپ واقعات جنم لیں گے۔ میں اگر چاہتا تو چند منٹ کے اندر اندر سارا کھیل ختم کر کے گادت کو وہاں کا حکمراں بنا سکتا تھا لیکن اس طرح ایک تو میری شخصیت کا راز فوراً ہی کھل جاتا تو دوسرے گادت خیرات میں ملی ہوئی اس حکومت سے کبھی مطمئن نہ ہوتا۔ میں یہاں عام انسانوں کی طرح کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا، تجربہ یاد لیوتا بن کر نہیں۔ مجھے یہ سرسبز و شاداب اور حسین وادی بہت پسند آئی تھی، اور مجھے یقین تھا کہ یہاں کے لوگ بہت خوب صورت ہوں گے کیونکہ گادت اور اندیشک دونوں ہی خوب صورت تھے۔ میں یہاں کی خوب صورت عورتوں کو دیکھنا اور ان سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا کیونکہ ایک طویل مدت سے میں نے عورت کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ یہاں کوئی نہ کوئی عورت ضرور میری زندگی میں داخل ہوگی۔

"تمھاری بستی کے حالات خاصے وحشت ناک اور عجیب و غریب ہیں۔" میں نے اندیشک سے کہا۔ "لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ یہاں آئندہ وہ نہ ہوگا جو اب تک ہوتا آیا ہے۔ گراتش اور شرخونہ دونوں کو ان کے گناہوں اور مظالم کی سزا ملے گی اور یہاں کی حکومت اس کے اصل حق دار یعنی گادت کے سپرد کی جائے گی۔"

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو، اجنبی لڑکے۔" اندیشک نے کہا۔ "یہ مانا کہ اصلی گادت کی پہچان سے بستی کے زیادہ تر لوگ واقف ہیں لیکن ہمیں اتنا موقع ہی کون دے گا کہ ہم لوگوں کے سامنے یہ بات ثابت کر سکیں کہ اصلی گادت کون ہے اور نقلی گادت کون۔ اور پھر بالفرض اگر ہم کسی طرح بستی کے لوگوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب بھی ہو گئے تو بستی والے ہماری کیا مدد کر سکیں گے؟ گراتش کی خوفناک اور خونخوار فوج کے سامنے سر اٹھانے کی ان میں ہمت نہیں ہے۔ وہ سب کے سب بے موت مارے جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہوگا اندیشک۔" میں نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ "ہم ایک عمدہ حکمت عملی تیار کریں گے اور یقین رکھو کہ گراتش کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور اسے اور اس کی وحشی ملکہ کو سزا ضرور ملے گی۔"

اندیشک نے بے یقینی کے ساتھ مجھے دیکھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے میری باتیں دیوانے کا خواب معلوم ہو رہی تھیں۔

"خیر اس کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔" اس نے آہستہ سے کہا، پھر وہ گادت سے مخاطب ہو کر بولا۔ "میں نے یہاں کے حالات تمھیں بتا دیے ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ اب تک تم کہاں رہے اور تمھارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے۔"

گادت نے پوری تفصیل کے ساتھ اپنی وہی داستان اندیشک کو سنا دی جو اس سے پہلے وہ مجھے سنا چکا تھا۔ البتہ اس میں اس نے مجھ سے ملاقات کے واقعات کا اضافہ کر دیا۔

اندیشک اپنی پوری دل جمعی کے ساتھ داستان غم سنتا رہا۔ اور میں اس عرصے میں کچھ اور ہی سوچتا رہا۔ جب گادت نے اپنی داستان غم ختم کر لی تو اندیشک نے اس سے کہا۔ "ہرچند کہ حکومت کے حق دار تم ہی ہو اور بستی کے تمام دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی تم سے بہت محبت کرتا ہوں، لیکن میں تمھیں کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ ابھی تک تمھارے بارے میں کسی کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ تم زندہ ہو۔ اچھے مناسب یہی ہوگا کہ تم اپنے اس دوست کے ساتھ یہاں سے کسی اور طرف نکل جاؤ۔ میں جو ہو سکے گا تمھاری مدد کر دوں گا۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ تم اس خیال کو دماغ سے نکال دو کہ تم گراتش پر غلبہ حاصل کر سکتے ہو۔ مجھے چونکہ تمھاری جان عزیز ہے اس لیے میں تمھیں یہ مشورہ دے رہا ہوں۔"

گادت کے کوئی جواب دینے سے پہلے میں نے اندیشک سے پوچھا۔ "یہ بتاؤ کہ شرخونہ اپنے مرد کی تلاش میں کب نکلنے والی ہے؟ جو مرد اس وقت اس کے قبضے میں ہے اس کی موت میں کتنے روز باقی ہیں؟"

"کتنے ہی روز باقی نہیں ہیں۔" اندیشک نے جواب دیا۔ "کل

... شرخونہ کے محل کے پچھواڑے ملے گی۔ اور کل کا دن بستی کے نوجوانوں کے لیے ... منحوس دن ہے۔ کل صبح ہی سے شرخونہ اپنی تلاش شروع ... اور تھوڑی دیر میں اپنی پسند کے آدمی کو ڈھونڈ نکالے گی ... میں کوئی اس کی پسند کا آدمی نہیں مل سکا تو وہ اپنے نوجوانوں ... آس پاس کی دوسری بستیوں کا رخ کرے گی۔ اسے کل شام ... میں اپنی مرضی اور پسند کا آدمی تلاش کر لینا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ اندیشک۔" میں نے پوچھا۔ "کیا تمھارے لیے ... ہے کہ تم ایک ماہ تک گادت کو کسی اور جگہ چھپا کر رکھو جہاں ... محفوظ رہے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ علم نہ ہو سکے؟ ... ایک ماہ کے لیے ایسا بندوبست کر سکتے ہو؟"

"ایک ماہ کی بات ہی کیا ہے، میں گادت کو ایک سال تک ... رکھ سکتا ہوں۔" بوڑھے اندیشک نے جواب دیا۔ "میرا مکان ... بات کو بھی طرح معلوم ہے۔ بستی سے ذرا الگ تھلگ ایک ... پہاڑی کے دامن میں ہے۔ اس مکان میں ایک بڑا سا ... غار بھی شامل ہے تو کسی کمرے کی طرح کٹا ہوا ہے۔ اس غار ... اتنا چھوٹا ہے کہ انسان صرف بیٹھ کر اس میں داخل ہو سکتا ... اس دہانے پر پتھر رکھ دیے جاتے ہیں تو دیکھنے والے ... بھی نہیں گزرتا کہ ان پتھروں کے پیچھے کوئی خلا ہے۔ وہ صاف ... کا ایک حصہ نظر آتے ہیں۔ میرے گھر کے اس پوشیدہ کمرے ... میں کسی کو بھی معلوم نہیں۔ اگر کوئی شخص اس کمرے میں ... چھپا رہے تو کسی کو نہیں پتہ چل سکے گا۔ لیکن تم آخر کیا چاہتے ..." اندیشک نے مشتبہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔ گادت بھی جواب ... نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں سب سے پہلے شرخونہ کا راز معلوم کرنا چاہتا ہوں اور اس کی ... اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے کہ میں خود کو ایک ماہ کے لیے ... سونپنے میں دے دوں۔ اور دیکھو کہ اس دوران اور اس کے بعد ... کیا سلوک کرتی ہے اور اس ایک ماہ کی مدت کے دوران ... خاموشی کے ساتھ کہیں چھپا رہنا چاہیے۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو یا زندگی سے عاجز ہو گئے ہو؟" اندیشک ... بولا۔ "میں نے تمھیں شرخونہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے ... کے باوجود تم اس چڑیل سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمھیں زندہ ... دے گی!"

"میں ہرگز اس سے یہ توقع نہیں رکھتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے ... "لیکن یقین رکھو کہ وہ اپنی کوششوں کے باوجود مجھے ہلاک ... سکے گی۔ اگر وہ کوئی چڑیل یا ڈائن ہے تو میں ایسے منتر جانتا ... جن کے پڑھنے سے مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔" میں نے ... دیتے ہوئے کہا۔

"... تھی؟" بوڑھے اندیشک کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ "کیا تمھیں سچ مچ ایسا کوئی منتر آتا ہے جو شرخونہ کو شکست دے دے؟ اگر ایسا ہے تو پھر میں تمھیں نہیں روکوں گا۔ ویسے بھی تم مجھے کوئی غیر معمولی انسان نظر آتے ہو۔ بہر حال تم بالکل اطمینان رکھو تمھاری غیر حاضری میں گادت کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔"

"مگر میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دوں گا میرے دوست۔" گادت نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "تم میری خاطر پہلے ہی اپنا بہت وقت ضائع کر چکے ہو۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے اندیشک کا دیا ہوا مشورہ صحیح ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ میں تمھاری عنایات کے لیے تمھارا بہت شکر گزار ہوں۔ لیکن اپنی خاطر تمھیں ہلاکت میں نہیں ڈال سکتا۔"

"میں ہلاکت کا شکار نہیں ہوں گا پیارے دوست۔" میں نے پُریقین لہجے میں گادت سے کہا۔ "میں جتنے یقین کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ کل صبح سورج نکلے گا، اتنے ہی یقین کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ میں ایک ماہ بعد زندہ و سلامت واپس آکر تم سے ملاقات کروں گا۔"

اندیشک تو میری بات پہلے ہی مان چکا تھا لیکن گادت کو راضی کرنے میں مجھے بڑی مشکل پیش آئی۔ وہ کسی طرح مجھے شرخونہ کے حوالے کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ آخر بڑی مشکل سے میں اسے راضی کرنے میں کامیاب ہوا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم پر نظر پڑتے ہی شرخونہ تمھیں اپنے مقصد کے لیے منتخب کر لے گی۔" اندیشک نے کہا۔ "اس کی آنکھوں نے آج تک تم سے زیادہ حسین اور طرح دار آدمی نہیں دیکھا ہوگا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے منتخب کرے۔" میں نے جواب دیا۔

ہم لوگ شام تک اس غار میں مقیم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ طے یہ ہوا کہ اندھیرا گہرا ہو جانے کے بعد ہم تینوں غار سے باہر نکل کر اندیشک کے گھر جائیں گے۔ میں اندیشک کا گھر دیکھ کر اور تھوڑی دیر وہاں رک کر واپس چلا جاؤں گا اور رات ہی کو بستی کی حدود سے باہر نکل جاؤں گا۔ گادت اندیشک کے گھر میں چھپا رہے گا۔ میں رات بستی کے باہر کہیں گزاروں گا اور علی الصبح بستی میں ایک اجنبی مسافر کی حیثیت سے داخل ہو جاؤں گا۔ میری کوشش ہوگی کہ فوجیوں سے جلد از جلد میرا آمنا سامنا ہو جائے۔ اور آج سے ٹھیک اکتیسویں رات کو میں دوبارہ اندیشک کے گھر میں واپس آجاؤں گا اور پھر ہم آئندہ کا منصوبہ ترتیب دیں گے۔

رات گہری ہو گئی اور چاروں طرف دبیز تاریکی پھیل گئی تو ہم تینوں غار سے باہر نکلے اور اندیشک کی قیادت میں بستی کی طرف بڑھے۔ اندیشک نے بتایا کہ ایک طویل مدت سے بستی میں سرِ شام ہی سے سناٹا پھیل جاتا ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں کے دروازے

بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ ہر طرف خوف و ہراس کی فضا طاری ہے۔ اندلشک کا کہنا بالکل صحیح تھا۔ ہم لوگ بستی میں داخل ہوئے تو مجھے ایسا لگا گویا ہم کسی قبرستان سے گزر رہے ہیں۔ تمام گھروں کے دروازے بند تھے۔ گلیاں اور کوچے سنسان پڑے تھے۔ صرف کسی کسی مکان کے روشندان یا کھڑکی میں سے ٹمٹماتی ہوئی روشنی کی جھلک نظر آ رہی تھی اور زیادہ تر مکان مکمل تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ گلیوں میں آوارہ کتوں کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بستی سے کافی دُور، دھندلکے میں ایک وسیع اور بلند عمارت کا دھندلا دھندلا سا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ گاوت نے مجھے بتایا کہ یہ محل ہے۔ وہ محل جہاں اس نے اپنے بچپن اور جوانی کے دن گزارے تھے اور جہاں اس وقت گرانش اور شرخونہ کا راج تھا۔

ہم لوگ بستی کے کنارے کنارے سے گزرتے ہوئے کافی دُور نکل گئے۔ اب ہم ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں کھڑے تھے یہاں سے محل بہت دور تھا اور بستی بھی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ پہاڑی کے دامن میں ایک واحد مکان نظر آ رہا تھا۔ مکان باہر سے دیکھنے میں خاصا بڑا لگتا تھا۔ اندلشک نے لکڑی کے بھاری بھرکم اور مضبوط دروازے پر تین بار ایک مخصوص انداز میں دستک دی۔ دروازے کے پیچھے ایک آہٹ ہوئی اور پھر کسی نسوانی آواز نے پوچھا، "کون ہے؟"

"میں ہوں بیٹی، دروازہ کھول دے۔" اندلشک نے سرگوشی میں کہا۔

دروازہ کھل گیا اور ہم تینوں جلدی جلدی اندر داخل ہو گئے۔ اندلشک نے فوراً اندر سے دروازے کی کنڈی چڑھا دی۔ میں نے دیکھا کہ ایک پندرہ سولہ سال کی لڑکی، جو کسی آسمانی حور کی طرح حسین اور طرح دار نظر آ رہی تھی، ایک ہاتھ میں چراغ لیے کھڑی تھی اور ہم لوگوں کے اجنبی چہروں کو حیرت سے تک رہی تھی۔

"یہ میری بیٹی توگراش ہے۔" اندلشک نے ہم لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور بیٹی توگراش، یہ دونوں ہمارے مہمان ہیں نہایت معزز مہمان۔"

"میں مہمانوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔" توگراش نے کہا اور مجھے یوں لگا جیسے فضا میں سریلے نغمے بکھر گئے ہوں۔

"بابا تم آج کہاں چلے گئے تھے؟ سارا دن ہو گیا اور آدھی رات گزر گئی اور تم اب آئے ہو۔ میرا تو ڈر کے مارے بُرا حال تھا۔ تم نے صبح بتایا بھی نہیں تھا کہ تم دیر سے آؤ گے۔"

"ہاں بیٹی!" اندلشک نے کہا، "مگر میں نے جان بوجھ کر دیر نہیں لگائی۔ ان معزز مہمانوں سے اچانک اور غیر متوقع طور پر ملاقات ہو گئی اور اس وجہ سے مجھے دیر ہو گئی۔"

"اس تاخیر کے ہم ذمہ دار ہیں توگراش!" میں نے اندلشک کی بیٹی سے مخاطب ہو کر کہا، جو پہلی نظر ہی میں مجھے اچھی لگی تھی۔ "تمہارے بابا کا اس میں کوئی قصور نہیں۔"

توگراش نے چراغ کی مدھم روشنی میں مجھے غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اور آنکھیں کسی اندرونی جذبے کے تحت چمکنے لگیں۔ "تمہیں کیا چاند کی کرنوں سے تراش کر بنایا گیا ہے؟" اس نے خوش دلی کے ساتھ کہا۔ "میں نے تمہاری جیسی رنگت کا انسان آج تک نہیں دیکھا۔ تم کسی دوسری دنیا سے آئے ہو؟"

"میں نہ چاند کی کرنوں کا بنا ہوا ہوں اور نہ کسی دوسری دنیا سے آیا ہوں۔" میں نے توگراش کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر ہنستے ہوئے کہا۔ "میں بھی تم لوگوں کی طرح کا ایک انسان ہوں۔ ایک عام اور معمولی سا انسان۔"

اندلشک کی ہدایت پر توگراش نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا اور ہم تینوں بیٹھ کر کھانے لگے۔ توگراش اندر باورچی خانے میں چلی گئی۔

"جب بھی میری نظر توگراش پر پڑتی ہے، میرا دماغ گھومنے لگتا ہے۔" بوڑھے اندلشک نے سنجیدہ انداز میں کہا، "نہ جانے کب گرانش کے جاسوسوں کو میری بیٹی کے بارے میں علم ہو جائے اور وہ گرانش کو خبر کر دیں اور میری بیٹی اس بھیڑیے کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جائے۔ اسی فکر میں مجھے اکثر رات بھر نیند نہیں آتی اور دن بھر میں آوارہ گردوں کی طرح ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا ہوں۔ میں توگراش کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا۔ اور میں نے سارے میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ میری بیٹی شدید بیمار ہے اور وہ پاگل ہو گئی ہے تاکہ گرانش کے جاسوسوں کی توجہ میرے گھر کی جانب نہ ہو۔ لیکن کون جانے کہ کب کیا ہو جائے!"

"تمہیں اس بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اندلشک!" میں نے اس سے کہا۔ "ایک ماہ، صرف ایک ماہ کی بات ہے اور اس کے بعد سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ اس کے بعد تمہاری بیٹی کی طرف اٹھنے والی آنکھ پھوڑ دی جائے گی۔"

"کاش ایسا ہو سکے۔" اندلشک نے حسرت ناک لہجے میں کہا، "کاش میری بوڑھی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہونے سے پہلے یہ منظر بھی دیکھ سکیں۔"

کھانا کھانے کے بعد اندلشک نے توگراش کو بلا کر اچھی طرح سمجھا دیا کہ گھر میں تینوں کی آمد کے بارے میں کسی سے ہرگز کچھ نہ بتائے۔ توگراش کو یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ ایک مہمان تھوڑی دیر بعد چلا جائے گا اور دوسرا غار والے کمرے میں قیام کرے گا اور یہ کہ وہ غار کا دروازہ پتھروں سے بند کرنے کے بعد ان پر کپڑے پھیلا دے تاکہ کسی کو ذرا سا بھی شبہ نہ ہو کہ اس کی چٹان کے پیچھے کوئی خلا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اندلشک اور گاوت سے اجازت لی اور انہیں اس بار بھی یقین دلایا کہ گنسوی رات کو میں یہاں ضرور موجود ہوں گا۔ وہ سب مجھے رخصت کرنے کے لیے دروازے

تک آئے، ان میں توگراش بھی شامل تھی۔

"کیا تم پھر واپس آؤ گے سونے کے آدمی؟" اس نے اپنی کھنکتی آواز میں سوال کیا۔

"ہاں ضرور واپس آؤں گا۔" میں نے توگراش کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گی۔" اس نے بھولپن کے ساتھ کہا اور میں باہر آ گیا۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا۔

باہر تاریکی اور خاموشی کچھ اور زیادہ گہری ہو گئی تھی اور دُور دُور سوائے آوارہ کتوں کے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ میں خاموشی سے سفر طے کر رہا۔ میں ابھی بستی کی حدود کے اندر ہی تھا کہ مجھے چند گھوڑ سوار ایک طرف سے اپنی جانب بڑھتے نظر آئے۔ میں اس وقت کسی قسم کا ہنگامہ نہیں چاہتا تھا ورنہ میرا منصوبہ خطرے میں پڑ جاتا۔ میں نے جلدی سے ایک بھاری درخت کے تنے کے پیچھے چلا گیا۔ وہ لوگ میرے قریب سے گزر گئے۔ وہ چار گھوڑ سوار تھے اور لباس سے سپاہی نظر آتے تھے۔ ان کے گھوڑوں کی پشت پر بڑی بڑی گٹھڑیاں بندھی نظر آ رہی تھیں۔ غالباً وہ کہیں سے لوٹ کا سامان لے کر آ رہے تھے۔ وہ میرے پاس سے گزرتے چلے گئے اور انہیں میری موجودگی کی خبر نہیں ہوئی۔ جب وہ کافی آگے نکل گئے تو میں بھی درخت کے پیچھے سے نکل آیا۔ ان لوگوں کا رخ محل کی طرف تھا اور میں بستی سے باہر جا رہا تھا۔ اس کے بعد کا راستہ اطمینان سے طے ہوا اور بقیہ رات میں نے بستی کے باہر ایک چھوٹے سے ٹیلے کے کنارے سو کر گزاری۔

دوسرے دن صبح کو میں طلوع آفتاب کے وقت بستی میں داخل ہوا اور سیدھا اندر چلتا چلا گیا۔ اب میں بستی کی بڑی سڑک پر چل رہا تھا جس کے دونوں طرف بازار تھا۔ جس میں چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ لیکن میں نے کسی بھی چہرے پر بشاشت اور مسرت کی کیفیت نہیں دیکھی۔ سب لوگ پریشان اور مصیبت زدہ نظر آ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ زبردستی کاروبار میں مصروف ہوں۔ میں نے اس سرے سے اس سرے تک بازار کا ایک چکر لگایا۔ میں جس طرف سے بھی گزرتا لوگ مجھے حیرت کے ساتھ دیکھتے اور دیکھتے رہ جاتے۔ لیکن کسی شخص نے بھی مجھ سے بات کرنے کی یا کوئی سوال پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ مجھے دیکھ کر وہ آپس میں سرگوشیاں ضرور کر رہے تھے۔ میں ان کے لیے ایک عجوبہ تھا لیکن وہ میرے قریب آتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ بہت سے مکانوں کی کھلی ہوئی کھڑکیوں اور دروازوں میں سے مردوں اور عورتوں نے مجھے دیکھا۔ لیکن ان کے چہروں پر بھی خوف کے سائے لرز رہے تھے۔

میں ابھی اس گشت میں مصروف ہی تھا کہ اچانک محل کی طرف سے گرد کا ایک بادل اٹھتا دکھائی دیا۔ تمام لوگوں کی نظریں اس جانب اٹھ گئیں اور ان کے چہروں پر پھیلے ہوئے خوف کے سائے اور زیادہ گہرے ہو گئے۔ مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے جلدی جلدی بند ہونے لگے۔ جو لوگ سڑک پر تھے وہ جلدی جلدی آس پاس کی دکانوں یا مکانوں میں داخل ہو گئے اور چند منٹ بعد مجھے احساس ہوا کہ میں بالکل اکیلا سڑک پر چل رہا ہوں۔

گرد کا بادل تیزی سے نزدیک آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آنے والوں کی شکلیں نظر آنے لگیں۔ سب سے آگے چست لباس میں ملبوس ایک عورت ایک بالکل سیاہ گھوڑے پر سوار تھی اور اس کے پیچھے مسلح سپاہیوں کا ایک پورا جتھا تھا۔ قریب آ جانے پر میں نے اس عورت کو غور سے دیکھا۔ وہ مضبوط تن و توش کی عورت تھی اور اس کا بدن قدرے فربہی کی طرف مائل تھا۔ وہ بے حد خوب صورت اور دلکش خدوخال کی مالک تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ ایک وحشیانہ اور سفاکانہ چمک۔ میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

گھڑ سوار عورت میرے قریب آ کر رک گئی اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔ وہ بے چینی کے عالم میں بار بار اپنا چابک ہلا رہی تھی۔ اس کا مسلح جتھا بھی اس کے پیچھے رک گیا۔ سپاہی بھی حیرانی سے مجھے دیکھنے لگے۔

"تو کون ہے؟" عورت نے بھاری آواز میں مجھ سے پوچھا۔ اس کی آواز بھی اس کے جسم کی طرح نزاکت سے عاری تھی۔

"میں ایک اجنبی مسافر ہوں۔" میں نے مسکینی کے ساتھ جواب دیا۔

"یہاں اس بستی میں کس سے ملنے آیا ہے؟" عورت نے پوچھا۔

"میں یہاں کسی کو نہیں جانتا اور نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ یہ کونسی بستی ہے۔ دراصل میں راستہ بھول گیا ہوں۔ میں اپنے قافلے کے ساتھ جا رہا تھا کہ بچھڑ گیا۔ کئی دن تک ادھر اُدھر بھٹکنے کے بعد آج صبح اچانک اس بستی میں آ گیا۔ مجھے یہاں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ کیا معزز خاتون اپنا تعارف کرانا پسند کریں گی!" میں نے کہا۔

"ضرور۔" اس نے جواب دیا۔ "میرا نام شرخونہ ہے اور میں یہاں کے حکمراں گاوت کی بیوی ہوں۔ تیرا نام کیا ہے؟"

"میرے دوست مجھے شادول کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس بستی میں داخل ہونے کے بعد تیری کسی سے ملاقات ہوئی؟" شرخونہ نے پوچھا۔

"کسی سے بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "شاید یہاں کے لوگ اجنبیوں اور مسافروں کو پسند نہیں کرتے، کیونکہ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔"

"کس نے تجھے اس بستی کے اور یہاں کے رسم و رواج کے

بارے میں نہیں بتایا؟" شرخونہ نے دوبارہ پوچھا۔ میں اس کا مقصد اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ دراصل وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میں اس کے بارے میں اس کے عزائم اور اس کی خونیں حرکتوں کے بارے میں کچھ جانتا ہوں یا نہیں تاکہ اس کے مطابق وہ میری جانب اپنے رویہ کا تعین کرسکے۔ اگر کسی کشتی کے بغیر ہی میں اس کے جال میں آ جاؤں تو اس کے لیے اس سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟ اور میں تو جان بوجھ کر اسے اس بات کا موقع فراہم کر رہا تھا۔

"میں نے کہا نا کہ اس بستی میں داخل ہونے کے بعد ابھی تک یہاں کے کسی باشندے سے میری ملاقات یا بات چیت نہیں ہوئی ہے" میں نے معصومیت سے جواب دیا۔

شرخونہ کے ہونٹوں پر ایک پر اسرار مسکراہٹ دوڑ گئی میں اس کے لیے بالکل نرم چارہ ثابت ہو رہا تھا۔

"اچھا ایسا کر سنہرے بدن والے اجنبی کہ میرے ساتھ میرے محل میں چل" شرخونہ نے کہا۔ "اس بستی کے لوگ کوئی خاص مہمان نواز نہیں ہیں اور یہاں تجھے کوئی ایک وقت کی روٹی بھی بمشکل ہی کھلا سکے گا تو میرے ساتھ چل اور میرے محل میں قیام کر۔ میں تیز رفتار گھڑ سوار دل کو بھیج کر تیرے گمشدہ تانگے کا سراغ لگوانے کی کوشش کروں گی اس اثنا میں تو میرے ذاتی مہمان کی حیثیت سے میرے محل میں قیام کرے گا۔"

"میں معزز شرخونہ کی اس عنایت کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن کیا مجھ جیسے ایک اجنبی مسافر کے لیے سردار کے محل میں ٹھہرنا مناسب ہوگا۔"

"تو اپنے آپ کو معمولی کیوں سمجھتا ہے" شرخونہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا تجھے اس بات کا احساس ہے کہ تیری شخصیت کتنی دلآویز اور پرکشش ہے؟ تجھے اپنا مہمان بنا کر کسی کے لیے بھی خوشی کا باعث ہوسکتا ہے۔"

"میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں محترم شرخونہ" میں نے ادب سے کہا۔

شرخونہ نے ایک فوجی کو اشارہ کیا۔ وہ آگے آیا تو شرخونہ نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑے سے اتر جائے۔ فوجی گھوڑے سے اتر پڑا اور شرخونہ نے مجھ سے گھوڑے پر سوار ہونے کو کہا۔ میں گھوڑے کی پشت پر بیٹھ گیا اور ہم واپس محل کی طرف روانہ ہوگئے۔ شرخونہ کو میرے ساتھ کوئی سختی کرنے کی ضرورت درپیش نہیں آئی میں خود اس کا قیدی بننے کا متمنی تھا۔ تاہم میں نے صاف طور پر محسوس کیا کہ شرخونہ کے سپاہی ہم دونوں کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ شاید یہ ان کی احتیاط کا تقاضہ تھا۔

میں نے چلتے چلتے یوں ہی پیچھے پلٹ کر دیکھا بہت سے دروازوں اور کھڑکیوں میں سے انسانی چہرے جھانک جھانک کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے ہمدردی تھی۔ تاسف تھا۔ ان سب کو یقین تھا کہ میری زندگی کا صرف ایک مہینہ باقی رہ گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہم لوگ محل کے بڑے پھاٹک پر پہنچے جہاں پر کئی مسلح محافظ موجود تھے۔ محافظوں نے جھک جھک کر شرخونہ کو تعظیم دی اور پھاٹک کھول دیا۔ ہمارا چھوٹا سا قافلہ محل کے اندر داخل ہوگیا۔ دروغ نیست میں نے اپنی زندگی میں بڑا اعلیٰ سے اعلیٰ شاندار محل دیکھے ہیں۔ یہ محل ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا۔ تھم ایک بڑی اور کشادہ حویلی کہہ سکتے ہیں جس کی تعمیر میں زیادہ پہاڑوں کے پتھر استعمال کیے گئے تھے۔ طرز تعمیر میں نفاست اور خوش اسلوبی کی کمی صاف محسوس ہوتی تھی۔ مجھے بہرحال ان چیزوں سے کچھ سروکار نہیں تھا۔ مجھے تو شرخونہ کا راز معلوم کرنا تھا۔

ہم لوگ محل کے ایک دور دراز حصے میں نکل آئے جو کہ چار دیواری کے دوسرے کونے کے قریب واقع تھا۔ یہاں ایک وسیع باغ تھا جسے جھاڑیوں کی ایک طویل اور اونچی باڑھ کے ذریعے باقی محل سے الگ تھلگ کر دیا گیا تھا۔ شرخونہ کے ساتھ آنے والے سپاہی باڑھ کے قریب رک گئے۔ غالباً اس سے آگے جانے کی انہیں اجازت نہیں تھی ہم دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ شرخونہ مجھے لیے ہوئے باغ میں داخل ہوئی اور ایک چھوٹی سی مگر اونچی عمارت کی طرف بڑھنے لگی جس کی طویل سیڑھیاں سامنے نظر آ رہی تھیں۔ سیڑھیاں چڑھ کر ہم ایک وسیع دالان میں پہنچے جس کے اندر ایک کمرہ تھا۔ اب ہم کافی بلندی پر آگئے تھے کمرے کے مضبوط اور چوبی دروازے پر ایک بھاری سا تالا لگا ہوا تھا۔

شرخونہ نے اپنی جیب میں سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور ایک چابی لگا کر بھاری دروازے کا تالا کھول دیا۔ ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جو بالکل خالی تھا اور سامنے ہی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس میں بھی ایک تالا لگا ہوا تھا۔ شرخونہ نے اس تالے کو کھولا اور ہم دونوں ایک اندرونی کمرے میں داخل ہوگئے جو ہر قسم کے ضروری ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ کمرے کے ایک طرف ایک بڑا سا چھپر کھٹ پڑا ہوا تھا جس پر ایک صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ چھپر کھٹ کے برابر ایک بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی جس کے گرد دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ کمرے میں ایک طرف کو ایک بڑی سی الماری تھی جو دیوار کے اندر بنی ہوئی تھی۔ اس الماری میں بھی ایک تالا لگا ہوا تھا اور الماری کے سامنے فرش پر ایک چھوٹا سا لیکن دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ میں کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں ایک کھڑکی تھی۔ میں نے اس کے قریب جا کر اسے کھولا اور نیچے جھانکا۔ کھڑکی کے نیچے فرش تک کا فاصلہ کم از کم چالیس فٹ ہوگا۔ ہم کو اس کمرے تک پہنچنے کے لیے سیڑھیوں کا ایک بے حد طویل سلسلہ طے کرنا پڑا تھا اس لیے مجھے

زمین اور کھڑکی کے درمیان اتنا زیادہ فاصلہ دیکھ کر کوئی تعجب نہیں ہوا۔ کھڑکی کے نیچے دیوار بالکل سیدھی چلی گئی تھی اور اس میں کوئی پیر ٹکانے کی جگہ نہیں تھی۔ نیچے فرش سخت اور کھردرے پتھروں کا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کھڑکی کے عین نیچے کے فرش کو جان بوجھ کر پتھریلا بنایا گیا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اس کمرے میں مقید کوئی شخص اگر کھڑکی کے راستے فرار ہونے کی کوشش کرے تو یقیناً اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ میں نے ایک بار پھر اس کھڑکی کے باہر غور سے دیکھا۔ یہ محل کا پچھواڑہ تھا۔ گویا ہلاک ہونے والے نوجوانوں کی لاشیں اس کھڑکی کے راستے نیچے پھینکی جاتی ہیں۔ میں نے دل میں سوچا۔

میں کمرے اور کھڑکی کا جائزہ لینے میں مصروف تھا اور شرخونہ میرا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ اس نے کمرے میں اندر سے دروازہ بند کر دیا تھا اور تیز نظروں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"آپ نے کمرے کے دروازے میں تالا کیوں لگوایا ہے، خاتون؟" میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"کیا تو واقعی اس کی وجہ نہیں جانتا؟" شرخونہ نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"آپ نے بتایا ہی نہیں تو میں کیسے جانوں گا؟" میں نے احمق بن کر کہا۔

"تو لے، میں تجھے وجہ بتاتی ہوں!" اور اس کے ساتھ ہی شرخونہ نے بھوکی شیرنی کی طرح مجھ پر چھلانگ لگا دی۔

اس کے بدن میں بلا کی طاقت تھی۔ وہ بدن کسی گھوڑی کی طرح مضبوط تھی اور چند ہی لمحوں میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ طاقت سے طاقتور مرد بھی جسمانی مقابلے میں اس پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی وہ تنہا ان بدنصیب نوجوانوں پر حاوی ہو جاتی تھی۔

میں اپنے دل میں یہ بات پہلے ہی طے کر چکا تھا کہ ابھی اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا اس پر ہرگز اظہار نہیں ہونے دوں گا جب تک مجھے اس کا راز نہ معلوم ہو۔ چنانچہ میں نے اسے غالب اور حاوی ہونے کا پورا موقع دیا اور ایسا ظاہر کیا گویا میں جسمانی طاقت میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔

"تو کیا مجھے اس لیے یہاں لایا گیا ہے؟ کیا مجھے مہمان بنانے کا یہی مقصد تھا؟"

"اور اگر کسی طرح تیرے شوہر گاوت کو اس کی اطلاع ہوگئی تو وہ مجھے اور تجھے دونوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دے گا؟"

"اس بزدل میں اتنی ہمت کہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھا سکے!" شرخونہ نے سینہ تان کر کہا۔ "وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی بھی جرأت نہیں کرسکتا۔ میں اس سے سخت نفرت کرتی ہوں اور وہ مجھ سے سخت خوف کھاتا ہے۔"

"ان باتوں کی وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"گاوت سمجھتا ہے کہ میں جادوگرنی ہوں اور اس لیے وہ مجھ سے بہت ڈرتا ہے۔ اور اس کا یہ سمجھنا کچھ غلط بھی نہیں ہے میں بہت سے منتر اور عمل جانتی ہوں اور ان کی مدد سے میں نے اپنے آپ کو مردوں سے زیادہ مضبوط اور طاقتور بنا لیا ہے اور کوئی بڑے سے بڑا پہلوان بھی مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ میں سدا جوان رہنے کا عمل بھی جانتی ہوں اور یہ عمل میں برابر کرتی رہتی ہوں۔ جب تک میرا یہ عمل جاری رہے گا، میں کبھی بوڑھی نہیں ہوں گی۔ لیکن اس کی یہ شرط یہی ہے کہ میں یہ عمل جاری کرتی رہوں اور اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ میں ایک مرد کو ایک ماہ سے زیادہ اپنا مہمان نہیں رکھتی۔ ایک ماہ بعد میں اسے اپنے پاس سے رخصت کر دیتی ہوں اور پھر اپنے لیے کوئی دوسرا آدمی تلاش کر لیتی ہوں۔" وہ یہ بات صاف گول کر گئی کہ وہ ان لوگوں کو قتل کر دیتی ہے۔ "تجھے بھی ایک ماہ بعد مجھ سے جدا ہونا پڑے گا۔"

"جب آدمی کو تو رخصت کر دیتی ہے، تو کیا وہ دوبارہ تجھ سے ملنے کی خواہش نہیں کرتا؟" میں نے پوچھا۔ "اگر وہ تیرے پاس سے نہ جانا چاہے تو؟"

"سوال اس کی خواہش کا نہیں بلکہ میری ضرورت کا ہے۔" اس نے گول مول سا جواب دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں تیرے لیے کھانا بھیج رہی ہوں" اس نے کہا۔ "محل کے اس حصے میں، میں نے کسی ملازم کو آنے کی اجازت نہیں دی ہے اور میں اس کمرے میں تالا لگائے رکھتی ہوں اس لیے تجھے ڈرنے یا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ادھر کوئی نہیں آسکے گا۔ تو کھانا کھا کر آرام کرنا۔ اب تجھ سے ملاقات رات میں ہوگی۔"

شرخونہ چلی گئی اور دروازے میں باہر سے تالا لگا گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے تالا کھلنے کی آواز سنی۔ شرخونہ میرے لیے کھانا لائی تھی کھانا رکھ کر وہ واپس چلی گئی اور دروازہ باہر سے بند کر گئی۔ میں نے اطمینان سے کھانا کھایا اور لمبی تان کر سو گیا۔

رات کو شرخونہ دوبارہ آئی۔ اس نے کمرے میں چراغ روشن کیا۔ پھر اس نے کمرے میں موجود الماری کا تالا کھولا۔ اور اس میں سے کسی محلول سے بھرا ہوا ایک بڑا سا برتن نکالا۔ جس میں سے ناگوار سی بو آ رہی تھی۔

وہ قالین پر دو زانو ہو کر بیٹھ گئی جو الماری کے سامنے فرش پر بچھا ہوا تھا۔ اس نے کمرے کے دروازے میں اندر سے تالا لگا لیا تھا اور چابی اپنے پاس رکھ لی تھی۔ محلول کے برتن

کر جس میں ایک چمچا بھی پڑا ہوا تھا، اپنے سامنے رکھ کر وہ ایک عجیب سی زبان میں کچھ اول فول بکنے لگی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو پروفیسر، میں تو دنیا کی ہر زبان سمجھ لیتا ہوں۔ لیکن شرخونہ جو الفاظ ادا کر رہی تھی وہ کسی بھی زبان کے الفاظ نہ تھے۔ وہ حروف اور آوازوں کے مہمل اور بے معنی مجموعے تھے۔ میں اس کی اس حرکت کو بڑے غور اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ چمچے سے تھوڑا تھوڑا محلول پیتی جاتی اور پھر جاپ شروع کر دیتی۔ اس نے اپنے لمبے بالوں کو کھول کر دونوں شانوں پر بکھیر لیا تھا اور بار بار دیوانہ وار اپنے سر کو جھٹک رہی تھی۔ عجیب پُراسرار منظر میری نظروں کے سامنے تھا۔ اس نے کئی زاویوں سے پوزیشن بدلی اور نہ معلوم کیا کیا الاپتی رہی۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے محلول کا برتن اور چمچا الماری میں رکھا اور الماری بند کرتے ہی مجھ پر چھلانگ لگا دی۔

اس کے منہ سے محلول کی عجیب سی بُو آ رہی تھی۔ کافی کوشش کے باوجود میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ کیا چیز تھی۔

انتیس راتیں اسی عالم میں گزر گئیں۔ شرخونہ دن بھر اور رات بھر مجھے کمرے میں بند رکھتی۔ میں نے کئی بار دبے لفظوں میں اس سے اس بات پر احتجاج کیا، لیکن وہ یہی کہہ کر ٹال گئی کہ میری حفاظت کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے۔ شرخونہ چوبیس گھنٹے میں تین بار میرے پاس آتی تھی۔ ایک تو صبح کا ناشتا لے کر، پھر دوپہر کا کھانا لے کر اور اس کے بعد رات کا کھانا لے کر۔ ناشتا اور دوپہر کا کھانا دینے کے بعد وہ فوراً چلی جاتی۔ لیکن رات کو جب آتی تو مجھے کھانا دینے کے بعد حسبِ معمول اپنے بے ہودہ منتر کے جاپ میں مصروف ہو جاتی اور غلیظ مشروب نکال کر پیتی جاتی۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہتا۔

انتیس راتوں تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اس دوران مجھے شرخونہ کی زبانی بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اس نے میرے سامنے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس کے شوہر اور بستی کے حکمراں گاورت کے علاوہ بستی کے دوسرے لوگ بھی اس سے سخت خوفزدہ رہتے ہیں اور اسے جادوگرنی سمجھتے ہیں۔ اسے خود بھی بستی کے لوگوں سے اور اپنے شوہر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ تو بس سدا جوان رہنے کی خواہش مند ہے اور اسی کے لیے اسے اپنے منتر کو مستقل جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

اس عرصے کے دوران مجھے اندشک یا گاورت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ تاہم مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ خیریت سے ہوں گے کیونکہ شرخونہ مجھے روزانہ کی اہم خبریں ضرور سنایا کرتی تھی جو بستی میں پیش آنے والے چھوٹے موٹے واقعات پر مشتمل ہوتی تھیں۔

آج میری قید کی تیسویں رات تھی اور آج ہی مجھ پر شرخونہ کے راز کا آخری حصہ منکشف ہونے والا تھا۔ آج رات کا کھانا لے کر شرخونہ ذرا جلدی آ گئی۔ آج کھانا کے خوان کے ساتھ ایک پیالہ کسی سرخ رنگ کے مشروب کا بھی تھا۔

"سنہرے بدن والے اجنبی۔" اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آج کی رات ہماری ملاقات کی آخری رات ہے اور کل صبح میں تمہیں یہاں سے رخصت کر دوں گی۔ میں تمہیں ایک گھوڑا دوں گی اور ایک آدمی کو تمہارے ہمراہ کر دوں گی جو آس پاس کے سارے علاقے سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ تمہیں تمہاری منزل کا پتا بتا دے گا۔ تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے تم کو پہلے ہی بتایا تھا کہ میں ایک ماہ سے زیادہ کسی مرد کو مہمان نہیں رکھتی۔"

"ہاں حسین شرخونہ مجھے یاد ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "لیکن سچ پوچھو تو اب یہاں سے جانے کے لیے میرا جی بالکل نہیں چاہتا۔ تم نے مجھے زندگی سے آشنا کیا ہے اس کے بعد میں کہیں خوش نہیں رہ سکتا۔ میں ساری عمر تمہارے ساتھ اسی کمرے کے قید خانے میں گزارنے کے لیے تیار ہوں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا اجنبی مسافر۔" شرخونہ نے جواب دیا۔ "یہ ٹھیک ہے کہ تم مجھے بے حد پسند ہو اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارا جیسا آدمی مجھے روئے زمین پر کہیں نہیں مل سکے گا لیکن اس کے باوجود میں مجبور ہوں۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تمہیں زندگی بھر اپنے ساتھ رکھتی، لیکن اس صورت میں میرا منتر بے اثر ہو جائے گا اور میری ساری محنت رائیگاں چلی جائے گی۔ تمہیں صبح کو یہاں سے رخصت ہونا ہی پڑے گا اجنبی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے خود پر ملال کی کیفیت طاری کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "گویا آج ہماری محبتوں کی آخری رات ہے۔"

"ہاں اجنبی۔" اس نے جواب دیا۔ "اور میں چاہتی ہوں کہ میں اور تم دونوں مل کر اس کو یادگار بنا دیں۔ اس لیے میں تمہارے لیے یہ ایک مشروب لائی ہوں۔ تم کھانا کھا لو اور اس کے بعد یہ مشروب پی لینا۔ میں اس اثنا میں اپنا جاپ مکمل کروں گی۔ یہ مشروب تمہارے رگ و پے میں توانائیوں کی ایسی لہریں دوڑا دے گا جن کا تمہیں اس سے پہلے کبھی تجربہ نہیں ہوا ہو گا۔" میں سمجھ گیا کہ اس مشروب میں یا تو کوئی دیر سے اثر کرنے والا زہر ہے یا دیر سے اثر کرنے والی بے ہوشی کی دوا ہے۔ بہرحال میرے لیے اس سے کیا فرق پڑتا تھا پروفیسر! میں نے کھانا شروع کر دیا اور شرخونہ اپنے واہیات عمل میں مصروف ہو گئی۔ کھانا ختم کرنے کے بعد میں نے وہ مشروب پی لیا۔ اس کا ذائقہ سخت خراب تھا۔

"اب تم کو بڑی خوشگوار نیند آ جائے گی۔" شرخونہ نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ایک پُراسرار شیطانی چمک نظر آ رہی تھی۔ "اس مشروب کا اثر ہے کہ کچھ دیر بعد یہ انسان کو گہری نیند سلا دیتا ہے۔ تم رات بھر آرام کرو گے اور صبح کو یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے۔"

میں اس کی چالاکی اور مکاری کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا اور اسے اپنا کام کرنے کا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ جلد ہی میں نے آنکھیں بند کر لیں اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ گویا میں بے خبر سو رہا ہوں۔ شرخونہ تھوڑی دیر تک بستر پر لیٹی رہی، پھر میں نے اس کے آہستہ سے اٹھنے کی آواز سنی۔ میں نے آہستہ سے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی الماری کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے الماری کا پٹ کھولا اور اس میں سے ایک چمک دار خنجر نکالا۔ یہ بڑا خنجر تھا اور اس کا ایک ہی وار انسان کو ہلاک کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس کے بعد اس نے خنجر کو اس محلول میں اچھی طرح ڈبویا جسے وہ منتر کے جاپ کے دوران پیتی تھی۔ خنجر میں سے مشروب کے قطرے ٹپک ٹپک کر قالین پر گر رہے تھے۔ اس کے بعد اس نے الماری میں سے ایک دوسرا برتن نکالا جو اندر سے خالی تھا۔ اور اب وہ بلی کی طرح دبے پاؤں میری جانب بڑھنے لگی تھی۔

میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ میرے بالکل قریب آ کر رک گئی ہے۔ یکایک اس نے اوٹ پٹانگ اور بے معنی الفاظ کا ورد شروع کر دیا۔ میں خاموشی سے پڑا ہوا لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ ذرا دیر بعد وہ خاموش ہو گئی۔ میں دم سادھے پڑا رہا۔

"تیری جان لینے کا مجھے افسوس ہے اور زندگی بھر رہے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگی اور میں غور سے اس کے الفاظ کو سننے لگا۔ "میں دنیا میں اپنی ذات کے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کر سکتی، تجھ سے بھی نہیں سنہری بدن والے اجنبی۔ اپنی خاطر اپنی جوانی کو قائم و دائم رکھنے کے لیے میں تجھے بھی ٹھکانے لگانے پر مجبور ہوں۔ مجھے تیرے دل کی ضرورت ہے جس کے گوشت کو میں کھاؤں گی۔ اور تیرے سینے سے بہنے والے خون سے محلول تیار کروں گی۔ اب میرے پاس محلول ختم ہو گیا ہے۔ مجھے تیرے خون کی ضرورت ہے، ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا سنہری اجنبی۔"

اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا خنجر بڑی زور سے میرے سینے سے ٹکرایا اور اس کی نوک کا دباؤ مجھے اپنے پتھریلے جسم پر محسوس ہوا اور ساتھ ہی خنجر پھسل کر گر پڑا۔ میں نے لپک کر شرخونہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اٹھ بیٹھا۔ حیرت اور خوف کے مارے اس کی چیخ نکل گئی۔

"تم… تم… بے ہوش نہیں ہوئے؟" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں اٹک اٹک کر کہا۔

"نہیں شرخونہ۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھے بے ہوش ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں سنہری نوجوان۔" شرخونہ نے بھاری آواز میں کہا۔ "میں تمہیں بے ہوش کیے بغیر بھی تم پر قابو پا سکتی ہوں۔" اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے زور لگایا اور میں نے ایسا ظاہر کرتے ہوئے گویا میں اس سے زیادہ طاقتور نہیں ہوں، اس کی کلائی پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ شرخونہ نے لپک کر گرا ہوا خنجر اٹھا لیا۔ اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔

ایک سفاک اور بے رحم قاتلہ کے روپ میں میری جان کے درپے تھی۔ وہ میرا کلیجا چیر کر میرا دل چبانا چاہتی تھی اور میرے خون سے پیالا بھر لینا چاہتی تھی۔

ایک وحشیانہ آواز لگاتے ہوئے وہ دوبارہ مجھ پر پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوئی اور اس کا خنجر ایک بار پھر میرے سینے سے ٹکرایا۔ اس بار میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چھوڑا نہیں۔ وہ مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی، بل کھا رہی تھی اور زور آزمائی کر رہی تھی اپنے جسم کی پوری قوت لگا کر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی۔ لیکن اس کا ہاتھ تو جیسے فولادی حلقے میں جکڑا ہوا تھا۔ تھوڑی جدوجہد کے بعد اس کا سانس پھول گیا۔ وہ حیرت سے مجھے گھورنے لگی۔

میں نے خنجر اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ظالم اور وحشی عورت۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "تو اب تک نہ جانے کتنے نوجوانوں کو اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا چکی ہے اور ان کے دل نکال کر کھا چکی ہے۔ تو واقعی ایک خطرناک ڈائن اور چڑیل ہے اور تیرا زندہ رہنا اس بستی والوں کے لیے ایک بہت بڑا عذاب ہے۔ جب تک تو زندہ رہے گی، اسی طرح نوجوانوں کو ہلاک کر کے ان کے کلیجے چباتی رہے گی۔ میں اس بستی والوں کا دوست ہوں، اور انہیں اس لعنت سے نجات دلانا میرا فرض ہے۔" اور ان الفاظ کے ساتھ ہی میں نے اس کا خنجر لے کر دستے تک اس کے سینے میں اتار دیا۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک کراہ نکلی۔ تھوڑی دیر تک اس کا بدن تڑپتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ پروفیسر مجھے اس عورت کے قتل کا ذرا بھی افسوس نہیں تھا۔ وہ ایک بلا تھی، قاتلہ تھی، جب تک وہ زندہ رہتی ہر ماہ ایک نوجوان کی زندگی کا چراغ گل ہوتا رہتا۔ اسے ہلاک کر کے میں نے بہت سے انسانوں کی جانیں بچائی تھیں۔

کمرے میں ہر طرف خون ہی خون پھیل گیا تھا۔ میں نے کمرے کی واحد کھڑکی کھول دی اور شرخونہ کے مردہ جسم کو اٹھا کر اس میں سے نیچے گرا دیا۔ سخت پتھروں پر اس کے بھاری جسم کے گرنے سے ایک دھماکے کی آواز پیدا ہوئی اور پھر چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ اس کے ذرا دیر بعد میں نے بھی کھڑکی سے چھلانگ لگا دی

میں شرخونہ کے مردہ بدن کے قریب ہی گرا اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اب میں محل کی چہار دیواری کے باہر تھا۔ چاروں طرف تاریکی تھی اور سناٹا تھا۔ دور آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے، میرے رفیق میرے دیرینہ دوست اور ہمدم۔ میں نے مسکرا کر انھیں دیکھا۔ انھوں نے میری مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔ میں آگے بڑھ گیا۔

اب مجھے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس محل سے اس طرح نکل جاؤں کہ پہرے داروں کی مجھ پر نظر نہ پڑے اور کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔ میں اپنے وعدے کے مطابق اندشنک اور گادت کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور انھیں یقین دلا دینا چاہتا تھا کہ میں زندہ ہوں اور پھر وہاں توگراش بھی تو تھا جو میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ چلتے وقت اس نے کہا تھا، "میں تمھارا انتظار کروں گی۔" توگراش کا حسین اور معصوم چہرہ میری نظروں کے سامنے گھوم گیا اور دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

جس جگہ میں کودا تھا وہ جگہ محل کا پچھواڑہ تھی۔ محل کے پچھواڑے حسب معمول مہینے کے اختتام پر ایک لاش پڑی ہوئی تھی لیکن یہ لاش کسی نوجوان کی نہیں تھی، شرخونہ کی لاش تھی۔ میں خاموشی اور احتیاط کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا محل کی چہار دیواری سے دور ہونے لگا اور تھوڑی دیر میں میں نے محل کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اب میں بستی کے قریب آگیا تھا۔ میں بستی کے کنارے کنارے چلتا ہوا اس پہاڑی تک پہنچ جانا چاہتا تھا جس کے دامن میں اندشنک کا گھر تھا۔

ابھی میں بستی سے کچھ ہی دور تھا کہ اچانک نیم تاریکی میں سامنے سے پانچ گھوڑے سوار آنکلے۔ وہ اس طرح سامنے آگئے تھے کہ میں کوشش کے باوجود خود کو ان کی نظروں سے نہ بچا سکا۔

"کون ہے تو؟" ان میں سے ایک نے ڈپٹ کر پوچھا اور میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ باقی چاروں بھی رک گئے۔ میں اب ان سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔

"میں پوچھتا ہوں تو کون ہے اور اتنی رات گئے یہاں کیا کر رہا ہے؟" اس شخص نے مجھے خاموش پا کر دوبارہ ڈانٹا۔

"میں مسافر ہوں اور راستہ بھول گیا ہوں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

اس اثنا میں پیچھے کھڑے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک گھوڑا بڑھا کر میرے بالکل قریب آگیا اور غور سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ارے یہ تو ہے؟ تو یہاں کیسے آگیا؟ تو زندہ کیسے بچ نکلا؟" اس شخص نے حیرت سے کہا۔

"کیا تم اسے جانتے ہو؟" پہلے والے آدمی نے اس سے پوچھا۔

"ہاں میں اسے پہچانتا ہوں۔" دوسرے نے مضطرب لہجے میں کہا۔ "میں اس دن شرخونہ کے ساتھ تھا جب یہ صبح ہی صبح شرخونہ کو بستی کے بڑے بازار میں ملا تھا اور اس نے اپنے آپ کو ایک اجنبی مسافر بتایا تھا۔ اس کے بعد شرخونہ اسے اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ آج اس بات کو پورا ایک ماہ گزر گیا ہے اور مجھے کل صبح شرخونہ کے ساتھ مہم پر نکلنا ہے۔ مگر مگر سوال یہ ہے کہ یہ شخص یہاں زندہ کس طرح آگیا؟" اس نے معنی خیز انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ شرخونہ کی قید سے کسی طرح فرار ہو کر آگیا ہے۔" پہلے والے آدمی نے کہا۔

"میں اسے بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں۔" دوسرا آدمی جلدی سے بولا۔ "اس کے سنہری جسم اور سنہری بالوں کو تو میں بھول ہی نہیں سکتا۔ ضرور یہ شرخونہ کی قید سے نکل بھاگا ہے۔ اسے گرفتار کرلو۔ شرخونہ ہمارے اس کارنامے سے بہت خوش ہوگی اور ہمیں بڑا انعام ملے گا۔"

"تم لوگ انعام کے لالچ میں پڑ کر اپنی جانیں گنوانے کے بجائے اگر اپنے گھر کا راستہ لو تو اچھا ہے۔" میں نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ہم لوگ اپنے گھر کا راستہ ضرور لیں گے۔" پہلے والے آدمی نے کہا، "لیکن پہلے تجھے قیدخانے کا راستہ دکھا دیں گے۔" اور اس کے ساتھ ہی وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔ اس کے باقی چاروں ساتھی بھی فوراً اپنے گھوڑوں پر سے نیچے کود پڑے اور دراز مولے نے آگے بڑھ کر مجھے بازوؤں سے پکڑنا چاہا۔

"ہمیں اسے زندہ گرفتار کرنا ہے۔" پہلے والے آدمی نے ان دونوں سے کہا۔ "خیال رہے اسے ہلاک کرنا ہے۔ یہ کام شرخونہ خود ہی انجام دے گی۔"

میں نے ایک جھٹکے سے ان دونوں آدمیوں کو دور پھینک دیا اور وہ سب کے سب میری اس حرکت پر حیرت زدہ رہ گئے۔

"آدمی جان دار معلوم ہوتا ہے۔" دوسرے آدمی نے کہا۔ اور پھر وہ پانچوں مختلف سمتوں سے میری طرف بڑھنے لگے۔ یکبارگی وہ سب کے سب مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مجھے بے قابو کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ میں ان لوگوں سے جان چھڑا کر وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا اور ان میں سے کسی کو ہلاک کرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا۔ میں نے ایک جھٹکے سے انھیں اپنے جسم سے الگ کیا اور لپک کر ان میں سے ایک کے گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کی لیکن ایک سپاہی نے اچانک تلوار نکالی۔ اس نے میرے ہاتھ پر وار کرنا چاہا لیکن میں نے اچانک تلوار پکڑ لی۔ اتنے میں دوسرے نے خنجر نکال لیا اور میرے پاؤں پر مارا۔ اب وہ ہتھیاروں کے استعمال سے مجھے زخمی کرکے اپنے قابو میں لے لینا چاہتے تھے۔ میں نے گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور دوبارہ ان کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ اتفاق سے میرا ہاتھ ان میں سے ایک کی کھوپڑی پر زور سے پڑ گیا اور وہ ایک بھیانک کراہ کے ساتھ زمین پر گر گیا۔ اس کے سر کے ٹکڑے ہو گئے۔

وہ چاروں اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر غصے سے پاگل ہو گئے۔ ان سب نے اپنی اپنی تلواریں سونت لیں اور چاروں طرف سے مجھ پر یلغار کر دی۔ ان کی تلواریں میرے جسم سے ٹکرا رہی تھیں اور ان سے کھٹ کھٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں، لیکن میرے جسم پر زخم کا نشان تک نہ تھا۔ میں نے دو چار

ہوں میں ان میں سے تین کو ٹھکانے لگا دیا اور چوتھے کی طرف بڑھا۔ ان میں سے زندہ بچنے والا وہ واحد شخص تھا لیکن اب وہ بے حد تنہا۔ میرے گھونسے کا شکار ہونے سے پہلے وہ بجلی کی سی تیزی سے کر گھوڑے پر بیٹھا اور بھاگنے لگا۔ میں فوراً دوسرے گھوڑے کی سوار ہوا اور اس کے پیچھے لپکا۔ وہ تیزی سے دائیں طرف کو مڑ کر درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔ میں تقریباً ایک گھنٹے تک اسے تلاش لیکن وہ نہیں ملا۔ تنگ آکر میں نے اس کی تلاش چھوڑ دی اور واپس گیا جہاں ان چاروں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ تینوں گھوڑے وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ میں نے اس گھوڑے کو بھی چھوڑ دیا جس پر میں سوار تھا پیدل ہی اپنی منزل کی طرف دوبارہ روانہ ہو گیا۔

تقریباً آدھی رات ہو چکی تھی جب میں اس پہاڑی کے دامن میں جہاں اندشنک کا گھر تھا۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑا کر اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ کوئی مجھے دیکھ نہیں رہا ہے۔ دور دور تک کسی کا پتا نہیں تھا۔ ہر طرف نیم تاریکی تھی اور گہرا سناٹا طاری تھا۔

میں نے بہت ہولے سے اندشنک کے دروازے پر دستک دی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ میری اس آہستہ اور پہلی ہی دستک پر کسی نے کھول دیا۔ اندشنک ایک ہاتھ میں چراغ لیے میرے سامنے کھڑا تھا۔ کے پیچھے توگراش تھی۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں کے چہرے کھل اٹھے۔ آگیا اور اندشنک نے دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

"تم آگئے شادل؟" اندشنک نے فرط مسرت سے بے قابو ہو کر لپٹتے ہوئے کہا۔ "سچ پوچھو تو مجھے ذرہ برابر بھی امید نہیں تھی واپس آسکو گے۔ شرخونہ کے ساتھ جانے والا کوئی بھی نوجوان زندہ واپس نہیں آیا۔ مجھے حیرت ہے کہ تم کس طرح بچ نکلے؟"

"میں تمھیں خوش آمدید کہتی ہوں شادل۔" توگراش نے مسکراتے کہا۔ اس کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک رہی تھیں اور معصوم اور چہرہ ماہتاب کی طرح دمک رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مسرور ہو گیا نے خوش دلی کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا۔

اس اثنا میں گادت بھی آگیا جو غار کے اندر چھپا ہوا تھا۔ جب اسے معلوم ہو گیا کہ آنے والا میں ہوں تو وہ اپنی کمین گاہ سے نکل آیا اور دوڑ کر سے لپٹ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

"تمھیں زندہ دیکھ کر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تم کوئی غیر معمولی انسان ہو۔" گادت نے کہا۔ "تمھاری واپسی کسی معجزے سے نہیں۔"

میں جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد توگراش سونے کے لیے چلی گئی اور میں نے شنک اور گادت کے ساتھ بیٹھ کر انھیں اپنی تفصیلی داستان سنا دی۔ وہ دونوں سخت حیرت زدہ ہوئے اور خوفزدہ بھی۔ داستان ابھی کی ہلاکت تک ہی پہنچا تھا۔ اندشنک بیچ میں بول پڑا۔

"اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ مرنے والے نوجوانوں کا دل کہاں غائب ہو جاتا تھا اور ان کی ہلاکت کا اصل سبب کیا تھا۔" اندشنک نے کہا۔

"وہ پاگل عورت سدا جوان رہنے کے خبط میں مبتلا تھی اور انسانوں کو مار مار کر کھائے جا رہی تھی۔ میں نے اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"مگر اس کے نشے اور شراب کا تم پر اثر کیوں نہیں ہوا؟" اندشنک نے اچانک پوچھا۔

"میرا جسم ہر قسم کے زہر کا عادی ہے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "مجھ پر کوئی نشہ اور شراب یا زہر اثر نہیں کرتا۔" اندشنک نے بے یقینی کے ساتھ مجھے گھورا لیکن کچھ کہا نہیں۔

اس کے بعد میں نے اپنی داستان کا وہ حصہ سنایا جس کا تعلق پانچ سپاہیوں کے ساتھ میری مڈبھیڑ تھا۔ جب اندشنک اور گادت کو یہ معلوم ہوا کہ میں نے بغیر کسی ہتھیار کی مدد سے پانچ میں سے چار سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور پانچواں بھاگ نکلا تو ان کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"ناممکن۔ بالکل ناممکن۔" اندشنک آپ ہی آپ بڑبڑایا۔ "کہاں ایک اور کہاں پانچ؟ تم ضرور کوئی پراسرار آدمی ہو۔ تمھیں مقدس آگ کی خوشنودی حاصل ہے۔ تم غیر معمولی ہو۔"

"میں غیر معمولی اس حد تک ہوں کہ میرا جسم بہت مضبوط ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے شروع سے اپنے جسم پر بہت توجہ دی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

اندشنک نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے بارے میں اس کے دل میں بہت سے سوالات پیدا ہو رہے ہیں اور وہ میری حقیقت کو جاننے کی کوشش کر رہا ہے۔

"تو یوں کہو کہ تم آج رات پانچ لاشیں اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو؟" گادت نے کہا۔

"مجبوری تھی۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا تھا؟"

"اور اب یہ سمجھ لو کہ کل صبح بستی بستی میں ایک قیامت برپا ہو جائے گی۔" بوڑھے اندشنک نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "گراش کی بیوی شرخونہ کی اپنے محل کے اندر ہلاکت اور گراش کے چار فوجیوں کا عین بستی کے اندر مارا جانا کوئی معمولی واقعات نہیں ہیں۔ یہ سچ ہے کہ گراش شرخونہ کی ہلاکت پر دل ہی دل میں خوش ہوگا کہ اسے اس کے عذاب سے نجات مل گئی، لیکن وہ قاتل کو تلاش کرکے اسے سزا دینے کی پوری پوری کوشش کرے گا اور پھر اپنے فوجیوں کی ہلاکت پر تو وہ خاموش بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ بستی میں کسی کی مجال نہیں ہے کہ گراش کے کسی سپاہی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ کجا یہ کہ اس کے چار چار فوجی ایک ساتھ قتل ہو جائیں۔ وہ قاتل کی تلاش میں بستی کے ایک ایک گھر کو کھنگال ڈالے گا۔ غصے کے مارے وہ دیوانہ ہو جائے گا۔ ہمیں ان حالات میں سخت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو اندلشک" گاورت نے جواب دیا۔ "ہمیں حالات کا جائزہ لینا ہوگا اور اس کے بعد ہم آئندہ کی حکمت عملی طے کریں گے۔"

اس کے بعد گاورت اور اندلشک مجھے دیر تک یہ بتلاتے رہے کہ میری عدم موجودگی میں وہ کتنے خوفزدہ رہے اور کس طرح ہر آہٹ پر ان دونوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ ایک ایک دن گن گن کر کاٹ رہے تھے اور آج کے دن کے بے چینی کے منتظر تھے۔ انھیں بعض موہوم سی امید تھی کہ میں واپس آؤں گا۔ اور وہ سورج ڈھلنے کے بعد سے ہی میرا انتظار کر رہے تھے۔ کافی دیر تک باتیں کرتے رہنے کے بعد ہم لوگ سو گئے۔

علی الصبح توگراش نے ہم لوگوں کو ناشتا دیا۔ ناشتا کے بعد میں اور گاورت غار میں جا چھپے اور بوڑھا اندلشک تھوڑی دیر بعد باہر نکل گیا تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ بستی میں کیا صورت حال ہے۔ جاتے جاتے توگراش کو ہدایت کر گیا کہ اس کی مخصوص دستک کے علاوہ کسی اور کی دستک پر ہرگز دروازہ نہ کھولے۔ توگراش اپنے باپ کی دستک کو اچھی طرح پہچانتی تھی۔

میں اور گاورت غار میں تنہا بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

گاورت کو شرخونہ کے معاملے سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ بار بار مجھ سے اس کے بارے میں مختلف سوالات پوچھتا رہا اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ کوئی عورت اتنے زیادہ مضبوط تن و توش کی مالک ہو سکتی ہے کہ اچھے اچھے نوجوانوں کو زیر کر لے۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھا کہ میں نے شرخونہ کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیا اور بالآخر اس کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے اسے یقین دلایا جس طرح میں نے ایک بلا یعنی شرخونہ کا خاتمہ کر دیا ہے، اسی طرح میں دوسری بلا یعنی گراشس کا بھی خاتمہ کر دوں گا۔

کوئی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اندلشک واپس آیا۔ اس نے ہم لوگوں کو غار سے باہر نہیں نکلنے دیا بلکہ خود غار کے اندر آ گیا اور توگراش کو بھی وہیں بلا لیا۔ اس نے جلدی جلدی ہم لوگوں کو بتایا کہ بستی میں سخت ہنگامہ ہے۔ اطلاعات کے مطابق گراشس اپنی بیوی کے قتل اور چار سپاہیوں کی ہلاکت پر سخت برافروختہ ہے۔ پوری بستی میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ ایک سنہری بدن والا اجنبی شرخونہ کو قتل کر کے فرار ہو رہا تھا کہ پانچ سپاہیوں نے رات کو اسے روک لیا۔ اس نے ان میں سے چار سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور ایک سپاہی بھاگ نکلا جس نے علی الصبح گراشس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ گراشس کو شرخونہ کی موت کی خبر اس سے پہلے ہی مل چکی تھی کیونکہ محل کے بیرونی پہرے داروں نے گشت کے دوران اس کی لاش دریافت کر لی تھی۔ اس سپاہی کے بیان کی روشنی میں یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ شرخونہ کا قاتل وہی سنہرے بدن والا اجنبی تھا جس کی رات کو سپاہیوں سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور مارے جانے والے سپاہیوں میں سے ایک نے اسے پہچان کر اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ ایک ماہ پہلے شرخونہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

"اب صورت حال یہ ہے کہ پوری بستی میں ایک قیامت برپا ہے۔" اندلشک نے کہا۔ "گراشس کے حکم پر اس کے لوگ ایک ایک گھر میں گھس کر تلاشی لے رہے ہیں کیونکہ شبہ ہے کہ وہ شخص ابھی بستی سے باہر نہیں گیا بلکہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ گراشس کا حکم ہے کہ وہ شخص جس گھر سے بھی برآمد ہو، اس گھر کے ہر فرد کو فوراً قتل کر دیا جائے اور اس شخص کو گرفتار کر کے اس کے حضور پیش کیا جائے۔ میرا خیال ہے، تھوڑی دیر میں تلاشی لینے والے ہمارے گھر تک پہنچ جائیں گے۔"

"تم دونوں اسی غار کے اندر رہو گے اور تمھیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" میں نے اندلشک سے کہا۔ "اگر بالفرض ان لوگوں نے مجھے دیکھ بھی لیا تو یقین رکھنا کہ تمھاری اور تمھاری بیٹی کی جان پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔ تم دونوں کی سلامتی کا میں ذمہ دار ہوں۔"

"بیٹی توگراش۔" اندلشک نے اپنی بیٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تو اپنے کمرے میں جا کر چارپائی پر اس طرح لیٹ جا جیسے تو سخت بیمار ہے۔ اور خبردار کسی حالت میں اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔ اور اگر تجھے اٹھنا ہی پڑ جائے تو ایک پیر سے لنگڑاتی ہوئی چلنا تاکہ گراشس کے سپاہی تجھے اپاہج سمجھیں۔"

اندلشک اپنی بیٹی کو گاورت اور گراشس کی داستان مختصر طور پر سنا چکا تھا اور اسے یہ بات بتا چکا تھا کہ موجودہ حکمراں جعلی گاورت ہے اور اصلی گاورت اس کے گھر میں موجود ہے۔ توگراش بہت سمجھدار اور ذہین لڑکی تھی۔ وہ سارے معاملے کو بخوبی سمجھ رہی تھی۔ اس نے اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کیا اور غار سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد اندلشک بھی ہم دونوں کو ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے غار سے باہر نکل گیا۔ اس نے پتھروں سے غار کا دروازہ اسی طرح بند کر دیا اور اس پر کچھ گیلے کپڑے سوکھنے کے لیے ڈال دیے۔ میں اور گاورت ایک بار پھر غار میں اکیلے رہ گئے۔ اندلشک نے اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک کوئی زور زور سے گھر کا دروازہ پیٹنے لگا۔ میں نے اور گاورت نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کون ہے!" میں نے اندلشک کی خوفزدہ آواز سنی۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے بھاری آواز سنائی دی۔ "ہم سردار کے سپاہی ہیں اور تمھارے گھر کی تلاشی لینے آئے ہیں۔"

میں نے دروازہ کھلنے اور اس کے ساتھ ہی بہت سے لوگوں کے گھر کے اندر داخل ہونے کی آواز سنی۔ ان کے قدموں کی بھاری چاپ چاروں طرف پھیل رہی تھی۔

"تمھارے ساتھ اس گھر میں اور کون رہتا ہے؟" ایک آواز نے سوال کیا۔

"اس گھر میں میرے علاوہ میری ایک اپاہج اور بیمار بیٹی رہتی ہے۔" اندلشک نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"پورے گھر کی اچھی طرح تلاشی لو۔" ایک آواز نے حکم دیا اور ساتھ ہی بھاری قدموں کی چاپ گھر کے مختلف حصوں کی جانب منتقل ہو گئی۔

"تم نے کسی سنہری بدن والے اجنبی کو تو نہیں دیکھا؟" ایک آواز نے سوال کیا۔

"نہیں۔" اندلشک نے جواب دیا۔ "میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد قدموں کی چاپ ابھرتی آتی محسوس ہوئی اور کسی شخص نے کہا۔ "ہم نے اچھی طرح سے تلاشی لے لی ہے۔ اس گھر میں اس بوڑھے کے علاوہ صرف ایک لڑکی ہے۔ ایک بدصورت، مرچ دار اور نوجوان لڑکی۔"

"وہ میری بیٹی ہے۔" اندلشک نے جلدی سے کہا۔ "وہ بیمار اور اپاہج ہے۔"

"چلو تمھاری بیٹی کو میں خود دیکھنا چاہتا ہوں۔" پہلی آواز نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی قدموں کی چاپ دور ہوتی چلی گئی۔ اب وہ سب کے سب کمرے میں گئے ہوں گے۔ گفتگو اب بھی جاری تھی لیکن اب ان کی آوازیں ہم تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ ذرا دیر بعد آوازیں قریب آنے لگیں۔

"اس وقت ہم جلدی میں ہیں۔" پہلی آواز نے کہا۔ "اور ہمارے لیے سب سے ضروری کام سنہری بدن والے قاتل کو گرفتار کرنا ہے۔ اس کے بعد ہم تم سے تمھاری بیٹی کی علالت کے بارے میں اچھی طرح پوچھیں گے۔ اور اگر ثابت ہو گیا کہ تم نے جھوٹ بول کر ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے تو پھر تمھاری خیر نہیں ہے۔"

قدموں کی چاپ دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ بند کرنے کی آواز سنائی دی۔ اندلشک نے غار کے پاس آ کر اس کے منہ پر سے پتھر ہٹا دیے۔ اس کا چہرہ پسینے میں تر ہو رہا تھا۔

"شکر ہے کہ وہ لوگ چلے گئے اور ان کا دھیان ان پتھروں کی طرف نہیں گیا۔" اندلشک نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "لیکن اب یہ ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی ہے۔ انھوں نے توگراش کو دیکھ لیا ہے۔ اگرچہ اس نے اچھی اداکاری کی لیکن میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے اور وہ دوبارہ ضرور آئیں گے۔ اے قدرت کی آگ! میری بیٹی کو گراشس کے شر سے محفوظ رکھنا۔"

"وہ یقیناً گراشس کے شر سے محفوظ رہے گی۔" میں نے کہا۔ "میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔"

"کاش ایسا ہو۔ کاش ایسا ہو۔" اندلشک نے کہا۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اندلشک پھر باہر چلا گیا۔ ہم سب کو اس بات کا اطمینان تھا کہ ایک بار تلاشی لینے کے بعد گراشس کے سپاہی اب دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔ چنانچہ میں اور گاورت غار سے نکل آئے۔ توگراش نے گھر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"کیا تم نے سچ مچ شرخونہ کو قتل کر دیا ہے؟" توگراش نے اپنی لمبی لانبی پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں توگراش۔" میں نے جواب دیا۔ "وہ ایک ظالم اور خطرناک عورت تھی اور اس کا مارا جانا ضروری تھا ورنہ وہ نہ جانے کتنے انسانوں کو ہلاک کر دیتی۔"

"لیکن تم نے ایک ماہ کا عرصہ بھی اس کے ساتھ گزارا؟" توگراش کی آنکھوں میں میرے لیے ملامت اور سرزنش کی جھلک موجود تھی۔

"مجھے ایسا مجبوراً کرنا پڑا توگراش۔" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "اس کے ساتھ رہے بغیر نہ تو میں اس کا راز معلوم کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا تھا۔"

"لیکن اب تم کیا کرو گے؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔ "اگر انھوں نے تمھیں پکڑ لیا تو؟" اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرانے لگے۔

"تو کچھ نہیں ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "بستی کا سردار تو میرا دوست ہے۔"

"کیا؟" توگراش نے حیرت سے کہا۔ "گراشس تمھارا دوست ہے؟"

"گراشس میرا دوست نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میرا دوست گاورت ہے جو اس وقت میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور جو اس بستی کا اصل سردار ہے اور بہت جلد سرداری اسے ملنے والی ہے۔"

"تم سردار بن جاؤ گے؟" توگراش نے مسکرا کر گاورت سے پوچھا۔ "کیا واقعی تم گراشس کی جگہ لے لوگے؟"

"اس کا انحصار حالات پر ہے۔" گاورت نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

سہ پہر تک اندلشک واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ گراشس کے سپاہیوں نے پوری بستی کے ایک ایک گھر کو چھان مارا۔ بستی کے آس پاس کے تمام غاروں کو بھی کھنگال ڈالا لیکن سنہرے بدن والے قاتل کا کوئی نشان نہیں ملا۔ سپاہیوں نے کئی لوگوں کو سخت اذیتیں دیں اور ان سے مفرور قاتل کے بارے میں پوچھا لیکن کوئی کچھ نہ بتا سکا۔ اب عام خیال یہ ہے کہ وہ شخص راتوں رات بستی کی حدود سے باہر نکل گیا ہے۔ تیز رفتار سواروں کی کئی جماعتیں دور نزدیک کے علاقوں میں بھیجی جا چکی ہیں اور اب تلاش کا کام بستی کے باہر جاری ہے۔ بستی کے اندر تلاش کا کام ختم ہو گیا ہے۔ اندلشک نے یہ بھی بتایا کہ شرخونہ کی لاش کو دفن کر دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ ان چاروں ہلاک شدہ سپاہیوں کی لاشیں بھی دفن کر دی گئی ہیں۔ شرخونہ کی تجہیز و تکفین میں گراشس خود شامل تھا اور وہ سخت غصے کے عالم میں تھا۔ اس نے معمولی معمولی باتوں پر کئی آدمیوں کو کوڑے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ بستی کے تمام لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اتفاق سے انھیں وہ سنہری بدن والا اجنبی کہیں نظر آ جائے تو اسے فوراً پکڑ کر فوجیوں کے حوالے کر دیں اور اگر وہ مزاحمت کرے تو بلا تامل قتل کر ڈالیں۔ اندلشک کی زبانی یہ ساری تفصیلات سن کر میں اور گاورت بے ساختہ مسکرانے لگے۔ میری تلاش ہر طرف جاری تھی اور میں بستی کے ہی ایک مکان میں آرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اندلشک کے چہرے سے کافی پریشانی عیاں تھی۔ وہ خاصا فکرمند نظر آ رہا تھا۔

"اب تمھارا اگلا قدم کیا ہوگا؟" اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میں گاورت کو اس حسین و جمیل اور سرسبز شاداب وادی کا حکمراں دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "جبکہ میں اس کی بیوی کے شر سے اس بستی کے لوگوں کو نجات دلا چکا ہوں، تو جلد ہی انھیں گراشس کے ظلم سے

پنجے سے بھی آزاد کرا دوں گا۔"

"شرخونہ کو تم نے اکیلے میں مار لیا، لیکن گراش کی بات اور ہے۔" اندیشک نے مجھ سے کہا۔ "اتنا تو میں جان گیا ہوں کہ تم غیر معمولی طور پر بہادر ہو اور تم نے تنہا پانچ مسلح سپاہیوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن گراش کی خونخوار فوج کے سامنے تم کیا کرو گے؟ اس ٹڈی دل کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بڑے بے رحم اور جلاد صفت لوگ ہیں۔"

"اس بستی کے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ گاوت کے پردے میں گراش ان پر حکومت کر رہا ہے اور اصل گاوت زندہ ہے اور ان کے درمیان موجود ہے تو کیا وہ گراش کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اٹھ کھڑے نہیں ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر تمہارے منصوبے کا سارا دار و مدار بستی والوں کے تعاون پر ہے تو بہتر ہے کہ تم اس منصوبے کو ترک کر دو۔ گراش کے مظالم نے ان لوگوں کی روحوں تک کو کچل کر رکھ دیا ہے اور ان سے کسی بہادری کے کارنامے کی توقع رکھنا فضول ہے۔" اندیشک نے مایوسی کے ساتھ کہا۔

"لیکن کیا یہ خبر ان لوگوں کے لیے حوصلہ افزائی کا باعث نہیں ہوگی کہ گراش کی بیوی شرخونہ جسے سب لوگ جادوگرنی اور چڑیل سمجھتے تھے مار ڈالی جا چکی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاید" اندیشک نے پرخیال انداز میں کہا۔ "میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ بستی کے تمام لوگ دل ہی دل میں شرخونہ کی موت پر بہت خوش ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خوف نے ان کی زبانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنے جذبات کا کھلم کھلا اظہار نہیں کر سکتے۔ بہر حال اگر تم لوگ میری مانو تو ابھی بھی وقت ہے، تمہیں کسی نے یہاں نہیں دیکھا ہے۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ ورنہ گراش کے ظالم سپاہیوں کے ہاتھوں تمہارا جانے کیا حشر ہو۔"

میں اندیشک کے دل کی بات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ وہ چالاک بوڑھا دراصل میری شخصیت کے راز کے بارے میں جاننا چاہتا تھا اور بار بار اس قسم کی باتیں اس لیے کہہ رہا تھا کہ میں جوش میں آ کر اس کے سامنے اپنے پورے منصوبے کا انکشاف کر دوں۔ لیکن سچ تو یہ ہے پروفیسر کہ اس وقت تک میرے ذہن میں کوئی منصوبہ تیار ہی نہیں ہوا تھا۔ مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہوگا اور میں کس طرح اپنی مہم کا آغاز کروں گا۔ ابھی تک میں اس بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ چنانچہ میں نے اندیشک کی بات کے جواب میں کہا: "واپسی تو ضرور ہوگی، لیکن ہم دونوں کی نہیں، بلکہ صرف میری۔ میں حق دار کو اس کا حق دلا کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

بوڑھے اندیشک نے ایک بار پھر مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھا اور خاموش ہو گیا۔

اور پھر ہوا یوں کہ مجھے خود کوئی منصوبہ بنانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ حالات کے تحت خود بخود میری مہم کا آغاز ہو گیا۔

شرخونہ کی ہلاکت کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا، اور اندیشک کی اطلاعات کے مطابق اس دوران قرب و نزدیک کی تمام بستیوں، صحراؤں اور آبادیوں کو چپے چپے طرح کھنگالا جا چکا تھا۔ لیکن سنہری بدن والا قاتل وہاں ہوتا تو ملتا۔ تنگ آ کر تلاش کا کام ترک کر دیا گیا تھا اور فرض کر لیا گیا تھا کہ وہ شخص کہیں گھنے جنگلوں میں روپوش ہو گیا ہے۔

شام کا وقت تھا اور میں اور گاوت ابھی کھانے سے فارغ ہوئے تھے۔ ہم دونوں دن کا زیادہ تر وقت غار کے اندر ہی گزارتے تھے۔ اس وقت ہم دونوں غار کے اندر تھے اور اندیشک ہمارے ساتھ تھا۔ تو گراش باورچی خانے میں مصروف تھی۔ اچانک مکان کا دروازہ زور زور سے پیٹا جانے لگا۔ اندیشک کا چہرہ فق ہو گیا۔ شرخونہ کی ہلاکت کے بعد جب میں واپس آیا تھا تو اندیشک نے کئی ہتھیار لا کر غار میں رکھ دیے تھے۔ یہاں ان ہتھیاروں کے علاوہ میرے ہتھیار جو میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ گاوت نے لپک کر ایک تلوار اٹھا لی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور سرگوشی میں کہا۔ "جب تک میں نہ کہوں، کوئی قدم نہ اٹھانا۔" پھر میں نے اندیشک سے کہا۔ "غار کا منہ پتھر ڈال کے بند کر دو اور دروازہ کھول دو۔ بس یہاں بالکل تنہا بیٹھا ہوں۔ اور ہاں تو گراش سے کہو کہ وہ بیمار بن جائے۔"

اندیشک نے میری ہدایت پر عمل کیا اور دروازہ کھول دیا۔ بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

"تمہاری بیٹی کہاں ہے؟ اسے ہمارے سامنے لاؤ۔" کسی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"وہ بیمار ہے اور اپنے بستر پر پڑی ہے۔" اندیشک نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم جھوٹ بولتے ہو بوڑھے گدھ۔" غصہ بھری آواز بلند ہوئی۔ "تم نے اس کی بیماری کا ڈھونگ رچایا ہے۔ چلو ہمیں اس کے کمرے میں لے چلو۔ اگر وہ بیمار ہے تو بھی ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے کیونکہ وہ بے انتہا خوبصورت ہے۔ سردار کے پاس کئی اعلیٰ درجے کے طبیب موجود ہیں جو اس کا علاج کر ڈالیں گے۔"

قدموں کی آوازیں اندر جاتی محسوس ہوئیں اور مکان کے دروازے کے قریب خاموشی چھا گئی۔

"سنو۔" میں نے سرگوشی میں گاوت سے کہا۔ "تم باہر نکلنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔" اس کے ساتھ ہی میں غار کے منہ پر سے پتھر ہٹا کر باہر نکل آیا۔ میں نے جلدی سے پتھر کو دوبارہ اس جگہ لگا دیا۔ میں نے ایک ہاتھ میں تلوار پکڑ رکھی تھی۔ دروازے کے قریب کوئی نہیں تھا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اندر سے دروازے کی کنڈی لگا دی اور پھر دیوار کی آڑ لیتا ہوا آہستہ آہستہ تو گراش کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ تعداد میں سات تھے اور سب کے سب ہتھیاروں سے لیس۔ بوڑھا اندیشک خوف سے لرزتا ہوا ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے اپنے خنجر کی نوک اس کی پشت سے لگا رکھی تھی۔

وہ لوگ تو گراش کے کمرے میں داخل ہو گئے اور میں دروازے کی آڑ میں سے اندر کا منظر دیکھنے لگا۔ تو گراش پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی لا

...نے خوف اور دہشت کے عالم میں اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

"...ہو چکی چالاکی اور مکاری، چھوڑ دے۔" آنے والا زور سے ... کے ساتھ ہی اس نے تو گراش کی ران میں زور سے چٹکی لی تو گراش ... گھبرا کر پلنگ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ یہ بات بھول گئی کہ اسے ... ظاہر کرنا تھا۔

"ہا ہا ہا!" وہ شخص وحشیانہ انداز میں ہنسا۔ "تو تو کہتا تھا کہ تیری بیٹی ... ہے۔ اب وہ ہمارے سامنے دونوں ٹانگوں پر کس طرح کھڑی ہے؟"

"... پر رحم کرو۔" اچانک اندیشک اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔ "... میرا واحد سہارا ہے۔ اسے مجھ سے مت چھینو۔"

"... کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ تیری بیٹی سردار کے ... بخشے، بے وقوف بوڑھے۔" اس شخص نے کہا، اور پھر تو گراش کا ... کھینچتے ہوئے بولا۔ "چل لڑکی۔ گاوت کو تیری ہی جیسی نازک اندام ... تھی۔"

... تو گراش کی چیخیں نکل گئیں۔ بوڑھا اندیشک اس فوجی افسر کے قدموں ... لیکن اس نے ٹھوکر مار کر اسے اپنے سے دور کر دیا۔ تو گراش نے ... شروع کر دی اور فوجی سردار نے اس کے منہ پر ایک زوردار ... دیا۔ وہ بلبلا کر رونے لگی۔ فوجی اسے گھسیٹتا ہوا پلٹا اور اس کے ... کے بقیہ ساتھی بھی پلٹ پڑے۔ وہ سب کے سب دروازے ... اور پھر سب کے سب جیسے اپنی اپنی جگہ پر منجمد ہو کر رہ گئے۔ ... کو روکے کھڑا تھا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار چمک رہی تھی۔

"... تو کون ہے؟" اچانک فوجی سردار گرجا۔ لیکن دوسرے ... اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"وہ ... یہ تو ہے؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "سنہری بدن والا ... جس کی تلاش میں ہم ایک ہفتے تک مارے مارے پھرتے رہے۔ تو ... ہوا تھا۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہوئی۔ اب ہم لوگ سردار سے انعام کے مستحق ہوں گے۔" پھر وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر ... نہ جانے پائے۔ اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔ ہم نے تو ... کام سر انجام دے لیا ہے۔"

"... افسوس ہے کہ اس کارنامے کی اطلاع تم اپنے سردار کو نہیں ...۔" میں نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی میری تلوار بجلی کی طرح چمکی اور ... فوجی افسر کا سر کمرے کے فرش پر پڑا ہوا تھا اور اس کا نیچے گرا ... طرح پھڑک رہا تھا۔

... ننگی تلواریں ایک ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوئیں۔ میں دروازے کو روکے ... کھڑا تھا اور ان میں سے کوئی بھی کمرے سے باہر نہیں جا سکتا تھا ... میرے بدن سے ٹکرائیں اور مجھے کوئی زخم لگائے بغیر ادھر ادھر پھسل ... مظاہرہ کیا تو پانچوں نے سارے وار اپنی تلوار پر روکے۔ ... اندیشک اور تو گراش غور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور میں نہیں ... ان کے سامنے میری فوق البشر صلاحیتوں کا انکشاف ہو۔ اس لیے میں نے ان لوگوں کو ہلاک کرنے میں جلدی نہیں کی۔ ان کے افسر کو ختم کرنے کے بعد میں نے اگلے چند منٹوں میں ایک آدمی کو اور ٹھکانے لگا دیا۔ اب وہ پانچ رہ گئے اور جوش میں بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک میں ان کے حملوں کو اپنی تلوار پر روکتا رہا اور پھر میں نے ایک مناسب موقع دیکھ کر ان میں سے ایک اور کی گردن اڑا دی۔ سات میں سے تین مارے جا چکے تھے اور صرف چار باقی بچے تھے۔ ایک اور میری تلوار کی زد میں آگیا اور ... میں نے محسوس کیا کہ باقی تین اب خوف اور دہشت کا شکار ہو گئے ہیں۔ ان کے حملوں کی شدت میں کمی آ گئی تھی۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح مجھے دروازے سے ہٹا دیں تاکہ انہیں باہر نکل کر بھاگ جانے کا موقع مل جائے۔ لیکن میں نے اس کمرے کو ان کا مقتل بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی اب بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ میں دروازے کے بیچوں بیچ کسی چٹان کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ میں نے ان کی آرزو پوری نہیں ہونے دی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب ہلاک ہو گئے۔

"تم نے نہایت عظیم کارنامہ سر انجام دیا ہے۔" اندیشک نے میرے قریب آ کر میرے شانے پر اپنا لرزتا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم واقعی بے مثال دلیری کے حامل ہو۔ میں نے آج تک تم جیسا لڑنے والا انسان نہیں دیکھا۔" میں اس کے جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

گھر کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے اندیشک سے کہا کہ وہ دروازہ کھول کر دیکھے کہ باہر کوئی اور تو موجود نہیں ہے۔ اندیشک نے دروازے میں سے جھانکنے کے بعد مجھے یہ بتایا کہ تین گھوڑے اور ایک گھوڑا گاڑی کھڑی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان میں سے تین آدمی گھوڑوں پر اور چار آدمی گھوڑا گاڑی پر سوار ہو کر آئے تھے۔ اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ تو گراش کو گاڑی میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ میں نے اندیشک سے کہا کہ وہ باہر جا کر دیکھے کہ گاڑی کے اندر کوئی اور آدمی تو موجود نہیں ہے اور اگر اس میں کوئی اور شخص موجود ہو تو اس سے صرف یہ کہہ دے کہ وہ اپنے ساتھیوں کا انتظار کرے۔ اندیشک باہر نکل گیا اور چند منٹ کے بعد اس نے واپس آ کر بتایا کہ گاڑی خالی ہے۔

میں نے غار کا دروازہ کھول کر گاوت کو باہر نکالا۔ وہ اندر بیٹھے بیٹھے ساری گفتگو سن رہا تھا۔

"اب عمل کا وقت آ گیا ہے۔" میں نے گاوت سے کہا۔ "ان ساتوں آدمیوں کے مارے جانے کی خبر زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہ سکتی۔ ہمیں فوراً کچھ کرنا ہوگا۔" پھر میں نے اندیشک سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "کیا تم مجھے محل کے اس حصے کی نشاندہی کر سکتے ہو جس میں ماماں شیرا کو قید کیا گیا ہے؟"

"مجھے اس کا تھوڑا بہت اندازہ ہے۔" اندیشک نے جواب دیا اور اس نے مجھے محل کے اس حصے کا محل وقوع سمجھا دیا۔

"اندھیرا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ابھی کافی دیر ان سپاہیوں کے بارے میں کسی کو تشویش نہیں ہوگی۔ لیکن زیادہ وقت گزرنے پر ان کی تلاش کا سلسلہ جاری ہو جائے گا اور ان کی تلاش میں نکلنے والے

دوسرے سپاہی سب سے پہلے اسی جگہ آئیں گے اس لیے اندھیرا ہونے کے فوراً بعد ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔ ہم سب لوگ اسی پہاڑی غار میں جا کر چھپ جائیں گے جو بستی کے باہر واقع ہے اور جہاں ہم نے بستی میں داخل ہونے کے فوراً بعد پناہ لی تھی۔ تم لوگوں کو اس غار تک حفاظت کے ساتھ پہنچانے کے بعد میں اماں شیرانہ کو قید سے چھڑا لاؤں گا اور وہ بھی ہمارے ساتھ اسی غار میں آجائے گی۔ اس کے بعد بستی کے لوگوں کو بتائیں گے کہ یہاں گاورت کے بھیس میں گرانش حکومت کر رہا ہے۔ کل صبح ہمارا گرانش کی فوجوں سے مقابلہ ہوگا۔"

"گرانش کی فوجوں سے کون مقابلہ کرے گا؟" اندلیشک نے حسب معمول چبھتا ہوا سوال کیا۔

"بستی کے لوگ مقابلہ کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ان کے ساتھ میں ہوں گا، گاورت ہوگا اور تم ہو گے۔"

بوڑھا مجھے بے یقینی کے ساتھ دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ "نہ جانے تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ پتا نہیں تم کون ہو۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

اندھیرا ہوتے ہی ہم چاروں گھر سے باہر نکل آئے۔ سورج کو ڈوبے ہوئے ابھی خاصی دیر ہو گئی تھی اور تاریکی کی دبیز چادر نے ساری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں نے باہر نکلنے کے بعد مکان کے دروازے کو بند کر دیا۔ باہر کھڑے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے پر میں بیٹھا، دوسرے پر میں نے گاورت کو بٹھایا اور تیسرے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ اندلیشک سے میں نے کہا کہ وہ تو گرانش کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جائے۔ اس کے بعد وہاں سے ہم لوگ تیزی سے بھاگ نکلے۔ منزل مقصود پر پہنچ جانے کے بعد میں نے سارے گھوڑوں کو گاڑی سمیت واپس بستی کی طرف ہانک دیا۔ ہم سب لوگ پہاڑی غار کے اندر چلے گئے۔

"اب میں اماں شیرانہ کی خبر لینے جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ اس وقت اس غار کی طرف کسی کے بھی جانے کا کوئی امکان موجود نہیں ہے۔

میں گرانش کے محل میں پچھواڑے کی طرف داخل ہوا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں سے کچھ دن پہلے میں کود کر باہر آیا تھا۔ اس بار میں نے محل کی اونچی چہار دیواری میں ایک جگہ سے زور سے لات مار کر کچھ پتھر گرائے اور وہاں خلا بن گیا۔ میں اس سوراخ کے ذریعے اندر داخل ہوا اور ٹھیک اس طرف بڑھنے لگا جدھر اماں شیرانہ کو موجود ہونا چاہیے تھا۔ میں کافی محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا لیکن اس کے باوجود نیم تاریکی میں مسلح پہریدار جانے کدھر سے نکل کر میرے سامنے آگیا اور مجھے حیرت سے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اسے کچھ بولنے کا موقع دینے سے پہلے ہی ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ وہ میرے ہی جیسے جسم اور قد و قامت کا آدمی تھا۔ میں نے مزید الجھنوں سے بچنے کے لیے جلدی جلدی اس کا لباس اتارا اور خود اپنا لباس اتار کر اس کا لباس پہن لیا اور اس کے ہتھیار اپنے بدن پر سجائے۔ اب میں محل کا پہریدار معلوم ہو رہا تھا اور میرے لیے نقل و حرکت میں آسانی پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ بغیر کسی مشکل کے میں محل کے اس حصے کی طرف جا نکلا جہاں اماں شیرانہ قید تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کے گرد ایک مختصر سا احاطہ تھا جس کے دروازے میں باہر سے ایک بھاری قفل پڑا ہوا تھا۔ میں نے قفل کو ہاتھ لگا کر زور دیا تو دوسرے لمحے اس کے ٹکڑے ہو گئے۔ میں نے کنڈی کھول کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ احتیاطاً میں نے دروازہ بند کر دیا۔ احاطے میں داخل ہو کر اس میں موجود واحد کمرے کی طرف بڑھا۔ یہ ایک بڑا کمرہ تھا لیکن اس میں بھی باہر سے قفل لگا ہوا تھا۔ میں نے اس کا قفل بھی توڑ کر دروازہ کھول دیا۔ گھپ اندھیرا تھا اور ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔

"اس وقت کون آیا ہے؟" ایک بوڑھی عورت کی نحیف و نزار آواز سنائی دی۔

"کیا تم شیرانہ ہو؟" میں نے سرگوشی میں پوچھا۔

"ہاں میں شیرانہ ہوں۔" لرزتی ہوئی آواز نے کہا۔

"باہر نکل آؤ۔ میں تمھیں آزاد کرانے آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

ایک بوڑھا سا سایہ کمرے سے برآمد ہوا۔ نیم تاریکی میں میں نے اس کی شکل دیکھی۔ وہ ایک دبلی پتلی اور زرد رو بوڑھی عورت تھی اور حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"مگر تم کون ہو نوجوان؟" اس نے پوچھا۔ "کیا سردار نے میری رہائی کا حکم دے دیا ہے؟" وہ میرے لباس کی وجہ سے مجھے محل کا کوئی پہریدار سمجھ رہی تھی۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں گاورت کا دوست ہوں اور تمھیں رہا کرانے آیا ہوں۔ ہمیں یہاں سے چھپ کر نکلنا ہوگا۔"

"تم گاورت کے دوست ہو؟" اس کی آواز ہیجان کے عالم میں کانپنے لگی۔ "کیا گاورت زندہ ہے؟"

"ہاں وہ زندہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ہم اس کے پاس جا رہے ہیں۔"

"چلو چلو، جلدی چلو۔" بوڑھی عورت پر ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی۔

ہم لوگ چھپتے چھپاتے محل سے باہر نکل آئے۔ ابھی ہمیں بہت راستہ طے کرنا تھا۔ لیکن شیرانہ اتنی دیر میں تھک گئی تھی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ طویل عرصے تک قید میں رہنے کے باعث اسے چلنے کی عادت نہیں رہی تھی۔ وہ مجھے بہت منع کرتی رہی، لیکن میں نے اسے اٹھا کر اپنے شانے پر بٹھا لیا اور بستی کے باہر واقع غار کی طرف روانہ ہو گیا۔

شیرانہ گاورت کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گاورت کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا دریا بہہ نکلا۔

"تمھارے اور خادم کے فرار ہونے کے بعد گرانش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اس فرار میں میرا اور میرے بیٹے کا ہاتھ ہے۔ اس نے مکاری سے کام لیتے ہوئے میرے بیٹے کو اس طرح ہلاک کروا دیا کہ آج تک اس کے قاتل کا کوئی سراغ نہیں مل سکا اور مجھے قید میں ڈلوا دیا۔"

"لیکن اگر گرانش چاہتا تو تمھیں بھی ہلاک کروا سکتا تھا۔" گاورت نے کہا۔ "اس نے تمھیں زندہ کیوں رکھا؟"

"شاید تم یہ بات بھول گئے کہ گرانش نے بچپن میں میرا دودھ پیا ہے اور میں اس کی ماں کی طرح ہوں۔ اس وجہ سے اس نے مجھے ہلاک نہیں کیا۔"

شیرانہ کے استفسار پر گاورت نے اپنی داستان مختصر الفاظ میں اسے بتا دی۔

"میں بستی کے ایک ایک دروازے پر جا کر دستک دوں گی اور لوگوں کو بتاؤں گی کہ گرانش جھوٹا ہے۔ وہ گاورت نہیں ہے۔ اصل گاورت تخت سے محروم ہے۔" شیرانہ نے جوش کے عالم میں کہا۔

"اور ہم یہ کام فوراً ہی شروع کر دیں گے۔" میں نے کہا۔ "اندلیشک بھی ہمارے ساتھ ہوگا اور ہم بستی کے چیدہ چیدہ لوگوں کو آج رات ہی اس حقیقت سے آگاہ کر دیں گے اور انھیں یہ بھی بتا دیں گے کہ وہ کل صبح جنگ کے لیے تیار رہیں۔ کل ہمیں گرانش سے حساب چکانا ہے۔"

میں، شیرانہ اور اندلیشک رات کی گہری تاریکی میں بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ اندلیشک نے ان لوگوں کی ایک فہرست مرتب کر لی تھی جن سے ہمیں رابطہ قائم کرنا تھا۔ ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی۔ یہ بستی کے بااثر اور بااعتماد لوگ تھے اور ہمیں توقع تھی کہ وہ ہماری بات خود بخود دوسروں تک پہنچا دیں گے۔

سب سے پہلے ہم نے جس شخص کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ ایک عالم تھا۔ وہ ایک ضعیف شخص تھا اور اپنے علم و دانش کی وجہ سے دور و نزدیک اس کی بڑی شہرت تھی۔ وہ ہم لوگوں کو دیکھ کر سخت حیران ہوا اور اس سے بھی زیادہ حیرانی اسے اس وقت ہوئی جب اندلیشک اور شیرانہ دونوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ گاورت کے پردے میں دراصل گرانش حکومت کر رہا ہے اور اصل گاورت بستی میں آ چکا ہے اور روپوش ہے۔ عالم نے وعدہ کیا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے یہ خبر اپنے خاص لوگوں کے ذریعے ساری بستی میں پھیلا دے گا۔ ہم لوگوں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ ہم مقابلے کے لیے بالکل تیار ہیں اور ہمیں صرف لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد ہم مختلف لوگوں کے پاس گئے جن میں کئی بڑے بڑے ہنرمند اور اہل دانش شامل تھے۔ ان سب لوگوں نے اندلیشک اور شیرانہ کی زبانی اصل بات سننے کے بعد سخت حیرت اور مسرت کا اظہار کیا۔ انھوں نے بتایا کہ لوگ گرانش سے سخت نفرت کرتے ہیں اور اگر انھیں کسی طرف سے سہارا ملے تو وہ فوراً بغاوت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ان سبھوں نے وعدہ کیا کہ صبح ہوتے ہی ساری بستی میں اس خبر کی تشہیر کر دیں گے۔

ہم تینوں مطمئن اور خوش واپس آ گئے۔ اندلیشک نے اس یقین کا اظہار کیا کہ صبح بستی کے سارے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ان پر گاورت بن کر گرانش حکومت کر رہا ہے اور گاورت گرانش سے مقابلہ کر کے اپنا حق لینے کے لیے بستی میں آ چکا ہے۔

وہ رات ہم سب لوگوں نے اس غار میں گزاری۔

صبح ہونے کے تھوڑی دیر بعد جب خاصا دن چڑھ آیا اور ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ بستی کے بیشتر لوگوں تک یہ بات پہنچ چکی ہو گی، میں گاورت اور اندلیشک کے ساتھ بستی کی طرف روانہ ہوا۔ شیرانہ اور تو گرانش کو ہم لوگوں نے غار میں چھوڑ دیا۔ ہم تینوں پوری طرح مسلح تھے۔

جیسے ہی ہم بستی میں داخل ہوئے ہم نے یہاں کے حالات کو پہلے کے مقابلے میں مختلف پایا۔ لوگ جگہ جگہ ٹولیوں میں کھڑے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر افسردگی اور پژمردگی کی جگہ رونق اور بشاشت نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں سے اضمحلال کے بجائے جوش عیاں تھا۔ ہم تینوں کو دیکھ کر لوگوں کے جوش و خروش میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اصل گاورت لوگوں کے سامنے موجود تھا۔ وہ اسے دیکھ کر خوشی سے دیوانے ہوئے جا رہے تھے۔ بہت سے لوگوں نے میرے بارے میں دریافت کیا اور اندلیشک نے انھیں بتایا کہ میں گاورت کا دوست ہوں اور ایک غیر معمولی طور پر بہادر انسان ہوں۔

ہم تینوں محل کی طرف روانہ ہوئے اور ہمارے پیچھے لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ بستی کے تقریباً سارے ہی مرد اس زبردست ہجوم میں شامل ہو گئے تھے جو ہمارے پیچھے آ رہا تھا۔ ہم جس طرف سے بھی گزرتے، ہمارے ساتھ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا۔ تقریباً ہر شخص مسلح تھا۔ لوگ گرانش کے مظالم سے اس قدر تنگ آ چکے تھے کہ اب وہ اس کے اقتدار کو ختم کرنے پر تل گئے تھے۔ انھیں صرف قیادت کی ضرورت تھی اور اب وہ ضرورت پوری ہو گئی تھی۔

گرانش کو غالباً اس بات کی اطلاع پہلے ہی مل گئی کیونکہ ہم لوگ ابھی محل سے دور تھے کہ محل کے اطراف پھیلے ہوئے فوجی کیمپوں سے مسلح سپاہی نکلنا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے محل کے سامنے اپنی صفیں قائم کر لیں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ گرانش کی فوج خاصی تربیت یافتہ اور منظم ہے۔ ادھر فوجی اپنی صف بندی کر رہے تھے، ادھر ہمارے پیچھے آنے والا ہجوم بے ترتیبی سے انتشار کے عالم میں تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اگر اس عالم میں فوج نے ہجوم پر حملہ کر دیا تو میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بہت بڑی تعداد کو مرنے سے نہیں بچا سکوں گا۔ اس لیے میں نے ہاتھ کے اشارے سے ہجوم کو محل سے کچھ فاصلے پر روک دیا، اور انھیں ہدایت دی کہ وہ باقاعدہ محاذ جنگ کی طرح اپنے اندر نظم و ضبط پیدا کریں۔ میری ہدایت پر ان لوگوں نے بھی اپنی صفیں قائم کر لیں۔

اچانک محل کا بڑا پھاٹک کھلا اور اس میں سے ایک شاندار گھوڑے پر سوار ایک شخص برآمد ہوا۔ مجھے بالکل ایسا لگا گویا میں گاورت کو گھوڑے پر بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ اس شخص کے آگے پیچھے دو جنوں جیسے جسیم اور بھاری بھرکم آدمی تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور تیغ بدست تھے لیکن سب کے سب بہت زیادہ توانا اور تندرست تھے۔ گرانش نے اپنے ذاتی محافظوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔

گرانش اور اس کے ساتھیوں کا قافلہ محل کے بڑے پھاٹک کے سامنے رک گیا۔ میں نے اندلیشک سے پیچھے رہنے کے لیے کہا اور خود گاورت

کو ساتھ لیے کر آگے بڑھا۔ گرانس کی نظر جب گادت پر پڑی تو وہ گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ غالباً اسے ابھی تک یہ اطلاع نہیں مل سکی تھی کہ گادت زندہ ہے اور بستی میں موجود ہے۔

"تم کون ہو؟" اس نے گادت کی طرف انگلی اٹھا کر خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"مجھے پہچاننے کی کوشش کرو گرانس، میں گادت ہوں، اصل گادت۔ تمہارا بھائی اور اس علاقے کا اصل حکمراں۔"

"اس علاقے کا حکمراں میں ہوں۔" گرانس نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اگر کسی اور کو حکمرانی کا شوق ہے تو وہ میری لاش پر سے گزر کر ہی اپنا یہ شوق پورا کر سکتا ہے۔"

"سنو گرانس۔" گادت نے نرمی سے کہا۔ "میں اور تم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور وہ ہم دونوں کے لیے یکساں طور پر عزت و احترام کا مستحق تھا۔ تمہیں اس کے حکم کی پابندی کو اپنے لیے وسیلۂ خوشنودی سمجھنا چاہیے۔ اس نے اپنی زندگی میں ہی مجھے اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور میرا حق بھی تھا کیونکہ میں تم سے بڑا ہوں۔ اور تم ان ساری باتوں سے بخوبی واقف ہو۔ لیکن تم نے میرے خلاف سازش کی اور مجھے یہاں سے فرار ہونا پڑا۔ اب میں دوبارہ یہاں آگیا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے باپ کی روح کو سکون پہنچاؤ اور خاموشی سے سرداری کا منصب میرے حوالے کر دو۔ میں تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی بستی والوں کا خون بہتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں تمہاری غلطیوں کی کوئی سزا نہیں ملے گی۔ میں تمہاری جان کی سلامتی کا ذمہ لیتا ہوں۔"

گادت کی اس تقریر کا گرانس پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے تند لہجے میں کہا: "مجھے اگر اپنی حکمرانی قائم رکھنے کے لیے اس بستی کے ایک ایک فرد کو بھی قتل کر دینا پڑے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ میں دوسری بستیوں سے انسانوں کو لا کر یہاں آباد کر لوں گا، لیکن کسی حالت میں بھی اپنے حق حکمرانی سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ ہاں میں تمہیں اتنی رعایت ضرور دے سکتا ہوں کہ تمہیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دوں، لیکن تمہارے ساتھ جو یہ سنہری بدن والا قاتل کھڑا ہے، اس کی موت مقدر ہو چکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری بیوی شنرخونہ کو قتل کرنے والا یہی شخص ہے۔ اور میرے چار سپاہیوں کو اور کل شام میرے سات سپاہیوں کی ہلاکت کا ذمہ دار بھی یہی اجنبی ہے۔ یہ یہاں سے کسی صورت بچ کر نہیں جا سکتا۔ میرے سات سپاہیوں کو اندلشک کے مکان پر مارا گیا ہے۔ میں اندلشک کو بھی معاف کر دوں گا بشرطیکہ وہ اپنی بیٹی لوگراتس کو میرے حوالے کر دے۔"

"سن لے مغرور اور پاگل انسان۔" میں اندلشک اور گادت سے کچھ آگے بڑھ آیا اور میں نے گفتگو میں دخل دیتے ہوئے گرانس سے مخاطب ہو کر کہا: "میں تیرے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری بدکار گنہگار اور خونخوار بیوی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے بڑی مسرت محسوس کی ہے کیونکہ وہ انسانوں کے خون کی پیاسی تھی۔ میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری نابکار فوج کے گیارہ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ شیرانہ کو بھی میں نے تیری قید سے آزاد کروایا ہے۔ تیرے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ گادت کی پیشکش کو قبول کر لے اور اپنی جان بچا کر یہاں سے دفعان ہو جا۔"

"سردار۔" اچانک ایک بھاری بھرکم آواز بلند ہوئی۔ "مجھے اجازت دو کہ اس سنہری احمق کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دوں۔"

"نہیں شوگلام۔" گرانس نے کہا۔ "یہ تمہارے شایان شان نہیں ہے کہ تم اس قدر چھوٹے آدمی کے خون سے اپنے ہاتھ کو آلودہ کرو۔ تم تک پہنچنے کے لیے اسے ابھی کئی مراحل سے گزرنا ہوگا۔ میرے خیال میں اس کے لیے تو کادت ہی کافی ہے۔" گرانس نے اپنے محافظوں میں سے ایک شخص کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کادت! آگے بڑھو اور اس بدزبان کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دو۔"

"جو حکم سردار۔" کادت نے کہا۔ وہ ایک مضبوط تن و توش کا بلند قامت آدمی تھا اور اس کا سینہ بہت چوڑا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے کسی طرح اچھل کر سیدھا میرے اوپر اچانک آگرا۔ اور ہم دونوں زمین پر آرہے۔ میں اس ریلے کے لیے تیار نہیں تھا۔ بہرحال اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ کادت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرا گلا دبانے کی کوشش شروع کر دی۔ میں نے اپنے گلے کو اس کی گرفت سے چھڑانے کے بجائے اسے طاقت آزمائی کا پورا پورا موقع دیا۔ اس نے پوری طاقت صرف کر دی اور پھر وہ بری طرح ہانپنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ اسے میرا گلا لوہے کا بنا ہوا لگ رہا تھا۔ سارے لوگ غور سے اس جدوجہد کو دیکھ رہے تھے۔ اور جب میں نے دیکھا کہ کادت کی کمزوری عاجز ہو چکا ہے تو میں نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے اوپر سے اٹھایا، پھر اس کے بازو کو پکڑ کر اسے زور سے گھما کر گرانس کے محافظوں کی طرف اچھال دیا۔ کادت کی ہڈیوں کے کڑکڑانے کی آواز دور تک سنی گئی۔ اس کا مردہ جسم ایک گھوڑے کے قدموں کے پاس گرا اور گھوڑا ہنہنا کر پیچھے ہٹ گیا۔ گرانس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس کے خصوصی محافظوں کے ہاتھ اپنی تلواروں کے دستوں پر پہنچ گئے لیکن گرانس دونوں ہاتھ رکھے کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

"یہ تو خاصا طاقتور معلوم ہوتا ہے۔" گرانس نے اپنے محافظوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "نکادش، جاؤ اور اسے بتاؤ کہ اصل طاقت کیا ہوتی ہے۔"

گرانس کا اشارہ پاتے ہی ایک لحیم شحیم شخص جو وزن اور قد میں مجھ سے ڈیوڑھا ہوگا، گھوڑے سے اتر کر میری طرف لپکا۔ وہ بھینسے کی طرح بھوں بھوں کرتا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن میں نے اسے زیادہ قسمت آزمائی کا موقع نہیں دیا اور اس کے سر پر ایک ہلکا سا مکا رسید کر کے اسے قید حیات سے نجات دلا دی۔ اس کی کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئی اور اس کا بھاری بھرکم بدن خاک و خون میں لوٹنے لگا۔

شوگلام!" اچانک گرانس اپنے حلق کی پوری قوت سے دھاڑا۔ "اس شخص کو بھی ہلاک کر دیا۔ اس کا خون پی لے شوگلام۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔"

گرانس کے کہنے کی دیر تھی کہ گوشت پوست کا ایک پہاڑ حیرت انگیز تیزی سے میری جانب بڑھا۔ بلا مبالغہ شوگلام کا جسم مجھ سے ہوگا۔ اس کا قد بھی بہت لمبا تھا۔ وہ انسان کی بجائے کوئی دیو معلوم ہوتا تھا۔ وہ خوفناک آوازیں نکالتا ہوا میری طرف مجھ سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ اس نے ناقابل یقین سرعت میں اچھل کر میرے سینے پر پوری قوت سے اپنی لات اس صورت حال کے لیے تیار تھا۔ اس کی لات کے میرے نے سے ایک بہت ہی زوردار دھماکے کی آواز پیدا ہوئی۔ پیچھے کھڑے ہوئے اندلشک اور گادت کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہاں موجود ہزاروں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ میں کسی سنگی ستون کی طرح اپنی تھا اور شوگلام کی بھاری بھرکم ٹانگ میرے ہاتھ میں تھی۔ اپنے توازن سے محروم ہو کر نیچے لٹک گیا تھا اور وہ کھڑا ہونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن میرے جھٹکا سبب بار بار نیچے گر جاتا تھا۔ شوگلام کے دونوں ہاتھ آزاد اپنے ہاتھوں سے مجھے پکڑنے کی کوشش کی اور میں کا موقع دیا۔ اس نے اپنے دونوں موٹے موٹے ہاتھوں اور مجھے گرانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے ذرا یہ تماشا کرنے دیا اور پھر اچانک اس کی گرفت سے آزاد کی طرح گھمانا شروع کر دیا۔ دیکھنے والوں کی چیخیں نکل نامنوں وزنی بدن میرے ہاتھوں میں کسی بڑے سے کی طرح گھوم رہا تھا اور پھڑپھڑا رہا تھا۔ شوگلام کی زبان سے نکل رہی تھیں۔ ہر شخص کو نظر آ رہا تھا کہ شوگلام کی زندگی کے باقی ہیں۔

شوگلام کو ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بہرحال گرانس سر پر کسی جانب سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور میرے کے پیٹ میں پیوست ہو گیا۔ خون کا دریا بہنے لگا اور کو زمین پر ڈال دیا۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا تیر سنسناتا سینے کی سمت آیا جسے میں نے ہوا ہی میں پکڑ لیا۔

ے چاروں طرف سے گھیر کر مار دو۔" گرانس نے ایک جسم دیا۔ "اس کی ہلاکت کے بعد ہی باغیوں سے نمٹا جائے گا۔"

بیس گھڑسوار آناً فاناً میرے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ نے تیزی سے بستی کے لوگوں کی طرف جانا چاہا لیکن میں نے سے روک دیا اور وہ واپس اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس گھڑسوار میرے قریب آچکے تھے۔ میں نے ایک نکال لیں سے ایک کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور فوراً ہی اس کو گھوڑے سے گرا دیا۔ دراصل پروفیسر میں اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے سے گریز کرنا چاہتا تھا اس لیے میں نے اس سپاہی کی تلوار کے ساتھ ہی اس کی ڈھال پر بھی قبضہ کر لیا تاکہ دیکھنے والوں کو یہ تاثر دے سکوں کہ میں دشمنوں کے وار ڈھال پر روک رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں اس سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس ساری کارروائی میں مجھے بمشکل چند سیکنڈ کا وقت لگا ہوگا۔ اسی اثناء میں باقی سواروں کے حملوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ان کی تلواریں بجلی کی طرح لپک رہی تھیں اور میں ایسا ظاہر کر رہا تھا گویا ان کے وار میں اپنی ڈھال پر روک رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہر لمحے ایک سر کٹ کر نیچے گر رہا تھا۔ میں نے سروں کی کھیتی اتنی تیزی سے کاٹنی شروع کر دی کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند منٹ کے عرصے میں صرف پانچ سوار زندہ رہ گئے اور پچیس کو میں نے ٹھکانے لگا دیا۔ میری نظر گرانس پر پڑی جو بڑے غور سے اس عجیب و غریب منظر کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا جس میں صرف ایک آدمی کے ہاتھوں اس کے پچیس سپاہی مارے جا چکے تھے۔ گرانس کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہونے لگے۔ پانچ میں سے ایک سپاہی بھاگ گیا اور اسی کے ساتھ ہی گرانس نے اپنے دوسرے فوجی دستے کو اشارہ کیا کہ وہ مجھ پر حملہ کرے لیکن میں نے اس کو موقع نہیں آنے دیا۔ میں نے بجلی کی طرح اپنا گھوڑا گھمایا اور آن واحد میں گرانس کے سر پر جا پہنچا۔ پھر میں نے اسے کسی خشک پتے کی طرح گھوڑے پر سے اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اس کا پورا جسم کسی خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ گرانس کو میرے قبضے میں دیکھ کر اس کے سپاہیوں کی پیش قدمی رک گئی۔ اب وہ مجھ پر حملہ نہیں کر سکتے تھے۔

"اگر کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو گرانس کی لاش خاک و خون میں تڑپتی نظر آئے گی۔" میں نے چلا کر کہا اور اسی کے ساتھ میں نے اپنی تلوار گرانس کی گردن کی پشت پر رکھ دی۔ "گرانس!" میں نے کہا۔ "تمہیں شکست ہو چکی ہے۔ اپنے سپاہیوں کو بلاوجہ ہلاک مت کرواؤ۔ تمہاری جان کی ضمانت دی جا چکی ہے۔ حکومت سے دستبرداری کا اعلان کرو اور گادت کو علاقے کا حکمران تسلیم کرو۔ میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں۔ اگر تم نہیں مانتے تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔"

"ہاں مانتا ہوں! میں مانتا ہوں۔" گرانس نے کسی خوفزدہ بکری کی طرح ممیاتے ہوئے کہا۔ "میری جان بخش دو۔ میں گادت کے حق میں حکومت سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

"سنا تم نے!" میں نے گرانس کے لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تمہارے سردار نے شکست تسلیم کر لی ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص گادت کے ساتھ وفاداری کا اعلان کرے جو اس علاقے کا اصل حکمران ہے اور گرانس کا بڑا بھائی ہے۔ اپنے اپنے ہتھیار نیچے رکھ دو اور نئے سردار سے وفاداری کا اعلان کرو۔"

گرانس کے فوجی سخت حیران و پریشان تھے۔ کسی بڑی لڑائی کے

بغیر ہی جنگ کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ تاہم ان کے پاس میری بات ماننے کے علاوہ اور چارہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ ان سب نے بے چون و چرا میرے حکم کی تعمیل کی۔ بستی کے لوگ خوشی کے مارے دیوانہ وار رقص کرنے لگے اور گادوت کے گرد ایک میلہ لگ گیا۔ میں نے گرالس کو گھوڑے سے اتارا۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ اسے ساتھ لیے ہوئے میں گادوت کے پاس پہنچا۔ لوگوں نے ہمارے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ گادوت اور اندیشک ساتھ ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اندیشک نے نفرت سے گرالس کو دیکھا۔

گادوت کی حکمرانی کا رسمی اعلان ہو جانے کے بعد ہم لوگ محل کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے محل کی وفاداریاں بدل گئی تھیں اور وہ گادوت کے آگے پیچھے پھر رہے تھے۔ میں نے اندیشک سے پوچھا کہ اب گرالس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

"اسے اس کمرے کی طرف لے چلو جہاں اس نے شیرازنہ کو قید میں رکھا ہوا تھا۔" اندیشک نے کہا۔ "فی الحال ہم اسے وہیں بند کر دیں گے۔"

ہم دونوں گرالس کو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہوئے۔ ملازمین کی ایک جمعیت ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑی لیکن اندیشک نے ان سب کو روک دیا۔ اس نے گادوت کو ہمارے ساتھ آنے سے منع کر دیا صرف میں اور وہ گرالس کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے۔ گرالس کی حالت مردوں سے بدتر ہو رہی تھی۔ اسے چلنے میں سہارے کی ضرورت تھی۔

اور پھر اندیشک نے ایک نہایت ناپسندیدہ حرکت کی۔ جیسے ہی ہم اس عمارت میں داخل ہوئے جہاں پہلے شیرازنہ قید تھی ویسے ہی اس نے سرعت کے ساتھ اپنا خنجر نکال کر گرالس کے پیٹ میں بھونک دیا۔ گرالس آہ کر کے زمین پر گرا اور لوٹنے لگا۔ عمارت میں بالکل سناٹا تھا اور ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص اس واقعے کو دیکھنے والا موجود نہیں تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا اندیشک؟" میں نے ناگواری کے ساتھ کہا۔

"اس کے جرائم کے مقابلے میں یہ سزا بھی بہت کم ہے۔" اندیشک نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

"لیکن میں اور گادوت، دونوں اسے جان کی امان دے چکے تھے۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن اس کا زندہ رہنا سخت خطرناک تھا۔ یہ کسی وقت بھی ہم لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتا تھا۔"

"تاہم مجھے تمہاری یہ حرکت پسند نہیں آئی۔" میں نے کہا۔ "انسان کو اپنی زبان کا پاس رکھنا چاہیے۔"

"برے اور بدکار آدمی سے کیے ہوئے وعدے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

میں خاموش ہو گیا لیکن مجھے اس کی یہ حرکت قطعاً پسند نہیں آئی۔ اس نے ایک ایسے انسان پر ہاتھ اٹھایا تھا جسے میں اس کی جان کے تحفظ کا یقین دلا چکا تھا۔ اس نے گرالس کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر اسی کمرے میں ڈال دیا جس میں کل رات تک شیرازنہ قید تھی اور دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔

"میں تھوڑی دیر بعد اس کے دفنانے کا بندوبست کر دوں گا۔" بوڑھے اندیشک نے مجھ سے کہا۔ "میں نے اسے تنہائی میں لا کر اس لیے مارا ہے کیونکہ میں سارے لوگوں کے سامنے اسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"اس صورت میں سب لوگوں پر تمہاری بدعہدی آشکار ہو جاتی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اسے بدعہدی کا نام دے سکتے ہو۔" بوڑھے اندیشک نے کہا۔ "لیکن میں اسے مصلحت سے تعبیر کروں گا۔"

ہم لوگ دوبارہ محل کے وسطی حصے میں واپس آ گئے جہاں … بہت سے فوجی سرداروں کے درمیان گھرا ہوا بیٹھا تھا۔ وہ سب کے سب اسے اپنی وفاداریوں کا مکرر یقین دلا رہے تھے۔ گادوت کا حلیہ تبدیل ہو چکا تھا۔ اب اس کے جسم پر شاہی پوشاک تھی۔ وہ بالکل دوسرا انسان نظر آ رہا تھا اور اسے دیکھنے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ [illegible] نہیں ہے۔

میں نے مسکرا کر گادوت کو مبارکباد دی اور اس کے بعد میں ایک گاڑی لے کر اندیشک کے ساتھ اس غار کی طرف روانہ ہوا جہاں شیرازنہ اور توگراش موجود تھے۔ اب ہم لوگوں کو وہاں چھپ کر رات کی تاریکی میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم کھلم کھلا دن کے اجالے میں بستی سے گزرتے ہوئے ادھر روانہ ہوئے۔ گاڑی میں خود ہانک رہا تھا اور اندیشک میرے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم جدھر سے بھی نکلتے گرم جوش اور مطمئن لوگ ہمیں دیکھ دیکھ کر ہاتھ ہلاتے۔ بہت سے لوگوں نے راستے میں گاڑی کو کئی جگہ روکا اور میرے ہاتھ چومے۔ انھوں نے مجھے نجات دہندہ قرار دیا اور مجھے دعاؤں سے نوازا۔ میں نے اندازہ کیا کہ اندیشک شاید میری مقبولیت سے زیادہ خوش نہیں ہے۔ بہرحال اس کے لیے یہ بات بالکل بے معنی تھی۔

جب ہم لوگ اس غار کے نزدیک پہنچے تو شیرازنہ اور توگراش بے چینی سے ہماری منتظر تھیں۔ مجھے زندہ دیکھا تو وہ دونوں خوشی کے مارے پاگل ہو گئیں۔ اور جب میں نے انھیں یہ خبر دی کہ گرالس کو شکست ہو گئی اور گادوت بستی کا نیا حکمران بن گیا ہے تو وہ دونوں خوشی کے مارے … شیرازنہ اور اندیشک کی موجودگی میں ہی توگراش نے میرے دونوں ہاتھ لیے اور وارفتگی کے عالم میں انھیں اپنی آنکھوں سے رگڑنے لگی۔ "عزت مآب سنہری بدن والے اجنبی! تم نے میرے بابا کی جان بچائی۔ یقیناً تمہاری ہی مدد سے اصل گادوت کو نقلی گادوت پر فتح حاصل ہوئی۔ تم عظیم ہو۔ تم ہم سب لوگوں کے لیے نجات دہندہ بن کر آئے۔ … پاس تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔"

میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو محبت سے تھام لیا۔ شیرازنہ … کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اندیشک زبردستی مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہم واپس گاڑی میں بیٹھ کر محل کی طرف روانہ ہوئے۔ اس بار … کے کہنے پر میں گاڑی میں اس کے ساتھ پیچھے بیٹھا اور اندیشک آگے بیٹھے۔ اس دفعہ گاڑی اندیشک ہانک رہا تھا۔

"سنو شادل!" توگراش نے سرگوشی میں مجھ سے کہا۔ "میں نے اماں سے بات کی ہے۔ وہ میرے بابا سے بات کرے گی… مگر میں بھی حیران ہوں کہ میں نے تم سے تو کچھ کہا ہی نہیں۔ نہ جانے تم اس کے لیے راضی ہو گے یا نہیں۔"

میں توگراش کا مطلب تقریباً سمجھ چکا تھا۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا۔ "کون سی بات؟ تم نے شیرازنہ سے کیا بات کی ہے؟"

"وہ۔ تم سمجھے کیوں نہیں؟" اس نے ایک انداز دلربائی کے ساتھ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "چاند کی دنیا سے آئے ہوئے انسان! میں تم کو دیکھ کر ہی اپنا سب کچھ ہار چکی ہوں۔ تم میری زندگی میں داخل ہونے والے پہلے اور آخری … ہو۔ اب میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور نہیں کر سکتی۔ میں نے اماں شیرازنہ سے کہا ہے کہ وہ بابا سے اس بارے میں گفتگو کریں تاکہ ہم زندگی بھر کے لیے ایک دوسرے کے ساتھی بن جائیں۔"

میں توگراش کے معصومانہ اور پاکیزہ جذبات کے اظہار پر دل ہی دل میں … مجھے شروع سے ہی اس بات کا اندازہ تھا کہ وہ مجھے پسند کرنے لگی ہے … کچھ دن تک سکون اور امن کے ساتھ زندگی کے دن گزارنا … جب شریجانہ مجھے مل گئی تھی تو اس وقت میں نے یہی … کچھ دن آرام کے ساتھ گزاروں گا اور شریجانہ کے ساتھ گاؤں … ہنگاموں سے دور رہوں گا لیکن میرا وہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں … شریجانہ اسطوفینز کی خونیں سازشوں کا شکار ہو گئی۔ اب مجھے توگراش … شریجانہ ہی کی طرح حسین اور طرحدار ہونے کے علاوہ کمسن … میں نے اس کے جذبات کی پذیرائی کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین … مجھے بے حد خوشی ہو گی!"

تھوڑی دیر بعد ہم لوگ محل میں پہنچ گئے۔ شیرازنہ اور توگراش دونوں … سج دھج دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ پورا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ گادوت … میں تھا۔ اس نے شیرازنہ اور توگراش کا دلی مسرت کے ساتھ … کرتے ہوئے کہا۔ "سرداری کے حصول میں میری اپنی کوششوں کو کوئی … جو کچھ ہے وہ شادل کے طفیل ہے۔ اگر یہ سنہری بدن والا بہادر … ساتھ نہ ہوتا تو میں تو شاید جنگل میں ہی مر کھپ کر ختم ہو جاتا … میں نے فیصلہ کیا ہے کہ شادل کو اپنا وزیر اعظم بناؤں گا اور یہ … سب سے زیادہ با اختیار شخص ہی ہو گا۔"

"نہیں گادوت۔" میں نے سختی کے ساتھ اسے منع کرتے ہوئے کہا۔ "میں … اس لیے نہیں دیا تھا کہ مجھے تمہاری حکومت میں کوئی عہدہ درکار … دوست بن گئے تھے اور میں نے محض حقِ دوستی ادا کیا ہے۔ جہاں تک وزارتِ عظمیٰ کا تعلق ہے تو اس منصب کے لیے تم کسی عمر رسیدہ اور تجربہ کار شخص کا انتخاب کرو۔ اور میرے خیال میں تمہیں اس کی تلاش میں زیادہ پریشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اندیشک ایک جہاندیدہ اور زیرک انسان ہے اور اس عہدے کے لیے بالکل ٹھیک رہے گا۔"

غالباً گادوت اور اندیشک دونوں میں سے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں وزارتِ عظمیٰ کے منصب کو قبول کرنے سے انکار کر کے اس کے لیے اندیشک کا نام پیش کروں گا۔ وہ دونوں حیران حیران نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"میری دلی خواہش ہے کہ میرے بجائے تم یہ منصب سنبھالو۔" اندیشک نے کہا۔ میں صاف طور پر محسوس کر رہا تھا کہ وہ محض اوپری دل سے یہ بات کہہ رہا ہے۔

"نہیں اندیشک۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ مجھے اس چیز سے معاف رکھو۔ البتہ میں تم سے ایک اور چیز مانگتا ہوں۔ امید ہے انکار نہیں کرو گے۔"

"وہ کیا؟" بیک وقت اندیشک اور گادوت کی زبان سے نکلا۔

"میں تم سے توگراش کو مانگتا ہوں۔" میں نے اندیشک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اندیشک اور گادوت دونوں حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔ انھیں شاید اس بات کی توقع نہیں تھی۔

"ظاہر ہے کہ میرے لیے انکار کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔" اندیشک نے کہا۔ "لیکن میں اس بارے میں اپنی بیٹی کی رائے ضرور معلوم کرنا چاہوں گا۔"

"یہ اس کی دلی خواہش ہے۔" شیرازنہ فوراً بولی۔ "وہ مجھے سب کچھ بتا چکی ہے۔ وہ اس سنہری بدن والے اجنبی کو اپنا شریکِ حیات بنانا چاہتی ہے۔"

"اس صورت میں میری طرف سے اجازت ہے۔" اندیشک نے کہا۔

"میں تم دونوں کو پیشگی مبارکباد دیتا ہوں۔" گادوت نے خوش ہو کر کہا۔

کچھ دنوں بعد میری اور توگراش کی شادی ہو گئی اور ہم دونوں محل کے ہی ایک حصے میں آرام سے رہنے لگے۔ اندیشک اب وزیر اعظم بن چکا تھا اور پورے علاقے میں گادوت کے بعد وہ سب سے زیادہ با اختیار آدمی تھا۔ گادوت نے جلد ہی علاقے کے نظم و نسق میں دور رس تبدیلیاں کیں۔ فوج کو جرائم پیشہ عناصر سے پاک کیا گیا اور فوجیوں کے مظالم کا مکمل طور سے خاتمہ کر دیا گیا۔ بستی کے لوگوں نے سکون کا سانس لیا اور ان کا اعتماد بحال ہوا۔ چہروں پر سے خوف و دہشت کے سائے دور ہوئے اور ان کی جگہ مسرتوں اور شادمانیوں کی تابانی نے لے لی۔ ہر شخص کو اس بات کی اجازت تھی کہ کسی بھی ناانصافی کی صورت میں وہ شاہی محل میں آ کر انصاف طلب کر سکتا تھا۔

میں توگراش کو پا کر بہت خوش تھا اور ہم دونوں نہایت سکون و اطمینان کی زندگی گزار رہے تھے بالکل ویسی ہی زندگی جیسی کہ میں چاہتا

تھا۔ شیرا زاب گاوت کے ساتھ رہ رہی تھی اور بہت خوش تھی۔ وہ گاوت کے لیے کوئی بہت خوبصورت دلہن تلاش کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ میرا زیادہ تر وقت محل کے اندر ہی گزرتا تھا۔ میں نے محل کے اس حصے کو جس میں میرا اور توگراش کا قیام تھا طرح طرح کے پیڑوں اور پھولوں سے سجا رکھا تھا۔ گاوت کے منع کرنے کے باوجود میں اس حصے میں باغبانی کا سارا کام خود کرتا تھا اور کسی مالی کو نہیں رکھتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں مجھے روحانی سرور حاصل ہوتا تھا۔

اور جب بھی کبھار میں محل سے نکل کر باہر آجاتا تو جیسے چاروں طرف ایک قیامت برپا ہوجاتی۔ لوگ اپنے کام کاج چھوڑ چھوڑ کر میری طرف آجاتے اور مجھے گھیر لیتے۔ وہ میرے ہاتھ چومتے، میرے ساتھ گہری عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے اور پھر مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ وہ میری غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے۔ اور ان کے دل میرے لیے ممنونیت کے گہرے جذبات سے لبریز تھے۔ میری شخصیت ان کے لیے جتنی زیادہ پر دلفریب تھی اتنی ہی زیادہ پراسرار بھی تھی۔ میں ان کے لیے ایک عجوبہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں بہت ہی کم باہر نکلتا تھا اور محل کے اندر میرے لیے لوگوں سے ملاقات کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ البتہ روزانہ رات کا کھانا میں اور توگراش گاوت اور اندلیشک کے ساتھ کھاتے تھے۔

اندلیشک نے اپنا پرانا مکان چھوڑ دیا اور وہ محل میں منتقل ہوگیا تھا۔ شیرا زپہلے ہی گاوت کے ساتھ رہ رہی تھی چنانچہ رات کا کھانا ہم سب لوگ مل کر کھاتے اور اسی دوران اندلیشک اور گاوت کے ساتھ مختلف موضوعات پر میری گفتگو ہوتی۔ میں نے ایک بار گاوت کو حکمرانی کا حق دلا دینے کے بعد سیاست اور حکومت سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور کسی معاملے میں کوئی دخل نہیں دیتا تھا۔

تاہم میں نے محسوس کیا کہ اندلیشک جو کہ اب میرا خسر بھی تھا دل سے مجھے پسند نہیں کرتا تھا۔ گو کہ اس کے رویے میں بظاہر کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جو مجھے یہ سوچنے پر مجبور کرتی، لیکن اس کے چہرے کے تاثرات اور اس کی آنکھوں کی چمک اکثر اس کے دلی جذبات کی غمازی کرنے لگتی تھی۔ جب کبھی میں باہر نکلتا اور اندلیشک میرے ساتھ ہوتا تو لوگوں کی وارفتگی اور دیوانگی دیکھ کر اندلیشک کچھ بجھ سا جاتا۔ وہ وزیر اعظم تھا، گاوت کے بعد علاقے کا سب سے زیادہ بااختیار اور اہم شخص۔ لیکن جب میں اس کے ساتھ ہوتا تو لوگ اسے اس طرح نظر انداز کردیتے گویا اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ خود گاوت کو میری موجودگی میں وہ حیثیت حاصل نہیں ہوتی تھی جس کا وہ بجا طور پر مستحق تھا۔ اور شاید یہی بات اندلیشک کو کھٹکتی تھی۔ میں نے محسوس کرلیا تھا کہ اب بستی میں میرا زیادہ دن تک رہنا ٹھیک نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ توگراش کو ساتھ لے کر کہیں اور نکل جاؤں تاکہ اندلیشک اور گاوت میری وجہ سے جس احساس کمتری کا شکار ہوگئے ہیں اس سے انہیں نجات مل جائے۔

اسی دوران کچھ ایسی باتیں پیدا ہوگئیں جن کی وجہ سے میں نے یہاں سے جانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

شام کا وقت تھا اور ہم سب لوگ حسب معمول کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ کھانا کھانے کے دوران ہی اچانک اندلیشک نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا "شادل یہاں سے قریب ایک خوبصورت اور زرخیز علاقہ ہے جس کا نام زارادم ہے۔ یہ دولت مند علاقہ ہے یہاں کے دستکار اور نہایت عمدہ قالین تیار کرتے ہیں جو دور دور تک مشہور ہیں اور ان سے اس علاقے کی دولت میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں یہاں پھل بہت عمدہ اور وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں جو کہ منڈی کی بڑی زینت ہیں۔ زارادم کے لوگوں نے گراش کے زمانے میں بھی کبھی کسی اس کی بالادستی تسلیم نہیں کی اور گراش کی فوج نے جب بھی زارادم پر کبھی حملہ کیا انہیں پسپا ہونا پڑا۔ اب میں نے اور گاوت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم زارادم پر حملہ کردیں اور اس زرخیز اور دولت مند علاقے کو اپنی سلطنت کا ایک حصہ بنالیں اس طرح ہماری سلطنت کے حدود بھی وسیع ہوں گی اور اس کی دولت میں بھی اضافہ ہوگا تمہیں اس سلسلے میں ہماری پوری مدد کرنی ہوگی۔"

میں اندلیشک کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ کل تک جن باتوں کے لیے گراش کو برا بھلا کہہ رہا تھا آج اندلیشک اور گاوت مل کر وہی حرکتیں کرنا چاہتے تھے۔ انسان کتنی جلدی بدل جاتا ہے میں نے اور دل میں سوچا اور ساتھ ہی یہ بھی طے کرلیا کہ اس فضول جنگ میں ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کروں گا۔ مجھے زارادم کے لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔

"مجھے افسوس ہے اندلیشک کہ میں اس معاملے میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا" میں نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔ "اگر تم زارادم والوں سے جنگ کرنا ہی چاہتے ہو تو تمہیں صرف اپنے وسائل پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ مجھے زارادم والوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور میں ان کی آزادی کو غلامی میں بدلنے کے کام میں کوئی حصہ نہیں چاہتا۔"

میرے اس صاف انکار پر گاوت تو خاموش رہا، لیکن اندلیشک کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں اور وہ تلخ لہجے میں بولا۔ "شادل تم شاید اس بات کو بھول گئے ہو کہ گاوت اس علاقے کا حکمران اور میں یہاں کا وزیر ہوں۔ ہم دونوں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اور تمہیں اس علاقے کے ایک باشندے کی حیثیت سے یہاں کے ارباب اختیار کی خواہشوں کا احترام کرنا چاہیے۔ زارادم والوں سے ہماری بھی کوئی دشمنی نہیں لیکن ہم اپنے علاقے کی بہتری کی خاطر اسے فتح کرنا چاہتے ہیں۔"

"علاقے کی بہتری کی خاطر نہیں، بلکہ سرکاری خزانے میں اضافے کی خاطر۔" میں نے بھی تلخی سے جواب دیا۔ "اور یہ بات یاد رکھو اندلیشک کہ میں کسی کی خواہشات یا احکامات کا پابند نہیں ہوں۔ مجھے کیا کرنا ہے اس بات کا فیصلہ میں ہمیشہ خود ہی کرتا ہوں۔ زارادم کے معاملے میں مجھ سے کسی بھی مدد کی امید نہ رکھنا تم۔" اور ان الفاظ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ ہی توگراش بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ شادل" گاوت نے نرمی سے مجھ سے کہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی "تم ہیں یہ بتانا چاہتا کہ زارادم کا فیصلہ ہم لوگوں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اس علاقے پر قبضہ کرنے سے ہمیں بہت دولت حاصل ہوگی۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے حاصل کردہ دولت کا ایک تہائی حصہ تمہیں اور توگراش کو دے دیا جائے گا تاکہ تمہاری آئندہ کی نسلیں آرام سے رہ سکیں۔ زیادہ مت سوچو، بس شرط یہ ہے کہ تم ہمارا ساتھ دو۔"

میں گاوت کی سادگی پر دل میں مسکرا اٹھا۔ سادہ لوح حکمران مجھے دولت کا لالچ دے رہا تھا۔ کتنی مضحکہ خیز بات تھی!

"مجھے دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ میں محنت سے سخت کام کرسکتا ہوں اور اپنے اور اپنی بیوی کے لیے روزی کما سکتا ہوں۔ تمہاری مدد تو میں نے محض اس لیے کی تھی کہ ایک غاصب نے تمہارا حق چھین لیا تھا اور تم میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنا حق واپس لے سکو۔ تمہیں تمہارا حق دلانے کے بعد میرا کام ختم ہوگیا ہے۔ میں تمہاری ہوس اور توسیع پسندی کی مہم میں شریک نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر کوئی بیرونی طاقت ہمارے علاقے پر حملہ آور ہو تو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مجھے سب سے آگے پاؤ گے۔"

گاوت ایک بار پھر خاموش ہوگیا، لیکن اندلیشک کی آنکھوں سے غصے کے مارے شعلے نکلنے لگے۔ مجھے اس بدطینت بڈھے سے سخت نفرت محسوس ہوئی۔ وہ حد درجہ مکار اور احسان فراموش شخص ثابت ہو رہا تھا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ وزیر اس شخص کا رویہ مجھ سے کچھ عجیب و غریب قسم کا تھا۔ اور شاید اس نے دل سے مجھے کبھی بھی پسند نہیں کیا۔ وہ میری جانب سے ہمیشہ شبہ میں مبتلا رہا۔ میرے ساتھ توگراش کی شادی اسے اس لیے کرنی پڑی۔ کیونکہ یہ شادی گاوت کا فیصلہ تھا اور اندلیشک کے پاس مجھے مسترد کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں تھی۔

میں یہ الفاظ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ ہی توگراش بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر ہم دونوں اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ گاوت یا اندلیشک میں سے کسی نے ہمیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ ان دونوں کی احسان فراموشی سے دلی صدمہ پہنچا تھا۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ رنج ان لوگوں کے رویے سے پہنچا تھا۔ وہ مجھے اپنی ہوس ملک گیری کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے اور میرے انکار کی بنا پر مجھ سے ناراض ہوگئے تھے۔ مجھے یہ صاف نظر آرہا تھا پروفیسر کہ میں نے توگراش کے ساتھ پرسکون اور پرمسرت زندگی گزارنے کا جو خواب یہاں دیکھا تھا شاید اب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو پائے گا۔ حالات جو رخ اختیار کر رہے تھے ان کے پیش نظر اب یہاں زیادہ عرصے تک میرا قیام ممکن نہیں نظر آرہا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے بہت جلد مجھے یہاں سے رخصت ہونا پڑے گا۔ توگراش اس کے لیے تیار ہوئی تو اسے بھی ساتھ لیتا جاؤں گا، ورنہ تنہا ہی روانہ ہوجاؤں گا ——— ہمیشہ کی طرح تنہا ———

میں نے اپنی طویل زندگی میں جن بے شمار لوگوں کو دیکھا اور برتا ہے پروفیسر ان میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ دوست بھی اور دشمن بھی۔ ایسے لوگ بھی جنھوں نے مجھے سر آنکھوں پر بٹھایا اور کسی دیوتا کی طرح میری پرستش کی اور ایسے لوگ بھی جو مجھے ہلاک کرنے کے درپے رہے اور اس کے نتیجے میں ذلیل و رسوا ہوئے۔ لیکن بہت کم لوگ ایسے تھے جن کی میں نے خلوص دل سے مدد کی ہو اور اس کے جواب میں انھوں نے میری جانب معاندانہ رویہ اختیار کیا ہو۔ بدقسمتی سے اندلیشک اسی قسم کے لوگوں میں شامل تھا۔ اور اسی لیے اس کی داستان میری طویل داستان حیات کا ایک دلچسپ حصہ ہے۔ میں نے ایک طرح سے اندلیشک کو نئی زندگی بخشی تھی۔ اس کی بیٹی میری ہی وجہ سے گراش کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہی۔ اور میری ہی کاوشوں کے طفیل اندلیشک جو اس بستی کا ایک بالکل معمولی سا آدمی تھا وزارت عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر پہنچا۔ اور وہی اندلیشک اب میری جان کے درپے ہو رہا تھا۔ مجھے ہرگز یہ اندازہ نہیں تھا کہ اندلیشک اس حد تک گر سکتا ہے لیکن میں نے اپنے کانوں سے سب کچھ سن لیا۔ اور یہ محض ایک اتفاق تھا کہ مجھے گاوت کے ساتھ اس کی گفتگو سننے کا موقع مل گیا۔ یہ اندلیشک اور گاوت سے گفتگو کے دوسرے دن کی بات ہے۔ اندلیشک اور گاوت دونوں محل کے باغ میں ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ میں عموماً محل کے اس حصے میں کبھی نہیں جاتا تھا۔ لیکن اس دن میں پھولوں کے بعض پودوں کی تلاش میں ادھر جا نکلا جنھیں میں اپنی قیام گاہ کے سامنے کیاریوں میں لگانا چاہتا تھا۔ اندلیشک اور گاوت نے مجھے نہیں دیکھا کیونکہ میں ان کے پیچھے تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ایک پتلی سی باڑھ حائل تھی۔

"شادل کا وجود ہمارے لیے ایک ایسا خطرہ ہے جس سے جلد ترین نجات حاصل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔" اندلیشک نے کہا۔ "وہ اس مملکت میں رہتے ہوئے بھی یہاں کے حکمرانوں کی اطاعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کا رویہ سراسر گستاخانہ ہے اور وہ سرکشی پر آمادہ ہے۔ اگر اس کا کوئی علاج نہیں کیا گیا تو کل وہ ہمارے اوپر حکم چلائے گا اور پھر شاید ہم مجبور ہوں گے کہ اس کے حکم کی پابندی کریں۔"

"لیکن شادل ہمارا محسن ہے۔" گاوت نے نرمی کے ساتھ کہا۔ "ہمیں شادل کے طفیل ہی حکومت ملی ہے۔ اگر وہ خود حکومت کا خواہاں ہوتا تو اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ لیکن اس نے گراش سے حکومت چھین کر میرے حوالے کی ہے۔ اب اگر وہ مزید کسی معرکے میں ہمارا ساتھ نہیں دینا چاہتا تو ہمیں اس کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ وہ ایک بہادر آدمی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے ساتھ غداری نہیں کرے گا۔"

"آدمی کی نیت بدلتے دیر نہیں لگتی۔" اندلیشک نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہو کہ شادل غیر معمولی طاقت کا مالک انسان ہے اور وہ تنہا ایک اچھی خاصی تعداد کو شکست دے سکتا ہے۔ کل اگر یہ شخص سرداری کا دعوے دار بن کر اٹھ کھڑا ہو تو تم اسے کیسے روک سکو گے؟ پھر تم اس بات سے بھی اچھی طرح واقف ہو کہ بستی کے لوگ اسے پوجنے کی حد تک چاہتے ہیں۔ وہ اگر ایک اشارہ کر دے تو پھر ساری بستی کے لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔ کیا یہ صورتِ حال تمہارے لیے تشویش کا باعث نہیں۔ بھلا تم اپنی مملکت میں ایک ایسے شخص کا وجود کس طرح گوارا کر سکتے ہو جو تم سے زیادہ طاقت ور اور ہر دل عزیز ہو؟ اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ تم نے اپنے آپ کو اس شخص کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور وہ شخص جب چاہے تمہیں حکومت سے بے دخل کر سکتا ہے۔"

اندلیشک کی اس مکارانہ منطق کے آگے گادت خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر خاموشی طاری رہی پھر گادت بولا۔ "لیکن ہم شادل سے کس طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے وہ خود تو یہاں سے جائے گا نہیں۔ ہم اسے کیسے مجبور کر سکتے ہیں؟"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ ہم اسے کہیں جانے کے لیے مجبور کریں؟" بدطینت بوڑھے نے کہا۔ "میرا مقصد تو یہ ہے کہ ہم اس سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم اسے ہلاک کر دیں؟" گادت نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟" اندلیشک نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"کیا تم یہ بات بھول گئے ہو کہ وہ تمہاری بیٹی کا شوہر بھی ہے؟" گادت نے پوچھا۔

"نہیں میں یہ بات بھولا نہیں ہوں۔" اندلیشک نے جواب دیا۔ "لیکن میری بیٹی کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ شادل کے خاتمے کے بعد ہم اس کی کہیں اور شادی کر دیں گے۔ اس جیسی حسین اور خوش اطوار لڑکی کے لیے اچھے رشتوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ... پھر میں سمجھتا ہوں کہ توگراش جیسی حسین اور دلکش لڑکی کو تو ملکہ ہونا چاہیے تھا۔" اندلیشک کے ہونٹوں پر عیارانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے گہری نظروں سے گادت کی طرف دیکھا۔

گادت نے اس کی بات کا فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"تمہارے خیال میں ہم شادل سے کس طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں؟" گادت نے پوچھا۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" اندلیشک نے ایک خبیثانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "یہ تو ظاہر ہے کہ ہم ہتھیاروں کے ذریعے اس پر قابو نہیں پا سکتے کیونکہ یہ شخص نہ جانے کون سی مٹی کا بنا ہوا ہے کہ تیس تیس آدمیوں کے مقابلے میں بھی تنہا جیت جاتا ہے۔ اسے ہلاک کرنے کے لیے ہمیں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا ہو گا کہ اسے خبر بھی نہ ہو اور ہمارا کام بھی ہو جائے۔ میرے ذہن میں پورا منصوبہ موجود ہے۔ آج سے ٹھیک ایک ہفتے بعد جشن ہونے والا ہے اور جشن کی رات شادل کی زندگی کی آخری رات ہو گی۔ میں ایک خصوصی جام کا بندوبست کروں گا جس میں خوفناک اور ہلاکت خیز زہر شامل ہو گا۔ ایک رقاصہ جس کو یہ ساری بات سمجھا دی جائے گی، یہ خصوصی جام شادل کو پیش کرے گی اور اس کے بعد اس کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔

"میرے خیال میں یہ ایک عمدہ منصوبہ ہے۔" گادت نے کہا۔ میں خاموشی سے وہاں سے چلا آیا۔ اب مجھ میں مزید کچھ سننے کی تاب نہیں تھی۔ اندلیشک کی کمینگی اور گادت کی خود غرضی اور احسان فراموشی نے میرے دل کو سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گادت جیسا شخص اس حد تک بھی گر سکتا ہے۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کو اس بات کا موقع نہیں دوں گا کہ وہ اپنے گھٹیا ہتھکنڈے مجھ پر آزمائیں اور جشن سے پہلے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ چنانچہ اپنی قیام گاہ پر واپس آنے کے بعد میں نے توگراش کو وہ سب کچھ بتا دیا جو اپنے کانوں سے سنا تھا۔ نیز اسے یہ بتا دیا کہ میں اگر چاہوں تو ان سب لوگوں کو خوفناک سزا دے سکتا ہوں لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتا اور میں نے یہاں سے فوری طور پر چلے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ توگراش کو زبان سے یہ ساری باتیں سن کر کوئی خاص تعجب نہیں ہوا۔ اس نے پہلی بار مجھے یہ بات بتائی کہ اندلیشک مسلسل میرے خلاف اس کے کان بھرتا رہتا ہے اور اندلیشک کی دلی خواہش ہے کہ وہ اسے مجھ سے کسی طرح چھڑا کر گادت کی دلہن بنا دے۔ توگراش نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک میرا ساتھ نہیں چھوڑے گی اور جہاں بھی میں جاؤں گا وہ میرے ساتھ جائے گی۔ اس نے کہا کہ وہ میرے لیے ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے۔

چنانچہ اسی رات میں اور توگراش صبا رفتار گھوڑوں پر بیٹھ کر خاموشی سے محل سے نکل گئے۔ اس بار مجھے سفر کا خصوصی اہتمام کرنا پڑا تھا کیونکہ میں تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ توگراش تھی جس کی انسانی احتیاجات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہمارے پاس کھانے پینے کی اشیا کا وافر ذخیرہ موجود تھا اور پینے کے پانی کے کئی مشکیزے بھی ساتھ تھے۔ چاندنی رات اور موسم بے حد فرحت بخش تھا۔ جلد ہی ہم وادی کی حدود سے بہت آگے نکل آئے۔

میں توگراش کے اس سوال کا کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دے سکا کہ ہماری منزل کہاں ہے۔ میں نے اسے صرف یہ بتایا کہ فی الحال ہمیں جہاں رہنے کا موقع ملے گا، ہم رہ لیں گے۔

تین دن کے سفر کے دوران میں کوئی آبادی نہیں ملی۔ ابھی کھانے پینے کا کچھ ذخیرہ ہمارے پاس موجود تھا اور ویسے مجھے اس کی زیادہ فکر بھی نہیں تھی، کیونکہ میں نے راستے میں کافی شکار بھی مار لیا تھا۔ توگراش اس بات پر سخت حیران تھی کہ میں نے تین دن کے دوران صرف ایک وقت تھوڑا سا کھانا کھایا تھا۔ اور پانی تو میں نے ایک گھونٹ بھی نہیں پیا تھا۔ توگراش کے حیرت آمیز استفسار پر میں نے اسے بتایا کہ میں کئی کئی دن تک بغیر کھائے پیے رہ سکتا ہوں۔

چوتھے دن اچانک دوپہر کے بعد سے کھیتوں اور باغوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ہم کسی آبادی کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ کچھ دور جانے کے بعد مجھے ایک کھیت میں کچھ آدمی کام کرتے ہوئے نظر آئے۔ ہم دونوں کو دیکھ کر وہ خود ہمارے پاس آ گئے۔ ان کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کا سردار کرشاسا نامی ایک شخص ہے۔ یہ سارے کھیت اور باغات اس کی ملکیت ہیں اور گاؤں کے لوگ اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ جب فصل آتی ہے تو وہ ساری کی ساری کرشاسا اور اس کے خاندان والوں کی ملکیت ہوتی ہے۔ گاؤں کے کام کرنے والے لوگوں کو اس میں سے معمولی حصہ دیا جاتا ہے جس سے وہ اور ان کے گھر والے بس پیٹ بھر سکیں۔ ان لوگوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اگر میں اس گاؤں میں یا اس کے آس پاس کہیں بھی قیام کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اس کے لیے کرشاسا کی اجازت لینی پڑے گی۔ اور وہ مجھے اسی وقت یہاں رہنے کی اجازت دے گا جب میں اس کے لیے کام کرنے پر تیار ہوں گا۔

ظاہر ہے پردیسی کر کام میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں اگر تنہا ہوتا تو ممکن ہے اس گاؤں میں ایک منٹ بھی نہ ٹھہرتا اور آگے بڑھ جاتا۔ لیکن توگراش کو ساتھ لیے لیے میں ایک غیر معینہ مدت تک سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے سوچا کہ میں فی الحال اسی گاؤں میں قیام کر لوں۔ میں نے توگراش کی رائے پوچھی تو اس نے مجھ پر چھوڑ دیا۔ میں نے ان آدمیوں سے کرشاسا کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ مجھے گاؤں میں ہی مل جائے گا۔

میں اور توگراش اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار آگے بڑھ گئے۔ کھیتوں اور باغوں کا سلسلہ ایک چھوٹی سی بستی پر جا کر ختم ہو گیا۔ یہ سو ڈیڑھ سو مکانوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کے زیادہ تر مکانات چھوٹے چھوٹے اور کچے یا نیم پختہ تھے۔ لیکن عادت مکانوں کے سامنے وسیع زمین پڑی ہوئی تھی۔ گاؤں کے وسط میں ایک بڑا سا دو منزلہ پختہ مکان نظر آ رہا تھا جس کا احاطہ بہت دور تک چلا گیا تھا۔ میں نے اندازے سے سمجھ لیا کہ کرشاسا کا مکان یہی ہو گا۔ گاؤں کے زیادہ تر لوگ اس وقت اپنے اپنے گھروں سے باہر باغوں اور کھیتوں میں کام کر رہے تھے پھر بھی بہت سے لوگ گاؤں کے اندر موجود تھے جو مختلف کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ ہم دونوں کو دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے جن میں عورتوں کی بڑی تعداد تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ شاید اس گاؤں میں اجنبی بہت کم آتے ہیں۔

میں نے لوگوں کو بتایا کہ ہم لوگ پردیسی مسافر ہیں اور کرشاسا سے ملنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے گاؤں کے وسط میں موجود دو منزلہ پختہ مکان کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ کرشاسا وہاں ملے گا۔ ہم دونوں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس وسیع مکان کے صدر دروازے پر پہنچ گئے جو اندر سے بند نہیں تھا۔ ہم دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے اور میں نے دروازے پر ہاتھ مارا۔ دروازہ کھل گیا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر گھستے ہی جو منظر ہم دونوں نے دیکھا وہ بڑا دہشت ناک تھا۔ ایک شخص جس کے بدن پر صرف ایک لنگوٹی تھی، لکڑی کی ٹکٹکی پر بندھا ہوا تھا اور اس کے منہ میں بھی کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا تاکہ اس کی چیخیں نہ نکل سکیں۔ ایک بھاری بھرکم جلاد ایک لمبا سا کوڑا ہاتھ میں لیے ہوئے اس کے برابر کھڑا تھا اور اس شخص کی پیٹھ لہولہان ہو رہی تھی۔ نہ جانے اسے کتنے کوڑے مارے جا چکے تھے۔ سامنے کرسی پر ایک نہایت زرہ پوش اور درازقد آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا جسم کسی دیو کی طرح بھاری بھرکم تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی سیاہ داڑھی تھی جس نے اس کی شکل کو اور بھی ہیبت ناک بنا دیا تھا۔ اس کے پیچھے کرسیوں پر بہت سے دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ میرے اچانک دروازہ کھول کر اندر آ جانے سے ان سب لوگوں کی نظریں میری طرف اٹھ گئیں۔ توگراش میرے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

"میں کرشاسا سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"میں کرشاسا ہوں۔" ہاتھی جیسے جسم میں سے گھڑگھڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی۔ "اندر آ جا۔ اس عورت کو ساتھ لے آ اور بتا کہ تو کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

میں توگراش کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ توگراش کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ وہ اس خوفناک ماحول سے سخت ہراساں نظر آ رہی تھی۔ "یہاں سے بھاگ چلو شادل۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں میرے کان میں سرگوشی کی۔ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ ہم دونوں اس دیو ہیکل انسان کے سامنے پہنچ گئے۔ "میرا نام شادل ہے اور یہ میری بیوی توگراش ہے۔" میں نے کہا۔ "میں اس گاؤں میں رہنا اور کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"باقی باتیں تو بعد میں ہوں گی۔" گوشت کے تودے میں سے ایک بار پھر گھڑگھڑاہٹ بلند ہوئی۔ "کام چوری کرنے والے کا یہاں جو حشر ہوتا ہے پہلے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے جلاد کو اشارہ کیا۔ جلاد بھاگتا ہوا پیچھے گیا۔ پھر وہاں سے تیزی سے دوڑتا ہوا دہ کوڑا لہراتا ہوا واپس آیا۔ ایک کڑاکے کی صدا گونجی اور ساتھ ہی ٹکٹکی پہ بندھا ہوا شخص بری طرح تڑپا۔ اس کی پیٹھ میں سے خون کی دھار بہنے لگی۔ توگراش نے جلدی سے میرا بازو تھام لیا اور یہ دیکھ کر کرشاسا نے اپنی تیز نظریں توگراش کے چہرے پر گاڑ دیں۔

توگراش کرشاسا کی کڑی اور بے رحمانہ نظروں کی تاب نہ لا سکی اور اس نے گھبرا کر اپنی آنکھیں جھکا لیں۔

"بس کرو۔" کرشاسا نے اپنی گرج دار آواز میں جلاد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "میں اسے مُردہ نہیں، بلکہ زندہ دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ اسے پچھتانے کا وقت مل سکے اور یہ اس بات کی کوشش کرے کہ آئندہ اسے پچھتانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

کرشاسا کے حکم پر جلاد نے ٹکٹکی سے بندھے ہوئے آدمی کے ہاتھ پیر کھول دیے۔ وہ کسی بے جان جسم کی طرح نیچے گر پڑا۔ لیکن وہ مُردہ نہیں تھا۔

"اسے اندر لے جاؤ۔" کرشاسا نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کرتاش سے کہو اس کے زخموں پر دوا لگائے۔ اس وقت فصلیں تیار ہونے والی ہیں اور مجھے کام کرنے والے لوگوں کی ضرورت ہے۔"

پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "ہاں اب بتا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور اس خوبصورت عورت کو کہاں سے بھگا کر لایا ہے؟"

"میں اس عورت کو کہیں سے بھگا کر نہیں لایا ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "یہ میری بیوی ہے اور اس کا نام توگراش ہے۔ میرا نام شادل ہے۔ اگر تمھیں میرے بیان کی اصلیت میں کوئی شک ہے تو تم خود اس عورت سے پوچھ سکتے ہو۔"

"خیر چھوڑ اس بات کو، یہ بتا کہ تو آیا کہاں سے ہے اور کیوں آیا ہے؟" کرشاسا نے پوچھا۔

"ہم دونوں لاتاق کی بستی سے آئے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں ایک ہی جگہ رہتے رہتے اکتا گیا تھا اور اب کسی نئی جگہ جانا چاہتا تھا۔"

"تو لاتاق سے آیا ہے۔" کرشاسا نے حیرت سے کہا۔ "تو وہاں کی حکومت کا باغی تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہم تجھے پناہ نہیں دیں گے کیونکہ گادرت کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی ہم میں ہمت نہیں ہے۔"

"میرا کسی حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔" میں نے گول مول سا جواب دیا۔ "میں تو ایک محنت مشقت کرنے والا آدمی ہوں۔ لاتاق میں بھی میں محنت کرتا تھا اور یہاں بھی محنت کروں گا۔"

"کیا کیا کام کر سکتا ہے؟" کرشاسا نے پوچھا۔

"محنت مشقت والے سارے کام کر سکتا ہوں، خواہ ان کی نوعیت کچھ بھی ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" کرشاسا نے کہا۔ "پھر تو یہاں رہ سکتا ہے۔ فی الحال تو اور تیری عورت کزال کے مکان میں رہو گے۔ اس کا مکان کافی بڑا ہے اور اس بڈھے کی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ ابھی تو چلا جا۔ کل صبح سے تجھے کام پر لگا دوں گا۔"

کرشاسا نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ مجھے اور میری بیوی کو کزال کے گھر لے جائے اور کرشاسا کی جانب سے اسے حکم دے کر وہ ہم دونوں کو اپنے گھر میں ٹھہرنے دے۔ میں اور توگراش اس شخص کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ چھوٹے سے گاؤں میں ہماری آمد کی خبر آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی اور لوگ مجھے اور توگراش کو دیکھنے کے لیے ادھر اُدھر کھڑے ہو گئے تھے۔

جو آدمی ہمارے ساتھ جا رہا تھا اس نے راستے میں مجھ سے پوچھا۔ "شادل، تمھارے جسم کی رنگت سنہری کیوں ہے؟ تمھارے بال بھی سونے کے تاروں کی طرح ہیں۔ میں نے آج تک سونے کا آدمی نہیں دیکھا، لیکن تم واقعی مجھے سونے کے آدمی نظر آتے ہو۔"

میں اس کے سوال کے جواب میں محض مسکرا کر رہ گیا۔

"مجھے تمھاری شخصیت نے بہت متاثر کیا ہے۔" اس شخص نے دوبارہ کہا۔ "اور اسی لیے میں تم سے دلی ہمدردی محسوس کر رہا ہوں۔ نہ جانے کس نے تمھیں اس جگہ آنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ جگہ تمھارے جیسے لوگوں کے لائق نہیں ہے اور پھر تمھاری بیوی بھی اس قدر خوبصورت ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں نہیں کچھ نہیں۔" وہ شخص فوراً ہی سنبھل گیا۔ "میرا مطلب صرف یہ تھا کہ یہاں کی زندگی بہت سخت ہے۔ زندہ رہنے اور روٹی حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ نہ جانے تم اتنی محنت کر بھی سکو گے یا نہیں۔"

لیکن میں صاف طور پر سمجھ رہا تھا کہ اس کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ اس کی زبان پر مصلحت اور خوف نے مہر لگا دی تھی۔ بہرحال مجھے اس بات کی کیا فکر تھی؟ اس شخص نے اپنا نام ملاکا بتایا اور یہ کہا کہ وہ کرشاسا کے خاص آدمیوں میں سے ہے اور میں اگر کبھی اپنے آپ کو کسی مشکل میں پاؤں تو اس سے رجوع کروں۔ وہ حتی المقدور میری مدد کرنے میں کوشش کرے گا۔

ہم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوئے کزال کے گھر تک پہنچ گئے۔ کزال ایک بوڑھا آدمی تھا اور ایک بڑے سے نیم پختہ جھونپڑے میں تنہا رہتا تھا۔ اس جھونپڑے میں کافی جگہ تھی اور میں اور توگراش اس میں آرام سے رہ سکتے تھے۔ ملاکا ہم دونوں کو کزال کے حوالے کر کے اور اسے کرشاسا کا حکم پہنچا کر چلا گیا۔ کزال ہم دونوں کے ساتھ جھونپڑے کے اندر چٹائی کے فرش پر بیٹھ گیا۔

"چاند کی کرنوں سے بنے ہوئے انسان تم اس آسمانی حور کو لے کر اس وحشت کدے میں کہاں سے آ گئے؟ آج ہی رات کو چپکے سے یہاں سے چلے جاؤ۔ میں کرشاسا سے کہہ دوں گا کہ تم رات کو مع اپنی بیوی کے یہاں سے نکل گئے۔"

"لیکن کیوں؟" میں نے سوال کیا۔ "کیا اس جگہ انسان نہیں بستے؟ آخر اور بھی تو بہت سے لوگ یہاں رہ رہے ہیں؟"

"رہ رہے ہیں لیکن جانوروں کی طرح۔" کزال نے رنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "کرشاسا ایک نہایت ظالم اور خونخوار انسان ہے۔ وہ یہاں کے لوگوں سے جان توڑ مشقت لیتا ہے اور جب یہاں کی لہلہاتی ہوئی فصلیں تیار ہو جاتی ہیں تو وہ سب اس کے قبضے میں چلی جاتی ہیں۔ محنت کرنے والوں کو صرف اس قدر غلہ ملتا ہے جو بمشکل ان کے اور ان کے بیوی بچوں کے گزارے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ذرا ذرا سی غلطیوں پر کرشاسا انسانوں کے جسموں کی کھال ادھڑوا دیتا ہے۔ اسے انسانوں سے ذرا بھی محبت نہیں۔ اور پھر سب سے زیادہ خراب بات یہ ہے کہ گاؤں کی کوئی عورت اس کی نظروں سے محفوظ نہیں کتنی ہی عورتوں نے شرم سے خودکشی کر لی۔ لیکن کرشاسا پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ تمھاری عورت بھی خطرے میں ہے۔" اس نے توگراش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہو گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

"مجھے ایک بات بتاؤ کزال۔" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کرشاسا تو ایک ہی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دس بارہ یا بیس پچیس یا اس سے کچھ زیادہ کارندے ہوں گے لیکن گاؤں میں موجود مردوں کی تعداد کم از کم سو ڈیڑھ سو تو ضرور ہو گی۔ کیا یہ سب کے سب مل کر کرشاسا کے مظالم سے نجات حاصل نہیں کر سکتے؟ اگر سارے لوگ متحد ہو کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو اسے چیونٹی کی طرح مسل سکتے ہیں۔"

"تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ لوگوں کو کرشاسا کے خلاف بغاوت کر دینی چاہیے؟" کزال نے بھنویں سکیڑ کر مجھے گھورا۔

"ہاں، میں بالکل یہی کہنا چاہتا ہوں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"کاش ایسا ہو سکتا!" کزال نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"ایسا ہو گا اور ضرور ہو گا۔" میں نے پُریقین لہجے میں کہا۔ "تم مجھے یہاں سے بھگانے کی کوشش مت کرو۔ میں اس گاؤں کے لوگوں کے لیے رحمت اور آزادی کا پیغام بن کر آیا ہوں۔"

"تمھارا غیر معمولی رنگ روپ تمھارے اس دعوے کی گواہی دیتا نظر آتا ہے۔" کزال نے کہا اور پھر وہ ہم لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے جھونپڑے کے ایک کمرے میں جو خالی پڑا تھا، چٹائی کے اوپر ہمارے بستر لگا دیے اور خود دوسرے کمرے میں جا کر سو گیا۔

تنہائی اور اطمینان کا موقع ملتے ہی توگراش نے سہمی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا۔ "شادل، یہاں سے چپکے سے نکل چلو۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ یہ شخص تو ہم لوگوں کے لیے گادرت اور میرے بابا سے بھی زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ نہ جانے ہمارا یہاں کیا حشر ہو۔ میں یہاں بالکل نہیں رہنا چاہتی۔ اف، کرشاسا کی شکل کس قدر خوفناک ہے؟ کس قدر غلیظ اور مکروہ انسان ہے وہ!"

"تمھیں ذرا برابر بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کرشاسا جیسے غلیظ کیڑے کی کیا مجال جو تمھیں ہاتھ بھی لگا سکے۔ تم خود کو بالکل محفوظ سمجھو۔"

"لیکن شادل، جب تم کام پر چلے جاؤ گے اور میں اس گھر میں اکیلی ہوں گی تو اس وقت میں کس طرح خود کو محفوظ سمجھ سکتی ہوں؟ تمھاری عدم موجودگی میں کرشاسا میرے ساتھ کوئی بھی زیادتی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اگر تم اس کے ٹکڑے بھی کر ڈالو گے تو اس کا کیا فائدہ ہو گا؟"

توگراش کی بات بالکل صحیح تھی۔ میں نے معاملے کے اس پہلو پر تو غور ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن فوراً ہی اس کا حل بھی میری سمجھ میں آ گیا۔

"میں جب کام کرنے جاؤں گا تو تم تنہا گھر میں نہیں رہو گی۔" میں نے کہا۔ "تم میرے ساتھ جاؤ گی اور میرے ساتھ ہی واپس آؤ گی۔"

توگراش میری اس بات سے وقتی طور پر تو خوش ہو گئی لیکن اس کے دل میں جو دہشت سما گئی تھی، اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تاہم میں نے اسے دلاسا دیا اور ہم دونوں سو گئے۔

رات کو کسی وقت ایک عجیب و غریب شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ توگراش بھی جاگ گئی تھی۔ کمرے میں موجود چراغ کب کا بجھ چکا تھا اور ہر طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ نیند سے بیدار ہونے کے فوری بعد تو ہم دونوں کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ باہر کیا شور ہو رہا ہے۔ چند منٹ بعد ہمیں یہ احساس ہوا کہ باہر ایک زبردست طوفانِ باد و باراں گرج رہا ہے۔ ہواؤں کے جھکڑ طوفانی رفتار سے چل رہے تھے اور بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔ رہ رہ کر بادل گرج رہے تھے اور بجلی چمک رہی تھی۔ لیکن کزال کا جھونپڑا

اس قدر عمدگی کے ساتھ بنایا گیا تھا کہ اس میں کہیں سے پانی کی ایک بوند بھی اندر نہیں آ رہی تھی۔

"بہت زور کا طوفان آیا ہوا ہے۔" توگراش نے مجھ سے کہا۔

"ہاں، بڑی تیز بارش ہو رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "کزال بھی ضرور جاگ رہا ہوگا۔"

ابھی میری بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ جھونپڑے کے دروازے کے باہر ایک نہایت ہی خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی جس نے نہ جانے کتنے سننے والوں کے دل دہلا دیے ہوں گے۔

"شادل، کیا تم جاگ رہے ہو؟" بیرونی کمرے سے کزال کی آواز سنائی دی۔

"ہاں میں جاگ رہا ہوں کزال۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ دھماکا کس چیز کا تھا؟"

"اپنے کمرے سے باہر آؤ۔" اس نے کہا۔ "ہم دونوں دروازہ کھول کر دیکھیں گے۔ شاید کوئی مکان گر پڑا ہے۔"

میں اور توگراش، دونوں اپنے کمرے سے نکل کر اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے دروازہ کھول کر بیرونی کمرے میں آ گئے جہاں کزال ایک چراغ ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑا تھا۔ ہم تینوں دروازے کے پاس آئے اور کزال نے لکڑی کے بھاری بھرکم اور مضبوط دروازے کو جو اندر سے بند تھا کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی پانی کی تیز بوچھار نے ہم لوگوں کو بھگو دیا۔ ہم گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ دروازہ کھل جانے کے بعد شور کی آواز بھی دوگنی ہو گئی۔ چراغ کی مدھم روشنی میں جھونپڑے کے آگے کسی چیز کا دیو پیکر انبار جیسا نظر آ رہا تھا۔

اچانک آسمان پر بجلی کی بے قرار تڑپتی ہوئی چمک۔ ایک لمحے کے لیے ساری فضا تیز روشنی سے منور ہو گئی۔ اس روشنی میں ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا درخت جھونپڑے کے دروازے کے عین سامنے اس طرح گرا ہوا ہے کہ جھونپڑے کا دروازہ رک گیا ہے۔ جس وقت میں اور توگراش جھونپڑے میں آئے تھے تو شاید ہم نے جھونپڑے کے باہر لگے ہوئے تناور درخت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن اب ہماری نظروں کے سامنے وہ درخت زمین پر لیٹا ہوا تھا۔

"وہ یہ برسوں پرانا رفیق آج مجھ سے جدا ہو گیا۔" کزال نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "یہ درخت میں نے اس وقت لگایا تھا جب میری عمر دس سال کی تھی۔ اب میں ساٹھ برس کا ہوں۔ یہ میرا پچاس سال پرانا رفیق تھا جو آج ساتھ چھوڑ گیا۔"

"اور اگر تمہارا یہ دیرینہ رفیق جھونپڑے کی چھت پر گرتا تو؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"تو شاید وہ اپنی زندگی ختم کرنے کے ساتھ میری زندگی کا بھی خاتمہ کر دیتا۔" کزال نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"تمہارے جھونپڑے میں اندر پانی بالکل نہیں آتا۔" میں نے کہا۔

"میں اس کی دیکھ بھال پر خصوصی توجہ دیتا ہوں۔" کزال نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "دراصل یہ مکان میرے باپ نے تیار کروایا تھا اور اس نے اس کی تعمیر میں بڑی محنت کی تھی۔ وہ ایک ماہر معمار تھا۔ میرے علاوہ اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس نے اس مکان میں اتنی گنجائش رکھی تھی کہ جب میں بڑا ہو جاؤں اور میری شادی ہو جائے تو میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اس میں رہ سکوں۔"

"تمہارے بیوی بچے کہاں ہیں؟" میں نے محتاط انداز میں کزال سے سوال کیا۔

"سب مر گئے۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "ان دنوں بستی میں اچانک ایک عجیب و غریب بیماری پھوٹ پڑی۔ تقریباً آدھی سے زیادہ آبادی اس کا شکار ہو گئی۔ میری بیوی اور دونوں بچیاں بھی مر گئیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میری عمر صرف پینتیس سال کی تھی۔ تب سے میرا دل دنیا سے بالکل اچاٹ ہو گیا اور میں نے لوگوں کے بہت زیادہ اصرار کے باوجود دوسری شادی نہیں کی۔ اس گاؤں کے سارے لوگ میری عزت کرتے ہیں اور اپنے نجی معاملات میں مجھ سے مشورہ لیتے ہیں۔ کرشاسا بھی میرا خیال رکھتا ہے اور تھوڑا بہت میرے بڑھاپے کا خیال رکھتا ہے۔ لیکن میں خود ہی اس سے دور دور رہتا ہوں اور اس کے کسی معاملے میں دخل دینے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں اسے ظلم اور گناہوں سے نہیں روک سکتا۔ اس معاملے میں میں مجبور ہوں۔"

باہر بارش اسی زور و شور سے جاری تھی۔ اس طوفانی شور میں سونا مشکل تھا۔ ہم تینوں بیرونی کمرے میں بچھے ہوئے بستر پر بیٹھ گئے۔ اور کزال مجھے اپنی گزشتہ زندگی کے پرلطف اور دلچسپ واقعات سناتا رہا۔ وہ ایک بڑا باتونی شخص تھا لیکن اس کی باتوں میں خلوص تھا، بے ساختگی تھی اور گہری اپنائیت کا احساس تھا۔

رفتہ رفتہ طوفان کی شدت میں کمی آتی گئی۔ ہواؤں کا زور ٹوٹ گیا اور بارش بھی کافی ہلکی ہو گئی۔ ابھی کچھ رات باقی تھی۔ ہم لوگ اپنے اپنے بستروں پر جا کر سو گئے۔

علی الصباح ہماری آنکھ کھلی۔ میں اور توگراش بیرونی کمرے میں آ گئے۔ کزال بھی بیدار ہو چکا تھا اور جھونپڑے کا دروازہ کھولے حیرت سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ صبح کی روشنی میں میں نے اور توگراش نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کئی فٹ چوڑے تنے والا درخت اس طرح زمین پر گرا پڑا تھا کہ اس کے تنے اور بہت موٹی موٹی شاخوں نے جھونپڑے کا دروازہ بالکل روک دیا تھا۔ اب ہم میں سے کوئی بھی اس وقت

جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا جب تک کہ درخت کو وہاں سے ہٹا نہ دیا جائے یا کلہاڑیوں سے اس کی شاخیں کاٹ کے راستہ نہ بنا لیا جائے۔

"اب ہمیں لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔" کزال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرے اس دیرینہ رفیق نے میرے باہر نکلنے کی راہ روک دی ہے۔ اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، میرا مکان بستی کے آخری سرے پر اور باقی مکانوں سے کافی دور ہے۔ تھوڑی دیر بعد ادھر سے کوئی گزرے گا اور درخت کو گرے ہوئے دیکھے گا۔ تبھی بہت سے لوگوں کو مدد کے لیے بلایا جا سکے گا۔"

"لیکن اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گرے ہوئے درختوں کی شاخوں کو ادھر ادھر ہٹانے لگا۔

"اس سے کوئی فائدہ نہیں۔" کزال نے میری کوشش کو احمقانہ سمجھتے ہوئے کہا۔ "درخت کے ہٹے بغیر راستہ صاف نہیں ہوگا۔"

لیکن میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور شاخوں کو ہٹاتا ہوا درخت کے گرے ہوئے تنے کے پاس پہنچ گیا جس کی اونچائی اس وقت میری کمر کے برابر تھی۔ میں نے اپنے دونوں قدموں کو مضبوطی سے گیلی زمین میں جمایا اور تھوڑا سا جھک کر دونوں ہاتھ تنے پر رکھ دیے۔

"ہاہاہا۔" کزال کی تیز ہنسی کی آواز سنائی دی۔ "کیا تم اس درخت کو کھینچنے کی کوشش کر رہے ہو؟ یا شاید یہ اندازہ لگانا چاہتے ہو کہ اسے کھینچنے کے لیے کتنے آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ تو میں تمہیں بتا دوں کہ کم از کم بیس آدمی مل کر اسے اس کی جگہ سے ہٹا سکتے ہیں۔"

سیکڑوں شاخوں اور ہزاروں پتوں کے زمین پر گھسٹنے سے عجیب قسم کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور وہ دیو پیکر درخت اپنی جگہ سے آگے بھاگنے لگا۔ میرے آگے بڑھتے ہوئے قدموں کے ساتھ ساتھ پورا درخت بھی آگے بھاگ رہا تھا۔

کزال بھاگتا ہوا آیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس نے گھسٹتے ہوئے درخت پر ڈالی اور دوسری نظر مجھ پر۔ حیرت کے مارے اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر مسکرا دیا اور میں نے اپنا کام جاری رکھا۔ اب حیران و پریشان کزال میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور سر ہلا رہا تھا۔ ہم دونوں کے پیچھے توگراش چلی آ رہی تھی۔

میں نے درخت کو جھونپڑے کے دروازے سے کافی آگے کھینچ دیا اور دروازے کا راستہ بالکل صاف ہو گیا۔ میں نے درخت کے تنے سے ہاتھ ہٹائے اور تن کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"تم... تم کون ہو شادل؟" بوڑھے کزال کے منہ سے بمشکل یہ الفاظ نکل سکے۔ "تم نے تنہا بیس آدمیوں کا کام کیسے کر لیا؟ تمہارے اندر اس قدر بے پناہ قوت کیسے آ گئی؟ تم یقیناً کوئی غیر معمولی آدمی ہو۔ تم عام انسان نہیں ہو سکتے۔" اس نے گردن ہلائی۔

توگراش کو اگرچہ میری بہادری کا علم تھا اور وہ میرے ان کارناموں سے کافی واقف تھی جو میں نے لاتاق کی بستی میں انجام دیے تھے لیکن اس نے بھی اپنی آنکھوں سے میری طاقت کا اس قدر شاندار مظاہرہ آج تک نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی حیرت کے ساتھ مجھے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تمہارے جسم کی رنگت دیکھ کر ہی یہ شبہ ہوا تھا کہ تم کوئی منفرد قسم کے انسان ہو۔ لیکن اب تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ تم انسان ہو بھی یا نہیں۔ مجھے بتاؤ شادل تم کون ہو؟" اس نے مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

"میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں، جیسا کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہرگز نہیں۔" کزال نے جواب دیا۔ "تم ضرور شادیلا کا انسانی روپ ہو اور تمہیں آسمانوں سے بھیجا گیا ہے تاکہ تم اس بستی کے لوگوں کو کرشاسا کے ظلم و تشدد سے نجات دلا سکو۔ تمہارا نام بھی شادل ہے۔ یقیناً جو شادیلا کی ہی ایک شکل معلوم ہوتا ہے۔"

"شادیلا کون ہے؟" میں نے حیرت سے کزال سے پوچھا۔

"شادیلا عظیم ہے۔" بوڑھے کزال نے عقیدت مندانہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ نیکی، خیر اور امن کا دیوتا ہے اور کردیلا سے اس کی جنگ جاری رہتی ہے۔ کردیلا ظلم و تشدد، بدی اور فتنہ انگیزی کی قوت ہے۔ یہ قوت بھی مختلف انسانوں کی شکل میں جلوہ گر ہوتی ہے اور چاروں طرف بدی کے بیج بوتی ہے، ظلم و ستم کے بازار گرم کرتی ہے اور لوگوں کو شدید اذیتیں پہنچاتی رہتی ہے۔ جب کردیلا کے مظالم حد سے بڑھ جاتے ہیں تو پھر شادیلا نمودار ہوتا ہے۔ وہ بھی کسی انسانی پیکر میں نمودار ہوتا ہے اور زبردست قوتوں کا حامل ہوتا ہے۔ کردیلا کی قوت شادیلا کی قوت کے مقابلے میں شکست کھا جاتی ہے اور انسانوں کے درمیان ایک بار پھر نیکی، خیر اور مسرت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ لیکن کردیلا کبھی خاموش نہیں رہتا۔ وہ چپکے چپکے انسانوں کے دلوں میں اپنا گھر بناتا رہتا ہے اور پھر کسی نہ کسی شخص کی روح کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور وہ شخص بدی اور ظلم کا پیکر بن کر انسانوں کو آزار پہنچاتا ہے۔ اور پھر جب مظالم حد سے بڑھ جاتے ہیں تو شادیلا ایک بار پھر نمودار ہو جاتا ہے۔ کرشاسا ہمارے لوگوں کے درمیان کردیلا کی علامت ہے۔ ساری بستی کے لوگ اسے آپس میں کردیلا ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں، لیکن اس کے اور اس کے گرگوں کی موجودگی میں کبھی یہ لفظ نہیں استعمال کرتے۔ سب لوگوں کو ایک عرصے سے انتظار ہے کہ کبھی نہ کبھی شادیلا کا ظہور ہوگا اور انہیں کردیلا کے ستم سے نجات حاصل ہو جائے گی۔" کزال اپنی بات ختم کر کے مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے عقیدت کی چمک تھی۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے بات کو ٹالنے کی غرض سے کہا۔ "میں تو خود کو ایک انسان سمجھتا ہوں اور بس۔"

"تم ٹھیک سمجھتے ہو عظیم شادل۔ شادیلا انسان کی اعلیٰ ترین

خصوصیات کا حامل ہوتا ہے اور اس کے جسم میں غیر معمولی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ ہماری بستی کا پروہت لوگوں کے سامنے کھلم کھلا اس بات کا اعلان کرتا تھا کہ کرشاسا کے بڑھتے ہوئے ظلم و تشدد کے باعث شادیلا کا ظہور اب قریب ہے۔ کرشاسا نے اسے کئی بار تنبیہ کی کہ وہ لوگوں سے اس قسم کی باتیں نہ کرے، لیکن بوڑھا پروہت کرشاسا کے طرزِ عمل سے بہت بیزار تھا اور اس نے اس کی ایک نہ سنی۔ کرشاسا پروہت سے ڈرتا بھی تھا لیکن وہ اسے اپنی راہ کا پتھر بھی سمجھتا تھا چنانچہ اس نے اسے چپکے سے مروا دیا۔ پروہت کے مرنے کے بعد لوگوں کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ اب شادیلا کے ظہور کا وقت آپہنچا ہے۔" کزال نے سنجیدگی سے کہا۔

توگراش حیرت آمیز خاموشی کے ساتھ ہم لوگوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس کے لیے یقیناً یہ انکشاف بڑا دل خوش کن تھا کہ اس کا شوہر نیکی کے دیوتا کا روپ ہے۔

"تم ہمارے لیے قابلِ تعظیم ہو۔" اچانک کزال میرے قدموں میں جھک گیا۔ میں نے جلدی سے اسے اٹھایا اور کہنے لگا "دیکھو کزال۔ مجھے اس درخت کو گھسیٹتے ہوئے کسی دوسرے شخص نے نہیں دیکھا ہے۔ تم یہ بات اپنی زبان پر نہ لانا ورنہ ساری بستی میں میرا تماشا بن جائے گا اور میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، میں جانتا ہوں۔" کزال نے جلدی سے کہا "عظیم شادیلا کی کوئی بات مصلحت سے خالی نہیں ہوگی۔ وہ جس وقت مناسب سمجھے گا اپنے آپ کو منکشف کرے گا۔ میری زبان خاموش رہے گی، بالکل خاموش رہے گی۔" وہ جلدی جلدی بول رہا تھا۔

تو پروفیسر اس طرح میں بیٹھے بٹھائے کزال کی نظروں میں شادیلا بن گیا، جبکہ میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ یہ شادیلا ہے کیا بلا ہے؟

کزال نے جلدی جلدی میرے اور توگراش کے لیے نہایت عمدہ ناشتے کا بندوبست کیا۔ اور ابھی ہم لوگ ناشتا کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ کرشاسا کا ایک کارندہ مجھے بلانے کے لیے آگیا۔ وہ ایک لمبے بدن تنومند اور خرانٹ شکل کا آدمی تھا۔ اس نے اپنا نام ژدنیت بتایا۔

"چلو شادل، تمہیں کرشاسا نے بلایا ہے۔" اس نے مجھ سے کہا۔ "وہ چاہتا ہے کہ تم آج ہی سے کام شروع کردو۔"

"بے شک بے شک۔" میرے کوئی جواب دینے سے پہلے بوڑھے کزال نے معنی خیز انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "شادل جتنی جلدی اپنا کام شروع کردے اتنا اچھا ہے۔" ژدنیت بالکل ہی نہ سمجھ سکا کہ کزال کے الفاظ کا اصل مفہوم کیا ہے۔

میں نے توگراش سے کہا کہ وہ چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔

"لیکن تمہیں تو کام پر جانا ہے۔" ژدنیت نے حیرت سے کہا "کرشاسا تمہیں کسی نہ کسی کام پر لگائے گا۔ تم اس عورت کو کہاں ساتھ لیے پھرو گے؟"

"میں جہاں کہیں بھی جاؤں گا میری عورت میرے ساتھ جائے گی۔" میں نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"تمہاری مرضی۔" ژدنیت نے مجھ سے الجھنے کے بجائے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ کرشاسا اس بات کو پسند نہیں کرے گا۔"

"میں کرشاسا کو راضی کرلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ ضرور کرشاسا کو راضی کرلے گا۔" اچانک بوڑھا کزال ایک بار پھر بیچ میں بول پڑا۔ اس بار اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔

"تم نے ان دونوں کو کھانا وغیرہ بھی کھلایا؟" ژدنیت نے کزال کی بات کو بالکل نظرانداز کرتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"ہم لوگوں نے رات کا کھانا بھی اچھی طرح کھایا تھا اور ابھی ناشتہ بھی کرچکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

کزال اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے کوئی بھاری محنت کا کام نہیں کرتا تھا۔ اس کے سپرد ایک قریبی باغ میں درختوں سے نیچے گرجانے والے پھلوں کو چن کر جمع کرنے کا کام تھا۔

"آج میرا کام بھی خاصا بڑھ گیا ہے۔" اس نے ژدنیت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "رات کی طوفانی ہواؤں نے تو سارے ہی پھل گرادیے ہوں گے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ژدنیت نے کہا "آج تمہیں ٹوکریاں جلدی بھرنی اور خالی کرنی پڑیں گی۔ لیکن میں بڑی دیر سے ایک بات پر غور کررہا ہوں اور وہ میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"وہ کیا؟" کزال نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ یہ درخت۔" اس نے گرے ہوئے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تمہارے مکان کے دروازے کے عین سامنے لگا ہوا تھا لیکن یہ گرنے کے بعد یہاں سے اتنی دور کیسے چلا گیا؟ مکان کے سامنے زمین پر ایسے نشانات ہیں گویا اس درخت کو گھسیٹ کر لے جایا گیا ہو۔"

"ہوا میرے دوست ہوا۔" بوڑھے کزال نے دزدیدہ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے ژدنیت کو جواب دیا "ہوا میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ تم اس معمولی درخت کی بات کر رہے ہو، ہوا تو بڑے بڑے بھاری پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالتی ہے۔ رات کو جب درخت گرا ہوگا تو تیز ہوا کے تھپیڑے اسے وہاں تک لڑھکاتے ہوئے لے گئے ہوں گے۔ ہوا بڑی ظالم چیز ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اپنا رُخ بدل لیتی ہے اور پھر سب کچھ بدل جاتا ہے۔"

کزال کے الفاظ میں چھپی ہوئی گہری معنویت کو میرے اور توگراش کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

"اچھا جاؤ شادل۔" کزال نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے آج شام کا کھانا میں خصوصی طور پر تیار کروں گا۔"

میں اور توگراش، ژدنیت کے ساتھ چل پڑے۔ کچے راستوں پر کیچڑ ہی کیچڑ تھی۔ جگہ جگہ چھوٹے موٹے درخت گرے پڑے تھے اور گڑھوں اور نشیبوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ دو ایک کچے جھونپڑے بھی زمین بوس نظر آئے۔ بارش نے کافی تباہی مچائی تھی۔

کرشاسا حسبِ معمول اپنے حواریوں میں گھرا ہوا بیٹھا تھا لیکن اس وقت وہ لوگ گھر کے صحن کے بجائے اندر ایک وسیع کمرے میں نشست جمائے ہوئے تھے کیونکہ صحن میں ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھی۔

"اسے کیوں ساتھ میں لایا ہے؟" اس نے توگراش کو میرے ساتھ دیکھتے ہی اپنی ڈراؤنی آواز میں چلا کر کہا۔ توگراش لرز کر رہ گئی۔

"مجھے اس کو ساتھ رکھنے کی اجازت دو کرشاسا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا "میری طرح یہ بھی اس بستی میں بالکل نئی ہے اور میرے بغیر پریشان ہوگی۔ ویسے اس کی وجہ سے میرے کام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ خاموش بیٹھی رہے گی۔"

"نئی ہے تو کیا ہوا؟" کرشاسا نے بھیانک انداز میں ایک قہقہہ لگایا "چند دنوں میں یہاں کی ساری باتوں سے واقف ہو جائے گی۔" کرشاسا کی نظریں جیسے توگراش کے سارے جسم کو چھیدے ڈال رہی تھیں۔ اس کی ہنسی میں اس کے دوسرے ساتھی بھی شریک ہوگئے جن میں ژدنیت بھی شامل تھا۔

میں اور توگراش ژدنیت کی رہنمائی میں گھر کے اندر داخل ہوئے۔ بہت وسیع اور کشادہ مکان تھا۔ ایک جانب کے حصے میں کمروں کی چھتوں پر مٹی ڈالی جارہی تھی۔ ژدنیت نے مجھے کام کرنے والوں کے سپرد کرکے کرشاسا کا حکم انھیں سنا دیا۔

"تمہارا کام یہ ہوگا کہ تم تسلوں میں بھر بھر کر باہر سے مٹی لاؤ۔" مزدوروں کے نگران نے مجھ سے کہا "اگر تمہاری عورت چاہے تو اس کام میں تمہاری مدد کرسکتی ہے کیونکہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے جواب دیا "میں اکیلا ہی کافی ہوں۔" میں نے توگراش کو ایک محفوظ گوشے میں بٹھا دیا اور خود بڑا سا تسلا لے کر مٹی لانے باہر چلا گیا۔ میں مٹی لا لا کر دے رہا تھا اور چھتوں پر مٹی کی تہ جمائی جارہی تھی۔ شاید یہ میرا ساتواں یا آٹھواں چکر تھا جب اچانک ایک معمر عورت ایک کمرے کے دروازے میں سے نکل کر آئی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھ سے رکنے کو کہا۔ میں رک گیا اور وہ عورت میرے قریب آگئی۔

"تمہیں گبوردہ بلا رہی ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔" عورت نے مجھ سے کہا۔

"گبوردہ کون؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"گبوردہ کرشاسا کی بیویوں میں سے ایک ہے۔" عورت نے جواب دیا۔ "اس نے اور کرشاسا کی دوسری بیویوں نے تمہیں کھڑکی میں سے دیکھا ہے۔"

"کرشاسا کی کتنی بیویاں ہیں؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر عورت سے پوچھا۔

"وہ ایک وقت میں پانچ سے زیادہ بیویاں نہیں رکھتا۔" عورت نے جواب دیا "جب وہ ان میں سے کسی سے اکتا جاتا ہے تو اسے گھر میں سے نکال دیتا ہے اور دوسری بیوی لے آتا ہے۔ ویسے اس کا دل خوش کرنا تو اس بستی کی ہر لڑکی کے لیے اعزاز کی بات ہے۔"

"لیکن گبوردہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تو وہ خود ہی بتائے گی۔" اس نے کہا "تم میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے مٹی سے بھرا ہوا تسلا زمین پر رکھ کر اپنے دونوں ہاتھ جھٹکے اور اس عورت کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ وہ مجھے اسی کمرے میں لے آئی جس میں سے وہ خود نکل کر آئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میرے ساتھ آنے والی عورت ہمیں تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔

"تم کون سے دیس سے آئے ہو اجنبی مسافر؟" اس عورت نے مجھے تیکھی میٹھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "تمہارا یہ عجیب و غریب رنگ روپ تمہیں عام انسانوں کی صف سے بالکل الگ کردیتا ہے۔ کیا تمہارے دیس میں سبھی انسان سونے کے ہوتے ہیں؟"

"میں لاتاق کی بستی سے آیا ہوں اور میری بیوی میرے ساتھ ہے۔" میں نے جواب دیا "جہاں تک میرے رنگ روپ کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اسے بنانے میں میرا کوئی حصہ نہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" اس نے کہا "میں نے ابھی کچھ دیر پہلے تمہیں اپنے کمرے کی کھڑکی سے مٹی لاتے لے جاتے دیکھا۔ میں تمہاری رنگت دیکھ کر دنگ رہ گئی اور میں نے چاہا کہ تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں۔ میرا نام گبوردہ ہے اور میں کرشاسا کی بیوی ہوں۔ کیا تمہاری بیوی بھی تمہاری طرح سونے کی بنی ہوئی ہے؟ اس کا نام کیا ہے اور وہ کہاں ہے؟"

"میری بیوی تمہاری طرح ایک عام عورت ہے۔ اس کا نام توگراش ہے اور وہ باہر بیٹھی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں۔"

"کیا وہ بہت حسین ہے؟" اس نے عجیب سا سوال کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ میری بیوی ہے اور میرے لیے تو بہت حسین ہے۔ اسی وجہ سے تو میں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم بے حد حسین ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور کرشاسا کم از کم اس حد تک تو خوش نصیب ہے کہ اس کی بیویوں میں تم جیسی خوبصورت عورت شامل ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کی باقی بیویاں کیسی ہیں؟"

"وہ سب کی سب عمر میں مجھ سے بڑی ہیں اور کوئی بھی مجھ سے زیادہ حسین نہیں ہے۔" گبوردہ نے کہا "کرشاسا سب سے زیادہ مجھے ہی چاہتا ہے۔"

"میں تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں کہ تم کرشاسا جیسے آدمی کو برداشت کر لیتی ہو۔" میں نے کہا۔

وہ میری بات سن کر ایک لمحے کے لیے سکتے میں آ گئی اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ مجھے یوں لگا جیسے ہر طرف موتی بکھر گئے ہوں۔

"تم حسین ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔" اس نے کہا۔ "اچھا اب تم جاؤ ورنہ تمہاری تلاش شروع ہو جائے گی۔ میں جلد ہی تم سے دوبارہ ملوں گی، لیکن اس گھر میں نہیں، کسی اور جگہ"

میں نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے کمرے سے نکل آیا۔ میں مشکل دو تین منٹ گبروہ کے پاس ٹھہرا ہوں گا، لیکن اس مختصر سے عرصے میں میرے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ اپنے درندہ صفت شوہر کو بالکل پسند نہیں کرتی ہے۔ اگر میں اس وقت شادی شدہ نہ ہوتا اور توگراش میری بیوی کی صورت میں موجود نہ ہوتی، میں ضرور گبروہ کے ساتھ راہ و رسم بڑھاتا اور اسے کرشاسا کے پنجے سے نکالتا، لیکن میرا ایک اصول رہا ہے پروفیسر، اور وہ یہ کہ میں نے اپنی کسی بھی بیوی سے کبھی بے وفائی نہیں کی ہے، چنانچہ میں نے گبروہ کے خیال کو دل سے نکال دیا۔

دو دن کے بعد مجھے زمین کا ایک بڑا سا ٹکڑا دے دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی زراعت کے لیے ہل بیل بھی فراہم کر دیے گئے۔ میرا اور توگراش کا قیام کرزال کے گھر میں ہی تھا۔ میں نے کھیت میں کام شروع کر دیا۔ گھر میں اب کھانا پکانے کا کام توگراش نے سنبھال لیا تھا۔ وہ صبح ہی صبح کھانا تیار کر لیتی۔ ہم تینوں ساتھ بیٹھ کر ناشتا کرتے، پھر کرزال اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور میں توگراش کو ساتھ لے کر کھیت کی طرف چل دیتا۔ دوپہر کا کھانا ہم لوگ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ مجھے اپنے کام میں بڑا لطف محسوس ہونے لگا تھا۔ میں ایک عام محنت کش کسان کی طرح زمین پر کام کر رہا تھا۔ زمین کا سینہ چیر کر اس کے خزانوں کو باہر نکالنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا مجھے ہمیشہ پسند رہا ہے۔

کرزال نے اس دوران مجھ سے کبھی کوئی خاص بات نہیں کی۔ اس کا رویہ میری جانب بڑا التفات آمیز تھا۔ وہ اکثر ایک ہی فقرہ بار بار دہرایا کرتا تھا "خوش قسمتی رشادیلا کو معلوم ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔" میں مطمئن تھا کہ وہ زیادہ فضول باتیں کر کے مجھے پریشان نہیں کرتا ہے۔

جس وقت میں کھیت میں کام کرتا تھا، اس وقت توگراش کھیت کے کنارے اُگے ہوئے ایک بڑے سے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتی اور مجھے مشقت کرتے دیکھتی رہتی۔ میں نے کئی بار اس سے پوچھا کہ اتاق کے محل کی عیش و آرام سے بھرپور زندگی کے مقابلے میں یہ محنت کوش زندگی تو اسے بہت گراں گزرتی ہوگی، لیکن اس نے ہر بار یہی جواب دیا کہ وہ میرے ساتھ ہر حال میں خوش ہے اور میری رفاقت کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتی ہے۔

دوپہر کو جب کھانے کا وقت ہوتا تو آس پاس کے کئی اور کھیتوں سے بھی کام کرنے والے لوگ ہمارے پاس آ جاتے اور ہم لوگ مل جل کر کھانا کھاتے۔ ہمارے کام کرنے کے دوران کرشاسا کے کارندے برابر کھیتوں کا چکر لگاتے رہتے اور کام پر نظر رکھتے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے کوڑے ہوتے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ جن آدمیوں کے کام سے یہ لوگ مطمئن نہیں ہوتے ہیں یا جن سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے، ان پر یہ لوگ بے دریغ کوڑے برساتے ہیں، لیکن ابھی تک میرے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور نہ ہی میرے سامنے کسی شخص کو سزا دی گئی تھی۔

مجھے کھیت میں کام کرتے ہوئے چار پانچ دن کا عرصہ گزر گیا۔ اس مدت کے دوران کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ توگراش حسب معمول میرے ساتھ ہی آتی تھی اور شام کو ہم دونوں ساتھ ہی گھر واپس جاتے تھے۔ ہمارے گھر پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کرزال بھی آ پہنچتا تھا۔

دوپہر کا وقت تھا اور میں اور توگراش کھیت کی مینڈھ کے کنارے بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ آس پاس کے کھیتوں کے کئی اور کسان بھی ہمارے ساتھ شامل تھے۔ اتنے میں کرشاسا کا کارندہ ژدنیت ہاتھ میں کوڑا لیے ہوئے ادھر آ نکلا اور اس نے کاربت نامی ایک عمر رسیدہ کسان سے، جو ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا، مخاطب ہو کر تند لہجے میں کہا:

"تو یہاں گھسا بیٹھا ہے اور میں سارے میں تجھ کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔ کیا میں تیرے باپ کا نوکر ہوں جو تیری تلاش میں مارا مارا پھروں؟ تو نے اب تک کھیت کے پودوں میں پانی کیوں نہیں ڈالا؟"

"میرے چمڑے کا ڈول پھٹ گیا ہے۔" کاربت نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔ "میں کھانا کھانے کے بعد اس کی مرمت کروں گا اور پھر پانی ڈالوں گا۔"

"کیا کہا؟ چمڑے کا ڈول پھٹ گیا ہے؟" ژدنیت غضب ناک ہو کر چلایا۔ "ابھی پندرہ دن پہلے بھی تیرا ڈول پھٹ گیا تھا اور پودے سارا دن پانی سے محروم رہے تھے۔ بڈھے تو جان بوجھ کر ڈول کو پھاڑ دیتا ہے۔ تجھے اس حرکت کی سزا ملنی چاہیے تاکہ آئندہ تیرا ڈول ٹھیک رہے۔"

اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے زور سے اپنا کوڑا لہرایا۔ کاربت لرزتا ہوا اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے کھانا چھوڑ دیا اور وہ بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے سرک رہا تھا۔ چند قدم پیچھے سرک کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"خبردار جو بھاگنے کی کوشش کی بدنصیب۔" ژدنیت زور سے چلایا۔ "وہیں کھڑا رہ۔" اور اس کا کوڑے والا ہاتھ فضا میں بلند ہو گیا۔

کاربت گھبرا کر مزید چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ توگراش خوف زدہ ہو گئی۔ ہم دونوں کھانا چھوڑ کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"خبردار!" میں نے ژدنیت کو ڈپٹ کر کہا۔ "کوڑا مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈول بھی ٹھیک ہو جائے گا اور پودوں کو پانی بھی مل جائے گا۔"

ژدنیت کا پہلا تاثر تو یہ تھا کہ حیرت کے مارے اس کا منہ کھلے

کا کھلا رہ گیا۔ وہ توقع بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بستی کا ایک عام آدمی، ایک نیم غلام، کرشاسا کے کارندے سے اس لب و لہجے میں گفتگو کرنے کی جرأت کر سکتا ہے، لیکن حیرت کا یہ تاثر محض چند لمحوں تک ہی برقرار رہا اور اس کے بعد شدید غیظ و غضب میں تبدیل ہو گیا۔

"تیری یہ مجال کہ میرے ساتھ زبان درازی کرے؟ سنہری کھال والے اجنبی!" اس نے چنگھاڑ کر کہا۔ غصے کے مارے اس کی آواز تھرتھرانے لگی۔ "میں تیری چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔" اور وہ کاربت کو چھوڑ کر میری طرف لپکا۔

میں جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور میں نے پرسکون لہجے میں اس سے کہا: "زیادہ حماقت کا مظاہرہ مت کرو بے وقوف۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جس کے باعث تجھے ہم میں سے کسی پر ہاتھ اٹھانا پڑے۔ یاد رکھ، اگر تیرا ہاتھ ایک بار اٹھ گیا تو پھر میں تیری سلامتی کی ذمہ داری نہیں لیتا۔"

لیکن ژدنیت نے میری تنبیہ کا کوئی اثر نہیں لیا۔ اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اس نے پوری قوت سے کوڑا گھمایا اور مجھ پر ضرب لگانی چاہی۔ میں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر کوڑے کو ہوا میں ہی پکڑ لیا اور اسے ہلکا سا جھٹکا دیا۔ ژدنیت کے ہاتھ سے چھوٹ کر کوڑا میرے ہاتھ میں آ گیا اور میں نے اسے دور پھینک دیا۔

کوڑا ہاتھ سے چھن جانے کے بعد ژدنیت پر جیسے شیطان سوار ہو گیا۔ غصے کے عالم میں اس کے حواس جواب دے گئے۔ اس بستی میں آج تک کسی نے اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا ہوگا۔ کاربت اور چند دوسرے کسان جو ہمارے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، حیرت اور خوف کے عالم میں اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تیرا خون پی جاؤں گا۔" وہ کسی زخمی چیتے کی طرح چلاتا ہوا وحشیانہ انداز میں میری طرف لپکا اور اس نے پوری قوت سے اپنا گھونسا میری گردن پر رسید کرنا چاہا۔ وہ کافی بھاری بھرکم اور توانا آدمی تھا اور میں اس کے مقابلے میں دبلا پتلا نظر آتا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے پیچھے ہٹ کر ژدنیت کا وار خالی کر دیا اور وہ اپنی جھونک میں منہ کے بل نیچے گر پڑا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیا۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر گھورنے لگا۔ ژدنیت جلدی سے اٹھ بیٹھا اور پھر اس نے اچھل کر میرے پیٹ پر لات مارنی چاہی۔ میں نے ژدنیت کی ٹانگ پکڑ لی اور اسے جھلا کر دور پھینک دیا۔ میرا اسے ہلاک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، میں تو اسے صرف ایک سبق دینا چاہتا تھا، لیکن اس کی بدنصیبی تھی کہ گرتے وقت اس کا سر لوہے کے ہل سے ٹکرایا جو وہاں قریب ہی پڑا ہوا تھا اور ہل کی پھلی اس کی کھوپڑی میں گھستی چلی گئی۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور ہم لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے تڑپ کر دم توڑ دیا۔

کھیت میں موجود سارے کسانوں کے چہرے خوف سے زرد ہو گئے۔ کرشاسا کے ایک اہم کارندے کی ہلاکت کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس کی سزا میں ان سب لوگوں کو ہلاک کیا جا سکتا تھا۔

"آج تک ایسا نہیں ہوا۔" کاربت نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا، جس کی حالت سب سے ہی زیادہ خراب تھی۔ "اس گاؤں میں آج تک کوئی بھی شخص کرشاسا کے کسی آدمی پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکا ہے۔ یہ تم نے کیا کر ڈالا اجنبی؟ اب تمہارے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔"

"وہ زیادہ سے زیادہ دو تین کوڑے کاربت کو مارتا، اور یہ کوئی نئی اور غیر معمولی بات نہیں ہوتی۔" ایک دوسرے کسان نے کہا۔ "ہم لوگ تو کوڑے کھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس وقت تم نے کاربت کو بچا لیا، لیکن ہر وقت اور تمام لوگوں کو تم نہیں بچا سکتے۔ اب کرشاسا غصے اور جنون کی حالت میں نہ جانے کس کس کی گردنیں کٹوا دے گا۔"

"میری بات سنو۔" ایک اور کسان بولا۔ "کرشاسا کا کوئی دوسرا کارندہ آس پاس موجود نہیں ہے۔ ہم لوگوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس واقعے کا گواہ نہیں ہے۔ جلدی جلدی ایک طرف ایک گڑھا کھودو اور اسے دفن کر دو۔ کچھ دنوں تک اس کی تلاش جاری رہے گی اور پھر معاملہ ختم ہو جائے گا۔"

"اگر تم لوگ چاہو تو ایسا کر سکتے ہو۔" میں نے سکون سے ساتھ جواب دیا۔ "جہاں تک میرا تعلق ہے تو نہ تو میں کرشاسا سے خوف زدہ ہوں اور نہ اس کے انتقام کی مجھے فکر ہے۔ تم لوگ چاہو تو کرشاسا کے پاس جا کر اسے اس واقعے کی اطلاع دے سکتے ہو، یا میں خود کرشاسا کے پاس جا کر اسے بتا دوں گا کہ میں نے اس کے ایک بیہودہ آدمی کو ٹھکانے لگایا ہے۔ اور میں تمہیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ظالم، خونخوار کرشاسا میرا یا تم میں سے کسی کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"ہم اس بات کو بھول جائیں گے۔" کاربت نے جلدی سے کہا۔ "ہم میں سے کسی کو بھی کرشاسا کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ ہم جلدی جلدی گڑھا کھود دیں، کہیں کوئی ادھر آ نہ نکلے۔"

ان لوگوں نے ایک مناسب سی جگہ کا انتخاب کیا اور سب جلدی جلدی گڑھا کھودنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ژدنیت کی لاش کو ہم لوگوں نے گھسیٹ کر ایک قریبی جھاڑی کی اوٹ میں ڈال دیا اور توگراش سے یہ کہا کہ وہ اس بات کی نگرانی کرتی رہے کہ کوئی اس طرف آ تو نہیں رہا ہے۔

تقریباً دو ڈھائی فٹ گہری قبر کھودی جا چکی تھی کہ توگراش نے اطلاع دی کہ گاؤں کی طرف سے کچھ گھڑ سوار ادھر آ رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے جلدی سے ژدنیت کی لاش کو اس کم گہرے گڑھے میں ڈال کر اوپر سے مٹی بھر دی اور جلدی جلدی جگہ برابر کر دی۔ گھڑ سوار تیزی کے ساتھ ہماری ہی طرف آ رہے تھے۔ ہم لوگوں نے جلدی جلدی اپنے

ان کا صاف [illegible] اور اس کھانے کو [illegible] دوبارہ بیٹھ گئے جیسے ہیں پیچ بیچ چھوڑ دینا پڑا تھا. گھوڑ سوار ہمارے پاس آکر رک گئے. وہ چاروں کرشاسا کے کارندے تھے اور [illegible] ہاتھوں کے چھتر لگے رہتے تھے. ان سب کے ہاتھ میں لمبے لمبے کوڑے تھے.

"زدنیت تو ادھر نہیں آیا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا.

"نہیں، ہم نے اسے نہیں دیکھا." میں نے سکون کے ساتھ جواب دیا. باقی لوگوں کے چہرے اس سوال پر فق ہو گئے تھے اور ان میں سے کوئی بھی بولنے کے قابل نہیں تھا.

"نہ جانے کدھر نکل گیا." وہ شخص خود ہی خود بڑبڑایا. "کرشاسا اسے بلا رہا ہے اور اس کا کہیں پتا ہی نہیں ہے."

"جلدی جلدی کھانا ختم کرو اور اپنے اپنے کام سے لگو." ان میں سے ایک نے اپنا کوڑا لہراتے ہوئے کہا.

"بس ہم اٹھنے ہی والے ہیں ..." میں نے جواب دیا اور وہ چاروں آگے بڑھ گئے.

ان کے چلے جانے کے بعد ہم لوگوں نے زدنیت کی قبر پر اور مٹی ڈال کر اسے زمین کی سطح کے برابر کر دیا اور باقی بچی ہوئی مٹی کو ادھر ادھر پھیلا دیا. اب اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس جگہ کو کھودا گیا ہے.

اس کے بعد ہم لوگوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی. دوسرے کھیتوں سے آئے ہوئے کسان اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے. کاربت بھی چلا گیا. جاتے وقت اس نے دوستانہ گرم جوشی کے ساتھ میرا ہاتھ دبایا. خوف اور دہشت کے غلبے کے باوجود اس کی آنکھوں میں ممنونیت کی گہری چمک موجود تھی.

کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد وہی چاروں گھوڑ سوار جو کرشاسا کے کارندوں میں سے تھے، ایک بار پھر میرے کھیت کے پاس آ گئے اور انہوں نے اشارے سے مجھے بلایا. میں اپنا کام چھوڑ کر ان کے پاس چلا آیا.

"زدنیت ادھر آیا تو نہیں؟" اس نے سوال کیا.

"نہیں." میں نے نفی میں گردن ہلا کر جواب دیا. "میں نے اسے نہیں دیکھا."

دوسرا آدمی توگراش کو بڑی مشکوک نظروں سے گھور رہا تھا. میں نے بے خوفی کے ساتھ اس کی آنکھوں میں جھانکا اور وہ ایک دم سنبھل گیا. نہ جانے اسے میری آنکھوں میں کیا نظر آیا کہ اس نے دوبارہ توگراش کی طرف نہیں دیکھا.

"اچھا اگر اتفاق سے زدنیت ادھر آ نکلے تو اسے فوراً کرشاسا کے پاس بھیج دینا. اس سے کہنا کہ کرشاسا بہت دیر سے اس کی تلاش میں ہے." اس آدمی نے کہا. اور وہ چاروں وہاں سے چلے گئے.

شام کو کام ختم کر کے میں اور توگراش گھر کی طرف روانہ ہوئے.

"شادول کیا تمہیں یقین ہے کہ اگر کرشاسا کو کسی طرح اس بات کا علم ہو جائے کہ تم نے زدنیت کو قتل کر دیا ہے تو تم اس کے عذاب سے خود کو محفوظ رکھ سکو گے؟"

"میں اس خبر کو پوشیدہ رکھنے کے حق میں نہیں تھا." میں نے جواب دیا. "میں تو خود یہ چاہتا تھا کہ کرشاسا کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں نے زدنیت کا کیا حشر کیا ہے. لیکن وہ دوسرے لوگ بہت خوف زدہ تھے اور میں نے محض ان کی دلجوئی کے لیے لاش کو دفن کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا."

"لیکن جیسا کہ تم خود دیکھ رہے ہو اب پورے زور و شور سے زدنیت کی تلاش شروع کر دی جائے گی. کرشاسا کو ذرا ہی اس کی ضرورت پیش آ گئی ہے. اس کے نہ ملنے کی صورت میں ممکن ہے بعض لوگوں پر شبہ کرے اور انہیں بلا وجہ سزائیں دے." توگراش نے کہا.

"ممکن ہے کہ ایسا ہو." میں نے جواب دیا. "اس صورت میں [illegible] بھی بے گناہ کو کرشاسا کے ظلم کا شکار نہیں ہونے دوں گا."

"کزال ٹھیک ہی کہتا ہے." توگراش نے مسکرا کر کہا.

"کیا ٹھیک کہتا ہے؟" میں نے پوچھا.

"یہی کہ تم شادیلا ہو. نیکی اور سچائی کے دیوتا." توگراش نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا.

ہمارے گھر پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کزال بھی آ گیا اور ہم [illegible] ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھانے بیٹھ گئے. ہم کھانا ختم کر کے اٹھے ہی تھے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی. کزال نے دروازہ کھولا. باہر کرشاسا کا ایک کارندہ کھڑا تھا.

"تم لوگوں میں سے کسی نے زدنیت کو تو نہیں دیکھا؟" اس نے سوال کیا. "وہ آج دوپہر کے بعد سے نہ جانے کہاں غائب ہو گیا ہے. کرشاسا کو اس کی شدید ضرورت ہے اور وہ اس کی غیر حاضری سے سخت ناراض ہے."

"میں نے آج صبح اسے دیکھا تھا." کزال نے جواب دیا. "وہ [illegible] میں آیا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں رکا. اس کے بعد سے میں نے اسے نہیں [illegible]"

"اور تم نے؟" کارندے نے مجھ سے سوال کیا.

"نہیں." میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا. "میری آج [illegible] سے ملاقات نہیں ہوئی."

کارندہ واپس چلا گیا. کزال نے دروازہ بند کر لیا اور بولا. "زدنیت آخر کہاں جا سکتا ہے؟"

"وہاں جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آتا." میں نے اطمینان سے جواب [illegible]

"کیا مطلب؟" کزال نے چونک کر پوچھا.

"مطلب یہ ہے کزال کہ زدنیت اس وقت میرے کھیت [illegible] دفن ہے. میں نے اسے ختم کر دیا ہے." میں نے کہا.

"واقعی؟" کزال نے حیرت سے پوچھا.

"ہاں کزال." میں نے کہا اور اسے پورا واقعہ سنا دیا. کزال [illegible] سے میری بات سنتا رہا اور پھر بولا. "شادیلا عظیم ہے. اور جب عظیم شادیلا حرکت میں آ جاتا ہے تو پھر کرشاسا کو روئے زمین پر کہیں پناہ نہیں [illegible] کرشاسا کا مقدر ہو چکا ہے." میں نے کزال کی بات کا کوئی جواب نہیں [illegible]

"کیا عظیم شادیلا کو یہ بات معلوم ہے کہ کرشاسا کے کسی کارندے [illegible]

[illegible] کی ہمارا کیا سزا دے؟" کزال نے تھوڑی دیر بعد مجھ سے پوچھا.

[illegible] نفی میں سر ہلا دیا.

"[illegible] والے کو یہاں زندہ جلا دیا جاتا ہے." کزال نے کہا. "آج [illegible] سال پہلے ایک نوجوان نے جس کی حسین بیوی کو کرشاسا کے کارندے [illegible] کے پاس لے جا رہے تھے اس کے کارندوں پر تلوار سے حملہ [illegible] کی بیوی کو تو کرشاسا کی خواب گاہ میں پہنچا ہی دیا گیا لیکن اس [illegible] تیار کر کے اس میں زندہ دھکیل دیا گیا. اس سے پہلے بھی یہاں [illegible] واقعات ہو چکے ہیں."

"[illegible] کا مطلب ہے کہ یہاں بھی لوگ اکثر سرکشی پر آمادہ ہو جاتے [illegible]" [illegible] کہا.

"[illegible]" کزال نے جواب دیا. "لیکن چونکہ وہ تنہا ہوتے ہیں اس لیے [illegible] ہو جاتا ہے."

"[illegible] اس بار ایسا نہیں ہو گا." میں نے کہا.

"[illegible] یقین ہے." کزال نے جواب دیا.

[illegible] کی ہلاکت کی خبر چھپی نہ رہ سکی. جس [illegible] ہم نے اس کی لاش [illegible] میں دفن کیا تھا. اس میں رات کو کوئی درندہ جانور [illegible] وہاں پہنچ گیا [illegible] اپنے تیز پنجوں سے گڑھے [illegible] ابھی نرم تھی اس لیے آسانی سے [illegible] زدنیت کی لاش [illegible] میں سے گھسیٹ کر باہر نکال لیا اور [illegible] گوشت کھا لیا. دوسرے دن [illegible] جب کہ کسان ابھی [illegible] پہنچے تھے کرشاسا کے دو کارندے [illegible] رہے تھے. انہوں نے میرے کھیت [illegible] دیکھ لیا [illegible] کرشاسا [illegible] بتا [illegible] کھیت [illegible]

[illegible] زدنیت کا [illegible] جب [illegible] مجھ سے [illegible] زدنیت [illegible] نکال لیا تھا [illegible]

[illegible] سر [illegible] نقصان نہیں پہنچا [illegible]

[illegible] شادیلا صرف اپنے بارے میں [illegible] اعتماد لہجے میں کہا. "توگراش کی [illegible] برسوں تک اسے اس [illegible] چھپا [illegible] سکتا [illegible] کرشاسا کے کتے اس کی بو بھی [illegible] سکیں گے."

"ٹھیک ہے." میں نے مطمئن لہجے میں جواب دیا. [illegible]

جب میں کارندے کی معیت میں کرشاسا کے پاس پہنچا تو وہ [illegible] کے بڑے کمرے میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا. دس بارہ آدمی خاموش بیٹھے ہوئے تھے. ان کے چہروں سے حیرت اور رنج کے آثار ہویدا تھے. کرشاسا کا چہرہ فرط غیظ سے سیاہ ہو رہا تھا.

"تجھے معلوم ہو گیا ہو گا کہ تیرے کھیت کی زمین میں سے زدنیت کی لاش برآمد ہوئی ہے؟" کرشاسا نے خوفناک بادل کی طرح گرج کر مجھ سے پوچھا.

"ہاں مجھے معلوم ہے." میں نے جواب دیا.

"کیا تمہیں کچھ معلوم ہے [illegible] کس نے [illegible]" کرشاسا نے اسی لہجے میں مجھ سے سوال کیا.

"ہاں مجھے معلوم ہے." [illegible]

"کیا کہا؟" کرشاسا [illegible] ایک [illegible]

اس نے میری آنکھوں میں [illegible] باقی لوگ بھی [illegible] دیکھنے لگے.

"[illegible] جاننا چاہتا ہے [illegible]" کرشاسا نے پوچھا. "تجھے معلوم ہے [illegible]"

"ہاں مجھے اچھی طرح معلوم [illegible]"

"تو پھر بتا کیوں نہیں [illegible]"

[illegible] اس کا قاتل کون [illegible]

"اس کا قاتل میں ہوں [illegible]"

میرے ہاتھوں ہلاک ہوا ہے [illegible]

"تو نے زدنیت کو ہلاک [illegible]"

میں مجھ سے پوچھا. "لیکن تو نے [illegible]"

"میری زدنیت سے [illegible]

نے بلا وجہ مجھ پر [illegible] اٹھایا تھا [illegible]

[illegible]

دم مر گیا."

"میں پوچھتا ہوں [illegible] کیسے ہوئی؟" کرشاسا نے [illegible] پوچھا. اس [illegible] حیرت [illegible] کی جگہ غصے کا طوفان موجیں مار رہا تھا.

"اس میں جرأت کا کوئی سوال نہیں." میں نے کرشاسا [illegible] میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا. "میں نے [illegible] زیادتی کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا."

"تو پھر تو اپنے مدد گار [illegible]

[illegible]

تم ... نے [illegible] تمھیں یہاں [illegible] کے مطابق سزا دے گی۔ تمھیں [illegible] دار سے بعد آگ میں زندہ جلا دیا جائے گا۔ تیری زندگی کا آخری سورج طلوع ہو چکا ہے۔"

"تم [illegible] اپنی حسرت پوری کر لو۔" میں نے کہا۔

"اور اس کے ساتھ ہی میری وہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی جو توگراش کو پہلی بار دیکھتے ہی میرے دل میں پیدا ہوئی تھی۔" کرشنا سا نے کہا۔ "تمہارے مرنے کے بعد توگراش کو میں اپنی خواب گاہ کی زینت بناؤں گا۔ اگر [illegible] انجام [illegible] ہوتا تو بھی میں چند دن سے زیادہ صبر نہیں کر سکتا تھا۔"

"توگراش یہاں موجود نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "وہ کل شام کو [illegible] یہاں سے جا چکی ہے۔"

"جا چکی ہے؟" کرشنا سا نے غضب ناک ہو کر پوچھا۔ "مگر کہاں، اور کیسے، اور کیوں؟" اس نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"توگراش کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی حماقت نہ کرنا، بے وقوف انسان" میں نے سخت زبان استعمال کرتے ہوئے کہا۔ "وہ [illegible] کے وزیر اعظم [illegible] کی بیٹی ہے۔ میں ثروبنت کے قتل کے بعد اپنے انجام سے واقف تھا اس لیے میں نے اسے کل شام ہی اس کے باپ کے پاس روانہ کر دیا ہے۔"

"[illegible] کرشنا سا نے [illegible] لوگ بھی میری بات [illegible] توگراش [illegible] کی بیٹی ہے [illegible] نہیں تو یہاں کیا کر رہی [illegible] میں تم [illegible] نہیں تھی؟"

"[illegible] بات کو چھوڑو۔" میں نے اس کے سوال کو ٹالتے ہوئے کہا۔ [illegible]

"[illegible] کے ساتھ گئی ہے؟" کرشنا سا نے چلا کر پوچھا۔ "اس [illegible] کے ساتھ گئی ہے؟"

"[illegible] اور تندرست ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "وہ تنہا [illegible] سے [illegible] معلوم ہے۔"

"[illegible] نے [illegible] جواب دیا۔ "لیکن تو مجھ سے یہ امید [illegible] کے بدلے [illegible] ساتھ کوئی رعایت کروں گا۔ [illegible] کے قتل کی سزا [illegible] یہی ہے کہ تجھے زندہ آگ میں جلا دیا جائے۔"

"[illegible] قید خانے [illegible]" کرشنا سا نے وہاں موجود لوگوں کی طرف [illegible] ہو کر کہا۔ [illegible] آگے بڑھ کر مجھے پکڑ لیا۔ میں نے [illegible] دانستہ کوئی مزاحمت نہیں کی۔ ان لوگوں نے میرے ہاتھ ایک [illegible] رسی سے باندھ دیے اور مجھے کرشنا سا کے محل [illegible] مکان کے [illegible] گئے جہاں ایک خالی کمرے میں مجھے پہنچا کر انھوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ غالباً باہر پہرا لگا دیا گیا تھا۔

میں اطمینان سے کمرے میں بچھے ہوئے فرش پر لیٹ گیا۔ [illegible] باقاعدہ قید خانہ نہیں تھا بلکہ کرشنا سا کی وسیع رہائش گاہ کا ہی ایک کمرہ [illegible] اسی طرف کہیں قریب ہی وہ کمرہ بھی واقع تھا جہاں گبورہ سے میری [illegible] ہوئی تھی۔ میں فرش پر لیٹ کر یہ سوچنے لگا کہ نہ جانے کرال نے توگراش کو کہاں چھپایا ہوگا۔ تاہم مجھے یقین تھا کہ توگراش بالکل محفوظ ہوگی کیونکہ [illegible] جیسے قابل اعتماد آدمی نے اس کے تحفظ کا ذمہ لیا تھا۔

میں اپنے خیالوں میں گم ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب تک گاؤں کے سارے لوگوں کو اس واقعے کی خبر ہو گئی ہوگی۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ [illegible] کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہوں گی لیکن وہ اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہوں گے۔ گاؤں کے بیچ میں کہیں الاؤ تیار کیا جا رہا [illegible] بات پوچھو تو مجھے اس خبر سے خاصی خوشی ہوئی تھی کیونکہ [illegible] غسل آتش کو بہت دن گزر گئے تھے۔ ایک عرصے کے بعد مجھے یہ موقع مل رہا تھا۔ میں ابھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں میں ہی اس گاؤں کے لوگوں کے سامنے اپنی حیرت انگیز قوتوں کا مظاہرہ کر کے انھیں حیران کرنا چاہتا تھا لیکن کیا کیا جائے حالات نے رخ ہی ایسا اختیار کیا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ثروبنت کی ہلاکت اتفاقیہ تھی۔ [illegible] اتفاق تھا کہ اتنے میں کوا اس کی لاش بھی قبر سے باہر آ گئی [illegible] اتفاق [illegible] کھیت میں میرے پہنچنے سے پہلے ہی کرشنا سا کے [illegible] لی۔ اس بستی میں قتل کی سزا میں انسانوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا چنانچہ میرے لیے [illegible] کے علاوہ [illegible] کوئی راستہ نہیں تھا [illegible] کر دوں۔

انھیں خیالات میں [illegible] آنکھوں [illegible] کھلی [illegible] بڑی تک سوتا رہا۔ [illegible] مجھے [illegible] ہوا کہ [illegible] مجھے [illegible] میرا نام لے کر [illegible]

[illegible] آنے والے [illegible] کمرے کا دروازہ [illegible] میں نے [illegible] کی تاریکی [illegible]

"[illegible] گبورہ [illegible] ہے آواز [illegible]

تمھارے [illegible] سب [illegible] ہو [illegible] دروازے [illegible] کھل [illegible] اور ایک کمرے [illegible] چھپ [illegible] کا علم [illegible] میرے علاوہ [illegible] کو نہیں ہے [illegible] کے بعد [illegible] کی تاریکی [illegible] یہاں سے بہ حفاظت نکل جانا۔"

"[illegible] عقل مند عورت ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم اتنی [illegible] ہو کہ [illegible] کمرے سے جس میں [illegible] ہے تالا لگا ہوا تھا تم بھاگ جاؤں تو تمھارا کیا حشر ہوگا؟ ظاہر ہے کہ کرشنا سا کو [illegible] مجھے فرار کرانے میں اس مکان کے ہی کسی نہ کسی شخص کا ہاتھ ہے اس کے لیے یہ پتا چلا لینا مشکل نہ ہوگا کہ کس نے میری مدد کی ہے [illegible] کے بعد کیا وہ تمھیں زندہ چھوڑے گا؟"

"لیکن میں یہاں موجود نہیں ہوں گی۔" گبورہ نے اطمینان

[illegible] دیا۔ "تمھارے ساتھ میں بھی اسی کمرے میں چھپی رہوں گی جس کا علم [illegible] علاوہ کسی اور کو نہیں ہے۔ اس کے بعد رات کی تاریکی میں ہم دونوں [illegible] سے نکل جائیں گے۔ مجھے یہ بات بھی معلوم ہو گئی ہے کہ توگراش اپنے [illegible] کے پاس واپس چلی گئی ہے۔ میں تمھارے ساتھ رہوں گی شادل [illegible] اب میرے اپنے بس میں نہیں ہے۔ میں تمھارے [illegible] بغیر نہیں [illegible]"

"توگراش میری بیوی ہے اور مجھے بے حد عزیز ہے۔" میں نے [illegible] سے کہا۔ میں اسے یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ توگراش کہیں نہیں گئی ہے [illegible] یہیں موجود ہے۔ "وہ اپنے باپ کے پاس رہے یا میرے پاس بہرحال [illegible] بیوی رہے گی کیونکہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" گبورہ نے جلدی سے کہا۔ "میں یہ نہیں کہتی کہ تم [illegible] کو چھوڑ دو۔ ہم دونوں اس کے باپ کے پاس چلے جائیں گے اور [illegible] مجھے اپنے ساتھ رکھنا۔ میں توگراش کی خدمت کروں گی، اور اس کا دل [illegible] لوں گی۔ تم مجھے جس حال میں رکھو گے، مجھے منظور ہوگا۔ میں تمھارے [illegible] بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"لیکن تم یہ بات کیوں بھول جاتی ہو کہ تم کرشنا سا کی بیوی ہو؟" [illegible] نے کہا۔

"میں کرشنا سا پر لعنت بھیجتی ہوں۔ وہ ایک درندہ صفت انسان [illegible] اس میں ایسی کوئی خوبی موجود نہیں ہے جس کی بنا پر اس سے محبت [illegible] اور پھر کرشنا سا کی تو اور بھی چار بیویاں ہیں۔ اور ان کے علاوہ [illegible] جس عورت کو چاہتا ہے اپنی بیوی بنا لیتا ہے۔" گبورہ نے کہا۔

"اچھا اب تم یہاں سے چلی جاؤ۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "[illegible] ہو کہ کوئی یہاں آ جائے اور تم بھی مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔"

"میں یہاں سے چلی جاؤں؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "اور تم؟ میں تو [illegible] آزاد کرانے کے لیے یہاں آئی ہوں۔ تمھیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ دروازے [illegible] سے تالا لگا ہوا ہے اور میرا معتمد غلام چابی اپنے ساتھ لیے پہرا دے رہا [illegible] جب میں اندر سے کھٹکھٹاؤں گی تو وہ فوراً دروازہ کھول دے گا۔ بس [illegible] سے اٹھو اور چلو۔"

"نہیں گبورہ۔" میں نے سختی سے کہا۔ "میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ [illegible] فرار نہیں ہونا چاہتا۔ میرے ساتھ جو کچھ بھی پیش آنے والا ہے میں [illegible] بھگتنے کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔"

"شدید پریشانی اور خوف کے عالم میں تمھارا دماغ چل گیا ہے۔" گبورہ نے کہا۔ "چلو اٹھو۔" اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹنے لگی۔

"تم اپنا وقت ضائع کر رہی ہو گبورہ۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "[illegible] نے تمھیں بتا دیا ہے کہ میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ تم یہاں سے فوراً چلی جاؤ۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم موت کو گلے لگانے کے لیے تیار [illegible]" اس نے افسردگی سے پوچھا۔

"تم یوں ہی سمجھ لو۔" میں نے جواب دیا۔ "میں کسی حال میں بھی یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"شاید تمھیں مرنے کی شدید آرزو ہے۔" اس نے کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکی کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تم واقعی حیرت انگیز ہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ آج سہ پہر کو تمھیں آگ میں زندہ ڈال دیا جائے گا۔ میں تمھیں فرار کا موقع دے رہی ہوں، اور تم پھر بھی انکار کر رہے ہو۔"

"یہاں سے جلدی چلی جاؤ گبورہ۔" میں نے اس کی ساری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

پروفیسر! میں اس صورت حال سے سخت گھبرا گیا۔ وہ بے وقوف عورت جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ اپنی دانست میں تو وہ یہی سمجھے ہوئے تھی کہ مجھے مار دیا جائے گا لیکن وہ میرے ساتھ خود بھی مرنے کا خطرہ مول لے رہی تھی۔

"میں نے کہا ناکہ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ـــــ جاؤ، جلدی کرو۔"

"اب ہماری ملاقات آسمانوں پر ہوگی۔" گبورہ نے کہا اور اندر سے دروازے پر دستک دی۔ باہر سے کسی نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ گبورہ نے آخری بار حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور بولی "آخری مرتبہ شادل۔ میری بات مان لو۔ اب بھی وقت ہے۔ تمھیں کوئی نہیں پکڑ سکے گا اور ہم اطمینان سے یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"جاؤ گبورہ جاؤ۔" میں نے اپنا رخ دیوار کی طرف کر لیا۔ گبورہ کمرے سے نکل گئی اور دروازہ بند کرنے اور تالا لگنے کی آواز سنائی دی۔

کافی دیر گزر گئی۔ ابھی تک کوئی نہیں آیا تھا۔ کمرے کے اندر دروازہ بند ہونے کے باعث نیم تاریکی تھی اور اس لیے وقت کا اندازہ لگانا مشکل تھا تاہم میرا اندازہ تھا کہ اب آفتاب نے مغرب کی جانب اپنی واپسی کا سفر شروع کر دیا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد باہر بہت سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ کمرے کے دروازے پر آ کر رک گئی اور دروازے کا تالا کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھول کر چار آدمی اندر داخل ہوئے۔ میں انھیں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ وہی چار آدمی تھے جو کرشنا سا کے حکم پر مجھے اس کمرے میں لے کر آئے تھے۔ وہ چاروں کے چاروں بے حد تندرست و توانا اور مضبوط جسم کے آدمی تھے۔ ان کے چوڑے چوڑے چہروں سے خون چھلک رہا تھا۔

"اپنے آخری انجام کے لیے تیار ہو جا بدنصیب!" ان میں سے سب سے زیادہ موٹے آدمی نے کہا۔ "الاؤ تیار کیا جا چکا ہے اور مقتول ثروبنت کی روح الاؤ کے گرد منڈلا رہی ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم کہ ثروبنت کی روح الاؤ کے گرد منڈلا رہی ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم روحوں کو دیکھ سکتے ہو؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "روحوں کو کوئی اس وقت تک نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ وہ کسی دوسرے قالب میں ہماری نظروں

... سمجھتے ہیں لیکن یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں کہ مقتول کی روح ... وقت تک چین نہیں ملتا جب تک اصل قاتل کو سزا نہ مل جائے۔ ... جب اصل قاتل پکڑا جاتا ہے اور اس کے لیے الاؤ تیار کیا جاتا ہے تو مقتولوں کی روح وہاں آ موجود ہوتی ہے اور اس وقت تک وہیں رہتی ہے جب تک کہ قاتل کا جسم جل کر راکھ نہ ہو جائے۔"

"اور اگر مقتول کی روح قاتل کو معاف کر دے تو؟" میں نے پوچھا۔

"تو۔۔۔ تو۔۔۔" وہ شخص گڑبڑا گیا اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

"تو اس صورت میں آگ قاتل کے جسم کو جلانے سے انکار کر دیتی ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ناممکن۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "آج تک ایسا نہیں ہوا۔ اس گاؤں میں آج تک کئی قاتلوں کو آگ میں جلایا گیا ہے اور ان سب کے جسم راکھ بن گئے۔"

"ان کے مقتولوں نے انھیں معاف نہیں کیا ہوگا موٹے مینڈک۔" میں نے کہا۔

وہ شخص میرے اس انداز تخاطب پر سخت چراغ پا ہو گیا۔ "اگر الاؤ میں پھینکے جانے والے شخص پر ہاتھ اٹھانا منع نہ ہوتا تو میں تجھے اس بے ہودہ گوئی کا مزا ضرور چکھاتا۔" اس شخص نے میرے بازو کو کس کے پکڑتے ہوئے کہا۔ "تیری یہ مجال کہ مجھے موٹا مینڈک کہے۔"

"اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟" میں نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "اگر تم چاہو تو میں تمھیں مینڈک کے بجائے مرغا چوہا بھی کہہ سکتا ہوں۔" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور غصے میں مجھے گھور کر رہ گیا۔ ان چاروں نے مجھے رسیوں سے باندھ دیا۔ میرے دونوں ہاتھ ملا کر پشت کی طرف سے جائے گئے اور انھیں میری کمر کے ساتھ رکھ کر کس کے باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد ایک موٹی سی رسی شانوں سے ذرا نیچے دونوں بازوؤں کے گرد باندھ دی گئی اور ایک رسی کمر سے باندھی گئی جس کا دوسرا سرا موٹے آدمی نے اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ اب میرے ہاتھ بالکل ہی حرکت نہیں کر سکتے تھے، البتہ میری ٹانگیں آزاد تھیں۔

موٹے آدمی نے جس کے ہاتھ میں رسی کا دوسرا سرا تھا، کئی جھٹکے دے دے کر رسی کی مضبوطی کو آزمایا اور پھر وہ مجھے باہر لے چلا۔ دو افراد میرے دائیں بائیں چل رہے تھے اور چوتھا آدمی پیچھے تھا۔ اس طرح ہم ایک اسیر اور چار آزاد انسانوں کا چھوٹا سا قافلہ اس کمرے سے برآمد ہوا جہاں کچھ دیر پہلے میں اور گبودہ کیف و نشاط کی ناقابل بیان کیفیتوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں نے اس کمرے پر آخری نظر ڈالی جس کے در و دیوار ہماری خلوتوں کے امین تھے اور اپنے محافظین کے ساتھ باہر نکل آیا۔

مکان میں کئی جگہ لوگ جن میں بہت سی عورتیں بھی شامل تھیں، اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ ہمارے آگے بڑھنے کے ساتھ ہی وہ لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ مکان کے قریب مجھے گبودہ نظر آئی۔ اس کے ساتھ دو عورتیں اور تھیں جو شاید اس کی خادمائیں تھیں۔ ہمارے دروازے سے باہر نکلتے ہی وہ لوگ بھی ہمارے پیچھے آنے والے لوگوں میں شامل ہو گئیں۔ میں نے ایک بار پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ چند لمحوں میں میری نگاہوں نے گبودہ کو تلاش کر لیا۔ وہ حزن و ملال کی تصویر بنی ہوئی آہستہ آہستہ لوگوں کے ساتھ میرے پیچھے آ رہی تھی۔

ہم لوگ مکان کے دروازے سے باہر نکل آئے اور ایک طرف کو روانہ ہو گئے۔ ہمارا رخ بستی سے باہر کی طرف کو تھا۔ راستے میں بہت سے لوگ بھی ملتے گئے وہ ہمارے پیچھے چلنے والے جلوس میں شامل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ہمارا یہ قافلہ بستی سے باہر ایک وسیع میدان میں پہنچ گیا۔ یہاں ایک طرف لکڑیوں کا ایک بڑا الاؤ دہک رہا تھا۔ اس کے شعلے کافی بلند ہو رہے تھے۔ الاؤ کے پاس کافی لوگوں کا مجمع تھا۔ ہم لوگ الاؤ کے پاس پہنچے۔ کرشاسا، اس کے ساتھی اور بہت سے دوسرے لوگ وہاں ہمارے منتظر تھے۔ آگ کی گرمی واضح طور پر محسوس کی جا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں موجود لوگوں میں بڈھا کرنال بھی شامل تھا۔ ایک لمحے کے لیے میری اور اس کی آنکھیں چار ہوئیں۔ وہ ہولے سے مسکرا اٹھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ تو گراش خیریت سے ہے۔ وہاں موجود تمام لوگوں کے چہرے رنج و الم میں ڈوبے ہوئے تھے، سوائے کرشاسا اور اس کے خاص آدمیوں کے، وہ لوگ بڑے خوش نظر آ رہے تھے۔ عام لوگ پریشان اور افسردہ تھے۔ تزدنیت ایک ظالم اور بد خو انسان تھا کرشاسا کے دوسرے تمام کمانداروں کی طرح، اور اس کے مارے جانے کا کسی کو ملال نہیں تھا لیکن میں ان لوگوں میں سے ایک تھا۔ میں نے چند ہی دنوں کے اندر اندر ایک محسن کی حیثیت سے ان کے دلوں میں جگہ بنالی تھی اور میری موت یقیناً ان کے لیے باعث ملال تھی۔ ان لوگوں میں کاربت بھی شامل تھا۔ اس کی آنکھوں سے سخت خوف و ہراس ٹپک رہا تھا۔ اسے شاید یہ خدشہ تھا کہ میں نے قتل کی اس واردات میں اسے بھی ملوث کر دیا ہوگا یا شاید آخر وقت میں، میں گھبرا کر اس کا نام لے دوں۔ میں نے دانستہ طور پر اس کی جانب ایک نظر دیکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس سارے مجمع میں، جو سیکڑوں مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا، صرف ایک شخص ایسا تھا جس کے چہرے پر بلا کا اطمینان اور سکون نظر آ رہا تھا۔ اور وہ تھا بوڑھا کرنال۔ اسے یقین تھا کہ مجھے ہلاک نہیں کیا جا سکے گا۔ میں اس کی نظر میں شاردیو تھا، نیکی اور بھلائی کی قوتوں کا دیوتا جو انسانی پیکر میں نمودار ہوا تھا اور مجھے کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی تھی۔

"سن شاردل۔" کرشاسا نے نفرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تزدنیت میرے عزیز ترین اور نہایت کارآمد ساتھیوں میں سے ایک تھا۔ تو نے اسے ہلاک کیا ہے اور اس کی ہلاکت کے جرم کا خود ہی اقرار بھی کر لیا ہے۔ لہٰذا ہمارے آبا و اجداد کے قدیم طریقوں کے مطابق تجھے زندہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اگر تو مرنے سے پہلے کچھ کہنا چاہتا ہے تو کہہ دے۔ اگر تجھے اپنے کسی عزیز کے لیے کسی دوست کو کوئی پیغام دینا ہو تو دے دے۔ وہ اسے پہنچا دیا جائے گا۔"

"مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

... بوڑھا کرنال، جو مجھ سے کافی دور تھا، بھیڑ کو چیرتا ہوا قریب آنے لگا۔ اس کے ساتھ بستی کے پانچ چھ آدمی اور تھے جو جوان تھے۔ وہ سب کے سب میرے اور کرشاسا کے قریب آ گئے۔

"کیا بات ہے؟" کرشاسا نے ناگوار انداز میں ان سے پوچھا۔ "تم ... سر پر کیوں چڑھے آ رہے ہو؟"

"کوئی بات نہیں کرشاسا۔" کرنال نے بے خوفی کے ساتھ جواب دیا۔ "بہت دنوں کے بعد یہ منظر دیکھنے کو مل رہا ہے اس لیے ہم اسے قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"یہ منظر تم جب چاہو دیکھ سکتے ہو۔" کرشاسا نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ "تم چاہو تو خود بھی اس کے ہیرو بن سکتے ہو۔"

"نہیں مجھے کوئی ایسی تمنا نہیں ہے۔" کرنال نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس بڑھاپے میں میں کسی کو کیا قتل کروں گا جب کہ جوانی میں میں نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔"

"ہاتھ اٹھانے کا حق صرف سردار کو ہوتا ہے۔" کرشاسا نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "سردار کو سب کا خون معاف ہوتا ہے۔ سردار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بغاوت اور فتنہ انگیزی کرنے والوں کو قتل کر دے۔ اچھا اب تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ کام شروع ہونے والا ہے۔" اس کے ساتھ ہی سب لوگ تھوڑا تھوڑا پیچھے سرک گئے۔

کرشاسا نے ان چار آدمیوں کو جو میری نگرانی پر مامور تھے حکم دیا۔ "اسے زمین پر گرا دو۔"

میں نے اپنے جسم کو بالکل بے جان اور ڈھیلا چھوڑ دیا۔ انھوں نے مجھے زمین پر لٹا دیا۔ دو آدمیوں نے میری ٹانگیں کس کے پکڑ لیں حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔ میری آنکھیں کرشاسا کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

کرشاسا نے ہاتھ سے کوئی مخصوص اشارہ کیا۔ چار آدمی ایک لمبا تختہ لیے آگے بڑھے۔ تختہ میرے برابر رکھ دیا گیا اور ان لوگوں نے مجھے اس تختے سے باندھنا شروع کر دیا۔ انھوں نے مجھے سر سے پاؤں تک اس تختے کے ساتھ جکڑ دیا۔ اس طرح کہ میں اپنے جسم کو ذرا سی بھی جنبش نہ دے سکوں۔ یہ کام ختم کرنے کے بعد وہ پھر کرشاسا کی طرف دیکھنے لگے۔ کرشاسا نے دوسرا اشارہ کیا۔

ان لوگوں نے مل کر تختے کو اٹھا لیا جس کے ساتھ میرا جسم بندھا تھا۔ پھر انھوں نے ایک جھکولے کے ساتھ تختے کو پھینکتے ہوئے الاؤ میں اچھال دیا۔ بہت سے لوگوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔

میں تختے سمیت الاؤ میں گرا۔ الاؤ میں گرتے ہی آگ کی جاں بخش حرارت میرے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی۔ رسیاں آناً فاناً جل کر راکھ ہو گئیں اور تختہ میرے جسم سے الگ ہو کر الاؤ میں جلنے والی لکڑیوں کا ایک حصہ بن گیا۔ شعلے میرے جسم کے ایک ایک عضو کو چاٹ رہے تھے۔ میرے بدن کا ہر ہر مسام آگ کی دل نواز گرمی کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا۔ میں نے لذت و سرور کی عجیب و غریب کیفیت میں ڈوب کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور آگ میں لوٹنے لگا۔ میں بتیابانہ انداز میں انگاروں سے اپنے جسم کو مس کر رہا تھا۔ آگ مجھے نئی زندگی بخش رہی تھی۔ مجھ پر نشہ سا طاری تھا۔

میں نے اندازہ لگایا کہ باہر مجمع ابھی منتشر نہیں ہوا ہے۔ بلکہ سب لوگ ویسے ہی کھڑے ہوئے تھے کیونکہ کسی کے جاتے ہوئے قدموں کی چاپ مجھے نہیں سنائی دے رہی تھی۔ الاؤ کے اندر لکڑیاں چٹخ رہی تھیں۔ ان کی آواز کے علاوہ باقی ہر طرف گہرا سناٹا طاری تھا۔ جس وقت مجھے تختے سمیت آگ میں پھینکا گیا، اس وقت میں نے ایک نظر گبودہ پر ڈالی تھی۔ وہ تصویر یاس بنی ایک طرف کھڑی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یقیناً میرے اس دردناک انجام سے اس کو بہت دکھ پہنچا ہوگا جس چاہت اور جوش و خروش کے ساتھ اس نے مجھے اپنایا تھا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ میری کمی کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کرے۔

شاید وہ لوگ گوشت کے جلنے کی تیز بو نکلنے کے منتظر تھے لیکن جب کافی دیر گزر گئی اور الاؤ میں سے جلتے ہوئے گوشت کی چراند نہیں نکلی تو شاید انھیں تشویش لاحق ہونا شروع ہو گئی ہوگی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ان کی اس تشویش کو اب ختم کر دوں۔ ویسے بھی اب کافی دیر ہو چکی تھی اور میں حرارت اور توانائی کی بہت بڑی مقدار کو اپنے جسم کے اندر جذب کر چکا تھا۔ مجھے نئی زندگی مل گئی تھی۔ میری نس نس میں نیا خون موجیں مار رہا تھا۔ میں نے اچانک ایک چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے میں الاؤ سے باہر تھا۔

حیرت اور خوف سے بھری ہوئی چیخوں کا ایک سیلاب تھا جو اچانک میرے چاروں طرف سے امنڈ پڑا۔ سیکڑوں لوگ الاؤ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے کھڑے تھے اور اس ناقابل یقین اور انوکھے واقعے نے انھیں اس قدر ششدر کر دیا کہ وہ جیسے اپنی اپنی جگہوں پر جم کر رہ گئے اور ان کے منہ سے عجیب و غریب بے ہنگم آوازیں نکلنے لگیں۔ کرشاسا اور اس کے ساتھی، جو الاؤ سے سب سے زیادہ قریب تھے، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ اور پھر ایک عجیب و غریب بات ہوئی۔

بوڑھے اور ناتواں کرنال نے اپنے حلق کی پوری قوت سے آواز بلند کی "شاردیلا"۔ اس کے ساتھ ہی اس کے پاس کھڑے ہوئے ان لوگوں نے جنھیں وہ ساتھ لے کر آگے آیا تھا، نعرہ بلند کیا "شاردیلا"۔ اور ان لوگوں نے آناً فاناً اپنی تلواریں کھینچ لیں اور کرشاسا اور اس کے ساتھیوں

پر حملہ کر دیا۔ کرشاسا اور اس کے ساتھی، جو اس حیرت ناک واقعے کے سحر میں ڈوبے ہوئے تھے، اس اچانک اور انتہائی غیر متوقع حملے کے لیے قطعی تیار نہیں تھے۔ چنانچہ کئی کمانڈر پہلے ہی ہلے میں ہلاک ہو گئے اور ان کی گردنیں ان کے جسموں سے الگ ہو کر دور جا گریں۔ دو ایک گردنیں اچھلتی ہوئی الاؤ میں جا گریں۔

اس کے ساتھ مجمع میں جیسے ایک نئی اور انوکھی زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ "شادیلا — شادیلا — شادیلا! کردیلا کو مار دو — کردیلا کو مار دو —" اور سارا مجمع جیسے کسی جنون کا شکار ہو گیا۔ لوگ دیوانہ وار اپنے ہتھیار سنبھال کر کرشاسا اور ان کے خونی ٹولے پر پل پڑے۔ آناً فاناً کرشاسا کے سارے آدمی مار دیے گئے۔ انھیں ٹھیک سے مزاحمت کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ صرف کرشاسا زندہ بچ گیا تھا۔ اس نے اپنی بھاری بھرکم تلوار سنبھال لی تھی اور اپنے قریب آنے والوں پر حملے کرتا رہا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اپنے نہایت وزنی اور بھاری بھرکم جسم کے باوجود کرشاسا میں بہت پھرتی تھی اور وہ بڑی سبک روی کے ساتھ تلوار چلا رہا تھا۔ اس نے ایک آدمی کا شانہ زخمی کر دیا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو منع کر دیا کہ اس پر حملہ نہ کریں۔ ہمارے لوگ ٹھہر گئے۔ ایک شخص نے جلدی سے ایک چادر میری طرف بڑھائی

میں نے چادر اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے جسم کے گرد لپیٹی اور پھر تنہا کرشاسا کی طرف بڑھا۔

کرشاسا نہایت بے وقوف آدمی نکلا۔ مجھے آگ سے زندہ سلامت نکلتے دیکھ کر اسے یہ بات یقیناً سمجھ لینی چاہیے تھی کہ مجھے ہلاک کرنا اس کی قدرت میں نہیں ہے، لیکن اس نے وحشیوں کی طرح تلوار سے میرے اوپر حملہ کر دیا اور پے در پے کئی زور دار وار کر ڈالے۔ تلوار میرے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر اُچٹ گئی، لیکن کرشاسا نہ جانے کس امید پر میرے اوپر برابر وار کرتا رہا۔ میں نے تنگ آ کر اس کا تلوار والا ہاتھ پکڑ لیا اور میں اسے جھٹکا دے کر تلوار اس سے چھینتے ہی والا تھا کہ کسی جانب سے ایک سبک نیزہ ہوا کے جھونکے کی طرح سنسناتا ہوا آیا اور کرشاسا کی پشت میں پیوست ہو گیا۔ کرشاسا ایک بھیانک کراہ کے ساتھ زمین پر گر گیا اور اس کا فربہ جسم ماہی بے آب کی طرح زمین پر تڑپنے لگا۔ نیزہ بُری طرح اس کی پشت میں گھسا ہوا تھا۔ کسی بھی شخص نے آگے بڑھ کر نیزہ نکالنے کی کوشش نہیں کی۔ کوئی بھی کرشاسا کی مدد کو نہیں آیا۔ البتہ کرال نے آگے بڑھ کر اپنے بوڑھے ہاتھوں سے اس کی گردن پر ایک بھرپور وار کیا اور اس طرح اسے اس اذیت ناک کیفیت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دی۔

کرشاسا اور اس کے خونخوار ٹولے کے تمام افراد کی ہلاکت کے بعد مجمع میں جیسے جشن کا سا سماں پیدا ہو گیا۔ لوگ خوشی سے ناچ رہے تھے، اپنے حلق سے بے ہنگم آوازیں نکال رہے تھے اور چیخ رہے تھے۔ بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ ہر شخص میرے قریب آ کر مجھے چھو کر دیکھنا چاہتا تھا۔ آگ میں تپ کر نکلنے کے بعد میرا جسم کندن کی طرح چمک رہا تھا اور میری رنگت اس قدر نکھر گئی تھی کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ کرال اور اس کے نوجوان ساتھیوں نے میرے گرد گھیرا ڈال دیا اور لوگوں کے ہجوم کی یورش سے مجھے بچایا۔

میں نے مسرت سے بھرپور مجمع کی طرف ایک نظر ڈالی۔ میری نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ جلد ہی وہ مجھے نظر آ گئی۔ وہ مجھ سے زیادہ دور نہ تھی۔ اس نے جب مجھے اپنی طرف دیکھتے پایا تو بے ساختہ مسکرا اٹھی۔ اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا اور یوں لگتا تھا کہ اس پر پھول کھل اٹھے ہوں۔

"بستی کے لوگو!" بوڑھے کرال نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے زور سے آواز لگائی۔ "خاموش ہو جاؤ اور غور سے میری بات سنو۔" مجمع پر اچانک سکوت طاری ہو گیا۔ بے تحاشا بولتی ہوئی زبانیں تھم گئیں۔ حرکت کرتے ہوئے قدم رک گئے۔

"دوستو!" کرال کی آواز بلند ہوئی۔ "جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے، کردیلا کے مسلسل بڑھتے ہوئے مظالم جب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تو اس کا سر کچلنے کے لیے آسمانوں سے شادیلا اتر آیا۔ شادیلا، جو نیکی، انسان دوستی کی قوت ہے، انسانی پیکر میں ہمارے سامنے آ چکا ہے اور تم نے دیکھا کہ اس نے کردیلا کو کس طرح اس کے گناہوں کی سزا دی ہے۔ وہ آگ میں سے زندہ سلامت نکل کر آ گیا اور اس نے کردیلا کی انسان دشمن حرکتوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ دوستو! مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے شادیلا کو اپنے گھر میں رکھا۔ اسے اپنا مہمان بنایا اور میں نے ہی سب سے پہلے اسے پہچانا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ آگ میں پھینکے جانے کے بعد بھی زندہ سلامت نکل آئے گا اور کرشاسا اور اس کے ساتھیوں کی زندگی آج شام کا سورج ڈوبنے سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ اسی لیے میں اپنے ساتھ چند نوجوانوں کو لایا تھا، جو کرشاسا اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے اور شادیلا کے آگ میں سے زندہ نکلتے ہی وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر میرے دوست کرشاسا کے آدمیوں پر حملہ نہ کرتے تو وہ لوگ بچ جاتے۔ نہیں، شادیلا اکیلا ہی ان کے لیے کافی تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اور میرے نوجوان دوستوں کو شادیلا کے ساتھ قدم ملا کر حرکت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ دوستو! آج سے شادیلا اس بستی کا حکمراں ہو گا۔ کردیلا کے وسیع مکان میں اب شادیلا اور اس کی بیوی نوگراش کا قیام ہو گا، جسے میں نے حفاظت سے چھپا رکھا ہے۔ اب تم لوگ اپنے گھروں کو سدھارو اور جشن مناؤ۔ شادیلا بھی اب گھر جائے گا۔ کل ساری بستی کے لوگ صبح کے وقت شادیلا کے مکان کے سامنے وسیع میدان میں جمع ہوں۔ اس وقت شادیلا انھیں ضروری ہدایات دے گا۔ شادیلا عظیم ہے۔"

"شادیلا عظیم ہے، شادیلا عظیم ہے۔" مجمع میں ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ لوگ گلا پھاڑ پھاڑ کر شادیلا کی عظمت کا اعتراف کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر مسرتوں کے چاند سورج رقص کر رہے تھے۔

"میں عظیم شادیلا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اب اپنے مکان پر چلے اور سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر اپنے منصوبوں پر غور کرے۔" کرال نے مؤدب انداز میں مجھ سے کہا۔

مجھے ایسا لگ رہا تھا گویا میں کرال کی ہدایات کا پابند ہوں۔ تاہم میں نے اس بوڑھے کی باتوں کا بُرا نہیں مانا، کیونکہ وہ فی الحقیقت میرے لیے سراپا عقیدت و احترام بنا ہوا تھا۔ اس کے نوجوان ساتھیوں کے چہرے فاتحانہ مسرت سے دمک رہے تھے۔ مجھے اپنے نرغے میں لے لیا اور ہم لوگوں کا قافلہ اس مکان کی طرف روانہ ہو گیا جہاں کچھ دیر پہلے تک کرشاسا کا قیام تھا۔

مکان کے بہت سے محافظ ہم لوگوں کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں موجود تھے اور انھوں نے اپنی اپنی جگہیں سنبھال لی تھیں۔ ہمارے وہاں پہنچنے پر انھوں نے ہمیں جھک جھک کر تعظیم دی اور ہمارے لیے مکان کے دروازے کھول دیے۔

"میں اس بستی کا سب سے زیادہ معمر شخص ہوں۔" کرال نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ہم سب لوگ ایک کمرے میں اطمینان سے بیٹھ گئے تھے۔ مجھے سب سے اونچی نشست پر بٹھایا گیا تھا۔ "جب کرشاسا نے کئی سال پہلے بوڑھے پروہت کو قتل کروایا تھا تو اس پروہت نے مرنے سے پہلے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جب شادیلا کا ظہور ہو گا تو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص میں ہی ہوں گا اور شادیلا میرے ہی گھر مہمان بنے گا۔ اس پروہت نے یہ بھی کہا تھا کہ عظیم شادیلا کو ایک مشیر کی ضرورت ہو گی اور ممکن ہے کہ میرے تجربے اور عمر کی بنا پر عظیم شادیلا اس منصب خدمت کے لیے مجھے منتخب کرے۔ پروہت کی پہلی دو باتیں درست ہو چکی ہیں۔ اب اگر عظیم شادیلا مناسب سمجھے تو مجھے اپنا مشیر مقرر کرے، ورنہ میرے علاوہ بھی بستی میں سے کئی دانش مندوں اور داناؤں کو لا کر اس کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ ان میں سے جس کا چاہے انتخاب کرے۔ عظیم شادیلا اپنے فیصلوں میں آزاد ہے!" اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

"آج سے تم میرے مشیر ہو۔" میں نے کرال کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ کرال نے ایک بار پھر میرے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

کرال کے حکم پر کرشاسا کی پانچوں بیویوں کو میری خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان میں گبود بھی شامل تھی جو خوف زدہ نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"یہ پانچوں کرشاسا کی بیویاں ہیں۔" کرال نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ سب کی سب حسین اور دلکش عورتیں ہیں، لیکن گبود ان سب سے کم عمر اور سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ عظیم شادیلا کو ان کے مقدر کا فیصلہ کرنا ہے۔ اگر عظیم شادیلا چاہے تو انھیں آزاد کر کے دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو انھیں اپنی بیویوں کے طور پر رکھ سکتا ہے، کیونکہ یہ مقتول سردار کی بیویاں ہیں اور فاتح سردار کا ان پر حق ہے۔"

"میری طرف سے یہ پانچوں عورتیں آزاد ہیں۔ جب تک ان کا جی چاہے یہ اس مکان میں قیام کریں اور جب چاہیں یہاں سے چلی جائیں۔ میری طرف سے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ جب بھی چاہیں دوسری شادی کر سکتی ہیں۔" میں نے ان خوف زدہ عورتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میری اس بات سے ان کے چہرے کھل اٹھے۔ ان سبھوں نے یہ کہا کہ وہ کچھ دن تک اسی مکان میں قیام کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے انھیں اس کی اجازت دے دی۔

کرال مجھ سے اجازت لے کر تھوڑی دیر کے لیے رخصت ہو گیا اور جب وہ واپس آیا تو نوگراش اس کے ساتھ تھی۔ کرال نے اسے بستی میں برپا ہونے والے انقلاب کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ رات میں جب اسے میرے ساتھ تنہائی کا موقع ملا تو اس نے بے تابانہ انداز میں مجھ سے سوال کیا۔ "شادیل! کیا یہ حقیقت ہے کہ تم جلتی ہوئی آگ کے الاؤ میں پھینکے جانے کے بعد اس میں سے زندہ نکل آئے تھے؟ کرال مجھے بتا رہا تھا، لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں آتا۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ تمھارے اندر بے اندازہ طاقت ہے اور تم بہت بہادر ہو، لیکن کوئی شخص آگ میں گرنے کے بعد جلنے سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے؟"

"کرال نے جو کچھ کہا، وہ سچ ہے۔" مجھے نوگراش کے سامنے یہ اعتراف کرنا ہی پڑا، کیونکہ یہ بات اب اس سے چھپائی نہیں جا سکتی تھی۔ ساری بستی کے لوگوں نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ میں کس کس کو جھٹلا سکتا تھا!

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم واقعی دیوتا ہو۔" اس نے عقیدت مندانہ انداز میں کہا۔ "کرال ٹھیک کہتا ہے، تم عظیم شادیلا ہو۔ نیکی اور مہربانی کے پیکر۔ تم نے لاناق کی بستی کے لوگوں کو کرشاسا جیسے ظالم اور خونخوار حکمراں اور اس کی نفس پرور ملکہ تمرخونہ کے شر سے نجات دلائی۔ تم ہی گادت کو اپنے ساتھ جنگل سے لے کر آئے تھے اور اس کی خاطر تم نے جنگ لڑی۔ یہ گادت اور میرے بابا کی بدنصیبی تھی کہ ہوس اور خود غرضی نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور وہ تمھیں پہچان نہیں سکے۔ انھوں نے تمھاری قدر نہیں کی اور الٹا تمھاری جان کے درپے آزار ہو گئے۔ تم اگر چاہتے تو ان سب کو چیونٹی کی طرح مسل کر پھینک سکتے تھے، مگر تم نے عالی ظرفی کا ثبوت دیا اور اس جگہ کو چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ میں دنیا کی خوش نصیب ترین عورت ہوں کہ میں دیوتا کی بیوی ہوں۔ مجھے اپنے سے کبھی جدا نہ کرنا میرے دیوتا۔ میرے شادیلا — عظیم شادیلا —" نوگراش میرے سینے سے لگ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔

"سنو نوگراش!" میں نے اس کی لمبی لمبی زلفوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "تمھارے لیے میں کوئی دیوتا نہیں ہوں، ایک محبت کرنے والا آدمی ہوں۔ میں ہمیشہ تم سے اسی طرح محبت کرتا رہوں گا۔ تم مجھے دنیا کی ہر چیز سے

زیادہ عزیز ہو۔"

دوسری صبح کرشاسا کے گھر کے سامنے، جو اب میرا اور توگراش کا گھر تھا، بستی کے سارے لوگ جمع تھے۔ ان میں مرد، عورتیں اور بچے سبھی شامل تھے۔ یہ لوگ میرے لیے طرح طرح کے نذرانے لے کر آئے تھے۔ ان میں پھلوں سے لے کر قیمتی زیورات تک شامل تھے۔ میں نے پھلوں کے علاوہ اور کوئی بھی نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی کہ آئندہ کوئی شخص میرے لیے کسی قسم کا بھی نذرانہ لے کر نہ آئے۔

میں نے اپنے جن نئے منصوبوں کا لوگوں کے سامنے اعلان کیا، انہیں سن کر وہ ششدر رہ گئے۔ میں نے کہا کہ آج سے ہر شخص خود اس کھیت کا مالک ہے جس میں وہ کام کرتا ہے۔ وہ تمام پیداوار کا بھی مالک ہوگا۔ البتہ اس میں سے ایک مقررہ حصہ نکال کر وہ بستی کے ایک مشترکہ ذخیرے میں جمع کرا دے گا۔ اس ذخیرے میں جمع ہونے والے اناج، پھلوں اور میووں کو دوسرے لوگوں کے ہاتھوں فروخت کیا جائے گا اور اس سے جو رقم حاصل ہوگی وہ ساری بستی والوں کا مشترکہ سرمایہ ہوگی۔ اس سرمایہ سے لوگوں کی مدد کی جائے گی اور دوسرے فلاحی کام انجام دیے جائیں گے۔ میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ میں حسب سابق ایک عام محنت کش کی حیثیت سے ہی کھیت میں کام کرتا رہوں گا جس میں میں اب تک کام کرتا رہا ہوں۔ لوگ ان باتوں کو سن کر خوشی سے جھوم جھوم اٹھے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ دل لگا کر محنت کریں اور اپنی بستی کو جنت کا نمونہ بنا دیں۔ ان کی محنت کا پھل اب خود انہی کو ملے گا۔

کرال کو میری یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں ایک عام کسان کی طرح کھیت میں کام کروں گا۔ اس نے دبے لفظوں میں مجھ سے کہا کہ یہ بات ایک سردار کے شایان شان نہیں اور ایک دیوتا کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ خود کام کرے بلکہ اس کو کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ لیکن کرال کھل کر میری مخالفت نہیں کر سکا۔ جب میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تو وہ یہی کہہ کر خاموش ہو گیا کہ عظیم شادیلا خود جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔"

گبورہ ایک بار تنہائی میں مجھ سے ملنے آئی اور اس نے میرے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے اسے اٹھایا۔

"مجھے معاف کر دیجئے عظیم شادیلا!" اس نے سسکتے ہوئے کہا۔ "میں بہت نادان تھی۔ پہلے مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ دیوتا ہیں۔ میں آپ کو بس ایک حسین اور دلکش شخصیت کا مالک ہی سمجھی تھی۔ لیکن اب میں اپنی غلطی پر پشیمان ہوں۔ پہلے میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ تو دیوتاؤں کے مالک ہیں۔ میں ایک معمولی سی گنہگار عورت ہوں۔ مجھے معاف کر دو عظیم شادیلا۔ لیکن مجھے اس کی اجازت دو کہ میں آپ کی لونڈی بن کر اور توگراش کی خدمت کرتے ہوئے گزار دوں۔ میں اسے اپنی زندگی کا مقصد سمجھوں گی۔"

"محبت تو بیماری ہوتی ہے گبورہ۔" میں نے نرمی سے اس سے کہا۔ "میری طرف سے تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں تک توگراش کا تعلق ہے تو مجھے یقین ہے کہ اسے اس میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کچھ کہے گی تو میں اسے سمجھا دوں گا۔"

لیکن توگراش نے گبورہ کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ گبورہ ایک خادمہ کی طرح ہم لوگوں کے ساتھ رہنے لگی۔ وہ توگراش کے آرام کا خاص خیال رکھتی اور اس کی بہت خدمت کرتی۔ توگراش گبورہ سے بہت خوش تھی۔ میں خود بھی بہت مطمئن تھا اور زندگی بڑے پرسکون انداز میں بسر ہو رہی تھی۔ ایک سال کی مدت کے اندر اندر بستی کی حالت بدل گئی تھی۔ کسانوں کی بے لوث اور جان توڑ محنت کے نتیجے میں زمین سونا اگل رہی تھی۔ بستی کے کھلیان ہر قسم کے غلے سے بھرے پڑے تھے۔ پھلوں، سبزیوں اور میووں کی فراوانی تھی۔ مویشیوں کی ریل پیل تھی اور دودھ کی ندیاں بہتی تھیں۔ میں خود بھی عام کسانوں کے ساتھ مل کر محنت کرتا اور صحیح معنوں میں زندگی کا لطف اٹھاتا۔ وہ لوگ مجھ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ مجھے پوجتے تھے اور پھر بھی مجھے اپنے آپ میں سے ایک سمجھتے تھے۔ ان لوگوں کی پرستش اور عقیدت میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھی، کیونکہ ان کے ساتھ میرا تعارف ہی اس حیثیت سے ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک دیوتا کی حیثیت سے پہچانا تھا۔

مجھے اور توگراش کو اس بستی میں رہتے ہوئے دو سال کی مدت گزر گئی۔ اس مدت کے دوران اب پوری بستی میں کوئی کچا یا نیم پختہ مکان موجود نہیں رہا تھا۔ سارے پرانے جھونپڑے منہدم کر دیے گئے تھے اور ان کی جگہ نئے خوبصورت اور پختہ مکانوں نے لے لی تھی۔ لوگوں کو بہت اچھی غذا مل رہی تھی۔ ان کے جسموں پر اچھے لباس تھے۔ ان کے چہروں سے خوشی چمک رہی تھی۔ بستی میں ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔

بستی کے تمول اور خوشحالی کی خبریں دور دور کے علاقوں تک پہنچ گئی تھیں۔ جگہ جگہ سے تاجر اور سوداگر آتے تھے اور اناج، میوے اور دستکاری کی بنی ہوئی حسین و نفیس اشیاء یہاں سے خرید کر لے جاتے۔ اس بستی کے فن کار نقاشی کے فن میں حاذق تھے۔ وہ دھات کے ظروف اور لکڑی کی اشیاء پر نہایت نفیس نقاشی کرتے تھے۔ ان کے فن کی شہرت اب دور دور تک پھیلتی جا رہی تھی۔

خوشی اور خوشحالی کے یہ دو سال پلک جھپکتے میں گزر گئے۔ ان دو برسوں کے دوران کرال کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ میں نے لوشے کو اپنا مشیر مقرر کر لیا۔ جس کا شمار بستی کے منتخب دانشمندوں میں ہوتا تھا۔ کرشاسا کی چاروں بیویاں ایک ایک کر کے میرے مکان سے چلی گئیں اور انہوں نے دوسرے مردوں کے ساتھ شادیاں کر لیں۔ لیکن گبورہ ہمارے ساتھ ہی رہ رہی تھی۔ اس نے نہ تو دوسری شادی کی اور نہ وہ اس گھر سے گئی۔ وہ جب بھی مجھے تنہائی میں ملتی، یہی کہتی کہ وہ اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر رہی ہے۔ اور میں اس کی اس بات سے بہت خوش تھا کہ اس نے میرے اور توگراش کے درمیان آنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ شاید

اس کی عقیدت، احترام اور پرستش کے گہرے جذبے کے باعث وہ اس قسم کی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ میری اور توگراش کی خدمت کر کے اسے روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ویسے وہ زیادہ تر خدمت توگراش کی ہی کرتی تھی کیونکہ میں تو سارا دن گھر سے باہر رہتا تھا۔ میں عام کسانوں کی طرح دن بھر کام کیا کرتا تھا۔ لیکن اب توگراش کو اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ اپنی حفاظت کی غرض سے میرے قریب رہے۔ اب بھلا کسی خطرے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا! توگراش اطمینان سے گھر میں رہتی۔ البتہ دوپہر کا کھانا میرے لیے لے کر وہ خود آتی تھی اور ہم دونوں دوسرے کسانوں اور ان کی عورتوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔

کھیتوں میں ہل چلا کر ان کی مکمل طور پر صفائی کی جا چکی تھی۔ نئی فصل کی بوائی کا وقت آ گیا تھا۔ چند دن کے اندر اندر سارے کھیتوں کی تیاری مکمل ہو گئی اور بیج ڈالنے کا کام شروع ہو گیا۔ سارے لوگوں کو امید تھی کہ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی فصل بہت اچھی ہوگی کیونکہ اس سال پچھلے سال سے زیادہ سخت محنت کی جا رہی تھی، نیز سارا کام ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت منظم طور پر کیا جا رہا تھا۔ سارے کھیتوں میں بیج ڈال دیے گئے اور پانی چھوڑ دیا گیا۔ چند روز بعد کھیتوں میں چھوٹے چھوٹے کلے نکل آئے۔ بیج بہت عمدہ تھا اور کھیتوں میں کھاد بھی خوب ڈالی گئی تھی، اس لیے کلے بڑے توانا تھے اور تعداد میں بھی بہت زیادہ تھے۔ کلوں کو دیکھ کر کسان بہت خوش تھے۔ بہت ہی کم بیج ضائع ہوتے تھے۔ ننھے پودوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا جو زیادہ تر گاؤں میں کھیتوں کے کنارے کھودے ہوئے کنوؤں سے حاصل ہوتا تھا۔ گاؤں کے قریب ایک چھوٹی سی خوبصورت ندی بھی موجود تھی جس کا پانی آئینے کی طرح صاف و شفاف اور ٹھنڈا تھا۔ ندی کے کنارے عورتوں اور مردوں کے نہانے کے لیے الگ الگ مقامات بنے ہوئے تھے۔

کوئی دو ہفتے کی مدت میں کھیتوں میں اگے ہوئے کلے اچھے خاصے لمبے ہو گئے اور کھیتوں میں دور دور تک سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگا۔ اب امید تھی کہ جلد ہفتے میں بارش شروع ہونے والی تھی اور پھر اس کے بعد یہ ننھے کلے بڑے بڑے پودوں کی شکل اختیار کر لیتے اور ان میں اناج کی بالیاں پھوٹنے لگتیں۔ کسانوں نے اپنا کام ختم کر دیا تھا۔ صرف کنوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی کھیتوں میں دیا جا رہا تھا۔ اب قدرت کو اپنا کام کرنا تھا۔ بارش ہونے والی تھی۔

تین ہفتے گزر گئے۔ اس مدت کے دوران کسان کھیتوں کو کنوؤں کے ذریعے تھوڑا بہت سیراب کرتے رہے لیکن بارش کے بغیر فصل تیار نہیں ہو سکتی تھی۔ رات دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ در و دیوار تپ رہے تھے۔ خوفناک حبس جگہ جگہ سے پھیل رہی تھی اور بارش کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ کھیتوں میں اگے ہوئے ننھے پودے کمزور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ان کی پتیاں آہستہ آہستہ مرجھانے لگیں اور بارش کے بغیر ان کا مرجھانا یقینی تھا۔ سورج سارا دن آگ کے شعلے کی طرح دہکتا رہتا۔ لوگوں کے جسموں سے پسینے کی دھاریں پھوٹ کر بہتیں۔ آسمان کسی ویران اور بنجر میدان کی طرح صاف اور بے آب و گیاہ نظر آتا۔ بادلوں کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی اپنی جھلک نہ دکھاتا۔

شروع کے دنوں میں تو بستی کے باشندے اسی انتظار میں رہے کہ صبح یا شام بارش ہونے والی ہے۔ لیکن جب دن پہ دن گزرتے رہے اور آسمان سے بارش کے بجائے سورج کی تیز کرنوں کی شکل میں آتشیں برچھیاں برستی رہیں تو لوگوں کو تشویش لاحق ہونی شروع ہو گئی۔ اگر اگلے چند روز میں بارش نہ ہوئی تو فصلوں کا تباہ ہو جانا یقینی نظر آ رہا تھا۔ میں خود بھی اس صورت حال سے کافی پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے اپنی دو سالہ محنت اور منصوبہ بندی خاک میں ملتی نظر آ رہی تھی۔

اس دن صبح ہی صبح بستی کے سارے لوگ میرے گھر کے دروازے کے آگے جمع ہو گئے۔ میرے مشیر لوشے نے مجھے اطلاع دی کہ لوگ مجھ سے کوئی درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ میں گھر سے باہر نکلا۔ بستی کے دو بوڑھے آگے آئے اور انہوں نے میرے سامنے جھک کر کہا: "عظیم شادیلا کا اقبال بلند ہو! ہم آپ سے یہ کہنے کے لیے آئے ہیں کہ تم ہماری جانب سے بوتاکر کو جو بارش کا دیوتا ہے، یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر اس نے بارش نہیں بھیجی تو ہماری فصلیں تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ ہم لوگ بھوکے مر جائیں گے۔ بوتاکر ہماری حالت پر رحم کرے اور جلدی سے بارش بھیج دے۔"

ان کی اس عجیب و غریب درخواست نے مجھے چکر میں ڈال دیا۔ تاہم مجھے ان سے یہ وعدہ کرتے ہی بن پڑا کہ میں بوتاکر کو ان کا پیغام پہنچا دوں گا اور خود بھی بوتاکر سے کہوں گا کہ وہ جلدی سے بارش بھیج دے۔

لیکن ایک مہینہ پورا گزر گیا اور بوتاکر نے بارش نہیں بھیجی۔ تیز و صبر آزما جھلسا دینے والی گرمی نے سارے ننھے پودوں کو خشک کر دیا۔ کھیتوں میں ان کے سوکھے ہوئے ڈنٹھلوں کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں بچا۔ پیاسی زمین کی زبان بالکل سوکھ کر جگہ جگہ سے چٹخ گئی۔ لوگ سارا دن کھیتوں کی منڈیروں پر بیٹھے ہوئے خالی آسمان کو تکا کرتے جہاں بے رحم و آتشیں سناٹوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ میں خود بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا۔

برسات کا پورا موسم گزر گیا اور آسمان سے پانی کی ایک بوند بھی نہیں گری۔ کنوؤں میں پانی کم ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے تالاب اور جوہڑ خشک ہو گئے۔ ندی میں پانی بہت ہی کم رہ گیا۔ وہ آدھی سے زیادہ سوکھ چکی تھی۔ چراگاہیں ویران ہو گئیں۔ سبزے سے خالی زمین پر بھوکے مویشی ٹکریں مارتے پھرتے تھے۔ لوگوں کے چہروں سے خوشی رخصت ہو چکی تھی۔ اب نہ فضاؤں میں گیتوں کی گونج تھی اور نہ شام کو رقص و سرود کی رنگین محفلیں برپا ہوتیں جو اس بستی کا طرۂ امتیاز تھیں اور جن میں میں خود بھی بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتا تھا۔

میں نے اور لوشے نے گاؤں کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ مل کر غلے کے گوداموں کا جائزہ لیا۔ ابھی ہمارے پاس اتنا غلہ موجود تھا جسے اگر احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جاتا تو وہ پوری بستی کے لیے اگلی فصل تک

کے لیے کافی ہو سکتا تھا۔ میں نے نوشے اور گاؤں کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر ایک جامع منصوبہ تیار کیا۔ بستی کے سارے گھروں اور ہر گھر کے سارے افراد کی فہرستیں تیار کی گئیں اور ہر گھر کو دیے جانے والے غلے کی مقدار کا تعین کر لیا گیا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ غلہ ہر ہفتے دیا جائے گا۔

میں ان انتظامات سے خاصا مطمئن تھا اور مجھے اُمید تھی کہ غلے کی موجودہ مقدار اگلی فصل تک کے لیے کافی ہو جائے گی۔ لیکن ایک سوال برابر میرے ذہن کو پریشان کیے جا رہا تھا، اور وہ یہ کہ اگر اگلے سال بھی بارش نہیں ہوئی تو؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بستی کے بزرگ کئی بار میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ بوتاکر کو کسی طرح راضی کروں کہ وہ بارش بھیج دے۔ میں نے انھیں ٹالنے کے لیے کہا کہ بوتاکر پابند نہیں ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ جب اس کی مرضی ہوگی تب وہ بارش بھیجے گا۔

آہستہ آہستہ گرمی کی شدت میں کمی ہونے لگی۔ خشک اور جان لیوا موسم گرما کا اختتام قریب آگیا۔ دن چھوٹے ہونے لگے اور راتیں لمبی ہونے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے جاڑے کے موسم نے ہر طرف اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔ بستی پر ہر طرف ویرانی برسنے لگی۔ شام ہونے سے پہلے ہی پہلے تمام گھروں کے دروازے بند ہو جاتے اور ہر طرف موت کا سا سناٹا طاری ہو جاتا۔ مویشیوں کے بولنے کی آوازیں بھی بہت کم سنائی دیتیں کیونکہ گھاس، چارے اور پانی کی کمی کے سبب ان کی بڑی تعداد ہلاک ہو چکی تھی۔ بستی کے غلے کے گودام بڑی تیزی سے خالی ہو رہے تھے۔

سردیوں کا موسم بھی بالکل خشک گزرا۔ اس سے پہلے یہاں موسم سرما میں بھی اچھی خاصی بارش ہو جاتی تھی لیکن اس بار آسمان سے ایک بوند بھی نہیں گری۔ البتہ رات کو گرنے والی اوس کے سبب زمین میں خاصی نمی پیدا ہو گئی اور اس کی خشکی ختم ہو گئی۔

کسی نہ کسی طرح بستی والوں نے جاڑے کا موسم گزارا اور موسم بہار کی آمد آمد ہوئی۔ کسان اپنے ہل بیل لے کر ایک بار پھر کھیتوں کی طرف چل پڑے۔ سوکھی ہوئی زمین میں بمشکل ہل چلا کر اسے صاف کیا گیا۔ جھاڑ جھنکار نکال کر باہر پھینکے گئے اور ایک بار پھر بیج بو دیے گئے۔ کنوؤں کا بچا کھچا پانی کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

ایک ہفتے کے بعد کھیتوں میں ہرے ہرے چھوٹے چھوٹے پودے نمودار ہو گئے۔ لیکن پچھلے سال کے مقابلے میں ان کی تعداد بھی کم تھی اور وہ زیادہ صحت مند بھی نہیں تھے۔ گاؤں والوں کے دل مایوسی میں ڈوب گئے۔ پچھلے خشک سال نے زمین کی ساری نمی چوس لی تھی اور اس مرتبہ فصل صرف اسی صورت میں اچھی ہو سکتی تھی جب بہت زیادہ بارشیں ہوں۔ اور کون کہہ سکتا تھا کہ اس سال موسم کا مزاج کیسا رہے گا؟

برسات کا موسم شروع ہو گیا اور دن تیزی سے گزرنے لگے۔ آسمان مسلسل قہر برسا رہا تھا۔ دور دور تک کوئی بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا۔ مایوسی کے عالم میں لوگوں کے دل بیٹھے جا رہے تھے۔ انھیں ایسا لگ رہا تھا کہ اس سال بھی بارش کا دیوتا ان پر مہربان نہیں ہوگا۔ کھیتوں میں اُگنے والے ننھے پودے پانی کے بغیر ایک بار پھر مرجھانا شروع ہو گئے تھے۔

گاؤں کے بزرگوں کا ایک وفد میرے پاس آیا جس کی قیادت ایک بوڑھا کسان کر رہا تھا۔

"عظیم شادیلا کا اقبال بلند ہو۔" اس نے میرے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔ "عظیم شادیلا! ہمیں اجازت دو کہ ہم بوتاکر کے حضور خصوصی نذرانہ پیش کریں۔ بوتاکر ہم لوگوں سے ناراض ہو گیا ہے۔ اسی لیے اس نے پچھلے سال بھی بارش نہیں بھیجی اور اس سال بھی وہ بارش بھیجنے پر آمادہ نظر نہیں آتا۔ اس کو منانے کا اب ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ یہ کہ اس کے حضور خصوصی قربانی پیش کی جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے پندرہ سال پہلے بھی بوتاکر ہم سے اسی طرح ناراض ہو گیا تھا۔ اس نے دو سال تک بارش نہیں بھیجی۔ بستی والے قحط کا شکار ہو گئے۔ سارے مویشی مر گئے۔ لوگ جنگل کے پتے اور جنگلی پھل پھول کھا کھا کر اپنا پیٹ بھر رہے تھے۔ اور تب گاؤں کے بڑے پروہت کے حکم پر بوتاکر کو نذرانہ پیش کیا گیا اور اس کے چند ہی روز کے بعد اس قدر شدید بارش ہوئی کہ ایک ہفتے تک سورج کی شکل ہی نظر نہیں آئی۔"

"تم نے بوتاکر کے حضور کیا نذرانہ پیش کیا تھا؟" میں نے اس بوڑھے سے پوچھا۔

"دو کنواری لڑکیوں کا خون۔" بوڑھے نے اطمینان سے جواب دیا۔ "بوتاکر کو راضی کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے لیے دو ایسی کنواری لڑکیوں کو قربان کر دیا جائے جو ایسے دن پیدا ہوئی ہوں جس دن بارش ہو رہی ہو۔ بوتاکر اس قربانی کو قبول کر لیتا ہے اور بارش بھیج دیتا ہے۔ اس وقت بھی گاؤں میں ایسی دو کنواری لڑکیاں موجود تھیں جو بارش کے دن پیدا ہوئی تھیں، اور خوش قسمتی سے اس وقت بھی گاؤں میں ایسی دو لڑکیاں موجود ہیں۔ ہم نے ان کے والدین سے بات کر لی ہے اور انھوں نے اس بات کی اجازت دے دی ہے۔ لیکن اب ہمیں تمھاری اجازت درکار ہے کیونکہ اس کے بغیر ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔" میری زبان سے اچانک نکل گیا۔ بوڑھا اور اس کے دوسرے ساتھی حیرت سے میری شکل دیکھنے لگے۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں بوتاکر کو راضی کرنے کی ایک بار پھر کوشش کروں گا۔" میں نے سنبھل کر کہا۔ "ہو سکتا ہے وہ میری بات مان جائے اور ان لڑکیوں کی جان لینے کی ضرورت نہ پڑے۔"

"بوتاکر نے پچھلے سال بھی تمھاری بات نہیں مانی تھی۔" بوڑھے نے افسردگی سے کہا۔ "اس سال بھی کوئی اُمید نہیں ہے کہ وہ تمھاری بات مانے۔ وہ ضرور ہم لوگوں سے ناراض ہو گیا ہے اور اس وقت تک بارش نہیں بھیجے گا جب تک کہ اس کے حضور قربانی پیش نہیں کی جائے گی۔ ہمیں اس کی اجازت دے دو عظیم شادیلا۔"

"میں تمھیں ابھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔" میں نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "اس گاؤں میں بسنے والے ہر انسان کا خون بہت قیمتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے اس طرح آسانی سے بہا دیا جائے۔"

"لیکن یہ خون بے کار نہیں بہایا جائے گا عظیم شادیلا۔" بوڑھا بولا۔ "یہ ایک نیک مقصد کے لیے بہایا جائے گا۔"

"بہرحال تمھیں میری اجازت کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔" میں نے فیصلہ سنا کر وفد کو رخصت کر دیا۔ وہ لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد میں شدید ذہنی اُلجھن کا شکار ہو گیا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ میں ایک فضول اور بیہودہ سی رسم کی خاطر گاؤں کی دو معصوم لڑکیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی اجازت دے دیتا۔ لیکن اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر کیا کروں؟ بارش لانا میرے اختیار میں نہیں تھا اور اس مرتبہ کی خشک سالی کا مطلب تھا مکمل تباہی۔ اگر میں ان لڑکیوں کی قربانی کی اجازت دے بھی دیتا تو بھی ظاہر ہے کہ بارش کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

رات کو نوشے میرے پاس آیا۔ وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ بستی کے لوگوں نے اس بات کو بالکل پسند نہیں کیا ہے کہ میں نے انھیں لڑکیوں کی قربانی دینے سے روک دیا ہے۔ ان لوگوں کو یقین ہے کہ قربانی کے بغیر وہ بوتاکر دیوتا کو راضی نہیں کر سکیں گے اور وہ بارش نہیں بھیجے گا۔ وہ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شادیلا میں خود اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ بوتاکر کو بارش بھیجنے پر مجبور کر سکے۔ اور اگر شادیلا خود بوتاکر کو راضی نہیں کر سکتا تو پھر اسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بستی والوں کو قربانی کی اجازت نہ دے۔ نوشے نے بتایا کہ بستی کے بعض لوگ، جن کا تعلق کرشاسا کے کارندوں کے خاندانوں سے ہے اور جو دل ہی دل میں مجھے شروع ہی سے ناپسند کرتے رہے ہیں، اس موقع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور میرے خلاف لوگوں کے کان بھر رہے ہیں۔ وہ لوگوں سے یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ بوتاکر صرف میری وجہ سے بستی والوں سے ناراض ہو گیا ہے اور میں بستی والوں کو بھوکا مار دینا چاہتا ہوں۔ بستی کے لوگ ان کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔

مجھے یہ سب کچھ سن کر سخت حیرت ہوئی۔ میں نے اس بستی والوں کے لیے جو کچھ کیا تھا اس کے لیے انھیں میرا شکر گزار ہونا چاہیے تھا، اور وہ تھے بھی۔ لیکن اب اچانک ان کی نگاہیں بدلنی شروع ہو گئی تھیں۔ میں ان کا پیٹ بھرنے کا سامان نہیں کر پا رہا تھا، اس لیے وہ مجھ سے برگشتہ تھے۔

دوسرے دن صبح بستی کے سارے لوگ میرے گھر کے دروازے کے سامنے جمع ہو گئے۔ وہ زور زور سے بول رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ اس سے پہلے انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ جب کبھی بھی آتے نظم و ضبط اور آداب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے تھے۔ لیکن اس بار ان کے تیور خاصے بدلے ہوئے تھے۔

جیسے ہی میں باہر نکل کر ان کے سامنے آیا، وہ چلانے لگے۔ "ہمیں قربانی کی اجازت دو شادیلا! ہمیں اجازت دو شادیلا! ہم بھوکے نہیں مرنا چاہتے۔ ہمیں پانی چاہیے۔ ہمیں بارش چاہیے۔ ہم بوتاکر کو منائیں گے۔"

میں اگر ان لوگوں سے یہ کہتا کہ بوتاکر کوئی چیز نہیں ہے اور بارش کا ہونا یا نہ ہونا قدرت کی قوتوں کے ہاتھ میں ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں عجیب سی صورت حال میں گھر گیا تھا۔ میں ان دو معصوم اور بے گناہ لڑکیوں کی زندگی بھی بچانا چاہتا تھا اور بستی والوں کو خوش بھی رکھنا چاہتا تھا۔ بظاہر بیک وقت یہ دونوں باتیں ناممکن نظر آتی تھیں۔

میں نے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو خاموش کیا۔ میں دل ہی دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

"سنو لوگو!" میں نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں کنواری لڑکیوں کی قربانی پیش کرنے کی اجازت ضرور دوں گا، لیکن ابھی نہیں۔ تمھیں اس کے لیے کم از کم دس دن تک مزید انتظار کرنا پڑے گا۔ اس عرصے کے دوران میں بوتاکر کو راضی کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ بارش بھیج دے۔ مجھے یقین ہے کہ اس بار بوتاکر ضرور راضی ہو جائے گا۔ اگر وہ میرے کہنے سے راضی نہیں ہوا تو پھر تم بے شک قربانی پیش کر کے اسے راضی کر لینا۔ اس وقت میں تمھیں اس کی اجازت دے دوں گا۔"

میری اس بات کا لوگوں پر خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ انھیں اطمینان ہو گیا تھا کہ اگر بوتاکر نے میری بات نہیں مانی تو وہ قربانی کے ذریعے اسے راضی کر لیں گے۔

لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں سخت شش و پنج میں مبتلا ہو گیا۔ میں نے تو محض لوگوں کو ٹالنے کے لیے دس دن کی بات کی تھی، اس اُمید میں کہ شاید اس دوران بارش ہو جائے اور بستی کی دو بے گناہ لڑکیاں قتل ہونے سے بچ جائیں۔ توگراش مجھے فکرمند دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ میں نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ بارش برسانا میرے قبضۂ قدرت سے باہر ہے، اور میں اس سلسلے میں گاؤں والوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ گاؤں والے بلاوجہ دو معصوم انسانی جانوں کا خون کرنا چاہتے ہیں، جبکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

میں ابھی توگراش سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ گبودہ آ گئی۔ اس نے بتایا کہ بستی میں چند لوگ میرے خلاف رات دن سازشوں میں مصروف ہیں۔ ان لوگوں کا تعلق کرشاسا کے ان کارندوں کے خاندانوں سے ہے جنھیں لوگوں نے ہلاک کر دیا تھا۔ یہ لوگ بستی میں یہ افواہیں پھیلا رہے ہیں کہ دھرتی دیوتا مجھ سے ناراض ہیں اور اسی لیے انھوں نے بستی کی طرف سے نظریں پھیر لی ہیں، اور خود مجھ میں اتنی قوت موجود نہیں ہے کہ میں روٹھے ہوئے دیوتاؤں کو منا سکوں۔ یہ لوگ بستی کے باشندوں کو اس بات پر اکسا رہے ہیں کہ وہ مجھ سے یہاں سے چلے جانے کے لیے کہیں کیونکہ میری وجہ سے ساری بستی عذاب کا شکار ہو رہی ہے۔ گبودہ نے مجھے ان

لوگوں کے نام بھی بتا دیے جو یہ سارے کام کر رہے تھے۔ میں چاہتا تو انھیں روک سکتا تھا لیکن میں نے اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہی طے کیا کہ اگر حالات میرے لیے زیادہ ناموافق ہو گئے تو میں توگراش کو لے کر کہیں اور نکل جاؤں گا۔ ویسے بھی خشک سالی کے اس دور میں، میں بستی والوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ بھوک اور قحط کے متوقع حملے کو روکنا میرے لیے کیا کسی کے بھی بس کی بات نہیں تھی۔

میں دن بھر ادھر اُدھر گھوم کر وقت گزارتا رہتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس آسمانی مصیبت کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ قحط سالی سے نمٹنے کا انسان کے پاس کوئی طریقہ موجود نہیں تھا۔ بارش کا کوئی نعم البدل موجود نہیں تھا اور پر نصیب سچ تو یہ ہے کہ آج بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی اس ترقی یافتہ دنیا میں بھی بارش کا کوئی نعم البدل موجود نہیں ہے۔ بہرحال میں خود کو بے بس اور مجبور پا رہا تھا اور سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ بستی کے لوگوں کی نظروں میں اب میرے لیے وہ بات نہیں رہی تھی جو پہلے تھی۔ ان کی نگاہوں میں میرے لیے بیگانگی نظر آتی تھی۔ وہ میری جانب اجنبیت اور لاتعلقی کا رویہ اختیار کرتے جا رہے تھے بلکہ بہت سے لوگوں کی نظروں میں تو میں نے اپنے لیے ناپسندیدگی کے جذبات دیکھے۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اگر دس دن کے اندر اندر بارش نہیں ہوئی تو پھر مجھے یہاں سے چلا جانا ہوگا کیونکہ میں ایک ناپسندیدہ شخصیت بن کر نہیں رہنا چاہتا تھا۔

آٹھ دن صاف گزر گئے اور اس دوران آسمان پر بادل کا ایک چھوٹا سا بھی ٹکڑا نمودار نہیں ہوا۔ میری طبیعت سخت مکدر ہو گئی اور میں نے توگراش کو بتا دیا کہ وہ اب یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔ دو دن کے بعد مجھے بستی چھوڑ دینی تھی۔

گبودہ نے مجھے بتایا کہ میرے مخبر نوشتے سمیت گاؤں کے سربرآوردہ لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اگر مزید دو روز تک بارش نہیں ہوئی تو پھر نہ تو وہ میری ہدایت کا انتظار کریں گے اور نہ مجھ سے اجازت طلب کریں گے بلکہ پہلے طور پر دو کنواری لڑکیوں کی قربانی دے کر بوتا کر کو راضی کر لیں گے۔ میں نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ اگر یہ لوگ قربانی دینا ہی چاہتے ہیں تو میں انھیں منع نہیں کروں گا بلکہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دوں گا اور یہاں سے چل دوں گا۔ اس بستی کے لوگوں نے میری قوت کا یہ کرشمہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ میں آگ میں سے زندہ نکل آیا تھا، اس لیے وہ مجھے دیوتا تو مانتے تھے لیکن بارش کے سلسلے میں ان کی مدد نہ کر سکنے کے سبب وہ مجھ سے بدظن ہو گئے تھے۔

گبودہ کو جب یہ پتا چلا کہ میں اور توگراش دو دن کے بعد یہاں سے جانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو وہ بہت دل گرفتہ ہوئی اور اس نے مجھ سے اور توگراش سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر ہم لوگ اسے اپنے ساتھ نہیں لے گئے تو وہ خود کو ہلاک کر ڈالے گی۔ ہم دونوں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانی اور اپنی بات پر اڑی رہی، جس میں اپنی بقیہ زندگی عظیم شادولی اور اس کی قابل احترام بیوی کی خدمت میں ہی گزارنا چاہتی ہوں،" وہ بار بار کہتی۔ میں سخت مشکل میں گرفتار ہو گیا۔ جہاں تک توگراش کا تعلق تھا تو اسے ساتھ لے جانا تو میری مجبوری تھی کیونکہ وہ میری بیوی تھی لیکن اب گبودہ کو بھی ساتھ لے جانے کا مطلب یہ تھا کہ میری نقل و حرکت اور سرگرمیوں کا دائرہ بہت ہی محدود ہو کر رہ جائے گا۔ مجھے ہر ہر قدم پر ان دونوں انسانی جانوں کی سلامتی کے بارے میں سوچنا پڑے گا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔ میں ذہنی طور پر اس جھمیلے کے لیے تیار نہیں تھا، لیکن اس سے فرار کا کوئی راستہ بھی مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔

سوکھے بے رس گرم اور تپتے ہوئے دو دن مزید گزر گئے۔ دوسرے دن تقریباً ساری ہی بستی کے مرد، عورتیں اور بچے اپنے اپنے گھروں سے باہر گلیوں میں اور کھیتوں کی منڈیروں پر جا بیٹھے اور سسکتے ہوئے آسمان کو تکتے رہے۔ ان کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی اور زبانیں سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو گئیں۔ چہرے لال بھبھوکا ہو گئے اور جسم پسینے سے تر ہو گئے۔ دوپہر گزر گئی تو سورج نے اپنا واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ آسمان بالکل صاف رہا، رفتہ رفتہ شام ہو گئی، اداس اور پھیکی شام، جو کسی سیاہ ماتمی چادر کی طرح آہستہ آہستہ زمین پر پھیلتی گئی۔

میں گبودہ اور توگراش کے ساتھ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا اور بے رحم آسمان کو تک رہا تھا۔ جب سیاہی پھیلنے لگی تو ہم نیچے اتر آئے۔ میرے مکان میں اس وقت ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ باقی تمام لوگ بستی کے وسیع میدان میں چلے گئے تھے جہاں دو کنواری لڑکیوں کی قربانی دینے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد گبودہ بھی باہر چلی گئی اور گھر میں، میں اور توگراش اکیلے رہ گئے۔ توگراش اپنی موٹی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے چند جوڑے کپڑے، جوتے اور روزمرہ استعمال کی کچھ چھوٹی موٹی اشیا ایک بڑے سے تھیلے میں ڈال لی تھیں۔ ساتھ لے جانے کے لیے کھانا تیار کرنا گبودہ کا کام تھا اور وہ باہر سے واپس آ کر یہ کام کرنے والی تھی۔ میں نے تین عمدہ اور تیز رفتار گھوڑوں کا انتخاب پہلے ہی کر لیا تھا۔ ہمیں کل صبح ہونے سے پہلے یہ بستی چھوڑ دینی تھی۔ اور سورج طلوع ہونے تک اتنی دور چلا جانا تھا کہ ہمارے پیچھے آنے والے ہمارا نشان نہ پا سکیں۔ ویسے مجھے توقع تھی کہ کوئی بھی ہماری تلاش میں آنے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ میری ذات سے لوگوں کی دلچسپی تقریباً ختم ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد گبودہ واپس آ گئی۔ اس نے بتایا کہ قربانی کی تیاری کر لی گئی ہے جو کہ ایک چھوٹے سے چبوترے کی شکل میں ہے۔ اس چبوترے پر باری باری دونوں لڑکیوں کو لٹایا جائے گا اور گنڈاسے کے ایک ہی وار سے ان کے سر الگ کر دیے جائیں گے۔ ان کے جسموں سے بہنے والے خون کو بڑے بڑے برتنوں میں جمع کیا جائے گا اور پھر انھیں کھلے آسمان کے نیچے ندی کے کنارے رکھ دیا جائے گا جہاں آدھی رات کے بعد بوتاکر آئے گا اور اس خون کو پی کر خوش ہو جائے گا اور بارش برسا دے گا۔

پانی بیج دے گا۔

میں گبودہ کی باتیں سن کر خاموش ہو گیا۔ مجھے ان دو لڑکیوں کے قتل ہونے کا افسوس تو ضرور تھا لیکن میں اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے گبودہ کو ہدایت دی کہ وہ جلد از جلد کھانا وغیرہ تیار کرے اور اس کے بعد آرام کرے تاکہ ہم رات کے پچھلے پہر روانہ ہو سکیں۔

گبودہ اپنے کام میں لگ گئی اور میں توگراش سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے اسے بتایا کہ قحط سالی کا شکار صرف ہماری ہی بستی نہیں ہے بلکہ آس پاس کے تمام علاقے اس کی زد میں ہیں کیونکہ کئی دور دراز کے علاقے کے ایلچی میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے اپنے اپنے علاقوں کے لیے غلے کی خریداری کی خواہش ظاہر کی تھی۔ وہ سب ایک دوسرے سے بڑھ کر رقم دینے کے لیے تیار تھے لیکن میں نے ان کو بتا دیا کہ ہمارے پاس خود اپنی ضروریات کے لیے بھی غلہ کافی نہیں ہے۔ اس لیے بیچنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ توگراش کے خیال میں لاتاگی کی بستی بھی قحط سالی کا شکار ہوگی۔ وہ اپنے بابا اندیشک کے بارے میں دیر تک باتیں کرتی رہی۔

اچانک زور زور سے ڈھول پیٹنے اور ایک بے ہنگم سا گیت گانے کی آوازیں دور سے سنائی دینے لگیں۔ گبودہ جو باورچی خانے میں مصروف تھی، بھاگتی ہوئی آئی اور اس نے ہمیں بتایا کہ اب قربانی شروع ہونے والی ہے۔ ڈھول کی آواز تیز ہوتی گئی اور اسی کے ساتھ گیت کی لے بھی اونچی ہوتی گئی۔ اب میں اس کے بول صاف طور پر سن سکتا تھا۔ اس گیت میں بوتاکر کی تعریف کی گئی تھی، اس کی قوتوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا اور اس سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ کنوارے خون کی قربانی قبول کر لے اور بارش بھیج دے۔ یکایک گانے کی آواز بند ہو گئی اور ڈھول کے شور میں بہت ناک اضافہ ہو گیا۔ اور پھر ایک ساعت کے بعد ڈھول کی آواز بھی بند ہو گئی اور چاروں طرف موت کا سا سناٹا طاری ہو گیا اور پھر اس سناٹے میں ایک نہایت دل خراش نسوانی چیخ بلند ہوئی۔ توگراش نے اپنی چیخ روکنے کے لیے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ میں اُداس ہو گیا۔ گبودہ ایک بار پھر باورچی خانے سے بھاگتی ہوئی آئی اور اس نے بتایا کہ ایک لڑکی کی قربانی دی جا چکی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور زوردار چیخ بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ڈھول اور گیت کی آواز سناٹے میں گونجنے لگی۔ قربانی کی رسم مکمل ہو چکی تھی۔

توگراش اور گبودہ جلد ہی سو گئیں اور ان کے خراٹے سنائی دینے لگے لیکن میں مسلسل جاگتا رہا۔ رات اب آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور ایک گھنٹے کے بعد ہمیں اٹھ کر اپنے سفر کا آغاز کر دینا تھا۔ تینوں گھوڑے مکان کے صحن میں بندھے ہوئے تھے۔ توگراش اور گبودہ دونوں ہی اچھی گھڑ سوار تھیں۔

اچانک ہوا بند ہو گئی اور حبس کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ گرمی کی شدت میں ایک دم اضافہ ہو گیا اور فضا جیسے ساکت ہو کر رہ گئی۔ موسم کی موجودہ صورت حال میں یہ اچانک تبدیلی بڑی حیران کن تھی۔ کافی دیر تک فضا کی یہی کیفیت رہی۔ میں آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ پھر یکایک گھپ اندھیرے میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ اس کے تقریباً آدھے منٹ کے بعد بہت دور سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز اتنی زوردار تھی کہ توگراش اور گبودہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔

"یہ کیسی آواز تھی شادولی؟" توگراش نے گھبرا کر مجھ سے پوچھا۔

ابھی میں کوئی جواب بھی نہیں دینے پایا تھا کہ دوبارہ تیز بجلی چمکی اور اس کے بعد پھر زوردار دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی زوردار بارش شروع ہو گئی۔

"بارش! بارش! بارش!" گبودہ اور توگراش خوشی کے عالم میں چیخنے لگیں۔ گبودہ نے جلدی سے چراغ روشن کر دیا۔ کمرے میں اُجالا ہو گیا۔ ہم تینوں کمرے سے نکل کر دالان میں اور پھر صحن میں آ گئے۔ بڑی تیز بارش ہو رہی تھی، اور اس کے ساتھ ہی بستی کے تقریباً سارے ہی گھروں سے شور و غل کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ سارے لوگ نیند سے بیدار ہو گئے تھے اور خوشی کے مارے چیخ رہے تھے۔ میں، توگراش اور گبودہ اپنے مکان کا دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ پانی کی دھاریں ہمارے جسموں کو نئی زندگی بخش رہی تھیں۔ اچانک زور سے بجلی چمکی اور چند لمحوں کے لیے سارا منظر روشن ہو گیا۔ مرد، عورتیں اور بچے اپنے اپنے گھروں کے آگے کھڑے ہوئے بارش میں بھیگ رہے تھے اور ہنس رہے تھے، خوش ہو رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ یکایک کسی نے زور سے نعرہ لگایا "قربانی قبول ہو گئی" اور پھر سیکڑوں زبانوں نے انھیں الفاظ کو دہرایا "قربانی قبول ہو گئی، بوتاکر عظیم اور مہربان ہے" کسی طرف سے اندھیرے میں آواز بلند ہوئی، اور اس کی صدائے بازگشت بڑی دیر تک گونجتی رہی۔

بڑی دیر تک لوگ اپنے گھروں سے باہر اندھیرے میں کھڑے شور مچاتے رہے اور ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیتے رہے۔ بارش کی شدت میں اور زیادہ اضافہ ہوتا گیا۔ بالآخر لوگ اپنے اپنے گھروں کے اندر چلے گئے اور بارش کے تیز شور کے علاوہ باقی ساری آوازیں کم ہو گئیں۔ میں، توگراش اور گبودہ بھی واپس گھر کے اندر آ گئے۔ توگراش اور گبودہ نے اپنے کپڑے تبدیل کیے۔ توگراش نے مجھے بھی ایک خشک لباس دے کر کپڑے بدلنے کو کہا۔ میں دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کاش یہ بارش چند گھنٹے پہلے شروع ہو جاتی تو دو معصوم لڑکیوں کی جان بچ جاتی۔

توگراش اور گبودہ پھر اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئیں اور دیر تک آپس میں باتیں کرتی رہیں۔

صبح کی ملگجی روشنی نمودار ہوئی۔ سورج کو گہرے بادلوں نے اپنے پردے میں چھپا رکھا تھا۔ دھواں دھار بارش ہو رہی تھی اور آسمان سے جیسے پانی کی چادریں گر رہی تھیں۔ صبح ہوئے کافی دیر ہو گئی لیکن بارش کی شدت میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوتا گیا۔ آدھی رات کے بعد سے جو بارش شروع ہوئی تھی تو کسی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ اندازے کے مطابق اب دوپہر ہو چکی تھی لیکن بارش برابر جاری تھی۔ توگراش اور گبودہ کے چہروں سے

خوف جھلکنے لگا۔ مکان کے اندر ہر طرف پانی ہی پانی بھر گیا اور اس کی سطح برابر بلند ہو رہی تھی۔

اسی عالم میں بستی کے لوگوں کا ایک گروہ بُری طرح بھیگتا ہوا میرے پاس آیا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ بستی کے بہت سے مکان گر چکے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی گرنے والے ہیں۔ بستی میں کمر کمر تک پانی کھڑا ہو گیا ہے اور دور دور تک زمین نہیں دکھائی دے رہی ہے۔ اگر یہ طوفانی بارش کچھ دیر تک اور جاری رہی تو ساری بستی بہہ جائے گی۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں دیوتا کرے سے درخواست کروں کہ وہ بارش روک دے۔ ”کیا کوئی اور قربانی دے کر دیوتا کو راضی نہیں کیا جا سکتا؟“ میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ لیکن ان لوگوں کو میری بات کا جواب دینے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ اچانک یوں محسوس ہوا گویا جیسے پورے مکان کو کسی نے ہلا کر رکھ دیا ہو۔ ایک زوردار دھماکا ہوا اور گرد کے بادل اٹھنے لگے جو بارش کے سبب فوراً ہی بیٹھ گئے۔ پورا مکان زمین بوس ہو چکا تھا اور پانی کی تیز موجیں شور کرنے کے ساتھ بہہ رہی تھیں۔ توگراش، گبورو، بستی سے آنے والے لوگ، سب کے سب منوں مٹی کے نیچے دب کر رہ گئے تھے۔ خود میں بھی ملبے کے ڈھیر کے نیچے دب گیا تھا، لیکن چند ہی لمحوں میں باہر نکل آیا۔ میرے ارد گرد بڑا ہی عبرت ناک منظر تھا۔ جہاں ابھی کچھ دیر پہلے تک ایک وسیع و عریض مکان کھڑا ہوا تھا، وہاں ملبے کے بڑے بڑے ٹیلوں کے علاوہ اور کچھ نہیں بچا تھا اور یہ ٹیلے بھی بڑی تیزی کے ساتھ پانی کی طوفانی موجوں میں بہتے جا رہے تھے۔ پانی اب میرے سر سے بھی اونچا ہو گیا تھا اور میں تیرنے لگا۔ تیرتا ہوا میں بستی کی طرف آیا۔ میری آنکھوں نے یہ عبرت ناک منظر دیکھا کہ جہاں کچھ دیر پہلے ایک شاد و آباد بستی تھی، وہاں اب ایک بپھرے ہوئے، موجیں مارتے ہوئے طوفانی دریا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ جگہ جگہ بہتے ہوئے انسانی جسم، مویشی، درخت اور دوسری چیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ بارش ابھی بھی غضب ناک انداز میں جاری تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس قدر خوفناک بارش کے سبب دور دور تک کی بستیاں اور علاقے تباہ ہو گئے ہوں گے اور یقیناً اس تباہی کا دائرہ لاتاق کی بستی تک پھیلا ہوا ہو گا۔ میری بستی کے لوگوں نے بارش کی خاطر دو کنواریوں کی قربانی دی تھی اور بارش کے دیوتا نے اب پوری بستی کی قربانی لے لی تھی۔

بہر حال میری زندگی کا اب ایک نیا مرحلہ شروع ہو رہا تھا۔ توگراش کی محبت آمیز رفاقت میں گزارے ہوئے دن ختم ہو گئے تھے۔ مجھے اس کی ناوقت موت کا بہت افسوس تھا پروفیسر، لیکن میں مجبور تھا۔ میں اسے کس طرح بچا سکتا تھا۔ مجھے گبورو کی موت کا بھی ملال تھا۔ اس بے چاری نے تین سال تک میری اور توگراش کی بڑی خدمت کی تھی۔

میں نے پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ تیرنا شروع کر دیا اور اپنے جسم کو دھارے کے ساتھ بہنے دیا۔ پانی کی رفتار میں بلا کی شدت تھی۔ بارش کی شدت کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گئی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا گویا آسمان میں سوراخ ہو گئے ہیں اور ان میں سے سمندر ابل رہے ہیں۔

سارا دن گزر گیا اور بارش ہوتی رہی۔ بڑی عجیب و غریب طوفانی بارش تھی۔ پروفیسر، میں نے اپنی طویل زندگی میں اس نوعیت کی بارشیں دیکھی ہیں۔ یہ اس قسم کی بارشوں میں سے ایک تھی جو پورے پورے علاقوں اور آبادیوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہیں۔ شام ہو گئی۔ رہا سہا تھوڑا بہت اجالا تھا وہ بھی رخصت ہو گیا اور ساری دنیا ایک بار پھر گھٹا ٹوپ اندھیرے کی لپیٹ میں آ گئی۔ بارش جاری رہی۔ پانی کی تیز رفتاری میں اضافہ ہوتا گیا۔ نئی نئی سرکش اور تیز و تند موجیں پانی کے ذخیرے میں شامل ہوتی گئیں اور پانی کی سطح بلند ہوتی گئی۔ میں نے پانی کے ساتھ ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔ راستے میں جگہ جگہ ڈوبی ہوئی بستیوں اور تباہ شدہ مکانوں اور عمارتوں کے آثار ملتے گئے۔ پانی کا ریلا آگے بڑھتا گیا۔ کتنی ہی انسانی لاشیں میرے برابر سے تیرتی ہوئی گزر گئیں۔ چاروں طرف بڑی ہی شدید تباہی پھیلی ہوئی تھی۔ ساری رات بارش ایک ہی رفتار سے جاری رہی اور میں طوفانی ریلے کے ساتھ بہتا رہا۔ رات گزر گئی اور ایک بار پھر صبح کی ہلکی روشنی نمودار ہوئی۔ میں نے اپنے اطراف میں نظر ڈالی۔ تاحد نظر پانی کا سمندر موجزن تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں زمین کا وجود باقی ہی نہیں رہا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ گزشتہ دوپہر کے بعد سے آج صبح تک میں نے پانی کے سینے پر بہتے بہتے کتنا فاصلہ طے کر لیا ہے اور اب میں کہاں اور کون سے علاقے میں ہوں۔ لیکن یہ بات صاف ظاہر تھی کہ جتنا علاقہ بھی میں نے طے کیا تھا وہ سب کا سب بارش کی زد میں تھا۔

صبح کا اجالا پھیلنے کے ساتھ ہی مجھے احساس ہوا کہ بارش کی شدت میں کچھ کمی آ گئی ہے۔ تاہم سرکش موجوں کی بلا خیزی اسی طرح جاری رہی اور میں پانی کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا۔ دوپہر ہوتے ہوتے بارش بہت ہلکی ہو گئی یا یوں سمجھو پروفیسر کہ دوپہر ہوتے ہوتے میں جس علاقے میں پہنچ گیا تھا وہاں بارش بہت ہلکی ہو رہی تھی۔

میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے جسم کو پانی کے بہاؤ کے ساتھ چھوڑ دیا۔ مجھے چونکہ دور دور تک کہیں خشکی نہیں دکھائی دے رہی تھی اس لیے میں نے فی الحال پانی کو ہی اپنا بستر بنانے کا فیصلہ کیا اور اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

شام تک بارش بالکل رک گئی۔ اب میں جس علاقے سے گزر رہا تھا اس کے اوپر آسمان پر ستارے کھلے ہوئے تھے اور روشن چاند مسکرا رہا تھا۔ میں پانی پر بہتا رہا اور اپنے پرانے دوستوں، ستاروں سے آنکھوں آنکھوں میں باتیں کرتا رہا۔ میرے ان پرانے اور قابل اعتماد دوستوں نے مجھے بتایا کہ اس وقت میں ایک بہت بڑے اور وسیع دریا میں سفر کر رہا ہوں جو شدید سیلاب کے سبب اپنے دونوں کناروں سے میلوں میل آگے تک پھیل گیا ہے۔ میں دریا کی لمبائی کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اور اگر میرے سفر کی یہی رفتار رہی تو اگلے چار دن میں میں اس جگہ پہنچ جاؤں گا جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے۔

تو یہ صورت حال تھی پروفیسر۔ یہ تھا کہ قریب بہنے والی ندی آگے چل کر

بڑے دریا سے مل جاتی ہو گی۔ بستی میں جب طوفانی بارش ہوئی تو ندی میں بدمست طوفان آ گیا اور اس نے ساری بستی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں اس ندی کے پانی کے ساتھ بہتے بہتے اس بڑے دریا میں آ گیا جس میں یہ ندی گرتی ہے اور اب میرا رخ اس طرف تھا جہاں یہ بڑا دریا سمندر میں گرتا تھا۔ ایک طویل عرصے تک سمندروں سے دور میدانوں میں زندگی گزارنے کے بعد اب میں پھر سمندری سفر پر روانہ ہونے والا تھا۔ مجھے اس بات سے یک گونہ مسرت حاصل ہوئی۔ میں نے طے کیا کہ اس دفعہ میں طویل عرصے تک اپنا سفر جاری رکھوں گا اور سمندر کی وسعتوں اور گہرائیوں کو کھنگالتا ہوا نئی اور ان جانی دنیاؤں کی طرف جاؤں گا۔

میں دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا۔ اب موسم بالکل صاف اور خوشگوار تھا۔ دن کو سورج بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتا اور چمکیلی روپہلی دھوپ سے دریا کا پانی پگھلی ہوئی چاندی کی طرح چمچمانے لگتا۔ راستے میں کئی ایسے کشتیوں میں سفر کرتے ہوئے لوگ ملے اور میں نے فوراً ہی غوطہ مار کر خود کو ان کی نظروں سے چھپا لیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مجھے دیکھے اور یہ سمجھ کر کہ میں پانی میں ڈوب رہا ہوں میری مدد کرنے کی کوشش کرے۔

مجھے اس طرح سفر کرتے کرتے تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔ بڑا عجیب سفر تھا۔ دریا کا پاٹ کہیں بہت چوڑا ہو جاتا تھا اور کہیں بالکل پتلا ہو جاتا تھا۔ کہیں کہیں کنارے پر آباد بستیاں نظر آتی تھیں اور کہیں ساحل ویران دکھائی دیتا تھا۔

میرے سفر کا چوتھا دن شروع ہو چکا تھا اور پھر اچانک مجھے احساس ہوا۔ پانی کی روانی میں تیزی پیدا ہو گئی ہے اور اس کی رفتار بڑھ گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب میں سمندر کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ میں دل ہی دل میں مسکرایا۔ میں اب ایک نئی اور دلچسپ مہم کا آغاز کرنے والا تھا۔ دریا کی تیز رفتاری میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور میں تیز طوفانی موجوں میں کسی تنکے کی مانند بہتا چلا جا رہا تھا۔ پھر میرے کانوں میں پانی کی ہلکی ہلکی گونج کی آواز آنے لگی۔ ایسا لگتا تھا گویا بہت دور کہیں پانی بلندی سے گر رہا ہو۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا گیا ویسے ویسے یہ آواز زیادہ تیز اور زیادہ واضح ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ پانی کی رفتار اس قدر تیز ہو گئی کہ اگر کوئی فولادی پہاڑ بھی اس کی راہ میں آ جاتا تو وہ اسے بھی اپنے ساتھ بہاتا ہوا لے جائے اور اس کے ساتھ ہی اوپر سے گرنے والے پانی کا شور اس قدر زیادہ ہو گیا کہ جیسے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ اب میں سمندر کے کنارے پہنچ گیا تھا۔ پھر یکایک میں اونچائی سے نیچائی کی طرف بہنے لگا۔ پانی کی طویل اور چوڑی چادر بلندی سے نشیب کی طرف گر رہی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں دریا کا پانی اونچی چٹانوں پر سے نیچے سمندر میں گر رہا تھا اور نہایت وحشت ناک آواز پیدا ہو رہی تھی۔ میں پانی کی دبیز اور شفاف چادروں میں لپٹا ہوا دریا سے سمندر میں گر پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور میرا دل مسرت سے جھوم اٹھا۔ میرے چاروں طرف ایک بحر زخار موجیں مار رہا تھا جس کا

کنارہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ ہر طرف پانی کے ہی رنگ تھے، طرح طرح کے رنگ، نیلا، ہلکا نیلا، سبز، گہرا سبز، سبز کاہی، غرضیکہ ہر طرف پانی ہی کی حکمرانی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سمندر کی دنیا کا جزو بنا دیا۔

لہریں مجھے اپنے ساتھ کھینچتی لے گئیں اور میں نے خود کو ان کے حوالے کر دیا۔ دریا کے دہانے سے کافی دور آ جانے کے بعد میں نے تیرنا شروع کر دیا۔ اب میں ایک طویل اور غیر معینہ سفر کے لیے تیار تھا۔

اور پروفیسر میرا یہ آبی سفر جانے کتنے برس تک جاری رہا۔ ان برسوں کے دوران میں نے سمندری دنیا کا جی بھر کر لطف اٹھایا۔ میں اکثر غوطہ لگا کر سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاتا اور میں نے یہاں عجیب و غریب نباتات، انوکھی مخلوق، منفرد جمادات اور دیگر اشیا کے علاوہ بعض نہایت حیرت انگیز چیزیں بھی دیکھیں جنھیں دور جدید کا انسان بھی شاید اب تک نہیں دیکھ سکا ہے، اور یہ تھے سمندر کے آبی قبرستانوں میں دفن پرانی تہذیبوں اور پرانے شہروں اور بستیوں کے آثار۔ جیسا کہ تم بخوبی جانتے ہو پروفیسر، سمندر ہمیشہ ایک ہی جگہ نہیں رہا ہے اور نہ رہتا ہے۔ دنیا کی جغرافیائی حالت ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ جہاں تمھیں آج خشکی نظر آتی ہے وہ جگہ لاکھوں کروڑوں سال پہلے سمندر تھی اور جہاں تمھیں آج سمندر دکھائی دیتا ہے وہاں کبھی ہری بھری اور شاد و آباد بستیاں تھیں جنھیں سمندر نے نگل لیا۔ بہر حال، یہ سلسلہ تو ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ تو پروفیسر، میں نے سمندر کی تہ میں مدفون شہروں کے کھنڈرات دیکھے، پرانی بستیوں کے آثار دیکھے اور نہ جانے کیا کیا دیکھا۔ میں دیکھتا رہا اور بہتا رہا۔ کبھی کبھی یہ جی چاہتا تو میں سمندر کی موجوں پر تیرنا شروع کر دیتا اور کبھی خود کو بہاؤ کے ساتھ موجوں کے حوالے کر دیتا۔ میں نے بے شمار جہازوں اور کشتیوں کو سمندر کے سینے پر سے گزرتے دیکھا۔ اکثر میں ساحلوں کے قریب سے گزرا۔ میں نے دور سے انسانی زندگی کی گہما گہمی کا مشاہدہ کیا۔ بندرگاہوں کا مخصوص انداز، جہازوں کے لنگر، سامان اتارنے اور چڑھانے والی چھوٹی بڑی کشتیاں، مسافروں کے ہجوم اور نہ جانے کیا کیا۔ لیکن میں کسی بھی بستی کے پاس نہیں گیا اور نہ کسی بندرگاہ میں داخل ہوا بلکہ تھوڑی دیر دور سے ان کا نظارہ کرنے کے بعد پھر موجوں کے ساتھ اٹکھیلیاں کرتا ہوا اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

بہت لمبا عرصہ گزر گیا۔ شاید دس سال، شاید بیس سال، شاید پچاس سال۔ میں بتا نہیں سکتا پروفیسر، لیکن اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ سمندر میں بہنے والے جہاز زیادہ بہتر ہو گئے تھے، ان کے رنگ و روغن میں تبدیلی آ گئی تھی، ان کی آرائش و زیبائش میں بھی جدتیں نظر آتی تھیں۔ بندرگاہوں میں کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آتی تھی سوائے اس کے کہ ان کی رونقوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ میں یورپ اور ایشیا کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا اور میرا اندازہ تھا کہ میں افریقہ کے مشرقی ساحل سے بھی گزر کر غالباً مغربی ساحل کے آس پاس کہیں موجود ہوں۔ انسانوں کے میل جول اور ان کے ساتھ مجلس آرائی کو ایک لمبی مدت

گزر گئی تھی۔ میں اب ایک بار پھر انسانی دنیا میں واپس جانا چاہتا تھا۔ میں پھر کسی تگ و کاوش یا گہوارہ کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔

میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دور دور تک ساحل کے کوئی آثار نہیں نظر آ رہے تھے۔ پھر میں نے یوں ہی ایک طرف رخ کر کے تیرنا شروع کر دیا۔ کئی دن تک متواتر میں اسی سمت میں تیرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن مجھے بہت دور فضا میں چھوٹے چھوٹے نقطے حرکت کرتے دکھائی دیے۔ میں سمجھ گیا کہ اب میں ساحل سے بہت دور نہیں ہوں اور یہ متحرک نقطے آبی پرندے ہیں جو فضا میں پرواز کر رہے ہیں۔ میں اور زیادہ تیز رفتاری سے اسی سمت میں تیرنے لگا۔ کئی گھنٹے تک تیرتے رہنے کے بعد زمرد جیسی رنگ کی ایک لکیر مجھے نظر آنے لگی۔ میں ایک سرسبز و شاداب ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

واقعی یہ بے حد سرسبز و شاداب ساحل تھا۔ سطح سمندر سے کافی بلند ٹیلوں اور پہاڑیوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو بے حد گھنے اور سرسبز درختوں اور طرح طرح کی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سورج اپنی پوری شدت کے ساتھ چمک رہا تھا اور فضا بے حد گرم تھی۔ میں نے یورپ یا ایشیا کے کسی بھی ملک میں اس قدر شدید گرمی محسوس نہیں کی تھی۔

میں نے پانی سے نکل کر ایک سیدھی سی چٹان پر قدم رکھا۔ ایک لمبی مدت کے بعد میرے بدن نے زمین چھوئی تھی اس لیے مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ میں چٹانوں پر قدم رکھتا ہوا اوپر چڑھتا چلا گیا۔ میرے جسم پر ظاہر ہے کہ کوئی لباس نہیں تھا اور بدن پہلی تیز دھوپ میں میرا سنہرا بدن سونے سے تراشے ہوئے کسی ایسے بت کی مانند چمک رہا تھا جیسے خوب اچھی طرح دھو کر اس پر پالش کر دی گئی ہو۔ میں نے ایک نظر اپنے جسم پر ڈالی اور پھر اس منظر کے سحر میں کھو گیا جو میرے سامنے موجود تھا۔ درختوں اور سبزے کی ہر طرف اس قدر فراوانی تھی کہ زمین نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ ہزارہا اقسام کے پھول جگہ جگہ کھلے ہوئے تھے جن پر پنکھوں کے برابر جسامت کی رنگا رنگ تتلیاں منڈلا رہی تھیں۔ عجیب و غریب پرندوں کی چہکار سے سارا جنگل گونج رہا تھا۔ ہر طرف زندگی کا احساس موجود تھا۔ فضا جیسے سانس لیتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

میں آہستہ آہستہ اور ہوشیاری کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک درخت کی نیچی سی شاخ پر پڑی اور پھر میری نظریں وہیں گڑی کی گڑی رہ گئیں۔ کوئلے کی طرح سیاہ فام ایک عورت اس شاخ پر بیٹھی ہوئی کچھ کھا رہی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا۔ یہ ایک سیاہ فام انسانی ہاتھ تھا جس کی کمنی تک کا گوشت وہ ادھیڑ کر کھا چکی تھی اور اب کلائی میں سے بوٹیاں توڑ رہی تھی۔ خون اس عورت کی باچھوں سے ٹپک ٹپک کر گر رہا تھا۔ عین اسی وقت اس عورت نے بھی مجھے دیکھ لیا اور چند لمحوں کے لیے وہ تصویر حیرت بن کر رہ گئی۔ پھر وہ اپنے حلق کی پوری قوت سے چلائی "ڈومبالا" اور درخت سے کود کر میری طرف تیزی سے بھاگی۔ میں آدم خوروں کی بستی میں آ گیا تھا اور سیاہ افریقہ میں میرا سیاہ سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔

سیاہ فام

حسینہ کے اس اچانک حملے کے لیے میں تیار نہیں تھا۔ اس لیے میں تے اپنے آپ کو گرنے سے روکا۔ اس نوجوان عورت کا جسم پتھریلی چٹان کی طرح سخت تھا۔ خط استوا پر چمکنے والے سورج کی تیز و تند شعاعوں نے اس کی رنگت کو کوئلے کی طرح سیاہ اور چمکدار بنا دیا تھا۔ میں اس کے جسم کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ بات یہ تھی پروفیسر کہ میں نے اس سے پہلے سیاہ فام جسم دیکھے تھے لیکن غلاموں اور کنیزوں کی شکل میں۔ میں نے یورپ کے بہت سے ملکوں میں سیاہ فام مردوں اور عورتوں کو دیکھا اور ان سے میرا سابقہ بھی پڑا تھا لیکن براعظم افریقہ میں میرے قدم پہلی بار پڑے تھے۔ اس دھوپ سے جھلسے ہوئے براعظم کی سیاہ تاریک بستیوں میں یہ میرا پہلا سفر تھا اور میں پہلی بار یہاں کے آزاد انسانوں سے ان کی زمین پر ان کے علاقے میں، آزادی کی فضا میں مل رہا تھا۔ اسرار و عجائبات کی ہر منزل میرے قدموں کے نیچے تھی، قدرت کے خزانوں کی فراوانیاں میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں اور ایک افریقی حسینہ میرے جسم سے لپٹ رہی تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے انسانی گوشت مزے لے لے کر کھا رہی تھی۔

... نے آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھ کر ایک ادائے دلربائی کے ساتھ مسکرائی۔ "تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔ وہ ایک قدیم افریقی زبان بول رہی تھی جو اس ... جنگل میں بسنے والے ایک مختصر سے قبیلے کی زبان تھی۔

"تم جانا چاہو، مجھے ڈومبالا کہہ سکتی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے اسی کی زبان میں جواب دیا۔

"اوہ۔" وہ خوشی سے بے قابو ہو گئی اور اس نے عجیب سی آواز حلق سے نکالی۔ یہ شاید ان لوگوں کا اظہار مسرت کا کوئی طریقہ تھا۔ "تم یقیناً ... ہو۔ اس میں کوئی شبہ ہی نہیں کہ تم ڈومبالا ہو۔ تم ہم لوگوں کی زبان بول سکتے ... ڈومبالا ۔۔۔ ڈومبالا۔" وہ فرط مسرت سے بے قابو ہو کر ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ ڈومبالا کون ہے؟"

"کتنی عجیب بات کر رہے ہو۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "تم خود ... ہو اور مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ ڈومبالا کون ہے۔"

"ہاں میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ ڈومبالا کون ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم ڈومبالا کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں۔" اس نے جوش سے جواب دیا۔ "میں یہ جانتی ہوں کہ ڈومبالا سمندروں کا دیوتا ہے۔ وہ پانی کا رہنے والا ہے اور پانی ہی اس کی زندگی ہے۔ ہر سو برس کے بعد وہ نمودار ہوتا ہے۔ اس کا جسم چاند کی کرنوں کا بنا ہوا ہے اور اس کے بال چاندی کے لچھے ہیں۔ عظیم نزاس نے اس کی یہی پہچان ہم سب لوگوں کو بتائی ہے۔ وہ سبک ہے اور اس کا بدن حسن و جمال کا پیکر ہے۔ آج سے ٹھیک سو سال پہلے ڈومبالا سمندر سے نمودار ...

... ہوا تھا اور ... نے ایک لمبی مدت تک اس بستی میں قیام کیا تھا۔ اس نے اپنی ... بستی کی ہر نوجوان اور جوان عورت کو بہرہ ور کیا تھا۔ عظیم نزاس ... اس بات کو سو سال گزر چکے ہیں اور اب ڈومبالا کو نمودار ہونا چاہیے۔ ... ڈومبالا کے انتظار میں تھا۔ عظیم نزاس نے یہ بھی بشارت دی تھی کہ ... والی پہلی عورت میں ہوں گی۔ میں ہی سب سے پہلے اسے دیکھوں گی۔ عظیم نزاس کی مدد ...

... صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ عظیم نزاس یہ بھی کہتی ہے کہ اس بار بھی ڈومبالا ... مدت تک بستی میں قیام کرے گا۔ وہ نادو کو کشتی میں شکست دے ... اب تم آ گئے ہو ڈومبالا۔

... ان کی باتوں کو سچ کر دکھایا ہے۔"

"عظیم نزاس کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم عظیم نزاس کے بارے میں ضرور جانتے ہو گے۔ اگر نہیں جانتے تو ... بتاتی ہوں۔ وہ ہماری بستی کی سب سے بڑی جادوگرنی ہے۔ وہ بہت ... کی دوستی مُردوں کی روحوں سے ہے اور وہ ان روحوں سے بھی ... جو ابھی دنیا میں نہیں آئی ہیں۔ عظیم نزاس سب کچھ جانتی ہے۔ ... وسیلہ ہے۔ جب بد روحیں ہمیں ستاتی ہیں اور ہم میں سے کوئی بیمار ... یا کسی اور مشکل کا شکار ہو جاتا ہے تو عظیم نزاس ہی ہماری مدد کو آتی ہے ... بد روحوں کو بھگانے کے سارے منتر جانتی ہے اور نیک روحوں کی مدد حاصل کرتی ... کہتے ہیں کہ عظیم نزاس کی عمر دو سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ خود نزاس کا ... وہ دو مرتبہ ڈومبالا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے اور اب تیسری مرتبہ ...

"اور یہ نادو کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نادو ہماری بستی کی سردار اور یہاں کی سب سے بڑی پہلوان ہے۔ ... پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس میں بھینسوں اور ہاتھیوں کی سی طاقت ... کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ وہ جنگلی سور جیسے خطرناک جانور سے ... مقابلہ کر سکتی ہے۔ کئی بار اس نے اکیلے ہی ریچھوں سے لڑائیاں ... بہادر قبیلہ اس کی طاقت کا لوہا مانتا ہے۔ آج تک کوئی اس پر غلبہ نہیں ... وہ تیر کمان چلانا بہت اچھی طرح آتا ہے۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ... ہمیشہ سب سے زیادہ شکار مار کر لاتی ہے۔"

"تم لوگ کس طرح شکار کرتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"تو ... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "شکار ... کیا جاتا ہے؟ تیر کمان سے، لکڑیوں اور پتھروں کے اوزاروں سے، ... پھندے لگا کر۔ اور کس طرح؟"

میں سمجھ گیا پروفیسر کہ اس قبیلے کا تعلق پتھر کے زمانے سے ہے اور ... لوہے اور دیگر دھاتوں کے استعمال سے واقف نہیں ہیں۔ ... میں نے اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالی۔ اور جو منظر میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ ہمارے چاروں طرف ... سیاہ فام اور مسلح ... تھیں۔ وہ تعداد میں کم از کم پچاس ساٹھ ہوں گی۔ ان سب کے ہاتھوں میں تیر کمان تھے لیکن انھوں نے تیر کمانوں میں جوڑے ہوئے نہیں تھے، جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ان کے عزائم جارحانہ نہیں ہیں۔ ان میں کچھ بچے بھی تھے، کم سن لڑکیاں بھی تھیں، جوان عورتیں بھی تھیں اور ادھیڑ بھی۔ البتہ بوڑھی عورت ان میں کوئی نظر نہیں آتی تھی۔ دوسری عجیب بات میں نے یہ محسوس کی کہ اس سارے مجمع میں مجھے کوئی مرد نظر نہیں آیا۔ صرف عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ البتہ دس بارہ سال کے چند ایک لڑکے ضرور نظر آ رہے تھے۔ عورتیں بہت خوش دکھائی دے رہی تھیں اور ان کے کوئلے جیسے سیاہ چہروں پر ان کے کھلے ہوئے سفید سفید دانت ایک عجیب و غریب منظر پیش کر رہے تھے۔ لیکن لڑکوں کے چہروں پر میں نے خوشی اور مسرت کی رمق نہیں دیکھی۔ وہ افسردہ اور گھبرائے گھبرائے نظر آ رہے تھے۔

"ڈومبالا۔" اچانک اس سیاہ فام حسینہ نے جو میرے پہلو میں کھڑی ہوئی تھی، تمام عورتوں کو دیکھ کر ایک نعرہ مستانہ بلند کیا۔

اس کے ساتھ ہی ان ساری عورتوں نے جو تیر کمان سے لیس کھڑی تھیں، ایک آواز ہو کر نعرہ بلند کیا: "ڈومبالا۔" یہ دہشت ناک نعرہ اس قدر اونچی آواز میں بلند کیا گیا تھا کہ آس پاس کے سیکڑوں درختوں پر بیٹھے ہوئے ہزارہا پرندے گھبرا کر اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل آئے اور پھڑ پھڑا کر اڑنے لگے۔ کئی خرگوش ادھر ادھر کی جھاڑیوں سے نکل کر بھاگے اور بعض دوسرے عجیب الخلقت جانور تیزی سے دوڑتے ہوئے نظر آئے۔

ان تمام سیاہ فام عورتوں نے میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ وہ سب کی سب میرے بالکل قریب آ گئیں۔ ہر عورت مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی اور اس جد و جہد میں ان میں جیسے باقاعدہ مقابلہ ہو رہا تھا۔ اس دھینگا مشتی میں بہت سی عورتیں میرے بالکل پاس آ گئیں اور انھوں نے اپنے ٹھوس اور پتھریلے ہاتھوں سے میرے جسم کو چھو چھو کر دیکھنا شروع کر دیا۔ گویا میرے وجود کے مادی ہونے کا یقین حاصل کر سکتی ہوں۔ وہ میرے جسم کو اپنی انگلیوں اور ہتھیلیوں سے دبا دبا کر دیکھ رہی تھیں، اس پر ہاتھ پھیر رہی تھیں اور کسی کسی وقت کوئی عورت چٹکی بھی لے لیتی تھی۔ میں اس عجیب و غریب صورت حال سے دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا لیکن ظاہر ایسا کر رہا تھا گویا میں اس سے سخت پریشان ہوں۔

"تم سب لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔" یکایک ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے، جو شکل و صورت سے خاصی بُرد بار اور سنجیدہ نظر آتی تھی، ساری عورتوں کو حکم دیا۔ اور اس کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ تمام عورتیں مجھ سے الگ ہٹ گئیں، وہ بھی جو مجھے چھو چکی تھیں اور وہ بھی جو مجھے چھونے کی تمنا میں آگے بڑھنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھیں۔

"میں عظیم نزاس کی نائب ہونے کی حیثیت سے تمھیں مبارکباد دیتی ہوں شمبال۔" ادھیڑ عمر کی عورت نے اس حسینہ سے مخاطب ہو کر کہا جو کچھ دیر پہلے مجھے مسلسل ہڑپ رہی تھی۔ "عظیم نزاس کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ ڈومبالا کی نظر سب سے پہلے تم پر پڑی اور تم بستی کی وہ پہلی عورت ہو جسے ڈومبالا کا قرب حاصل ہوا۔ نزاس عظیم ہے۔"

"نراس بے شک عظیم ہے۔" شمبالا نے جواب دیا "نراس بے شک عظیم ہے۔" اس نے اپنے الفاظ دہرائے۔

"نراس عظیم ہے۔" عورتوں کے مجمع میں سے آواز بلند ہوئی۔

"اور نراس کی نائب دیسل بھی عظیم ہے۔" ایک آواز بلند ہوئی۔

"دیسل بھی عظیم ہے۔ دیسل بھی عظیم ہے۔" مجمع میں سے آوازیں بلند ہوئیں۔ گویا اس سیاہ فام حسینہ کا نام شمبال اور نراس کی نائب اس ادھیڑ عمر کی عورت کا نام دیسل تھا۔ بڑے عجیب و غریب نام تھے۔ لیکن ظاہر ہے پروفیسر میرے لیے اس میں بھلا کیا نئی بات تھی! میرے کان تو ہر طرح کی عجیب و غریب اور نامانوس آوازوں اور ناموں کے عادی تھے۔ ساری دنیا میرا گھر تھی اور ساری زمین میرے قدموں کے نیچے تھی۔

"چلو، ڈمبالا کو لے کر بستی میں چلو۔" دیسل نے کہا۔ "نراس کو اس کی آمد کی خبر مل چکی ہے اور وہ اس کی آمد کی منتظر ہے۔ اسے اپنی پیشین گوئی پوری ہوتی دیکھ کر بے انتہا خوشی ہے، چلو۔"

اور میں سیاہ فام عورتوں کے جلوس کے درمیان بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ ان عورتوں کی میں بیہودگی، بدتہذیبی یا ناشائستگی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

تھوڑی دیر تک چلنے کے بعد بستی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ بستی کیا تھی چھوٹے چھوٹے اور گول جھونپڑوں کا ایک سلسلہ تھا۔ ان جھونپڑوں کی چھتیں بہت نیچی تھیں اور یہ سارے جھونپڑے لکڑیوں اور گھاس پھوس کے بنے ہوئے تھے۔ کل جھونپڑوں کی تعداد کسی طرح بھی سو سے زیادہ نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بستی چند سو نفوس سے زیادہ پر مشتمل نہیں تھی۔

مجھے اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ عورتوں کے اس جلوس میں کوئی ایک مرد بھی شامل نہیں تھا سوائے ان چند لڑکوں کے جن کی عمریں دس بارہ سال سے زیادہ کی نہیں تھیں۔ بستی کے قریب پہنچنے پر کئی جھونپڑوں سے بعض مزید عمر رسیدہ عورتیں نکل کر سامنے آئیں۔ ان میں بوڑھی کوئی نہیں تھی، لیکن ان کی تعداد کم تھی۔ زیادہ تر عورتیں تو اسی جگہ پہنچ گئی تھیں جہاں سے مجھے شمبال نے دریافت کیا تھا اور وہیں سے جلوس کی شکل میں میرے ساتھ آئی تھیں۔ مجھے اس بات پر ایک بار پھر سخت حیرت ہوئی کہ ان جھونپڑوں میں سے بھی کوئی مرد برآمد نہیں ہوا۔ آنے والی سب کی سب عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ "کیا اس بستی میں مرد بالکل ناپید ہیں؟" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

جلوس ایک بڑے سے جھونپڑے کے آگے رک گیا۔ یہ جھونپڑا دوسرے جھونپڑوں سے اس لحاظ سے ممتاز تھا کہ ایک تو اس کی اونچائی زیادہ تھی، دوسرے اس کا پھیلاؤ بھی دوسرے جھونپڑوں سے زیادہ تھا۔

جلوس کے جھونپڑے کے دروازے پر رک جانے کے بعد دیسل جھونپڑے کے اندر داخل ہوئی۔ باقی ساری عورتیں مع میرے باہر ہی کھڑی رہیں۔ "نراس عظیم ہے۔" کسی عورت نے نعرۂ مستانہ بلند کیا، اور اس کے ساتھ ساری عورتوں نے نعرہ لگایا "نراس عظیم ہے۔" نعرے کی آواز دور دور تک گونجی۔

تھوڑی دیر کے بعد دیسل نے دوبارہ دروازہ کھولا [illegible] کے اندر سے برآمد ہوئی لیکن اس بار وہ تنہا نہیں تھی۔ اس کے [illegible] عجیب و غریب شے تھی۔ یہ ایک نہایت بوڑھی سیاہ فام عورت تھی [illegible] سر اور بھنوؤں کے سارے بال سفید تھے، ہاتھ پیروں میں رعشہ [illegible] کمر جھکی ہوئی تھی۔ وہ ایک لاٹھی کے سہارے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی [illegible] تھی۔ لیکن ایک بات بہت نمایاں تھی، اور وہ یہ کہ اس کی آنکھوں میں [illegible] چمک تھی۔ اس کی آنکھوں کی طرف دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو شعلے [illegible] کی جلتی ہوئی ہوں اور وہ خوب چمک رہی ہوں۔ اب تک میں بستی [illegible] کو دیکھ چکا تھا ان میں یہ واحد بوڑھی عورت نظر آئی تھی۔ اس کے [illegible] کوئی ضعیف عورت مجھے اب تک کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ ماحول [illegible] نظر آیا تھا۔ عجیب و غریب بستی تھی!

بوڑھی عورت کو آتا دیکھ کر تمام عورتوں نے بیک [illegible] بلند ایک ہی نعرہ بلند کیا "نراس عظیم ہے، نراس عظیم ہے۔" اور اس کے بعد چاروں طرف مکمل سناٹا چھا گیا۔ بوڑھی [illegible] ڈگمگی ہوئی آئی اور بڑے پروقار انداز میں عورتوں کے مجمع کے [illegible] کھڑی ہو گئی۔

مجھے اس بیہودہ منظر سے اس قدر کراہت محسوس ہوئی کہ میں [illegible] اپنی نظریں جھکا لیں۔ اس بوڑھی عورت کی طرف دیکھنا میرے لیے [illegible] ذہنی عذاب سے کم نہیں تھا۔

"شنتولا قبیلے کی عورتو۔" اچانک بوڑھی نراس کی آواز [illegible] اور میں حیران رہ گیا۔ اس کی آواز اور اس کے جسم میں کوئی تناسب [illegible] تھا۔ اس کا جسم تو بالکل جیسے مردہ تھا اور اس میں بالکل جان نظر [illegible] تھی، لیکن اس کی آواز بڑی کرارہ تھی۔ یہ کسی طرح بھی ایک بوڑھی [illegible] عورت کی لرزتی یا کپکپاتی ہوئی آواز نہیں تھی، بلکہ کسی صحت مند [illegible] اور توانا عورت کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ "تم نے دیکھ لیا کہ میری پیشین [illegible] درست ثابت ہوئی؟" اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "میں نے [illegible] تھی بتا دیا تھا کہ ڈمبالا کے ظہور کا وقت قریب آ رہا ہے۔ جیسا کہ تم [illegible] جانتی ہو، ڈمبالا ہر سو سال کے بعد نمودار ہوتا ہے اور ایک [illegible] بستی میں قیام کرتا ہے۔ اس کا ظہور اور بستی میں اس کا قیام دونوں [illegible] والوں کے لیے نیک فال اور اچھا شگون ہوتے ہیں۔ ڈمبالا اپنے ساتھ [illegible] لیے نعمتوں، راحتوں اور خوشیوں کے خزانے لے کر آتا ہے۔ اس کے [illegible] ساتھ ہی ساری بدروحیں خود بخود بھاگ جاتی ہیں اور بستی پاک [illegible] ہے۔ جب تک ڈمبالا ہمارے ساتھ رہے گا، اس وقت تک بستی [illegible] والیوں پر کوئی مصیبت، کوئی آفت نازل نہیں ہو گی۔ ڈمبالا [illegible] دیوتا ہے اور باقی سارے دیوتا اس کے دوست ہیں۔ ڈمبالا کے [illegible] ہونے کے باعث سارے دیوتا ہم پر مہربانی کریں گے۔ جب تک [illegible] یہاں ہے، اس وقت تک کوئی بیرونی دشمن، کوئی دوسرا قبیلہ ہمارے

[illegible] نہیں کرے گا۔ آج کی رات جشن کی رات ہو گی۔ تم سب پورے اہتمام [illegible] ساتھ ڈمبالا کا خیر مقدم کرو اور اس موقع پر ایک بڑی دعوت کا انتظام [illegible] خبردار! تم میں سے کوئی ڈمبالا کو ناراض کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ڈمبالا [illegible] ناراض کرنے کا مطلب تباہی کو دعوت دینا ہو گا۔ اب تم سب لوگ جاؤ، [illegible] ڈمبالا کو نارو کے پاس لے جاؤ۔ ڈمبالا کا قیام نارو کے جھونپڑے کے ہی [illegible] کمرے میں ہو گا کیونکہ وہ اس قبیلے کی سردار ہے۔ لیکن ڈمبالا کے لیے اس [illegible] احکامات کی پابندی کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ خود نارو کو ڈمبالا کے احکامات [illegible] پوری کرنی ہو گی۔ اگر ڈمبالا نارو کے جھونپڑے میں نہ رہنا چاہے تو اس [illegible] لیے فی الفور دوسرے جھونپڑے کا بندوبست کر دیا جائے، یا جب وہ [illegible] لیے الگ جھونپڑا چاہے، اسے فوراً مہیا کر دیا جائے۔ سمندروں کے [illegible] دیوتا ڈمبالا، میں تورش کی سرزمین پر تمہارا خیر مقدم کرتی ہوں۔"

[illegible] عورت نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "تم ہمارے مہمان ہو، ہمارے [illegible] اور سلامتی کے پیغام بر بن کر آئے ہو۔ ہم تمہاری راہوں میں آنکھیں [illegible] تے ہیں۔ یہاں کی ساری عورتیں تمہارے لیے حاضر ہیں۔"

بوڑھی عورت نے جب اپنا طویل اور کم از کم میرے لیے پُرتاثر معلومات [illegible] تو جلوس میں شامل تمام عورتوں نے ایک بار پھر "نراس عظیم ہے" [illegible] کے فلک شگاف نعرے لگائے اور پھر دیسل کی راہنمائی میں [illegible] ایک دوسری سمت روانہ ہو گیا۔

دور سے ہی ایک بڑا سا جھونپڑا نظر آ رہا تھا۔ یہ جھونپڑا دوسرے [illegible] سے اس لحاظ سے ممتاز تھا کہ ایک تو اس کی بلندی کافی تھی اور دوسرے [illegible] دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کئی چھوٹے چھوٹے جھونپڑوں پر مشتمل ایک [illegible] جھونپڑا ہے۔ جب ہمارا جلوس اس جھونپڑے کے قریب پہنچا تو میں [illegible] اور سیاہ فام عورتیں تیر کمان لیے ہوئے جھونپڑے کے دروازے پر [illegible] ہی تھیں۔ عجب بات تھی! یہاں پہرے دار بھی عورتیں ہی تھیں [illegible] دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

جلوس جھونپڑے کے دروازے پر رک گیا اور دیسل اور شمبال کی [illegible] مجھے اندر لے جایا گیا۔ جھونپڑے کے اندر داخل ہو کر مجھے اندازہ [illegible] کوئی سجا سجایا اور خوبصورت جھونپڑا تھا۔ اس کی دیواریں اندر سے مٹی [illegible] ہوئی تھیں اور ان پر "مختلف جانوروں کی کھالیں لٹک رہی تھیں۔ ہم [illegible] ایک چھوٹی سی ڈیوڑھی سے گزرے۔ اس کے آگے ایک اور کمرہ تھا۔ [illegible] کمرے کے دروازے پر جو چیز کھڑی ہوئی تھی اسے دیکھ کر میری آنکھیں [illegible] نکل گئیں۔ قدرت کا اس قدر عجیب و غریب شاہکار میں نے آج تک نہیں [illegible] دیکھا تھا۔

[illegible] ایک عورت تھی، سیاہ فام اور بالکل [illegible] اس کا قد کم از کم چھ فٹ [illegible] کر وہ تو تمام مردوں کے برابر تھا۔ وہ گوشت و پوست کا ایک پہاڑ نظر [illegible] آتی تھی۔ مجھے یوں لگا گویا میں کسی دیونی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میں نے اپنی [illegible] طویل اور صدیوں پر محیط زندگی میں اس قدر بھاری بھرکم اور لحیم شحیم عورت [illegible] دیکھی تھی۔ لیکن ایک بات بہت اہم تھی، اور وہ یہ کہ انتہائی فربہ ہونے کے [illegible] اس کا جسم بے حد متناسب تھا۔

اس کے چہرے پر کسی قسم کی کرختگی یا درشتی کے بجائے ایک طرح کی ملاحت تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے چہرے کی ملاحت میری آمد کی مرہونِ منت ہو۔ اس کی آنکھیں گہری سیاہ اور چمکدار تھیں۔ اور لمبی لمبی سیاہ زلفیں کمر سے نیچے تک لٹکی ہوئی تھیں۔ اس کا سارا جسم قوت، توانائی اور صحت کا ایک جیتا جاگتا مجسمہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے گلے میں کوڑیوں اور ہڈیوں کے بنے ہوئے کئی ہار پہن رکھے تھے۔ کمر کے گرد کسی درخت کی چھال سے بنی ہوئی ایک ڈوری بندھی ہوئی تھی جس میں کئی بل دیے گئے تھے اور ان میں مختلف پرندوں کے بڑے بڑے اور خوش رنگ پر اڑسے ہوئے تھے۔ اس نے سیاہ فام چہرے پر کوئی چکنا روغن مل رکھا تھا جس کے باعث اس کا سیاہ چہرہ آبنوس کی پالش کی ہوئی لکڑی کی طرح چمک رہا تھا۔

دیسل اور شمبال میرے دائیں بائیں تھیں اور میں ان دونوں کے درمیان میں تھا۔ میری صورت دیکھتے ہی اس عورت نے، جس کے لیے عورت کا لفظ استعمال کرنا بھی عجیب سا معلوم ہوتا ہے، رکوع کے بل جھک کر مجھے تعظیم دی۔ اس کے پہاڑ جیسے جسم کے مقابلے میں میرا ہلکا پھلکا اور سبک بدن بالکل بے مایہ اور چھوٹا نظر آ رہا تھا۔

"میں تورش کی بستی میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں عظیم دیوتا ڈمبالا۔" نارو نے اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں کہا، اور مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس فیل پیکر عورت کی آواز کتنی سریلی اور میٹھی تھی۔ "ہم لوگوں کو برسوں سے تمہارا انتظار تھا، کیونکہ عظیم نراس نے پہلے ہی ہم لوگوں کو یہ بات بتا دی تھی کہ ڈمبالا کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں اس بستی کی سردار ہوں اور میرا نام نارو ہے۔ میں اس بستی میں سب سے زیادہ طاقتور ہوں اور جسمانی قوت میں بستی کا کوئی بھی فرد میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ دیوتاؤں کا کرم ہے کہ انھوں نے میرے جسم میں قوت و توانائی کے سرچشمے بند کر دیے ہیں۔ اب تم اس بستی میں جب تک تمہارا جی چاہے رہو۔ تمہاری آمد ہمارے لیے نیک بختی کا باعث ہے۔"

"لیکن اس بستی میں کیا میرے علاوہ اور کوئی مرد نہیں ہے؟" مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے نارو سے براہِ راست یہ سوال پوچھ لیا۔ "میں نے اتنی دیر میں اس بستی میں کسی بھی مرد کی شکل نہیں دیکھی۔"

میرے اس سوال کے جواب میں ذرا دیر کے لیے سناٹا چھا گیا۔ دیسل اور شمبال تو پہلے ہی خاموش تھیں، اب نارو بھی [illegible] خاموش ہو گئی۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولی "عظیم ڈمبالا کو اس [illegible] سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔ ہماری بستی مردوں سے خالی نہیں ہے، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ہمیں زیادہ مردوں کی ضرورت نہیں۔"

میں اس کے [illegible] عجیب و غریب جواب پر چکرا گیا۔ نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔ ان عورتوں کے طور طریقے مجھے بڑے عجیب اور پُراسرار قسم کے معلوم ہو رہے تھے۔

"عظیم ڈمبالا اب میرے گھر میں قیام کرے گا۔" نارو نے دیسل اور شمبال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے ایک کمرے میں اس کی

رہائش کا بندوبست کر لیا ہے۔ تم دونوں جاکر بستی میں آج رات کے جشن کا اعلان کر دو۔ ڈمبالا کی آمد کی خوشی میں آج رات پورے جوش و خروش کے ساتھ جشن ہوگا۔"

دہیل اور شمبال نے گردن جھکا کر نارو کو تعظیم دی اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"آؤ میرے ساتھ عظیم ڈمبالا۔" نارو نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کی گرفت میں میں نے غیر معمولی سختی محسوس کی۔ "آؤ میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھاؤں۔ تم کو اب سکون و اطمینان کی ضرورت ہے۔"

نارو میرا ہاتھ پکڑے پکڑے مجھے جھونپڑے کے اندر ہی اندر ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ نارو کا جھونپڑا اندر سے کافی وسیع تھا اور یہ کئی کمروں پر مشتمل تھا۔ ایک کمرے میں فرش پر نرم نرم گھاس پھوس کا ڈھیر بستر سا بنایا گیا تھا اور کمرہ اندر سے بہت صاف ستھرا تھا۔

"یہ عظیم ڈمبالا کی آرام گاہ ہے۔" نارو نے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن جیسا کہ عظیم نراس بتا چکی ہے، ڈمبالا کسی کی مرضی کا پابند نہیں ہے۔ وہ اگر چاہے تو یہاں رہے اور اگر وہ حکم دے تو اس کے لیے ایک الگ جھونپڑا ابھی تیار کیا جاسکتا ہے۔"

نارو مجھے خراجِ تحسین پیش کر رہی تھی اور میں دل ہی دل میں اس کی سادہ لوحی پر مسکرا رہا تھا۔ اس بیچاری کو کیا معلوم تھا کہ میں کون ہوں اور میری قوتیں کتنی ہیں۔ وہ تو بس مجھے دیوتا سمجھ رہی تھی جس کا نام ڈمبالا تھا!

تو پروفیسر، اس طرح میں ڈمبالا بن گیا۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ڈمبالا کیا بلا ہے اور کیا واقعی اس کا کوئی وجود ہے بھی یا نہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں جہالت، ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی کے ہزار ہا مظاہرے دیکھے تھے۔ اور یہ بھی ان ہی میں سے ایک تھا۔ ان عورتوں نے مجھے زبردستی اپنا دیوتا بنالیا تھا تو بھلا میں کیا کرتا۔ برسوں سمندر کے پانی میں بہتے رہنے کے بعد اب میں خشکی پر آیا تھا تو ایک انوکھی زندگی میری منتظر تھی۔ ان لوگوں نے مجھے ڈمبالا سمجھا اور میں نے بھی ان کے اس خیال کی تردید کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ یہ مجھے خاص عورتوں کا ہی جزیرہ معلوم ہوتا تھا اور میں نے سوچا کہ برسوں کے بعد کچھ دن یہاں عیش و آرام سے گزر جائیں گے۔

نارو کے جھونپڑے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا تھا سوائے ایک تماوسہ کے، جس کو ایک الگ کمرہ ملا ہوا تھا۔ میں نے نارو کے پورے جھونپڑے کو اندر سے اچھی طرح دیکھا اور اس میں موجود سارے سامان کا بخوبی جائزہ لیا۔ مجھے یہ دیکھ کر خاصی حیرت ہوئی کہ اس پورے جھونپڑے میں کہیں کوئی چولھا نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسا برتن نظر آیا جسے کھانا پکانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہو۔ جھونپڑے میں ہڈیوں، کوڑیوں اور سیپیوں کے ڈھیر بڑی تعداد میں موجود تھے۔ سیپیوں، ہڈیوں اور گھونگوں سے بنے ہوئے زیورات بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ جانوروں کی کھالوں کی بہت زیادہ افراط تھی۔ ایک طرف لکڑی کے بعض صاف ستھرے مٹکوں کو گھاس کی بنی ہوئی موٹی موٹی رسیوں سے باندھ کر ایک تخت قسم کی چیز بنائی گئی تھی جو غالباً اس قبیلے کا شاہی تخت [illegible] میں نے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ شاید آگ کے استعمال سے واقف نہیں ہیں [illegible] شام ہی کو میرا خیال غلط ثابت ہو گیا۔

سورج ڈوبنے کے ساتھ ہی زور زور سے ڈھول پیٹے جانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اب گویا جشن کا وقت آپہنچا تھا۔ میری موجودگی [illegible] ہی نارو نے دو سیاہ فام مضبوط بدن والی عورتوں کو بلایا اور انھوں [illegible] ایک مردہ انسان کی کھوپڑی میں رکھا ہوا کوئی تیل نارو کے جسم پر [illegible] شروع کر دیا۔

پھر انھوں نے نارو کے لمبے اور گھنے بالوں میں بھی کوئی روغن ڈالا اور دیر تک اس کے سر کی مالش کرتی رہیں۔ نارو آنکھیں بند کیے ہوئے اس عمل سے [illegible] ہوتی رہی۔ ڈھولوں کی آواز برابر تیز ہوتی جا رہی تھی اور اس میں عجیب سا [illegible] پیدا ہو گیا تھا۔ نارو کے سر کی مالش کرنے کے بعد ان دونوں عورتوں نے [illegible] ہڈیوں، کوڑیوں، سیپیوں اور نہ جانے کن کن چیزوں کے بہت سے زیور پہنا دیے۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر بھی دل ہی دل میں ہنسی آرہی تھی۔ نارو کا [illegible]

نارو کو تیار کرنے کے بعد وہ دونوں عورتیں نارو کے اشارے [illegible] میری طرف متوجہ ہوئیں۔ ان عورتوں نے [illegible] سر کے لمبے لمبے بالوں میں ایک دوسرے روغن کی مالش شروع کر دی [illegible] ہی دیر میں میرے سر کے بال بھی، جیسا کہ ان عورتوں نے بتایا، سونے [illegible] پھولوں کی طرح چمکنے لگے۔

اس اہتمام کے بعد ہم چاروں، یعنی میں اور نارو اور وہ دونوں [illegible] جنھوں نے مالش کی تھی، جھونپڑے سے باہر نکلے۔ جھونپڑے کے دروازے پر پہرے والی دونوں عورتیں ہاتھوں میں تیر کمان لیے کھڑی پہرہ دے رہی تھیں۔ انھوں نے جھک کر مجھے اور نارو کو تعظیم دی اور اپنے تیر کمان کندھوں پر ڈال کر ہمارے ساتھ چل پڑیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا [illegible] لوگوں کو کہاں جانا ہے، لیکن جیسے جیسے ہم لوگ آگے بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے آس پاس کے جھونپڑوں سے نکل نکل کر عورتیں ہمارے جلوس میں شامل ہوتی جاتی تھیں۔ میں ایک بار پھر ان عورتوں کو خوب غور سے دیکھ رہا تھا۔ ان میں کوئی مرد شامل نہیں تھا اور نہ ہی کوئی بوڑھی عورت تھی۔ جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتیں تھیں اور دس گیارہ سال کے کچھ لڑکے [illegible] اور بالغ مرد نظر نہیں آرہا تھا۔ میرے سوال کے جواب میں نارو نے گول [illegible] انداز اختیار کیا تھا۔ شاید وہ ابھی مجھے اصل بات بتانے سے گریز کر رہی [illegible] تاہم مجھے یقین تھا کہ میں جلد ہی اصل حالات معلوم کرنے میں کامیاب ہو [illegible] لڑکوں میں سے کوئی بھی میدان کی طرف نہیں آیا۔

ان سب لوگوں کا رخ بستی کے وسط میں ایک کھلے میدان کی [illegible] تھا۔ یہ میدان جھونپڑوں سے کافی دور تھا۔ اس میدان کو ہر قسم کے درختوں [illegible] گھاس پھوس سے صاف کر کے مسطح بنایا گیا تھا، اور اس کے آس پاس دور تک پھیلے ہوئے جھونپڑوں کے پیچھے بے حد گھنا اور تاریک جنگل تھا۔ اب شام ہو چکی تھی۔ سورج تقریباً ڈوب گیا تھا اور اس کی

[illegible] کی ہلکی ہلکی نارنجی روشنی اب بھی اونچے اونچے درختوں کی پھنگوں [illegible] تھی۔ ہم لوگ جب اس میدان میں پہنچے اور میں نے میدان کی زمین [illegible] تو معلوم ہوا کہ وہ بہت صاف ستھری زمین ہے اور مٹی کوٹ کوٹ کر [illegible] سطح بالکل ایک سی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر خوب اچھی [illegible] کا اثر کرنے کے بعد ساری ڈھول مٹی کو جما دیا گیا ہے۔ ایک [illegible] گلے میں بڑے بڑے ڈھول ڈالے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے [illegible] عجیب بُری طرح پیٹ رہی تھیں۔ نارو کو دیکھتے ہی جیسے [illegible] دھمک میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ خوب زور زور سے ڈھول [illegible] وہ ڈھول پیٹنے کے ساتھ ساتھ بُری طرح اچھل کود بھی کر رہی تھیں۔ [illegible] بستی کی تقریباً ساری ہی عورتیں میدان میں جمع ہو چکی تھیں۔

[illegible] پھر اچانک ہی ہنگامہ شروع ہو گیا۔ نارو نے میدان کے وسط [illegible] ہی پھدکنا کودنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ساری [illegible] بھی ناچنا شروع کر دیا۔ وہ بُری طرح اچھل کود کر رہی تھیں [illegible] سے عجیب و غریب وحشیانہ آوازیں نکال رہی تھیں اور [illegible] کی رفتار دم بدم تیز ہوتی جا رہی تھی۔

[illegible] پھر میری آنکھوں نے ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھا [illegible] نے بعد دیکھنے والا تھا اس کے مقابلے میں شاید یہ معمولی [illegible]

[illegible] نے دیکھا کہ دس بارہ عورتیں مردوں کے ایک گروہ کو ہانکتی [illegible] آرہی تھیں۔ میں نے تعداد گنی، وہ دس تھے۔ وہ سب کے [illegible] قد آور، توانا اور مضبوط تھے لیکن ان میں سے کسی کا بھی مقابلہ [illegible] سے نہیں کیا جاسکتا تھا۔ نارو کے مقابلے میں وہ سب کے [illegible] بے بس تھے۔ ان مردوں کو دیکھ کر جیسے عورتوں کے مجمع میں [illegible] وہ بُری طرح چیخنے چنگھاڑنے لگیں گویا ان پر جنون [illegible] گیا ہو۔

[illegible] طرف ایک بہت بڑا مٹی کا برتن رکھا ہوا تھا [illegible] عورتوں کے چارے کے لیے ناند [illegible] اسی قسم کا یہ برتن تھا [illegible] پاس ہی بہت سے مٹی کے پیالے بھی پڑے ہوئے تھے۔ مردوں [illegible] دیکھتے ساری عورتیں جن میں خود نارو بھی شامل تھی اس برتن [illegible] نارو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے بھی برتن کی طرف [illegible] سب سے پہلے نارو برتن کے قریب پہنچی اور اس نے [illegible] اٹھا کر برتن میں ڈالا۔ برتن میں کوئی عجیب سا [illegible] بھرا ہوا تھا۔ نارو نے پیالہ بھر کر میری طرف بڑھایا۔ "اب [illegible] تم ڈمبالا سے پہلے پیو گے؟" نارو نے کہا۔ میں نے اس کے کہنے [illegible] شربت کا پیالہ حلق میں انڈیل لیا۔ اس کا مزہ عجیب کڑوا [illegible] تھا۔ [illegible] نے سارا پیالہ خالی کر دیا اور تب نارو نے بھی دوسرا پیالہ [illegible] سے [illegible] برتن میں ڈالا اور اسے بھر کر خود پی گئی۔

[illegible] کے بعد اس نے پیالہ زمین پر رکھ دیا اور خود وہاں سے ہٹ گئی۔ نارو کے ہٹتے ہی باقی عورتوں نے برتن کے گرد مجمع لگا لیا لیکن دہیل نے سب سے آگے بڑھ کر پہلے پیالے بھر بھر کر مردوں کو دیے۔ میں نے دیکھا کہ دہیل نے ہر ایک کو پورا پیالہ شربت کے پلائے۔ مردوں نے وہ شربت پی لیا اور پھر عورتوں کی باری آئی۔ انھوں نے پیالے بھر بھر کر شربت پینا شروع کر دیا۔ بعض عورتوں نے تو ایک سے زیادہ پیالے پی ڈالے۔ یہاں تک کہ برتن میں تلچھٹ بھی باقی نہ رہی۔

میں نے نارو کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں خونِ کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ سیاہ چہرے پر خون کی ہلکی ہلکی سرخی دوڑ رہی تھی۔ یہی حال ساری عورتوں اور مردوں کا تھا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور چہروں سے خون جھلکنے لگا تھا۔

ڈھول بجانے والی عورتیں بھی شربت پینے میں شامل ہو گئی تھیں اس لیے ڈھول کی آواز فی الحال بند ہو گئی تھی۔ سب کے سب شربت کے پیچھے دیوانے ہو رہے تھے۔

اور پھر اچانک ڈھول دوبارہ بجنا شروع ہو گئے۔ اس بار ان کی دھن مختلف تھی۔ نہایت وحشیانہ [illegible]

کے ساتھ مرد بھی رقص کر رہے تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد صرف دس تھی، جبکہ رقص میں شامل عورتوں کی تعداد کم از کم پچاس ساٹھ ہو گی۔

دن کے وقت میں نے یہ خیال کیا تھا کہ شاید یہ لوگ آگ کے استعمال سے ناواقف ہیں، لیکن جشن کے آغاز کے وقت مجھے اپنی رائے تبدیل کر دینی پڑی تھی۔ یہ لوگ آگ کے استعمال سے واقف تو تھے، جس کا ثبوت یہ تھا کہ جشن کے دوران جگہ جگہ پر بڑی بڑی جلنے والی مشعلیں روشن کی گئی تھیں۔ وہ تاریک میدان میں اتنی زیادہ مشعلیں موجود تھیں جن سے کافی روشنی ہو گئی تھی۔ آس پاس کے جنگل سے وحشی جانوروں کی آوازیں آرہی تھیں لیکن روشنی کی وجہ سے کوئی جانور ادھر کا رخ نہیں کر رہا تھا۔

اب شاید آدھی رات گزر چکی تھی۔ اور تب ایک اور نیا منظر شروع ہوا۔ ایک دل دہلا دینے والا اور انتہائی خوفناک اور دہشت ناک منظر۔

دور سے بستی کی طرف سے ایک آواز سنائی دی۔ [illegible] اس آواز میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ نارو سمیت تمام عورتیں اور مرد جو زمین پر پڑے ہوئے تھے فوراً اپنی اپنی جگہ پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ مجھے یہ آواز کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔

وہ فوراً ہی مجھے یاد آگیا۔ یہ آواز عظیم جادوگرنی نراس کی تھی۔

دور اندھیرے میں ایک ہیولا سا لوگوں کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ [illegible] عورتیں اور مرد جلد ہی جلدی سنبھلنے لگے۔ دور اندھیرے میں زمین پر لاٹھی ٹیکنے کی آواز بھی سنائی دینے لگی اور ہیولا قریب سے قریب تر

آ گیا۔ اب سارے لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کھڑے ہو جانے والوں میں خود نارود بھی شامل تھی۔ اس کا قد اس پاس کھڑی ہوئی عورتوں میں سب سے بلند و بالا نظر آ رہا تھا اور مشعلوں کی ہلکی ہلکی روشنی میں وہ کسی دیوی کی طرح نظر آ رہی تھی۔

نزاس آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مجمع کے قریب پہنچ گئی۔

"تم سب عورتوں کا کام ہو گیا یا کوئی باقی ہے؟" اس نے اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

تمام عورتیں خاموش رہیں۔ مجمع میں سے کوئی آواز بلند نہیں ہوئی تھی۔

"نارود!" نزاس نے زور سے آواز لگائی۔

"نارود حاضر ہے عظیم نزاس!" نارود نے آگے بڑھ کر نزاس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ "حکم دو۔"

"یہ لے!" نزاس نے ایک تیز دھار والا بڑا سا ہتھیار نکالا جو اس نے نہ جانے کہاں چھپا رکھا تھا۔ میں نارود کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا، کسی بہت بڑے جانور کی ہڈی کا بنا ہوا ہتھیار تھا جس کا ایک سرا کسی تیر کی طرح نکیلا تھا اور اس کی ایک جانب تلوار کی طرح دھار بنائی گئی تھی۔ غالباً اس ہڈی کو کافی محنت سے گھسنے کے بعد یہ ہتھیار تیار کیا گیا تھا۔ نارود نے بڑے ادب کے ساتھ نزاس کے ہاتھ سے وہ ہتھیار لے لیا۔

"نام بتاؤ عظیم نزاس!" نارود نے ہتھیار کی دھار پر اپنی انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں نام تو بتانا ہی پڑے گا۔" نزاس نے دوبارہ اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تعداد ہر صورت میں ایک ہی رہے گی۔ ایک بھی زیادہ نہیں ہو سکتا ورنہ نقصان دیوتا ناراض ہو جائے گا۔ سمندر میں سیلاب آ جائے گا۔ طوفانی موجیں زمین کے اس چھوٹے سے خطے کو نگل لیں گی۔ یہاں موجود سارے جاندار سمندر کی تیز و تند لہروں میں غرق ہو جائیں گے۔ ہم سب ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے ہم نقصان دیوتا کو کسی حالت میں بھی ناراض نہیں کر سکتے۔ اس کے حکم کی پابندی کی جائے۔ اسے بھینٹ کی ضرورت ہے۔ تعداد کی مطابقت سے جو کچھ فاضل ہے وہ نقصان دیوتا کا ہے اور اسی کی امانت ہے۔ اسے واپس لوٹا دو۔"

"ہم حکم کی پابندی کرنے کے لیے تیار ہیں عظیم نزاس!" نارود نے مخصوص سنجیدہ آواز میں جواب دیا۔ "تم نام بتاؤ مقدس خاتون!"

"نام؟" نزاس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔ "تو سن، اس دفعہ کا نام ہے آبیل!"

"آبیل!" نارود نے یہ نام دہرایا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساری عورتوں اور سارے مردوں کی نگاہیں ایک ہی سمت میں گھوم کر ایک شخص پر رک گئیں۔ وہ دراز قامت، سیاہ و نرم جسم تھا اور اس کا جسم کافی مضبوط تھا۔ وہ ان دسوں مردوں میں سے ایک تھا جنہیں نو جوانوں کے جلو میں یہاں لایا گیا تھا۔

"آبیل!" نارود نے زور سے آواز دی اور اس کے ساتھ ہی آبیل اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھ کر نارود کے قریب آ گیا ... نہیں معلوم تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے اور میں اس ... بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تجھے مبارک ہو آبیل!" بوڑھی نزاس کی کھنکتی ہوئی آواز بلند ہوئی۔ "اس نقصان دیوتا نے تیرا انتخاب کیا ہے ... تیرے لیے بہت بڑے اعزاز اور خوش بختی کی بات ہے۔ اب تو ..."

"میں تیار ہوں مقدس نزاس!" آبیل نے گہری آواز میں ... دیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا ... جو کچھ دیر پہلے کیف و انبساط ... دیوانہ ہو رہا تھا اب کسی خوف کی علامت نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھ کی پتلیاں سکڑی ہوئی لگ رہی تھیں ... مجھے بڑے غور سے ... رہا تھا۔

آبیل نارود کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں ... جھانک کر دیکھنے لگا۔ نارود کا قد آبیل سے کافی بڑا تھا ... میں بڑی بھاری بھرکم نظر آ رہی تھی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو آبیل؟" نارود نے آبیل سے پوچھا۔

"صرف ایک بات! اگر عظیم نزاس مجھے اس کی اجازت دے ..." ... نے کہا۔ نزاس نے کہا۔ "تجھے اجازت ہے۔"

"میں ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہوں جنہیں ڈیبالا ... زیارت کرنے کا موقع ملا ہے۔" آبیل نے میری طرف دیکھتے ہوئے ... ہوئے کہا۔ "میں صرف ایک بار ڈیبالا کو قریب سے خوب غور سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کے سامنے تعظیماً جھک جانا چاہتا ..."

"تو اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے آبیل!" بوڑھی نزاس کی ... بلند ہوئی۔

آبیل آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے پاس آیا اور میرے بالکل مقابل کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ... میں میرے لیے محبت تھی۔ وہ کافی دیر تک مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ تھام لیے۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے میرے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ان کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اس کے بعد وہ دوہرا ہو کر میرے ... میں جھک گیا۔ اس نے میرے قدموں کو ہاتھ لگایا اور پھر ... اپنے ہونٹ اس ...

"میں مرنے سے پہلے ذرا دیر کو بھی ڈیبالا کو دیکھنے کا اعزاز حاصل ..." آبیل نے مجھ سے مخاطب ہو کر دھیمی آواز میں کہا۔ یہ بات مجھ ... سے اعلیٰ ہوئی تھی اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اس نے بھی ڈیبالا ...

... نے دیکھا تھا جن حالات میں میں آج تمہیں دیکھ رہا ہوں۔" اس ... نے ایک بار پھر میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور نارود کے سامنے تن کر کھڑا ... اب اس نے اپنی حالت پر کسی حد تک قابو پا لیا تھا اور اس کے چہرے ... خوف کے تاثرات کافی کم ہو گئے تھے۔

"اپنا کام شروع کر نارود!" نزاس نے حکم دیا۔

نارود نے ایک عورت کو اشارہ کیا اور وہ ایک بڑا سا برتن نہ جانے ... سے اٹھا کر لے آئی۔ شاید یہ برتن پہلے سے ہی وہاں کہیں موجود ... ایک بہت چوڑے منہ کا بڑا سا برتن تھا۔ نارود نے برتن آبیل ... قریب رکھ دیا اور آبیل کو اشارہ کیا۔ آبیل کسی فرماں بردار بچے کی ... زمین پر لیٹ گیا اور نارود نے وہ برتن اس کی گردن کے نیچے ... رکھ دیا۔ برتن کا منہ اتنا بڑا تھا کہ آبیل کا پورا سر مع گردن کے اس برتن ... آ گیا۔ میں دم سادھے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میرے لیے یہ سب کچھ بالکل نیا تماشہ تھا لیکن ... وہاں موجود مردوں اور عورتوں کے ... شاید یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ تاہم وہ سب کے سب بھی خاموشی سے اس منظر کے سحر میں گرفتار نظر آتے تھے۔

پھر نارود اس ہتھیار کو دائیں ہاتھ میں سنبھال کر جو اسے نزاس نے ... دیا تھا، زمین پر آبیل کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے پوری قوت سے اس ہتھیار کی نوک آبیل کی گردن میں گھسیڑ دی۔ میں نے دہشت زدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

آبیل کے حلق سے نکلنے والی چیخ اس قدر بھیانک تھی کہ آس پاس کے درختوں پر بسیرا لینے والے بہت سے پرندے گھبرا کر اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے نکل بھاگے اور تاریکی میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ ساتھ ہی جنگل میں کئی جانوروں کے تیز بھاگنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ... کے ساتھ ہی ڈھول کی آواز جو اس تمام عرصے میں موقوف رہی تھی، ایک بار پھر وحشیانہ انداز میں بلند ہونے لگی اور اس کے ساتھ ہی "نقصان عظیم ہے" کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔

آبیل کا جسم بُری طرح پھڑکنے لگا لیکن نارود کے قوی ہیکل جسم نے اسے پوری طرح قابو میں کر رکھا تھا۔ نارود نے اسی ہتھیار سے آبیل کی گردن پر دو تین اور زخم لگائے اور خون کی دھاریں بہہ بہہ کر اس برتن میں گرنے لگیں جو آبیل کی گردن کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ نارود نے ذرا سا بھی خون ضائع نہیں ہونے دیا۔

آبیل کا جسم تھوڑی دیر تک پھڑکتا رہا اور پھر خاموش ہو گیا۔ مجھے اس بہیمانہ اور بیہودہ فعل سے سخت نفرت اور کراہت محسوس ہوئی۔ لیکن میں بے بس تھا۔ میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا سوائے خاموش رہنے کے۔ میں ان لوگوں کے مقدس رسم و رواج میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور اگر بالفرض میں آبیل کی جان بچا بھی لیتا تو بھی اس سے کیا فائدہ تھا؟ نہ جانے کتنے دن رہتا۔ میرے جانے کے بعد پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ... کا عادی ہوا انسان اس دکھ سے بھری دنیا میں اسی قسم کی حرکتیں کیا کرتا تھا۔ میں بھلا کس کس کو روک سکتا تھا۔ چنانچہ میں خاموش رہا اور آبیل کا کٹا ہوا گلا خون سے تر ہوتا رہا۔

اس کے بعد نارود نے ایک اور عورت کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے ایک اور برتن لے آئی۔ یہ برتن بھی کافی بڑا تھا۔ نارود نے یہ برتن آبیل کی پشت کے نیچے رکھا اور اسی ہتھیار سے اس کی پشت اور پیٹھ میں کئی سوراخ کر دیے۔ پیٹھ اور پیٹ سے بھی خون بہہ بہہ کر بڑے سے برتن میں جمع ہونے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ آبیل کے بدن کا سارا خون نچوڑ لینا چاہتے تھے۔ چاروں طرف بالکل سناٹا طاری تھا۔ کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ بوڑھی نزاس اپنی لاٹھی ایک طرف رکھ کر زمین پر بیٹھ گئی تھی اور آہستہ آہستہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ پڑھ رہی تھی۔ اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کسی کو بھی سنائی نہیں دے رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک یہی عالم رہا۔ آبیل کے جسم کے سوراخوں سے نکلنے والا سارا خون دو برتنوں میں جمع کر لیا گیا۔ اس کے بعد نارود کے اشارے پر دو عورتیں آگے آئیں۔ انھوں نے خون سے بھرے ہوئے برتنوں کو اٹھایا اور اس بڑے سے برتن میں انڈیل دیا جس میں پہلے مشروب بھرا ہوا تھا اور جو اب خالی ہو چکا تھا۔ اس برتن میں خون ڈال دینے کے بعد پھر کچھ عورتیں کہیں قریب سے ہی بڑے بڑے برتنوں میں پانی بھر کر لانے لگیں اور اس ناند جیسے برتن میں ڈالنے لگیں یہاں تک کہ وہ پورا بھر گیا۔ اب اس میں خون اور پانی کا ایک غلیظ مخلوط تیار ہو چکا تھا اور بڑا سا برتن اس سے لبالب بھرا ہوا تھا۔

نارود نے سب سے پہلے ایک پیالہ اٹھایا، اس میں وہ مخلوط بھرا اور بڑے ادب و احترام کے ساتھ بوڑھی نزاس کو پیش کیا۔ بوڑھی نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ وہ پیالہ پی لیا۔ مجھے اس قدر کراہت محسوس ہوئی کہ میں نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ اس کے بعد نارود نے دوسرا پیالہ بھرا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اشارے سے منع کر دیا۔

"عظیم ڈیبالا اپنی مرضی کا مالک ہے۔" نزاس نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اسے مجبور نہ کر نارود۔ وہ جو کچھ چاہے گا پیے گا، جو نہیں چاہے گا نہیں پیے گا۔ جو چاہے گا کرے گا، جو نہیں چاہے گا نہیں کرے گا۔"

میرے انکار کے بعد نارود نے وہ پیالہ اپنے منہ سے لگا لیا اور غٹاغٹ کر کے پی گئی۔ اس کے بعد اس نے دوسری عورتوں کو اشارہ کر دیا۔ وہ سب کی سب اس برتن پر ٹوٹ پڑیں اور پیالے بھر بھر کر پینے لگیں۔ آبیل کا سرد جسم جو خون نکل جانے کی وجہ سے زردی مائل ہو رہا تھا ایک طرف پڑا ہوا تھا اور عورتیں اس محلول کو پینے میں لگی ہوئی تھیں جس میں آبیل کا خون ملا ہوا تھا۔ ذرا سی دیر میں برتن خالی ہو گیا۔

اگر یہ میرا ایک کرامت نہیں تو نظارہ تھا، لیکن میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں اس سے پہلے بھی انسانوں کو انسانوں کا خون پیتے دیکھ چکا تھا۔ مجھے شہزادی بھی یاد تھی جو نوجوانوں کو ہلاک کر کے ان کے خون سے ایک محلول تیار کرتی تھی اور پھر پورے بدن پر اسے ملتی تھی لیکن خون پینے کی اس کارروائی کے بعد یہاں جو دوسرا مرحلہ شروع ہوا اسے دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ بڑا ہی بھیانک مرحلہ تھا۔

نارو نے اسی ہتھیار کی مدد سے جس سے اس نے اپیل کو ہلاک کیا تھا، اس کے جسم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے اس نے اس کے دونوں بازو شانوں تک سے الگ کر دیے، پھر اس کی دونوں ٹانگیں جانگھوں کے پاس سے کاٹ دیں، پھر بازوؤں کو کہنیوں سے کاٹ کر الگ کر دیا اور ٹانگوں کو گھٹنوں سے الگ کر ڈالا۔ پھر وہ تقریباً دو گھنٹے تک اس کے جسم کے مختلف حصوں کو چھوٹی چھوٹی بوٹیوں اور ہڈیوں کی شکل میں کاٹتی رہی۔ میں خاموش بیٹھا اس گھناؤنے منظر کو دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ اپیل جو چند گھنٹے پہلے ایک جیتا جاگتا اور زندگی سے بھرپور انسان تھا۔۔۔

اب چھوٹی چھوٹی بوٹیوں کے ایک ڈھیر کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔

اب صرف اپیل کی کھوپڑی صحیح و سالم حالت میں رہ گئی تھی۔ نارو نے ایک دوسرے وزنی ہتھیار سے جو ایک ہتھوڑے سے مشابہ تھا، اپیل کی کھوپڑی کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور اس کا بھیجا اور دوسری چیزیں نکال لیں۔ اور پھر اس نے کھوپڑی کے ایک ٹوٹے ہوئے حصے کو پیالے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اس میں بھیجا رکھ کر بڑے ادب و احترام کے ساتھ نراس کو پیش کیا۔ نراس نے فوراً ہی اپنے ناتواں اور کمزور ہاتھوں میں کھوپڑی کا وہ ٹکڑا پکڑ لیا اور جلدی جلدی اپیل کے بھیجے کو کچا کھانے لگی۔ میں اس غلیظ اور ناقابل برداشت منظر کی تاب نہ لا سکا اور میں نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

نراس نے بھیجا کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹیں۔ اس کے بعد نارو نے اسے اپیل کا دل پیش کیا۔ نراس نے جس کے دانت اس ضعیف العمری میں بھی نہ جانے کیسے مضبوط تھے، خوب چبا چبا کر اپیل کا دل بھی کھا لیا۔ تمام عورتیں اور مرد خاموشی سے زمین پر بیٹھے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ سب تو بہت پرسکون تھے لیکن مجھے یہ سب کچھ کسی بھیانک خواب کی طرح نظر آ رہا تھا۔ رات کا وقت، ایک پراسرار ماحول، چاروں طرف گھپ اندھیرا اور وحشی انسانوں کی یہ جماعت، جس میں انوکھی رسم کے مطابق انسانوں کے ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس جنگل کے وسط میں ایک چھوٹا سا کھلا ہوا میدان اور وہاں عجیب الخلقت لوگوں کا یہ اجتماع، الاؤ کی روشنی اور ٹوٹے ہوئے سارے جسم انسان کی لاش کا یہ ایک بوڑھی اور بیمار جادوگرنی جو مرنے سے پہلے انسانی گوشت کھا رہی تھی۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے، مگر یقین کیے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ نراس کے بعد نارو نے گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا میری طرف بڑھایا لیکن میں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔

نراس جب اپنے اس گندے کام سے فارغ ہو گئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر بولی "میں اب جا رہی ہوں۔ تم لوگوں کو اجازت ہے۔ کرڈمبالا کو اب اپیل کی جگہ مردوں کے گروہ میں شامل کر لو۔" میں بوڑھی جادوگرنی کے ان الفاظ کا مطلب پورے طور پر نہیں سمجھ سکا۔ وہ نہ جانے کون سے گروہ میں مجھے شامل کرنے کی بات کر رہی تھی۔

اپنی بات ختم کر کے نراس اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ وہ تمام لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے جو اب تک بیٹھے ہوئے تھے۔ نراس اپنی لاٹھی ٹیکتی ہوئی اسی طرف روانہ ہو گئی جس طرف سے وہ آئی تھی اور دم بھر میں نظروں سے غائب ہو گئی۔

نراس کے جاتے ہی عورتوں نے نارو کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ اب وہ مردوں کو بھول چکی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ مرد کافی سہمے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب کے سب میدان میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا سارا جوش و خروش رخصت ہو چکا تھا اور ان کی حالت غیر نظر آ رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک ان کی تعداد دس تھی لیکن اب وہ گھٹ کر نو رہ گئے تھے۔ ان کے ایک ساتھی کو ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا تھا۔

نارو نے عورتوں کے مجمع پر ایک نظر ڈالی، جو بھوکی اور ترسی نگاہوں سے اپیل کے کٹے ہوئے گوشت کی بوٹیوں کو دیکھ رہی تھیں۔ نارو نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں روکا، پہلے اس نے گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا اٹھایا اور اسے اچھی طرح دیکھ بھال کر ایک طرف الگ رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے گوشت کے ٹکڑوں کو ان عورتوں کے درمیان تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ عورتیں بڑی ترتیب اور نظم و ضبط کے ساتھ باری باری نارو کے پاس آتیں اور وہ انھیں تھوڑا تھوڑا گوشت دیتی جاتی جسے وہ بڑے ذوق و شوق اور رغبت کے ساتھ وہیں کھڑے کھڑے کھانا شروع کر دیتیں۔ جب ساری عورتوں میں گوشت تقسیم کیا جا چکا تو نارو نے میری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا "عظیم ڈمبالا نے قربانی کا نہ تو خون چکھا نہ گوشت۔ اب بھی تھوڑا سا گوشت موجود ہے۔ اگر تم چاہو تو تمھیں پیش کیا جائے۔"

"نہیں! مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے بمشکل

اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

میرے الفاظ کے فوراً ہی بعد نارو نے گوشت کا وہ بڑا سا ٹکڑا جو اس نے پہلے ہی بچا کر الگ رکھ دیا تھا، کھانا شروع کر دیا۔ وہ اسی انداز میں کھا رہی تھی جس طرح میں نے آج صبح اس بستی میں قدم رکھنے کے بعد شمبال کو انسانی گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھے سخت گھن آ رہی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں طے کر لیا کہ میں اس جگہ زیادہ عرصہ قیام نہیں کروں گا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ کچھ دنوں تک یہاں رکوں گا لیکن ان لوگوں کی مکروہ اور نفرت انگیز حرکتیں دیکھ کر میرا جی بیزار ہو گیا۔ انھوں نے میری آنکھوں کے سامنے اپنے ایک ساتھی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا لیا تھا۔

خون پینے اور گوشت کھانے کے بعد یہ عجیب و غریب جشن اختتام کو پہنچا اور تمام عورتیں اپنے اپنے جھونپڑوں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ میں نے دیکھا کہ مسلح عورتوں کی ایک جمعیت نے نو مردوں کو گھیرا ڈال دیا اور انھیں ایک طرف لے جایا جانے لگا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان مردوں کو کہاں لے جایا جائے گا اور اب ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔

دو عورتیں جو نارو کے جھونپڑے کے باہر پہرہ دیتی تھیں، ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لیے آگے آگے چلنے لگیں۔ میں اور نارو ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ باقی عورتیں اپنے اپنے جھونپڑوں کی جانب جا چکی تھیں۔

میں اور نارو جب جھونپڑے کے دروازے پر پہنچے تو دونوں مسلح عورتیں وہیں رک گئیں۔ اندر سے ایک اور عورت نکل کر آئی۔ اسے میں پہچانتا تھا۔ یہ ان دو عورتوں میں سے تھی جنھوں نے میرے اور نارو کے جسم پر روغن کی مالش کی تھی۔

نارو نے مجھے اس کمرے میں بھیج دیا جس میں میں آج دوپہر اس کے ساتھ لیٹا تھا۔ نارو بہت تھکی ہوئی تھی لیکن ظاہر ہے میرے تھکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ نارو دوسرے کمرے میں جا کر سو گئی، لیکن مجھے بڑی دیر تک نیند نہیں آئی۔ میں ان حالات کے بارے میں دیر تک سوچتا رہا جو آج رات گئے تک پیش آئے تھے۔ بہت غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان لوگوں کو الزام قرار دینا یا ان سے نفرت کرنا بے معنی ہے۔ تہذیب و تمدن کی دنیا سے ہزاروں لاکھوں میل دور یہ لوگ تاریک سیاہ جنگلات میں گھرے ہوئے انتہائی پسماندہ اور وحشیانہ زندگی گزار رہے تھے۔ انھوں نے وہی طور طریقے اپنا رکھے تھے جو ان کے آبا و اجداد زمانے سے، صدیوں سے، قرنوں سے چلے آ رہے تھے۔ یہاں علم و دانش کا دور دور تک کوئی پتا نہ تھا۔ ہر طرف ظلمت اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ میں نے کافی سوچ بچار کے بعد اپنے سابقہ فیصلے میں تبدیلی کی اور یہ طے کیا کہ کچھ عرصہ میں اسی بستی میں گزاروں گا۔

شاید میں یہاں کے لوگوں کو کچھ سکھا سکوں۔ شاید میں انھیں علم و تہذیب کا کچھ حصہ دے سکوں۔

میں انھی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ مجھے کمرے کے دروازے پر ایک تاریک سا سایہ نظر آیا۔ کوئی دروازے میں کھڑا ہوا تھا۔

"کون ہے؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"میں ہوں پالشا۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ بہت دھیما تھا۔

"پالشا؟" میں نے پوچھا۔ "کون پالشا؟ میں تو تمھیں نہیں جانتا۔ اس وقت تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"میں نے عظیم ڈمبالا کی مالش کی تھی۔" پالشا نے جواب دیا۔

میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا ہو جو مجھے یہاں کے حالات کے بارے میں، بوڑھی عورتوں کی عدم موجودگی اور مردوں کی کمیابی کے بارے میں بتائے۔ مجھے یہاں کے طور طریقوں اور رسم و رواج کے بارے میں بتائے۔ نارو میرے سوال کا جواب صاف گول کر گئی تھی اور اس بات کی امید بھی نظر نہیں آتی تھی کہ وہ اصل حالات کے بارے میں مجھے سچ سچ بتا دے گی۔ اس لیے میں نے پالشا کی دعوت فوراً قبول کر لی اور اس سے کہا کہ وہ میرے پاس آ جائے۔

"تم نارو کی خدمت پر کب سے مامور ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "صرف اتنا معلوم ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تب سے میں اور میری بڑی بہن مالشا نارو کی خدمت کر رہی ہیں۔ نارو بہت اچھی عورت ہے۔ وہ ہم سب پر مہربان ہے اور نراس نارو پر مہربان ہے اور شکان نراس پر مہربان ہے۔"

"مجھے یہ بات ذرا تفصیل سے سمجھاؤ۔" میں نے اس سے کہا۔

"نارو اس بستی کی سردار ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "وہ ہم سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ ہم سب نے مل کر اسے اپنا سردار بنایا ہے۔ ہم لوگ جب چاہیں سردار کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں جو عورت بھی سرداری کا دعویٰ کرے گی اسے نارو سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ اگر وہ اس مقابلے میں نارو کو شکست دے دے گی تو نارو کو سرداری سے دست بردار ہونا پڑے گا اور فاتح عورت سردار بن جائے گی۔ ورنہ بصورت دیگر نارو کو حق ہو گا کہ وہ ہارنے والی عورت کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔ نارو تو قبیلے کی سردار ہے اور نراس ہماری سب سے بڑی جادوگرنی ہے۔ وہ ہم سب لوگوں کو بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس کا علم بہت وسیع ہے۔ نراس نارو پر خاص نظر عنایت کرتی ہے۔ شکان ہمارا سب سے بڑا دیوتا ہے، وہ ہمارے مویشیوں کی تعداد بڑھاتا ہے، ہمیں شکار مہیا کرتا ہے، ہماری قربانیاں قبول کرتا

ہے اور ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ نارو، شکان کی پسندیدہ شخصیت ہے۔ وہ اس بات کا خاص خیال رکھتی ہے کہ بستی میں کوئی شخص بھی شکان کی ناراضگی کا کام نہ کرے۔ شکان نارو سے بہت خوش ہے۔ نارو ہم سب لوگوں سے بہت خوش ہے۔" پالشا نے وضاحت کے ساتھ مجھے ساری بات بتاتے ہوئے کہا۔

"آج رات جو قربانی کی رسم ادا کی گئی تھی، اس کا کیا مقصد تھا؟" میں نے پالشا سے پوچھا۔

"اس کا مقصد شکان دیوتا کو خوش کرنا تھا۔ شکان دیوتا کو وقتاً فوقتاً قربانی کی ضرورت رہتی ہے۔ اگر اسے قربانی نہ دی جائے تو وہ ناراض ہو جائے گا۔ اسے قربانی دینے کے لیے باقاعدہ ایک بڑے جشن کا اہتمام کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ آج رات ہوا تھا۔ اور اسی جشن میں شکان دیوتا کے حضور میں قربانی پیش کی جاتی ہے۔" پالشا نے جواب دیا۔

"لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ شکان دیوتا کے لیے مرد کی ہی قربانی دی جائے؟" میں نے سوال کیا۔ "کیا وہ عورت کی قربانی قبول نہیں کرتا؟"

"نہیں۔" پالشا نے جواب دیا۔ "شکان دیوتا صرف مرد کی ہی قربانی قبول کرتا ہے۔ عورت کی نہیں۔"

"تمہاری بستی میں مرد اتنی کم تعداد میں کیوں ہیں، جبکہ عورتوں کی تعداد مردوں کے تناسب کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے؟" میں نے گھما پھرا کر اپنے سوال کو نئے روپ سے زیادہ سادہ اور آسان بنا کر پیش کیا۔

"ہماری بستی میں صرف توانا مردوں کو ہی رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔" پالشا نے اپنے لہجے کو معنی خیز بناتے ہوئے اصل بات کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس موضوع پر مجھ سے کھل کر گفتگو کرنے سے احتراز کر رہی ہے۔ میں نے بھی اسے مزید سوالات کر کے پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مجھے کوئی ایسی خاص جلدی بھی نہیں تھی۔ میں کچھ دن تک یہاں قیام کرنے کے بعد ہی اصل حالات معلوم کر سکتا تھا۔ میں یہ بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص تجسس ہے۔

پالشا اس رات کافی دیر تک میرے ساتھ رہی۔

جب میں سو کر اٹھا تو اس وقت جھونپڑا مجھے خالی نظر آیا۔ میرے قریب کوئی اور موجود نہیں تھا۔ میں نے جھونپڑے کے دوسرے کمروں کا جائزہ لیا۔ ایک کمرے میں مجھے پالشا نظر آ گئی۔ وہ کسی درخت کی چھال سے کوئی رسی جیسی چیز بٹ رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ اس رسی کی مدد سے وہ لوگ چھوٹے موٹے جانور پکڑنے کے لیے پھندا تیار کرتے ہیں۔

پالشا نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو وہ مجھے ابھی کچھ کھانے کو دے سکتی ہے اور اگر میری مرضی ہو تو میں پہلے چشمے پر نہا لوں اور اس کے بعد کچھ کھاؤں۔ میں نے پہلے نہانے کا فیصلہ کیا اور پالشا سے کہا کہ وہ مجھے چشمے تک لے چلے۔ پالشا نے میری رہنمائی کی اور ہم دونوں چشمے کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ چشمہ کیا تھا، ایک اچھی خاصی پہاڑی ندی تھی جس کا صاف اور شفاف پانی اوپر پہاڑوں پر سے بہتا ہوا آتا تھا اور کچھ دور تک بہتے رہنے کے بعد سمندر میں جا ملتا ہے۔ یہ بہت ہی پُر فضا جگہ تھی۔ بے شمار ہرے بھرے درختوں اور سیکڑوں بیلوں کے درمیان، انواع و اقسام کے پھولوں سے بھری ہوئی تھیں، پہاڑی ندی گنگناتی ہوئی بہتی تھی۔ اس کا پانی کسی شیشے کی طرح صاف و شفاف تھا۔ اوپر سے گرنے والے پانی کی دھار کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اور میرے رونگٹے رونگٹے میں جیسے لطافت اور فرحت کا احساس دوڑ گیا۔ پالشا نے مجھے بتایا یہ جگہ نہانے کے لیے بہت خطرناک ہے، کیونکہ یہاں بڑے بڑے پتھر اوپر سے گرتے ہوئے آتے ہیں اور یہاں ہر کسی کی جان کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ مجھے چشمے کی دوسری طرف لے جانا چاہتی تھی، لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی۔

"یہ پانی کافی اونچائی سے یہاں بہتا ہوا آتا ہے۔" میں نے اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ اوپر پہاڑوں کی چوٹیوں سے آتا ہے۔" پالشا نے جواب دیا۔ اور وہ بھی اوپر کی طرف دیکھنے لگی۔ اچانک ہی وہ بہت زور سے چیخی

چیخ کر مجھ سے بھاگنے کے لیے کہا۔ لیکن جب تک میں یہ بات سمجھ سکوں کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے اور اس کا مقصد کیا ہے، ایک بہت بڑا سنگین وزنی پتھر اوپر سے پانی کے ساتھ لڑھکتا ہوا آیا اور پوری قوت کے ساتھ میرے سر سے ٹکرایا۔ مجھے اپنے سر پر ایک ہلکی سی دھمک سی محسوس ہوئی۔ لیکن پالشا اس دوران خوف کے مارے بے ہوش ہو چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس بھاری پتھر نے میرے سر کو چکنا چور کر ڈالا ہو گا۔ گو کہ ان لوگوں کی نظروں میں میں دیوتا تھا، لیکن معلوم نہیں کہ ان لوگوں کے دیوتاؤں کے سر ایسی ضرب برداشت کر لیتے تھے یا نہیں۔

میں پانی سے نکل کر آیا اور میں نے بے ہوش پالشا کو سنبھالا۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیے اور ذرا دیر بعد اسے ہوش آ گیا۔ مجھے اپنے سامنے زندہ و سلامت، صحیح و سالم حالت میں دیکھ کر اسے سخت حیرت ہوئی۔

"تم... تم زندہ ہو ڈمبالا؟" اس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ "اتنا بھاری پتھر تمہارے سر پر گرا اور تم بچ گئے؟"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم لوگ مجھے دیوتا نہیں مانتے؟"

"یہ بات نہیں ہے عظیم ڈمبالا!" پالشا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "نارو نے ہم لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ ڈمبالا سمندروں کا دیوتا ہے اور اس کی ساری زندگی پانی میں گزرتی ہے۔ ہر سو سال بعد وہ ایک انسان کا روپ دھار کر سمندر سے نکل کر اس بستی میں آتا ہے۔ لیکن ڈمبالا دیوتا کا یہ انسانی روپ کئی لحاظ سے بڑا کمزور ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ڈمبالا کا انسانی روپ آگ کی تپش کو زیادہ برداشت نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ وہ کسی بھاری ضرب کی تاب نہیں لا سکتا۔ اگر ڈمبالا کے ساتھ ان دونوں میں سے کوئی ایک بات ہو جائے تو وہ فوراً اپنے انسانی جسم کو چھوڑ کر دوبارہ سمندر میں لوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد آئندہ سو برس سے پہلے واپس نہیں آتا۔ تمہارے سر پر بھاری پتھر گرتے دیکھ کر مجھے فوراً ہی یہ خوف ہوا کہ تم اپنے انسانی جسم کو چھوڑ کر دوبارہ سمندر میں چلے گئے اور ہماری بستی پر جو رحمتیں تمہاری وجہ سے نازل ہونے والی ہیں، ہم لوگ ان سے محروم رہ جائیں گے۔ لیکن مجھے سخت حیرت اس بات پر ہے کہ تمہارے سر پر اتنا بھاری پتھر گرا لیکن تم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میری پرنانی مجھے بتاتی تھیں کہ ایک بار ڈمبالا کے سر پر اسی طرح پتھر گر گیا تھا اور ڈمبالا اپنے انسانی جسم کو چھوڑ کر فوراً ہی رخصت ہو گیا تھا۔ سنا ہے کہ اس کے بعد پھر وہ سو برس کے بعد ہی واپس آیا تھا۔"

"لیکن میرے ساتھ ایسا نہیں ہو گا۔"

"اب تمہیں یقیناً کچھ کھانے کی ضرورت ہو گی۔" پالشا نے مجھ سے کہا۔ ہم دونوں نارو کے جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں جگہ جگہ ہمیں عورتوں کے گروہ ملے جو مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ میں ان لوگوں کی زندگی کا بڑے قریب سے مطالعہ کرنا چاہتا تھا اور اسی لیے میں نے اس بات پر خاص توجہ دی کہ یہ عورتیں کیا کام کر رہی ہیں۔ بستی میں اس وقت زیادہ عورتیں موجود نہیں تھیں۔ کچھ عورتیں ایک طرف بیٹھی ہوئی ایک پرانے انداز کی کشتی کو، جو کہیں سے ٹوٹ گئی تھی، مرمت کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی مچھلی پکڑنے کے ایک پرانے جال کی مرمت کر رہی تھیں۔ کچھ دوسری عورتیں ایندھن جمع کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ سب کی سب کسی نہ کسی کام میں مصروف تھیں۔ میں اور پالشا جدھر سے بھی گزر رہے، عورتوں نے گردنیں جھکا جھکا کر مجھے تعظیم دی۔

"باقی عورتیں کہاں ہیں؟" میں نے پالشا سے سوال کیا۔ "اس وقت ان کی بہت کم تعداد یہاں نظر آ رہی ہے۔"

"وہ سب کی سب شکار کرنے اور مچھلی پکڑنے کے لیے گئی ہوئی ہیں۔" پالشا نے جواب دیا۔ "اور نارو بھی انہی میں شامل ہے۔ یہ لوگ جب شام کو واپس آئیں گی تو ان کے ساتھ بہت سا شکار ہو گا جسے ہم سب لوگ مل کر کھائیں گے۔"

اس اثنا میں ہم لوگ دوبارہ نارو کے جھونپڑے میں پہنچ گئے تھے۔ پالشا نے میرے سامنے کھانا لا کر رکھ دیا۔ اور پروفیسر اس کھانے کو دیکھ کر میرا جی متلا گیا۔ یہ ایک خرگوش تھا۔ اچھا خاصا بڑا سا خرگوش، جس کی کھال اتار دی گئی تھی اور وہ بالکل کچا تھا۔

"یہ ہمارے علاقے کا سب سے لذیذ خرگوش ہے۔" پالشا نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "اس کا رنگ سفید و سیاہ ہوتا ہے اور یہ عام خرگوشوں کے مقابلے میں زیادہ تیز اور پھرتیلا ہوتا ہے اسی لیے اس کا شکار بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس کا گوشت باقی خرگوشوں سے زیادہ لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے۔ نارو مجھے صبح خاص طور پر ہدایت کر کے گئی تھی کہ تمہیں کھانے کے لیے یہی خرگوش دیا جائے۔ اس کا شکار کل دن میں ہی کر لیا گیا تھا۔ تم نے کل رات کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس لیے اسے اب پیٹ بھر کر کھا لو۔"

ظاہر ہے پروفیسر! میرے لیے یہ گندگی کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"تم لوگ کچا گوشت ہی کھاتے ہو؟" میں نے پالشا سے پوچھا۔

"کچا؟" پالشا نے حیرت سے پوچھا۔ "کچا کیا ہوتا ہے؟ گوشت تو گوشت ہوتا ہے اور بس۔"

"میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم گوشت کو پکا کر کیوں نہیں کھاتے؟" میں نے پوچھا۔

"پکانا کیا ہوتا ہے؟" پالشا نے معصومیت اور حیرت کے ساتھ پوچھا۔ "ہم لوگ یہ کام کرنا نہیں جانتے۔"

"تم لوگ آگ سے کیا کام لیتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"آگ سے ہم روشنی کا کام لیتے ہیں۔ ہم جانوروں کی چربی سے مشعلیں بناتے ہیں جن کو روشن کر دینے سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ سردیوں میں ہم آگ جلا کر اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ اس طرح ہمارے جسموں کو گرمی لگتی ہے۔ آگ کے ذریعے ہم جنگلی اور وحشی جانوروں کو بھگاتے ہیں۔"

"بس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بس۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن آگ بڑی ظالم چیز ہے۔ کبھی کبھی یہ ہمارے جھونپڑوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ اور پھر کبھی کبھی جنگل میں بھی آگ لگ جاتی ہے۔ اس وقت ہم لوگوں کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جنگل میں لگی ہوئی آگ بڑی تیزی سے پھیلتی چلی جاتی ہے اور اکثر ہماری بستی بھی اس کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔ سب کچھ جل جاتا ہے اور پھر کچھ عرصے کے بعد ہمیں نئے سرے سے اپنے مکانات تعمیر کروانے پڑتے ہیں۔ یہی کچھ ہوتا رہتا ہے۔ مگر تم

گوشت تو کھالو۔"

"نہیں، میں یہ گوشت اس طرح نہیں کھاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "میں تم لوگوں کو بتاؤں گا کہ گوشت کو کس طرح پکایا جاتا ہے۔ میں خود بھی پکا ہوا گوشت کھاؤں گا اور تم لوگوں کو بھی کھلاؤں گا۔ تم دیکھنا وہ کتنا لذیذ ہوتا ہے۔"

"کیا واقعی؟" پاشا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "تم خود ہی دیکھ کر فیصلہ کرنا۔"

"اچھا تو شام کو جب ساری عورتیں بھی شکار سے واپس آجائیں، تب تم یہ کمال دکھانا۔" پاشا نے کہا۔

شام تک ساری بستی میں یہ خبر پھیل گئی کہ عظیم ڈمبالا کوئی کمال دکھانے والا ہے۔ نارو جس وقت دو تین عورتوں کے ساتھ جھونپڑے میں داخل ہوئی تو اس کے ساتھ پھلیوں سے بھرے ہوئے دو ٹوکروں کے علاوہ کئی خرگوش اور ہرن بھی تھے۔ نارو کو جھونپڑے میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس بات کی خبر مل گئی تھی کہ میں کوئی کمال دکھانے والا ہوں۔ اس نے آتے ہی ایک موٹی تازی مچھلی ٹوکرے میں سے اٹھا کر میری طرف بڑھا دی اور کہا کہ میں کمال دکھانے سے پہلے یہ مچھلی کھالوں۔

"جو کمال میں دکھاؤں گا اس کا تعلق اس مچھلی سے بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کو ابھی رکھو۔"

میں نے نارو کے جھونپڑے کے سامنے آگ جلائی اور ایک بڑے سے مٹی کے برتن میں پانی بھروا کر اس میں مچھلیاں ڈال دیں اور انھیں ابلنے کے لیے رکھ دیا۔ ساری بستی کی عورتیں جمع تھیں اور آنکھیں پھاڑے حیرت سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ ان کے خیال کے مطابق میں کوئی معجزہ دکھانے جا رہا تھا۔ مجھے ان سادہ لوح لوگوں سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی۔

تھوڑی دیر میں مچھلی ابل گئی اور میں نے درختوں کے پتوں کی مدد سے گرم گرم برتن کو پکڑ کر نیچے اتار لیا۔ تمام عورتیں قریب آکر برتن کو غور سے دیکھنے لگیں۔ میں نے تھوڑی دیر تک برتن کو ٹھنڈا ہونے دیا اور پھر اس کے بعد ایک چھوٹا سا برتن منگا کر اس میں ایک مچھلی نکالی اور نارو کو کھانے کے لیے دی۔ نارو نے ڈرتے ڈرتے مچھلی کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا اور پھر اچھل پڑی۔ مچھلی اس کے منہ میں گھل گئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی مچھلی کھالی۔

"یہ تو بڑی عجیب و غریب چیز بن گئی ہے۔" نارو نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ "اس کا تو جواب ہی نہیں ہے۔ یہ تو واقعی لاجواب ہے۔"

اور پھر باری باری تمام عورتوں نے ابلی ہوئی مچھلی کھائی اور اس میں انھیں ایک نیا ذائقہ، ایک نئی لذت محسوس ہوئی۔ وہ سب کی سب اس کارنامے سے بہت خوش ہوئیں اور میری ذات پر ان کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا۔ میں ان کا دیوتا بن گیا۔

اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو آگ پر گوشت بھوننا سکھایا۔ بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو جب چاروں طرف پھیلی تو یہ اس علاقے کے لیے بالکل نئی خوشبو تھی۔ ان لوگوں کو اس خوشبو کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ جنگل میں رہنے والے ان وحشی انسانوں کی قوت شامہ بہت تیز تھی۔ مجھے اس بات کا اندازہ اس وقت ہوا جب لاٹھی کھٹکھٹانے کی آواز کے ساتھ ہی نراس کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں آ رہی ہوں، میں آ رہی ہوں۔"

نراس کی آواز سنتے ہی چاروں طرف سناٹا طاری ہو گیا۔ ہنستی ہوئی عورتوں کے قہقہے رک گئے۔ ان کی آپس کی چہلیں ختم ہو گئیں۔ وہ سب کی سب سنجیدہ ہو گئیں اور اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ نراس قریب آگئی اور نارو سمیت تمام عورتوں نے کہا۔ "نراس عظیم ہے۔"

"میں ایک بالکل نئی مہک سونگھ رہی ہوں۔" نراس نے نتھنے پھڑکاتے ہوئے کہا۔ "یہی مہک مجھے اتنی دور سے یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ یہ مہک ہماری بستی کی نہیں ہے۔ یہ اجنبی مہک ہے۔ کسی اجنبی چیز کو ہماری بستی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔" نراس کی آواز میں سختی تھی۔

"عظیم نراس کا اقبال بلند ہو۔" نارو نے احترام سے کہا۔ "ڈمبالا نے ہمیں گوشت اور مچھلی کھانے کے کچھ نئے طریقے بتائے ہیں اور ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ ان طریقوں سے گوشت زیادہ لذیذ ہو جاتا ہے اور اسے کھانے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ عظیم ڈمبالا ہم پر بہت مہربان ہے۔"

"ڈمبالا یقیناً عظیم ہے۔" نراس نے خشونت بھرے لہجے میں کہا۔ "ڈمبالا ہم پر مہربان ہے، یہ بھی صحیح ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھو قبیلے کی عورتو! شکان سب سے عظیم ہے۔ اس کی عظمت کے آگے سب ہیچ ہیں۔ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے شکان کے ناراض ہونے کا اندیشہ ہو۔ شکان ان نئی نئی باتوں کو پسند نہیں کرتا اور نہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تم لوگ اپنے پرانے طور طریقوں کو بدلو۔ ہمیں کوئی بھی نیا کام شروع کرنے سے پہلے شکان کی اجازت لینی ضروری ہو گی اور یہ بات تم سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ شکان تک صرف میری ہی پہنچ ہے۔ صرف میں ہی ایک ایسی ہستی ہوں جو لوگوں اور شکان کے درمیان رابطے کا کام دیتی ہوں۔ تم لوگوں نے نہ تو شکان کو دیکھا ہے اور نہ تم اسے دیکھ سکتے ہو۔ صرف میں ہی اسے دیکھ سکتی ہوں اور میرے ذریعے وہ اپنی ہدایات تم لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ ڈمبالا کے یہاں آنے کی بشارت مجھے شکان نے ہی دی تھی۔ تم سب لوگوں کو اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ ڈمبالا

نیکی اور بھلائی کا پیغامبر ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان حدود تک مقید رکھے جو شکان دیوتا نے قائم کی ہیں اور انھیں توڑنے کی کوشش نہ کرے۔ اس میں ڈمبالا کی بھی بھلائی ہے اور ہم سب لوگوں کی بھی۔ ہمیں اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔"

بوڑھی عورت کی یہ عجیب و غریب تقریر سن کر میں حیران رہ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ میں نے کون سی ایسی غلط بات کر دی تھی جس کی وجہ سے وہ اتنی برہم نظر آ رہی تھی۔ اس کی برہمی کو صاف طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔ یقیناً اسے میری گوشت پکانے والی حرکت پسند نہیں آئی تھی۔ اس بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ نہ معلوم حقیقت میں یا دکھاوے کے طور پر وہ مجھے دیوتا قرار دے رہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی آمادہ نہیں ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر قبیلے کی عورتیں کوئی کام کریں۔

"نراس عظیم ہے۔" میں نے اس کی دلی کیفیت کا اچھی طرح اندازہ لگا لینے کے بعد کہا۔ "لیکن میں نے بستی کے لوگوں کو گوشت کھانے کا کوئی نیا طریقہ نہیں بتایا ہے۔ میں نے بہت دنیا دیکھی ہے اور ملکوں ملکوں میں رہا ہوں۔ گوشت اسی طرح کھایا جاتا ہے جس طرح میں نے ان لوگوں کو بتایا ہے۔"

"ڈمبالا کا اقبال بلند ہو۔" بوڑھی عورت نے مکارانہ انداز میں کہا۔ "لیکن اس کا مناسب طریقہ یہ تھا کہ قبیلے کی عورتوں کو براہ راست یہ بات بتانے کے بجائے پہلے مجھے بتائی جاتی تاکہ میں شکان دیوتا کو یہ بات بتا دیتی، اور اگر شکان دیوتا اجازت دے دیتا تو پھر بھلا کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس طرح شکان دیوتا کے ناراض ہو جانے کا خطرہ ہے اور اگر وہ ناراض ہو گیا تو اس کا عتاب ہم سب پر نازل ہوگا۔ شکان سب سے بڑا دیوتا ہے، یہ بات تم بھی جانتے ہو، خود ڈمبالا بھی۔ اور اس کی ناراضگی کا خطرہ تم بھی مول نہیں لے سکتے۔ اس بات کا خیال رکھنا۔"

میں فی الحال اس فتنہ پرور بڑھیا کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے مصالحانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے عظیم نراس، تم عظیم شکان سے اس بارے میں پوچھ لو۔ اگر وہ اس بات کی اجازت نہ دے تو آئندہ گوشت نہیں پکایا جائے گا۔ لیکن تم یہ جانتی ہو کہ اپنی حد تک ڈمبالا آزاد ہے۔ اس لیے میں کچا گوشت نہیں کھاؤں گا بلکہ اسے پکا کر کھاؤں گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔" بڑھیا نے خوش ہو کر کہا۔ "ڈمبالا اپنے معاملے میں آزاد ہے لیکن بستی کے باقی لوگوں پر صرف شکان کا اختیار ہے۔" یہ کہہ کر بوڑھی عورت لاٹھی ٹیکتی ہوئی اسی طرف کو چلی گئی جدھر سے وہ آئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ ساری عورتیں خاموش بیٹھی رہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی بھنے ہوئے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ میں نے البتہ ان کے سامنے بہت سا بھنا ہوا گوشت خوب مزے لے لے کر کھایا اور وہ حسرت سے تکتی رہیں۔ بھنے گوشت کی مہک دیوانہ کیے دے رہی تھی لیکن چونکہ نراس نے اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا، اس لیے وہ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتی تھیں، جب تک کہ نراس کے ذریعے انھیں شکان دیوتا کی اجازت نہ حاصل ہو جائے۔

میں اس بڑھیا کی مکاری کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور مجھے اس بات کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ یہاں ہر ہر قدم پر میرے لیے رکاوٹیں اور پابندیاں قائم کرے گی اور مجھے میری مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزارنے دے گی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے خوفزدہ ہے اور اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس وقت قبیلے میں جو اس کی دھاک جمی ہوئی ہے، کہیں میری وجہ سے وہ ختم نہ ہو جائے۔ بہرحال مجھے کچھ عرصہ تو یہاں گزارنا ہی تھا، خاص طور پر اس وقت تک تو یہاں رہنا ہی تھا جب تک کہ میں ان مردوں کی حقیقت نہ دریافت کر لوں جنھیں نہ جانے کہاں سب سے الگ تھلگ رکھا جا سکتا ہے۔

عورتوں نے بچا کھچا کچا گوشت کھایا۔ تھوڑی دیر تک رقص و سرود کی محفل جمی رہی، لیکن یہ ویسی محفل نہ تھی جیسی کہ کل تھی۔ آج اس کا مقصد محض تفریح تھا۔ اس میں جنون کا کوئی دخل نہیں تھا۔ رات ہو گئی اور سونے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک سایہ کئی بار جھونپڑے کے اس کمرے کے کھلے دروازے پر لہرایا۔ اندھیرے میں میں نے انداز سے پہچان لیا کہ وہ پاشا تھی۔

"کیا تم جاگ رہے ہو ڈمبالا؟" پاشا نے نہایت ہلکی سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔

"ہاں میں جاگ رہا ہوں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم کیا چاہتی ہو، لیکن پہلے تم سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو، ضرور پوچھو ڈمبالا۔" پاشا نے جواب دیا۔ "تم جو کچھ پوچھو گے، اگر میں بتانے کے قابل ہوئی تو تمھیں ضرور بتاؤں گی۔"

"اچھا تو یہ بتاؤ کہ اس بستی میں مرد اتنے کم کیوں ہیں؟" میں نے اس سے براہ راست سوال کیا۔ "میں نے اب تک اپنے علاوہ صرف دس مرد دیکھے اور ان میں سے بھی ایک کو کل شکان دیوتا کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس طرح صرف نو مرد رہ گئے۔ کیا اس بستی میں صرف نو مرد رہتے ہیں؟ اور یہ رہتے کہاں ہیں؟ میں نے انھیں کل رات صرف جشن کے وقت دیکھا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ وہ عورتوں کے

مسلح پہرے میں لائے گئے تھے۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد میں نے انھیں یہاں نہیں دیکھا۔ تمھارے قبیلے کی سردار بھی ایک عورت ہے۔ مجھے ان ساری باتوں کے بارے میں بتاؤ کہ تمھارے قبیلے میں کوئی بوڑھی عورت کیوں نظر نہیں آئی؟

"تم نے ایک ساتھ بہت سے سوالات پوچھ لیے ہیں ڈوبالا۔" پالشا نے افسردہ اور تھکن سے بھرپور لہجے میں کہا۔ "افسوس ہے کہ میں تمھارے ان سوالات کے جوابات دینے سے قاصر ہوں۔ البتہ تمھیں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ اس قبیلے میں عورتوں کی تعداد خواہ کتنی ہی ہو، مرد ہمیشہ دس ہی رہتے ہیں اور اس وقت بھی ہمارے ہاں مردوں کی تعداد نو نہیں بلکہ دس ہے۔ تم اپنے آپ کو شاید بھول رہے ہو، تم بھی تو مرد ہی ہو نا۔"

"سنو، تم نے کہا کہ مردوں کی تعداد ہمیشہ دس ہی رہتی ہے۔" میں نے پالشا سے کہا۔ "اس بات کا کیا مطلب ہے؟ اگر مردوں کی تعداد دس سے زیادہ ہو تو اس صورت میں کیا کیا جاتا ہے؟"

"مجھ پر رحم کرو ڈوبالا!" اچانک پالشا میرے قدموں میں گر پڑی۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ "میں جتنا کچھ تم کو بتا سکتی تھی اتنا بتا دیا۔ اب اگر اس کے آگے میں نے زبان کھولی تو مجھے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ نراس عظیم ہے اور اس سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ جو کچھ میں یہاں کہہ رہی ہوں یا کہوں گی، وہ سب کچھ نراس کے کانوں تک پہنچ رہا ہے اور پہنچ جائے گا۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر نراس مجھ سے ناراض ہو گئی تو یقیناً مجھے شکلان دیوتا کے غضب اور عتاب کا شکار بننا پڑے گا اور پھر یقیناً ایک اذیت ناک موت ہی میرا مقدر بنے گی۔ لیکن سنو عظیم ڈوبالا! تمھارے لیے مرنا بھی مجھے اپنے لیے بہت بڑا اعزاز معلوم ہوتا ہے۔ اگر میں تمھارے کسی کام آتے ہوئے مر بھی جاؤں تو مجھے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تمھاری خاطر مجھے یہ موت قبول ہے۔"

"میں تمھاری موت کا خواہش مند نہیں ہوں پالشا اور نہ میں تمھارا دشمن ہوں۔ اگر کسی بات کے بتانے میں تمھاری جان کو خطرہ درپیش ہے تو میں ہرگز تم سے اس کے لیے اصرار نہیں کروں گا کہ تم مجھے وہ بات بتاؤ۔ اس لیے میں اب اس قصے کو بھول جانا چاہتا ہوں۔ ہاں البتہ ایک بات، اگر تم بتانا چاہو تو۔ وہ اگر تمھیں اس میں بھی اپنے لیے کوئی نقصان نظر آتا ہے تو میں اس کے جواب کے لیے اصرار نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"وہ بات کیا ہے؟" پالشا نے پوچھا۔

"وہ بات یہ ہے کہ یہ نو مرد بستی میں کہاں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔ "میں ان سے مل کر ان کے بارے میں حقیقت حال معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم ان کی رہائش کا پتا نہیں بتا سکتیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ میں کل تک ساری بستی میں گھوم پھر کر ان لوگوں کا پتا نکال لوں گا۔ ظاہر ہے کہ وہ یہیں کہیں رہتے ہوں گے۔"

"شاید مجھے تم کو یہ بات بتانے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ لوگ کہاں رہتے ہیں۔" پالشا نے کہا۔ "کیونکہ اگر میں نہ بتاتی تو بھی تمھارے لیے ان کی رہائش گاہ تلاش کر لینا کوئی دشوار نہیں ہوگا کیونکہ اس بستی میں تمھاری نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں۔ البتہ تم ان لوگوں تک پہنچ سکو یا نہ پہنچ سکو، یہ بات علیحدہ ہے۔ تو سنو، کل جس چشمے پر تم نہانے گئے تھے اور جہاں ایک بڑا بھاری پتھر [illegible] سر پر آ کر گرا تھا، اس چشمے والی پہاڑی کے پیچھے چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلوں سے گھرا ہوا ایک میدان ہے۔ اس میدان کے [illegible] میں ان مردوں کے جھونپڑے ہیں، جہاں وہ رہتے ہیں۔ لیکن باہر کی دنیا سے آنے والا کوئی اجنبی اس چھوٹی سی وادی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں نہایت خوف ناک کتے پلے ہوئے ہیں۔ یہ کتے باہر سے آنے والے کسی بھی شخص کو وادی میں قدم نہیں رکھنے دیتے اور اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا آدمی، جس کا تعلق ہمارے قبیلے سے نہ ہو، اتفاقاً وہاں آ نکلے تو یہ کتے دم کے دم میں اس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے ہیں۔ تم اسے محض ایک داستان نہ سمجھنا۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک بار ایسا ہو چکا ہے۔ کسی دوسرے قبیلے کا ایک آدمی جنگل میں راستہ بھول کر ادھر آ نکلا تھا۔ وہ کئی دن کا بھوکا پیاسا اور تھکا ہوا تھا۔ اتفاق سے میں اس چشمے کے کنارے اسے مل گئی اور میں نے سوچا کہ میں اس کی مدد کروں۔ میں اس کے لیے گوشت اور کچھ پھلوں کا انتظام کرنے گئی اور جاتے ہوئے اسے سختی کے ساتھ ہدایت کر دی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے کہیں نہ جائے اور میں تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گی۔ لیکن وہ غلطی سے نہ جانے کس طرح وادی میں اتر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے خوف ناک کتوں نے اس کے بدن کی تکا بوٹی کر ڈالی۔"

میرے لیے اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اب میں پالشا کو مزید آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ باقی کام میں نے خود ہی انجام دینے کا فیصلہ کیا۔

آخر تھوڑی دیر کے بعد ہر طرف موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔ پوری بستی میں کہیں سے کوئی آواز بلند نہیں ہو رہی تھی، البتہ بستی سے دور جنگلوں سے گیدڑوں، بھیڑیوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں خاموشی سے اٹھا اور جھونپڑے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ہر طرف موت کا سا سناٹا طاری تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ اس چاندنی میں گھاس پھوس کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں عجیب پراسرار اور ہیبت ناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ کسی کسی وقت کوئی جانور تیزی سے ادھر سے نکل کر ادھر بھاگ جاتا اور پھر تاریکی میں [illegible]

[illegible] ظاہر ہے کہ میرے لیے ان تمام چیزوں سے خوفزدہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔ میرا رخ چشمے کی طرف تھا۔

تھوڑی دیر میں میں چشمے کے کنارے پہنچ گیا۔ اس کے بعد [illegible] پہاڑی پر چڑھنا تھا۔ یہ خاصی اونچی پہاڑی تھی اور چاندنی رات [illegible] عجیب و غریب منظر پیش کر رہی تھی۔ پہاڑی بنجر نہیں تھی بلکہ جگہ جگہ [illegible] کے درختوں اور بیلوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور جا بجا مختلف [illegible] کے جانور گھوم رہے تھے۔ بہت سے جانور چشمے پر پانی پی رہے تھے، کچھ پانی پی کر جا رہے تھے اور کچھ پانی پینے کے لیے آ رہے تھے۔ [illegible] سب اور حسین منظر تھا۔ میں پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ یہاں [illegible] بھی صاف نظر آ رہا تھا اور دور بستی کے چھوٹے چھوٹے جھونپڑے [illegible] کے سیاہ ڈھیروں کی طرح نظر آ رہے تھے۔

میں نے پہاڑی کی دوسری طرف نظر ڈالی۔ ادھر چاروں [illegible] چھوٹے بڑے پہاڑی ٹیلوں کا ایک طویل سلسلہ چلا گیا تھا اور [illegible] کے درمیان میں ایک وسیع میدان تھا جسے ایک چھوٹی سی وادی [illegible] کہا جا سکتا تھا۔ یہ وادی ایک ایسے بڑے سے پیالے کی شکل کی تھی [illegible] کے تمام کنارے چھوٹے بڑے اور ناہموار تھے۔ اب میں پہاڑی [illegible] دوسری جانب اتر کر اس وادی میں داخل ہو سکتا تھا۔ میدان کے [illegible] مجھے ویسے ہی گول گول اور چھوٹے چھوٹے جھونپڑے نظر [illegible] تھے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ میدان کے ایک طرف آگ کا [illegible] بڑا سا الاؤ روشن تھا جو شاید جانوروں سے حفاظت کے [illegible] جلایا گیا تھا۔ مجھے جھونپڑوں کے پاس بھاری جسامت والے [illegible] سے جانور ادھر ادھر آزادانہ طور پر گھومتے ہوئے نظر آئے [illegible] ہو گیا کہ یہ وہی کتے ہیں جن کا ذکر مجھ سے پالشا نے کیا تھا اور [illegible] وادی میں آنے والے ہر اجنبی کو پھاڑ کھاتے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ مجھے ان کتوں کی کوئی پروا نہیں تھی۔ بھلا [illegible] مجھے کیا نقصان پہنچا سکتے تھے۔ میں آہستہ آہستہ پہاڑی کی چوٹی [illegible] دوسری طرف اترنے لگا۔ پیالے جیسی اس وادی کی طرف جہاں [illegible] کے جھونپڑے تھے۔ رات کافی گزر چکی تھی اور ہر طرف گہری خاموشی [illegible] چھائی ہوئی تھی۔ تمام جھونپڑوں میں سناٹا تھا اور اندر گھپ اندھیرا پھیلا [illegible] رہا تھا۔ صرف چاند کی روشنی میں جھونپڑوں کے دھندلے دھندلے [illegible] ہیولے نظر آ رہے تھے۔

میں پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر آہستہ آہستہ جھونپڑیوں کی [illegible] بڑھنے لگا۔ اچانک ایک بہت بڑا کتا، جو جسامت میں کسی طرح [illegible] بھی پیمانے سے کم نہ تھا، میرے سامنے آ کر [illegible] چند لمحوں تک غور سے مجھے دیکھتا رہا۔ وہ نہ تو بھونکا [illegible] اس نے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ بس [illegible] خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسی اثنا میں چند اور کتے بھی [illegible]

آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کا رویہ بھی یہی تھا۔ ان میں سے کسی نے بھی مجھ پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کی۔

میں نے یکبارگی زور سے ہاتھ ہلایا اور سارے کتے اچانک ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے کوئی بھی میرے سامنے نہیں رکا اور وہ مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے۔ مجھے اس بات پر کافی حیرت ہوئی کہ اس قبیلے کے لوگ اور تو کوئی جانور پالتے نہیں تھے اور اس قدر پسماندہ تھے کہ انھوں نے اب تک جانور پالنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ ان کے نزدیک جانور کا محض ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا اس کا گوشت کھا جانا اور اس کی کھال کو جھونپڑی کے فرش پر بچھانے یا چھت میں لگانے کے لیے استعمال کرنا۔ میں نے اب تک یہاں جانوروں کے محض وہی استعمال دیکھے تھے۔ لیکن یہ کتے پال رہے تھے۔ ان کے پاس خاصی بڑی تعداد میں اعلیٰ درجے کے کتے موجود تھے جو بہترین محافظ کا کام دیتے تھے۔

بہرحال، بہر طور میں ان کتوں سے خوفزدہ ہوئے بغیر میں نے ایک نظر اس وادی میں پھیلے ہوئے جھونپڑوں پر ڈالی۔ میدان میں کہیں جگہ جگہ سرسبز و شاداب درخت لگے ہوئے تھے اور جگہ جگہ پھولوں کے پودے اور ہری بھری بیلیں لہلہا رہی تھیں۔

ابھی میں اس منظر کا جائزہ لینے میں ہی مصروف تھا کہ اچانک مجھے ایک جھونپڑے سے ایک سایہ نکلتا دکھائی دیا۔ میں جلدی سے ایک درخت کی اوٹ میں دبک گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اندھیرے میں ہونے کے سبب مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ میں نے جس درخت کے ساتھ پناہ لی تھی وہ کافی بڑا تھا اور ایک جھونپڑے کے قریب تھا۔ عین اسی وقت اس جھونپڑے سے ایک ہیولا برآمد ہوا۔ میں نے خود کو اچھی طرح درخت کے پیچھے چھپا لیا۔ دونوں آنے والے میرے بالکل قریب سے گزرے اور میں نے انھیں اچھی طرح پہچان لیا۔ ان میں سے ایک تو تمبال تھی جس سے اس سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد میری سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی اور دوسری عورت ان دونوں عورتوں میں سے ایک تھی جو دن کے وقت نراس کے جھونپڑے کے باہر پہرہ دیتی تھیں۔ وہ دونوں عورتیں مختلف جھونپڑوں سے برآمد ہوئی تھیں اور پھر اندھیرے میں انھوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتی ہوئی وہاں سے بستی کی طرف روانہ ہو گئیں۔ میں انھیں غور سے دیکھتا رہا۔ انھوں نے بندروں کی سی پھرتی کے ساتھ پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ اب وہ پہاڑی پر سے اتر کر اپنی بستی کی جانب جا رہی ہوں گی۔ مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ اتنی رات گئے یہ دونوں یہاں کیا کر رہی تھیں۔ لیکن پھر فوراً ہی میرے دماغ میں ایک خیال آیا اور میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

ان دونوں عورتوں کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے

بعد میں آہستہ سے درخت کے پیچھے سے نکل آیا اور ایک جھونپڑے کی طرف بڑھا۔ میں نے کول جھونپڑے کا ایک پورا چکر لگایا اور پھر آہستہ سے دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔ باہر اندھیرا تھا لیکن جھونپڑے کے اندر ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی اس چھوٹی سی مشعل سے پیدا ہو رہی تھی جو جھونپڑے کے ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی۔ جھونپڑے میں زمین پر گھاس پھوس کا ایک بستر تھا۔

میں چند منٹ تک اس جھونپڑے کے اندر نظر آنے والے منظر کو دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب میرا رخ ایک دوسرے جھونپڑے کی طرف تھا۔ اس جھونپڑے کا بھی میں نے پہلے پورا چکر لگایا۔ اس کے بعد میں دروازے کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس قبیلے کے رسم و رواج کے مطابق غالباً مردوں کو بستی میں عورتوں کے گھروں پر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس معاملے میں سارا اختیار و اقتدار عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ گویا مردوں کی حیثیت یہاں ایک قسم کے قیدیوں کی سی ہے اور انہیں کسی بھی لحاظ سے عورتوں پر برتری حاصل نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک طرح سے عورتوں کے غلام اور محکوم تھے۔

ذرا ہی دیر میں گھوم پھر کر میں نے ساری صورت حال کا اندازہ لگا لیا۔ جن تے اس میدان میں موجود جھونپڑوں کی تعداد دس تھی۔ ان دسوں میں سے صرف ایک جھونپڑا ایسا تھا جو بالکل خالی پڑا ہوا تھا اور جہاں مکمل اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس جھونپڑے میں زندگی کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے اندازے سے یہ سمجھا کہ یہ آپیل کا جھونپڑا ہوگا جواب اس دنیا میں موجود نہیں ہے اور جس کا خون اور گوشت بستی کی عورتوں کے منہ اور پیٹ میں جا کر ختم ہو چکا ہے۔ اب یہ جھونپڑا بالکل خالی پڑا سائیں سائیں کر رہا تھا۔ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوا۔

میں یوں ہی بلا کسی خاص تعین کے ایک جھونپڑے کے اندر داخل ہوگیا۔

سیاہ فام اور طاقتور مرد

گھاس پھوس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کا سر جھونپڑے کے دروازے کی طرف تھا اس لیے وہ مجھے فوری طور پر نہیں دیکھ سکا۔ بلکہ وہ مجھے سرے سے دیکھ ہی نہیں سکا۔ میری آمد کی اطلاع اس کو اس وقت ہوئی جب میں بالکل اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ مجھے وہاں دیکھتے ہی وہ آدمی خوف و دہشت اور حیرت کے عالم میں بستر پر سے اچھل پڑا۔ اس کی زبان جیسے گنگ ہوگئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "تم... تم..." اس کی زبان سے بمشکل الفاظ ادا ہوئے۔ "تم ڈمبالا ہو نا؟ میں نے کل تمھیں دیکھا تھا۔"

"ہاں تمھاری بستی والوں نے مجھے ڈمبالا کہنا شروع کر دیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا۔ "کیا حقیقت میں تم ڈمبالا نہیں ہو؟"

"اس کا انحصار تم لوگوں کے سمجھنے پر ہے۔" میں نے گول مول سا جواب دیا۔ "بہ ہر حال تم مجھے ڈمبالا ہی سمجھو۔"

"لیکن تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟" اس نے خوف زدہ آواز میں پوچھا۔ "تمھیں معلوم ہے اگر نارو کو پتا چل گیا کہ تم میرے جھونپڑے میں آئے تھے تو میرے جسم کے دو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گی اور تمھارے ساتھ اس کا کیا رویہ ہوگا یہ بات مجھے نہیں معلوم۔"

"تم اطمینان رکھو۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "نارو یا کسی اور کو اس بات کا ہرگز پتا نہیں چلے گا کہ میں تمھارے پاس آیا تھا۔ میں تو تم سے صرف کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن اب تک یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم خوفناک اور خون کے پیاسے کتوں سے بچ کر یہاں کیسے آگئے؟ کیا تمھیں کسی نے نہیں بتایا کہ اس وادی کی حفاظت اور نگرانی کے لیے نہایت خونخوار کتے موجود رہتے ہیں جو کسی بھی اجنبی کو یہاں داخل نہیں ہونے دیتے اور اسے پھاڑ کھاتے ہیں۔ کیا ان کتوں نے تمھیں نہیں دیکھا؟ یا تم نے ان پر کوئی جادو کر دیا؟"

"میرے دوست شاید تم یہ بات بھول رہے ہو کہ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے مجھے ڈمبالا کہا ہے اور تم جانتے ہو کہ ڈمبالا دیوتا ہوتا ہے۔ بھلا کتے کسی دیوتا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟"

"مجھے یہ بات معلوم ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ڈمبالا ایک ایسا دیوتا ہے جو شکان دیوتا سے ہرگز بڑا نہیں ہے اور وہ شکان دیوتا کے بنائے ہوئے اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ ڈمبالا میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ اس وادی میں اجنبیوں کا داخلہ شکان کے حکم سے بند ہے اور شکان کسی حالت میں بھی اپنا حکم واپس نہیں لیتا اور نہ اس میں تبدیلی کرتا ہے۔ وہ ڈمبالا کو اس وادی میں آنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا تھا۔"

"خیر ان باتوں کو چھوڑو۔" میں نے دوستانہ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بس اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمھارے سامنے یہاں موجود ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تمھارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام امبالو ہے۔" اس شخص نے کہا۔ "اور میں یہاں کے زر مردوں میں سے ایک ہوں۔"

"اچھا تو میرے دوست امبالو! میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا

[illegible] ان قبیلے اور اس بستی میں مردوں کی حالت اتنی مختلف کیوں [illegible] انھیں اتنا الگ تھلگ کیوں رکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ غلاموں [illegible] کیوں روا رکھا جاتا ہے؟"

"مجھ سے یہ سب کچھ مت پوچھو ڈمبالا۔" امبالو نے خوف زدہ آواز [illegible] جواب دیا۔ "اگر نارس یا نارو کو اس بات کا علم ہوگیا تو وہ میری زندگی [illegible] آخری دن ہوگا۔"

"اور اگر میں تمھیں اس بات کا یقین دلا دوں کہ تمھارا بال [illegible] بیکا نہ ہوگا تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"ناممکن ہے۔" امبالو نے جواب دیا۔ "نارس کا تعلق براہ راست [illegible] شکان دیوتا سے ہے اور وہ سب سے بڑا دیوتا ہے اور جس کی قوتوں [illegible] طاقتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ شکان بہت عظیم ہے اور نارس [illegible] شکان سے گہری قربت رکھتی ہے۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ [illegible] یہاں سے چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"ایک بات بتاؤ امبالو۔" میں نے پینترا بدل کر دوسرا وار [illegible] کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنی موجودہ زندگی سے خوش اور مطمئن ہو؟ [illegible] زندگی کا قیدی بن کر رہنا پسند کرتے ہو؟ اور اگر میں تمھیں [illegible] اس سے نجات پانے کا راستہ بتا دوں تو کیا تمھارے لیے وہ [illegible] ہوگا؟"

"تم نہ جانے یہ کیا کہہ رہے ہو ڈمبالا!" امبالو نے کہا۔ "بہ حال [illegible] کسی دن تو میری باری بھی آ ہی جائے گی۔ اس لیے میں تمھیں [illegible] بات بتائے دیتا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ میں یہ باتیں تمھیں اس لیے [illegible] بتا رہا ہوں کہ مجھے تم سے کوئی لالچ ہے۔ ایسی کوئی بات [illegible] نہیں ہے۔ میں اپنی موجودہ زندگی سے خوش اور مطمئن ہوں۔ میں [illegible] گفتگو پر صرف اس لیے آمادہ ہوگیا ہوں کہ شاید تمھیں ہم [illegible] زندگی کے حالات سے کوئی دلچسپی ہے اور تم ہمارے بارے [illegible] کچھ جاننا چاہتے ہو۔" اس نے کچھ دیر سوچ بچار کے [illegible] کہا۔ "اچھا تو سنو۔" امبالو نے آہستہ آہستہ سرگوشی کے لہجے میں [illegible] شروع کیا۔ "ہم لوگوں کا یہ قبیلہ بہت لمبے زمانے سے سمندر [illegible] کنارے اس ہرے بھرے اور خوبصورت جنگل میں آباد ہے۔ میں نے [illegible] زبانی سے سنا ہے کہ کسی زمانے میں اس قبیلے کا سردار [illegible] ہوا کرتا تھا۔ اس وقت قبیلے میں مردوں کو برتری حاصل تھی اور عورتیں ایک طرح سے ان کی محکوم تھیں۔ اس [illegible] زمانے میں یہاں ایک جادوگرنی رہا کرتی تھی جس کا نام [illegible] چپال تھا۔ چپال زبردست علم اور بصیرت کی حامل تھی اور اس کے [illegible] کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس جادوگرنی کی [illegible] بیٹی تھی جس کا نام گرشالا تھا۔ چپال اپنی بیٹی کو بہت چاہتی [illegible] اور اس نے اسے بھی اپنی طرح جادوگرنی بنا دیا تھا۔ دونوں ماں [illegible] بیٹیاں جادو میں بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ اور پھر حالات کچھ ایسے

سکے سردار نے کسی بات پر ناراض ہو کر چپال کی بیٹی گرشالا کو قبیلے کی حدود سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چپال نے سردار کو یہ بات سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ اس کی بیٹی بے قصور ہے۔ لیکن چپال کی بات کسی نے نہ سنی۔ سردار کے دوست و احباب میں جتنے بھی مرد شامل تھے ان سب نے گرشالا کو مورد الزام ٹھہرایا اور ان سب نے سردار کو یہ مشورہ دیا کہ گرشالا کو گھنے اور تاریک جنگل میں ہاتھ پیر باندھ کر چھوڑ دیا جائے۔ چپال کے بہت زیادہ اصرار اور خوشامد کے باوجود بھی کسی کا دل نہ پسیجا اور گرشالا کو ہاتھ پیر باندھ کر بالکل بے بس کر کے جنگل میں چھوڑ دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ گرشالا کو جنگلی جانوروں نے اپنا لقمہ بنا لیا ہوگا۔ اس وقت تک نہ تو چپال اتنی بڑی جادوگرنی تھی کہ اپنی بیٹی کو سردار کے قہر سے بچا سکے اور نہ ہی گرشالا کو اتنا جادو آتا تھا۔ قبیلے کے زیادہ تر مردوں نے سردار کا ساتھ دیا جب کہ عورتوں کی ایک بڑی تعداد گرشالا کی حمایت میں تھی اور ان کی رائے یہ تھی کہ گرشالا قصوروار نہیں ہے۔ تاہم گرشالا کا خاتمہ ہوگیا اور چپال جیسے غم سے نڈھال ہوگئی، اور اس کے چند ہی روز کے بعد چپال غائب ہوگئی....

بستی کے سردار نے چپال کی بڑی تلاش کروائی اور بستی کے دیگر لوگ بھی مدتوں مارے مارے پھرتے رہے لیکن اس کا کہیں کوئی پتا نہیں چلا۔ البتہ کبھی کبھی وہ ماہی گیروں کو سمندر کے قریب واقع بڑے بڑے تاریک اور گہرے غاروں میں سے کسی ایک میں نظر آ جاتی تھی لیکن ایک جھلک دکھا کر فوراً ہی غائب ہو جاتی تھی۔ کئی ماہی گیروں نے غاروں کے اندر گھس کر اسے تلاش کرنا چاہا، لیکن اس کا کوئی پتا نشان نہ ملا...

"اور پھر ایک سال کے بعد چپال نمودار ہوئی۔ لیکن اس دفعہ اس کا حلیہ ہی بدلا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارا ہو رہی تھیں اور ان سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس کا جسم اگرچہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا لیکن اس میں بے پناہ توانائی بھری ہوئی تھی۔ اس نے بستی میں آتے ہی اس بات کا اعلان کیا کہ وہ اتنے دنوں تک شکان دیوتا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے اور بالآخر اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔ اب شکان دیوتا سے اس کا براہ راست تعلق قائم ہوگیا ہے اور وہ اس قبیلے میں اب شکان دیوتا کے نائب کی حیثیت سے رہے گی۔ شکان دیوتا کی پرستش ہمارے قبیلے میں بڑے عرصے سے چلی آ رہی ہے۔ چپال نے بتایا کہ اس کے شکم میں شکان دیوتا کا بچہ ہے، جو اپنی پیدائش کے بعد ان سب لوگوں سے سخت انتقام لے گا جنھوں نے گرشالا پر مظالم ڈھائے ہیں اور اسے موت کے منہ میں پہنچایا ہے.....

چپال کی یہ باتیں سن کر قبیلے کا سردار سخت خوف زدہ ہوگیا۔ اسے یقین ہوگیا کہ چپال یا اس کی اولاد اب اس سے انتقام لیے

بغیر نہیں رہے گی۔ چنانچہ اس نے چھپال کو مروانے کی سازش کی لیکن چھپال کو اپنی قوتوں کے ذریعے یہ بات معلوم ہو گئی کہ سردار اس کے خون کا پیاسا ہے اور وہ ایک رات کو خاموشی سے دوبارہ غائب ہو گئی۔ سردار نے اس بار بھی چھپال کو تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن چھپال ایسی غائب ہوئی کہ اس کا کوئی پتا نشان ہی نہیں ملا۔ اس طرح دو سال کی مدت اور گزر گئی۔ دوسال بعد جب چھپال دوبارہ نمودار ہوئی تو اس کی گود میں کوئی ڈیڑھ سال کی ایک بچی تھی۔ چھپال نے قبیلے کے سردار کو پیغام کہلوا دیا کہ اسے یا اس کی بچی کو اگر نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ بہت برا نکلے گا۔ کیونکہ اس کی گود میں شکان دیوتا کی اولاد ہے اور شکان دیوتا اپنی اولاد کی تباہی پر خاموش نہیں بیٹھے گا۔ قبیلے کا سردار یہ بات سن کر خاموش ہو گیا اور اس نے چھپال یا اس کی بیٹی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ ترک کر دیا۔۔۔

”اور پھر اس کے بعد عجیب و غریب واقعات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اچانک وہ مرد ایک ایک کر کے مرنے لگے جنھوں نے گرشالا کو سزا دلوانے میں کوئی حصہ لیا تھا۔ یہاں تک کہ ایسے لوگوں میں صرف قبیلے کا سردار باقی بچا۔ اور پھر چند روز کے بعد اچانک سردار بھی فوت ہو گیا۔ اب وہ سب لوگ سہمے ہوئے تھے جو گرشالا کو سزا دلوانے میں شریک تھے۔ اس موقع پر سردار کے بعض دوستوں نے دوستی نبھانے کی غرض سے چھپال اور اس کی بیٹی پر حملے کیے لیکن انھیں منہ کی کھانی پڑی۔ اور وہ سب کے سب دردناک عذاب میں مبتلا کر کے مار دیے گئے۔

”سردار کی ایک بیٹی تھی جس کا نام زرگل تھا۔ سردار اور اس کے ساتھیوں کی ناگہانی موت نے ساری بستی کے لوگوں کو سخت خوف زدہ کر دیا تھا اور انھیں اس بات کا کامل یقین تھا کہ یہ سب چھپال کا کیا دھرا ہے۔ وہ سب کے سب چھپال سے ڈرنے لگے اور اس کے ہر حکم کی بے چون و چرا تعمیل کی جانے لگی۔۔۔۔

”چھپال نے حکم دیا کہ آئندہ سے اس قبیلے کی عورتوں پر سے مردوں کی فوقیت کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے۔ اس نے قبیلے کے مرحوم سردار کی جگہ اس کی بیٹی زرگل کو قبیلے کا نیا سردار بنایا اور خود قبیلے کی روحانی پیشوا بن بیٹھی۔ اس نے زرگل کو بالکل اپنی مٹھی میں لے لیا اور اس کے بعد اس نے عجیب و غریب قوانین نافذ کرنے شروع کر دیے

”چھپال نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سے پورے قبیلے میں بالغ اور صحت مند مردوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہو گی۔ اس نے قبیلے کے دس بہترین جوانوں کو چھانٹ لیا اور ان کے علاوہ باقی سارے مردوں کو قتل کروا دیا۔ اب یہ دس مرد قبیلے کی ساری عورتوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے رہ گئے ہیں۔ عورتوں کے بارے میں چھپال نے حکم دیا کہ جو لڑکیاں بڑی ہو جائیں اور بچہ پیدا کرنے کے قابل نہ ہوں انھیں بھی قتل کر دیا جائے۔ بچوں کے بارے میں یہ طے پایا کہ لڑکے جب سن بلوغ کو پہنچنے کے قریب ہوں گے تو ان میں سے اچھی صحت اور جسم والے لڑکوں کو زندہ رکھا جائے گا اور باقی کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ سلسلہ اس طرح جاری رہے گا کہ کبھی بھی قبیلے میں بالغ مردوں کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہو۔ چھپال نے بتایا کہ اسے یہ ساری ہدایات شکان دیوتا نے دی ہیں جو زمین و آسمان کا سب سے زیادہ طاقتور دیوتا ہے۔ بستی میں کسی کی جرأت نہ تھی کہ چھپال کے حکم سے روگردانی کر سکے۔۔۔۔

”اس طرح بستی پر عملاً چھپال کی حکمرانی قائم ہو گئی اور اس نے زرگل کو بالکل اپنی مٹھی میں لے لیا۔ زرگل اس کے حکم کے بغیر دم نہ مار سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی چھپال نے اپنی بیٹی کو بھی شروع سے اپنا علم سکھانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سن بلوغ کو پہنچتے پہنچتے وہ پوری جادوگرنی بن گئی۔۔۔

”چھپال کے مرنے کے بعد اس کی جگہ اس کی بیٹی نے سنبھال لی اور اسی طرح زرگل کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی قبیلے کی سردار بن گئی اور یہ سلسلہ اسی طرح آج تک چلا آ رہا ہے۔ نرا اس جادوگرنی چھپال کے خاندان سے ہے اور نارو زرگل کے خاندان سے۔“

”تو گویا جب اس قبیلے میں کوئی مرد فاضل ہو جاتا ہے تو اسے شکان دیوتا کی بھینٹ چڑھا کر ختم کر دیا جاتا ہے اور اس طرح مردوں کی تعداد برقرار رکھی جاتی ہے؟“ میں نے پوچھا۔ ”اور گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری اس قبیلے میں آمد ایک مرد کی موت کا سبب بن گئی؟“

”تمھاری پہلی بات تو صحیح ہے۔“ مبالو نے جواب دیا۔ ”لیکن دوسری بات اتنی صحیح نہیں ہے۔ اگر تم نہ بھی آتے تو چند مہینوں میں قبیلے کے دو ایک لڑکے بالغ ہونے والے تھے ان کے بالغ ہونے کے بعد یا تو ان میں سے بھی کسی کو قتل کر دیا جاتا اور یا پھر پہلے سے موجود دس بالغ مردوں میں سے کسی کو ہلاک کر دیا جاتا۔ دس سے زیادہ تعداد ہو جانے کا سوال کبھی پیدا نہیں ہوتا۔“

”تو میں یوں سمجھوں کہ آئندہ چند مہینوں کے بعد جب لڑکے بالغ ہو جائیں گے تو تم دس میں پھر کسی کو مرنا پڑے گا۔ اب کے کس کی باری آئے گی؟“

”ہاں کسی نہ کسی کو تو ضرور مرنا پڑے گا۔“ مبالو نے کہا۔ ”لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس کی باری آئے گی۔ ہو سکتا ہے میری ہی باری آ جائے۔ بہرحال اس بات کا فیصلہ کرنے کا اختیار تو صرف نرا کو ہے اور نرا کا کہنا ہے کہ وہ شکان دیوتا کے حکم پر عمل کرتی ہے۔“

”کیا یہاں کے مرد اس صورت حال سے خوش ہیں؟ کیا وہ اس طریقے سے مطمئن ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

میرے اس سوال پر مبالو کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا اور خوف زدہ نظروں سے گھبرا کر مجھے دیکھنے لگا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو ڈمبالا؟“ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ”کیا تم ہم لوگوں کے لیے کوئی نئی مصیبت کھڑی کرنا چاہتے ہو؟ تمھارا اس وقت یہاں آنا ہی میرے لیے سخت پریشانی کا باعث ہے۔ اگر نرا یا نارو کو اس بات کا علم ہو گیا تو میری خیر نہیں ہے۔ تم مہربانی کر کے الٹی سیدھی باتیں مت کرو اور بہتر ہے کہ یہاں سے جاؤ۔“

”ظاہر ہے کہ میں یہاں سے چلا ہی جاؤں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں تمھارے جھونپڑے میں رہنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ لیکن میں تو صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم لوگ برضا و رغبت اس صورت حال کو قبول کر چکے ہو؟“

”ہماری اپنی مرضی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔“ مبالو نے آہستہ سے جواب دیا۔ ”شکان دیوتا اور اس کی نمائندہ نرا اس کی مرضی ہی ہماری مرضی ہے۔ اگر شکان دیوتا کا ہمارے بارے میں یہی فیصلہ ہے تو پھر ہم اس فیصلے کو دل سے قبول کرتے ہیں۔“

”کیا تم مردوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کی اجازت ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں لیکن ہم اپنی حدود کی ایک محدود رہنے پر مجبور ہیں۔ ہم پہاڑی کی دوسری جانب نہیں جا سکتے تاوقتیکہ ہمیں خاص طور پر اس کے لیے بلایا نہ جائے۔“

”اچھا دوست تمھارا بہت بہت شکریہ۔“ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”تمھاری زبانی مجھے یہاں کے حالات کا مکمل علم ہو چکا ہے اور اب میں کوئی نہ کوئی ایسی ترکیب ضرور سوچوں گا جس کے باعث تم لوگوں کو ذلت کی اس زندگی سے نجات مل جائے۔“

”اس فریب میں مبتلا نہ رہنا۔“ مبالو نے مجھ سے کہا۔ ”اگر نارو کو ذرا بھی شبہ ہو گیا تو وہ اور نرا دونوں تمھارے پیچھے پڑ جائیں گی اور عین ممکن ہے کہ نرا اس شکان دیوتا کی مدد حاصل کر کے تمھارے جسم میں سے ڈمبالا کی روح کو نکال دے اور تم ایک معمولی اور کم حیثیت کے آدمی رہ جاؤ۔ اس صورت میں نارو تمھیں باسانی کشتی میں شکست دے کر ہلاک کر سکتی ہے۔“

”کشتی؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔ ”کیا نارو مردوں سے کشتی بھی لڑتی ہے؟“

”کیوں نہیں۔“ مبالو نے جواب دیا۔ ”اس کا انحصار اس کی مرضی پر ہے۔ جب بھی دو ایک نئے لڑکے بالغ ہو جاتے اور قبیلے میں مردوں کی تعداد دس سے زیادہ ہو جاتی ہے تو نارو اپنی مرضی سے کسی ایسے مرد کا انتخاب کرتی ہے جو صحت اور طاقت میں لاجواب ہو۔ اس کے بعد وہ اس شخص کو کھلے مقابلے کی دعوت دیتی ہے۔ بستی کے وسط میں ایک میدان ہے وہیں نارو کی اور اس مرد کی کشتی ہوتی ہے۔ اس شخص کے زندہ رہنے کی صورت صرف ایک ہی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ وہ کسی طرح نارو کو کشتی میں شکست دے دے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر بے شک اس کی زندگی بچ جاتی ہے۔ لیکن آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔ نارو سے کشتی لڑنے والا کوئی مرد زندہ نہیں بچ سکا۔ نارو اپنے ہر مد مقابل کو شکست دے دیتی ہے اور اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کر دیتی ہے۔ حسب روایت اس کے خون اور گوشت کو شکان دیوتا کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے اور بستی کی تمام عورتوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ مردوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر بالفرض کوئی مرد ایسا ہو جو کشتی میں نارو کو شکست دے دے تو روایات کے مطابق نارو پھر اس شخص کو نہ تو ہلاک کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کی ہلاکت کے احکامات جاری کر سکتی ہے۔ اس صورت میں اسے اس شخص کی جان بخش دینی ہو گی اور پھر کشتی لڑنے کے لیے کسی دوسرے شخص کا انتخاب کرنا ہو گا۔ اگر وہ اس دوسرے شخص کو شکست دے دیتی ہے تو پھر اسے پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اسے قتل کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ مردوں کی تعداد ہر حالت میں دس ہی رہے گی۔ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔“

”تو کیا تمھارے خیال میں نرا اس میں اتنی قوت موجود ہے کہ وہ میرے جسم سے ڈمبالا کی روح کو نکال کر مجھے ایک معمولی اور عام انسان میں تبدیل کر دے؟“ میں نے پوچھا۔

”کیوں نہیں۔“ مبالو نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”نرا کی عظیم ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتی ہے۔ اسے شکان دیوتا کی بھرپور تائید حاصل ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم سے تمھاری ساری طاقتیں چھین سکتی ہے۔“

میں نے ان ساری اطلاعات کے لیے مبالو کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ جب میں مبالو کے جھونپڑے سے نکلا تو رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ساری بستی موت کے سے سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ خوں خوار اور دراز قامت کتے مردوں کے جھونپڑوں کے آس پاس آزادانہ گھوم رہے تھے۔ یہ اس قدر خوف ناک کتے تھے کہ اگر کسی انسان پر حملہ کر دیتے تو آن کی آن میں اس کی بوٹیاں نوچ کھاتے۔ لیکن ظاہر کہ وہ ایسا صرف عام انسانوں کے ساتھ کر سکتے تھے میرے ساتھ نہیں۔ میں تو عام انسانوں سے ہر لحاظ سے بہت مختلف تھا۔ چنانچہ وہ خوف ناک شکلوں والے آدم خور کتے میرے ادھر ادھر منڈلاتے رہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میں پورے سکون و اطمینان کے ساتھ مردوں کی وادی میں سے نکل کر اونچی پہاڑی پر چڑھنے لگا اور اس کی چوٹی پر پہنچنے کے بعد میں نے دوسری طرف اترنے کا آغاز کر دیا۔ ذرا دیر میں میں پہاڑی سے نیچے اتر کر بستی کی حدود میں داخل ہو گیا۔ مردوں

ن و.دن کی طرح عورتوں کی بستی میں بھی دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی ملگجی چاندنی میں سفر کرتا ہوا میں نارو کے جھونپڑے تک پہنچ گیا اور دبے پاؤں بلی کی طرح آہستہ سے جھونپڑے میں داخل ہو گیا۔ میرا دل معلومات کے وسیع خزانے سے بھرا ہوا تھا اور اب میں ان معلومات سے فائدہ اٹھا کر یہاں کے مردوں کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن اس کے لیے مجھے سوچ بچار اور کسی مناسب حکمت عملی کی ضرورت تھی تاکہ میری شخصیت کا اصل راز ان لوگوں پر کم سے کم منکشف ہو اور میری غیر معمولی صلاحیتوں سے زیادہ واقفیت حاصل نہ کر سکیں۔

دوسری صبح قیامت کی صبح تھی۔ ابھی میں سو کر پوری طرح بیدار بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک عجیب و غریب قسم کے شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے گرد بہت سی مسلح عورتوں کا مجمع دیکھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ نارو میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ سخت غصے اور طیش کے عالم میں نظر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی بہت سی عورتیں بھی کھڑی ہوئی تھیں جو سب کی سب تیر کمان اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح تھیں۔

"ڈمبالا!" نارو نے مجھے بھاری آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری اس بستی میں آمد ہمارے لیے باعث فخر و امتیاز تھی۔ تم خوش بختی کی علامت بن کر یہاں آئے تھے۔ تمہاری آمد کیلیے سو سال تک انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد جا کر ڈمبالا دیوتا اپنی روح کو کسی انسانی پیکر میں منتقل کر کے یہاں بھیجتا ہے۔ لیکن تم نے یہاں آنے کے بعد ڈمبالا کی روح سے بے وفائی کی ہے اور ہم لوگوں سے بھی بے وفائی کی ہے۔ ہم سب کو اس بات کا سخت افسوس ہے کہ تم کل رات چوری چھپے پہاڑی کے اس پار مردوں کی وادی میں چلے گئے، جب کہ تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ تمہیں یاد ہو گا کہ تم نے مردوں کے بارے میں مجھ سے سوال پوچھا تھا اور میں نے اس کا واضح جواب دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا صاف طور پر مطلب یہی تھا کہ ہم تمہیں اپنے اس راز میں شریک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن تم کل رات ابالو کے جھونپڑے میں جا پہنچے۔ ہم سب کو اس بات پر حیرت ہے کہ خونخوار کتوں نے تمہیں کیونکر چھوڑ دیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ڈمبالا کی عظیم روح کا کرشمہ ہو۔ تم نہ صرف ابالو کے جھونپڑے میں گئے بلکہ تم نے اسے مجبور کر کے یہاں کے بارے میں وہ ساری باتیں معلوم کر لیں جن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ احمق اور نادان ابالو تمہیں ساری تفصیلات بتاتا رہا اور تم اس سے کرید کرید کر یہاں کے بارے میں سوالات پوچھتے رہے۔ تم شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ تم دونوں کی ملاقات اور گفتگو کا کسی کو علم نہیں ہو گا۔ لیکن یہ تمہاری بہت بڑی بھول تھی۔ تمہیں یقیناً اس بات کا علم نہیں تھا کہ برابر کے جھونپڑے میں پالکم رہتا ہے اور اس دن اس کے ساتھ اندنک موجود تھی۔ پالکم اور اندنک نے وہ ساری باتیں سن لیں جو تمہارے اور ابالو کے درمیان ہوئی تھیں اور انہوں نے رات ہی کو جا کر عظیم نراس کو اس سارے واقعے سے آگاہ کر دیا۔ نراس سخت برہم ہے اور اس صورت حال نے اسے شدید غضبناک بنا دیا ہے۔ میں اب اگر چاہوں بھی تو تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ تمہارے اندر دیوتا کی روح اس وقت ضرور موجود ہے۔ لیکن تمہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے تھی کہ شکان دیوتا سب سے عظیم ہے اور نراس اس کی نمائندہ ہے۔ اب تمہیں نراس کے پاس چلنا پڑے گا۔ اس نے تمہیں فوراً طلب کیا ہے۔"

"میں نے جو کچھ کیا اس پر مجھے نہ کوئی ندامت ہے اور نہ اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "اگر عظیم نراس نے مجھے طلب کیا ہے تو میں اس کے پاس چلنے کے لیے بالکل تیار ہوں۔ میں اسے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تو پھر اٹھو اور چلو۔" نارو نے کہا۔

میں اٹھ کھڑا ہوا اور ہمارا قافلہ نراس کے جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن اس بار صورت حال بالکل مختلف تھی۔ میرے آگے آگے نارو چل رہی تھی جس کے دونوں ہاتھوں میں ہڈیوں کے بنے ہوئے بھاری بھاری ہتھیار تھے۔ اور میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں بہت بڑی تعداد میں لڑکیاں چل رہی تھیں جو سب کی سب اسی قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھیں اور بڑی چوکس نظر آ رہی تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اس وقت میری حالت ایک قیدی کی سی تھی جسے مسلح محافظوں کی نگرانی میں لے جایا جا رہا تھا۔ گو کہ مجھ سے کسی نے یہ بات نہیں کہی تھی کہ میں قیدی ہوں اور میری حفاظت کی جا رہی ہے۔ لیکن درحقیقت صورت حال یہی تھی کہ مجھے اس طرح لے جایا جا رہا تھا کہ میں کوئی فرار کی راہ اختیار نہ کر سکوں۔ میں دل ہی دل میں ان وحشی عورتوں کی حماقت اور سادگی پر ہنس رہا تھا۔ بھلا مجھے راہ فرار اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر میں فرار ہونا بھی چاہتا تو بھلا ان میں کس کی اتنی ہمت تھی کہ مجھے روک سکتا۔ نہ تو نراس جادوگرنی کی ساحری میرے اوپر کوئی اثر کر سکتی تھی اور نہ ہی نارو کی بے پناہ جسمانی طاقت۔ میں اس تماشے میں دل چسپی لینے لگا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے۔ سرزمین افریقہ پر میرا پہلا تجربہ تھا اور میں اس تجربے سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

ہمارا جلوس نراس کے جھونپڑے کے سامنے جا کر رک گیا۔ نارو اس جلوس کی قیادت کر رہی تھی۔ جلوس میں نراس کی نائب دیعل بھی شامل تھی۔ مجھ سمیت سب لوگ باہر ٹھہر گئے اور صرف دیعل اندر چلی گئی۔ نارو بھی باہر ہی کھڑی رہی۔

ذرا دیر کے بعد دیعل اندر سے نکل کر آئی۔ اس نے نارو سے کہا کہ وہ ڈمبالا کو ساتھ لے کر اندر آ جائے اور باقی لوگ دروازے پر منتظر

رہیں۔ نارو نے اپنی ساتھی مسلح عورتوں کو اشارہ کیا اور وہ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر ایک دم چوکس ہو گئیں۔ دیعل کی رہنمائی میں میں اور نارو اندر داخل ہوئے۔ اندر جاتے ہی جس چیز پر سب سے پہلے میری نظر پڑی وہ اسبالو تھا۔ لیکن یہ وہ اسبالو نہیں تھا جسے رات کو میں نے دیکھا تھا اور جس کے ساتھ ایک طویل گفتگو کی تھی۔ اس وقت کا اسبالو تو کسی اور ہی قسم کا پیکر تھا جو نراس کی جھونپڑی میں ایک جانب کھڑا تھا۔ [illegible] اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے [illegible] سے بری طرح مارا گیا ہے۔ اس کے ہاتھ پیر مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے تھے [illegible] سختی کے ساتھ کہ وہ جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جبکہ شاید اس کی کوئی [illegible] ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ اسبالو اتنا زیادہ زخمی تھا کہ [illegible] کرنا چاہتا تو نہیں کر سکتا تھا۔ معلوم نہیں ان ظالم اور بے رحم [illegible] نے کیا کیا اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اسبالو کے بعد جس دوسری چیز پر میری نظر پڑی وہ خود نراس تھی۔ میں اس سے پہلے [illegible] دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت اس کی حالت ہی کچھ اور تھی۔ [illegible] ایک بے رحم [illegible] کی چٹان جیسی [illegible] بنی تھی۔ [illegible] پیچھے [illegible] اس کی آنکھیں [illegible] ہو رہی تھیں۔ [illegible] کے سامنے [illegible]

[illegible]

ہم لوگ [illegible]

[illegible]

ہمیں اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ [illegible] مسلح عورتوں کی ایک خاصی بڑی تعداد [illegible] جھونپڑے کے [illegible] کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا [illegible] اپنے [illegible] تھی۔ [illegible] لوگوں کے [illegible] آنکھیں بند [illegible] لیکن بدنصیب اسبالو نے [illegible] آنکھیں [illegible] دیکھا [illegible] مجھے گھورنے لگا۔ مجھے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے شدید نفرت نظر آئی۔ [illegible] ساری بدبختی کا [illegible] تھا۔ اس نے شدید غصے اور نفرت کے عالم میں میری طرف دیکھا [illegible] مجھے [illegible] اس طرح [illegible] نہیں [illegible] سکتا تھا [illegible] مجھ سے [illegible] عام انسان سے زیادہ [illegible] ڈمبالا کی [illegible] کے بجائے [illegible] ڈمبالا نے میرے [illegible] عام [illegible] تبدیل کر سکتا تھا۔

[illegible] مجھے نفرت سے گھورنے لگا [illegible] مجھ سے [illegible] نہیں کی [illegible] آنکھوں میں اپنے لیے نفرت [illegible] کبھی نظر آئی۔

تھوڑی دیر کے بعد نراس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ [illegible] کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ [illegible] مجھے [illegible] نظروں سے دیکھا [illegible] آنکھیں مجھے [illegible] تھیں۔ [illegible] ساحرہ کی آنکھیں [illegible] ان آنکھوں میں ایک عجیب [illegible] کیفیت تھی جس کو دیکھنے کی کوئی انسان تاب نہیں لا سکتا تھا۔ [illegible] کیفیت کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتا۔ [illegible] کیفیت طاری ہوئی وہ خوف [illegible] کیفیت تھی [illegible] بوڑھی ساحرہ اپنی لال لال آنکھوں سے مجھے گھورتی رہی [illegible] ساتھ ہی [illegible] آنکھیں [illegible] بالکل [illegible] آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتا رہا۔

"تم بے وفا انسان!" اچانک بوڑھی ساحرہ کی [illegible] آواز [illegible] بالکل مختلف تھی [illegible] عظیم ڈمبالا نے تجھے بہت [illegible] مجھے [illegible] نہیں ہے [illegible]

رہ سکتے ہیں۔ تم کسی دور کی دنیا کا باسی ہے اور سمندروں کی سیر کرتے کرتے یہاں تک آگیا ہے۔ عظیم ڈمبالا ہر سو سال کے بعد جب خود بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنے لیے ایک ایسا ہی جسم تلاش کرتا ہے جیسا کہ تمہارا ہے۔ اور اس جسم میں وہ اپنی روح کو منتقل کرتا ہے [illegible] ایک طویل عرصے تک زندہ رہتا ہے۔ [illegible] سب لوگوں کے لیے نیکی اور ایک نئی خوشحالی کی علامت ہوتی ہے۔ [illegible] سو سال سے [illegible] ڈمبالا [illegible] ہر بار ڈمبالا نے بستی کے قواعد و قوانین کی پابندی کی اور کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے عظیم دیوتا شرکان کی ناراضگی کا کوئی امکان پیدا ہو۔ لیکن [illegible] اجنبی شخص۔ تم نے ڈمبالا کی روح کو [illegible] ڈمبالا کی روح مجھ سے سخت ناراض ہے۔ تم نے اس بستی میں داخل ہونے کے بعد ان باتوں کا کھوج لگانے کی کوشش کی جن سے براہ راست تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا۔

لیکن تم نے [illegible]

بالکل میں خود کو بھی [illegible] [illegible] اجازت [illegible] کوشش بھی کی [illegible] معافی [illegible] تم نے ہمارے قبیلے کی روایت [illegible] کرنے کی کوشش کی ہے۔ [illegible] مجھ سے ناراض ہو کر [illegible] ڈمبالا [illegible] سفید [illegible] معمولی انسان ہے [illegible] قبیلے کی روایات [illegible] نہیں معلوم [illegible] باتیں معلوم کرنے کی [illegible] قبیلے [illegible] دوں کی بستی [illegible] [illegible] نہیں ہیں [illegible] ڈمبالا کی روح [illegible] [illegible] جسم [illegible] واپس [illegible] بدنصیب انسان [illegible] [illegible]

[illegible] دوں کی موجودگی ضروری ہے۔ [illegible] ختم ہو [illegible] سن ہو [illegible] قبیلے میں [illegible] جائے گی۔ اس وقت [illegible] [illegible] کا اور اس [illegible] قبیلے [illegible] عورتوں کو [illegible] اس کے [illegible] ختم ہو جائیں گے [illegible] [illegible] عورتوں کے [illegible] شرکان [illegible] یہ جگہ [illegible] کوشش [illegible]

بوڑھی ساحرہ [illegible] ہو گئی۔ [illegible] نظروں [illegible] بالکل [illegible] تھیں۔ اس وقت مجھے صحیح معلوم [illegible] بات کا [illegible] میں [illegible] حیثیت ہے۔ [illegible] بادشاہ تھی [illegible] کی سردار نا رہی تھی لیکن بوڑھی ساحرہ [illegible] کی حیثیت بھی نہیں تھی۔ [illegible] کرنے پر مجبور تھی۔

[illegible] تعلق [illegible] بوڑھی ساحرہ نے [illegible] شروع [illegible] [illegible] قبیلے [illegible] [illegible] ڈمبالا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بار [illegible] [illegible] شکست [illegible] [illegible] [illegible] قبیلے کی [illegible] [illegible] انسان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] نہ دہ بنالیا۔

ہاں۔ یہ درست ہے نہیں تھی۔ اور نہ ہی میری ایسی کوئی خواہش ہے۔ تم سمجھ گئے ہو۔ میں نے ڈمبالا دیوتا کی روح کے سبب تمہارا احترام کیا، افسوس، شاید تمہارا جسم اس لائق نہیں تھا کہ ڈمبالا کی روح کو پورے طور پر قبول کرتا۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی کسر رہ گئی اور تمہارے جسم [illegible] نے ڈمبالا کی روح کو پورے طور پر قبول نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ [illegible] امن، مسرت اور سکون کی اس مقدس سرزمین پر، جہاں شرکان دیوتا [illegible] ہے، سازشوں اور فریب کاریوں کے بیج بونے کی کوشش کی۔ اب شرکان دیوتا کا یہی حکم ہے کہ تمہارے جسم سے ڈمبالا کی روح [illegible] لی جائے اور تمہیں پھر سے ایک عام انسان میں تبدیل کر دیا جائے [illegible] تمہارے جسم سے اب ڈمبالا کی روح نکل لی گئی ہے اور تمہارا اب [illegible] حشر ہوگا جو ایک دشمن اور ایک سازشی کا حشر ہوتا ہے۔" نراس [illegible]

اب پروفیسر میں ایک دلچسپ صورت حال سے دوچار تھا۔ [illegible] سے پہلے مجھے ہمیشہ دشمنوں سے نبرد آزمائی کرنی پڑتی تھی اور انھیں ان کے غرور کی سزا دینی پڑتی تھی۔ اب تک صرف ایک عورت میری زندگی میں [illegible] تھی جس نے مجھ سے براہ راست تصادم کی راہ اختیار کی تھی۔ اور وہ [illegible] تھی جو مجھ سے پہلے نہ جانے کتنے نوجوان انسانوں کے خون [illegible] چکی تھی لیکن وہ بھی اس طرح کھل کر میرے مقابلے پر [illegible] تھی۔ اور اس نے دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے مجھے نشہ آور [illegible] پلا کر مجھ پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہاں وحشی [illegible] عورتوں کے اس عجیب و غریب قبیلے میں مجھے ایک دلچسپ [illegible] [illegible] تسخیر عورت کی جانب سے [illegible] کا [illegible] [illegible] بھی [illegible] ہے کہ مجھے [illegible] کیا پیدا ہو سکتی تھی۔ میں نراس جادوگر [illegible] اس قبیلے کی تمام عورتوں کو [illegible] دلچسپ تماشہ دکھانے کے لیے [illegible] لیکن مجھے اصل فکر [illegible] تھی [illegible] اس عجیب کا [illegible] تھی کہ اس نے میرے سوالوں کے جوابات دینے کے بجائے [illegible] حالات سے آگاہ کیا تھا۔ اور وہ بھی اس وقت جب میں [illegible] بہت [illegible] میں تو وہ مجھے کچھ [illegible] کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ [illegible] تو امبا کو کی حیثیت [illegible] تعلق فرض تھا کہ میں امبا کو [illegible] صورت حال سے [illegible] اور [illegible] عذاب [illegible] [illegible] کو نجات [illegible] [illegible] [illegible] نراس کے [illegible] مبا کو [illegible] بچے [illegible] والی تھی۔ آج سے [illegible] ماہ بعد امبا کو ہلاک کیا جانا تھا اور اس [illegible] ماہ بعد میرا نمبر تھا۔ میں ابھی فوری طور پر اپنی حیثیت ان لوگوں [illegible] ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اور امبا کو کی جان بھی بچا لینا [illegible] تھی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ مجھے کچھ نہ کچھ [illegible]

سے کام لیتا تھا۔

"نراس عظیم ہے اور شرکان دیوتا عظیم تر ہے۔" میں نے نراس کے آگے مودبانہ انداز میں اپنا سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "اب جبکہ عظیم دیوتا شرکان کے حکم کے تحت میرے بدن میں سے ڈمبالا کی روح نکالی جا چکی ہے۔ اور مجھے ایک عام اور معمولی درجے کے انسان میں تبدیل کیا جا چکا ہے تو میں عظیم نراس کے سامنے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی تمام غلطیوں کا اعتراف ہے اور میں اسی سلسلے میں عظیم نراس سے ایک ضروری گزارش کرنا چاہتا ہوں۔"

"نراس تمہاری بات ضرور سنے گی کیا ہو؟" بوڑھی ساحرہ نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری اپنی ناقص عقل کے مطابق امبا کو بے قصور ہے۔ اور سارا قصور صرف میرا ہے۔" میں نے کہنا شروع کیا۔ "نراس تو امبا کو نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی اور نہ ہی میں اس کے جانے پر وہاں گیا تھا۔ میں خود ہی زبردستی اس کے جھونپڑے میں داخل ہو گیا تھا اور وہاں جا کر میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ میرے سوالات کے جوابات دے۔ وہ حتی المقدور میرے سوالات کے جوابات دینے گریز کرتا رہا لیکن شاید وہ ڈمبالا دیوتا کی بات کو مسترد کر کے اس کی ناراضگی مول لینا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس نے ساری باتیں مجھے صاف صاف بتا دیں۔ اس لیے میں عظیم نراس سے درخواست کرتا ہوں کہ امبا کو کو معاف کیا جائے اور اسے کوئی سزا نہ دی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے فی الحقیقت سزا کے قابل کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اور اگر اس قبیلے سے متعلق ان باتوں کا میرے علم میں آجانا کوئی جرم تھا تو پھر اس جرم کی سزا مجھے ملنی چاہیے۔ میں عظیم نراس کے فیصلے کے آگے سر جھکاتا ہوں اور ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ [illegible] جب ڈمبالا کی حیثیت سے میرا اس قبیلے میں خیر مقدم کیا گیا اور میری آمد کو باعث خیر و برکت قرار دیا گیا تو پھر اس قبیلے سے متعلق ہم لوگوں سے میرا واقف ہونا ایک جرم کیسے بن گیا؟ کیا زیادہ دنوں تک اس قبیلے میں رہنے کے بعد میں یہاں کی باتوں سے خود بخود واقف نہیں ہو جاتا؟ اس وقت کسے سزا دی جاتی؟ مجھے، امبا کو یا کسی اور کو؟"

"تم نے بہت دلچسپ [illegible] نکات اٹھائے ہیں۔" نراس نے [illegible] [illegible] ایک [illegible] [illegible] ہو۔ تمہارے اندر باتوں کو سمجھنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ میں [illegible] دونوں سوالوں کا جواب دوں گی۔ جہاں تک اس [illegible] تعلق ہے [illegible] قبیلے میں رہنے کے بعد تمہیں یہاں کے طور طریقوں اور رسم و رواج کا خود بخود علم ہو جاتا، تو یہ بات اپنی جگہ پر بالکل درست ہے۔ تمہیں واقعی تھوڑا بہت علم تو خود ہی ہو جاتا اور باقی تفصیل پوری تفصیل کے ساتھ تمہیں باتوں میں خود بتاتی یا میری نائب اور معتمد بتاتی۔ یہ میرا منصب تھا کہ میں تمہیں یہاں کے حالات سے آگاہ کرتی لیکن تم نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آسانی اٹھی کر سپٹ [illegible] کسی [illegible] کے شیشے کی طرح ڈال دیا۔ [illegible] عورتوں نے ہمارے گرد [illegible] تنگ کر دیا اور [illegible] عجیب [illegible] [illegible]

[illegible] نکلتے ہی میں نے دیکھا کہ تقریباً ساری بستی کی عورتیں، بچے اور [illegible] وہاں جمع تھے۔ وہ سب کے سب ہمارے پیچھے ہو لیے۔ ایک ہجوم تھا جو ہمارے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ غالباً ڈریمل نے باہر آنے کے بعد چند الفاظ میں انہیں یہ ساری داستان سنا دی تھی، اس لیے ان کی آنکھوں میں ہمارے لیے سختی اور درشتی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے میری شکل دیکھ کر اکثر عورتوں کی آنکھوں میں ایسے [illegible] کھلنے لگتے تھے۔ اب ان کی آنکھوں میں میرے لیے ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔ عجیب مذاق تھا۔ [illegible] دل ہی دل میں [illegible] صورتحال پر ہنس رہا تھا۔ کل تک میں ان کے لیے دیوتا تھا۔ میرا وجود ان کے لیے باعث خیر و برکت تھا۔ یہ عورتیں مجھے سر آنکھوں پر بٹھا رہی تھیں، لیکن آج محض اس وجہ سے کہ میں نے ان کے علم کے بغیر ان کی بستی کے ایک مرد سے بات کر لی تھی، میں ان کے نزدیک مجرم اور گردن زدنی ہو گیا تھا۔ لیکن اس معاملے کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو یہ تھا کہ سزا کا مستوجب قرار دے دیے جانے کے بعد تمام عورتوں کو اس بات کی اجازت تھی بلکہ انہیں گویا اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ میرے جسم کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔

"بہت خوب!" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ "گویا مجھے محض ایک شے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور اس کے بعد پھینک دیا جاتا تھا۔ شکان دیوتا کی ایسی تیسی۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔

ہمارا جلوس عورتوں کی بستی سے نکل کر اب مردوں کی وادی میں داخل ہو چکا تھا۔ جو دو عورتیں اسمالو کے جسم کو اپنے کندھوں پر لادے ہوئے تھیں انہوں نے بڑی حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ بالکل بندروں کی طرح لپک لپک کر پہاڑی کی ترچھی چڑھائی چڑھی تھی اور اسی اطمینان سے وہ نیچے بھی اتر آئی تھیں۔ مردوں کی وادی میں داخل ہوتے ہی شور کی آواز سن کر باقی ماندہ مرد اپنے اپنے جھونپڑوں سے نکل آئے اور اس تماشے کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ہمارے جلوس میں آنے والی بہت سی عورتیں ان مردوں سے الگ الگ [illegible] میں مصروف ہو گئیں اور انہیں ہماری سزا کے بارے میں بتانے لگیں۔ مردوں کے چہرے پر خوف اور کسی [illegible] کے [illegible] نظر آ رہے تھے۔

ہم دونوں کو اسمالو کے جھونپڑے میں لے جایا گیا۔ میں نے [illegible] پہننے کو کیک بالکل عام سا معمولی آدمی ظاہر کر کے خود کو ان مسلح محافظوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا اور کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی تھی۔

جھونپڑے کو فوراً ہی پہرے دار عورتوں نے اپنے نرغے میں لے لیا اور پانچ نہایت خونخوار اور خوفناک قسم کے کتے اس کے چاروں طرف تعینات کر دیے۔ ڈریمل نے اسمالو کو گھاس کے بستر پر ایک کھال بچھا کر لٹا دیا اور کوئی دوا، جو وہ راستے سے کہیں سے اپنے ساتھ لے آئی تھی،

اس کے زخموں پر لگانے لگی۔ تب وہ کافی حد تک پرسکون ہو گیا کیونکہ اسبالو بُری طرح زخمی تھا اور تڑپ رہا تھا۔ دو عورتوں نے اس کی ٹانگیں اور دو نے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے، لیکن پھر بھی وہ ان کی گرفت سے نکلنے کے لیے مچل رہا تھا، لیکن انہوں نے اسے چھوڑا نہیں اور دیسی جڑی بوٹیوں کے ساتھ اس کے زخموں پر دوا کی مالش کرتی رہیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد شاید اسبالو بے ہوش ہو گیا اور عورتوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے سارے جسم پر دوا لگا دی گئی۔

تو ہم دونوں اسی عالت میں چھوڑ کر جھونپڑے کے باہر نکل گئیں۔ اسبالو تو بے ہوش پڑا ہی تھا، میں نے بھی گھاس پھوس کے بستر پر ہاتھ پیر پھیلائے اور آرام سے سو گیا۔ فی الوقت میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا اور مجھے کوئی جلدی بھی نہیں تھی۔ ابھی میرے پاس بہت وقت تھا۔

جب میری آنکھ کھلی تو ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ [illegible] نہیں دے رہا تھا، باہر سے خوفناک کتوں کی غراہٹوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اسبالو کو آواز دی۔ میرے پکارنے کے جواب میں اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ ”کیا بات ہے کیا ہوا؟“

”تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟“ میں نے پوچھا۔ ”تمہارے زخموں کی حالت کچھ بہتر ہوئی؟“

”بدنصیب انسان میں تجھ سے سخت نفرت کرتا ہوں۔“ اسبالو نے کہا۔ ”لیکن زیر بحث یہ ہے کہ اگر میری طبیعت ٹھیک ہوتی تو تو ابھی تک زندہ نہ بیٹھا ہوتا۔ میں تیرا گلا گھونٹ کر تجھے ہلاک کر دیتا اور اب تک تیرے جسم کے گوشت کا بہت سا حصہ میرے پیٹ میں جا چکا ہوتا۔ موت تو تیرا مقدر بن چکی ہے، جس وقت تجھے ناروں کے ہاتھوں مرنے کے بجائے خود تجھے ہلاک کر کے [illegible] انتقام لے لیتا۔ تو ہی میری تباہی و مصیبت کا سبب ہے۔ [illegible] بستی میں ان جھونپڑوں میں قید کر کے مجھے بوڑھے پہرہ داروں کے [illegible] بھی بدل دیا جائے گا۔“

”لیکن ایک نہ ایک دن [illegible] مرنا ہے۔“ میں نے کہا۔ ”اسبالو! میں نے تجھ سے کتنی بار کہا تھا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تمہارے قبیلے کی کوئی [illegible] بھی بہت ہیں اور وقت کی فرصت زیادہ۔ مجھے یقین ہے تمہارا گناہ ناگت کی مہارت نے تیرے اپنے ہی [illegible] مالک ہونا ہے۔“

”یہ تو میری قسمت تھی [illegible] سے زیادہ بڑی مشکل تھی۔“ اسبالو نے جواب دیا۔ ”میں تو وقت سے پہلے مرنے کا سبب بن گیا ہوں کہ تو نے مجھے بیمار کیا اور [illegible] کی تھی۔ مجھے یقین معلوم تھا کہ جسم اور دماغ نے اسبالو کی روح کو پوری طرح قبول نہیں کیا۔ [illegible] تجھے پہلے بھی بتا دیا تھا کہ اگر تجھ سے کوئی بات ہو سکتی ہو تو اب تیری بات [illegible] مجھے مار ڈالو۔“

”لیکن اسبالو!“ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے

تم سے نفرت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ میں نے پہلے ہی سے آپ کو ہلاکت کے لیے پیش کیا [illegible] اور اس کے لئے رہا تھا کہ میں [illegible] بعد تمہاری باری آئے گی۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے اور میں نے تمہیں جان بوجھ کر موت کے منہ میں نہیں ڈالا؟“

”تو بڑا مکار اور ناقابل اعتبار شخص ہے۔“ اسبالو نے نفرت بھرے انداز میں کہا۔ ”مجھے تیری کسی بات کا یقین نہیں ہے۔ اس میں ضرور تیری کوئی نہ کوئی چال ہو گی۔ ممکن ہے تیرے دماغ میں کوئی منصوبہ ہو اور تو یہاں سے نکل بھاگنے کے لیے میری مدد چاہتا ہو اور اسی لیے مجھے زیادہ دیر تک زندہ رکھنا چاہتا ہو۔ مگر میں تجھے صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں تیری کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اگر تو نے فرار ہونے کی کوشش کی تو میں خود کتوں کو تیرے پیچھے دوڑا دوں گا تاکہ تیری بوٹیاں کھا جائیں۔ مجھے تیری موت کا منظر دیکھ کر خوشی ہو گی۔“

میں سمجھ گیا کہ اس وقت اس شخص سے کسی بھی قسم کی گفتگو لاحاصل ہو گی کیونکہ اس کے دل و دماغ میں میرے خلاف نفرت کی آگ جل رہی ہے اور وہ صحیح معنوں میں کوئی بات سمجھنے اور سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ مجھے یقین تھا کہ چند روز گزر جانے کے بعد [illegible] اسے اپنا دوست بنانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

[illegible] بعد جھونپڑے کا دروازہ کھلا اور دو عورتیں داخل ہوئیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں [illegible] کی جلتی ہوئی مشعل اور دوسری کے ہاتھ میں [illegible] درختوں کے بڑے بڑے پتوں میں پکی ہوئی [illegible] تھیں۔ انہوں نے [illegible] جیسے کا ایک حصہ [illegible] [illegible] اسبالو کی طرف دیکھا۔ وہ فرش پر ہوش میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی خوشبو [illegible] [illegible] [illegible] مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ اس وقت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ایک طرف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] گوشت [illegible] [illegible] گوشت بہت بڑا سا ٹکڑا اسبالو کی طرف بڑھا [illegible] [illegible] جیسے کسی بھوکے [illegible] کی طرح کھانے لگا۔ پھر [illegible] گوشت میری طرف بڑھا دیا [illegible] اس وقت [illegible] [illegible] نہیں تھی اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] میں نے ان [illegible] میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔

”کیا تمہیں موت کا خوف [illegible] کھانا چھوڑ دیا ہے؟“ [illegible]

ایک عورت نے جس کا جسم سنگ اسود کا تراشیدہ معلوم ہوتا تھا، مسکراتے ہوئے عجیب انداز سے مجھ سے کہا۔ ”ابھی تو تمہارے [illegible] کافی دن ہیں۔ کیا تمہیں اس بات کا افسوس ہے کہ روح اسبالو کی طرح [illegible] جسم سے نکال دیا گیا!“

”تو میں نے کہا نا چھوڑ لے اور نہ مجھے موت کا خوف ہے۔“ [illegible] اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”[illegible] کی روح کا سوال ہے تو نہ تو میں نے اسے دعوت دی تھی کہ [illegible] جسم میں داخل ہو اور نہ مجھے اس کے چلے جانے کا کوئی افسوس ہے۔ [illegible] لیے ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟“

”تو پھر تم کھانا کیوں نہیں کھاتے؟“ اس نے ایک بار پھر [illegible] سے بل کھاتے ہوئے کہا۔

”بتا دوں؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”اب بتا بھی دو۔“ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں کھانا چاہتا ہوں۔“ میں نے مسکراتے

[illegible] جبکہ موت تمہارے سر پر کھڑی ہے، اس [illegible] تمہاری سرمستی کا یہ عالم ہے؟“ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

”[illegible]“ میں نے مختصر سا جواب دیا۔

[illegible] نہایت نفرت بھری نظروں سے یہ سارا منظر دیکھ [illegible] میں مجھے گالیاں بھی دیتا جا رہا تھا۔ ان دونوں عورتوں [illegible] روکنے کی بھی کوشش کی لیکن اس نے ان کے لیے [illegible] الفاظ استعمال کیے انہیں برا بھلا کہا۔ [illegible] جنگلی بھینسے کی طرح مضطرب و مستعد کیوں [illegible] کے عالم میں سانپ کی طرح پھنکار رہے ہوتے [illegible] کے عذاب سے مگر نہیں [illegible] [illegible] [illegible] ہو چکی ہے اور مجھے مستی سوجھ رہی ہے [illegible] میرے نصیب میں لکھی جا چکی ہے [illegible] [illegible] [illegible] کی ساری حسرت [illegible] [illegible] میں نے [illegible] جواب دیا۔ دونوں عورتیں [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] بھی نفرت بھری خونخوار نظروں سے

ہم لوگوں کو دیکھا۔

وہ دونوں چلی گئیں، لیکن جلتی ہوئی مشعل جھونپڑے میں ہی چھوڑ گئیں۔ اسبالو نے ایک بار پھر غصہ بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور دوسری طرف کروٹ کر لی۔

ان دونوں کے جانے کے بعد ایک اور عورت جھونپڑے میں داخل ہوئی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھیار تھے۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ان آٹھ عورتوں میں سے ایک تھی جنہیں میری اور اسبالو کی نگرانی کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ اس عورت کے پیچھے پیچھے دو ہیبت ناک شکل والے خونخوار کتے بھی تھے جو مجھے اور اسبالو کو گھور گھور کر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔“ اس عورت نے عجیب لہجے میں مجھے اور اسبالو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”میں ساری رات باہر موجود رہوں گی اور شکاری کتوں کے وفادار کتے میرے ساتھی ہیں۔ مجھے صرف ایک اشارہ کرنے کی دیر ہو گی اور اس کے بعد تم لوگوں کے جسموں کی بوٹیوں کا بھی پتہ نہ چلے گا۔“

میں نے یا اسبالو نے اس عورت کی اس دھمکی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چند لمحوں تک ہمیں گھورتی رہی اور اس کے بعد خاموشی سے باہر نکل گئی۔ دونوں کتے بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے نیند آ گئی۔ اسبالو نے بھی [illegible] کے بعد مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ [illegible] شاید وہ سو گیا۔

چند روز کے اندر اندر اسبالو کے زخم کافی ٹھیک ہو گئے۔ [illegible] کے ساتھ پہلے جیسا برتاؤ کیا۔ میری جانب اس کے رویے [illegible] سے [illegible] تم میں بھی تک ذرا بھی [illegible] نہیں آئی تھی۔ [illegible] [illegible] سے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوششوں کا سلسلہ [illegible] تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جب بھی میں چاہوں گا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نہیں تھی [illegible] [illegible] نکلنے کی نگرانی [illegible] [illegible] [illegible] عورت [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

پڑ اور سب تمھیں خوبصورت نہ ہو کر بے تو وہ دل سے مجھے چھوڑے گا۔

تمھاری دل میں بہت سے نفرت کا جذبہ اب بھی اسی طرح

باقی ہے، یا اب اس میں کوئی کمی واقع ہو گئی ہے؟" میں نے دوستانہ انداز میں مسکرا کر اس سے سوال کیا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" اسباؤ نے تیکھے ہوتے لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے تم سے نفرت کی اور بڑی شدت سے نفرت کی، اور اب بھی میں تم سے شدید نفرت کرتا ہوں۔ لیکن میں نے تمھیں نقصان پہنچانے کا خیال اب دل سے نکال دیا ہے۔ میں صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے یہ کہنا چاہوں گا کہ کئی دفعہ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ سوتے میں تمھارا گلا گھونٹ کر تمھیں ہلاک کر دوں، لیکن پھر یہ سوچ کر میں نے ارادہ بدل ڈالا کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو یہ بات ثابت ہو گی کہ تمھیں ہلاک کرنے والا شخص میں خود ہوں تو سہانے عظیم نراس اور نارو مجھے اس کی سزا کے طور پر کتنی اذیت دیں۔ اس لیے میں نے تمھیں چھوڑ دیا، ورنہ پہلے میرا یہی ارادہ تھا کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمھیں موت کے دروازے تک پہنچا کر دوں گا۔ مگر اب میں تمھارے قربان کیے جانے کا انتظار کروں گا۔"

"عجیب بات ہے دوست!" میں نے مشفقانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم میری جان کے دشمن بنے بیٹھے ہو، ورنہ میں اس بات کا فیصلہ کیے بیٹھا ہوں کہ تمھیں خود کو ہرگز ہلاک نہیں ہونے دوں گا۔ ہم دونوں زندہ رہیں گے اور زندہ ہی رہیں گے۔"

"تم نے کیا کہا؟" اسباؤ نے حیرت سے پوچھا۔ "یہی بات ایک بار پھر تو دہراؤ۔"

"میں تمھیں یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ نہ تو تم مارے جاؤ گے اور نہ میں مارا جاؤں گا۔ ہم دونوں کی موت ابھی مرنے کی نہیں ہیں۔ کیا سمجھے!"

"میں... میں کچھ نہیں سمجھا!" اسباؤ نے گھبراہٹ کے عالم جواب دیا۔ "بھلا شکان دیوتا اور اس کی عظیم نراس کے حکم کو کون ٹال سکتا ہے؟ کس میں اتنی ہمت ہے۔ عظیم ترین دیوتا شکان اور اس کی نائب نراس کے حکم کو تبدیل کر سکے۔"

"سنو احمق اور بزدل انسان!" میں نے اسباؤ سے سخت لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ "میں بہت دنوں سے تمھاری بکواس سنتے سنتے تنگ آ چکا ہوں۔ اگر تم مجھے ہلاک کرنے کا شوق رکھتے ہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے۔ تم یہ شوق پورا کر سکتے ہو۔ میں تو صرف تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں اور اگر تمھیں اس مدد کی ضرورت نہیں تو مجھے بھی کوئی مدد کرنے کا شوق نہیں۔ تم میرے ساتھ جو چاہو سلوک کر سکتے ہو، میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں۔ تمھیں میرے سو جانے کا انتظار بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جاگتے میں بھی مجھے ہلاک کر سکتے ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی مزاحمت نہیں کروں گا۔"

میرے ان الفاظ کا اسباؤ پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ میری جانب سے اس کے دل میں جو بے پناہ کدورت تھی، اس میں خاصی کمی آ گئی۔ وہ مجھ سے یہ پوچھنے لگا۔ "کیا ہم دونوں کی جانیں بچ جانے کا کوئی امکان موجود ہے؟"

"میں تمھیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم دونوں کی جانیں محفوظ رہیں گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن..." اس نے حیرت اور استعجاب میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ شکان یا اس کی نمائندہ نراس ہمارے قصور کو معاف کر دیں گے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو تو یہ بات بھول جاؤ۔ ہمارے قبیلے میں معافی دینے کا تصور نہیں ہے اور جو سزا ایک بار دے دی جاتی ہے، اسے واپس لیے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لیے تم شکان دیوتا یا نراس سے کسی ہمدردی کی امید نہ رکھو۔"

"میں نہ شکان دیوتا، نہ نراس سے ہمدردی کی امید رکھتا ہوں اور نہ ہی میں ان سے معافی مانگنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"تو پھر شاید مجھے بتانے کی کوشش کرو گے کہ تم نے میرے ساتھ یہاں سے نکل بھاگنے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے۔ مگر یہی کوئی بات ہے تو اسے بھی بھول جاؤ۔ یہ کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو یہ سوچے کہ یہاں سے جو خطرے کی صورت میں اپنے حلق سے ایک خاص طرح کی آواز نکال کر سارے کتوں کو متوجہ کر سکتی ہے۔ وہ دونوں ہی شکان کے وفادار کتے، جنون اور شیطان میں تمیز کرنا خوب جانتے ہیں۔ اگر تم نے ایک قدم بھی ان کتوں کی مرضی کے بغیر باہر نکالا تو ہماری جانوں کی خیر نہیں ہو گی۔"

"میں نہ پہرے داروں سے ڈرتا ہوں اور نہ کتوں سے!" میں نے ایک بار پھر سکون آمیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر شاید تمھارا مطلب یہ ہو گا کہ ان عورتوں میں سے کسی کی مدد تو جو تمھارے... لہٰذا اگر تم اس خام خیالی میں مبتلا ہو گئے کہ یہاں کی کوئی عورت تمھیں یہاں سے نکل بھاگنے میں تمھاری مدد کرے گی یا تمھارا ساتھ دے گی تو اب سوچنا بھی مت۔ یہاں کی کوئی عورت عظیم دیوتا شکان یا اس کی نمائندہ کو ناراض کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"تمھارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے یہ ساری باتیں ایک ایک کر کے مجھے بتا دیں۔ لیکن اب میں تمھیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ مجھے کسی کی بھی کسی طرح کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اگر چاہوں تو یہاں سے ابھی، اسی وقت باہر نکل جاؤں اور مجھے نہ تو یہ پہرے دار روک سکیں گے اور نہ ان کے خونخوار کتے۔ تم یہ سمجھو کہ مجھے اپنی زندگی کے لیے کسی خطرے کا سامنا نہیں ہے لیکن میں تمھیں پوری

بات بتانا چاہتا ہوں کہ میں تمھارے لیے فکرمند ہوں... اپنا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ تم میری وجہ سے مصیبت میں آئے ہو۔"

"لیکن تم نے نراس اور نارو کی موجودگی میں اس بات سے اتفاق کیا تھا... پورے تین ماہ بعد تم خود کو قربانی کے لیے پیش کرو گے... اس کے بعد میری باری آئے گی۔" اسباؤ نے پوچھا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ فیصلہ کب ہوا تھا۔ مجھے پہلے نارو نے کشتی... اگر اس نے مجھے جسمانی طور پر مغلوب کر لیا تو پھر مجھے قتل... کان دیوتا کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔"

"اس میں شک کی کون سی بات ہے؟" اسباؤ نے کہا۔ "نارو بڑی آسانی سے تمھیں ایک کر کے پھینک دے گی اور پھر تمھارا سب... اس کے علاوہ اور کیا ہی کیا ہو سکے گا۔"

"لیکن فرض کرو کہ نارو مجھے شکست نہ دے سکی تو؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ موت کی قربت نے تمھارے دماغ کو متاثر کر ڈالا ہے۔" اسباؤ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بھلا کہاں تم اور کہاں نارو؟ تم تو اس کا ایک زوردار گھونسا بھی برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی ان بے سروپا باتوں کا سلسلہ ختم کر دو اور خاموش ہو جاؤ۔"

"بس میری آخری بات اور سن لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمھارے دل میں زندہ رہنے کی ذرا سی بھی کوئی امنگ موجود ہے تو پھر آنکھیں بند کر کے وہی کرنا جو میں کہوں۔ اس میں تمھارا فائدہ ہے۔ باقی آگے تمھاری مرضی ہے۔ جو مناسب سمجھو، سو کرو۔"

اسباؤ نہیں جانتا تھا کہ میری اہمیت کیا ہے اور نارو پر کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ یہ ایک دلچسپ کھیل تھا جس کا آغاز نہ جانے کیسی کیسی دلچسپیوں کا حامل تھا۔

اس انوکھے سفر کے بقیہ واقعات دوسرے حصے میں ملاحظہ کریں!

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

وقت کی کہانی صدیوں کے مسافر کی زبانی
ازل سے ابد تک رہنے والے ایک انوکھے دیدہ ور کی داستان
صدیوں کا مسافر
2
ایم اے راحت

وقت کی کہانی صدیوں کے مسافر کی زبانی

ازل سے ابد تک زندہ رہنے والے ایک انوکھے دیدہ ور کی داستان

صدیوں کا مسافر

2

ایم۔اے راحت

گلوری پبلی کیشنز لاہور

[illegible]

جملہ حقوق بحق ناشر دائمی محفوظ ہیں

۲۰۰۱

ناشر: مبین خٹک

ناول

صدیوں کا مسافر 2

مصنف

ایم-اے-راحت

کمپوزنگ

طیبہ کمپوزر گرافکس سنٹر

تعداد

600

قیمت -/80 روپے

سٹاکسٹ

طیبہ بکسٹال پبلشرز اینڈ بک سیلرز

7248285
7120000

خالد ایڈ کمرشل سنٹر ۴۴ اردو بازار لاہور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تب آخر وہ میرے اخفان شکست کھا گئی تو مجھ سے ایک کرنے لگا
پر اختیار حاصل ہوگا۔ بہتر ہو مجھے اپنا خون معاف کر دے۔
... یہ سن کر وہ ایک نہایت خوفناک قہقہہ لگا کر
کہا، میں نے اس سے پہلے اس جیسی ہنسی نہیں دیکھی تھی۔ اس کی ہنسی بڑی بھیانک اور غیر انسانی قسم کی تھی۔ گو میری ...
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مجھے ناندے یا کسی سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"تم نے چاہے جیسے کوئی مشکل پیدا کر دی ہے سفید نوجوان؟"

وہیل نے کہا۔ "اگر تم ناندے کے ہاتھوں شکست کھا جاتے تو تمہیں شیطان دیوتا کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا۔ لیکن [illegible] دونوں [illegible] گیا تھا۔ اگر تم جیت گئے تو ناندے کو قتل کر دو گے۔ اب تم جیت گئے ہو، لیکن عظیم [illegible] نے عظیم شیطان سے جو ہدایت ملی تھی اس کے مطابق تمہاری قربانی کی جانی تھی۔ اب اس نئی صورت حال میں مجھے خود شیطان دیوتا سے پوچھنا پڑے گا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے۔ ویسے [illegible] ہمارا [illegible] ہوا ہے کہ تم عجیب الغیب انسان ہو۔ مجھے یقین ہے کہ شیطان دیوتا تمہیں معاف کر دے گا۔ تمہاری ہلاکت کا حکم واپس لے لے گا۔ میں خود بھی نہیں چاہتی کہ تم جیسا غیر معمولی بہادر انسان مارا جائے۔"

"مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے۔" میں نے لاپروائی کے ساتھ جواب دیا۔ "مگر تم لوگ مجھے مار سکتے ہو تو ضرور مار ڈالو۔"

میرے اس جملے پر وہیل چونک گئی۔ میں نے بات ہی ایسی کہی تھی۔

"تمہاری اس بات کا کیا مطلب ہے؟" وہیل نے سوال کیا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر ہم تمہیں ہلاک کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں مارا نہیں جا سکتا؟"

بات یہ تھی کہ میں نے جس انداز میں ہاتھی کو ہلاک کیا تھا، وہ [illegible] لوگ سمجھ ہی نہیں سکے۔ یہ جنگل کے انتہائی پسماندہ وحشی لوگ تھے اور ان کی سمجھ میں بہت سی باتیں نہیں آتی تھیں۔ میرے ہاتھی کی ہلاکت کو ان لوگوں نے میری کسی پراسرار طاقت یا جادو پر محمول کیا [illegible] میری غیر معمولی قوت کا اندازہ نہیں لگا سکے۔ ویسے بھی یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ کوئی انسان اپنے خالی ہاتھوں سے ہاتھی کو بھی ہلاک کر سکتا ہے [illegible] اور اب [illegible] وہیل نے مجھ سے یہ پوچھا [illegible] بھی کیا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا۔" میں نے [illegible] "میرے کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر تم لوگوں کو میری ہلاکت منظور ہے تو مجھے [illegible] میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"کسی بھی [illegible]" وہیل نے کہا۔ "[illegible] ناقابل قبول [illegible] نقصان [illegible] کو [illegible] نہیں کرے گا [illegible] بہت [illegible] کی تعداد [illegible] تسلیم [illegible] کر دیا۔"

قبیلے کی [illegible] بہادر [illegible] شامل تھا [illegible] کسی [illegible] نہیں [illegible] تھا [illegible]

لمحہ ہی تھی۔ ویسے بھی [illegible] نہیں [illegible] باقی نہیں۔ [illegible]

[illegible] تب وہیل [illegible] کی طرف متوجہ ہوئی۔ [illegible]

جگل [illegible] کے قریب [illegible] گئی اور [illegible] کسی [illegible] نے ایک [illegible] والا [illegible] اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہیل نے [illegible] کے [illegible] جسم کے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے شروع کر دیے [illegible] اس سے پہلے بھی دیکھ چکا تھا [illegible] کوئی [illegible] نہیں ہوا۔ لیکن [illegible] سب سے پہلے جس [illegible] کے [illegible] کا گوشت [illegible] تھا وہ ایک [illegible] تھا [illegible] جسے [illegible] ہلاک کر دیا گیا تھا۔ [illegible]

[illegible] ان کے ٹکڑے کیوں کیے جا رہے تھے؟

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اپنے اس سوال کا جواب بھی مل گیا۔

[illegible] کے جسم کے بہت چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا [illegible] سے نکلنے والے خون کو برتنوں میں جمع کر لیا گیا اور ہڈیوں سے گوشت [illegible] کر کے اس سے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے گئے [illegible] کے جسم میں گوشت بہت ہی کم تھا۔ اس کے بعد وہیل نے اس گوشت [illegible] ایک [illegible] کو [illegible] کے بعد اس نے [illegible] کر دی۔ اور پھر ایک ایک [illegible] وہاں موجود ساری عورتوں [illegible] دی گئی۔ [illegible] جسم کا [illegible] ہو گیا [illegible] یہ محسوس کی [illegible] کہ وہیل نے [illegible] کوئی نقصان نہیں پہنچایا [illegible] ایک [illegible] اس کے جسم سے نکلنے والے [illegible] جمع شدہ خون کو کسی کو نہیں دیا گیا [illegible] برتنوں میں [illegible] گیا معلوم نہیں۔ [illegible] کیا استعمال ہونے والا تھا۔

[illegible] اور [illegible] کے جسم [illegible]

[illegible] بہت [illegible] وہاں [illegible] ہڈیوں کے [illegible] عجیب و غریب منظر [illegible] ہے اور [illegible] نے دل [illegible] سے [illegible] کرتا تھا۔ [illegible] ان کے [illegible] تھا [illegible] لوگ [illegible] کے ساتھ [illegible] کھاتے رہے۔ مجھے [illegible]

میں نے [illegible] منظر کو برداشت کیا۔

[illegible] جلد جانا چاہتا تھا [illegible] کی [illegible] کے ساتھ [illegible] کوئی [illegible] نہیں تھا لیکن [illegible] کی [illegible] تھا [illegible] جو [illegible] گفتگو [illegible] اور [illegible] سے [illegible] دیا۔ [illegible] کسی وقت بھی [illegible] کے [illegible] جا سکتے تھے [illegible] کو [illegible] وحشی [illegible] کے عجیب و غریب [illegible] دل [illegible] جاتا تھا۔

میں [illegible] جانتا کہ وقت کے ذمے [illegible] کر سکتا تھا۔ میں اسی قبیلے میں [illegible] جتنا [illegible] کی بھی [illegible] ہلاکت [illegible] ظاہر ہے کہ [illegible] طاقت کے آگے ساری عورتیں مجبور ہو جاتیں اور کوئی بھی [illegible] نہ ہو سکتا۔ لیکن یہ صرف اسی وقت ممکن تھا جب تک میں ان لوگوں کے پاس رہتا اور ظاہر ہے کہ میں ہمیشہ وہاں موجود نہیں رہ سکتا تھا۔ میرے جانے کے [illegible] واپس آ جاتی اور [illegible] کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو جاتا۔ میں تو اس مسئلے کا کوئی ایسا حل دریافت کرنا چاہتا تھا جس سے یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ [illegible] ان عورتوں [illegible] کے [illegible] اور [illegible] کی ہلاکت کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ اس کام کے لیے مجھے کسی [illegible] حکمت سے کام لینا تھا۔ ان لوگوں کو اس بات پر قائل کرنا تھا کہ [illegible] کی مرضی سے [illegible] کی ہلاکت کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔ اور اس سلسلے میں [illegible] ضروری تھا کہ وہیل کا اعتماد اور اس کی چاہت حاصل کروں۔ [illegible] نے طے کر لیا کہ جب تک میں اس مسئلے کو حل کرنے کی کوئی صورت نہیں نکال لیتا، اس وقت تک ان [illegible] کے درمیان قیام کروں گا۔

[illegible] کا گوشت [illegible] کر جانے کے بعد [illegible] قبیلے کی [illegible] ہاتھی کے [illegible] کی [illegible] شاید کسی سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں تھی [illegible] کے ساتھ [illegible] اس [illegible] میں [illegible] مختلف [illegible] کی [illegible] ہاتھی کی ٹانگوں کا گوشت کاٹ [illegible] اور [illegible] کی طرح [illegible] کھا رہے تھے۔ ایک [illegible] بات [illegible] کہ وہ [illegible] کی صرف ٹانگوں کا گوشت کاٹ رہے تھے۔ باقی [illegible] نے نہیں چھیڑا تھا۔ [illegible] وہیل [illegible] لوگوں [illegible] نہیں [illegible] ہاتھی کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے [illegible] اور [illegible] کھانے لگیں [illegible] کے [illegible] لوگ [illegible] بالکل ہی [illegible] نہیں [illegible] گوشت [illegible] اور [illegible] خود بھی [illegible] ہاتھی کو [illegible] رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں ہاتھی کی [illegible] ٹانگوں کا گوشت [illegible] کر دیا گیا۔ [illegible] جسم [illegible] عجیب و غریب شکل [illegible] تھا [illegible] گوشت کی [illegible] ختم [illegible] بہت [illegible] ہو چکے تھے۔

ہاتھی کے باقی گوشت [illegible] دعوت [illegible] محفوظ [illegible] کر دیا [illegible] بہت [illegible] گوشت [illegible] ان لوگوں کے لیے کئی روز تک کافی تھا۔

[illegible] کرنے کی [illegible] نہیں رہے گی۔"

[illegible] نے وہیل سے مخاطب ہو کر کہا [illegible] قریب ہی کھڑی ہوئی

تھی۔ وہ [illegible] کہ اس زبردست [illegible] کے بعد [illegible] انداز [illegible] دیکھا۔

"ہاتھی کو اس طرح ہلاک کرنے کا فن تم نے کہاں سے سیکھا ہے؟" [illegible] نے [illegible] سوال کیا۔ "یہ واقعی ایک غیر معمولی فن ہے [illegible] اس کے بارے میں ہم لوگوں کو کچھ نہیں بتاؤ گے؟ [illegible] دیکھو [illegible] ہاتھی [illegible] اس کی [illegible] پر حملہ کیا لیکن خود کو اس کی سونڈ سے [illegible] رکھنا واقعی ایک غیر معمولی بات ہے۔ [illegible] سے بھی زیادہ غیر معمولی بات [illegible] ہاتھی کی سونڈ تو انسان کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں بھی نہیں [illegible] کسی خاص [illegible] سے پکڑا ہو گا۔"

کیا نہیں [illegible] ایک [illegible] کرو گے [illegible]

"[illegible] نہیں۔" میں نے [illegible] سے جواب دیا۔ "مجھے [illegible] ہلاک کر دیا۔ اگر میں [illegible] اس وقت [illegible] میں سے [illegible] انسان [illegible]"

"بے شک۔" وہیل نے کہا۔ "ہمیں [illegible] احسان [illegible] لیکن [illegible] کی وجہ سے [illegible] نقصان [illegible] ہو جاتے [illegible] بھی ہو سکتا ہے [illegible] بات [illegible] زیادہ [illegible]"

"میں [illegible] جاننا چاہتا ہوں کہ [illegible] کیا ہو گا؟" میں نے وہیل کی [illegible] کہا۔ "میں [illegible] نہیں [illegible] کی جان بخشی چاہتا ہوں [illegible] جان [illegible] کی جان بخش سکتے ہو تو [illegible] کے لیے تیار ہوں۔"

"[illegible] عظیم [illegible] شیطان کے حکم [illegible] سزا [illegible] تھی [illegible] کوئی [illegible] نہیں ہو سکتی [illegible] صورت میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے جب شیطان دیوتا خود [illegible]" وہیل نے جواب دیا۔

[illegible] ساری گفتگو کے دوران بالکل خاموش تھی [illegible] چپ چاپ [illegible] درمیان ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔

[illegible] سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں [illegible] بہت [illegible] ہو گئی تھی [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کے [illegible] جانے لگے تھے [illegible] کی حیثیت سے [illegible] دیوتا [illegible] گی [illegible] اس کا حکم ہو گا [illegible] جائے گا [illegible] تبدیل کی جائے [illegible] ہدایت [illegible] سکتی ہے [illegible] جونوں کی [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] کوئی [illegible] اس [illegible] ایک [illegible] کے [illegible] گوشت [illegible] خوبصورت [illegible] کی [illegible] قبیلے کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

حتی تھا اور کسی وحشی کو قتل کرنا چاہتا تو اسے ہلاک کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا لیکن سفید فام کے دل میں کوئی انتقامی جذبہ نہیں تھا۔ اس نے انتہائی دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے نادر کو زندہ چھوڑ دیا۔ یہ بات اس شخص کی عالی ظرفی کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ اسی دن اور اسی وقت اس شخص نے ایک پاگل درندے ہاتھی کو جس طرح ہلاک کیا، ابھی ابھی آپ سب نے سنا۔ اگر وہ ہاتھی ہماری پوری بستی کو برباد کر دیتا تو ہم سب تباہ ہو جاتے۔ بلکہ کئی دن تک بستی والوں کے لیے خوراک کا بھاری ذخیرہ بھی فراہم کر دیا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ اس شخص کی بے مثال بہادری اور جواں مردی کو دیکھنا جانا تو ہے۔ خزان عظیم سب کچھ جانتا، دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس سفید فام انسان کے ان دونوں کارناموں کو استحسان اور تعریف کی نظروں سے دیکھا اور اس کو کھلے دل سے معاف کر دیا۔"

ابھی ویبل کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ شان عظیم ہے! شان عظیم ہے! کے نعرے بلند ہونے لگے۔ اس غیر معمولی شور کو سن کر درختوں پر بیٹھے ہوئے لمبی لمبی دموں والے بندر بھی گردنیں نکال نکال کر غور سے دیکھنے لگے۔ بلبل پر دوسرے پرندوں کی طرح ترنم کی طرح انھوں نے دوبارہ اپنی گردنیں اندر کر لیں۔

"نیابر کی خواہش تھی کہ جابر اسے ہلاک کر دیا جائے لیکن نیابر کو ایک بات بتا دوں کہ ویبل نے دوبارہ اپنی تقریر کا سلسلہ وہیں سے شروع کیا جہاں سے وہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس لیے میں اس کی خواہش کا احترام کرتا ہوں۔ مجھے کہا اس کو کتنا غصہ تھا کہ صاحب قصور ہے۔ کیونکہ خود اس نے مجھ سے بولنے پر مجبور کیا تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی بات بتانے پر تیار نہیں تھا۔ خزان عظیم اس سفید فام کی اس خواہش سے بخوبی واقف تھا چنانچہ اس نے حکم دیا کہ جابر کا قصور بھی معاف کر دیا جائے اور اسے رہا کیا جائے۔"

مجمع میں سے ایک بار پھر شان عظیم ہے! شان عظیم ہے! کے نعرے بلند ہونے لگے۔

"لیکن اس کے باوجود عظیم شان اس بات پر تیار نہیں ہے کہ شنتو قبیلے میں مردوں کی تعداد دس سے زیادہ ہو۔ چنانچہ میں نے تمہاری روایت دی ہے کہ صرف ایک دن ہمارا ایک یعنی جابر کی منسوخ شدہ سزا کو وقت آنے تک مردوں کی موجودہ تعداد کو برقرار رکھا جا سکتا ہے لیکن جیسے ہی تین ماہ گزر جائیں قبیلے کا ایک اور مرد کو بالغ ہو جائے تو یہ قبیلے میں مردوں کی تعداد دوبارہ دس کر دی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ان دونوں میں سے ایک کے بجائے دوسرا اس کو قربان کیا جائے۔ لیکن قربانی کیے جانے والے مردوں میں نیابر اور جابر شامل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ آج اور اس وقت سے نیابر اور جابر آزاد ہیں۔ یہ بستی کے بقیہ مردوں کی طرح دوسرے دس مردوں کے ساتھ رہیں گے۔"

ویبل نے اپنی تقریر ختم کی اور فضا ویبل عظیم ہے شان عظیم ہے کے فلک شگاف نعروں سے ایک بار پھر گونج اٹھی۔

اجلاس ختم ہو گیا۔ سب لوگ تیزی سے اپنے اپنے جھونپڑوں کی طرف ہو گئی تھیں۔

"نیابر! اب تم ہمارے مہمان رہو گے۔" ویبل نے میرے سامنے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں چاہت کی چمک تھی۔

لیکن یہ بڑا کٹھن وقت تھا۔ میری آزادی کے سوچنے کا وقت تھا مجھے اپنے اس منصوبے پر عمل کرنا تھا جو میں نے شنتو قبیلے کے مردوں کو ظلم و تشدد سے نجات دلانے کے لیے بنایا تھا۔ یہ منصوبہ مجھے تنہا ہی پایۂ تکمیل تک پہنچانا تھا اور اس میں انتہائی حکمت عملی اور تدبر سے کام لینا تھا۔ میں یہاں موجود لوگوں میں سے کسی کو بھی اپنے اعتماد میں نہیں لے سکتا تھا کیونکہ وہ سب کے سب زہریلے تجربات کے مارے ہوئے، پسماندہ، ذہنی طور پر شکستہ تھے۔ یہ سب خزان عظیم کے لیے ایک جنبی، غیر مرئی شخص تھا جو ان کے سامنے آیا تو کبھی کسی روپ میں آتا لیکن ملبلک ان کے خلاف دل میں نفرت کی جو چنگاری تھی وہ جسم سے نکال کر مجھے ایک "عام انسان" میں تبدیل کر دیا تھا۔ حالانکہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی کیونکہ میں ایک انسان تھا اور بہادری کے ساتھ ہاتھیوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

میں جنگلی قبیلے کی نظروں میں کچھ نہیں تھی۔ ایک دو بار یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اباد کو اپنے اعتماد میں لوں لیکن پھر خود ہی اس خیال کو مسترد کر دیا تھا۔ یہاں کے کسی شخص پر میں بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ اباد نے جو شدید نفرت کا اظہار کیا تھا مجھے یقین تھا کہ میرے طرز عمل کے بعد اس کا رویہ بھی بدل دیا ہوگا لیکن یہ کہنا بہت مشکل تھا کہ وہ میرے منصوبے میں ساتھ دے گا یا نہیں۔ اگرچہ اسے میری وجہ سے رہائی مل گئی تھی لیکن ضروری نہیں تھا۔

میری بات کو مان لے۔

وہ ساری بات میں نے ویبل سے کہہ دی۔

میں خاموشی سے اٹھا اور ویبل کے جھونپڑے سے باہر نکل گیا۔

باہر سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور جنگل کی طرف سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ میں خاموشی سے ادھر ادھر وحشی عورتوں کی بستی سے باہر نکل آیا۔ ساحل کی طرف اور پھر سمندر کی طرف بڑھا۔ بستی سے نکلتے ہی ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس بستی سے کافی دور نکل جانا چاہتا تھا تاکہ یہ لوگ مجھے دوبارہ اپنی نظروں میں نہ رکھ سکیں۔ مجھے معلوم تھا کہ مجھ کو تلاش کرنے کے لیے یہ وحشی انسان بہت سی ایسی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں جو انسان کی بو پہچانتے ہیں اور بلکی سی بلکی بو اور دور دراز سے آنے والی آوازوں کو سن سکتے ہیں جنھیں شہر کے مہذب انسان نہیں سن سکتے۔ ان کی چھٹی حس بہت زیادہ طاقتور ہوتی ہیں کیونکہ یہ لوگ فطرت کی آغوش میں فطری زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

میرا مقصد یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلا جانا نہیں تھا بلکہ مجھے دوبارہ واپس آنا تھا لیکن تین ماہ کی مدت گزرنے سے پہلے پہلے مجھے ان کے زہریلے تجربات کو زہر کے استعمال کے ذریعے ختم کرنا تھا۔ میں اس سلسلے میں اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔

میں ساحل ہی ساحل چلتا رہا اور میں نے راستے کو بے قریبی معلوم کر لیا۔ ایک بار پھر یہاں واپس آنا تھا۔ ہر طرف ویرانی تھی۔ سمندر کی سرکش موجیں بلند ہو رہی تھیں جیسے کسی سیال مادے کے قطرے ہوں۔ ساحل سے ٹکرا کر شور مچا رہی تھیں۔ دور گہرے سناٹے میں ان کی آواز بڑی بھیانک معلوم ہو رہی تھی۔ سورج کو ڈوبنے سے پہلے میں کئی میل کا سفر طے کر چکا تھا اور تنہائی گھنے خوفناک جنگل میں داخل ہو گیا تھا۔ جنگل ساحل سے تھوڑے سے فاصلے پر تھا۔ اور میں اس میں داخل ہو گیا۔ جنگل کے اندر جا کر بھی میں نے راستے کی سمت کو اپنے ذہن میں رکھا تاکہ واپسی میں دقت نہ ہو۔

اب سورج ڈھلنے کو آیا اور میں شنتو قبیلے کی بستی کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تو مجھے جنگل کا خوبصورت حسن نظر آیا۔ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے اپنے گھونسلوں میں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ بھاری جسم والے سیاہ رنگ کے بندر درختوں کی ڈالیوں پر ادھر ادھر چھلانگیں لگا رہے تھے۔ خرگوش اور ہرن بھی ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ الغرض زندگی کی رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید یہی انسان ہے جس نے اس سرزمین پر قدم رکھا ہے۔ کیونکہ دور دور تک کسی انسان کا وجود نظر نہیں آتا تھا اور بھلا اس قدر گھنے تاریک خوفناک جنگل میں انسان آ کر رہ بھی کہاں سکتا تھا۔

اچانک مجھے پانی کے جوش سے بہنے کی آواز سنائی دی۔ شاید سامنے گھنے درختوں کے پیچھے کوئی پہاڑی چشمہ یا پہاڑی ندی تھی۔ میں نے آواز کی سمت اپنی جستجو کا رخ کیا۔ گھنے درختوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک چھوٹی سی ندی کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ندی تھی جس کا پانی آئینے کی طرح صاف و شفاف اور نیلگوں تھا۔ پانی اس قدر حسین اور شفاف تھا کہ میں نے بہت ہی کم دیکھا ہوگا۔ اس پانی کو دیکھ کر بے ساختہ میری طبیعت مچل گئی اور میں نے اس میں چھلانگ لگا دی۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا اور ندی شاید بڑی تیز رفتاری سے کسی جھیل یا دریا سے جا کر مل جاتی تھی۔ میں بڑی دیر تک ٹھنڈے اور فرحت بخش پانی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ کبھی میں بہاؤ کے ساتھ ساتھ تیرنے لگتا اور کبھی بہاؤ کے مخالف سمت بازوؤں کے سہارے بہاؤ کے مخالف تیرتا۔ تیز تیز ہلکی ہلکی پانی کی موجوں کے ساتھ مچھلیاں میرے جسم کو چھو کر گزر جاتیں۔ پانی میں رنگ برنگی مچھلیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ ساتھ تیر رہی تھیں۔ پھر ادھر ادھر چلی جاتیں۔ پانی کے بہاؤ کی تیزی کے علاوہ اس کی گہرائی بھی بہت زیادہ تھی۔ میں نے کئی بار پانی کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی اور کافی دیر تک خود کو پانی کے اندر رکھا۔ ایک بار میں اس پانی کی تہہ تک چلا گیا۔ یہاں بہت سے پتھر اور عجیب و غریب شکلوں کے پتھر جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔ اور شاید پانی کی تہہ میں ان پتھروں کو طرح طرح کے رنگ اور طرح طرح کی شکلیں ملی تھیں۔ میں انھیں غور سے دیکھنے لگا۔ اگر میرے جسم پر کوئی لباس ہوتا تو میں ان میں سے کچھ خوبصورت پتھر چن کر ضرور اپنے پاس رکھ لیتا اور پھر کسی وقت کسی کو تحفے میں پیش کرتا۔ لیکن افسوس کہ میرے جسم پر کوئی لباس نہیں تھا تاہم میں نے چند خوش وضع اور خوش رنگ پتھر اٹھا کر اپنی مٹھی میں بند کر لیے۔

میں پتھروں کو دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ مجھے اس بات کا پتا ہی نہیں چلا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ندی کے کنارے کون سی انجانی چیز خاموشی سے منتظر ہے۔ میں نے جیسے ہی اپنا جسم اوپر اٹھایا اور بلند ہونے کی کوشش کی، مجھے محسوس ہوا کہ مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا گیا ہے۔ میں نے حیرت سے چاروں طرف نظر ڈالی۔ درختوں کی چھال کی مضبوط رسیوں کو بنا ہوا جال میرے جسم کے گرد کسا جا چکا تھا۔ یہ بہت ہی مضبوط اور خوفناک جال تھا اور شاید بڑی بڑی اور جاندار مچھلیوں کو پکڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا لیکن اس وقت اس جال میں میں قید تھا۔ میں نے جیسے ہی ہاتھ پیر ہلانے کی کوشش کی، جال کے پھندے میرے جسم کے گرد اور زیادہ مضبوطی سے کس گئے۔ میں اگر چاہتا تو اس جال کو چند منٹ میں ریزہ ریزہ کر سکتا تھا اور میں خود کو آزاد کرا سکتا تھا۔ لیکن میں نے فی الحال ایسی کوئی حرکت مناسب نہیں سمجھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ مجھے زیر دام لانے والے کون لوگ ہیں۔ اسی لیے میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اس گھنے تاریک اور خوفناک جنگل میں وہ کون سے انسان ہیں؟

ناممکن ہے۔ جبکہ میرا خیال غلط ثابت ہوا تھا۔ انسان یہاں بھی [illegible]
اور فطرت نے نئی زندگی کو [illegible] پیش کر دیا تھا۔

جال کے میرے جسم کے گرد [illegible] جال کھینچا جانے لگا۔ میں نے بہت جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میں بہت زیادہ گہرائی میں تھا۔ اس لیے مجھے نظر نہیں آ رہا تھا کہ کھینچنے والے کون لوگ ہیں۔ تاہم جس تیزی سے [illegible] رہا تھا۔

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ایک خوبصورت سائبان سا بنا ہوا تھا۔ یہاں ہری ہری گھاس اگی ہوئی تھی۔ باڑ کے کنارے سیکڑوں اقسام کے رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ ڈیگان نے مجھے لے جا کر ایک سبزہ زار پر بٹھایا اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ ہمارے ساتھ ہی قبیلے کے دوسرے مرد و زن بھی آ کر بیٹھ گئے۔ بہت سے لوگ جو پہلے سے ہی اپنے جھونپڑوں میں تھے وہ بھی باہر نکل آئے اور اس مجلس میں شامل ہو گئے۔

"ہاں تو پیارے!" ڈیگان نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب تفصیل سے ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمہاری دنیا کیسی ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں [illegible] نکلا ہوں۔"

میں نے کہا "میرا ملک یہاں سے دور بہت دور ہے [illegible] بھی نہیں کر سکتے۔ میں سمندر کے اس پار کی دنیا سے آیا ہوں جہاں کے بارے میں تم لوگ کچھ نہیں جانتے۔"

"کیا کہا؟" سردار ڈیگان نے منہ پھاڑ کر کہا "کیا تم سمندر کی دوسری طرف سے آئے ہو؟ کیا سمندر کے دوسری طرف بھی کوئی دنیا ہے؟"

تمام لوگ حیرت میں غرق میری دلچسپ داستان سن رہے تھے۔ اور پروفیسر! میں ان سے کوئی جھوٹ بھی نہیں بول رہا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ میں واقعی بہت دور سے آیا تھا اور وہ بھی ان کے سمندر کے دوسرے کنارے کی طرف سے۔

"ہاں!" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "سمندر کے دوسری طرف بھی ایک دنیا آباد ہے۔ جو تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ اس دنیا کے لوگوں کے پاس سمندر کو سفر کرنے کے لیے بڑی بڑی اور [illegible] قسم کی کشتیاں ہیں جن کے ذریعے یہ لوگ دور دراز کے علاقوں تک سفر کرتے ہیں۔ میں بھی ایسی ہی ایک کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں نکلا تھا لیکن تمہاری دنیا کے قریب آ کر میری کشتی الٹ گئی اور تیز موجیں مجھے بہا کر لے گئیں۔ میں بمشکل تیرتا ہوا تم لوگوں کے علاقے میں نکلا!"

مجھے نہیں معلوم پروفیسر کہ ان لوگوں کو میری بات کا یقین آیا یا نہیں لیکن وہ تصویر حیرت بنے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا

ہدایت کی اس وقت کی مہذب دنیا کے بارے میں صرف [illegible] جتنی میں کچھ بھی قبول کر سکتا تھا۔ یہ لوگ کشتی کے استعمال سے واقف تھے۔ کیونکہ میں نے قبیلے کے کنارے [illegible] کی ایک بے ترتیب سی تراشیدہ لکڑی کی ایک کشتی کنارے پر دیکھی تھی۔ اور پھر جب یہ لوگ سمندر میں جال پھینک کر مچھلیاں پکڑا کرتے تھے تو کشتی کا استعمال بھی ضرور جانتے ہوں گے۔ لیکن بحری جہاز ان کی سمجھ میں نہ آنے والی چیز تھا۔ اس لیے میں نے ان سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔

تھوڑی ہی دیر میں سب کے لیے کھانا آ گیا۔ ڈیگان کی ہدایت پر سب سے پہلے کھانا لایا گیا تھا۔ یہ بھی تشتولا قبیلے کے لوگوں کے کھانے کی طرح پھلوں اور کچھ گوشت پر مشتمل تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان میں اور تشتولا قبیلے کے لوگوں میں ذہنی سطح کے اعتبار سے کچھ زیادہ فرق نہیں

ہے۔ سوائے اس کے کہ تشتولا قبیلے میں جو مظلومیت اور تشدد کا نشانہ تھا اس قبیلے پر جو ظلم ہوتا تھا جبکہ یہاں سب کچھ دوسروں کی مرضی کے خلاف ہی اور قبیلے کا سردار ایک مرد تھا۔

قبیلے کے تمام مردوں اور عورتوں نے میری آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ بالخصوص عورتیں تو میری آمد پر بہت خوش تھیں اور بھی تھیں لیکن ان میں ایک شخص ایسا تھا جس کی آنکھوں میں میں نے اپنے لیے ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔ اس شخص کا نام اگنت تھا اور یہ قبیلے کا جادوگر تھا۔ قبیلے میں ایک خاص حیثیت حاصل تھی اور سردار ڈیگان سمیت تمام لوگ اس کا بہت احترام کرتے تھے بلکہ بہت اندازہ کے مطابق وہ اس سے زیادہ خوف زدہ تھے۔ اگنت اگر کوئی ایسی بات کہہ دیتا تو سب لوگ نہ صرف اس کی بات ماننے پر مجبور تھے بلکہ اس سے ڈرتے بھی تھے۔ جس وقت میں سردار کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا تو اگنت بڑی ناخوش اور مردہ نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ سردار ڈیگان نے اس سے میرا تعارف کروایا تھا لیکن اگنت نے میری آمد پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اگنت کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری باتوں کا یقین نہیں کر رہا ہے۔ البتہ اسے میری بات یقیناً سخت ناپسند ہوئی۔

جب ہمارے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو سردار نے مجھے ساتھ اگنت کو بھی کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ لیکن اس نے بڑی رعونت کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیا۔ سردار مشتعل ہو کر بھی کچھ نہیں کر سکا۔ میں نے سردار ڈیگان کے کہنے پر صرف پھل کھانے پر اکتفا کیا اور گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ انہوں نے بہت گوشت کھانے کو کہا لیکن میں نے منع کر دیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ لوگ آگ کے استعمال سے واقف ہیں یا نہیں۔

لیکن بعد میں مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ قبیلہ بھی تشتولا قبیلے کی طرح آگ سے واقف ہے۔ لیکن اس کے بے جا استعمال سے واقف نہیں۔ شام ہوتے ہی انہوں نے جگہ جگہ الاؤ روشن کر دیے تھے۔ جن کو یہ جنگلی جانوروں سے تحفظ کا بندوبست کرتا تھا۔

شام کے وقت ان لوگوں کے ساتھ گفتگو کے دوران مجھے ان کے بارے میں بہت سی باتوں کا علم ہو گیا۔ تشتولا قبیلے کی طرح اس قبیلے میں بھی شادی بیاہ کا رواج نہیں تھا اور آزادی کا حامل ایک معاشرہ تھا۔ یہاں ماں کا احترام بہت زیادہ کیا جاتا تھا اور اولاد کی شناخت بھی ماں کے حوالے سے ہوتی تھی۔ اور شادی کے تصور سے بالکل ناآشنا تھا۔

اگرچہ تھا پروفیسر ابتدائی دور۔ یہ وہ دور تھا جب سفید فام لوگ اس سرزمین پر نہیں پہنچے تھے اور یہ لوگ کئی صدیوں پرانی روایات کے مطابق زندگی بسر کر رہے تھے۔

ڈیگان نے ایک سیاہ فام حسینہ کو میرے پاس بھیج دیا جو بالکل چند و یا سولہ سال کی ہو گی۔ وہ حسینہ مجھے اپنے جھونپڑے

گئی جہاں اس کے علاوہ اس کی ماں بھی رہتی تھی جو تیس بتیس سال کی ایک خوبصورت عورت تھی۔ اس نے مجھے اپنے جھونپڑے میں خوش آمدید کہا۔

اس حسینہ کا نام اکرم تھا۔

اور پروفیسر سچ تو یہ ہے کہ میں اکرم کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اس قبیلے کے بارے میں ان لوگوں کے بارے میں اور خاص طور سے اگنت کے بارے میں اس سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اگنت کی آنکھوں میں اپنے لیے کینہ توزی کی جو جھلک دیکھی تھی اس کا سبب معلوم کرنا چاہتا تھا۔

وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔

اور پھر اس نے بتایا کہ مجھے اگنت کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ میرے سوال کا جواب مجھے خود بخود مل گیا۔

"تمہیں اگنت کی طرف سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے پیارے!"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔ "کیا اگنت مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟"

"میں اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔" اکرم نے پر خیال انداز میں جواب دیا۔ "لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اجنبیوں کو قطعی پسند نہیں کرتا۔ وہ ہمارے قبیلے میں اگنت کا حکم کوئی نہیں ٹال سکتا۔ خود سردار ڈیگان کو بھی اگنت کے حکم کی پابندی کرنی پڑتی ہے کیونکہ اگنت جادوگر ہے۔ اس کے قبضے میں بدروحیں ہیں اور وہ ان روحوں کو بلا کر ان سے ایسے کام لے سکتا ہے جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ ہمارے قبیلے میں کوئی بھی کام اگنت کی مرضی اور مشورے کے بغیر نہیں کیا جاتا۔ وہ بیماروں کو شفا بخشتا ہے اور ہماری ہر مشکل کو حل کرتا ہے۔"

میں سمجھ گیا پروفیسر کہ قدیم افریقہ کے بیشتر وحشی قبائل کی طرح اس قبیلے میں بھی ایک جادوگر کا تصور موجود ہے جو ان لوگوں کے نزدیک روحانی پیشوا کی حیثیت رکھتا ہے اور جس کا حلقہ اثر خود سردار کے حلقہ اثر سے بھی زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ تشتولا قبیلے میں یہ حیثیت تشتولا کو حاصل تھی اور ڈیگان قبیلے میں یہ حیثیت اگنت کو حاصل تھی۔ وہ مجھ سے متنفر تھا۔ قبیلوں کے یہ نام نہاد جادوگر اجنبیت نئے لوگوں سے ہمیشہ اس طرح خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں کوئی شخص ان سے زیادہ بااختیار اور اقتدار رکھنے کا مالک نہ بن بیٹھے۔

"تم یہ بات کس طرح کہہ سکتی ہو کہ اگنت اجنبیوں کو ناپسند کرتا ہے؟" میں نے اکرم سے پوچھا۔ "کیا اس سے پہلے بھی تمہاری سرزمین پر کوئی اجنبی پہنچا ہے؟"

"ہاں!" اکرم نے اپنے ہونٹوں کو زبان سے تر کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت پہلے کی بات ہے جب میں بچی تھی تو اس وقت یہاں کوئی معمولی سا اجنبی آیا تھا۔ پتا نہیں کس طرح

یہاں تک آ پہنچا تھا۔ وہ قد و قامت میں ایک معمولی سا آدمی تھا۔ ہم لوگوں جیسا ایک آدمی بالکل ہماری طرح کا۔ وہ نہ جانے جنگل کے کن راستوں سے ہوتا ہوا بھٹک کر ہمارے علاقے میں آگیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا تعلق کسی دوسرے قبیلے سے ہے اور وہ شکار کے دوران اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر بہت دور نکل آیا ہے۔ وہ ہماری زبان پوری طرح نہیں بول سکتا تھا اور نہ ہی ہم اس کی زبان پوری طرح سمجھ سکتے تھے۔ تاہم وہ ہمیں اپنا مفہوم سمجھانے میں کامیاب ہو گیا اور ڈیگان نے اس کی بات سمجھ لی۔ ڈیگان اسے پناہ دینے پر آمادہ تھا لیکن اگنت نے اسے الگ لے جا کر سمجھایا کہ یہ شخص دراصل ایک بدروح ہے اور خاص طور پر ہم لوگوں کو تباہ کرنے کی غرض سے آیا ہے۔ اس لیے اس کو فوری طور پر ہلاک کیا جانا ضروری ہے۔ ڈیگان اگنت کی اس بات سے خوفزدہ ہو گیا اور اس اجنبی کی ہلاکت کا حکم دے دیا۔ اس اجنبی نے سردار کی بہت خوشامد کی اور اسے ہر طرح سے یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ صبح ہوتے ہی یہاں سے چلا جائے گا اسے صرف رات کے وقت قیام کرنے کی اجازت دے دی جائے لیکن سردار ڈیگان اگنت کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا تھا۔ آخر اس اجنبی نے یہاں تک کہا کہ وہ اسی وقت یہاں سے چلا جاتا ہے لیکن اگنت نے ڈیگان سے کہا کہ اگر اسے بستی سے نکلنے دیا گیا تو یہ جنگل میں ہماری بستی کو آگ لگا دے گا۔ کیونکہ وہ ایک بدروح ہے اور ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ چنانچہ سردار نے اسے ہلاک کروا دیا اور اس کا گوشت سارے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

دوسرا واقعہ آج سے کچھ برس پہلے پیش آیا تھا۔ اکرم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بھی ہماری ہی طرح کا کوئی انسان تھا۔ اس کا بھی رنگ و جسم بالکل ہم لوگوں کی طرح تھا۔ اسے جنگل کے ایک غول نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ اس کے پاس ایک کمان موجود تھی لیکن تیر اس کے ختم ہو چکے تھے۔ وہ صرف کمان کی مدد سے کتوں کو اپنے سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قبیلے کے لوگوں نے اسے دیکھ لیا اور سب نے مل کر کتوں کو دور بھگایا۔ بستی کے لوگ اسے بستی میں لے آئے لیکن اگنت نے اسے دیکھتے ہی فیصلہ سنا دیا کہ وہ خود ایک خونخوار بھیڑیا ہے جس نے انسانی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ اور رات ہوتے ہی وہ اپنی اصلی شکل میں آ جائے گا اور بستی والوں کو چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔ ڈیگان نے اس سے کہا کہ اگر وہ بھیڑیا ہے تو پھر کتوں سے کیوں ڈر رہا تھا۔ اگنت نے اسے بتایا کہ یہ سارے کتے بھی بدروحیں ہیں اور اسے بستی میں داخل ہونے کے لیے یہ ڈھونگ رچا رہا ہے۔ اگنت نے حکم دیا کہ اس شخص کو فوراً ہلاک کر دیا جائے ورنہ وہ ساری بستی کے لوگوں کا خون پی جائے گا۔ چنانچہ اس طرح اس شخص کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اب تم جیسے اجنبی ہو جو اس بستی میں داخل ہوئے ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ اگنت نے تمہارے بارے میں کیا سوچا ہے۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس نے یہاں تمہاری آمد کو پسند نہیں کیا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ہے۔ معلوم نہیں اس نے ڈیگان کو تمہارے بارے میں کیا بتایا ہے۔"

ناکرم کی باتیں سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن ناکرم نے الگت کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا تھا، اس کے پیش نظر اس بات کے امکانات کم ہی نظر آتے تھے کہ الگت مجھے چین کا سانس لینے دے گا اور میں بغیر کسی قسم کی لڑائی کے

یہی چاہتا تھا کہ مجھے تو صرف یہ کہ میں چند روز کی مدت کہیں گزار دوں تاکہ اس کے بعد میں قبیلے میں رہ بس جا کر ماں کو ... کے ... وقت ... دکھا سکوں۔

علی الصباح جب میں بیدار ہوا تو پوری بستی میں جیسے کہرام بپا تھا۔ معلوم ہوا کہ رات کو کوئی درندہ ایک مجھونپڑے میں چپکے سے داخل ہوا اور ایک سوتے ہوئے بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ درندے کے قدموں کے نشانات اور جھونپڑے کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لگے ہوئے بالوں سے ان لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ کوئی تنومند سنہری رنگ والا شیر تھا سنہری رنگت والا شیر!

تمام بستی میں یہ خبر گشت کر گئی کہ کوئی سنہری رنگت والا شیر رات کو ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ بوڑھے قبیلے کے لوگ سب نے ... شیر کی تلاش میں جانا ... دے ... جنگل کی خاک چھان ڈالنے ... اور شیر کو ... بچے کی ... وہ ... نشانات سے یہ پتہ چلتا تھا کہ یہ شیر اس طرف سے آیا تھا جدھر ناکرم رہتا ہے۔ ... اس کی ماں کا جھونپڑا تھا۔ وہ اس کی واپسی بھی اسی طرف سے ہوئی تھی۔ دوسرے جھونپڑے سے آگے کسی جھاڑیاں اور لمبی لمبی گھاس تھی۔ وہاں سے شیر کے قدموں کا سراغ رکھنا ناممکن تھا۔

شیر کی تلاش میں جانے والے لوگوں میں الگت شامل نہیں تھا۔ جب کچھ لوگ ناکام واپس لوٹ آئے تو میں نے دیکھا کہ الگت بستی کے قریب ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ جبکہ اسے اس بات کی خبر نہیں تھی کہ اس درخت کی گھنی شاخوں کے اوپر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ڈیگان بھی اس درخت کے پاس آ گیا۔ ڈیگان اور الگت دونوں اس بات سے لاعلم تھے کہ میں درخت کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اصل میں درخت کے اوپر بیٹھا کر دور دور تک پھیلے ہوئے جنگل کا نظارہ کر رہا تھا کہ اسی اثنا میں الگت اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ مجھے ایسا لگا کہ یہ حرکت کچھ پراسرار سی تھی۔ اس لیے میں بھی درخت سے نیچے نہیں اترا اور خاموشی سے شاخوں میں چھپا بیٹھا رہا۔ اب میں ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو صاف طور پر سن سکتا تھا۔

"کیا شیر کا کوئی سراغ ملا؟" الگت نے کشیل نگاہوں سے ڈیگان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" ڈیگان نے افسردگی سے جواب دیا۔ "ہم نے آس پاس کا سارا جنگل چھان مارا۔ شیر کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس علاقے میں بستی کے دوسرے لوگ بھی الگت اور ڈیگان کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر رک گئے تھے اور ان کی باتیں سننا چاہتے تھے۔

"تم لوگ جاؤ۔" الگت نے انھیں حکم دیا۔ "اور صرف ڈیگان کو یہاں چھوڑ دو۔ مجھے اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

لوگ سر جھکا کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ الگت اور ڈیگان تنہا رہ گئے۔

"تم لوگ اس خونخوار شیر کو بستی سے باہر تلاش کر رہے ہو جبکہ وہ خود بستی کے اندر موجود ہے۔" الگت نے ڈیگان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"بستی کے اندر! لیکن کہاں؟" ڈیگان نے بے تابی کے ساتھ کہا۔

"سمدتی!" الگت نے کہا۔ "جب ... کرا ... ہو ... کی۔

... ہلاک کرنے کے لیے اتنے بہت سے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے صرف کوئی ایک آدمی ہی کافی ہے۔" الگت نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن وہ ہے کہاں؟" ڈیگان نے بے چین ہو کر پوچھا۔ "کیا تم نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟"

"نہ صرف یہ کہ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ تم سب لوگ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور ابھی دوبارہ دیکھو گے۔" الگت نے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو الگت؟" ڈیگان نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا، بچے کو اٹھا کر لے جانے والے شیر کی رنگت سنہری تھی، جیسا کہ ٹوٹے ہوئے جھونپڑے میں اس کے جسم سے لگے ہوئے بالوں سے ظاہر ہوتا ہے؟" الگت نے پوچھا۔

"ہاں الگت!" ڈیگان نے جواب دیا۔ "سارے لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ شیر کی رنگت سنہری ہے۔"

"کیا تم نے اس سے پہلے اس جنگل میں کبھی سنہری شیر دیکھا ہے؟" الگت نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم نے اس قدر سنہرے رنگ کا شیر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔" ڈیگان نے جواب دیا۔ "بالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بدن پیلا نہیں، بلکہ کسی قدر روشن اور چمکیلا ہے۔"

"کیا اب بھی تمہیں بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ سنہری رنگت والا خونخوار شیر کون ہے؟" الگت نے ڈیگان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"الگت!" ڈیگان نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "کہیں تم یہ تو نہیں کہنا چاہتے کہ ..." "ہاں!" الگت نے اس کی بات ... ابھی نہیں ہونے دی اور الگت نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں بالکل وہی کہنا چاہتا ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔" الگت نے کہا۔ "تم یہ بات بالکل ٹھیک طور پر سمجھ رہے ہو۔ تم نے جس اجنبی کو پناہ دی، بستی میں پناہ دی ہے، وہ باہر کی دنیا سے آیا ہوا ایک بدروح ہے۔ یہ بدروح دراصل ایک سنہری شیر کی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ سنہرا

پراسرار ... انسانوں کی بد ... میں کسی دوسرے کے جسم میں بھی جا سکتی ہے۔ یہ اس طرح وہ انسان نما وجود بن جاتا ہے۔ ان بدروحوں کو یہ طاقت حاصل ہو جاتی ہے کہ جب چاہیں انسانی بھیس بدل لیں اور جب چاہیں جانور کی شکل بنا کر کسی سنہری جلد والا ... جیسا کہ یہ ... کسی معصوم دنیا کا باشندہ بنتا ہے۔ اصل میں یہ ایک بدروح ہے جو ... چاہتا ہے

انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور جب یہ چاہتا ہے شیر بن جاتا ہے۔ یہ تو کسی طرح ... کر جاتا ہے ... شکار کر کے ... کھا جاتا ہے۔ ہم ... بہت بڑا ... ہے اسے جتنی جلدی ہو سکے ہلاک کر دو۔"

"لیکن الگت! وہ شخص تو اپنی بات چیت سے اور اپنے طور طریقوں سے ... سا نظر آتا ہے۔ مجھے تو اس میں بدروح جیسی کوئی علامت نظر نہیں آئی۔" ڈیگان نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"مجھے یہ مت بتاؤ ڈیگان!" الگت نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے ہمیں نہ ... بزرگوں سے کبھی سنہری رنگت والا انسان دیکھا ہے؟ اس کے بارے میں سنا ہے؟ انسان تو صرف کالے رنگ کا ہوتا ہے۔ ہم سب کالے رنگ کے ہیں۔ اس سے پہلے بستی میں جو بھی شخص کبھی ہم سے ملا وہ بھی ... رنگ کا تھا۔ سنہرا رنگ ایسے ہی آدم ناب ... نظر آیا ہے وہ ... کا ہوتا ہے یا بعض دوسرے جانوروں کا ہوتا ہے۔ جلا ... سنہرا رنگ انسان کا کہاں ہوتا ہے؟ اور ہم کیسے اس بات پر غور کر دو کہ وہ اپنے آپ کو کسی دوسری ہی دنیا کا باشندہ بتاتا ہے۔ لیکن ہمارے قبیلے کی زبان وہ بالکل ہماری طرح بولتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے ہمارے علاقے میں آنے والا کوئی بھی اجنبی اتنی زبان ٹھیک طریقے سے نہیں بول سکتا تھا۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو ان ساری باتوں کا کیا مطلب ہے؟"

الگت کی اس منطق کے آگے ڈیگان لاجواب ہو گیا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ ڈیگان ایک نرم دل انسان تھا اور اس کی فطرت میں نیکی تھی لیکن وہ قبیلے کے عظیم جادوگر کے سامنے خود کو بے بس پا رہا تھا۔

"مجھے ایک دن کی مہلت اور دو عظیم الگت!" ڈیگان نے گڑگڑا کر کہا۔ "اگر تم اس بات پر بھی تو غور کرو کہ وہ شخص بہت سے یہاں تمہیں آیا ہے جبکہ ہم ... سے گرفتار کر کے ... ہیں۔ ممکن ہے کہ اگر ہم اسے یہاں چھوڑ کر گرفتار نہ کرتے تو وہ یہاں سے نکلنے کے بعد کسی دوسری طرف نکل جاتا۔ شاید کسی اور بستی کی طرف یا کسی اور قبیلے کی طرف۔"

"وہ جہاں بھی جاتا، وہاں کے لوگوں کے لیے عذاب بن کر جاتا۔" الگت نے جواب دیا۔ "ویسے تم کہتے ہو تو میں تمہیں ایک دن کا موقع دیتا ہوں ... ... کی رات تم اسے مزید مہمان بنا کر رکھ سکتے ہو۔ ... ... رات کی تاریکی میں اسے ہر صورت ... ... ہو گا۔" الگت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہاری یہ بات منظور ہے۔" ڈیگان نے جلدی سے کہا اور پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے۔

سورج کے ڈھلنے تک شیر کی تلاش جاری رہی۔ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹ کر اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر رات گئے تک تلاش کرتے رہے لیکن دونوں میں سے کسی کو بھی کوئی نشان نہیں ملا۔

الگت نے یہ بات بہت چھپا رکھی تھی اور لوگ اس سے سخت خوفزدہ تھے کہ کوئی بھی اس کے قریب جانے یا اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ لوگوں میں آپس میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ الگت نے ڈیگان قبیلے کی بستی میں سنہری جلد والے اجنبی کی مدد کر کے سخت ناپسند کیا ہے۔ وہ دو دن کا مہلت ... اجنبی کو ہلاک کر دیا جائے۔ نہ جانے یہ کس طرح پہنچ گئی تھی۔

ناکرم کی ماں نے مجھے یہ بات بتا دی۔ اسے معلوم تھا کہ رات کو ناکرم مجھے الگت سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دے چکی ہے۔

"میری بیٹی کو تم بہت اچھے لگے ہو اور اس نے تمہاری بڑی تعریف کی ہے۔" ناکرم کی ماں ماشو نے مجھ سے کہا۔ "اور میری بیٹی کا خیال ہے کہ تم بہت اچھے انسان ہو۔ تم زندہ رہنا چاہیے۔ وہ تمہیں الگت کے بارے میں بتا چکی ہے کہ وہ تمہیں سخت ناپسند کرتا ہے۔ اب ہم لوگوں کے سننے میں یہ بات آئی ہے کہ الگت نے ڈیگان کو تمہیں ہلاک کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن ڈیگان نے اس سے ایک دو دن کی مہلت مانگی ہے۔ میں اور میری بیٹی تم کو مرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے۔ اس لیے تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ جنگل بہت وسیع ہے اور شاید تم آگے کہیں بھی انسانوں کی کوئی دوسری بستی ضرور مل جائے گی۔ لیکن یہ لوگ تمہیں پناہ دے سکیں گے۔ چپ چاپ اندھیرا ہونے ... خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ!"

"شکریہ! اور تمہاری بیٹی کا بہت بہت شکریہ، ماشو! تم نے میری جان بچانے کی کوشش کی۔" میں نے ماشو سے کہا۔ "لیکن میں یہ بات نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ الگت مجھے کیوں ناپسند کرتا ہے اور وہ مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہتا ہے؟"

"اس سوال کا جواب تو صرف الگت ہی دے سکے گا۔" ماشو نے کہا۔ "الگت کی باتیں الگت ہی جانے۔ اس کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا۔ اب آگے فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔"

"میرا یہ فیصلہ ہے کہ میں فی الحال یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "اگر عظیم الگت مجھے ناپسند کرتا ہے تو اس کی یقیناً کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہو گی۔ میں اس سے مل کر اس کی وجہ معلوم کروں گا۔ اگر اس کے دل میں میری طرف سے کوئی غلط فہمی ہے تو اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ الگت میری بات ضرور سنے گا۔"

"تمہاری مرضی۔" ماشو نے کہا۔ "لیکن بہتر یہی ہوتا کہ تم یہاں سے چلے جاتے۔ اگر الگت نے یہ ٹھان لیا کہ تمہاری جان لے لینی ہے تو وہ ... پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہیں موت کے منہ سے نہیں بچا سکتی۔"

"مجھے موت کی پروا نہیں۔" میں نے بے خوفی کے ساتھ جواب دیا۔ "اور میں آج کی رات بھی ناکرم کے ساتھ ہی گزارنا چاہتا ہوں۔ کیا تم ... تو مجھے زندہ رہنے کی اجازت دے گا؟" میرے اس سوال کے جواب میں ماشو

سے بڑھ کر ہے۔ ایک پھیکی سی مسکراہٹ تھی جو اس کے ہونٹوں پر ابھری تھی۔ وہ واقعی مجھ سے محبت کرتی تھی لیکن وہ میری ضد کے آگے مجبور تھی۔ اس دوران بھی وہ میرے ساتھ رہی تھی اور جب میں نے اسے یہ بتایا کہ میں اس کی ماں سے اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تو اسے ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی۔

"مستقبل بدلنا چاہتی ہو؟" اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"میں دل و جان سے تمہاری دوست ہوں اور اسی لیے تمہیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتی۔ میری خواہش ہے کہ تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہاری زندگی سخت خطرے میں ہے۔ میں اپنی محبت کی خوشی کی خاطر تمہاری موت قبول نہیں کر سکتی۔ میں اپنے کانوں سے سن کر آئی ہوں کہ اگنت نے تمہاری زندگی کے لیے ڈیگان کو صرف آج رات کی مہلت دی ہے۔ کل دن میں کسی بھی وقت تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم فوراً چپکے سے یہاں سے بھاگ جاؤ۔ اگر تم مجھ سے دور رہ کر بھی زندہ رہو تو یہ بات میرے لیے زیادہ خوشی کی بات ہوگی۔"

"تمہاری ماں نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "لیکن میں نے اسے بھی بتا دیا ہے اور تمہیں بھی بتا دیتا ہوں کہ میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اگر اگنت کو مجھ سے کوئی شکایت ہے تو میں اس سے بات کر کے اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔ وہ لوگ مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہیں گے؟"

"اوہ... تم نہیں سمجھتے ڈیگان! ..." اس نے جلدی سے کہا۔ "تم اگنت کو نہیں جانتے۔ وہ کسی کی بھی نہیں سنتا۔ وہ تمہیں چھوڑے گا نہیں۔ یہ بات میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں۔ وہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔"

"لیکن میں اس پر یہ بات ثابت کروں گا کہ میں ایسا انسان نہیں ہوں جیسا وہ سمجھ رہا ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگنت میری بات مان جائے گا۔ مجھے اپنی بات منوانے کا ڈھنگ آتا ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو سکے۔" ناکرم نے اداس لہجے میں کہا۔

صبح ہوتے ہی بستی میں ایک بار پھر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ میں ابھی ناکرم کے جھونپڑے میں ہی تھا کہ بستی کے بہت سے مسلح لوگوں نے جھونپڑے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں ناکرم اور ماشو کے ساتھ جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ لوگوں کے مجمع کے آگے اگنت کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ڈیگان کی نگاہوں میں نفرت کی جھلک نظر آتی تھی۔

"میں نے سنا ہے تم بات کرنا چاہتے ہو۔" اگنت نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں یہ حقیقت کو بھی ... اپنے ... ساتھ ... سخت نابلد ... ڈیگان کے کہنے پر ... کی ... دی اور ... کی ... ایک ... کے بعد ... کے جھونپڑے میں ... دے ... اس کی ... اور ... نکل ... چکا ہے۔"

یہ وقت تو بس ... ہے کہ کہیں تم ... جانتا ... کے لیے تیار ہو جائے ... بابل کر ... طرح ... ہم ... کر چلے ... بھڑک دیتے ہیں اور اس ... کا جشن ... ختم ہو جاتا ہے۔ تیسری ساتھ بجلی کی ... کیا جائے گا؟"

"... جلنا چاہیے ... اور پرسوں بستی میں جشن کے وقت... وہ عام نہیں ہوتی۔ وہ کسی جنگلی درندے ... بلکہ یہ مسئلہ ... اگنت کی آنکھوں میں ... ڈال کر ... کہ ... یہ بات سن کر میرا دل ... ہو گیا کہ وہ مجھے جلتے ... زمین ... جاتا ہے۔ ... مجھے حیرت اور ... حاصل کرنے ... اور ... ایک ... لیکن میں ... لوگوں کا ... سے ... کہ وہ مجھے آگ میں ... اور ... سے زندہ ... تو پھر ان میں سے کسی کو بھی ... کر ... بہت ہی ... جو ... بستی میں خوف اور نفرت کی ... جاتی ہیں۔ اس ... سے بچنا پڑتا تھا۔

"وہ جسم ... زندہ ... کے علاوہ اور کوئی ... ہے۔" اگنت نے سختی کے ساتھ جواب دیا۔ "تو وہ ... انسانی جسم میں رہتا ہے ... بات کو ... کے بعد ... بنا ... کے لیے ... کرنا ... ہے ... لیکن میں ... کی اجازت ... ہو گا۔ ... سامنے ..."

"مسٹر اگنت!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس قبیلے کے سب سے زیادہ معزز شخص ہو ... لیکن ... اور تمہیں یہ بتانے ... کہ ... ہو ... جو ... ہیں ... کوئی درندہ ... وہ میں ... بدل ... ایک سیدھا سادا عام انسان ... ہوں ... کے ساتھ آئے ... یہ ... ایک ... بستی ... کے بعد کسی جنگل ... تمہاری بستی ... ہوں۔"

"پھر ... کے بعد ... کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا؟" اگنت نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اور اگر یہ ... سے پہلے بھی ... کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے تو؟" میں نے پوچھا۔

... مطلب ... سے ... کو نہیں ... اپنی سرگرمیاں ... اور ... دوبارہ ... ہو ... " اگنت نے ... کے ساتھ کہا۔

"مسٹر اگنت! یہ ... بدگمانی ٹھیک نہیں ہے ... ہاتھ سے ... کر کے ... بالک..."

... تمہارے سامنے پیش کر ... ہو ... میں ... ہے۔ مجھے ... دن کی ... تمام ... کرنے ... کی مہلت چاہتا ہوں۔"

"اسے مہلت دے دو معزز اگنت!" ڈیگان جلدی سے بولا۔ "... شاید کوئی ... رات کے وقت ... بستی میں ... اگر ... اس درندے کو پکڑ کر ہلاک کرنے میں کامیاب ہو ... تو اس کا ... کر ... ہے۔"

"تمہاری ... اور ... لوگ ہم سب کے لیے تباہ کن ثابت ..." اگنت نے ڈیگان کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تاہم میں اس ... کو ... کی مہلت دے سکتا ہوں کہ قبیلے کے لوگوں میں سے کوئی ... تمہارے ... کی ... وعدے کے ... یہ بھاگ گیا تو اس کے بدلے میں اس شخص کو ہلاک کر دیا جائے گا!"

اگنت نے ... بہت ... جانا ... کر اس نے ... کو ... خیال ... کہ قبیلے میں کوئی بھی شخص اس بات کی ضمانت فراہم کرنے ... نہیں ہو گا اور وہ ... ثابت ... حکم صادر ... لیکن ... یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ناکرم اور اس کی ماں ماشو دونوں ... سے پہلے ... ماشو ... جگہ میں ... سے بھاگ ... میں نے ان کا مشورہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا ... اگنت کی ... نہ رہی جب ناکرم اپنی جگہ سے دو قدم آگے بڑھ کر یہ کہا۔

"مجھے معزز اگنت کی یہ شرط منظور ہے اور میں خود کو اس کے ... پیش کرتی ہوں۔ اگر یہ بھاگ ... تو میں اس کی جگہ مرنے کے لیے خوشی سے تیار ہوں!"

اگنت کی جیسے زبان گنگ ہو گئی ... شدید حیرت اور ... کے عالم میں ناکرم کی ... دیکھتا ... چند لمحوں کے توقف کے بعد ... لڑکی کیا تجھے معلوم ہے کہ تو کیا کہہ رہی ہے ... کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟ ... اپنی ... آواز دے رہی ہے!"

"میں اپنی موت کو آواز نہیں دے رہی ہوں۔" ناکرم نے ... کے ساتھ کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ ... کوئی ... جھوٹ نہیں ہو ... وہ یہاں سے ... کر نہیں جائے گا۔"

"اور اگر وہ فرار ہو گیا تو ... کسی ... سے گی ... کو ... ہے کہ اس کے فرار کی صورت میں ... ورنہ ... نہیں ہو سکے گی۔"

"مجھے اس کا علم ہے معزز اگنت!" ناکرم نے اسی اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

اگنت ... صورتِ حال سے سخت پریشان تھا ... بات کی ... توقع نہیں تھی کہ اس قبیلے کے لوگوں میں سے کوئی ... کی ... اس کی ضمانت فراہم کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔

اس نے میری زبان بند کرنے اور ڈیگان کو مجبور کرنے کی غرض سے ... پیش کی تھی ... یقین تھا کہ اس شرط کی تکمیل نہیں کی جا سکے گی لیکن اب وہ سخت مشکل میں پھنس گیا تھا۔ اس کی پیش کردہ شرط منظور کر لی گئی تھی اور اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا تھا کہ مجھے دو روز کی مہلت دی ... لیکن پھر بھی اس نے ایک آخری حربہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔

"ماشو!" اس نے ناکرم کی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم دیکھ اور سن رہی ہو کہ تمہاری بیٹی کیا کہہ رہی ہے؟ کیا تم اسے سمجھا نہیں سکتیں؟ جبکہ اس نے غلط ... ؟ ایک ماں کی حیثیت سے تمہارا یہ فرض ہے کہ تم اس کی زندگی کی حفاظت کرو۔"

"میرے خیال میں ناکرم کی زندگی کو کوئی خطرہ ... نہیں ہے معزز اگنت!" ماشو نے اگنت کی توقع کے بالکل خلاف جواب دیا۔ "شیاما ایسا آدمی نہیں ہے جو کسی کو دھوکا دے۔ مجھے امید ہے کہ معزز اگنت کو اس بارے میں جو غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے وہ جلد ہی دور ہو جائے گی!"

ماشو کی اس بات سے اگنت اور بھی زیادہ پریشان ہو گیا اور اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہا کہ اس نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرے۔

"اچھی بات ہے!" اس نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ناکرم کو میرے جھونپڑے میں قید کر دیا جائے گا اور ... راتوں تک وہیں رکھا جائے گا۔ میرے شاگرد اس کی حفاظت کریں گے۔ اس عرصے کے دوران شیاما کو اس بات کا موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرے لیکن اگر وہ اپنے وعدے کے مطابق ... درندے کو ہلاک یا گرفتار نہیں کر پایا یا اس کے کہنے کے مطابق کوئی جنگلی درندہ ... تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ شیاما خود ہی درندہ ہے اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا ... اگر اس دوران شیاما بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تو بالکل یہی سزا ناکرم کو دی جائے گی۔ ناکرم کیا تو نے میری بات پوری توجہ سے سن لی ہے؟ کیا تو اس سزا کے لیے تیار ہے؟"

"میں تیار ہوں معزز اگنت!" ناکرم نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"میں تجھے سوچنے کے لیے ایک موقع اور دیتا ہوں ... تو اپنے فیصلے پر نظرثانی کر سکتی ہے ... ایسا نہ ہو کہ تجھے پچھتانے کا وقت بھی نہ ملے۔" اگنت نے کہا۔

"میں اچھی طرح سوچ چکی ہوں معزز اگنت ... یہ میرا آخری فیصلہ ہے!" ناکرم نے کہا۔

"اچھی بات ہے!" اگنت نے خون خوار نگاہوں سے باری باری مجھے ... ناکرم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان سے کہا۔ "ناکرم کو لے جاؤ اور اسے میرے جھونپڑے میں بند کر دو۔ اس کے دونوں ہاتھ باندھ دو۔ یہ صرف اسی وقت کھولے جائیں گے جب اسے کھانا دیا جائے گا اور ..." اس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "تیرے

یہ سچ اور کل کی بات زندگی کی بات ہے، مگر زندگی کو کبھی پا جانے کی تمنا
سے قبضہ ہونے کی کوشش مت کرنا۔ اور یہ یاد رکھو کہ اگر قہر برپا ہو گیا تو
یہ منظر دوبارہ دشمن کو دوبارہ اپنے قبضے میں کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہے
تو مجھے بتا کر کہیں نہیں جانا چاہیے۔ ہاں البتہ اکرم وقت میں ہماری جانب
کی۔ اتنی کہہ کر محنت و ہمت روانہ ہو گیا۔ وہ تو میں نے بڑھ کر اکرم کو
ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور میں نے کوئی [illegible] نہیں کی۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا اٹھی
ان لوگوں کے ساتھ چلنے لگی۔ ذرا دیر میں سب لوگ وہاں سے چلے گئے۔
صرف میں، ماشو اور ڈیکان رہ گئے۔ ہم جنگل جھونپڑے کے اندر آ گئے۔
ڈیکان کوئی پریشان نظر آ رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خود
اگست کی بات پر بھروسہ کرتے ہوئے مجھے بہروپیا سمجھے یا میرے اپنے
دعوے کے مطابق مجھے انسان مان لے۔

"مشیالو!" اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: "اگر میرے خلاف
لیے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے۔ وہ سب کی زندگی خطرے میں تھی میں
سمجھتا ہوں کہ تمہاری جرأت اور بہادری کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا جو ہے
ایک اجنبی کی خاطر اتنا بڑا قدم اٹھایا اور اپنی زندگی داؤ پر لگا دی۔" ڈیکان
گویا معذرت میں بات کر رہا تھا۔

"مجھے اس بات کا پورا احساس ہے ڈیکان!" میں نے سنجیدگی سے
کہا: "اکرم کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ وہ جس حالت میں گئی ہے اسی حالت
میں زندہ و سلامت واپس آئے گی۔ تمہیں اس کے بارے میں پریشان
ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری بستی میں اس سے
پہلے بھی اس قسم کے واقعات ہوتے رہے ہیں؟ کیا پہلے بھی کسی درندے نے
رات کے وقت جھونپڑے میں گھس کر انسانوں کو ہلاک کیا ہے؟"

"اس قسم کے واقعات اگرچہ عام نہیں ہیں لیکن ناپید بھی نہیں
ہیں۔" ڈیکان نے جواب دیا۔ "بہت عرصہ پہلے جنگل میں ایک قبیلہ آباد
تھا اس قسم کے کئی واقعات پیش آتے تھے۔ ہماری بستی سے کئی بچے
رات کے وقت غائب ہو گئے تھے۔ لوگ اپنے جھونپڑوں کے دروازے
کو بہت اچھی طرح بند کر کے سوتے تھے۔ لیکن کوئی چیز کسی جانب سے
گھاس پھونس کی دیواروں میں سوراخ بنا کر اندر آ جاتا تھا اور بچے
بچوں کو اٹھا لے جاتا تھا۔ آخر ایک رات اس جانور کا پتا لگا لیا گیا۔ وہ ایک
[illegible] تھا جسے انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی تھی ورنہ عام طور پر جنگلی
درندے بستی کا رخ نہیں کرتے۔ وہ انسانوں سے ڈرتے ہیں اور
انسانوں کے قریب نہیں آتے۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد ایک
رات کو ایک بھیڑیے نے ایک جھونپڑے میں گھسنے کی کوشش کی تھی لیکن
جھونپڑے میں سونے والوں کی آنکھ کھل گئی جنہوں نے بھیڑیے کو
مار ڈالا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا لیکن
اب گزشتہ دو دنوں سے کوئی [illegible] اور جانور انسانوں کی جان
کا دشمن ہو گیا ہے!"

"میں تم لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں جلد ہی اس جانور کا پتا
لگا کر تم لوگوں کو اس عذاب سے نجات دلا دوں گا۔" میں نے ڈیکان اور
ماشو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ڈیکان وہاں سے
چلا گیا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ میں ماشو کے جھونپڑے میں ہی قیام کروں گا۔

دوپہر کے وقت ماشو نے میرے ساتھ ہی کھانا کھایا۔
بارہ سنگھے کے گوشت کے کچھ ٹکڑے اور جنگلی پھل کھائے۔ میں نے
حسب معمول صرف پھلوں پر اکتفا کیا۔ کھانا کھانے کے بعد ماشو آرام
کے لیے لیٹ گئی۔ باہر بڑی شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ سارا ماحول جیسے
یوں جیسے سورج کی پگھلی ہوئی گرم گرم چادر بچھی ہوئی تھی۔ آسمان سے
آگ برس رہی تھی لیکن گھاس پھونس کے بنے ہوئے اس جھونپڑے
میں ٹھنڈک تھی۔ ماشو کو اس وقت کوئی اور کام نہیں تھا اس لیے اس
نے مجھے بھی لیٹ کر آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ میں ایک طرف کو [illegible]
ہو گیا تھا۔

سہ پہر تک میں جھونپڑے کے اندر آرام کرتا رہا [illegible]
شام ہونے سے پہلے ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ساری بستی [illegible]
لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جدھر سے بھی میں گزرتا [illegible]
خوف سے دیکھتے اور آپس میں چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگتے۔ یقیناً
ان میں سے بہت سے لوگ مجھے بہروپیا اور درندہ سمجھ رہے ہوں
اور اسی لیے دل ہی دل میں مجھ سے خوفزدہ ہوں گے۔

میں ماشو کے جھونپڑے سے نکل کر سیدھا ڈیکان کے [illegible]
پہنچا اور میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے ان دونوں جھونپڑوں
میں لے چلے جہاں کل اور پرسوں رات کو درندے نے وارداتیں کی تھیں۔
ڈیکان اس کے لیے فوراً ہی راضی ہو گیا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر
چل پڑا۔

وہ دونوں جھونپڑے جن میں درندے نے وارداتیں کی تھیں
بستی کے شمالی سرے پر واقع تھے اور شمال کی طرف جنگل بہت نزدیک تھا۔
وہ ایک عام سے جھونپڑے تھے بالکل دشوار نہیں تھا کہ درندہ شمال کی
طرف سے آیا ہو گا اور واپس بھی وہ اسی جانب گیا تھا۔
وہ دونوں جھونپڑے ایک دوسرے کے قریب قریب واقع تھے اور درندے
نے پیچھے سے ان کی گھاس پھونس کی دیواروں کو توڑا تھا۔ ان دونوں
جھونپڑوں کے قریب ہی ایک تیسرا جھونپڑا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا
کہ آج رات درندہ دوبارہ ادھر آیا تو اس کا رخ اسی تیسرے جھونپڑے کی
طرف ہوگا۔

میں نے ڈیکان سے کہا کہ وہ اس تیسرے جھونپڑے کے مکینوں
سے کہہ دو کہ آج رات کے لیے کہیں اور منتقل ہو جائیں کیونکہ میں اس
میں خود قیام کرنا چاہتا ہوں۔ ڈیکان نے فوراً ہی میرے اس
کا بندوبست کر دیا اور جھونپڑے کے مکین کسی دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔
جب میں نے ڈیکان سے کہا کہ اگر وہ میرے لیے کسی بارہ سنگھے کا
بچہ یا جانور کا بندوبست کر سکے تو بہت اچھا ہوگا۔ ابھی شام ہونے

میں کافی دیر تھی اور ڈیکان کے لیے یہ کام کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر
اندر ڈیکان نے میرے لیے ایک چھوٹے بارہ سنگھے کا بندوبست
کر دیا۔

جب میں نے جنگل کی بنی ہوئی رسی کا ایک لمبا ٹکڑا لیا
اور بارہ سنگھے کے ایک سینگ سے باندھ کر جھونپڑے کے کچے فرش میں میخ
[illegible] خوب مضبوطی سے ٹھونک دیا اور بارہ سنگھے کو اس کے ساتھ اچھی
طرح باندھ دیا۔

اس کے بعد میں نے جھونپڑے کی پچھلی دیوار کے کچھ حصے کو توڑ
دیا لیکن پوری طرح نہیں۔

ڈیکان میرے ان سارے انتظامات کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھ
رہا تھا اور اس کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں
لیکن پھر بھی وہ مسلسل پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اب تک اس
سے کسی مدد کے لیے آدمیوں کے لیے نہیں کہا تھا۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ درندے
کا مقابلہ کرنے کے لیے مجھے اپنے علاوہ کتنے آدمیوں کی مدد درکار ہوں گے اور کتنے
ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی تو اس سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے مجھ سے
پوچھ ہی لیا۔

"نہیں! انتظامات کی اس مہم کے لیے کتنے آدمیوں کی ضرورت
ہوگی؟ یا مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے آدمیوں کا بھی انتظام کر دوں
اور ہتھیاروں کا بھی۔"

"ان لوگوں کو زیادہ خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا اس لیے
میں نے ڈیکان سے کہا: "مجھے آدمیوں کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں پہلے
ہی کسی دوسرے کی جان کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ اگر تم مجھے
کچھ ہتھیار فراہم کر دو تو اچھا رہے گا۔" حالانکہ مجھے اس کی بھی کوئی
ضرورت نہیں تھی۔

"کیا تم تنہا درندے کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" ڈیکان
نے حیرت سے سوال کیا۔

"تمہیں اس بارے میں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"
میں نے ڈیکان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: "تم صرف ہتھیاروں کا بندوبست
کر دو اور میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔"

ڈیکان نے تب [illegible] کچھ ہتھیاروں کا بندوبست
کر دیا۔ ان میں [illegible] جیسے
[illegible] تیز دھار تھے۔ ایک تیز کمان تھی اور ایک [illegible]
[illegible] سامنے ہتھیار اس جھونپڑے کے
[illegible] ڈیکان کی ہدایت پر پہلے ہی خالی کر لیا گیا تھا اور جہاں
[illegible] بارہ سنگھے کو باندھ دیا گیا تھا۔

سورج [illegible] انتظامات [illegible]
[illegible]
[illegible]

جھونپڑے کے ایک کونے میں بندھا گھاس میں مصروف ہے میں ایک دن
تک اس کی اس حرکت پر مسکرانے لگا۔

سورج غروب ہو گیا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ جھونپڑوں میں
جگہ جگہ چربی کی مشعلیں روشن ہو گئیں۔ لوگ کھانے پینے میں مشغول ہو
گئے۔ تھوڑی دیر تک زندگی کے آثار نظر آتے رہے اور اس کے بعد
رفتہ رفتہ ہر طرف مکمل تاریکی کا راج ہونے لگا۔ مشعلیں ایک ایک کر
کے بجھنے لگیں۔ جھونپڑوں کے دروازے اندر سے بند کیے جانے لگے۔
اور دیکھتے ہی دیکھتے گہرے سناٹے اور ایک پراسرار تاریکی نے ساری
بستی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

میں نے حسب معمول صرف تھوڑے سے جنگلی پھل کھانے پر
اکتفا کیا اور اس کے بعد میں اس جھونپڑے میں آکر لیٹ گیا جسے میں نے
اس مقصد کے لیے خاص طور پر چنا تھا۔ بارہ سنگھا جو جنگل کی آزاد فضا
میں قلانچیں بھرنے کا عادی تھا باندھ دیے جانے کی وجہ سے سخت بے چین
ہو رہا تھا اور بار بار زمین پر سر پٹک رہا تھا اور رسی تڑوا کر بھاگنے کی کوشش
کر رہا تھا لیکن میں نے اسے اتنی سختی اور مضبوطی کے ساتھ باندھا تھا کہ
اس کے بھاگنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ بے چینی کے
عالم میں عجیب عجیب آوازیں بھی نکال رہا تھا۔ میں نے اسے کھانے کے لیے
کچھ ہری ہری گھاس اور درختوں کے پتے بھی لا کر دیے لیکن اس نے انہیں
سونگھ کر چھوڑ دیا۔ اپنی آزادی سے محروم ہو جانے کے غم میں وہ کچھ
کھانے کو تیار نہیں تھا۔

رات گئے مجھے جھونپڑے کے دروازے کے باہر انسانی قدموں کی
آواز سنائی دی کوئی جھونپڑے کی طرف آ رہا تھا۔

"کون ہے؟" میں نے اندر سے پوچھا۔

"میں ہوں ڈیکان!" باہر سے آواز آئی۔

"اندر آ جاؤ! دروازہ کھلا ہوا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہاری وجہ سے سخت پریشان ہوں۔" ڈیکان نے اندر داخل
ہو کر کہا: "میرا دل اگست کی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ تم
کوئی غیر انسانی چیز ہو۔ میں نے سوچا کہ چل کر دیکھوں کہ تم تنہا اس جھونپڑے
میں کیا کر رہے ہو۔ تمہیں ڈر تو نہیں لگ رہا؟"

"ہرگز نہیں!" میں نے جواب دیا: "بلکہ تمہارے آنے سے مجھے خوشی
حاصل ہوئی۔ تم چاہو تو تھوڑی دیر تک یہاں رکنے کے بعد واپس جا سکتے
ہو۔ مجھے تو آج ساری رات جاگ کر اس درندے کا انتظار کرنا ہے اور اگر
آج اس نے اس جھونپڑے میں قدم رکھا تو یہ اس کی زندگی کی آخری
رات ہوگی!"

"میں ایک بار پھر سے تمہاری کامیابی کی دعا کروں گا۔" ڈیکان
نے جواب دیا: "مجھے امید ہے کہ تم اگست کو غلط ثابت کرنے میں
کامیاب ہو جاؤ گے۔ مجھے اگست اچھا نہیں لگتا۔ وہ [illegible] ہمارا سردار ہے
ہم میں سے ہی ایک ہے لیکن اس کی روحانی قوتوں پر بہت جلد [illegible]

Optimized by www.ImaeOptimizer.net

وہم ہے اگر انسان میں سب سے زیادہ اعلیٰ جذبات و خاکسیت ہو تو وہ کچھ کرتا ہے ہمارے جذبات کے لیے ہی کرتا ہے۔ وہ ہمیں ہر قسم کے مشت محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ایک انسان ہے اور اس سے غلطی ہو جانا ایسی بھی ہو سکتی ہے!

میں ڈیگان کے دلی جذبات کو بھی طرح سمجھ رہا تھا۔ وہ اگرچہ آلنت کی دوستی کے خلاف رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ آلنت کا وفادار کرنا بھی ضروری سمجھتا تھا اور اس سلسلے میں آلنت کے خلاف کوئی قدم اٹھانے پر تیار نہ تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں ان تمام چیزوں سے بہت بلند تھا مجھے آلنت یا اس جیسے کسی دوسرے شخص کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

ڈیگان تھوڑی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔ میں بھی گھاس پھوس سے بنے ہوئے بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

وقت بہت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ مجھے زندگی کے بہت کم واقعات میں ایسے کرب کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسا اس دن کرنا پڑا۔ دن گزر گیا اور پھر رات آئی۔ جھونپڑے میں تنہائی کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ صرف بارہ سنگھے کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ جنگل کی طرف سے وحشی جانوروں کی آوازیں آنی شروع ہو گئی تھیں۔ سورج غروب ہوتے ہی جنگل کے جانور اپنے ٹھکانوں سے نکل آتے ہیں۔ درندے رات کی تاریکی میں شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ اپنے اپنے ٹھکانوں سے باہر نکل کر پانی پینے کے لیے جاتے ہیں۔ جب رات ختم ہوتی ہے تو جنگل سنسان اور ویران نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہاں زندگی کا نام و نشان ہی نہ ہو۔ جانور اپنے اپنے بھٹوں اور درختوں کے پیچھے چھپ جاتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں۔

اس وقت بھی جنگل میں وحشی زندگی پورے عروج پر تھی۔ میں جنگل کی طرف سے آنے والی آوازوں پر مسلسل کان لگائے ہوئے تھا لیکن مجھے اب تک کوئی آواز بستی کے قریب نہیں سنائی دی تھی۔ ساری آوازیں دور سے آ رہی تھیں۔

کافی رات گزر چکی تھی۔ میں بیٹھے بیٹھے تھک گیا۔ دور سے گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں پھر کسی جنگلی سور کی خرخراہٹ سنائی دی۔ اس کے بعد پھر سناٹا چھا گیا۔ میں تنگ آ کر لیٹ گیا۔

بارہ سنگھے نے اب تک اپنا سر جھٹکنا چھوڑ دیا تھا۔ شاید اسے اطمینان ہو گیا تھا لیکن جیسے ہی میں لیٹا اس کے جسم میں ایک بار پھر جنبش ہوئی اور اس نے اچھل کود شروع کر دی۔

میں جھونپڑے کے دروازے سے باہر نکل آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ باہر بڑا عجیب منظر تھا۔ سامنے جنگل کی ایک سیاہ چادر پھیلی ہوئی تھی۔ تاریکی اتنی شدید تھی کہ وحشیوں کے جھونپڑوں کے ہیولے بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ غالباً آسمان پر تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ستارے چمک رہے تھے جن کی روشنی کی وجہ سے کچھ دیکھا جا سکتا تھا۔ میں دیر تک دیکھتا رہا۔ احساسات کے ساتھ ساتھ ستاروں کی جھلملاہٹ میں رفتنی اور درستگی تھی!

میں جھونپڑے کے دروازے پر ہی بیٹھ گیا اور اپنے وجود اور حالات پر غور کرنے لگا۔ مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ میں نے سوچا یہ گہری بات تھی کہ یہاں کے لوگوں کے سامنے میری حیثیت ظاہر ہو جائے۔ منظر عام پر آنا چاہتا تھا۔ ان کے ساتھ کوئی تنازعہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر میں دور جنگلوں کی طرف نکل جاؤں تو بستی کے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں ہو گا اور خود کو خاموشی کے ساتھ آلنت کے مقابلے سے بچا لوں گا۔ ان کو تکلیف کی جان بچ جائے گی۔ باقی حل جانے ہی جا سکے گا۔ یہ بغیر کسی مزاحمت کے حل ہو جائے گا۔ بستی کے لوگ بھی سکون سے رہیں گے۔ اور یہ لوگوں کی نظروں میں آئے بغیر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ باقی دن جنگل کے کسی اور گوشے میں گزار لوں گا۔ اور یہ فیصلہ بھی میں نے کر لیا کہ بارہ سنگھے کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اس کے بعد میں کسی اور طرف نکل جاؤں گا۔ کسی ایسے جنگل میں جہاں کسی اور حیرت ناک اور ان دیکھی دنیا میں نئے حالات و واقعات میرے منتظر ہوں گے۔

اب آہستہ آہستہ دھندلکا شروع ہو گیا تھا۔ اور ستارے آہستہ آہستہ آنکھوں سے اوجھل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ رات ختم ہو رہی تھی اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ صبح کاذب کا وقت قریب تھا۔

اچانک مجھے بارہ سنگھے کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ شاید اس نے کوئی خطرناک بو سونگھ لی تھی کیونکہ ہوا اس وقت شمال کی طرف سے چل رہی تھی۔ میں بجلی کی طرح جھپٹا اور جھونپڑے کے اندر داخل ہو گیا۔ جھونپڑے کی پچھلی دیوار کے پیچھے سے کسی کے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ پہلے ہلکی ہلکی آواز سنائی دی پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی دبے پاؤں چل رہا ہو۔ میں دم سادھے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ بارہ سنگھے نے محسوس کیا کہ کوئی پچھلی طرف سے جھونپڑے کے قریب آ رہا ہے اور وہ دوبارہ اچھلنے لگا اور کوئی بھی...

دن دیکھا رہا ہے۔ بارہ سنگھے کی ٹانگیں خوف سے کانپ رہی تھیں۔ اس نے ایک جھرجھری لی اور پھر بالکل ساکت ہو گیا۔ اس کے بعد اچانک پچھلی دیوار میں بہت بڑا شگاف ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شیر اس میں سے اندر جھانک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اور کوئی خوفناک انداز میں چمک رہی تھیں۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا فاصلہ خاصا تھا اور اس کی جسامت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح جھانکتا رہا۔ پھر نہایت آہستگی کے ساتھ قدم بڑھا کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ میں عجیب کشمکش میں تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ بارہ سنگھے کو جنگلوں میں خوف و دہشت نے غائب کر دیا تھا۔ بارہ سنگھے کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ شیر آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا اور دیوار کے ساتھ جھک کر بیٹھ گیا۔ میں خاموش بیٹھا رہا کہ اب کیا ہو گا۔ بارہ سنگھے پر حملہ کرنے والا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔

شیر نے ایک بار اچانک اس حالت میں حملہ کیا۔ اس نے جست لگائی اور بارہ سنگھے کی گردن دبوچ لی۔ بارہ سنگھے نے ایک لمحے کے لیے مزاحمت کی۔ پھر اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں دب گئی۔

وہ بڑا ہی مضبوط اور طاقتور تھا۔ ایک خوفناک شیر کی گرفت سے بارہ سنگھے کا بچنا ناممکن تھا۔ اس کے جسم پر حملہ کر کے شیر اسے بری طرح جکڑ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں نے اس کی مدد نہ کی تو بارہ سنگھا ختم ہو جائے گا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے شیر کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبا لی۔ شیر نے بارہ سنگھے کو چھوڑ دیا اور مجھ پر پلٹ پڑا۔ اس کی گرفت سے بارہ سنگھا آزاد ہو گیا۔ لیکن شیر کی گرفت میری گردن پر تھی۔ اس کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ لیکن میں نے پوری قوت سے اس کے جبڑے پکڑ لیے اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ شیر کی گرفت سے آزاد ہو کر میں نے زور دار جھٹکا دیا۔ اور شیر کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد آخر اس نے دم توڑ دیا۔ بارہ سنگھا خوف سے ایک کونے میں دبکا بیٹھا تھا اور بارہ سنگھا جو زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اب اچھل کود کر رہا تھا اور خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

شیر کی لاش جھونپڑے کے اندر پڑی تھی۔ صبح ہو چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ شیر کی لاش کو باہر نکال دوں۔ چنانچہ میں نے اسے اٹھایا اور باہر نکال دیا۔ اس کے بعد میں سکون سے بستر پر لیٹ گیا۔ صبح کا وقت تھا۔

اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب انسان سب سے زیادہ گہری نیند سوتا ہے۔ غالباً آدم خور درندے بھی انسان کی اس کیفیت سے واقف ہیں۔ اسی لیے وہ انسانوں کی بستیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ رات کے آخری پہر میں ہی حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس خوفناک درندے کے آنے کا یہی وقت تھا اور اس سے پہلے اس نے جو واردات کی تھیں وہ یقیناً رات کے آخری پہر میں ہی ہوئی تھیں۔

بہرحال میں نے شیر کو ختم کر کے چھوڑا اور اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ مجھے اس رات کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جس رات میں میں نے اس شیطان کو ختم کیا۔ یہ ایک بڑی بات تھی جس سے بستی کے بہت سے لوگوں کی نظروں میں میری پوزیشن مستحکم ہو گئی تھی اور آلنت کو اس بات کا موقع نہیں مل سکا تھا کہ وہ مجھے ہلاک کروا دے۔ اب میں اطمینان سے اور اعتماد کے ساتھ آلنت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک آرام کرتا رہا۔ میں شاید صبح کاذب کے آثار نمودار ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد روشنی مشرق میں پھیلنے لگی۔ ایک نیا دن طلوع ہو رہا تھا۔ میں نے دیکھتے ہی دیکھتے بستی کا ماحول بیدار ہو گیا اور جنگل سے لاکھوں پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک ایک کر کے بستی کے لوگ جھونپڑوں سے باہر نکل کر کھڑے ہو گئے۔ سبزی روشنی ہر طرف پھیل گئی تھی اور سب ایک ایک کر کے غائب ہو گئے۔

اچانک مجھے کچھ خیال آیا اور میں جلدی سے اٹھ کر جھونپڑے میں واپس آ گیا۔ میں ڈیگان، آلنت یا بستی کے کسی اور شخص کو اپنے بارے میں زیادہ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ لوگ میری اصلیت کے بارے میں زیادہ کچھ جان سکیں۔ چنانچہ میں نے جھونپڑے میں واپس آ کر سوچا کہ کیا کروں۔ شیر کی لاش باہر پڑی تھی۔ اس سے میرا وقار بڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست ہنگامہ ہو گا۔ بستی کے لوگ جمع ہو جائیں گے۔ اب میں مطمئن انداز میں دوبارہ جھونپڑے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس وقت تک روشنی پھیل چکی تھی۔ میں نے دور سے جھونپڑے کے دروازے کے سامنے ایک نظر ڈالی۔ وہ شیر کی لاش زمین پر پڑی تھی اور بارہ سنگھا اس کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جبڑے کھلے ہوئے تھے اور بارہ سنگھے کے قریب ہی پڑا ہوا تھا۔ وہ دیکھنے میں ایک بہت بڑا اور خوفناک شیر تھا۔ اس کی گردن پر بہت گھنے بال تھے۔ وہ ایک زبردست شیر تھا۔ جس کی جسامت دیکھ کر میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کا قد کم از کم سات فٹ ہو گا۔ بڑا بھاری شیر تھا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ شیر تھا۔ جن لوگوں کو جنگل کی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ شیر جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے بدن میں اتنی طاقت نہیں رہتی۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ہونے والا وہ بنا بجلی بن کر ٹوٹ پڑے اور ان کو شکار کر کے تو وہ باہر [illegible] انتظار کرتا ہے اس پیٹ [illegible] تو یہ حال ہے نہ ہی ہوتے اس آدم کو شبہ نہیں آدم خور بن جاتا ہے۔ پہلے تو وہ کسی حد تک ڈرتا [illegible] ہے۔ اس لیے کہ انسان [illegible] سنگوں اور [illegible] کی طرح [illegible] سے بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا ہے بعد جب [illegible] انسانی خون کی چاٹ پڑ جاتی ہے تو وہ گھات لگا کر انسانوں کو شکار کرتا ہے اور بعض اوقات رات کی تاریکیوں میں انسانی بستیوں میں [illegible] گھس کر انسانوں کو [illegible] جاتا ہے۔ یہ [illegible] شیر جو میرے ہاتھوں ہلاک ہوا [illegible] ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا ہو گا۔ [illegible] کمزوری کے باعث [illegible] تنگ آ کر اس نے جنگل میں کسی انسان کو شکار کیا ہو گا۔ ضروری نہیں کہ اس کا تعلق ڈوچانا قبیلے سے ہی ہو [illegible] کے بعد یہ اچانا قبیلے کے علاقے میں نکل آیا ہو اور یہاں اس نے وارداتیں شروع کر دی ہوں [illegible] مجھے اب اس بات کا اچھی طرح احساس ہو گیا تھا یہ سارا جنگل انسانوں سے خالی نہیں ہے۔ اس میں جگہ جگہ مختلف قبیلے آباد ہیں اور وہ دنیا [illegible] اپنے علاقوں میں ہی محدود رہتے ہیں۔ وہ قبیلے ایک دوسرے کے وجود سے [illegible] بے خبر ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے [illegible] قبیلے [illegible] اچانا قبیلے کے علاوہ [illegible] مختلف قبیلے [illegible] ناقابل گزر جنگل کی وسعتوں میں گم ہوں گے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا [illegible] اس دور کے انسان کے بارے میں [illegible] لیکن [illegible] ان لوگوں کو [illegible] زندگی تھی لیکن [illegible]۔

[illegible] اس قبیلے میں [illegible] کی طرف نکل گیا تھا۔ بات شیر کی ہو رہی تھی۔ وہ کسی [illegible] قبیلے کے انسانوں کو کھانے کے بعد ڈوچانا قبیلے کے [illegible] کی طرف نکل آیا تھا اور [illegible] اب تک [illegible] نہیں [illegible] رات [illegible] تھا کہ میں نے اسے ختم کر دیا۔ [illegible] جانے میں [illegible] شیر [illegible] غور سے جائزہ لیا۔ اس [illegible] اس کے دو دانت بھی ٹوٹ چکے تھے۔ [illegible] نیچے جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ میں نے اس کی [illegible] دیکھی وہ [illegible] تھی۔ وہ ساری [illegible] سفید بالوں سے [illegible] تھی۔ انہی بالوں کو [illegible] جو [illegible] کے ٹوٹے ہوئے [illegible] دیکھ کر [illegible] نے مجھے [illegible] کر دیا تھا۔ [illegible] میں ایک [illegible] کہ ایک [illegible] کے [illegible] ہوں [illegible] انسان بن جاتا ہوں [illegible] نے [illegible] تھا [illegible] میں بہت خوش اور مطمئن تھا۔ اب [illegible] ہو جائے گا۔

ابھی [illegible] چلنے [illegible] پایا تھا کہ مجھے سامنے سے [illegible] آتے ہوئے دکھائی دیے۔ ابھی تک سامنے [illegible]

سنائی دیا وجہ تھا کہ [illegible] ضروری نہیں ہونے تھے لیکن [illegible] تھا بس اب چند منٹ کے بعد ہی پوری بستی میں زندگی کی [illegible] گی۔ [illegible] جب [illegible] سے کہنا شروع کر دیں گے [illegible] ضرور [illegible] ہو جائے گا۔

[illegible] افراد سب زیادہ قریب [illegible] تو میں نے [illegible] بیان [illegible] ایک مرد تھا اور ایک عورت [illegible] ان دونوں کو یقیناً میری بہت فکر تھی اور اسی لیے [illegible] روانہ ہو گئے تھے۔

میں نے مسکرا کر ان دونوں کا خیر مقدم کیا [illegible] میرے [illegible] سنگھا زمین پر بیٹھا ہوا تھا [illegible] باقی تھی اور وہ مرا نہیں تھا۔ اس کے بعد بھاری [illegible] کم [illegible] سمجھا تھا۔

"[illegible] آنکھوں سے دیکھو میرے دوستو [illegible]" میں نے [illegible] گزشتہ دو دنوں میں بستی کے [illegible] ہیں نے کہا۔

ڈیگان اور ماشو خوشی سے چلا رہے تھے [illegible] اچھی طرح جائزہ لیا۔

"مجھے حیرت [illegible] میں نے تنہا اس شیر کو کس طرح [illegible] کیا ہو [illegible] کوئی معمولی [illegible] یہ شیر بہت [illegible] بڑی نسل [illegible] سے ہے اس سے زیادہ [illegible] کی بات ہے کہ [illegible] نہیں ہے۔" ڈیگان نے شیر کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے [illegible] اسے کس [illegible] ہلاک کر دیا۔

"تم اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھو" میں نے [illegible] ڈیگان سے کہا۔

ڈیگان نے شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے [illegible] ٹوٹی ہوئی تھیں۔

"تو تم نے [illegible] اس کے سر پر [illegible] ہتھیار مار کر [illegible] کیا ہے؟" ڈیگان نے پوچھا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ [illegible] کس طرح [illegible] اس کے سر پر [illegible] کر سکو [illegible] نہیں [illegible] تو سادہ بات ہے [illegible] فکر [illegible] اگر [illegible] تمہیں کوئی [illegible] پہنچا سکتا ہے۔"

"[illegible] شیر [illegible] کی ایک خواہش [illegible]" ماشو نے فوراً [illegible] کہا۔ [illegible] کر کے [illegible] سامنے [illegible] ہو اور [illegible] کر دی۔

[illegible] میں ان باتوں کا [illegible] میں نے [illegible] گزشتہ [illegible] کرتے ہوئے کہا "مجھے [illegible] کچھ نہیں [illegible] میں نے [illegible] کوشش کی ساری توجہ اس کی طرف تھی اور مجھے اپنا [illegible]

[illegible] بلکہ یکسر [illegible] تھا۔ بڑے نے صرف بارو سنگھے کو دیکھا۔ وہ [illegible] دیکھا؟ ماشو نے سوال کیا۔ اس کی آنکھوں سے [illegible] تھی تو شیر [illegible] جانور انسان کی [illegible] اچھی طرح پہچانتے [illegible] بستی میں داخل ہونے کے بعد ہی یہاں کسی انسانی [illegible] احساس ہو جانا چاہیے تھا۔"

"[illegible] اس بارے میں [illegible] سکتا ہوں۔" میں نے ماشو کی [illegible] کہا: "میں تو [illegible] جانتا ہوں کہ مجھے [illegible] میں شیر [illegible] آنکھیں [illegible] میں [illegible] کے [illegible] چھپا ہوا [illegible] میرے ہاتھ میں تھا۔ جیسے ہی شیر نے بارہ سنگھے [illegible] ویسے ہی میں نے [illegible] ہتھیار پوری قوت کے ساتھ اس کے [illegible] اس کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ [illegible] ہو کر [illegible] بھی [illegible] حالت میں [illegible]۔"

[illegible] ایک بے [illegible] قابل تعریف [illegible] ڈیگان [illegible] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تمہارے ہتھیار کی ضرب [illegible] ایسی ضرب [illegible] بہت [illegible] وہ ایسی سانس لینے کی [illegible] مشکل [illegible] شیر کا [illegible] کے [illegible] جان [illegible] بستی [illegible] سے [illegible] کو بھی [illegible] زندہ [illegible] تو تمہارے [illegible] کہا جاتا [illegible] اسے [illegible] کسی [illegible] کی کر [illegible]"

"مجھے یقین ہے کہ اب [illegible] کی ساری [illegible] دور ہو جائے [illegible]" ہم نے کہا۔

"[illegible] ہو جائے گی۔" ڈیگان نے کہا اور ماشو [illegible] بستی میں جا کر تمام لوگوں کو یہ اطلاع دے دے کہ [illegible] لیکن سب سے پہلے اس کی اطلاع اگنت کو [illegible] بھیج دے۔

ڈیگان کے حکم پر ماشو وہاں سے روانہ ہو گئی۔

[illegible] بستی کے لوگوں کا [illegible] ہر شخص [illegible] داخل ہوتا وہ مردہ شیر کو دیکھتا۔ پھر [illegible] کے دروازے کے ساتھ ڈیگان اور ماشو [illegible] کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ [illegible] ڈیگان نے [illegible] کر دیا تھا۔ اور [illegible] کی طرح لوگوں کو [illegible] بستی کے [illegible] شیر [illegible] جب [illegible] لیکن انہیں بھی [illegible] کی طرح [illegible] شیر کو

اس طرح [illegible] کیا [illegible] ایک زخم [illegible] آئی اس کے [illegible] میرے پاس کیا ہوا [illegible] کر میں نے [illegible] بھی [illegible] بات [illegible] کے لیے تیار ہو [illegible] جو داستان سنائی تھی [illegible] اس میں [illegible] لوگوں کو سنا۔ [illegible] ایسا کر دیا وہ [illegible] مجھ جہان [illegible] تھا۔ وہ [illegible] شخص تھا۔ اس کی [illegible] کی طرح [illegible] لوگوں کو [illegible] کی [illegible] بہادری کی داستان [illegible] اس طرح [illegible] بہادری [illegible] خود اسی نے [illegible] ڈیگان اور ماشو اس کی [illegible] تھے۔

[illegible] اگنت آیا۔ اس کے ساتھ اس کے [illegible] کے علاوہ [illegible] تھی۔ اگنت کو جب [illegible] ملی تھی [illegible] ڈیگان کی [illegible] کے مطابق ماشو نے سب سے پہلے اسی کو اطلاع دی تھی لیکن اس کے بعد وہ سب کے آخر میں آیا۔ [illegible] کوئی جواز نہیں تھا لہٰذا [illegible] کو بھی اپنے ساتھ ہی لیتا آیا تھا۔

اگنت کے [illegible] ہجوم چھٹ گیا اور لوگوں نے [illegible] آنے کا راستہ دے دیا۔ اگنت نے ایک نظر مجھے گھور کر دیکھا اور میں نے اس کی نظروں سے [illegible] اس کے دل میں میری طرف سے [illegible] ہے اس میں [illegible] کی واقع نہیں ہوئی ہے۔ [illegible] تھا کہ اب [illegible] شخص [illegible] گیا ہے۔

[illegible] شیر کو ہلاک کر [illegible] معزز اگنت" ڈیگان نے خوش ہو کر اگنت سے کہا "یہ ایک بہت بڑا شیر تھا۔ ایک بہر [illegible]"

"[illegible] اسے تن تنہا ہلاک کر دیا [illegible] ایک [illegible] نہیں [illegible] اگنت نے [illegible] دبا اور [illegible] کے اندر داخل ہو گیا۔ میں اور ماشو باہر ہی بیٹھے رہے۔ باقی سارے لوگ بھی باہر کھڑے رہے۔ صرف ڈیگان اگنت کے ساتھ اندر گیا۔

[illegible] میرے برابر بیٹھ گئی۔

"تم بہت بہادر ہو" [illegible] تم واقعی بہت بہادر ہو۔ تم نے کمال کر دکھایا۔ تم نے اس شیر کو جس طرح ہلاک کیا ہے اس کی [illegible] کوئی مثال [illegible] میری [illegible] صبح [illegible] لوگوں کو بس [illegible] کی اطلاع دے دی تھی لیکن [illegible] اگنت [illegible] کسی [illegible] تھا اس لیے ہم لوگوں کو [illegible] دیر ہوئی۔ بہرحال میں تمہاری [illegible] نہیں رہ سکتی۔"

[illegible] میرے [illegible] جا رہی تھی اور [illegible] دل جیسے خوشی سے پھولا نہیں سما رہی تھی۔

اسی [illegible] ڈیگان اور اگنت [illegible] سے باہر نکل آئے۔

"بارہ سنگھے کو یہاں سے [illegible] اگنت نے ڈیگان کو حکم دیا۔ "اس کا گوشت کسی [illegible] کے لیے استعمال کر لیا جائے۔ اور تم [illegible] ساتھ آؤ۔ ڈیگان تم بھی آؤ۔"

اگنت مجھے اور ڈیگان کو [illegible] ایک دن [illegible]
کے [illegible] پاس آتی رہے۔

"تم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تم کوئی جادوگر نہیں ہو" اگنت نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے اس شیر کو [illegible] ہلاک کیا ہے [illegible] سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ بستی کے لوگوں کو ہلاک کرتا رہا ہوگا۔ لیکن میں ابھی تم سے مطمئن نہیں ہوں اور کئی باتیں ایسی ہیں جو میرے دماغ میں شبہات پیدا کر رہی ہیں۔"

میں نے دیکھا کہ ڈیگان [illegible] اگنت کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی تھی۔

"میں معزز اگنت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب اس کے ذہن میں میرے خلاف کیا شبہات موجود ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے جس انداز میں شیر کو ہلاک کیا ہے وہ قطعی ایک غیر انسانی انداز ہے۔" اگنت نے اطمینان سے کہا۔ "کوئی بھی شیر خواہ وہ کتنا ہی بوڑھا ہو [illegible] انسان کے قابو میں نہیں آ سکتا [illegible] انسان کے جسم پر [illegible] اور شیر ہلاک ہو جائے۔ مجھے [illegible] کسی اور ہی بات کا شبہ نظر آتا ہے!"

"وہ کیا معزز اگنت؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک مردہ شیر تھا۔" اگنت نے کہا: "اور تم اس کے مردہ جسم کو [illegible] استعمال کر سکتے تھے۔ جب [illegible] اپنے علم کے ذریعے [illegible] حقیقت کا پتہ [illegible] تم نے شیر کو [illegible] سامنے ڈال دیا۔ شیر کے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے [illegible] اس کا سارا جسم صحیح و سالم ہے اور خود تمہارا بھی سارا جسم صحیح و سالم ہے۔ یہ ساری باتیں غیر معمولی ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے [illegible] لیکن شیر نے تمہارے بجائے [illegible] پر حملہ کیا [illegible] بات سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس شیر کو انسان کا گوشت کھانے کی عادت پڑ جائے وہ پھر انسان ہی کے گوشت کو ترجیح دیتا ہے اور اگر اس کے سامنے جانور اور انسان دونوں موجود ہوں تو وہ انسان کو ہی شکار کرنا پسند کرتا ہے۔"

مجھے اگنت کی اس گفتگو پر سخت غصہ آ رہا تھا، لیکن میں نے [illegible] اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا: "اگنت میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو [illegible]" [illegible] معلوم ہو چکا تھا کہ میں ایک انسان ہوں [illegible] ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔ تب میں نے شیر کو ہلاک کر کے [illegible] شاید مجھے [illegible]

اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں کوئی اجنبی [illegible] قبیلے میں اس کی [illegible] پہنچ جائے کہیں اس [illegible] ٹوٹ جائے۔ قبیلے کے اندر [illegible] کی طرح [illegible] اپنی اس حیثیت سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا [illegible] اجنبی [illegible] اس قبیلے کی [illegible] اب وہ [illegible]

"[illegible] کرنے کی ضرورت نہیں ہے اجنبی۔" اگنت نے [illegible] مجھ سے کہا: "مجھے اپنے قبیلے کا [illegible] سب لوگ [illegible] اچھے لوگ ہیں [illegible] کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت دے سکتا [illegible] لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے۔ تم محض ایک اجنبی ہو [illegible] کوئی بھی تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تمہیں [illegible] پڑے گا۔ تمہیں اپنی شناخت کروانا ہوگی۔ تمہیں یہ ثابت [illegible] ایک عام شخص [illegible] کوئی تعلق [illegible]"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اس شیر کو ہلاک کرنے کے [illegible] بات کو ثابت کر چکا ہوں [illegible]" میں نے اطمینان [illegible] میں جواب دیا۔

"نہیں ابھی نہیں اجنبی۔" اگنت نے کہا "میں تمہارے [illegible] سے مطمئن نہیں ہوں اور اس بات کو یاد رکھنا کہ اس قبیلے میں [illegible]" اس نے ڈیگان کی طرف دیکھتے ہوئے [illegible] میں کہا: "یہ اس قبیلے کا روحانی پیشوا [illegible] جب تک یہ تمہارے [illegible] نہیں کر دیتا [illegible] سمجھے جاؤ گے۔"

"مجھے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے کیا [illegible]" میں نے سوال کیا۔ "میرا تو یہ خیال ہے کہ تمہاری [illegible] کے بعد میرے بارے میں [illegible] غلط فہمی [illegible] دور ہو گئی ہو گی [illegible] دوست سمجھو گے۔"

"ہمارا دوست بننے کے لیے [illegible] ہمیں دوست بنانے [illegible] مشروب دوستی پینا پڑے گا۔" اگنت نے کہا۔

"مشروب دوستی؟" میں نے حیرت سے پوچھا: "[illegible] اور کہاں ملے گا؟"

"وہ صرف میرے پاس ملتا ہے [illegible]" اگنت نے [illegible] "میرا نام اگنت ہے اگنت۔ مجھے [illegible] دنیا کے [illegible] بھی موجود [illegible] کر سکتا [illegible] پانی [illegible] کرنا جانتا ہوں [illegible] تمہیں ایک [illegible] فراہم کیا تھا اور [illegible] موقع [illegible] وہ [illegible] اس کی اصلیت تھی ہمارے سامنے [illegible] ہے۔ لیکن [illegible] تمہیں ساری بستی کے [illegible]

[illegible] مشروب پینا پڑے گا یہ مشروب میرے بزرگوں کا تیار کردہ ہے [illegible] مشروب ہے [illegible] دوستی کا مشروب [illegible] مشروب ہم کسی [illegible] ہمارے ساتھ [illegible] اگر وہ شخص نیک نیت ہوتا ہے تو یہ مشروب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا لیکن [illegible] کوئی بد روح ہوتا ہے [illegible] نقصان پہنچانے کی غرض سے ہمارے [illegible] کرنا چاہتا ہے تو یہ مشروب اسے چند لمحوں کے اندر ہلاک کر دیتا ہے [illegible] بزرگوں کے وقت [illegible] کے ہاتھ [illegible] تم [illegible] اس مشروب کی آزمائش کرو گے۔ اگر تم [illegible] نیک نیتی کے ساتھ ہمارے درمیان [illegible] ہو تو یہ مشروب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر تمہارے دل میں کوئی [illegible] ہو تو یہ مشروب [illegible] ہلاک کر دے گا۔"

"حیرت ہے [illegible]" میرے کوئی جواب [illegible] سے پہلے ڈیگان [illegible] "معزز اگنت تم نے اس سے پہلے کسی ایسے مشروب کے وجود کا ذکر نہیں کیا!"

"اس کی [illegible] ہے کہ اس کی ضرورت نہیں پڑی" اگنت نے [illegible] ڈیگان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "[illegible] ضروری نہیں ہے [illegible] تمہیں بھی معلوم ہو۔ جو کچھ تم جانتے [illegible] سب کچھ جانتا ہوں لیکن جو کچھ میں جانتا ہوں [illegible] نہیں جانتے [illegible] دوستی کے [illegible] اس سے پہلے کبھی [illegible] ضرورت [illegible] اس کے علاوہ [illegible]"

اگنت کی بات سن کر ڈیگان کے چہرے کا رنگ [illegible] متغیر ہو گیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اس کی [illegible] خاموشی اختیار کر لی اور گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

میرے لیے یہ سمجھنا بالکل مشکل نہیں تھا کہ یہ سارا ڈرامہ کیا ہے۔ اگنت [illegible] مجھے ہلاک کر دینا چاہتا تھا [illegible] قبیلے میں [illegible] خوبصورت [illegible] انسانی [illegible] نہیں کر سکتا [illegible] خوش قسمتی [illegible] اس قبیلے میں [illegible] ہاتھوں انسانی [illegible] کا سلسلہ [illegible] ہو گیا [illegible] کے ساتھ [illegible] اس کا [illegible] شیر کو [illegible] ختم ہو جائے گا۔

لیکن [illegible] اس کی توقعات کے برعکس [illegible] جانے ہوئے [illegible] جگہ [illegible] ڈال دیا تھا۔ اب [illegible]

کر کے [illegible] کیونکہ اس کی [illegible] کوئی جواز موجود نہیں تھا۔ اور مجھے کھلم کھلا [illegible] ہلاک نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں نے اس کے برعکس بات ثابت کی تھی، لہٰذا اس کے شیطانی ذہن نے ایک نیا [illegible] منصوبہ تیار کر لیا۔

وہ مجھے زہر دے کر ہلاک کرنا چاہتا تھا!

میں یہ بات [illegible] سمجھتا تھا کہ یہ نام نہاد مشروب دوستی کسی جنگلی زہر [illegible] اگنت بستی کے سارے لوگوں کے سامنے مجھے یہ [illegible] پینے پر مجبور کرے گا [illegible] پینے کے بعد میں [illegible] مر جاؤں گا۔ اس وقت وہ [illegible] کہ میں دراصل ایک بد روح تھا جسے مشروب [illegible] نے ہلاک کر دیا۔ قبیلے کے سارے لوگ یقیناً اس کی اس بات پر بھروسہ کرتے اور کسی کے ذہن میں [illegible] مجھے اس شخص سے سخت نفرت اور کراہت محسوس ہوئی [illegible] بے گناہوں کو [illegible] کے گھاٹ اتارتا رہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں اسے [illegible] نہیں چھوڑوں گا بلکہ اس کی نامعقول حرکتوں کی [illegible] چند لمحوں [illegible] اب [illegible] چاہتا تھا۔

"معزز [illegible] اگنت!" میں نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا: "میں [illegible] کوئی [illegible] نہیں ہے۔ لیکن [illegible] تمہاری [illegible] دنیا میں واپس چلا جاؤں گا۔"

میری بات سن کر اگنت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی [illegible] کے دوران میں نے پہلی مرتبہ اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں

مجھے گیارہ دوبارہ یہاں مل کر بہت خوشی ہوئی ہے اور یہ سمجھو بات کہ اس نے میری ملاقات کا سامان مہیا کر دیا۔ اب اس کے الفاظ سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتا۔

"نہیں اجنبی!" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اب تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ تم دوستی کا مشروب نہیں پی لو گے۔ تم اس قدر محبت نواز اور کیوں ہو؟ اگر تم کوئی جادوگر نہیں ہو تو بھی تمہارے معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ تمہیں اس کا پتہ ہی نہیں ہونا چاہیے، یہ لوگ کہتے ہیں۔ ایک بالکل ہی عجیب بات... دشمن کہتے ہیں... بابا جی کی حیثیت... لیکن ایک نیک شخص ہو۔ یقین آ جانے کا اور تم اس قبیلے میں نہیں رہ سکو گے۔ جب تک تمہارا جی چاہے رہو، بلکہ اگر چاہو تو ساری زندگی اسی علاقے میں گزار سکتے ہو۔ تمہیں میری طرف سے اس بات کی پوری اجازت حاصل ہوگی۔"

"اس عنایت کے لیے تمہارا بہت بہت شکریہ۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "لیکن میں ... کسی کو ... نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"لیکن اب تم یہاں سے آسانی سے نہیں جا سکتے۔"

[illegible]

[illegible]

...یہاں میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا دوست ڈیگان میرا یہ تحفہ ضرور قبول کرے گا۔"

ڈیگان نے بڑے دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے میرا تحفہ قبول کر لیا ... دل ہی دل میں اس بات پر مجھے سخت ناراض ہو گا کہ میں نے ... کی کھال ... ڈیگان کو ... کہا نہیں۔

میں مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس سے قبیلے کے لوگوں کے سامنے ہی ... کر ... نہیں چھوڑوں گا۔

اگنت نے تمام قبیلے کے لوگوں کو ... کے سامنے ... لوگ زور زور سے باتیں کر رہے تھے اور مختلف انداز میں ... اگنت نے ہاتھ کے اشارے سے ان سب کو خاموش رہنے ... اس کے اشارے سے سب لوگ خاموش ہو گئے۔

"او چار قبیلے کے لوگو۔" اگنت نے کہنا شروع کیا۔ "یقیناً تم نے اپنی آنکھوں سے یہ بات دیکھ لی کہ باہر کی دنیا سے آنے والے اجنبی ... ایک شیر کو ہلاک کر دیا ہے اور اس شیر ...

[illegible]

"یہ بات حاتمی شخص کو ایک مشروب پینا ہے۔" اگنت نے اپنی بات دوبارہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ وہ بڑی چالاکی سے کام لے رہا تھا۔ "تم سب لوگ اس مشروب کے تمام اثرات کی تاثیر سے واقف ہو۔ ... یہ مشروب ... دوستی کا مشروب ہے۔ اس مشروب کی تاثیر یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص اسے پیے گا جو درحقیقت ہمارا دشمن ہے ... وہ اسے پیتے ہی ہلاک ہو جائے گا ... لیکن اگر کوئی ایسا شخص پیے گا جو اپنے دل میں ہمارے لیے دوستی کا جذبہ رکھتا ہے ... تو اسے یہ مشروب کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اگنت نے ایک بار پھر لوگوں کے چہروں کا جائزہ لیا۔ لوگ رضامندی کے انداز میں اپنی گردن ہلا رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ قبیلے کے جادوگر کے آگے زبان کھول سکتا یا اس کی مخالفت میں ایک لفظ کہہ سکتا۔

[illegible]

والی پریشانی نظر آ رہی تھی۔ مجھے اس بات کا امکان تھا کہ وہ لوگ اب مجھے
نفرت کی نظر سے دیکھیں گے لیکن وہ پیالہ مجھ سے پوری طرح دور رکھ
سکتی تھیں۔ اس لیے نروس تھیں۔

اگنت نے مجھے پہلے برابر کھڑا کر دیا اور اپنے ایک شاگرد کو اشارہ
کیا جس نے مجھے سبز رنگ کے مشروب سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا۔

"اس مشروب کو پی جاؤ ذیشان!" اگنت نے مجھ سے کہا۔ "وہ بھی
تمہاری حقیقت ہم پر آشکارا ہو جائے گی۔"

"مجھے اس کے پینے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن مہربانی کر کے
ایک خالی پیالہ اور منگوا دو۔" میں نے اگنت کے شاگرد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ایک خالی پیالہ اور؟" اگنت نے حیرت سے پوچھا۔ "آخر خالی
پیالے کا کیا کرو گے؟"

"یہ ایک بہت معمولی سی بات ہے معزز اگنت۔" میں نے
سخت کھنچے لہجے میں کہا۔ "کیا تم میری اتنی سی خواہش بھی پوری نہیں
کر سکتے؟"

اگنت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔ وہ میری
بات ماننے پر مجبور تھا چنانچہ اس نے ایک شخص کو ایک خالی پیالہ لانے کا حکم
دیا۔ چند منٹ بعد میرے ہاتھ میں ایک خالی پیالہ موجود تھا۔

میں نے بھرے ہوئے پیالے میں سے آدھا مشروب خالی پیالے
میں انڈیلا اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا۔
"آج قبیلے کے لوگو! اگنت عظیم ہے۔ وہ معزز حکیم ہے۔ وہ قبیلے کا
روحانی پیشوا ہے اور اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ میں کوئی بد ذات
یا بد نیت انسان نہیں ہوں۔ اس لیے وہ مجھے مشروب دوستی پیش کر
رہا ہے تاکہ میری حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ مجھے اپنی حقیقت کا علم
ہے۔ اس لیے میں اس مشروب سے لذت اور لطف کی توقع رکھتا ہوں۔
اور اب تم سب لوگوں کے سامنے اسے پی جاؤں گا اور پھر وہ ساکر تو اگنت
نے کہا ہے، ہماری دوستی پکی ہو جائے گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ
دوستی کے اس مشروب میں اگنت بھی میرا ساتھی ہو اور ہم دونوں
یہ مشروب ساتھ ساتھ پئیں۔ ظاہر ہے کہ معزز اگنت کو اس مشروب سے
کوئی نقصان پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لیے میں نہایت ادب
سے اس کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔" اور میں نے دوسرا پیالہ
اگنت کی طرف بڑھا دیا۔

اگنت کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کی رنگت یکدم بدل گئی۔ "نہیں
نہیں، میں یہ مشروب نہیں پی سکتا۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"لیکن کیوں معزز اگنت؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے
ہوئے کہا۔ "اگر تم بدذات اور بد نیت نہیں ہو تو تمہیں میرے ساتھ
اس مشروب کو پینے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ پھر تمہیں کیا اعتراض ہے؟
یہ تو ہماری دوستی کی علامت ہے۔ اس سے ہمارے درمیان تعلقات مضبوط
ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ شاید ٹھیک کہہ رہا ہے معزز اگنت" [illegible]
نے کہا۔ "جب وہ خود یہ مشروب پینے کے لیے تیار ہے تو اس کا مطلب
یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر پورا بھروسہ ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے
جو کچھ بھی بنایا ہے وہ درست ہے۔ تمہیں بھی اس کے ساتھ اس مشروب
کے پینے میں شریک ہو جانا چاہیے۔"

"تم خاموش رہو ذیشان۔" اگنت نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔
"میں یہ مشروب کسی حالت میں بھی نہیں پی سکتا۔ یہ میرے لیے نہیں ہے۔
یہ اجنبیوں کی آزمائش کرنے کے لیے ہے۔ میں یہاں کوئی اجنبی نہیں ہوں
اور نہ ہی مجھے آزمائش کے کسی مرحلے سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اس لیے میں
یہ مشروب نہیں پیوں گا۔"

"معزز اگنت کو یہ مشروب پینے سے انکار نہیں ہونا چاہیے۔"
ذیشان نے اپنے لہجے میں تھوڑی سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "یہ مشروب
نیک دل لوگوں کے لیے ہے اور جب اگنت کی نگاہوں کے شک ہو سکتا
میں نے کھنچے لہجے میں اگنت کو معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔
اگنت کی حالت اس وقت واقعی قابل رحم ہو رہی تھی۔
سخت پریشانی اور اذیت کے عالم میں تھا۔ میں نے اسے ایک
مشکل سے دوچار کر دیا تھا جس سے بچ نکلنا اسے بہت مشکل نظر آ رہا
تھا۔ وہ اپنی گھناؤنی سازش کے جال میں خود ہی پھنس رہا تھا۔ سچے
معنوں میں میری ہلاکت کا سبب اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ مجھے نفرت بھری نظروں
سے گھور رہا تھا۔ وہ ایک ذہین اور چالاک آدمی تھا اور اسے اس
کا اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس نام نہاد دوستی کے مشروب کی اصلیت
سے کوئی واقف ہو گیا ہوں۔

میرا حوصلہ بڑھ گیا اور اسی کے ساتھ اگنت کا انکار بھی
ہم دونوں میں تکرار ہونے لگی۔ ظاہر ہے کہ اگنت جان بوجھ کر زہر
پینے کے لیے کیسے تیار ہو سکتا تھا۔ سامنے کھڑے ہوئے لوگوں میں سرگوشیاں
شروع ہو گئیں۔ اگنت کا رویہ ان کے لیے ناقابل فہم تھا۔

"اچھا! قبیلے کے لوگو!" میں نے اپنے سامنے کھڑے
مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنے عظیم روحانی پیشوا
کی جانب سے اس بات کی درخواست نہیں کر سکتے کہ وہ میری
میں تو اسے دوستی میں شریک کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ برابر انکار کیے
رہا ہے۔ آخر اس انکار کی کیا وجہ ہے!"

سب لوگ خاموش ہو گئے۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد
کی آواز سنائی دی۔ "معزز اگنت کو تمہارا احترام کرنا چاہیے۔"
"ہاں، اسے ضرور تمہارا ساتھ دینا چاہیے۔" ذاہمو نے اس
کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ اگر معزز اگنت بھی
میں شریک ہو جائے۔" ذاہمو بولی۔

ہم سب لوگ خاموش ہو گئے۔ اچانک اگنت چیخ پڑا۔

غضب ناک ہو گیا تھا اسے اپنی موت نظر آ رہی تھی۔
جب وہ غضب صورت حال میں پھنس گیا تھا۔
"میں یہ مشروب کسی حالت میں نہیں پیوں گا۔" اس نے غصے
سے کہا۔ "یہ مشروب تمہارا بنایا ہوا ہے۔ آزمائش سے
تمہیں گزرنا ہے۔ مجھے نہیں۔"

"اچھا تو یوں کرو معزز اگنت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اگر تم اس مشروب کو نہیں پینا چاہتے تو مت پیو۔ لیکن اپنے دونوں
شاگردوں میں سے کسی کو حکم دو کہ وہ میرا ساتھ دے اور دوسرا پیالہ وہ
پی لے۔ آخر تم ثابت کرو کہ تم میرے ساتھ دوستی کا ثبوت پیش کرتے ہو۔"
"نہیں۔" اگنت زور سے چلایا۔ "میرا کوئی شاگرد بھی یہ مشروب
نہیں پیے گا۔ یہ صرف اور صرف تمہارا حصہ ہے۔"

اب وقت آ گیا تھا کہ میں قبیلے کے تمام لوگوں کے سامنے
اگنت کی سازش کا پردہ چاک کر دوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے
لوگوں کے درمیان ذلیل و رسوا کرنے کے بعد میں دیکھ
لوں گا۔

"تم خود اس مشروب کو اس لیے نہیں پینا چاہتے اور نہ ہی اپنے
کسی شاگرد کو پلانا چاہتے ہو کہ یہ خالص زہر کے سوا اور کچھ نہیں ہے؟"
میں نے اگنت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "تم صرف مجھے ہلاک
کرنا چاہتے ہو اور اس کے علاوہ تمہارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ پہلے
تم نے مجھے شیر کے منہ میں دھکیلنے کی کوشش کی۔ تمہیں یقین تھا کہ وہ
مجھے ہلاک کر دے گا۔ تمہیں یقین تھا کہ شدید طور پر بھی شیر مجھے زخمی کر دے گا۔ لیکن جب
میں نے اپنی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اس کو ہلاک کر دیا تو اب
تم مجھے زہر دے کر ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ اس کے لیے تم نے ایک جھوٹی
داستان گھڑی ہے کہ یہ مشروب نیک لوگوں پر کوئی خراب اثر نہیں ڈالتا۔
اب اگر تم نیک ہو تو یہ مشروب خود پی کر دکھاؤ۔ تمہارے سامنے جتنے
بھی لوگ کھڑے ہیں ان میں سے کوئی بھی یہ مشروب پی کر دیکھے۔"

میرے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں میں سناٹا چھا گیا۔ ذیشان
کے چہرے کا رنگ حیرت کے عالم میں اور زیادہ سرخ ہو گیا۔ اشموم لاگو
نے نفرت بھری نظروں سے اگنت کو دیکھا۔ سالما کی آنکھیں حیرت سے
پھیل گئیں۔

"تو جھوٹا ہے۔" اگنت غصے اور دیوانگی کے عالم میں چلایا۔ "تو بالکل
جھوٹا ہے۔ تو بہت بہانے بنا رہا ہے تاکہ تجھے یہ مشروب نہ پینا پڑے۔
تو یقیناً کوئی بدذات ہے۔"

"اگر تم میرا امتحان لے سکتے ہو اگنت تو میں بھی تمہارا امتحان
لے سکتا ہوں۔" میں نے شفقت سے کہا۔ "جھوٹا میں نہیں، بلکہ جھوٹے تم
ہو جو ایک اجنبی کے ساتھ جس نے قبیلے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا،
اس قدر غلط سلوک کر رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی سچائی کا ثبوت
پیش کرو، اور میں بھی اپنی سچائی کا ثبوت پیش کر دوں گا۔ یہ پیالہ لو۔
اسے پی جاؤ۔ ہم دونوں اس سارے قبیلے کے سامنے ساتھ ساتھ یہ مشروب پییں گے۔
جلدی کرو۔" میں نے دونوں پیالے اس کی طرف بڑھائے۔ لیکن اس نے ایک
ہاتھ مارا۔ پیالہ زمین پر گر کر ٹوٹ گیا۔ مشروب زمین پر
گر پڑا۔ اس جگہ جہاں وہ گرا تھا زمین میں جیسے بلبلے اٹھنے لگے۔

"تم ایک جھوٹے اور فریبی شخص ہو اگنت۔" میں نے اسے مخاطب کرتے
ہوئے کہا۔ "لیکن میں تمہیں اس طرح آسانی سے نہیں چھوڑوں گا۔ میں قبیلے
کے سارے لوگوں کو تمہارے بارے میں بتاؤں گا اور ان کے سامنے تمہاری
سازش کو بے نقاب کروں گا جو تم نے میرے خلاف کی تھی۔ میں اس مشروب کو
کسی انسان پر نہیں آزماؤں گا کیونکہ وہ بھی اسی طرح ہلاک ہو جائے گا۔"
میں نے اکرم کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ "تمہارے جھونپڑے میں جو بن مانس ہے
اسے لے آؤ۔"

اکرم میری بات سن کر جلدی سے چلا گیا اور چند منٹ کے اندر بن مانس کو
لے کر آ گیا۔ اگنت کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ میں نے سارے قبیلے کے
لوگوں کے سامنے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔ وہ خوف اور حیرت کے ساتھ یہ سارا
منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کی ساری ذہانت جواب دے گئی تھی۔ تاہم ابھی اس کی سمجھ
میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے۔

میں نے اکرم سے کہا کہ وہ بن مانس کا منہ کھولے۔ اکرم نے بن مانس کو اپنے
قابو میں کر کے زبردستی اس کا منہ کھولا اور میں نے اس مشروب کے چند
گھونٹ زبردستی اس کے حلق میں انڈیل دیے۔ باقی مشروب پیالے میں ویسے ہی
موجود تھا۔

زہر حلق میں جاتے ہی وہ بن مانس زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے منہ
سے سفید جھاگ نکلنے لگی اور چند لمحوں کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔
اکرم نے بن مانس کو غور سے ملاحظہ کیا۔ وہ مر چکا تھا!

"دیکھا قبیلے کے لوگو!" میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں
کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تمہارے روحانی
پیشوا نے میرے ساتھ کتنا بڑا ظلم کرنے کی کوشش کی۔ اگر میں بروقت اس
کی نیت کا اندازہ نہ لگا پاتا تو یہ مجھے زہر پلا دیتا۔ میں نے اپنی سچائی کا ثبوت
تم لوگوں کے سامنے کل بھی پیش کر دیا تھا جب میں نے آدم خور شیر کو ہلاک کر
دیا تھا۔ لیکن اگنت کے دل میں پھر بھی میری طرف سے کینہ بھرا رہا۔ اور وہ مجھے
کسی نہ کسی طرح ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔"

"معزز اگنت!" سالما نے اگنت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ
سرخ ہو رہا تھا۔ صورت حال اس کے قابو سے باہر ہو چکی تھی۔
"وہ اس بات پر مصر تھا کہ تم کوئی اجنبی ہو اور کسی دوسری دنیا
کا انسان۔ میری بات غور سے سنو ذیشان! تم ابھی میرے پاس آؤ۔" اس
نے حکم دیا۔ ذیشان نے کسی فرمانبردار بچے کی طرح فوراً حکم کی تعمیل کی۔
"اگنت! تم آج قبیلے کے لوگوں کے سامنے بے نقاب ہو گئے
ہو۔ تم اس سے پہلے بھی دو اجنبیوں کو ہلاک کروا چکے ہو اور تم نے ان پر بھی
بدذات ہونے کا الزام لگایا تھا۔ واقعی تم بہت ناشکرے ہو اور تم نے بھی

ہے وہاں موجود تھا۔ مجھے فرصت نہیں ملی۔ میں دیوتاؤں کا بھیجا ہوا کوئی بھولا [illegible] ہے یہاں اسی لیے بھیجا تھا کہ اس قبیلے کے لوگوں کو یہ بتا دوں کہ جھوٹ بولتے ہو اور تمہارا [illegible] قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بھی زیادتی کرتے ہو اور لوگ تم سے خوفزدہ ہیں۔ اس لیے دیوتاؤں کی جانب سے تمہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ اپنے رویے کو درست کرو۔ ورنہ میں دوبارہ آؤں گا اور پھر اس بار تمہارا منصب تم سے چھین لیا جائے گا۔ اور قبیلے کے کسی اور شخص کو تمہاری جگہ سرداری پر فائز کیا جائے گا۔"

"کیا کہا؟" اگنت نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم دیوتاؤں کی جانب سے بھیجے گئے ہو یا تم خود یہاں نہیں آئے؟ کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو؟" اگنت کا سارا غصہ، اس کا سارا جوش و خروش، سب کچھ ختم ہو چکا تھا اور وہ کسی شکست خوردہ انسان کی طرح ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

"ہاں میں دیوتاؤں کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اور اس لیے کہ تمہیں سبق سکھا سکوں اور متنبہ کر سکوں۔ دیوتا چاہتے ہیں کہ تم مسافروں کے ساتھ نیکی کرو اور ان کی مدد کرو۔ انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرو۔"

"لیکن تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم دیوتاؤں کے بھیجے ہوئے ہو؟" اگنت نے اپنی زبان میں سوال کیا۔

"تمہیں ثبوت بھی فراہم کر دیا جائے گا۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "پہلے تم اس بات کا سچ سچ اقرار کرو اور سب لوگوں کے سامنے اقرار کرو کہ تم نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ مشروب [illegible] زہر تھا۔"

اگنت کے لیے یہ بڑا سخت مرحلہ تھا۔ اس کی ساری ساکھ داؤ میں لگی ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ جن حالات کا شکار تھا، ان کے پیش نظر اس کے پاس سچ بولنے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ سچ کو چھپا نہیں سکتا تھا۔ اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ "ہاں مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ زہریلا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم پر بالکل ہی اعتماد نہیں کرتا تھا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ تم یہاں کوئی نقصان پہنچاؤ گے اس لیے میں نے تمہیں ہلاک کر دینا ضروری سمجھا تھا۔ میں نے قبیلے کے فائدے ہی کی خاطر تمہیں زہر دینے کی کوشش کی تھی لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ میرے پیش نظر اپنے قبیلے کی بھلائی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ ہم نے اگر اجنبیوں کو اس سے پہلے ہلاک کیا تو اس کی وجہ بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی کہ میں اپنے قبیلے والوں کو باہر کے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔"

"تم اب بھی جھوٹ بول رہے ہو اگنت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے پیش نظر اپنے قبیلے والوں کا فائدہ نہیں تھا، بلکہ حقیقت میں تم خود اپنے مفادات کا تحفظ چاہتے تھے۔ تمہیں ہمیشہ اس بات کا اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں باہر سے کوئی شخص تم پر حاوی نہ ہو جائے۔ کیوں، یہ ٹھیک ہے؟"

اگنت نے بہت اس سوال کے جواب میں گردن جھکا دی۔ [illegible] کے بھیجے ہوئے لوگوں کے سامنے جھوٹ نہیں بولتے۔" میں نے اگنت سے کہا۔ "تمہیں اس حال میں سچ بولنا پڑے گا۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔ "تمہیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ تم نے اس سے پہلے جن اجنبیوں کو ہلاک کیا وہ میرے جیسے سادہ سے عام انسان تھے اور ان کا دیوتاؤں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

اگنت نے خاموشی سے گردن جھکا دی۔

"تو اب سنو۔" میں نے کہا۔ "اوچالا قبیلے کے تمام لوگو میری بات سنو۔ تم سب کے سامنے اگنت نے مجھ سے یہ سوال پوچھا کہ میرے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میں دیوتاؤں کا بھیجا ہوا ہوں۔ خود اگنت نے اس امر کا بھی اعتراف کر لیا ہے کہ [illegible] سب کے سامنے جو شربت وہ مجھے پلانا چاہتا تھا، وہ صرف خالص زہر تھا۔ [illegible] کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ کیوں اگنت، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟" میں نے اگنت کی ذات سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ذرا اس زہر کے بارے میں تم لوگوں کے سامنے خود اعتراف کرو تو اچھا ہے۔"

"میں اعتراف کر چکا ہوں۔" اگنت نے کہا۔ "زہر ہے، خالص زہر۔ اسے پینے کے بعد کوئی بھی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"اور تم یہ زہر پینے کے لیے مجھے مجبور کر رہے تھے۔" [illegible] نے خوفزدہ نظروں سے اگنت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے ہاتھ کے اشارے سے مجمع کو مزید بولنے سے روکا اور ایک بار پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "لوگو، تم سب [illegible] اگنت پر یہ بات ثابت کرنے کے لیے [illegible] ہوں، میں تم سب کے سامنے زہر کا بھرا ہوا پیالہ پیتا ہوں اور تم دیکھو گے کہ اگنت کا تیار کردہ خوفناک زہر بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اتنا کہنے کے ساتھ ہی میں نے زہر کا پیالہ منہ سے لگایا اور ایک ہی سانس میں اسے خالی کر دیا۔ ٹیلیگان چیختا ہوا میری طرف بڑھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟" [illegible] دوسری طرف سے [illegible] دوڑتی ہوئی میری طرف آئیں۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے پیالہ چھیننے کی کوشش کی، لیکن ان کی نوبت سے پہلے ہی میں پیالے میں موجود سارا مشروب پی چکا تھا اور اب میرے ہاتھ میں خالی پیالہ موجود تھا۔

سارا مجمع ہکا بکا رہ گیا۔ میں نے سب کے سامنے پیالہ اٹھا کر لوگوں کو دکھایا کہ وہ خالی ہے اور میں اس میں موجود سارے مشروب کو پی کر ختم کر چکا ہوں۔ اگنت کی آنکھیں حیرت کے مارے ابل پڑی تھیں۔

"تم نے..... تم نے..... وہ مشروب پی لیا؟" اس نے [illegible] حیرت کے ساتھ کہا۔ "تم نے [illegible] وہ سارا شربت پی لیا۔ اب تمہارا کیا حشر ہوگا؟ یہ تو بڑا ہی خوفناک قسم کا زہر تھا۔"

"میرا حشر وہ نہیں ہوگا جو تم چاہتے تھے اگنت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے [illegible] کچھ نہیں ہوگا۔ تم یہ جاننا چاہتے تھے کہ میرے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ میں دیوتاؤں کا بھیجا ہوا ہوں۔ تو اب ثبوت تمہارے سامنے ہے۔ میں نے تمہارا دیا ہوا سارا زہر پی لیا ہے، لیکن اس کے باوجود میں زندہ سلامت تمہارے سامنے موجود ہوں۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ کیا اب بھی تمہیں کسی مزید ثبوت کی ضرورت ہے؟"

اگنت کوئی جواب دینے کے بجائے میرے سامنے سجدے میں گر گیا اور اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔ اس کے ساتھ ہی قبیلے کے سارے لوگ، جن میں ٹیلیگان بھی شامل تھا، میرے سامنے سجدے میں گر گئے۔ [illegible] کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے [illegible] اگنت کے شانے پکڑ کر اسے اٹھایا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کر دیا۔ [illegible] سارے مرد، عورتیں اور بچے ابھی تک اسی طرح سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔

"ان کو اٹھ جانے کا حکم دو اگنت۔" میں نے کہا۔

"دیوتاؤں کے بھیجے ہوئے کسی کے سامنے میری یہ مجال کہاں کہ میں حکم دے سکوں۔ حکم تو تمہیں دینا ہے۔ اب یہ تمہارے ہی حکم سے اٹھیں گے۔" اگنت نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"تمام لوگ اٹھ کر پہلے کی طرح کھڑے ہو جائیں۔" میں نے حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"سنو اوچالا قبیلے کے لوگو۔" میں نے کہا۔ "تم نے اپنی آنکھوں سے [illegible] تمہارے سردار اگنت کو بھی سخت تنبیہ کر دی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب وہ آئندہ ایسی غلطیاں نہیں کرے گا اور [illegible] کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگے گا۔ میں تم لوگوں کے درمیان ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا تھا۔ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ میں نے اگنت کو بھی سرزنش کر دی ہے۔ [illegible] فی الحال اس کے لیے کافی ہے۔ لیکن اگر آئندہ اس نے کوئی غلط حرکت کی تو اس کو سزا دینے کے لیے میں پھر آ موجود ہوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تمہاری بستی میں اور [illegible] یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔" ٹیلیگان نے بڑھ کر میرے پاؤں پکڑ لیے۔ "ہم سب لوگوں کی خواہش ہے کہ تم کچھ دن مزید ہماری بستی میں قیام کرو۔ ہمارے لیے یہ بڑا اعزاز ہے کہ دیوتاؤں کا بھیجا ہوا کوئی مہمان ہماری بستی میں آیا ہے۔ ہماری اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ تم فوراً ہی یہاں سے چلے جاؤ۔ ہمیں کچھ دن تو اپنی خدمت کا موقع دو۔"

"میری بھی تم سے یہی التجا ہے۔" اگنت نے میرے قدموں [illegible] "اگر دیوتا تمہیں اس بات کی اجازت [illegible] تو کچھ دن مزید ہماری بستی میں قیام کرو۔ تمہارا وجود یقیناً ہمارے لیے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔"

دونوں کی بات ختم ہوتے ہی باقی تمام لوگوں کا بھی اصرار [illegible] آگے بڑھ کر میرے قدموں سے لپٹنے لگے اور میری خوشامد کرنے لگے کہ میں ان کی بستی میں کچھ دن مزید قیام کروں۔ میں عجیب مخمصے میں گرفتار ہو گیا۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ اگنت کی سازش کو بے نقاب کرنے کے بعد میں چپکے سے رات کو یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی کہ میں کہاں چلا گیا۔ لیکن سب ہی کے سارے لوگ اس بات کے لیے مصر تھے کہ میں ان کی بستی میں مزید قیام کروں۔ بالآخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ شنتولا قبیلے میں واپسی سے پہلے کا عرصہ اوچالا قبیلے کے لوگوں کے ساتھ رہ کر ہی گزاروں۔ اس میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے بہرحال شنتولا قبیلے میں واپسی سے پہلے کا عرصہ کہیں نہ کہیں تو گزارنا ہی تھا۔

"ٹھیک ہے، دوستو۔" میں نے ان لوگوں کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے دیوتاؤں نے اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ اگر چاہوں تو کچھ عرصے تک تمہاری بستی میں قیام کر سکتا ہوں۔ لیکن میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ عرصہ زیادہ نہیں ہو گا۔ مجھے بہرصورت کچھ دنوں بعد یہاں سے چلا جانا ہوگا۔ یہی دیوتاؤں کا حکم ہے۔"

میری زبان سے یہ بات سن کر کہ میں بستی میں کچھ عرصہ مزید قیام کے لیے تیار ہوں، لوگوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بری طرح اچھلنے کودنے اور حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا ان میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔

رات کو ایک زبردست جشن کا اہتمام کیا گیا۔ بستی کے وسط کے میدان میں، جسے شام کو ہی [illegible] بنایا جاتا تھا، سارے قبیلے کی عورتیں اور مرد اکٹھے تھے۔ ایک خاص طریقے سے تیار کیا ہوا مشروب ایک بڑے سے ناند جیسے برتن میں رکھا ہوا تھا۔ ڈھول بجانے والے زور زور سے ڈھول پیٹ رہے تھے اور مرد اور عورتیں دیوانہ وار اور انتہائی وحشیانہ انداز میں رقص کر رہے تھے۔ یہ ان کے لیے خوشی و مسرت کا طریقہ تھا۔ بیچ بیچ میں وہ ناند جیسے برتن میں سے نکال نکال کر مشروب بھی پیتے جا رہے تھے۔

کچھ رات باقی تھی جب یہ وحشیانہ جشن اختتام کو پہنچا اور لوگ زمین پر گر گر کر ڈھیر ہونے لگے۔ جس کو جہاں جگہ ملی، وہ وہیں لیٹ کر نیند میں ڈوب گیا۔ آہستہ آہستہ چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ ڈھولوں کی آواز موقوف ہو چکی تھی۔ [illegible] یہ عالم تھا کہ کسی کو کسی کی خبر نہیں تھی۔ ہر طرف بے خبری کا عالم تھا۔

میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میں اس نئی صورت حال پر غور کر رہا تھا جس کے تحت اس قبیلے میں [illegible] سے چلے جانے کے بجائے میں نے [illegible] کر لیا تھا۔ اچانک مجھے [illegible] حاصل ہو گئی تھی۔ قبیلے کا [illegible] میرے [illegible] قبیلے کا سردار میری خوشامد میں لگا ہوا تھا [illegible] ٹیلیگان [illegible] ہم یہاں کی بہت اہم شخصیت

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ہو گیا تھا۔ جب نے خود کو دیوتاؤں کا نمائندہ ثابت کرنے کی جو کوشش کی تھی وہ سو فیصد کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ اور ان لوگوں نے مجھے واقعی دیوتا کے نمائندے کی حیثیت سے ہی قبول کر لیا تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ہاں تک مجھے درختوں کے جھنڈ کے پیچھے سے دو سائے حرکت کرتے نظر آئے۔ وہ اس طرح حرکت کر رہے تھے کہ دوسروں کی نظر میں نہ آ سکیں۔ ان کا یہ پراسرار رویہ مجھے عجیب سا لگا اور میں ایک دم چوکنا ہو گیا۔

ذرا دیر میں وہ دونوں سائے آہستہ آہستہ حرکت کرتے ہوئے انسانوں کے قریب آ گئے۔ اب وہ جھک جھک کر ایک ایک آدمی کی شکل کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں ہی سیاہ فام جنگلی تھے لیکن ان کا تعلق ظاہر ہے کہ اوچالا قبیلے کے لوگوں میں سے نہیں تھا۔ یہ لوگ کسی اور قبیلے کے افراد معلوم ہوتے تھے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ یہاں کس مقصد سے آئے ہیں۔ ان کی تلاش سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی خاص شخص کو تلاش کر رہے ہیں۔ اور ان کی کمر سے بندھی ہوئی رسیوں میں بہت سے ہتھیار بندھے ہوئے تھے۔

اگنت بھی مجھ سے تھوڑے سے فاصلے پر نیند اور نشے میں دھت پڑا ہوا تھا۔ وہ اتنا غافل تھا کہ اسے دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں تھی۔ دونوں جنگلی آہستہ آہستہ ایک ایک آدمی کی شکل کا جائزہ لیتے ہوئے اگنت کے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے اگنت کا چہرہ دیکھا اور چند لمحوں تک غور سے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے آہستہ سے اپنے ساتھی سے کہا: "یہی ہے ۔۔۔ یہی ہے ہمارے دوستوں کا قاتل ۔۔۔ اب اسے چھوڑنا نہیں ہے۔"

دوسرا آدمی بھی جلدی سے اس کے قریب آ گیا۔ ان دونوں نے اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لیے۔ اب وہ دونوں بیک وقت اگنت پر وار کرنے ہی والے تھے۔

"ٹھہر جاؤ دوستو!" اچانک میں نے نرم اور شیریں لہجے میں ان ہی کی زبان بولتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں جو زبان بول رہے تھے وہ شنترا قبیلے اور اوچالا قبیلے دونوں کی زبانوں سے مختلف تھی۔ لیکن ان دونوں سے کچھ ملتی جلتی تھی۔

وہ دونوں آدمی ایک دم اچھل پڑے اور تب ان کی نظر خاص طور سے میرے اوپر پڑی۔ مجھے دیکھ کر ان کے منہ حیرت کے مارے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ "تم ۔۔۔ تم کون ہو؟ تم کیسے انسان ہو؟ تمہارے جسم کا رنگ کیسا ہے؟" وہ بیک وقت تیزی سے مختلف سوالات کر رہے تھے۔

"میں تمہارے تمام سوالات کے جوابات دے دوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم اگنت کے ساتھ کیا کرنے والے تھے؟"

"تم اگنت کے دوست ہو یا دشمن؟" ان میں سے ایک نے اپنے ماتھے پر بل ڈال کر مجھ سے دریافت کیا۔

"اس سے تمہارے لیے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ وہ دونوں میرے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"اس سے ہمارے لیے بہت فرق پڑتا ہے!" ان میں سے ایک نے کہا اور ہم تینوں زمین پر بیٹھ گئے جس پر گھاس اگی ہوئی تھی۔

"تم کون ہو؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "تمہارا تعلق اس قبیلے سے تو نہیں معلوم ہوتا۔ تمہارے جسم کی رنگت بھی عجیب ہے۔" میں نے جواب دیا: "اگر تم اگنت کے دوست ہو تو قبل اس کے کہ تم کسی شخص کی جان لینے کی کوشش کرو، ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ سنو دوستو! میں تم سے اس بات کا طالب ہوں کہ تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟ چونکہ تم نے مجھے دوست کہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں تمہارا بھی دوست ہوں۔ اب تم اسے بتاؤ کہ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟"

"تمہیں میرے یا کسی کے بھی خلاف کوئی کارروائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ لیکن تم نے یہاں چھپ کر اگنت کو ہلاک کرنے کی کوشش کیوں کی؟ تمہارا کہنا ٹھیک ہے کہ میرا تعلق اس قبیلے سے نہیں ہے۔ میں ایک دور کی جگہ سے آیا ہوں۔"

"ہم اگنت کو ہلاک کرنے آئے تھے۔" ان میں سے ایک نے صاف گوئی کے ساتھ کہا۔ "میں اس قبیلے میں بہت عرصے سے رہ رہا ہوں اور اس قبیلے کے لوگوں کا دوست ہوں۔ جہاں تک اگنت کا تعلق ہے۔"

"لیکن کیوں؟" میں نے پوچھا۔ "اگنت سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟ اس حرکت کا تعلق ہے جو اس نے تمہارے ساتھی کے ساتھ کی۔ تو اگنت اس کے لیے تم سے معافی مانگے گا اور میں خود بھی اگنت کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔ اور تم اسے کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟"

"ہمارے قبیلے کے دو آدمی بھٹک کر غلطی سے اس علاقے میں آ نکلے تھے۔ اب تم لوگ تھوڑا انتظار کرو۔ یہ بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ ان میں سے ایک اگنت اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے پکڑ لیا، جبکہ دوسرا آدمی کسی طرح بچ کر جھاڑیوں میں چھپ گیا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس آدمی کو باہر نکالا تھا اور اس پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ اس آدمی نے انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ بھٹک کر ادھر آ نکلا ہے۔ اس نے جان بچا کر اپنے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکا، جو جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ اگنت نے اس آدمی پر بدروح ہونے کا الزام لگایا۔ ساتھیوں نے اسے بہت مارنے کی کوشش کی کہ شاید وہ شخص واقعی بدروح ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ملک کے لوگوں میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اس کے دوسرے ساتھی جو جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا وہاں سے فرار ہو کر راستہ تلاش کرتا ہوا اپنے قبیلے میں پہنچا اور اس نے وہاں لوگوں کو اگنت کے ظلم کی داستان سنائی۔ اور جب وہ مجھے ان جنبیوں کے پاس بیٹھے دیکھتا تو مجھ سے کہتا کہ ہم اس ظلم کا بدلہ ضرور لیں گے۔ تب سے ہم دونوں نے طے کر لیا تھا کہ اگنت کو ہلاک کر دیں گے۔ ہمارے جاسوسوں نے اس قبیلے کی کافی عرصے سے نگرانی کر رکھی تھی۔ آج ہمیں اطلاع ملی تھی کہ جشن ہونے والا ہے۔ اسی وقت ہم یہاں آ گئے جس میں اگنت اور ڈیگان بھی شامل تھے۔

مجھے اگنت اور ڈیگان کو اپنے پاس بلایا اور ان دونوں آدمیوں کو چھپا دیا۔ رات کے وقت ساری عورتیں اور مرد شراب پی کر بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی آسانی سے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ ہم ٹھیک وقت پر یہاں پہنچ گئے تھے، میرا یہ ساتھی اگنت کو پہچانتا تھا۔ اگر تم بیچ میں نہ بولتے تو اب تک ہم اگنت کو ہلاک کر چکے ہوتے۔ میں نے ان کی باتیں سننے کے بعد اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ لوگ یہاں سب ہیں۔" ڈیگان نے کہا۔ "واقعات بالکل اسی طرح پیش آئے تھے جس طرح انہوں نے بیان کیے۔ شاید میں خود اس موقع پر موجود تھا اور میں نے اگنت کو روکنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن اگنت نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا اور اس شخص کو ہلاک کر دیا۔"

"مجھے اس کی ہلاکت کا اعتراف ہے۔" اگنت نے صرف اتنا کہا اور خاموش ہو گیا۔

"اور دیوتاؤں کی طرف سے اگنت کو اپنے کیے کی کافی سزا بھی مل چکی ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم دونوں اپنے ساتھی کا خون معاف کر دو اور اپنے قبیلے والوں کو اگنت کی طرف سے اور پورے اوچالا قبیلے کی طرف سے دوستی اور محبت کا پیغام دو۔"

"میں شیابو کی بات کی تائید کرتا ہوں۔" ڈیگان نے کہا اور اگنت نے بھی اس کی تائید کی۔ دونوں اجنبی اس بات پر بہت مطمئن نظر آ رہے تھے۔ میں نے انہیں انتقام کی آگ میں جلتا ہوا نہیں پایا۔ انہوں نے اوچالا قبیلے کی طرف سے دوستی کی دعوت قبول کر لی تھی۔

ان اجنبیوں کے قبیلے کا نام ماترو تھا اور یہ اسی جنگل کے ایک حصے میں ندی کے کنارے آباد تھا۔ ڈیگان اور اگنت نے ماترو قبیلے کے دونوں آدمیوں کو دوستی کی علامت کے طور پر بہت سے تحائف دے کر رخصت کیا۔ ان تحفوں میں سیپیوں اور کوڑیوں کے ہار، ہڈیوں کے زیورات، مٹی کے برتن اور اسی قسم کی اشیا شامل تھیں۔ دونوں سفیر خوشی خوشی روانہ ہوئے اور اس کے تین دن بعد وہ پھر آ موجود ہوئے۔

ماترو قبیلے کے لوگوں نے اوچالا قبیلے کے لوگوں کی طرف سے معافی کو قبول کر لیا تھا اور ان کے تحائف پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ دونوں سفیر ماترو قبیلے کے سردار کا یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ ماترو قبیلے والے اوچالا قبیلے کے تمام لوگوں کو ایک رات کے لیے اپنا مہمان بنانا چاہتے ہیں اور ان کے ساتھ جشن منانا چاہتے ہیں۔ کھانے اور مشروبات وغیرہ کا سارا انتظام ماترو قبیلے والوں کی طرف سے ہوگا۔ اور وہ اوچالا قبیلے والوں کی ضیافت کریں گے۔ ڈیگان اور اگنت کی جانب سے یہ دعوت قبول کر لی گئی اور دوسرے ہی دن اوچالا قبیلے کے سارے لوگ ماترو قبیلے کے سفیروں کی رہنمائی میں سفر پر روانہ ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ دونوں سفیروں نے میرے بارے میں بے شمار سوالات پوچھے لیکن میں نے ان کو نقلی دیوتا کی کہانی سنا کر مطمئن کر دیا، جو کہانی میں نے اوچالا قبیلے کے لوگوں کو اپنے بارے میں سنائی تھی۔ اوچالا قبیلے کے تمام لوگوں کو بشمول اگنت اور ڈیگان، میں نے سختی کے ساتھ ہدایت کر دی تھی کہ "دیوتاؤں سے میرے تعلق" کے راز میں کسی کو نہ بتایا جائے۔ لہٰذا اس معاملے میں تمام لوگ بہت محتاط تھے۔

ہم لوگ علی الصبح روانہ ہوئے تھے اور سورج غروب ہونے سے کافی دیر پہلے ماترو قبیلے کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ڈھول بجا کر اور

شروع کر دیا اپنے مقصد میں کیا گیا۔ ماثرو قبیلے کی ساری [illegible] میں۔ [illegible] بھی
ڈوپالا اور شفنتولا قبیلے کے لوگوں کی
طرح سیاہ تھے۔ دونوں قبیلوں کے لوگ قد میں بڑے تنومند اور
چاق و چوبند تھے۔ دونوں کی زبانیں اگرچہ الگ الگ تھیں، تاہم ان میں کافی
الفاظ مشترک تھے۔ اس لیے وہ ایک دوسرے کی باتیں بڑی حد تک
کسی حد تک سمجھ لیتے تھے۔

تھوڑی دیر میں ضیافت کا اہتمام شروع ہو گیا اور شکار کیے
ہوئے گوشت، مچھلی اور جنگلی درختوں کے پھلوں کا ڈھیر لگ گیا۔
ماثرو قبیلے کے لوگ بھی کچا ہی گوشت کھاتے تھے۔ اس وقت ماثرو
قبیلے اور ڈوپالا قبیلے کی تقریباً ساری آبادی میرے سامنے موجود تھی۔
میں نے فیصلہ کیا کہ ان کو گوشت بھون کر کھانے کا طریقہ سکھاؤں۔ شفنتولا
قبیلے میں تو سردار نے مجھے ایسا کرنے سے سختی سے منع کر دیا تھا لیکن
میرا خیال تھا کہ یہاں کوئی مجھے منع نہیں کرے گا۔

"شفنتولا اور ماثرو قبیلے کے دوستو!" میں نے کہنا شروع کیا۔
"جیسا کہ تم سب کو معلوم ہے، میں تمہاری بستیوں کا باشندہ نہیں ہوں۔
میری دنیا دوسری ہے اور میری دنیا میں گوشت کھانے کا بالکل مختلف
طریقہ رائج ہے۔ میں آج تم سب لوگوں کے سامنے اس طریقے کو پیش
کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں یہ طریقہ پسند آئے تو تم اسے اپنا لینا اور
اگر پسند نہ آئے تو تم اپنے ہی طریقے کے مطابق عمل کرتے رہنا۔"

اس کے بعد میں نے ایک الاؤ روشن کیا اور گوشت کے ٹکڑے
اس میں بھوننے شروع کر دیے۔ گوشت کے بھننے کی مہک سارے ماحول
میں پھیل گئی۔ ان دونوں قبیلوں کے افراد کے لیے یہ ایک نئی چیز
تھی۔ وہ حیرت سے مجھے یہ [illegible] عمل کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔
تھوڑی دیر بعد میں نے گوشت کے ٹکڑوں کو [illegible] باہر نکال کر ذرا ٹھنڈا کیا۔ سب سے پہلے میں نے گوشت چکھا۔ پھر میں نے
ماثرو قبیلے کے سردار کو گوشت کھانے کے لیے دیا۔ وہ جتنا بھنا ہوا
گوشت کھاتے گئے اتنے ہی خوش ہوتے گئے۔ بقول ان کے انھوں نے ایسا لذیذ
گوشت اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا۔

پھر تو دیکھتے ہی دیکھتے جگہ جگہ الاؤ روشن ہو گئے اور گوشت
بھون بھون کر کھایا جانے لگا۔ کئی گھنٹے کھانے پینے کا سلسلہ جاری رہا۔
اس کے بعد ڈھول پر تھاپ پڑی اور آہستہ آہستہ سیاہ فام جسم حرکت
میں آنے لگے۔ شراب کی [illegible] ڈھول [illegible] دونوں قبیلوں
کے مردوں اور عورتوں نے بے تحاشا [illegible] اپنے اپنے [illegible] میں
[illegible] کر دی۔

اور پھر زور و شور کے ساتھ ڈھول پیٹے جانے لگے۔ وحشیوں
میں وحشیانہ گروہی رقص شروع ہو گیا۔ دونوں قبیلوں کے افراد اس میں برابر
کے شریک تھے۔ وہ بڑی طرح اچھل کود رہے تھے اور اپنے حلق سے
طرح طرح کی عجیب آوازیں نکال رہے تھے۔ [illegible] جوش [illegible]

بس ہم [illegible] ضیافت ہونا چاہیے۔ اچھا موقع [illegible] کی کیفیت [illegible]
رہی تھی

دوسرے دن ڈوپالا قبیلے کے لوگ اپنے گھر واپس آ گئے۔
جواباً انھوں نے بھی ماثرو قبیلے کے لوگوں کو ایک بار اپنے یہاں آنے
کی دعوت دی جو قبول کر لی گئی اور اس کے ایک ہفتے بعد ماثرو
کے لوگ ڈوپالا قبیلے کے لوگوں کے مہمان بنے۔ [illegible] سب
جو اس سے پہلے رات کو ہوا تھا۔ اس کے بعد دونوں قبیلوں کے
اسی دوستی کی دعوتوں کے [illegible] ہونے۔

دونوں قبیلوں کے لوگ میرے سکھانے سے [illegible]
اب گوشت کو بھون کر کھاتے تھے۔ انھوں نے کچا گوشت [illegible]
ترک کر دیا تھا [illegible]

غرض کہ [illegible] ہنگاموں میں کوئی [illegible]
گزر گیا۔ اب مجھے اپنے اصل مشن کی طرف [illegible] تھا۔ شفنتولا [illegible]
میں [illegible] کی قربانی دیے جانے کا وقت قریب آ رہا تھا [illegible]
[illegible] کر دیا تھا۔ چنانچہ میں نے ڈوپالا قبیلے کے [illegible]
[illegible] بعد میں ان کی بستی سے روانہ ہو جاؤں گا۔

[illegible] ماثرو قبیلے [illegible]
[illegible] موت کی تھی۔ [illegible] ڈوپالا قبیلے والوں کو دشمنی [illegible]
[illegible] ماثرو قبیلے والوں کو منتقل کر رہے تھے [illegible]
دوسرے کے تجربات و مشاہدات میں برابر کے شریک تھے [illegible]
جشن کی دو [illegible] بڑی ہنگامہ خیز رات تھی
کا ذہن میں ابھی خاصا وقت باقی تھا۔ میں نے سارے لوگوں کو [illegible]
[illegible] خاموشی سے [illegible] وہاں سے نکل آیا [illegible]
مجھے [illegible] کا تعین کرنے [illegible]
مجھے اب شفنتولا قبیلے کے علاقے میں [illegible] جانا تھا اور مجھے [illegible]
[illegible] سمندر کے ساحل تک پہنچنے کے بعد [illegible] کے ساتھ [illegible]
کی طرف [illegible] کر [illegible] شفنتولا قبیلے کے علاقے میں [illegible]
گا۔ میں نے [illegible] پر عمل کیا [illegible]
بڑے [illegible] دوستوں نے میری اجنبی [illegible]
پڑا۔ [illegible] کچھ پہلے میں شفنتولا قبیلے کے [illegible] میں داخل [illegible]
میرے ذہن میں [illegible] منصوبہ [illegible] تھا جسے [illegible]
[illegible] ترتیب دے لیا تھا۔ [illegible] اور مکمل منصوبہ [illegible]
اس کی ناکامی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ مجھے [illegible]
[illegible] شفنتولا قبیلے کی [illegible] راہ راست پر [illegible] گی۔

[illegible] شفنتولا قبیلے کے علاقے میں اس طرف سے داخل [illegible]
جہاں مردوں کی [illegible] تھی جب معمول [illegible] اور ہماری [illegible]
ادھر سے ادھر گھوم رہے تھے۔ انھوں نے مجھے گھور کر دیکھا [illegible]

[illegible] وہ پہروں کو سہیں پاؤں سکے تھے۔ میں سرداروں کی [illegible] میں آ گئے
اپنا مشن [illegible] تب بھی میری آمد [illegible] جھونپڑے کی طرف تھا۔
میں سب سے پہلے اسبالو سے ہی ملنا چاہتا تھا۔

اسبالو کے جھونپڑے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے
اندر داخل ہو گیا۔ وہ میری طرف پشت کیے ہوئے بیٹھا [illegible]
[illegible] تھا۔ قدموں کی آہٹ پر وہ چونکا اور یکدم
[illegible] مجھے دیکھنے [illegible] شاید اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ
[illegible] ہوں۔

"تم [illegible] تم تو یہاں سے غائب ہو گئے تھے" [illegible]
[illegible] اس نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوالات
[illegible]

"ہاں میں چلا گیا ہوں۔ اور اس بار میں تمہارے ساتھ مردوں کے
[illegible] کا پیغام لے کر آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تمہاری حرکتوں کی وجہ سے ایک بار [illegible] موت کے منہ سے
[illegible] ہوں" اسبالو نے کہا۔ "اب مجھے پھر [illegible]"

"کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی" میں نے کہا۔ "تم میرے ساتھ [illegible]
[illegible]

مصیبت [illegible]

[illegible]
[illegible] سے دوچار کرنا چاہتا ہوں۔ اسبالو مجھ سے [illegible]
[illegible] وہاں سے [illegible] جاگ گئے ہیں [illegible]
[illegible] اختیار کرنا چاہتا تھا اور [illegible]
[illegible] کے حوالے [illegible] دینا چاہیے تھا۔ میں نے اسبالو کو
[illegible] ساتھ [illegible]

"شفنتولا قبیلے کے مردو! [illegible]"
[illegible]

"تمہیں [illegible] کیسے تبدیل کر سکتے ہو؟"
[illegible]

"[illegible] زندہ [illegible]
[illegible]"

[illegible]

"[illegible]" اسبالو نے حیرت سے [illegible]

"شفنتولا دیوتا کی مرضی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" اسبالو
نے حیرت [illegible] ہوئے کہا۔ "تم تو خود شفنتولا دیوتا کے
غضب کا شکار ہو۔ اس نے تمہیں اپنے غضب کا نشانہ بنایا تھا۔
تمہارے جسم سے [illegible] شفنتولا دیوتا کے حکم پر کھینچ لی گئی تھی۔
تم ایک بار پھر [illegible] سب لوگوں کو مصیبت میں مبتلا کرنے کے
لیے یہاں آ گئے ہو؟"

"اتنا بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں اسبالو!" میں نے جواب دیا۔
"شفنتولا دیوتا مجھ سے ناراض نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں
شفنتولا دیوتا کے حکم اور اس کی ہدایت کے مطابق کر رہا ہوں۔ آؤ میرے
ساتھ چلو۔ [illegible] کی بستی میں چلتے ہیں۔"

[illegible] بدقت تمام ان لوگوں کو اس بات پر راضی کر سکا
کہ وہ میرے ساتھ [illegible] کی بستی میں چلیں۔ اسبالو سمیت وہ سب کے
سب [illegible] دہشت زدہ اور پریشان نظر آ رہے تھے۔ وہ یہ سمجھ رہے
تھے کہ [illegible] شفنتولا دیوتا کی مرضی کو [illegible] کس طرح جان گیا ہوں جو
شفنتولا دیوتا کے عتاب کا نشانہ بنا تھا [illegible]
[illegible] لیکن [illegible]
[illegible] میری بات میں کوئی [illegible]
وہ سب کے سب میرے ساتھ [illegible] یقیناً ان لوگوں
کی [illegible] دیوتاؤں کی مرضی [illegible] اجازت [illegible]
[illegible] کی بستی میں [illegible] قدم [illegible]

میں [illegible] سے قافلے کی رہبری کر رہا تھا۔ [illegible]
[illegible] قدم رکھنے سے روکنے کے لیے [illegible]
[illegible] پیچھے [illegible] باہر [illegible]
[illegible] کوشش نہیں کی تھی۔

[illegible] چڑھ کر [illegible] اترنے لگا۔
سامنے [illegible] کی بستی [illegible] جھونپڑے [illegible]
[illegible] ہوا تھا۔

سب سے پہلے [illegible] جو سامنے [illegible]
[illegible] آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ انھوں نے حیرت زدہ [illegible]
[illegible] دیکھا۔ چند لمحوں [illegible] جیسے ان کی زبانیں [illegible] ہو گئی ہوں۔
اس کے بعد وہ اچانک [illegible]
[illegible]

[illegible] کے قافلے کو [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک [illegible] نے آگے بڑھ کر [illegible]
[illegible] مردوں نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

حیثیت و برتری کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا تو وہ دونوں خوش ہو گئیں۔
"چلیں اٹھ کر دونوں تمہارے پاس آتی ہیں" وہ دونوں کہنے لگیں۔
"بلکہ بتایا، اگرچہ میں اس قبیلے کی روحانی پیشوا ہوں لیکن میں چاہتی ہوں تمہیں شریک رکھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھوں گی۔ تم سب فیصلوں میں برابر کے [illegible] ہو گے کیونکہ تمہیں بھی شکان دیوتا کی قربت حاصل ہے۔"
"نہیں دیمیل، میں نے ہنسی کے ساتھ گردن ہلاتے ہوئے کہا "میرا کام ختم ہو چکا ہے۔ شکان دیوتا نے تم دونوں کو اپنے احکامات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا تھا۔ میں نے وہ احکامات پہنچا دیے اور تم نے ان کی تعمیل کر لی۔ میرا کام ختم ہو گیا۔ اب قبیلے کی روحانی پیشوا کی حیثیت سے تم جو بھی فیصلے کرو گی وہ دوسروں کی طرح میرے لیے بھی قابل قبول ہوں گے۔ میں تمہارے حق میں تمہارا حصہ دار نہیں بننا چاہتا۔"
بات دراصل یہ تھی پروفیسر کہ میں نفسیاتی حربے کے استعمال کے ذریعے دیمیل کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا میری انتہائی انکساری کی بدولت ایک طرف تو اس کی نظروں میں میری قدر بڑھے گی اور دوسرے یہ کہ اگر وہ کسی وقت کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کرے تو میں اپنا اخلاقی اثر استعمال کر کے روک سکوں گا۔
"نہیں میرے بھی تم بات کرنا چاہتا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "وہ یہ کہ قبیلے کی سربراہ سردار کی حیثیت اسی طرح برقرار ہے گی جس طرح اس وقت ہے۔ ہاں ایک بات ہے اگر قبیلے کی سرداری کوئی دوسرا شخص کے بجائے کسی اور کو سونپنا چاہو تو تم کر سکتی ہو لیکن میں یہ کہوں گا کہ نہیں ہوں گے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ قبیلے کے کسی شخص کو اس سے کوئی شکایت نہیں ہے کہ وہ سب اسے دل سے پسند کرتے ہیں۔ کیوں ٹھیک کہا میں نے؟" میں نے لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا۔
"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو" ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔ [illegible] کوئی شکایت نہیں ہے۔ [illegible] بہت ہی مخلص [illegible] ہونے لگے۔ سردار کے چہرے پر طمانیت بھری مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔
"شمنتوا قبیلے کے لوگو" میں نے اونچی آواز میں کہا "تم سب نے سن لیا [illegible] اب ہم سب [illegible] ہماری بستیاں ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہوں گی [illegible] جب کسی کو کسی سے الگ نہیں کیا جائے گا۔ شکان دیوتا کے حکم کے مطابق اب ہم ایک نئی زندگی کا آغاز کریں گے [illegible] زندگی کے مقابلے میں زیادہ خوشگوار [illegible] ہو گی [illegible] ایک دوسرے سے الگ نہیں [illegible] دنیا [illegible] تمہاری [illegible] رنگت [illegible] بالوں کا رنگ [illegible] کے رنگ سے الگ ہے لیکن میں بھی تمہارا ہی [illegible]

کو کب سنان [illegible] احکامات کا ابھی [illegible] ان قبیلے کے لوگوں [illegible] تم لوگ مجھا پہنچ [illegible]
"[illegible]"
[illegible]
جشن کا آغاز [illegible] جیسے سارے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی [illegible]
[illegible]

[illegible]

قیمت جلد 300 روپے

ناشر
گورنمنٹ پبلک کیشنز لاہور

طلبہ بکسال

ہوتے تھے۔ انسانوں کے پاس وہاں سے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے۔

"یہ بہت بڑا حادثہ ہو جائے گا۔" میں نے اپیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ساری بستی پر [illegible] نازل ہونے والی ہے۔ مگر یہ جو بابا جی تھے، [illegible] نگران کے [illegible]۔ [illegible] بستی میں داخل ہونے سے پہلے ہمیں خبردار کر چکے ہوں گے۔"

"علاقہ چھوڑنا ہو گا؟" کسی اور نے ایک ساتھ [illegible] پوچھا۔ "مگر کیوں؟"

ظاہر ہے میں ان بزرگوں کو سمجھانے کے لیے وہی طریقہ استعمال کر سکتا تھا جو ان کے لیے قابل قبول ہوتا۔ چنانچہ میں نے اسی طریقے سے انھیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "[illegible] اس بات کی علامت ہو گا کہ اس بستی پر بڑی خوفناک قسم کی بلا نازل ہونے والی ہے۔ [illegible] ہم سب لوگوں کو [illegible] ہم سب پریشان ہیں۔ [illegible] اس نے ہمیں پہلے ہی اس آفت سے خبردار کر دیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس کے اشارات کو سمجھیں اور اس کی ہدایت پر عمل کریں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک آدھ شخص موجوں کے غضب کا شکار ہو کر رہ جائے۔ [illegible] یہاں سے نکلنے سے پہلے ہی [illegible]۔ لیکن کچھ بھی ہو، زیادہ تر لوگوں کی جانیں بچائی جا سکتی ہیں۔ ہم سب لوگ اس بات پر [illegible] بستی چھوڑنی ہو گی۔"

میری اس بات کے جواب میں چاروں طرف گہرا سناٹا چھا گیا۔ [illegible] تھیں، مگر انھیں میری بات پر [illegible] تھا۔ [illegible] شک و شبہ تھا تو بھی ان کے اندر اتنی جرأت نہیں تھی کہ میرے سامنے کھل کر اس بات کا اظہار کر سکیں۔

[illegible] سب [illegible] کے سامنے ہی [illegible] پڑا تھا۔

"یہ تو [illegible] ہے۔" زالی نے کہا اور [illegible] اس کے قریب جانے لگی۔

"رک جاؤ زالی!" میں نے چلا کر اسے روکا۔ زالی وہیں رک گئی۔ "اس کے قریب مت جانا۔ اسے [illegible] نے ہلاک کیا ہے۔ اگر تم اس کے قریب گئیں تو [illegible] اس کا [illegible]۔ [illegible] پر واپس آ جاؤ۔"

زالی نے بے چون و چرا میرے حکم کی تعمیل کی اور واپس آ گئی۔

"[illegible]" میں نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم میں سے جس شخص کا جسم بہت گرم ہو جائے، آگ کی طرح تپنے لگے اور اس کے جسم کے کسی حصے پر کوئی گلٹی نمودار ہو جائے، تو اس شخص کو [illegible] لینا چاہیے

[illegible] کا شکار ہو گیا ہے۔ اس کی [illegible] کوئی نہیں [illegible] سکے گا اور یہ شخص ہمارے ساتھ آگے نہیں جائے گا۔ ہم اسے چھوڑ جائیں گے کیونکہ [illegible] اس کا مقدر بن چکی ہے۔ اور [illegible] میں کسی کو دخل نہیں۔"

اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور [illegible] جانب سے نمودار ہوا اور [illegible] کے سامنے میدان میں [illegible] ایک بزرگ [illegible] پر [illegible] ان کے [illegible]۔ [illegible] نے یہ منظر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"[illegible] اسے اسی طرح چھوڑ دو۔" میں نے لوگوں سے کہا۔ "اب کوئی شخص اپنے جھونپڑے میں نہیں جائے گا۔ [illegible] کو آگ لگا دی جائے گی اور ہم یہاں سے [illegible] روانہ ہو جائیں گے۔"

"لیکن ہمیں اپنے اپنے جھونپڑوں سے [illegible] کے لیے [illegible] جانا پڑے گا۔" [illegible] نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔ "[illegible] پریشان ہونے کی بات نہیں۔ تم سب لوگ یہیں ٹھہرو۔ [illegible] جھونپڑوں [illegible] ہتھیاروں کے علاوہ [illegible] لاؤں گا۔ [illegible] دشمنوں کی [illegible] ضرورت ہو گی [illegible]۔ ہم کہیں نہیں [illegible] گے۔ [illegible] ہمیں اس علاقے سے [illegible] نکل جانا ہے [illegible] ہمارے تعاقب میں ہیں۔ لیکن [illegible] کوئی بھی [illegible] کی کوشش نہ کرے [illegible] جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

"لیکن تم تنہا سارے جھونپڑوں سے سامان اکٹھا کرو گے؟" [illegible] نے کہا۔ "کیا میں بھی تمھارے ساتھ چلوں؟"

"نہیں [illegible]" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟" [illegible] نے [illegible] خوردہ [illegible]۔ "[illegible] مجھے [illegible] کی قربت حاصل ہے اور مجھے یقین ہے [illegible] میری بھی حفاظت کرے گا۔ میں تمھارے ساتھ چلنا چاہتی ہوں۔"

میں [illegible] کی [illegible] کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ [illegible] قبیلے کی [illegible]۔ [illegible] قبیلے کے سامنے لوگوں کے سامنے وہ اس بات [illegible] کرنا چاہتی [illegible] خوف سے [illegible] جھونپڑوں میں داخل نہ ہو [illegible] جھونپڑوں سے سامان نکال لاؤں۔ میں اسے روکنا چاہتا تھا کیونکہ [illegible] تھا کہ جھونپڑوں کے اندر جہاں چوہوں کی کثرت تھی، [illegible] جراثیم موجود ہوں گے جو [illegible] کے جسم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں [illegible]۔ "ونیلا، یقیناً تم قبیلے کی روحانی پیشوا ہو اور تمھیں دیوتا کا قرب حاصل ہے لیکن کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تم یہ کام تنہا [illegible]

[illegible] سامان [illegible] کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں ونیلا!" [illegible] نے [illegible] کہا۔ "میں تمھارے [illegible] جب ہم دونوں [illegible] دیوتا کا قرب حاصل ہے تو [illegible] ہمیں [illegible] نقصان نہیں [illegible]۔ مجھے اپنے ساتھ [illegible]۔"

"تمھاری [illegible]" میں نے [illegible] کہا۔ "[illegible] تم [illegible] ضد کر رہی ہو تو [illegible]۔"

"بات [illegible] کی نہیں ہے ونیلا!" [illegible] نے [illegible] سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "[illegible] ساتھ ساتھ [illegible] ہم [illegible] دیوتا [illegible] ہم دونوں اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں [illegible] اس کے احکامات کی [illegible] پیروی کرتے ہیں۔"

میں خوب سمجھ رہا تھا۔ اصل بات یہ نہیں ہے۔ اصل بات تو یہ تھی کہ [illegible] اپنی حیثیت کو [illegible] کمتر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی [illegible] اچھی بات ہے [illegible] چلو [illegible] سامنے [illegible] جھونپڑوں [illegible] جلدی کرو۔"

میں اور ونیلا سب سے پہلے [illegible] کے جھونپڑے میں داخل [illegible] ہتھیار اور [illegible] سامان [illegible] جھونپڑے [illegible] تھا [illegible] داخل ہوتے ہی [illegible] چونک کر [illegible] ایک [illegible] کے سامنے [illegible] سیاہ رنگ کے [illegible] چوہے [illegible] تھے۔ ونیلا [illegible] چوہوں کو [illegible] تھی۔ ہم نے اپنے [illegible] چوہوں کو ایک طرف کر دیا۔

ہم نے جلدی جلدی [illegible] کے جھونپڑے سے ہتھیار، برتن اور [illegible] اکٹھی کیں [illegible] پھر بھی [illegible] کچھ وقت لگ گیا۔ باقی جھونپڑوں سے سامان اکٹھا کرنے میں ہم نے [illegible] دیر نہیں لگائی اور جلدی جلدی سامان [illegible] جمع کر لیں۔ بہت سے [illegible] ضروری ہتھیار [illegible]۔ میں نے زیادہ تر سامان [illegible] کے ایک [illegible] سے [illegible] اپنے کندھے پر لاد لیا تھا۔ [illegible] لیکن [illegible] بہت سامان [illegible] باقی سامان [illegible] کندھے پر لاد لیا۔

[illegible] ونیلا نے [illegible] جھونپڑوں میں [illegible] ہماری نظروں کے سامنے اسی طرح چکر [illegible] دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دم توڑ دیا۔ بہت سے [illegible] تھے۔ مطلب یہ تھا [illegible]

کہ طاعون کی وبا نے اچانک بڑی شدت کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اب تک یہ جراثیم بہت سے لوگوں کے جسموں تک پہنچ چکے ہوں گے اور بستی والوں میں سے نہ جانے کون کون اس کا شکار ہو جائے گا۔

[illegible] جھونپڑوں کے اندر [illegible] ہلاک ہونے والوں کی تعداد دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔ [illegible] سخت وحشت [illegible] رہی تھی [illegible] نہیں پا رہی تھی۔

"بابا!" اس نے مجھ سے کہا۔ "[illegible] معلوم ہوتا ہے لیکن ایک بات [illegible] میں یہ نہیں [illegible] کہ [illegible] نشانہ بنایا ہے؟ شاید [illegible] اپنے اس سوال کا جواب [illegible]۔"

"[illegible] سب کچھ معلوم ہے ونیلا!" میں نے [illegible] پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "[illegible] اس قبیلے کو [illegible] لیکن [illegible] نے ہم لوگوں کو [illegible] کے لیے چھوڑ دیا [illegible] یہ [illegible] کرتی ہیں [illegible] دیوتا [illegible] ہمیں [illegible] اس علاقے [illegible] آنکھوں [illegible] بہت سے [illegible] پڑے [illegible] چوہوں کی [illegible] ہے۔"

میں سامان کی بہت بڑی گٹھڑی اپنے کندھے پر لادے ہوئے تھا [illegible] بہت سی چھوٹی موٹی چیزیں ونیلا نے سنبھال رکھی تھیں۔ [illegible] جب ہم [illegible] ان کے پاس پہنچے [illegible] اسی طرح [illegible] بیٹھے ہوئے تھے جس طرح ہم انھیں چھوڑ کر گئے تھے۔ [illegible] نے سامنے [illegible] کر دیا تھا۔

"سامان جمع کر لیا گیا ہے۔ سب لوگ [illegible] سے پہلے [illegible]" سب نے [illegible] کھڑے ہو [illegible]۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ [illegible] ایک منٹ بھی [illegible] رہیں۔

"لیکن ہم کس طرف [illegible] جائیں گے؟" [illegible] نے سوال کیا۔

"سب سے پہلے ہمیں سمندر کے کنارے چلنا ہے۔" [illegible] شخص [illegible] سمندر [illegible] اور [illegible] سامان [illegible]۔ ہمیں [illegible] سمندر کے پانی [illegible] سمندر [illegible] دونوں [illegible] کے پانی کے استعمال سے [illegible] ہم سب لوگوں کو سمندر کے پانی میں [illegible] غسل کرنے کی ضرورت ہے۔"

کسی نے مخالفت نہیں کی۔ [illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بکے نیچے ہم بھی شامل تھے۔ سمندر کی جانب روانہ ہو گیا۔ قبیلے کے کئی
گروہوں نے میرے اوپر لدے ہوئے سامان کو [illegible] لیکن میں
نے ظاہر نہیں کیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ ان سامان میں ان لوگوں کے [illegible]
[illegible]
[illegible] سامان کو کسی اور شخص کو ہاتھ نہ لگانے دے۔

[illegible] جب سمندر کے قریب پہنچے تو غروب آفتاب [illegible]

[illegible]

[illegible]

گینڈے کی ہے۔ وہ ہیرو ان کو دیکھ بھی رہی ہوتی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بہت اندھیرے میں جلتی ہوئی مشعلیں دیکھ کر وہ چونک جائے گا۔

لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قدر...

[illegible]

[illegible]

...جاموں کی طلاشیں لی ہوئی تھیں۔

ہم نے تمام لوگوں کو ... اور مشعل کی روشنی میں ... کے جسم کا جائزہ لینے لگا۔ ... بہت زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں اب کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ میں نے اس کے جسم کو غور سے دیکھا۔ ... کی طرف ... ایک بڑی سی ... ہو گئی تھی۔

[illegible]

[illegible]

پھر وقت تیز ہوا ساتھ چلی۔ بہت ہم لوگوں نے سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے گزار دی۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو اس وقت تک ہم لوگ اس رفتار سے ہی چلتے رہے۔ [illegible]

[illegible]

قافلے والوں کو ہدایت دے دی گئی کہ وہ رک جائیں اور تھوڑا آرام کر لیں۔ تمام لوگ [illegible] بیٹھ گئے۔ کچھ لوگ لیٹ گئے۔ سب کے سب [illegible]

[illegible]

[illegible] نے گوشت بھونا جانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں گوشت [illegible] ہو گیا اور قبیلے کے سارے لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ [illegible] کے ہو گئے تھے۔ اب جبرٹ میں غذا [illegible] ہو گئی تھی وہ اپنی فرنٹ کر لیتے

[illegible]

لوگ تقریباً دو گھنٹے تک آرام کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ [illegible]

[illegible]

دوپہر [illegible] ایک جگہ [illegible]

[illegible]

تھی اور پھر آگے جا کر ایک پتلی سی نہر کی شکل میں شاید سمندر تک چلی جاتی تھی۔

بلا کی گرمی تھی اور تیز دھوپ میں مسلسل سفر کرنے کے باعث سب کا حال تباہ ہو گیا تھا۔ پانی دیکھتے ہی جیسے ان کے نیم مردہ جسموں میں جان آ گئی وہ سب کے سب بے تابانہ انداز میں پانی کی طرف لپکے اور نہر کی شکل والی ندی میں کود پڑے۔ خود میں نے بھی پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پانی کافی ٹھنڈا تھا اور اس نے دوسروں کی طرح میرے جسم کو بھی بہت فرحت اور تازگی بخشی۔

کافی دیر تک لوگ پانی میں اٹکھیلیاں کرتے رہے پھر [illegible]

[illegible]

نارون نے ... جن لوگوں سے ... [illegible]
... روحانی پیشوا ... بنا دو روحانی پیشوا ... [illegible]
میں ... ایک نئی صورت حال سے دوچار ہو گیا تھا۔ نارو نے ... قبیلے کو روحانی پیشوا مقرر کر دیا تھا ... [illegible] ... منصب کو قبول کرنے کے ... [illegible] ... نہیں تھا۔

"... [illegible] ... ان لوگوں سے نجات مل گئی ... ہمارے ... نشانات پر ... روحانی پیشوا ... سوال کیا۔"

نارو کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ... کے سوال کا جواب دے دیا: "اگر ایسی صورت حال پیش آئی تو میں ... ہو جاؤں گا۔" میں نے کہا: "ویسے تو میں ... کے شاگرد ہیں۔ انہیں میں سے کسی کو قبیلے کا روحانی پیشوا بنا دیا جائے۔ مجھے اس ذمہ داری سے الگ ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا، ایسا نہیں ہو سکتا۔" ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں: "شبابو ہمارا روحانی پیشوا ہے۔ شبابو ہمارا روحانی پیشوا ہے!"

"... اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ... [illegible] ... روحانی پیشوا ہو گا ... [illegible] ... ہم سب لوگوں کو ... بات ہمیں پہلے ہی ... [illegible] ... جس شخص پر ... کے بیان کے ... [illegible] ... روحانی ... [illegible]"

"بے شک، بے شک!" ہجوم سے آوازیں بلند ہونے لگیں: "شبابو عظیم ہے۔ وہ ہمارا روحانی پیشوا ہے!"

... میں ... قبیلے کا روحانی پیشوا بن گیا۔ ... [illegible] ... مجھے سو فیصد یقین تھا کہ ... [illegible] ... نہیں پیدا ہوتا تھا بلکہ میرے ... کے مطابق ... ختم ہو جانا چاہیے تھا۔

لیکن ظاہر ہے کہ ... قبیلے کا روحانی پیشوا بننا ... نہیں ... [illegible] ... ان لوگوں ... [illegible] ... ساتھ ... [illegible] ... اب کوئی ... بیمار نہیں ... جائے۔

لوگ چونکہ ... [illegible] ... مناسب ہی سمجھ کر

نہیں کچھ دیر ... آرام کرنے کا موقع دیا جائے ... کہا جائے۔ ہم نے ... نارو نے ... ساتھ ... [illegible] ... وہ ... پھیلا ہوا تھا ... [illegible]

... درختوں ... [illegible] ... ہم نے مختلف ... [illegible] ... جس جگہ ہم لوگ ... وہاں ... [illegible] ... کے بعد ... [illegible]

"... جگہ ... رہائش کے لیے بڑی موزوں ہے ..." میں نے کہا: "جگہ ہی تو ... [illegible] ... بہت ... [illegible] ... کی ضرورت ہے ... [illegible]"

"... میں نے کہا: "... [illegible] ... سوال ہے ... لوگ ... مضبوط اور محنتی ہیں ... [illegible] ... سے بالکل نہیں گھبرائے۔ مجھے یقین ہے کہ ... دیکھتے ہی دیکھتے یہاں ایک نئی بستی تعمیر کر لیں گے۔"

... درختوں کے ... [illegible] ... تک ... گئے

اچانک نارو ... [illegible] ... ہوا

... [illegible] ... کی کوشش کرنے لگی ... [illegible] ... وہ ... [illegible] ... کی مدد سے ... [illegible] ... کیفیت ... [illegible] ... بات ... [illegible]

"... نارو نے ... ہاتھ پکڑ ... [illegible] ... جلد از جلد اپنے قبیلے کے لوگوں کے ... [illegible] ... چاہیے۔"

... [illegible] ... میں نے اس سے سوال کیا۔

نارو نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے میرا بازو پکڑ کر مجھے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ وہ جلد از جلد اپنے قبیلے والوں ... [illegible] ... جانا چاہتی تھی۔

... [illegible] ... ہمارے ... [illegible] ... نارو نے ... [illegible] ... تعداد ... [illegible] ... نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں ... جلد از جلد ... [illegible]

... [illegible] ... قبیلے کے باقی لوگوں سے ... یہاں ... لوگوں سے ... [illegible] ... کیفیت ... [illegible] ... سے چنداں مختلف نہیں تھی۔ ... [illegible] ... سنبھال ... [illegible]

... انہوں نے ... [illegible] ... ان کی ... [illegible] ... نہیں سن سکتے ... [illegible] ... محسوس کر لیا تھا ... [illegible] ... عجیب و غریب ... [illegible]

... [illegible] ... ہو گئے ... ہم سب لوگ ... [illegible] ... ہتھیار ... [illegible] ... کوئی ہتھیار ... [illegible] ... ضرورت نہیں ہے۔

اچانک ... اصل ... کی آواز سنائی دی ... [illegible] ... انسان ... لگے۔ وہ ... [illegible] ... نکل کر ... [illegible] ... اپنے ... جسموں کو مختلف رنگوں سے رنگے ہوئے وحشی ... [illegible] ... وہ خوف ناک ... ہماری طرف بڑھے ... ان کے ہاتھوں میں ... ہتھیار تھے ... [illegible] ... بہت زیادہ ... [illegible] ... تعداد ... [illegible] ... کی تعداد بہت ... [illegible] ... ان کے ساتھ ...

ان لوگوں نے ... [illegible] ... ہمیں گھیرے میں لے لیا ... [illegible] ... معلوم ہوتا تھا کہ ... [illegible] ... شاید ان سے بات ... [illegible] ... ہم نے دیکھا۔ وہ سب کے سب ... [illegible] ... دیکھ رہے تھے ... [illegible] ... ان تمام لوگوں ... ایک ... بھی ایسا نہیں تھا جو ... [illegible] ... سب ... [illegible] ... ان کے درمیان موجود ہونے کا سوال ... [illegible] ... پیدا ہوتا تھا۔

... ایک شخص جو ... [illegible] ... ایک ... [illegible] ... اور اس میں ... [illegible] ... ہم ... [illegible] ... مخاطب ہو کر ... [illegible]

نارو ... [illegible] ... اس شخص نے نارو ... [illegible] ... لیکن تھا ... [illegible] ... کے برابر ...

تھی: "بتاؤ ... ہے؟"

... [illegible] ... نے بتایا ... اس شخص نے ... [illegible] ... کہا کہ وہ ... قبیلے کا ... [illegible] ... اس جنگل میں ... [illegible] ... آباد ہے۔

"تم لوگ کون ہو ... کہاں سے ... [illegible] ... قبیلے کے علاقے میں کس طرح داخل ہو گئے؟" ... نے پوچھا۔

... [illegible] ... آپس میں بات چیت کرتے ہوئے وقت ... [illegible] ... کی زبانیں الگ الگ تھیں ... [illegible] ... ہم ... [illegible] ... کر سکتے تھے۔ ... [illegible] ... کرنا اپنا فرض سمجھا۔

میں ... [illegible] ... روحانی پیشوا ہوں۔" میں نے ... قبیلے کی زبان میں کہا ... [illegible] ... قبیلے کی زبان بولتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"... قبیلے کی ... [illegible] ... زندگی کے ساتھ بول سکتے ... [illegible] ... میں نے تو تمہیں اپنے قبیلے میں کبھی نہیں دیکھا تھا ... [illegible] ... قبیلے سے تعلق ..."

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اس کے سوال کا جواب ... [illegible] ... نے کہا: "تم ... بتاؤ کہ تم ہم لوگوں سے کیا چاہتے ہو؟"

"یہی سوال میں تم لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ... [illegible] ... ہم ایک زمانے سے یہاں رہتے چلے آئے ہیں ... ہمارے علاقے میں تم سب لوگوں کی آمد کا کیا مقصد ہے؟ کیا تم ... علاقے پر قبضہ کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔ "بلکہ ... ہم لوگ ... [illegible] ... ہمارے قبیلے کا ... [illegible] ... جس جگہ ہمارا قبیلہ آباد تھا وہاں ... [illegible] ... مجبور کر دیا۔ ہم لوگ کسی نئی جگہ کی تلاش میں ... جہاں قریب ہی پانی بھی موجود ہو اور ہم لوگ امن اور سکون سے زندگی گزار سکیں۔ ہمارا کسی سے لڑنے جھگڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ... [illegible] ... کسی دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ... [illegible] ... معلوم تھا ... [illegible]

ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور اپنے لیے کوئی اور جگہ تلاش کر لیں گے۔"

"تمہارے علاقے ... [illegible] ... قبضہ کر ... [illegible]

... [illegible] ... جذبات ... [illegible] ... ساتھیوں میں سے ایک شخص ... [illegible] ... اپنے ... [illegible]

[illegible]

شخص ہو تم۔"

"میں نے اسے ہلاک نہیں کیا۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میں نے اس کے انگلی تک نہیں لگائی۔ اس نے خود میرے ٹکر ماری تھی اور اس ٹکر کا ہی یہ نتیجہ ہے جو اسے بھگتنا پڑا۔ میں نے خود اس کا سر نہیں توڑا۔"

"جمیل!" نرسس زور سے گرجا اور ایک بھوری مونچھوں والا ادھیڑ عمر جو بڑا بھاری اور صحت مند نظر آ رہا تھا، لوگوں کی صفوں سے نکل کر سامنے آگیا اور نرسس سے حکم کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔

"جمیل!" نرسس نے گرجدار آواز میں کہا۔ "اس اجنبی نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ تم اس کا خون پی جاؤ۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں کہ تم اس کے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر پی جاؤ۔"

جمیل اپنے روحانی پیشوا کا حکم سن کر تیر کی طرح میری جانب لپکا۔ مجھے اس بات کا اندازہ اس وقت ہوا کہ وہ واقعی میرا خون پی جانا چاہتا ہے جب اس نے مجھے اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لے کر اپنے دانت میرے نرخرے میں گاڑ دینے چاہے۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ میرے نرخرے کو اپنے تیز اور نکیلے دانتوں سے بھنبھوڑ کر اسے چبا ڈالنا چاہتا تھا اور میرا خون پی جانا چاہتا تھا۔ مزاحمت نہ کرنے کے باعث وہ یہ سمجھا کہ میں اس کے مضبوط اور توانا بازوؤں کی گرفت میں بے بس ہو گیا ہوں۔ وہ بار بار میرے نرخرے پر منہ مار رہا تھا لیکن اس کے دانت پھسل پھسل جاتے تھے۔ آخر اس نے اپنی گرفت زیادہ مضبوط کی اور اپنے دانت شاید اپنے جبڑوں کی پوری قوت سے میرے نرخرے میں پیوست کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی اس کے دانت میرے نرخرے کو اپنی گرفت میں نہ لے سکے تو جھنجھلا کر اس نے اپنے ایک ہاتھ کی پوری قوت سے ایک زوردار مکا میرے جبڑے پر رسید کیا۔ چٹاخ کی آواز آئی اور وہ کراہتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہاتھ کی انگلیوں کی کئی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ سخت تکلیف میں تھا۔ لیکن وہ واقعی ایک بہادر اور جری انسان تھا۔ اس نے اب بھی اپنی شکست نہیں مانی اور اپنے زخمی ہاتھ کے باوجود ایک بار پھر مجھ پر پل پڑا اور میری گردن کو اپنے دونوں بازوؤں سے جھنجھوڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

اب بہت ہو چکا تھا پروفیسر۔ میں اس ڈرامے سے تنگ آگیا تھا جس کے منہ کا بہت سا تھوک میرے نرخرے اور گردن پر لگ گیا تھا۔ میں نے آہستہ سے ایک دھکا دیا اور وہ لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا اور ٹھیک نرسس کے قدموں میں جا گرا۔ وہ نرسس کے قدموں سے اتنے زور سے ٹکرایا کہ نرسس خود بھی لڑکھڑا گیا اور گرتے گرتے بچا۔ لیکن اس نے جمیل سے کوئی ہمدردی کرنے کے بجائے ایک زوردار لات اس کی پشت پر رسید کی اور جمیل بے چارہ دوبارہ دوسری طرف لڑھک گیا۔

"بزدل، بیوقوف!" نرسس نے دانت پیس کر کہا۔ "آخر تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس شخص میں رکھا ہی کیا ہے؟ کیا یہ تجھ سے زیادہ طاقتور ہے جو تو اس پر قابو نہیں پا سکا؟ [illegible] تک تو نے اتنے معرکے [illegible]۔ دیکھ لیا اب تجھ پر کیا اعتماد [illegible]"

"اس پر کوئی [illegible] نرسس۔" میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔ "اپنے قبیلے کے جوانوں کا خون کروانے سے بہتر ہو گا کہ تم خود میرے مقابلے میں آؤ۔ ویسے بھی خاص طور سے میرے ساتھ تمہاری ہی ٹکر ہونی چاہیے کیونکہ ہم دونوں ہی اپنے قبیلوں کے روحانی پیشوا ہیں۔ یہ فیصلہ کر لو کہ ہم میں سے جو بھی شکست کھا جائے گا اسے اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا۔ جمیل کو تو میں نے اس لیے چھوڑ دیا کہ اس کے ساتھ میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ فساد کی اصل جڑ تو تم ہو۔ تم کو میرے [illegible] ہونا چاہیے اور اگر تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے تو اپنے سردار کباڈا کو میرے مقابلے پر بھیجو۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو ہار جائے گا وہ مارا جائے گا۔"

"کیا بکتا ہے بیوقوف انسان!" نرسس نے کہا۔ "میں اور بھلا تجھ سے ڈروں؟ تو بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے؟ تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ میری نہ صرف جسمانی طاقت تجھ سے زیادہ ہے بلکہ میں تجھ سے کہیں زیادہ جادو کی قوتوں کا بھی مالک ہوں۔ تو مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا؟ سردار کباڈا کو تجھ سے لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تجھے ابھی فنا کیے دیتا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی نرسس اپنے ہاتھ میں ایک [illegible] ہتھیار لے کر میری طرف بجلی کی سی تیزی سے لپکا۔ اس کے [illegible] جسم میں نہ جانے کیا بلا کی پھرتی تھی۔ اس نے [illegible] لپک کر پتھر کے ہتھیار سے میری گردن پر وار کیا لیکن ظاہر ہے کہ مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا تھا! میں اصل نرسس کو پہچان گیا تھا۔ کباڈا کو بھڑکانے والا اور اسے یہ مشورہ دینے والا نرسس ہی تھا کہ مردوں کو جلا دیا جائے اور ان کی عورتوں کو رکھ لیا جائے۔ وہ ایک [illegible] انسان نظر آتا تھا اور میں اسے سزا دینا چاہتا تھا۔ [illegible] اگر نرسس درمیان میں موجود نہیں ہو گا تو پھر سردار کباڈا [illegible] کہاں سے لائے گا کہ ہم سب مل جل کر رہیں۔ اس لیے میں نرسس کو [illegible] سے ختم کر دینا چاہتا تھا۔

میں نے نرسس کا ہتھیار جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے [illegible] اور اسی ہتھیار سے اس کی گردن پر وار کیا۔ نرسس کی گردن کٹ کر دور جا گری [illegible] اس کے ساتھ ہی اس کے قبیلے والوں کی بہت اونچی [illegible] اور [illegible] زور زور سے رونے لگے۔ سردار کباڈا [illegible] کو دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے یکسر عاری نظر آ رہا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ۔" کباڈا نے اپنے قبیلے کے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "مجھے ان لوگوں سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" اپنے سردار کا حکم سن کر سارے لوگ خاموش ہو گئے۔

"سنو [illegible]" کباڈا نے کہنا شروع کیا۔ "اگر تمہاری جسمانی اور روحانی قوتیں نرسس سے زیادہ نہ ہوتیں تو تم اسے ہرگز شکست نہیں دے سکتے تھے۔ لیکن تم نے صرف چند لمحوں کے اندر اندر اس پر اپنی برتری حاصل کر لی ہے۔ نرسس ہمارے قبیلے کا روحانی پیشوا تھا اور اسے زبردست قوتیں حاصل تھیں۔ کوئی طاقت اسے زیر نہیں کر سکتی تھی۔ ہم سب اکثر اس کی قوت کے عجیب و غریب کرشمے دیکھتے رہتے تھے لیکن تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم اس سے زیادہ طاقت ور ہو۔ اس لیے میں تمہاری برتری کو تسلیم کرتا ہوں۔ اگرچہ ہم لوگ چاہیں تو اب بھی تم لوگوں سے جنگ کر سکتے ہیں اور شاید تمہیں شکست بھی دے سکیں کیونکہ ہمارے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ زیادہ تر مرد ہیں جبکہ تم لوگوں کی تعداد کم ہے اور وہ بھی زیادہ تر عورتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن میں بلاوجہ خون خرابے سے گریز کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا کہ ہم مل جل کر رہیں۔"

"یہی تجویز تو میں نے پیش کی تھی لیکن نرسس نے اسے ٹھکرا دیا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہاری ساری باتیں معقول ہیں لیکن اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو اور صرف اس وقت کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے نکال دو کہ اگر تمہارے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے تو تم ہم پر غلبہ حاصل کر لو گے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو گا۔ میں نے اپنی قوتوں کا محض معمولی سا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر تم اب بھی سمجھتے ہو کہ [illegible] تو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ جلد ہی تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ کشنوکا قبیلے کے روحانی پیشوا میں کیا قوتیں ہیں۔"

میرے [illegible] جنگ اور [illegible] لہجے سے کباڈا ڈر گیا۔ [illegible] اس کی ہمت اسی وقت ٹوٹ چکی تھی جب اس کے قبیلے کا روحانی پیشوا میرے ہاتھوں سے چند لمحوں کے اندر مارا گیا۔ دوسری طرف [illegible] لوگوں پر رعب [illegible] رکھنے کے لیے اس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔

"نہیں نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "میں لڑائی نہیں چاہتا اور تم لوگوں کی طرف دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے علاقے میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔"

[illegible] پروفیسر [illegible] کے بعد [illegible] ایک [illegible] زمین کو صاف کر کے اپنے لیے [illegible] دونوں قبیلے [illegible] اور دونوں قبیلوں کے [illegible] الگ الگ ہوں گے اور

قبیلے کا ہر شخص اپنے سردار کے حکم کا پابند ہو گا۔

یہ ایک قسم کا معاہدہ تھا جو دونوں قبیلوں کے درمیان طے پا گیا۔

اس کے بعد کشنوکا قبیلے کی عورتیں [illegible] کرنے میں لگ گئیں۔ یہ دیکھ کر بڑی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ دوسرے قبیلے کے لوگ دل و جان سے ان کی مدد کرنے لگے۔ پروفیسر، جہاں سینکڑوں انسانی ہاتھ ایک کام میں مصروف ہو جائیں وہاں بھلا کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے [illegible] بالکل صاف کر دیا گیا۔ یہ ٹکڑا ایسا تھا کہ اس میں بیچ بیچ میں بڑے بڑے سایہ دار درخت بھی موجود تھے۔ اور اس کے بعد وہاں جھونپڑوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہو گیا جو کئی روز تک جاری رہا کیونکہ کافی جھونپڑے تعمیر کرنے کی ضرورت تھی۔ [illegible] قبیلے والوں نے کشنوکا قبیلے والوں کے لیے میزبانی کے فرائض انجام دیے۔ لوگ ایک دوسرے میں گھل مل گئے تھے۔ خاص طور سے [illegible] قبیلے کے مرد تو جیسے کشنوکا قبیلے کی عورتوں پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔

عجیب و غریب معاشرتی ماحول تھا

پروفیسر، دراصل یہ لوگ اب تک [illegible] کے [illegible] حصے میں رہ رہے تھے [illegible] خاندان کا تصور ایک [illegible] مستحکم شکل نہیں اختیار کر پایا تھا اور تہذیب [illegible] جس میں [illegible] جنسی [illegible] کا رواج تھا۔ اور [illegible] وہ لوگ خون کے رشتوں کے صحیح معانی سمجھ سکے۔ دنیا کے دوسرے حصے کے ممالک میں جس میں ایشیا اور یورپ کے بیشتر ممالک شامل تھے [illegible] اپنی شکل تبدیل کر رہا تھا۔ خاندان کی مستحکم بنیادیں [illegible] شادی کا رواج ایک مستقل تہذیبی حیثیت اختیار کر چکا تھا لیکن افریقہ کے ان گھنے اور تاریک جنگلوں میں رہنے والے قدیم [illegible] انسانوں کے لیے زندگی میں [illegible] تبدیلیاں [illegible] تھیں۔ [illegible] حیوانی زندگی سے کچھ ہی زیادہ بہتر زندگی گزار رہے تھے۔

میں ان تبدیلیوں پر غور کرتا تھا پروفیسر اور مجھے حیرت ہوتی تھی کہ انسانوں کی اس وسیع و عریض دنیا میں ایک ہی وقت میں کتنی مختلف دنیائیں آباد ہیں۔ مجھے ایک طرف تو یونان، روم اور مصر کی قدیم تہذیبیں یاد آتیں جن سے میں گزرتا ہوا آیا تھا۔ ایشیا اور یورپ کے بڑے بڑے [illegible] پُررونق شہر اور لوگوں سے بھرے ہوئے [illegible] اور دوسری طرف میں ان [illegible] انسانوں کو دیکھتا تھا جو ابھی تہذیب کے تصور سے ناواقف تھے۔ جن کی دنیا ان کے [illegible] ایک چھوٹے سے قطعے تک محدود تھی اور جنہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ گوشت کو پکا کر بھی کھایا جا سکتا ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دونوں قبیلے کے مرد۔ کبماڈا کی موت سے پہلے ان میں دوستی ہو گئی تھی۔ تب ہی شینو نے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا جس سے شنو قبیلے کے لوگوں کو بتا چکا تھا، مگر اس بات کا یقین نہیں تھا کہ سمندر کے اس پار بھی کوئی دنیا ہے۔ اس کے خیال میں سمندر کے اس پار دیوتاؤں کی سرزمین تھی۔ وہاں کوئی انسان نہیں رہتا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے یقین دلانے کی کوشش کی کہ سمندر کے اس پار بھی لوگ بستے ہیں، ان کے جسموں کی رنگت سیاہ [illegible] سفید بھی ہے، وہ مختلف زبانیں بولتے ہیں [illegible]۔ وہ بڑی دلچسپی کے ساتھ میری باتیں سنتا اور ناقابل یقین باتیں سن کر آنکھیں پھاڑ کر مجھے گھورا کرتا۔

[illegible] دن سکون کے ساتھ گزر گئے۔ اس دوران کوئی ایسا کیس نہیں ہوا جس سے مجھے یقین ہو جاتا کہ اب شنو قبیلے کے کسی شخص کے جسم میں حاکوں کے جراثیم موجود نہیں ہیں۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر شنو قبیلے کے کسی شخص پر حاکوں کا حملہ ہوا تو پھر کچھ عرصہ تک دونوں قبیلوں کے لوگوں کو ایک دوسرے سے الگ دور رہنے کا حکم دینا پڑے گا۔ [illegible] قبیلے کے کسی شخص تک یہ بیماری پہنچ جاتی۔ لیکن [illegible] شنو قبیلے میں کوئی شخص حاکوں کا شکار نہیں ہوا۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ بیماری ختم ہو چکی ہے۔

وہیں تنا شنو قبیلے والوں کے نمونے [illegible] گزر گئے۔ [illegible] قبیلے والوں نے ان [illegible] کی بڑی محنت کی تھی اور [illegible] طریقے سے بنایا تھا۔ دونوں قبیلوں کے افراد اب [illegible] ایک دوسرے کے ساتھ میل جول رکھنے لگے۔ [illegible] دونوں قبیلوں کے سردار الگ الگ تھے لیکن ابھی تک کوئی ایسی صورت حال پیدا نہیں ہوئی تھی جس میں کوئی ناخوشگوار [illegible] سیدھی سادی سی زندگی تھی جس میں ناخوشگوار واقعات کی گنجائش کم سے کم تھی۔

[illegible] قبیلے میں [illegible] کے بعد کوئی روحانی پیشوا نہیں تھا۔ [illegible] کے شاگردوں میں سے کبماڈا کسی کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا [illegible] زیادہ طاقتور اور [illegible] نہیں تھے۔ کبماڈا نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے قبیلے کی روحانی پیشوائی بھی قبول کر لوں۔ لیکن میں نے یہ پیشکش اسی وقت قبول کی جب ایک خاص واقعہ پیش آیا اور مجھے اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ کرنا پڑا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، یہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی ندی تھی۔ یہ ندی اونچے پہاڑوں میں سے بہتی ہوئی آتی تھی اور نیچے اس کا پانی ایک پتلی سی لہر کی شکل میں بہتا چلا جاتا تھا اور پھر کہیں دور جا کر سمندر میں مل جاتی تھی۔

ایک رات جبکہ سارے لوگ سو رہے تھے، ایک دل دہلا دینے والے خوفناک دھماکے نے ساری بستی کو ہلا کر رکھ دیا۔ لوگ جاگ کر اپنے اپنے جھونپڑوں میں سے نکل آئے۔ جلدی جلدی مشعلیں روشن کی گئیں۔ آس پاس کے حالات کا جائزہ لیا گیا لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ دھماکہ کس چیز کا تھا۔ البتہ اتنا اندازہ ضرور ہوتا تھا کہ یہ دھماکہ پہاڑ کی جانب ہوا ہے جہاں سے ندی بہہ کر نیچے آتی ہے۔ لوگوں نے اس وقت وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا اور یہی طے پایا کہ صبح کو چل کر دیکھا جائے گا کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔

علی الصباح دونوں قبیلوں کے سارے مرد اور عورتیں اکٹھے ہو گئے۔ بچوں کو جھونپڑوں میں چھوڑ دیا گیا۔ سب لوگ پہاڑی کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں جو منظر لوگوں نے دیکھا اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

پہاڑی کے اوپر سے گرنے والی ندی غائب ہو گئی تھی۔

سب لوگوں نے حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یہ منظر دیکھا کہ اوپر سے پانی [illegible] نیچے نہیں گر رہا تھا۔ پہاڑی کی [illegible] اور اس [illegible] ایک [illegible] سی رہ گئی تھی۔

سارے لوگ [illegible] پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگے۔ میں ان کے آگے آگے تھا۔ جب ہم لوگ اوپر پہنچے تو [illegible] ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔

پہاڑ کے اوپر سے ایک بہت بڑی [illegible] چٹان [illegible] اس طرح نیچے آ گری تھی کہ اس نے ندی کی [illegible] طرف کا دہانہ بند کر دیا تھا جہاں سے پانی گزر کر نیچے گرتا تھا۔ دہانے کو اس طرح بند ہو جانے کی وجہ سے پانی کا رخ تبدیل ہو چکا تھا۔ اب پانی پہاڑی کے پچھلی طرف ایک گہرے غار میں جا کر گر رہا تھا اور [illegible] کس طرف جا رہا تھا۔ ہم لوگ [illegible] غار کے اندر گرتے ہوئے دیکھ سکتے تھے [illegible] اس کی [illegible] نظر نہیں آتی تھی۔

ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ نیچے ندی میں تھوڑا بہت پانی موجود ضرور تھا لیکن چند دن کے اندر وہ خشک ہو جاتا [illegible] اوپر سے پانی نہ ملنے کے باعث ندی صرف ایک سوکھی [illegible] کر رہ جاتی۔ پانی کے [illegible] دونوں قبیلے [illegible] پیچھے کی طرف سے [illegible] پہاڑوں کے [illegible] تھا۔ [illegible] پانی حاصل ہو سکتا تھا جتنا پانی [illegible] ان کے [illegible] لیکن پیچھے سے پہاڑ [illegible] دشوار عمل تھا [illegible] کیونکہ [illegible] سامنے سے [illegible]

یہ حقیقی پریشانی تھی [illegible] کبماڈا [illegible] دونوں قبیلوں کے سارے لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ پانی کا حصول اب ایک مسئلہ بن گیا تھا۔

"تم بتاؤ دیا! اب ہم سب کیا کریں؟" کبماڈا نے پریشان ہو کر مجھ سے پوچھا۔

"اس کا صرف ایک ہی علاج ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ کیا؟ جلدی بتاؤ دیا! جلدی بتاؤ۔" کبماڈا نے بے چینی سے کہا۔

"وہ یہ کہ اس چٹان کو، جو ندی کے دہانے کی راہ میں حائل ہو گئی ہے، یہاں سے ہٹا دیا جائے تاکہ چٹان نے ندی کا رخ جو دوسری طرف بدل دیا ہے۔"

"لیکن اس چٹان کو کون ہٹا سکتا ہے؟" [illegible] نے میری طرف اس انداز میں دیکھا گویا اسے میری ذہنی صحت میں کوئی شبہ ہو [illegible] اتنی بڑی اور وزنی چٹان بھی اپنی جگہ سے ہٹائی جا سکتی ہے؟

"کیوں نہیں ہٹائی جا سکتی؟" میں نے جواب دیا۔ "سارے لوگ مل کر کوشش کریں تو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔"

"کیا تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ سب لوگ [illegible] چٹان کو اس کی جگہ سے ہٹا دیں گے؟" کبماڈا نے بے یقینی کے ساتھ مجھ سے پوچھا۔

"کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے؟" میں نے جواب دیا۔

کبماڈا اور [illegible] کے حکم سے دوسرے ہی دن دونوں قبیلوں کے [illegible] مرد جمع ہو گئے اور پھر سب کے سب مل کر اس چٹان کو [illegible] جس نے اوپر سے گر کر ندی کا دہانہ بند کر دیا تھا اور اس کا رخ تبدیل کر دیا تھا۔

[illegible] سب لوگوں نے زور لگانا شروع کیا۔ میں [illegible] کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا۔ دونوں قبیلوں کے سارے مردوں [illegible] نے اپنا سارا جسمانی زور صرف کر ڈالا، لیکن [illegible] چٹان اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ بڑی دیر تک وہ لوگ [illegible] کوشش کرتے رہے لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

بالآخر وہ لوگ مایوس ہو کر وہاں سے ہٹ آئے۔ میں اپنی جگہ سے [illegible] ان کے پاس آ گیا۔

"ہم نے بڑی کوشش کی شاہو!" کبماڈا نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ چٹان [illegible] اس کی جگہ سے [illegible] ہلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہلایا جا [illegible]" [illegible] کبماڈا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"اب ہم کیا کریں گے؟" ناسو نے پریشان ہو کر کہا۔ "[illegible] ان مشکل حالات میں [illegible] پانی [illegible] ہم سے [illegible]"

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" کبماڈا نے کہا۔ "پانی ختم [illegible] بہت [illegible] ہمیں تو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اب علاقے میں پانی [illegible]"

"تو پھر تم نے اس مسئلے کا کیا حل سوچا ہے؟" میں نے کبماڈا سے پوچھا۔

"ہم اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں شاہو کہ یہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ ہمیں کوئی نئی جگہ تلاش کرنی ہوگی، کوئی ایسی جگہ جہاں پانی موجود ہو۔ ہمارا پانی تو اوپر پہاڑی میں قید ہو گیا، اب ہم اسے آزاد نہیں کرا سکتے۔" کبماڈا نے کہا۔

"لیکن ہم لوگوں نے ان بستیوں پر محنت کی ہے، جگہیں صاف کر کے جھونپڑے بنائے ہیں۔ دونوں قبیلوں کے مردوں اور عورتوں نے مل جل کر رہنا شروع کیا ہے۔ [illegible] بڑی محنت سے [illegible] کیا ہے۔ اور تم لوگ ایک طویل زمانے سے یہاں رہتے چلے آئے ہو، کیا ہم سب کو اسے چھوڑنا پڑے گا؟"

"ہم اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟" کبماڈا نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے سے گہری مایوسی جھلک رہی تھی۔

"تو تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ اس چٹان کو یہاں سے ہٹایا نہیں جا سکتا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہم کوشش کر کے دیکھ چکے ہیں شاہو! اور تم [illegible] کی بات کر رہے ہو؟" کبماڈا نے [illegible] کر جواب دیا۔

میں نے اس کی [illegible] کا [illegible] نہیں دیا۔ ظاہر ہے [illegible] کے مطابق وہ سارے کے سارے لوگ اپنی سی کوشش کر چکے تھے لیکن چٹان اپنی جگہ سے چاول بھر بھی نہیں ہلی تھی۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور تنہا چٹان کی طرف چل پڑا۔ کسی نے اس بات کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ ان کا خیال تھا کہ میں چٹان کا جائزہ لینے جا رہا ہوں۔

میں نے چٹان کے قریب پہنچ کر اس کا جائزہ لیا۔ چٹان نے گر کر ندی کا پچھلا رخ بند کر دیا تھا اور پانی کا رخ دوسری طرف کر دیا تھا۔ اب اگر اس چٹان کو سامنے کی طرف دھکیل دیا جاتا تو سیدھی نیچے جا کر گرتی اور [illegible] جو ندی کی نئی ہوئی گزرگاہ [illegible] موجود تھی، اس میں گرتی اور [illegible] تھا۔ پھر ندی میں پانی کے بہاؤ میں خلل واقع ہوتا۔ اس لیے مناسب یہ تھا کہ اس چٹان کو پیچھے کی طرف دھکیلا جائے تاکہ ندی کے دہانے کا پرانا راستہ بالکل صاف ہو جائے اور اس میں کوئی رکاوٹ موجود نہ رہے۔

میں گھوم کر سامنے کی طرف آ گیا تاکہ چٹان کو پیچھے کی طرف دھکیل سکوں۔ میں نے دونوں ہاتھ چٹان پر رکھ دیے اور آہستہ آہستہ اپنے جسم کا دباؤ بڑھانا شروع کیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب ناسو کی نظر مجھ پر

نظر پڑی، وہ زور سے چیخنے لگی۔ وہ شاید یہ سمجھ رہی تھی کہ میں ڈوب رہا ہوں۔ نادر کو چیختے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی میری طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ لوگ نادر کی چیخ میں ہی شریک ہو گئے۔ وہ بھی یہ سمجھے کہ میں موت سے ہمکنار ہونے جا رہا ہوں۔

لیکن اس وقت ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب انہوں نے محسوس کیا کہ چٹان اپنی جگہ سے ہل رہی ہے۔

"چٹان ہل رہی ہے... چٹان ہل رہی ہے۔" نادر چلا چلا کر کہنے لگی۔

"واقعی چٹان ہل رہی ہے... وہ اپنی جگہ سے سرک رہی ہے۔" کباڈا حیران ہو کر چلایا۔ اور اس کے ساتھ ہی سارے لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کر تیزی سے میری طرف آنے لگے تاکہ میری مدد کر سکیں۔ لیکن میں نے ان کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام دکھا دوں۔ چنانچہ میں نے زور لگایا اور زور لگاتا ہی گیا یہاں تک کہ ہزاروں من وزنی چٹان نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ پانی ہی کی طرف لڑھکتی ہوئی پہاڑی کی دوسری طرف گرنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی پانی کا زوردار شور بلند ہوا اور میں خود کو پہلے سے اس صورت حال کے لیے تیار کیے ہوئے تھا۔ پانی کی تیز دھار مجھے بہا لے جانا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے قدم بڑی مضبوطی کے ساتھ جمائے ہوئے تھے اس لیے میں بہہ نہیں سکا۔ البتہ سر سے پاؤں تک پانی میں ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ایک نہایت بھیانک اور زوردار دھماکا ہوا جس کے شور میں چند لمحوں کے لیے ساری آوازیں ڈوب کر رہ گئیں۔ یہ وہی چٹان تھی جو پہاڑی کے دوسری طرف پتھروں پر جا گری تھی اور قیامت کا شور برپا ہوا تھا۔

اس اثنا میں پانی کی رکاوٹ ہٹ کر رک گیا تھا۔ رکے ہوئے پانی کو راستہ مل گیا تھا اور وہ ایک غضب ناک طوفانی جھرنے کی شکل میں نیچے گر رہا تھا۔

تمام لوگ دوڑ کر میرے قریب آ گئے۔ میں سیکڑوں انسانوں کے ہجوم کے درمیان گھر گیا۔ کئی سو آنکھیں بیک وقت میرے چہرے اور جسم کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"نیا ہو... یہ تم نے... یہ تم نے کیا کیا؟ کیسے کیا؟" کباڈا نے گھبرائی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔

اس کے سوال کے جواب میں میں صرف مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔

"نیا ہو کو شکان دیوتا کی خصوصی قربت حاصل ہے۔" میرے بجائے نادر نے جواب دیا۔ "شکان دیوتا نے اسے زبردست قوتوں سے نوازا ہے۔"

"کیا تمہارا شکان دیوتا کسی انسان کو اتنا طاقتور بھی بنا سکتا ہے؟" کباڈا نے حیرت سے پوچھا۔

"شکان دیوتا سارے دیوتاؤں میں سب سے بڑا اور طاقتور ہے۔" نادر نے جواب دیا۔ "اسے سارے دیوتاؤں پر فوقیت حاصل ہے اور جو شخص اس سے قربت حاصل کر لیتا ہے، شکان دیوتا اسے لذت کے خزانوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ نیا ہو پر شکان دیوتا بہت مہربان ہے۔ اس لیے اس نے نیا ہو کو بہت سی قوتیں بخشی ہیں جن سے دوسرے انسان محروم ہیں۔"

کباڈا اور اس کے قبیلے کے سارے لوگ حیرت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں نے اگر خود یہ منظر نہ دیکھا ہوتا تو شاید انہیں کبھی اس بات کا یقین نہ آتا۔ لیکن سب ظاہر ہے کہ یقین کرنے کے علاوہ ان کے پاس چارہ بھی نہیں تھا۔

بات یہ ہے پروفیسر کہ میں نے ایک خاص وجہ سے ان لوگوں کے سامنے اپنی اس غیر معمولی قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وکو قبیلے کے لوگ آخر نال کسی دیوتا کے پجاری تھے۔ وہاں سب سے بڑا دیوتا ... تھا۔ جبکہ شستو قبیلے کے لوگ شکان دیوتا کو پوجتے تھے۔ اسی وجہ سے دونوں قبیلوں کے درمیان اکثر چپقلش بھی ہو جاتی تھی اور دشمنی بھی۔ ذرا ذرا سی بات پر کسی دن بات آگے بڑھ جاتی اور دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ جاتی تھی۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ایسے وقت کی نوبت ہی نہ آئے۔ میں شکان دیوتا کے ایک پجاری کی حیثیت سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکوں۔ مجھے یقین تھا کہ نادر اور شستو قبیلے کے دوسرے لوگ میری قوت کے ذریعے انجام پانے والے کسی بھی غیر معمولی کارنامے کو شکان دیوتا کی کرامات سے منسوب کریں گے۔ اور اس طرح شکان دیوتا کو برتری حاصل ہو جائے گی۔ میں چاہتا تھا کہ دونوں قبیلوں کے لوگ ایک ہی دیوتا کے پجاری بن جائیں تاکہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ قدرت نے یہ موقع فراہم کر دیا۔ میں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اب مجھے زیادہ کوشش کی ضرورت نہیں تھی۔ نادر بڑی عمدگی سے میرا ساتھ دے رہی تھی اور شکان دیوتا کی طاقت کے گن گا رہی تھی۔

"شکان دیوتا واقعی عظیم ہے!" کباڈا نے گہری سانس لے کر کہا۔ "جس چٹان کو ہم سیکڑوں انسان مل کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکے اسے نیا ہو نے تنہا دھکیل کر نیچے پھینک دیا۔ یہ کارنامہ واقعی غیر معمولی ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا۔"

"شکان دیوتا کی دی ہوئی قوت کی ہی بدولت نیا ہو نے پہلے دنوں ایک بھوکے درندے کو تنہا اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر کے پھینک دیا تھا۔" نادر نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس نے جنگلی درندے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر زمین پر دے مارا تھا۔"

"یہ کارنامہ بھی اپنی جگہ پر حیرت انگیز ہے۔" کباڈا نے [illegible]

بھی دیکھا تھا اور دھکیل کر گرا دینے کے واقعے سے زیادہ حیرت انگیز نہیں تھا۔ "کیا خیال ہے، اگر ہم لوگ بھی شکان دیوتا کے پجاری بن جائیں تو کیا وہ ہم میں سے کسی کو ایسی قوت بخش دے گا جیسی اس نے نیا ہو کو بخشی ہے؟ بہرحال یہ تو ہم سب کا ایمان ہے کہ ہمارا دیوتا بھی اتنا ہی طاقتور ہے جتنا تمہارا شکان دیوتا۔"

"یہ دیوتا کی مرضی ہے۔ اس میں کسی کو دخل نہیں۔" میں نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ کسی سے خوش ہو جائے تو اسے طاقت بخش سکتا ہے۔"

"شکان دیوتا کو کس طرح خوش کیا جا سکتا ہے؟" کباڈا نے اشتیاق کے ساتھ پوچھا۔

"یہ کوئی آسان کام نہیں ہے میرے دوست۔" میں نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں شستو قبیلے کے دوسرے لوگوں کو تو صرف اتنا معلوم ہے کہ میں نے تقریباً تین ماہ پہلے جنگل میں ایک خونخوار درندے سے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا تھا لیکن اس دوران میں مجھے کیا کیا مشکلیں پیش آئیں، ان باتوں کا لوگوں کو کوئی علم نہیں ہے۔ اس وقت شیطان سے تمہیں بتاؤں کہ اس طاقت کو حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کیا کرنا پڑا تھا۔"

"جو کچھ تم نے کیا تھا، میں وہ سب کرنے کے لیے تیار ہوں۔" کباڈا نے شدت جذبات کے عالم میں کہا۔ "میں اپنے قبیلے والوں کو کہوں گا کہ وہ سب کے سب شکان دیوتا کے پجاری بن جائیں کیونکہ شکان دیوتا بہت طاقتور ہے۔ اور اب جبکہ دونوں قبیلوں کا دیوتا ایک ہی ہو جائے گا تو میں چاہوں گا کہ دونوں قبیلوں کی پیشوائی بھی ایک ہی ہو... دونوں قبیلے مل کر رہیں گے۔ میں تمہارے قبیلے کی روحانی پیشوائی بھی قبول کروں گا۔ اس طرح دونوں قبیلوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جائے گا۔"

"ہاں نیا ہو!" نادر نے کہا۔ "اس کے جواب میں میرا یہ مشورہ ہے کہ اگر کباڈا اور اس کے قبیلے کے لوگ شکان دیوتا کے پجاری بن جائیں تو دونوں قبیلوں کے درمیان جھگڑے کی کوئی وجہ نہیں رہ جائے گی۔ روحانی پیشوا بن جانے کے بعد دونوں قبیلوں کو الگ الگ قبیلوں کی حیثیت سے رہنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس صورت میں دونوں قبیلوں کا سردار بھی ایک ہی ہو جائے گا اور ایک ہی قبیلہ ہو گا اور زمین کا ایک ہی سردار ہو گا۔"

"لیکن کباڈا، میں اپنے سرداری کے حق سے دستبردار نہیں ہوں گی۔"

"ہرگز نہیں، تم بالکل فکر نہ کرو۔ اگر تم چاہتی ہو تو تمہاری عزت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔" کباڈا نے کہا۔ "ہم شوق سے اپنے قبیلے کی سرداری تمہارے سپرد کر دیں گے اور ہماری روحانی پیشوائی کے فرائض بھی انجام دو گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" نادر نے جواب دیا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ ہم سب لوگ آپس میں

اسی طرح مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ دیوتا بھی ایک ہو گا تو پھر جھگڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات تو سب کے لیے فائدہ مند ہے اور اس مسئلے کا اس سے بہتر حل نہیں ہو سکتا۔"

"میں اس بات پر عمل ضرور کروں گا۔" کباڈا نے کہا۔ "کسی سے کام لینے کے بجائے کہ نادر جو چاہے تو وہ دونوں قبیلوں کی سردار بن سکتی ہے۔"

"میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔" نادر نے جواب دیا۔ "قبیلے کے سردار تم ہی رہو گے۔ میں روحانی پیشوا ہوں گی اور قبیلے کے سردار رہو گے اور ہمارا ایک ہی قبیلہ ہو گا۔"

"شکان دیوتا کا پجاری بننے کے لیے کیا کرنا ہو گا؟" کباڈا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کے لیے ایک مخصوص جشن کا اہتمام کرنا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔ "پروفیسر، مجھے کوئی ایسا ڈھونگ رچانا تھا جس سے یہ ظاہر ہو کہ کباڈا اور اس کے قبیلے والوں کو یہ باور کرایا جا سکے کہ وہ شکان دیوتا کے پجاری بن گئے ہیں اور شکان دیوتا نے انہیں اپنے پجاریوں کی حیثیت سے قبول بھی کر لیا ہے۔"

"اس جشن کے دوران کیا کچھ ادا کیا جائے گا؟"

میں نے کباڈا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "وکو قبیلے کے لوگ شکان دیوتا کی خدمت میں اپنا تحفہ پیش کریں گے۔ اس جشن میں شستو قبیلے کے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوں گے۔ پانچ جانور ذبح کر کے ان کا گوشت قربانی کے طور پر شکان دیوتا کے حضور میں پیش کیا جائے گا اور پھر اس گوشت کو آگ پر بھون کر سارے لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ وکو قبیلے کے لوگ شکان دیوتا کی شان میں گیت گائیں گے۔ اس کے بعد میں شکان دیوتا سے پوچھوں گا کہ کیا اس نے وکو قبیلے کے لوگوں کو اپنے پجاریوں کی صفوں میں شامل کر لیا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد مجھے شکان دیوتا کا اشارہ مل جائے گا اور میں تم لوگوں کو مطلع کر دوں گا۔"

"لیکن ہم لوگوں کو اس بات کا یقین کس طرح آئے گا کہ شکان دیوتا نے ہمیں اپنے پجاریوں کی صفوں میں شامل کر لیا ہے؟" کباڈا نے چبھتا ہوا سوال کیا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم یہ سوال ضرور کرو گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن اس سوال کا جواب اتنا ہولناک ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم اسے سننے کی تاب بھی لا سکو گے یا نہیں۔"

"تمہارا کیا مطلب ہے؟" کباڈا نے بے چینی سے کہا۔ "صاف بتاؤ، ہمیں کس طرح معلوم ہو سکے گا؟"

"شکان دیوتا تمہیں خود بتائے گا کہ اس نے تم لوگوں کو قبول کر لیا ہے یا نہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ اگر وہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تمہیں قبول کرے گا تو مجھے حکم دے گا کہ میں تم سب لوگوں کی موجودگی میں آگ کے جلتے ہوئے الاؤ میں چھلانگ لگا دوں۔ شکان دیوتا کے حکم پر میں الاؤ میں کود پڑوں گا اور تھوڑی دیر بعد الاؤ میں سے زندہ و سلامت نکل آؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ شکان دیوتا نے تم لوگوں کو اپنے پجاریوں کے حلقے میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے بعد تم اپنے پرانے دیوتا کو بھول جاؤ گے۔ شکان دیوتا کے ہی پجاری بنے رہنا۔ اگر تم نے پھر شکان دیوتا کو چھوڑ دیا تو وہ سخت ناراض ہو جائے گا اور تمہیں کڑی سزا دے گا۔"

کیاڈا حیرت اور خوف کے عالم میں سکتے ہوئے میری باتیں سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"تم نے کیا کہا؟" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم جلتی ہوئی آگ کے الاؤ میں کود پڑو گے اور اس میں سے زندہ سلامت نکل آؤ گے؟ یہ ناممکن ہے۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ آگ کا کام تو جلانا ہے۔ وہ تو تمہیں جلا کر خاک کر دے گی؟"

"بے شک آگ کا کام جلانا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اگر شکان دیوتا آگ کو یہ حکم دے گا کہ وہ میرے جسم کو نہ جلائے تو آگ میرے جسم کو نہیں جلائے گی۔ آگ بھی شکان دیوتا کے حکم کی پابند ہے۔ اور اس میں اتنی طاقت نہیں کہ شکان دیوتا کے حکم کو ٹال سکے لیکن شکان دیوتا مجھے آگ میں کودنے کا حکم صرف اسی صورت میں دے گا جب وہ تمہارے قبیلے والوں کو اپنے پجاریوں میں شامل کرے گا۔ اس کے حکم کے بعد ہی میں آگ میں کودوں گا۔ اگر میں اس کے حکم کے بغیر آگ میں کود گیا تو میرے جسم کی راکھ کا بھی پتا نہیں چلے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ واقعی بڑی حیرت انگیز بات ہے۔" کیاڈا نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "شکان دیوتا کی قوتوں کا تو کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ تم اس کے پجاری ہو اور اس نے تمہیں اتنی طاقت دے دی ہے کہ تم نے تنہا اس چٹان کو اپنی جگہ سے گرا دیا جسے سیکڑوں انسان مل کر بھی ہلا نہیں سکے تھے۔ اب تم کہتے ہو کہ شکان دیوتا کے حکم پر تم آگ میں کود جاؤ گے اور آگ تمہیں نہیں جلائے گی۔ یہ ساری باتیں واقعی ناقابل یقین معلوم ہوتی ہیں۔"

"وقت آنے پر تمہیں اس کا پتا چل جائے گا۔" میں نے کہا۔

"لیکن اگر شکان دیوتا نے ہم لوگوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو؟" کیاڈا نے کہا۔

"تو پھر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن مجھے امید ہے کہ شکان دیوتا تم لوگوں کو قبول کرے گا کیونکہ وہ اپنے پجاریوں کی تعداد میں اضافے سے خوش ہوتا ہے۔"

میری ہدایت پر اگلے ہفتے ایک خصوصی جشن کا اہتمام کیا گیا۔

میں اس جشن کو زیادہ سے زیادہ پُر کشش اور دل چسپ بنانا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے دونوں قبیلوں کے مردوں اور عورتوں کو جمع کر کے انہیں یہ ہدایت دی کہ جشن کی رات مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رقص کریں گے کیونکہ یہ ایک خصوصی جشن ہے اور اس کا مقصد شکان دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ ہاں اگر شکان دیوتا دو قبیلے کو اپنے پجاریوں میں شامل کرنے پر آمادہ ہو جائے اور دو عملی طور پر اظہار بھی کر دے تو پھر اس کے بعد مردوں اور عورتوں کو آزادی حاصل ہو گی کہ وہ جو چاہیں کریں۔

جہاں تک شنتو قبیلے کے لوگوں کا تعلق ہے وہ لوگ پہلے بھی میری غیر معمولی قوتوں کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے۔ ایک بار اس وقت جب میں نے ان سب کے سامنے ایک چٹان کو دھکیل دیا تھا۔ پھر ایک بار اس وقت جب میں ان کی موجودگی میں جلتے ہوئے الاؤ میں کود پڑا تھا اور زندہ واپس نکل آیا تھا۔ اور نیسرے اس وقت جب میں نے ایک گینڈے کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چٹان پر دے مارا تھا۔ لیکن دو کا قبیلے والوں کے سامنے میری طاقت کا ایک ہی مظاہرہ ہوا تھا اور وہ تھا چٹان کو گرا دینے والا واقعہ۔ دو کا قبیلے والوں کو حیران و ششدر کر رہا تھا۔ وہ مجھ کو میری پوجا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ میں خود دیوتا نہیں ہوں لیکن مجھے شکان دیوتا نے ایسی طاقتیں بخشی ہیں کہ وہ سب کے سب شکان دیوتا کے گرویدہ ہو گئے۔ جب انہیں یہ بات بتائی گئی کہ ان کا سردار کیاڈا بھی شکان دیوتا کے پجاریوں میں شامل ہونا چاہتا ہے تو ان کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ سب کے سب دل و جان سے تیار ہو گئے اور بڑی بے چینی کے ساتھ جشن کی رات کا انتظار کرنے لگے۔ خود شنتو قبیلے کے لوگ بھی بہت خوش تھے کیونکہ اب دونوں قبیلوں کے درمیان تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے۔

البتہ دو کا قبیلے میں صرف ایک شخص ایسا تھا جو خوش نہیں تھا۔ اس کا نام نیوما تھا اور وہ وزیر کو خاص طور پر میں سمجھا کہ ماضی میں اچھی طرح اندازہ لگا یا تھا کہ حسد اور عداوت میں وہ اپنے استاد سے بھی دو قدم آگے تھا۔

جشن کی رات سے کئی روز پہلے کیاڈا نے مجھے بتایا کہ مسلسل اصرار ہے کہ ہم لوگ اپنے پرانے دیوتا کو چھوڑ کر ناراض ہو کر ہمیں کسی نہ کسی بھاری مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ نیوما یہ بھی کہتا تھا کہ اگر شکان دیوتا نے ہم لوگوں کو ...

"میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟" میں نے کیساڈا سے پوچھا۔

"کہتا ہے کہ تم ایک بے حد مکار آدمی ہو اور تم نے یہ سب ڈھونگ رچایا ہے۔" کیاڈا نے کہا۔ "وہ اپنے قبیلے کا سردار بننا چاہتا ہے۔"

بستی کے نزدیک ہی موجود تھے۔ قربانی کے لیے پانچ موٹے تازے اور مضبوط جنگلی سؤر بھی پہلے ہی پکڑ لیے گئے تھے اور انہیں مضبوط رسیوں سے درختوں کے تنوں کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی جنگلی درندہ حملہ کر کے انہیں نقصان نہ پہنچائے۔ اس مقصد کے لیے باری باری لوگ ان کے پاس پہرہ دیتے رہتے تھے۔

شام ہوتے ہی اندھیرا پھیلنے لگا اور اس کے ساتھ ہی دو کا اور شنتو قبیلے کے سارے مرد اور عورتیں بستی کے کھلے میدان میں جمع ہو گئے۔ الاؤ کے لیے لکڑیاں پہلے ہی اکٹھا کر لی گئی تھیں اور انہیں بڑی ترتیب کے ساتھ چن کر ایک بڑا سا ڈھیر لگا دیا گیا تھا۔ ابھی اسے آگ نہیں لگائی گئی تھی۔

اس سارے اہتمام کی ہدایت میں نے ہی لوگوں کو دی تھی۔ اب جشن شروع ہونا تھا۔ کیاڈا بھی ایک طرف میرے ساتھ تھا۔ میں نے دو کا قبیلے کے لوگوں کو حکم دیا کہ مشعلیں روشن کریں اور ڈھول بجانے والے تیار ہو جائیں۔ رقص شروع کریں اور ساتھ ہی ڈھول بجنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں مشعلیں روشن ہو گئیں۔ ڈھول کی تیز آواز بلند ہونے لگی اور شکان دیوتا زندہ باد کی صدا کے ساتھ رقص شروع ہو گیا۔

کمال کی بات یہ تھی کہ ان وحشی قبیلوں کے لوگوں کی نس نس میں رچا ہوا تھا۔ ڈھول کی تھاپ پر ان کے جسم کا جوڑ جوڑ تھرکنے لگتا تھا۔ ڈھول کی تھاپ اور لوگوں کی آوازوں میں ایک خاص قسم کی ہم آہنگی پیدا ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا ڈھول کی ہر تھاپ سے ایک نعرہ بلند ہو رہا ہے۔ شکان دیوتا زندہ باد!

موسیقی کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی تال باندھ دیا تھا۔ ان سب لوگوں کے جسم اس ردھم پر ایک ہی طریقے سے ایک ہی زاویے میں متحرک رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ انہوں نے اس پر باقاعدہ ریہرسل کی ہو۔ سیاہ جسموں کی حرکت موسیقی اور ڈھول کی آواز کے ساتھ یک جان ہو کر ایک عجیب سماں پیدا کر رہی تھی۔ انہیں اپنے دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کمال کی مہارت حاصل تھی۔ اس سے پہلے بھی میں نے کئی بار شنتو اور دو کا قبیلوں کے کئی جشنوں میں شرکت کی تھی لیکن وہ جشن مختلف نوعیت کے تھے جبکہ اس جشن میں مذہبی جذبہ بھی موجود تھا۔ شکان دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہ لوگ جیسے اپنے آپ کو مٹانے پر تُلے ہوئے تھے۔

مستی کی ایک لہر تھی جو ان میں بہتی رو کی طرح دوڑ گئی اور میں خود بھی ان کے ساتھ رقص میں شامل ہو گیا۔ یہ کیاڈا ان سے ہم آہنگ ہو۔

[illegible] کے اعلان پر وہ ہوش میں آ گئے۔ [illegible]
[illegible] کے سامنے [illegible]
[illegible] نیلان دیوتا کی توصیف کر رہے تھے۔

اچانک مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے [illegible]
[illegible] شروع کیا۔ سارے لوگ موجود تھے لیکن [illegible]
[illegible] جشن میں شریک نہیں تھا حالانکہ [illegible]
[illegible] کے پیچھے تیار نہیں ہے۔

جب [illegible] پر پہنچ گیا تو [illegible] ہو گئے۔ شاید [illegible]
[illegible] لوگوں کو [illegible] تھا کہ وہ لوگ [illegible]
[illegible] ان کے چہروں سے پسینے کی [illegible]
ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

[illegible]

[illegible]

ان کا یہ جواب خوشگوار تجربہ ہوا۔ اس وقت ان دونوں کے علاوہ میرے پاس کوئی اور شخص موجود نہیں تھا۔ وہ دونوں جان بوجھ کر ایسے وقت میں اور ایسی جگہ پر میرے پاس آئے تھے جبکہ میں بالکل اکیلا تھا۔ [illegible] دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ سانپ نے مجھ سے [illegible] نہیں، بلکہ وہ مجھ سے [illegible] کرنے لگا۔ وہ بڑی [illegible] کے ساتھ [illegible] تھے۔ لیکن [illegible] بالکل برعکس بار رہے تھے۔ وہ گھبرا کر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"[illegible] تیار کیا ہے؟" میں نے بیوما [illegible] سانپ کو ہاتھ سے پکڑ کر [illegible]۔ سانپ نے [illegible] ایک [illegible] بہت بڑا [illegible] نکالا۔ [illegible] سانپ کو [illegible] کی کوشش کی [illegible] سانپ سیدھا [illegible] کے شانے پر جا گرا۔ اس نے کبا [illegible] بھی ڈس لیا۔ [illegible] بہت تنگ تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر سانپ کو پکڑ لیا اور چٹکی سے اس کا سر مسل دیا۔ یہ ایک چھوٹا [illegible] سا سانپ تھا۔ لیکن بے [illegible] زہریلا تھا۔

بیوما اور کبا [illegible] کی خوشی [illegible] وہاں قیس کر [illegible] پاس کے بہت سے لوگ بھاگتے ہوئے آ گئے۔ میں نے انھیں بتایا کہ بیوما اور کباڈا کو ایک سانپ نے کاٹ لیا ہے [illegible] سانپ [illegible] ان لوگوں کو وہ سانپ دکھایا [illegible] سانپ کو ہلاک کر دیا ہے۔

"اس سانپ کو جلیبا کہتے ہیں۔" قبیلے کے ایک [illegible] نے کہا۔ "[illegible] بہت مشکل ہو گیا ہے [illegible] جلدی [illegible] کو [illegible] کے [illegible]۔" میں [illegible] کے [illegible] قبیلے میں سانپ پکڑنے، سانپ پالنے اور سانپوں کے [illegible] کا [illegible] سمجھا جاتا تھا۔

ذرا دیر میں [illegible] آ گیا۔ وہ ایک ضعیف [illegible] تھا۔ [illegible] اپنے ہاتھوں میں [illegible] کے کئی چھوٹے چھوٹے [illegible] اٹھائے ہوئے تھا۔ [illegible] سانپ اسے دکھاتے ہوئے کہا۔ "اس سانپ نے ان دونوں کو کاٹ لیا ہے۔ [illegible] سانپ کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

[illegible] نے سانپ کو دیکھتے ہی [illegible] جلیبا سانپ ہے اور اس کے [illegible] ہوتے ہیں۔ یہ دونوں [illegible] مجھے افسوس ہے کہ [illegible] کوئی علاج [illegible] ہے۔ [illegible] کسی کے پاس بھی اس سانپ کے [illegible] کا کوئی علاج موجود نہیں ہے۔ [illegible] ان دونوں کی جان نہیں بچا سکتا۔ مجھے [illegible] یقین ہے، تاہم میں کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کروں گا۔"

اس نے اپنے برتنوں میں سے کئی [illegible] بیوما اور کباڈا کے زخموں پر لگانے لگا۔ میں [illegible] کباڈا [illegible] دونوں پر [illegible]

کی سی کیفیت طاری تھی۔ ان کے جسم [illegible] سے نیلے پڑتے جا رہے تھے۔ پھر [illegible] ہی دیکھتے ان کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا اور وہ دونوں چند منٹ کے اندر اندر ختم ہو گئے۔

قبیلے میں اگر [illegible] ایک ہفتے تک کباڈا اور بیوما کی موت کا سوگ منایا گیا۔ کسی کو اس بات کا شبہ تک نہیں تھا کہ کباڈا اور بیوما کی موت کا سبب یہ ہے کہ وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے اور خود ہی اپنی سازش کا شکار ہو گئے۔ تمام لوگوں کی نظر [illegible] سانپ کے کاٹنے کا ایک عام [illegible] تھا۔ قبیلوں میں [illegible] کے [illegible] ہوتے رہتے تھے۔ [illegible] خاص بات یہ تھی کہ کباڈا اور بیوما کی [illegible] کو جلا دیا گیا [illegible] دونوں ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے۔ تاشی قبیلے کے لوگوں نے اتفاق [illegible] سے یہ فیصلہ کیا کہ [illegible] کو قبیلے کا نیا سردار بنایا جائے۔ چنانچہ [illegible] قبیلے کی سرداری [illegible] کی [illegible] حیثیت روحانی پیشوا کی رہی۔

کافی طویل عرصہ گزر گیا۔ [illegible] اس عرصے کے دوران میں نے تاشی قبیلے کے لوگوں کو بہت سی نئی باتیں ایسی سکھائیں جن سے وہ جنگلوں والے ناواقف تھے۔ میں نے انھیں [illegible] [illegible] کھیتی باڑی [illegible] اور ان کے [illegible] میں انھیں کوئی [illegible] نہیں تھا۔ اب میں [illegible] زراعت کی طرف لا رہا تھا۔ میں نے یہاں اس سرزمین پر [illegible] کے دوران بعض ترکاریوں [illegible] پودے [illegible] دیکھی تھیں اور [illegible] جمع کر [illegible] جب [illegible] زمین کے ایک حصے کو صاف کرا کے [illegible] کی [illegible] اور ان لوگوں کو کھیتی باڑی کے [illegible] کروا دیں۔ میں نے جگہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ قبیلے کے لوگوں کو اس کام پر [illegible] کر دیا تھا۔ وہ اس جگہ کی صفائی ستھرائی کی [illegible] کر دیں۔ [illegible] سے [illegible] تک [illegible]

ودگر میوں کی ایک چمکیلی صبح تھی۔ [illegible] کی طرف نکل گیا جو کہ ساحل ہماری بستی سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ لیکن بستی کے لوگ برابر ساحل پر آتے جاتے رہتے تھے۔ [illegible] نے [illegible] کے کئی سو کھے [illegible] تنوں کو اندر سے کھوکھلا کر کے لوگوں کے بیٹھنے اور سمندر میں جا کر سیر کرنے اور مچھلیاں پکڑنے کے لیے کشتیاں بنائی تھیں [illegible] چپوؤں کے ذریعے کشتیاں چلانا سکھا دیا تھا۔ اب کئی لوگ ہمت کر کے سمندر میں کشتی میں [illegible] نکل جاتے اور [illegible] زیادہ [illegible] تھے وہ کشتی میں نہیں [illegible] سمندر میں صرف تیرنے [illegible] کرتے تھے۔ [illegible] لوگوں کو ایک دلچسپ مشغلہ ہاتھ آ گیا تھا اور وہ اس نئے کام سے بہت خوش تھے۔

میں [illegible] ساحل کی طرف چلا گیا۔ [illegible] میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ تیرتے تیرتے میں کافی [illegible] نکل گیا۔ اچانک [illegible]

[illegible] سے کسی چیز کے [illegible] ایک نقطہ سا میں نے [illegible] دیکھا۔ لیکن [illegible] زیادہ ہونے کی وجہ سے [illegible] تبدیل کرنا [illegible]۔ میں نے اسی سمت میں تیرنا شروع کر دیا۔ [illegible] اس چیز کے [illegible] واضح طور پر [illegible] تو [illegible] گیا۔ وہ ایک جہاز تھا۔

اس [illegible] سمندر [illegible] کے [illegible] ساحل کے [illegible] ایک [illegible] جہاز! مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ [illegible] یہاں کے باشندوں سے معلومات حاصل ہو سکی تھیں [illegible] سرزمین پر قدم [illegible] ان لوگوں کے [illegible] سے [illegible] تھا۔ لیکن اب [illegible] لوگ [illegible] تھے۔ [illegible] لوگ [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کیسا ہو گا [illegible] ان لوگوں کا تعلق [illegible] [illegible] کا ثبوت [illegible] لیکن [illegible] جانا تو نہیں [illegible] [illegible] اچانک [illegible] ذہن میں پیدا ہونے [illegible] فیصلہ کیا کہ ان [illegible] ساحل پر [illegible] سے پہلے [illegible] معلومات حاصل [illegible] ان [illegible] آ [illegible] سے [illegible] والے لوگ [illegible] کے [illegible] مجھے [illegible] ہے۔ [illegible] کی سمت تیرنا شروع کر دیا۔

اس [illegible] بحری [illegible] تھی۔ جہاز اس [illegible] ساحل کے نزدیک [illegible] وہ [illegible] جہاز [illegible] آ گیا؟ میں نے اندازہ لگایا تھا۔ [illegible] کا [illegible] وقت [illegible] تھا [illegible] سمندر [illegible] اس دنیا کے کسی انسان نے یہاں [illegible] [illegible] جو [illegible] تھے وہ [illegible] دنیا کی سطح سے [illegible] بلند تھی۔ [illegible] لوگوں کو [illegible] دنیا [illegible] لوگوں کے [illegible] علم نہیں تھا۔ [illegible] مختلف ممالک سے [illegible] [illegible] مختلف [illegible] مختلف [illegible] ہوتی تھیں [illegible] کے [illegible] سمندری [illegible] لیکن [illegible] کے [illegible] تھے۔ [illegible] کے [illegible] جاتے تھے جس سے مجھے [illegible] کہ [illegible] [illegible] اور اسی لیے مجھے [illegible] سے [illegible] طرف [illegible] جہاز شاید اس ساحل پر [illegible] سمجھا ہو گا۔

میں نے فیصلہ کیا کہ [illegible] اس جہاز کا جائزہ لینا چاہیے کہ [illegible]

[illegible] لوگ سوار ہیں اور ان کا کیا مقصد ہے [illegible] جہاز اس طرف آ گئے ہیں یا [illegible] ہے۔ [illegible] اگر ان لوگوں نے [illegible] اس طرف کی راہ [illegible] تو [illegible] آ جائیں گے [illegible] ان لوگوں کے بستی میں [illegible] سے پہلے ہی [illegible] معلوم کر لینی چاہییں۔

چنانچہ میں نے جہاز کی سمت تیرنا شروع کر دیا۔ لیکن میں [illegible] تب [illegible] تیر رہا تھا تاکہ ان لوگوں کی نظر مجھ پر نہ پڑ سکے۔ [illegible] لوگ [illegible] تب تک میں جہاز کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ جہاز ساحل سے [illegible] تھا اس لیے مجھے [illegible] تک پہنچتے [illegible] گھنٹے لگ گئے۔ قریب جا کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کوئی بہت بڑا جہاز نہیں تھا جیسے [illegible] بھی بہت زیادہ [illegible] تھے۔ میں نے [illegible] جہاز کے [illegible] جب [illegible] اپنا [illegible] سے [illegible] کر [illegible] سے اس [illegible] پر [illegible] میں آہستہ آہستہ احتیاط سے [illegible] کی [illegible] پر چڑھتا [illegible] تک جا پہنچا [illegible] کی [illegible] پر [illegible] کر [illegible] چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ [illegible] سے [illegible] کے [illegible] معلوم ہوتے تھے۔ [illegible] پر مجھے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں سے [illegible] سے چھپ کر بیٹھ سکتا تھا۔ [illegible] ان لوگوں کی گفتگو سن سکتا تھا۔ ایک طرف بہت سی [illegible] کی خالی پیٹیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں ان پیٹیوں میں [illegible] کر بیٹھ گیا۔ [illegible] ان کی باتیں سننے لگا۔ [illegible] آپس میں [illegible] گفتگو کر رہے تھے۔ اس لیے مجھے [illegible] سمجھنے میں [illegible] دقت نہیں [illegible] سے تھے۔ ان میں سے ایک [illegible] پر [illegible] ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے [illegible] کے سامنے ایک میز [illegible] جس پر [illegible] نقشہ پھیلا ہوا تھا۔

"[illegible] کہ ہم صحیح سمت میں [illegible] کر [illegible] ہیں۔" [illegible] نے [illegible] کہا۔ "ساحل اب [illegible] ہمارے [illegible] یقینا [illegible]"

"[illegible] بھی [illegible]" اس شخص نے جواب دیا۔ "[illegible] جس [illegible] تمہارا کیا خیال ہے؟"

"[illegible] ہوں۔" اس [illegible] جواب [illegible]

"[illegible]" [illegible] نے [illegible] سے [illegible] [illegible] کا نام [illegible] اور [illegible] [illegible]

[illegible]

مگر وہ شخص نہیں تھا۔ وہ قناعت پسند تھا مگر ملنساری پسند کرتا تھا۔ اس لیے اس نے اس نقشے کو حفاظت کے ساتھ ایک الماری میں بند کر دیا اور پھر شاید وہ اسے بھول ہی گیا۔ ایک دن ڈاگو کو الماری کی صفائی کے دوران یہ نقشہ مل گیا اور اس نے اپنے ماں باپ سے اس کے بارے میں پوچھا جس نے اسے ساری تفصیلات بتا دیں۔ [illegible]

[illegible] کسی سے بھی اس نے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ مجھے وہ اپنا عزیز ترین دوست سمجھتا تھا۔ [illegible] بیٹھے تھے۔

"لیکن کیا ڈاگو نے تمہیں یہ بھی بتایا کہ اس کے [illegible] یہاں انسانوں سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟" شاتو نے سوال کیا۔

[illegible]

[illegible]

"سونا کس چیز کو کہتے ہیں اور یہ کس کام آتی ہے؟"

یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا پروفیسر۔ میں نے بڑی مشکل سے کہ جو سارا(؟) دنیا سے کٹی ہوئی تھی کس طرح سمجھاتا کہ سونا کیا چیز ہے؟ اس کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اس کی کیا افادیت ہے اور یہ دوسری دنیا میں کس قدر [illegible] کی وسعت سے کس طرح [illegible] ہیں۔ تاہم میں نے کوشش کر کے اسے سمجھایا۔ سونا ایک خاص قسم کا پتھر ہوتا ہے جس کا رنگ پیلا ہوتا ہے اور یہ جگہ جگہ پایا جاتا ہے [illegible] [illegible] [illegible] جہاں پہلے آباد قبیلے بستے تھے، وہاں سے یہ دونوں [illegible] کے بعد پاس کے قبیلے نے ہجرت کی تھی۔

"تو پھر یہاں سونا کہیں نہیں ہے؟" نارو نے حیرت سے سوال کیا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس بات کا صحیح علم نہیں ہے"، میں نے جواب دیا۔ "اس کی حقیقت یہ ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ اصل جگہ جہاں سونا موجود ہے وہ یہ نہیں ہے بلکہ اس کے کالی آگ جاگر اس علاقے میں سب جہاں پہلے ان کا قبیلہ آباد تھا۔"

"لیکن ان لوگوں کو اپنی سرزمین پہ بیٹھے بیٹھے اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ اس علاقے میں کہیں [illegible] موجود ہے جسے تم لوگ سونا کہتے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ممکن ہے یہ بات ان کو بخشتا ہو۔ میرا علم مجھے یہ بتاتا ہے کہ ان لوگوں کے کچھ لوگ تقریباً پچاس سال پہلے یہاں آئے تھے اور یہاں سے واقف تھے اور وہ بھی کے [illegible] بڑی تعداد میں اپنے ساتھ لے کر یہاں سے چلے گئے تھے۔ اب جو لوگ یہاں آئے ہیں، وہ انہی کی اولاد میں ہیں اور انہیں اپنے بزرگوں سے اس بارے میں پتا چلا تھا۔"

"پھر اب کیا کریں؟" نارو نے کہا۔ "تم ہمارے رہنما اور پیشوا ہو۔ ہمیں مشورہ دو۔"

"سب سے پہلے تو تم یہ کرو کہ میرے سارے جسم پر رنگ ملو۔" میں نے کہا۔ "اگر یہ لوگ یہاں آئیں تو ان کو یہ پتا نہ چلے کہ میں ان کے رنگ کے سبب یہاں کے دوسرے باشندوں سے مختلف ہوں۔ میرا جسم بھی تم لوگوں کے جسموں کے رنگ جیسا ہونا چاہیے۔"

نارو نے جلد ہی اس کا بندوبست کر دیا۔ اس نے [illegible] کی [illegible] مجھ کو پلا کر میرے جسم کو رنگ دیا [illegible] سے رنگ دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے میرے پاؤں تک مجھے رنگ دیا [illegible] وہ اسی کی ہدایت کے مطابق میرے پورے جسم کو بالکل سیاہ کر دیا گیا اور میں بالکل ان لوگوں کے رنگ کا ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے میرے چہرے پر سفید مٹی سے طرح طرح کے نقش و نگار بنائے اور میری پیشانی پر عجیب و غریب قسم کی لکیریں کھینچیں جو تاہم سب کو دیکھ کر آئینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

تھا جس میں میں اپنی شکل دیکھ سکتا۔ میں نے ندی کے کنارے جا کر پانی میں اپنا عکس دیکھا۔ اپنی شکل دیکھ کر میں خود حیران رہ گیا۔ میں بالکل بدل گیا تھا۔ میرا رنگ بھی بالکل ان حبشیوں کا سا ہو گیا تھا۔

بستی والے بھی حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے اور میں نے کیوں اپنے آپ کو سیاہ رنگ میں رنگوا لیا ہے۔ میں نے نارو کو منع کر دیا تھا کہ وہ بستی کے لوگوں کو ابھی حبشیوں کی آمد کے بارے میں کچھ نہ بتائے۔ کیونکہ اس سے ان میں خوف و ہراس پھیل جانے کا اندیشہ تھا جو نامناسب کوئی پریشانی [illegible] میں ممکن ہے۔ میں جانتا تھا کہ جب یہ بات کرے دل میں کسی قسم کا خوف [illegible] کی ضرورت نہیں تھی۔ شاید میں نے ہی ان کے ساتھ قوت عطا کی تھی [illegible] اگر ان لوگوں نے ان کو دور کرنے کی کوشش کی تو میں ان کے ساتھ مقابلہ کروں گا [illegible] [illegible] تھی۔ میرا ساتھ سمجھانے سے نارو کا خوف کسی حد تک کم ہو گیا۔

اس کے بعد میں اور نارو دونوں بستی سے باہر ساحل کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ نارو اپنے ہتھیاروں سے لیس تھا۔ میں نے [illegible] کے لیے کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے لیا تھا اگرچہ مجھے بھی پتا تھا کہ ہتھیار کی ان کو کوئی ضرورت نہیں تھی۔

ہم لوگ ساحل کے قریب پہنچ کر ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے چھپ گئے۔ حبشیوں کا جہاز بڑی تیزی کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا اس وقت تک وہ پورا ساحل نظر آ رہا تھا اور گرمی میں کافی آگ لگی ہوئی تھی [illegible] ٹھیک اس چٹان کی سمت بڑھ رہا تھا جس کے پیچھے میں اور نارو چھپے بیٹھے تھے۔

"اے یہ تو کتنی بڑی اور عجیب و غریب قسم کی کشتی ہے؟" نارو نے چٹان کے پیچھے سے جھانک کر جہاز کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جب کہ اس نے اس سے پہلے اپنی زندگی میں کبھی کوئی جہاز نہیں دیکھا تھا [illegible] وہ اس عجیب و غریب کشتی کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھی۔ اس کی حیرانی بجا تھی۔

"یہ کشتی نہیں ہے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اسے جہاز کہتے ہیں۔ اس دنیا میں جس سے میرا تعلق ہے اسی قسم کے جہاز چلتے ہیں [illegible] یہ بہت بڑے جہاز ہوتے ہیں اور ان میں سمندر میں دور دراز کا سفر کرنے کی قوت ہوتی ہے۔"

"کیا یہ جہاز بھی ہماری کشتیوں کی طرح چپو سے چلتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو سلیمہ کو اتنا بڑا کہہ [illegible]؟" نارو نے معصومانہ انداز میں سوال کیا۔ "شاید ہم ہی کو [illegible] چپو چلانے والا بنا ہو گا اور ان کی ان کو اتنے لمبے سفر کرنے میں مدد ملی ہو گی۔"

"ان کشتیوں کی مدد تو شاید صرف کی کی ہے۔" میں نے نارو کو مطمئن کرنے کے انداز میں کہا۔ "لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ جہاز انسانوں کی قوت سے چلتے ہیں۔"

اس وقت تک جہاز ساحل کے بالکل قریب آ گیا تھا اور نہ [illegible]

[illegible] تو تعجب کی بات یہ تھی کہ وہ ساحل سے کچھ فاصلے پر ایک چٹان کے پاس رک گیا تھا۔ [illegible] نے لنگر ڈال دیے۔ شاید وہ چٹان کے پیچھے [illegible] سے بہت ہی اسماعیل سمیاں [illegible] دیکھ رہے تھے۔ جہاز بہت سب [illegible] [illegible] لاتعداد [illegible] کھڑے تھے اور ان کے پانی میں [illegible] ان کے بعد [illegible] تو وہ سب سے آگے، اور یہ بھی [illegible] جہاز کے عرشے [illegible] تھے۔ ان میں سے شاید کسی کو ساحل پر اترنے کی جلدی تھی، جہاز کے عرشے پر انسانوں کی کئی [illegible] حرکت نظر آ رہی تھی لیکن فاصلے کی وجہ سے ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں۔

پھر ان سب کی کشتیوں میں پانی اترتے ہوئے [illegible] [illegible] ان کے عرشے سے بائیں طرف بھی آ گئے۔ وہ جو کشتیوں میں [illegible] [illegible] سے [illegible] لیکن چہرہ مکمل طور پر نہیں تھے۔ اس لیے ہم ان کی باتیں نہیں سن سکتے تھے۔ وہ چار اس وقت بیٹھے کشتیوں [illegible] بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی کمروں سے کچھ [illegible] اور خنجر [illegible] لٹکے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں [illegible] کے لیے پارے طور سے [illegible] تھے۔

وہ چاروں ساحل پر اترے۔ وہ سب نظروں سے اوجھل تھے۔ [illegible] [illegible] ان کے بعد انہوں نے [illegible] [illegible] دیا۔ وہ بہت بڑے [illegible] [illegible] سے بہت سے [illegible] [illegible] [illegible] لیکن ہم ان [illegible] کی بات کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ ان لوگوں کے آنے سے [illegible] [illegible] یہ لوگ [illegible] ساحل کی چٹانوں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] یہ لوگ اس چٹان کے بالکل قریب [illegible] [illegible] [illegible] پیچھے بیٹھے تھے۔

"یہاں تو ندی اور [illegible] کہیں نہیں ہے؟" ان میں سے ایک نے [illegible] [illegible] سخت مایوسی [illegible] تھی۔

"[illegible] [illegible] اس پاس کہیں نہ کہیں سونا موجود [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بات کا کوئی علم ہی نہ ہو [illegible] [illegible]

"[illegible] [illegible] سے نیچے کر کے پر بیٹھے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے جسموں کی طرف [illegible] [illegible] نے ساحل [illegible] [illegible] [illegible]"

"[illegible] [illegible] سخت [illegible] ہے۔ [illegible] [illegible] ابھی سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے پاس بھی موجود ہے۔ ہمیں احتیاط [illegible] [illegible] کرنا ہو گا۔"

"[illegible] اس علاقے میں کسی قدر گرمی ہے۔ [illegible] [illegible] [illegible] ایک [illegible] [illegible] ہمیں یہاں پانی بھی مل سکے گا یا نہیں۔"

"پانی کا مسئلہ ایک بے حد اہم مسئلہ ہے۔" [illegible] [illegible]

"ہمارے جہاز میں پانی کا جو ذخیرہ ہے وہ بہت زیادہ نہیں ہے۔ ہمیں اسے بڑی احتیاط کے ساتھ خرچ کرنا ہو گا۔ نہ جانے کتنے دنوں تک ہمیں اس کی تلاش میں یہاں کے ساحل پر بھٹکنا پڑے اور اس دوران کہیں پانی ملے یا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں سامنے گھنے جنگل میں چل کر پانی کی تلاش کرنی چاہیے۔" [illegible] نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اندر کہیں نہ کہیں کوئی چشمہ یا ندی ضرور موجود ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" [illegible] نے کہا۔ "لیکن بہت احتیاط کے ساتھ۔ ہمیں اس بات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے کہ کوئی ہمیں [illegible] نہ کرے۔ [illegible] [illegible] حملہ کر دے تو ہم بے موت مارے جائیں گے۔"

وہ چاروں ہوشیاری کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اور جانوروں کے سے انداز میں چوکنا ہو کر ساحل سے اتر کر اندر جنگل میں داخل ہو گئے۔ میں فوراً [illegible] ان کی ساری باتیں سن رہا تھا [illegible] [illegible] نارو [illegible] ایک لفظ بھی نہیں سمجھ رہی تھی کیونکہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جنگل کے اندر [illegible] [illegible] [illegible] دیکھ کر اس نے [illegible] [illegible] سے میری جانب دیکھا۔

"یہ لوگ پانی کی تلاش میں جنگل کے اندر جا رہے ہیں۔" میں نے [illegible] [illegible] سے کہا۔ "انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں ہے کہ اس جنگل کے اندر کوئی ندی یا چشمہ ہے یا نہیں۔"

"یہ ہمارے لوگوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچائیں گے؟" نارو نے سوال کیا۔

"فی الحال تو اس کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے جواب دیا۔ "کیونکہ اس وقت وہ صرف پانی چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی ایسی ویسی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ویسے بھی ان لوگوں کا [illegible] [illegible] کوئی چیز بچا کر نے کا نہیں ہے۔"

نارو میری باتیں سن کر مطمئن ہو گئی۔

اس دوران وہ لوگ جنگل میں آگے بڑھ گئے تھے۔ اتفاق سے ان کا رخ ندی کی طرف ہی تھا۔ میں اور نارو ایک خاص فاصلے سے ان کا پیچھا کر رہے تھے تاکہ انہیں ہماری موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔ اس وقت مجھے [illegible] [illegible] نارو اپنے [illegible] معمولی بھاری بھرکم جسم کے [illegible] [illegible] کس قدر سبک رفتاری سے کام لے رہی ہے۔ وہ بالکل کسی چیتے کی طرح بے آواز قدم اٹھا رہی تھی۔ اس کا ایک بھی قدم ایسا نہیں پڑتا تھا جس سے درختوں کے نیچے پڑی سوکھی پتیاں چرچرائیں یا کوئی ٹہنی ٹوٹے۔ نارو نے کبھی ایسا محسوس نہیں کیا کہ اس کے پیروں کے نیچے کوئی ایک پتہ بھی چرمرایا ہو۔ جیسے [illegible] [illegible]

[illegible]

جب وہ لوگ پانی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو سب سے پہلے شانتو نے پانی کے بہنے کی آواز سنی تھی۔ [illegible]

"میں پانی بہنے کی آواز سن رہا ہوں۔" [illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کے بعد اجنبی ذرا کھسکے ہوئے اور انھوں نے مجھے اور مارکو کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں اور مارکو ان کے ساتھ چل پڑے اور ہمیں لیے ہوئے ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔

"اب ہم انھیں اپنے جہاز پر لے جائیں گے۔" مارکو نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اور انھیں [illegible] تحائف دیں گے جو ہم اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں۔ اس طرح ہم ان لوگوں کو جلد ہی اپنا دوست بنا لیں گے۔"

"لیکن اصل دقت زبان کی ہے۔" جوزف نے کہا۔ "مصیبت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی ان کی زبان نہیں جانتا۔"

"جہاز پر ہمارے ساتھ [illegible] فرانسس ہے۔" مارکو نے کہا۔ "وہ اس سے پہلے بھی افریقہ [illegible] کے کسی قبیلے کے ساتھ کچھ دن گزار چکا ہے۔ ممکن ہے وہ ان لوگوں کی زبان تھوڑی بہت سمجھ سکے اور ہم انھیں اپنا مافی الضمیر سمجھانے میں کامیاب ہو جائیں۔"

وہ چاروں اجنبی [illegible] لیے ہوئے اپنے جہاز کے قریب جا پہنچے اور ہم گھٹنوں گھٹنوں پانی سے گزرتے ہوئے جہاز تک جا پہنچے اور داخل ہو گئے۔

جہاز میں داخل ہونے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہاں اور بھی لوگ موجود تھے اور وہ بھی سب کے سب ان لوگوں کی طرح سر سے پاؤں تک لباس میں ڈھکے ہوئے تھے۔ [illegible] حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے [illegible] ان کے لیے زبردست دلچسپی کا باعث تھا۔ [illegible] ایک ایک چیز کو حیرت اور تعجب کے ساتھ دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ خود کو گویا کسی طلسم خانے میں محسوس کر رہی تھی۔

مارکو نے فرانسس کو آواز دی اور ایک ادھیڑ عمر شخص سامنے آ گیا جس کے چہرے کی سانولی رنگت بتا رہی تھی کہ اس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ گرم ممالک میں گزارا ہے۔ فرانسس افریقہ کے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی کئی زبانوں سے واقف تھا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سب کو وہاں سفر گزشتہ ... منزل ہی نہیں پہنچ ہوتا تھا۔ ... ہی جگوں کو بنیا،
زندگی ... پر ... جلد ہی ہوگا۔ ... پر ہونا ہی
ایک مدت کے بعد انہیں گوشت کی شکل دیکھنے کو ملی تھی ... خیال
سے وہ سرشار نظر آ رہے ... کو انہیں اب کھانے کے لیے گوشت میسر ہوگا۔
... گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ... کر تیار ہو گئے
... کے ... میں رکھ کر اجنبیوں کو پیش کیے جانے لگے۔ اجنبی
... کی طرح گوشت پر ٹوٹ پڑے اور جلد ہی جلد ... ہاتھوں
سے ... گوشت کو بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر کھانے لگے۔
وحشیوں نے خوب سیر ہو کر گوشت کھایا اور ندی کا ٹھنڈا پانی ...

[illegible]

واپس ابھی نہیں جائیں گے، بلکہ میں خود چاہوں گا کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا شخص نہیں ہو گا۔ مارکوس اور اس کے تمام ساتھی میری یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ ان کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ قبیلے کا روحانی پیشوا خود دیوی کی مدد کے لیے ان کے ساتھ جا رہا تھا۔

طے یہ پایا کہ ہم لوگ ایک دن آرام کریں گے اور پھر یہاں سے آگے اس ساحل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ میں خود بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔

چنانچہ اس منصوبے پر عمل کیا گیا۔ حبشیوں نے ایک دن آرام میں گزارا اور اس دوران اپنے جہاز پر ہی رہے [illegible] جن میں ابرتو بھی شامل تھا بستی میں ادھر ادھر گھومتے رہے۔ ابرتو بستی کی ایک ایک عورت کو جیسے اپنی آنکھوں میں تولتا رہا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں معلوم تھا کہ اس کے ذہن میں کیا ہے لیکن جیسا کہ بعد کے حالات سے ظاہر ہوا اس کا ایک خاص مقصد تھا جس کے تحت وہ عورتوں کو نظروں ہی نظروں میں پرکھ رہا تھا اور آئندہ کے لیے منصوبے بنا رہا تھا۔ میں ابرتو کی سرگرمیوں پر سختی کے ساتھ نظر رکھے ہوئے تھا۔ خود میں نے بستی کے کئی آدمی اس کام پر خاص طور پر مقرر کر دیے تھے کہ وہ برابر ابرتو کی نگرانی کرتے رہیں۔ لیکن ابرتو ایک نہایت چالاک آدمی تھا اس نے اس دوران ہم میں سے کسی کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا۔ وہ عورتوں کو صرف گھورتا رہا اور بس۔ اس سے آگے جانے کی اس نے جرأت ہی نہیں کی۔

دوسرے دن ہم لوگ جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ جہاز کا رخ اب اس طرف تھا [illegible] جہاں میں نے ہونے کے سیکڑوں [illegible] جہاز اس جگہ سے کچھ پہلے ہی لنگر انداز ہوا [illegible]

حبشیوں کا رویہ میرے ساتھ [illegible] تھا۔ وہ آپس میں بڑے احترام سے میرے بارے میں گفتگو کرتے۔ انہیں یقین تھا کہ میں ان کی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکتا ہوں کیونکہ میں نے انہیں یہی تاثر دے رکھا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ میں ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ بخوبی سمجھ رہا تھا۔

جہاز کے لنگر انداز ہونے کے بعد سب لوگ ساحل پر اتر آئے۔ میں بھی دوسروں کے ساتھ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چلتا ہوا ساحل تک آ گیا۔ یہاں کے سارے منظر میرے جانے پہچانے تھے۔ جب میں نے اڑچالا قبیلے والوں کو ان کی [illegible] سے نکالا تھا تو ہم لوگ انہی راستوں سے گزر کر گئے تھے لیکن ظاہر ہے کہ میں نے ان میں سے کوئی بات حبشیوں کو نہیں بتائی تھی اور نہ ہی بتانے کا ارادہ تھا۔

سب لوگ ساحل پر اتر کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور چٹانوں اور بکھرے ہوئے پتھروں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس جگہ سونا موجود ہے یا نہیں، کیونکہ جہاں سونا میں نے دیکھا تھا، وہ جگہ کچھ آگے تھی۔ اور ابھی ہم [illegible] کے قریب بھی وہاں تک نہیں پہنچے تھے۔ تاہم اب مجھے [illegible] ہو گئی تھی۔ میں خود بھی جاننا چاہتا تھا کہ ساحل کے اس حصے میں سونا موجود ہے یا نہیں؟ اس لیے ان لوگوں کے ساتھ خود بھی تلاش میں شریک ہو گیا۔

ہمیں پتھروں سے سر مارتے ہوئے شام ہو گئی، لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ مارکوس، ابرتو اور ان کے باقی ساتھی سخت دل گرفتہ نظر آ رہے تھے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسمت ہم پر مہربان نہیں ہے؟" مارکوس نے کہا۔

"تم ابھی سے ناامیدی کی باتیں کیوں کرنے لگے ہو؟" ابرتو نے کہا۔ "ابھی تو ہمارے سامنے ساحل کا بہت بڑا علاقہ پڑا ہے۔ ہم اس علاقے کو چھانے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے اور [illegible] مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ہم لوگ سونا تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔"

"تم یہ بات اتنے وثوق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو؟" مارکوس نے کہا۔

"اس لیے کہ مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ [illegible] ایک تابوت ملا [illegible] اس سے غلطی ہونے کا بہت کم امکان ہے۔"

"لیکن بہت تر غلطی ہونے کا امکان ہے۔" مارکوس نے کہا۔ "ممکن ہے کہ ہم غلط جگہ پر آ گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے بہت [illegible] غلطی ہوئی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ابرتو نے کہا۔ "[illegible] سمجھنے میں غلطی نہیں کی ہے [illegible] فرانسس کو بھی اس بات کا [illegible] کہ ہم لوگ صحیح مقام پر پہنچے ہیں۔ [illegible] فرانسس نے [illegible] کے ساحلی علاقوں کی سیر میں گزارا ہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔" مارکوس نے [illegible] "مجھے تو یہ ساری [illegible] اب کچھ بیکار سی معلوم ہوتی ہے [illegible] دنوں کی جستجو کا اب تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔"

میں ان لوگوں کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا اور ان کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔ لیکن [illegible] اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ میں ان کی گفتگو سمجھ بھی سکتا ہوں۔ اسی لیے وہ میری طرف سے لاپروا تھے۔

"[illegible] حبشیوں کو تو کسی بات کا کوئی علم ہی نہیں [illegible]" ابرتو نے میری طرف دیکھتے ہوئے مارکوس سے کہا۔ "اب اسی شخص کو دیکھو جو اپنے قبیلے کا روحانی پیشوا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس نام نہاد پیشوا کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ساحل کے کس علاقے میں سونا [illegible]"

"تم ان [illegible] کی کیا بات کرتے ہو۔" مارکوس نے جواب [illegible] "[illegible] ہیں [illegible]

بتاتا ہے سب لوگوں کے سامنے کس شان سے [illegible] مگر ہم [illegible]"

"[illegible] عورتوں کو اغوا کرکے لے جاؤ۔" ابرتو نے [illegible] سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "کہتے ہیں ہماری نسل خراب ہو جائے گی۔ تم دیکھنا ہمیں ذرا سونے کا سراغ مل جانے دو اس کے بعد ہم تمہیں بتائیں گے کہ ان کی لڑکیوں کے ساتھ ہم کیا سلوک کرتے ہیں گے؟"

"تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" مارکوس نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" ابرتو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے چند عورتوں کو نظروں ہی نظروں میں تاڑ لیا ہے۔ ہم انہیں کسی ترکیب سے اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کنیزیں بنا کر رکھیں گے۔ [illegible] افریقہ سے تعلق رکھنے والی نادر و نایاب کنیزیں ہوں گی۔"

"[illegible] کرکے ابھی کوئی حماقت مت کرنا۔" مارکوس نے [illegible] "مگر ان لوگوں کو تمہارے اس [illegible] ارادے کی ہوا بھی لگ گئی تو وہ ہماری تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔"

"ہم یہ کام ایسی صفائی سے کریں گے کہ انہیں اس کا علم ہی نہیں ہو سکے گا۔" ابرتو نے ڈھٹائی سے کہا۔ "اگر ہمیں سونا مل گیا تو پہلے تو ہم اپنا جہاز سونے سے بھر لیں گے۔ اس کے بعد اس شخص کو چھوڑنے کے لیے ان لوگوں کی بستی کے ساحل کی طرف جائیں گے اور لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کے بہانے ان کی بستی میں چلے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان دوستانہ تعلقات موجود ہیں اس لیے کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہو گی۔ جہاز میں ہمارے پاس بے ہوشی پیدا کرنے والی دوا [illegible] مقدار میں موجود ہے۔ ہمیں شراب کے چند پیپے [illegible] پڑیں گے۔ ہم شراب میں بے ہوشی کی دوا ملا کر ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں گے۔ [illegible] ایک گھنٹے کے اندر اندر سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہم بڑے اطمینان کے ساتھ اپنی پسند کی عورتوں کو اٹھا کر جہاز میں ڈال دیں گے اور نکل جائیں گے۔ یہ ہے میرا منصوبہ۔ کیوں؟ ہے نا لاجواب؟"

مارکوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چند لمحوں تک [illegible] خلا [illegible]

"[illegible] مجھے تو [illegible] اس پروگرام سے کوئی دلچسپی نہیں [illegible] تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہاری طرح عورتوں کا رسیا [illegible] آج تک اس [illegible] تم عورتوں کے بارے میں سوچا کرتے ہو اور میں صرف سونے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ [illegible] سب بے کار ہے۔"

"[illegible] نہیں [illegible] مارکوس۔" ابرتو نے جواب دیا۔ "[illegible] ہم یہاں سے خالی ہاتھ [illegible]

"کاش ایسا ہی ہو!" مارکوس نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچ کر کہا۔

رات کے کھانے کے لیے ہمارے پاس کافی سامان موجود تھا۔ گوشت کے علاوہ پھل بھی بڑی مقدار میں موجود تھے۔ کھانا سب لوگوں نے جہاز کے اندر ہی کھایا اور اس کے بعد سب کے سب لیٹ کر سو گئے۔ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ اس لیے جلد ہی نیند آ گئی۔

میں البتہ جاگ رہا تھا اور دل ہی دل میں ابرتو کے منصوبے کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ بات تو یقینی تھی کہ اب یہ لوگ سونے سے زیادہ دور نہیں تھے اور ایک آدھ دن میں ہی سونا ان کی دسترس میں آنے والا تھا۔ ابرتو واقعی ایک [illegible] تھا۔ اس نے ہمارے قبیلے کی عورتوں کو اڑا لے جانے کی ایک نہایت عمدہ ترکیب سوچی تھی۔ لیکن میں دل ہی دل میں اس کی [illegible] پر [illegible] رہا تھا۔ اس بیچارے کو کیا معلوم کہ اس کی ترکیب عمل جامہ پہننے سے پہلے ہی میرے علم میں آ چکی ہے اور میں اس کے دل کی بات سے واقف ہو چکا ہوں۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ ابرتو کو اس کی [illegible] کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دوں گا اور عین وقت پر اس کو ایسی سزا دوں گا جسے وہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکے۔

[illegible] اب اپنے لوگوں کی [illegible] سے بچانا میرا [illegible] تھا۔ [illegible] اب [illegible] میرے اپنے لوگ تھے۔ میں ان میں سے ہی ایک بن گیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح گویا ان تمام لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری میرے اوپر عائد ہوتی تھی اور میں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا تھا اور میں ان کے اعتماد پر پورا اترنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ سیدھے سادے اور بھولے بھالے لوگ ہیں جنہیں دھوکا دینا بہت آسان ہے اور "مہذب" دنیا سے آئے ہوئے ابرتو اور اس کے ساتھی بے حد چالاک اور مکار لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی چالاکیوں اور مکاریوں کا سدباب میں ہی کر سکتا تھا اور میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا جس کے مطابق مجھے عمل کرنا تھا۔

دوسرے دن علی الصباح ہاتھ منہ دھونے کے بعد کچھ تھوڑا بہت کھانا کھایا گیا اور جہاز کو تھوڑا سا آگے لے جایا گیا۔ اب ہم ٹھیک اس جگہ پر تھے جہاں سونے کے ذخائر یقینی طور پر موجود تھے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت سونے کو ان لوگوں کی دسترس میں آنے سے نہیں روک سکتی تھی۔

تلاش کا کام شروع کر دیا گیا۔ میں اور فرانسس ایک ساتھ تھے۔ باقی لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے۔ ابرتو اور مارکوس ہم سے کچھ فاصلے پر ساتھ ساتھ تھے۔ اچانک میری نظر ایک ابھری ہوئی چٹان کے [illegible] پر پڑی جس پر اگرچہ بہت زیادہ چمک [illegible] نہیں تھی لیکن پھر بھی [illegible] اس کا خاص سنہری رنگ [illegible] میں نے اس پتھر کو اٹھا لیا اور ایک مٹھی بھر مٹی لے کر اس سے اس پتھر کو رگڑ کر صاف

نسنے اطمینان کی گہری سانس لی جیسے سر پر کوئی بوجھ صاف ہو گیا ہو۔ اندر سے وہ [illegible] جو پہلی بار [illegible] میں دل ہی دل میں مسکرا پڑا [illegible] لوگوں کے پیٹ سونے کی دریافت کا سہرا کس کے سر بندھا تھا۔

میں اس پتھر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اتفاقاً اسی دوران میں مارکوس اور ابرو میرے قریب آ گئے۔ میرے ہاتھ میں [illegible] پتھر دیکھ کر وہ چونک پڑے۔ میں نے وہ پتھر بغیر کچھ کہے ان کی طرف بڑھا دیا [illegible] وہ دونوں کی [illegible] مارکوس نے وہ پتھر میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ ابرو اور مارکوس کی چیخ سن کر [illegible] بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور تینوں اس پتھر کا جائزہ لینے لگے جو دراصل سونے کا ایک بڑا سا ڈلا تھا۔

"مل گیا مل گیا! بالآخر ہمیں سونا مل گیا۔" ابرو نے ناچتے ہوئے کہا۔ [illegible] میں مارکوس اور [illegible] بھی شامل ہو گئے۔ ان لوگوں کی [illegible] اور [illegible] کے لوگ بھی دوڑ کے [illegible] لگے۔ ان سب کے سامنے سونے کا وہ [illegible] موجود تھا [illegible]۔

مارکوس نے دوستانہ انداز میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کام ختم ہونے کے بعد البرٹو نے فرانسس کی وساطت سے مجھ سے کہا: "آؤ، اس سامنے والی پہاڑی کے اوپر چڑھ کر وہاں کا جائزہ لیتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پہاڑی کے اوپر بھی سونے کے ذخائر ملنے چاہئیں۔"

"چلو۔" میں نے بڑی خوشی سے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ البرٹو کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ ابھر آئی۔ میں اس مسکراہٹ کا مطلب بخوبی سمجھتا تھا۔ البرٹو کا خیال تھا کہ میں اس کے جال میں پھنس گیا ہوں اور اب اسے مجھ کو اوپر لے جا کر نیچے دھکا دینے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔

میں، البرٹو اور فرانسس تینوں سامنے والی بلند پہاڑی کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ نارگو ہمیں دور سے دیکھ رہا تھا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے جلدی سے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا گویا وہ مجھ سے آنکھیں ملانے سے گریزاں ہو۔ میں اس کی اس حرکت پر دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ [illegible] چاہتا تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مجھے اس طرح ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن اس کے اندر اتنی جرأت بھی نہیں تھی کہ ان لوگوں کو روک سکے۔ [illegible] البرٹو [illegible] کر دے۔

ہم تینوں نے پہاڑی کے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہ بڑی مشکل چڑھائی تھی گو پہاڑی سامنے سے کچھ زیادہ ڈھلوان نہیں تھی۔ لیکن بعض بعض جگہ بالکل عمودی بھی ہو گئی تھی اور ہمیں ایک ایک قدم بہت احتیاط کے ساتھ اٹھانا پڑ رہا تھا۔ البرٹو آگے تھا۔ اس کے پیچھے میں تھا اور سب سے پیچھے فرانسس۔ یہ ترتیب خود البرٹو نے قائم کی تھی اور اس کا مقصد غالباً یہ تھا کہ میں ان دونوں کے درمیان رہوں اور ادھر ادھر نہ ہو سکوں۔

بالآخر کوئی ایک گھنٹے کی محنت شاقہ کے بعد ہم لوگ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ البرٹو اور فرانسس کے جسم پسینے میں نہائے ہوئے تھے اور ان کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ میرے اوپر فی الحقیقت اس قسم کی کوئی کیفیت طاری نہیں تھی۔ البتہ میں نے ان دونوں کو دکھانے کی غرض سے زور زور سے سانس لینا شروع کر دیا تھا کہ وہ یہ سمجھیں کہ میں بھی ان کی طرح بہت زیادہ تھک گیا ہوں۔

پہاڑی کی چوٹی پر زمین کا ایک بڑا سا ہموار قطعہ تھا۔ البرٹو اور فرانسس بری طرح تھک گئے تھے۔ وہ دونوں زمین پر بیٹھ گئے اور لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے سستانے لگے۔ میں بھی ان کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ پہاڑی کی اس بلندی سے آس پاس کا منظر بہت خوشنما نظر آ رہا تھا۔ ایک طرف حد نظر تک وسیع و عریض سمندر پھیلا ہوا تھا جس کا رنگ [illegible]

نہ جانے موجوں کا یہ کھیل کب سے جاری ہے اور کب تک جاری رہے گا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ پہاڑی کی دوسری طرف گھنا جنگل اور تاحد نظر سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ درختوں کی بلند [illegible] سرسبز و شاداب چوٹیوں [illegible] بہت دلکش نظر آتا تھا۔ چند منٹ کے لیے البرٹو اور فرانسس بھی اس حسین منظر کی دلکشی میں گم ہو کر رہ گئے۔

"یہاں تو کہیں سونے کے آثار نظر نہیں آتے۔" بالآخر البرٹو نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے مجھے دیکھ کر کہا اور فرانسس نے اس کی بات کا میرے لیے ترجمہ کیا۔

"ہاں مجھے بھی یہاں سونے کے آثار نظر نہیں آتے۔" میں نے اپنی زبان میں جواب دیا۔ "کیا بہتر نہ ہوگا کہ ہم واپس چلیں؟" فرانسس نے ترجمے کے فرائض انجام دیے۔

"یقیناً ہم واپس جائیں گے۔" البرٹو نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن ہمارے راستے مختلف ہوں گے۔ ہم دونوں سامنے کے اسی راستے سے واپس نیچے جائیں گے جس سے ہم آئے تھے۔ جبکہ تم پیچھے کی طرف سے چھلانگ لگا کر سیدھے دوسری دنیا کو سدھار جاؤ گے۔"

فرانسس نے البرٹو کے ان الفاظ کا [illegible]

"آؤ ذرا دیکھیں پہاڑی کے پچھلے حصے کی طرف کیا ہے۔" [illegible] کہا اور مجھے ہاتھ سے چلنے کا اشارہ کیا۔ میں البرٹو کے [illegible] چاہتا تھا [illegible] چاہتا تھا کہ وہ مجھے ہلاک کرنے کی اپنی خواہش پوری کر لے [illegible] کے اشارے پر میں آگے بڑھ گیا اور ایک ابھری ہوئی چٹان کے [illegible] ان سب پر [illegible] نیچے جھانک کر دیکھنے لگا [illegible] اس وقت تو پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ وہ اچانک [illegible] نے مجھے پوری طاقت سے نیچے دھکیل دیا۔ فرانسس اس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ میں نے خود کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی [illegible] میں [illegible] تیزی سے نیچے کی طرف جانے لگا جہاں [illegible] چٹانیں [illegible] گرا [illegible] حالت میں [illegible] البرٹو اور فرانسس کے چہرے نظر آئے۔ جو نیچے جھانک کر [illegible] کی کوشش کر رہے تھے۔ کافی دیر تک وہ دونوں اوپر سے جھانک کر مجھے دیکھتے رہے۔ میں [illegible] نہیں کی [illegible] لوگوں کو یقین آ گیا کہ میں مر چکا ہوں اور میرے جسم کی ساری ہڈیاں [illegible] گئی ہیں۔ تب وہ دونوں وہاں سے ہٹ گئے۔

ان کے ہٹنے کے بعد بھی میں تھوڑی دیر تک [illegible] پڑا رہا۔ جب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ وہ لوگ پہاڑی پر سے نیچے [illegible] چلے گئے ہیں تو میں ایک جست لگا کر اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا [illegible]

[illegible] اپنے [illegible] کی مکمل تلاشی کر دی گئی۔ اس کے بعد [illegible] تیزی سے [illegible] کے اندر [illegible] جس کا [illegible] تیز [illegible] ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔

[illegible] ہوا اور [illegible] ساحل کے اس [illegible] کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں اجنبیوں کا جہاز لنگرانداز تھا۔ تمام [illegible] اور اب بچے کچھے لوگ جہاز پر سوار ہو رہے تھے۔ [illegible] روانہ ہونے والا تھا۔

میں نے ایک چٹان کی آڑ میں سے [illegible] کا [illegible] آپ جانے کے بعد میں [illegible] اپنی بستی کے ساحل کی طرف [illegible] جہاز بھی وہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں [illegible] پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ [illegible] جہاز کے لنگر اٹھائے [illegible] اس کے بعد [illegible] جہاز کو [illegible] دیا اور خود پیچھے ہو گیا۔ اب [illegible] اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ ہماری رفتار بہت تیز تھی [illegible] ہونے سے پہلے پہلے بستی کے ساحل کے قریب پہنچ جانا [illegible] وہاں [illegible] اپنا کام انجام دے کر [illegible] مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ [illegible] کے اندر [illegible] مزید [illegible] تھا کہ ان لوگوں نے [illegible] بستی [illegible] کی تقسیم [illegible]

[illegible] جہاز بستی کے ساحل [illegible] پہنچ گیا [illegible] تیزی سے [illegible] ساحل پر [illegible] سے بستی میں داخل ہو گیا۔ بستی کے [illegible] میدان [illegible] کے طور پر استعمال ہوتا تھا [illegible] جلدی سے [illegible] تک [illegible] کر [illegible] میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ مجھے [illegible] کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

[illegible] میں نے دیکھا کہ ساحل کی جانب سے اجنبی بستی [illegible] آ رہے تھے۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا [illegible] طرف بڑھنے لگے تھے۔ اجنبیوں کی [illegible] دوست [illegible] اجنبی بستی کے اندر داخل ہوئے [illegible] لوگوں کو [illegible] ہو گئی۔ اجنبیوں نے [illegible]

پھر میں نے [illegible] بڑے [illegible] سے [illegible] اس کو [illegible] سے نکل [illegible] کی طرف [illegible] سے [illegible] بستی کے لوگ [illegible] اس [illegible] کے [illegible] تھے [illegible]

"کیا حالات ہیں اجنبی لوگو؟" نارو نے دوستانہ انداز میں سوال کیا۔ "تمہیں [illegible] یہاں [illegible] خوشی ہوئی۔"

"ہم لوگ بالکل ٹھیک ہیں۔" فرانسس نے جواب دیا۔

"[illegible] لوگوں کو [illegible] کے [illegible] کی [illegible] تھی؟" نارو نے پوچھا۔

"ہاں [illegible]" فرانسس نے جواب دیا۔ "ہمیں [illegible] ہم لوگ [illegible] دنیا [illegible] جس کی [illegible] ان پتھروں تک رسائی حاصل ہو سکی۔ اب [illegible] خوشی کے موقع پر ہم بستی کے سارے لوگوں کو اپنا [illegible] شروع کرنا چاہتے ہیں جو ہماری دنیا کا [illegible] جیسے [illegible] لگا [illegible]"

"[illegible]" نارو نے فرانسس کی باتوں کا [illegible] کرتے ہوئے سوال کیا۔

"[illegible]" فرانسس نے جواب دیا۔ [illegible]

"ایسا نہیں ہو سکتا۔" نارو نے [illegible] جب تک [illegible] اس وقت تک [illegible] قبول [illegible] گے۔

نارو کے اس جواب نے فرانسس کے [illegible] کی طرف دیکھا [illegible] البرٹو [illegible] سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نارو کی [illegible] بات [illegible] کو [illegible] قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا [illegible]

منصوبے کی راہ میں مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ میں کشمکش اور الجھن میں مبتلا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ نادو نے شراب قبول کرنے کی جرأت [illegible] کی تھی۔ وہ کم از کم ان قبیلے والوں کے خلاف تو [illegible] کیونکہ وہ مجھے اپنی دانست میں [illegible] کر رہے تھے۔ اب یہ بستی والوں کو شراب پینے پر کس طرح مجبور کر دیا جائے تاکہ میرا منصوبہ کسی طرح مکمل ہو کر وہ الجھنوں کو ختم کر سکیں۔

"اس سے پہلے کہ مجھ پر [illegible] آ جائے کسی طرح اسے راضی کر لو کہ وہ لوگوں کو شراب پینے کی اجازت دے دے۔" البرٹو نے غصے سے دانت پیستے ہوئے فرانسس سے کہا۔

فرانسس نے نادو کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی کہ وہ [illegible] لوگوں کو شراب پینے کی اجازت دے دے۔ لیکن نادو کسی مضبوط چٹان کی طرح اپنے فیصلے پر قائم رہی اور اس نے ان لوگوں کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ وہ [illegible] اپنے جھونپڑے کے دروازے کے سامنے جا بیٹھی۔ نادو کے بیٹھتے ہی بستی کے سارے لوگ وہاں سے ہٹ گئے [illegible] اور چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ [illegible] رہ گئے۔

"میری عقل تو اب اس پر [illegible] ہو گئی ہے۔" مارکوس نے البرٹو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "نہ ہم [illegible] واپس آ سکتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کو شراب پینے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اور جب تک یہ شراب نہیں پئیں گے اس وقت تک ان کے بے ہوش ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور ان کی بے ہوشی کے بغیر ہم ان کے کسی انسان کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اگر ایسی حماقت کی تو یہ لوگ مار مار کر ہمارا بھرکس نکال دیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ عورتوں کا خیال چھوڑو اور یہاں سے سیدھے جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہو جاؤ۔ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ نہیں مل سکا ہے [illegible] ہیں۔ اس صورت میں ہمارا یہاں زیادہ قیام خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

"تم خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔" البرٹو نے مارکوس کو ڈانٹنے کے انداز میں کہا۔ "بجائے اس کے کہ تم کوئی دوسرا متبادل راستہ تلاش کرنے کی کوشش کرو، الٹا ہم لوگوں کی حوصلہ شکنی کر رہے ہو۔ مجھے سوچنے دو۔ مجھے کوئی دوسرا راستہ سوچنے دو۔"

"دوسرا کوئی راستہ موجود نہیں ہے البرٹو۔" اس مرتبہ فرانسس نے پہلی بار اس معاملے میں اپنی زبان کھولتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے شوق کی خاطر سب کو خطرے میں مت ڈالو۔ اگر ان لوگوں کو ابھی بھنک پڑ گئی کہ ہمارا ارادہ نیک نہیں ہے تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور ہمیں جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے خاموشی کے ساتھ راہ فرار اختیار کرو اور جہاز میں بیٹھ کر واپس چل پڑو۔"

"تم نے بھی اتنی جلدی ہتھیار ڈال دیے؟" البرٹو نے فرانسس پر طنز کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا! ادھر چلو۔ اس درخت کے نیچے بیٹھ کر [illegible] سے اس نئی صورت حال پر غور کرتے ہیں۔" البرٹو نے دور ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل مجھے سخت پیاس لگ رہی [illegible] وہاں اس درخت کے نیچے بیٹھ کر ہم [illegible] کے پاس چل کر باہمی مشورہ کریں گے اور پھر [illegible] سے وہاں سے روانہ ہو جائیں گے کہ اب کیا کرنا [illegible]"

وہ سب کے سب وہاں سے ہٹ گئے اور دور ایک درخت کی سمت قدم بڑھانے لگے جہاں قبیلے کے کچھ لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے [illegible]

جس درخت پر میں بیٹھا ہوا تھا اب اس کے نیچے کوئی نہیں [illegible] آس پاس بھی کوئی نہیں تھا۔ سب لوگ دور دور تھے۔ چاروں طرف [illegible] کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور قبیلے والوں نے جگہ جگہ مشعلیں روشن کرنی شروع کر دی تھیں۔

اس وقت اچانک میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ [illegible] کے دل ہی دل میں خود بخود مسکرا اٹھا۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے کی جانب درخت [illegible] سے نیچے اتر آیا [illegible] مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ اس کے بعد میں [illegible] ترین جھونپڑے کے پاس پہنچ گیا۔ اب اگر کسی نے مجھے دیکھ بھی لیا تو [illegible] نہیں تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ اجنبیوں کو میری آمد کی خبر نہ ہونے پائے [illegible] اپنے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

قریب ترین جھونپڑے کے [illegible] ایک شخص تنہا بیٹھا [illegible] نے بہت پہلے [illegible] تھا [illegible] پہ اگر [illegible] ترتیب [illegible] کر دوسری طرف دیکھنے لگا [illegible] نہیں تھا اور [illegible] مجھے کر [illegible] دیا تھا کہ میں قبیلے کا کوئی [illegible]

میں [illegible] کے بالکل پاس پہنچ گیا۔ تب اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ پھر اس نے مجھے پہچان لیا اور [illegible]

"تم آ گئے!" اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

[illegible] ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور [illegible] میں [illegible] کہا: "میں تمہارے جھونپڑے کے اندر [illegible] سردار کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ تم جلدی سے نادو کو یہاں بلا [illegible] خیال رہے کہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو۔"

[illegible] اس کے جھونپڑے کے اندر داخل ہو گیا [illegible] کسی [illegible] کی طرح میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

[illegible] نادو [illegible] جھونپڑے میں داخل ہوئی۔

"اور تم زندہ ہو [illegible] میں تو سمجھ رہی تھی کہ ان لوگوں نے [illegible] ہلاک کر دیا [illegible] ہلاک ہو گئے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا تھا [illegible] کر [illegible] جہاز [illegible] سے بتا دیا [illegible] اور تم یہاں [illegible] کیوں ہو؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا نادو۔" میں نے [illegible] علیحدہ کر کے [illegible] ہوئے [illegible]

[illegible] خاموشی سے سن لیا کرتی [illegible] مجھے [illegible] کر کے [illegible] میں کہا۔

[illegible] مل کر اس پر عمل کروں گی۔ تم کہو تو [illegible]

"تم چپ رہو۔ تم قبیلے کے پاس [illegible] الکوحل [illegible] کے [illegible] کو کوئی [illegible] ہم نے پہلے [illegible] بدل دیا ہے [illegible] قبیلے کے لوگوں کو شراب پینے کی اجازت دینے کے لیے تیار ہو۔"

"مگر [illegible] تمہیں کیسے معلوم؟" [illegible] نے حیرت [illegible]

"ان لوگوں کا [illegible] نہیں ہے نادو۔" میں نے جواب دیا۔ "بہرحال [illegible] سے عمل کرو۔ تم جا کر ان اجنبیوں سے کہو کہ تم ان کی بات ماننے کے لیے تیار ہو۔ اور اس بات کا اس طور پر [illegible] تم خود یہ شراب ہرگز نہ پینا۔ تم [illegible] کر برتن میں شراب لے کر [illegible] بات [illegible] اس کے بعد میں تمہیں ایسا تماشا [illegible] تم نے زندگی بھر نہیں دیکھا ہوگا۔ ان اجنبیوں کو [illegible] ان کی باتوں میں [illegible] کہیں گی کہ انہیں اجازت دے کے بعد [illegible] قبیلے کے لوگوں کی اس بات کی اجازت دے کر کہ وہ [illegible] اب پی سکتے ہیں، وہ اپنے جھونپڑے میں واپس آ جاتا۔ تب میرے پاس [illegible] میں تمہیں بتاؤں گا کہ باقی کام [illegible] لیکن [illegible] ہوشیار رہنا۔ اگر [illegible] کسی کو [illegible] طور پر اجنبیوں سے کچھ [illegible] کہ [illegible] زندہ [illegible] واپس آ گیا [illegible]

"ٹھیک ہے [illegible]" نادو نے اپنے سفید سفید دانتوں کی نمائش [illegible] کرتے ہوئے کہا [illegible] تم جب [illegible] میں [illegible]

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم جاؤ [illegible] کسی [illegible] ذکر نہ کرنا۔"

[illegible] اور میں جھونپڑے میں اکیلا رہ گیا۔ میں سوچنے لگا [illegible] فیصلے کی اچانک تبدیلی کو وہ لوگ کس بات کا نتیجہ سمجھیں گے [illegible] [illegible] جب اپنے قبیلے کے لوگوں سے [illegible] اجازت [illegible] کیا ہوگا تو [illegible] سے [illegible] ہوا ہوگا [illegible] کے [illegible] ملے [illegible] شراب سے [illegible] ہو گئے۔ یا [illegible] اپنے فیصلے کو بدل دیا ہوگا [illegible] شراب [illegible] بہرحال ان لوگوں کے لیے نادو کے [illegible] بڑی حیرت انگیز ہوگی [illegible] کے ساتھ [illegible] لوگوں کا [illegible] ہو جائے گا۔ [illegible] میری طرف [illegible] آ گئے گا۔

[illegible] کی [illegible] جگہ [illegible] ساری [illegible] ایک [illegible]

ہیں۔ اس کے ساتھ ہی [illegible] ڈھول [illegible] کی آوازیں بھی مسلسل سنائی دینے لگیں۔ [illegible] کی آوازیں [illegible] ایک ہی سمت میں سے آ رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ [illegible] شراب کی تقسیم شروع ہو چکی ہے۔ [illegible] قبیلے کے لوگ [illegible] برتن لے کر دیوانہ وار ایک ہی سمت میں بھاگ رہے ہیں۔ [illegible] سمت میں [illegible] جہاں [illegible] شراب کے پیپے لے جا کر رکھے گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر اور گزری ہوگی کہ نادو [illegible] اس نے بتایا کہ جب اس نے قبیلے والوں کو اپنے فیصلے میں تبدیلی کی اطلاع دی تو وہ بہت ہی زیادہ خوش ہوئے۔ اجنبیوں نے فوراً ہی پیپوں میں سے شراب نکال کر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اب سارے لوگ شراب حاصل کر چکے ہیں۔ [illegible] سب کے سب اپنے اپنے برتن لے کر جھونپڑوں کے پاس پہنچ گئے ہیں [illegible] ہو گئی ہے۔

"تم نے خود تو شراب نہیں پی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں [illegible]" نادو نے سختی سے جواب دیا۔ "میں [illegible] ہوں کہ میں [illegible] ایسا کیسے کر سکتی تھی؟ [illegible] سب سے پہلے مجھے ہی شراب پیش کی تھی [illegible] وہ بھی میں نے اپنے برتن میں [illegible] لیکن میں نے اسے پیا نہیں، بلکہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی آئی کہ میں اس شراب کو اپنے ساتھ لیے جا رہی ہوں اور اپنے جھونپڑے میں بیٹھ کر آرام سے پیوں گی۔ وہاں سے آ کر میں نے وہ شراب [illegible] پر بہا دیا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔" میں نے نادو کی [illegible] کرتے ہوئے کہا۔ "تم بہت ہوشیار اور ذہین عورت ہو۔ مجھے تم سے اسی بات کی امید تھی۔"

جواب میں نادو مسکرا دی۔

مجھے معلوم تھا کہ سارے لوگوں کے بے ہوش ہونے میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔ [illegible] اب مجھ سے [illegible] کوئی سوال نہیں کر رہی تھی لیکن تجسس اس کی آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔ مجھے [illegible] کا یہ تجسس [illegible] کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے اجنبیوں کے منصوبے سے تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ [illegible] بہت سے [illegible] خود نادو نے میری بات سنی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے کہ [illegible] میری بات کا یقین ہی نہ آ رہا ہو۔

"ان لوگوں نے تمہیں پہاڑی سے نیچے دھکیل دیا۔ تم نیچے گر گئے اور اس کے باوجود تمہیں خراش تک نہیں آئی؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ان [illegible]" میں نے جواب دیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ [illegible] بڑا برکت [illegible] ہے [illegible] کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ میں [illegible] کے ہاتھ [illegible] سے زندہ نکل کر آیا۔ یہ بھی اس کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ میں [illegible] چٹان [illegible] جس نے ندی کے بہاؤ کا راستہ روک دیا تھا، اسے اپنے بازوؤں کی قوت سے ہٹا کر نیچے پھینک دی۔ [illegible] مشکلات [illegible] کی مہربانی تھی کہ ان لوگوں نے مجھے بلندی سے نیچے دھکا دے دیا [illegible]

صدیوں کا مسافر (2) 98

"ہاں نادر؟" میں نے جواب دیا۔ "ان میں جو اس شخص کے [illegible]
ابھی تو وہ سامنے [illegible] ہے اور اس کے چاروں ساتھی بھاگ گئے ہیں
جو سامنے خود انہیں بھاگ [illegible] ہو گیا [illegible] انہیں نقصان نہیں
پہنچانا چاہتا تھا۔ ان لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا نہیں تھا سوائے اس
کے کہ وہ [illegible] شاید [illegible] ہے تھے۔"

"وہ لوگ اپنی زندگی بچا کر بھاگ گئے ہوں گے۔" نادر نے
کہا۔ "میرا خیال ہے کہ جہاز کے باقی لوگ سب کو [illegible] مسلح ہو کر یہاں
آ رہے ہوں گے۔ انہیں یہ تو معلوم ہے کہ [illegible] کے علاوہ قبیلے کے باقی
سارے لوگ بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں ان کے
حوصلے بہت بلند ہوں گے اور وہ تمہیں سخت نقصان پہنچانے کی
کوشش کریں گے۔ وہ تمہیں ہلاک کر دینا چاہیں گے۔ کیا تمہیں اس
صورت حال کا اندازہ ہے شیابو؟"

"لیکن میرا خیال اس سے بالکل مختلف ہے۔" میں نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو؟" نادر نے پوچھا۔

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان چاروں خوفزدہ انسانوں کے [illegible]
پر پہنچ جانے کے بعد وہ لوگ [illegible] اور جیسے یہاں سے
[illegible] ہو جائیں گے۔ اس تجربے کے بعد یہاں زندہ [illegible] ان کے
دلوں میں خوف اور دہشت اور [illegible] بیٹھ جائے گی۔ ہو سکتا ہے
[illegible] زندہ شیابو نہیں ہوں بلکہ شیابو کا بھوت ہوں۔ اس کے
[illegible] ساتھی بھی [illegible] ہوں گے کیوں کہ انہوں نے جب
[illegible] شعلے [illegible] لیکن مجھ پر اس کا کوئی
اثر نہیں ہوا تب ہی اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں زندہ شیابو ہوں
یا شیابو کا بھوت ہوں۔ دیکھو نادر، ان لوگوں نے جتنی بلندی سے مجھے
[illegible] تھا، اس کے بعد کسی جاندار کے زندہ رہ جانے کا کوئی سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا۔ جہاں میں گرا تھا، وہاں نوکیلی سخت چٹانوں کے علاوہ
اور کچھ نہیں تھا۔ ان چٹانوں سے ٹکرانے کے بعد کوئی جاندار زندہ
نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے میرے زندہ بچ جانے کا خیال ان کے
ذہن میں کس طرح آ سکتا ہے! وہ یہی سمجھیں گے کہ شیابو تو مر گیا، لیکن اس
کا بھوت [illegible] پیچھا کر رہا ہے۔ [illegible] یہ بات ان کی سمجھ میں کس طرح
آ سکتی ہے کہ میں روانی کے ساتھ ان کی زبان بول سکتا ہوں۔ شیابو
نہیں۔ البتہ شیابو کا بھوت بہت آسانی سے ان کی زبان بول سکتا ہے۔ وہ لوگ یہی
سمجھیں گے اور میں پھر ہر وقت [illegible] وہ جلد سے جلد اپنا جہاز چلا کر
بھاگ جانے کی کوشش کریں گے۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔" نادر نے کہا۔

"اچھا میں ان کے جہاز کی طرف جا رہا ہوں۔ تم یہیں ٹھہرنا۔"
میں نے نادر سے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی شیابو۔" نادر نے کہا۔

"نہیں نادر۔" میں نے جواب دیا۔ "میں اکیلا جاؤں گا، [illegible] نہیں
جا سکتا۔ کیوں کہ اس صورت میں مجھے اپنے ہاتھوں میں مشعلیں لے
کر چلنا ہو گا۔ ان مشعلوں کی روشنی میں تمہارا نشانہ وہ آسانی سے لگا
سکتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی تیر لگ گیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گی۔ اس لیے
یہ سب [illegible] دکھ کی بات ہو گی۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو شیابو۔" نادر نے جواب دیا۔ "[illegible]
روشنی کے نشانے پر [illegible] صحیح تیر چلایا جا سکتا ہے۔ تم اکیلے ہی
جاؤ۔ میں یہیں [illegible] انتظار کروں گی [illegible] کیا تمہارے
ساتھی ابھی [illegible] چھوڑ جائیں گے؟"

"ظاہر ہے کہ اس کے علاوہ ان کے پاس اور چارہ ہی کیا ہے۔"
میں نے جواب دیا اور آگے روانہ ہو گیا۔

میں اندھیرے میں اطمینان سے آگے بڑھ رہا تھا۔ بہت
دور [illegible] جہاز کا ہیولا نظر آ رہا تھا۔ میں اطمینان سے جہاز کی طرف بڑھتا
رہا۔ یہاں تک کہ میں جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ اب جہاز تک پہنچنے
کے لیے مجھے گھٹنوں گھٹنوں پانی میں جانا تھا۔ میں پانی میں اترنے کا
ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز نے حرکت کی۔ ایک جھٹکا [illegible]
[illegible] کی طرف بڑھ گیا۔

گویا میرا خیال بالکل صحیح تھا۔ چاروں خوفزدہ جنگجو جہاز
پر پہنچ چکے تھے۔ [illegible] زندہ ہونے اور [illegible] کی
[illegible] جہاز والوں سے کہا ہو گا کہ وہ فوراً [illegible]
شیابو کا بھوت [illegible] ہے۔ [illegible] اور [illegible]
سے [illegible] اگر ہم پہلے ہی [illegible]
کوئی [illegible] بہت خوشی ہوئی [illegible]
اور [illegible] بات سنتے ہی [illegible] اٹھانے کا حکم دے
دیا ہو گا۔

میں ساحل کے قریب کھڑا رہا اور میں نے پانی میں آہستہ آہستہ
[illegible] کر دیا۔ میری نظروں کے سامنے جہاز نے حرکت کی اور
آہستہ آہستہ شمال کی طرف بڑھنے لگا۔

"الوداع اجنبی دوستو۔" میں نے اندھیرے میں [illegible]
ہوئے جہاز سے گویا آپ ہی آپ کہا۔ "تم مرنے کی [illegible]
[illegible] ایک لاش یہاں چھوڑے جا رہے ہو۔ اگر میں یہاں [illegible]
ہوتا تو یہ لاش چھوٹی چھوٹی بوٹیوں کی شکل میں سیاہ [illegible]
پیٹ میں اتر جاتی۔ لیکن اب میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں
ان لوگوں سے تم خوف اور [illegible] کی نجات [illegible]
اس لاش کو ایک گڑھے میں دفن کر دیا جائے گا۔"

میں کافی دیر تک ساحل پر کھڑا جہاز کو دور جاتے [illegible]
رہا اور انسانی زندگی کی بے بضاعتی پر غور کرتا رہا۔ [illegible]
سب سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا جس نے [illegible]
[illegible] کو دوسرا کے کر اس کے دل کا نقشہ [illegible] جس نے

نظر تک سفر کی اپنے وطن سے ہزاروں میل دور [illegible]
پہنچا۔ جس نے دشمن ہونے کے باوجود انسانی جانوں سے کھیلنے کی
کوشش کی۔ جس کے دل میں انسانیت اور رحم نام کی کوئی چیز نہیں تھی،
وہ مارا گیا تھا اور اس کی لاش اپنے وطن سے ہزاروں میل دور لاوارث
میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے دشمنوں اور ساتھیوں نے اتنی بھی ضرورت
محسوس نہ کی کہ اس کی لاش کو ہی اپنے ساتھ لے جاتے۔ وہاں کی [illegible]
[illegible] کر بھاگ گئے۔ انہیں اس کی [illegible] یا بدن کی کوئی ضرورت نہیں
تھی۔ انہیں صرف سونے کی ضرورت تھی اور سونا انہیں اپنی ضرورت
سے بہت زیادہ مل گیا تھا۔ اس کے سوا انہیں اور کیا چاہیے تھا؟

میں کافی دیر تک انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں ساحل پر
کھڑا جاتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے جہاز کو دیکھتا رہا۔ یہاں
تک کہ جہاز رات کی تاریکی اور سمندر کی لامحدود وسعتوں میں اور کہیں
گم ہو گیا۔ اب میری نظروں کے سامنے پانی کی سیاہ [illegible]
چادر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

میں نے واپسی کے لیے قدم اٹھائے اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا
واپس ہونے لگا۔ کافی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچا جہاں نادر ہاتھ میں
مشعل لیے میرے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی۔

"تم ٹھیک کہتے تھے شیابو۔" نادر نے میرے قریب آ کے
پر مجھے بتایا۔ "تم بالکل ٹھیک کہتے تھے۔ وہ لوگ واپس چلے
گئے۔ میں نے اتنی دور سے ان کے جہاز کے چلنے کو اپنی آنکھوں
کے سامنے غائب ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنے ساتھی کی لاش چھوڑ
کر یہاں سے فرار ہو گئے۔"

"ہاں نادر۔" میں نے کہا۔ "بھلا لاشوں سے کسے دلچسپی ہوتی
ہے؟ ان لوگوں کو تو سونا چاہیے تھا اور وہ [illegible]
[illegible] اگر ان کی لاش کو [illegible] لیتے؟ ان چاروں [illegible]
سے جہاز کا سب کچھ [illegible] ہے۔ بس اس کے بعد کسی کو بھلا
زندگی کی اہمیت تھی؟"

"لیکن انہیں اپنے ساتھی کی لاش کے لیے تو رکنا چاہیے تھا۔" نادر
نے کہا۔

"انہیں خوف تھا کہ اس صورت میں کہیں ان کے اپنے [illegible]
تبدیل ہو جائیں۔" میں نے جواب دیا۔

میری اس بات کے جواب میں نادر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور
اس کے سفید دانت چمک اٹھے۔ مجھے اس کی ہنسی بہت اچھی لگی۔

وہ تمام رات ہم نے جاگ کر گزاری۔ [illegible] ہم لوگ [illegible]
[illegible] سب کے سب بے ہوش تھے۔ [illegible]
[illegible] کو ہوش نہیں آیا تھا، ابھی کچھ دیر مزید ان کے ہوش
میں آنے کی امید نہیں تھی۔

اس کیفیت میں [illegible] تیز ہو گئی۔ [illegible] وقت گزرنے کو

احساس بھی اس وقت ہوا جب صبح قریب آ گئی اور [illegible]
آہستہ آہستہ اپنے بدن کو جھٹکا اور [illegible] حقیقت کی دنیا میں
واپس آ گئے۔ اور ہم اس شخص کو دیکھنے لگے۔ اس وقت ہم [illegible]
اور سارے [illegible] تھا۔ ہر طرف ٹھنڈک تھی اور نئی
صبح کی روشنی تھی اور [illegible] خوبصورت سماں تھا۔ [illegible] بڑے بوٹے
کی خوشبو میں آپس میں مل جل کر ایک خوشبو کی شکل اختیار کر گئی تھیں جس کا کوئی
نام بتانا ممکن نہیں تھا۔ [illegible] اسی خوشبو والی [illegible]
مست و مسحور کرنے والی خوشبو۔

بیدار ہونے والے شخص کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے
آثار نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیران نظروں سے
اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اپنے سامنے [illegible]
نظر آئیں۔

"اوہ شیابو [illegible] نادر۔" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے
میں کہا اور ایک نظر پھر اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالی۔

"مجھے کیا ہو گیا تھا شیابو؟" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ "اور یہ سب
لوگوں کو کیا ہو گیا جو اس طرح زمین پر لیٹے ہوئے ہیں؟ یہ زندہ تو ہیں؟
شاید میری طرح یہ لوگ بھی گہری نیند میں سو رہے ہیں؟"

"تم نے انہیں کوئی [illegible] بھا رہا تھا؟" [illegible] نے اس سے
سوال کیا۔

"ہاں نادر۔ لیکن صرف اسی وقت جب تم نے اس کی اجازت دی تھی،
[illegible] کے بغیر بھلا [illegible] شراب کو کیسے ہاتھ لگا سکتے تھے؟"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" نادر نے جواب دیا۔ "تم اس شراب کے نشے
سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ اور یہ سارے لوگ جو لیٹے ہوئے ہیں یہ بھی اسی
شراب کے زیر اثر بے ہوش ہوئے ہیں۔ جس طرح تمہیں ہوش آیا ہے اسی
طرح آہستہ آہستہ ان لوگوں کو بھی ہوش آ جائے گا۔ اطمینان رکھو یہ سب
لوگ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ ان کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ شیابو واپس آ گیا ہے۔" اس شخص نے
کہا۔ "جب اجنبی لوگ شیابو کے بغیر واپس آئے تب مجھے ان کی یہ بات بالکل
پسند نہیں آئی۔ اگر شیابو واپس نہ آتا تو ہم ان اجنبیوں سے سختی کے ساتھ
باز پرس کرتے۔"

"تمہارا شکریہ دوست۔" میں نے اس شخص سے کہا۔ "اب میں تو
واپس آ گیا ہوں اور تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

رفتہ رفتہ دوسرے لوگوں کو بھی ہوش آنے لگا اور وہ [illegible]
[illegible] دیکھتے دیکھتے سب لوگ ہوش میں آ گئے۔ اور سب کے سب
ہوش میں آنے کے بعد پہلی نظروں سے اِدھر اُدھر ایک دوسرے
کی طرف دیکھتے اور ایک دوسرے سے سوال کرتے کہ یہ سب کیا ہو گیا تھا
[illegible] [illegible] تمام [illegible]
[illegible] ہوا تھا۔

[illegible] "وہ کون ہے؟" اس نے خوف زدہ [illegible] یہ تو

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible] شاید [illegible] یا شاید یہ بھی ہم لوگوں کی طرح بے ہوش ہے اور [illegible] جائے گا۔"

"نہیں، ابھی اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤں گا [illegible]"

[illegible] سب لوگوں کو مکمل طور [illegible] ہوش و حواس میں آ جانے دو، اس کے بعد میں تم لوگوں کے سامنے ان واقعات کی ساری تفصیلات پیش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے بابا جو۔" [illegible] نے جواب دیا اور تجسس کے عالم میں البرٹو کے جسم کو [illegible] دیکھ رہا تھا گویا وہ کسی [illegible] کو بنا رہا ہو۔ میں اس کی ان حرکتوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

اب سارے لوگ مکمل طور پر اپنے ہوش و حواس میں آ چکے تھے۔

ان میں سے ہر ایک کی زبان پر ایک ہی سوال تھا: ہمیں کیا ہو گیا تھا؟

میں نے ان سب لوگوں سے کہا کہ وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

سارے لوگ میدان میں جمع ہو گئے۔ [illegible]

[illegible] میدان کی طرف بڑھ گیا تھا جہاں سب جمع ہو رہے تھے۔ چاندنی رات کی [illegible] روشنی میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

تھوڑی دیر بعد ہم پہنچ گئے [illegible]
[illegible] اپنے جھونپڑے میں [illegible]
صبح [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] چھپی ہوئی تھی [illegible]
[illegible] نظر آ رہی تھی۔

میں [illegible] سید ھا اماکا کے جھونپڑے کی طرف [illegible]
[illegible] مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی [illegible] پیشتر [illegible]
[illegible] جنگلیوں کی حرکتوں کے [illegible] گفتگو کر رہے تھے۔
[illegible] بے سدھ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"تمہارے بیٹی کا کیا حال ہے؟" میں نے اماکا سے پوچھا
"وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے؟"

"وہ مرا نہیں، زندہ ہے۔" اماکا نے [illegible] جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اب تھوڑی ہی دیر میں اسے ہوش آ جائے گا۔ رات کو میں نے اس کی گردن پر [illegible] لگائی تھی [illegible] یقیناً کوئی فائدہ ہوا ہو گا۔ یہ بہت [illegible] اس کی گردن کی چوٹ میں اس سے کوئی [illegible] جب اسے ہوش میں [illegible] وقت [illegible]"

میں اور نارو اماکا کی خود اعتمادی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن جلد ہی ہمیں اس کی خود اعتمادی کا قائل ہونا پڑا۔

[illegible] گزری تھی کہ البرٹو کے جسم میں آہستہ آہستہ حرکت پیدا ہونی شروع ہوئی اس کے [illegible] دیکھ کر مجھے [illegible] مسرت ہوئی۔ اماکا نے فخریہ نظروں سے پہلے میری طرف اور پھر نارو کی طرف دیکھا۔ ہم دونوں نے خوش ہو کر [illegible]

"اب یہ جلد ہی ہوش میں آ جائے گا۔" اماکا نے خوشی سے کہا۔ "میری بنائی ہوئی دوا نے اس پر اثر [illegible] شروع کر دیا ہے۔"

"میں تمہاری مہارت کی داد دیتا ہوں۔" میں نے [illegible] ہوئے کہا۔ "تم واقعی ایک ہوشیار طبیب ہو۔"

اماکا نے اظہار تشکر کے طور پر اپنی گردن خم کی اور پھر البرٹو کی طرف متوجہ ہو گیا۔

آہستہ آہستہ البرٹو کی آنکھیں کھل رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے پوری آنکھیں کھول دیں۔ کچھ دیر تک [illegible] حالت میں [illegible] اس دوران وہ اپنے ہوش و حواس کو [illegible] گہری بے ہوشی کے بعد اس کو ہوش میں [illegible] تھا۔ البرٹو کی آنکھیں جھونپڑے میں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں اور [illegible] پھر ایک بار [illegible] کی [illegible] ظاہر ہو رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ اب یہ ٹھیک ہو جائے گا۔" اماکا نے کہا [illegible]

پھر [illegible] ہوش میں آنے [illegible] بیچ [illegible] تھا۔ [illegible] تب وہ ہوش میں آیا تو اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی [illegible] اس کے ساتھ [illegible] بدن نہیں [illegible] کی وجہ سے [illegible] سکے گا۔"

[illegible] وہ ہوش کی حالت میں نہیں تھا۔

[illegible] میں [illegible] اس نے آنکھیں کھول کر [illegible] سب سے پہلے اس کی نظر [illegible] پر پڑی [illegible] چکا تھا۔ [illegible] آہستہ آہستہ اس کی گردن [illegible] اور پھر وہاں سے ہٹ کر جھونپڑی کے [illegible] مختلف برتنوں میں کچھ اشیاء بھی [illegible] البرٹو [illegible] مشروب تیار کرنے لگا۔

اماکا کے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد البرٹو کی [illegible] اس کی آنکھوں میں بیک وقت خوف اور حیرت کے [illegible] پیدا ہوئے۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن [illegible] سے نہیں نکلی۔ اسی اثنا میں اماکا ایک پیالہ ہاتھ میں لیے اس کے [illegible] پہنچ گیا تھا۔ اماکا نے البرٹو کی گردن ایک ہاتھ سے سہارا دے کر بلند کیا اور پھر پیالہ اس کے منہ سے لگا دیا۔ البرٹو [illegible] مشروب پینے لگا۔ اماکا نے اسے اس وقت تک [illegible] کر دیا جب تک کہ پیالہ خالی نہیں کر دیا۔ تب اماکا نے [illegible] اور سامنے سے ہٹ گیا۔

البرٹو [illegible] اور وحشت زدہ نظروں سے [illegible] پاس دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں [illegible] جیسے وہ [illegible] کی کوشش کر رہی ہوں لیکن [illegible] نہیں [illegible] اس کا ذہن پوری طرح [illegible] آہستہ آہستہ اس کی کیفیت تبدیل ہو رہی تھی۔

بالآخر تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑے رہنے کے بعد [illegible] آہستہ سے کہا۔ "میں کہاں ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟" [illegible] زبان میں [illegible] تھے جنہیں نارو اور اماکا [illegible] سکے۔

"تم اس وقت ہمارے قبیلے میں موجود ہو۔" میں نے [illegible] "اب [illegible] کر محفوظ ہو۔"

البرٹو تھوڑی دیر تک خاموش [illegible] اس کے بعد اس نے [illegible] "میں یہاں کس طرح پہنچا؟"

"اس سوال کا جواب [illegible] کرنے کے [illegible]

[illegible] البرٹو [illegible] سوچ [illegible] تم اور کیا کر رہے تھے؟ [illegible] آخری کام کون سا کیا تھا؟"

البرٹو تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموش ہو گیا اس کے [illegible] بتا رہے تھے کہ وہ کچھ سوچنے کی کوشش کر رہا ہے۔

[illegible] کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور پھر اچانک وہ تھوڑا سا اٹھ کر بیٹھ گیا
"ہاں ہاں۔ مجھے یاد آ گیا۔" اس نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر خوف کے گہرے تاثرات نمودار ہو گئے۔ "مجھے یاد آ گیا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آواز میں خوف کی لرزش شامل تھی۔

"تمہیں کیا یاد آیا البرٹو؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے یاد آ گیا کہ میں تمہاری بستی میں تھا۔ ہم لوگ گرد آری کرتے جا رہے تھے کہ اچانک تم نمودار ہو گئے جبکہ ہم تمہیں ہلاک کر چکے تھے۔ تم نے ہمارا راستہ روکا اور میں مزاحم ہونے کی کوشش کی۔ میں نے جلتی ہوئی مشعلیں تمہارے چہرے پر گھسیڑ دی تھیں۔ لیکن تم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر تم نے میرے منہ پر ایک ہاتھ سے تھپڑ مارا اور اس کے بعد ... اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا ......"

"اس کے بعد یہ ہوا کہ میرے ایک ہی تھپڑ نے تمہارا منہ پھیر دیا [illegible] بیگر پڑے۔ میں نے تو سمجھ لیا تھا کہ تم مر چکے ہو اور تمہیں دفنا دیا جانا چاہیے۔ لیکن اس شخص اماکا نے تمہارے جسم کو ٹٹولنے کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ تم زندہ ہو اور دوائی دوائیوں کے ذریعے تمہیں ہوش میں لا سکتا ہے۔ میں نے اماکا کو اس بات کی اجازت دے دی اور یہ اس کی محنتوں کا طفیل ہے کہ تمہیں دوبارہ زندگی ملی۔"

"میرا سر بری طرح چکرا رہا ہے۔" البرٹو نے آہستہ سے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ واقعات کی کڑیوں کو کہاں سے ملاؤں۔ تم [illegible] پر سے دھکا دے دیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے [illegible] اور میرے ساتھیوں کی نظروں کے سامنے تم چٹانی [illegible] پر جا گرے تھے۔ ہم لوگوں نے بہت تلاش کی لیکن [illegible] دیکھا تھا اور [illegible] تمہارا جسم پتھروں پر پڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ تمہارا جسم بے جان تھا اس میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ پھر ہم لوگ یہاں تک گئے ...... اور ... اور پھر تم بھی یہاں آ گئے ہو جو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟ پہلے تو تم ہماری زبان کا ایک لفظ بھی نہ سمجھتے تھے اور نہ بولتے تھے۔ لیکن اب تم روانی کے ساتھ ہم لوگوں کی زبان میں گفتگو کر رہے ہو۔ میں اسے کیا سمجھوں؟ تم یقیناً انسان نہیں ہو۔ تم کوئی بھوت ہو ..... میں ..... میں شاید مر چکا ہوں .... یہ دوسری دنیا ہے جہاں ہماری ملاقات ہو رہی ہے .... یا شاید میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں .... شاید .... شاید ...."

اور اس کی آواز آہستہ ہو کر ڈوبتی چلی گئی۔ البرٹو نے جو کچھ کہا تھا اس کا ترجمہ کر کے میں نے نارو اور اماکا کو بتایا۔ دونوں اس کی باتیں سن کر مسکرانے لگے۔

"اسے مکمل طور پر ہوش میں آنے میں کچھ مزید وقت لگے گا: [illegible] میری بنائی ہوئی دوا نے اتنا فائدہ ضرور ہوا ہے کہ اس کے جسم [illegible] کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب آہستہ آہستہ یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے اماکا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب تم اسے سنبھالو۔ جب یہ مکمل طور پر ہوش میں آ جائے اور اسے بھی طرح بات کرنے لگے تو مجھے آ کر بتا دینا۔ میں آ کر اس سے ملاقات کروں گا اور اسے ساری باتیں بتا دوں گا۔"

"جو حکم مہابلی۔" اماکا نے نیاز مندانہ انداز میں جواب دیا۔

میں وہاں سے چلا آیا۔ نارو بھی میرے ساتھ چلی آئی۔ ہم دونوں بستی میں ادھر ادھر گھومتے رہے۔ لوگ ہمیں دیکھ کر مسکراتے اور جھک کر تعظیم بجا لاتے۔ کئی لوگوں نے ہمیں روک کر ہم سے البرٹو کے بارے میں پوچھا۔ اس سے پہلے تمام لوگوں کو یہ ہدایت دی جا چکی تھی کہ کوئی شخص اماکا کی اجازت کے بغیر اس کے جھونپڑے میں داخل نہیں ہو گا، کیونکہ اس طرح مریض کی پیچیدگیاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

البرٹو کو پورے طور سے صحت یاب ہونے میں تین دن لگے۔ ان تین دنوں کے دوران اس پر کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی اور کسی وقت وہ پوری طرح ہوش میں آ جاتا تھا۔ ایک انکھ مچولی کی سی کیفیت جاری تھی۔ میں ان دنوں کے دوران جھونپڑے میں نہیں گیا البتہ اماکا روزانہ شام کو میرے پاس آ کر مجھے البرٹو کی صحت کے بارے میں اطلاعات دے جاتا تھا۔

تیسری شام کو اماکا نے بتایا کہ البرٹو اب تقریباً بالکل ٹھیک ہو چکا ہے۔ اس نے آج کھانا بھی اچھی طرح کھایا اور جھونپڑے کے باہر ذرا سی دیر کے لیے چہل قدمی بھی کی۔ وہ ہماری زبان میں نہ جانے کیا کیا کہتا رہا ہے۔ میری طرف دیکھ دیکھ کر نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتا رہا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ میں اس کی زبان نہیں سمجھتا۔ ہاں میں اتنا اس کے سوالات سمجھ سکتا ہوں اور نہ اسے جواب دے سکتا ہوں۔ البرٹو ابھی بہت کمزور ہے اور اس کی کمزوری دور ہونے میں کچھ دن لگیں گے۔ ابھی وہ تیز چل پھر نہیں سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اماکا کی باتیں سننے کے بعد کہا۔ "اب تم آرام کرو۔ میں کل صبح تمہارے جھونپڑے میں آؤں گا اور پھر اس سے ملاقات کروں گا۔"

دوسرے دن صبح جب میں اماکا کے جھونپڑے میں پہنچا تو وہ وہاں پہلے سے موجود تھی۔ اماکا اور نارو آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور البرٹو گھاس پھوس کے بستر پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اندر آتا دیکھ کر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ ان دونوں نے مجھے جھک کر تعظیم دی۔ میں نے مسکرا کر ان کی تعظیم قبول کی اور البرٹو کی جانب متوجہ ہو کر مسکراتے ہوئے کہا "ہیلو البرٹو۔"

"میں کہاں ہوں؟" البرٹو نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ مجھے دیکھ کر جیسے اس کا خون خشک ہو گیا تھا اور وہ سخت دہشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ [illegible] اس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا اور اس نے [illegible] اسے اچھی طرح یاد تھے۔ اس کے بعد ایک اور [illegible] کی بات بھی تھی [illegible]

شکل و صورت تو وہی تھی لیکن میرے بدن کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا۔ اب میں ایک سیاہ فام حبشی کے بجائے عجیب و غریب سنہری رنگت والا ایک مرد تھا۔ وہ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری بدلی ہوئی رنگت کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" میں نے نرم اور دوستانہ لہجے میں پوچھا

"میری طبیعت اب پہلے کے مقابلے میں بہت حد تک ٹھیک ہے۔" ابرٹو نے جواب دیا۔

"مجھے یہ بات سن کر خوشی ہوئی۔" میں نے کہا۔

"نیابو..... " ابرٹو نے آہستہ آہستہ کہا۔ "میں صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ خدارا میرے دماغ کو پھٹنے سے بچاؤ۔ میرا سوال یہ ہے کہ تم ایک بار مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیسے ہو گئے اور تم ہسپانوی زبان کس طرح بولنے لگے ہو؟"

"تمہارے سوال کے پہلے حصے کا جواب یہ ہے کہ میں مرا نہیں تھا میں نے جان بوجھ کر تم لوگوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ میں مر چکا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے خراش تک نہیں آئی تھی، اور نہ آسکتی تھی۔ تمہارے سوال کے دوسرے حصے کا جواب یہ ہے کہ میں ہسپانوی زبان اچانک نہیں بولنے لگا، مجھے یہ زبان پہلے سے آتی ہے۔ اور تمہارے دونوں سوالوں کے جواب میں میں ایک بات بتا رہا ہوں۔ تم یقین کرو یا نہ کرو، میں ایک سیاہ فام حبشی نہیں ہوں۔ تمہیں سمجھنے کے لیے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ دوست، اللہ کی قدرت کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ یہاں تمہیں قدم قدم پر ایسی حیرت انگیز باتیں نظر آئیں گی کہ تم پاگل ہو جاؤ گے۔ میری تمہاری دوستی کا یہی تقاضا ہے۔"

"وہ کون ہے؟" ابرٹو نے مری ہوئی آواز میں پوچھا۔

"وہ دیوتاؤں میں سب سے بڑا ہے جو تمام طاقت اور دانائی کا منبع ہے۔ میں اسے رب کہتا ہوں جس نے انسان کو تخلیق کیا۔ وہ انسان جو دیوتا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ اس کی مرضی حاصل کر لیتا ہے۔ وہ خالق ہے، انسان کا خالق۔ تم سمجھ نہیں سکتے۔ کوئی بھی دوسرا انسان یہ حقیقت نہیں جان سکتا جب تک کہ وہ خود ایسا نہ چاہے۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس کا علم اسے نہ ہو۔ وہ جسے چاہے پسندیدہ انسان بنا دے۔ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جو اس کی مرضی کے بغیر ہو سکے۔ تم نے جو باتیں کی ہیں ان کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ ابھی تم یہ نہیں سمجھ سکو گے کہ ہمارے جیسے لوگ کون ہیں۔ جس طرح تم لوگوں کے اپنے عقیدے ہیں اسی طرح ہمارے بھی ہیں۔ یہ تمہارے سارے منصوبے، تمہاری ساری مہم جوئی یہاں میری نظروں میں تھیں۔ کیونکہ میں تم لوگوں کی نیت سے واقف ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں اور دوستی بات کرتا ہوں۔ تمہاری حفاظت کرنے کی ذمہ داری میں نے لے رکھی ہے اور یہ حق تمہیں بھی حاصل ہے کہ تم میری ترجمانی کے فرائض سر انجام دو۔ دیکھو نا؟"

"تو ۔۔۔ تو کیا تمہیں ہمارے سارے منصوبوں کی پیشگی خبر ہو جاتی تھی؟ کیا تمہیں یہ بات پہلے سے معلوم تھی کہ ہم تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کیا تمہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہم لوگوں کی مورتیوں کی چوری کی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا تمہیں خزانے اور شراب کے بارے میں بھی معلوم تھا؟" اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"ہمیں سب کچھ معلوم تھا ابرٹو۔ میں تمہیں بتاؤں کہ مجھے سب کچھ معلوم تھا۔ میں نے قبیلے کے سردار کو اپنے قبیلے والوں کو جو حکم مناسب سمجھا تھا سنا دیا تھا اور جو باتیں میرے علم میں آئی تھیں وہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

"حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین۔" ابرٹو نے کہا۔ "میں کیا سمجھوں؟ دور دراز ملک کا رہنے والا ہوں لیکن میں نے اپنی زندگی میں تم جیسا خارق العقل انسان نہیں دیکھا۔ تم تو بلندی سے گرنے کے باوجود محفوظ رہتے ہو۔ تم ہسپانوی زبان ہماری طرح بولتے ہو۔ مشعلوں نے تمہیں جلانے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے تمہیں تیری بار دیکھا تھا تو تم سیاہ فام تھے اور اب تمہارے جسم کی رنگت ہی بدل گئی ہے۔ تم سنہرے ہو گئے ہو۔ یہ سب دیکھ کر کیا میں تمہارے بارے میں کچھ سوچ سکتا ہوں؟ یہ کرشمہ ہے!"

"میرے جسم کی اصل رنگت یہی ہے جو تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔" میں نے کہا۔ "تم لوگوں سے اپنے جسم کی رنگت چھپانے کی غرض سے میں نے اپنے آپ کو سیاہ رنگ میں رنگ لیا تھا لیکن اب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"اچھا دوست۔" ابرٹو نے آہستہ سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم لوگوں نے میری جان بچائی۔ میں اس شخص کا بھی شکر گزار ہوں جس نے میرے ساتھ ہمدردی کی۔ اب مجھے بتاؤ کہ میرے ساتھی کہاں ہیں؟ وہ لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"میرے دوست وہ تمہارے ساتھی جا چکے ہیں۔ وہ فوراً روانہ ہو گئے ہیں۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ میرے ساتھ تم بھی یہیں رہو گے۔"

"کوئی کسی کا منتظر نہیں ہے۔ وہ لوگ تمہیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ نہیں محترم ابرٹو!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "تمہارا جہاز کئی دن پہلے یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ لوگ تمہیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔"

"اوہ میرے خدا!" ابرٹو ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔ دہشت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اس کی پیشانی کی رگیں ابھر آئیں اور اس کا جسم ایک دم کپکپانے لگا۔ "تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ وہ لوگ مجھے ساتھ لیے بغیر یہاں سے چلے گئے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

"سب کچھ ہو سکتا ہے ابرٹو۔ ایسا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ مجھے مردہ سمجھ کر چلے گئے ہیں۔ اتنی مدت گزر چکی ہے۔ تم کئی دن بے ہوش پڑے رہے ہو۔ اس دوران انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ لوگ تمہیں چھوڑ کر نہیں جائیں گے؟"

ابرٹو نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا سارا جسم جیسے سانپ سا گیا۔ جہاں تک اس کی ٹانگیں بری طرح لرزنے لگیں اور وہ گھٹنوں کے بل بستر پر گر کر لمبے لمبے سانس لینے لگا اور وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ نارو والا سنگا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

میں نے ابرٹو کے رونے کی وجہ بتائی تو نارو کہنے لگی: "یہ بات اپنے گھر اور وطن سے بچھڑ جانے کا تو اتنا غم ہے لیکن اس نے اپنے قبیلے والوں کو جو نقصان پہنچایا تھا اس کا کوئی غم نہیں۔ ہمارے قبیلے کی ان مورتوں کے بارے میں اس نے کبھی نہیں سوچا کہ ان کے ساتھیوں نے ان کے وطن سے انہیں ہمیشہ کے لیے دور کر دینے کی کوشش کی تھی۔ کس قدر خود غرض انسان ہے یہ۔"

میں نے نارو کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی دنیا بہت محدود تھی اور میری دنیا بہت وسیع تھی۔ میں نے انسانی زندگی کا ہر رنگ دیکھا تھا۔ اب مجھے انسانی کمزوریوں کا بخوبی علم تھا۔ میں نے ابرٹو کو معاف کر دیا تھا اور اب میرے دل میں اس کے خلاف کوئی نفرت یا غصہ موجود نہیں تھا۔

"سنو ابرٹو۔" میں نے شفقت سے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اس طرح رونے دھونے سے کام نہیں چلے گا۔ تمہارے ساتھی تمہیں بھی تب تک جاگ کر دیکھتے رہے تھے جب میں نے تمہارے چہرے پر موت کا سایہ دیکھا۔ ان لوگوں کے جہاز پر پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد جہاز یہاں سے روانہ ہو گیا۔ ناخدا نے جانے سے پہلے اپنے باقی ساتھیوں کو بتا دیا ہو گا کہ تم مر چکے ہو اس لیے کسی نے تمہارا انتظار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ تم ہمارے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ موجود ہو۔ شکر کرو کہ تم زندہ سلامت ہو۔ اب تمہیں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اسی ساحلی خطے میں گزارنے ہوں گے۔ اگر تمہاری قسمت سے کوئی دوسرا جہاز اس طرف آ نکلا تو تم اس کے ساتھ جا سکتے ہو۔ ورنہ تمہارے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ ہم نے برسوں تک کوئی جہاز اس طرف سے گزرتے نہیں دیکھا۔ یہ علاقہ بہت دور افتادہ ہے اور ادھر کوئی جہاز نہیں آتا۔ میں نے ایک طویل مدت کے دوران تمہارے جہاز کے علاوہ اور کوئی جہاز اس علاقے میں نہیں دیکھا۔ اب تم بہتر ہے کہ اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار کر لو کہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ ہی رہنا ہے۔ جہاں تک سونے کا تعلق ہے تو وہ تمہارے ساتھی لے گئے ہیں۔ یہاں ابھی بھی بہت کچھ رہ گیا ہے لیکن تم چاہو تو سب لے لو۔ تمہیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔"

ابرٹو نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "ساری زندگی کے دکھ اور تکلیفیں اسی طرح ایک دن گزر جائیں گی۔ اگر تم لوگ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دو تو میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ اس صورت میں ساری زندگی میرے لیے بہت قیمتی ہو گی۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، نیابو! مجھے کسی طرح میرے وطن پہنچانے کا بندوبست کر دو۔ یہ تمہارے لیے ناممکن نہیں ہے۔" میں نے متانت سے جواب دیا۔

"میرے قبیلے کے لوگ درختوں کے تنوں کو کھوکھلا کر کے ان سے چھوٹی چھوٹی کشتیاں تو بنا لیتے ہیں جنہیں وہ ماہی گیری کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن وہ سمندر کے ملاح نہیں ہیں۔ نہ ہی ان کے پاس بڑے جہاز ہیں۔ اتنی دنیا بہت بڑی ہے اور بڑا سمندر پار جانا ان کے بس کی بات نہیں۔ میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

میری بات سن کر ابرٹو ایک بار پھر رونے لگا۔ اس نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور سسکیاں لینے لگا۔ میں اور نارو خاموش رہے۔ اس کے علاوہ ہم اور کر بھی کیا سکتے تھے۔

میں نے ان کو حکم دیا کہ وہ ابرٹو کے کھانے پینے کا اور دیگر ضروریات کا خیال رکھیں۔ اور خود نارو کے ساتھ سنگا کے جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔

"نیابو۔" نارو نے کہا۔ "اب جبکہ ابرٹو کو ہمارے قبیلے میں ہی رہنا ہے تو میں کتنی آہیں سوچتی رہتی ہوں؟"

"رہنا کو تو اب اسی قبیلے کے ساتھ ہے۔" نارو نے جواب دیا۔ "کیونکہ اس کے پاس اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب تک دنیا کا کوئی جہاز اس طرف نہ آ نکلے وہ یہاں سے نہیں جا سکتا۔ اور جہاز کے بغیر وہ یہاں سے جا نہیں سکتا تو اب کیا یہ اپنا مسئلہ بنا لیا گیا ہے؟"

"مسئلہ یہ ہے کہ تم نے اپنے قبیلے کی عورتوں پر یہ پابندی عائد کی تھی کہ کوئی بھی اجنبی کے قریب نہیں جائے گی کیونکہ اس بات کا خطرہ موجود تھا کہ دوسری نسل پیدا ہو گی اور تمہارے قبیلے کا خون گندا ہو جائے گا۔ اب اس مسئلے پر کیا سوچتے ہو نیابو؟" نارو نے مجھ سے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن جب اس اجنبی کے بارے میں تمہیں کچھ سوچنا پڑے تو یہ ایک طویل عرصے تک ہمارے قبیلے میں رہے گا۔ قبیلے کے لوگوں کے ساتھ گھل مل جائے گا۔ اس صورت میں کیا تم یہ نہیں چاہو گی کہ ہم اس شخص کو کسی بھی صورت کے قریب نہ پھٹکنے دیں؟"

میری بات سن کر نارو سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے مسئلہ پیدا ہی نہیں کر دیا۔

"تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے نیابو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"مجھے اس کو دیکھنا ہو گا ــــ" میں نے کہا۔ "قبیلے کی روایت جو رہی ہے اس پر عمل تمہیں برقرار رکھنا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم ابھی بھی قبیلے کے لوگوں میں کوئی تبدیلی نہیں لانا چاہتے۔"

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ نارو کے چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔ ہم دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تمہیں ساتھ لے جائیں یا نہ لے جائیں۔ وہ تمہارے بغیر بھی یہاں سے روانہ ہو سکتے ہیں۔ کیا پھر انھیں بھاگ نکلنے سے روک سکے گی؟ علاوہ ازیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ساحل پر ہی تمہیں ہلاک کر دیں یا کسی ویران ساحل پر تمہیں اتار دیں۔ ایسی صورت میں تم ان کا کیا بگاڑ لو گے؟ کیا تم تنہا ان سب سے لڑ سکو گے؟

ظاہر ہے کہ نہیں۔ البرٹو نے مایوسی سے جواب دیا۔ لیکن [illegible] پاس اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ میں نے بھی اس بات کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا لیکن [illegible] سب ہو اس کی وجہ سے ابھی [illegible] کیا جا سکتا۔

میرے پاس اس مسئلے کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ان پر شرط عاید کرنے کے بجائے ان کے ساتھ دوستانہ اور [illegible] تعمیر کا ذریعہ [illegible] کریں تو شاید ہمارے لیے یہ بہتر ہو۔ اس صورت میں تمہاری جان کو خطرہ [illegible] نہیں ہوگا۔

تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو شیاد۔ البرٹو نے کہا۔ میں حیران ہوں کہ تمہارے [illegible] اتنی سوجھ بوجھ کہاں سے آ گئی ہے؟ تمہاری باتیں تو اتنی [illegible] اور [illegible] ہوتی ہیں کہ اگر ہم اپنے وطن واپس جا کر وہاں لوگوں کو یہ بتاؤں کہ [illegible] ایک چھوٹے سے گمنام ساحلی مقام پر ایک ایسا شخص موجود ہے جس کے [illegible] موجود ہیں تو لوگ شاید مجھے پاگل سمجھیں گے [illegible] بات کا یقین نہیں کریں گے۔

میں نے البرٹو کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اصل میں میں اس وقت اپنے خیالوں میں [illegible] گم تھا۔ وہ [illegible] البرٹو سے [illegible] گفتگو تھا۔ اس [illegible] ہوئے جہاز کو دیکھ کر [illegible] سوچ رہا تھا کہ دوست و عزیز [illegible] افریقہ کے اس [illegible] ساحلی مقام پر میں نے جنگلی اور نیم وحشی قبائل کے درمیان خاصی [illegible] گزار دی تھی۔ اس دوران میں میں نے ان وحشیوں کو زندگی کی بہت سی نعمتوں سے روشناس کرایا تھا۔ [illegible] زیادہ آرام دہ اور سہل بنا دیا تھا۔ میں نے ان کو مویشی پالنا سکھا دیا تھا۔ اب قبیلے کی بستی میں جگہ جگہ گایوں، بھینسوں اور بکریوں وغیرہ کے باڑے موجود تھے۔ میں نے انھیں [illegible] کا گوشت [illegible] سکھا دیا تھا اور اب وہ کچا گوشت اور جنگلی پھلوں پر زندہ نہیں تھے۔ بلکہ ان کے [illegible] سبزیاں وغیرہ بھی ان کی غذا میں شامل ہو چکی تھیں۔ ان لوگوں نے کچا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا اور وہ گوشت کو بھوننا اور پکانا سیکھ گئے تھے۔ غرضیکہ ان کی زندگیوں میں ایک تبدیلی [illegible] برپا ہو چکی تھی۔ اب میں محسوس کرتا تھا کہ ان لوگوں کو میری ضرورت نہیں رہی ہے۔ میں خود بھی اب یہاں رہتے رہتے شب و روز کی یکسانیت سے اکتا گیا تھا اور کسی نئے جہان کی طرف، کسی نئی دنیا کی تلاش میں اب یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ جہاز کو اپنے علاقے کی طرف آتا دیکھ کر میں نے یہی سوچا۔ جہاز والوں

سے پہلے معاملہ طے کر کے البرٹو کو ان کے حوالے کر دوں گا کہ وہ اسے اس کے وطن پہنچا دیں یا مہذب دنیا کے کسی ایسے شہر میں پہنچا دیں [illegible] سے وہ اپنے وطن واپس جا سکے۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا [illegible] البرٹو اپنے وطن سے دور رہ کر کتنا دل گرفتہ اور [illegible] کی دل سے مدد کرنا چاہتا تھا۔

مسٹر البرٹو، میں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس جہاز [illegible] ہمارے ساحل تک پہنچنے میں میرے اندازے کے مطابق کئی گھنٹے [illegible] گے۔ ابھی نہیں معلوم کہ یہ لوگ کس ارادے سے ہماری طرف آ رہے [illegible] ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا کوئی معاملہ بن جائے اور یہ تمہیں [illegible] سے لے جانے پر راضی ہو جائیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ تمہیں تمہارے [illegible] کے بجائے مہذب دنیا کے کسی اور شہر میں پہنچا دیں جہاں سے [illegible] بعد میں اپنے وطن جا سکو۔ لیکن اس کے لیے تمہیں رقم کی ضرورت [illegible] جو اس وقت تمہارے پاس بالکل موجود نہیں ہے۔ اس لیے تم [illegible] کر ذرا سونے والے علاقے کی طرف نکل جاؤ اور وہاں سے [illegible] کے کچھ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اکٹھا کر لو تاکہ [illegible] زندگی [illegible] لوٹ سکیں؟

میرے پاس کافی سونا پہلے ہی سے موجود ہے۔ البرٹو نے [illegible] کہا۔ آج سے کئی سال پہلے میں نے [illegible] علاقے میں جا کر سونے کے کچھ چھوٹے چھوٹے [illegible] اکٹھا کر لیے تھے جن کو [illegible] بہت زیادہ ہے اور [illegible] جھونپڑی میں پڑا ہوا ہے۔ مجھے [illegible] در کار نہیں ہے؟

اوہ۔ تم تو بڑی دور تک سوچتے ہو۔ یار۔ بڑے چالاک نکلے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس میں چالاکی کی کوئی بات نہیں ہے شیاد۔ البرٹو نے [illegible] سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ [illegible] سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ کب کوئی جہاز یہاں آ جائے [illegible] اس لیے میں یہاں سے نکل سکوں اس وقت نہ جانے [illegible] ہو یا نہ ہو کر میں نے [illegible] اخراجات کے لیے کچھ سونا جمع کر [illegible] نے پہلے ہی یہ کام کر لیا!

چلو ٹھیک ہے۔ میں نے کہا۔ آؤ اب اونچی چٹان پر [illegible] کھڑے ہو جائیں اور وہاں سے اس جہاز کی رفتار کا اندازہ کریں۔

یہ تجویز اچھی ہے۔ البرٹو نے کہا۔ اس طرح قریب [illegible] لوگ بھی ہمیں دیکھ سکیں گے؟

میں اور البرٹو ایک اونچی سی چٹان پر جا کر کھڑے ہو گئے اور دور سے اپنی طرف آتے ہوئے جہاز کو دیکھنے لگے۔ یہاں [illegible] پہلے تقریباً کئی سال کی اس مدت میں جو میں نے البرٹو کے ساتھ [illegible] خود اپنی پر گزاری تھی میں نے یہاں کے لوگوں کو جہاں [illegible]

[illegible] بھی بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ جانا منظر بھی [illegible] آ رہا تھا۔ وہ [illegible] کی طرف [illegible] کچھ [illegible] کی تجربہ کار [illegible] ہو چکی تھیں۔ [illegible] لوگوں کی [illegible] وقت [illegible] اور ان کی [illegible] تھا۔

[illegible] ہماری طرف آ رہا تھا۔ [illegible]

[illegible] دوست، [illegible] یہ [illegible] ہے۔ مگر یہ [illegible] ہونے کے بجائے [illegible] تبدیل کر [illegible] جانے کی وجہ سے یہاں ساحل تک [illegible] نے پوچھا۔

[illegible] جواب دیا۔ میرا خیال ہے [illegible] ایسا ہی کریں گے؟

[illegible] کسی چیز کی [illegible] بھی سکتے ہے۔ [illegible] ہو تو ہم [illegible] گے؟

[illegible] کی ضرورت نہیں۔ [illegible] میرا دوست ہے۔ [illegible] مجھے [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] ایک [illegible] دیتے [illegible]

[illegible] سے تمہارے ساتھ [illegible] نہیں [illegible] بھی [illegible] تمہیں [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کی خصوصیت کا [illegible] سے [illegible] کی [illegible] ہو جاؤں گا [illegible] منکشف نہیں ہو جاتی۔

[illegible] البرٹو کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور [illegible] جواب دیتا

بھی کیا، [illegible] جا رہا [illegible] گیا تھا۔

ہم دونوں [illegible] سے جہاز کو دیکھتے رہے [illegible] جہاز [illegible] تھا [illegible] کی [illegible] تھا [illegible] میں [illegible] تھا۔

[illegible] تبدیل نہیں کیا ہے [illegible] میں [illegible] ہو رہی ہے۔ [illegible] نے کہا۔ اس [illegible] باقی جاتی تھی۔

ہاں۔ [illegible] تمہیں پریشانی [illegible] نہیں۔ ہمارا [illegible] ایک گھنٹے [illegible] پہنچ جانا چاہیے۔

[illegible] نہیں [illegible] سے ہے اور

[illegible] البرٹو نے [illegible] گیا

اب اس سلسلے میں زیادہ سوچ بچار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے کہا۔ جو کچھ ہوگا سامنے آ جائے گا۔

ایک [illegible] کی خاموشی چھا گئی۔ ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جہاز آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اس وقت ساحل پر [illegible] کوئی [illegible] موجود نہیں تھا۔ [illegible] کی طرف [illegible] تھا۔ [illegible] کی [illegible] سے [illegible] تھے۔ ہم دونوں کی نظریں [illegible] جہاز پر تھیں۔

جہاز اب [illegible] قریب آ چکا تھا [illegible] انسانوں کی شبیہیں دیکھ سکتے تھے۔ [illegible] دکھائی دے رہے تھے۔

میں اور البرٹو دونوں اپنی جگہ سے [illegible] ہاتھ ہلا کر جہاز والوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ جہاز کے عرشے پر کھڑے ہوئے لوگوں نے شاید ہمیں دیکھ لیا تھا کیونکہ اب جہاز کا رخ سیدھا ہماری جانب تھا۔ [illegible] آہستہ آہستہ کر کے وہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا [illegible] بہت کچھ [illegible] بالکل [illegible] گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی میں نے جہاز کے عرشے پر کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیا۔ یقیناً البرٹو نے بھی انھیں دیکھ لیا ہوگا لیکن [illegible] نہیں پہچانا نہیں [illegible] زیادہ مشکوک ہو گیا تھا۔ اس نے انھیں پہچاننے کی کوشش نہیں کی۔ تاہم میں انھیں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ اب میں ایک آنے والے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے [illegible] ہو رہا تھا۔ [illegible] نے مجھے ایک [illegible] میں مبتلا کر دیا تھا۔

یہ جہاز تیر تاب ساحل سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز ہو رہا تھا۔ بہت بڑا جہاز تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی بھدا، بے ڈھنگا اور بھونڈا بھی تھا۔ میں اس جہاز کی ساخت کو اور اس میں موجود انسانوں کو پہچان چکا تھا۔ وہ لوگ یونانی قزاق تھے اور وہ بحری قزاقوں کا جہاز تھا۔

البرٹو نے بے ساختگی کے عالم میں چٹان سے پیچھے ہٹ کر پانی میں [illegible] جہاز کو دیکھنے کی کوشش کی تاکہ ان لوگوں سے متعلق معلوم کر سکے کہ وہ لوگ کون ہیں، ان کا تعلق کس ملک سے ہے اور وہ کہاں جا رہے ہیں، لیکن میں نے سختی کے ساتھ اس کا بازو پکڑ کر اسے روک دیا۔ وہ حیران ہو کر میری شکل دیکھنے لگا۔

"اس طرح حیران ہو کر مجھے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے عزیز من!" میں نے آہستہ سے البرٹو سے کہا۔ "کیا تم پہچان سکتے ہو کہ یہ کس کا جہاز ہے اور یہ لوگ کون ہیں؟"

"میں ان سے قطعی ناواقف ہوں، یہ کس طرح جان سکتا ہوں؟" البرٹو نے مجھے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو سنو!" میں نے کہا۔ "یہ لوگ بحری قزاق ہیں۔ یونان کے جہاز کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ لوگ بحری قزاقی کے علاوہ غلاموں کی تجارت بھی کرتے ہیں اور مختلف علاقوں سے لوگوں کو پکڑ کر غلام بناتے ہیں اور انھیں فروخت کر دیتے ہیں۔"

"اوہ!" البرٹو [illegible] ایک دم سہم گیا۔ اس کا سارا جوش و جذبہ [illegible] ٹھنڈا ہو گیا اور وہ سخت خوفزدہ نظر آنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تیمور تو ہمیں فوراً بستی کی طرف بھاگ جانا چاہیے تاکہ وہاں پہنچ کر ہم لوگوں کو بتا سکیں کہ ہمارے اوپر کیا بلا نازل ہونے والی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم ان لوگوں کو [illegible] قبل اس کے کہ یہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں، ہم یہاں سے نکل جائیں۔ [illegible] راستے سے نکل سکیں گے جس کا ان لوگوں کو علم نہیں ہے۔ آؤ جلدی کرو۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے کی کوشش کی۔

"ٹھہرو البرٹو!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہماری بستی کے لوگ ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ پتھر کے زمانے کا انسان اس انسان سے نہیں جیت سکتا جو لوہے کے ہتھیار بنانا اور ان کو استعمال کرنا جانتا ہے۔ مگر میں بستی کے آدمیوں کو ان قزاقوں سے [illegible] اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ان [illegible] کے سامنے [illegible] اور بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتروا دوں۔ نہیں البرٹو! ہمیں [illegible] ہوگا۔ ہم انھیں بستی میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے تیمور؟" البرٹو نے بے یقینی کے ساتھ کہا۔ "تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ یہاں پر ہم صرف دو ہیں اور وہ بھی نہتے اور بغیر اسلحے کے، جب کہ ان کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہوگی اور ان کے

بات سن کر وہ سمجھ گیا کہ سب مسلح ہوں گے۔ اتنی طاقت [illegible] زیادہ [illegible] سلامت بچ نکلنے کی تدبیر [illegible] دیکھو وہ لوگ ایک کشتی کو جہاز سے نیچے اتار رہے ہیں۔ انھوں نے [illegible] دیکھ بھی لیا ہے۔ وہ شاید اپنے لوگ بھیجنے [illegible] بات [illegible] بھاگ چلو، یہاں سے بھاگ چلو۔ اگر تم [illegible] یہ سمجھتے ہو [illegible] یہ لوگ بھی تو [illegible] تم ان سے کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہو؟"

"مجھے ان سے کسی بھلائی کی توقع نہیں ہے۔" میں نے مختصر جواب دیا۔ [illegible]

"ان کے کچھ لوگ اگر ہمارے پاس آئے [illegible] کے بعد [illegible] کر [illegible] اس سے بہتر ان کے عزائم کا [illegible] ہو جائے گا۔ [illegible] چند لوگ کشتی میں بیٹھ کر آ رہے ہیں۔ انھیں کچھ دینے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر تم واقعی ڈر رہے ہو یا پریشانی محسوس کر رہے ہو تو میری طرف سے اجازت ہے، تم بستی کی طرف جا سکتے ہو۔"

اور بالکل تیمور! [illegible] میں ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے تمھیں تنہا چھوڑ کر کیسے [illegible] نکال کر لے جاؤں؟ [illegible] ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے اتنا برا مت سمجھو [illegible] اور بزدل انسان سمجھتے ہو کہ تمھیں اس تنہا [illegible] میں تنہا چھوڑ کر میں اپنی جان بچانے کی غرض سے بستی کی طرف بھاگ جاؤں۔ [illegible] کو تمھیں تنہا نہیں۔ اگر بحری قزاقوں کے ہاتھوں مرنا ہی قسمت میں [illegible] ہے تو پھر دونوں ایک ساتھ مریں گے۔ میں بھلا تم کو چھوڑ کر کیسے [illegible] سکتا ہوں؟"

"بہادر ہو! میری بات غور سے سنو!" میں نے البرٹو سے [illegible]

"تمھیں ہر صورت میں میری ہدایات پر عمل کرنا ہوگا اور جیسا میں [illegible] ویسا ہی کرنا ہوگا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان لوگوں کا تعلق کس [illegible] ہے اور یہ لوگ کون سی زبان بولتے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ شاید ان میں سے کوئی بھی ہمارے قبیلے کی زبان جاننے والا نہیں ہوگا۔ اس لیے [illegible] صورت حال میں تمھیں مسالوی زبان کے بجائے اپنے قبیلے کی زبان میں بات کرنی ہوگی جسے اب تم پوری طرح سمجھنے اور بولنے کی قدرت رکھتے ہو۔ [illegible] بچاؤ کے لیے میری ہدایات پر عمل کرنا۔ ان سے [illegible]"

"ٹھیک ہے تیمور!" البرٹو نے کہا۔ "میں تمھاری ہدایات پر [illegible] طرح عمل کروں گا۔"

ہم دونوں کی نظروں کے سامنے تھا۔ بہت سے لوگ [illegible] میں بیٹھنے لگے۔ میں نے انھیں گنا، وہ دس افراد تھے۔ وہ سب کے سب جنگجو اور تندرست انسان تھے اور ان کے کمر سے اوپر کے جسم [illegible] رہے ہوئے تھے۔ وہ [illegible] کے علاوہ اپنے [illegible] خود بھی پہنے ہوئے تھے۔ ان کی کمروں سے تلواریں [illegible] شکل بڑی عجیب [illegible] پر کلہاڑیاں اور [illegible] تھے۔ [illegible] وہ سب کے سب ہر طرح کے تمام ہتھیاروں سے لیس تھے۔ [illegible] سب کشتی میں بیٹھ گئے اور کشتی آگے روانہ ہو گئی۔ وہ [illegible] تھی۔ میں نے ایک نظر جہاز پر ڈالی

کشتی تیزی سے ہم لوگوں کی طرف آ رہی تھی۔ ہم دونوں چٹان سے ہٹ کر [illegible] ساحل پر کھڑے ہو گئے۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے [illegible] لوگوں کو [illegible] کرنے لگے۔ کشتی کو چلانے والے [illegible] جو شاید [illegible] معلوم ہوتے تھے۔

"اگر ان میں سے کوئی مسالوی زبان جانتا ہوا اور اس زبان میں کلام کرے تو تم مت بولنا۔" میں نے البرٹو سے کہا۔ "میں خود ہی [illegible] سے مناسب سوال جواب کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" البرٹو نے کہا۔ "میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمھاری [illegible] بات پوری طرح عمل کروں گا۔ اس لیے تمھیں اس بات کو [illegible] کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ میں کوئی احمق نہیں ہوں [illegible] کی نزاکت کو نہ سمجھ سکوں۔"

اس اثنا میں کشتی ساحل پر آ کر رک گئی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے [illegible] لوگ ایک ایک کر کے خشکی پر اترنا شروع ہو گئے تھے۔ انھوں نے سب [illegible] لوگوں کے اترنے کا انتظار کیا اور اس کے بعد وہ لوگ گروپ کی [illegible] شکل میں ہماری طرف بڑھے۔ سب سے آگے ایک شخص تھا جو گویا اس گروپ کی قیادت کر رہا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ ان کے جسم [illegible] لوہے کے ہتھیار ان کی [illegible] بکتروں سے ٹکرا کر عجیب [illegible] پیدا کر رہے تھے۔ وہ لوگ خاصی جسامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے [illegible] رہے تھے اور بار بار چوکنا ہو کر اپنے چاروں طرف [illegible] جا رہے تھے۔

میں اور البرٹو بالکل [illegible] آسودہ بیٹھے ان کو [illegible] دیکھ رہے تھے۔ میرے اور البرٹو کے جسم پر کمر کے گرد ایک چادر [illegible] کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

وہ سب لوگ ہمارے بالکل قریب آ کر رک گئے۔

جو شخص سب سے آگے تھا اور جو گویا اس گروپ کی قیادت کر رہا تھا، اس نے مجھے اور البرٹو کو باری باری بڑی تیز نظروں سے گھورا۔ [illegible] کے چہرے سے گہری سختی اور خشکی کے آثار نمایاں تھے، اس کی [illegible] سے شقاوت اور سفاکی کی جھلک رہی تھی۔

"تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس شخص نے [illegible] زبان میں سوال کیا۔ میں نے اس کی بات پوری طرح سمجھ [illegible] جان بوجھ کر دانستہ طور پر خاموش رہا۔ البرٹو تو ویسے بھی یونانی زبان سے [illegible] اس لیے وہ بھی خاموش رہا۔ ہم دونوں کو خاموش دیکھ کر اس [illegible] کیا۔ اس کے بعد اس نے وہی سوال یونانی زبان [illegible] میں پھر خاموش رہا۔ البرٹو بھی خاموش رہا کیونکہ وہ [illegible] جانتا تھا۔ اس شخص نے چند لمحے ہمارے جواب کا انتظار [illegible] جب ہم دونوں خاموش رہے تو اس نے اپنے پیچھے کھڑے [illegible] ایک کو اشارہ کیا۔

[illegible] آگے آیا اور اپنے لیڈر

سے کچھ بہر کھڑا ہو گیا۔ اس نے رومن زبان میں وہی سوال دہرایا۔ میں اور البرٹو اجنبیوں کی طرح اس کی شکل دیکھتے رہے۔ ہم دونوں کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہم اس کی زبان نہیں سمجھ رہے ہیں۔

ہمیں خاموش دیکھ کر وہ شخص تھوڑی دیر تک گم سم کھڑا رہا۔ پھر اس کے بعد اس نے یہی سوال لاطینی زبان میں دہرایا۔ ہم دونوں خاموش کھڑے رہے۔ [illegible] پروفیسر ہونے کے ناطے ان ساری زبانوں کو سمجھ رہا تھا، لیکن میں جان بوجھ کر انھیں جواب نہیں دے رہا تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا ان میں سے کوئی مسالوی زبان جاننے والا موجود ہے یا نہیں۔ میں البرٹو کی سہولت کی خاطر مسالوی میں بات چیت کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ان لوگوں میں کوئی نہ کوئی مسالوی زبان جاننے والا ضرور موجود ہوگا۔

رومن اور لاطینی زبانوں میں اپنا سوال دہرانے کے بعد وہ شخص بھی خاموش ہو گیا اور اپنے لیڈر کی طرف دیکھنے لگا جو غور سے ہم دونوں کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے [illegible] کے انداز میں [illegible] اور اس شخص سے مخاطب ہو کر [illegible] زبان میں بولا: "یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ وحشی ہم لوگوں کی کوئی بھی زبان نہیں سمجھیں گے۔ ان کے ساتھ ہمیں اشاروں کی زبان میں گفتگو کرنی پڑے گی۔ [illegible] انٹونیو کو آزما لیتے ہیں، شاید اس کی زبان دانی کچھ کام دے جائے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور شخص کو اشارہ کیا جس کی عمر چالیس پینتالیس سال کے قریب ہوگی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور اس کے چہرے پر گھنی سرخ داڑھی مونچھیں تھیں۔

اب پہچان لوگوں کے بتائے بغیر ہی سمجھ چکا تھا کہ ان کا تعلق پرتگال سے ہے کیونکہ ایک تو ان کے لیڈر نے سب سے پہلے جس زبان میں سوال کیا تھا وہ پرتگیزی زبان تھی اور اب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جس زبان میں گفتگو کر رہا تھا وہ بھی پرتگیزی زبان ہی تھی۔ اس لیے یہ نتیجہ اخذ کرنا قطعاً مشکل نہیں تھا کہ ان لوگوں کا تعلق پرتگال کی سرزمین سے ہے۔

لیڈر کے اشارے پر انٹونیو آگے آیا اور اس نے پہلے انگریزی زبان میں وہی سوال دہرایا جو اس سے پہلے اس کے دو ساتھی پوچھ چکے تھے۔ ہم دونوں کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے وہی سوال عبرانی زبان میں دہرایا۔ جیسے ہی اس کی زبان سے مسالوی کے الفاظ [illegible] البرٹو کی آنکھوں میں جیسے زندگی کی چمک آ گئی۔ اسے اطمینان ہو گیا کہ ان لوگوں میں کم از کم ایک شخص ایسا ضرور موجود ہے جس کے ساتھ وہ اپنی زبان میں گفتگو کر سکتا ہے۔

"تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" انٹونیو نے بڑی چھوٹی چھوٹی آنکھیں گھماتے ہوئے ہم دونوں کی طرف دیکھ کر مسالوی زبان میں سوال کیا۔ البرٹو نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"جس سوال پر تم بزرگوں سے پوچھنا چاہتے ہو؟" جس نے ہسپانوی زبان میں جواب دیا۔ "تم لوگ کون ہو اور یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہو؟"

انتونیو اور اس کے تمام ساتھی حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible]

[illegible]

کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ رسیاں اپنے ساتھ لے لیں۔ اس وقت یہ رسیاں بھی کام آئیں۔ انہی رسیوں کی وجہ سے ہم ان سب لوگوں کے ہاتھ باندھ سکتے تھے جنھیں ہمیں غلام بنا کر اپنے ساتھ لے جانا ہے!"

"اچھا تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم ... وہاں کا انتظار کر رہا ہے۔ جتنی جلدی ہم یہ کام انجام دے لیں، اتنا ہی اچھا ہے۔" سانگو کے ساتھ ہی نوجوان نے پیچھے مڑ کر اپنے ساتھ آنے والے مسلح لوگوں کو اشارہ کیا اور یہ لوگ میدان کے وسط میں موجود لوگوں کے گرد آہستہ آہستہ اس طرح گھیرا ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ فوری طور پر محسوس نہ کر سکیں کہ انھیں گھیرے میں لیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد جب وہ حکم دے تو تمام لوگ اپنی اپنی تلواریں سونت لیں۔ وہ فوراً ہی بوڑھے اور عمر رسیدہ لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں لیکن نوجوانوں اور بچوں کو ہلاک نہیں کیا جائے بلکہ انھیں زندہ گرفتار کر کے ان کے ہاتھ رسیوں سے باندھ دیئے جائیں۔

نوجوان نے اپنے لوگوں کو انگریزی زبان میں یہ ہدایت دی تھی۔ ابرو بھی الجھی الجھی نظروں سے کبھی مجھے اور کبھی اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نوجوان اپنے آدمیوں سے کیا کہہ رہا ہے اور ان لوگوں کا کیا مقصد ہے۔ ابرو دوست ضرور ہو سکا ہو کہ اس نے بھی قبیلے کی زبان میں مجھ سے پوچھ لیا کہ نوجوان اپنے آدمیوں کو کیا ہدایات دے رہا ہے۔

"یہ انھیں ہم لوگوں کی ہلاکت کا حکم دے رہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ابرو، مجھے اسی وقت ... جب یہ یہاں آیا تھا، مجھے چاہیے تھا کہ تبھی سارے لوگوں کو مسلح ہونے کا حکم دے دیتا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اور اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے لوگوں کو نہتا دیکھ کر ان پر پوری طرح حملہ کر دینے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔"

"پھر؟" ابرو نے تشویش ناک لہجے میں پوچھا۔ "اب کیا ہو گا؟ تم انھیں کس طرح روکو گے؟"

"میں نے انھیں روکنے کا طریقہ سوچ لیا ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے کسی آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اس اثنا میں میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ انتونیو کے پیچھے کھڑے لوگوں کی رفتار سست پڑ گئی ہے اور وہ آہستہ آہستہ چاروں طرف پھیلتے جا رہے ہیں۔ لیکن ان کا انداز ایسا ہے کہ دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ لوگ دانستہ ایسا کر رہے ہیں بلکہ یوں لگتا ہے کہ وہ لوگ یونہی آس پاس کے مناظر کے حسن اور دلکشی سے متاثر ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہیں اور آہستہ آہستہ چاروں طرف بکھرتے جا رہے ہیں۔ قبیلے کے سیدھے سادے اور معصوم لوگوں کو ان کی چال کا اندازہ بھی نہیں ہوا۔ وہ چاروں طرف سے مسلح اجنبیوں کے نرغے میں گھر گئے۔ میں نے اپنے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، غیر مسلح

نہتے تھا۔ ابرو سا کہ ... مسلح ... بے قید و بند قزاقوں نے ایک بہت بڑے دائرے کی شکل میں اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ [illegible] ... انتونیو لوگ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور وہ دونوں بہت ... قدم کے فاصلے پر تھے۔

اچانک ہی انتونیو نے انگریزی زبان میں اپنے لوگوں کو حکم دیا، "ابھی تلواریں نیاموں سے باہر نکال لو۔ تلوار اور ڈھال سنبھال کر تیار ہو جاؤ!"

اس حکم کے ساتھ ہی سارے قزاقوں نے اچانک ہی تلواریں سونت لیں۔ چاروں طرف ایک لمحے کے لیے بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ قبیلے کے لوگ منظر کی اس اچانک تبدیلی پر سخت حیران ہو گئے اور گھبرا کر میری طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت سارے لوگوں کی نظروں میں ... سوال ... میرا خون کھولنے لگا۔ میں نے ابرو سے آہستہ سے کہا، "تم لوگوں سے کہو، پیچھے ہٹ جائیں ... ہدایت پر عمل کریں۔"

"ان کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے بلند آواز میں اپنے قبیلے والوں سے چلا کر کہا اور اسی کے ساتھ میں نے بجلی کی سی تیزی سے ... کو دونوں شانوں سے پکڑ لیا۔ میں نے دانستہ اپنی گرفت ہلکی رکھی تھی، ورنہ میرے فولادی ہاتھوں کی ... سے ہی اس کے شانوں کی ہڈیاں ٹوٹ کر چور ہو جاتیں اور وہ بے ساختہ چیخ کر مر جاتا۔

ساگو، انتونیو اور ان کا کوئی بھی ساتھی میری جانب سے اس ... کے لیے تیار نہیں تھا۔ اپنے قبیلے کے بیشتر لوگوں کی طرح میں بھی نہتا ... میرے ساتھ ابرو بھی نہتا تھا، جبکہ ساگو، وسا، انتونیو اور دونوں کے ... میں تلواریں چمک رہی تھیں۔

یہ ان لوگوں پر ابھی یہ بات ... نہیں کہ ... میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں صرف جپانی زبان میں گفتگو کروں گا ... ان لوگوں پر یہ راز منکشف نہ ہونے پائے کہ میں ... بھی بول سکتا ہوں۔ جو کچھ میں کہنا چاہ رہا تھا ان لوگوں کو ... کرنے کے لیے وہی بہت کافی ہے۔

... میں نے ساگو کو دونوں شانوں سے پکڑ کر ... آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بلند آواز میں جپانی زبان میں کہا، "تم نے میرے ساتھ دھوکا بازی کی ہے۔ تمہارے آدمیوں نے اور خود تم نے ... کے لیے ہی تلواریں سونت لی ہیں کہ تم ہم لوگوں کا قتل عام کرو ... ارادہ رکھتے ہو؟ تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ تمہارے ... نہیں ہیں۔"

انتونیو نے جلدی سے ... میری بات کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔ یہ سب کچھ چند لمحوں میں ہو گیا۔ ... انتونیو کی زبان سے ... سن کر ساگو نے نفرت بھری نظروں سے مجھے گھورا اور اپنی ... سے مجھ پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ میں نے چشم زدن میں اس کی تلوار ... ہاتھ سے چھین کر دور پھینک دی جسے ... نے لپک کر اٹھا لیا۔

"... انتونیو ... سے ... میری طرف بڑھو۔" ... ایک ہاتھ ... بھی چھین لی ... اس کی تلوار ... قبیلے کے ایک آدمی نے ... لیا۔

... لوگ ... بیان ... ہو ... [illegible] ... کرنا چاہتا۔ ... نہیں ... کر پاؤں گا۔ اپنے ... اور ... میرے قبیلے کے کسی شخص کو ... تکلیف پہنچائی تو میں اس ذلیل سردار کی گردن مروڑ دوں گا!"

... کے ساتھ ... ساگو کے منہ پر ایک زوردار ... رسید ... وہ اپنے دونوں شانوں کو میری ... کی بڑی طرح ... کر رہا تھا لیکن ... سے ... کس طرح ... انتونیو ... جلدی سے میری باتوں کا ترجمہ کر کے اسے سنا دیا۔

"اس ... سے کہو کہ ... تمام آدمیوں کو اپنی تلواریں واپس ... رکھنے کا حکم دے اور تم سب لوگ ساحل کی طرف واپس لوٹ ... جاؤ۔" میں نے انتونیو سے کہا۔ انتونیو نے جلدی جلدی میری بات کا ... کر دیا۔

"ولیم ... ساگو نے میری گرفت میں ... انتونیو سے مخاطب ہو کر کہا، "ان دونوں پہلوانوں سے کہو ... یہاں ... اپنی تلوار ... ایک ہی وار سے ... کر دیں۔" اس کی بات بہت ... تھی۔

ساگو کی بات پر انتونیو نے ... کر ... اور ... دونوں ... ہو کر دو بہت ... ہوئے تھے۔ میں ... دیکھا، وہ ... کے مالک تھے۔ ان کے ... سے وحشت ... آنکھوں سے سفاکی ... رہی تھی۔ وہ دونوں کے ... نہایت قد ... تھے۔

"... شخص کو ہلاک کر دو۔ ... سردار کو ... ہے!" انتونیو نے ... انگریزی زبان میں کہا۔

"... ہلاک کر دو ... جو اس وقت میری گرفت میں محصور ... ہے۔"

دونوں نوجوان بجلی کی سی تیزی سے میری جانب ... ان ... قبیلے کے ... اچانک تیزی سے میری طرف بڑھے۔ وہ سب ... لیکن مجھے ... دیکھ کر ... کی پروا ... ہوئے تھے۔

... میں نے ... کو ... نہیں ... کا حکم دیا اور یہ کہا کہ میرے ... قریب نہ آئے۔ اور جب تک ... اجنبیوں ... کسی شخص پر حملہ نہ ہو، اس وقت تک میرے قبیلے کو ...

کوئی شخص ... سے ... نہیں ... کرے ...
یہ منظر ... تیسرے ... کی طرف ... تھا ...
اچانک ... جو ... کی تلوار بجلی کی طرح ... میں ...
... ہاتھ سے ... کو ... ہوئے ... وہ ...
... ان دونوں کی تلواریں ... کر ... کی طرف ... پہلے ...
قبیلے کے نوجوانوں نے ... ان ... کے ... آدمیوں کے پاس ... آ گئیں۔ اس کے ساتھ ... ایک ہاتھ ... کے منہ پر ... دوسرا ہاتھ ... کے منہ پر مارا۔ وہ دونوں ... ہوئے گردن ... جا کر ... کی ... ہو گئیں ... میں منتشر ہو گئے۔

... جاسوس ... دیکھ ... ذلیل ... میں نے ... جپانی زبان میں کہا، "یاد رکھو! ... زندگی ... اسی وقت ... تک ... ہے ... جب تک ... میرے قبیلے ... کسی شخص ... زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔"

انتونیو نے ... غیر متوقع صورت حال سے سخت ... تھا۔ جلدی جلدی میری باتوں کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا ... خود بھی ان ... سے ... پریشان ہو رہا تھا ... کے ... نہایت بہادر نوجوان ... اس کے لشکر کا سرمایہ ... تھے۔ ... چند سیکنڈ ... میں ... لطف کی بات یہ تھی کہ ... ساگو پر میری گرفت ... نہیں ہوئی تھی۔

... ساگو ... چاہ رہا تھا ... انتونیو سے کہا کہ ان لوگوں کو ... میری ... کا ... نہ ہاتھ ... کے شانوں سے ... اس کی گردن پکڑ لی۔ اگر ذرا بھی اپنی گرفت کو سخت کرتا تو اس کا گلا گھٹ جاتا ... لیکن میں ابھی ... نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ زندہ رہے ... اپنی آنکھوں سے اپنی تباہی کا تماشا دیکھے۔ وہ بری طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ کئی مرتبہ اس نے میرے بازو میں دانت گاڑنے کی بھی کوشش کی، لیکن ... اس کی ... کوششیں ... ناکام ثابت ہوئیں۔ اس کی گردن میری گرفت سے کسی بھی طرح آزاد نہیں ہو سکی۔

اس اثنا میں ... نہایت ... اور ... تلواریں ... ہوئے میری طرف لپکے ... کے ... میں بلا کی پھرتی ... چشم زدن میں وہ ... میں ... وہاں ... ایک ... سے ... کی تلوار ... کے ... ہو کر ... گر گئی۔ وہ شخص ... گیا اور اس کے منہ سے ... چیخ نکل گئی۔ میں نے ایک ہاتھ سے ... کی گردن پکڑ ... دوسرے ہاتھ سے اس شخص کی گردن پر ایک ... جس کی ... سے ... کر لوٹ گئی تھی ... اس شخص ... دور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ... آدمی بری طرح مجھ پر ... پڑے۔

ہوئے دکھ رہے تھے۔

اچانک ڈاگو کو کچھ خیال آیا اس نے انتوخیب سے کہا "اس منحوس جل ست دیو کو چھوڑ کر ان کے باس جب کوئی مر جاتا ہے تو یہ اس کی لاش کو جلا کر ہی ... اور کیا ہمیں اپنے مرے ہوئے لوگوں کی لاشیں لے جانے کی اجازت ہے؟"

انتوخیب کے استفسار پر میں نے اسے بتایا "ہم لوگ اپنے مرنے والوں ... کے بارے میں ... کہا کہ وہ لوگ ... ساتھ جانا چاہتے ہیں یا لاشوں کو سمندر میں بہا دینا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہماری طرف سے اس کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ لوگ اس بات کو پسند کریں تو ہم خود ان لاشوں کو جلا دیں گے۔"

میری بات سن کر ڈاگو نے اپنے چند سرکردہ آدمیوں کو بلایا اور ... سے صلاح مشورہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر آپس میں ... کرنے کے بعد وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ ان لاشوں کو لے جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے ... جلا دینا چاہیے۔ ڈاگو نے ... ساتھیوں کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔

[illegible]

[illegible]

درمیان ایسے ناخوشگوار واقعات کا اعادہ نہیں ہوگا؟

"ہرگز نہیں!" انٹونیو نے جواب دیا۔ [illegible]

[illegible]

بھاگتے ہوئے کہا۔

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بڑی باری آپس میں نگاہوں کا تبادلہ کیا۔ ان کے چہروں پر سخت الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔

اب کمرے کے اندر کوئی ذہنی بوجھ پھیل گیا تھا اور اس میں ہر پل اضافہ ہو رہا تھا۔ اچانک ٹراگو اپنی جگہ سے اٹھا اور یہ کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا کہ وہ ابھی چند منٹ میں واپس آ رہا ہے۔ میں نے تجسس بھری نظروں سے اتھونیو کی طرف دیکھا جس نے مجھے بتایا کہ ٹراگو ابھی واپس آ جائے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹراگو واپس آ گیا۔ لیکن اس بار وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے۔ ان پانچوں افراد کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی لمبی لمبی مشعلیں تھیں جن کی روشنی نے کمرے کو منور کر دیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ یہ پانچوں مشعلچی نہ صرف یہ کہ پوری طرح مسلح تھے بلکہ ان کے جسموں پر فالتو ہتھیار بھی بہت سے لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ٹراگو جس وقت کمرے سے باہر نکل کر گیا تھا اس وقت وہ غیر مسلح تھا لیکن جب وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو پوری طرح مسلح تھا۔

میرے لیے اس ساری صورت حال کو سمجھنا چنداں مشکل نہ تھا۔ ان لوگوں کو یقین تھا کہ زہریلی شراب پی کر میں فوراً مر جاؤں گا۔ اسی لیے انہوں نے میری ہلاکت کا کوئی دوسرا منصوبہ نہیں سوچا تھا۔ اسی لیے وہ لوگ مجھ سے غیر مسلح حالت میں ملے تھے۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ میں زہر ملی ہوئی تین گلاس پینے کے باوجود زندہ سلامت بیٹھا ہوں تو انہوں نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے فوری طور پر کوئی دوسرا منصوبہ تیار کر لیا اور ٹراگو اسی لیے کمرے سے باہر گیا تھا۔ وہ ان پانچ مشعلچیوں کو بلانے گیا تھا کیونکہ یہ موجود کسی وقت بھی کام آ سکتے تھے۔

اس بار ٹراگو جب کمرے میں دوبارہ داخل ہوا تو مجھے اس کے چہرے پر … نظر آئے۔ اس کے چہرے کی ساری مسکراہٹ ہرن ہو چکی تھی اور وہ کڑی نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے" ٹراگو نے اتھونیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کس قدر حیرت کی بات ہے کہ زہر کے تین گلاس پی جانے کے باوجود بھی یہ زندہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم بخت جنگلی حبشی کوئی ایسی چیز برابر کھاتے رہتے ہیں کہ زہر ان کے جسم پر اثر نہیں کرتا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ زہر کا توڑ تو ہو سکتا ہے لیکن کیا آگ سے جل کر بھسم ہو جانے کا بھی کوئی توڑ ہو سکتا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ ٹراگو کیا کہہ رہا ہے؟" میں نے انجان بنتے ہوئے اتھونیو سے پوچھا۔

"ٹراگو کہہ رہا ہے کہ اب اندھیرا ہو گیا ہے اور یہ پانچ مشعلچی اس لیے آئے ہیں تاکہ ہم لوگ اطمینان سے اپنا عمل جاری رکھ سکیں۔ ٹراگو جاننا چاہتا ہے کہ تم کو شراب دی جائے، کیا میں تمہارا گلاس دوبارہ بھر دوں؟"

"تمہاری مرضی" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ میرے اشارے کی دیر تھی اتھونیو نے ایک بار پھر میرا گلاس بھر دیا۔

"میں پوری بوتل پی جاؤں گا اور اس کے باوجود نہیں مروں گا"… اپنے لہجے کی نفرت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "مجھے یقین ہے زہر بھی اس پر اثر نہیں کر رہا ہے۔ یا ہو سکتا ہے کہ اس کی جسمانی ساخت ہی ایسی ہو کہ یہ زہر اثر نہ کرے۔ لیکن اس کا ہر حربہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اسے پوری بوتل ختم کر لینے دو۔ شاید کچھ اثر ہو اور ہم اپنے مقصد سے … جائیں۔"

"ٹراگو یہ کہہ رہا ہے کہ تمہیں یہ پوری بوتل ختم کر دینی چاہیے" اس نے مجھ سے کہا۔ "اسے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تمہیں ہماری یہ شراب پسند آئی۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تم پوری بوتل خالی کر کے ہی یہاں سے اٹھو" اتھونیو نے کہا۔

"میں اپنے میزبانوں کو مایوس نہیں کروں گا" میں نے جواب دیا اور چوتھا گلاس بھی اٹھا کر منہ سے لگایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

میرے سامنے رکھی ہوئی بوتل میں اب زیادہ شراب باقی نہیں تھی۔ شاید مشکل سے ایک گلاس رہ گیا ہوگا۔ کمرے میں داخل ہونے والے شمع برداروں میں سے تین میرے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے اور دو ادھر کھڑے تھے۔ میں نے یہ بات محسوس کی کہ انہیں خاص طور پر ہدایت دے کر کمرے میں لایا گیا تھا کہ میں اس وقت ان کے حملوں کی زد میں رہوں۔

میرے علاوہ دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے گلاسوں سے پی رہے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی ابھی تک اپنا ایک گلاس ختم نہیں کیا تھا جب کہ میں اس وقت تک چار گلاس خالی کر چکا تھا۔

اس بات کو دیکھ کر کہ یہ شراب بھی اپنا اثر نہیں کر رہی … تاہم یہ افسوس … ٹراگو نے کہا: "اس کے بعد میں دوسری کو … یہ بات خوش ہے کہ اسے یہاں سے کسی حالت میں بھی زندہ واپس نہیں جانے دینا ہے!"

"ٹراگو کہہ رہا ہے کہ تم یہ آخری شراب بھی پی کر اس بوتل کو خالی کر دو" اتھونیو نے مجھ سے کہا "وہ چاہتا ہے کہ جب تم ہمارے پاس سے جاؤ تو تمہیں کوئی شکایت نہ ہو۔ تم ہماری طرف سے سیر ہو کر جاؤ" اور اس کے ساتھ ہی اس نے بچی کچی شراب بھی میرے گلاس میں انڈیل دی۔ میں خود بھی اس ڈرامے سے تنگ آ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ جلد از جلد اس کا اختتام ہو جائے۔ چنانچہ میں نے فوراً گلاس اٹھایا اور اس کو بھی ایک سانس میں پی گیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے بوتل کو ایک … اٹھایا اور … کہ زہریلی شراب … منصوبے پر بھی پانی پھیر دیا۔ انہیں میری اس حرکت کا … اندازہ ہو گیا تھا … صاف طور پر سمجھ لیا تھا کہ … کرنے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد یہ لوگ مجھے زندہ جلا کر … کی کوشش کریں گے اور بالکل یہی ہوا۔

جب تھوڑی دیر اور گزر گئی اور … جسم پر زہر کا …

… نہیں ہوئے" ٹراگو نے آہستہ سے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا "… میں کہتا ہوں میرا خیال ہے کہ اب مزید انتظار فضول ہے۔ یہ شخص … گوشت پوست کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے … زہر کی جتنی مقدار اس کے پیٹ میں اب تک جا چکی ہے وہ بیک وقت کم از کم پچاس انسانوں کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے لیکن یہ ابھی تک زندہ بیٹھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب زیادہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے" اتھونیو نے ٹراگو سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "اس شخص پر زہر نے اثر نہیں کیا لیکن دنیا میں ابھی تک کسی ماں نے ایسے بیٹے کو جنم نہیں دیا جس کے جسم پر آگ اثر نہ کرے۔ اب دیکھنا ہے کہ مشعل برداروں سے بچ کر کہاں جاتا ہے!"

"ٹھیک ہے" ٹراگو نے اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے کہا "… دروازے کی طرف بڑھتے ہیں۔ جب ہم لوگ دروازے پر پہنچ جائیں تو تمام مشعل بردار اپنا کام شروع کر دیں۔" اس نے مشعل برداروں کو ہدایت دی … اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا احمقوں کی طرح مسکرا مسکرا کر ان کی روشن مشعلیں دیکھتا رہا، گویا میں کوئی بات نہیں سمجھ رہا ہوں۔

پھر ٹراگو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے … وہ تینوں دروازے کے قریب پہنچ گئے … اچانک انہوں نے اپنی اپنی تلواریں سونت لیں۔

جیسے ہی انہوں نے اپنی تلواریں نیاموں سے باہر نکالیں ویسے ہی مشعل بردار … ایک ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ تین مشعل بردار جو میرے پیچھے کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اپنی اپنی مشعلیں میری گردن اور پشت سے چپکا دیں۔ دو جو آگے کھڑے تھے ان میں سے ایک نے جلتی ہوئی مشعل میرے گریبان میں گھسیڑ دی اور دوسرے نے مشعل سے میرے سینے پر وار کیا۔

ان سب کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ جب ان کے کانوں میں … کی آواز … کمرے میں ادھر ادھر … انسان کے گوشت کی بو پھیل جائے گی … فرش پر ڈھیر ہو جاؤں گا جس کے بعد مجھے ختم کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ لیکن ایسی کوئی بات ظہور پذیر نہیں ہوئی … آگ کے شعلے میرے جسم کو چاٹتے رہے اور میں اطمینان سے کھڑا رہا … لیکن میرا بے داغ جسم چمک رہا تھا۔

… دروازے کے قریب کھڑے ہوئے … حیرت سے منہ کھولے یہ تماشا دیکھ رہے تھے … میں نے انہیں زیادہ حیران ہونے کا موقع نہیں دیا … مشعل برداروں سے دو مشعلیں چھین لیں اور …

انہیں … گرا دیا اور انہیں مشعلوں سے ان کے لباسوں کو آگ لگا دی۔ ان کے لباسوں نے فوراً آگ پکڑ لی۔ ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ گئیں اور وہ اپنے کپڑوں کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے لیکن آگ تھی کہ برابر پھیلتی ہی چلی جا رہی تھی اور بجھنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ اس دوران میں نے لپک کر باقی مشعل برداروں سے بھی مشعلیں چھین لیں اور ان کے لباسوں کو بھی آگ لگا دی۔ اتھونیو کو میں نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ میں اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

یہ سب کے سب لوگ جن کے لباس دھڑا دھڑ جل رہے تھے، بری طرح چیختے چلاتے کمرے سے باہر نکل گئے اور میں ان کے پیچھے دوڑا۔ میرے پیچھے اتھونیو بھی بھاگا ہوا آیا۔ شور و غل کی آوازیں سن کر جہاز کے گوشوں سے قزاق دوڑ دوڑ کر اس طرف آنے لگے۔ وہاں عجیب منظر … دیکھ کر … ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن صورت حال کو خطرناک دیکھ کر انہوں نے اپنی اپنی تلواریں سونت لی تھیں۔

"جلدی سے ان لوگوں کے کپڑوں کی آگ بجھاؤ اور اس کم بخت کو ہلاک کر دو۔ جلدی کرو۔ سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑو اور اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالو" اتھونیو بری طرح چیخ رہا تھا۔

کچھ لوگ جلتے ہوئے جسموں کی آگ بجھانے لگے … لیکن میں جلدی سے لپک کر … ٹوٹ پڑا۔ ایک ساتھ کئی تلواریں میرے جسم کے مختلف حصوں سے ٹکرائیں۔ میں نے جلدی سے ایک قزاق کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور کسی وحشی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے میں نے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ جو شخص بھی جلتے ہوئے جسموں کی طرف جانے کی کوشش کرتا میری تلوار اسے موت کے منہ میں دھکیل دیتی۔ اس اثنا میں جلتے ہوئے لوگوں کی کراہیں ختم ہو گئی تھیں۔ وہ یا تو بے ہوش ہو گئے تھے یا مر گئے تھے۔

اب میں نے بچے کھچے قزاقوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا تھا۔ جہاز کا فرش قزاقوں کے خون سے سرخ ہو گیا اور چاروں طرف لاشوں کے انبار لگ گئے۔

اب صورت حال یکسر بدل چکی تھی۔ قزاق مجھ پر حملہ کرنے کے بجائے مجھ سے دور بھاگ رہے تھے۔ کئی قزاقوں نے گھبراہٹ اور وحشت کے عالم میں جہاز پر سے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ لیکن مجھے ان کا انجام معلوم تھا۔ وہ یا تو ڈوب جاتے اور اگر زندہ بچ جاتے تو ان کے پاس … کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، کیونکہ اس کے سوا انہیں کہیں پانی بھی میسر نہیں ہو سکتا تھا … پانی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے سمندر میں چھلانگ لگانے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جو لوگ جہاز پر موجود تھے ان سے نمٹتا رہا۔ اب میرے ایک ہاتھ کے بجائے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور میں قزاقوں کو بے دریغ قتل کر رہا تھا۔ دونوں تلواروں سے …

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ٹھک ٹھک کر نیچے گر رہا تھا۔ مرتے ہوئے قزاقوں کی چیخیں بڑی ہولناک تھیں اور دہشت والوں کو دل دہلا رہی تھیں۔ لیکن ان چیخوں کو سننے والوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی تھی۔

آخر دیکھتے ہی دیکھتے تمام قزاق جہنم رسید ہو گئے۔ ہر طرف لاشوں کے پشتے لگ گئے۔ قزاقوں کے خون سے جہاز کا فرش سرخ ہو گیا اور جگہ جگہ پھسلن ہو گئی۔ میں نے ہر کونے سے چھپے ہوئے قزاقوں کو نکالا اور انھیں جہنم رسید کیا۔

انتونیو ابھی تک زندہ تھا۔ میں نے دانستہ اسے ہلاک نہیں کیا تھا۔ وہ میں جانتا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا عبرت ناک انجام دیکھنے کے بعد ... انتونیو کی عجیب حالت تھی۔ اس کا سارا جسم کسی سوکھے ہوئے خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ خوف و دہشت کے مارے اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہ ادھر ادھر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کی یہ کوشش لاحاصل ثابت ہوگی اور وہ جہاں کہیں بھی چھپے گا میں اسے باآسانی ڈھونڈ نکالوں گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ خود بھی حیرت کا ... زندہ ہو گیا تھا۔ میں اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ... میں چاہتا تو ایک لمحے میں اس کا قصہ پاک کر سکتا تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ اس بات کا اسے بھی شاید احساس تھا۔

بالآخر جب میں نے سارے قزاقوں کو ٹھکانے لگا دیا تو میں انتونیو کی جانب متوجہ ہوا جو ایک کونے میں کھڑا ہوا بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہی خوف زدہ نگاہوں سے رحم کی بھیک مانگی اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ دہشت کے عالم میں اس کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔

ادھر آؤ انتونیو! میں نے اچانک پرتگیزی زبان میں کہا۔ ڈرو مت میں تمھیں ہلاک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

انتہائی خوف و دہشت کے باوجود انتونیو پر اس قدر حیرت طاری ہوئی کہ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ بے وقوفوں کی طرح مجھے گھورنے لگا۔

تم... تم... تم پرتگیزی زبان بول سکتے ہو؟ اس نے ہکلاتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ اس نے یہ سوال ہسپانوی زبان میں پوچھا تھا۔

ہاں میں پرتگیزی زبان بول سکتا ہوں۔ میں نے پرتگیزی میں جواب دیا۔ مجھے اتنی ہی پرتگیزی آتی ہے جتنی کہ تمھیں اور تمھارے دوست ساتھیوں کو آتی ہے جن کا تعلق پرتگال سے ہے۔

لیکن... لیکن اس سے پہلے تو تم نے کبھی نہیں بتایا کہ تمھیں پرتگیزی زبان آتی ہے؟ اس نے ٹوٹے ہوئے لفظوں میں مجھ سے پوچھا۔

میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ میں نے جلدی سے جواب دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اور میرے ساتھی پرتگیزی زبان میں جو گفتگو کرتے تھے وہ سب کی سب تم سمجھ لیتے تھے؟ اس نے پوچھا۔

بالکل یہی بات ہے۔ میں نے جواب دیا۔ اس میں نہ سمجھنے کی کیا بات ہے۔

تو پھر اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ تم اپنے بارے میں ہمارے منصوبوں سے اچھی طرح واقف تھے؟ انتونیو کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

میں تمھارے سارے منصوبوں سے مکمل طور پر واقف ہوں۔ میرے بارے میں تم لوگ پرتگیزی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ تم نے شراب میں نہایت ہلاکت خیز اور سریع الاثر زہر گھول دیا تھا مجھے معلوم ہے۔ میں نے پوری بوتل پی لی اور تم دیکھ رہے ہو کہ میں تمھارے سامنے زندہ و سلامت کھڑا ہوں۔ جبکہ مجھے زہر پلانے والے سب ہلاک ہو چکے ہیں۔ صرف تمھارے تنہا زندہ ... میں نے تمھیں ... کر زندہ رکھا ہے کیونکہ مجھے تم سے بہت سی معلومات حاصل کرنی ہیں۔

اف میرے معبود! انتونیو کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ اچانک میرے قریب آ کر میرے سامنے جھک گیا۔

تم کون ہو؟ بتاؤ۔ اس نے میرے پیروں کو ہاتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔ تم عام انسان ہرگز نہیں ہو۔ تم یقیناً کوئی مافوق الفطرت ہستی ہو۔ ہم لوگوں نے تمھیں ... سمجھ کر بہت بڑی غلطی کی ہے اور آج ہمیں اس غلطی کی بڑی قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ لیکن ... ہم لوگ تمھاری حقیقت سے واقف نہیں تھے ... تم سے الجھ بیٹھے۔ اسی طرح تباہ و برباد ہو گئے!

تم اس وقت میری حقیقت سے واقف تھے اور اب ...؟ میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ لیکن میں تم لوگوں کی اصلیت سے ... واقف ہوں جب تمھارا جہاز ہمارے ساحل پر لنگرانداز ہوا ... میں خبری قزاقوں کی شکل و صورت اور ان کے جہازوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تمھیں پہچان لینے کے بعد مجھے تمھارے ... کے بارے میں بھی کوئی خوش فہمی نہیں تھی۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ تم لوگ ہماری بستی کے لوگوں کو اپنا غلام بنانے کی ناپاک کوشش کرو گے۔ مجھے تمھاری کوشش کو ناکام بنانا تھا۔

تم کتنے عجیب ہو ... ہماری اصلیت سے بھی اچھی طرح واقف تھے اور اس کے باوجود تم نے ... علاقے کے ساحل پر لنگر انداز ہونے کی اور یہاں چند دن قیام کرنے کی اجازت دی؟ انتونیو نے کہا۔

اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ تم ... سے دیکھ چکے ہو کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم لوگ میرے یا میرے قبیلے کے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے اور میں نے تمھارے ... سمیت تمام لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ تم لوگوں نے جو غداری کی، میرے قبیلے کے سیدھے سادے لوگوں ... پناہ دی ہو، تم نے غداری اور مجرمانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے

ایک منصوبہ بنایا کہ تم بستی کے تمام مردوں کو قتل کر دو گے اور سارے جوان عورتوں اور لڑکوں کو اپنا غلام بنا کر جہاز میں بھر کر لے جاؤ گے اور انھیں اچھے داموں فروخت کر دو گے۔ یقین کرو کہ مجھے تمھارے ساتھیوں کی ہلاکت کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ دراصل وہ سبھی اسی قابل تھے۔ انھوں نے دوست بن کر مکر و فریب سے کام لیا۔

انتونیو نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہ خاموشی کے ساتھ میری صورت کو تکتا رہا۔ اس کے بعد اچانک وہ میرے قدموں میں کسی پالتو کتے کی طرح لوٹ گیا اور اپنے چہرے کو میرے قدموں سے رگڑ رگڑ کر کہنے لگا: مجھے اپنی اصلیت بتاؤ، خدا کے لیے مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ معبود کے واسطے بتاؤ کہ تم کون ہو۔ تم یقیناً کوئی دیوتا ہو جو انسانی شکل میں ہو ... تم ایک عام انسان ہرگز نہیں ہو؟

اس بات کو بھول جاؤ کہ میں کون ہوں! میں نے سنجیدگی سے کہا۔ تم اس بات کو نہیں سمجھ سکو گے اور اسی لیے اس کی کوشش بھی مت کرو۔ میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے پوچھا: یہ بتاؤ کہ تمھارے جہاز کے نچلے حصے میں کتنے غلام پابہ زنجیر موجود ہیں؟

اوہ... انتونیو نے ایک لمبی جھرجھری ... متعجب ہوتے ہوئے کہا: تو گویا تم اس بات سے بھی واقف ہو؟

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا۔

تم خود چل کر دیکھ لو۔ انتونیو نے جواب دیا۔ ہم گزشتہ ایک سال سے سمندر میں ہیں اور اس عرصے کے دوران ہم نے کافی غلام پکڑے ہیں جو سب کے سب جہاز کے نچلے حصے میں موجود ہیں اور جہاز کی ... چلانے کا کام ان کے ذمے ہے۔

چلو! میں نے کہا۔

میں اور انتونیو لاشوں کو پھلانگتے ہوئے اور خون کے چھپڑوں سے بچتے ہوئے جہاز کے زیریں حصے میں پہنچ گئے جہاں ... چپوؤں کے ساتھ ساتھ انسانوں کی قطاریں تھیں۔ ان سب کے پاؤں میں بھاری بھاری زنجیریں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے جسم تقریباً برہنہ تھے۔ یہ سب کے سب مرد تھے جو اپنی اپنی جگہوں پر خاموش اور ساکت و صامت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں سے ساری دنیا کا حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ ان سب کے رنگ سیاہ تھے جس کا مطلب تھا کہ وہ تمام کے تمام افریقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے سروں کے بال، داڑھیوں کے بال مٹی بھری جٹاؤں کی طرح ... ہو گئے تھے۔ ان کے سیاہ جسموں پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں ... وحشت ... تھا۔ وہ لوگ خالی ویران اور ... نظروں سے ... دیکھ رہے تھے۔

اچانک کسی طرف سے ایک بھاری بھرکم نیزہ فضا میں سنسناتا ہوا آیا اور پوری قوت سے میرے سینے سے ٹکرایا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے زمین پر گر گیا۔ میں فوراً اُدھر متوجہ ہو گیا جس سمت سے نیزہ پھینکا گیا تھا۔ وہاں ایک کونے میں چار قزاق مجھے چھپے ہوئے نظر آئے۔ یہ وہ قزاق تھے جو اپنی جان بچانے کی خاطر اوپر سے نیچے بھاگ آئے تھے اور انھوں نے یہاں پناہ لی تھی۔ شاید ان کا خیال تھا کہ میں نیچے نہیں آؤں گا اور اوپر سے واپس چلا جاؤں گا۔ لیکن جب میں نیچے آ گیا تو ان لوگوں کو دیکھ لینے کے باوجود انھیں چھوڑ دیتا اور ان کی جان نہ لیتا۔ لیکن انھوں نے جب خود ہی اپنی موت کو دعوت دی تھی تو اس صورت میں میں اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا کہ انھیں بھی ٹھکانے لگا دوں۔ میرے سینے سے ٹکرا کر ٹکڑے ہونے والے نیزے کو دیکھ کر پابہ زنجیر غلاموں میں سے کئی کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ایسا حیرت انگیز منظر اس سے پہلے کب کہاں دیکھا ہو گا۔ وہ سب کے سب خوف، حیرت، تجسس اور توصیف بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

میں نے اس سمت قدم بڑھایا جہاں چاروں جنگجو ... چھپے ہوئے تھے۔ مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر ان میں سے ایک نے اپنا ... خنجر نکال کر میرے پیٹ پر مارا۔ اس کا نشانہ بھی اپنے پہلے ساتھی کی طرح بے خطا ہو گیا تھا۔ خنجر میرے پیٹ سے ٹکرا کر ... زمین پر گر گیا۔

بیوقوفی کی حرکتیں مت کرو! انتونیو ان لوگوں کو دیکھ کر زور سے چلایا۔ تم اسے ہلاک نہیں کر سکتے۔ کوئی اسے ہلاک نہیں کر سکتا۔ سب نے کوشش کر کے دیکھ لیا اور نتیجہ تم دیکھ رہے ہو؟

لیکن میں نے ان لوگوں کو مزید بیوقوفی کرنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ میں تیزی سے ان کے قریب پہنچا۔ میں نے ان میں سے ایک کے ہاتھ سے تلوار چھین لی جو میری طرف پھینک کر مارنے ہی والا تھا۔ اسی کی تلوار سے سب سے پہلے میں نے اس کا ہی قصہ پاک کیا۔ اس کے بعد بقیہ تینوں کو بھی ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ اب چاروں طرف گہرا سناٹا طاری تھا۔ کہیں سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ جہاز کے نچلے حصے میں جگہ جگہ مشعلیں روشن تھیں اور ان کی وجہ سے اندھیرے میں کافی کمی ہو گئی تھی۔ تاہم ... مدھم روشنی میں غلاموں کی سیاہ صورتیں بھوتوں کی مانند نظر آ رہی تھیں۔ عجیب پراسرار سا منظر تھا۔

میں نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد زور سے آواز لگائی: اگر کوئی شخص کہیں ادھر ادھر چھپا ہوا ہو تو سامنے آ جائے۔ میں اس کی جان بخشی کا وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد مجھے کوئی بھی شخص اس جہاز میں کہیں نظر آیا تو میں اسے بے دریغ ہلاک کر دوں گا!

مجھے اپنی آواز کی گونج دیر تک سنائی دیتی رہی۔ لیکن میرے اعلان کے جواب میں نہ کوئی شخص سامنے آیا اور نہ ہی کسی کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے مجھ پر حملہ کرنے کی ہمت دوبارہ نہیں کی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب کہیں کوئی شخص چھپا ہوا موجود نہیں ہے۔

اس کے بعد میں ان غلاموں کی طرف متوجہ ہوا جو ...

خوشنودت جیسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا تم لوگ ان غلاموں کو ان کی محنت کے مطابق غذا نہیں دیتے ہو؟" میں نے اتوتو سے پوچھا۔

"نہیں۔" اتوتو نے عجیب انداز میں جواب دیا۔ "ان غلاموں کو چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا دیا جاتا ہے اور وہ بھی کم مقدار میں [illegible] ان کا وجود برقرار رہے تاکہ یہ کام کر سکیں۔"

"اور یقیناً انہیں نہانے کی بھی اجازت نہیں ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اتوتو نے جواب دیا۔ "ان میں سے ہر شخص جب سے یہاں آیا ہے تب سے اسے نہانے کا موقع نہیں دیا گیا [illegible]"

[illegible] میں نے اتوتو کی طرف دیکھتے ہوئے [illegible] کہا اور اتوتو [illegible] دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"[illegible] جاؤ۔" میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "مگر میں تمہیں [illegible] تمہارے جہاز میں کھانے پینے کی اشیاء کی کیا صورت حال ہے؟"

[illegible]

سارے غلاموں کی زنجیریں کھولنے میں کافی وقت لگا لیکن بالآخر وہ سب کے سب آزاد ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں [illegible] تھی۔

[illegible]

کھلوا دیں ہم کو تم نے نہیں خرید لیا ہے؟" اس ترجمان نے [illegible] مجھ سے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔ "میں انسانوں کی خرید و فروخت [illegible] نہیں کرتا۔ میں نے تم سب کی زنجیریں کھول کر تمہیں آزاد کر دیا ہے [illegible] مکمل فضا میں [illegible] کریں گے [illegible]"

وہ [illegible] خاموش ہو گیا۔ میں نے [illegible] پوچھا: "کیا بات ہے؟"

[illegible] لوگوں نے مجھے [illegible] ساحل پر [illegible] پکڑ لیا اور [illegible] دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھے بھی زنجیر [illegible] باندھ دیا [illegible] غلام بنا [illegible]

غلام کیا چیز ہوتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے [illegible] تمہارے [illegible] کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ کل صبح [illegible] تم سب لوگوں کے لیے [illegible]"

اس کے بعد میں نے اتوتو کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

متلاشی نظروں سے دیکھنے لگی کہ کس پر بات ہو گئی۔

میں خاموش ہو گیا جبکہ مجھے البرٹو کے اس عمل پر غصہ اور افسوس ہو رہا تھا، تاہم میں تمہارا فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا، میں ہمیشہ اس بات کا پورا خیال رکھتا تھا کہ نارو کبھی یہ محسوس نہ کرے کہ میں اس پر کوئی فیصلہ زبردستی مسلط کر رہا ہوں، بلکہ وہ خود کو ہر فیصلے میں شامل سمجھے، اسی لیے میں نے نارو سے کہا۔ ”نارو! البرٹو نے جو کچھ کہا ہے میں اس کے بارے میں تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے بیرونی دنیا کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔“ نارو نے متانت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ”باہر کی دنیا کے بارے میں میں صرف اتنا ہی جانتی ہوں جتنا تم نے یا البرٹو نے مجھے بتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ میری دلی خواہش یہی ہو سکتی ہے کہ یہ سیاہ فام جو صدیوں کی غلامی کے بندھن سے آزاد ہوئے ہیں ایک دن خوشحال زندگی گزاریں۔ اگر البرٹو یہ سمجھتا ہے کہ اس کے وطن کی سرزمین پر یہ لوگ پرسکون اور آرام دہ زندگی گزار سکتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میری طرف سے اس بات کی اجازت ہے، بشرطیکہ تم بھی ایسا ہی چاہو۔“

نارو کی بات سن کر بے ساختہ البرٹو کی باچھیں کھل گئیں، اس نے خوشی کے عالم میں نارو کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

”تم دل کی کتنی اچھی ہو بہن!“ البرٹو نے خوشی سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تو اس بات کا بہت افسوس ہو گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔ کیا تمہیں ہم لوگوں کو چھوڑنے کا غم نہیں ہو گا؟ تم نے ہمارے ساتھ زندگی کے اتنے سال گزارے ہیں۔“

”افسوس تو مجھے یقیناً ہو گا اور بہت ہو گا۔“ البرٹو نے کہا۔ ”لیکن ساتھ ہی مجھے اس بات کی بے پایاں خوشی بھی ہو گی کہ میں اپنے وطن کی سرزمین کو اور اپنے لوگوں کو ایک بار پھر دیکھ سکوں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا خوبصورت ترین حصہ اس جگہ گزارا ہے اور میں یہاں کی یادوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ تم لوگوں کی محبت اور مہربانیوں کو میں ساری زندگی یاد رکھوں گا۔“

”خیر تمہاری مرضی ہے۔“ نارو نے کہا۔ ”جب تم جانا ہی چاہتے ہو تو پھر بھلا تمہیں روکنے سے کیا فائدہ؟“

رات کافی ہو چکی تھی، اس لیے یہ بات چیت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور نارو، البرٹو اور پالیش سونے کے لیے اپنے اپنے حجروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ صبح سویرے [illegible] باتوں کے علاوہ یہ بھی طے کرنا تھا کہ انتونیو کو کیا کیا جائے جو اس وقت ہمارے پاس ایک طرح قیدی کی حیثیت رکھتا تھا۔

دوسرے دن علی الصبح نارو اور البرٹو میرے حجرے میں آ گئے۔ اپنے ساتھ ان کا بیٹا پالیش بھی موجود تھا۔ میں نے نارو کو مشورہ دیا تھا کہ ہم اہم امور کے بارے میں گفتگو اور فیصلے کرتے وقت وہ پالیش کو اپنے ساتھ رکھا کرے تاکہ وہ ابھی سے تمام معاملات کے بارے میں جان جائے کہ آگے چل کر اسی کو قبیلے کا نیا سردار بننا تھا۔

صبح ہی صبح پالیش انتونیو کو ہمارے پاس لے آیا، ناشتہ وغیرہ کھلا دیا تھا۔ مجھے نارو اور البرٹو وغیرہ کا انتظار تھا کہ وہ لوگ آئیں اور پھر ان کے مشورے سے میں انتونیو کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں۔

تھوڑی دیر میں نارو اور البرٹو وغیرہ آ گئے۔ ہم سب لوگ آپس میں قبیلے کی زبان میں گفتگو کرنے لگے تاکہ انتونیو ہماری گفتگو نہ سمجھ سکے۔

”اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ اس شخص کا کیا کرنا ہے؟“ میں نے نارو کی طرف دیکھتے ہوئے ان لوگوں سے پوچھا۔ اس سے ایک دن پہلے میں نے نارو اور پالیش کو تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا کہ بحری قزاق کون ہوتے ہیں اور ان کا کام کیا ہوتا ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ انتونیو بھی ایک بحری قزاق ہے۔

”میرے خیال میں مناسب یہی ہوتا کہ اسے کسی دوسرے کے ساتھ قتل کر دیا جاتا۔“ البرٹو نے کہا۔ ”لیکن چونکہ تم نے اس کی جان بخشی کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اسے کسی سخت سزا کا مستحق سمجھنا چاہیے۔ یعنی اسے اسی قبیلے میں رہنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ اپنی ساری زندگی لوگوں کو قتل کرتا اور ساحلوں کو لوٹتا رہا ہے، اس کے لیے کچھ نہ کچھ سزا تو ملنی چاہیے۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ نارو نے جلدی سے کہا۔ ”البرٹو اگر اس کو اپنے ساتھ لے جائے گا تو انتونیو بھی دل سے یہی چاہتا ہے کہ جلد از جلد اس جزیرے سے چلا جائے تاکہ وہ بیرونی دنیا میں پہنچ سکے۔ لیکن میں کہتی ہوں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اب ہم لوگوں کے درمیان رہ کر سخت مشقت کی زندگی کا مزہ چکھنا چاہیے۔“

”ویسے بھی اس کا میرے ساتھ جانا ٹھیک نہیں ہے۔“ البرٹو نے انتونیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”وہ ایک بڑا خطرناک شخص ہے، ہو سکتا ہے وہ میرے خلاف کسی قسم کی سازش کرے اور بعض سیاہ فاموں کو ورغلا کر انہیں اپنے ساتھ ملا لے اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔“

انتونیو باری باری سب کا منہ دیکھ رہا تھا، اس کی سمجھ میں ہماری گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں آ رہا تھا لیکن اتنی بات وہ ضرور سمجھ سکتا تھا کہ یہ گفتگو اس کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔

”مجھے تم دونوں کی رائے سے اتفاق ہے۔“ میں نے کہا۔ ”اسے قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے زندہ رکھا جائے اور ان لوگوں کے درمیان رکھا جائے جنہیں وہ غلام بنانا چاہتا تھا، تاکہ اسے بھی اس بات کا احساس ہو کہ وہ لوگ کیسی زندگی گزارتے رہے ہیں۔“

”اگر ہم لوگوں کا فیصلہ سنا دیا جائے تو [illegible]“

”ابھی جلدی مت کرو نارو۔“ میں نے کہا۔ ”پہلے [illegible] وقت سے پہلے پریشان مت کرو۔ چند دن بعد البرٹو کا جہاز سمندر کے سفر پر روانہ ہو جائے گا تو اسی وقت ہم اس کو اپنے فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔ ابھی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ بات ابھی معلوم ہو جائے تو یہ کوئی منصوبہ بنانے کی کوشش کرے۔ جہاز کی روانگی کے بعد یہ بالکل بے بس ہو گا اور پھر اسے ہمیشہ کے لیے یہیں رہ کر محنت کرنی پڑے گی۔ اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہو گا۔“

”تم کتنے دانشمند ہو گئے ہو، اور میں تمہاری عقل مندی پر کتنی خوش ہوں۔“ نارو نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا اب ہم سب لوگوں کو جہاز پر چلنا چاہیے۔ جہاز کے سیاہ فام ہمارے منتظر ہوں گے۔“ میں نے کہا اور ہم سب لوگ انتونیو کے ہمراہ جہاز کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب ہم ساحل پر پہنچے تو جہاز ہمیں دور سے ہی کھڑا نظر آیا۔ تب میں نے دیکھا کہ سیاہ فام سابق غلاموں کی بہت بڑی تعداد عرشے پر جمع تھی۔ وہ سب کے سب یقیناً میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے دور ہی سے ہم لوگوں کو ساحل پر دیکھ کر خوشی سے ہاتھ ہلانا شروع کر دیے۔

ہم سب لوگوں نے ایک ساتھ ہی سمندر میں چھلانگ لگا دی اور تیرتے ہوئے جہاز کے پاس پہنچ گئے۔ سیاہ فاموں نے ہمیں ہاتھوں ہاتھ اوپر لیا۔ اس وقت ہمارے ساتھ دو سیاہ فام موجود تھے، یعنی نارو اور اس کا بیٹا پالیش [illegible] سیاہ فام نہیں کہا جا سکتا تھا۔

جہاز پر موجود سیاہ فاموں نے میرا ہاتھوں ہاتھ لیا اور [illegible] وہاں سب سے پہلے [illegible] زیادہ تر باتیں وہ لوگ میرے بارے میں [illegible] کے بارے میں کر رہے تھے، کیونکہ انہیں یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ کل میں نے سمندری قزاقوں کو ڈبو کر مارا تھا [illegible] سیاہ فام غلاموں نے تمام قزاقوں کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا اور جہاز کی اچھی طرح صفائی کر دی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے سارے سیاہ فاموں کو عرشے پر جمع کیا اور ان سے کہا کہ وہ غور سے میری بات سنیں۔ سارے لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ میں نے ان کے سامنے ایک طویل تقریر کی، جس میں میں نے انہیں بتایا کہ اب وہ بالکل آزاد ہیں اور جیسے چاہیں اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ [illegible] اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا ممکن نہیں [illegible] نئے سرے سے زندگی گزارنے کے بارے میں میں نے انہیں بتایا کہ یہ جہاز چند دنوں میں ایک نئی دنیا کے سفر پر روانہ ہو جائے گا اور ان لوگوں سے البرٹو کا تعارف کرواتے ہوئے میں نے کہا کہ البرٹو ہمارا دوست ہے اور ایک قابل قدر انسان ہے۔ وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے جائے گا جو وہاں جانے کے خواہشمند ہوں گے اور وہاں نئے سرے سے زندگی شروع کر سکیں گے۔ میں نے انہیں دولت اور نئی دنیا میں رہنے کے بارے میں تفصیل سے سمجھایا اور یہ بتایا کہ بیرونی دنیا میں جا کر کیا رہنا ہے اور جو لوگ البرٹو کے ساتھ جائیں گے انہیں بہت سہارا دیا جائے گا تاکہ وہ بیرونی دنیا میں ساری عزت و آبرو سے زندگی گزار سکیں گے۔ میں نے انہیں بتایا کہ البرٹو کے ساتھ کچھ آدمیوں کے جانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ جہاز چلا سکیں۔

”جو لوگ یہاں رہنا چاہیں گے وہ یہاں جزیرے کی بستی میں قیام کر سکیں گے۔“ میں نے کہا۔ ”انہیں ہم اپنے قبیلے میں شامل کر لیں گے جس کی سردار نارو ہے۔“ میں نے نارو کو سب لوگوں سے متعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”نارو تم لوگوں کو اپنے قبیلے میں شامل کر کے بہت خوش ہو گی اور نارو کا بیٹا پالیش بھی۔ یہ اس قبیلے کا آئندہ سردار ہونے والا ہے۔ تم لوگوں کو گھر سے نکلنے کا غم نہیں ہو گا۔ تم لوگ اس قبیلے میں اس طرح رہنا جس طرح پہلے اپنے اپنے قبیلوں میں رہا کرتے تھے۔“

میری باتیں سن کر سیاہ فام سابق غلاموں میں آپس میں کھسر پھسر شروع ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

میں نے سیاہ فام لوگوں کے ساتھ جو باتیں کی تھیں انتونیو ان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکا تھا کیونکہ میں نے وہ ساری باتیں قبائلی زبان میں کی تھیں جس سے انتونیو بالکل ناواقف تھا۔ بیسیوں باتیں نہ سمجھ سکنے کے بعد اس نے میرے قریب آ کر مجھ سے پوچھا کہ میں نے ان لوگوں سے کیا کہا ہے۔ میں نے جواب میں صرف اتنا کہا کہ میں نے ان لوگوں کو نئی زندگی کی نوید دی ہے۔

اس کے بعد میں نے تمام سیاہ فاموں کو اس بات کی ہدایت دی کہ وہ سمندر میں نہا لیں تاکہ ان کے جسموں سے بیڑیوں کے زخموں کا میل کچیل دور ہو جائے۔ میری ہدایت ملتے ہی وہ سب خوشی سے چیختے ہوئے سمندر میں کودنے لگے۔ وہ سب کے سب چونکہ ساحلی علاقوں کے رہنے والے لوگ تھے اس لیے ان میں سے ہر شخص تیراکی جانتا تھا۔ تھوڑی دیر میں جہاز میں سوائے ہم پانچ افراد کے اور کوئی موجود نہیں تھا۔ جہاز کے سارے سیاہ فام سمندر میں کود گئے تھے اور پانی میں اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ ان لوگوں کی مسرت دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ اطمینان تھا مجھے اس بات کی دلی خوشی تھی کہ میں نے انہیں ایک عذاب ناک زندگی سے نجات دلائی ہے۔

”مجھے اب کیا کرنا ہو گا؟“ انتونیو نے ڈرتے ڈرتے مجھ سے سوال کیا۔ ”میرے مستقبل کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے؟“

”ابھی ہم اس مسئلے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔“ میں نے بات گول مول سا جواب دیا۔ ”جیسے ہی ہم کسی نتیجے پر پہنچیں گے تمہیں مطلع کر دیں گے۔ فی الحال میں تمہیں صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ ہم لوگوں نے تمہیں زندہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تمہاری جان نہیں لی جائے گی۔“

”میرے لیے یہی بہت بڑا انعام ہے۔“ انتونیو نے بڑے ساتھ کہا [illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر انہیں پتھروں کی گرفت سے آزاد کیا۔ [illegible] گرفت کی [illegible] دیا۔ [illegible] انگلیوں سے پتھر نے [illegible] سوراخ میں دونوں ہاتھ پھنسا کر اپنے جسم کو اوپر اٹھایا، پتھروں کی [illegible] کو [illegible] کے ساتھ [illegible] لگا۔ وہ ایک [illegible] کے بعد میں گرفت سے باہر تھا [illegible] دیکھا کہ [illegible] نے گرفت کر [illegible] سے بند کرنے کے بعد [illegible] سوکھی ہوئی گھاس اور [illegible] دی تھیں۔ میں نے باہر نکل کر [illegible] پتھروں سے [illegible] کوئی [illegible] اس کے بعد میں نے اپنے گرد [illegible] جائزہ لیا۔

میں نے اپنے جسم سے گرد [illegible] کو جھاڑ کر صاف کیا اور [illegible] سے [illegible] بستی کی طرف چل دیا۔ لیکن بستی کے قریب پہنچ کر میں نے [illegible] بدل دیا۔ اس بستی میں داخل ہونے کے بجائے میں نے اپنا رخ ساحل کی طرف کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ انٹونیو مجھے دفن کر کے سیدھا بستی میں ہی گیا ہوگا تاکہ وہاں موجود رہ کر [illegible] بات کا اندازہ لگا سکے کہ میری عدم موجودگی کو دوسرے لوگ کس طرح محسوس کرتے ہیں۔

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا لیکن شام کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے اور ساحل میں کافی کمی آ گئی تھی۔ جہاں [illegible] پھیلا ہوا تھا اور انٹونیو کہیں دور تک پتا نہیں تھا۔

ساحل پر مجھے بالکل چہل پہل نہیں نظر آئی۔ مجھے اس کی توقع بھی نہیں تھی [illegible] معلوم تھا کہ [illegible] کی رات [illegible] سفر پر روانہ ہونے والوں کے اعزاز میں ایک زبردست جشن کا اہتمام کیا تھا اور اس جشن کے لیے کئی جنگل [illegible] گئے ہیں اور ان کا گوشت بھونا جا رہا ہے۔ ساحت کے سارے لوگ بستی میں جمع ہوں گے۔

جہاز کا عرشہ بھی سونا سونا نظر آ رہا تھا۔

اچانک مجھے عرشے پر ایک آدمی کی شبیہ نظر آئی۔ وہ شخص ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعل لیے ہوئے بڑی تیزی سے جہاز کے نچلے حصے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ نیم تاریکی اور فاصلے کی وجہ سے میں اس شخص کی صورت تو صاف طور پر نہیں دیکھ سکا لیکن مجھے نہ جانے کیوں یہ احساس ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ میں نے دوڑ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی اور تیزی سے زیر آب تیرتا ہوا چند منٹ کے اندر جہاز تک پہنچ گیا۔ جہاں سے میں سیدھا جہاز کے عرشے تک جا پہنچا۔

عرشے پر اب کوئی نہیں تھا۔ چاروں طرف [illegible] تھا۔ میں تیزی سے [illegible] لیکن اس قدر آہستگی کے ساتھ کہ کوئی آواز نہ پیدا ہو۔ اور تب مجھے وہ شخص [illegible] نظر آ گیا۔

وہ انٹونیو تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں تھیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ انٹونیو کیا کرنا چاہتا ہے۔ [illegible] وہ [illegible] ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لیے [illegible] جہاز کو آگ لگانا چاہتا تھا [illegible] کے [illegible] ہوئے

اس جہاز کو جلا ڈالے گا، تاکہ وہ جہاز کے اندر [illegible] کر تو ہو ہی سکتا تھا۔ [illegible] اس کے لیے وقت بھی [illegible] مناسب [illegible] جہاز کے سامنے سیاہ فام [illegible] وقت بستی میں تھے [illegible] کی تیاریوں [illegible] تھے۔ جہاز بالکل خالی تھا۔ ساحل ویران تھا اور انٹونیو کی نظر میں [illegible] دالے [illegible] کوئی نہیں موجود تھا۔ مجھے وہ اپنی دانست میں پہلے ہی ختم کر چکا تھا اور اس کے نزدیک اس بات کا کوئی امکان موجود [illegible] کر دوں [illegible] ایک قبر سے باہر نکل سکوں جس کر اس نے [illegible] بھاری بھاری پتھروں سے پاٹ دیا تھا۔

میں بالکل دبے پاؤں انٹونیو کی طرف بڑھا۔ اس وقت وہ [illegible] کی لکڑی کی دیوار کے ساتھ لکڑی کا فرنیچر جمع کر رہا تھا کہ اس میں آگ [illegible] اور پھر [illegible] جہاز کی دیواروں [illegible] کے ساتھ ہی سامنے [illegible] پھیل جائے۔ اس وقت ہوا بھی کافی تیز تھی اور اس بات کا پورا امکان تھا کہ اگر [illegible] آگ لگ جائے تو تیز ہوا کے [illegible] تھوڑی دیر میں وہ آگ سارے جہاز میں پھیل جائے گی۔

[illegible] مجھے انٹونیو سے شدید نفرت محسوس ہو [illegible] میں نے اس شخص پر اتنا بڑا احسان کیا تھا کہ اس کی جان بخش دی تھی [illegible] اگر میں چاہتا تو اس کے باقی ساتھیوں کے ساتھ اسے بھی اسی وقت [illegible] سکتا تھا لیکن میں نے اسے زندہ [illegible] آئندہ [illegible] بھی [illegible] لیکن اس نے مجھے میری مہربانیوں کا یہ صلہ دیا کہ ایک تو اپنی دانست میں مجھے ہلاک کر [illegible] وہ جہاز کو آگ لگا کر [illegible] سیاہ فاموں کے سمندری سفر کے منصوبے کو ناکام بنا دینا چاہتا تھا اور مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ انٹونیو کے شیطانی ذہن میں [illegible] اور کیا کیا منصوبے موجود ہیں۔

میں بڑی آہستگی اور خاموشی سے کوئی آواز پیدا کیے بغیر انٹونیو [illegible] پیچھے جا کھڑا ہوا۔ اس وقت وہ [illegible] کو [illegible] کی تختیاں [illegible] جہاز کے کمرے میں کر چکا تھا اور ان میں آگ لگانے ہی والا تھا [illegible] بہت سے کپڑے بھی اکٹھے کر رکھے تھے اور تھوڑے سے کپڑے ڈھیر میں ڈال دیے تھے جن میں وہ آگ لگانے جا رہا تھا۔

جیسے ہی اس نے جلتی ہوئی مشعل کو کپڑوں کی طرف بڑھایا، میں نے آہستگی سے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ انٹونیو اس طرح اچھلا گویا اسے بجلی کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ میں نے اپنے ہاتھ کی گرفت [illegible] قائم رکھی اور انٹونیو نے مڑ کر میری طرف دیکھا۔ خوف اور دہشت اور حیرت کے مارے انٹونیو کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں [illegible] گئی تھیں۔

"تم... تم... تم زندہ ہو؟" اس نے بڑی مشکل سے کہا [illegible] اس کے ساتھ ہی اس کا سارا جسم بڑی طرح کانپنے لگا۔

"ہاں، میں زندہ ہوں" میں نے بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ "تم ابھی [illegible] اور [illegible] سزا نہیں دے سکو گے!"

میں نے ایک جھٹکے سے اس کے دونوں ہاتھوں سے ساری جلتی ہوئی مشعلیں چھین لیں اور انہیں اپنے پیروں سے مسل کر بجھا دیا۔ میں ایک ہاتھ سے انٹونیو کا شانہ دبائے ہوئے تھا اور انٹونیو کا جسم [illegible] سے کانپ رہا تھا۔

مشعلوں کو بجھا دینے کے بعد میں نے انٹونیو کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ دیے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کے حلق سے گھٹی ہوئی [illegible] اور میں نے فوراً اپنی [illegible] گرفت [illegible]

"تم یہ سمجھ رہے تھے کہ تم نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور اب تم اس جہاز کو جلا کر [illegible] چاہتے تھے تاکہ البرٹو اور اس کے ساتھی کبھی یہاں سے نہ جا سکیں۔ تم انتہائی گھٹیا اور کمینے انسان ہو انٹونیو! میں نے تمہیں [illegible] سب کچھ بتایا ہے۔ [illegible] میں کیا جا سکتا تھا؟ میں اگر چاہتا تو تمہیں بھی ان کی طرح مسل کر پھینک دیتا یا تمہیں ان سیاہ فاموں کے حوالے کر سکتا تھا جنہیں تم نے غلام بنا کر ان پر بے پناہ مظالم توڑے تھے۔ وہ لوگ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیتے لیکن میں نے تمہارے ساتھ نیکی اور بھلائی کا سلوک کیا اور تم نے اس کا یہ صلہ دیا۔ مجھے افسوس ہے انٹونیو! میں نے تمہیں زندہ رکھنے کا فیصلہ کیا لیکن تم نے خود زندگی کو ٹھکرا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ اب تمہیں مرنا ہوگا!"

"مجھے معاف کر دو" انٹونیو نے کانپتے ہوئے کہا اور رحم [illegible] کے لیے میری طرف دیکھا [illegible] گڑ گڑا رہا تھا لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب میں انٹونیو کو کوئی موقع نہیں دوں گا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ بہت ہو چکا تھا۔ میں اب مزید تجربات کے لیے تیار نہیں تھا۔

"میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں انٹونیو!" میں نے [illegible] کہا۔ "تم میرے دشمن بن گئے ہو۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتا بلکہ تمہیں زندہ رہنے کی اجازت دیتا لیکن تم نے جو [illegible] یہاں موجود تمام لوگوں کے بدترین دشمن ہو اور نہ جانے کب کسی کو کیا نقصان پہنچاؤ۔ اس لیے تمہارا انجام عبرت ناک ہوگا!"

اس کے بعد میں نے انٹونیو کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبا لی۔ اس کے حلق سے خرخر کی آوازیں نکلیں، اس کی آنکھیں ابل پڑیں اور زبان باہر نکل آئی۔ اس کا بدن تھوڑی دیر تک پھڑکتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔ میں اس کے مردہ جسم کو کاندھے پر ڈال کر عرشے تک لے گیا اور وہاں سے میں نے اسے سمندر میں اچھال دیا۔ مجھے انٹونیو کے انجام کا خود بھی افسوس تھا لیکن اس کے [illegible] اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا!

کسی نے مجھے انٹونیو کو ہلاک کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا [illegible] میں نے جہاز کو [illegible] کی بات کسی کو نہیں بتائی تھی۔ اگر میں لوگوں کو بتاتا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے تو اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی بتانا پڑتا کہ انٹونیو نے پہلے بھی مجھے [illegible] کی تھی اور ایک لمبی داستان سنانی پڑتی جس [illegible] کسی سے بھی اس کا [illegible] نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں سب کو پتہ چل گیا کہ انٹونیو غائب ہے۔ تو سمندر میں ڈوب گیا یا پھر کسی جنگلی جانور نے اسے ہلاک کر ڈالا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں بستی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں جشن کی تیاریاں بڑے زور و شور سے جاری تھیں۔

کسی نے بھی اس بات پر توجہ نہیں دی کہ انٹونیو موجود نہیں ہے۔ سب لوگ بڑے جوش و خروش سے جشن کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ خواتین بھی [illegible] سے اس جشن میں حصہ لے رہی تھیں [illegible] البرٹو نے مجھے بتایا کہ وہ آج کے جشن سے ہی پورا لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں کیونکہ یہ ان کی زندگی میں اپنی نوعیت کا آخری جشن ہوگا اور اس کے بعد شاید زندگی انہیں یہ موقع پھر فراہم نہ کرے گی۔

رات دیر تک جشن جاری رہا اور میں نے [illegible] لوگوں کو خوش دیکھ کر خوشی ہوئی۔

دوسرے دن صبح کو البرٹو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جو سمندری سفر کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ البرٹو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ایک تجربہ کار ملاح ہے اور اسے [illegible] سمندری راستوں کا بخوبی علم ہے اس لیے اسے یقین ہے کہ وہ بخیر و عافیت اپنے وطن پہنچ جائے گا۔ جہاز کی روانگی میں ابھی تھوڑی دیر باقی تھی کہ اچانک البرٹو کو انٹونیو کا خیال آیا۔ اس نے [illegible] رات سے انہیں دیکھا تھا۔ اس نے تعجب ظاہر کیا۔ میں نے انٹونیو کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس نے کئی آدمیوں کو انٹونیو کی تلاش میں بھیجا لیکن ظاہر ہے کہ انٹونیو کہاں مل سکتا تھا!

بالآخر البرٹو کے جہاز نے لنگر اٹھا دیا اور وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ سیاہ فاموں کی ایک بڑی تعداد اپنے ساتھ جہاز میں [illegible] لیے جس نے البرٹو کے ہمراہ جانے کی خواہش [illegible] میں نے سیاہ فاموں کو بہت سمجھایا تھا کہ جو کچھ البرٹو جانتا ہے [illegible] ان کے لیے [illegible] ہے۔ البرٹو کے ہر حکم کی اچھی طرح تعمیل کریں۔ تمام سیاہ فاموں نے [illegible] اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ البرٹو کے وفادار رہیں گے اور اس کے احکام کی پابندی کریں گے۔

البرٹو کے جانے کے بعد میں نے [illegible] سیاہ فاموں کو باقاعدہ طور پر قبیلے میں شامل کر لیا گیا تھا اور انہیں وہ سارے حقوق دے دیے گئے تھے جو قبیلے کے دوسرے لوگوں کو حاصل تھے۔ اب وہ آہستہ آہستہ قبیلے میں ایک جان ہوتے جا رہے تھے۔

مجھے اس قبیلے کے لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے دس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ بہت سارے لوگ بوڑھے ہو چکے تھے اور جو بچے تھے اب جوان ہو چکے تھے۔ آہستہ آہستہ میں اس ماحول کی یکسانیت سے اکتا چکا تھا اور میری یہ خواہش ہونے لگی کہ اب میں یہاں سے رخصت ہو کر کوئی نئی دنیا، کوئی نیا ماحول تلاش کروں کیونکہ میری زندگی کا مقصد یہی تھا کہ میں کسی ایک جگہ پر ٹھہر کر بیٹھ نہ جاؤں۔ [illegible] لیکن [illegible] یہ لوگ [illegible] سامنے [illegible]

سے بڑا تھا۔ یہاں کے لوگ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میری جدائی کا داغ ان سے برداشت نہیں
ہو پائے گا۔ یہ لوگ بھوت پریت سے نفرت کرتے تھے اور مجھے اس بات
کا پورا اندازہ تھا کہ میری ایک کوشش کی ان کے بنے ہوئے بتوں کو
وہ الٹ دیں گی۔ اس لیے میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کروں کہ
میں ان لوگوں سے جدا بھی ہو جاؤں اور یہ لوگ میری جدائی کو محسوس تو ضرور
کریں لیکن بھی نہیں۔ بیچ ایک دن تک میں اسی ادھیڑ بن میں لگا رہا۔
بالآخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔

میں نے اپنے پانچوں اور قبیلے کے بعض سرکردہ لوگوں کو اکٹھا
کیا۔ ان سے مخاطب ہو کر کہا: ”سنو لوگو! میں تمہیں ایک
خوشخبری سنانا چاہتا ہوں اور یہ خوشخبری یہ ہے کہ شکان دیوتا نے
آسمان سے ہی مجھے اتنی بہت سی قوتیں دے رکھی ہیں اور یہ سب جہاں
کی بلند چوٹی پر ایک بار پھر شکان کی بستی مجھے شکان
دیوتا کا حکم ملا ہے کہ میں بستی سے دور کہیں گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کے
درمیان میں جا کر ایک دل میں اور یکسوئی کے ساتھ اس کی عبادت
کروں۔ دیوتا نے کہا ہے کہ شکان دیوتا اس کی عبادت اور ریاضت
کے عوض مجھے کچھ اور بھی قوتیں عطا کرے گا لیکن اسے یہ منظور
ہو گا کہ میں بالکل تنہا اس وقت تک اس کی عبادت کروں جب
تک کہ وہ مجھے عبادت کا حکم دے۔ شکان دیوتا نے عبادت
کی مدت کا تعین نہیں کیا۔ چنانچہ یہ عرصہ ایک ماہ بھی ہو سکتا ہے
اور ایک سال کا بھی۔ میں خود اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس لیے
نہ میں ... شکان دیوتا کی خوشنودی کی خاطر میں کل یہ بستی چھوڑ دوں گا
اور دور گھنے جنگلوں میں نکل جاؤں گا۔ میں کب واپس آؤں گا، اس کے
بارے میں میں خود بھی نہیں جانتا۔ بس یوں سمجھو کہ جب شکان دیوتا کا حکم ہو
گا تب میں آ جاؤں گا۔ جب تک اس کا حکم نہیں ہو گا اس وقت تک میں نہیں
آ سکتا۔ مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ میری عدم موجودگی میں تم قبیلے
کے معاملات کو بہت اچھی طرح دیکھ بھال کرو گے اور کسی کو شکایت کا موقع
نہیں دو گے۔“

تمام کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے
چہروں کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ سب کے سب بالکل خاموش بیٹھے ہوئے
تھے۔ ان کے چہروں پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ یوں جانتا ہوں کہ جیسے ایک
عجب سی کیفیت قبیلے پر ایک خاص مقام حاصل تھا، خاموش بیٹھا
رہا۔ ان کے چہروں سے مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ قبیلے کے وہ سب برگزیدہ
لوگ بھی خاموش بیٹھے رہ گئے تھے۔

بالآخر ایک بزرگ نے ہی خاموشی کو توڑا: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ
تم ایک نامعلوم مدت کے لیے ہم لوگوں سے جدا ہو رہے ہو۔ چونکہ یہ شکان
دیوتا کا حکم ہے اس لیے وہ مدت کتنی لمبی ہو گی، لیکن تمہاری عدم موجودگی کا
ہم سب کو گہرا صدمہ ہو گا۔ تمہارے یہاں آنے سے ہمیں بہت سی نعمتیں ملیں۔
تم نے جو ہماری زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ تمہاری جدائی

ہمیں بہت شاق گزرے گی، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم بستی میں رہتے
ہوئے ہی کسی ایک الگ تھلگ جھونپڑے میں بیٹھ کر شکان دیوتا کی عبادت کرو اور شکان
دیوتا کا احساس بھی جاگتا رہے۔ جنگلوں کو پسند کرنے کی یہ کیا ضرورت ہے؟“

”مگر ایسا ہو سکتا تو میں ضرور ایسا کرتا۔ میں کبھی قبیلے اور بستی سے
دور جانا پسند نہیں کرتا، لیکن مجبوری یہ ہے کہ شکان دیوتا کا حکم ہے کہ
میں بستی کے باہر دور تنہائی میں کہیں جا کر یہ مدت گزاروں۔ اب یہ میرا
فرض ہے کہ میں شکان دیوتا کے حکم سے سرتابی نہیں کروں۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔“ بوڑھے نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے کہ شکان
دیوتا کی یہی مرضی ہو۔ ہم سب لوگوں کی یہی مرضی ہے۔ اس میں کسی کو اعتراض
نہیں۔“ باقی تمام لوگوں نے بھی ان کی تائید کی اور اس طرح
گویا مجھے بستی سے جانے کا پروانہ مل گیا۔

”میں کل صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔“ میں نے کہا۔ ”بستی کے
تمام لوگوں کو میرے جانے کے بعد ہی بتا دینا کہ میں ایک طویل عرصے
کے لیے جنگلوں میں چلا گیا ہوں اور نامعلوم عرصے کے بعد لوٹ کر آؤں گا۔
میرا خیال ہے کہ وہ لوگ اس جواب سے مطمئن ہو جائیں گے۔
کسی کو اس بات کی اجازت نہ دینا کہ میرا پیچھا کرنے کی کوشش کرے
ورنہ شکان دیوتا سخت ناراض ہو گا۔“

”تم اطمینان رکھو۔“ بوڑھے نے کہا۔ ”کوئی تمہارا پیچھا نہیں
کرے گا۔“

دوسرے دن صبح پانچوں اور وہ تمام لوگ جو کل شام کو
میرے پاس موجود تھے، وہ جن کے سامنے ایک طویل عرصے کے لیے جانے کی بات کی تھی،
صبح سویرے میرے پاس آ گئے۔ انہوں نے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں
میرے سامنے رکھ دیں۔ میرا اس کا ارادہ تھا کہ میں راستے کے لیے ان چیزوں کو ساتھ
لیے جاؤں۔ میں نے ان کا دل رکھنے کی خاطر ان ساری چیزوں کو
قبول کر لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے ان لوگوں سے اجازت لی۔ وہاں
سے سب بستی کی آخری حدود تک میرے ساتھ آئے۔ یہاں پہنچ کر
مزید آگے جانے سے منع کر دیا اور ان سے کہا کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔
ان میں سے ہر شخص باری باری مجھ سے بغل گیر ہوا اور اس کے بعد وہ سب
واپس لوٹ گئے۔ میں آگے بڑھ گیا۔

کئی دنوں اور ہفتوں تک میں ایک کے بعد دوسرے جنگلوں میں
سفر کرتا رہا۔ اس طویل سفر کے دوران مجھے
ایسی چیزیں دیکھنے کو ملیں جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔
نوع بنوع اقسام کے جانور، عجیب و غریب قسم کے پرندے اور
مناظر۔ بے حد دلفریب اور دلکش تھے۔ بہت سے جانور ایسے تھے جنہیں دیکھ
کر میں حیران رہ جاتا۔ ان میں کئی ایسے تھے جنہیں کسی انسان نے
شاید ہی دیکھا ہو۔ جنگلوں کی تو بات ہی کیا، مجھے جا بجا لیکن بہت
سی انسانی آبادیاں بھی ملیں۔ سیاہ فام رنگ دار قبیلوں کی بستیاں۔

خانہ بدوش زندگی گزارتے تھے۔ لیکن یہاں بستیوں سے بچتا بچاتا
ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بعض اوقات انسانوں کی بستی
کی وجہ سے بتانا تھا کہ ایک طویل عرصہ ہو گیا تھا مجھے انسانوں کے درمیان رہتے
ہوئے اور اب میں کچھ عرصہ انسانوں کے بغیر گزارنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں آبادی
سے بچنے کی کوشش کرتا۔ اگر انسانوں کی نظروں میں آ گیا تو دوسری جگہ
چلا جاتا۔ راستے میں کئی جگہ جنگلی وحشیوں نے مجھ کو دیکھ لیا اور وہ مجھ پر
حملہ آور ہوئے۔ ان کا حملہ سنبھال کر میں دوسری طرف دوڑ پڑا۔ لیکن ایک جگہ تو
جنگل کے درختوں میں چھپ کر خود کو ان کی نظروں سے بچایا۔ یہ بیحد
خوبصورت علاقہ تھا۔ پروفیسر! میں نے اپنی زندگی میں اتنے زیادہ سانپ کہیں
نہیں دیکھے جتنے وہاں تھے۔ ہر ہر درخت پر کئی سانپ لٹکے ہوئے تھے۔
ان میں بعض بالکل سیاہ اور نہایت زہریلے تھے۔ میں نے جب درخت
کے تنوں میں پناہ لی تو وہ سانپوں سے بھرا ہوا تھا اور مجھے اس
بات کا یقین ہو گیا کہ اگر میری جگہ کوئی انسان ہوتا تو سانپوں کی زد سے بچ
نہ سکتا۔ وہ مجھے ہلاک کر ڈالتے۔ لیکن ان کا یہ خیال بالکل درست تھا۔
جب درخت پر پہنچا تو کئی سانپ میرے جسم سے لپٹ گئے اور انہوں نے
خوب ڈس کر مجھے ختم کرنے کی کوشش کی لیکن تھوڑی دیر بعد جنگلیوں کا گروہ
قریب آیا تو میں نیچے اتر آیا۔ وہ کوئی دو تین گھنٹے تک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر ساتھیوں
کی جانب دیکھتے رہے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ میں درخت کے مختلف حصوں سے جا
کر ایک طرف رہتا ہوں۔ یہی سوچ کر وہ بستی کی طرف چلے گئے۔ جنگلیوں کی گفتگو بھی
میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی انسان ہوتا تو ابھی تک
درخت سے نیچے گر جاتا۔ لیکن جب بہت دیر گزرنے کے بعد بھی میں
نیچے نہیں گرا تو پھر وہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ مجھے اپنا آپ
ان سے بچانے کی خاطر ایک ایسی ندی میں چھلانگ لگا دینی
پڑی جو نہایت خطرناک قسم کے مگرمچھوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں نے ندی میں
چھلانگ لگائی تو چاروں طرف سے مگرمچھوں نے یورش کر دی۔ بہت سے
مگرمچھ جو ندی کے کنارے خشکی پر لیٹے ہوئے تھے، جلدی جلدی پانی
میں کود کر میری طرف دوڑ پڑے۔ میرے تعاقب میں آنے والے جنگلی
ندی کے کنارے ہی رک گئے۔ انہوں نے مجھے اچھی طرح دیکھ لیا تھا اور وہ
ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے: ”اس پاگل کو دیکھو
جس نے مگرمچھوں سے بھری ہوئی ندی میں چھلانگ
لگائی ہے۔“ انہوں نے تیر کمانوں کے ذریعے مجھے نشانہ بنانا چاہا۔ لیکن میں اس
وقت تک ندی کے اندر غوطہ لگا چکا تھا۔ چاروں طرف سے بڑھتے ہوئے مگرمچھ
میرے قریب آ گئے اور مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن میرے قریب پہنچنے پر وہ ایک
لمحے کے لیے رکے اور واپس لوٹ گئے۔ ان میں سے کسی نے مجھ پر حملہ نہیں کیا۔ میں زیر آب
تیرتا ہوا بہت دور نکل گیا۔

لیکن تیسری مرتبہ بھی خود کو جنگلی سیاہ فاموں کے چنگل سے نہ بچا سکا۔
جنگلوں کی سیر کرتے ہوئے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر گیا تھا اور اس عرصے
میں نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا تھا۔ نہ جانے کتنے ملکوں کی حدود

میں داخل ہو کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ اب کسی ملک کی حدود میں موجود تھا،
مجھے اس بات کی کوئی خبر نہیں تھی۔ بس جنگل جنگل مارا مارا پھرتا تھا۔
وہ ایک گرم سہ پہر تھی۔ میں ایک گھنے جنگل سے گزر رہا تھا جہاں
زیادہ تر بہت اونچے درخت تھے لیکن ان کے تنوں کی قدر و قیمت
کرنا میری زندگی میں پہلی بار ہوا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ کچھ سمجھنے کے
لیے میں اپنی آنکھوں پر زور دے کر ان درختوں کو دیکھتا چلا جا رہا تھا کہ
اچانک ایک زبردست ضرب میرے سر پر پڑی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے
کہ میں درختوں کی جھاڑیوں میں چھپ جاتا، مضبوط رسیوں کے جال میں
جکڑا جا چکا تھا۔ جال کے پھندے کستے گئے اور میرے تمام حرکات کے تمام
راستے بند ہو گئے۔ میں چاہتا تھا کہ میرے شکاری کون ہیں اور ان کا کیا
مقصد ہے۔

وہ جسٹسٹ پتوں کے پیچھے سے نکل کر آ گئے۔ ان کا قد تقریباً
بونوں جیسا تھا ... رنگ کوے کی طرح سیاہ تھا اور
انہوں نے اپنے چہروں کو طرح طرح کے نقوش سے رنگ رکھا تھا۔
ان میں سے ایک سفید فام آدمی ہے جو
ان کو بونوں کو گرفتار کرتے ہیں۔ شاید باقی لوگوں سے مختلف تھا۔
سب کے سب ... اور وہ سب کے سب بھی
ہتھیار بند تھے۔

مجھے اس صورتحال کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ سفید فام کوئی
گروہ اس علاقے کی طرف آیا ہو گا اور یہاں سے بونوں کو پکڑ کر لے جاتا ہو گا جس
کی بنا پر ان کے دل میں سفید فام لوگوں کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے
میرے چہرے کی رنگت کے باعث مجھے بھی سفید فاموں کا ساتھی سمجھا اور اب
وہ مجھے ہلاک کرنے کے درپے تھے۔

انہوں نے جال کی رسیاں اور بھی کھینچیں اور مجھے مزید سختی سے کس
دیا۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس کے بعد وہ لوگ میرے قریب آ گئے اور
مجھے غور سے دیکھنے لگے۔

”دلدل کی طرف لے چلو۔“ ان میں سے کسی نے کہا۔ ”اس کے لیے
وہی بہترین جگہ ہے۔“

”دلدل کی طرف لے چلو۔“ دلدل کی بات سن کر کئی آوازیں ایک ساتھ
بلند ہوئیں۔ وہ لوگ مجھے کسی وحشی کی طرح کھینچتے ہوئے ایک طرف روانہ
ہو گئے۔ میں خاموشی سے ان کے ساتھ چلتا رہا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ
میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

ہمارا سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ گھنے درختوں کے جنگل سے نکل کر
ہم ایک کھلے علاقے میں پہنچ گئے۔ میرے سامنے ایک بہت بڑی
دلدل تھی۔

ایک چھوٹے سے میدان کے بعد گھاس سے بھرے ہوئے کنارے سے آگے
کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اس دلدل کا آخری سرا نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ جانے یہ
دلدل کتنی گہری اور وسیع تھی۔ اس کے پاس جا کر وہ لوگ رک گئے تھے۔ ان کی

وہ تو بوڑھی کی جگہ نگلتی ... دے سکتی تھیں اور جگہ جگہ سے بلبلے نکل رہے تھے۔ یہ ایک زبردست جانور انسان نگلنے ... وحشت ناک منظر دہلا دینے والا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک بار دلدل میں پھنس جانے والا انسان کسی طرح بھی اس میں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ وہ جتنا زیادہ ہاتھ پیر چلاتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے کا پورا دلدل میں دھنس جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے۔

ان لوگوں نے پہلے تو مجھے زمین پر گرا دیا اور پھر دو آدمیوں نے میری ٹانگیں پکڑ لیں۔ دو نے میرے ہاتھ پکڑے اور مجھے جھولے کی طرح جھلانے لگے۔ ان کے چہروں پر ... بڑی تیزی ... اور وہ اپنی ساری قوت استعمال کر کے مجھے جھلا رہے تھے۔ میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا اور میں قطعاً کوئی مزاحمت نہیں کر رہا تھا۔

"اب تیار ہو جاؤ۔" ایک شخص نے جو میرے ہاتھ پیر پکڑنے والوں میں شامل نہیں تھا، زور سے کہا۔

"ہم تیار ہیں۔" میرے ہاتھ پیر پکڑنے والے چاروں افراد نے یک زبان جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ان کی حرکتوں میں تیزی آ گئی۔

"پھینکو۔" اس شخص نے چند لمحوں کے بعد زور سے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی ان چاروں نے مجھے زور سے جھلا کر پوری طاقت سے دلدل کی طرف اچھال دیا۔ میرا جسم ... ان کے ... کی ... میں ... جا رہا تھا ... ایک جان کی قربانی کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔

ایک دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور میرا جسم دلدل میں ... جا گرا۔ اب تک میں ہر قسم کے تجربوں سے گزر چکا تھا ... لیکن یہ میرے لیے ایک بالکل نیا اور انوکھا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے میں برسوں تک پانی کی تہہ میں، زیرِ زمین دفن رہا۔ میں ایک مرتبہ آگ میں جلا۔ مجھے بلندیوں سے نیچے گرا دیا گیا، لیکن دلدل میں پھینکے جانے کا تجربہ مجھے اپنی طویل زندگی میں پہلی بار ہو رہا تھا۔ پہلا احساس یہ تھا کہ میں گرم گرم کیچڑ میں غسل کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بدن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میں اب ایک طویل نیند کے لیے تیار تھا۔ بہت عرصہ گزر گیا تھا کہ میں نے طویل نیند کا لطف نہیں اٹھایا تھا۔ افریقہ کی سرزمین پر آنے سے پہلے ایشیا اور یورپ کے مختلف خطوں میں، میں ایک لمبی مدت سے ایک ہنگامہ خیز زندگی گزارتا چلا آ رہا تھا اور اس کے آخری مرحلے میں میں نے ایک بے حد طویل سمندری سفر کیا تھا جس کے بعد میں افریقہ تک پہنچا تھا ... اب میرے جسم کو نیند اور سکون کی ضرورت تھی۔ ایک ایسی طویل نیند جو برسوں یا صدیوں پر مشتمل ہو اور جس کے دوران میرے اعضاء مکمل طور پر آرام کر سکیں۔

چنانچہ میں نے اپنے آپ کو دلدل کے حوالے کر دیا۔ میرا جسم جیسے جیسے دلدل میں ڈوبتا چلا گیا، میری آنکھیں بند تھیں اور میں دلدل میں نیچے ہی نیچے دھنستا چلا جا رہا تھا ... دشمنوں کی پُرشور چیخوں کی آواز آہستہ آہستہ مدھم ہوتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ یہ آواز

بالکل بند ہو گئی۔ میں نیم مردہ حالت میں دلدل میں ڈوب چکا تھا اور مجھے ... طمانیت بخش، سکون آور اور طویل نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا ... لمبی مدت کے لیے سو چکا تھا۔

اور پھر بغیر یہ جانے کہ کتنا زمانہ بیت گیا، نہ جانے کتنے ہزار سال گزر گئے، کتنی صدیاں گزر گئیں۔ میں گردشِ ماہ و سال سے بے خبر، دنیا و مافیہا سے غافل اپنی گہری اور پُرسکون نیند میں ڈوبا رہا۔ دلدل نے مجھے نگل لیا تھا ... آب ... اور میرا جسم ... گہری تہوں میں مدفون ہو گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ مجھے دلدل میں ... دلدل پر کیا بیتی ... میں تو ... سے غافل اور مدہوش ہو کر سو گیا تھا۔

میں نیند کے عالم میں مست تھا اور ... ارتقا کا عمل جاری تھا۔ تغیرات ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ جو کائنات ... کی ایک زندہ حقیقت ہیں اور جن کے بغیر زندگی ... کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس دلدل میں میں دفن تھا ... تغیرات کا شکار ہو گئی لیکن میں ان سارے ... تھا۔ مجھے تو اس کا احساس اس وقت ہوا جب میری آنکھیں کھلیں اور میرے کانوں میں شائیں شائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے آنکھ کھول کر ... ایک نظر گرد و پیش پر ڈالی۔ اب وہاں نہ دلدل تھی نہ ... اندھیرا ... دباؤ تھا۔ میرا جسم ایک چٹان سے ٹکا ہوا تھا ... لہریں ... چٹان سے ٹکرا کر شائیں شائیں کی آوازیں پیدا کر رہی تھیں۔ یہ چٹان پانی کے اندر تھی اور میرا جسم ... دبا ہوا تھا۔

میں نے آنکھ کھول کر اپنے آپ کو جب ایک مختلف فضا میں پایا تو میرے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ آ گئی۔ گویا جس جگہ ... دلدل تھی جس میں مجھے پھینکا گیا تھا، اب وہاں کوئی پُرشور دریا ... مار رہا تھا۔ میں نے پانی کے اندر ہی اپنے جسم کو ... لی اور پھر آہستہ آہستہ پانی کے اوپر آنا شروع کیا۔ چند منٹ بعد میں سطحِ آب پر آ گیا۔ میری نظروں کے سامنے ایک ... اور عجیب و غریب منظر تھا۔

جس جگہ آج سے ہزاروں یا شاید صدیوں پہلے وسیع و عریض، بدبودار اور ہلاکت آفریں دلدل تھی جس میں سے گرم ... نکلتی تھی اور بلبلے اٹھتے تھے، وہاں اب ایک سرکش اور ... دریا موجیں مار رہا تھا۔ دلدل کا اب وہاں نام و نشان بھی باقی نہ ...

نہ جانے کب اور کس زمانے میں وہ دلدل ختم ہو گئی تھی ... زمین کے اندر ہی ... ٹکڑے ... اوپر ... کر دیا تھا اور اس کی جگہ دریا بنا دیا تھا۔ نہ جانے یہ دریا کہاں سے بہتا ہوا آ رہا تھا اور کہاں تک جا رہا تھا۔ یقیناً یہ دریا پہلے سے ...

... جس دوران اس زمانے سے اس نے اپنی گذرگاہ کو تبدیل کیا ہوگا۔ ... دریا کے ... اور شفاف ... سر پہ ... کا ایک ... نہیں تھا اور ایک طویل ... نیند کے بعد میں نے اپنے آپ کو ... ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ میں نے پُرسکون انداز میں دریا میں آہستہ آہستہ تیرنا شروع کر دیا اور کنارے کے ساتھ ساتھ تیرنے لگا۔ دریا کے دونوں کناروں پر دونوں طرف دور تک ... نہایت گھنا اور سرسبز جنگل ... تھا جس میں سے طرح طرح کے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جنگل کی طرف سے ... ہوا کے ... آ رہے تھے جو جسم و جان پر ایک نشہ سا طاری کر رہے تھے۔ میں نے دونوں کناروں پر دور دور تک نظر دوڑائی، لیکن مجھے کوئی ... نظر نہیں آیا ... انسان کی شکل نہیں دیکھی تھی اور اب مجھے کسی انسان کی ... جس سے میں بات چیت کر سکوں ... جان سکوں کہ دنیا اب ... مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔

نہ جانے کب سے میری زبان بند تھی ... ایک لفظ ... نہیں ہوا تھا ... بولنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے موقع ... ایک گیت گانا شروع کر دیا ... اپنی ہی آواز بھلی معلوم ہو رہی ... تیرتا ... دوسرے کنارے کی طرف ... جا رہا تھا۔

اچانک مجھے دور سے ایک کشتی آتی ہوئی دکھائی دی ... کشتی کو دیکھ کر ... مسرت ... یقیناً انسان ہوں گے۔ میں نے سوچا، ایک طویل مدت ... انسانوں کو دیکھنے اور ان سے ہمکلام ہونے کا موقع ملے گا۔

میں نے اپنا رخ کشتی کی طرف کر دیا اور آہستہ آہستہ اس طرف ... میرے جسم پر کوئی لباس نہیں تھا ... دلدل میں ... گیا تھا ... اس کی کوئی نشانی تک باقی نہیں تھی ... اور ان کا ... میں نے سوچا ... اپنی ... کس طرح چھپاؤں گا؟

لیکن مجھے ... کے سلسلے میں کسی خاص پریشانی ... کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے ... دیکھ لیا تھا اور اپنی کشتی کا رخ تبدیل کر دیا تھا۔ اب کشتی میری ... اور میں خود بھی تیزی کے ساتھ کشتی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

یہاں تک کہ میں کشتی کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ کئی سیاہ فام ہاتھ کشتی سے باہر نکلے ... مجھے پکڑ کر ... سہارا دینے کی کوشش کی، لیکن مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ میں نے کشتی کا ایک کنارا ایک ہاتھ سے پکڑا اور کشتی کے اندر چھلانگ لگا دی۔ دوسرے لمحے میں کشتی کے اندر تھا۔

کشتی میں پانچ افراد تھے۔ ان میں سے تین مرد تھے اور دو عورتیں تھیں۔ وہ پانچوں کے پانچوں سیاہ فام تھے۔ لیکن ایک خاص بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ وہ ... کی طرح مادر زاد برہنہ نہیں تھے بلکہ انہوں نے درختوں کے پتوں کے ذریعے معمولی سی ستر پوشی کر رکھی تھی۔ لیکن یہ ستر پوشی اس قدر معمولی تھی کہ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے میری برہنگی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ لیکن وہ میرے جسم کی سنہری رنگت کو بڑے شوق، حیرت اور دلچسپی کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔

"تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟" ان میں سے ایک نے جو سب سے زیادہ معتبر معلوم ہوتا تھا، مجھ سے سوال کیا۔

"میں سمندر کا دیوتا ہوں۔" میں نے یونہی ترنگ میں آ کر کہا۔ "میرا نام ... ہے اور میں تمہارے قبیلے کے لیے خوشحالی اور زندگی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔"

بات دراصل یہ تھی کہ میں ایک طویل عرصے کی نیند ... اور نیند کے بعد اپنی زندگی کا دوبارہ آغاز پُرسکون ... انداز میں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے سوچا کہ ان لوگوں کو، جن کا ... سے کسی قبیلے سے تعلق معلوم ہوگا، اس بات پر آمادہ کروں کہ وہ کچھ عرصہ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیں۔ میں یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ افریقہ کے اس خطے میں زندگی نے ترقی کے کتنے مدارج طے کر لیے ہیں اور اب یہاں کی صورت حال کیا ہے۔ چنانچہ اسی ... کے پیش نظر میں نے سمندر کے دیوتا کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا۔

"سمندر؟ سمندر کیا ہوتا ہے؟" اس شخص نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تم سمندر نہیں جانتے؟" میں نے دریافت کیا۔

"نہیں، ہم نہیں جانتے کہ سمندر کیا ہوتا ہے؟" اس نے کہا۔

مجھے یہ علم نہ تھا کہ میں نے سمندر کے لیے جس قدیم افریقی ... کا لفظ استعمال کیا تھا وہ ... اور اس کے ساتھ قبیلوں کے ... میں بولی جاتی تھی، لیکن کشتی میں سوار یہ لوگ اس لفظ سے ناواقف تھے۔ مجھے صورت حال کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ یہ لوگ جس خطے میں رہتے تھے وہ یقیناً سمندر سے بہت دور تھا اور ان لوگوں نے کبھی ... نہیں دیکھا تھا۔ یہ لوگ اپنی دنیا سے باہر نہیں نکلے تھے۔ انہوں نے سمندر نہیں دیکھا تھا اس لیے ان کی زبان میں سمندر کے لیے کوئی لفظ موجود نہیں تھا۔

"تم یہ جانتے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ہاں، ہم سب جانتے ہیں۔" ایک نے کہا۔ "ہمارے دیوتا نے ہمیں بتایا ہے کہ جس دریا پر ہم لوگ اس وقت کشتی میں بیٹھے ہیں یہ دریا بہت لمبا ہے۔ اس دریا میں کشتیاں چلتی ہیں اور دریا آگے بہتا چلا گیا ہے۔"

میں ان کی معصومیت پر بے اختیار مسکرا دیا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ اس دریا کا آخری سرا کہاں ہے؟ یہ دریا کہاں پر ختم ہوتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

میرے اس سوال پر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ ان کے چہرے کا رنگ کچھ پھیکا پڑ گیا۔

"نہیں، ہمیں یہ بات تو نہیں معلوم۔" اس نے دبے لفظوں میں کہا۔ "دریا تو بہت لمبا ہے، بہت لمبا۔ ہم لوگوں نے کبھی پورا دریا نہیں دیکھا ہے۔ ہم لوگ تو بس ان درختوں کی حد تک جاتے ہیں۔" اس نے سامنے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم نے سنا ہے کہ اس سے آگے [illegible] کی بستی ہے اور جو کوئی بھی درختوں کے جھنڈ کی اس حد کو پار کرتا ہے اسے [illegible] کھا جاتے ہیں۔ پچھلے برسات کے موسم میں قبیلے کے تین لوگوں نے [illegible] کے منع کرنے کے باوجود اس حد کو پار کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن ان تینوں میں سے کوئی بھی زندہ واپس نہیں آ سکا، بلکہ ان کی کوئی خبر بھی نہیں ملی۔"

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ [illegible] کی بستی والی بات کو صاف نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ دریا بہت لمبا ہے۔ درحقیقت یہ بہت ہی لمبا ہے۔ اتنا لمبا کہ تم [illegible] سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور جہاں جا کر اس کی لمبائی ختم ہو جاتی ہے، وہاں ایک بہت بڑا [illegible] ہے۔ [illegible] ہمارے [illegible] بڑا [illegible]۔ تمہارا یہ دریا اسی [illegible] میں جا کر گرتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے۔ تمہارے دریا کی آخری حد وہی ہے۔ [illegible] سمندر کہتے ہیں۔ اس کا کوئی کنارہ نہیں، جس طرح تمہارے اس دریا میں کشتیاں چلتی ہیں اسی طرح سمندر میں بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں۔ میں اسی سمندر کا دیوتا ہوں اور تم لوگوں کے ساتھ کچھ دن رہنے کے لیے آیا ہوں تاکہ تمہیں خوشیاں دے سکوں۔"

"اے سمندر کے دیوتا! یہ جہاز کیا ہوتا ہے؟" ایک شخص نے سوال کیا۔

میں نے انہیں کوئی [illegible] بتانا [illegible]۔ یہ لوگ [illegible] آنکھیں پھاڑے میری باتیں سنتے رہے۔ میری شکل دیکھتے رہے۔ معلوم انہیں میری باتوں کا یقین آ رہا تھا کہ نہیں۔ بہرحال ان کی دلچسپی حد سے زیادہ تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں ان سے انہی کی زبان میں گفتگو کر رہا تھا اور وہ لوگ میری گفتگو کے سحر میں گرفتار تھے۔ اور میں ان سے دنیا جہاں کی باتیں کر رہا تھا۔ آخر تھوڑی دیر بعد یہ خاموشی

بیٹھا کہ انہیں بھی بولنے کا موقع ملے۔

"اے دیوتا! تم جو کہتے ہو سمندر، سمندر تو ہی نے جس کا ذکر [illegible] ہم سے بتایا تھا" کہا۔ "اور تم اس سمندر کے دیوتا ہو، کیا تم بہت طاقتور ہو؟"

"میں سمندر کا دیوتا ہوں۔ سمندر میں سے نکل کر آیا ہوں اور بہت طاقتور ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا تم زہباش والوں سے بہت زیادہ طاقتور ہو؟" ٹامکر نے پوچھا۔ "کیا تم ہمیں زہباش والوں کے ظلم و تشدد سے نجات دلا سکتے ہو؟"

"زہباش والے کون ہیں اور تم لوگ کو ان سے کیا خطرہ ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہمارے قبیلے کا نام تنگسب ہے۔" ٹامکر نے جواب دیا۔ "ہمارا قبیلہ یہیں ہے، دریا کے کنارے گھنے جنگل کے اندر آباد ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد وہیں سے چلیں گے، تم خود دیکھ لو گے کہ ہمارا علاقہ کتنا سرسبز اور خوبصورت ہے۔ وہاں کسی کو کوئی کمی نہیں اور ہمارے سرسبز زمین کی اور جانور بھی بہت ہیں۔ ہمارے قبیلے کے پڑوس میں زہباش قبیلہ آباد ہے۔ زہباش قبیلہ بہت بڑا اور طاقتور ہے۔ اس کا ایک جادوگر ہے جس کا نام [illegible] ہے۔ وہ بہت طاقتور اور خطرناک جادوگر ہے۔ ہمارے قبیلے میں کوئی جادوگر نہیں ہے، اس کی مدد سے زہباش قبیلے والے اکثر ہمارے قبیلے پر حملہ کرتے رہتے ہیں اور ہمارے مویشیوں کو ہانک کر لے جاتے ہیں، چونکہ وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور وہ ہم پر غالب آ جاتے ہیں اور ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ دو سال پہلے زہباش قبیلے کے [illegible] بلند کرتا ہے۔ [illegible] ہم دونوں ہی تنگسب قبیلے کے دشمن ہیں اور اکثر [illegible] رہتے ہیں۔ مگر تم بہت سچ کے دیوتا ہو اور مجھے یقین ہے کہ [illegible] کے دیوتا ہو کیونکہ تمہارے بدن کی رنگت بھی ہم سب سے مختلف ہے اور تمہارے بالوں کا رنگ بھی ہم سے مختلف ہے۔ [illegible] زہباش والوں کے ظلم و تشدد سے نجات دلاؤ، ہم لوگ ان کے ہاتھوں پریشان ہیں۔"

تو یہ صورت حال تھی۔ میں نے اندازہ لگایا۔ ان لوگوں کی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں [illegible] وہی کم عقل قبیلوں میں پائی جانے والی لڑائی ہے۔ وہی طاقتور کا کمزور کو دبانا [illegible] ٹامکر کی زبانی [illegible] زہباش والوں کے [illegible] کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ سوال اچانک میرے ذہن میں پیدا ہوا۔ میں نے ٹامکر سے سوال کیا۔ "کیا تم کسی ایسی ذات سے واقف ہو [illegible]"

"ملاقات؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "ملاقات کیا ہوتی ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم کبھی ملاقات کیا ہو [illegible]" میں نے [illegible] سوال کر کے [illegible]

"زہباش سے پوچھے ادھر سے ہی ہم کو ناگ دیوتا کا کام بہت اچھے طریقے سے جلدی سے ہم بھلا یہ کام کیسے کر سکتے ہیں؟"

"تمہارے قبیلے کا سردار کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے قبیلے کے سردار کا نام [illegible] ہے۔" ٹامکر نے کہا۔ "ہمارے سردار بہت بھلا اور بہت نیک دل انسان ہے۔ وہ اپنے قبیلے کے تمام لوگوں سے بہت محبت کرتا ہے اور ہمیشہ ان کے کام آتا ہے۔ لیکن اس کا سکون بھی زہباش والوں نے غارت کر رکھا ہے۔ زہباش والے جب چاہتے ہیں ہمارے قبیلے پر حملہ کر دیتے ہیں، وہ ہمارے جھونپڑوں کو بھی تہس نہس کر دیتے ہیں، ہمارے جوانوں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور ہمارے مویشی لے جاتے ہیں۔ ہمارے سردار [illegible] نے کئی مرتبہ زہباش قبیلے والوں کے پاس صلح کے ایلچی بھیجے اور ان سے درخواست کی کہ وہ خون خرابے کا سلسلہ ختم کر کے ہمارے ساتھ امن و سکون کی زندگی گزاریں اور جنگ کے لیے بھی تیار تھا کہ زہباش والوں کو ان کے مطالبے کے مطابق مویشی دے دے۔ لیکن زہباش قبیلے کے سردار کو اور جادوگر نے ہمارے صلح کی پیشکش کو رد کر دیا اور ہمارے ایلچیوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا۔ [illegible] بہت پریشان ہے اور بیمار رہنے لگا ہے۔ ہم لوگوں کو ڈر ہے کہ وہ کہیں کسی دن مر نہ جائے۔"

"تم بے فکر ہو جاؤ۔" میں نے ٹامکر سے کہا۔ "اب زہباش والے تم لوگوں پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر وہ حملہ کرنے کی حماقت کریں گے تو انہیں ایسا سبق دیا جائے گا کہ وہ زندگی بھر اسے فراموش نہیں کر سکیں گے۔"

میری اس بات نے ان تمام لوگوں کو چونکا دیا جو کشتی کے اندر موجود تھے۔ وہ سب مہربان نظروں سے مجھے دیکھنے لگے اور مردوں کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

"اے عظیم دیوتا! کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو؟" ایک عورت نے میرے سامنے آ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "کیا ہمیں زہباش والوں کے شر سے سچ مچ نجات مل جائے گی؟"

"میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم یقین رکھو کہ زہباش والے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"اگر ایسا ہوا تو میرے دل کو ٹھنڈک حاصل ہو گی۔" اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ "میرا شوہر اور میرا ایک بیٹا دونوں زہباش والوں کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ مجھے ان کی جدائی کا بہت غم ہے۔ کئی بار تو میں نے چاہا کہ خود کو مار ڈالوں تاکہ میری روح ان کی روحوں سے ملاقات کر سکے اور جدائی کا یہ فاصلہ دور ہو جائے، لیکن میری بیٹیوں نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔"

"اب تمہیں مرنے کی ضرورت نہیں ہے، نیک دل خاتون!" میں نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "میں تنگسب قبیلے والوں کے لیے امن دوست

اور خوشی کا پیغام بن کر آیا ہوں۔"

جیسے یہ الفاظ سنتے ہی وہ پانچوں کے پانچوں میرے سامنے سجدے میں گر گئے۔ انھوں نے چند لمحوں کے لیے اپنی پتواریں بھی اندر رکھ کر ہاتھوں سے چھوڑ دی تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ میرے حکم پر وہ سیدھے ہو گئے۔

"تم کتنے عجیب دیوتا ہو؟" ٹامکر نے حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیوتاؤں کو تو سجدہ کیا جاتا ہے۔ دیوتا ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ انہیں سجدہ کیا جائے، لیکن تم خود کو سجدہ کرنے سے روک رہے ہو، یہ بہت عجیب بات ہے۔ ہمارے لیے بھلا اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کی بات اور کیا ہو گی کہ ہمارے درمیان ایک جیتا جاگتا دیوتا موجود ہے۔ اب تک ہمارے قبیلے میں کسی نے دیوتا کو نہیں دیکھا ہے۔ ہم لوگ تو صرف دیوتاؤں کی مورتیاں بناتے ہیں یا پتھر اور لکڑی پر ان کی تصویریں کندہ کر لیتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ ہم نے سچ مچ کا دیوتا آج تک نہیں دیکھا۔"

"اور ہم پانچوں تو اس لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ دیوتا نے سب سے پہلے ہمیں اپنی شکل دکھائی۔" مردوں میں سے ایک شخص بولا۔ "جب ہم لوگ اپنے قبیلے میں جا کر اس کی اطلاع دیں گے تو سارے لوگ کس قدر خوش ہوں گے اور [illegible] کی مسرت کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" پہلے والی عورت بولی۔ "یہ سعادت ہماری قسمت میں لکھی ہوئی تھی اور ہمیں اس کے لیے ناگ دیوتا کا انعام اور شکر گزار رہنا چاہیے۔"

اس دوران کشتی تیزی کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بڑا ہی حسین و جمیل منظر نظروں کے سامنے تھا۔ تاحد نظر ہریالی کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی درخت ہی درخت تھے اور سبزہ ہی سبزہ تھا۔ زمین تو کہیں نظر ہی نہیں آتی تھی۔ درختوں پر ہر قسم کے رنگ برنگے پھل لٹک رہے تھے اور بندر اور لنگور ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں مارتے پھر رہے تھے۔ طرح طرح کے جانور شور مچا رہے تھے۔ غرضیکہ زندگی اپنے پورے شباب پر نظر آ رہی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کیا کہ کچھ دن اس حسین و جمیل خطۂ ارض پر بسر کروں گا اور اس کے بعد یہاں سے کسی لمبے اور طویل سفر پر روانہ ہو جاؤں گا۔ افریقہ کی سرزمین پر میں نے ایک بہت طویل مدت گزاری تھی اور اب میں یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے یہی سوچا کہ پہلے تنگسب قبیلے والوں کو زہباش قبیلے والوں کے ظلم و ستم سے نجات دلا دوں اور اس کے بعد یہاں سے سیدھا کسی دور دراز علاقوں کی طرف نکل جاؤں۔

بالآخر کشتی کنارے پر لگ گئی اور سب سے پہلے اس میں سے ٹامکر اترا۔ ٹامکر نے کنارے پر کھڑے ہو کر بڑے ادب و احترام سے

مجھے اشارہ کیا کہ میں نیچے اتر آؤں۔ میں ٹانگمر کا اشارہ پاتے ہی نیچے اتر آیا۔ اس کے بعد باقی لوگ بھی نیچے اتر آئے۔ اس وقت ساحل تو بالکل خالی تھا اور کوئی انسان یہاں نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ چند گز پر ایک جگہ کشتیاں دریا سے باہر پڑی تھیں۔ دائیں بائیں طرف سناٹا تھا۔

ٹانگمر ہم لوگوں کو لے کر آگے چلنے لگا۔ ٹانگمر کے پیچھے میں تھا اور میرے پیچھے باقی لوگ تھے۔ ہم لوگ ریتلے ساحل سے ہٹ کر گھنے درختوں کے جھنڈوں کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ اچانک مجھ کو خیال آیا۔ میں نے ایک جگہ رک کر ایک بہت بڑے درخت سے بڑے بڑے پتے توڑ لیے۔ ٹانگمر مجھے پتے توڑتے دیکھ کر رک گیا۔ پیچھے آنے والے بھی رک گئے۔ ٹانگمر میرا مطلب سمجھ چکا تھا۔ اس نے پتے میرے ہاتھ سے لیے اور اپنی کمر سے لپٹی ہوئی ڈوری کھول کر، جو درختوں کی چھال کی بنی ہوئی تھی، سب سے پہلے دیکھتے ہی دیکھتے ایک مختصر سا لباس تیار کر دیا جس سے میں نے اپنا ستر چھپا لیا۔ اب میں بھی ان لوگوں کی طرح "مہذب" ہو گیا تھا۔

ٹانگمر ایک شان تفاخر اور احساس فتح مندی کے ساتھ اپنی منگ انگ چل رہا تھا۔ درختوں کے طویل سلسلے سے گزر کر ہم لوگ ایک نہایت وسیع کھلے میدان میں داخل ہو گئے جہاں درخت کٹے ہوئے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس جگہ کو خاص طور سے رہائش کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس وسیع اور بڑے میدان میں جگہ جگہ اونچی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ جھونپڑیاں ان جھونپڑیوں سے ذرا مختلف نہیں تھیں جو برسوں یا شاید صدیوں پہلے دیکھا تھا اور وحشی قبیلوں کی بالکل ویسی ہی۔ ابھی تک جھونپڑیوں کا وہی انداز ہی برقرار تھا۔

بستی کے اندر داخل ہوتے ہی بہت سے لوگوں کی نظر ایک ساتھ ہم پر پڑی۔ ہمیں دیکھنے والوں کے منہ سے حیرت بھری چیخیں نکل گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری بستی میں جیسے غدر پڑ گیا۔

چاروں طرف سے لوگ دوڑ دوڑ کر [illegible] ہمارے گرد جمع ہونا چاہتے تھے۔ لیکن ٹانگمر اس وقت گویا ایک میجر بنا ہوا تھا۔ وہ سب لوگوں کو راستے سے ہٹاتا جا رہا تھا اور ہم کو ایک خاص سمت میں لے جا رہا تھا۔ میرے پیچھے آنے والے چاروں افراد بھی [illegible] ساتھ ساتھ چلے آ رہے تھے۔

ٹانگمر! تمہارے ساتھ کون ہے؟ ٹانگمر! یہ چاند جیسی رنگت والا آدمی کون ہے؟ ٹانگمر ہمیں اس کے بارے میں بتاؤ۔ اس قسم کے جملے ہر طرف سے سنائی دے رہے تھے۔ لیکن ٹانگمر کا دماغ ظاہر ہے کہ اس وقت ساتویں آسمان پر تھا۔ وہ لوگوں کے ہجوم کو ہٹاتا جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا: "یہ جو کوئی بھی ہے، تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ سب سے پہلے ہمیں سردار کے پاس جانے دو۔ ہمارا راستہ مت

نوشت
[illegible]
آگ کا دریا
عباس تابش
ناشر
گاقلیشن پبلی کیشنز لاہور
طیبہ بکسٹال
[illegible]

روکو۔"

مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ ٹانگمر مجھے لے کر سب سے پہلے سردار کے پاس ہی جائے گا۔ اب اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر [illegible] کی تصدیق ہو گئی۔ ہم لوگ سردار کے جھونپڑے کی طرف جا رہے تھے۔

سردار کا جھونپڑا بستی کے تقریباً وسط میں تھا اور دوسرے جھونپڑوں کے مقابلے میں زیادہ بڑا تھا۔ اس جھونپڑے کے دروازے [illegible] کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹانگمر نے دروازے پر پہنچ کر [illegible] سردار [illegible] تمہارے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔

"کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔" ایک بھاری بھرکم آواز نے اندر سے کہا۔

"میں ہوں ٹانگمر۔" ٹانگمر نے کہا۔ "اور میرے ساتھ وہ [illegible] جو کشتی میں سوار تھے۔ ہم سب لوگ تمہارے لیے ایک بہت بڑا [illegible] لائے ہیں۔" [illegible] ٹانگمر کی زیر قیادت [illegible] جھونپڑے میں داخل ہو گیا۔

وانگک کا جھونپڑا اندر سے کافی [illegible] تھا اور شاید [illegible] سے زیادہ کشادہ بنے ہوئے تھے۔ ہم لوگ ٹانگمر کی زیر قیادت [illegible] داخل ہو گئے۔ لکڑی کا ایک اونچے چبوترے سے تخت بنا ہوا تھا جس پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کا رنگ بستی کے سارے لوگوں کی طرح [illegible] کی مانند سیاہ تھا۔ اس شخص نے جسم کے [illegible] حصے کو کسی کھال سے ستر پوشی کر رکھی تھی۔ اس کے گلے میں [illegible] کی قسم کی چیزوں کی کئی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے سر پر [illegible] چیز کی شاید خشک کھال کی ایک پٹی بندھی ہوئی تھی [illegible] سے [illegible] ہوئے تھے۔ اس نے اپنے جسم کو طرح طرح کے رنگوں سے مزین کر رکھا تھا۔

جیسے ہی وانگک کی نظر ہم لوگوں پر بلکہ مجھ پر پڑی، وہ [illegible] سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھ کو دیکھنے [illegible] حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔

"یہ ... یہ کون ہے؟" اس نے ٹانگمر سے پوچھا۔ [illegible] فخریہ انداز [illegible] مسکرا رہا تھا۔

ٹانگمر [illegible] سامنے ہیں شاید زیادہ [illegible] وانگک سے مخاطب ہو کر کہا: [illegible] بھی [illegible] ہے کہ میں [illegible] ہوں؟

[illegible] ہمارے قبیلے کی زبان [illegible] وانگک نے مزید حیران ہوتے ہوئے کہا۔ [illegible] مگر تم [illegible]

"ہاں [illegible]" میں نے [illegible] کہا۔ "میں تم ہی میں سے نہیں ہوں لیکن [illegible] تمہارے قبیلے کی [illegible] روانی سے بول سکتا ہوں۔ [illegible] زبان کے [illegible] بہت [illegible] اس زبان میں ہی گفتگو کرتا ہوں۔"

"عجیب بات ہے۔" وانگک نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ [illegible] انسان [illegible] مجھے بتاؤ [illegible] کہاں سے آئے ہو [illegible] ہم لوگوں سے [illegible]

"محترم سردار وانگک۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں [illegible] ہوں۔ لیکن تم [illegible] نہیں جانتے کہ میں کیا [illegible] ٹانگمر کو [illegible] سمندر سے [illegible] ہم سب [illegible] بات [illegible] لوگوں [illegible] تانگ قبیلے کے لوگوں [illegible] کرتا ہوں۔ [illegible] ٹانگمر کا [illegible] ٹانگمر نے مجھے تمہاری پریشانی کے بارے میں سب کچھ [illegible] اور میں نے ٹانگمر اور [illegible] کے ساتھ [illegible] دوسرے لوگوں کو جو [illegible] انہیں [illegible] قبیلے کے [illegible]

جیسے [illegible] سردار وانگک [illegible] ہاتھ [illegible] تخت سے [illegible] ہاتھ پکڑ کر [illegible] کہا [illegible]

[illegible] خوش نصیب [illegible] وانگک نے [illegible] آواز میں [illegible] خوش نصیب [illegible] ہم اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز [illegible] سمجھ [illegible] کہتا ہوں۔"

وانگک نے [illegible] کے [illegible] اس [illegible] پر [illegible] وہ مجھے اس تخت پر [illegible] وہاں [illegible] ایک [illegible] میرے ساتھ آنے والے [illegible] سامنے [illegible] ایک گیت [illegible] لگے [illegible] دنیا کے [illegible] کی تعریف و توصیف کی گئی تھی۔ [illegible] اپنے حلق کی پوری قوت سے [illegible] گیت کی [illegible] بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی تھی۔ [illegible] ایک دلچسپ بات ہوئی۔ [illegible] اچانک ہی [illegible] آنے میں [illegible] وہ [illegible] سے [illegible] ٹانگمر [illegible] وانگک کے جھونپڑے کے [illegible] انہوں نے جب اندر سے [illegible] سنیں تو خود بھی وہی گیت گانے لگے [illegible] آوازیں بھی ان [illegible] میں شامل ہو گئیں [illegible] کہنا چاہیے کہ [illegible] آوازیں [illegible] میں گم ہو گئیں۔

ان کے ساتھ ہی کسی گوشے سے [illegible] لڑکی نکلی۔ وہ حسن و شباب کا ایک بہترین [illegible] تھی۔ [illegible] قدرت کے [illegible] ہاتھوں نے [illegible] اس کے [illegible] جاذب نظر [illegible] سے [illegible] اس نے [illegible] میں [illegible] لوگوں کی طرح [illegible] ستر کو [illegible] چھپا رکھا تھا۔

کمرے [illegible] والی یہ نوجوان لڑکی [illegible] حیران [illegible] وہ کبھی مجھے دیکھتی اور کبھی [illegible] سامنے کھڑے ہوئے [illegible] کو دیکھتی [illegible] کی شکل میں [illegible] اور [illegible] سردار [illegible] کبھی وہ [illegible] جھونپڑے کے [illegible] کی طرف [illegible] آوازیں [illegible] جب [illegible] ایک [illegible] باقی [illegible] کی [illegible] اس لڑکی کی [illegible] وہ [illegible] مسلسل ایک [illegible] خوشی کے [illegible] جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں گیت ختم ہو گیا اور سب لوگ [illegible] گیت [illegible] سردار نے [illegible] تمام [illegible] مطابق [illegible] لگی۔

"آج ہمارے قبیلے [illegible] بستی کا [illegible] یاد گار [illegible] سردار وانگک نے اس لڑکی سے [illegible] ہو کر کہا: "یہ [illegible] جیسے [illegible] لیے [illegible] سے [illegible] کو [illegible] لایا ہے۔ ہم لوگ [illegible] خوش نصیب [illegible] ایک [illegible] اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔"

سردار کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی وہ لڑکی بھی [illegible]

کہا۔ تو [illegible] میں گر گئی۔ میں نے اسے فوراً اٹھا کر سیدھا کر دیا۔ [illegible] جب اس کے جسم سے مس ہوئے تو مجھے ایسا محسوس ہوا گویا یہ انسانی گوشت و پوست کا نہیں بلکہ سنگ [illegible] کا بنا ہو۔ البتہ اس کا جسم [illegible] تھا۔

منیمہ دو زانو [illegible] اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر [illegible] کہا: "یہ قبیل [illegible] کی بیٹی ہے۔ اس [illegible] تمہاری خدمت پر مامور رہے گی؟"

[illegible] ہم اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں [illegible] منتظر کھڑے ہیں۔"

"تو [illegible] غصہ [illegible] کہا۔ [illegible] منیمہ [illegible] تانگ قبیلے کے لوگ [illegible] نفرت [illegible] کرتے ہیں [illegible] بلا لے۔"

"یہ میری عزت [illegible] کی بات ہے:" میں نے کہا۔ "اور [illegible] خوشی اور خوش [illegible] کہیں نہیں [illegible] پہنچا سکیں گے۔"

[illegible] دوسری طرف [illegible] ان سب لوگوں کا [illegible] پوچھا:

"میں [illegible] ہوں!" اور تخت سے اتر کر [illegible] کے پاس گیا لیکن [illegible] مجھے [illegible] اشارہ کیا۔ میں اس کے اشارے کے [illegible] ان کی [illegible] لوگ تھے۔ [illegible] جو لوگ [illegible] پہنچا [illegible] ہو گئی۔

اسے [illegible] قبیلے کے [illegible] کہنے [illegible] تمہارے [illegible] ہم لوگ اپنی [illegible] سامنے [illegible] بستی میں [illegible] ہماری مدد کرنے کے لیے آیا ہے۔ [illegible] پیغام لایا ہے [illegible]

کے بعد زیپاٹ قبیلے والے ہمیں پریشان نہیں کر سکیں گے۔ [illegible] میں گے اسے تانگ قبیلے [illegible] کے لوگ ختم ہو گئے [illegible] زندگی [illegible] زبان سے [illegible] ہو گئے۔

وہاں موجود تمام لوگ [illegible] سجدے میں گر پڑے۔ [illegible] وہ سب [illegible] کی [illegible] کے سب سجدے کرنے [illegible] ہو گئے۔

[illegible] تانگ قبیلے کے لوگو! میں نے انہیں [illegible] کہا: "تم مجھ کو اپنے ہی جیسا سمجھو۔ میں [illegible] بلند [illegible] تمہارے قبیلے میں رہنے کو نہیں آیا ہوں۔ میرا قیام یہاں [illegible] رخصت ہونے سے پہلے میں تمہیں [illegible] سب سے بڑا [illegible] کہ تمہیں زیپاٹ [illegible] کے ظلم و ستم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات دلا دوں گا۔"

اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گیا اور [illegible] لوگوں کی [illegible] لیکن [illegible] ایسا معلوم ہوتا تھا گویا [illegible] کے [illegible]

[illegible] سب ان کا گیت ختم ہو گیا [illegible] منتظر ہونے کو [illegible] وہ سب کے سب [illegible] گئے۔

"اے منیمہ! [illegible] سب لوگوں کے چلے جانے [illegible] نے [illegible] کہا: "گرچہ اس بستی [illegible] رہنے کے قابل نہیں ہے۔ لیکن [illegible] بستی سے [illegible] قیام کا بندوبست کر دیا جائے [illegible] اگر تم [illegible] خوش نصیبی کی بات [illegible] کوئی [illegible] تمہارا [illegible]

"[illegible] ابھی [illegible] بستی [illegible] کے ساتھ [illegible] ایک [illegible] کر دوں گا [illegible] لیکن [illegible] اس وقت تک [illegible] قیام کر دوں گا۔"

[illegible] خوش نصیبی کی بات [illegible] کہا۔ اس کے بعد [illegible] قبیل کو حکم دیا کہ وہ [illegible] کے خالی [illegible] کر دے۔

قبیل نے تھوڑی دیر بعد [illegible] اطلاع [illegible] اور اگر میں چاہوں تو [illegible] آرام کر سکتا ہوں [illegible] قبیل ہی [illegible] کھانے کی [illegible] کھایا۔ کھانے [illegible] حقیقت کا اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ [illegible] کا استعمال جانتے ہیں۔

[illegible] میں نے تانگ قبیلے کے لوگوں کے ساتھ [illegible] قبیلے کے سامنے لوگ مجھ سے [illegible] گھنٹوں ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا۔ انہیں [illegible] دوسری دنیا کے اور سفید فام انسانوں کے قصے [illegible] وہ لوگ حیرت سے منہ کھولے میری [illegible] کر وہ باتیں [illegible]

پھر ایک دن تانگ قبیلے کے لوگوں میں اچانک پریشانی کی [illegible] تانگ قبیلے کے لوگ [illegible] زیپاٹ قبیلے کے [illegible] میں [illegible] تاکہ وہاں کی خبریں معلوم کر سکیں۔ [illegible] زیپاٹ قبیلے والے ایک بار پھر بڑا حملہ کرنے والے ہیں اور [illegible] اتفاق سے [illegible] انتظار [illegible] ہو گیا [illegible] خود [illegible] کے پاس [illegible] کو یقین دلایا کہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے اور [illegible] زیپاٹ قبیلے والے ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا [illegible] سکیں گے۔

[illegible] سورج نکلنے سے پہلے ہی [illegible] بستی کی طرف آنے [illegible] کر کھڑا ہو گیا۔ بستی کے دو اطراف [illegible] جنگل تھا۔ ایک طرف [illegible] صرف ایک طرف سے [illegible] کا راستہ تھا۔ زیپاٹ والے بھی اسی طرف سے حملے کرتے [illegible] یہ بات میں نے پہلے ہی معلوم کر لی تھی۔ میں نے بستی کے تمام [illegible] وہ میدان [illegible] اور جب تک میں [illegible] کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

[illegible] سحر نمودار ہونے لگا۔ اور تھوڑی دیر میں [illegible] اپنا سر اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی ڈھول بجنے کی آواز [illegible] آنے لگی۔ ڈھول کے ساتھ ہی کچھ [illegible] بھی [illegible] لیکن ان کی آواز واضح نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ ڈھول اور [illegible] آوازیں قریب آتی گئیں۔ زیپاٹ قبیلے والے حملے کے لیے [illegible] تھوڑی دیر میں وہ میری نگاہوں کے سامنے

[illegible] سب سے [illegible] ایک [illegible] آدمی تھا۔ جس نے کسی جانور کی کھال سے [illegible] ڈھلتی ہوئی [illegible] آدمی تھا لیکن [illegible] کا مالک [illegible] سمجھ گیا کہ [illegible] سردار کو ہاتھ [illegible] کے ساتھ جادوگر [illegible] راستہ روک کر کھڑا ہو گیا میں بالکل [illegible] ان کے ہاتھوں میں [illegible] پتھروں [illegible] کے [illegible] سب انسانوں کا ایک لشکر تھا جو سب کے سب [illegible]

[illegible] مجھے دیکھ کر رک گئے اور حیرت میں ڈوب کر میری شکل دیکھنے لگے۔ ان کی [illegible] آنکھیں [illegible] جو [illegible] ان کے رکنے کے ساتھ ہی ان کے پیچھے کھڑے ہوئے تمام لوگ بھی رک گئے۔

"اے چاند جیسے انسان تم کون ہو؟" [illegible] کیا [illegible] مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ہم نے تمہیں اس سے پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھا۔"

"یقیناً تم نے نہیں دیکھا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ [illegible] نہیں تھا [illegible]

"لیکن تم کون ہو؟" [illegible] سردار کو بالآخر زبان کھولی۔

"سنو زیپاٹ قبیلے کے سردار [illegible] جادوگر [illegible]!" میں نے کہا۔ [illegible] حیرت سے میری شکل دیکھنے لگے اور [illegible] کر دیکھنے لگے۔ "میں تانگ قبیلے کی جانب سے تم لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا [illegible] ہو؟" [illegible] نے نفرت سے ہونٹ [illegible] کہا: "کیا اب وہ لوگ [illegible] ہو گئے ہیں کہ [illegible] سامنے آنے کی جرأت بھی نہیں رہی ہے؟ [illegible] تم جو کچھ بھی ہو۔ [illegible] اچھی طرح سن لو کہ اس بار [illegible] تانگ قبیلے کو [illegible] کا منصوبہ بنا کر آئے ہیں۔ اگر تم ہمیں روک سکتے ہو تو روک لو۔"

"میں تمہیں روک سکتا ہوں [illegible]" میں نے [illegible] کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "لیکن میں [illegible] چاہتا ہوں کہ کوئی خون خرابہ نہ ہو۔ [illegible] تم لوگ خاموشی سے اپنے قبیلے کو واپس لوٹ جاؤ اور [illegible] وعدہ بھی کرو کہ آئندہ [illegible] تانگ قبیلے [illegible] کے ساتھ امن [illegible] سے رہو گے۔ [illegible]"

"ہا! ہا! ہا!" [illegible] میں ہنسا: "معلوم ہوتا ہے تم نے ہم لوگوں کو دھوکا دینے اور ہمیں مرعوب کرنے کی غرض سے اپنے جسم اور بالوں پر کوئی خاص قسم کا رنگ [illegible] رکھا ہے جس کے استعمال سے ہم لوگ ابھی تک واقف نہیں ہیں اور [illegible] تانگ قبیلے [illegible] نے ہم لوگوں کو دھوکا دینے کے [illegible] والوں کے [illegible] بھیجا ہے۔ لیکن [illegible]

تھا۔ میں ایک بار پھر اپنی دنیاؤں کی طرف واپس چلا جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک رات خاموشی سے میں نے بستی کو خیر باد کہہ دیا۔ بستی کے بیشتر لوگ اس وقت محو خواب تھے اور جو جاگ رہے تھے ان کو [illegible] تھا۔ مجھے اب اس مرگ آفریں سناٹے سے وحشت ہونے لگی تھی اور میں یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہتا تھا۔ میرا رخ دریا کی طرف تھا اور میں جانتا تھا کہ دریا کے کنارے کھڑی ہوئی کشتیوں میں سے ایک کشتی بھی لے سکتا تھا لیکن میں نے اول تو اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ میں ان بھلے لوگوں کو ان کی ایک بہت ضروری چیز سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں جب دریا کے کنارے پہنچا تو ہر طرف گہری رات کی چھائی ہوئی تھی۔ میرے سامنے پانی کی ایک وسیع و عریض اور ناختم ہونے والی چادر تھی جو اس اندھیرے میں سیاہ رنگ کی نظر آ رہی تھی۔ میں نے ایک الوداعی نظر پیچھے ڈالی۔ سوائے گھپ اندھیرے کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چھوٹی سی بستی گھنے درختوں کے جھنڈ میں گم تھی اور وحشت سیاہی کی چادر اوڑھے ہوئے کھڑے تھے۔ میں نے آخری بار شمبل کو اس کی دعاؤں کا واسطہ دیتے ہوئے حسین آنکھوں میں تصور کیا اور اس کے بعد پانی میں چھلانگ لگا دی۔ میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر دریا کے بہاؤ کے ساتھ چھوڑ دیا۔

دریا کے بہاؤ میں تیزی نہیں تھی بلکہ وہ نرم اور دھیمی رفتار سے بہہ رہا تھا۔ میں نے اطمینان سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور غنودگی میں غرق ہو گیا۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں سوتا رہا۔ جب جاگا تو دور افق پر سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا۔ بڑا ہی حسین و دلکش منظر تھا۔ [illegible] دریا کی سطح پر تیرتے ہوئے [illegible]۔ دریا کے دونوں کنارے [illegible] ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری کائنات ایک انگڑائی لے کر بیدار ہو رہی ہے۔ گویا ساری کائنات ایک نئی زندگی کے جوش و ولولے سے بھرپور ہو [illegible] قدم بڑھا رہی ہے۔ میں قدرت کے اس حسن سے بالکل مسحور ہو کر رہ گیا اور میرے ہونٹوں پر خود بخود ایک دلنواز مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

اچانک میں نے محسوس کیا پروفیسر! اور وہ یہ کہ اب دریا کی روانی پہلے جیسی دھیمی نہیں رہی تھی بلکہ اس کا بہاؤ اچھا خاصا تیز ہو گیا تھا۔ رات بھر میں نہ جانے کتنا سفر طے کر چکا تھا اور اب میں کہاں ہوں اور کس علاقے سے گزر رہا تھا۔ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اگر مجھے خبر تھی تو بس ایک بات کی اور وہ یہ کہ میں پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں سورج نکل آیا اور ساری کائنات جیسے روشنی میں نہا گئی۔ نرم نرم دھوپ میں دریا کا پانی چاندی کی طرح چمک رہا تھا اور سب سے دلکش منظر [illegible] نظر آ رہا تھا۔ ابھی انسانی دنیا کی مصنوعی زندگی نے کرۂ ارض کے دامن کے پاک و [illegible] کو [illegible] نہیں کیا تھا۔

میں اسی طرح اطمینان و سکون کے ساتھ بہتا رہا۔ اور دریا [illegible] تیز تھا۔ پھر دن بھی تمام ہوا اور پھر رات ہو گئی۔ رات ہوتے ہی جیسے [illegible] میں نے خود کو پرسکون نیند کے حوالے کر دیا اور [illegible] سے غافل ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو صبح ہو رہی تھی۔

اسی طرح پانچ دن اور پانچ راتوں تک میں دریا کے تیز دھارے کے ساتھ ساتھ بہتا رہا۔ چھٹے دن کی صبح کو میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ دریا کے بہاؤ میں بہت زیادہ تیزی آ گئی ہے اور پانی کا شور بھی بڑھ گیا ہے۔ پانی کے بہاؤ اور تیزی میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ چند گھنٹوں کے اندر اندر پانی کے شور کی آواز میرے کانوں کے پردے پھاڑنے لگی۔

مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی پروفیسر کہ اب میں اس جگہ کے قریب آ گیا ہوں جہاں یہ وسیع و عریض اور پرشور دریا سمندر میں جا گرتا ہے۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا پروفیسر۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ جگہ آ گئی جہاں دریا اپنے آپ کو سمندر کے حوالے کر دیتا ہے۔ [illegible] کرنے کی جگہ نہایت پرشور تھی۔ پانی کی تیز لہروں کے ساتھ میں بھی سمندر کے اندر داخل ہو گیا۔ کتنی عجیب بات تھی پروفیسر کہ میں [illegible] سے بحر ظلمات [illegible] افریقہ میں داخل ہوا تھا اور اسی [illegible] اب اس بحر ظلمات [illegible] رہا تھا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ جب میں [illegible] تھا تو اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور یہ ایک اتفاق تھا کہ میں بے پناہ و پھیلے ہوئے سمندر میں [illegible] آ نکلا لیکن اب تک میں یہاں سے رخصت ہو رہا تھا [illegible] تجربات [illegible] معلوم تھی کہ میں افریقہ کی سیاہ زمین سے رخصت ہو رہا ہوں اور ایک بار پھر سفید اور گندمی رنگ والوں کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔

ایک بہت ہی لمبی مدت کے بعد میں نے سمندر کو دیکھا تھا۔ میرا دل اس کی وسعت سے مسحور ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے نئی زندگی مل گئی ہو۔ جب سے مجھے حبشیوں کے ایک گروہ نے [illegible] پھینکا تھا اس کے بعد سے پہلی مرتبہ میری آنکھیں سمندر کو دیکھ رہی تھیں اور جسم پانی کے لمس کو محسوس کر رہا تھا۔

اس جگہ سمندر بہت زیادہ [illegible] متلاطم تھا کیونکہ [illegible] گر رہا تھا۔ میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر تیز و تند موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ موجیں مجھے [illegible] اچھال رہی تھیں۔ بار بار ادھر سے ادھر لڑھکا رہی تھیں۔ کبھی میں نیچے چلا جاتا اور کبھی پھر سطح آب پر ابھرتا۔ بڑی دیر تک [illegible]

رہی۔ بالآخر میں اس علاقے سے خاصا دور نکل آیا جہاں دریا سمندر میں گرتا تھا۔ اب سمندر نسبتاً پرسکون تھا۔

اس طرح پروفیسر میں نے ایک اور لامتناہی سفر کا آغاز کر دیا۔ خود مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ میں نے پہلے کی طرح اس بار بھی خود کو سمندر کی موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا لیکن میں نے اپنے سفر کے لیے ایسی سمت کا تعین کیا تھا جو مجھے بحر ظلمات افریقہ سے دور لے جائے۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو رہا ہوں اور میرا رخ افریقہ کی مخالف سمت میں ہے۔

دن ہفتے اور مہینے گزرتے چلے گئے اور میں نے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ اس مدت کے دوران مجھے بیسیوں کشتیاں اور کئی ایک جہاز بھی نظر آئے لیکن میں نے خود کو ان سے دور رکھا۔ ابھی میں کسی کشتی یا جہاز میں سوار نہیں ہونا چاہتا تھا اور کچھ عرصے تک مزید اپنا جسمانی سمندری سفر جاری رکھنا چاہتا تھا۔

ایک بہت لمبی مدت گزر گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے بحر ظلمات افریقہ کو بہت دور چھوڑ دیا ہے۔ اب میرا ارادہ تھا کہ کہیں ساحل نظر آئے تو اس طرف اپنا رخ کروں۔ لیکن ابھی تک دور دور تک کہیں ساحل کا نام و نشان نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی علامتیں نظر آئی تھیں جن سے ساحل کے قریب ہونے کا کوئی سراغ ملتا۔ مجھے بھی کسی بات کی جلدی نہیں تھی۔ اس لیے میں نے بھی خود کو حالات کے تیز و تند دھارے کے حوالے کر دیا اور اطمینان سے بہتا چلا جا رہا تھا۔

اور پھر اچانک مجھے ایک جہاز نظر آیا۔ یہ جہاز مجھ سے بہت ہی دور تھا اور ایک موہوم نقطے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ میں نے فوراً اپنا رخ تبدیل کر کے جہاز کی سمت میں تیرنا شروع کر دیا۔ میری رفتار کافی تیز تھی اور مجھے یقین تھا کہ زیادہ دیر نہیں گزرے گی کہ میں جہاز کے بالکل قریب پہنچ جاؤں گا۔ میں برابر تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور میرے اور جہاز کے درمیان فاصلہ برابر کم ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں جہاز کے کافی قریب پہنچ گیا لیکن اب میرے لیے سوال یہ تھا کہ میں جہاز والوں کو کس طرح اپنی جانب متوجہ کروں۔ ظاہر ہے کہ نہ تو کوئی ساحلی علاقہ تھا نہ ساحل یہاں سے قریب تھا جو جہاز والے [illegible] سمندر کا وسط تھا اور جہاز والوں میں سے کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس جگہ کھلے سمندر میں کسی انسانی وجود کا پایا جانا بھی ممکن ہے۔ جہاز والے اپنی دنیا میں مست اور مگن چلے جا رہے تھے۔

اتفاق سے اس جگہ سمندر میں کئی مقامات پر چھوٹی چھوٹی بے شمار ابھری ہوئی چٹانیں تھیں۔ میں جلدی سے ان میں سے ایک چٹان پر چڑھ گیا جو دوسری چٹانوں کے مقابلے میں زیادہ بلند تھی۔ اور میں نے دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر لہرانا شروع کر دیے۔ مجھے امید تھی کہ جلد ہی جہاز والوں میں سے کوئی مجھے دیکھ لے گا۔ بات یہ تھی پروفیسر کہ ویسے تو مجھے جہاز کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور میں خود بھی تیرتا ہوا کہیں بھی جا سکتا تھا لیکن سمت اور فاصلے کے صحیح تعین کے لیے مجھے جہاز والوں کی مدد درکار تھی۔ میں اس امر کا یقین حاصل کرنا چاہتا تھا کہ میں کس سمت کی طرف رواں ہوں۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ جہاز کی رفتار میں کمی ہو رہی ہے۔ شاید ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا تھا اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے جہاز میں سے ایک چھوٹی سی کشتی نیچے اتاری جانے لگی۔ اس کشتی میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں دور سے دیکھ لیا کہ وہ دونوں گندمی رنگ کے تھے۔

وہ دونوں کشتی کو کھیتے ہوئے تیزی سے میری طرف آ رہے تھے اور میں ان کے خیر مقدم کے لیے تیار تھا۔ ایک طویل مدت کے بعد میں نے ایسے انسانوں کے چہرے دیکھے تھے جن کے رنگ سیاہ فام نہیں تھے۔

کشتی میرے قریب آ کر رک گئی اور ان لوگوں کے اشارے پر میں نے آہستگی اور احتیاط کے ساتھ کشتی میں چھلانگ لگا دی۔ کشتی دوبارہ جہاز کی طرف روانہ ہو گئی۔ ان دونوں آدمیوں نے جو کشتی چلا رہے تھے نہایت غور سے میری شکل و صورت کو دیکھا اور پھر ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ "بڑی ہی عجیب و غریب رنگت ہے اس کے جسم اور بالوں کی۔ نہ جانے کون سے ملک کا باشندہ ہے یہ۔"

"اور یہ بھی کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یہ سمندر کے بیچ کہاں سے آ گیا۔" دوسرا آدمی بولا۔

"نہ جانے کم بخت آسمان سے ٹپکا ہے یا سمندر میں سے اگ آیا ہے۔" پہلے نے کہا۔

میں ان دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سمجھ رہا تھا۔ یہ لوگ قدیم مصری زبان بول رہے تھے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس جہاز کا تعلق مصر سے ہے۔ نہ جانے یہ کہاں جا رہا ہے؟ میں نے سوچا کہیں یہ واپس افریقہ کی طرف تو نہیں جا رہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں کسی وقت چپکے سے اس جہاز سے چھلانگ لگا دوں گا اور کسی اور جہاز کی تلاش میں قسمت آزمائی کروں گا۔ میں نے یہ ظاہر کیا کہ میں ان لوگوں کی زبان نہیں سمجھ رہا ہوں۔

کشتی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جہاز کے قریب پہنچ گئی اور پھر کشتی کو ہم دونوں آدمیوں سمیت رسیوں کی مدد سے اوپر کھینچ لیا گیا۔ جہاز کے عرشے پر سارے ہی مسافر جمع تھے۔ میں جیسے ہی عرشے پر پہنچا تو بھیڑ نے مجھے گھیر لیا۔ ہر شخص مجھے غور اور حیرت کے ساتھ دیکھ رہا تھا گویا میں کوئی عجوبہ ہوں۔ اور یہی بات تو یہ تھی کہ میں ان کے لیے عجوبہ ہی تھا۔ یہ سارے کے سارے گندمی رنگت کے لوگ تھے اور ان کے درمیان میرا جسم چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ میں بالکل برہنہ تھا۔ کسی نے ایک چادر میری جانب اچھال دی اور میں نے جلدی سے اپنے تن کی عریانی کو ڈھانپ لیا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اور تب ایک دراز قد آدمی جس کے چہرے پر گھنی داڑھی اور مونچھیں تھیں، بڑے فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ جہاز کا کپتان ہے۔

اس نے عجیب و غریب انداز سے [illegible] کے رنگ والے ہاتھ [illegible] میں کہا کہ ... اس شخص نے قدیم مصری زبان میں مجھ سے سوال کیا لیکن میں نے جان بوجھ کر اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس انداز میں اس کی شکل دیکھتا رہا جیسے میں اس کی بات بالکل نہیں سمجھ پا رہا ہوں۔

"یہ ہماری زبان نہیں سمجھتا۔ جانے یہ کون سی زبان سمجھتا ہے۔" کپتان نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"شاید یہ یونانی زبان سمجھتا ہے۔" کپتان کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے جو اپنے لباس اور حلیے کے اعتبار سے کپتان کا نائب معلوم ہوتا تھا، کپتان سے کہا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور جلدی سے [illegible] جیسے میں نے صرف آخری لفظ سمجھ لیا ہو۔

کپتان کے نائب کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ کپتان بھی خوش ہو کر مسکرانے لگا۔

"کیا تم یونانی زبان بول سکتے ہو۔ سمجھ سکتے ہو؟" کپتان کے نائب نے مجھ سے سوال کیا۔

"یہ میری اپنی ہی زبان ہے!" میں نے روانی سے یونانی زبان میں جواب دیا۔ "مجھے بے حد خوشی ہے کہ تم بھی یہ زبان جانتے ہو۔ کیا یہ تمہاری بھی مادری زبان ہے؟"

"نہیں!" اس نے جواب دیا۔ "یہ میری مادری زبان نہیں ہے لیکن میں اسے بخوبی بول سکتا ہوں۔"

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن تم کون ہو؟ اور بیچ سمندر میں کیا کر رہے تھے؟" اس شخص نے پوچھا۔

میرے ذہن میں ایک دلچسپ کہانی پہلے سے تیار تھی۔

"میں [illegible] کا باشندہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "[illegible] ملکوں ملکوں بھٹکتا ہوا آخر یونان پہنچ گیا۔ وہاں مجھے ایک جہاز میں ملازمت مل گئی اور اس جہاز کے ساتھ میں سفر پر روانہ ہوا تھا کہ راستے میں اچانک طوفان نے ہمیں آ گھیرا۔ بڑا شدید طوفان تھا اور ہمارا جہاز کسی معمولی تنکے کی طرح ڈول رہا تھا۔ ہمارا جہاز طوفان کی شدت برداشت نہ کر سکا اور ایک چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ جہاز کا تمام سامان تباہ ہو گیا۔ تمام لوگ ڈوب گئے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے کسی کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے میری طرح کوئی اور خوش نصیب بھی بچ گیا ہو لیکن میں اس سے لاعلم ہوں۔ میں تختے کے سہارے تیرتا ہوا اس چٹان تک آ پہنچا اور گزشتہ تین دن سے اسی چٹان پر مقیم ہوں۔ میں تو اس بات سے بالکل مایوس ہو گیا تھا کہ یہاں سے نکل سکتا ہوں۔ مجھے کوئی امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی کوئی جہاز ادھر سے گزرے گا۔ میرے پاس کھانے پینے کو کوئی سامان موجود نہیں تھا اور یہاں اس چٹان پر اب موت کی گھڑیاں گن رہا تھا کہ اس جہاز پر میری نظر پڑی اور شکر ہے کہ تم لوگوں نے مجھے دیکھ لیا۔ میں اس احسان کے لیے تم لوگوں کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں، کم ہے۔ [illegible] یہ ہے کہ تم نے مجھے نئی زندگی [illegible] ہے۔"

اس شخص نے میری بیان کردہ دلچسپ حکایت کا ترجمہ کر کے اپنے کپتان کو اس سے آگاہ کیا۔ کپتان شدید حیرت کے عالم میں کچھ دیر اس شخص سے کہنے لگا۔ "کمال ہے، یہ شخص تو کسی طرف سے بھی تین دن کا بھوکا معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی جسمانی قوت بھی پوری طرح برقرار معلوم ہوتی ہے۔ [illegible] بھی نہیں معلوم ہوتا۔ میرے خیال میں یہ کوئی بہت باہمت اور بہادر شخص ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" اس شخص نے کہا۔ "یہ ایک غیر معمولی شخص دکھائی دیتا ہے۔ میں نے بہت سے آدمی دیکھے ہیں لیکن ان میں سے کسی کا بھی رنگ روپ اس جیسا نہیں تھا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اس رنگ روپ کا حامل آدمی کبھی نہیں دیکھا۔"

"اس سے اس کا نام تو پوچھو۔" کپتان نے کہا۔

"اوہ، ہاں!" اس شخص نے کہا اور پھر یونانی زبان میں مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "دوست! تمہارا نام کیا ہے؟"

میں چند لمحوں کے لیے سوچ میں پڑ گیا پھر بغیر [illegible] میں ان لوگوں کو اپنا کیا نام بتاؤں۔ [illegible] یہ بات بھی نہیں دینا چاہتا تھا کہ [illegible] نہیں بتا سکتا تھا کہ اب تک میرے [illegible] نام رکھے گئے ہیں اور ہر نام کے ساتھ میری ایک [illegible] وابستہ ہے۔ مجھے بہرحال اس وقت خود ہی اپنا کوئی نام [illegible] ان لوگوں کو بتانا تھا چنانچہ میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "میرا نام [illegible] ہے اور میرے دوست احباب مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں۔"

اس شخص نے کپتان کے لیے میری بات کا ترجمہ کیا۔

"صاحب! کیا میں تم سے بھی باضابطہ طور پر متعارف ہونے کی سعادت حاصل کر سکتا ہوں۔ میرے دوست!" میں نے اس شخص سے مخاطب ہو کر نہایت شائستگی سے کہا۔

"کیوں نہیں دوست!" اس شخص نے جواب دیا۔ "[illegible]" پھر اس نے کپتان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارا دوست میرا افسر اور اس جہاز کا کپتان ہے۔ یہ ایک بہت بہادر

ملاح ہے اور اس کی زندگی کا بیشتر حصہ سمندر کے سینے پر گزرا ہے۔ اس کا نام [illegible] ہے۔ [illegible] اور اس جہاز کا نائب کپتان ہوں۔ ہم لوگوں کا تعلق [illegible] سے ہے۔ اس وقت ہم [illegible] سندھ کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارا جہاز طرح طرح کے قیمتی سامان سے لدا ہوا ہے۔ ہم یہ سامان لے کر سندھ کے ساحل پر جائیں گے اور وہاں اس سامان کو فروخت کر کے [illegible] حاصل کریں گے۔ پھر اس کے بعد ہم سندھ کی بندرگاہ سے [illegible] خریدیں گے اور [illegible] ہمیں بہت سی دولت کمائیں گے۔ دعا کرو کہ ہم جلد سندھ کے ساحل پر پہنچ جائیں۔"

"میری تمام تر دعائیں تم لوگوں کے ساتھ ہیں۔" میں نے [illegible] سے جواب دیا۔ [illegible] مجھے اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ یہ جہاز [illegible] نہیں جا رہا ہے بلکہ ہندوستان کے ساحل کی طرف جا رہا ہے۔

میرے اور [illegible] کے درمیان گفتگو جاری تھی اور [illegible] ہم لوگوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ یونانی زبان [illegible] تھا۔

"[illegible] اس شخص سے کیا گفتگو کر رہے ہو؟" [illegible] نے [illegible] زبان میں پوچھا۔

[illegible] نے [illegible] کو بتایا کہ میرے اور اس کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے۔

"[illegible] خیال ہے اس شخص کو کھانے [illegible]" [illegible] نے [illegible] کہا۔ "مجھے تو [illegible] بات حیرت کی ہے کہ یہ [illegible] کھانا طلب کرنے کے بجائے [illegible] مصروف ہے۔ واقعی یہ حیرت انگیز انسان ہے۔"

"بہت ٹھیک کہہ رہے ہو کپتان [illegible] مجھے اس کے کھانے کی فکر کرنی چاہیے۔"

"[illegible] دوست [illegible] ابھی میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم [illegible] ہو گے لیکن شاید تم اپنی بات کہہ نہیں سکے [illegible] کر دو میں تمہارے بندار کی [illegible] ہوں۔ لیکن [illegible] کی خاطر [illegible] کر [illegible] ایک نے کہا۔ "آؤ! میرے ساتھ چلو۔"

[illegible] ایک طرف کو چل دیے۔ میں نے دیکھا کہ جہاز [illegible] کے کمرے [illegible] سامان سے بھرا ہوا تھا [illegible] لوگ [illegible] سب لوگ تھے جو [illegible] جمع ہو گئے تھے جب [illegible] کی [illegible] دیکھنے کے [illegible] مصروف ہو گئے تھے۔

[illegible] ساتھ [illegible] جانے میں آیا۔

جہاں [illegible] کے [illegible] وہاں کی [illegible] خوش [illegible] رہا تھا۔

[illegible] ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے [illegible] میں کہا [illegible]

"[illegible]"

"کیا تمہیں [illegible] ہے [illegible]" کر پوچھا۔

"جس کی [illegible] تقدیر [illegible] بھی اپنی زندگی [illegible] لیکن میں [illegible] کہ انسان [illegible] کہیں نہیں دیکھا۔ یہ [illegible] حیرت انگیز انسان ہے۔ [illegible] کے جسم کی رنگت [illegible] بلکہ اس کے بال بھی ایسے ہیں جیسے [illegible] کیا جاتا ہے [illegible]۔"

"[illegible] کہ [illegible] سے۔" [illegible] نے جواب دیا۔ "[illegible] زبان ہی بول سکتا ہے۔ ہماری زبان نہیں سمجھتا۔ [illegible] سے بات [illegible] سمجھتا [illegible] یہ ملکوں ملکوں کی [illegible] تاجر [illegible] ایک [illegible] بحری [illegible] جہاز [illegible] طوفان [illegible] تباہ ہو گیا اور [illegible] ایک شخص [illegible] سے [illegible] بچا [illegible] جس نے اس کی جان بچائی۔"

"[illegible] یونانی زبان جانتا ہو [illegible] بات ہی [illegible] اچھی طرح آتی ہے میں کیوں نہ اس سے یونانی میں بات کر کے [illegible]"

"[illegible] یونانی زبان میں بات کی [illegible] پہلے [illegible] کو [illegible] سے [illegible] لیکن [illegible] کے مارے اپنی [illegible] نہیں کر رہا ہے۔"

[illegible] ایک [illegible] میں [illegible] بھرے ہوئے [illegible] اور [illegible] لگا [illegible] کھانے میں مصروف ہو گیا۔

"مجھے یقین ہے [illegible] کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔" [illegible] نے آہستگی سے کہا۔ "اس شخص کا [illegible] اس کے بال [illegible] کی [illegible] ساری [illegible] اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ کوئی غیر معمولی شخصیت ہے۔ [illegible] کام کے لیے [illegible] گیا ہو!"

"[illegible] کی باتیں سن [illegible] مسکرایا۔ لیکن پھر کسی [illegible] تم [illegible] چند لمحوں کے [illegible] میں تمہاری بات کی [illegible] نہیں کر سکتا لیکن [illegible] ہے۔ [illegible]

تو اسے باہر سے جہاز پر آنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی؟ یہاں یہ کون سا کام انجام دے رہے ہو؟

سورج اپنی جگہ ہے۔ لوگ اب بھی سمجھتے ہیں: زندگی اپنے ... بانازو ... گردش کرتے ہوئے کہ اس کے بعد وہ ... ہوگئے اور میں سب بیٹھ کر کھانا کھاتا رہا۔ وہ مجھے کن انکھیوں سے دیکھتے رہے۔ جب کھانا ختم کیا، ادو شراب ... کی سی مستی کہاں مجھے ... اس کے بعد ہم بیٹھے پانی پی رہے تھے اور ارقند نے بوتل کو ... پانی ... رہا تھا۔ اس نے ایک ... جگ پانی کا ... کر میرے سامنے رکھ دیا اور میں نے اس میں سے ... گلاس پانی پیا۔

"کیا تم یونانی زبان بول سکتے ہو؟" ... نے مجھ سے پوچھا۔

میں اس کے اس سوال پر مسکرا اٹھا۔ میں نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ میں تو اس کی یہ خواہش ضرور پوری کروں گا تاکہ وہ مجھ سے یونانی زبان میں گفتگو کرے۔

"کیوں نہیں میرے دوست!" میں نے شستہ یونانی زبان میں جواب دیا۔ "میں یونانی زبان بہت اچھی طرح بول اور سمجھ سکتا ہوں۔"

میری زبان سے یہ الفاظ سن کر وہ ایک دم خوش ہو گیا۔ اس نے ... ارقند کی طرف دیکھا۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ارقند کو بھی یونانی زبان تھوڑی بہت آتی ہے۔ ارقند نے مجھے خود ہی یہ بات بتائی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اس جہاز پر کم از کم دو آدمی ایسے موجود ہیں جن سے میں اطمینان سے گفتگو کر سکتا ہوں۔" ... نے کہا۔

"تمہاری شخصیت بڑی پراسرار ہے میرے دوست۔" ... نے کہا۔ "جب تم ... تھے تو ہم پہلے ہی معلوم کر چکے تھے کہ تم نے ... سمندر کی سیر کی ہے لیکن ... جیسے جگ ... ایسا شکل کا انسان کہیں نہیں دیکھا۔ کیا تم ہم لوگوں کو اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟ ہم نے تمہاری جان بچائی ہے اور ہم لوگ تمہارے دوست ہیں، تمہارے دشمن نہیں۔"

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ تم لوگوں نے میری جان بچائی ہے اور اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم مجھ سے میرے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو۔ میرا عزیز دوست ارقند اور معزز ... تمہیں پہلے ہی بہت ... بارے میں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ اب اس کے بعد کیا جاننا چاہتے ہو؟ میں تمہیں اس کے علاوہ کیا بتا سکتا ہوں کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ جہاں تک میری شکل و صورت کا تعلق ہے تو میرا خیال ہے کہ اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔ جہاں تک ... کی شکل و صورت ... قدرت کے ہاتھوں عمل میں آتی ہے اور مجھے بھی قدرت نے ایسا بنایا ہے۔"

"لیکن تمہیں بنانے میں قدرت نے شاید کچھ زیادہ ہی ..."

سے کام لیا ہے۔" ... نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ان کو آرام کرنے دینا چاہیے۔" ... نے زور اس سے مخاطب ہو کر ٹوٹی پھوٹی یونانی زبان میں کہا۔ "وہ بہت زیادہ تھکا ہوا ہے، اسے آرام کی ضرورت ہے۔"

"لیکن مجھے تو کہیں سے بھی تھکا ہوا نظر نہیں آتا۔" ... نے کہا۔ "وہ اس وقت بھی مجھ سے اور تم سے زیادہ تازہ دم اور ... نظر آتا ہے۔ کیوں ارقند، میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

میں نے اس کی بات کے جواب میں صرف مسکرا دیا اور ارقند مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک خالی کیبن میں آ گیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ آج سے یہ کیبن میرا ہے اور میں جب تک سفر میں ہوں اسی میں آرام کروں گا۔ ... میں آرام سے لیٹ کر سو گیا اور دن ڈھلنے تک سوتا رہا۔

شام کو جب میں بیدار ہوا تو آفتاب دن بھر کا سفر طے کرنے کے بعد تیزی سے غروب ہو رہا تھا اور ہر طرف اس کی ... نیلاہٹ ... ہو رہی تھی۔ میں کیبن سے باہر نکل آیا اور عرشے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف ... سمندر تھا، سوائے سبز، کالی اور نیلگوں رنگ کے پانی کے اور کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں خاموشی اور دلچسپی کے ساتھ سمندر کا نظارہ کر رہا تھا۔ ... پہ میرے علاوہ چند لوگ اور بھی تھے۔ اس ... ارقند بھی وہاں آ گیا۔

"کیا تم تمہیں ہمارے ساتھ ہند چلنا پڑے گا؟" اس نے کہا۔ "وہاں پہنچنے کے بعد پھر تم جہاں جا سکتے ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔ "میں تو اب وہیں جا سکتا ہوں جہاں یہ جہاز جائے گا۔"

"کیا تم کبھی ہندوستان گئے ہو؟" ارقند نے مجھ سے پوچھا۔

"اور پروفیسر تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں ایک زمانے تک ... جنگ میں رہا تھا۔ لیکن میں نے ارقند کو یہ بات نہیں بتائی ... اس سے کہا۔ "میں کبھی ہند نہیں گیا ہوں۔"

"ہند عجائبات کی دنیا ہے۔" ارقند نے کہا۔ "ہم لوگ پہلے بھی کئی بار ہند جا چکے ہیں۔ وہ بہت خوبصورت علاقہ ہے۔" بعد ارقند کافی دیر تک مجھ سے ہند کے بارے میں باتیں کرتا رہا۔ ... تیان بھی وہاں آ گیا اور ارقند کے ساتھ دوسری باتیں کرنے لگا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ارقند؟" ... تیان نے میری طرف دیکھتے ہوئے ارقند سے قدیم مصری زبان میں کہا۔ "... کے ... کا نہ کوئی ... لوگ بھی چھوڑ دیں اور اپنا سامان بھی ... بیٹھے رہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔"

نے کہا۔ "لیکن ہمارا مہمان ہے اور ہمیں اس کے ساتھ مہمانوں جیسا سلوک ہی کرنا چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ... تیان نے کہا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

چند ہی دنوں میں ... جہاز کے تمام لوگوں سے گھل مل گیا۔ جہاز میں کافی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو ٹوٹی پھوٹی یونانی بول سکتے تھے۔ ارقند کے علاوہ دو مزید افراد ایسے تھے جو آرامی بھی بول سکتے تھے۔ ... بہرحال ... کر دیکھنے ... لیکن ان کا ... کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اب ان لوگوں کے سامنے اپنی ... اس حیرت انگیز صلاحیت کا اظہار ... نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جہاز کے تمام ہی لوگ جلد مجھے پسند کرنے لگے لیکن ایک شخص ایسا تھا جسے نہ جانے کیوں مجھ سے کوئی خلش تھی۔ اس شخص کا نام داود تھا اور جہاز میں اس کی حیثیت ... کے سردار کی تھی۔ وہ ایک قدآور شخص تھا اور سب سے ... ارقند کے برابر تھا۔ ... یونانی ... آتی تھی وہ ... بھر کر ... تو ... تھا۔ وہ ہر وقت تمام ... سے مسلح رہتا تھا۔ جہاز کے دوسرے لوگ داود کو ... نفرت کرتے تھے۔ اس شخص کا رویہ شروع ہی سے میری جانب ... اور اس کی باتیں ... بالکل پسند نہیں آتی تھی۔ ... قدیم مصری زبان میں ... تیان سے کہا۔ "اس شخص کو ... بالکل پسند نہیں ہے۔ ... جانے ... کہ ... کیسے سمندر کے ... کیا ... تم نے اسے سمندر میں پا کر غلطی کی ہے۔ مجھے تو یہ کوئی بدروح معلوم ہوتا ہے ... سمندر میں پھینک دو۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو داود؟" ... تیان نے حیرت سے کہا۔ "یہ ایک انسان ہے، ایک ہمارے ہم لوگوں کا ... جس کا جہاز سمندر میں ڈوب کر تباہ ہو گیا۔ ہم نے اسے پناہ دی ہے۔ انسان کی جان بچانی ... ثواب ہے ... سمندر میں کیسے دھکیل سکتے ہیں؟"

"مجھے تو یہ کوئی بدروح معلوم ہوتا ہے جو ہم لوگوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے جہاز پر آیا ہے۔" داود نے نفرت سے کہا۔ "لیکن ... بدروح نقصان پہنچا سکتی ہی نہیں، کیونکہ میرے پاس ... کی ... جو ... ہر قسم کی ... سے ... ہے ... کوئی ... مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی تو یہ خود ہی بھسم ہو جائے گی۔ لیکن تم لوگ اپنی خیر مناؤ۔"

مجھے ... بات ... کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے داود؟" ... تیان نے ... "اس نے تو کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچایا ... ہنستے ہیں ... اب ... پریشانی ... " ... کی طرف ... کی جانب ... ہاتھ بڑھاؤ۔ وہ ایک

... ان اور اچھا دوست ثابت ہو گا۔"

"بوڑھے ... کی جانب ... دوستی کا ہاتھ ... داود ... سے کہا۔ "مجھے تو معاف ہی رکھو۔" ... داود ... تیان ... اس بات کا اطمینان تھا کہ میں ... گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھا ہوں گا۔ لیکن ان سب ... کو کیا معلوم کہ میں ان کی ساری باتیں بڑے اطمینان سے سن اور سمجھ رہا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ میں نے اپنے ... اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

میں دل ہی دل میں اس صورت حال پر ہنس رہا تھا۔ ... صرف داود ہی تھا جو مجھے ... داود مجھ رہا تھا اور وہ میری طرف ... جو مجھے کوئی بدروح سمجھ کر مجھ سے نفرت کر رہا تھا۔

مجھے جہاز پر رہتے ہوئے اور سفر کرتے ہوئے تقریباً ڈھائی ہفتے ہو گئے تھے۔ اس دوران جہاز کے سارے ہی لوگوں سے میری گفتگو ہوتی تھی۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو یونانی یا آرامی نہیں جانتے تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ میری گفتگو کسی ترجمان کے ذریعے ہوتی تھی۔ لیکن داود نے کبھی مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس جب بھی میرا اور اس کا سامنا ہوتا، وہ نفرت سے اپنے ہونٹ سکیڑ کر میرے سامنے سے چلا جاتا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ داود کا شراب ... ... اپنے ہاتھ میں ... پر ... تھا ... تیان اور ارقند ... باتیں کر رہے تھے۔ داود اس وقت ... نشے میں ... عرشے پر آ گیا تھا۔ وہ چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ... کا نظارہ کر رہا تھا۔ داود ... سامنے تھا۔ اچانک ایک تیز ... کے سبب جہاز نے زبردست ہچکولا کھایا اور میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میں داود کا سے ٹکرا گیا۔ میرے ٹکرانے کی وجہ سے شراب کا پیالہ جو داود کے ہاتھ میں تھا، اس کے کپڑوں کے اوپر ... گر گیا۔

داود کے ... والی نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "دیکھ کر نہیں چل سکتے بدروح؟" اور اس کے ساتھ ہی اس نے میرا گریبان پکڑ لیا۔

میں نے اپنا گریبان چھڑانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور ... کے ساتھ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "تمہیں مہمانوں سے گفتگو کے آداب سیکھنے چاہئیں اے شخص۔"

"کیا کہا تم نے؟" داود کا ... "ذلیل بدروح! تیری یہ مجال کہ اپنی ناپاک زبان سے مجھے احمق کہے۔ میں تیرے جسم کی بوٹیاں کاٹ کر مچھلیوں کو کھلا دوں گا۔"

"بکواس بند کرو بدتمیز انسان!" میں نے ... کے ... میں کہا۔ "تو مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوئی قوت نہیں رکھتا۔"

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دیکھ کر نظر تیان اور قندوز اس اچانک حرکت پر متوجہ ہو گئے اور تیزی سے ہم دونوں کے قریب آ گئے۔ دادرکا ابھی تک بھی مضبوطی سے میرا گریبان پکڑے ہوئے تھا۔

دادرکا نے میرا گریبان چھوڑے بغیر ان لوگوں سے قدیم مصری زبان میں کہا۔ "اس نے شراب کا جام گرا کر میرے کپڑے خراب کر دیے ہیں اور اب [illegible] مجھ سے زبان بھی چلا رہا ہے۔ اگر اس نے دوبارہ [illegible] اس کا [illegible] میرے ہاتھوں قتل ہو جانا ہے۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کہ اتفاق سے جام مجھ سے گر گیا اور میں دادرکا سے ٹکرا گیا۔" میں نے یونانی زبان میں قندوز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ قندوز بھی میری بات کو غور سے سن اور سمجھ رہا تھا۔ "صرف اتنی سی بات پر یہ شخص اس قدر گرم ہو رہا ہے کہ اس کا دماغ خراب ہو رہا ہے۔ یہ مجھے گالیاں دے رہا ہے اور برا بھلا کہہ رہا ہے۔ لیکن میں اسے بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اس کی گالیاں نہیں سنوں گا!"

"چپ رہو! بکواس مت کرو!" دادرکا نے میرے گریبان کو [illegible] سے جھنجھوڑا۔ میرا گریبان پھٹ گیا۔ "آج میں تجھے چھوڑوں گا نہیں!" اس نے مصری زبان میں کہا۔

"دادرکا!" قندوز نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہرگز کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے، جس کی خاطر تم لڑائی فساد پر آمادہ ہو رہے ہو۔ اس نے تمہیں جان بوجھ کر دھکا نہیں دیا ہے۔ یہ محض ایک اتفاق تھا کہ اس سے تمہاری ٹکر ہو گئی۔"

"نہیں، یہ اتفاق نہیں تھا!" دادرکا نے چیخ کر کہا۔ اب وہ مسلسل یونانی بول رہا تھا تاکہ میں بھی یونانی زبان کو سمجھ سکوں۔ "اس نے جان بوجھ کر مجھے دھکا دیا ہے۔ اس نے دانستہ طور پر میرے کپڑے خراب کیے ہیں۔ میں اسے خوب جانتا ہوں۔ یہ بدبخت میری توہین کرنا چاہتا ہے کیونکہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ لیکن آج میں اسے اس کا مزہ چکھا کر رہوں گا۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، اچانک نوزیرس بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سامنے آ گیا۔ اس نے دادرکا کا اٹھا ہوا ہاتھ تیزی کے ساتھ پکڑ لیا۔ "بس، بہت ہو چکا!" نوزیرس نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ "اس پر ہاتھ مت اٹھاؤ۔ ہو سکتا ہے تمہاری اس حرکت کا انجام برا ہو۔"

"ہٹ جاؤ میرے سامنے سے!" دادرکا نے نوزیرس کو زور سے دھکا دیا۔ وہ [illegible] گر پڑا۔ نوزیرس ایک [illegible] تھا جبکہ دادرکا کے مقابلے میں وہ [illegible] تھا۔

نوزیرس کو دھکا دے کر گرا دینے کے بعد دادرکا نے نفرت بھری نظروں سے مجھے گھورا اور مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے اس کا اٹھا ہوا ہاتھ [illegible] پکڑ لیا اور [illegible]

شاید میری جانب سے اس طرح کے رد عمل کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ لڑکھڑا کر [illegible] چلا گیا۔ وہاں موجود سارے لوگ [illegible] منظر دیکھ رہے تھے لیکن وہ سب [illegible] ان کی آنکھوں میں دہشت نظر آنے لگی۔ دادرکا [illegible] کے فوراً بعد بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس نے اپنی کمر سے [illegible] نکال لی تھی۔ اب اس کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی ایک برہنہ شمشیر تھی اور جس کا رخ میری طرف تھا۔

"پاگل مت بنو دادرکا!" نظر تیان نے [illegible] کہا۔ "خون ناحق کا ارتکاب مت کرو ورنہ [illegible]"

"دیوتا جانتے ہیں [illegible] کہ میں [illegible] نجات دلا دی۔" دادرکا نے [illegible] آگے بڑھا۔

"ہوش میں آؤ دادرکا!" ارقندو [illegible] "ایک بے گناہ انسان کو قتل کر کے تمہیں عذاب کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ [illegible]"

لیکن دادرکا پر ان تمام باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کے سر پر جیسے خون سوار تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس قسم کا [illegible] اس کے دل میں میری طرف سے [illegible] ہے۔ میں نے اسے قطعی کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا لیکن اس کے باوجود وہ میرا جانی دشمن بنا ہوا تھا۔ مجھے ہلاک کرنے کے [illegible] سب لوگ [illegible] ساکت [illegible]

دادرکا خونخوار [illegible] بجلی کی تیزی سے میری جانب [illegible] دیکھنے والوں کو یہ [illegible] تھا [illegible] میں تیزی سے ایک طرف کو ہٹ گیا [illegible] خالی گیا۔

"بچ گیا ہے!" دادرکا نے دانت پیس کر کہا۔ "[illegible] جائے گا اب [illegible] تیری قسمت [illegible]" اس کے ساتھ ہی اس نے دوسرا وار کیا [illegible] دادرکا [illegible] بے قابو ہو گیا اور اس نے تیسری مرتبہ تلوار [illegible]

لیکن اس بار میں پہلے ہی [illegible] تیار تھا۔ جیسے ہی دادرکا نے حرکت کی، ویسے ہی میں بجلی کی طرح تڑپ کر [illegible] سامنے سے ہٹ گیا اور دوسرے لمحے میں اس کے پیچھے [illegible] آہستہ سے ایک ہاتھ اس کے دائیں شانے پر [illegible] ساتھ ہی [illegible] اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر [illegible]

میں نے نیچے جھک کر [illegible]

[illegible] محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ مجھ جیسا [illegible] ہو سکتا تھا۔ پھر میں نے اسے اسی طرح [illegible] دکھا کر دیا [illegible] سامنے [illegible] حیرت سے آنکھیں پھاڑے [illegible] دیکھ رہے تھے۔ [illegible] جسم پر میرے جسم سے دو گنا [illegible] بازوؤں پر اٹھا [illegible] گھما رہا تھا۔ [illegible] چیخ رہا تھا اور شور مچا رہا تھا۔ لیکن [illegible] سزا دی ہے۔

"اسے اپنے کیے کی سزا مل رہی ہے۔" [illegible] اس کی [illegible] چھپی ہوئی مسرت کو محسوس کیا۔

"[illegible] یہ کیا ہو رہا ہے؟" نظر تیان نے ارقندو کی طرف دیکھتے ہوئے [illegible] قدیم مصری زبان میں کہا۔

"میرے خیال میں وہی ہو رہا ہے جو [illegible] والا [illegible] اپنے کیے کی سزا [illegible] قندوز نے اطمینان سے جواب [illegible] اسے اس احمقانہ حرکت سے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی طاقت کے نشے میں [illegible] شاید اس بات [illegible] اس سے بھی زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے [illegible] سمجھ لیا تھا۔"

لیکن سوال یہ ہے کہ [illegible] جیسے نحیف جسم کے آدمی نے [illegible] جیسے [illegible] آدمی کو [illegible] اپنے دونوں [illegible] اٹھا کر اپنے سر سے بھی بلند کر رکھا ہے؟ یہ واقعی انتہائی حیرت [illegible] میں نے اپنی زندگی میں ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔"

"[illegible]" میں نے اسے ایک اور چکر دیتے ہوئے کہا۔ "[illegible] ہو گیا ہے یا ابھی [illegible] دو چار چکر [illegible] مجھے چھوڑ دو ورنہ میرا سر پھٹ جائے گا!" دادرکا خوفزدہ [illegible] ہوا۔

میں نے اسے نیچے زمین پر کھڑا کر دیا۔ اسے واقعی سخت چکر [illegible] چند لمحوں تک کھڑا ہوا یوں جھومتا رہا [illegible] اس کے بعد اس نے اپنے سر کو دو تین مرتبہ زور زور سے جھٹکا [illegible] ایک بار پھر مجھے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے شدید نفرت کی جھلک نظر آئی۔ مجھے اس کے تیوروں سے اندازہ ہو گیا کہ وہ [illegible] غور کرنے والا نہیں۔ اس کا دماغ ابھی پوری طرح [illegible] نہیں ہوا ہے۔

میں نے جب دادرکا کو چھوڑا تو وہ تیزی سے بھاگ گیا [illegible] ایک ایسی حرکت کی جسے وہاں [illegible] نے ناپسند کیا۔ دادرکا نے [illegible] دور جا کر تیزی سے اپنی [illegible] اس قسم کی کسی [illegible] حرکت کی توقع [illegible]

[illegible] کے بے خبر تھا۔ چنانچہ میں نے کمال مہارت سے اس کے خنجر کو اس قدر چابکدستی کے ساتھ روکا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہ جان لیں کہ جہاز کا کپتان نظر تیان [illegible] قندوز [illegible] کے نگران [illegible] اس بات سے واقف ہو جائیں کہ خنجر [illegible] میرے جسم پر اثر نہیں کرتے۔ اسی لیے میں نے خنجر کو اپنے سینے پر لگنے سے پہلے ہی ہوا میں پکڑ لیا۔ دادرکا کی آنکھیں اچانک خوف سے پھیل گئیں۔ جس میں ابھی تک [illegible] تھا لیکن اب میرے ہاتھ میں ایک خنجر آ گیا تھا اور یہ خنجر خود دادرکا کی جانب سے آیا تھا۔

نظر تیان، قندوز اور [illegible] نے نفرت بھری نظروں سے دادرکا کی طرف دیکھا [illegible] "اس قسم کی [illegible] تمہیں زیب نہیں دیتی!" [illegible] نے [illegible] قدیم مصری زبان میں کہے تھے تاکہ میں نہ سمجھ سکوں۔ لیکن ظاہر ہے کہ میں سب کچھ سمجھ رہا تھا۔

"تم اپنے ہتھیار بند رکھو [illegible] مجھ سے [illegible]" [illegible] نے نفرت سے کہا۔

"[illegible] ٹھیک کہہ رہا ہے!" نظر تیان نے غصے سے کہا۔ "تم نے ساتھ ہم سب کو ذلیل کرنے [illegible] کیوں [illegible] ہوئے [illegible] زرکو چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ چاہتا تو تمہیں فوراً ہلاک کر سکتا تھا۔ اس [illegible] کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لیکن اس نے عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمہاری بیہودگی کو معاف کر کے تمہاری جان بخش دی۔ لیکن تم [illegible] بیہودگی [illegible] کیے جا رہے ہو۔"

لیکن دادرکا کپتان کی بات سننے کے بجائے اپنی [illegible] بلندی پر لگا ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خنجر سے اس وقت زخمی نہیں ہو سکا کیونکہ خنجر میرے جسم میں لگا ہی نہیں تھا [illegible] اسے راستے میں ہی [illegible] سے پکڑ لیا تھا۔ [illegible] میں نے ایک [illegible] خنجر اپنی کمر سے کھینچا [illegible] خنجر کے مقابلے میں زیادہ لمبا تھا اور اس بار اس نے تاک کر میرے سینے کا نشانہ لیا [illegible] اس کی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں ذرا سی توجہ پر اس خنجر کو پکڑ تو سکتا تھا لیکن میرے ہاتھ سے ٹکرا کر نیچے گر گیا اور میرے سینے تک نہیں پہنچ سکا۔

اب دادرکا کو سبق دینا ضروری تھا۔ میں نظر تیان، ارقندو [illegible] اور دوسرے لوگوں کی طرف جو وہاں موجود تھے، دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم سب لوگ اس بات کے گواہ ہو کہ پہل دادرکا کی طرف سے ہوئی ہے اور وہ اب تک مجھ پر کئی بار [illegible] میں نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے اسے معاف کر دیا تھا۔ لیکن اس کا دل انتقام کی آگ میں جل رہا ہے اور وہ مجھے ہلاک کرنے کے در پے ہے [illegible] میں ابھی جان سکتے [illegible] کو پورا پورا [illegible] کی سزا دینا چاہتا ہوں۔"

کوئی کچھ نہیں بولا۔ سب لوگ خاموشی سے میری شکل دیکھنے
لگے۔ بہت دیر تک جیسے بادشاہانہ انداز میں واورکا کی طرف بڑھ رہا تھا
کو میری جسمانی قوت کا اندازہ ہو چکا تھا جس نے یہ سمجھا کہ وہ جان کی
سے کام لیتے ہوئے جیسے بری کی عالم میں ہر کو ہتھیاروں کے نہ لیے
ہمیں ہلاک کر دے گا۔ لیکن اپنے اس ہر قاتلانہ مکارانہ منصوبے
کو بری طرح ناکام ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ کچھ گھبرا گیا تھا۔ میں نے
اس کے چہرے سے ندامت جھلکتے دیکھی۔ وہ واقعی خوفزدہ ہو رہا ہے۔
لیکن بہرحال اسے سزا ضروری تھی تاکہ میں نے اس کی جب
پیشرفت کی جانب ارکھی۔ اچانک واورکا سخت خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے
لگا لیکن میں نے بجلی کی سی تیزی سے لپک کر اسے پکڑ لیا۔
"تم ذلیل ہو، غدار بھی اور حد درجہ بزدل بھی۔" میں نے
اس کو دونوں شانوں سے مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا "تمہیں
ان حرکتوں کی کچھ سزا تو ضرور ملنی ہوگی تاکہ تم آئندہ لوگوں کے
ساتھ اپنے رویے میں محتاط رہو اور ہر انسان کو اپنے سے کمتر
اور گرا ہوا نہ سمجھو۔"
اس کے ساتھ ہی میں نے واورکا کے منہ پر ایک تھپڑ رسید
کیا۔ میں نے کوشش کر کے کافی ہلکا ہاتھ مارا تھا۔ تاہم اس کے
منہ کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ اور منہ سے خون بہنے لگا۔ وہ تلملا
اٹھا لیکن خوفزدہ ہو گیا تھا کہ اس نے کسی جوابی کارروائی کی بات
نہیں کی اور خاموشی سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے زور
ایک تھپڑ اور مارنے کا ارادہ کیا اس کے بعد اس کا حال تھا۔ وہاں کھڑے
ہوئے تمام لوگوں میں سے کوئی بھی واورکا کی مدد کے لیے آگے نہیں
بڑھا۔ کیونکہ اس کے رویے کو ان لوگوں میں سے کسی نے بھی پسند
نہیں کیا تھا۔
میں واورکا کے منہ کو زخمی کر کے اس کے پاس سے چلا آیا۔
واورکا شکست اور شدید ذلت کے احساس سے دوچار۔ تمام سب
زیادہ حیرت اس بات کا ہو رہا ہوگا کہ میں نے اس کے ساتھیوں کے
سامنے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار کر اس کی بے عزتی کی تھی۔
بہرحال، واورکا سر جھکائے ہوئے وہاں سے چلا گیا اور
میں واپس اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ تمام لوگ حیرت اور بے یقینی
کے عالم میں میری شکل دیکھ رہے تھے۔
"تم تو عجیب انسان معلوم ہوتے ہو۔" نفرتیان نے ارقند
سے مخاطب ہو کر قدیم مصری زبان میں کہا۔ "دیکھنے میں تو اس کا جسم
بالکل چھریرا اور معمولی سا نظر آتا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
اس میں بے پناہ قوت کے خزانے موجود ہیں۔ کمال ہے کہ واورکا جیسا
آدمی جو دیکھنے میں اس سے دوگنا نظر آتا ہے اور درحقیقت سے
بہت مضبوط اور طاقتور ہے، اس سے بری طرح شکست کھا گیا بلکہ اس
نے اس کا مقابلہ کرنے کی سرے سے کوئی کوشش ہی نہیں کی۔"

"میں پہلے ہی یہ بات جانتا تھا حضور نفرتیان۔" ارقند نے
بہت مؤدبانہ انداز میں اپنی گردن ہلاتے ہوئے کہا "میں نے پہلے دن
سے ہی اس شخص کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی معمولی
شخص نہیں ہے۔ یقین کرو معزز نفرتیان، یہ ہم لوگوں میں سے نہیں ہے۔"
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" بوڑھے نفرتیان نے اس کی بات
بدلتے ہوئے استفسار کرتے ہوئے کہا۔
"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ شخص مجھے کسی دیوتا کی مانند معلوم
ہوتا ہے۔ میں یہ بات پہلے بھی معزز نفرتیان سے کہہ چکا ہوں۔ لیکن
نے شاید میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہ عام انسان
نہیں۔ کوئی دیوتا ہے یا اس پر کسی دیوتا کا سایہ ہے۔"
نفرتیان زور سے اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔ "تم بھی کمال کے
آدمی ہو ارقند۔" اس نے کہا "بھلا ایک عام آدمی کو دیوتا
کی کیا ضرورت ہے؟ سیدھی سی بات ہے۔ وہ ایک بے حد طاقتور
ہے۔ اس کا جسم چھریرا ہونے کے باوجود طاقت کے خزانے سے مجہز
ہو اور وہ بے حد پھرتیلا بھی ہے۔ اسی لیے اس نے واورکا کے
پھینکے ہوئے خنجروں کو راستے میں ہی پکڑ لیا۔ اور وہ اتنی تیزی
سے کہ اس کے ہاتھ پر خراش تک نہیں آئی۔ یہ سارے کا سارا
اور جادوگری کا کھیل ہے اور یہ شخص بالکل ذہین ہے۔ جبکہ
تم ہو کہ ایسے معاملات کو دیوتاؤں سے منسوب کرنے کی کوشش
کر رہے ہو۔"
"شاید ایسا ہی ہو۔" ارقند نے مجھے دل کے ساتھ
کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اسے نفرتیان کی بات پسند نہیں آئی تھی۔
"تمہارے اندر یہ قوت و طاقت کہاں سے آئی؟" ارقند نے میرے
قریب آ کر مجھ سے پوچھا۔
"میں بھلا تمہارے اس سوال کا کیا جواب دے سکتا ہوں؟"
میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سوال یہ ہے کہ میں بس ایسا ہی
کیا تم ہمیشہ سے ایسے ہی ہو؟" اس نے پوچھا۔ "میرا مطلب
ہے کیا تم بچپن ہی سے اتنے توانا اور مضبوط ہو؟ لیکن
دوگنی جسامت والے انسان کو بھی اس قدر آسانی سے شکست دے
سکتے ہو؟"
"جہاں تک مجھے یاد ہے میں بچپن سے ہی ایسا ہوں۔"
میں نے جواب دیا۔
"یہ بات ہے۔" ارقند نے کہا "یقین کرو میرے دوست،
آج جس طاقت اور مہارت کا مظاہرہ کیا ہے، اس کی مثال
زندگی میں نہیں دیکھی۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہاری ہمت
اور بہادری کی بھی داد دیتا ہوں۔ تم چاہتے تو واورکا کو کچل ڈالتے
لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔"
"مجھے کشت و خون سے نفرت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اور جو کسی انسان کا خون بہانا سخت ناپسند کرتا ہوں۔ واورکا ایک مغرور اور احمق
انسان ہے۔ میں نے محض اسے اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کی کہ میں اس سے نا سمجھ
لیکن وہ بار بار مجھ سے الجھ رہا تھا اس لیے مجھے مجبوراً اسے سزا دینے کا فیصلہ کرنا پڑا۔
حالانکہ میں چاہتا تو آسانی سے اسے ہلاک کر سکتا تھا لیکن جو شخص خود ہی خوفزدہ ہو گیا
ہو اس سے انتقام لینا مجھے پسند نہیں۔"
"بہت خوب۔" ارقند نے جواب دیا "تمہارے خیالات واقعی بہت
اعلیٰ ہیں۔"
"تم لوگوں میں کیا گفتگو ہو رہی ہے؟" نفرتیان نے ارقند سے
مصری زبان میں کہا۔ "مجھے بھی بتاؤ۔"
ارقند نے ہم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کا خلاصہ نفرتیان
کو بتا دیا۔ نفرتیان نے مسکرا کر میرے خیالات کی داد دی اور پھر وہاں
سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ارقند پھر مجھ سے باتوں میں مصروف
ہو گیا۔
مجھے اور ارقند کو باتیں کرتے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی
کہ ایک طرف سے واورکا پھر نمودار ہوا۔ لیکن اس بار وہ تنہا نہیں
تھا بلکہ اس کے ساتھ نہایت تندرست اور طاقتور سپاہی بھی تھے جو سب
کے سب مسلح تھے۔ واورکا کا چہرہ پہلے سے زیادہ مسخ تھا اور اس کی آنکھوں
سے خون ٹپک رہا تھا۔ واورکا اور اس کے ساتھیوں کے تیور بہت
خطرناک نظر آ رہے تھے۔ ان کے تیور دیکھ کر ارقند بھی گھبرا گیا اس وقت
مجھ سمیت میں، ارقند ہی رہ گئے تھے۔ باقی سب لوگ ادھر ادھر
چلے گئے تھے۔ جبکہ کپتان نفرتیان بھی موجود نہیں تھا۔
"یہی ہے وہ شخص جس نے مجھے مارا ہے اور میری توہین
کی ہے۔" واورکا نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا "خیال رہے
کہ یہ بچ کر جانے نہ پائے۔ اس کے جسم کی ایک بوٹی بھی سلامت نہ بچے۔"
"واورکا!" ارقند نے بڑے زور سے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"تم جانتے ہو کہ یہ محافظ دستے کے سربراہ ضرور ہو لیکن اس کا مطلب نہیں
کہ تم محافظ دستے کو اپنی ذاتی انتقامی کارروائیوں کے لیے استعمال
کرو۔ یہ سراسر قواعد و ضوابط کے خلاف ہے۔ اور تم سخت بے اصولی
کے مرتکب ہو رہے ہو۔"
"مجھے سبق پڑھانے کی کوشش مت کرو ارقند!" واورکا نے
درشت لہجے میں کہا۔ "یہ لوگ میرے ماتحت ہیں اور میرے حکم پر ہی
عمل کریں گے۔ یہ محافظ دستے کے لوگ ہیں جن کا میں سربراہ ہوں۔ یہ میرے
ماتحت ہیں اور میرے حکم کے پابند ہیں۔"
"لیکن تم کپتان نفرتیان کے حکم کے بغیر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا
سکتے۔ مگر کپتان بہرحال اس جہاز کا کپتان ہے۔" ارقند نے بہت غصے
سے کہا۔
"تم مجھے مت بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے!"
واورکا نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ اس کے دونوں ہونٹ ایک طرف

سے بری طرح سوجے ہوئے تھے اور اس کی طرف کو جھکا ہوا تھا۔ لگتا ہے کافی بُرا
گیا تھا۔ ارقند واورکا سے مصری زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں ان
گفتگو کو ایک ایک لفظ سمجھنے کے باوجود بالکل انجان بنا ہوا کھڑا تھا۔
"سنو لوگو!" ارقند نے محافظ دستے کے سپاہیوں سے مخاطب ہو
کر کہا۔ "تم اس شخص کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے کیونکہ کپتان نفرتیان اسے
جہاز کا مہمان کہہ چکا ہے، ہم اپنی مہمان نوازی کی روایات
کو اس طرح نہیں داغدار نہیں کر سکتے۔ تمہیں اس کے خلاف کوئی بھی
کارروائی کرنے سے پہلے کپتان نفرتیان کی اجازت لینی ہوگی ورنہ تم
لوگ سزا کے مستوجب قرار پاؤ گے۔"
سپاہی پریشان ہو کر واورکا کی شکل دیکھنے لگے۔ واورکا پر
اچانک غیظ و غضب کی حالت طاری ہو گئی۔ "تم لوگ میرے ماتحت ہو
اور تمہیں میری ہدایات پر عمل کرنا پڑے گا۔" اس نے پھنکارتے ہوئے
کہا۔ "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس شخص کی تکا بوٹی کر ڈالو۔"
"یہ لوگ شاید بیکار میں نشانہ بن رہے ہیں۔" میں نے اطمینان سے ارقند
سے یونانی زبان میں کہا۔ واورکا بھی یونانی زبان سمجھتا تھا۔ اس نے بھی
میری بات سن لی اور چنگھاڑ کر بولا "بد دماغ انسان تم اپنے گناہوں
کی معافی مانگ لو۔ بدقسمتی سے تمہارا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔"
"اتنی جلدی!" میں نے واورکا سے کہا "ان لوگوں کی جان کے
پیچھے کیوں پڑ رہے ہو؟ اگر ہمت ہے تو تنہا مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں تمہیں بتاؤں
گا کہ کس کا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ میں بیگناہ لوگوں کے خون سے ہاتھ
رنگنا پسند نہیں کرتا جبکہ تم اپنے ہی لوگوں کو کیوں مصیبت میں ڈالنا چاہتے ہو؟"
"حملہ کر دو!" واورکا نے میری بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے
اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ اس کے آدمی تلواریں سونت کر بے دلی سے
میری طرف بڑھے۔ ان کے بشرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ
مجھ پر حملہ کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن وہ اپنے افسر کے
حکم سے مجبور تھے۔
"ٹھہرو!" اچانک ایک گرجدار آواز سنائی دی تو سپاہیوں کے
بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔
سامنے نفرتیان کھڑا غضبناک نظروں سے گھور رہا تھا۔
غالباً کسی شخص نے یہ منظر دیکھ لیا ہوگا اور اس نے جلد فوراً جا کر نفرتیان
کو اس کی اطلاع دے دی ہوگی۔ وہ یہ خبر سنتے ہی بھاگا ہوا چلا آیا۔
"یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے گرجدار آواز میں واورکا سے پوچھا۔
واورکا کو شاید کپتان کے اس طرح اچانک آ جانے کی توقع نہیں تھی۔ وہ
چند لمحوں کے لیے گڑبڑا گیا۔ لیکن پھر اپنی سنبھل گیا اور بولا "مجھے اپنی
بے عزتی کا بدلہ لینے کا حق ہے کپتان!"
"میں تمہارے اس حق کو تسلیم کرتا ہوں واورکا۔" نفرتیان نے
سخت لہجے میں کہا "لیکن مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم جو کرنا چاہتے ہو کرو...
اس شخص کو ہلاک کر دو جس نے تمہاری بے عزتی کی ہے۔ لیکن ایک شرط ہے

بات کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا کہ تم ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرو۔ یہ سراسر زیادتی اور بزدلی ہے اور پھر دیکھو۔ ساحلوں پر تم بہادری اور جرأت سے کام لینے کے بجائے مشکل اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہو اور اس وقت بھی بزدلوں کی سی حرکت کر رہے ہو۔ تم جیسے ذمہ دار افسر کو یہ حرکتیں زیب نہیں دیتیں!"

داورکا دوست جس کی طرف کر کے بولا "تم جہاز کے کپتان "لغزتیان" اور میرا تعلق نائب کپتان کے عہدے سے ہے۔ تمہاری اور ساحل ... کی موجودگی میں اس نے میری بے عزتی کی ہے، لیکن تم خاموش تماشائی بنے رہے۔ اب جو میں نے اپنے طریقوں کے ذریعے سزا دلانا چاہا ہوں تو تم اس کی طرف داری کرنے لگے ہو۔ آخر یہ کون سا قانون ہے اور یہ کہاں کا انصاف ہے؟"
داورکا کی آواز غصے کے عالم میں کانپ رہی تھی۔

"میں بالکل انصاف سے کام لے رہا ہوں داورکا۔ میں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہیں اس کی بدزبانی پر سزا دینی ہے اور اس سے اپنی بے عزتی کا انتقام لینا ہے تو یہ کام تمہیں تنہا کرنا ہوگا۔ یوں بھی اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کا سامنا کرتے ہوئے کیا نہیں تھا!"

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" داورکا نے بڑے غرور سے ... کر کہا، "میں اس سے تنہا مقابلہ کروں گا۔ لیکن مقابلہ میری پسند کے مطابق ہوگا۔ میں اس سے شمشیر زنی کا مقابلہ کروں گا اور تم دیکھو گے کہ چند لمحوں کے اندر اندر اس کے جسم کے کتنے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر جاتے ہیں۔"

"نہیں داورکا!" ایک دم الفتند پریشان ہو کر بولا۔ "ہم لوگ تو اس سے بخوبی واقف ہیں کہ تم بہت اچھے شمشیر زن ہو۔ تمہارے جہاز کا کوئی شمشیر زن موجود نہیں ہے اور تم اس فن میں کمال رکھتے ہو۔ لیکن دوسری یہ بات نہیں معلوم ہے اور اس کے لیے یہ بہت نقصان کے علاوہ منافی بھی ہوگی کہ تم اسے شمشیر زنی کا مقابلہ کرنے کے لیے کہہ جاؤ۔ وہ تمہاری اس قوت سے ناواقف ہے!"

"میں بھی اس کی جسمانی قوت سے ناواقف تھا!" داورکا نے ... کر کہا "تم بھی اس کی بے رحمانہ قوت سے ہی گیا تھا سوائے میری بے عزتی کرنے کا موقع مل گیا۔ اب اس بے عزتی کا بدلہ لینا میرا حق ہے۔ خود کپتان لغزتیان میرے اس حق کو تسلیم کرتا ہے۔ تو مجھے اس حق کے استعمال سے روکنے والے کون ہوتے ہو؟"

"میں تمہیں اس حق کے استعمال سے نہیں روک رہا ہوں الفتند" نے خفگی سے جواب دیا۔ "میرا کہنا صرف یہ ہے کہ تم غلط طریق کو نہ اپنا رہے ہو!"

"مقابلے کا طریقہ کرنے کا فیصلہ مجھے کرنا ہے!" داورکا نے طنز کر کے کہا۔ "اس نے میری بے عزتی کی ہے۔ میں اس سے تنہا مقابلہ کر کے اپنی بے عزتی کا انتقام لوں گا اور پھر وہ بھی تنہا نہیں ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں بھی تلوار ہوگی!"

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی اسے قبول کر لیا جائے۔" لغزتیان نے کہا۔

جو داورکا کی اس تجویز کا انداز یہ مخالف لغزتیان نے ... مگر وہ اس مقابلے کے لیے تیار ہے تو میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے!"

"اور اگر وہ اس کے لیے تیار نہیں ہوا تو؟" الفتند نے سوال کیا۔

"اسے تیار ہونا پڑے گا۔" داورکا نے گرج کر کہا "جب جہاز پر ہم دونوں میں سے صرف ایک زندہ رہے گا۔ میں اسے یہاں سے بھاگنے نہیں دوں گا۔ پہلا مقابلہ اس کی مرضی کا تھا، دوسرا مقابلہ میری مرضی کا ہوگا۔ تم اس سے بات کرو اور اسے بتا دو کہ اسے میرے ساتھ یہ مقابلہ کرنا ہوگا!"

"میرا خیال ہے کہ تم اس سے بات کرو!" لغزتیان نے الفتند سے کہا۔

"ابھی بات ہے!" الفتند نے مجھے بڑے لہجے میں کہا۔ "الفتند میرا دوست تھا اور اسے مجھ سے بڑی ہمدردی تھی۔ مجھے فکر تھی کہ میں شمشیر زنی کے مقابلے میں داورکا پر غالب نہیں آسکوں گا۔ وہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ داورکا اس میدان کا ماہر تھا اور میرے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا کہ شمشیر زنی میں کوئی مہارت رکھتا بھی ہوں یا نہیں۔

"مسٹر ارمن!" الفتند نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "میں نہیں جانتا کہ تم ... نوجوان کے درمیان جو معاملہ ہوا تھا اس کی گفتگو کرنا غیر ضروری ہے۔ داورکا تمہیں شمشیر زنی کے مقابلے کی دعوت دے رہا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تم شمشیر زنی میں کتنی مہارت رکھتے ہو، لیکن مجھے یہ ضرور معلوم ہے کہ داورکا ہمارے لشکر میں شمشیر زنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس کی تلوار کی زد سے بچنا بہت مشکل ہے۔ داورکا کا اصرار ہے کہ وہ تم سے شمشیر زنی کا مقابلہ کرے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ اس بار مقابلہ اس کی پسند سے ہوگا۔ مجھے اس بات پر حیرت بھی معلوم ہوتی ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم اس سے مقابلے کے لیے تیار ہو؟"

"میں تیار ہوں!" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "لیکن یہ بات ... ہو سکے گی کہ ... دینے کے ساتھ تم داورکا کو اس بات سے بھی ... کہ اگر وہ ایسے ... بار ہار گیا تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر نہیں ہوگی۔ یہ بات تم لغزتیان کو بھی بتا دو!"

الفتند میری گفتگو سن کر حیران ہو گیا۔ اسے شاید مجھ سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ "تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ "تمہیں یقین ہے کہ داورکا کی بے مثال شمشیر زنی کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ تم اس مقابلے سے انکار کر دو۔ میں کسی طرح سے نکلنے کی کوشش کروں گا!"

"تمہاری اس محبت کا بہت بہت شکریہ میرے دوست!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن میں انکار کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔ میں شمشیر زنی کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں جس کی ... تم بھی جانتے ہو کہ میں جان بچا کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں!"

"بات بہت معمولی کر جانے کی نہیں ہے ارمن!" الفتند نے کہا "بات ... وضاحت کی ہے۔ داورکا کی مہارت کو کوئی آج تک چیلنج نہیں کر سکا ہے!"

"لیکن میں اسے چیلنج کرتا ہوں!" میں نے کہا۔

"تمہاری مرضی!" الفتند نے جواب دیا۔ "میں تمہارا جواب ان لوگوں تک پہنچائے دیتا ہوں!"

جس وقت الفتند میرا جواب لے کر معمولی زبان میں ان لوگوں تک پہنچا رہا تھا، میں اس وقت نوروں بھی وہاں کھڑا تھا۔ حیرت کے مارے ... پہنچے گا۔ اس سادی ... مال کہنے میں دیر نہیں لگی۔

الفتند کی زبانی میرا جواب سن کر داورکا کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہر طرف جنگ کے میدان سے کہ وہ ارادہ کرنا کوئی آخری وصیت ہو تو سننے سے پہلے تمہیں لغزتیان کو دے دے کیونکہ تم دونوں میں اس کی قابلیت اور دوستی کا دم بھرتے ہو۔ ... کی آخری خواہش پوری کرنے کی کوششوں میں بھی شریک ہو رہا ہوگا!"

الفتند نے داورکا کی یہ بات بڑی ناگواری سے سنی۔ "میرا جواب ... اب مجھے سمجھ آ گئی۔"

"میری آخری خواہش صرف یہ ہے کہ داورکا اپنے دماغ پر ... کو دل سے ... ایسا انتقام ... میں ... کر کے مجھ سے معافی مانگے۔ یہ بھی وقت ہے میں اسے معاف کر سکتا ہوں!"

جب الفتند نے میری بات ترجمہ کر کے داورکا کو سنائی تو وہ غصے سے ... ہو گیا۔ "خوب بہت خوب!" اس نے کہا۔ "اس کی یہ خواہش تو ضرور اسی وقت پوری ہو سکے گی جب میری تلوار اس کے ... کی۔ ... ہوگی۔ ... بہت دیر ہو چکی ہوگی اور ... الفتند نے اسے تنہا ... لغزتیان سے مخاطب ہو کر کہا "مقابلہ اس وقت ... ہوگا جب تک ہم دونوں میں سے کوئی ایک ہلاک نہیں ہو جاتا۔ ... شکست تسلیم کر لینے سے مقابلہ ختم نہیں ہو جائے گا۔ اگر کوئی شکست تسلیم کر بھی لے تو اسے ... جیتنے والے کو ... کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ وہ اسے ہلاک کر ہر حال میں ...!"

"الفتند! ساحلی! تم اسے بتا دو یہ مقابلہ کہاں ہو گا؟ ... اس ... لیکن ... حسب معمول ... ہو گیا تھا۔ اب الفتند کی ... ایک بات سن کر میں نے ... کہا ... لغزتیان ... جو ... کیوں الفتند ... اب مجھے ... کچھ نہیں سنانا۔ اس کو بتا دو کہ مقابلے کے لیے کسی وقت بھی تیار ہوں!"

لغزتیان میری بات کا ترجمہ داورکا اور لغزتیان تک پہنچا رہا ... داورکا کے ساتھ جو جہازی تھے وہ بھی خاموش ...

مقابلہ سہ پہر کو ختم ہونے والا تھا۔ ... ہر اس وقت ... تک ... وہاں پہنچ گئے تھے۔

"مقابلہ بہت ایک گھنٹے کے بعد ہوگا!" لغزتیان نے اعلان کرتے ہوئے کہا۔ "ہر فریق کو حق ہوگا کہ اسلحہ خانے سے جو تلوار چاہے اپنے لیے منتخب کرے۔ اس طرح داورکا کو بھی اپنی مرضی کی تلوار منتخب کرنے کا حق ہے۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد ہم لوگ اسی جگہ پر دوبارہ جمع ہوں گے۔ اس عرصے کے دوران دونوں فریق اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔" وہ سامنے کے ساتھ ہی لغزتیان وہاں سے روانہ ہو گیا۔ لغزتیان کے ساتھ ہی دوسرا بھی مجھے خونی نظروں سے گھورتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ان کے ساتھ ایک سپاہی بھی رخصت ہو گئے۔

"تم اس کے ساتھ شمشیر زنی کا مقابلہ کرو گے۔" جہازیوں کے جانے کے بعد الفتند نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وہ خود شمشیر زنی کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے!" میں نے جواب دیا۔
"لیکن تم شاید اس فن میں اس کی مہارت سے واقف نہیں ہو!" الفتند نے کہا۔

"میں اس کے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہوں!" الفتند تم بولا "نہ جانے کیوں مجھ سے یونانی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔ الفتند کو بھی تھوڑی بہت یونانی آتی تھی۔ لیکن اس کا اصرار ہے کہ وہ داورکا سے مقابلہ کرے گا۔ وہ داورکا کو بھی نہیں جانتا کہ داورکا کو ہلاک کر دے گا۔ میری تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ زندگی کے دن پورے ہونے کو ہیں۔" الفتند کے لہجے میں اداسی جھلک رہی تھی۔

"تم پریشان مت ہو میرے دوست!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس کا چیلنج قبول کر کے کوئی غلطی نہیں کی ہے!"

"ارمن تم کو کیا ہو گیا ہے؟" الفتند نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "مجھے پوری امید ہے کہ وہ اس جنگلی بھینسے کو روک کر دے گا!"

"چلو اب ہمارے مقابلے کا وقت ہو گیا ہے۔" الفتند نے کہا "میں تمہیں جہاز کے اسلحہ خانے میں لیے چلتا ہوں۔ وہاں سے ہم ایک تلوار منتخب کر لیں گے!"

میں الفتند اور اس کے ساتھ جہاز کے اسلحہ خانے میں گیا۔ میں نے ایک بھاری سی تلوار منتخب کی۔

"یہ بہت بھاری ہے!" الفتند نے کہا "تم شاید اسے سنبھال نہیں پاؤ گے۔ ... کے ساتھ تمہیں مشکل ہو جائے گی۔ شمشیر زنی کے مقابلے کے لیے ہلکی اور باریک تلواریں زیادہ مناسب ہوتی ہیں!"

"میرا ذوق ذرا مختلف ہے!" میں نے ہنس کر کہا۔ "میں ... ویسی جیسی اور مشہور ... جو ... ہوں ... سے ..."

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible]

سکتی تھی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ارجن نے حیرت انگیز طور پر بہت بلند جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب ہمارے پاس محافظ دستے کا کوئی سربراہ موجود نہیں ہے۔ میری تجویز ہے کہ ارجن کو محافظ دستے کا سربراہ مقرر کر دیا جائے۔ میری نظر میں اس منصب کے لیے اس سے بہتر آدمی موجود نہیں ہے۔"

"کتنی عجیب بات ہے کپتان ظفر نیازی۔" ارقند نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرے ذہن میں بھی بالکل یہی خیال آیا تھا۔ مگر تم یہ بات [illegible] زبان سے [illegible] میں خود [illegible] یہ بات کہنے والا تھا۔ میری [illegible] سے بہتر [illegible] کوئی اور نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن اس کے لیے ارجن کا رضامند ہونا بنیادی شرط ہے۔" [illegible] نے کہا۔ "تم اس سے پوچھ دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔"

[illegible]

[illegible]

سے بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی پریشان نہیں ہوتا اور نہ گھبراتا ہے۔

جہاز پر فوراً ہی تمام لوگوں کو حکم دے دیا گیا کہ ہر شخص لڑائی کے لیے مستعد ہو جائے کیونکہ بحری قزاقوں کے حملے کا خطرہ ہے۔ محافظ دستے کے سپاہیوں کو حکم دے دیا گیا کہ وہ پوری طرح مسلح ہو کر لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔

اس اعلان کے ساتھ ہی سارے جہاز پر دوڑ دھوپ شروع ہو گئی۔ لوگ ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہوئے ادھر سے ادھر بھاگنے لگے اور جلدی جلدی اپنے عہدوں پر ہتھیار سنبھالنے لگے۔ محافظ دستے کے سپاہیوں نے عرشے پر مورچہ سنبھال لیا اور باقی تمام لوگوں کو عرشے پر سے ہٹا دیا گیا اور اس زبردست عرشے پر کھڑا رہنے سے منع کرنے کے باوجود وہاں سے نہیں ہٹا۔ میں، اسقند اور نفرتیان بھی عرشے پر موجود تھے۔ محافظ دستے کے سپاہی کمانوں کے چلّے کھینچ کر تیار کھڑے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی مسلح تھے مگر وہ عرشے کے بجائے جہاز کے دوسرے حصوں میں تھے اور ان کی حیثیت ایک طرح سے ریزرو فوج کی سی تھی۔

قزاقوں کا جہاز اب اتنا قریب آ گیا تھا کہ اس کے عرشے پر کھڑے ہوئے افراد کے چہرے صاف نظر آ رہے تھے۔ گو کہ ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں لیکن ان کی موجودگی اور حرکات و سکنات کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔

پھر اچانک تیروں کی پہلی باڑھ گری۔ قزاقوں کی طرف سے حملے کا آغاز ہو چکا تھا لیکن اس پہلی باڑھ میں ہمارے جہاز کا کوئی آدمی زخمی نہیں ہوا۔ زیادہ تر تیر پانی میں گرے اور جو جہاز کے اوپر پہنچے انہیں ہمارے محافظ دستے کے سپاہیوں نے اپنی مضبوط ڈھالوں پر روک لیا۔

"حملے کا آغاز ہو چکا ہے۔" نفرتیان نے چلا کر جہاز میں موجود تمام لوگوں کو اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ "سب لوگ اپنی اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیں۔ قزاق تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔"

اور واقعی قزاقوں کا جہاز بڑی تیزی سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ مجھے ایک چیز کا سب سے زیادہ خدشہ تھا اور وہ یہ کہ اگر قزاقوں نے آگ کے گولے پھینکنے شروع کر دیے تو ان سے بچنا بہت مشکل ہو گا۔ خود ہمارے پاس آگ کے گولے پھینکنے کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ جہاں تک قزاقوں کو شکست دینے کا تعلق تھا تو ظاہر ہے کہ یہ میرے لیے کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ میں تنہا سارے قزاقوں کو ختم کر کے انہیں شکست فاش دے سکتا تھا لیکن میں اپنے جہاز پر موجود لوگوں کی موت کو نہیں روک سکتا تھا۔ اور اگر قزاقوں کی جانب سے ہمارے جہاز کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی تو [illegible] ثابت ہو سکتا تھا۔ تاہم میں نے اسقند سے مشورے کے بعد کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ بالٹیوں میں پانی بھر بھر کر تیار رکھیں اور جیسے ہی قزاقوں کی طرف سے آگ کے گولے پھینکے جائیں، فوراً ہی وہ بالٹیوں کے ذریعے پانی پھینک کر آگ بجھانے کی کوشش کریں۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ہی تیروں کی دوسری باڑھ گری اور اس بار ہمارے محافظ دستے کے دو آدمی زخمی ہو گئے۔ جواب میں ہماری جانب سے تیروں کی پہلی باڑھ پھینکی گئی جس نے اپنی نظر سے تین قزاقوں کو نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جواب میں ان کی جانب سے تیروں کی ایک اور باڑھ آئی جو پہلی دونوں باڑھوں کے مقابلے میں زیادہ شدید تھی کیونکہ ان کا جہاز اب ہمارے جہاز کے زیادہ قریب آ گیا تھا اور وہ ٹھیک ٹھیک نشانہ لے سکتا تھا۔ مجھے لمحہ بہ لمحہ کوئی قدم اٹھانا تھا۔

میں، نفرتیان، اسقند اور نوداس عرشے پر کھڑے ہوئے تھے لیکن ہم لوگ تیروں کی زد سے باہر تھے۔ اب میرے عمل کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ "اسقند" میں نے اسقند سے مخاطب ہو کر قدیم زبان میں کہا۔ "تم محافظ دستے کے سپاہیوں کی نگرانی کرو اور سب سے زیادہ اس بات پر دھیان دو کہ قزاقوں کی طرف سے آگ لگانے والے گولے پھینکے جانے کی صورت میں زیادہ نقصان نہ ہونے پائے۔ میں چلا۔"

"تم کہاں چلے؟" اسقند نے گھبرا کر مجھ سے پوچھا۔

"قزاقوں کے جہاز پر۔" میں نے جواب دیا اور جہاز کے دوسرے سرے سے چھلانگ لگا دی۔ ابھی میں نے چھلانگ لگائی ہی تھی کہ میرے کانوں نے نفرتیان کو کہتے سنا: "لو بھائی، نوداس تو ہم سے رخصت ہو گیا۔ انتہا کر دی۔ اور اب ہم لوگوں کو تنہا اس کے بغیر ہی ان قزاقوں سے نمٹنا ہو گا۔"

میں چھلانگ لگا چکا تھا اور ظاہر ہے کہ اب میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ میں نفرتیان کو یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ میں اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کر کہیں نہیں جا رہا ہوں بلکہ خود ان لوگوں کی جانیں بچانے کا بندوبست کر رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہوا کہ نفرتیان میرے بارے میں اس قدر احمقانہ باتیں کیسے سوچ سکتا ہے کہ میں ان لوگوں کو مصیبت میں چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے یوں فرار ہو جاؤں۔ تاہم مجھے یقین تھا کہ کچھ دیر بعد جب ساری صورت حال لوگوں کے سامنے آ جائے گی تو نفرتیان کو اپنے اس رویے پر شرمندہ ہونا پڑے گا۔

میں نے اپنے جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ میں نے [illegible] کی جگہ منتخب کیا اور [illegible] تک [illegible] ہمارے جہاز کی [illegible] آئی۔ اس بار وہ تیر [illegible] بھی میرے [illegible] جہاز پر موجود لوگوں نے [illegible] دیکھ لیا ہو گا [illegible] یہ سمجھا ہو گا کہ میں [illegible] گیا۔ کیونکہ ایک بار تیروں کا نشانہ بننے کے بعد بھی [illegible] زندہ بچنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا۔

لیکن ظاہر ہے کہ میں تو زندہ تھا اور پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا قزاقوں کے جہاز کی طرف خاموشی سے بڑھ رہا تھا۔ ذرا دیر میں میں ان کے جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ میں چونکہ محافظ دستے کا سالار تھا، اس لیے میرے جسم پر ہر طرح کے ہتھیار موجود تھے اور میں نے ان ہتھیاروں سمیت ہی سمندر میں چھلانگ لگا دی تھی۔ میں قزاقوں کے جہاز کے پیندے کے عین بیچوں بیچ پہنچ کر رک گیا اور اس کے بعد میں نے اپنی کمر سے بندھا ہوا ایک تیز دھار والا مضبوط خنجر نکالا اور آہستہ آہستہ پیندے میں سوراخ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جہاز کے پیندے کی لکڑی بہت مضبوط اور موٹی تھی اور اس میں سوراخ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ میں نے بڑی طاقت اور قوت کے ساتھ خنجر کے ذریعے پیندے پر ضربات لگانی شروع کر دیں۔ شروع میں یہ ضربات ہلکی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی قوت اور کارکردگی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ مجھے اب یہ نہیں معلوم تھا کہ اوپر کیا صورت حال ہے۔ کیونکہ میں پانی کے اندر کافی نیچے موجود تھا اور برابر اپنا کام کیے جا رہا تھا۔ بڑی محنت اور بہت سی ضربات کے بعد لکڑی کے پیندے میں ایک چھوٹا سا سوراخ نمودار ہو گیا۔ اب مجھے اس سوراخ کو بڑا کرنا تھا۔ میں نے اسے مزید ٹھونک ٹھونک کر آہستہ آہستہ بڑا کرنا شروع کر دیا۔ یہ نہایت مشکل اور صبر آزما کام تھا اور کوئی عام انسان اسے آسانی سے انجام نہیں دے سکتا تھا۔ خود مجھے بھی اس کام میں کافی مشکل درپیش آئی۔ بہرحال جب یہ سوراخ اتنا بڑا ہو گیا تھا کہ اس میں سے کافی پانی اندر جا سکتا تھا، میں نے سوچا، جہاز کو شدید نقصان پہنچ چکا تھا لیکن ظاہر ہے کہ صرف ایک سوراخ کافی نہیں تھا۔ قزاق لکڑی کے تختے ٹھونک کر اس سوراخ کو بند کر سکتے تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مزید سوراخ کیے جائیں۔ لیکن فی الحال مجھے یہیں پر ہی اکتفا کرنا تھا کیونکہ زیادہ ضروری بات یہ تھی کہ میں اپنے جہاز کے لوگوں کو ہلاکت اور تباہی سے بچاؤں۔

چنانچہ میں جہاز کے پیندے سے نکل کر اس کے پچھلے حصے کی طرف آ گیا۔ میں نے جہاز کی دیوار کو پکڑ کر آہستہ آہستہ اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بالکل کنارے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے جہاز کے کٹہرے پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اپنے جسم کو اوپر اٹھایا۔ اب میں جہاز کے اندر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ سارے کے سارے لوگوں کا رخ سامنے کی طرف تھا کیونکہ ہمارا جہاز سامنے کی طرف تھا اور سارے قزاقوں کی توجہ اسی طرف مبذول تھی۔

میں آہستہ سے اندر کود گیا اور کسی کی نظر مجھ پر نہیں پڑی۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور مجھے وہ جگہ نظر آ گئی جہاں سے آگ کے گولے پھینکے جانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا سیدھا اسی طرف پہنچا۔ وہ دو قزاق تھے اور دونوں بیٹھے [illegible] جنہیں [illegible] کام پر مامور کیا گیا تھا اور وہ پیالوں میں بیٹھے آگ کے گولے تیار کر رہے تھے۔ میں اتفاق سے ان کے پیچھے پہنچ گیا اور وہ لوگ اس طرح سے کھڑے ہوئے تھے کہ دوسرے لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں تھے۔ مجھے یہ بات بہت مناسب معلوم ہوئی۔ میں نے ان کے قریب پہنچ کر ان دونوں کے سروں پر ایک ایک گھونسا رسید کیا اور وہ دونوں حلق سے کوئی آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ان کے ناک، کان اور منہ سے خون جاری تھا۔

میں نے سامنے کے رخ پر نظر ڈالی۔ ہمارا جہاز سامنے کھڑا ہوا تھا اور قزاقوں کا جہاز تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اب دونوں جہازوں کا درمیانی فاصلہ بہت کم ہو گیا تھا اور کوئی دم جاتی تھی کہ دونوں آپس میں مل جانے والے تھے۔

میں نے ان دونوں آدمیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کے گولے اور ان کا سارا ساز و سامان اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ ابھی تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اپنے جہاز کی طرف نظر ڈالی۔ وہاں عرشے پر کھڑے ہوئے تیر انداز حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان میں دو دوست بھی تھے جنہوں نے ان کے چہرے پر [illegible] کے ساتھ [illegible] ہوئے دیکھ لیا۔

ٹھیک اسی وقت ایک قزاق کی نظر مجھ پر پڑی اور [illegible] وہ تیزی سے میری طرف لپکا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے دیگر ساتھیوں کو جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا، میرے بارے میں بتا [illegible] میں نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے میں اسے ختم کر چکا تھا۔

اب میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے آپ کو [illegible] کیونکہ قزاقوں کی طرف سے تیروں کی بارش میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور میرے جہاز کے لوگ اس سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے۔ چنانچہ میں ایک چھلانگ لگا کر ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا جو تیر چلا رہے تھے۔ وہ سب کے سب مجھے دیکھ کر سخت حیران اور بڑی حد تک خوفزدہ بھی ہو گئے۔ ان کے لیے یہ سمجھنا واقعی مشکل تھا کہ میں کہاں سے نازل ہو گیا۔ آسمان سے گرا ہوں یا جہاز کے اندر سے برآمد ہوا ہوں۔ میں نے ایک قزاق کی تلوار اس کے ہاتھ سے لے لی جسے میں نے سمندر میں پھینک دیا تھا [illegible] پر ٹوٹ پڑا اور [illegible] چاروں طرف [illegible] جانے لگے۔ میں بڑی تیزی سے اپنی تلوار کو گھماتا ہوا [illegible] کی کوشش کر رہا تھا کہ [illegible] کی تلواروں [illegible] ساتھ ساتھ میں [illegible] تھا۔

اسی اثناء میں دو قزاق پیچھے سے [illegible] جہاز [illegible] جنہوں نے [illegible] بہت پانی بھر [illegible]

جگہ لیٹ گیا جس سے پانی اندر آ رہا ہے۔ میں ان کی حیرت و پریشانی کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا۔

اس حیرت انگیز خبر سے قزاقوں میں ہلچل مچ گئی۔ بہت سے قزاق، جن میں قزاقوں کا سردار بھی شامل تھا جو بہت لباس اور وضع قطع سے الگ پہچانا جاتا تھا، نیچے کی طرف دوڑ پڑے۔ جیسے ہی وہ کچھ اور قزاقوں کو جمع کر کے گیا، تیر اندازوں کے وار میں بھی ذرا کمی آ گئی۔ میرے لیے موقع مناسب تھا۔ [illegible] عرشے پر موجود قزاقوں کا قتل عام شروع کر دیا اور انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک نظر سامنے اپنے جہاز کی طرف ڈالی۔ [illegible] عرشے پر کھڑے ہوئے اس ناقابل یقین منظر کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے انہیں دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ جواباً انہوں نے بھی ہاتھ ہلایا۔ قزاقوں کے جہاز کی تیز رفتاری میں کمی آ گئی تھی اور وہ اب آہستگی کے ساتھ جانب جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عرشے پر موجود قزاقوں میں ذرا دیر میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ وہ اب مجھ سے دور رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ جو پہلے بڑھ بڑھ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے، اب میری زد سے دور رہنا چاہتے تھے۔ میں نے کئی قزاقوں کو کہتے سنا کہ یہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی دیو یا جن ہے۔ انسان جیسی [illegible] وغیرہ۔ میں ان کی احمقانہ باتوں پر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔

لیکن بالکل جیسے عرشے پر لڑنے والوں کو ہوش آ گیا۔ انہوں نے غالباً یہ سمجھ لیا کہ اگر وہ اسی طرح پسپا ہوتے رہے تو ذرا دیر میں ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ترکیب اختیار کی۔ قریب آنے کے بجائے دوری سے ہتھیار پھینک پھینک کر مجھے مارنے لگے۔ انہیں امید تھی کہ اس طرح وہ مجھے کم از کم شدید طور پر زخمی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان کی یہ امید بھی پوری نہیں ہوئی کیونکہ ان کے کسی ہتھیار نے میرے جسم پر کوئی اثر نہیں کیا۔ وہ یہ دیکھ کر سخت حیران تھے کہ ان کے کئی ہتھیار میرے جسم سے مس ہوئے لیکن مجھے کوئی نقصان پہنچائے بغیر نیچے گر پڑے۔ اب انہیں واقعی اس بات کا یقین آ گیا ہوگا کہ میں کوئی مافوق الفطرت شے ہوں۔

اس اثنا میں کئی قزاق نیچے سے اوپر آئے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ بالکل حواس باختہ نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے میری طرف دیکھا بھی نہیں اور مجھ پر کوئی توجہ دیے بغیر اپنے ساتھیوں کو یہ اطلاع دینے لگے کہ [illegible] پانی بھر رہا ہے اور جہاز [illegible] جہاز میں سخت افراتفری اور دہشت پھیل گئی۔ اس اثنا میں [illegible] نیچے سے اوپر آ گیا۔ [illegible] کشتیاں پانی میں [illegible]۔ لیکن اس

حکم دینے سے پہلے ہی بہت سے قزاق کشتیوں کی طرف دوڑ پڑے تھے اور انہیں پانی میں اتار رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا، جہاز تیزی سے پیچھے کو بیٹھ رہا ہے۔ قزاقوں نے اب جنگ بالکل بند کر دی تھی۔ وہ سخت پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ میں نے بھی ان پر حملے بند کر دیے تھے کیونکہ میں اب ان کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جلد یا بدیر وہ سب کے سب موت کا شکار ہو جائیں گے۔

اس اثنا میں قزاقوں کا سردار میرے قریب آیا۔ اس نے غور سے مجھے دیکھا اور پھر حیرت بھری آواز میں بولا: "تم کون ہو؟ اور ہمارے جہاز میں کس طرح آ گئے؟ تم نے تنہا ہمارے اتنے بہت سے آدمیوں کو کس طرح ہلاک کر دیا؟"

"میں تم لوگوں کی موت ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"میں نے ہی تمہارے جہاز کے پیندے میں سوراخ کیا ہے۔"

"تو نے سوراخ کیا ہے؟" سردار نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ "مگر کس طرح؟ تو وہاں کیسے پہنچا؟"

"مجھے وہاں پہنچنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں سمندر میں تمہارے جہاز کے نیچے موجود تھا اور وہاں سے میں نے اس کے پیندے میں سوراخ کر دیا۔"

"ناممکن! یقین نہیں آتا۔" سردار نے کہا۔ "لیکن تو بیچ سمندر میں آیا کہاں سے آیا؟"

"میں اس جہاز سے آیا ہوں جس پر تم لوگ حملہ کر کے اسے لوٹنا چاہتے تھے۔" میں نے سامنے اپنے جہاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مگر تو وہاں سے یہاں [illegible] بہت سے [illegible] جو تم نے ہمارے جہاز [illegible] کر سکے ہیں [illegible] اب [illegible] موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اور اس کے ساتھ ہی [illegible] کر جارحانہ انداز میں میری طرف بڑھا۔ غالباً اسے اپنی شمشیر زنی پر بہت ناز تھا۔

"اس کمینے کو موت دو۔ یہی دکھو تو بہتر ہے۔" میں نے [illegible] طرف [illegible] کہا: "موت تم سب لوگوں کا مقدر بن چکی ہے۔ [illegible] تمہیں اب کوئی نہیں بچا سکتا۔ میں خود تمہارے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا۔ بہتر ہے کہ سمندر تمہیں نگل لے۔"

لیکن سردار کچھ زیادہ ہی جوش میں تھا۔ اس پر میری باتوں کا [illegible] نہیں ہوا اور وہ ایک وحشیانہ چنگھاڑ کے ساتھ مجھ پر [illegible] اس کا حملہ [illegible] بڑی تیزی کے ساتھ کیا اور واقعی بڑی تیزی کے [illegible] میرا ہاتھ بھی گھوما [illegible] اس کی تلوار نیچے فرش پر پڑی تھی اور اس کی کلائی میرے ہاتھ کی مضبوط گرفت میں تھی۔ [illegible] ادھر بھاگنے کی کوشش کی لیکن یہ دیکھ کر وہ سخت حیران ہو گیا کہ [illegible] جنبش نہیں کر رہا تھا۔ وہ بے بسی کے عالم میں [illegible]

[illegible] نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن [illegible] کسی لوہے کے شکنجے میں کسا ہوا ہو کیونکہ [illegible] بھی ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔ وہ گھبرا گیا اور اس نے اچھل کر میرے پیٹ پر لات مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ اب وہ بالکل بے بس ہو گیا تھا۔ اچانک اس کی آنکھوں سے خون جھلکنے لگا۔ [illegible] میں ایک بار پھر جہاز نے ایک جھٹکا لیا اور وہ تیزی سے پانی کے [illegible] دھنسنے لگا۔ میں نے قزاقوں کے سردار کے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیے [illegible] وہ مجھ سے دور بھاگتا چلا گیا۔ لیکن اس کا جذبۂ انتقام [illegible] ہوا تھا۔ [illegible] پہنچ کر اچانک کمر سے اڑسا ہوا خنجر نکالا اور ٹھیک [illegible] کر پوری قوت سے میرے سینے پر پھینک دیا۔ خنجر میرے سینے [illegible] فرش زمین پر گر گیا اور سردار کے منہ سے حیرت بھری چیخ نکل گئی۔

اس دوران ایک بڑا عجیب تماشا ہوا۔ سردار قزاق ادھر میرے [illegible] مصروف تھا، ادھر قزاقوں نے کشتیاں پانی میں اتار کر بھاگنا شروع کیا۔ ان کے جہاز پر نفسا نفسی اور افراتفری کا عالم تھا۔ کسی کو کسی کی [illegible] نہیں تھی۔ ایک ایک کشتی میں اس کی گنجائش سے کہیں زیادہ لوگ بھر [illegible] ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ کشتی میں سے جگہ مل جائے۔ اس [illegible] کی کشتیاں الٹ گئیں اور ان میں بیٹھے لوگ بکریوں کی طرح چیخ چیخ کر [illegible] سمندر میں گر کر ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ سمندر سخت متلاطم اور [illegible] تھا۔ ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکا۔ اگر کوئی بچ جاتا تو جاتا بھی کہاں [illegible] اور دور تک پتا نہیں تھا۔ سمندر میں گرنے والوں کے [illegible] یقینی موت کی بانہیں [illegible] کے علاوہ اور کوئی پناہ نہیں [illegible]

قزاقوں کی ایک اچھی خاصی تعداد سمندر کی موجوں کی نذر ہو گئی۔

[illegible] ہمارے جہاز کی جانب سے مسلسل تیر اندازی جاری تھی۔ [illegible] سے کئی قزاق ہمارے تیر اندازوں کے تیروں کا نشانہ بنے۔ زیادہ [illegible] کی زد سے دور رہنے کی کوشش میں ادھر ادھر بھاگ رہے [illegible] تیزی کے ساتھ پیچھے جھکتا چلا جا رہا تھا۔ اچانک ہمارے جہاز [illegible] ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور قزاقوں کے سردار کے بازو میں [illegible] پیوست ہو گیا۔ وہ ایک آہ کے ساتھ فرش پر گر پڑا لیکن پھر فوراً ہی اٹھ [illegible] کیا۔ وہ سخت جان اور بڑا دلیر آدمی تھا۔ اس نے [illegible] تیر کھینچ کر بازو سے نکال پھینکا۔ اس کے بازو میں سے خون [illegible] رہا تھا لیکن وہ خون کی پروا کیے بغیر تیزی سے اس طرف [illegible] کشتیاں سمندر میں اتاری جا رہی تھیں۔ اس کی [illegible] جب اس نے یہ دیکھا کہ ساری کی کشتیاں وہاں [illegible] جا چکی ہیں اور ان کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہیں۔ [illegible] ایک کشتی جا رہی تھی جس میں کچھ قزاق سوار تھے۔ باقی [illegible] ڈوب کر غائب ہو چکی تھیں۔ مایوسی اور [illegible] کے ساتھ [illegible] جہاز پر اب کشتیاں موجود نہیں تھیں جو

جہاز سے موجود سلامت لوگوں کو پہنچا سکیں [illegible] تھے اور وہ سب کے سب حسرت و یاس کے عالم میں کھڑے [illegible] تھے۔ انہی میں سردار خود بھی شامل تھا۔ لیکن ان کی حسرت [illegible] کشتیاں موجود نہیں تھیں۔ بالآخر جہاز نے ایک اور جھٹکا لیا اور [illegible] سمندر پانی میں ڈوب گیا۔

میں نے سوچا اب اس جہاز پر میرا مزید ٹھہرنا فضول ہے۔ میں نے اپنا کام کر دیا تھا۔ قزاقوں کی بڑی تعداد موت کی نذر ہو گئی۔ بڑی تعداد [illegible] جو کچھ قزاق زندہ بچے تھے، وہ بھی ڈوب کر ہلاک ہو جانے والے تھے۔ ان کو اس جہاز سے اب کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ ان کی قسمتوں کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک بار اپنے جہاز پر نظر ڈالی۔ نمایاں طور پر نظر آنے والوں میں کپتان، معتمد اور دوسرے لوگ شامل تھے۔ سب مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ پھر جب میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی تو ان لوگوں میں سے کئی کے منہ سے حیرت اور خوف بھری چیخیں نکل گئیں۔ میں ایک ہی لمحے میں [illegible] سمندر میں کود پڑا۔

میں نے سمندر میں کودنے کے ساتھ ہی قزاقوں کے جہاز نے ایک زبردست جھٹکا لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ زیر آب چلا گیا۔ میں تیرتے ہوئے رک کر اس کی غرقابی کا منظر دیکھنے لگا۔ پورا جہاز انسانوں سمیت جو اس پر موجود تھے، دیکھتے ہی دیکھتے قزاقوں کو سمیت بالکل غائب ہو گیا تھا۔ اب صرف اس کے مستول کا کچھ حصہ پانی سے [illegible] نظر آ رہا تھا۔ کسی انسان کی شکل نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سب کے سب غرقاب ہو چکے تھے۔

میں تیرتا ہوا اپنے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عرشے پر بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک کشتی جہاز کے عرشے سے سمندر میں اتاری گئی۔ یہ سمجھ گیا کہ وہ میرے لیے کی طرف لٹکائی گئی تھی۔ کشتی والوں نے مجھے اشارہ کیا۔ میں کشتی میں سوار ہو جاؤں۔ یہ کشتی اس طرح اتاری گئی تھی کہ وہ [illegible] مضبوط رسیوں کے ذریعے جہاز سے بندھی ہوئی تھی۔ [illegible] اوپر کھینچا جا سکتا تھا۔ [illegible] مجھے اس کشتی کی ضرورت نہیں تھی، تاہم میں نے ان لوگوں کا دل رکھنے کے لیے کشتی کو پکڑ لیا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میرے کشتی میں سوار ہوتے ہی ان لوگوں نے کشتی کو اوپر کھینچنا شروع کر دیا اور ذرا دیر میں اوپر پہنچ گیا۔

جہاز کے اوپر پہنچتے ہی میرا شاندار اور والہانہ انداز میں استقبال کیا گیا۔ کپتان نے جوش مسرت سے بے قابو ہو کر مجھے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد معتمد مجھ سے بغل گیر ہوا اور اس کے بعد کئی دوسرے لوگ بھی مجھ سے گلے ملے۔

"اے معتمد۔" کپتان نے کہا۔ "اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو تمہارے جسم میں تو کسی کی روح ہے جو کہ اس کی جرأت اور بہادری کی کوئی انتہا نہیں تھی

...کے جہاز میں جو گھسا تھا اس نے بہت سے قزاقوں کو ہلاک کیا جبکہ اس کے اپنے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی۔ تو یہ ماجرا ہے۔ اس سے کہو کہ جلدی تیر قوس کو دور کرنے کے لیے یہیں پر بیٹھ جائے۔

ارقند نے جیسے ہی نفرتیان کی باتوں کا مصری زبان میں ترجمہ کیا، میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "مجھے چونکہ جہاز کی حفاظت کا فرض سونپا گیا تھا لہٰذا اس فرض کو نبھانے کی خاطر مجھے جو کچھ کرنا پڑا وہ میں نے کیا ہے۔" میں نے گول مول سا جواب دیا اور ارقند نے اس کا ترجمہ کر دیا۔

"لیکن یہ سب کچھ کیسا؟ تم نے تو یہ کبھی نہیں بتایا۔ یوں لگتا ہے ہم لوگ کوئی خوفناک خواب دیکھ رہے ہوں۔" نفرتیان نے کہا۔ "آخر اس کا مطلب کیا ہے؟" میں نے ارقند سے پوچھا کیونکہ وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔

"زنوبا اس کے شانے پر زخم آگیا ہے؟" ارقند نے آہستہ سے بتایا۔ "قزاقوں کی طرف سے آنے والے ایک تیر نے اس کا شانہ چھلنی کر دیا ہے؟"

"وہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا اس جہاز پر کوئی طبیب موجود ہے جو بیماروں اور زخمیوں کا علاج کر سکے؟"

"کیوں نہیں!" ارقند نے جواب دیا۔ "وہ ہے ایک نامی گرامی طبیب ہے جو اس جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ اس کے پاس بہت سی دوائیں بھی موجود ہیں جن سے زخموں کو اچھی طرح دھو کر ان پر پٹی باندھ دی ہے۔ اس وقت زنوبا آرام کر رہی ہے۔"

"مجھے زنوبا کے پاس لے چلو۔" میں نے ارقند سے کہا۔

ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ارقند نے ایک قدم ہی آگے بڑھایا تھا کہ نفرتیان نے اسے روک لیا۔

"ارقند!" اس نے کہا۔ "اس سے یہ تو پوچھو کہ قزاقوں کا جہاز ڈوبا کس طرح؟ یہ اچانک ہی سا کیا ہو گیا تھا؟" ارقند نے رک کر ترجمہ کیا۔

میں انہیں اصل بات نہیں بتانا چاہتا تھا ورنہ ضرور وہ شاید لوگ حیرت کے مارے ہی پاگل ہو جاتے۔

"جہاز کے پیندے میں کسی طرح کوئی سوراخ ہو گیا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں کو اس بات کا علم اس وقت ہوا جب اس سوراخ کے ذریعے کافی پانی جہاز کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ اب کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تھی اور سوراخ کو بند کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ پانی کے دباؤ کے ساتھ ساتھ سوراخ کا منہ بھی بڑا ہوتا گیا اور پانی سے جہاز میں تیزی سے بھر گیا اور وہ ڈوب گیا۔" ارقند نے میری باتوں کا ترجمہ کیا۔

"کتنی عجیب بات ہے!" نفرتیان نے کہا۔ "جہاز میں سوراخ بھی عین اسی وقت ہونا تھا جب وہ لوگ ہم پر حملہ کر رہے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ قدرت کو ہماری بہتری اور زندگی منظور تھی، ورنہ ان لوگوں نے ہمیں تباہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔" ارقند نے نفرتیان کی بات کا ترجمہ کیا۔

میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ارقند میرے ساتھ تھا۔ عرشے پر پہنچنے تک جہاز سارے ہی لوگ موجود تھے جو مطمئن نظر آ رہے تھے۔ جن کا سامنا جہاز میں تھا، وہاں جگہ جگہ بھرے ہوئے تھے۔ تمام لوگ حیرت، تحسین اور تشکر کے ملے جلے احساسات کے ساتھ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے اُن بہت سے لوگوں نے جو مصری زبان سے واقف تھے، آگے بڑھ کر مجھے بہادری کا مظاہرہ کرنے پر مبارک باد پیش کی اور میری بے باکی، بہادری اور قوت کو سراہا۔ اکثر لوگوں نے سبب یا سہارے کی ایک نہ ایک بات کہہ کر مجھے گلے لگا لیا۔ بعض ایسے بھی تھے جو مصری یا یونانی زبان نہیں جانتے تھے، انہوں نے اشاروں کے ذریعے مجھے خراج تحسین پیش کیا۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ میں مسکراتا ہوا ہر ایک کی بات کا جواب دیتا ہوا ان کی جانب سے مدح اور شکر قبول کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور ارقند کی رہنمائی میں ایک کیبن تک پہنچا جو بالائی خانے کے قریب تھا۔ میں اور ارقند اس کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ سامنے ایک کوچ پر زنوبا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں بازو پر ایک پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ کافی نڈھال نظر آ رہی تھی۔ مجھے اور ارقند کو دیکھتے ہی وہ کوچ پر لیٹے لیٹے اٹھ بیٹھی۔

"لیٹے رہو زنوبا، بیٹے رہو!" میں نے نرمی سے اس سے کہا۔ "تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں اب بہت ٹھیک ہوں، مطمئن رہو۔" اس نے جواب دیا اور سنبھل کر کوچ پر بیٹھ گئی اور ہم دونوں سے کہا۔ "بیٹھنے کی دعوت دی۔" ہم دونوں بھی کوچ پر ہی بیٹھ گئے۔

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ تم قزاقوں کے تیروں سے بچ گئے ہو۔" زنوبا نے کہا۔ "میں نے کہا، مجھے بہت افسوس ہے کہ تمہارا زخم زیادہ گہرا نہیں ہوا ہے گے اور تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

"تم تمہاری ان نیک خواہشات کا شکریہ۔" زنوبا نے جواب دیا۔ "مجھے دلی مسرت ہے کہ تم نے میرا اتنا خیال کیا ہے کہ تم مجھے دیکھنے کے لیے یہاں چلے آئے۔" میں نے اس بات کی بے حد خوشی ہے۔ یاد رکھنا اور میری کمی کو محسوس کیا۔

"اس میں شکریے کی کوئی بات نہیں ہے۔" زنوبا نے آہستہ سے جواب دیا۔ "تم ہمارے دوست ہو اور دوستی کو نبھانا کیا یاد رکھنا؟"

"ٹھیک، زنوبا، تم بہت اچھی ہو۔" ... ارقند بہت ساری باتیں کرتے جاتے ہیں۔ "مجھے یقین ہے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔"

"اس کی کوئی وجہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں!" زنوبا نے سکون سے کہا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ تم بہت سے نا واقف ہیں۔ جبکہ میں تمہاری حقیقت کو بھی جانتی ہوں۔"

"تم میری حقیقت کو کیسے جانتی ہو؟ حالانکہ میں تو تم سے بالکل ہی اجنبی ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تم وہ ہو جو کچھ کو نظر ہی نہیں آتا۔" زنوبا نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو تم نظر آتے ہو۔ تم اصل میں وہ ہو جو نظر نہیں آتے ہو۔"

"زنوبا! جانے کیا پہیلیاں بجھوا رہی ہے۔" ارقند نے کہا۔ "اس کی باتیں تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"پیارے دوست!" زنوبا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں اب اس قسم کی گفتگو کو طول نہیں دینا چاہتی تھی۔ اب چاہتی ہوں کہ تم دونوں آرام کرو تاکہ تم جلد صحت یاب ہو جاؤ۔"

"مجھے حکیم و معالج کی معالجت پر پورا بھروسا ہے۔" زنوبا نے جواب دیا۔ "وہ ماہر اور تجربہ کار ہے۔ اس نے میرا علاج کر دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے جلد ہی اچھا کر دے گا۔ وہ تو شکر ہے میرے بازو کی ہڈی نہیں ٹوٹی ورنہ اس کے جڑنے میں کافی دن لگ جاتے۔ اب زخم میں زیادہ تکلیف ہے اور نہ ہی زیادہ خطرناک ہے۔ میں جلد ہی ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

میں اور ارقند اس سے چلے آئے۔

وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے محافظ دستے کے تمام لوگوں کو حکم دیا۔ میرے حکم کے تھوڑی دیر کے بعد لاشوں کو سامنے لا کر رکھ دیا گیا۔ وہ مسکراتی ہوئی مجھ سے ملی جیسے ہی وہ ان کے ساتھ مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کی دلی خوشی جیسے چہرے پر عیاں تھی۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ قزاقوں کے تیروں سے ہمارے کتنے آدمی ہلاک اور کتنے زخمی ہوئے ہیں؟" میں نے نائب کو حکم دیا۔

نائب نے کہا: "ہمارے قریب قریب سب ہی لوگ زخمی ہوئے ہیں، جیسے آپ نے دیکھا کہ وہ پہلے ہی سارا حملہ کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ زخمی ہونے والوں میں سے ایک دو اس قدر شدید زخمی ہیں جن کا بچنا ممکن نظر نہیں آتا۔"

اسی دوران نفرتیان بھی وہاں آ گیا تھا۔ اور ارقند پہلے سے موجود تھا۔

"محافظ دستے کے پانچ آدمی ہلاک اور تین زخمی ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک اور آدمی مزید زخمی ہو گئے ہیں جن کا مطلب ہے کہ زخمی ہونے والوں کی تعداد..." میں نے ارقند کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے دوست! ہم بہت سستے میں چھوٹ گئے؟"

"ہم واقعی بہت سستے چھوٹ گئے۔" ارقند نے جواب دیا۔ "قزاقوں کے ساتھ ہم کو لڑائی ہوئی تو ہم نہیں کہہ سکتے تھے کہ اس لڑائی کا کیا انجام ہوتا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہم قزاقوں سے ہار جاتے اور ہمارے تمام آدمیوں کو ہلاک کر کے سارا مال و اسباب لوٹ لیا جاتا۔"

"کیا یہ سب ہماری ہی وجہ سے ہوا؟" نفرتیان نے پوچھا۔ "تم اگر نہ ہوتے تو یہ جہاز قزاقوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا اور ہم بہت ہی نقصان اٹھاتے۔"

ارقند نے اسے بتایا کہ ہم لوگوں میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔

"وہ بالکل ٹھیک کہتا ہے!" نفرتیان نے قدیم مصری زبان میں کہا۔ "بلاشبہ قزاقوں کی طاقت بہت زیادہ تھی۔ اگر اس کی بہادری اور شجاعت کی غیبی طاقت ہمارے شامل حال نہ ہوتی تو خدا جانے ہم لوگوں کا کیا حشر ہوتا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔"

ارقند نے جیسے ہی نفرتیان کی باتوں کا ترجمہ کر دیا۔

"میں نے آج رات جہاز پر ایک خصوصی جشن کا اہتمام کیا ہے۔" نفرتیان نے کہا۔ "پہلے تو ان لوگوں کی بہادری کو خراج تحسین پیش کیا جائے گا جو لڑتے ہوئے ہلاک ہوئے اور جن کی جانیں مالک کو پیاری ہو گئیں۔ اس کے بعد زندہ بچ جانے والے لوگ دیوتاؤں کی خدمت میں شکرانہ پیش کریں گے۔"

ارقند یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے جلدی جلدی نفرتیان کی باتوں کا ترجمہ کر دیا۔ میں نے بھی اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

اور اس رات واقعی بڑی دھوم دھام کا جشن منایا گیا۔ جہاز میں ہر طرف چراغاں کیا گیا اور گوشے گوشے میں مشعلیں روشن کی گئی تھیں۔ زنوبا زخمی ہونے کے باوجود اس جشن میں شرکت کو آئی۔ تمام لوگوں کو خوب سیر ہو کر لذیذ غذائیں کھانے کا موقع ملا۔ کھانے کے بعد تیز شراب اور اعلیٰ درجے کی شراب پیش کی گئی، لیکن نفرتیان نے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا کہ کوئی بھی شخص ضرورت سے زیادہ شراب پی کر آپے سے باہر نہ ہو جائے۔ وہ تمام لوگوں کی سختی کے ساتھ نگرانی کر رہا تھا۔

اس کے بعد رقص و سرود کی محفل جمی۔ میں ان سارے ہنگاموں میں دل و جان سے شریک تھا۔ لوگوں نے قدیم مصری زبان میں ماحول کے حسین و دلفریب گیت گائے۔ ایک شخص نے ایک مشہور و مقبول نغمہ گا کر سنایا۔ بعض لوگوں نے میری خوشنودی کی خاطر یونانی زبان کے کئی گیت گائے۔ کچھ لوگوں نے یونانی زبان کے گیت بھی گائے۔ گیت کے ساتھ ساتھ رقص کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ شب تمام ہوتے ہوتے رات گئے تک خوب دھما چوکڑی مچی رہی۔ زنوبا نے اپنی حالت کے باوجود...

جشن میں حصہ لیا اور اس میں یونانی نوجوانوں کے دو جھٹ بھی گئے۔
موسم نہایت خوشگوار تھا۔ فضا میں ٹھنڈی سمندری ہوا کے جھونکوں
نے سب پر جیسے نشہ سا طاری کر دیا تھا۔ سارے لوگ بے حد خوش تھے۔
[illegible] خوشی کے عالم میں [illegible] ان
[illegible] بالکل فراموش کر دیا تھا جو قزاقوں کے ہاتھوں
ہلاک ہو گئے تھے۔ جشن کے شروع میں ان لوگوں کی یاد میں کچھ کلمات
کہے گئے تھے اور ان کی روحوں کے لیے سکون و مسرت کی دعائیں بھی کی
گئی تھیں۔ اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے ہنگاموں میں مصروف ہو گئے
تھے۔ پھر کسی نے بھولے سے انھیں یاد بھی نہیں کیا۔

رات بھیگ رہی تھی اور تھکے ہارے لوگ اب عرشے پر ہی
گر کر سو رہے تھے۔ دماغوں پر شراب اور رقص و موسیقی کا نشہ طاری
تھا اور آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ اسی عالم میں لوگوں نے عرشے
پر ہی لیٹ لیٹ کر سونا شروع کر دیا۔ وہ سب کے سب نہایت مطمئن
اور خوش و خرم تھے اور بہت تھکے ہوئے بھی تھے اس لیے لیٹتے ہی
انھیں نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ میں بھی عرشے پر ہی ایک طرف
لیٹ گیا۔ ذرا دیر میں سارے جہاز پر سناٹا چھا گیا اور صرف وہ لوگ
جاگ رہے تھے جو ڈیوٹی پر تھے۔ جہاز بہت روانی کے ساتھ اپنی منزل
کی طرف رواں تھا۔ میں اس سناٹے کے عالم میں یہ سوچ رہا تھا کہ [illegible]
[illegible] میرے منتظر ہیں۔ میں نے
ان لوگوں سے [illegible] کبھی ہند نہیں گیا ہوں لیکن جیسا کہ
تمھیں معلوم ہے [illegible] ہندوستان کوئی اجنبی ملک نہیں تھا
لیکن ساتھ ہی مجھے اس کا علم بھی تھا کہ ہندوستان بذات خود ایک بہت
ہی وسیع و عریض ملک ہے۔ اس سے پہلے میں ہندوستان کے شمالی
حصے کے ایک چھوٹے سے علاقے میں گیا تھا لیکن اس بار ظاہر ہے کہ
مجھے جنوب یا مغرب کی طرف جانا تھا۔ کیونکہ یہ بحری جہاز کے ذریعے
ہندوستان جا رہا تھا اور [illegible] سے ہندوستان کی طرف رواں
تھا اس کا مطلب تھا کہ جہاز یا تو ہندوستان کے مغربی علاقے کی کسی بندرگاہ
پر جائے گا یا جنوبی علاقے کی کسی بندرگاہ پر۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہند
مختلف زبانوں، تہذیبوں اور تمدنوں کا گہوارہ ہے۔ اس لیے میں خوش تھا کہ
مجھے ایک بار پھر اس حسین و جمیل زمین کو دیکھنے کا موقع مل رہا ہے لیکن
مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ کتنے خوفناک حوادث میرے منتظر
ہیں۔ [illegible] ہندوستان کے سفر کا شاندار خواب [illegible] میں ہندوستان
کے خواب دیکھتا ہوا سو گیا۔ [illegible] مسکرا رہی تھی۔
صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ [illegible] گزشتہ رات سے
مختلف تھی۔ میں نے [illegible] جتنے لوگوں کو دیکھا ان کے چہروں
پر تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے۔
آسمان پر [illegible] گہرے سیاہ بادل [illegible]
چھائے ہوئے تھے۔ کالی گھٹاؤں [illegible] آسمان کو جیسے ڈھانپ لیا

تھا ہر طرف ایک ہلکا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور دن ہو جانے کے باوجود
دن کا سا سماں نہ تھا۔ سورج کا کہیں دور دور تک پتا نہیں تھا۔ بادلوں
کی سیاہ چادر نے سورج کو اپنے اندر چھپا رکھا تھا۔
"بڑے خوفناک آثار ہیں" اورقندت نے کہا جو اس وقت
میرے قریب ہی کھڑا ہو گیا تھا اور اب میرے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔
"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔"
"آثار تو یہی بتا رہے ہیں" میں نے کہا۔
"اور اگر ایسا ہی ہوا تو قیامت برپا کر دے گا" اورقندت نے
خوفزدہ لہجے میں کہا۔
"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیز ہوائیں ان بادلوں کو اڑا کر
کہیں دور لے جائیں" میں نے کہا۔
"کاش ایسا ہی ہو" اورقندت نے کہا "لیکن آثار ایسے نظر نہیں
آ رہے ہیں۔ فضا پر گرمی کی کیفیت ہے اور بارش کے امکانات [illegible]
ہے کہ بارش ہو گی اور زوردار ہو گی۔ گھٹائیں جس انداز سے گھر کر
آئی ہیں اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔"
اسی اثنا میں نظر تبان بھی وہاں آ گیا۔ وہ بھی خاصا بے چین
نظر آ رہا تھا۔
"مرقندت!" اس نے کہا "میں کسی بہت بڑے سمندری طوفان کے آثار
دیکھ رہا ہوں۔ ہوا کی تیزی اور ٹھنڈک میں اضافہ ہو رہا ہے۔ [illegible]
ہے کہ ضروری احتیاطات کے لیے ملاحوں کو ہدایات [illegible]
ہمیں ہنگامی صورت حال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"
"ٹھیک ہے نظر تبان" مرقندت نے کہا اور وہاں سے [illegible]
میں بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ چلا آیا۔ مرقندت ادھر ادھر گھوم پھر کر
لوگوں کو ضروری ہدایات دے رہا تھا۔ [illegible]
آہستہ آہستہ آسمان پر [illegible] بادلوں میں برابر اضافہ ہو
رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ ہوا کی
تیزی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سمندر کی لہروں کے شور میں
بھی [illegible] اضافہ محسوس ہو رہا تھا۔
مرقندت نے مجھ سے کہا "اگر یہ جہاز طوفان [illegible]
جائے تو تم میرے قریب رہنے کی کوشش کرنا۔ ویسے تو سمندر [illegible]
کرنے والوں کے لیے سمندری طوفان کوئی نئی چیز نہیں ہوتے [illegible]
ان کے عادی ہوتے ہیں۔ میں خود بھی بارہا [illegible] طوفانوں سے
بچ چکا ہوں اور [illegible] کی مہربانی سے صحیح سالم [illegible]
ہوں لیکن آج جس طوفان کے آثار میں محسوس کر رہا ہوں
طوفان میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا [illegible]
میں اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ تم اس سے پہلے کبھی [illegible]
تھے میری یہ دعا ہے کہ [illegible] ان بادلوں کو [illegible]
اور [illegible] لیکن میری اور تمہاری دعاؤں سے کیا ہوتا ہے [illegible]

[illegible] کی مرضی ہو گی۔ بہر حال میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ تم میرے
[illegible] بیٹا!"
"تم فکر مت کرو اورقندت" میں نے جواب دیا "میں تمھارے [illegible]
[illegible] کہیں نہیں جاؤں گا۔"
اس کے بعد ایک بار پھر اورقندت [illegible]
کے سلسلے میں ضروری ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی ساری ضروری تیاریاں کی جا رہی تھیں۔
[illegible] آسمان [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آہستہ آہستہ بارش شروع ہو گئی۔ ہواؤں میں تیزی آ گئی۔
[illegible] کے ساتھ ہی سمندر کی لہروں کا شور بڑھتا گیا۔
دیکھتے ہی دیکھتے بارش میں تیزی آ گئی [illegible]
[illegible] منظر تھا۔ دور دور تک [illegible]
[illegible] بارش کے دھوئیں کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آ رہا
[illegible] سمندر [illegible] اوپر [illegible] پانی برس رہا تھا۔
[illegible] بادلوں کی [illegible] پانی
[illegible]
[illegible]
[illegible] بارش کی وجہ سے [illegible]
[illegible]

[illegible] بجلی [illegible] آسمان پر [illegible]
[illegible] سانپ [illegible]
[illegible] بجلی چمکنے اور دھماکے
[illegible] کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا [illegible] بجلیاں [illegible]
[illegible]
یک بیک بارش [illegible] تیز ہو گئی اور اس کے ساتھ ہوائیں
[illegible] کے ساتھ ساتھ سمندر
[illegible] جہاز کے بادبانوں کو
[illegible]
[illegible]

[illegible] بارش [illegible] جاری تھی۔
[illegible] سمندر کی
[illegible] تھا۔
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] زبان میں [illegible]
[illegible] بارش [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
سخت مشکل تھا۔
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ادھر میں [illegible] کے ساتھ موجود ہوتا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

موجوں کے نازک ترین اب [illegible] قدر شدید انداز ہو گیا تھا کہ بعض [illegible] جہاز کے اوپر سے گزر جاتی تھیں۔ ہم سب کو اندیشہ تھا کہ جہاز [illegible] کے علاوہ پانی کی بہت بڑی مقدار جہاز کے اندر پہنچ جاتی۔ یہ صورت حال سخت خطرناک تھی [illegible] جہاز کسی بھی [illegible] ڈوب سکتا تھا۔

موجوں کا یہ ہلاکت [illegible] کھیل برابر جاری تھا۔ اب جہاز والوں نے تمام احتیاطی تدابیر کو ترک کر کے خود کو تقدیر [illegible] کے حوالے کر دیا تھا۔ اب ان کے بس میں کچھ نہیں رہا تھا۔ [illegible] کے [illegible] بن کر رہ گئے تھے۔

طوفان کی شدت اور موجوں کے غیظ و غضب [illegible] اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا یہ بپھرا ہوا طوفان ساری کائنات کو [illegible] گا۔ [illegible] کر سکے گا۔ [illegible] اب کوئی [illegible] نہیں تھا۔ وہ موجوں کے [illegible] کبھی ادھر اور کبھی ادھر ڈول رہا تھا [illegible] کوئی تصور [illegible] نہیں رہا تھا [illegible] کہاں سے کہاں نکل گیا تھا۔

کئی گھنٹے گزر گئے [illegible] یوں لگتا تھا گویا صدیاں گزر گئی ہیں۔ طوفان [illegible] شباب پر تھا اور اس کی شدت میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوا تھا۔ [illegible] جہاز کے ڈوبنے میں [illegible] اب کوئی بھی [illegible] ختم ہو سکتی تھی۔

میں اور [illegible] پانی میں [illegible] جہاز کے عرشے پر [illegible] گزر رہے تھے۔ [illegible] طوفان کو دیکھ رہے تھے [illegible] ایک بہت بڑی چٹان [illegible] سمندر کے [illegible] ابھری ہوئی تھی [illegible] کوئی [illegible] سامنے [illegible] تھا۔ [illegible] جہاز [illegible] کو دھکیل [illegible] جہاز تیزی سے [illegible] ایک چٹان سے ٹکرایا۔ ایک [illegible] دھماکے کی آواز بلند ہوئی [illegible] کا ہاتھ [illegible] چٹان سے ٹکراتے ہی جہاز پاش پاش ہو گیا اور اس کے سیکڑوں ٹکڑے سمندر کے [illegible] بہنے [illegible] تیزی سے [illegible] طوفان کے [illegible] انسانی [illegible] کو [illegible] وقت [illegible] کی [illegible] چٹان پر [illegible] اس وقت [illegible] چٹان ہی کسی انسان کے لیے [illegible] ثابت ہو سکتی تھی۔

میں کسی نہ کسی طرح [illegible] تک [illegible] چٹان [illegible] آیا۔ چٹان پانی کی سطح سے کافی اونچی تھی اور اس پر بیٹھ کر [illegible]

سمندر کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہر طرف ایک [illegible] جہاز کے ٹوٹے ہوئے [illegible] تیزی سے پانی میں [illegible] ساتھ ہی انسانی [illegible] کو ایک [illegible] دیکھا [illegible] ہاتھ [illegible] کا جسم [illegible] کے لیے [illegible] کھائی دیا [illegible] وہ بھی [illegible] ہو گیا [illegible] اور کوئی متنفس نہیں تھا۔

لیکن [illegible] نے قند کو بھی نہیں بخشا [illegible] زیادہ بلند ہونے لگیں اور اب وہ اس [illegible] طرف سے یلغار کر رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا [illegible] مٹا دینا چاہتی ہوں۔ [illegible] قند سخت خوفزدہ ہو گیا [illegible] دیکھتے ہوئے کہا [illegible] دونوں کی زندگی کا [illegible] آخری [illegible]

ابھی اس کے منہ سے الفاظ پوری طرح ادا بھی نہیں [illegible] ایک [illegible] بلند ہوئی اور [illegible] کو اپنی [illegible] لے لیا۔ میں نے قند کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن [illegible] اسے [illegible] دور کر دیا [illegible] قند کا نام و نشان غائب ہو گیا [illegible] مجھے [illegible] ہو گیا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں [illegible] کر دیا [illegible] طوفان کی [illegible] اور [illegible] جسم [illegible] مجھے [illegible] کی [illegible] چیزوں کی [illegible] میں [illegible] کر کے [illegible] کوشش [illegible] اعصاب [illegible] بند [illegible] سو گیا۔

جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو [illegible] نیلا آسمان [illegible] تھا اور چاروں طرف چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی [illegible] آسمان [illegible] کوئی نشان نہ تھا [illegible] کے [illegible] طوفان کے [illegible] کوئی آثار نہیں [illegible] تھا کہ [illegible] میں کبھی طوفان آیا ہی نہ ہو۔

تب میں نے اپنی آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا [illegible] تین طرف [illegible] سکون [illegible] تھا جو [illegible] ایک گہری سبز رنگ کی [illegible] نظر آ رہی تھی۔

[illegible] کی سمت میں تیرنا شروع کر دیا [illegible] کے بعد میں [illegible] قدم رکھا تو [illegible] کے [illegible] کے [illegible] گیا تھا۔

[illegible] سمندر کی سطح سے [illegible] بلند تھی۔ میں نے [illegible] چڑھائی [illegible] شروع کر دی [illegible] پہنچ گیا [illegible] درخت [illegible] کسی [illegible] کے آثار نظر نہیں [illegible]

اچانک [illegible] کے ایک [illegible] کے پیچھے پانی گرنے کی [illegible] دی۔ میں نے [illegible] ایک پہاڑی چشمہ [illegible] نیچے گر رہا تھا [illegible] پانی میں [illegible] حسین و جمیل [illegible] تھی [illegible] کی مانند [illegible]

وہ عورت نہایت حسین و جمیل ہونے کے [illegible] زندگی [illegible] اس کا [illegible] کی طرح [illegible] لیکن [illegible] لگ [illegible] بے حد حسین [illegible] دلکش تھے [illegible] لمبے لمبے [illegible] اس کے بدن کا [illegible] کی طرح [illegible] چشمے کے نیچے [illegible] پانی [illegible] اور پتھروں پر پانی گرنے کی وجہ سے [illegible] پانی کے اس [illegible] میں [illegible] عورت [illegible] معلوم ہوتی تھی [illegible] اطمینان کے ساتھ نہا رہی تھی [illegible] میں نے آس پاس اور دور دور تک نظریں دوڑائیں [illegible] کوئی ذی روح نظر نہیں آیا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس ویرانے اور [illegible] اکیلی عورت کس طرح رہتی ہے۔

لیکن یہ اکیلی نہیں ہو سکتی، میں نے سوچا [illegible] لوگ [illegible] اس جزیرے میں کوئی بستی ہونی چاہیے [illegible] شاید وہ اکیلی ہی نہانے کے لیے [illegible]

عورت کی [illegible] مجھ پر نہیں پڑی تھی [illegible] اسے یقین تھا کہ [illegible] کوئی نہیں آ سکتا [illegible] اطمینان سے [illegible] میں ایک [illegible] سے [illegible] میں بیٹھا [illegible] رہا تھا۔

[illegible] عورت پانی کے نیچے سے نکل آئی اور [illegible] میں ایک خاص [illegible]

[illegible] اس کے پیچھے چلنے لگا [illegible] کوئی آواز پیدا کیے بغیر آہستہ آہستہ چل رہا تھا [illegible] دیکھ سکوں کہ وہ کہاں جاتی ہے [illegible] اس احتیاط کا مطلب [illegible] یہ بات [illegible] جزیرے پر کسی دوسرے وجود [illegible] صرف میرا [illegible] جس کی وجہ [illegible]

[illegible] نظروں سے [illegible] تک کہ [illegible]

عورت [illegible] قریب ہی ایک جگہ [illegible] ٹہنیوں کو جوڑ [illegible] بہت [illegible] ہوئی تھی [illegible] برداشت کر سکتی تھیں [illegible] تیزی [illegible] کی [illegible] اس کا [illegible] کر رہی تھیں [illegible] میں نے لکڑی کے [illegible] کیبن [illegible] اور [illegible] شاخوں کے [illegible] کیبن کے [illegible] ایک [illegible] دیکھ چکا تھا۔

[illegible] عورت [illegible] لکڑی کے [illegible] تک پہنچی [illegible] کیبن کے اندر [illegible] کیبن کے اندر [illegible] بند کر لیا [illegible] میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

[illegible] کیبن کو دیکھا [illegible] ایک [illegible] مضبوط کیبن [illegible] لیکن اس کی بناوٹ میں [illegible] نہیں تھی۔ لکڑی کے [illegible] اندر [illegible] کیبن [illegible] میں [illegible] تاہم [illegible] کوئی [illegible] تھا۔

میں نے کیبن اور اس [illegible] اچھی طرح [illegible] کیا [illegible] کے بعد [illegible] چل دیا [illegible] بات تو میری سمجھ میں آ گئی تھی کہ [illegible] عورت [illegible] کیبن [illegible] مجھے [illegible] شدید حیرت ہو رہی تھی کہ [illegible] تنہا اس جنگل میں کیا کر رہی ہے [illegible] کہاں سے [illegible] کس طرح زندگی گزار رہی ہے۔ بہرحال مجھے [illegible] جزیرے پر موجود [illegible] اطمینان [illegible]

میں وہاں سے چل پڑا [illegible] آگے [illegible] کیا [illegible] سے [illegible] اور [illegible] کے [illegible] تھا [illegible] کے ایک طویل [illegible] اس [illegible] کے لیے [illegible] کا [illegible] اس عورت نے [illegible] لکڑی کا یہ کیبن بنایا تھا [illegible]

جگہ منتخب کی تھی۔ یہ جگہ ایک پہاڑ کے اندر بند تھی اور اس کے بالائی حصے میں کوئی نشان [illegible] تھیں۔

میں نے آہستہ آہستہ ایک چٹان پر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہ بھی اونچی اور مشکل چڑھائی تھی لیکن میرے لیے کوئی مشکل نہیں تھی۔ میں اطمینان سے چٹان پر چڑھتا رہا اور کوئی جلدی نہیں کی۔ جب میں اس چٹان کی چوٹی پر پہنچا تو میرے سامنے جزیرے کا وہ حصہ تھا جو اس پہاڑ کے دوسری طرف تھا۔ ہر طرف گھنے درختوں کا جنگل پھیلا ہوا تھا اور بعد از طرف نظر آتا تھا۔ میں نے چٹان سے نیچے اتر کر جزیرے کے اس حصے کی طرف بڑھنے کا قصد کیا۔ جیسے ہی میں نے چٹان سے نیچے اتر کر زمین پر قدم رکھا، ایک زبردست غراہٹ نے میرا خیر مقدم کیا۔

میری نظروں کے سامنے ایک نہایت بھاری بھرکم جنگلی بھینسا کھڑا تھا۔ اس نے اپنا سر نیچے جھکایا ہوا تھا، خوفناک نوکیلے سینگ سامنے کی طرف تھے اور وہ سخت غصے اور طیش کے عالم میں زمین پر زور زور سے اپنے کھر مار رہا تھا، گویا مجھے کھا جانے کی جرأت رکھتا ہو۔

میں اس وقت اس قسم کی کسی مہم کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے میں نے ایک طرف نکلنے کی کوشش کی لیکن بھینسے کو میری یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ اس نے ایک خوفناک آواز نکالی اور دوبارہ میرا راستہ روک لیا۔ ابھی تک اس نے مجھ پر حملہ نہیں کیا تھا لیکن وہ کسی بھی لمحے حملہ کر سکتا تھا۔

میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا تاکہ خود کو بھینسے کی زد سے بچا سکوں لیکن بھینسے کو میری پسپائی بھی منظور نہیں تھی۔ اس نے اچانک ہی ایک زوردار غراہٹ کے ساتھ مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے اپنے سینگ نیچے کی طرف جھکائے ہوئے سیدھا میرے پیٹ کو نشانہ بنایا اور تیر کی طرح دوڑتا ہوا میرے پیٹ کی طرف لپکا۔ میں مجبور ہو گیا تھا کہ اسے ختم کر دوں۔ چنانچہ میں نے اس کے دونوں سینگوں کو تھام لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ وہ رک گیا۔ اس نے زور لگا کر اپنے سینگوں کو میری گرفت سے آزاد کرانا چاہا لیکن اب سب کچھ بیکار تھا۔ اس کی موت آ گئی تھی۔ اس نے کافی زور لگایا لیکن میں نے اس کے سینگوں کو نہ چھوڑا بلکہ سینگوں کو پکڑ کر اس کی گردن کو ایک ایسا زور دار جھٹکا دیا کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ ایک زبردست گراوٹ کے ساتھ زمین پر گر گیا۔ میں نے اس کی گردن کو دو چار جھٹکے اور دیے۔ وہ بالکل ٹھنڈا ہو کر مر چکا تھا۔ اس کے جسم سے خون بہہ رہا تھا اور اس کی زبان باہر لٹک آئی تھی۔ بھینسا بے حس و حرکت زمین پر ڈھیر ہو گیا اور پھر اس کا جسم کانپ کر ساکت ہو گیا۔ اس کا دل بند ہو گیا اور وہ ختم ہو گیا۔ میں کچھ دیر تک اس کے بعد کے منظر کو دیکھتا رہا۔

میں کچھ دیر وہاں کھڑا رہا۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میرے ہاتھوں ایک جانور کی جان گئی۔ میری نظروں کے سامنے گزرا ہوا منظر تھا، میں دیکھتا رہا۔

وہ آگے جا کر ایک طرف کو غائب ہو گئیں۔

اچانک کوئی بھاری سی چیز پیچھے سے میری گردن پر آ گری۔ اس نے میری گردن کے گرد جیسے ایک بہت ہی موٹا سا بل دے دیا۔ یہ بہت بڑا اژدہا تھا جو ایک درخت سے سیدھا میری گردن میں آ گرا تھا اور اب میری گردن کو اپنی گرفت میں کسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگر میری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا پروفیسر تو اس وقت تک اس کی گردن ٹوٹ چکی ہوتی لیکن میں نے بڑے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑا اور اپنی گردن کو اس کی گرفت سے نکال کر اسے زمین پر پھینک دیا۔ اس کے زمین پر گرنے کے بعد میں نے اس کا جائزہ لیا۔ وہ ایک بہت ہی لمبا اور بھاری بھرکم اژدہا تھا۔ میرے ہاتھ سے زمین پر پھینکے جانے کے بعد وہ بھی آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ایک طرف کو غائب ہو گیا۔

تقریباً دو گھنٹے تک میں جزیرے کے مختلف حصوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ جزیرہ طرح طرح کے جانوروں اور قسم قسم کے حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے۔ ان جانوروں میں ہر قسم کے چیتے اور دیگر خونخوار شکاری جانور بھی شامل تھے۔ یہ جنگل بڑا ہی بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں اب تک جزیرے کے اس حصے کو تقریباً پورا دیکھ چکا تھا لیکن اس دوران مجھے کہیں کوئی انسان نظر نہیں آیا تھا۔ جنگل جانوروں اور درندوں سے بھرا ہوا تھا لیکن انسان کہیں بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ سوائے اس ایک عورت کے جو میں نے لکڑی کے کیبن میں جاتے دیکھی تھی۔ کوئی انسان کہیں نہیں تھا۔ اگر تھا بھی تو کم از کم میری نظروں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

میں نے اب جزیرے کے دوسرے حصے کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ یہ حصہ بھی پہلے حصے کی طرح ہرا بھرا جنگل اور خوشنما جھاڑیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے جگہ جگہ طرح طرح کے جانور ملے۔ ایک چیتے نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ ایک درخت کے اوپر سے میرے اوپر اچھلا لیکن میں نے اسے فوراً اٹھا کر ایک چٹان پر زور سے دے مارا اور اس کا جسم بے جان ہو گیا۔

اب مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ وحشی درندوں اور خونخوار جانوروں سے بھرے ہوئے اس جزیرے میں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ کئی گھنٹے کی طویل مسافت اور تلاش کے بعد میں اس جزیرے کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ کم از کم میرا خیال یہی تھا کہ میں نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا ہے۔ لیکن میں اس میں انسانی آبادی کا پتہ لگانے میں ناکام رہا تھا۔ ایک بات میں نے یہ بھی محسوس کی کہ جزیرے میں جنگلی جانوروں اور درندوں سے محفوظ صرف ایک جگہ تھی اور وہ تھی اونچی اونچی چٹانوں سے گھری ہوئی پیالہ نما وادی جہاں اس عورت کا کیبن واقع تھا۔

جلد ہی جزیرے میں گھومتے گھومتے مجھے دوپہر ہو گئی۔

غالباً سورج بڑی تیزی کے ساتھ مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا۔ میں نے پھر اس جگہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا تاکہ اب اس عورت سے ملاقات کر سکوں اور اس سے اس کے بارے میں اور اس جزیرے کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر سکوں۔

میں واپس پیالہ نما جگہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جس جنگلی بھینسے کو ہلاک کیا تھا، اب سیکڑوں کی تعداد میں گدھ اور چیلیں اس کی لاش کو نوچ نوچ کر کھانے میں مصروف تھیں۔ مجھے چند ایک گیدڑ بھی اس ضیافت سے فائدہ اٹھا کر اس مفت کی ضیافت میں شریک ہو گئے تھے۔

میں چٹان کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف جا اترا اور میں نے اس درخت کی طرف نظر ڈالی جہاں لکڑی کا کیبن تھا۔ کیبن اپنی جگہ موجود تھا اور اس کا دروازہ بند تھا۔ اس کے نیچے چٹانوں کی سیڑھی پر سے جھول رہی تھی۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑا کر دیکھا لیکن وہ عورت کہیں نظر نہیں آئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت وہ کیبن کے ہی اندر تھی اور کہیں نہیں گئی تھی۔

میں نے کچھ دیر تک انتظار کیا لیکن وہ عورت کہیں نظر نہیں آئی۔ تب میں آہستہ آہستہ چٹانوں کی رسی کی طرف بڑھا اور میں نے اسے پکڑ کر اطمینان سے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

جب میں لکڑی کے کیبن کے قریب پہنچ گیا تو میں نے آہستہ سے اس کے دروازے کو اپنی طرف کھینچا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا، وہ کھلتا چلا گیا۔ میں نے اسی طرح بہت ہی آہستگی سے کیبن کے اندر کے منظر کا جائزہ لیا۔

لکڑی کے فرش پر گھاس پھوس اور پتوں کا نرم و گداز بستر بچھا ہوا تھا۔ اس بستر پر وہ عورت آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ شاید وہ سو رہی تھی۔ اس کا چہرہ دوسری طرف تھا اور پشت میری طرف تھی۔ بلکہ چند لمحے گزرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سو رہی ہے۔ میں آہستہ سے کیبن کے اندر داخل ہو گیا۔ کیبن آمنے سامنے سے کسی چھوٹی سی کوٹھڑی کے برابر تھا۔ کیبن کے اندر بہت ہی اشیا موجود تھیں۔

اس عورت کی شکل و صورت اور رنگ روپ سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا تعلق جزیرے کے کسی قبیلے سے نہیں ہے۔ اس لیے میں سمجھ رہا تھا کہ یہ ایسی وحشی طرز زندگی سے تعلق رکھتی ہے جس میں وہ کوئی گزر بسر کر رہی ہے۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سے سوالات تھے جن کا مجھے جواب چاہیے تھا۔ عورت بے خبر سو رہی تھی۔ میں اس کے جاگنے کے انتظار میں لکڑی کے فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے بستر کے قریب بیٹھنے کے بعد میں آہستہ سے لیٹ گیا۔

مجھے لیٹے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی ہو گی کہ اس عورت نے کروٹ بدلی۔ اب اس کا رخ میری طرف تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھیں بند تھیں اور لمبی پلکیں ان پر جھکی ہوئی تھیں۔ اس کا سانس آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

لیکن وہ جیسے لرز کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ میں حرکت نہیں کر رہا تھا۔ بس ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھتا رہا۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا اس کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔

آخر کچھ دیر بعد اس نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔ مجھے اپنے قریب بیٹھے دیکھ کر پہلے تو وہ چند لمحوں تک آنکھیں پھاڑے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد اس نے اپنی گوری گوری ہتھیلیوں سے اپنی خوبصورت آنکھوں کو کئی بار ملا۔ جب اسے یقین آ گیا کہ یہ خواب نہیں ہے اور یہ کوئی خواب نہیں بلکہ جیتی جاگتی حقیقت کی دنیا ہے اور میں بھی ایک حقیقت ہوں تو وہ اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم — تم — تم کون ہو؟" اس نے بمشکل تمام یہ الفاظ ادا کیے۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔" میں نے اس کی زبان میں جواب دیا۔ وہ غالباً یونانی زبان کی ایک قدیم زبان بول رہی تھی۔

"تم میری زبان بھی بول سکتے ہو؟" اس نے مزید حیرت کے ساتھ کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تمہارا تعلق میرے قبیلے سے ہے۔ مگر تم کون ہو؟"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور یہاں تنہا اس ویران جزیرے پر کیا کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔ "کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ اس لکڑی کے کیبن میں تمہارے علاوہ اور کون رہتا ہے؟ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"اتنے بہت سے سوالات اور وہ بھی ایک ساتھ۔" اس نے کہا۔ "میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی لیکن اس وقت نہیں۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ تم اپنے بارے میں جلدی جلدی مجھے چند باتیں بتاؤ اور اس کے بعد یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پر چھپ جاؤ۔ اس کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔"

"کس کے آنے کا وقت ہو رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "تمہارے ساتھ کون رہتا ہے؟"

"وہ ایک بہت خطرناک شے ہے۔" اس نے فوراً ہی جواب دیا۔ "اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو تمہاری ہڈیاں تک چبا کر چھوڑ دے گا۔ وہ مجھ جیسے انسان نہیں، وہ گوشت انسان کی بوٹی بوٹی کھا جانے والا ہے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھے ہلاک کر دینا اتنا آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ میں ہر قسم کے خطرے سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کون ہے؟"

"وہ ایک جانور نما انسان ہے جو تم چاہو تو اسے شیطان نما جانور کہہ سکتے ہو۔" اس نے کہا۔ "وہ ایک کریہہ صورت شخص ہے جس نے مجھے یہاں اس جزیرے میں رکھا ہوا ہے۔ فی الحال تمہارے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے۔"

Optimized by www.ImageOptimizer.net

نزدیک ہی سے چیتے موجود ہیں۔ [illegible] کسی جگہ جا کر چھپ جانا ممکن نہیں جب وہ بہ حالت [illegible] ہم چیر جانا، اس وقت [illegible] [illegible]
[illegible] اس وقت [illegible] نے پوچھا۔
[illegible] کوئی دم میں آ چکا ہو گا۔" اس نے جواب دیا۔
"[illegible] ان بازوں میں وقت ضائع مت کرو۔ جلدی کرو۔" [illegible] جنگل ان تمام چیتوں کے لیے [illegible] کی جگہیں موجود ہیں لیکن تم چٹانوں کے اس پار نہ جانا۔ وہ جنگلی درندوں کا [illegible] ہے۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
اس کی اس بات پر میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اس بیچاری کو کیا معلوم کہ یہاں اس کے پاس آنے سے پہلے میں اس سلسلے میں [illegible] کر چکا ہوں اور بہت سے جنگلی درندوں سے میری مڈبھیڑ بھی ہو چکی ہے اور ایک خونخوار [illegible] بھی چلنے کی [illegible] چٹانوں کے اس پار اب تک پڑی ہو گی جس پر [illegible] گدھ منڈلا رہے ہیں۔
"اگر تم میری اتنی فکر کرتی ہو تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں لیکن [illegible] میں متعین [illegible] مجھے بتاؤ کہ میں کسی درندے [illegible] سے نہیں ڈرتا ہوں؟"
میری بات سن کر وہ ہنسنے لگی۔ "بات تم اکیلے [illegible] کی نہیں ہے۔ وہ گوشت کا [illegible] تھا جیسے معمولی [illegible] کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ [illegible] گوشت [illegible] اس طرح اس نے اشارہ [illegible] اس لیے اب جلدی سے چلے جاؤ۔ [illegible] جانے کے بعد میں تم سے ملوں گی۔"
میں نے اس کی بات مان لی [illegible] جنگل کی چٹانوں کی [illegible] درخت [illegible] تو میں نے نیچے اترنے کے بعد قریب ہی [illegible] درخت کا انتخاب کر لیا۔ اس درخت کے پتوں اور شاخوں میں چھپ کر میں آنے والے کی نقل و حرکت کا بخوبی جائزہ لے سکتا تھا [illegible] اس کی نظروں سے [illegible] بھی رہ سکتا تھا۔
میں نے منتخب کردہ درخت پر [illegible] [illegible] [illegible] مجھے [illegible] [illegible] کوئی [illegible] نہیں [illegible] [illegible] اسے مطمئن کرنے کی غرض سے [illegible] [illegible] [illegible] کیا تاکہ کوئی مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا۔
جب وہ درخت پر پہنچ جانے اور [illegible] طرح چھپ جانے کے بعد وہ عورت بھی چٹانوں کی رسیوں کے سہارے [illegible] سے نیچے اتر آئی اور اس درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ اس کے کندھے پر [illegible] ایسا تھا گویا وہ کسی کا انتظار کر رہی ہو۔ اس نے ایک نظر اس درخت کی طرف دیکھا جس پر میں چڑھا تھا اور پھر مطمئن [illegible] سی گردن ہلا دی۔ اس کے بعد وہ درخت کے نیچے اطمینان سے [illegible] بیٹھ گئی۔
جب شام کا دھندلکا [illegible] کا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ سورج مغرب کی جانب تیزی سے اپنا سفر طے کر رہا تھا۔
اچانک دو چٹانوں کی بلندی پر کوئی جاندار [illegible] سیاہ سی شے نمودار ہوئی۔ [illegible] درختوں کی شاخوں کی [illegible] ہو رہی تھی۔ اس وجہ سے میں اس چیز کو صاف طور سے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ عورت جو کہیں [illegible] درخت کے نیچے کھڑی ہوئی تھی، ایک دم [illegible] ہو کر اس طرف دیکھنے لگی۔
وہ شے چٹانوں کو [illegible] ہوئی نیچے اترنی شروع ہوئی۔ اب میں اسے ذرا صاف طور پر دیکھ سکتا تھا کیونکہ وہ اب بھی مجھ سے [illegible] تھی۔ وہ ایک سیاہ رنگ کا [illegible] جسم تھا جس کے [illegible] مجھے صاف طور پر نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس کی چال میں [illegible] آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔
جیسے جیسے وہ قریب آ رہا تھا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible] اس عورت [illegible] کے سامنے زمین پر [illegible]

کے قریب ہی پہنچ گیا [illegible] سیاہ [illegible] [illegible] اس کے [illegible] نے [illegible] سے [illegible] میں حیرت سے یہ منظر دیکھ رہا تھا [illegible] پہلے کبھی کسی [illegible] کسی عورت سے اظہار محبت کرتے نہیں دیکھا تھا۔ [illegible] بڑی دلچسپی [illegible] کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ [illegible] عورت کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے [illegible] اس نے [illegible] اپنا بازو اس کی گردن میں ڈال دیا [illegible] اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ عورت شاید ان [illegible] باتوں کی عادی ہو چکی تھی۔ اس لیے اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور خوشی سے [illegible] کے قریب بیٹھ گئی۔ [illegible] مانس [illegible] تک اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے [illegible] اس کے بعد اس نے ہاتھ اس کی گردن سے نکال لیا اور بڑے پیار سے ایک پھل [illegible] کر عورت کو دیا۔ عورت نے [illegible] مانس کے ہاتھ سے پھل لے لیا [illegible] دونوں ہاتھوں سے رگڑ کر خوب اچھی طرح صاف کیا اور پھر اسے کھانے لگی۔ عورت کو پھل کھاتے [illegible] [illegible] مانس حلق سے ایک بار پھر عجیب و غریب آوازیں نکالنے لگا۔ عورت نے جب وہ پھل [illegible] لیا تو [illegible] مانس نے [illegible] پھل کی [illegible] عورت نے [illegible] [illegible] [illegible] مانس نے [illegible] پھل کھانے [illegible] عورت نے [illegible] ہاتھ سے [illegible] [illegible] مانس نے وہ پھل [illegible] اور عورت کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف کو چل پڑا۔ میں [illegible] عورت کرنے کے [illegible] طرف جا رہا تھا [illegible] [illegible] میں وہ دونوں میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں [illegible] اس عجیب و غریب [illegible] حال پر غور کرتا رہا۔
کافی دیر گزر گئی۔ اب اندھیرا تیزی سے بڑھنے لگا تھا۔ جنگل [illegible] پرندوں کی [illegible] [illegible] اپنے اپنے آشیانوں کی طرف [illegible] [illegible] [illegible] پر پھیلتی جا رہی تھی اور [illegible] ایک [illegible] سا چھایا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جنگل میں ایک نئی زندگی کا آغاز ہونے والا ہے۔ میری نظریں اسی راستے کی طرف [illegible] [illegible] [illegible] مانس اور عورت گئے تھے اور میں منتظر تھا [illegible] کب واپس آتے ہیں۔
آخر [illegible] کے بعد وہ دونوں مجھے واپس آتے ہوئے نظر [illegible] مانس [illegible] عورت کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا [illegible] وہ دونوں [illegible] درخت کی طرف چلے آ رہے تھے۔ جب وہ قریب [illegible] [illegible] دونوں کے جسم بھیگے ہوئے تھے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دونوں چشمے پر [illegible] تھے۔
[illegible] [illegible] درخت کے نیچے بیٹھے رہے جس پر [illegible] [illegible] مانس [illegible] اپنے منہ سے عجیب و غریب آوازیں [illegible] [illegible] [illegible] کی کوشش کر رہا تھا۔ عورت [illegible] [illegible] [illegible] اس کے علاوہ اور کچھ بھی کیا [illegible]

سکتی تھی۔ اگرچہ وہ ایک کافی عرصہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مانس کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اندھیرا تیزی سے بڑھنا شروع ہو گیا تھا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا۔ جب عورت اور [illegible] مانس [illegible] [illegible] نظر آ رہے تھے [illegible] آپس میں [illegible] رہے تھے۔
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مانس [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] برداشت کر [illegible] [illegible] کہیں [illegible] غائب ہو گئے [illegible] [illegible] نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔
میں نے کچھ دیر [illegible] انتظار کیا [illegible] مجھے یقین تھا کہ اب وہ [illegible] نہیں نکلیں گے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] گے۔ جب سارے جنگل کو [illegible] اندھیرے نے [illegible] گرفت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] درخت سے نیچے اترا۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا۔
میں درخت سے اتر کر سیدھا اس طرف [illegible] [illegible] چشمہ تھا۔ [illegible]
چشمے پر پہنچ کر میں نے [illegible] [illegible] جیسے [illegible] پانی کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] چشمے [illegible] چشمے کے کنارے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] پانی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
چشمے کے پانی میں خوب اچھی طرح نہانے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

میرے سامنے وسیع و عریض سمندر پھیلا ہوا تھا۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آسمان بھی بالکل تاریک تھا۔ چاند کا دور دور تک کوئی پتا نہیں تھا۔ البتہ تارے ٹمٹما رہے تھے لیکن ان کی روشنی بھی زمین تک پہنچنے سے پہلے دم توڑتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ گہری خاموشی میں سمندر کی موجوں کے تھپیڑوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں سمندر میں ساحل کے قریب ابھری ہوئی ایک چٹان پر جا بیٹھا۔ موجیں تیزی سے بڑھ رہی تھیں۔ اور جس جگہ میں بیٹھا تھا وہاں تک آتی تھیں اور چٹان سے ٹکرا کر لوٹ جاتی تھیں۔ میں کئی گھنٹے تک یونہی بیٹھا موجوں کے اس کھیل کو دیکھتا رہا اور میرا [illegible] کہاں کہاں کی سیر کر آیا۔ میرے ذہن میں ماضی کے بہت سے قصے اپنی یادیں تازہ کرتے رہے۔ میں ان یادوں کے اوراق کو الٹتا پلٹتا رہا۔

آخر کئی گھنٹے وہاں بیٹھے رہنے کے بعد میں وہاں سے اٹھا اور دوبارہ جزیرے کے جنگل میں داخل ہو گیا۔ تاریکی میں میں اپنی یادداشت کے سہارے اسی درخت کی جانب روانہ ہو گیا جہاں میں شام کو بیٹھا ہوا تھا۔ رات کے اندھیرے میں وہ چھتنار درخت بڑا ہی ہیبت ناک نظر آ رہا تھا۔ اس کے برابر [illegible] وہ درخت تھا جس پر لکڑی کا کیبن بنا ہوا تھا۔

میں [illegible] والے درخت پر ایک بار پھر چڑھ گیا اور میں نے ایک آرام دہ جگہ تلاش کر لی۔ یہاں میں ایک موٹی سی شاخ سے پشت لگا کر نیم دراز ہو گیا اور نہ جانے کب سو گیا۔

پرندوں کی چہچہاہٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔ سارے جنگل میں ایک شور برپا تھا۔ پرندوں کی [illegible] یوں لگتا تھا کہ [illegible] ایک شاخ سے لپٹ رہی ہو۔ جس درخت پر میں بیٹھا ہوا تھا اس پر بھی ہزاروں پرندوں کے بولنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ میں ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ صبح صادق کا ہلکا ہلکا اجالا ہر طرف پھیل رہا تھا۔ ہوا کے جھونکوں میں تازگی بخش اور فرحت انگیز خنکی اور نرمی شامل تھی۔ درخت کے پتے شبنم کی بوندوں سے بھیگے ہوئے تھے۔ بے حد پرفضا اور خوشگوار ماحول تھا۔ میرا جی چاہا کہ درخت سے نیچے اتروں اور دور دور تک اگے ہوئے سبزے پر پیدل تفریح کروں۔ لیکن میں نے اپنی اس خواہش کو دبا دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ فوری طور پر جن مانس کی نظروں میں آ جاؤں۔ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتا اور مجھے اس کو ہلاک کر دینا پڑتا۔ میں پہلے اس عورت سے اس کے اپنے بارے میں اور اس جن مانس کے بارے میں اور یہاں کے حالات کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے ابھی خاموش رہنے میں ہی مصلحت تھی۔

جب اجالے میں ذرا اور اضافہ ہو گیا تو میں نے اپنے آپ کو اور بھی اچھی طرح پتوں میں چھپا لیا کہ جن مانس کی نظر مجھ پر نہ پڑنے پائے۔ میری نظریں اب کیبن والے درخت کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ آخر جب اجالا اچھی طرح پھیل گیا تو میں نے پہلے جن مانس کو چٹانوں کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترتے ہوئے دیکھا۔ وہ بڑے ماہرانہ انداز میں سیاہ چٹانوں کی سیڑھی سے نیچے اترا۔ ابھی چند لمحوں بعد وہ نیچے زمین پر کھڑا ہوا تھا اور اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب عورت چٹانوں کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اتر رہی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ بھی نیچے اتر آئی اور وہ دونوں ایک طرف کو چل دیے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ان کا رخ ایک بار پھر چشمے کی طرف تھا۔ میں اپنی جگہ پر ساکت بیٹھا رہا۔ جاتے وقت عورت نے کمال ہوشیاری سے کام لیا تھا اور ایک بار بھی درخت کی طرف منہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ جن مانس کی توجہ اس درخت کی جانب مبذول نہیں کروانا چاہتی تھی۔

وہ دونوں دیکھتے ہی دیکھتے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے لیکن میں نے نیچے اترنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ میں اسی طرح اوپر بیٹھا رہا۔ آخر کچھ دیر بعد وہ دونوں دوبارہ آتے ہوئے نظر آئے اور کیبن والے درخت کے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے۔ کل شام جن مانس جو پھل لایا تھا ان میں سے بہت سے پھل ابھی بھی درخت کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔ جن مانس اور عورت پھلوں کے پاس زمین پر بیٹھ گئے اور جن مانس گزشتہ شام کی طرح اسے پھل اٹھا اٹھا کر دینے لگا۔ عورت نے چند پھل کھائے اور پھر ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

جن مانس نے حلق سے عجیب و غریب آواز نکالی اور عورت کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ عورت آہستہ سے مسکرائی اور اس نے اپنا ہاتھ جن مانس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ جن مانس چند ثانیے تک اس کے شانے پر ہاتھ رکھے رہا پھر اس نے ہاتھ ہٹا لیا اور آہستہ آہستہ طویل چٹانوں کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ عورت اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ درخت کے اوپر میں بھی اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ چٹانوں کے قریب پہنچ کر جن مانس نے ایک بار مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ عورت اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی جن مانس کو جاتے دیکھ رہی تھی۔ جن مانس نے ایک بار پھر اپنے حلق سے بھیانک آواز نکالی اور پھر چٹانوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔

اس کے غائب ہو جانے کے بعد بھی کافی دیر تک عورت اسی طرف گردن موڑے ہوئے چٹانوں کی طرف دیکھتی رہی۔ اس دوران اس نے ایک بار بھی اس درخت کی طرف نہیں دیکھا جس پر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے بھی نیچے اترنے کی کوشش نہیں کی۔

آخر جب کافی دیر ہو گئی اور عورت کو یقین ہو گیا کہ اب جن مانس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس نے پلٹ کر اس درخت کی طرف دیکھا جس پر میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پتوں میں سے اپنی شکل دکھائی تو اس نے مسکرا کر مجھے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی میں فوراً نیچے اتر آیا۔ عورت لپک کر میرے پاس آئی۔ اس نے بڑے اپنائیت کے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے اس بات کا احساس ہے کہ تم نے رات بڑی مشکل میں گزاری ہو گی،" اس نے کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ تمہاری جان بچانے کے لیے ضروری تھا کہ تم اس کی نظروں سے پوشیدہ رہتے۔"

"اب کہاں گیا ہے وہ؟" میں نے عورت سے پوچھا۔
"یہاں جنگل کے کسی حصے میں وہ درختوں پر چڑھتا ہو گا اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتا پھرتا ہو گا،" عورت نے کہا۔ "یہ اس کا معمول ہے۔"

"کیا اب یہ شام ہی کو واپس آئے گا؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں،" عورت نے جواب دیا۔ "یہ ایک بار دوپہر کے وقت بھی آئے گا۔ اس وقت یہ میرے لیے بہت سے پھل وغیرہ لے کر آئے گا۔ خود کھانے کو تو یہ بہت تھوڑے کھائے گا۔ ویسے یہ اپنا پیٹ زیادہ تر کہیں [illegible] ہے۔ دوپہر میں تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میرے ساتھ گزارنے کے بعد یہ پھر جنگل میں واپس چلا جاتا ہے اور پھر شام کو پلٹ کر آتا ہے۔"
"یہ تمہیں اپنے ساتھ جنگل میں نہیں لے جاتا؟" میں نے پوچھا۔
"بہت ہی کم،" عورت نے جواب دیا۔ "صرف دو ایک مرتبہ یہ مجھے ساتھ لے کر گیا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ اس جنگل میں بہت سے خطرناک جانور موجود ہیں۔ اس لیے ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی جانور مجھ پر حملہ کر کے مجھے نقصان نہ پہنچا دے۔"

"گویا یہ تم سے بہت محبت کرتا ہے،" میں نے کہا۔
میری اس سوال کے جواب میں عورت کے چہرے پر [illegible] پھیل گئی۔ "میں ایک بدنصیب عورت ہوں جو اس وحشی کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہوں۔ نہ جانے کب تک پھنسی رہوں گی۔ مجھے تو اب اپنی نجات کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ شاید اب مر کر ہی مجھے اس عذاب سے نجات مل سکے گی۔"
"اتنا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے،" میں نے عورت سے کہا۔ "[illegible] مجھے یہ احساس ہے کہ میں تمہیں جلد ہی اس عفریت سے نجات دلا دوں گا۔"
میری اس بات کے جواب میں عورت کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے تھکے تھکے سے لہجے میں کہا: "صاحب یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم اسے سمجھ رہے ہو۔ اس جن مانس میں بے پناہ طاقت ہے۔ وہ جنگل کے بڑے سے بڑے خونخوار جانور کو [illegible] ہلاک کر ڈالتا ہے۔ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور پھر تمہارے پاس تو کوئی ہتھیار بھی موجود نہیں ہے۔ تم بھلا اس پر کس طرح قابو پا سکتے ہو؟ ایک بار تمہاری گردن اس کے ہاتھ میں آ گئی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس کے چنگل سے نہیں بچا سکتی۔ اس کے بعد تمہاری [illegible]"
"ان باتوں کو چھوڑو،" میں نے کہا۔ "تم سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے اور وہ کیا حالات تھے جن کے تحت تم یہاں پہنچیں اور اس جن مانس نے تمہیں اپنا قیدی بنا لیا؟"
"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔" اس نے ٹھنڈا سانس بھر کے کہا۔ "لیکن میں پوری کہانی سنا کر تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ مختصراً اپنے حالات تمہیں بتاتی ہوں۔ میرا نام ماہیسہ ہے۔ میرا تعلق خانہ بدوشوں کے ایک قبیلے سے ہے۔ تم جانتے ہو کہ خانہ بدوشوں کا کوئی وطن نہیں ہوتا اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔ تاہم جس علاقے میں ہم لوگ عام طور پر سفر کرتے رہتے تھے وہ [illegible] کے آس پاس کا علاقہ تھا۔ ہم لوگ مسلسل گردش میں رہتے تھے اور کسی ایک جگہ چند ہفتوں سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے۔ میرا شمار اپنے قبیلے کی خوبصورت ترین لڑکیوں میں ہوتا تھا۔ قبیلے کے کئی کڑیل نوجوان میرا ہاتھ تھامنے کے خواہش مند تھے لیکن میرے باپ نے ابھی تک میری قسمت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا.....
"ایک شام کا ذکر ہے کہ میں اپنی ایک سہیلی کے ساتھ شام کے وقت چشمے سے پانی بھرنے جا رہی تھی۔ ان دنوں ہم لوگ ایک جنگل کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ [illegible] میں اور میری سہیلی اپنے اپنے گھڑے سروں پر رکھے ہنستے ہنستے چشمے کی جانب جا رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے کوئی آٹھ دس گھڑ سواروں کا ایک دستہ نمودار ہوا۔ ان لوگوں نے آتے ہی ہمیں گھیر لیا اور ہم سے پوچھنے لگے کہ ہم لوگ کون ہیں اور شام کے اس وقت یہاں کہاں جا رہے ہیں۔ ہم دونوں سخت گھبرا گئے۔ پڑاؤ ہم سے بہت دور تھا اور آس پاس ہمارے قبیلے کا کوئی آدمی بھی موجود نہیں تھا جو ہماری مدد کو آ سکے۔ ہم نے جلدی جلدی ان لوگوں کو بتایا کہ ہم خانہ بدوش لڑکیاں ہیں۔ ہمارا پڑاؤ یہاں سے قریب ہی ہے اور ہم لوگ چشمے سے پانی بھرنے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص جو ان کا سردار معلوم ہوتا تھا ہم سے کہنے لگا کہ اگر ہم ان لوگوں کے ساتھ چلیں تو وہ ہمیں خانہ بدوشی کی زندگی سے نجات دلا دیں گے اور دولت سے مالا مال کر دیں گے۔ ہم نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور گھر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔ ان لوگوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کچھ باتیں کیں اور آناً فاناً ہم دونوں کو گرفتار کر لیا۔ ہم چیختے چلاتے ہی رہ گئے لیکن انہوں نے ہماری مشکیں کس لیں اور ہمیں گھوڑوں پر ڈال کر لے چلے.....
"یہ ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر تھا۔ وہ لوگ بستیوں سے بچتے ہوئے جا رہے تھے اور جنگلوں جنگلوں سفر کر رہے تھے۔ جب کوئی بستی نزدیک آتی تو ان میں سے کوئی ایک دو آدمی بستی میں چلے جاتے اور کھانے پینے کا سامان اور پانی لے آتے اور پھر سفر جاری ہو جاتا۔ ہمیں کچھ اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ ہمیں سفر کرتے کتنے دن گزر گئے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ یہ سفر کبھی ختم ہی نہیں ہو گا.....
"آخر ہم ایک دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے وہاں

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تک نہیں بہت بڑی کشتی ساحل کی طرف گھوڑوں کے ساتھ ہم سوار ہو گئے۔ اب ہمارے سفر کا نیا مرحلہ شروع ہو گیا جو کئی دن تک جاری رہا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جاتے تھے، دریا کا پاٹ چوڑا ہوتا جاتا اور اس کے بہاؤ میں بھی تیزی آتی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ ہم لوگ سب کے ساتھ ایک شہر جا پہنچے۔ ہم دونوں کو راستوں اور منزلوں کا کوئی پتا نہیں تھا۔ بعد میں گرفتار کرنے والوں نے ہماری رسیاں کھول دیں۔ انھیں یقین تھا کہ اب ہمیں یہاں سے فرار ہونے کا کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔ ہم فرار ہو کر کہاں جا سکتے تھے، ہمیں کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ ہم کہاں ہیں اور ہم اس شہر میں کس کو جانتے تھے۔ میں اور میری سہیلی دونوں ان لوگوں کی خوشامد کرتے رہے کہ ہمیں ہمارے ٹھکانے پر واپس پہنچا دیں۔ لیکن ان لوگوں کا ارادہ نہ تھا۔ آخر ہم نے صبر کر لیا۔ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ اب ہم اپنے لوگوں میں کبھی واپس نہیں جا سکیں گے۔ ہم نے خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا...

کچھ عرصے کے بعد ہمارے سمندری سفر کا آغاز ہوا۔ میں نے اور میری سہیلی نے اس سے پہلے کبھی سمندر نہیں دیکھا تھا۔ اس قدر بڑا اور وسیع و عریض دریا دیکھ کر ہمارے ہوش اڑ گئے اور ہمیں بے حد خوف محسوس ہوا۔ ڈر کے مارے ہم کانپنے لگے۔ لیکن ہمارے آقاؤں نے ہماری ہمت بندھائی اور یہ کہا کہ اس سمندری سفر کے بعد ہماری قسمتیں بدل جائیں گی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ ہمیں ایک بادشاہ کے پاس لے جا رہے ہیں جہاں ہم محل میں رہیں گے اور خوب عیش کریں گے۔ ہمیں کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا اور بہت اچھے کھانے کھائیں گے اور عمدہ کپڑے پہنا کریں گے...

جس جہاز میں ہم سفر کر رہے تھے اس میں ان سب لوگوں کے علاوہ جنھوں نے ہمیں گرفتار کیا تھا اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ نہ جانے یہ کون لوگ تھے اور کہاں جا رہے تھے۔ ہمیں ان لوگوں سے ملنے جلنے اور بات کرنے کی اجازت نہیں تھی اور گرفتار کرنے والوں میں سے ایک آدمی ہمیشہ ہمارے پیچھے لگا رہتا تھا۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ہماری منزل کون سی ہے اور ہم کہاں جا رہے ہیں۔ سمندری سفر کی زندگی ہمیں بہت عجیب و غریب محسوس ہو رہی تھی...

ہمیں سمندر میں سفر کرتے ہوئے کوئی دس پندرہ دن کا عرصہ گزرا ہو گا کہ اچانک ایک دن ہمارا جہاز طوفان میں گھر گیا۔ بڑا سخت اور ہولناک طوفان تھا۔ میں نے اور میری سہیلی نے کبھی اس سے پہلے سمندری طوفان کہاں دیکھا تھا! ہمارے ہوش اڑ گئے۔ لیکن ہوش صرف ہمارے ہی نہیں اڑے تھے۔ جہاز میں تمام لوگوں کے ہوش اڑے ہوئے نظر آ رہے تھے جو ہمارے ساتھ جہاز میں سفر کر رہے تھے اور جن میں ہمیں گرفتار کرنے والے بھی شامل تھے۔ جہاز سمندر کی موجوں میں ایک تنکے کی طرح ڈول رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سمندری موجوں کے تھپیڑوں نے جہاز کو توڑ دیا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ سنبھلنے کے گھنٹوں بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ٹوٹے ہوئے جہاز کے ڈھانچے میں جزیرے کے ساحل پر پڑا ہوا پایا۔ حال میں بخت [illegible] زندہ تھی۔ جہاز کے مسافروں میں سے ایک شخص کے علاوہ [illegible] موجود نہیں تھا۔ یہ شخص مجھے اور میری سہیلی کو گرفتار کرنے والوں میں سے ایک تھا اور اس کا نام تاتم تھا۔ ہمارے جہاز میں صرف [illegible] تھے۔ ایک میں اور ایک تاتم۔ تاتم کے جسم پر کوئی زخم آئے تھے لیکن اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ میں بالکل زخمی نہیں ہوئی تھی۔

میں اور تاتم اس جزیرے پر رہنے لگے۔ ہم دونوں اب ایک دوسرے کے [illegible] تھے اور دونوں ایک ہی [illegible] کو ترستے رہے۔ جزیرے پر رہنا آسان نہیں تھا۔ یہاں ہر وقت جنگلی درندوں اور وحشی جانوروں کا خطرہ لگا رہتا تھا اور ہمارے رہنے کے لیے کوئی مناسب جگہ بھی نہیں تھی۔ تب تاتم کی تجویز پر ہم نے [illegible] تاتم نے تباہ شدہ جہاز کے ڈھانچے سے تختے نکال نکال کر اس درخت پر لکڑی کا چھوٹا سا مکان بنایا۔ یہ کام اتنا کٹھن تھا کہ کئی مہینے لگ گئے۔ بڑی محنت بھی کرنی پڑی لیکن ہم مکان بنانے میں کامیاب ہو گئے اور پھر ہم نے اس میں رہنا شروع کر دیا۔ ہمارے کھانے کے لیے یہاں چیزوں کی کمی نہیں تھی۔ پھلوں کے درخت بڑی تعداد میں موجود تھے اور ہم ان پر گزارا کرتے تھے۔ کبھی کبھار ہم ان چھوٹے ہتھیاروں کی مدد سے جو ہم نے تباہ شدہ جہاز کے ڈھانچے سے حاصل کیے تھے کسی جانور کا شکار کر لیتے تھے اور اس طرح ہمیں گوشت کھانے کو مل جاتا۔

کافی عرصے تک میں اور تاتم ساتھ رہتے رہے۔ ہم دونوں اس محفوظ مکان میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا رفیق زندگی بنا لیا۔ جزیرے کا یہ حصہ اونچی اونچی چٹانوں سے گھرا ہوا تھا اور درندوں سے محفوظ تھا۔ پانی بھی قریب ہی موجود تھا۔ ہمیں یہاں سے نکل کر دوسری جانب جانے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی تھی۔ ہم دونوں پاس ہی خوراک کی تلاش کے بعد جس وقت فارغ ہوتے اور اس [illegible] وہاں گھنٹوں بیٹھے رہتے [illegible] کوئی بھولا بھٹکا جہاز ادھر سے گزرے اور ہم اسے اپنی طرف متوجہ کر سکیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ دن پر دن گزرتے چلے گئے اور کوئی جہاز اس طرف سے نہیں گزرا۔ ہماری مایوسی میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا [illegible] نظر آنے لگا کہ ہمیں اپنی باقی زندگی اس ویران جزیرے پر [illegible]

اور پھر ایک دن جبکہ ہم دونوں درختوں کے [illegible] رہے تھے اچانک ایک بھیانک [illegible] دہاڑ [illegible] ہم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو [illegible] بن مانس [illegible] نظروں سے ہم دونوں کو گھور رہا تھا۔ ابھی ہم دونوں کچھ [illegible] کر پائے تھے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے کہ اچانک اس بن مانس

نے حملہ کر دیا اور تاتم کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ جیسا کہ تم نے اسے دیکھا ہے، وہ بے حد طاقتور ہے۔ اس نے فوراً ہی تاتم کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا اور اسے بری طرح دبانے لگا۔ بیچارہ تاتم کوئی مزاحمت نہ کر سکا۔ اس کے حلق سے چند گھٹی گھٹی چیخیں نکلیں اور چند لمحوں میں اس نے دم توڑ دیا۔ میں ایک طرف کھڑی بری طرح خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میرے ہوش و حواس معطل ہو گئے اور میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ میں تاتم کو بچانے کے لیے کچھ بھی تو نہیں کر سکتی تھی...

بن مانس نے تاتم کے جسم کو دو تین زور زور سے جھٹکے دے کر پھر اسے ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ میں خوف زدہ ہو کر بھاگی۔ میرا رخ اس درخت کی طرف تھا جس پر ہم نے لکڑی کا مکان بنایا ہوا تھا۔ بن مانس مجھے بھاگتے دیکھ کر تیزی سے میری طرف لپکا لیکن وہ زیادہ تیز دوڑ نہیں سکتا تھا۔ میں درخت کے نیچے پہنچ گئی اور میں نے چٹانوں کو پکڑ کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ اس دوران بن مانس قریب آ چکا تھا اور کچھ دور کھڑا ہوا بڑے غور سے میری اس حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ میں جلدی جلدی اوپر چڑھتی چلی گئی اور پہنچ کر مکان کے اندر داخل ہو گئی۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ میں کسی طرح بھی اس بن مانس کی دسترس سے بچ نہیں سکوں گی اور وہ جلد ہی چٹانوں کے سہارے چڑھتا ہوا اوپر آ جائے گا اور مجھے بھی اسی طرح ہلاک کر ڈالے گا جس طرح اس نے تاتم کو ہلاک کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میرا آخری وقت قریب آ گیا اور مجھے اس ظالم بن مانس کے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا...

میرے خدشات بالکل صحیح ثابت ہوئے۔ ذرا دیر میں بن مانس چٹانوں کی سیڑھی پر چڑھ کر اوپر آ گیا اور لکڑی کے مکان میں داخل ہو گیا۔ میں خوف کے مارے ایک طرف کونے میں سکڑ کر بیٹھ گئی۔ بن مانس مجھ پر فوراً حملہ آور نہیں ہوا بلکہ دروازے کے قریب بیٹھ گیا اور عجیب عجیب نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ بڑی دیر گزر گئی اور وہ اسی طرح مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ میرے قریب سرکنا شروع کر دیا۔ میرے پاس فرار کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ میں کونے میں دبکی جا رہی تھی اور وہ برابر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب و غریب قسم کی چمک تھی۔ میرا سارا بدن خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ اب میں سوچ رہی تھی کہ میں [illegible] کے مکان میں [illegible] یہاں تو میں کسی [illegible] بن مانس [illegible] ہو گئی تھی [illegible] بن مانس کی گرفت سے بچنے کے لیے ادھر ادھر [illegible] کوئی [illegible] تلاش کرنے [illegible] ہو جاتی۔ لیکن یہاں سے میں بھاگ کر [illegible] نہیں تھا۔ موت میری آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی اور میں نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر مرنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ بن مانس میرے بالکل قریب آ گیا اور [illegible] چند [illegible] تب [illegible] نے جلدی [illegible] ہاتھ اٹھا کر بڑی نرمی سے میرے شانے پر رکھ دیا۔ پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی میرے شانے پر رکھ دیا اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ میں کوئی مزاحمت نہ کر سکی۔ میں مزاحمت کر بھی نہیں سکتی تھی۔

تب سے میں اس خوفناک بن مانس کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ اس نے مجھے اپنی محبوبہ بنا کر رکھا ہوا ہے۔ وہ میرے کھانے پینے کا خیال رکھتا ہے اور روزانہ کافی مقدار میں پھل میرے لیے لاتا ہے۔ جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں، وہ صبح کو نکل جاتا ہے [illegible] کچھ دیر کے لیے باہر آتی ہوں۔ اس کے بعد وہ [illegible] جاتا ہے اور پھر شام کو واپس آتا ہے [illegible] جزیرے کے اس حصے میں [illegible] یہ حصہ جنگلی جانوروں کی پہنچ سے دور اور محفوظ ہے۔ مجھے اس بن مانس کے ساتھ رہتے ہوئے خاصی مدت گزر رہی ہے۔ اب تو مجھے ماہ و سال کا حساب بھی یاد نہیں رہا۔ تاتم کے مرنے کے بعد سے میں نے کسی انسان کی شکل نہیں دیکھی۔ تم پہلے آدمی ہو جسے میں نے اس جزیرے پر دیکھا ہے۔ میں جب بھی سمندر کے کنارے جاتی ہوں تو وہاں گھنٹوں بیٹھی رہتی ہوں اور اس بات کا انتظار کرتی ہوں کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا جہاز ادھر سے گزرے اور مجھے دیکھ لے۔ شاید میں کبھی دوبارہ انسانوں کی دنیا میں واپس جا سکوں۔ میں نے اپنے بارے میں تمھیں سب کچھ بتا دیا۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم مجھے دوسرے انسانوں سے بہت مختلف نظر آتے ہو۔ میں نے اپنی زندگی میں [illegible] کی چادر [illegible] کوئی انسان آج تک نہیں دیکھا۔ تمھارے بال تک سنہرے رنگ کے ہیں۔ تمھیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے تمھیں چاند کی کرنوں سے بنایا ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تمھارا نام کیا ہے، تم کون ہو اور اس ویران اور دور افتادہ جزیرے تک تم کس طرح آ گئے؟

نام کا مسئلہ ٹیڑھا تھا۔ میں اسے اپنا نام کیا بتاتا؟ لیکن اسے مطمئن کرنے کی غرض سے مجھے اپنا کوئی نہ کوئی نام تو بتانا ہی تھا۔ اس کے بغیر بات آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ میں چند لمحوں تک خاموشی کے ساتھ غور کرتا رہا اور پھر میں نے دل ہی دل میں اپنے لیے ایک نام کا انتخاب کر لیا۔

"میرا نام فردوس ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اور میری داستان بھی تمھاری داستان سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ میں بھی ایک [illegible] ہوں اور [illegible] کئی قبیلوں کی [illegible] ہوں [illegible] بد قسمت ہوں، لیکن کوئی [illegible] سے باہر [illegible] اب میں جہاز کے ذریعے ملک ہندوستان کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں سمندری طوفان نے آ گھیرا۔ جہاز ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہو گیا۔

بند گیا۔ اس میں سولہ ساسنے ترک ہلاک ہو گئے۔ قسمت نے مجھے بس بزدیت ہوا، چینکا حیران ہوں، تم سے ملاقات ہو گئی۔ تمہاری داستان واقعی بہت دلچسپ ہے، میں تمہاری مدد کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔ یہ بتاؤ کہ تم زانک ابن مانس کے چنگل سے کیونکر نجات دلاؤ گی؟

"نہ نہ نہ" وہ جلدی سے گھبرا کر بولی۔ "ایسا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ ایک ہی دفعہ کے بعد میں نے ایک انسان کی شکل دیکھی ہے اور میں اسے کھونا نہیں چاہتی۔ نہ کسی قیمت پر بھی تمہیں خطرے میں نہیں ڈالوں گی۔ تمہیں ابن مانس کے سامنے نہیں آنا ہے۔ اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ پلک جھپکنے میں تمہیں ہلاک کر ڈالے گا اور تم کسی صورت اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے اور میں اتنی جلدی تم سے محروم ہونا نہیں چاہتی۔ تم اپنے آپ کو ابن مانس کی نظروں سے پوشیدہ رکھو۔ شاید کبھی ہمیں ایسا موقع مل جائے کہ ہم اسے ہلاک کر سکیں۔ فی الحال تو بجائے فرار کے کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

میں اس کی باتوں پر دل ہی دل میں مسکراتا رہا۔ ظاہر ہے کہ وہ مجھے ایک عام آدمی سمجھ رہی تھی اور میری جسمانی ساخت بھی ایسی نہیں تھی جس کی بنا پر وہ یہ توقع کر سکے کہ میں ابن مانس کا مقابلہ کر سکوں گا۔ تاہم میں نے اپنی بات پر اصرار نہیں کیا۔

"مگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں فوری طور پر ابن مانس کے سامنے نہ آؤں تو میں ایسا ہی کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "چند روز انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے بعد میں اسے ہلاک کر دوں گا اور تم یقین کرو کہ اس کو ہلاک کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"نہیں فردوس۔" ماریسہ نے کہا۔ "ہمیں بڑی احتیاط اور ہوشمندی سے کام لینا ہو گا۔ میں نے کہا نا کہ میں کسی قیمت پر بھی تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔"

سہ پہر تک میں اور ماریسہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ وہ مجھ سے میرے وطن کے بارے میں، میرے قبیلے کے بارے میں بہت سے سوالات پوچھتی رہی اور میں دل ہی دل میں ہنستے ہوئے [illegible] میرا کوئی سا بھی تعلق تھا اس کے بارے میں میں اسے بتاتا، چنانچہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے میں نے اسے ٹال دیا۔ اب دوپہر ہو گئی تھی اور ابن مانس کے آنے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ مجھے تو اس کی کوئی فکر نہیں تھی لیکن ماریسہ کو اس بات کی بڑی فکر تھی۔ اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں دوبارہ اسی درخت پر چڑھ کر پتوں میں چھپ جاؤں جہاں میں نے رات گزاری تھی۔

اس کے اصرار پر میں درخت پر چڑھ گیا اور میں نے اپنے آپ کو پتوں میں چھپا لیا۔ ماریسہ کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے آرام سے بیٹھ گئی اور ابن مانس کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ابن مانس ادھر کی چٹانوں کے اوپر نمودار ہوا اور وہاں سے عجیب عجیب آوازیں نکالتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ وہ ماریسہ کے قریب آ کر رک گیا۔ اس کے ہاتھوں میں بہت سے پھل تھے جو اس نے ماریسہ کے سامنے ڈال دیے۔ ماریسہ ہاتھوں سے صاف کر کے پھل کھانے لگی۔ ابن مانس حیرانی آوازیں نکالتا ہوا اپنی مسرت کا اظہار کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ زمین پر لیٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ابن مانس اٹھا اور حیرانی آوازیں نکالتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ماریسہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ابن مانس اپنے جسم کے ساتھ چلتا ہوا چٹانوں کے اوپر پہنچا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ [illegible] کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے کچھ دیر بعد ماریسہ نے ادھر ادھر دیکھ کر مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نیچے اتر آؤں۔ میں نیچے اتر آیا۔

"چلو اب چشمے پر چلتے ہیں۔" ماریسہ نے کہا۔ "وہاں چل کر خوب نہائیں گے۔"

نہانے کے بعد ہم دونوں چشمے سے کچھ فاصلے پر ایک جگہ نرم نرم اور سبز گھاس پر بیٹھ گئے اور اطمینان سے باتیں کرنے لگے۔ ہم باتیں کرتے ہی کرتے نہ جانے کب ہماری آنکھ لگ گئی اور ہم دونوں ہی سو گئے۔

اچانک ایک تیز خوفناک اور کریہہ آواز نے ہماری میٹھی خوشگوار نیند کا خاتمہ کر دیا۔ ہم دونوں ایک ساتھ ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم سے کچھ فاصلے پر دیو پیکر ابن مانس کھڑا ہوا خونی نظروں سے ہمیں گھور رہا تھا۔

ماریسہ کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ ماریسہ کا سارا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے شدت خوف اور دہشت کے عالم میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے پیچھے کی طرف گھسیٹنے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ ہم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑے ہوں۔

یکایک ابن مانس تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جھپٹ کر میری گردن کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ ماریسہ کے منہ سے ایک وحشت ناک چیخ نکلی اور وہ دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ ابن مانس نے اپنے دونوں ہاتھ میری گردن کے گرد کس لیے تھے اور اب خوب زور لگا کر میری گردن کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور تب میں نے اپنے ایک ہاتھ سے اسے زور کا دھکا دیا۔ میری گردن اس کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد ہو گئی اور وہ قلابازی کھا کر دور جا گرا۔ میں نے اسے بالکل آہستہ سے دھکا دیا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے حلق سے ایک بڑی خوفناک آواز نکالی اور میری طرف غصے سے دیکھا۔ میں نے ایک نظر ماریسہ کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔ وہ شاید بیہوش ہونے کے قریب تھی۔ میں نے اب اس قصے کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جیسے ہی ابن مانس میری طرف لپک کر میرے قریب آیا، میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی۔ ابن مانس نے تڑپ تڑپ کر اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے کہ [illegible]

وہاں حاصل ہو سکتی تھی! اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے [illegible] کی کوشش کی لیکن اب اس میں کوئی کامیابی ممکن نہیں تھی۔ میرے ہاتھوں کا دباؤ کچھ اور بڑھ گیا۔ ابن مانس کے [illegible] نکلنے لگی جو آہستہ آہستہ نرم پڑتی جا رہی تھی۔ [illegible] رفتہ رفتہ اپنا دباؤ بڑھاتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ اس کی آنکھیں ابل [illegible] اس کی زبان باہر نکل آئی۔ اس کا دیو پیکر جسم بے جان ہونے لگا۔ میں نے ایک نظر ماریسہ کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اب بدل گئے تھے۔ ان میں اب خوف کی جگہ [illegible] موجود تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے ناقابل یقین منظر دیکھ رہی تھی۔ [illegible] میں نے ابن مانس کی گردن کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور پھر اس [illegible] جسم کو زمین پر گرا دیا۔ ایک دھماکے کے ساتھ اس کا جسم زمین پر [illegible] دیر تک تڑپتا رہا اور پھر اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے جسم کو ٹھوکر سے ہلایا۔ وہ بے جان ہو چکا تھا۔

ماریسہ چند لمحوں تک تو دم بخود کھڑی ہوئی کبھی مجھے دیکھتی تھی، کبھی ابن مانس کو۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آئی۔

"کیا تم نے اسے واقعی ہلاک کر دیا ہے فردوس؟" اس نے بے یقینی کے انداز میں مجھ سے سوال کیا۔

"تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہو۔" میں نے کہا۔ "اور چاہو تو قریب جا کر دیکھ لو، اس کا تن مردہ ہے، اب کوئی جان باقی نہیں ہے [illegible] ہو گیا ہے۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے کیا فردوس؟"

"اس بارے میں زیادہ مت سوچو۔" میں نے ماریسہ سے کہا۔ "میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ ابن مانس کو ہلاک کر دینا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے اور دیکھ لو جو کچھ کہا تھا وہ میں نے کر دکھایا۔"

"تم واقعی ٹھیک کہتے تھے۔" اچانک ماریسہ مجھ سے لپٹ پڑی۔ "[illegible] تم بہت بہادر ہو، تمہارے اندر طاقت اور قوت کا خزانہ چھپا [illegible] تم دیکھنے میں ایسے نظر نہیں آتے۔ تم نے اس قدر طاقتور [illegible] کو آسانی سے ہلاک کر کے ایک ناقابل یقین کارنامہ انجام [illegible] میں تم کو بتاتی ہوں، تمام کا جسم تم سے کہیں زیادہ [illegible] تھا، لیکن جب [illegible] نے اس کی گردن [illegible] بے چارہ حرکت نہیں کر سکا اور [illegible] ختم ہو کر رہ گیا۔"

[illegible] ماریسہ کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ اس کی آنکھوں سے [illegible] مسکراہٹ لیے [illegible] کر رونے لگی۔ اس نے سر میرے شانے پر رکھ دیا اور میرا شانہ اس کے آنسوؤں سے تر [illegible]

"کیا بات ہے ماریسہ! تم رو کیوں رہی ہو؟" میں نے اس [illegible] پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"یہ خوشی کے آنسو ہیں فردوس۔" اس نے کہا۔ "آج ایک مدت کے بعد مجھے اپنے انسان ہونے کا احساس ہوا ہے ورنہ میں تو اس [illegible] کے ساتھ رہتے رہتے خود بھی جانور بن گئی تھی۔ مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ میں اسی طرح اپنی زندگی گزارتے ہوئے ایک دن اس بے نام جزیرے میں مر جاؤں گی اور مرتے وقت بھی کسی انسان کی شکل نہیں دیکھ سکوں گی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے حال پر کرم کیا کہ میری نجات کے لیے تمہیں یہاں بھیج دیا۔ کم از کم مجھے ایک انسان کی رفاقت تو حاصل ہے۔"

"تم اس رفاقت پر بھروسہ کر سکتی ہو ماریسہ۔" میں نے جواب دیا۔

شام ڈھل گئی تھی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ چشمے کے کنارے جہاں ہم دونوں موجود تھے، اب بالکل اندھیرا پھیل گیا تھا۔ ہم سے کچھ فاصلے پر ابن مانس کا جسم پڑا ہوا تھا جو اندھیرے کی وجہ سے ایک سیاہ ڈھیر کی مانند نظر آ رہا تھا۔

میں نے ماریسہ کا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو گئے۔

اگلی صبح ماریسہ کی زندگی کی ایک نئی صبح تھی۔

"فردوس۔" اس نے مجھ سے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ ہم کیا کریں گے؟ کیا ہم اپنی ساری زندگی اس ویران جزیرے پر گزار دیں گے؟ کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں ہو سکتی؟"

"یہاں سے نکلنے کی ایک ہی سبیل ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اور وہ یہ کہ کوئی جہاز ادھر سے گزرے اور ہمیں اپنے ساتھ لیتا جائے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جزیرہ سمندر میں کس جگہ واقع ہے۔ یہاں سے قریب ترین ملک یا شہر کون سا ہے۔ اس صورت میں اگر ہم اس جزیرے سے نکل کر جانا بھی چاہیں تو کہاں جائیں گے؟ فرض کرو کہ ہم دونوں مل کر کچھ دنوں کی محنت سے ایک کشتی تیار کر لیں اور اس میں بہت سا سامان خورد و نوش اور پینے کا پانی رکھ کر سفر پر روانہ ہو جائیں تو بھی کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارا یہ سفر کتنے دنوں کا ہو گا اور ہماری کشتی میں موجود کھانا اور پینا کب تک ہمارا ساتھ دے گا۔ اگر کہیں کوئی آبادی، کوئی ساحل نہیں ملا تو پھر ہم سمندر میں ہی بھٹکتے رہیں گے اور اسی عالم میں ہماری موت واقع ہو جائے گی۔"

میں ماریسہ سے اس کے علاوہ اور کچھ بھی کیا کہہ سکتا تھا۔ جہاں تک میرا اپنا تعلق تھا تو میں کسی بھی وقت یہاں سے جہاں چاہتا جا سکتا تھا، لیکن ماریسہ کو ساتھ لے کر میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایک عام انسان تھی اور اس کی انسانی ضروریات تھیں جنہیں نظرانداز کر کے وہ زندہ نہیں رہ سکتی تھی۔

ماریسہ میری بات سن کر تھوڑی دیر سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو فردوس۔ یہاں سے جانا [illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کر دو گے۔" ایک دن مارلیسہ نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

"ہوش کی باتیں کرو مارلیسہ۔" میں نے محبت سے اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "میں ہر حال میں زندگی گزارنے کا عادی ہو چکا ہوں اور گزار لوں گا۔ میری طرف سے کسی بھی قسم کی پریشانی کو اپنے دل میں جگہ مت دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تم مرنے کے بارے میں مت سوچو۔ ابھی تم زندہ رہو گی بہت دنوں تک۔"

"میں جانتی ہوں فرید کہ ایسا نہیں ہے۔" اس نے ایک لمبی سی ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو۔ ہر انسان کی زندگی میں ایک آخری وقت آتا ہے اور میری زندگی میں بھی وہ وقت آگیا ہے۔ جلد ہی میں تم سے رخصت ہو جاؤں گی۔ تم تنہا رہ جاؤ گے۔ بس یہی دکھ ہے جو مجھے پریشان کیے جا رہا ہے۔ ورنہ مجھے موت سے نہیں ڈر لگتا۔"

مجھے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ مارلیسہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ درست ہے۔ اب واقعی اس کا آخری وقت قریب آگیا تھا۔ ... وہ اس خیال سے بہت پریشان تھی کہ اس کے بعد میں اس جزیرے پر تنہا رہ جاؤں گا۔ تاہم میں آخر وقت تک اسے دلاسہ تسلی دیتا رہا۔

آخر ایک دن مارلیسہ مر گئی۔

یہ وقت بہت ... فرید کہ اپنی طویل اور ہنگامہ خیز زندگی میں بہت سی عورتوں کی موت کا سبب ... مارلیسہ ان میں سے ایک تھی۔ ان عورتوں نے بہت سی عورتوں کے ساتھ ان کے ... زندگی کے ... پر دن گزارے تھے اور وہ مر کر ہی مجھ سے جدا ہوئی تھیں۔ لیکن مارلیسہ کی بات ہی دوسری تھی۔ مارلیسہ کے ساتھ میں نے بالکل مختلف انداز میں اپنی زندگی کے دن گزارے تھے۔ اس وسیع و عریض جزیرے پر صرف ہم دو انسان تھے۔ اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اس لیے ہماری زندگیاں ایک دوسرے سے مکمل طور پر پیوست ہو کر رہ گئی تھیں۔

میں نے مارلیسہ کی لاش کو بڑے احترام کے ساتھ اس درخت کے نیچے جس پر کیبن بنا ہوا تھا ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیا اور اس پر بہت سے جنگلی پھول ڈال دیے۔ اس درخت کے اوپر خالی کیبن بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔

مارلیسہ کے انتقال کے بعد میں نے چند دن اس ویران جزیرے میں اور گزارے۔ اب یہاں میرے علاوہ کسی دوسرے انسان کا وجود نہیں تھا۔ گزرتے ہوئے ماہ و سال کے ساتھ ایک طویل کہانی ختم ہو گئی تھی۔ میری اور مارلیسہ کی رفاقت کی طویل کہانی۔ اب میں آزاد ہو چکا تھا۔ اب مجھے ایک نئے سفر کا آغاز کرنا تھا۔ اب اس جزیرے پر میرے لیے کوئی کشش نہ رہ گئی تھی۔ مجھے ایک بار پھر ہنگاموں اور شور و شغف سے بھرپور زندگی کی طرف واپس لوٹ جانا تھا۔ مجھے کسی زاد راہ کی ضرورت نہیں تھی اور نہ کسی سواری کی۔ بس ایک بار سفر کا عزم کر لینا کافی تھا۔ چنانچہ میں نے عزم کر لیا اور ایک دن کھلے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

میں نے اطمینان سے تیرنا شروع کر دیا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں تھی۔ سارا دن گزر گیا اور میں تیرتا رہا۔ شام کو وہ ویران جزیرہ اب پیچھے رہ گیا تھا۔ مارلیسہ کی قبر بھی پیچھے رہ گئی تھی۔ مارلیسہ کی آخری آرام گاہ جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اب میری نگاہوں سے اوجھل ... نامعلوم اور ویران جزیرے میں بالکل اکیلی رہ گئی تھی۔ لیکن مارلیسہ کی یاد کا چراغ اب بھی میرے دل میں روشن تھا۔ میں تیرتا جا رہا تھا اور اپنی زندگی کے ان بیتے ہوئے ماہ و سال کو یاد کرتا جا رہا تھا جو میں نے مارلیسہ کی پُرلطف رفاقت میں اس بے نام جزیرے پر گزارے تھے۔ مارلیسہ بوڑھی ہو کر خاک کا پیوند ہو گئی تھی اور میں ویسا ہی ہمیشہ کی طرح تر و تازہ، سدا بہار نوجوان۔

اس بار میں نے فیصلہ کیا تھا فرید کہ کسی جہاز میں سوار نہیں ہوں گا بلکہ خود ہی تیرتا ہوا کسی انسانی آبادی تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ایک عرصے سے میں سمندروں اور جہازوں کے چکر میں پھنسا ہوا تھا اور اب میں اس سے نکلنا چاہتا تھا۔ اب میں کسی ویران جزیرے پر نہیں بلکہ بھری پُری اور تہذیب یافتہ انسانی آبادی میں جانا چاہتا تھا۔ مہذب دنیا سے کٹے ہوئے مجھے بہت دن ہو گئے تھے۔ ... مہذب دنیا سے میرا رابطہ ... اور وہ بھی ایک جہاز کے ذریعے۔ اگر میں اس جہاز میں سفر کرتا تو ایک بار پھر مہذب دنیا تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن وہ جہاز طوفان ... ہو گیا اس لیے مجھے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ ایک غیر آباد جزیرے پر ایک خانہ بدوش عورت کے ساتھ گزارنا پڑا۔

میں نے ایک طویل مدت تک اپنا سفر جاری رکھا۔ اس عرصے کے دوران کئی جہاز مجھے دور سے نظر آئے۔ لیکن میں نے ان کی طرف پیش قدمی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں ان سے دور رہا اور وہ آہستہ آہستہ دور سمندر کی وسعتوں میں غائب ہو گئے۔

آخر ایک دن شام کے جھٹپٹے میں مجھے دور بہت سی کشتیوں کے بادبان اور جہازوں کے مستول نظر آنے لگے۔ گویا کہ اب میں مہذب دنیا کی کسی بندرگاہ کے قریب پہنچ رہا ہوں۔

میں تھوڑی دیر تک اور تیرتا رہا اور اب میں بندرگاہ سے زیادہ قریب پہنچ گیا۔ اس وقت شام ہو چکی تھی اور ہر طرف اندھیرا ... رہا تھا۔ بہت سی کشتیوں اور جہازوں پر روشنی کر دی گئی تھی اور ان کی روشنی دور سے عجیب بہار دکھا رہی تھی۔ ایک لمبی مدت بعد انسانوں سے آباد ایک شہر کے آثار دیکھ کر میرا دل خوشی سے ... ہو گیا۔

میں آہستہ آہستہ اور اطمینان سے تیرتا رہا اور آخر میں ساحل کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ یہاں بیسیوں کشتیاں لنگر انداز تھیں

جن میں چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی کشتیاں تھیں۔ کئی جہاز بھی یہاں لنگر انداز تھے۔ لیکن اب میرے سامنے ایک مسئلہ تھا۔ میں پانی سے باہر کس طرح نکلوں۔ میرے جسم پر کوئی لباس نہیں تھا اور انسانی آبادی میں بغیر لباس کے ... برہنہ ہونا اپنا تماشا بنوانا تھا۔ مجھے ہر صورت میں اپنے لیے کسی نہ کسی لباس کا بندوبست کرنا تھا۔

آخر اس مسئلے کا بھی میں نے ایک حل نکال لیا۔ میں نے پانی سے سر نکال کر آس پاس کی کشتیوں کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ کچھ کشتیوں میں لوگ تھے اور بعض کشتیاں ایسی بھی تھیں جو بالکل خالی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ایک ایسی کشتی کا انتخاب کیا جو دوسری کشتیوں سے ذرا فاصلے پر تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھ کر کشتی کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ کشتی بالکل خالی تھی۔ میں نے کشتی میں داخل ہو کر چاروں طرف اچھی طرح جائزہ لیا۔ ایک جگہ مجھے ایک میلی کچیلی سی چادر پڑی ہوئی نظر آئی۔ میں نے جلدی سے وہ چادر اٹھائی اور دوبارہ سمندر میں کود گیا۔

اب میں ساحل کے ایک ایسے حصے کی طرف بڑھ رہا تھا جو نسبتاً سنسان نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں میں اس طرف پہنچ گیا۔ وہاں جا کر میں نے اپنے آپ کو پانی سے باہر نکالا اور خشکی پر آ گیا۔ یہاں بالکل اندھیرا تھا اور اندھیرے میں مجھے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ میں جو چادر کشتی میں سے اٹھا کر لایا تھا وہ بالکل گیلی ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے گیلی چادر کو ہی اپنے جسم پر لپیٹ لیا۔ تیز سمندری ہوا چل رہی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ چادر تھوڑی دیر میں سوکھ جائے گی۔ چادر کو جسم پر اچھی طرح لپیٹ لینے کے بعد میں آگے بڑھ آیا۔

میں اندھیرے سے نکل کر بندرگاہ کے روشن حصے میں آ گیا۔ یہاں کافی چہل پہل تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ نانبائیوں کی دکانوں پر طرح طرح کے کھانے پک رہے تھے جن کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ زیتون کے تیل میں مچھلی تلی جا رہی تھی اور لوگ ... لے لے کر کھا رہے تھے۔ اندھیرے میں اگرچہ ... نظر نہیں آ رہی تھیں تاہم مجھے یہاں ادھر ادھر گھومتے ہوئے لوگوں میں مختلف نسلوں اور مختلف قومیتوں کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ چونکہ اندھیرا کافی تھا اس لیے میرے بے ڈھنگے لباس پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ میری میلی چادر جو پانی میں بھیگ کر اور زیادہ میلی ہو گئی تھی، میں نے جسم کے گرد بڑے بے ڈھنگے پن سے لپیٹی ہوئی تھی اور میں اس عجیب و غریب لباس میں کوئی عجیب مخلوق معلوم ہو رہا تھا۔

میں کافی دیر تک ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اب رات نے اپنا دامن سارے شہر پر پھیلا دیا تھا اور بندرگاہ کے بازار کی رونق میں آہستہ آہستہ کمی ہونے لگی تھی۔

دکانیں بند ہونے لگی تھیں اور لوگ رخصت ہونے لگے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ اب ... کے بھونکنے کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ ہر طرف خاموشی پھیل گئی تھی۔

میں نے اپنے آپ کو بازار میں تنہا پایا۔ ... میں اس مشکوک حالت میں زیادہ دیر تک بازار میں نہیں رہنا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت میرا ... کسی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں رات گزار سکوں۔ اور جلد ہی مجھے ایک ایسی جگہ مل گئی۔ یہ ایک خستہ حال دکان تھی۔ اس کی چھت کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا اور دیواریں بھی پورے طور پر سلامت نہیں تھیں۔ میں اس ٹوٹی ہوئی خستہ حال دکان میں داخل ہو گیا اور اس کے کچے فرش پر لیٹ کر اطمینان سے سو گیا۔ ایک بہت ہی لمبی مدت کے بعد مجھے انسانوں سے آباد ایک شہر کے اندر سونے کا اتفاق ہو رہا تھا۔

رات بھر میں اطمینان اور سکون کے ساتھ سوتا رہا۔ سمندر کی طرف سے چلنے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے مجھے بے حد فرحت بخشی۔ ... صبح کی ... آنکھ کھلی تو ... زندگی کی چہل پہل کا آغاز ہو چکا تھا۔ لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے اور دکانیں بھی کھلنی شروع ہو گئی تھیں۔

مجھے یہ تو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی بندرگاہ ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس ملک کا شہر ہے اور اس پر کن لوگوں کی حکومت ہے۔ یہاں کون سی زبان بولی جاتی ہے اور لوگ کس قسم کے ہیں۔ بہر حال ان ساری چیزوں سے مجھے بعد میں معلوم کرنا تھا۔

میں نے ایک نظر اپنے لباس پر ڈالی۔ جس وقت میں زمین پر لیٹا تھا اس وقت وہ چادر بالکل گیلی تھی جس میں میرا جسم لپٹا ہوا تھا۔ گیلی چادر میں خوب مٹی لگ گئی تھی اور بعد میں ہوا لگ کر خشک ہو گئی تھی۔ اس طرح چادر بہت ہی غلیظ ہو گئی تھی اور میں اس لباس میں بالکل کوئی فقیر معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن بہر حال مجھے اس لباس میں گزارہ کرنا تھا۔

میں ٹوٹی ہوئی دکان سے نکل کر باہر آ گیا اور بازار میں کھڑا ہو گیا۔ ایک آدمی میرے قریب سے گزرا۔ اس نے میرے اوپر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سکہ نکالا اور میرے قدموں میں گرا کر آگے چلتا بنا۔ میں اسے حیرت سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے مجھے واقعی کوئی فقیر سمجھ کر خیرات دی تھی۔ میں دل ہی دل میں اس صورت حال پر مسکرانے لگا۔ اس قسم کا واقعہ میرے ساتھ میری زندگی میں پہلی مرتبہ پیش آیا تھا۔ مجھے اب تک فقیر کسی نے نہیں سمجھا تھا۔ مگر اب میں فقیر بھی ہو گیا۔ میں دل ہی دل میں اس دلچسپ بات پر خوب ہنسا۔

تھوڑی دیر تک میں اس دکان کے آگے کھڑا رہا اور پھر میں نے وہاں سے چلنا شروع کر دیا۔ بندرگاہ کے علاقے سے نکل کر میں

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible] واپس آ گیا۔ [illegible] کی سرگرمیاں [illegible] ہو گئی تھیں
دوسری طرف لوگوں کی [illegible] بڑھ رہی تھی۔ [illegible] بھی [illegible] تھیں اور
خرید و فروخت بھی جاری تھی۔ میں [illegible] ادھر ادھر گھوم رہا تھا [illegible]
لوگوں کو دیکھتا [illegible] زیادہ تر لوگوں نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی۔
[illegible] مجھے [illegible] مسکین [illegible]
دینے کی کوشش کی تاہم میں نے کوئی [illegible] قبول نہیں کیے۔

[illegible] اور آگے [illegible] لوگ [illegible] [illegible] اپنے لباس سے
[illegible] نظر آ رہے تھے۔ [illegible] سلطنت روما
[illegible] میں موجود ہوں۔ میں شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتا
[illegible] ایک [illegible] سامنے ایک [illegible]
[illegible] میدان تھا۔ اس میدان کے اس پار اونچے اونچے [illegible]
[illegible] کا سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ محل کے [illegible]
[illegible] کی نقل و حرکت [illegible] نظر آ رہی تھی۔ [illegible]
لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ [illegible]
کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ قریب [illegible] پر [illegible] محافظ
کا ایک دستہ تھا۔ [illegible] نہایت خوبصورت [illegible]
[illegible] پر [illegible] ہوئے تھے۔ میں محلوں کے
بالکل نزدیک جانا چاہتا تھا اور [illegible]

چونکہ [illegible] کی نظر مجھ پر پڑ گئی [illegible]
[illegible]

[illegible] یہاں کیا کر رہا ہے۔ [illegible] کرخت [illegible]
پوچھا۔ [illegible] اجنبی [illegible] میں اپنا [illegible] اس نے
[illegible] نہیں [illegible] سوال کیا تھا۔ [illegible] شاہی محلات کے
نزدیک [illegible] گی [illegible]

"میں اس شہر میں ایک اجنبی مسافر ہوں۔" میں نے بڑی
مسکینی [illegible] جواب دیا۔

"مسافر [illegible] مسکین ہے تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" سپاہی نے
آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "ادھر سے چلا جا۔"

میں سپاہی کو کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اب میں
ایک [illegible] محل کے دروازے کے نزدیک پہنچ چکا تھا [illegible]
کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ [illegible] شاہی محلات کے نزدیک
میری موجودگی [illegible]

"کون ہے تو؟" ایک محافظ نے [illegible] مجھے [illegible] آگے
بڑھ کر میرا راستہ روک لیا۔

"میں تمہارے شہر میں ایک اجنبی مسافر ہوں۔" میں نے
جواب دیا۔

"لیکن اجنبی مسافر کو شاہی محلات کے نزدیک کیا کام ہے؟"
سپاہی مجھ سے جرح کرنے لگا۔

"میرے پاس سونے کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے [illegible]
ادھر ادھر [illegible] رہا ہوں۔" میں نے مسکینی کے ساتھ جواب [illegible]
اس دوران ایک دوسرا سپاہی جو ہم لوگوں کی گفتگو [illegible]
[illegible] قریب آ گیا اور بولا "یہ کیسا مسکین ہے؟ مسکین
ہے تو [illegible] جانے۔ یہ شاہی محلات کے نزدیک کیا
کر رہا ہے؟"

"یہی بات تو میں اس سے پوچھ رہا ہوں۔" پہلے والے سپاہی
نے کہا۔

"مجھے تو یہ دشمن کا کوئی جاسوس معلوم ہوتا ہے۔" دوسرے
سپاہی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" پہلے والے سپاہی نے جواب دیا۔ [illegible]
بھی یہ [illegible] مشتبہ [illegible] نظر آتا ہے۔" پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا "تو
کہاں سے آیا ہے؟"

اس کے اس سوال کا جواب دینا میرے لیے بڑا مشکل تھا
تاہم میں چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر میں نے یوں ہی کہہ دیا۔ "میں
ایک [illegible] ملک سے آیا ہوں۔ مجھے [illegible] دیکھنے کا بہت شوق ہے۔
میں نے اس سے پہلے شہر کبھی نہیں دیکھا، خاص طور سے یہ شاہی
محلات [illegible] دیکھنا چاہتا تھا۔ واقعی یہ محلات بڑے [illegible]
اور [illegible] ہیں۔"

"زیادہ باتیں نہ بنا۔" پہلے والے سپاہی نے کہا۔ "ٹھیک [illegible]
ہمارے شہر میں تیری آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"میری آمد کا مقصد سیر و سیاحت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔" [illegible]
نے جواب دیا۔

"تیری جیب میں کتنی رقم موجود ہے؟" اس نے سوال [illegible]
"میرے پاس کوئی رقم موجود نہیں ہے۔" میں نے جواب [illegible]
"کیا اس شہر میں تیرا کوئی جاننے والا موجود ہے؟" اس نے [illegible]
"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "یہاں میرا کوئی جاننے والا [illegible]"
"عجیب بات ہے۔" پہلے والے سپاہی نے دوسرے سپاہی
کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کی جیب میں کوئی ایک پیسہ بھی [illegible]
اس شہر میں اس کا کوئی جاننے والا بھی موجود نہیں۔ اس کے جسم [illegible]
[illegible] ایک میلی کچیلی چادر کے علاوہ اور کوئی لباس بھی [illegible]
اور پھر بھی یہ کہتا ہے کہ میں سیر و سیاحت کے لیے آیا ہوں۔
یہ کوئی دشمن کا جاسوس ہے یا پھر کوئی پاگل دیوانہ ہے۔"

"تیرا نام کیا ہے؟" دوسرے سپاہی نے پوچھا۔
"میرا نام [illegible] ہے۔" میں نے اپنا نام [illegible]
[illegible] کر بتایا تھا۔

"اسے محافظ دستے کے سردار کے پاس لے چلو۔" پہلے
والے سپاہی نے دوسرے سپاہی سے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" دوسرے سپاہی نے جواب دیا۔
ان دونوں نے دونوں طرف سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے
[illegible] ایک طرف لے چلے۔ محل کے [illegible] دروازے سے گزر کر
[illegible] ایک [illegible] میں جا پہنچے۔ یہاں بہت سے سپاہی
[illegible] ایک بھاری بھر کم جسم [illegible] افسر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا
[illegible] دونوں سپاہی مجھے لے کر [illegible] اس کے سامنے پہنچے
[illegible] انہوں نے با ادب ہو کر [illegible] تعظیم کی۔
"کیا بات ہے؟" اس شخص نے اپنی بھاری آواز میں پوچھا
"یہ کیسے فقیر کو یہاں پکڑ لائے ہو؟"
"[illegible] یہ شخص ہمیں شہزادی [illegible] کے دروازے
[illegible] مشتبہ حالت میں ملا تھا۔ ہمارے سوالات کا کوئی [illegible]
[illegible] نہیں دے سکا۔ [illegible] ہم اسے گرفتار کر کے آپ کے
[illegible]

"مگر یہ تو اپنے حلیے سے کوئی فقیر معلوم ہوتا ہے۔" [illegible]
[illegible] مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات ضرور ہے شاید
[illegible] نے اس پر غور نہیں کیا۔ اس کے جسم کی رنگت بہت عجیب [illegible]
[illegible] میں نے آج تک سنہرے [illegible] والا کوئی انسان
[illegible] دیکھا۔ اس کے بال بھی [illegible] سنہرے [illegible] بھی سنہرے [illegible] مجھے
[illegible] کے جسم کا رنگ بھی [illegible]

اس کے بعد [illegible] مجھے حکم دیا کہ میں اپنے جسم [illegible]
[illegible] تھے [illegible] میں نے [illegible] اس کی
[illegible] نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔
[illegible] اس کے سامنے جسم کا رنگ اس کے [illegible]
[illegible] ہوگا۔ یہ تو کوئی عجیب و غریب قسم کا انسان معلوم ہوتا
[illegible]

اس کے بعد [illegible] نے بھی مجھ سے تقریباً وہی سوالات کیے
[illegible] پہلے دونوں سپاہی کر چکے تھے اور میں نے اسے بھی [illegible]
بات وہی جواب دیے جو میں اس سے پہلے دے چکا تھا۔
اس شخص کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ [illegible] نے
[illegible] سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میرے خیال میں تم دونوں
[illegible] گرفتار کر کے ٹھیک ہی کیا ہے۔ مجھے بھی یہ کوئی مشتبہ قسم
[illegible] معلوم ہوتا ہے۔ فی الحال اسے محل کے بندی خانے میں ڈال [illegible]
وہ دونوں سپاہی مجھے ساتھ لے گئے اور ایک کوٹھری میں
[illegible] ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی جس کی چھت [illegible]
[illegible] مضبوط تھیں۔ اس میں صرف ایک ہی دروازہ
[illegible] لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ دیواروں میں کوئی کھڑکی
[illegible] نہیں تھا۔ البتہ چھت میں ایک چھوٹا سا روشندان
[illegible] جس میں سے گزر کر تھوڑی بہت ہوا اندر آ جاتی تھی اور کچھ

روشنی بھی ہو جاتی تھی۔ فرش پر کائی جمی ہوئی تھی [illegible]
کا ایک بڑا سا [illegible] پڑا ہوا تھا [illegible] کے لیے [illegible]
[illegible] اور ایک مختصر سا لباس [illegible]
[illegible] دروازہ بند کرنے سے پہلے انہوں نے ایک [illegible]
اور تھوڑا سا کھانا بھی دے دیا۔
اس نئے شہر میں میری خوب پذیرائی ہوئی تھی۔ [illegible]
[illegible] نہیں کہ [illegible] یہاں کے محافظوں کے ہاتھوں قید ہو گیا۔
[illegible] اس کوٹھری میں [illegible] تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس قید
[illegible] میں گزاروں گا اور چند روز کے بعد دروازہ توڑ کر یہاں
سے باہر نکل جاؤں گا۔

چند روز اسی طرح گزر گئے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار
کھلتا، دروازہ کھولنے والے محافظ میرا کھانا اور پانی کے برتن دیتے اور کھانے
کے لیے مجھے کچھ [illegible] دیتے۔ اس کے بعد دروازہ دوبارہ بند ہو جاتا اور
چوبیس گھنٹے بعد ہی کھلتا۔

میں اب سوچ رہا تھا کہ [illegible] کسی دن باہر نکل جاؤں گا
لیکن [illegible] دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والے دو
محافظ تھے [illegible] دونوں کے ہاتھوں میں [illegible]
تھے۔

"چلو، [illegible] ان میں سے ایک نے اپنا [illegible]
کہا۔ "تمہاری مہلت کی گھڑیاں ختم ہو چکیں۔ اب کچھ کام [illegible]"
میں ان دونوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ میں نے انہیں [illegible]
یار [illegible] کی کوشش نہیں کی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ [illegible]
[illegible] ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ میں نئی زندگی
کے تجربات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

وہ لوگ مجھے لیے ہوئے کوٹھری سے باہر آئے اور [illegible]
[illegible] ہوئے ایک طرف کو لے چلے۔ تھوڑی دور آگے جا کر
[illegible] دیکھا کہ میرے جیسے قیدیوں کی ایک لمبی سی قطار [illegible]
[illegible] جیتے ہوئے [illegible] اور [illegible]
[illegible] سارے قیدی سخت [illegible]
[illegible] آنے والے محافظوں نے مجھے بھی ان قیدیوں کی [illegible] شامل
کر دیا۔

"چلو۔" ایک سپاہی نے کڑک کر قیدیوں کو حکم دیا۔ [illegible]
قیدی [illegible] کی صورت میں آگے بڑھنے لگے۔ [illegible]
محافظ ان کے آگے [illegible] ہاتھ [illegible]
[illegible] ہم لوگ چلتے ہوئے محل کے احاطے [illegible]
[illegible] ایک [illegible] باغ تھا [illegible] ہر طرف [illegible] اور [illegible]
کی فراوانی تھی۔
ہمیں ایک [illegible] سے [illegible] میں پہنچایا گیا [illegible]

طرف لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ ہم بہت جلد ایک کے ہاتھ ایک ایک کھرپی دے دی گئی۔

"تم لوگوں کا کام یہ ہے کہ اس شاہی محل کے باغ کا جب جب چپہ چپہ پر ساری گھاس صاف کر دو۔ اگر ایک تنکا بھی نظر آ گیا تو کہا" اور یہ بھی سن لو کہ تنکا نظر آ گیا تو سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد یہ کام شہزادی کی نگرانی میں ہوگا اگر ذرا سی بھی غفلت پائی گئی تو تمہاری خیر نہیں ہے۔ شہزادی کا حکم ہے کہ یہ زمین بالکل صاف ہو جائے۔ بس جلدی سے شروع ہو جاؤ۔ یہ خیال رہے کہ یہ شہزادی آرینہ کے محل کا باغ ہے اور شہزادی اپنے اس باغ کو بہت عزیز رکھتی ہے۔ اب یہ کوڑا تم لوگوں کو اس باغ میں کام کرنا ہوگا۔ اگر شہزادی آرینہ تم لوگوں کے کام سے خوش ہوئی تو تمہیں کوئی چھوٹا موٹا انعام بھی مل سکتا ہے اور جس کے کام کو اس نے ناپسند کیا اس کی خیر نہیں ہے۔"

ہم لوگوں نے محافظوں کی ہدایت کے مطابق کام کرنا شروع کر دیا۔ دوسرے قیدیوں کے ساتھ میں بھی کام میں لگ گیا۔ شہزادی تک بڑی پوشیدہ شخصیت کی پر شیدہ رکھے ہوئے تھا اور فی الحال میرا ارادہ بھی نہیں تھا کہ میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے ان لوگوں کو حیرت میں ڈال دوں۔ خود کو ایک سوالیہ نشان بنی جاؤں۔

شام تک ہم لوگ گھاس چھیلتے رہے۔ اس کے بعد شام ہونے لگی۔ تھکے ہوئے تھے۔ محافظ بالکل ان کے ہاتھوں میں لیے ہوئے ہماری نگرانی کرتے رہے اگر ہم تھک جاتے اور کام آہستہ کرتے یا کسی کے ہاتھ ایک منٹ کے لیے رک جاتے تو ان کی پیٹھ پر پڑنے والا محافظ کا کوڑا اسے فوراً ہوشیار کر دیتا اور وہ اس وقت کام میں ایسے لگ جاتے۔ دوپہر کے وقت کچھ دیر کے لیے آرام کیا اور ہم لوگوں کو کھانا دیا گیا۔ جو اس کھانے سے بدتر تھا جو مجھے قید خانے کی کوٹھری میں ملا کرتا تھا۔ باقی تمام قیدی کھانے پر بڑی حرص سے ٹوٹ پڑے لیکن میں نے اس میں کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ محافظوں کو میرے اس رویے پر کافی حیرت ہوئی لیکن انہوں نے کچھ کہا نہیں اور نہ ہی مجھے کھانا کھانے کے لیے مجبور کیا۔

جب سورج ڈھلنے لگا تو ہمیں کام بند کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ ہم لوگوں نے کھرپیاں ہاتھ سے رکھ دیں۔ اس دن بھر کی محنت کے بعد ہم لوگوں نے ایک خاصے بڑے قطعہ اراضی سے گھاس صاف کر دی تھی۔ لیکن اب بھی کافی زمین باقی تھی۔

ہم لوگ چلنے ہی والے تھے کہ اچانک سامنے سے دھول اڑتی نظر آئی۔ پھر سنبھل گئے۔ دیکھا شہزادی بگھی چند لمحے بعد دھول کے بادل چھٹ گئے اور ہمیں کئی گھڑ سوار اور ایک بگھی کی شبیہیں نظر آئیں۔ ان میں سب سے آگے ایک خوبصورت اور دلکش خد و خال والی عورت تھی جو نہایت عمدہ شہسواری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گھوڑا دوڑا رہی تھی۔ اس کے پیچھے دو باوردی مسلح افراد تھے جو اس کے محافظ

نظر آ رہے تھے۔

اس نوجوان عورت کو دیکھ کر سارے محافظ ایک دم کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کام ختم ہونے کے باوجود قیدیوں کو اپنی جگہ سے ہٹنے نہیں دیا۔ نوجوان عورت قریب آئی اور بولی: "آج کتنا کام کیا گیا؟"

"شہزادی آرینہ" محافظوں کے سردار نے جواب دیا۔ "آپ کے حکم کے مطابق یہ قطعہ زمین گھاس پھوس سے بالکل صاف کر دیا ہے اب کل اس کی مزید صفائی کرنے کے بعد اس کی کھدائی کر دی جائے گی اور پھر اس میں پھولوں کے پودے لگا دیے جائیں گے"

اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ شہزادی آرینہ تھی جو اسی بادشاہ کی بیٹی تھی جس میں ہم لوگ کام کر رہے تھے۔

شہزادی آرینہ نے ایک نظر گھاس سے صاف کیے ہوئے زمین پر ڈالی اور بولی: "تم لوگوں نے اس کی کافی اچھی طرح صفائی کی ہے۔ اب کل اس میں سے کنکر پتھر چن کر نکلوا کر زمین کی گوڑائی کر کے اسے نرم کر دینا۔ پھر دو تین دن تک پانی دینے کے بعد اس میں پودے لگائے جائیں گے۔"

"ایسا ہی ہوگا شہزادی صاحبہ" محافظوں کے سردار نے جواب دیا۔

اس کے بعد شہزادی آرینہ کی نظر ان قیدیوں کی طرف گئی جو سر جھکائے کھڑے تھے۔ اس کی نظریں مجھ پر جم کر رہ گئیں۔ وہ کچھ دیر تک مجھے بغور دیکھتی رہی اور پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ادھر سامنے آؤ" میں قیدیوں کی قطار سے نکل کر اس کے سامنے چلا گیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے اپنی نرم و شیریں آواز میں پوچھا جس میں تحکم کا لہجہ پوری طرح نمایاں تھا۔

"میرا نام فروس ہے" میں نے جواب دیا۔

"کب سے قید خانے میں بند ہو؟" اس نے پوچھا۔

"آج کئی دن ہو گئے" میں نے جواب دیا۔

"تم نے کیا جرم کیا تھا جو تمہیں قید کر دیا گیا؟" شہزادی نے پوچھا۔

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "شاید آپ کے محافظین کو اس بات سے جزوی واقفیت ہو کہ میں کہاں سے آیا تھا۔ یہ لوگ مجھے زبردستی پکڑ کر لائے ہیں" ان لوگوں نے مجھے ایک کوٹھری میں بند کر دیا ہے"

شہزادی آرینہ نے سب سے پہلے طلب نظروں سے محافظوں کی طرف دیکھا۔ محافظ سب کے سب دم بخود تھے اور مضطرب نظر آ رہے تھے۔

"معزز شہزادی آرینہ" محافظوں کا سردار بولا "یہ شخص

بدتمیز ہے جب اسے گرفتار کیا گیا تھا تو اس نے بڑی بدتمیزی کی تھی۔ اس نے زبردستی کرنے والوں کو بھی ہمارا شکار بنایا تھا لیکن دراصل یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے ہم نے اسے تب سے بند کر رکھا ہے جب سے یہ محل کے باہر مشتبہ حالت میں گھومتے ہوئے پایا گیا تھا اور ہمارے سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکا۔"

"لیکن تم نے کس بنیاد پر یہ فیصلہ کیا کہ یہ دشمن کا جاسوس ہو سکتا ہے؟" شہزادی آرینہ نے ان سے پوچھا۔

محافظوں کے سردار کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا وہ بغلیں جھانکنے لگا۔ "یہ بات تو یقینی طور پر کوئی نہیں کہہ سکتا لیکن شہزادی صاحبہ! اکثر ایسے ہی لوگ دشمنوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ ان کی صورت سیدھی سادی ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" شہزادی آرینہ نے جواب دیا۔ "جیسا مناسب سمجھو ویسا کرو۔ لیکن مجھے یہ شخص دوسرے لوگوں سے بہت مختلف نظر آتا ہے۔"

اس کے بعد شہزادی وہاں سے چلی گئی۔ جاتے جاتے اس نے پلٹ کر ایک بار پھر میری طرف دیکھا۔

شہزادی کے جانے کے بعد محافظوں کا سردار خونخوار نظروں سے مجھے گھورتا ہوا میری طرف بڑھا۔ میرے قریب آ کر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور پھر خوفناک انداز میں مجھے گھورنے لگا۔

"تم نے شہزادی سے یہ کیوں کہا کہ تم بے قصور ہو؟" اس نے غرا کر کہا۔ اس کی آواز میں کرختگی تھی سارے قیدی سہم گئے۔

"میں نے کیا غلط کہا؟" میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ "مجھے تو خود نہیں معلوم کہ میرا کیا قصور ہے۔"

"تمہیں تمہارا قصور ابھی معلوم ہو جائے گا" اس نے دانت پیس کر کہا اور دو محافظوں کو حکم دیا کہ مجھ پر کوڑے برسائیں۔

مجھے اس لمحے فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے اور میں نے طے کر لیا کہ فی الحال میں ان کوڑوں کو خاموشی سے سہہ لوں گا اور اپنی جانب سے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کروں گا۔ مجھے ابھی یہاں بہت کچھ حاصل کرنا تھا شہزادی آرینہ کو بھی قریب سے دیکھنا تھا اور اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں ابھی ان کا مقابلہ کروں گا تو یہ بات فوراً ہی میری شکست کا باعث بن جائے گی۔ یہ سوچ کر میں نے انہیں کوڑے برسانے دیے۔ ان لوگوں نے اپنی پوری قوت سے مجھ پر کوڑے برسائے لیکن میں اسی طرح کھڑا رہا جیسے مجھے کوئی تکلیف نہ ہو رہی ہو۔ میرے جسم پر ان کوڑوں سے کوئی زخم نہیں آیا۔ مجھ پر تشدد کرنے والے تھک گئے۔

دونوں محافظ ہانپ گئے اور انہوں نے اپنے کوڑے نیچے ڈال دیے۔

"یہ شخص بدنصیب انسان ہے" محافظوں کا سردار مجھ سے بولا۔ "اب تم کل اس کا اور اس کے ساتھ تمہاری سزا کا مزہ چکھو گے" قیدی یہ سب دیکھ کر حیران تھے۔ آہستہ آہستہ انہیں خوف ہوتا جا رہا تھا۔ شہزادی آرینہ کی آنکھیں میری طرف سوال کرتی رہیں۔ اس کے سامنے اپنے آپ کو

بے گناہ کہنا۔ مجھے اس کی قوت برداشت پر حیرت تھی وہ ایک بے حد پراسرار شخص ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ان کو واپس قید خانے کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ ہم لوگ جیسے تیسے قید خانے پہنچ گئے۔

سب لوگوں نے مجھ پر حیرت کی نظر ڈالی۔ نہیں کوئی بات نہیں۔ محافظوں کے سردار نے کہا۔ "تم لوگ جانتے ہو کہ کیا کرنا چاہیے۔" اس نے کہا۔ "یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ کیا ہے؟ جس کا ابھی تک کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کی یہ اصلیت بھی جلد ہی ظاہر ہو جائے گی۔" محافظوں نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

"تم بات مجھے بتاؤ" ایک محافظ نے سردار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "ہم نے اس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے لیکن اس کی پیٹھ سے خون نہیں نکلا۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ اس کو ایک قطرہ بھی اس کی پیٹھ سے نہیں نکلا اور نہ ہی کوئی نشان پڑا۔"

"اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے" محافظوں کے سردار نے کہا۔ "بعض لوگ بڑی موٹی کھال کے ہوتے ہیں۔ یہ شخص بھی ایسے ہی لوگوں میں سے نظر آتا ہے اگرچہ کوڑے سے اس پر جاتے ہیں تو پھر اسے مزہ آتا ہے۔ ہماری ایک اور طرح کی شامت آ جاتی۔"

اس کے بعد تمام لوگوں کو دوبارہ سے جا کر اپنی اپنی کوٹھریوں میں بند کر دیا گیا۔ میں خاموشی سے اپنی کوٹھری میں چلا آیا۔ میں نے خود کو اپنی حراست کی دوران ہی مشکل کوشش کی کہ اس سے پہلے میں یہ ارادہ کر چکا تھا کہ اب یہاں سے نکل جاؤں گا۔ لیکن اب میں نے اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا تھا۔ اب مجھے یہاں کی زندگی کو ایک نئے رخ سے دیکھنے کا وقت مل رہا تھا۔ مجھ میں موت کو گلے لگانا نہیں چاہتا تھا۔ شہزادی آرینہ کو میں نے پہلی بار دیکھا تھا اور مجھے اس سے جو لگاؤ محسوس ہوا تھا اس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ مجھے شہزادی بہت اچھی لگی اور میں اسے دوبارہ دیکھنا چاہتا تھا سب سے بڑی دلچسپ بات یہ تھی کہ شہزادی مجھے ایک نہایت ہی معمولی انسان ایک قیدی کے روپ میں دیکھ رہی تھی اور اسے میری حقیقت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اور میں بھی فی الحال اسے اپنی حقیقت کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

چنانچہ وہ رات بھی میں نے قید خانے کی اسی تنگ و تاریک کوٹھری میں گزاری۔ صبح گزشتہ روز کی طرح پھر محافظ آئے اور ہمیں کام کرنے کے لیے لے گئے۔ دوسرے قیدیوں کی طرح وہاں پہنچ کر ہم سب نے مل کر کام شروع کر دیا۔ آج ہم لوگ اس قطعہ زمین میں سے کنکر پتھر چن کر نکال رہے تھے۔ کئی محافظ ہم لوگوں کی نگرانی پر مامور تھے۔ وہ کام جاری تھا اور میں بھی قیدیوں میں شامل ایک عام انسان کی حیثیت سے اس کام میں شریک تھا۔

گزشتہ روز کی طرح اس دن بھی دوپہر کے وقت ہمیں کھانا کھانے کے بعد کام دوبارہ شروع کر دیا گیا۔ شام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو میں نے ... سمندر پانی کی سطح پر سے اپنا سر اٹھایا۔ ساحل بہ دور ... تک سناٹا نظر آ رہا تھا اور کوئی شخص بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ آدمی جس نے مجھے یہاں ڈبو کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی، یقیناً منیجر موہ آزدب کو میری ہلاکت کی اطلاع دینے چلا گیا ہوگا اور ان سے اپنا انعام بھی وصول کرنا چاہتا ہوگا۔

میں نے کچھ دیر تک سمندر میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ابھر سے ابھرتا رہا۔ سمندر کا پانی اس وقت خنک تھا اور بڑا لطف دے رہا تھا۔ مجھے تیرنے اور نہانے میں بڑا مزہ آ رہا تھا۔ کافی دیر تک میں پانی میں اٹکھیلیاں کرتا رہا۔ اچانک مجھے دور سے تین آدمی سمندر کے ساحل کی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ میں فوراً چونکا اور ہوشیار ہوگیا۔ کیونکہ ساحل کا یہ حصہ جہاں میں اس وقت موجود تھا، بالعموم بالکل ہی سنسان اور ویران رہتا تھا اور اس طرف کوئی نہیں آتا تھا۔ اب اکٹھا تین آدمیوں کو ایک ساتھ آتا دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں جلدی سے ساحل کے قریب ابھری ہوئی ایک چٹان کے اندر بنے ہوئے ایک قدرتی غار میں جا گھسا۔ اس غار کے اندر بھی پانی بھرا ہوا تھا اور سخت پھسلن تھی لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح خود کو اس کے اندر چھپا لیا۔ یہ غار ایسا تھا کہ اس میں ایک بار چھپ جانے کے بعد آدمی باہر سے کسی کو نظر نہیں آتا تھا۔

تینوں آدمیوں کے قدموں کی چاپ نزدیک آتی گئی اور پھر وہ غار کے عین قریب آکر رک گئے۔ اب وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

"میں نے تمہارے حکم کی تعمیل کر دی ہے سردار!" منیجر ... ایک بھاری اور کرخت آواز بلند ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اس شخص کی آواز تھی جس نے مجھے ... ڈبونے کی کوشش کی تھی۔

"اگر تم نے اپنا کام حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے دیا ہے تو تمہیں اس کا خاطر خواہ انعام بھی ملے گا۔" ایک دوسری آواز بلند ہوئی اور میں نے صاف طور پر پہچان لیا کہ یہ سردار آزدب کی آواز تھی۔ میں ان لوگوں کی شکلیں اگرچہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن ان کی آوازیں صاف طور پر سن اور سمجھ سکتا تھا۔

"سردار آزدب! اس بات کا یقین رکھو کہ میں نے ... ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔" ... آواز بلند ہوئی۔ "مجھے غوطہ خوری کا پچیس سال کا تجربہ ہے اور اس طویل تجربے کے دوران میں نے بڑے بڑے اہم کارنامے انجام دیے ہیں اور ... ایک بار بھی مجھے ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا ہے۔ میں نے تمہارے ... کو بھی ٹھکانے لگا دیا ہے اور وہ تمہیں پریشان کرنے کے لیے کبھی واپس نہیں آئے گا۔"

"... کی جگہ تھی جہاں تم نے اسے پانی میں پھینکا تھا؟" منیجر کی آواز بلند ہوئی۔

"جس جگہ ہم لوگ کھڑے ہیں، یہاں سے کوئی بیس پچیس گز کے فاصلے پر۔" غوطہ خور نے جواب دیا۔ "وہ تیرنے ... کے ... تھا اور میں خاموشی سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ مجھے یقین ... اسے آخر وقت تک میری موجودگی کی اطلاع نہیں مل سکی ... صورت تو وہ کسی طرح بھی دیکھ نہیں پایا تھا۔ میں نے اسے پانی کے اندر ہی دبوچ لیا اور اس کا گلا دبا دیا۔ اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے کہ میری قوت اور مہارت کے آگے اس کی ... چل سکتی تھی۔ ذرا سی دیر میں وہ ختم ہو گیا۔"

"شاباش!" آزدب کی آواز سنائی دی۔ "لیکن کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ وہ ختم ہو چکا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کے اندر تھوڑی سی بھی جان باقی رہ گئی ہو اور وہ دوبارہ زندہ ہو ...؟"

"یہ ہاتھ کبھی کام نہیں کرتے سردار!" غوطہ خور نے جواب ... "... تک آدمی کو ... ٹھکانے نہیں لگا دیتے، اس وقت تک چھوڑتے نہیں ہیں۔"

"تمہارے خیال میں اس کی لاش کب تک دستیاب ہو گی؟" منیجر نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔" غوطہ خور نے جواب دیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی لاش کبھی نہ مل سکے۔ سمندری مچھلیاں اور دیگر جانور اسے کھا کر برابر کر دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ... بہتے بہتے دور کسی علاقے میں نکل جائے اور تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لاش مل جائے۔ بہرحال کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔"

"اگر تمہیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ تم نے اپنا کام پورا کر دیا ہے تو پھر تم آج شام کو میرے گھر آکر مجھ سے اپنی رقم لے ..." آزدب نے کہا۔ "لیکن اتنا یاد رہے کہ میرے ساتھ کوئی دھوکے بازی نہیں چلے گی۔"

"اس میں دھوکے بازی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" غوطہ خور نے جواب دیا۔ "میں نے اپنا کام مکمل کر دیا ہے۔ میری ... ہے کہ آپ آج دوپہر ہی مجھے میری رقم عنایت کر دیں تو میں آپ کا ... ہوں گا کیونکہ مجھے کچھ لوگوں کے قرضے ادا کرنے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" آزدب نے کہا۔ "تم ابھی میرے ساتھ چلو۔ میں ... رقم تمہارے حوالے کر دیتا ہوں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ سردار آزدب۔" غوطہ خور ...

"لیکن ایک بات کا خیال رہے۔" آزدب کی آواز بلند ہوئی۔ "یہ بات تمہارے سینے میں ہمیشہ کے لیے دفن رہے گی۔ اگر کبھی تمہاری زبان پر یہ بات آئی تو یاد رکھنا کہ وہ دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

"اس بات کی تو آپ فکر ہی نہ کریں۔" غوطہ خور نے جواب ... "میرے سینے میں ایک یہی کیا راز نہیں، معلوم نہیں اور کتنے راز دفن ہیں اور ان میں سے کوئی بھی راز آج تک میری زبان ...

... ہے۔"

"ٹھیک ہے، چلو۔" آزدب نے کہا اور وہ تینوں وہاں سے ... جب ... ان کے قدموں کی چاپ معدوم ہو گئی تو میں پانی ... سے ... غار سے باہر نکل آیا اور چٹان کی اوٹ سے ... جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ ان لوگوں کی پشت میری طرف تھی۔ ... آزدب ... آگے تھا ... کے پیچھے ... تھا۔ ... جاتے ہوئے ... وہ مجھے ایک نہایت ہی عجیب و غریب ... بات ...

آزدب ... سب سے آگے چل رہا تھا ... پیچھے مڑ کر دیکھا ... آنکھوں ہی آنکھوں میں منیجر کو کسی بات کا اشارہ کیا ... چٹان ... اس طرح چھپا ہوا تھا کہ میں ان لوگوں کو دیکھ سکتا تھا لیکن ... مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ معلوم نہیں ... آزدب کے اس ... کا کوئی مطلب سمجھا یا نہیں سمجھا لیکن ... ہو گیا۔ [illegible]

[illegible]

میں اب ... کو پورا کھیل سمجھ گیا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے ... کرنے کے لیے پہلے ... [illegible]

[illegible]

گزشتہ ... چھپا ... [illegible]

[illegible] سب اپنی محبت [illegible] آذوب نے [illegible]

[illegible] آگے بڑھ کر اس کے سامنے [illegible]

"تم کیسے [illegible] آذوب [illegible] شہزادی [illegible]"

[illegible] آذوب سے [illegible]

[illegible]

"لیکن [illegible]"

[illegible] میں اس وقت اپنے محافظ دستے کے لوگوں کے [illegible] شہزادی [illegible] آذوب وہاں سے چلا جائے۔

[illegible] اگر اس [illegible] ٹھیک ہے [illegible] سے چلا جاؤں گا [illegible] وقت [illegible]

[illegible] مناسب سب کا [illegible] شہزادی [illegible]

[illegible] اپنے [illegible] اس کے گھوڑے پر سوار [illegible]

[illegible] اس کے پیچھے محافظ [illegible]

[illegible] ساتھ [illegible]

[illegible] محبت [illegible] بول [illegible]

[illegible] موت کے [illegible]

[illegible] شہزادی [illegible] آنکھوں [illegible]

[illegible] سب لوگوں کے سامنے [illegible]

[illegible] بہت [illegible] طرف دیکھ رہا تھا۔

بہرحال آذوب کو [illegible] کرنے [illegible]

[illegible] شہزادی نے [illegible] گھوڑے [illegible]

قریب [illegible] باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے۔

[illegible] ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

[illegible] شہزادی [illegible]

جب ہم لوگ [illegible]

[illegible] ہو چکا تھا [illegible]

آذوب [illegible] شہزادی کا [illegible]

شہزادی [illegible] محافظین [illegible]

[illegible]

[illegible] محبت [illegible] آنکھوں [illegible]

[illegible]

[illegible] آذوب کی [illegible]

[illegible]

[illegible] ایسا [illegible]

میں نے [illegible] آذوب کی جانب [illegible]

[illegible]

[illegible] مسافر [illegible]

[illegible]

...گئے۔ سب ہی اپنے گھر لوٹ آیا۔

اس بات کے چند روز بعد شاہ ماربطولیس نے شکار کا پروگرام بنایا۔ یہ پروگرام بھی شہزادی کی وجہ سے ترتیب دیا گیا تھا۔ وہ اپنے محافظین کے ساتھ تنہا شکار کے لیے جانا چاہتی تھی لیکن شاہ ماربطولیس نے لڑکی کو بھی شکار پر لے گئے ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں اور وہ بھی اس کے ساتھ جانا چاہتا ہے۔ شہزادی اس بات سے بہت خوش ہوئی۔ شکار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

جب آذوب کو اس بات کا پتا چلا کہ شاہ ماربطولیس اور شہزادی آریزہ شکار کے لیے جانے والے ہیں تو اس نے بھی ان کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ظاہر ہے کہ وہ شاہ ماربطولیس کا بھتیجا اور ایلار کا شاہزادہ تھا، اسے کس طرح منع کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے بخوشی اسے اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح آذوب بھی شکار پر جانے والی پارٹی میں شامل ہو گیا۔

اگلے چند روز میں ہم لوگوں کی جمعیت شکار کے لیے روانہ ہو گئی۔ شاہ ماربطولیس نے اس بات کی خاص ہدایت دی تھی کہ مجھے ضرور ساتھ لیا جائے کیونکہ ایک بار وہ میری تیراندازی کے جوہر دیکھ چکا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ شکار کے موقع پر میں اس کے ساتھ رہوں۔

ہم لوگ علی الصبح روانہ ہوئے۔ جلد ہی بستی اور آبادی سے دور ہم لوگ جنگل میں پہنچ گئے اور ایک مناسب جگہ دیکھ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ اس جنگل میں ہر طرح کے خطرناک جانور رہتے تھے جن میں چیتے بکثرت پائے جاتے تھے۔ چیتوں کے علاوہ بھی جنگل خوفناک درندوں سے بھرا ہوا تھا اور درندوں کے علاوہ دوسرے جانوروں کی بھی کثرت موجود تھی جن کا شکار کیا جا سکتا تھا۔

اس دفعہ چونکہ شاہ ماربطولیس بذات خود ہم لوگوں کے ساتھ تھا اس لیے حفاظت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ شاہ ماربطولیس، شہزادی آریزہ اور آذوب ایک ساتھ اپنے گھوڑوں پر سوار چل رہے تھے۔ ان کے آگے میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تھا اور باقی شاہ ماربطولیس کے ذاتی محافظوں میں سے کچھ لوگ تھے۔ شاہ ماربطولیس، شہزادی آریزہ کے ذاتی محافظ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ کسی ہنگامی صورت حال کے موقع پر شاہی خاندان کے لوگ محفوظ رہیں۔

ہم لوگ پڑاؤ پر جا کر مقیم ہو گئے اور تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنے لگے۔ اس کے بعد شاہ ماربطولیس نے مجھے اور آذوب کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی کہ ہم لوگ کسی جانور کا شکار کریں۔ آریزہ بھی اصرار کر کے ہم لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئی اور ہم تیر کمانوں اور نیزوں سے مسلح ہو کر جنگل میں گھس گئے۔ اچانک ہمیں ایک جگہ ایک تندرست و توانا جنگلی چیتا نظر آیا جو شکل سے ہی سخت خطرناک نظر آ رہا تھا۔ سب نے تقریباً ایک ساتھ ہی اس جنگلی چیتے کو دیکھ لیا۔

"اس جنگلی چیتے کا شکار کون کرے گا؟" شاہ ماربطولیس نے مسکراتے ہوئے ہم تینوں سے دریافت کیا۔

میرے یا آریزہ کے جواب دینے سے پہلے ہی آذوب نے سینہ تان کر کہا: "اس کا شکار میں کروں گا چچا جان۔ آریزہ [illegible] یہ محافظ غلام میرے خیال میں اتنا اچھا تیر انداز ثابت نہیں ہو گا۔"

آذوب کے اس تحقیر آمیز انداز تخاطب پر میں دل ہی دل میں سخت برافروختہ ہوا لیکن میں نے اپنے چہرے سے اپنے جذبات کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ لیکن شہزادی آریزہ کو آذوب کی یہ بات بھی کافی ناگوار گزری اور وہ تنک کر بولی: "تمہیں معلوم ہے یہ میرے محافظ دستے کا سردار ہے۔ وہ غلام نہیں ہے آذوب۔ تمہیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے۔"

آذوب نے آریزہ کے جواب پر منہ بنایا اور خاموشی اختیار کر لی۔ شاہ ماربطولیس بھی خاموش رہا لیکن اس کے بشرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے آذوب کا انداز تکلم پسند نہیں آیا۔

چیتا ہم لوگوں سے کافی دور کھڑا ہوا ایک جھاڑی کے قریب بو سونگھ رہا تھا جبکہ ہوا مخالف سمت سے چل رہی تھی اس لیے وہ ہماری بو نہیں سونگھ پایا تھا اور نہ ہی شاید اس نے ہماری آہٹ محسوس کی تھی ورنہ وہ وہاں سے بھاگ جاتا۔

"ٹھیک ہے آذوب۔" شاہ ماربطولیس نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تمہیں موقع دوں۔ تم تیر کے ذریعے اس چیتے کا شکار کرو۔"

"میں تیار ہوں۔" آذوب نے فخر سے گردن تان کر کہا اور کندھے سے کمان اتار کر اس میں ایک سنسناتا تیر جوڑا۔ اس نے تیر کمان بلند کر کے چیتے کے جسم کا نشانہ لیا اور پھر کمان کو خوب اچھی طرح کھینچ کر تیر چھوڑ دیا۔ مجھے اس بات کا علم تھا کہ آذوب ایک اچھا نشانہ باز ہے اور شاید وہ اس چیتے کو مار گرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ جیسے ہی آذوب نے تیر چھوڑا ویسے ہی چیتے نے اچانک پوزیشن بدل لی اور تیر چیتے کے جسم میں لگنے کے بجائے قریب ایک جھاڑی میں پیوست ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی چیتے نے اپنا سر اٹھا کر ہم لوگوں کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس نے بلند آواز سے غرانا شروع کر دیا اور جارحانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے اچانک ہم لوگوں کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس وقت سب سے زیادہ قابل رحم حالت آذوب کی تھی۔ وہ بے تحاشا اپنا گھوڑا پیچھے موڑ کر بھاگنے لگا۔ شاہ ماربطولیس اور آریزہ نے پھر بھی کچھ ہمت کا مظاہرہ کیا۔ آریزہ نے جلدی سے اپنی تلوار سونت لی اور شاہ ماربطولیس نے اپنا نیزہ سنبھال لیا۔ لیکن آذوب نے کوئی ہتھیار سنبھالنے کے بجائے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی۔ بدتمیزی سے پیچھے ہٹنے [illegible] مجبور ہونے کی وجہ سے اس کے گھوڑے کو پیچھے ہٹنے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ اس اثنا میں چیتا بالکل نزدیک آ گیا تھا اور قریب تھا کہ شاہ ماربطولیس اپنا نیزہ اس پر پھینک کر مار دے لیکن میں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ مجھے اچھی طرح معلوم

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تنا گل ہوسکا ایک بار بھی ہو جائے تو وہ انسانی لہو کا عادی ہو جاتا ہے۔ بھیڑیوں کی طرح حملہ ور ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ بھی اپنی تو ہوتا ہے جب بھیڑیا گھر تک آجاتا ہے، انسانوں پر بھی حملہ کر دیتا ہے۔ بطلوس یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ اگر انہیں کیا کرنا چاہیے ورنہ یہ جنگلی بھینسا جو زخم سے بدمست ہو کر حملے کے لیے تیار ہو رہا تھا، تمہیں بھی ہلاک کر دے گا۔ میں نے بھی اس وقت گھوڑے پر سوار تھا، اس کے قریب تیر ہوتا تھا۔ میں شاہ مالطوس اور شہزادی زینو کے ساتھ اپنی بہت زیادہ غیر معمولی صلاحیت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے میرا ارادہ تھا کہ میں تمہاری مدد کروں، بھینسے کو ہلاک کر دوں، مگر چنانچہ میں نے تیزی سے اپنے گھوڑے سے تیر چلا دیا اور بھینسے کو زخمی کر دیا۔

"آزرون!" شاہ مالطوس نے چیخ کر کہا "تم کیا کر رہے ہو؟ تم دیکھتے نہیں کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟"

"پیچھے ہٹ جاؤ شہزادی" میں نے چلا کر کہا۔ "یہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔" یہ سخت خطرے کے عالم میں تھا، معلوم ہوتا ہے۔

لیکن ان لوگوں نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ بھینسا غضب ناک جنگلی بھینسا چنگھاڑتا ہوا میرے قریب آیا۔ میں نے اپنے جسم کی پوری قوت سے اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا نیزہ اس کے سر کے عین بیچ میں پیوست کر دیا۔ نیزہ اس کے سر کو توڑتا ہوا دور تک اندر گھستا چلا گیا اور بھینسا چیختے ہوئے زور سے گر گیا۔ اس نے اپنی جگہ سے کچھ آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں نے نیزے کو مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ ذرا دیر بعد وہ ڈھیر ہو گیا اور بھینسا شدید تکلیف سے دھاڑتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اپنا نیزہ اس کے سر سے کھینچ لیا اور فوراً ہی دوبارہ اس کے سر میں گھسیڑ دیا۔ اس بار نیزہ زیادہ اندر تک چلا گیا۔ بھینسے کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے سر سے خون کے فوارے ابل رہے تھے۔

اس اثنا میں شاہ مالطوس اور شہزادی زینو بھی میرے نزدیک آ گئے تھے۔ وہ حیرت اور بے یقینی کے عالم میں یہ عجیب و غریب منظر دیکھ رہے تھے۔ شاہ مالطوس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ شہزادی کی آنکھوں میں میرے لیے حیرت کے ساتھ بہت تحسین اور توصیف کے جذبات بھی تھے۔ آزرون اپنے گھوڑے پر سوار گھوڑے سے کافی دور پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ لیکن اب بھینسے کی ہلاکت کے بعد اسے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا اور وہ بھی اپنے گھوڑے کو آہستہ آہستہ چلاتا ہوا قریب آ گیا تھا۔ اس کے چہرے سے سخت ندامت اور شرمندگی ٹپک رہی تھی۔

"تم واقعی ایک غیر معمولی طور پر بہادر انسان ہو" شاہ مالطوس

سنے کہا "تم نے جس بہادری سے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے ... میں نے آج تک کوئی شخص اتنا بہادر اور دلیر نہیں دیکھا جو ایک نیزے سے جنگلی بھینسے کا اس طرح مقابلہ کر سکے جس طرح تم نے کیا ہے۔ [illegible] ہوتے ہوئے بھی کیا تم نے دیکھا ... میں نے اپنی ساری زندگی میں کہیں نہیں دیکھا ... ایک بار پہلے بھی [illegible] زندگی کو خطرہ ہو تو ہم سب تمہارے ہی محتاج ہوں گے ... تم سے بہت متاثر ہوا ہوں نوجوان ... یقیناً تمہاری اس بہادری کا صلہ ضرور ملے گا۔"

"مجھے اس صلے کی ضرورت نہیں عالی جاہ۔" میں نے انکساری سے کام لیتے ہوئے شاہ مالطوس سے کہا "آپ نے مجھے کام پسند کیا، یہی میرا صلہ ہے۔ اور یہ سب کچھ تو آپ نے میرے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں انہیں سننے کے بعد میں اس صلے کی تمنا کر سکتا ہوں؟"

"بہت ہی نیک بخت ہو اور صاف ستھری دل کے مالک نوجوان" شاہ مالطوس نے میرے جذبوں کو سراہتے ہوئے کہا "جب یہاں سے جانے کے بعد میں تمہارا انعام ضرور دوں گا۔"

میں نے مالطوس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا صرف تشکر سے سر جھکا کر ان کا شکریہ ادا کیا۔

"تم آزرون" شاہ مالطوس نے آزرون سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ آزرون سے سخت خفا ہو رہا تھا "تم اتنا خوف کیوں کھا رہے تھے؟ تمہارے پاس بھی ہتھیار موجود تھے، اگر چاہتے تو ان ہتھیاروں کی مدد سے جنگلی بھینسے کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تم بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے تھے۔" شاہ مالطوس کی آواز میں تلخی تھی۔ ایسے شخص کو اپنا مقرب بنانا مناسب نہیں ہو سکتا تھا۔ آزرون کی یہ بزدلانہ حرکت شاہ مالطوس کو ذرا بھی پسند نہیں آئی تھی اور اب شاید ان کی طرف سے اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

آزرون کی پوزیشن واقعی بہت خراب ہو گئی تھی۔ اس نے جنگلی بھینسے سے خوفزدہ ہو کر بھاگنے کی جو حماقت کی تھی، اس کی اب اسے بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ تب ہی شہزادی زینو نے تحقیر و تمسخر بھری نظروں سے آزرون کو دیکھا اور بڑی گہری طنزیہ آواز میں بولی "آزرون کو تو اب تم اس بات کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ فرون کے محافظ ان کے لیے کتنی دانشمندی اور فراست کا ثبوت دیتے ہیں۔ اگر اس وقت نہ صرف میری بلکہ ابا جان کی بھی جان بچی ہے۔ اگر فرون یہاں موجود نہ ہوتا تو یہ بھینسا ہم لوگوں کو ہلاک نہیں تو کم از کم شدید طور پر زخمی ضرور کر دیتا۔ تم تو ہم لوگوں کو اس کے مقابلے میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر پیچھے بھاگ گئے تھے۔"

"یہ بات نہیں ہے شہزادی زینو" آزرون نے اپنی خجالت مٹانے کی خاطر بات بناتے ہوئے کہا "دراصل میرا گھوڑا جنگلی بھینسوں سے

بہت ڈرتا ہے۔ بدکنے لگتا ہے۔ جب بھی جنگلی بھینسا میرے گھوڑے کے سامنے آتا ہے تو میرا گھوڑا بدک جاتا ہے اور قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ اسے پھر سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"آہا" شہزادی زینو بڑے طنز سے ہنس پڑی "آزرون کیا تم گھڑ سوار ہی ہو؟ تم جیسے خطرناک جنگلوں میں شکار کھیلنے کے شوقین کا گھوڑا ایسا ساتھ ہے اور اس کا گھوڑا جنگلی بھینسوں سے بدکتا ہے۔"

آزرون نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا اور ایسے ہی وہ مرے ہوئے جانور کو دیکھتا رہا۔ کہیں نہ جانے میری اس طرح کی باتوں پر آزرون کی بات پر ... اور پھر آزرون نے اپنا گھوڑا موڑا اور وہاں سے کچھ دور جا کر کھڑا ہو گیا۔

آزرون شہزادی زینو کی طنزیہ باتوں کا کوئی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور خاموشی سے مالطوس کی طرف دیکھنے لگا۔

جنگلی بھینسا ہم لوگوں کے سامنے زمین پر پڑا تھا۔ اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ وہ پوری طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ شاہ مالطوس اور شہزادی زینو کافی دیر تک بھینسے کی بے جان لاش کو دیکھتے رہے۔ پھر بھینسے کے پاس آئے اور اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا اور اس کے بعد اس کا دم کھینچ لیا۔ وہ ایک طرف کو جھک گئی اور اپنی آنکھوں سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی۔ تب شاہ مالطوس نے محافظ سے مخاطب ہو کر کہا "تم فوراً کیمپ چلے جاؤ اور شکاریوں کو بتاؤ کہ ہم نے ایک بہت بڑا جنگلی بھینسا مارا ہے، ان لوگوں سے کہو کہ یہاں آ جائیں اور یہاں سے اس کا گوشت یہیں کاٹ کر لے جائیں۔ یہ بھاری بھرکم جانور ہے، اسے کیمپ تک نہیں لے جایا جا سکتا۔"

آزرون کو جیسے دل سے یہ بات نہیں بھائی تھی لیکن بادل نخواستہ اسے بھی یہ بات ماننی پڑی، وہ ان دونوں باپ بیٹی کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی حیثیت محافظ کی تھی اور شاہ مالطوس اسے حکم دے رہے تھے۔ اس لیے وہ چپ چاپ وہاں سے چلا گیا اور اس نے اپنا گھوڑا موڑ کر کیمپ کی سمت کر دیا۔

میں دل ہی دل میں بہت خوش تھا کیونکہ آزرون وہاں سے چلا گیا تھا۔ شاہ مالطوس اور شہزادی زینو قریب آ گئے۔ "مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ آزرون میں جرأت کی کمی ہے۔" میری بات کے بعد شاہ مالطوس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا "تمہارا معلوم ہوتا ہے کہ اتنے اچھے جنگلی اور حربی قوت ہیں جو اس کے [illegible] بھی تمہاری شجاعت کو جنگلی بھینسے کو دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہو گیا تھا۔"

جو کسی مشکل میں دشمن کا مقابلہ کیسے کرے گا؟ وہ بھلا میری زندگی کی حفاظت کیا کرے گا۔"

"یہ سب تم ٹھیک کہہ رہے ہو ابا جان" شہزادی زینو نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے آپ کی ان ساری باتوں پر کچھ طرح غور کرنا چاہیے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ آپ اس کے تمام نشیب و فراز پر اچھی طرح غور کر کے کوئی فیصلہ کریں۔"

"فیصلہ تو ہو چکا ہے بیٹی" شاہ مالطوس نے اپنی ادائیں ہوتے ہوئے کہا "آزرون جیسے بہت میرے مرحوم بھائی کی اولاد ہے اور میں اپنے مرحوم بھائی کو زبان دے چکا ہوں۔ اب اگر میں اپنی زبان سے پھر جاؤں تو اس کی روح کو بہت تکلیف ہوگی اور میں یہ بات کسی حالت میں بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ تمہاری شادی تو آزرون سے طے ہو چکی ہے، اور آزرون سے ہی ہوگی۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی راستہ نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہم سب مل کر اسے بہادر اور دلیر بنانے کی کوشش کریں گے۔"

بیٹی اپنے باپ کی ان باتوں کے جواب میں شہزادی زینو کے چہرے پر اداسی چھا گئی لیکن اس نے اپنے ابا جان سے کچھ نہیں کہا۔ وہ خاموش ہو گئی، بات ایسے موڑ پر آ گئی تھی کہ کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں خاموشی سے دونوں باپ بیٹی کی گفتگو سنتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد آزرون کیمپ سے بہت سے لوگوں کو لے کر آگیا۔ یہ لوگ بڑی بڑی چھریاں اور خنجر وغیرہ لے کر آئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی جنگلی بھینسے کی کھال اتار کر اس کا گوشت کاٹنا شروع کر دیا۔ بھینسا بہت بڑا اور بھاری بھرکم تھا۔ اس کے جسم سے بہت سا گوشت نکلا۔ سارا گوشت کیمپ میں پہنچایا گیا اور جو لوگ وہاں تھے وہ کیمپ میں خوش ہو گئے۔ بعد میں گوشت کو خوب بھون بھون کر کھایا گیا اور دیر تک کھانے پینے کا سلسلہ جاری رہا۔

دوپہر کے بعد شاہ مالطوس، شہزادی زینو اور چند ایک محافظ دوبارہ شکار کی تلاش میں نکلے۔ دراصل شاہ مالطوس چیتے کا شکار کرنا چاہتا تھا لیکن کافی تلاش و جستجو کے باوجود کوئی چیتا نظر نہیں آیا۔ البتہ شہزادی زینو نے ایک ہرن کا شکار ضرور کیا۔ شام کو ہم لوگ اپنے کیمپ پر واپس آ گئے۔ ہرن اس کی کھال اتار کر اس کا بھی گوشت بھونا گیا اور کھایا گیا۔

اب شام ہو چکی تھی۔ جنگل کی اصل زندگی کا آغاز رات کے وقت ہی ہوتا ہے جب سارے جنگلی درندے اپنی خوراک کی تلاش میں اور پانی پینے کے لیے نکلتے ہیں۔ جنگلی درندوں کے نکلنے کا یہی وقت ہوتا ہے۔

اندھیرا شروع ہوتے ہی کیمپ کے چاروں طرف ایک تیز الاؤ روشن کر دیا گیا۔ ہم نے لکڑیاں پہلے ہی کاٹ کر رکھ لی تھیں۔ رات کو جنگلی درندوں سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ تھا کہ پورے کیمپ کے گرد ایک الاؤ روشن کر دیا جائے تاکہ کوئی جانور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کے انتظار میں اپنی اپنی جگہوں پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہ کے آنے سے خاموشی سی چھا گئی تھی۔

بالآخر نقیب نے شاہ کی آمد کا اعلان کیا تو تمام لوگ اپنی اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چند لمحوں کے بعد شاہ ماطرلیس بڑے شاہانہ وقار کے ساتھ چلتا ہوا دربار کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

بادشاہ اپنے تخت پر متمکن ہو گیا تو اس کے ساتھ ہی باقی تمام لوگ بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

اس وقت سلطنت کے تمام امیر، وزیر اور [illegible] موجود تھے۔ شاہ ماطرلیس نے سنجیدہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"آپ سب لوگ یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں گے کہ یہ دربار خاص کس لیے منعقد کیا ہے۔ بہرحال میں آپ لوگوں کو زیادہ تجسس میں مبتلا نہیں رکھوں گا اور جلد ہی آپ کو بتا دوں گا کہ اس دربار خصوصی کا مقصد کیا ہے۔"

شاہ ماطرلیس چند لمحوں کے لیے رک گیا اور پھر اس کی نگاہیں جیسے میرے اوپر آ کر ٹھہر گئیں۔

"پچھلے دنوں ہمارے شہر میں ایک نوجوان وارد ہوا ہے جس کا نام فردوس ہے۔" شاہ ماطرلیس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں کو اس کے بارے میں بہت کم معلوم ہے کہ یہ نوجوان کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور اس کا تعلق کس خاندان سے ہے۔ مجھے بھی اس بات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نوجوان کی دریافت کا سہرا میری بیٹی شہزادی آرینہ کے سر ہے جس نے اس کی بہادری سے متاثر ہو کر اس کی داستان مجھے سنائی تھی اور میں نے آرینہ کو اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ اسے اپنے محافظ دستے کا سربراہ بنا لے۔ پچھلے کچھ دنوں سے یہ شخص شہزادی آرینہ کے محافظ دستے کے سربراہ کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ آپ لوگوں کو اس بات کا بھی علم ہوگا کہ تقریباً تین دن پہلے ہم لوگ شکار پہ گئے تھے اور اس مہم میں میرے علاوہ شہزادی آرینہ، امیر البحر آذوب اور فردوس بھی شامل تھے۔ شکار کی اس مہم کے دوران فردوس نے بہادری اور جوانمردی کے ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیے کہ ہم سب لوگ دنگ رہ گئے۔ کم از کم میں نے اپنی زندگی میں اتنا بہادر اور جری انسان نہیں دیکھا۔ فردوس نے ایک دیو ہیکل اور [illegible] جنگلی بھینسے کو تن تنہا ہلاک کر دیا اور یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جو صرف کوئی جری انسان ہی انجام دے سکتا تھا۔ فردوس کا [illegible] کے مقابلے میں کہیں [illegible] تھا کہ اس نے بڑے عجیب و غریب انداز میں میری جان بچائی۔"

اس کے بعد شاہ ماطرلیس نے تفصیل کے ساتھ وہ تمام واقعات [illegible] کہ جب [illegible] وقت چیتے نے اس پر حملہ کیا تھا اور میں بروقت اس کی مدد کو نہ پہنچتا تو وہ چیتا اس کو ہلاک کر دیتا۔ شاہ ماطرلیس نے یہ واقعہ ساری تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ [illegible] شہزادی آرینہ کے [illegible] اٹھا کر چیتے کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ [illegible] بات میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ یہ کہ وہ [illegible] آذوب کو بالکل ہی نظر انداز کر گیا۔ اس نے اس پورے واقعے میں آذوب کا ذکر نہیں کیا۔ نہ اس کی بزدلی کا اور نہ ہی اس کی بہادری کا۔

شاہ ماطرلیس واقعات کی تفصیل بیان کر رہا تھا۔ حاضرین دربار دم بخود بیٹھے ہوئے اس کی تقریر سن رہے تھے۔ سب کے چہروں اور آنکھوں سے زبردست حیرت نمایاں تھی۔ ان میں بیشتر کی نظریں بار بار میری طرف اٹھ رہی تھیں اور ان میں تحسین و آفرین کے جذبات تھے۔ آذوب نے بھی دو ایک بار نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا لیکن اس کی نظروں میں میرے لیے نفرت اور عداوت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ البتہ شہزادی آرینہ مجھے [illegible] دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ لوگوں نے میری باتیں غور سے سن لیں۔" شاہ ماطرلیس نے اپنی دلچسپ تقریر ختم کرتے ہوئے کہا۔ "فردوس اس وقت یہیں ہے اور آپ سب لوگوں کے سامنے موجود ہے۔ فردوس نے میری جان بچا کر جو عظیم خدمت انجام دی ہے میں اسے اس کا صلہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ سلطنت کا جو بھی عہدہ مانگے میں اسے دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس کے علاوہ وہ جتنی بھی دولت اور زر و جواہر طلب کرے وہ بھی میں اسے دینے کے لیے تیار ہوں۔ [illegible] تم اپنی زبان کھولو اور آج جو کچھ مانگنا چاہو، مانگ سکتے ہو۔ میں زبان دیتا ہوں کہ تمہاری یہ خواہش پوری کروں گا۔"

"میں شاہ ماطرلیس کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے یہ قابل سمجھا کہ اس بھرے دربار میں تمام لوگوں کے سامنے میری عزت افزائی کی۔" میں نے کہا۔ "میں بھلا آپ سے کیا مانگ سکتا ہوں؟ آپ نے پہلے ہی مجھے سب کچھ دے دیا ہے۔ یہی میرے لیے بہت کچھ ہے۔"

"یہ تمہاری سعادت مندی اور فرمانبرداری ہے فردوس۔" شاہ ماطرلیس نے کہا۔ "لیکن پھر بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کچھ مانگو۔ مجھے تمہاری خواہش پوری کر کے دلی مسرت ہوگی۔"

"تو کیا آپ وعدہ کرتے ہیں کہ جو کچھ میں مانگوں، آپ مجھے دے دیں گے، [illegible] انکار نہیں کریں گے؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں تم سے تمام لوگوں کے سامنے اس بھرے دربار میں وعدہ کرتا ہوں۔ تم جو کچھ مانگو گے تمہیں ملے گا۔ [illegible] کوئی بڑے سے بڑا عہدہ بھی طلب کرو گے تو میں انکار نہیں کروں گا۔" شاہ ماطرلیس نے کہا۔

"اچھا، تو میری آپ سے صرف ایک درخواست ہے۔" میں [illegible] "اور وہ یہ کہ آپ شہزادی آرینہ [illegible]"

[illegible] دیکھنے لگے۔

میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی سارے دربار میں جیسے سناٹا سا چھا گیا۔ ہر شخص اپنی جگہ پر ساکت و جامد ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے اتنی بڑی بات کہہ دی تھی جس نے ہر شخص کو حیران و ششدر کر دیا تھا۔

شاہ ماطرلیس ابھی تک میری طرف عجیب [illegible] نظروں سے تک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اب اس کے چہرے کی نرمی اور شفقت یکلخت غائب ہو گئی اور اس کی جگہ ایک عجیب قسم کی غضب ناکی نے لے لی۔ آذوب نے کینہ بار نظروں سے مجھے گھورا۔ شہزادی آرینہ بھی میری اس بے باکانہ جرات پہ حیران رہ گئی۔

"گستاخ!" اب تک شاہ ماطرلیس غضب ناک ہو چکا تھا۔ "[illegible] تیری اتنی جرات کیسے ہوئی کہ تو نے ایسی بات کہی۔ اگر میں نے تیری بہادری اور جانثاری کی تعریف کی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ تو میری عزت پر حرف لانے کی جسارت کرے۔ [illegible] اپنی اوقات بھول گیا۔ تم نے اس بات کی جرات کیسے کی؟ تو محض ایک معمولی ملازم ہے۔ شہزادی کا ایک ادنیٰ محافظ۔ تیرے جیسے سیکڑوں محافظ اور ملازم اس کے چشم و ابرو کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تیری زبان پر اتنی بڑی بات آئے گی۔ [illegible] کیا تجھے معلوم نہیں کہ [illegible] شہزادی [illegible] منگیتر ہے اور عنقریب اس کا شوہر بنے گا۔ [illegible] اپنی اوقات بھول گیا ہے [illegible]"

اس کے ساتھ ہی مارے غصے کے شاہ ماطرلیس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ سخت طیش کے عالم میں تھا۔ اس نے ایک قہر آلود نظر مجھ پر ڈالی اور [illegible] سپاہیوں کو حکم دیا۔ "اس گستاخ کو گرفتار کر لو اور محل کے قید خانے میں بند کر دو۔ اس نے بھرے دربار میں [illegible] کی ہے۔ اس نے [illegible] کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ [illegible] سزا ضرور ملے گی۔"

میری گرفتاری کا حکم سنتے ہی شہزادی آرینہ کے چہرے پر [illegible] لیکن آذوب کے چہرے پر [illegible] مجھے اس وقت [illegible] ہو رہا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک وقت [illegible] آگے بڑھے [illegible] مجھے [illegible] انہیں [illegible] تھی۔ [illegible] سلیقے سے [illegible] آذوب اور [illegible] بھی شامل تھے [illegible] آنکھوں میں [illegible]

صورت حال ایسی تھی کہ [illegible] کوئی [illegible] کر سکتی تھی۔ [illegible] باپ سے سامنے [illegible] اس بات کا اقرار نہیں کر سکتی تھی کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے [illegible] یہ بات سن کر تو شاہ ماطرلیس اور بھی زیادہ غضب ناک [illegible] بڑا ہی [illegible] کے ساتھ خاموش تھی۔

سپاہیوں نے جلد ہی مجھے رسیوں سے باندھ دیا۔ انھوں نے اپنی طرف سے میری مشکیں بڑی سختی سے کس کے باندھی تھیں۔ [illegible] کوئی عام انسان ہوتا تو وہ [illegible] نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے بھی اس بات کی کوشش نہیں کی [illegible] ظاہر کروں کہ مجھے بے بس کر دیا گیا ہے۔

مجھے رسیوں سے اچھی طرح جکڑنے کے بعد سپاہیوں نے ہدایت طلب نظروں سے شاہ ماطرلیس کی طرف دیکھا۔

"اسے فی الحال محل کے نیچے والے قید خانے میں لے جا کر بند کر دو۔" شاہ ماطرلیس نے حکم دیا۔ "دو ایک روز کے اندر اندر میں اس کی قسمت کا فیصلہ کروں گا۔"

"عالم پناہ! ایسے گستاخ [illegible] انسان کو [illegible] رکھنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔" آذوب بولا۔ "اس نے جتنی بڑی گستاخی کی ہے اس کی سزا تو یہی ہے کہ فوراً ہی اس کی گردن مار دینے کا حکم دے دیجیے تاکہ اس کا قصہ ہی ہمیشہ کے لیے تمام ہو جائے۔"

"مجھے تمہاری بات سے کوئی خاص اختلاف نہیں ہے آذوب۔" شاہ ماطرلیس نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیکن میں [illegible] کی سزا [illegible] کے لیے بہت [illegible] جرم [illegible] کیا ہے اس کی سزا [illegible] گردن مار دینا ہی نہیں ہے۔ میں اسے بہت بڑی سزا دینا چاہتا ہوں [illegible] لیکن میں [illegible] کی موت [illegible] تاکہ آئندہ کوئی شخص اس قسم کی [illegible] جرات [illegible] نہ کرے۔" شاہ ماطرلیس نے [illegible]

سامنے... میں وہ شخص موجود تھا جس کی زبان کٹی تھی۔ بیان عمول سکتا تھا نہ بن پینی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو تھے لیکن زبان نہ ہونے کے باوجود بھی وہ بہت کچھ کہہ سکتی تھی۔ آذرنب کے چہرے پر کھلے ہوئے تکلیف کے آثار اس کی بدبختی کی غمازی کر رہے تھے۔ میں اسی کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنی طویل زندگی میں زبان کی ایسی بے بسی کم ہی دیکھی تھی۔ جو زبان ایسے کیسے تخت شاہوں اور بادشاہوں کو جھکاتا تھا۔ وہی بے زبانی اس وقت میرے سامنے آ گئی تھی۔

"اسے لے جاؤ۔" شاہ مارطوطیس نے کڑک کر حکم دیا۔ "اور قید خانے میں اس وقت تک بند رکھو جب تک کہ میں اس کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر لوں۔ اس کے ساتھ ہی میں خصوصی دربار کے برخاست کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔"

شاہ مارطوطیس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سارے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ شہزادی آرینہ نے ایک بار حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ وہ زیر لب کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

سپاہی مجھے لے چلے۔ میں نے حسب معمول کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جب ان کے ساتھ چل پڑا تو محل کے پیچیدہ راستوں سے گزرتے ہوئے ایک بار پھر قید خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ ہر طرف سپاہی ہی سپاہی نظر آ رہے تھے۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ ایک عرصے سے اس علاقے کی حفاظت کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں ایک کونے میں ایک پرانی سی عمارت کھڑی تھی جو دیکھنے میں بہت ہی بدرنگ لگ رہی تھی۔ اس عمارت کا ایک ہی دروازہ تھا جو کسی کا بہت مضبوط نظر آ رہا تھا۔ دروازے پر مستعد سپاہی تعینات تھے۔

"اسے کیوں لائے ہو؟" دونوں پہرے داروں میں سے ایک نے ان سپاہیوں سے پوچھا جو مجھے وہاں تک لے کر آئے تھے۔

"یہ شاہ مارطوطیس کا حکم ہے۔" میرے ساتھ آنے والے سپاہیوں کے سردار نے جواب دیا۔ "اس نے بھرے دربار میں شہنشاہ کی بے عزتی کی ہے۔ اب اسے تب تک یہاں رکھا جائے گا جب تک اس کو سزا نہیں دی جانے گی۔"

"اچھا۔" پہرے دار نے کہا۔ "اس نے دربار میں کیا کیا؟"

"اس محمل نے بھرے دربار میں شاہ مارطوطیس سے شہزادی آرینہ کا رشتہ مانگ لیا۔" میرے ساتھ آنے والے پہرے دار نے جواب دیا۔ "بھلا اس احمق کی جرأت تو دیکھو۔ ظاہر ہے کہ شاہ مارطوطیس اس کی اس حرکت پر برافروختہ ہو گیا اور اس نے اسے قید میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اب یہ یہاں چند روز تک سزا کے انتظار میں گھڑیاں گنتا رہے گا۔"

پہرے داروں نے مجھے اندر دھکیل دیا۔ مجھے ایک جیل نما کمرے میں ڈال کر انہوں نے قفل لگا دیا اور میرے ساتھ آنے والے...

دونوں سپاہی مجھے لے کر اندر داخل ہو گئے۔ ہمارے پیچھے ہی کوئی بند ہو گئی۔ یہاں سب کچھ مجھے اور بھی بوسیدہ نظر آیا۔ ایک کال کوٹھری جیسی جگہ تھی جو خالی تھی۔ ان کی کوٹھری میں کوئی قیدی موجود نہیں تھا۔ یہاں مجھے بھی ایک کوٹھری میں دھکیل دیا گیا اور ساتھ ہی تھوڑی دیر بعد وہاں سے بند کر دی گئی۔ سپاہیوں نے مجھے کوٹھری میں بند کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ میں نے آرام سے آنکھیں بند کر لیں اور آرام کرنے کی کوشش کی۔

دو دن تک میں کوٹھری میں بند رہا۔ شہزادی آرینہ کے ملنے کے سابقہ قید خانے کی طرح اس کوٹھری میں بھی کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ کوٹھری کی چھت بہت اونچی تھی۔ چھت پر ایک روشن دان بنا ہوا تھا جس میں روشنی آتی تھی اور یہی ایک تازہ ہوا کا ذریعہ تھا۔ مجھے دن میں صرف ایک بار کھانا دیا جاتا تھا اور وہ بھی دوپہر کے وقت۔ روٹی کی مقدار میں اتنا کم ہوتا تھا کہ بمشکل ایک آدمی کے لیے کافی ہو سکتا تھا۔ تاہم مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔

تیسرے دن حسب معمول شام ڈھلے میں نے کمرے کے دروازے کا تالا کھلنے کی آواز سنی۔ میں فوراً چوکنا ہو گیا۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی کیونکہ یہ شام کا وقت تھا۔ اس وقت کسی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کون آ سکتا ہے؟ میں نے اپنے دل میں سوچا۔

دروازے کا تالا کھلا اور پھر ایک چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ باہر شام کا دھندلکا پھیل چکا تھا۔ ایک سپاہی ہاتھ میں مشعل لیے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ ان سپاہیوں میں سے ایک تھا جنہیں میں نے پہلے دن دیکھا تھا۔ دروازے کے پاس سپاہی کے عقب میں شہزادی آرینہ کھڑی تھی!

"شہزادی آرینہ... تم؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم یہاں کیسے پہنچیں؟ اور پھر تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"مجھے تمہاری محبت یہاں تک کھینچ کر لائی ہے۔" آرینہ نے جواب دیا۔ "یہاں تک پہنچنے کے لیے مجھے بہت بڑی مشکل سے راضی کرنا پڑا ہے اور انہیں بھاری قیمت بھی ادا کرنی پڑی ہے۔ یہ تمہاری زندگی اور موت کا سوال ہے فردوس۔ میں نے مشکل سے تم کو بچنے کی راہ نکالی ہے۔ تم نے بھرے دربار میں جرأت اور بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ایک انوکھی بات ہے۔ تم نے زندگی کی بازی لگا دی ہے۔ میں تمہارے جذبے کی بے انتہا قدر کرتی ہوں۔ تم نے مجھے ہر صورت میں عزت دی ہے۔ میں تمہیں زندہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہاری زندگی کی خاطر تم مجھ سے دور رہو... بہت دور۔ یہی بہتر ہے۔"

ہے۔ وقت زیادہ نہیں ہے۔ قید خانے کی حفاظت کے باہر ایک بڑی تعداد میں سپاہی منتظر ہیں۔ تم یہاں سے نکل کر سیدھے جاؤ اور جلد از جلد اس شہر کی حدود سے باہر چلے جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ رات ختم ہونے سے پہلے تم بہت دور جا چکے ہو گے۔ میں تمہارے لیے یہی کر سکتی تھی۔ فردوس میں نے اس کا پورا انتظام کر دیا ہے۔"

"میں تمہارا ذرہ برابر بھی شکر گزار ہوں شہزادی آرینہ۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن تم یہ بات کیوں بھول جاتی ہو کہ میں تمہیں اپنا چکا ہوں۔ میں تمہیں دل و جان سے پیار کرتا ہوں اور کسی حالت میں بھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ میں اتنا خود غرض نہیں ہوں کہ اپنی جان بچانے کی خاطر تمہیں اس جہنم میں تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

"پاگل مت بنو فردوس۔" آرینہ نے جواب دیا۔ "میں تمہارے ان جذبات کی قدر کرتی ہوں لیکن یہ وقت جذباتی بننے کا نہیں ہے۔ جب سے تم قید خانے میں ہو، تمہیں نہیں معلوم کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ آذرنب کی تجویز پر میرے باپ نے تمہارے لیے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے۔"

"مجھے کسی سزا کی پروا نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم یہ بات اس وقت شاید نہ کہتے اگر تمہیں پتا ہوتا کہ تمہارے لیے کس قدر خوفناک، عبرتناک اور ظالمانہ سزا تجویز کی گئی ہے۔ میری ہمت نہیں پڑتی کہ میں اس سزا کے بارے میں تمہیں بتاؤں۔" شہزادی آرینہ نے کہا۔

"تم اپنے اندر ہمت پیدا کرو اور مجھے اس سزا کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میں یہ سننے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔ میری فکر مت کرو۔"

"فردوس۔" آرینہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہارے لیے یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ ایک بہت بڑے اور گہرے برتن میں تیل کھولایا جائے گا۔ جب تیل کھول کر خوب اچھی طرح ابلنے لگے گا تو پھر تمہیں رسیوں سے باندھ کر اس برتن میں ڈال دیا جائے گا اور اس منظر کو دیکھنے کے لیے شاہ مارطوطیس، آذرنب اور شہر کے امرا اور دربار کے عہدیدار بھی موجود رہیں گے۔ یہی شاہ مارطوطیس کا حکم ہے اور تمہیں معلوم ہے، کس طرح معلوم ہے کہ اس کے حکم کو ٹالا نہیں جا سکتا۔"

"تم اس بات کی فکر مت کرو آرینہ۔" میں نے ایک بار پھر مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا۔"

"فردوس تم کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟" آرینہ نے ناسمجھی سے کہا۔ "میں اتنی بڑی مصیبت میں ہوں اور تم اسے کھیل سمجھ رہے ہو۔ تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں تم کو بتا رہی ہوں کہ تمہارے لیے یہ سزا تجویز ہو چکی ہے۔ آج سے ٹھیک دو دن بعد سہ پہر کو شہر کے وسط میں میدان میں اس سزا پر عمل درآمد کر دیا جائے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم آج موت کی آغوش میں جانے کی بجائے یہاں سے نکل جاؤ۔ میں جانتی ہوں کہ تم کسی جادوگر کی طرح موت سے بچ نکلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ فردوس، میں تمہیں اس سلسلے میں پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ آذرنب کی بات پر بہت یقین رکھتا ہے۔ وہ اس کے فریب کو نہیں سمجھ سکتا۔ ممکن ہے اس کی بات تمہارے باپ تک پہنچ جائے۔ شاید کل تک تمہیں کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اب میں جانا چاہتی ہوں۔ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر تم اپنی ہلاکت کے ساتھ میری ہلاکت کے بھی درپے ہو تو یہ تمہاری مرضی۔"

"نہ تو میں مروں گا اور نہ تم مرو گی۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے تم پھر بھی دیکھ لو کہ شاہ مارطوطیس اور دوسرے لوگوں کی موجودگی میں میں خود کو تمہارے لیے اہل ثابت کر دوں گا۔ اس بزدل آذرنب کی کیا مجال ہے کیا ہمت ہے کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں حاصل کرنے کا خواب بھی دیکھ سکے۔ اب تم اطمینان سے واپس جاؤ اور حالات کا انتظار کرو۔ میرے بارے میں پریشان ہونا بالکل چھوڑ دو۔"

"اگر تم موت کو بخوشی گلے لگانے کے لیے تیار ہو تو میں تمہیں اس سے کس طرح روک سکتی ہوں؟" آرینہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے تمہاری طرف سے سارے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ پہرے داروں کو راضی کر لیا تھا۔ گھوڑے کا انتظام کر لیا تھا اور تمہارے فرار کا پورا منصوبہ بنا لیا تھا لیکن اگر تم خود ہی تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہو تو میں کیا کر سکتی ہوں۔ اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے اب دوسری دنیا میں ہی ملاقات ہو گی۔ جہاں ہماری روحیں ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں گی اور پھر ہمیں کوئی طاقت ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکے گی۔"

آرینہ آنسو بہاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ مشعل بردار پہرے دار دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آرینہ کے باہر نکلنے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔ تالے میں چابی گھمانے کی آواز آئی اور اس کے بعد چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible] بھی [illegible] لگ گئے [illegible]
[illegible]
[illegible] بعد [illegible]

جیسے [illegible] کے بعد [illegible] کرسیاں [illegible]
[illegible]
[illegible] میری زندگی کا آخری دن ثابت ہو۔

الاؤ کھڑنے کے ساتھ ہی دروازہ بھی کھل گیا [illegible] سپاہی [illegible] کے اندر داخل ہو گئے [illegible] ہاتھوں میں [illegible]
[illegible]

[illegible]

میدان کے بیچوں بیچ ایک بڑا سا الاؤ روشن کیا گیا [illegible] اس میدان میں [illegible] جو میری ہلاکت کا تماشا دیکھنے کے لیے آئے تھے [illegible] سلطنت کی کرسیاں تھیں [illegible] کرسیاں [illegible]

مجھے الاؤ کے قریب لے جا کر کھڑا کر دیا گیا [illegible] میں کھڑا ہوا تھا [illegible] تپش صاف [illegible] مجھ سے قریب کھڑے ہونے والے سپاہی بھی [illegible] محسوس کر رہے تھے [illegible] انہیں خاصی ناگوار [illegible] جلد ہی مجھے الاؤ سے ہٹا کر کچھ فاصلے پر لے گئے [illegible] سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

...تمام سپاہی تھے۔ ان کی تعداد بھی کم نہیں تھی اور سب سے زیادہ یہ کہ ان میں سردار آزوب بھی شامل تھا۔

"فروس! یہ تم نے تھیک ہی دیکھ لیا ہے"۔ "تم قبضہ کرنے والے ہو میں ایک شخص نے مداخلت کی۔ میں اسے جانتا تھا۔ اس کا نام ...تھا اور وہ شاہ طلولیس کا معتمد تھا۔ تمہاری جان بخشی کی جاسکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ تم شہزادی آرینہ کو ہمارے حوالے کر دو"۔

"سنو تامور! میں نے ... کے جھنڈ کے اندر سے ہی جواب دیا۔ "تمہیں بھی اچھی طرح یہ بات معلوم ہے کہ تم اور تمہارے سپاہی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم اور سردار آزوب ان درختوں کے جھنڈ کے اندر آجاؤ۔ لیکن دیکھو! کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں تمہاری موت کی سزا دینے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔ اپنے باقی تمام آدمیوں کو پیچھے ہی چھوڑ دو"۔

"ٹھیک ہے فروس!" تامور نے جواب دیا۔ "میں اور آزوب اندر آتے ہیں۔ امید ہے کہ تم ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کرو گے"۔

"مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ "میں تمہیں یا آزوب کو یا کسی کو بھی ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ میرا مقصد قتل و غارت نہیں ہے۔ لیکن اگر میرے ساتھ دغا کی گئی تو میں تمہاری زندگی ختم کر دوں گا"۔

"تمہارے ساتھ کوئی دغا نہیں کی جائے گی"۔ تامور نے کہا اور اس کے چند منٹ کے بعد تامور اور آزوب دونوں درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئے۔ وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار تھے اور پوری طرح ہتھیاروں سے لیس تھے۔

"شاہ طلولیس کا حکم ہے کہ اگر تم شہزادی آرینہ کو واپس کر دو تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی۔ اس لیے تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ تم شہزادی آرینہ کو ہمارے حوالے کر دو اور خود یہاں سے جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا"۔

"اس بات کا فیصلہ میں نہیں کروں گا"۔ میں نے بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ "اس کا فیصلہ شہزادی آرینہ خود کرے گی کہ آیا وہ اپنے باپ کے گھر واپس جانا چاہتی ہے یا نہیں۔ اگر شہزادی آرینہ تم لوگوں کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ تم اسے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔ لیکن اگر کسی نے شہزادی آرینہ کو اس کی مرضی کے خلاف یہاں سے لے جانے کی کوشش کی تو میں اسے ہرگز اجازت نہیں دوں گا"۔

"شہزادی آرینہ!" آزوب نے آرینہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم اپنے باپ کے حکم کا احترام کرو گی اور ہم لوگوں کے ساتھ واپس گھر چلو گی۔ شاہ طلولیس تمہاری وجہ سے سخت پریشان ہیں"۔

"مجھے افسوس ہے آزوب!" آرینہ نے مستحکم لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے اپنا گھر، اپنا محل ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں نے اپنی تقدیر کو فروس کے ساتھ وابستہ کر لیا ہے اور جہاں یہ جائے گا میں اس کے ساتھ جاؤں گی۔ یہ جہاں بھی لے جائے گا وہی میرا گھر ہو گا"۔

"تم اس نوجوان کے ساتھ ہم لوگوں کے ساتھ جا کر اپنے باپ کی اور خاندان کی عزت کو مٹی میں ملا رہی ہو آرینہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری اس حرکت کے بعد تمہارے باپ کے دل پر کیا بیتے گی۔ وہ ... سلطنت میں کس طرح کسی کو منہ دکھا سکیں گے؟ لوگوں کی زبانیں کیا کیا افسانے تراشیں گی کہ ایک شہزادی، بادشاہ طلولیس کی بیٹی ... نے ایک معمولی سپاہی کی خاطر اپنا گھر بار اور اپنی سلطنت چھوڑ دی"۔

"مجھے تمہاری تقریر سننے یا ... نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہے"۔ شہزادی آرینہ نے جل کر کہا۔ "میں ایک عاقل اور بالغ انسان ہوں اور اپنے برے بھلے کو خود بخوبی سمجھ سکتی ہوں۔ میرے لیے تمہاری ہدایات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے میں اس پر قائم رہوں گی۔ تم لوگ واپس جا کر میرے باپ کو میرے فیصلے کی اطلاع دے سکتے ہو"۔

"شہزادی صاحبہ! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنے اس فیصلے پر نظرثانی فرمائیں"۔ تامور نے پہلی مرتبہ زبان کھولتے ہوئے کہا۔ "معزز سردار آزوب جو کچھ کہہ رہے ہیں آپ کی بھلائی کے لیے ہی کہہ رہے ہیں۔ آپ کے اور آپ کے خاندان کی بھلائی اسی میں ہے کہ آپ واپس گھر چلیں۔ جہاں تک فروس کا تعلق ہے، اگر تم اسے اپنی نظروں کے سامنے یہاں سے نکل جانے کا موقع دیں گے اور آپ کو اس بات کی ضمانت فراہم کرتے ہیں کہ فروس کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا"۔

"فروس کو گزند پہنچانے کی کوشش کر کے تم لوگ دیکھ چکے ہو"۔ شہزادی نے جواب دیا۔ "اس کی عدیم المثال بہادری کا اور بے پناہ جرأت کا سامنا تم سب لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے اس بات کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ تم فروس کو کوئی نقصان پہنچا سکو۔ جہاں تک میرے واپس جانے کا سوال ہے تو اس کا یہی جواب ہے۔ آزوب کو دے چکی ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا"۔

شہزادی آرینہ کی یہ بات سن کر تامور خاموش ہو گیا لیکن آزوب بول اٹھا۔ "فروس! تم ایک احسان فراموش اور کمینے انسان ہو۔ تم نے نہایت ہی گھٹیا پن کا ثبوت دیا ہے۔ شہزادی آرینہ نے تمہاری بہادری کے ایک کارنامے سے متاثر ہو کر تمہیں اپنے محافظوں کا سردار بنا لیا اور تم نے ذلیل انسان نکلے کہ تم نے اسے ورغلا کر ساتھ بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن یاد رکھو کہ ہم لوگ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ تم شہزادی آرینہ کو لے کر زندہ سلامت یہاں سے نکل جاؤ"۔

"سنو آزوب!" میں نے ٹھنڈے دل سے کہا۔ "جب تک کہ کچھ بول کر میں خواہ مخواہ تم سے گریز کرنا چاہتا ہوں۔ شہزادی...

میدان جنگ میں اس وقت بھی ان لوگوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے جو میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟ کیا یہاں بھی لاشوں کے ڈھیر لگ جائیں۔ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ تم لوگ یہاں سے واپس چلے جاؤ"۔

"ہم لوگ یہاں سے ضرور واپس جائیں گے"۔ آزوب نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن تنہا نہیں شہزادی آرینہ کو ساتھ لے کر۔ تم چاہو تو اپنی جان بچا کر بھاگ سکتے ہو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی آزوب نے باہر کھڑے ہوئے سپاہیوں کو آواز دے کر کہا کہ وہ سب کے سب اندر آجائیں۔ آزوب کی آواز سن کر سارے گھڑسوار درختوں کے جھنڈ کے اندر داخل ہو گئے اور اس کے حکم کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔

"میرے خیال میں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے معزز سردار آزوب!" تامور نے سنجیدگی سے کہا۔ "شہزادی صاحبہ اگر خود گھر واپس جانے پر راضی نہیں ہیں تو ہم انہیں کس طرح مجبور کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں واپس چلے چلنا چاہیے اور شاہ طلولیس کو سارے حالات سے کم و کاست اطلاع دے دینی چاہیے"۔

"تم خاموش رہو تامور!" آزوب نے سخت لہجے میں کہا۔ "مجھے سوچنے دو کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ ہماری اور ہمارے شاہی خاندان کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہماری شہزادی ایک معمولی ملازم کے ساتھ چلی جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا"۔

اس کے بعد آزوب نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ میرے اوپر ٹوٹ پڑیں اور میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں لیکن شہزادی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔

"سنو آزوب!" میں نے زور سے چلاتے ہوئے کہا۔ "ان سپاہیوں کو بے موت مارنے کی کوشش مت کرو۔ تم شہزادی آرینہ کو لے جانے کی کوشش کرنا چاہتے ہو اور میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر لیتے ہیں۔ تم جس طرح کا مقابلہ چاہو کر سکتے ہو۔ میں ہر مقابلے کے لیے تیار ہوں۔ اس مقابلے میں جو بھی جیت جائے گا، شہزادی اسی کے ساتھ جائے گی۔ بولو! تمہیں میری یہ شرط منظور ہے؟"

"مجھے تمہاری یہ بیہودہ شرط ہرگز منظور نہیں ہے"۔ آزوب نے چلا کر جواب دیا۔ "میں تم جیسے ذلیل آدمی کے مقابلے میں آ کر اپنی توہین کرنا نہیں چاہتا۔ تمہیں ان سارے لوگوں سے نمٹنا ہو گا جو تمہارے چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے کھڑے ہیں اور اب دیکھنا ہے کہ تم ان کے نرغے میں سے کس طرح بچ کر نکلتے ہو"۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کر دیں لیکن شہزادی آرینہ کو ہر صورت میں بچائے رکھیں۔

"ٹھیرو!" میں نے گرج کر کہا۔ "تم لوگوں کی اس بزدلانہ حرکت سے شہزادی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے میں اسے گھوڑے سے اتار کر الگ کیے دیتا ہوں"۔ اور میں نے شہزادی آرینہ کو اپنے گھوڑے سے اتار کر ایک طرف ایک درخت کے نیچے کھڑا کر دیا۔

"اب آجاؤ!" میں نے آزوب کے سپاہیوں کو للکارا اور وہ دیوانوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

میں نے جھٹ کر ان میں سے ایک کی تلوار چھین لی اور پھر بے دریغ ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ جو میرے قریب آتا تھا اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا تھا۔ سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ تھی کہ آزوب اور تامور دونوں ایک طرف کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور وہ اس جنگ میں شامل نہیں تھے۔ آزوب کی بات تو میری سمجھ میں آتی تھی کہ وہ بہت بزدل تھا لیکن تامور کے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ چونکہ وہ شروع سے ہی اس کارروائی کے خلاف تھا اس لیے وہ اس میں حصہ نہیں لے رہا تھا۔

جب بہت سے سپاہی میرے ہاتھ سے مارے گئے تو باقی سپاہیوں میں دہشت پھیل گئی۔ اب جب میرے قریب آنے کے بجائے مجھ سے دور بھاگنے لگے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اگر وہ میرے پاس آئیں گے تو بے موت مارے جائیں گے۔

اور تب آزوب نے ایک عجیب حرکت کی جس وقت میں سپاہیوں کے ساتھ معرکے میں مصروف تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دم شہزادی کو ایک سپاہی کی مدد سے اٹھایا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر بھاگ نکلا۔ میں نے فوراً ہی اس کی اس حرکت کو دیکھ لیا اور جو چند سپاہی میرے گرد تھے ان سے پیچھا چھڑا کر ... آزوب نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے شہزادی کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا تاکہ میں اس پر پیچھے سے حملہ نہ کر سکوں اور خود وہ آگے بیٹھا ہوا تھا۔ سردار آزوب کا گھوڑا نہایت عمدہ اور برق رفتار تھا میرا گھوڑا اتنا تیز رفتار نہیں تھا۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں اس دوڑ میں سردار آزوب کے قریب نہیں پہنچ پاؤں گا۔ چنانچہ اب مجھے دوسرا حربہ اختیار کرنا تھا۔

سردار آزوب کا گھوڑا بجلی کی طرح دوڑتا چلا جا رہا تھا اور میں اس سے خاصا پیچھے رہ گیا تھا۔ تامور اور دوسرے سپاہیوں کی مجھے کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ شاید وہ لوگ بھی ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے ہوں گے۔ لیکن مجھے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی فرصت کب تھی۔ میری ساری توجہ تو سامنے لگی ہوئی تھی۔

اس وقت میرے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ یہ نیزہ ایک سپاہی نے مجھے جنگ کے دوران مارا تھا۔ میں نے اسے ہوا ہی میں پکڑ لیا تھا۔ تب سے میں اسے اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔ میرا کوئی بہت اچھا نشانہ تو نہیں تھا لیکن بہرحال جب میں نے دیکھا کہ آزوب کو روکنے کی...

علاوہ کوئی صورت بھی نہیں تھی کہ میں اس کے گھوڑے کے گرد چکر لگاتا رہوں اور اسے زخمی کر دوں۔ لیکن مجھے اندیشہ اس بات کا تھا کہ کہیں میرا نشانہ خطا نہ ہو جائے۔ میں سخت کشمکش میں تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ نیزہ پھینکنے کی صورت میں آذریب کے بچ جانے کے قوی امکانات موجود تھے۔

لیکن اس وقت قدرت نے میری مدد کی۔ آذریب کے بھاگتے گھوڑے کے سامنے ایک خوفناک جنگلی ریچھ آ گیا۔ گھوڑا ریچھ کو دیکھتے ہی بری طرح بدک گیا اور رک گیا۔ ساتھ ہی وہ گھبرا کر پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح آذریبہ جو آذریب کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی ایک دم پھسل کر نیچے گر پڑی۔ گھوڑا پہلے ہی رکا ہوا تھا اور اسی جگہ کھڑا ہوا تھا، اس لیے نیچے گرنے کی وجہ سے آذریبہ کو چوٹ نہیں لگی۔ اس دوران میں اپنے گھوڑے کو بری طرح بھگاتا ہوا وہاں تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے جاتے ہی گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور سب سے پہلے آذریبہ کو سنبھالا جو زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں آذریب اور ریچھ کی طرف متوجہ ہوا۔

ریچھ نہ معلوم کس وجہ سے غضب ناک ہو رہا تھا۔ آذریب کا گھوڑا تو اپنی دونوں سواریوں کو نیچے گرا کر فرار ہو گیا اور ریچھ نے آگے بڑھ کر اپنا بھاری بھرکم پنجہ پوری قوت سے آذریب کے سینے پر مارا۔ اس کا گوشت ادھڑ گیا۔ آذریب کے سینے سے خون کا فوارہ بہنے لگا۔ اس دوران پیچھے سے ناصر اور دوسرے سپاہی بھی آ گئے تھے۔

اس وقت ریچھ نے آذریب کو زمین پر گرا دیا تھا۔ وہ اسے بری طرح بھنبھوڑ رہا تھا۔ اگرچہ آذریب نے مسلسل میرے ساتھ دغا کی تھی اور ہمیشہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی، تاہم میں اسے اس شدید عذاب میں نہ دیکھ سکا۔ اور میں نے وہ نیزہ جو میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا، ریچھ کی پشت میں اتار دیا۔ ریچھ نے ایک زبردست غراہٹ کے ساتھ آذریب کو چھوڑ دیا اور اب اس نے پلٹ کر میری طرف لپکنے کی کوشش کی۔ لیکن دیر ہو چکی تھی۔ میرے نیزے کا زخم بہت کاری تھا۔ ریچھ اپنی کوشش کے باوجود اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکا۔

میں نے نیزہ ریچھ کی پشت میں سے نکال لیا اور ایک بار پھر پوری قوت سے اس کی پشت میں داخل کر کے اسے بالکل ٹھنڈا کر دیا۔ آذریب کا خون میں نہایا ہوا زخمی جسم اب بھی ریچھ کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ میں نے ریچھ کو آذریب کے اوپر سے ہٹانا چاہا لیکن ناصر اپنے چند دوسرے سپاہیوں کے ساتھ سامنے آ گیا۔ اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "اب آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ناصر اور اس کے آدمیوں نے مل کر ریچھ کے بھاری بھرکم جسم کو آذریب کے اوپر سے ہٹایا۔ آذریب بہت بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے سینے اور گردن سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔

ناصر کے سپاہیوں میں سے ایک کے پاس مرہم پٹی کا سامان موجود تھا۔ ان لوگوں نے جلدی جلدی آذریب کے زخموں پر دوا لگا کر پٹی باندھ دی۔ لیکن خون کافی بہہ چکا تھا۔ آذریب بے ہوش ہو چکا تھا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ آذریبہ ایک طرف کھڑی یہ منظر دیکھ کر سخت پریشان ہو رہی تھی۔

"اسے جتنی جلدی ممکن ہو سکے شہر لے جاؤ۔" میں نے ناصر سے کہا۔ "یہ بہت بری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ شاید کوئی ہوشیار طبیب اس کا علاج کر سکے۔ ویسے بھی جانوروں کے ذریعے زخمی ہونے والے انسان کا جانبر ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہم اسے فوراً شہر لے جا رہے ہیں۔" ناصر نے جواب دیا۔ "ہمارے ہاں ایک تجربہ کار اور جہاندیدہ طبیب ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس کی جان بچا لے۔"

"میری خواہش ہے اور میری دعا ہے کہ اس کی جان بچ جائے۔" میں نے کہا۔ "لیکن دیکھو تمہیں شاہ بطلیوس کے سامنے کوئی جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو واقعات جس انداز سے پیش آئے ہیں، ان کی حرف بحرف تفصیل بتانا۔ یہ بات بھی بتا دینا کہ آذریب کوئی گستاخی نہیں تھا بلکہ اسے ایک جنگلی ریچھ نے زخمی کر دیا تھا جسے میں نے ہلاک کر دیا۔ جہاں تک شہزادی آذریبہ کی مرضی، پسند اور اس کے جواب کا مسئلہ ہے تو تم اس کی زبانی اس کا فیصلہ سن چکے ہو۔ تم اس کا صرف اتنا بتانا ہے کہ شاہ تک اس کا پیغام پہنچا دو۔ تمہیں جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہیں، مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" ناصر نے کہا۔ "اور نہ ہی میری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی ہے۔ میں تو محض ایک فرض ادا کر رہا تھا جو میرے آقا کی جانب سے مجھے سونپا گیا تھا۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا تھا تو بھی میں مجبور تھا۔ میرے آقا کے سامنے میری اس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔ جہاں تک شہزادہ آذریب کے زخمی ہونے کا تعلق ہے تو یہ محض ایک اتفاقی حادثہ تھا۔ میں شاہ بطلیوس کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا۔ اب اس کے بعد اس کی مرضی ہے کہ وہ مجھے زندہ چھوڑے یا نہ چھوڑے۔"

"ٹھیک ہے، اب تم اپنے بچے کھچے سپاہیوں کو لے کر یہاں سے جلد از جلد روانہ ہو جاؤ اور آذریب کے زخمی جسم کو بھی احتیاط کے ساتھ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ راستے ہی میں دم توڑ دے۔ جہاں تک میرا اور شہزادی آذریبہ کا تعلق ہے تو ہم دونوں اپنی مرضی اور پسند سے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ خواہ یہ بات شاہ بطلیوس کو بری ہی لگے۔"

ناصر نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ان لوگوں نے جلدی جلدی آذریب کے شدید زخمی جسم کو گھوڑے پر ڈالا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

وہ لوگ بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے اور جاتے وقت انہوں نے میرے ساتھ کوئی چھیڑ خانی کی کوشش نہیں کی۔

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں نے شہزادی آذریبہ کی طرف دیکھا۔

"میں تمہیں کہنے سے قاصر ہوں کہ اتنے طویل عرصے کے بعد شہزادی آذریبہ تم مجھ سے مخاطب ہو کر بات کر رہی ہو۔ میری اور اس کی ملاقات صرف ایک بار ہوئی تھی جس میں وہ قید خانے میں مجھ سے ملنے آئی تھی اور اس نے مجھے وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے بعد سے میری کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ ہماری ملاقات کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔

"میں تمہیں سمجھنے سے واقعی قاصر ہوں۔" شہزادی آذریبہ نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ کسی انسان میں اتنی طاقت نہیں ہو سکتی جتنی تم نے ظاہر کی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم آخر کس مٹی کے بنے ہوئے ہو۔"

"میں کسی خاص مٹی کا بنا ہوا نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میں بھی اسی مٹی کا بنا ہوا ہوں جس مٹی کے عام انسان بنے ہیں۔"

"میں یہ بات نہیں مان سکتی۔" شہزادی آذریبہ نے جواب دیا۔ "تم نے جس عجیب و غریب ذہانت کی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا ہے وہ کوئی عام انسان نہیں کر سکتا۔ مجھے لگتا ہے کہ تم کہیں اور سے آئے ہو۔ بتاؤ، تمہاری اصل حقیقت کیا ہے؟"

شہزادی آذریبہ کے ان الفاظ سے میں کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ میں اسے اپنے بارے میں کیا بتاتا؟ اور وہ کیسے یقین کر سکتی تھی؟ اس نے مجھے ایک عجیب امتحان میں ڈال دیا تھا۔ مطمئن کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو بتانا تھا۔

"سنو شہزادی!" میں نے سنبھل کر کہنا شروع کیا۔ "میں بھی عام لوگوں کی طرح ایک عام انسان ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عام لوگوں میں سے میں ہمیشہ حق کے لیے لڑتا ہوں۔ مظلوموں اور مجبوروں کی مدد کرتا ہوں اور ان کو ظالموں کے پنجے سے نجات دلاتا ہوں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دیوتاؤں کو میری یہی بات پسند ہے اور وہ ہر وقت میری مدد کرتے ہیں۔ اب میں کسی سے نہیں گھبراتا ہوں۔"

"تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم پر دیوتاؤں کا سایہ ہے؟" شہزادی آذریبہ نے پوچھا۔

"جیسا سمجھ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر یہ بات بڑی عجیب سی ہے۔" شہزادی آذریبہ نے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور مصیبتوں سے بچتے رہو گے۔ تمہیں کوئی مغلوب نہیں کر سکے گا۔"

"کہتی تو بالکل ٹھیک ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے ٹھیک سمجھا۔ اس میں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم اپنے ابا بطلیوس

تھا کہ شاہ بطلیوس ہماری پسند اور ہمارے فیصلے کے خلاف سخت ناراض ہوں گے۔ وہ آذریب سے کرنا چاہتے تھے جسے تم ناپسند کرتی تھیں۔ مجھے بھی یہ بات نظر نہیں آتی کہ ایک ایسے شخص کی زندگی بسر کرو جسے تم ناپسند کرتی ہو۔ اسی لیے میں نے تم دونوں کی مدد کی اور تمہیں آذریب کے چنگل سے نجات دلا دی۔"

"اب ہم کیا کرنے والے ہیں؟" شہزادی آذریبہ نے پوچھا۔ "بات یہ ہے کہ میں بہت ہی ناز و نعمت میں پلی ہوں۔ میرے لیے بہت سی قیمتی چیزیں موجود تھیں۔ ان کو چھوڑ کر ہم کہاں تک آرام سے چل سکتے ہیں؟"

"تم اس بات کی فکر مت کرو۔" میں نے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ "میں بہت ہی محنتی ہوں اور ہر قسم کی محنت کر سکتا ہوں۔ مجھے کسی بھی قسم کا کام کرنے میں کوئی عار نہیں ہو گا۔ اگر تم کو اتنی آسانیاں نہیں ملیں گی جتنی محل میں تھیں۔ میں تمہیں ویسا عیش و آرام تو نہیں دے سکوں گا لیکن تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

"یقین کرو میں ایک ایسے ہی شخص سے جو مجھے خوش رکھ سکے، شادی کرنا چاہتی تھی۔ میں کسی اور کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ زندگی کی جو آسائشیں مجھے محل میں میسر تھیں، جہاں تک میرے جسم کی آرائش کی بات ہے، دولت اور آرائش سے اب ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تم جو چاہو کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے کہا۔

اس کے بعد ہم دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے کیونکہ اب گھوڑوں کی کمی نہیں تھی۔ آذریب اور ناصر کے بہت سے سپاہی مارے گئے تھے اور ان کے گھوڑے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ہم نے بھی دو گھوڑے ساتھ لے لیے اور روانہ ہو گئے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، شاید اب تعاقب کی کوشش کی جائے۔ یہ خیال مجھے بار بار ستا رہا تھا کیونکہ ممکن تھا کہ شاہ بطلیوس ہمارے تعاقب میں لشکر بھیجے۔ کئی گھنٹے سفر کرتے رہے۔ شام ہونے کے بعد ہم تھک کر ایک جگہ رک گئے۔ کافی اندازہ تھا کہ ہم محفوظ جگہ پر آ گئے ہیں۔ اس لیے میں نے شہزادی آذریبہ کے لیے کھانے کا انتظام کیا اور ہم نے شکار کر کے گوشت بھون کر کھایا۔

رات ہو گئی تھی۔ مجھے کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش تھی جہاں ہم رات گزار سکیں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ کوئی جگہ ملے گی یا نہیں۔ پناہ گاہ کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ اچانک مجھے درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں ایک جھونپڑی سی نظر آئی۔ وہاں سے روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔

محسوس ہو رہا تھا گویا اب مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اب میں مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نے شہزادی آرینہ کو کشتی کے باہر چھوڑا اور کشتی کے اندر داخل ہو گیا۔ دائیں جانب طرف ایک راہداری سی نظر آ رہی تھی۔ اندر کوئی روشنی نہیں تھی... وہاں کسی انسان کے وجود کا احساس نہیں ہو رہا تھا البتہ مجھے بہت سے جانوروں کے غرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اس کشتی کے اندر آنے کے بعد اسے اتنا خطرناک نہیں محسوس کیا۔

کشتی خالی تھی۔ شاید ویران تھی۔ وہاں پر کوئی انسان موجود نہیں تھا۔ میں نے آرینہ کو کشتی میں بہتر جگہ پر بٹھا دیا۔ ہم رات کشتی میں بسر کر سکتے تھے۔ اور ان کے بعد ہم یہاں سے کہیں اور بھی جا سکتے تھے۔

چنانچہ میں نے جنگل سے جھنڈ کے اندر کشتی کی جگہ سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ میں نے آرینہ کو اپنے قریب بٹھا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں آرام کرنے لگے۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی تھی کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ایک عجیب سی آواز سنی۔ دور سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے آرینہ کو جگا دیا۔ وہ بھی گھوڑوں کی آواز سن کر پریشان ہو گئی۔ ہم نے سوچا کہ یقیناً یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔ پیچھے ہوئے تھے اور ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔

چند لمحے بعد کشتی کے قریب روشنی نظر آئی۔ مشعل لیے ہوئے کچھ لوگ ادھر آ رہے تھے۔ میں نے آرینہ کو اشارہ کیا۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں تھیں جن کی روشنی میں دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ کشتی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ مجھے ان کے چہرے صاف نظر نہیں آ رہے تھے۔ ان میں سب سے آگے والے گھڑ سوار کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی جس سے وہ اپنے پیچھے آنے والوں کو راستہ دکھا رہا تھا۔

قریب آنے پر ان کی رفتار سست پڑ گئی۔ وہ سب کے سب کشتی کے دروازے کے عین سامنے پہنچ کر رک گئے۔ میں نے دیکھا ان کے گھوڑوں پر سامان کی کئی گٹھڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ مجھے کچھ اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ چور ہیں اور اس کشتی کو انھوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہوا ہے۔ میں ان لوگوں کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے شہزادی آرینہ کا خیال تھا۔ مجھے اس کو مرنے یا زخمی ہونے سے بچانا تھا ورنہ اگر میں تنہا ہوتا تو یقیناً میرا رویہ بالکل مختلف ہوتا۔

کشتی کے سامنے پہنچ کر وہ چاروں کے چاروں گھوڑوں سے اتر پڑے۔ مشعل والا آدمی سب سے آگے تھا۔ گھوڑوں سے اترنے کے بعد انھوں نے گھوڑوں پر سے سامان کی گٹھڑیاں بھی اتاریں۔ مشعل والا آدمی سب سے پہلے کشتی میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے تینوں افراد بھی اپنی اپنی گٹھڑیاں سنبھالے ہوئے کشتی کے اندر چلے گئے۔

اب اس بات میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ یہ لوگ چور ہیں۔ چوری کا سامان کہیں سے لے کر آئے ہیں اور شاید اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ رات بسر کریں گے۔ میرا اندازہ تھا کہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد یہ لوگ یہاں سے رخصت ہو جائیں گے اور میں اور شہزادی آرینہ کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا لیکن بدقسمتی سے میرا خیال غلط ثابت ہوا۔

ہوا یوں کہ میرے اور شہزادی آرینہ کے جو دونوں گھوڑے تھے وہ کچھ فاصلے پر بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے نہ معلوم کس وجہ سے گھوڑا زور سے ہنہنایا۔ غالباً ہوا کے ساتھ ان گھوڑوں کی بو اس تک پہنچی۔ گھوڑے کے ہنہنانے سے شہزادی آرینہ کی حالت بگڑ گئی تھی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ مجھے اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ لوگ بھی یہ آواز سن چکے ہوں گے۔ وہ لوگ اب ضرور کشتی سے نکل کر آئیں گے اور معلوم کریں گے کہ یہ کس کے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز ہے کیونکہ ان لوگوں کے اپنے گھوڑے تو کشتی کے عین سامنے کھڑے ہوئے تھے جبکہ اس گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز دوسری جانب سے آئی تھی اور یہ آسانی سے محسوس کیا جا سکتا تھا۔

میرا خیال صحیح ثابت ہوا۔ چند ہی لمحوں بعد کشتی کے دروازے میں روشنی دکھائی دی۔ مشعل والا سب سے آگے تھا اور اس کے پیچھے باقی تینوں آدمی تھے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے اور تلواروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ آرینہ نے بھی انھیں دیکھ لیا تھا اور وہ خوف کے مارے مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: ”گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ لوگ ہم کو نہ دیکھ پائیں اور اگر انھوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو تمہیں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ان سب سے نمٹنے کے لیے کافی ہوں۔“

میری باتوں سے آرینہ کی ڈھارس بندھی۔ وہ آہستہ سے میرے کان میں بولی: ”یہ لوگ ہمارے تعاقب میں تو نہیں آئے؟ اگر کوئی جرم پیشہ اور بدمعاش قسم کے لوگ ہیں تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ لوگ میرے زیورات چھین لیں گے۔“

”اطمینان رکھو، ایسا نہیں ہوگا۔“ میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ جواب میں اس نے سر ہلا دیا۔ وہ چاروں اب میرے سامنے تھے۔

وہ چاروں کے چاروں آپس میں باتیں کرتے ہوئے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز کی سمت میں بڑھ رہے تھے اور ان کا رخ ہماری طرف تھا۔ چند ہی منٹ بعد وہ گھوڑوں کے پاس پہنچ گئے۔

”او ہو، یہاں تو دو گھوڑے موجود ہیں۔“ ان میں سے ایک کی آواز سنائی دی۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ آس پاس ہی کہیں وہ لوگ بھی موجود ہوں گے جو ان گھوڑوں پر سوار ہیں۔“ ایک دوسری آواز آئی۔

”ہمیں ان لوگوں کو تلاش کرنا چاہیے۔“ تیسری آواز نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے وہ لوگ کوئی مسافر ہوں اور طویل سفر کے بعد تھک کر سو رہے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس کچھ مال موجود ہو۔ گھوڑے تو عمدہ نسل کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی امیر ہوں گے۔ ہم ان پر آسانی سے قابو پا سکتے ہیں۔“

”دونوں گھوڑے نہایت عمدہ نسل کے معلوم ہوتے ہیں۔“ چوتھے نے کہا۔ ”اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے سوار کوئی معمولی لوگ نہیں ہوں گے۔“

اب ان لوگوں نے مشعل کی روشنی میں درختوں کے جھنڈ میں ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ میں اور آرینہ بالکل خاموشی کے ساتھ بغیر کوئی آواز پیدا کیے جھاڑیوں کے پیچھے چلے گئے کیونکہ میں ان لوگوں سے محاذ آرائی نہیں چاہتا تھا۔

لیکن جلد ہی ان لوگوں نے ہمیں ڈھونڈ نکالا۔ میں اور آرینہ ایک جھاڑی کے پیچھے دبکے ہوئے انھیں نظر آ گئے۔

”اچھا تو تم لوگ یہاں چھپے ہوئے ہو۔“ ان میں سے ایک شخص نے کہا جو سب سے آگے تھا۔ ”یہ گھوڑے تمہارے ہی ہیں؟“

”ہاں، یہ گھوڑے ہمارے ہی ہیں۔“ میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ میں اب اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور آرینہ میرے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

”تم دونوں کون ہو اور اس اندھیری رات میں اس سنسان جنگل میں کیا کر رہے ہو؟“ اس شخص نے سوال کیا۔

”یہی سوال میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے سکون سے کہا۔ ”تم چاروں کون ہو اور اتنی رات گئے اس جنگل میں کیا کرنے آئے ہو؟“

”اتنی تیزی مت دکھاؤ جوان۔“ سردار نے سخت لہجے میں کہا۔ ”پہلے میری بات کا جواب دو۔“

”ہم مسافر ہیں اور اگلے شہر جا رہے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”راستے میں رات ہو گئی تھی اس لیے آرام کرنے کے لیے یہاں رک گئے۔“

”اس عورت کو کہاں سے بھگا کر لائے ہو؟“ سردار نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

”میں اسے کہیں سے بھگا کر نہیں لایا۔“ میں نے بھی سخت لہجے میں جواب دیا۔ ”یہ میری بیوی ہے اور میرے ساتھ جا رہی ہے۔“

اس دوران میں نے محسوس کیا کہ سردار سمیت ان تمام لوگوں کی نگاہیں آرینہ کے لباس اور اس کے قیمتی زیورات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ خصوصاً آرینہ کی شکل و صورت اور اس کے حلیے کا وہ بھی طرح جائزہ لینے کے بعد انھوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے باتیں کیں۔

”میرا خیال ہے تمہیں معلوم ہوگا۔“ سردار نے کہا: ”اور یہ تمہاری بیوی تو ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس کے جسم پر جو لباس اور زیورات ہیں وہ شہزادیوں اور سرداروں کو ہی میسر آ سکتے ہیں۔“

”ارے یہ کہیں شہزادی آرینہ تو نہیں ہے؟“ اچانک ان میں سے ایک دوسرے نے کہا۔ ”آج تو سارے شہر کو یہ بات معلوم ہے کہ شہزادی آرینہ کو اس کے محافظ سے کوئی اجنبی بھگا کر لے گیا ہے۔ ان کا بھی ابھی تک دونوں کا کوئی پتا نہیں چلا تھا۔ میں نے خبر سنی تھی کہ کل صبح ان کی تلاش میں کئی فوجی دستے روانہ کیے جائیں گے۔“

”تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔“ چوروں کے سردار نے کہا۔ ”یہ ضرور شہزادی آرینہ ہے اور اس کے ساتھ یہ شخص فراڈ ہے جو اسے بھگا کر لایا ہے۔“

”پھر تو ہم بہت بڑے انعام کے مستحق ہو گئے سردار۔“ اس شخص نے کہا۔ ”ہم ان دونوں کو گرفتار کر کے شاہ ہرقطوس کی خدمت میں پیش کریں گے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ہمیں زبردست انعام و اکرام سے نوازے گا۔“

”اب تم دونوں اپنے آپ کو زیر حراست سمجھو۔“ سردار نے مجھ سے کہا۔ ”مزاحمت کرنے کی کوشش بیکار ہے کیونکہ اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تم اکیلے مرد ہو اور یہاں ہم چار آدمی ہیں۔ لیکن پہلے تمہیں یہ بات کا اقرار کرنا ہوگا کہ تم فراڈ ہو اور یہ شہزادی آرینہ ہے۔ تمہیں اپنے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے اس لیے سچ سچ بتا دو۔“

”تم بالکل ٹھیک سمجھے ہو۔“ میں نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ ”میں فراڈ ہوں اور یہ شہزادی آرینہ ہے۔ ہم دونوں نے اپنی زندگیاں ایک ساتھ گزارنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم نے شہر میں ہمارے فرار کی خبر تو سن لی۔ لیکن شاید تم پوری خبر نہیں سن سکے۔“

”کیا؟“ چوروں کے سردار نے چونک کر کہا۔

”یہ کہ میں اور آرینہ نے اپنے سپاہیوں کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ہمارے تعاقب میں آئے تھے۔ اور اب یہ چند گھنٹے پہلے یہ لوگ واپس شہر پہنچ چکے ہوں گے۔ آرزوب اتنا شدید زخمی ہے کہ اس کے بچنے کی امید کم ہے اور ان دونوں کے سپاہیوں کی بہت بڑی تعداد یہاں سے زیادہ دور نہیں پڑی ہوئی ہیں۔ اگر تم ان لاشوں میں اپنا شمار نہیں کروانا چاہتے ہو تو تمہاری بہتری ہے کہ میں تم سے الجھنا نہیں چاہتا اور یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ اپنی چوری کے مال کا حصہ بانٹ کر یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔“

”!!!!“ سردار بڑے زور سے ہنسا۔ ”تم آدمی ہوشیار معلوم ہوتے ہو۔ تم نے بہت جلدی ہمارے بارے میں اندازہ لگا لیا۔ وہ تمہارا اندازہ غلط بھی نہیں ہے۔ بہرحال اس سے ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جب ہم تم دونوں کو شاہ ہرقطوس کی خدمت میں پیش

کرنے لگے تو اس وقت یہ کٹیا بالکل خالی ہو گی اور یہاں کی تلاشی لینے والے کو یہاں سے کچھ نہیں ملے گا۔ ہمیں کوئی بھی چوری ثابت نہیں کر سکے گا اور ایک بات میں یاد دلا دوں تم نے ناموراد اور قزاق کا اور ان کے ساتھیوں کا ذکر کیا تھا۔ ان کو بھول جاؤ۔ وہ بہت تھے اور تم ہم دیکھ، ہمارے چنگل سے تو تم زندہ نکلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"کیوں! کیا تمہارے اندر کوئی مرحلہ کچھ زیادہ بولتا ہے! ہمیں" نے اس سے پوچھا۔

"اس کا علم تمہیں ابھی ہو جائے گا۔" اس نے پر نخوت لہجے میں کہا۔ اور مجھ سے تینوں ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "ان دونوں کو ابھی اور اسی وقت گرفتار کر لو۔ لیکن خیال رہے شہزادی کو ذرہ برابر گزند نہ پہنچے۔"

"میں تمہیں آخری بار متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے چوروں کے سردار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "اس حماقت کا ارتکاب نہ کرنا ورنہ سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ میرا تعلق ان لوگوں سے مختلف نہیں ہے جو اس سے پہلے میرے ہاتھوں سزا بھگت چکے ہیں۔ اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو مناسب یہی ہے کہ یہاں سے سیدھے سیدھے روانہ ہو جاؤ اور مجھے اور شہزادی آریزہ کو ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ اسی میں تمہاری خیریت ہے۔"

مگر چوروں کے سردار نے میری بات پر کوئی توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں کی اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ تینوں کے تینوں جانبازانہ انداز میں ہماری طرف بڑھے۔ میں اس وقت خالی ہاتھ تھا اور اگرچہ میرے پاس تلوار موجود تھی لیکن وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر موجود تھی اور پھر مجھے اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔

آگے بڑھنے والے تینوں اشخاص مسلح تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک مضبوط سی رسی بھی موجود تھی جو اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ غالباً اس رسی کو وہ چوری کے کام سے کسی مقصد کے لیے استعمال کرتے ہوں گے۔ اس شخص نے وہ رسی بڑی تیزی سے اپنی کمر سے کھولی چند ثانیوں کے اندر اندر اس کا پھندا بنایا، پھر غیر معمولی مہارت سے وہ پھندا رسی کے ساتھ میری طرف اس طرح پھینکا کہ وہ سیدھا میری گردن میں فٹ ہو گیا۔ اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا اور رسی کا پھندا میری گردن کے گرد کس گیا۔ چوروں کا سردار بے حد خوش ہو گیا اور خوشی سے بے قرار ہو کر بولا۔ "شاباش بہادر! تم نے بڑا اچھا کام دکھایا ہے۔" یہ کہتے ہیں مہارت اور پھر پکڑ کر رسی اب جتنا چاہو جھٹکے دو تاکہ اس کی گردن کسی چوہے کی گردن کی طرح پھنس گئی ہے۔"

لیکن ابھی اس کی زبان سے پورے الفاظ بھی ادا نہیں ہوئے تھے کہ میں نے ایک ہاتھ سے رسی پکڑ کر جھٹکا دیا۔ ریشم کی مضبوط رسی کسی معمولی ڈوری کی طرح ٹوٹ گئی اور میں نے اسے اپنی گردن سے نکال کر پھینک دیا۔ چوروں کے سردار کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ مجھے ناقابل یقین نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں نے رسی کے پھندے کو اطمینان سے اپنی گردن سے نکال کر زمین پر پھینک دیا اور کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ اب ان لوگوں کا اگلا اقدام کیا ہوتا ہے۔

شہزادی آریزہ میرے پیچھے کھڑی ہوئی تھی اور خاصی پریشان نظر آ رہی تھی لیکن وہ اتنی زیادہ خوفزدہ نہیں تھی کیونکہ اسے کافی حد تک یقین تھا کہ جب میں اتنے بہت سے لوگوں پر قابو پا سکتا ہوں تو یہ چار چور میرا کیا بگاڑ سکیں گے۔

سردار اور اس کے تینوں ساتھی چند لمحوں تک زمین پر پڑی ہوئی ٹوٹی ہوئی رسی کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد سردار نے اپنی تلوار سونت لی اور اپنے باقی ساتھیوں کو حکم دیا۔ "انہیں چاروں طرف سے گھیر لو۔ اگر وہ بے بس مارا جاتا ہے تو پرواہ مت کرو۔ اسے مار ڈالو۔ ہم اس کا سر کاٹ کر لے چلیں گے اور اس کی ہلاکت کے ثبوت کے طور پر شاہ مارطوس کی خدمت میں پیش کریں گے لیکن بس اس بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ شہزادی آریزہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

سردار کا حکم پاتے ہی تینوں آدمیوں نے میرے اوپر دھاوا بول دیا۔ سردار خود تلوار سونت کر شہزادی آریزہ کے سر پر تعینات ہو گیا تاکہ وہ کہیں ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ سارا ہنگامہ زیادہ سے زیادہ چند منٹ کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ تینوں چور میرے ہاتھوں سے مارے گئے۔ اور سردار حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ اگرچہ تلوار اب بھی اس کے ہاتھ میں موجود تھی لیکن اس کا ہاتھ بڑی طرح کپکپا رہا تھا اور اب شاید اس میں تلوار چلانے کی سکت بھی باقی نہیں رہی تھی۔

"اس کو مت چھوڑنا فروس۔" شہزادی آریزہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر چلاتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔ ورنہ بعد میں یہ شخص ہمارے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔"

ویسے بھی میرا چوروں کے سردار کو بخشش دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے ایک ہی وار میں اس کا بھی کام تمام کر دیا اور اس طرح ان چاروں چوروں کو ٹھکانے لگا دیا۔

"آخر ان لوگوں کی موت انہیں ادھر لے کر آئی تھی۔" شہزادی آریزہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"حالانکہ میں نے انہیں پیشکش بھی کی تھی کہ وہ ہم لوگوں کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور اپنا راستہ پکڑیں لیکن ان پر لالچ بہت زیادہ غالب آ گیا تھا۔ وہ ہمیں گرفتار کر کے شاہ مارطوس سے منہ مانگا انعام حاصل کرنا اور ہمارے بدلے انعام حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ انہیں اس لالچ کی سزا میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔" میں نے کہا۔ "اگر وہ یہاں سے چلے جاتے تو میں انہیں ہرگز ہلاک نہیں کرتا۔"

"ان کی قسمت میں ہی تمہارے ہاتھوں موت لکھی ہوئی تھی۔" آریزہ نے کہا۔

رات شاید آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اس لیے میں اور آریزہ ایک بار پھر سونے کی تیاری کرنے لگے۔ اس دفعہ ہمیں اپنے سونے کے لیے نئے سرے سے جگہ تلاش اور صاف کرنی پڑی کیونکہ ہم ان چاروں چوروں کے قریب نہیں لیٹنا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہم گہری نیند سو گئے۔

اچانک ایک بار پھر میری آنکھ کھل گئی۔ رات ابھی باقی تھی اور چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے اور ان کی ہلکی ہلکی روشنی زمین پر پڑ رہی تھی۔ میں بڑا نے نام اندھیرے میں میں نے دیکھا کہ ہم سے کچھ فاصلے پر، جہاں ان چاروں چوروں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، کچھ جانوروں کے ہیولے نظر آ رہے تھے۔ یہ جانور لاشوں کو گھسیٹ کر ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ میں بڑی دیر تک ان جانوروں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتا رہا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کوئی جانور شہزادی کی طرف حملہ آور نہ ہو جائے، اس لیے میں بیدار رہا اور میں نے دوبارہ سونے کا ارادہ ترک کر دیا۔

آہستہ آہستہ صبح کاذب کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے۔ میں نے ایک نظر شہزادی آریزہ پر ڈالی۔ وہ بے خبر سو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد صبح کا اجالا پھیلنے لگا۔ اور مشرق کی جانب سے سورج نے سر اٹھایا اور ہمارے ارد گرد کا منظر آہستہ آہستہ صاف ہونے لگا۔ شہزادی آریزہ ابھی تک بے خبری کی نیند کے عالم میں پڑی تھی اور ہم سے کچھ فاصلے پر ایک دل دہلا دینے والا اور بہت بھیانک منظر موجود تھا۔

بہت سے گیدڑ اور دوسرے جانور اور ان کے علاوہ چیلیں اور گدھ جو چیلیں اور گدھ ان چوروں کی لاشوں کو نوچ نوچ کر کھانے میں مصروف تھے جو ہم سے کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی تھیں۔ غالباً ان لوگوں کے مرنے کے بعد ہی جنگلی جانوروں نے گوشت کی بو پا کر ان کے جسموں پر حملہ کر دیا تھا اور انہیں کھانا شروع کر دیا تھا اور اب صبح ہوتے ہی پرندے بھی اس ضیافت میں شریک ہو گئے تھے۔ میں نے غور سے ان لاشوں کی طرف دیکھا۔ ان کے جسموں کا زیادہ تر حصہ کھایا جا چکا تھا اور بہت سی جگہوں سے سفید سفید ہڈیاں تک جھانک رہی تھیں۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر سخت کراہت محسوس ہوئی اور میں نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔

اس اثنا میں شہزادی آریزہ کی آنکھ بھی کھل گئی۔ اور اس کی نظر سب سے پہلے اس وحشت ناک منظر پر پڑی۔ اور اس کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی۔ شہزادی کی چیخ سن کر بعض جانوروں نے بے نیازی کے ساتھ اپنی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھا اور پھر اسی انہماک کے ساتھ گوشت کھانے میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے کسی نے ہماری طرف آنے کی کوشش نہیں کی۔

"اف توبہ ہے فروس۔" شہزادی آریزہ نے کہا۔ "کس قدر غلیظ اور دہشت ناک منظر ہے۔ ان جانوروں نے تو ان کے جسموں کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"یہ جنگل ہے آریزہ۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "یہاں انسانوں کی کوئی قدر نہیں ہے۔ اس وقت جو جانور ان کی لاشوں سے پیٹ بھر رہے ہیں یہ سب کے سب گوشت خور جانور ہیں اور ان کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں ایک وقت چار چار انسانی لاشیں کھانے کو مل رہی ہیں۔"

اب کافی اجالا پھیل گیا تھا۔ وہ کٹیا جو رات کی تاریکی میں ایک بیولے کی طرح نظر آ رہی تھی اب بالکل صاف دکھائی دے رہی تھی۔ یہ ایک خاصی بڑی لیکن بوسیدہ اور ٹوٹی پھوٹی کٹیا تھی لیکن اس میں ایک مضبوط دروازہ بھی تالے کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

"آؤ اب ہم دن کے وقت اس کٹیا میں چل کر دیکھتے ہیں۔" شہزادی آریزہ نے کہا۔

"چلو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں اپنی جگہوں سے اٹھ کر اس کٹیا میں داخل ہو گئے۔ دروازہ چونکہ کھلا ہوا تھا اس لیے ہمیں اندر جانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ کٹیا جیسی باہر سے نظر آ رہی تھی اندر سے اس سے بالکل مختلف تھی۔ یہ خوب صاف ستھری تھی اور اسے بڑی کاریگری اور خوبصورتی سے بنایا گیا تھا۔ جو بات ہوا سے استعمال کیا جا رہا تھا۔ اندر سے یہ کوئی ویران ویرانہ ہی نہیں بلکہ کوئی گوشۂ عافیت نظر آ رہی تھی۔

ہم نے دیکھا کہ کٹیا کے فرش پر چٹائیاں اور دریاں بچھی ہوئی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ اسے بیٹھنے اور لیٹنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چٹائیوں اور دریوں پر جگہ جگہ گٹھڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ان کی تعداد چار تھی۔ غالباً یہ وہی چاروں گٹھڑیاں تھیں جو یہ چور گزشتہ رات کہیں سے چرا کر لائے تھے۔

"ان گٹھڑیوں میں یقیناً چوری کا مال ہو گا۔" شہزادی آریزہ نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور شاید یہ وہی گٹھڑیاں ہیں جو یہ لوگ کل رات ہمارے سامنے گھوڑوں پر لاد کر لائے تھے۔"

"ہمیں انہیں کھول کر دیکھنا چاہیے۔" آریزہ نے کہا۔ "نہ معلوم ان میں کیا کیا سامان ہو گا۔"

"اگر تم کہتی ہو تو ہم کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور باری باری ایک ایک گٹھڑی کھولنی شروع کر دی۔ تین گٹھڑیوں میں قیمتی ملبوسات تھے اور چوتھی گٹھڑی میں سونے چاندی کے کچھ زیورات تھے اور بعض قیمتی برتن بھی تھے جو انہوں نے گٹھڑیوں کے سامان کا جائزہ لینے کے بعد انہیں اسی طرح باندھ دیا۔

"اب ہم ان گٹھڑیوں کا کیا کریں۔" آریزہ نے مجھ سے پوچھا۔ "چور تو مارے گئے اور ان گٹھڑیوں کے سامان کے مالکوں کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"ان حالات میں ہم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے کہ ان گٹھڑیوں کو یہیں اسی جگہ چھوڑ کر ہم اپنا راستہ پکڑیں۔ یہ مال جس کی قسمت کا ہو گا اس کو مل جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ہم نہ اس کے مالکوں کو تلاش کر سکتے ہیں اور نہ ان تک یہ مال پہنچا سکتے ہیں اس لیے اس کے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بارے میں کوئی سوچنا فضول ہے۔" میں نے کہا۔

"تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔" آرزینہ نے جواب دیا۔ "ہمیں یہ چیزیں یہیں چھوڑ دینی چاہئیں جو ہماری اپنی نہیں ہیں۔ ہم ان کے مالکوں کو بھی تلاش نہیں کر سکتے۔"

چنانچہ ہم دونوں نے چوری کے سامان کی ان گٹھڑیوں کو وہیں پر چھوڑ دیا اور اپنی راہ لی۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہو گئے جو ہم نے ان کے ساتھ اپنے نئے سفر کا آغاز کر دیا۔ ہماری نہ کوئی منزل تھی نہ ہمیں یہ معلوم تھا کہ ہمیں کہاں جانا ہے اور کہاں قیام کرنا ہے۔ ہم بس آگے ہی آگے چلے جا رہے تھے۔ بہرحال ہماری قسمت نے ہمارا ساتھ دیا اور ہم جنگل میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ کھانے کا ہمیں کوئی خیال نہیں تھا۔ جب ہمیں بھوک لگی تو ہم نے ... آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ درختوں کے ایک گھنے جھنڈ کے نزدیک ہمیں قریب ہی پانی کا ایک چشمہ بھی موجود تھا۔ ہم نے گھوڑوں سے اتر کر ... بھوک اور پیاس سے بے حال ہو رہے تھے۔ انھوں نے بھی چشمے سے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور گھاس چرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں نے ایک چھوٹے سے ہرن کا شکار کر لیا۔ اس کی کھال اتار کر ہم نے اس کا گوشت بھون لیا۔ آرزینہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا گوشت بھون کر ہم دونوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ چشمے سے خوب پانی پیا۔ اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ہم نے دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ آج کوئی دور دور تک ہمارے تعاقب میں نہیں آ رہا تھا۔ ہم بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنا سفر طے کر رہے تھے۔ شاہ مارطولس کا زمانہ اب ماضی کا حصہ بن گیا تھا۔ ہماری اس کے بعد اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ ہم لوگوں کو تنہا کر کے کہاں جانا ہے اب وہ میری تفصیل اپنی پیش کرو گی۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بارے میں بھی یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی تھی کہ وہ مر گیا تھا یا زندہ تھا کیونکہ ہم اس کے ہاتھوں سے نجات حاصل کر چکے تھے۔

بہرحال ہم دونوں نے شام تک اپنا سفر جاری رکھا۔ اب ہم شہر سے بہت دور نکل آئے تھے۔ اور اس بات کے امکانات بہت کم رہ گئے تھے کہ کوئی ہمارا پیچھا کرتے گا۔ شام تک سفر کرنے کے بعد ہم نے ایک بار پھر اپنا سفر ملتوی کر دیا۔ اب سورج اپنا دن بھر کا سفر ختم کر کے اپنی آخری منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا اور کوئی دم میں غروب ہونے والا تھا۔ ہمیں رات بسر کرنے کے لیے کوئی پرسکون اور محفوظ جگہ چاہیے تھی اور میں نے جلد ہی یہ جگہ تلاش کر لی۔

یہ چند چٹانوں کے درمیان گھری ہوئی ایک ستھری جگہ تھی جو ہر طرف سے محفوظ تھی اور اس کے چاروں طرف بہت سے درخت اگے ہوئے تھے۔ میں نے اور آرزینہ نے اس جگہ رات گزارنے کا فیصلہ کیا۔ ہمارے پاس ہرن کا بچا ہوا کافی گوشت موجود تھا۔ وہ ہم نے کھایا۔

پانی کی تلاش میں ہمیں زیادہ دور نہیں جانا پڑا اور جلد ہی ہم کھانے پینے سے فارغ ہو کر آرام کی تیاریاں کرنے لگے۔

وہ رات بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گئی۔ صبح ہوتے ہی ہم نے ایک بار پھر اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ غرض اسی طرح ہم کئی دن تک سفر میں مصروف رہے۔ ہمارے گھوڑے بہت عمدہ تھے۔ انھوں نے ہمارا سفر بہت آسان بنا دیا۔ راستے میں ہمیں کھانے پینے کی بھی کوئی تنگی نہیں ہوئی اور خوراک کا کوئی مسئلہ ہی نہیں پیدا ہوا کیونکہ ہم راستے میں چرتے ہوئے جانوروں کا شکار کرتے اور ان کے گوشت سے اپنا پیٹ بھرتے رہے۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، اب تک ہم نے جنگل میں ہی سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا کہ ہم بستیوں اور آبادیوں سے دور دور رہیں اور جنگل کے اندر ہی اندر سفر کرتے رہیں لیکن اب ہمیں سفر کرتے ہوئے کئی دن گزر چکے تھے اور اس بات کے امکانات بالکل معدوم ہو گئے تھے کہ کوئی ہمارا پیچھا کر سکے گا۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا کہ اب ہمیں کسی بستی یا آبادی کی طرف نکل جانا چاہیے تاکہ ہم وہاں پر آرام سے پرسکون زندگی بسر کر سکیں۔

چنانچہ ہم نے گھنے جنگل کا راستہ ترک کر کے بستی کی تلاش شروع کر دی۔ ہمیں اس سلسلے میں زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑا اور جلد ہی ہمیں دور سے ایک بستی کے آثار نظر آنے لگے۔

"وہ سامنے ایک بستی نظر آ رہی ہے۔" آرزینہ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہاں ہمیں پناہ مل جائے اور ہم سکون و اطمینان کی زندگی گزار سکیں۔"

"مجھے بھی اس بات کی توقع ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن ایک کام کرو۔ اپنے تمام قیمتی زیورات اپنے جسم پر سے اتار کر اپنی چادر کے ایک کونے میں گٹھڑی کی طرح باندھ لو۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی نظریں خواہ مخواہ تمہارے قیمتی زیورات کی طرف اٹھیں اور ہمارے لیے کوئی نئی مشکل پیدا ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" آرزینہ نے جواب دیا۔ ہم دونوں نے اپنے گھوڑے تھوڑی دیر کے لیے روک لیے اور آرزینہ نے اپنے تمام قیمتی زیورات اتار کر اپنی چادر کے ایک کونے میں گٹھڑی باندھ لیے۔ وہ زیورات کے بغیر بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اب بھی اس بات کا اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا تعلق کسی نہایت اعلیٰ خاندان سے ہے لیکن اب مجبوری تھی۔ آرزینہ کے پاس کوئی اور دوسرا لباس موجود نہیں تھا جسے وہ پہن کر اپنا قیمتی لباس اتار سکتی۔

تھوڑی دیر بعد ہم بستی کی حدود میں داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی لوگوں کے ایک ہجوم نے ہمیں گھیر لیا۔ یہ بستی ایک چھوٹی سی بستی تھی اور یہاں کی آبادی بھی زیادہ نہ تھی۔

"تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟" ایسے کئی سوالات ہمارے کانوں سے ٹکرا رہے تھے۔ وہ لوگ

سوالات کا جواب بھی نہیں دے پائے تھے کہ ایک طرف سے چند گھڑسوار نمودار ہوئے اور مجمع کو چیرتے ہوئے ہماری طرف بڑھے۔

"تم کون ہو اور یہاں کس لیے آئے ہو؟" ان سپاہیوں کے سردار نے آگے بڑھ کر ہم سے پوچھا۔

"ہم لوگ مسافر ہیں اور پناہ کی تلاش میں تمھاری بستی میں آئے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ "تمھیں ہمارے سردار کے پاس چلنا ہوگا۔ وہی تم سے سوال جواب کرے گا اور وہی اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ آیا تمھیں اس بستی میں رہنے کی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں۔ ہمارے ساتھ آؤ۔"

ہم دونوں ان سواروں کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ مجمع بھی ہمارے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم ایک عالیشان مکان کے سامنے پہنچ گئے جو بستی کے دیگر مکانوں کے مقابلے میں کافی نمایاں نظر آ رہا تھا۔ ہم سب لوگ اپنے گھوڑوں سمیت مکان کی حویلی میں داخل ہو گئے۔ ڈیوڑھی کے بعد ایک طویل صحن تھا اور صحن کے بعد ایک دالان تھا۔ ایک دالان میں دریوں اور قالینوں کا فرش تھا جس پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صحن میں پہنچ کر ہم سے کہا گیا کہ ہم گھوڑوں سے اتر جائیں۔ چنانچہ ہم لوگ گھوڑوں سے اتر گئے۔ ہمارے ساتھ باقی لوگ بھی گھوڑوں سے اتر گئے۔ اب دالان میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کی نظریں ہماری جانب مرکوز تھیں۔

ہم لوگ سپاہیوں کی معیت میں دالان کی طرف بڑھے۔ ایک طرف ایک قیمتی قالین پر ایک معزز اور بھاری بھرکم شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی عمر کافی تھی اور سر اور داڑھی کے بال سفید ہو رہے تھے۔

"یہ کون لوگ ہیں شیتو اور تم نے انھیں کہاں سے پکڑا ہے؟" اس شخص نے جو اس بستی کا سردار تھا، سپاہیوں کے سردار سے پوچھا۔

"سردار!" شیتو نے جواب دیا۔ "اس شخص کا کہنا ہے کہ یہ دونوں مسافر ہیں اور پناہ کی تلاش میں ہماری بستی میں آئے ہیں۔"

"ہماری بستی میں آنے والوں کا ہم دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔" سردار نے کہا۔ "تمھارا کیا نام ہے نوجوان اور یہ عورت تمھاری کیا لگتی ہے؟"

"میرا نام افرس ہے سردار۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ میری بہن ہے اور اس کا نام آرزینہ ہے۔"

"تم لوگوں پر ایسی کیا مشکل پڑی کہ تم اپنا وطن چھوڑ کر ایک دوسری جگہ پناہ لینے پر مجبور ہو گئے؟" سردار نے دریافت کیا۔

یہ ایک نہایت مشکل سوال تھا اور میں اس کا جواب دینے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن مجھے اس موقع پر حاضر دماغی کا مظاہرہ کرنا تھا۔

"بات یہ ہے سردار کہ جس بستی سے میرا تعلق ہے وہاں کے کچھ لوگ میری جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ خصوصاً ان کی جانب سے اپنی اور اپنی بہن کی ہلاکت کا خطرہ لاحق تھا۔ اس وجہ سے میں اس بستی سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوا اور جنگلوں جنگلوں بھٹکتا ہوا بالآخر اس بستی میں آن پہنچا۔"

میں نے اپنا جواب ختم کر کے سردار کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔ ہم دونوں ان سب ہی لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں ایک شخص خاص طور پر خود میری توجہ کا مرکز بن گیا۔ اس کی شکل و صورت سے سرکشی صاف جھلک رہی تھی اور وہ یقیناً اس کا بیٹا تھا۔ وہ ایک جوان آدمی تھا اور جن نظروں سے وہ آرزینہ کو دیکھ رہا تھا وہ مجھے بالکل پسند نہیں آئیں۔ اس کی نظروں سے کمینگی صاف ظاہر تھی۔

"میرا نام ابوالفرس ہے اور میں اس بستی کا سردار ہوں۔" سردار نے کہا۔ "اور یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کا نام شاہجر ہے۔ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ کب دیوتاؤں کی جانب سے میرا بلاوا آ جائے۔ میری موت کے بعد شاہجر ہی اس بستی کا سردار ہوگا اور اسی لیے میں اسی وقت اپنے فیصلے میں شریک رکھتا ہوں اور اس سے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ میری ذاتی دلی خواہش ہے کہ تم اس بستی میں قیام کرو اور یہاں کام کر کے خوشی کے ساتھ زندگی گزارو۔ لیکن اس کے لیے شاہجر کی منظوری بھی ضروری ہے۔ کیوں شاہجر تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

ابوالفرس نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کی نظریں بدستور آرزینہ کے چہرے کا طواف کرنے میں مصروف تھیں۔

"مجھے ان لوگوں کے یہاں رہنے پر اصولی طور پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" شاہجر نے کہا۔ "لیکن میں اس شخص سے پہلے اس بات کی تصدیق کر لینا چاہتا ہوں کہ یہ کسی جرم میں ملوث تو نہیں۔ یہ کسی کو قتل کر کے تو نہیں بھاگا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔"

"اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "بلکہ اس کے برخلاف میں تمھیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر کبھی اس بستی پر اور یہاں کے لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوئی تو تم مجھے بستی کا تحفظ کرنے والے لوگوں کی پہلی صف میں پاؤ گے۔"

"مجھے تمھاری بات کا یقین ہے نوجوان۔" ابوالفرس نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ شاہجر کے لیے بھی تمھارے اوپر شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی شکل و صورت سے ہی ایک غیر معمولی طور پر ذہین اور معزز انسان نظر آتے ہو۔ میں تمھیں اس بستی میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج کی رات تم خود میرے ہی مکان میں قیام کرو گے اور اس کے بعد چند دن کے اندر اندر تم یہاں کے دوسرے لوگوں کی مدد سے اپنے لیے ایک نیا مکان تعمیر کر لینا۔"

"میں اپنے معزز سردار کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے

نے جواب دیا۔ "ہم آپ کو اور اس کی بیوی آرینہ کو پناہ دینے کے لیے تیار ہیں۔"

چنانچہ وہ رات میں نے اور آرینہ نے ارمانوس کے عالیشان مکان کے ایک کمرے میں گزاری اور دوسرے دن بستی کے لوگوں کی مدد سے ایک چھوٹے سے نئے مکان کی تعمیر کا آغاز ہو گیا۔ میں نے بستی کے سارے لوگوں کو بہت با مروت، دوست نواز اور مددگار پایا۔ انھوں نے مجھے اپنے ایک بھائی اور ایک دوست کی حیثیت سے قبول کیا اور پوری طرح سے میری مدد پر کمربستہ ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں کے اندر اندر میرے اور آرینہ کے لیے بستی کے ایک کنارے پر ایک چھوٹا سا خوبصورت مکان تعمیر ہو گیا اور ہم دونوں اس میں منتقل ہو گئے۔

چند دن کے آرام کے بعد مجھے کام پر لگا دیا گیا۔ میرا کام کھیتوں میں ہل چلانا اور زمین کی صفائی کرنا تھا۔ مجھے اپنا یہ نیا کام بہت پسند آیا اور میں پوری دلچسپی کے ساتھ اس میں مصروف ہو گیا۔ آرینہ روزانہ دوپہر کو میرے لیے گھر سے کھانا لے کر آتی اور ہم لوگ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

بستی کا سردار ارمانوس ایک بہت نیک دل اور شریف النفس انسان تھا۔ وہ اپنی بستی کے لوگوں پر کوئی ظلم کسی قسم کی زیادتی نہیں کرتا تھا۔ تمام لوگ اس سے خوش رہتے تھے۔ کھیتوں اور باغوں سے حاصل ہونے والی پیداوار میں سے بھی وہ بہت زیادہ حصہ طلب نہیں کرتا تھا اور کام کرنے والوں کے پاس اتنا کچھ چھوڑ دیتا تھا کہ وہ اپنی زندگی آرام و سکون کے ساتھ بسر کر سکتے تھے۔ بستی کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ ارمانوس نے بستی کے لوگوں کو ہمیشہ اپنے خاندان کے افراد کے طور پر رکھا۔ وہ ہمیشہ ان کے دکھ سکھ میں شریک رہا۔ ہر ضرورت کے موقع پر ان کی مدد کے لیے آمادہ رہا۔ اس کی ذات سے بستی والوں کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس نے اپنی زرخیزی کے زمانے سے لے کر آج تک بستی کی کسی لڑکی کو بری نظر سے نہیں دیکھا اور کبھی کسی کی عزت و آبرو پر حملہ نہیں کیا۔

لیکن بستی کے لوگوں نے ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ بھی بتایا کہ ارمانوس میں ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ اور اس کی کمزوری اس کا بیٹا شاہجو ہے جسے وہ اپنے بعد اس بستی کا سردار بنانا چاہتا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ شاہجو اپنے نیک دل اور پارسا باپ سے بہت مختلف ہے۔ اس کی عادتیں شروع سے ہی خراب ہیں۔ وہ ایک عیاش طبع نوجوان ہے اور اب تک چوری چھپے بستی کی کئی لڑکیوں کے ساتھ مصنوعی محبت کے ڈرامے کھیل چکا ہے۔ لوگوں نے ارمانوس سے اس کی شکایت اس لیے نہیں کی کہ ارمانوس دنیا میں جس چیز کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ اس کا اپنا بیٹا شاہجو ہے جس کے خلاف وہ کوئی بات سننے کے لیے آمادہ ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ شاہجو پر اندھا

اعتماد کرتا ہے اور نہ جانے کیوں اسے اس بات کا یقین ہے کہ شاہجو بھی اسی کی طرح نیک، ہمدرد اور انسان ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے مکمل برعکس ہے۔ بستی کے لوگوں کا کہنا یہ بھی تھا کہ شاہجو نے ابھی بہت زیادہ پر پرزے نہیں نکالے ہیں اور اپنے باپ کی زندگی میں وہ اتنا زیادہ خطرناک ثابت نہیں ہو رہا جتنا زیادہ خطرناک وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد ثابت ہوگا کیونکہ اس کی فطرت میں ظلم اور تند خوئی ہے۔ لوگ ارمانوس کی زندگی کی دعائیں کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ارمانوس زیادہ سے زیادہ طویل عرصے تک زندہ رہے تاکہ اس کے مرنے کے بعد انھیں شاہجو جیسا سردار نہ ملے۔

لیکن لوگوں کی دعائیں زیادہ عرصے تک کارگر ثابت نہ ہو سکیں۔ مجھے اس بستی میں رہتے ہوئے کوئی چھ سات ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔ اس دوران کوئی خاص بات پیش نہیں آئی تھی سوائے اس کے کہ میں دن بھر کام کرتا اور آرینہ گھر کے کاموں میں مصروف رہتی۔ اس نے گھر پر مویشی بھی پال لیے تھے۔ دوپہر کو حسب معمول وہ میرے لیے کھانا لاتی اور ہم دونوں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ اس کے بعد وہ رخصت ہو جاتی اور میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد دوبارہ کام میں مصروف ہو جاتا۔ شام کو جب گھر پہنچتا تو آرینہ کو اپنا منتظر پاتا۔ آرینہ اپنی شہزادی کی زندگی کو فراموش کر چکی تھی۔ اب وہ ایک شہزادی نہیں رہی تھی بلکہ ایک محنتی عورت بن گئی تھی اور بستی کی دیگر عورتوں کی طرح گھر کے کاموں میں مصروف رہتی۔ میں کبھی آرینہ سے اس کی نئی زندگی کے بارے میں اس کے خیالات دریافت کرتا تو وہ ہنس کر کہتی کہ بدرمی! مجھے اپنی نئی زندگی بہت پسند ہے۔ اسے وہ زندگی پسند ہے جو وہ میرے ساتھ گزار رہی ہے اور میرے ساتھ گزاری جانے والی زندگی خواہ کتنی ہی کٹھن کیوں نہ ہو اس کے لیے اس میں راحت ہی راحت ہے۔ اس عرصے میں شاہجو کی طرف سے بھی کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی اس نے آرینہ کی طرف کوئی توجہ دینے کی کوشش کی۔ میں شاہجو کی حرکات و سکنات پر بڑی گہری نظر رکھے ہوئے تھا اور فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کوئی موقع دینے کے لیے تیار نہیں تھا جس سے فائدہ اٹھا کر وہ آرینہ کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔

ان دنوں میں کسی حد تک مطمئن ہو چکا تھا کہ اچانک ایک بار پھر کسی نہ کسی واقعے کے ظہور کا خطرہ گزر گیا اور اس کے بعد اچانک ارمانوس سخت بیمار پڑ گیا۔ بستی کے تمام بڑے، طبیب اور جوان اس کے علاج کے لیے جمع ہو گئے۔ انھوں نے اسے طرح طرح کی دوائیں دیں لیکن ایسا لگتا تھا کہ ارمانوس کا پیمانہ زندگی لبریز ہو چکا تھا۔ طبیب اور جادو ٹونے کرنے والے اور پروہتوں کی دعائیں اور عبادتیں اس کی موت کے بھنور سے نہ نکال سکیں۔

اپنے انتقال سے چند گھنٹے پہلے ارمانوس نے بستی کے چیدہ چیدہ آدمیوں کو طلب کیا۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ اس وقت ارمانوس کے ساتھ اس کا بیٹا شاہجو بھی موجود تھا۔

"میرے دوستو!" اس نے نحیف و نزار آواز میں کہا۔ "میرا

آخری وقت آ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب دنیا کی کوئی طاقت بھی مجھے نئی زندگی عطا نہیں کر سکتی۔ دیوتاؤں کی طرف سے میرے لیے جو فیصلہ ہو چکا ہے اور جب اس فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا تو میں تم کو اپنی آخری وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ میرے مرنے کے بعد میرے بیٹے شاہجو کو اپنا سردار تسلیم کر لینا اور جس طرح میری زندگی میں تم لوگ میری فرمانبرداری اور اطاعت کرتے رہے ہو اسی طرح شاہجو کی بھی فرمانبرداری کرتے رہنا۔ شاہجو میرا واحد اور اکلوتا بیٹا ہے اور وہ دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگوں کے لیے ایک اچھا اور نیک دل سردار ثابت ہوگا۔"

"ہم لوگ تمھاری وصیت کا ضرور احترام کریں گے سردار ارمانوس۔" بستی کے ایک بوڑھے نے کہا۔ "لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح تم نے ہم لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ ہم شاہجو کو اپنا سردار بنا لیں اسی طرح ہم لوگوں کی موجودگی میں تم شاہجو کو بھی یہ ہدایت دو کہ وہ اپنی بستی کے لوگوں سے محبت کرے، ان سے پیار کرے، ان کے دکھ درد میں شریک ہو اور اپنی طرف سے انھیں کبھی کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔"

"تم بزرگ ماشالا کی بات سن رہے ہو شاہجو؟" سردار ارمانوس نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ مجھے ماشالا کی بات دہرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم نے ان بزرگ کی نصیحت کو اچھی طرح گرہ میں باندھ لیا ہوگا۔"

"میں بزرگ ماشالا کی بڑی عزت کرتا ہوں۔" شاہجو نے جواب دیا۔ لیکن اس کے لہجے میں منافقت صاف عیاں تھی۔ "میں نے ماشالا کی بات گرہ میں باندھ لی ہے اور ایسا ہی ہوگا جیسا کہ وہ چاہتے ہیں۔"

"ماشالا!" ارمانوس نے نحیف آواز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کیا تمھیں یا کسی اور شخص کو میرے بیٹے کی جانب سے کوئی شکایت لاحق ہے؟ اگر ایسی کوئی بات ہے تو تم میرے سامنے بیان کرنے میں مت ہچکچاؤ۔ میں اب بھی سب کچھ سننے کے لیے تیار ہوں۔"

بزرگ ماشالا کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ وہ مسئلہ بھی سخت تھا۔ ایک طرف تو وہ جھوٹ بھی نہیں بولنا چاہتا تھا اور دوسری طرف ارمانوس کے آخری وقت میں اسے تکلیف بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے ایک درمیانی راہ نکالی اور کہا۔ "میرا یہ مطلب نہیں تھا سردار ارمانوس۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمھارے بعد شاہجو کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ ان فرائض اور ذمہ داریوں سے کوتاہی برتنے کی غرض سے اسے اپنی بستی کی پرانی رسموں کو ترک کرنا پڑے یا نئی روایتیں قائم کرنی پڑیں۔ ظاہر ہے کہ اسے وقت کے تقاضوں کے مطابق تو چلنا ہوگا۔ میں تو صرف اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی بستی کے لوگوں کی جانب زیادہ سے زیادہ محبت اور عزت کا مظاہرہ کرے۔"

"مجھے یقین ہے ایسا ہی ہوگا۔" ارمانوس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے کچھ دیر بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

ارمانوس کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح فوراً ہی پوری بستی میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس کے مکان کے سامنے جمع ہونے لگے۔ وہ بڑی طرح رو رہے تھے، گریہ و زاری کر رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے۔ انھیں اپنے سردار کی موت کا بڑا افسوس تھا۔

چالیس دن تک بستی میں سردار ارمانوس کی موت کا باقاعدہ طور پر سوگ منایا گیا اور پانچویں دن شاہجو کو بستی کا سردار مقرر کرنے کی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ یہ بات میں نے خاص طور پر پہلے ہی نوٹ کر لی تھی کہ بستی کے دیگر لوگوں کے مقابلے میں شاہجو کو اپنے باپ کی موت کا سب سے کم غم تھا۔ ظاہر ہے کہ اسے اس بات کی یقیناً خوشی تھی کہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اب وہ خود پہلے تو بستی کا سردار بنے گا اور اسے اپنی من مانی کرنے کا پورا موقع مل جائے گا۔

بہرحال پانچویں دن شاہجو کو بستی کا باقاعدہ سردار بنا دیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک خصوصی تقریب منعقد ہوئی جس میں بستی کے چیدہ چیدہ بزرگوں کے علاوہ میں خود بھی شامل تھا۔ ماشالا بھی اس تقریب میں موجود تھا۔

تقریب کے دوران ہی شاہجو نے اپنی فطرت کے مطابق بڑے تیقن کو مکمل کر کے مظاہرہ کر دیا۔

"تم لوگ مجھے اپنے باپ اور سابق سردار ارمانوس سے بہت مختلف پاؤ گے۔" اس نے تقریب میں شریک لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "میرا باپ ایک حد درجہ نرم دل اور بڑی حد تک سادہ لوح آدمی تھا جو کسی کی تہہ میں آسانی سے نہیں پہنچ پاتا تھا۔ لیکن میں ایسا بالکل نہیں ہوں۔ میں اس بستی کا سردار ہوں اور سرداروں کی طرح رہنا چاہتا ہوں۔ میں اور تم سب سے زیادہ بلند ہے اور تمھیں اس حقیقت کو اب بہت جلد تسلیم بھی کرنا پڑے گا اور میرے احکامات کی تعمیل بھی کرنی ہوگی۔ جو لوگ میری حکم عدولی کریں گے انھیں میں اپنی مرضی کے مطابق سزا بھی دوں گا اور یہ سزا بستی سے نکالے جانے کی حد تک ہو سکتی ہے۔ اس لیے سب لوگوں کو میرا حکم مان کر رہنا ہوگا اور اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔"

"لیکن عزیز شاہجو!" بوڑھے ماشالا نے نرمی سے کہا۔ "تمھارا باپ بھی ہمارا سردار تھا بالکل اسی طرح جس طرح اس وقت تم ہمارے سردار ہو۔ اس نے ایک طویل عرصے تک سرداری کی لیکن کبھی ہم لوگوں سے اس لب و لہجے میں گفتگو نہیں کی جس طرح تم گفتگو کر رہے ہو۔ آخر تم کیا چاہتے ہو؟ یقیناً ہم سب لوگ تم سے بھی اسی طرح تعاون کریں گے جس طرح تمھارے باپ کے ساتھ تعاون کرتے رہے کیونکہ اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔"

"مجھے تاوان کی نہیں نہ باج داری کی ضرورت ہے۔" شاہجو نے رعونت کے ساتھ کہا۔ "تیرا باپ تمہارے تعاون کا طالب تھا ... [illegible] ... تمہارے ... بس اس بات کو ... اب یہاں سے چلے جاؤ۔"

جب ان شاہجو کے ... کا تم ساری بستی ... کر ہو گئے ... کی فوج کے سپاہی دن بھر بستی ... ادھر ادھر چکر لگاتے رہتے ... کو ... کرتے ... ان کی مکمل حمایت ... حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ شاہجو انہیں زیادہ سے زیادہ مراعات دے۔

... کے وقت ... بے حد ظلم ... شاہجو کے قبضے میں چلی جاتی اور وہاں سے دوسری بستیوں کی منڈیوں میں ... فروخت ... اس طرح شاہجو نے اپنی دولت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا۔

لوگوں میں ... شاہجو کی ... لیکن ... شاہجو کے سپاہی ... سخت ... بازار میں لوگوں کے سامنے ... تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور کوئی اور شخص شاہجو کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت نہ کر سکے۔

... شام کا وقت تھا ... ماشالا ... دونوں اپنے اپنے کام ... واپس آ چکے تھے اور ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ... گفتگو کر رہے تھے ... موضوع شاہجو کی ... تھا ... سپاہی ... ماشالا کے سامنے آ کر رک گئے۔

"ماشالا!" ... کرتے ہوئے کہا۔ "سردار شاہجو کا حکم ہے کہ تم اپنی بیٹی زونا کو ہمارے ساتھ روانہ کر دو۔ سردار شاہجو ... کے لیے اسے اپنے محل کی زینت بنانا چاہتا ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟" ماشالا ... "کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ بھلا میری بیٹی کو شاہجو کے محل میں کیا کام ..."

"... کی ضرورت نہیں ہے بڑے میاں۔" سپاہیوں کے سردار نے ... "... بستی ... شاہجو ... فیصلہ کیا ہے ... بستی کی ... اپنے محل ... سب سے پہلے ... انتخاب کیا ہے ... بستی کے ... سردار ... روانہ کر دو۔"

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" ماشالا بڑے زور سے چیخا۔ "شاہجو ... سردار ... ہم ... اس بستی کی قدیم ... روایت ... اس کی بات ... شاہجو کے پاس چلتا ہوں ..."

"تمہارے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بڑے میاں۔" ... کے سردار نے جواب دیا۔ "شاہجو ... تمہاری بیٹی ... حکم کی تعمیل کرنی ہو گی ... شاہجو کے ... اتنا ہی زیادہ خطرناک ہو جائے گا ... ساتھ ... وحشت ... سردار ... اس بستی کی ہر لڑکی ... کسی کے سامنے ... بھی نہیں ... پڑے گا۔"

"میں اپنی جان دے دوں گا لیکن ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" ... ماشالا نے لرزتے ہوئے ... اس کی چیخ ... گھر سے نسرو بھی ... زونا ... ماشالا کی بیٹی ... آپس میں ... محبت تھی۔ نسرو نے جب گھر کے باہر ... سپاہیوں کو ... دیکھا تو وہ سخت پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے بابا؟" اس نے ماشالا سے پوچھا۔

ماشالا کو معلوم تھا کہ ... اس بات ... نسرو ... مشکل ... نہیں ...

"کوئی بات نہیں ہے نسرو۔" ... "تم ... میں واپس چلے جاؤ۔ یہ شاہی ہرکارے ہیں ... تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

لیکن نسرو ایک ہوشیار نوجوان تھا۔ وہ ماشالا کے ... سمجھ گیا کہ کوئی ... گڑبڑ ... نہیں ... سردار کے سپاہیوں ... گا۔

میں اب تک بالکل خاموش ... سپاہیوں کے ... ماشالا کے درمیان ہونے والی تیز و تلخ گفتگو سن رہا تھا ... میں نے ابھی تک اپنی ... سے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ لیکن ماشالا کی طرح میں بھی ... نسرو اس معاملے سے علیحدہ رہے۔ چنانچہ میں نے نسرو کو جلدی ... گھر واپس بھیج دیا کیونکہ مجھے یقین تھا اگر نسرو کو یہ بات ... ہو گئی ... اس کی ہونے والی بیوی کو ... آئے ہیں تو وہ یا تو ان ... کسی ایک ... جان لے لے گا یا اپنی جان دے دے گا۔

نسرو کے گھر واپس ... جانے کے بعد اب میں براہ راست شاہجو کے ... کارندے سے مخاطب ہوا ... میں نے اس سے کہا "تم شاہجو کے پاس چلے جاؤ اور ... وہی ... ماشالا ... اس کے علاوہ میری طرف سے ... اگر اس نے بستی کی کسی بیٹی کی طرف ... دیکھا تو یہ بات ... کے لیے اچھی نہیں ..."

"بوڑھے ... تیری ... ہمت کہ تو سردار شاہجو کو دھمکیاں دے ...؟ شاہجو تک تیری بات ... پہنچے گی ... تیری ... ہمت کیسے ہوئی ..." میں نے ... سخت لہجے میں جواب دیا۔ "تم ... سردار ... ماشالا نے جو کچھ کہنا ہے ... سردار ... تم لوگ ... ہم ... تمہارا ... اب یہاں سے جاؤ ..."

"فردوس ٹھیک کہتا ہے۔" ماشالا نے جواب دیا۔ "نہیں اس ... کی ... ضرورت نہیں ہے۔ تم ... شاہجو کے پاس واپس چلے ... وہ ... بتا دو۔"

شاہجو کے کارندے ... شاید ... واپس ... لیکن جاتے جاتے وہ ... دھمکی ... ہماری جانوں کی خیر نہیں ہے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد ماشالا بڑا پریشان ہو گیا۔ "اب کیا ہو گا فردوس؟" اس نے ... لہجے میں ... "... باپ ... کے مرنے کے بعد شاہجو نے ایک ... بڑی فوج اکٹھا کر لی ہے اور وہ ... طاقت ... ہو چکا ہے ... برداشت نہیں کرے گا ... اپنی بیٹی کی عزت قربان کر کے بستی کی ... بیٹیوں کی عزت بچا سکتا تو میں اس ... قربانی ... لیکن ... اس ... کے بعد بستی کی ... لڑکیوں کی ... سردار ... ظلم ...

ساری بستی ... اس صورت حال ... مقابلے کے لیے تیار کرتا ... لیکن اس میں خدشہ اس بات کا ہے کہ شاہجو کی ... بستی میں لوگوں کا قتل عام ہی شروع نہ کر دے ... صورت میں تو ... خون ریزی ہو گی اور ... بستیاں ...

"اس سلسلے میں تمہیں پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔" میں نے ماشالا کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "... بستی ... اس بات کا ... کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم شاہجو کے ... دیکھو ... کیا جواب ... کرتے ہیں ... اس کے بعد ہی ہم کوئی ... قدم اٹھائیں گے۔ ویسے میں تمہیں اس کا یقین دلاتا ہوں کہ شاہجو اور اس کی ... بھی ہم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔"

"تاہم ہمیں سخت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔" ماشالا نے کہا۔

"تم ... کرو۔" میں نے جواب دیا۔

کافی ... گزرنے کے بعد شاہجو کے ہرکارے ... واپس آئے ... ماشالا ... اپنی جگہوں پر ... بیٹھے تھے ہم نے ... ان ہرکاروں کو ... لیا تھا اور سنبھل گئے تھے۔

"فردوس ... ماشالا" ہرکاروں کے سردار نے ... لہجے میں ... "تم نے ... سردار شاہجو تک تمہارا پیغام پہنچا دیا تھا ... گستاخانہ ... بھی اسے بتا دی تھیں جو تم نے اس کے بارے میں کہی تھیں ... شاہجو نے اپنے فیصلے میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ ان کا حکم ہے ... ماشالا کی بیٹی زونا کو نہیں ... فردوس کی بیوی ... فردوس کے ... سردار شاہجو کا حکم ہے کہ وہ اپنی بیوی ... کو فوراً ہمارے ساتھ شاہی محل ... روانہ کر دے۔ سردار شاہجو نے ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ جو شخص بھی اس ... کی تعمیل کی راہ میں ... اس کی گردن مار دی جائے اور ... صورت میں ... کیا جائے۔"

میں ہرکاروں کے سردار کی بات سن کر بڑے زور سے ہنسا۔ "تمہارا ... سردار ... سمجھتا ہے کہ میری بیوی آرینہ کو اپنے بستر کی زینت بنائے گا ... اس بزدل اور بے غیرت انسان سے ... دینا کہ میں اسے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اگر اس میں ہمت ہے تو خود آئے اور آرینہ کو میرے ... سے ... کر دکھائے۔"

سردار شاہجو کے ... جرأت نہیں ... تمہارا ... ہم بہت ... تمہاری خیریت اس میں ہے کہ سیدھی طرح آرینہ کو ہمارے ساتھ روانہ کر دو ... ایک عبرتناک موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اور اس کے ساتھ ہی ہرکاروں کے سردار نے اپنی تلوار کھینچ لی۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

معاملہ اب میری برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے
لپک کر تلوار اس شخص کے ہاتھ سے کھینچ لی اور ایک ہی وار میں اس کی
گردن اڑا دی۔ یہ سب کچھ اس قدر جلدی میں اور اچانک ہوا کہ خود
ماشالا اور باقی ہرکارے یہ سمجھ ہی نہیں پائے کہ اب کیا ہوا ہے۔ انہیں
تو پتہ اس وقت چلا جب اس شخص کی لاش [illegible] زمین پر
ڈھیر ہو کر تڑپنے لگی۔ ان سب کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے ملے
جلے [illegible]۔

اچانک ہی سامنے باقی ہرکاروں نے بھی اپنی اپنی تلواریں نکال
لیں اور مجھ پر حملے کی نیت سے آگے بڑھے لیکن میں نے ایک
ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکتے ہوئے کہا۔ "صبر سے کام لو اور
میری بات سنو۔ اتنی جلدی مت کرو۔ شاہ جو نے آپ کو جو پیغام دیا تھا میں
نے اس کا جواب دے دیا ہے۔ اب آپ اس ساتھی کی لاش لے کر واپس
شاہ جو کے پاس جائیں اور اسے بتائیں کہ اس کے پیغام کا میں نے
یہ جواب دیا ہے۔ اس کے بعد مجھ سے لڑنے کے لیے آنا۔"

لیکن ان پر میری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اپنی تلواریں
سونت کر چاروں طرف سے میرے اوپر حملہ آور ہو گئے۔ میرے پاس
اس مردہ ہرکارے کی چھینی ہوئی تلوار موجود تھی۔ میں نے چند ہی منٹ
میں اس سامنے والے کو ختم کر دیا لیکن ایک ہرکارہ جان بچا کر بھاگ
نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اس کا تعاقب نہیں کیا اور خود بھی
اسے نکل جانے کا موقع دیا تاکہ وہ شاہ جو تک پہنچ کر اسے اب تک
کے واقعات کی تفصیلات سے آگاہ کر سکے۔

ماشالا کا خوف کے مارے برا حال تھا۔ اس کے [illegible]
کا اب [illegible] ہم دونوں کے سامنے کئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جو سردار
شاہ جو کے ہرکاروں کی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ماشالا یہی سمجھ رہا تھا کہ اب
ہم لوگوں کی خیر نہیں ہے کیونکہ [illegible] شاہ جو کے سپاہیوں کی ایک
بڑی تعداد یہاں آ جائے گی، اور ہم لوگوں کو تہ تیغ کر دے گی۔ اس
کے بعد اس کی بیوی [illegible] کا جو حال ہو گا اس کے خیال
سے ہی اس کا دل کانپ اٹھا۔ [illegible] شور و غل کی آوازیں سن
کر آس پاس کے گھروں سے اور بھی بہت سے لوگ نکل آئے تھے اور
وہ سب کے سب سامنے پڑی ہوئی لاشیں دیکھ کر دنگ رہ
گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر ساری بستی میں پھیل گئی اور بستی کے
بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔

ماشالا نے انہیں مختصر الفاظ میں وہ سارے واقعات بتائے
جو اب تک پیش آئے تھے۔ [illegible] بھی [illegible] کہ اب [illegible]
شاہ جو بستی کی تمام عورتوں کو باری باری اپنے بستر کی زینت بنانا چاہتا
ہے کیونکہ بقول اس کے یہ اس کا حق ہے اور بستی کا سردار ہونے
کے ناطے اسے بستی کی ہر چیز پر مکمل تصرف حاصل ہے۔ ماشالا نے
لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ شاہ جو کے ہرکاروں کو قتل کرنے والا میں ہوں اور

ایک ہرکارہ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے جو شاہ جو
کو سارے واقعات کی اطلاع دے گا۔

وہاں موجود سارے لوگوں نے انتہائی حیرت اور دکھ کے ساتھ
یہ ساری باتیں سنیں اور انھوں نے اسی وقت آپس میں یہ طے کر لیا
کہ وہ کسی صورت میں اس بدکاری اور ناانصافی کی اجازت نہیں دیں گے
خواہ اس کے لیے انہیں اپنی گردنیں بھی کیوں نہ کٹوانی پڑیں۔

"شاہ جو نے ایک مضبوط فوج تیار کر لی ہے۔" بستی کے
ایک کسان نے کہا۔ "ساری کی ساری فوج [illegible] ماہر [illegible]
مشتمل ہے۔ اگر ہمیں شاہ جو کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے تو ہمیں
خود کو اس فوج سے لڑنے کے لیے تیار کرنا پڑے گا۔"

"ہم تیار ہیں۔" کئی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔ "ہم شاہ جو
کی عیاشیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم اسے [illegible] دیں گے۔"

غرض کافی دیر تک اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ سب لوگوں
کے حوصلے بہت زیادہ بلند تھے اور کسی کو کوئی خوف نظر نہیں آ رہا تھا۔
اس دوران شاہ جو کے بعض ہرکارے اس طرف آئے لیکن وہ مجمع کے
قریب نہیں آئے بلکہ دور سے ہی دیکھ کر واپس پلٹ گئے۔ ان کے
جانے کے بعد لوگوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب [illegible]
کی فوج کے سپاہی حملہ کرنے والے ہیں۔ تقریباً ہر شخص جلد از جلد
اپنے گھر جا کر مسلح ہو گیا اور لوگ شاہی فوج کے حملے کے انتظار
میں بیٹھے رہے لیکن کافی وقت گزر گیا اور پھر شاہ جو کا کوئی ہرکارہ ادھر
سے نہیں گزرا۔

جو لوگ وہاں جمع تھے ان میں بعض ایسے لوگ بھی شامل
تھے جن کا شاہ جو سے گہرا اور قریبی تعلق تھا لیکن وہ بھی اس صورت
سے پریشان تھے اور ان کا کہنا تھا کہ شاہ جو کو خراب کرنے والے
اس کے مشاغل [illegible] اور آوارہ دوست ہیں جن کے [illegible]
وہ ہمیشہ گھرا رہتا ہے اور [illegible] اسے تباہی کے دہانے پر [illegible]
[illegible] تاہم ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ وہ دوسرے دن صبح
شاہ جو کو اس معاملے میں سمجھانے کی کوشش کریں گے [illegible]
بات [illegible] گے کہ شاہ جو اپنے اس مکروہ
غلیظ ارادے کو بدل ڈالے۔

لوگ کافی رات گئے تک شاہ جو کی طرف سے کسی جوابی کارروائی
کا انتظار کرتے رہے لیکن کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی۔
بالآخر لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔ [illegible]
اپنے گھر میں واپس آ گیا۔ اس [illegible] کی دوسری بیوی
کی زبانی [illegible] معاملات کا علم ہو چکا تھا اور وہ سخت پریشان نظر
آ رہی تھی۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم لوگ اس بستی میں بھی اب اطمینان
سے نہیں رہ سکتے۔" اس نے مجھ سے کہا۔

"ہم اس بستی میں ہی رہیں گے اور امن و سکون سے رہیں گے۔" میں
نے مطمئن لہجے میں اسے جواب دیا۔ "تمہیں گھبرانے کی مطلق ضرورت
نہیں ہے۔"

"لیکن سردار شاہ جو سے دشمنی مول لینے کے بعد ہم اس بستی
میں [illegible] رہ سکتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "وہ اس بستی کا سربراہ ہے
[illegible] کی ساری قوت اس کی تابع ہے۔ وہ اگر چاہے تو ہمیں قتل بھی کروا
سکتا ہے [illegible] ہر قسم کی انتقامی کارروائی کر سکتا ہے۔
[illegible] میں نے [illegible] کی [illegible] سے [illegible] میرے [illegible]
کے عزت و [illegible] یہ ظلم [illegible]
[illegible] اس طرح معاف کر دے گا۔"

"مجھے [illegible] کی معافی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" میں نے
[illegible] جواب دیا۔ "میں [illegible] بزدل [illegible] لوگوں سے
[illegible] طرح [illegible] ہوں۔"

اس کے بعد ہم لوگ سو گئے۔ ساری رات [illegible] سکون سے
[illegible] صبح [illegible] جب میں نے اپنے
[illegible] تو [illegible] جو سپاہی میرے [illegible]
[illegible] وہاں موجود [illegible]
[illegible] وقت [illegible]
[illegible] اپنے گھر کے اندر چلا آیا۔

مجھے [illegible] زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ باہر [illegible]
[illegible] کی آوازیں سنائی دینے لگیں [illegible] میرے گھر کو
[illegible] سے [illegible] جانے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ شاہ جو کے سپاہیوں
نے [illegible] پر حملہ کر دیا ہے۔

میں [illegible] ایک تلوار [illegible] اٹھا
[illegible] ایک [illegible]
[illegible] اس کے بعد [illegible] دروازہ کھولا۔
[illegible] سپاہی جمع تھے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے۔
[illegible]
[illegible]
[illegible] کے سامنے
[illegible]

"[illegible] کیا ہے؟" [illegible]
[illegible] ہو گئے ہو۔

"[illegible] اب تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم نے [illegible]
[illegible] شاید [illegible]
[illegible]

ان لوگوں نے [illegible] کہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش
[illegible] جوابی کارروائی کی [illegible]

"زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس شخص نے [illegible]
[illegible] ہمارے ساتھ چلو ورنہ [illegible] سب [illegible] تمہاری
[illegible] ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیں گے۔"

میں نے چند ثانیوں تک [illegible] صورت حال پر غور کیا [illegible] پھر ایک
فیصلہ کر لیا۔ "ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" [illegible]
[illegible] اندازہ تھا کہ شاید [illegible]
کے [illegible] ساتھ [illegible] شاہ جو کے [illegible]
[illegible] گھر کے اندر [illegible]
کی کوشش نہیں کی بلکہ [illegible]

اس دوران آس پاس کے [illegible] سارے لوگ [illegible]
ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب [illegible] تھے۔ میں شاہ جو کے سپاہیوں کی
[illegible] آگے بڑھا اور لوگوں کا ہجوم میرے پیچھے پیچھے [illegible]
[illegible] لوگوں [illegible]
[illegible] تھے۔ [illegible]
[illegible] اس میں [illegible]
[illegible] عورتوں کے ساتھ [illegible]
[illegible]
[illegible] دروازہ [illegible] اس کے بعد [illegible]
[illegible]

[illegible] لوگ [illegible] اشتعال [illegible]
[illegible] برداشت [illegible]
[illegible]

[illegible] شاہ جو کے [illegible] مکان کے سامنے پہنچ گئے
[illegible] سامنے [illegible]
[illegible] بستی کے [illegible]
[illegible] سپاہی [illegible]
[illegible] چند سپاہی اندر چلے گئے۔

[illegible] بعد [illegible] مکان کے دروازے [illegible]
[illegible] سخت [illegible]
[illegible] سپاہی [illegible] تلواریں [illegible] تھے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

شاہجو کو ... بستی کے چند ... وہ [illegible]

... قربت ہی حاصل تھی اس کے قریب جانے کی کوشش

کی ... سے انھیں منع کر دیا۔

"... بات بھی سنو گے اور ضرور سنو گے" اس نے

کہا ... سزا دی ہے جس نے

... کو قتل کیا ہے ... یہ شخص بہت

سزا کا مستحق ہے ... اس بستی میں

... کا کام کرنے کے لیے ... فراہم

کی ... ہماری عنایتوں کا بدلہ یوں چکایا ...

... سب میں سے ایسی عبرتناک سزا دوں

... بستی والے ... یاد رکھیں گے۔"

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تھا لہٰذا پھر یہ سلسلہ نہ جانے کہاں تک پہنچتا۔ اس لیے اپنے مددگاروں کے ذریعے صاف صاف کہلوا دیا تھا کہ وہ بستی کی تمام عورتوں پر اپنا حق سمجھتا ہے اور اپنے اس حق کو وہ استعمال کرنے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔ اب تو تمام لوگ جان گئے کہ ایسا شخص بستی کا سردار بنے رہنے کا اہل ہے کیا یہ اس قابل ہے کہ اسے اس منصب پر فائز رہنے دیا جائے۔“

”ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔“ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ ”یہ ہمارا سردار بننے کے قابل نہیں ہے۔“

”یہ صرف ننگ اسلاف ہے بلکہ پوری بستی کے لیے بھی ایک ننگ کی حیثیت رکھتا ہے۔“ ایک بوڑھے نے کہا۔ ”اس کے وجود سے بستی کو جتنی جلدی پاک کر دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔“

”ایسے شخص کو بستی کا سردار بنے رہنے کا تو کجا زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔“ ایک اور بزرگ شخص نے کہا، جس کا شمار اس سے پہلے شاجو کے طرفداروں میں ہوتا تھا۔

بہرکیف وہاں موجود ان تمام لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ شاجو کو ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن یہ کام میں اپنے ہاتھ سے نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کا فیصلہ بستی والوں پر ہی چھوڑ دیا۔

”میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔“ شاجو نے اپنے آپ کو موت کے خوف سے بچتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ ”میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایک عام اور نیک انسان کی طرح زندگی گزاروں گا۔ میں آپ سب سے معافی مانگتے ہوئے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔ اگر میری جان بخشی کر دی جائے تو میں سرداری سے دست برداری کا اعلان کرتا ہوں۔ اور بستی کے محض ایک عام انسان کی طرح زندگی گزاروں گا۔“

”اس کی درخواست پر غور کرو۔“ میں نے بستی والوں کو مشورہ دیا۔ ”اسے قتل کر دینا تو کوئی مشکل ہی نہیں بڑا ایک لمحے کا کام ہے۔ لیکن اس عفو و درگزر کے نتیجے میں اگر اب اس کو اچھا بنایا جا سکے تو میرے خیال میں یہ بات اس کی موت سے بہتر ہے۔ آگے آپ لوگوں کی مرضی ہے۔“

”میرا خیال ہے فرزیں ٹھیک کہتا ہے۔“ ایک شخص نے بہ آواز بلند کہا۔ ”اگر شاجو سرداری سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہے تو ہمیں اسے ایک عام انسان کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا موقع دینا چاہیے۔ مگر اس کے بعد بھی یہ کوئی ناقابل برداشت حرکت کرے تو پھر اسے بلا تاخیر موت کی سزا ملنی چاہیے۔“

دیکھتے ہی دیکھتے اس مسئلے پر لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاجو کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔ اور بعض اس خیال کے حامی تھے کہ اسے ایک بار معاف کر دینا چاہیے۔ مزید اس سے اس کی دست برداری کو قبول کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ تھی کہ شاجو کی وہ فوج جو اس کے ایک اشارے پر بزرگوں کو قتل کرنے کے لیے تیار تھی، بالکل خاموش کھڑی تھی۔ شاجو اپنے فوجیوں کو کوئی حکم دینے سے رہا تھا۔۔ اس کے فوجی اس کا کوئی حکم تسلیم کرنے ... تھے۔ وہ سب کے سب ... پریشان اور سراسیمگی کے عالم میں اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھ رہے تھے۔

جب لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے تو بالآخر اس مسئلے کو بھی رائے شماری کے ذریعے طے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے لیے پروفیسر یکس نے جمہوری طریقہ اختیار کیا۔ پہلے ان لوگوں کی تعداد دیکھی جو اس بات کے حق میں تھے کہ شاجو کو معاف کر دیا جائے اور پھر ان لوگوں کی تعداد کا شمار کیا جو شاجو کی موت کے خواہاں تھے۔ ان لوگوں کی تعداد زیادہ نکلی جو شاجو کی معافی کے حق میں تھے۔ چنانچہ میں نے بستی کے بزرگوں اور معززین کے سامنے یہ صورت حال پیش کر دی اور ان سے کہا کہ اب وہ فیصلہ کریں۔

ماشالا نے فیصلے کا اعلان کیا۔ اس نے بستی کے بزرگوں کے ساتھ تھوڑی دیر تک مشورہ کرنے کے بعد یہ کہا کہ چونکہ لوگوں کی اکثریت شاجو کو زندہ رہنے کا حق دینے کے لیے تیار ہے۔ اس لیے شاجو کو اس وقت معاف کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سرداری سے بھی معزول کیا جاتا ہے۔ شاجو نے یہ فیصلہ سنتے ہی اپنا سر ماشالا کے قدموں پر رکھ دیا اور وہ بے ساختہ رو رہا تھا۔ بستی کے بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سے شاجو بستی کے عام لوگوں کی طرح کھیتوں اور زمینوں پر کام کرے گا۔ شاجو نے بے چون و چرا اس شرط کو تسلیم کر لیا اسی وقت اس نے اپنا سرداری کا لباس اتار پھینکا۔

اب اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ بستی کا نیا سردار کون ہو۔

”میں نئے سردار کے لیے فرزیں کا نام تجویز کرتا ہوں۔“ ایک کسان نما بوڑھے نے بڑے جوش و خروش سے کہا۔ ”... جیسا غیر معمولی طور پر بہادر، نڈر اور غیر معمولی صلاحیتوں کا انسان ... نے آج تک نہیں دیکھا۔ اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو آج ہم لوگ شاجو کے ظلم و ستم سے کسی طرح بھی نجات حاصل نہ کر سکتے تھے ... بلکہ تمام ... کی آرزوئیں خاک میں مل جاتیں۔ میری رائے میں سرداری کے منصب کا مستحق فرزیں سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔“

”میں بزرگ موصوف کی بات سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔“ ایک اور بوڑھے نے کہا۔ ”اس نے دراصل ہم سب کے دل کی بات کہہ دی ہے۔ بھلا فرزیں سے زیادہ اس منصب کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے۔“

”میں بھی اس سے بالکل متفق ہوں۔“ ماشالا نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”میری بات سن لو دوستو۔“ میں نے ان لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرتے ہوئے کہا۔ ”تم نے میری ذات سے جس ...

محبت اور جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس کے لیے میں تم سب لوگوں کا شکر گزار ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وضاحت طلب بھی ہوں کہ ... اس بستی میں ایک مسافر کی حیثیت سے آیا ہوں اور وہ بھی پناہ کی تلاش میں۔ مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کب تک اس بستی میں رہوں گا اور کب اپنی بیوی کے ساتھ یہاں سے کسی اور طرف چلا جاؤں گا۔ ویسے بھی اس بستی کی سرداری پر ان لوگوں کا حق ہے جو ... پشت در پشت سے یہاں بستے چلے آئے ہیں اور جنہوں نے اس ... جنم لیا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار ہو تو میں اس بستی کی سرداری کے لیے محترم ماشالا کا نام پیش کرتا ہوں۔ وہ ایک عمر رسیدہ، زیرک، دانا اور دانشمند انسان ہیں جس میں معاملات کو سمجھنے پرکھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔“

”نہیں نہیں فرزیں۔“ ماشالا نے جلدی سے کہا۔ ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ بھلا میں کہاں اور بستی کی سرداری کہاں۔ تم سے زیادہ اس منصب کا کوئی حقدار نہیں۔ ہم سب کی خواہش ہے کہ تم یہ منصب قبول کر لو۔“

”میں بستی اور بستی والوں کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”اور اس خدمت کی انجام دہی کے لیے مجھے سرداری کے ... کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے بغیر بھی اس بستی اور اس ... کے لیے وہ سب کچھ کروں گا جو میرے بس میں ہے اور کبھی خدمت سے دریغ نہیں کروں گا۔“

غرضیکہ پروفیسر بڑی دیر تک اس بات پر بحث ہوتی رہی ... بنایا جائے۔ ... لوگوں کا اصرار تھا کہ میں ... لیکن میں نے اس سے صاف انکار کر دیا اور لوگوں کو بھی اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ماشالا کو اپنا سردار تسلیم کر لیں۔

بالآخر ماشالا کو بستی کا نیا سردار مقرر کر دیا گیا۔ تمام لوگ اس ... سے مطمئن اور خوش ہو گئے۔ ماشالا نے اسی وقت اپنی ایک مجلس مشاورت تشکیل دی جس میں مجھے بطور خاص شامل کیا گیا۔ ... بستی کے تقریباً تمام لوگوں کی موجودگی میں ان کی ... ہوئے شاجو کے سابق فوجیوں کو حکم دیا گیا کہ آئندہ ... سرداری کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکامات کی پوری ... شاجو کے تمام سابق فوجیوں نے ماشالا کی اطاعت ...

... کے بعد سے بستی میں ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا۔ شاجو کی سرداری میں ظلم و تشدد کا جو بازار گرم ہو گیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ ... کے لوگ جو جنگلوں ... واپس لوٹ آئے بلکہ اب تو بستی کے ... سابقہ زمانے کے مقابلے میں بھی زیادہ خوشحالی اور مسرت ... سے تھے کیونکہ ماشالا کی قائم کردہ مجلس مشاورت نے ... بہت زیادہ منظم کر دیا تھا کہ یہ بہت خوش ...

تھی اگرچہ اس کی یہ خواہش تھی کہ بستی کے لوگوں کے اصرار پر بستی کی سرداری قبول کر لینی چاہیے تھی لیکن میں نے اسے سمجھایا کہ میں خود جان بوجھ کر ... نہیں بننا چاہتا تھا اور ایک عام محنت کش انسان کی طرح زندگی گزارنا مجھے بہت پسند ہے۔ وہ میرے اس استدلال سے مطمئن ہو گئی۔

شاجو کی سرداری کی ساری کج کلاہی نکل گئی تھی۔ وہ اب ایک عام اور معمولی انسان کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔ دن بھر وہ کھیتوں میں محنت کرتا اور شام کو اپنے گھر چلا جاتا۔ وہ بہت کم لوگوں سے ملتا جلتا تھا۔ لوگوں کی محفلوں میں بھی کم کم ہی نظر آتا تھا۔ اسے ہر وقت شاید یہ خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں اس سے دوبارہ کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے اور اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں۔

بستی کا سارا انتظام بحسن و خوبی چل رہا تھا۔ ماشالا نے اپنی انتظامی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا تھا اور بستی کو ایک مثالی بستی میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہر طرف خوشحالی اور مسرت کا دور دورہ تھا اور لوگ خوشی اور چین کی زندگی گزار رہے تھے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ... بستی میں ایک اچھی خاصی مضبوط فوج تشکیل کر لی گئی تھی جس کے مختلف دستے بستی کے آس پاس گشت کرتے اور پہرہ دیتے تھے۔ ویسے بھی بستی کا ہر شخص فن حرب سے بخوبی واقف تھا اور ہر شخص کے پاس اپنے ہتھیار بھی موجود رہتے۔

اور پھر یوں ہوا کہ بہت جلد ہی لوگوں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ شاجو کبھی کبھی بستی سے غائب ہو جاتا ہے اور کئی کئی دن تک نظر نہیں آتا ہے۔ شاجو نے شادی نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کا کوئی ... موجود تھا جس سے اس کے بارے میں معلوم ہو سکتا کہ وہ کہاں گیا ہے اور کب تک واپس آئے گا۔ اور واپسی پر اگر کوئی اس سے دریافت کرتا تو وہ ... کہہ دیتا کہ وہ جنگلوں میں گھومنے پھرنے کے لیے نکل گیا تھا۔

سردار ماشالا اور مجلس مشاورت کے اراکین کو شاجو کی متعدد بار کی غیر حاضری کی اطلاعات ملیں اور انہوں نے اس سلسلے میں خاصی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اپنا یہ خدشہ ظاہر کیا کہ شاجو بستی کے خلاف کسی سازش میں مصروف ہے اور اس کا اس طرح بار بار غائب ہو جانا خالی از علت نہیں ہے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ شاجو کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی کی جائے گی اور آئندہ جب وہ بستی سے باہر جائے گا تو اس کا چھپ کر تعاقب کیا جائے گا۔

لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جلد ہی معلوم ہو گیا کہ شاجو کہاں جاتا تھا اور کس کام کے لیے جاتا تھا۔ ہماری بستی کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ پڑوس کی بستیوں کی مشترکہ فوج ہم پر حملہ ...

ہونے والی ہے۔ پڑوس کی کئی بستیوں نے ہمارے خلاف ایک محاذ قائم کر لیا ہے اور وہ ہمارے علاقے کو فتح کر کے آپس میں اس کے حصے بخرے کر لینا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کو ہماری فوجی طاقت کا، ہمارے وسائل کا اور ہماری اندرونی حالت کا پورا پورا علم ہے اور ہم میں سے بھی کوئی شخص انہیں برابر اطلاعات پہنچاتا رہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ شخص شاہ محمد کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا؟

یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔

ہوا یوں کہ بستی میں سے اچانک ایک آدمی غائب ہو گیا۔ وہ جنگل کی طرف گیا تھا لیکن شام تک واپس نہ آیا۔ جب سورج ڈھل گیا اور شام کا اندھیرا ہر طرف پھیلنے لگا تو بستی والوں کو تشویش ہوئی۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ اسے جنگل میں جا کر تلاش کریں گے۔ چنانچہ مشعلیں روشن کی گئیں اور کئی کئی ٹکڑیوں میں بٹ کر لوگ اس آدمی کی تلاش میں مختلف سمتوں میں نکل گئے۔ ایک گروہ میں میں بھی شامل تھا۔ رات گئے تک اس آدمی کی تلاش کا کام جاری رہا لیکن اس آدمی کا کوئی پتا نشان نہ دریافت ہو سکا۔ اس کی بیوی سخت پریشان اور غم زدہ تھی۔ بستی کے دیگر لوگ بھی پریشانی میں مبتلا تھے اور تقریباً سب ہی کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ شاید کسی درندے نے کاٹ کھایا ہے یا پھر کوئی جانور اسے کھا گیا ہے۔ رات زیادہ ہو جانے کے سبب تلاش کا کام روک دیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ اب کل صبح دوبارہ اس کام کا آغاز کیا جائے گا۔ تمام ٹکڑیاں دوبارہ بستی میں واپس آ گئیں۔

دوسرے دن سے پھر تلاش کا کام شروع کر دیا گیا۔ جس ٹکڑی میں میں شامل تھا اسے جنگل میں کچھ دور ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے اس شخص کی آدھی کھائی ہوئی لاش مل گئی۔ ٹکڑی میں جو دوسرے لوگ شامل تھے انھوں نے لاش کا معائنہ کرنے کے بعد فوراً ہی بتا دیا کہ یہ لاش شیر کی کھائی ہوئی ہے۔ لاش کے بچے کھچے حصے کو احتیاط سے اٹھا لیا گیا اور بستی لے آیا گیا۔ باقی ٹکڑیوں کو جو جنگل کے دوسرے حصوں میں تلاش کا کام کر رہی تھیں، اطلاع دے کر واپس بلا لیا گیا۔

جب اس شخص کی آدھی کھائی ہوئی لاش بستی میں پہنچی تو ساری بستی میں ایک کہرام مچ گیا۔ بستی کے قریب جنگل میں شیر پہلے بھی موجود تھے لیکن بستی والے اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ شیر بالعموم آدمی پر حملہ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ وہ صرف اس وقت انسان پر حملہ کرتا ہے جب اسے چھیڑا جائے۔ بستی کے اکثر لوگوں کا بعض اوقات جنگل میں شیروں سے آمنا سامنا ہو جاتا تھا لیکن کبھی کسی شیر نے انسان پر منہ نہیں کیا تھا۔ بستی کے بڑے بوڑھوں کا کہنا تھا کہ یہ بلا... مر بستی کے ایک انسان کو شیر نے ہلاک کیا ہے۔ بہر حال اس دن سے ساری بستی میں خاصی سراسیمگی پھیل گئی۔ لوگ اکیلے جنگل کے اندر تنہا جانے سے گریز کرنے لگے۔ اب وہ کئی کئی کی ٹولیوں میں مل کر اندر جاتے اور خاصے چوکنے رہتے۔

اس واقعے کے دو روز کے بعد کی بات ہے کہ شام کو جنگل سے واپس آنے والی ایک ٹکڑی کو خاصی دیر ہو گئی۔ سارے لوگوں کو ان کا انتظار تھا اور بستی میں ایک بار پھر تشویش کی لہر دوڑ رہی تھی۔

کافی دیر کے بعد وہ ٹکڑی جنگل سے واپس آ گئی۔ واپس آنے والے سارے لوگ حواس باختہ تھے اور سخت خوفزدہ بھی تھے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ لکڑیاں کاٹنے کے لیے کلہاڑیوں سے مسلح جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ شام تک انھوں نے کافی لکڑیاں کاٹ کر اکٹھا کر لیں اور اس کے بعد کٹی ہوئی لکڑیوں کے ڈھیر کو وہیں چھوڑ کر بستی کی طرف واپس چل پڑے۔ اس وقت سورج غروب ہونے والا تھا۔ دو آدمی آگے تھے، دو ان کے پیچھے تھے اور ایک سب سے پیچھے تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اچانک انھیں اس بات کا احساس ہوا کہ سب سے پیچھے آنے والا آدمی غائب ہے۔ وہ اس قدر خاموشی سے غائب ہو گیا تھا کہ اس کے غائب ہونے کو آگے والے چاروں لوگوں میں سے کوئی محسوس بھی نہ کر سکا۔ اور جب انھیں اس بات کا احساس ہوا کہ ایک آدمی غائب ہو گیا ہے تو وہ سب کے سب سخت متوحش ہو گئے اور دیر تک اس کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اس وقت ملگجا سا اندھیرا باقی تھا۔ جلد ہی انھوں نے زمین پر ایک انسانی جسم کے گھسیٹے جانے کے نشانات کو پا لیا اور اس کے ساتھ ہی انھیں خون کے کچھ دھبے بھی نظر آ گئے۔ انھوں نے احتیاط کے ساتھ اس سمت میں قدم بڑھانے شروع کر دیے لیکن کچھ دور جا کر زمین سخت پتھریلی ہو گئی اور نشانات غائب ہو گئے تھے۔ اب اندھیرا بھی ہو رہا تھا اور اس عالم میں مزید اندر تک جانا خطرے سے خالی نہیں تھا اس لیے وہ واپس لوٹ آئے۔ ان لوگوں کو یقین تھا کہ اس شخص کو ہلاک کرنے والا بھی شیر ہے جو اس سے پہلے ایک اور آدمی کو ہلاک کر چکا ہے۔

گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شیر آدم خور ہو گیا ہے۔

ایک بوڑھے بزرگ نے گردن ہلا کر کہا۔ اور جب کوئی شیر آدم خور ہو جاتا ہے تو وہ ایک مصیبت بن جاتا ہے۔ ایک بار انسان کے گوشت کا ذائقہ چکھنے کے بعد پھر اس شیر کو کسی اور جانور کا گوشت پسند نہیں آتا۔ وہ انسان کے گوشت کو پسند کرنے والا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں وہ انسانوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور جہاں بھی اسے کوئی اکیلا اور تنہا انسان مل جائے اسے پھاڑ کھاتا ہے۔ شیر ویسے بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتا ہے لیکن اب یہ انسانوں کی جان کا لاگو ہو گیا ہے۔ یہ ضرور انسانوں کو ہلاک کرے گا۔

• معلوم ہے جب شیر بوڑھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو

ہرن وغیرہ کا شکار کرنے کے قابل نہیں رہتا تو پھر وہ کمزور تر جانوروں کی تلاش میں رہتا ہے۔ ایک دوسرے بوڑھے نے کہا۔ شیر بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ کبھی سامنے سے حملہ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ پیچھے سے وار کرتا ہے اور وہ نہایت خاموشی اور چالاکی کے ساتھ انسان کو آواز نکالنے کا موقع دیے بغیر ہی اسے دبوچ لیتا ہے اور انسان کو پتا بھی نہیں چل پاتا۔

دوسرے دن صبح کو اس شخص کی لاش کی تلاش میں لوگ روانہ ہوئے اور جلد ہی اس کی لاش دریافت کر لی گئی۔ یہ ایک جگہ بہت لمبی اگی ہوئی گھاس کے اندر چھپی پڑی تھی۔ یہ لاش بھی آدھی سے زیادہ کھائی ہوئی تھی اور لوگوں نے صاف طور پر پتا چلا لیا کہ یہ بھی شیر کی کارستانی ہے۔

چند دنوں کے اندر رونما ہونے والی ایک ہی جیسی دو وارداتوں نے بستی والوں کے دل دہلا دیے اور ساری بستی پر خوف و ہراس کی فضا طاری ہو گئی۔

دو روز بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گئے۔ اس اثنا میں لوگ برابر ضروری تدابیر پر عمل کرتے رہے تھے اور شام ہونے سے پہلے پہلے وہ سارے واپس آ جاتے تھے جو جنگل کی طرف گئے ہوتے تھے۔ لیکن تیسری رات ایک بہت ہی ہولناک واقعہ پیش آیا۔

آدم خور شیر ایک مکان کی کچی دیوار کو پھلانگ کر اندر داخل ہوا اور صحن میں سوئی ہوئی ایک بارہ چودہ سال کی لڑکی کو اس قدر خاموشی سے اٹھا کر لے گیا کہ کسی کے کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔ صبح کو جب گھر والے جاگے تو انھوں نے لڑکی کے بستر کو خالی پایا۔ وہ سخت متعجب ہوئے لیکن انھیں فوراً ہی صورت حال کا اندازہ ہو گیا کیونکہ مکان کے صحن کے فرش پر گھسیٹے جانے کے نشانات موجود تھے۔ اس نئے واقعے نے بستی میں پہلے سے موجود خوف و ہراس میں اور زیادہ اضافہ کر دیا کیونکہ اب ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال لوگ لڑکی کی لاش کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ آدم خور شیر کا یہ تیسرا شکار تھا اور بہت زیادہ تشویش کی بات یہ تھی کہ شیر نے گھر کے اندر گھس کر حملہ کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب بستی کے بہت کم مکانوں کو محفوظ قرار دیا جا سکتا تھا کیونکہ زیادہ تر مکانوں کی دیواریں کچی تھیں اور شیر با آسانی پھلانگ کر ان کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔

لڑکی کی لاش بھی تھوڑی سی تلاش کے بعد دریافت کر لی گئی۔ شیر نے پہلے ہی سارا ہی کھا لیا تھا۔ جسم کا بہت تھوڑا حصہ باقی بچا تھا۔ اب بستی کے لوگوں کا ایک اجتماع ہوا جس میں یہ طے کیا گیا کہ ہر قیمت پر اور ہر ذریعے سے اس شیر کی ہلاکت کا بندوبست کیا جائے ورنہ یہ عنقریب بستی کے بہت سے لوگوں کو لقمہ اجل بنا دے گا۔ اب تک تین افراد اس کا نشانہ بن چکے تھے اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اگلی باری کس کی تھی۔

مختلف لوگوں نے مختلف تجاویز پیش کیں۔ سب سے پہلی تجویز یہ تھی کہ ہر رات کو باری باری چار نوجوانوں کی ایک ٹولی مشعلوں اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر بستی کا پہرہ دیا کرے۔ دوسری تجویز یہ پیش کی گئی کہ دس بیس شیر کی تلاش میں مسلح جتھے دن کے وقت جنگل کی طرف نکل جایا کریں اور اسے تلاش کر کے اور گھیر کر مارنے کی کوشش کریں۔

اسی دن کئی مسلح جتھے آدم خور شیر کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ سارا کام ماشالا کے مشورے اور اس کی ہدایات کے تحت انجام دیا جا رہا تھا۔

اگلے سارا دن جنگل میں سرگرداں رہے اور انھوں نے جنگل کے خاصے بڑے حصے کو چھان مارا لیکن آدم خور شیر انھیں کہیں نظر نہیں آیا۔ رات کے وقت چار مسلح نوجوانوں کی ایک ٹولی نے مشعلوں اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر بستی میں پہرہ دیا اور ساری رات پوری بستی کا چکر لگاتے رہے۔ اس کے نتیجے میں کوئی واردات نہیں ہوئی۔

اس اثنا میں شاہ محمد نے چپکے چپکے میرے خلاف ایک عجیب مہم چلا رکھی تھی جس کے بارے میں اڑتی اڑتی خبریں مجھ تک پہنچ رہی تھیں۔ شاہ محمد نے میرے بارے میں لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میں ایک منحوس انسان ہوں اور میری آمد کے ساتھ ہی بستی پر اس عجیب و غریب نحوست کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ شاہ محمد بستی کے ضعیف الاعتقاد لوگوں میں میرے خلاف طرح طرح کی باتیں پھیلانے میں لگا ہوا تھا لیکن اس کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ یہ باتیں سارے لوگوں کے سامنے کھل کر کہے۔ وہ اکا دکا لوگوں سے تنہائی میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا لیکن مجھے اس کی سرگرمیوں کی ہر خبر کسی نہ کسی طرح ہو جاتی تھی اور میں اس کی نادانی پر دل ہی دل میں ہنستا تھا۔

پہلی رات تو خیریت کے ساتھ گزر گئی اور آدم خور شیر نے کوئی واردات نہیں کی۔ دوسرا دن بھی خیریت سے گزر گیا لیکن رات خیریت سے نہیں گزری۔ رات کو شیر نے پھر واردات کی اور ایک مکان کی دیوار پھاند کر ایک چھوٹے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ اس بات کا علم بھی صبح کو ہی ہو سکا۔

اب تو بستی میں جیسے کہرام مچ گیا۔ نوجوانوں کی ٹولی کے سخت پہرے کے باوجود شیر نے بڑی جرأت سے کام لیتے ہوئے ایک بار پھر خوفناک واردات کی تھی۔

• شیر اب ہوشیار ہو گیا ہے! بستی کے ایک معمر آدمی نے اس نئی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ پرسوں سے پہلے والی رات اس نے ایک گھر میں گھس کر ایک لڑکی کا شکار کیا تھا اسے کامیابی حاصل ہوئی، پہلی رات بھی وہ بستی میں ضرور آیا ہوگا لیکن مشعل بردار نوجوانوں کو پہرہ دیتے ہوئے ادھر ادھر گھومتے ہوئے دیکھ کر خاموشی سے واپس پلٹ گیا ہوگا لیکن اب چونکہ اسے چاٹ پڑ چکی ہے۔ اس لیے اس نے کل پھر گھات لگائی اور جب اس نے مشعل بردار پہرے داروں کی ٹولی کو بستی کے دوسرے کنارے پر پایا ہو گا تو پھر اس نے موقع پا کر ایک مکان میں چھلانگ لگا دی اور اس بار بھی اسے کامیابی حاصل ہو گئی۔

سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ ماشالا نے سب لوگوں کی طرف

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بار بار دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہر قیمت پر اس آدم خور شیر کو ہلاک کرنا ہے!" میں نے کہا۔

"اللہ اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں کہ میں چند دن کے اندر اندر اسے ہلاک کر کے تم لوگوں کے قدموں میں لا ڈالوں گا۔"

"کیا تمہارے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی خاص منصوبہ ہے؟" ماشالا نے پوچھا۔

"ابھی میں اس بارے میں وضاحت سے کوئی بات بتانے سے قاصر ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن عنقریب ساری بات آپ لوگوں کے سامنے کھل جائے گی!"

دوسرے دن میں نے کئی ٹکڑیوں کو تو شیر کی تلاش میں روانہ کر دیا اور خود تنہا اس کی تلاش میں لگ گیا۔ میں نے سارے دن میں جنگل کا کونا کونا چھان مارا لیکن شیر کا کہیں پتا نہیں چل سکا۔ شام کو میں واپس آ گیا۔ میرے ساتھ دوسری ٹکڑیاں بھی واپس آ گئیں۔

اس رات پہرہ دینے کی ڈیوٹی دوسرے چار نوجوانوں کے سپرد تھی۔ میں نے انھیں سمجھا دیا کہ وہ اپنا کام کریں یعنی مشعلیں لیے ہوئے بستی کے گرد گھوم کر پہرہ دیتے رہیں اور میں خود تنہا بغیر کسی مشعل کے بستی کے گرد چکر لگاؤں گا۔

میری بات سن کر تمام لوگ حیران رہ گئے۔ کوئی بھی یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ میں خود کو یوں تنہا شیر کے مقابلے میں لے آؤں گا۔ لوگوں نے مجھے سمجھانے اور اس خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے ان کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور انھیں یہ بتایا کہ بستی والوں کی جانوں کی حفاظت کرنا میرے فرائض میں شامل ہے اور میں اپنے اس اہم فرض سے کوتاہی نہیں برت سکتا۔ سب لوگ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ وہ شاید مجھے پاگل سمجھ رہے تھے یا ان کے خیال میں میں اپنے بارے میں ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔

بہر حال رات آئی اور اندھیرا ہونے کے کچھ دیر بعد نوجوانوں کی ٹولی نے مشعلیں اور ہتھیار سنبھال کر بستی کا گشت شروع کر دیا۔ میں نے شام ہی کو بستی کے اطراف میں چاروں طرف اچھی طرح گھوم پھر کر اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ جنگل کے کس حصے کی طرف سے شیر کے داخل ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ یوں تو ایک درندے کے لیے کسی بھی طرف سے جنگل سے بستی میں داخل ہونا کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن پھر بھی داخلے کا آسان ترین راستہ ایک ہی تھا اور وہ مغرب کی سمت تھا۔ مغرب کی طرف شروع میں یعنی بستی سے ملحق جنگل کم گھنا تھا لیکن ذرا سا آگے چل کر وہ کافی گھنا ہو گیا تھا اور گھنی جھاڑیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ درندے کے لیے بستی میں داخل ہونے کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہیں تھی۔

میں نے پہرہ دینے والے نوجوانوں کو پہلے ہی اس بات سے منع کر دیا تھا کہ وہ مغرب والے راستے کا رخ نہ کریں اور بستی کی دیگر سمتوں

پہرا دیں تو بہتر ہو گا۔ چنانچہ کہیں بھی انھوں نے میری ہدایت پر پورا پورا عمل کیا اور مغرب کی طرف کا رخ نہیں کیا۔ وہ باقی اطراف میں چکر لگاتے رہے

میں مغرب کی سمت جا کر درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ مجھے توقع تھی کہ آدم خور شیر آج پھر بستی پر حملہ آور ہو گا اور میرے کمالات بھی یہی ہو گا کیونکہ پہرے دار نوجوانوں کی جلتی ہوئی مشعلیں دیکھ کر ان کی طرف رخ نہیں کرے گا۔

کافی رات گزر گئی۔ اس دوران میں نے کئی بار اپنی جگہ تبدیل کی اور آہستہ آہستہ آگے بھی بڑھا لیکن ہلکا سا بھی کوئی اشارہ نہیں ملا کہ آدم خور شیر اس طرف آ رہا ہو۔ اسے بات کا احساس ہو جانے کہ کوئی انسان ادھر موجود ہے اور وہ اس کا شکار کر سکتا ہے۔

رات تقریباً آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی جب مجھے دور دو چمکتی ہوئی تین دو آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔ میں چوکنا ہو گیا۔ شیر قریب ہی ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ شیر کو ادھر آتا دیکھ کر میں درخت کی آڑ میں سے نکل آیا اور اس طرح کھڑا ہو گیا کہ شیر مجھے دیکھ لے۔ شیر نے یقیناً مجھے دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کی اندھیرے میں چمکتی ہوئی آنکھیں آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہی تھیں۔ میں صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار ہو چکا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ شیر زمین پر بیٹھ گیا ہے اور مجھ پر جست لگانے کی تیاری کر رہا ہے۔ وہ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔

اچانک شیر نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے بغیر کوئی آواز پیدا کیے بیک بیک ایک جست لگائی اور مجھے گردن سے دبوچنا چاہا۔ میں نے اس کے پہلے ہی حملے میں اندازہ لگا لیا کہ بستی کے اس متاثر شخص کا خیال ٹھیک تھا۔ یہ ایک بوڑھا اور کمزور شیر تھا اور اب اس میں شاید وہ رفتار اور چستی اور چالاک جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کی سکت نہیں رہی ہے اسی لیے یہ آدم خور بن گیا ہے۔

بہر حال شیر نے جیسے ہی میری گردن پر حملہ کیا میں نے فوراً ہاتھوں سے اس کی گردن دبائی اور ایک زوردار دھماکے کے ساتھ اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ رات کے سناٹے میں اس دھماکے کی گونج دور تک سنائی دی۔ مشعل بردار پہرے دار بستی کے ایک سرے پر تھے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی مشعلوں کی متحرک روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ دھماکے کی آواز ہلکی سہی لیکن شاید رات کے گہرے سناٹے میں وہاں تک پہنچ گئی کیونکہ اگلے چند لمحوں کے دوران میں نے مشعلوں کو تیزی سے اس طرف بڑھتے دیکھا۔

شیر ابھی تک زندہ تھا اور پھڑک رہا تھا لیکن مجھے معلوم ہو گیا کہ اب یہ زیادہ دیر کا مہمان نہیں تھا کیونکہ اس کی کمر کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں اور اب وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا اس لیے مجھ پر حملہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں اطمینان سے وہیں کھڑا رہا اور مشعلوں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ذرا دیر میں چاروں نوجوان

پہنچ گئے۔ انھوں نے مشعلوں کی روشنی میں مجھے دیکھ لیا۔ میرے قریب ہی شیر کا جسم ایک بے حس و حرکت چٹان پر پڑا ہوا تھا جو ابھی تک پھڑک رہا تھا۔ نوجوانوں نے مشعلوں کی روشنی میں اس منظر کا جائزہ لیا اور پھر حیرت سے میری شکل دیکھنے لگے اور پھر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"تم نے اسے ہلاک کر ڈالا فردوس؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں حیرت کے بے پناہ تاثرات تھے۔

"ہاں دوست! میں نے اسے ہلاک کر ڈالا بلکہ یوں کہو کہ ذرا دیر میں ہلاک ہو جائے گا!" میں نے جواب دیا جس نے اس کی کمر اور گردن دبا دی ہے اور اس کے بدن کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ اب یہ بچ سکتا ہے؟"

"لیکن فردوس!" دوسرے نوجوان نے حیرت سے کہا۔ "تم نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا؟ میرا مطلب یہ ہے کہ تم تو کہیں سے زخمی بھی نہیں ہوئے ہو۔ تم نے اکیلے اسے کس طرح مار لیا؟"

"میں شیروں کو مارنے کا ماہر ہوں۔" میں نے پُراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے لیے شیروں کو ہلاک کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔"

"لیکن یہ تو بہت بڑی بات ہے!" دوسرے نوجوان نے کہا۔ "تم آخر کیا جانتے ہو کہ تم نے کسی ہتھیار کے استعمال کے بغیر اس کو مار دیا؟ آخر ایسی کون سی ترکیب آتی ہے؟"

"ایسی ویسی بہت سی ترکیبیں مجھے آتی ہیں!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ نہیں اس طرح جواب دیا کہ بات آئی گئی ہو گئی۔

رات بہت بیت چکی تھی اس لیے ہم سب کے سب اس نیم مردہ شیر کو اسی طرح چھوڑ کر واپس بستی میں آ گئے۔ بستی میں ہر طرف سناٹا تھا اور تمام لوگ سوئے ہوئے تھے۔ پہرہ دینے والے مشعل بردار نوجوان مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور ہم سب لوگوں نے بقیہ رات باتیں کرتے کرتے گزار دی۔ وہ بڑی دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ ان کا اصرار تھا کہ میں انھیں بتاؤں کہ میں نے ایک بھاری بھرکم آدم خور اور خونخوار شیر کو رات کے اندھیرے میں کسی ہتھیار کے بغیر کس طرح ہلاک کر دیا۔ میں نے انھیں مطمئن کرنے کے لیے معقول دلائل موجود نہیں تھے اس لیے میں نے انھیں کسی نہ کسی طرح یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ ایک خاص بات ہے جو میں نے ایک درویش سے سیکھی ہے لیکن اس درویش کی اجازت کے بغیر میں اس فن کے بارے میں کسی دوسرے کو نہیں بتا سکتا۔

صبح کو ساری بستی کے لوگوں کو خبر ہو گئی کہ آدم خور شیر مارا گیا ہے۔ لوگ ایک جلوس کی شکل میں اس جگہ پہنچے جہاں میں نے رات شیر کو زمین پر پٹخا تھا۔ شیر کی اکڑی ہوئی لاش اس جگہ پڑی ہوئی تھی اور اس کے مردہ بدن سے ہزاروں چیونٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔

بستی کے لوگوں نے شیر کی لاش کو دیکھا اور مجھے دیکھا اور پھر چاروں طرف حیرت بھری سرگوشیاں ہونے لگیں۔ وہ شاید حیرت سے یہ کہہ رہے تھے کہ زبان پر یہ الفاظ گونج رہے تھے کہ آدم خور شیر مارا گیا اور فردوس نے بغیر کسی ہتھیار کی مدد کے اسے ہلاک کر ڈالا۔ بہتوں لوگوں نے اس سلسلے میں مجھ سے بازپرس کی لیکن میں نے انھیں کم و بیش وہی جواب دے کر ٹال دیا جو اس سے پہلے مشعل بردار پہرے داروں کو دے چکا تھا۔ خود ماشالا نے انتہائی حیرت کے ساتھ مجھ سے اس بارے میں متعدد سوالات کیے لیکن اس کو بھی میں نے وہی جواب دیے۔

لیکن مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ اس واقعے کا اثر کر میرے خلاف سازش کا ایک جال بنا جا رہا ہے۔ اس کا باقاعدہ آغاز مجھے دوسرے دن ہوا جب ماشالا نے خاص طور پر مجھے تنہائی میں طلب کیا۔

"بیٹھ جاؤ فردوس!" اس نے مجھ سے کہا۔ اس وقت کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔ "تم میرے سچے مخلص دوست ہو۔" ماشالا نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"نہیں ماشالا!" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھے تم سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" دراصل اس وقت تک مجھے اس بات کا قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے کیا سوال پوچھنا چاہتا ہے۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ تم کوئی چھپے ہوئے بہت بڑے جادوگر ہو؟" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"میں!... جادوگر۔" میں نے سخت حیرت سے کہا۔ "یہ فضول بات تمہارے دماغ میں کیسے آئی ہے؟"

"کل سے ساری بستی میں تمہارے بارے میں یہ خبر گرم ہو رہی ہے کہ تم ایک چھپے ہوئے جادوگر ہو۔" ماشالا نے کہا۔ "لوگوں کا کہنا ہے کہ تم نے جس طرح اس آدم خور شیر کو ہلاک کیا ہے وہ کام ایک جادوگر کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تم جانتے ہی ہو کہ لوگ جادوگروں سے کتنی نفرت کرتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں!"

اچانک میرے ذہن میں ساری بات واضح ہو گئی۔ میں سمجھ گیا کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ کارفرما ہے۔

"یہ افواہ پھیلانے میں یقیناً شاہجو سب سے آگے ہو گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری اس بات کے جواب میں ماشالا چند ثانیوں کے لیے خاموش ہو گیا لیکن ظاہر ہے کہ وہ میری بات کی تردید نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی میرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ "تمہارا کہنا درست ہے۔ سب سے پہلے یہ بات شاہجو کی زبان پر ہی آئی تھی اور اسی نے دوسرے لوگوں سے یہ بات کہی ہے لیکن بعض دوسرے لوگ بھی اس کی اس بات سے اتفاق کرنے

میں نے:

"میں تم سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں ماشالا!" میں نے کہا۔ "کیا تم شاجو کی گزشتہ حرکتوں کو بھول گئے ہو؟ کیا تم اس بات کو فراموش کر گئے ہو کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے؟"

"ہرگز نہیں!" ماشالا نے سختی سے جواب دیا۔ "میں نہ اس کی باتوں کو بھولا ہوں اور نہ اس کی کمینہ خصلت کی طرف سے غافل ہوں۔ نہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے بلکہ مجھے تو اس کے بارے میں ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں جو شاید تمہیں نہ معلوم ہوں کیونکہ ابھی تک تم سے ان باتوں کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"مثلاً یہ کہ مجھے اپنے بعض ذرائع کے ذریعے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شاجو اس بستی کے مفادات کے ساتھ غداری کر رہا ہے۔ مجھے کچھ ایسی سی خبریں مل رہی ہیں کہ وہ پڑوس کی بستی کے ساتھ کوئی ساز باز کر کے انہیں اس بستی پر حملہ کرنے کے لیے اکسانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔" ماشالا نے کہا۔

"تم نے بالکل ٹھیک بات کہی ماشالا!" میں نے جواب دیا۔ "اسی لیے میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو شخص اپنی بستی کو دھوکا دینے پر آمادہ ہو گیا ایسے شخص کی باتوں پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ کیا اس کی کہی ہوئی بات کو سچ سمجھا جا سکتا ہے؟"

میرے اس سوال کے جواب میں ماشالا ذرا دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور کچھ نہیں بولا۔

"یہ سب ایک کھیل ہے جو شاجو بڑی چالاکی کے ساتھ کھیل رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ دوبارہ سردار بننے کا خواہش مند ہے لیکن اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ سردار بننے کا اضطراب تک اس کے دماغ میں موجود ہے اور وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے پوری بستی کے مفادات کو داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہے۔ وہ پڑوسیوں سے ساز باز کر کے یہاں اپنی سرداری قائم کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی راہ میں سب سے بڑا پتھر میں ہوں اس لیے وہ مجھے اپنی راہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ درحقیقت وہ بہت ہی بری طرح خوفزدہ ہے اور اسی لیے بستی کے لوگوں کو مجھ سے بدظن کرنے کی غرض سے طرح طرح کی باتیں کر رہا ہے۔ [illegible] وہ لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں کوئی جادوگر ہوں۔ انہیں مجھ سے بدظن کرنا چاہتا ہے لیکن تم اطمینان رکھو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی تم لوگوں جیسا ایک انسان ہوں۔"

"مجھے تمہاری بات کا یقین ہے فرمیں!" ماشالا نے کہا۔ "لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں اب تک یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ تم نے آخر اس آدم خور شیر کو اپنے نہتے ہاتھوں کسی ہتھیار کی مدد کے بغیر کس طرح سے ہلاک کر ڈالا تھا؟"

"میں تم کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے خوفناک اور جنگلی جانوروں کو زیر کرنے کا یہ فن ایک درویش سے سیکھا ہے [illegible] اس فن کے بارے میں اس درویش کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو نہیں بتا سکتا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو یہ صلاحیت مجھ سے چھن جائے گی اور میں بے کار ہو جاؤں گا۔ پھر شاید میں کسی بھی جانور کا مقابلہ نہ کر سکوں۔"

اچانک اس وقت مجھے خیال آیا [illegible] ممکن ہے آئندہ چند دنوں، چند ہفتوں یا شاید چند مہینوں میں جنگ [illegible] اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ جنگ کے اس موقع پر مجھے بہادری کے جوہر دکھانے پڑیں گے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ اس وقت ماشالا اور دوسرے لوگوں کو [illegible] ہوگا۔ لہٰذا انہیں اس اچانک تعجب سے بچانے کے لیے بہتر [illegible] ابھی سے کوئی نہ کوئی ایسا اشارہ دے دوں جس سے بعد میں [illegible] استعجاب کم ہونے میں مدد ملے۔ چنانچہ میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس درویش نے مجھے نہ صرف جنگلی جانوروں کو [illegible] فن سکھایا بلکہ بعض ایسے پوشیدہ اور خفیہ گر بھی بتائے تھے [illegible] سے میں تنہا بہت سے لوگوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں [illegible] کے گھاٹ بھی اتار سکتا ہوں بلکہ بعض اوقات تو تنہا میرا [illegible] فوجی دستوں پر بھاری ہوتا ہے۔"

"واقعی؟" ماشالا نے حیرت سے پوچھا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ماشالا!" میں نے جواب دیا۔ "[illegible] بھی مجھے اس درویش کے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ میں صرف [illegible] پر غالب آ سکتا ہوں جو ظلم اور ناانصافی کی راہ پر گامزن ہوں [illegible] نے دوسرے انسانوں کو [illegible] ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا ہو [illegible] ایسے انسانوں کے حق میں میں قہر و غضب کی حیثیت رکھتا ہوں [illegible] لیکن وہ انسان دوست لوگ ہیں جو دوسرے انسانوں کے ساتھ [illegible] شرافت و محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں ان کے خلاف میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"اوہ... تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پڑوس کی بستی [illegible] ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو تم ہمارا ہی ساتھ دو گے؟"

"بالکل!" میں نے جواب دیا۔ "میں سو فیصدی تمہارا [illegible] بستی والوں کا ساتھ دوں گا۔ یہ بستی میری [illegible] ہے۔ میں اس کے تحفظ کے لیے ہر وہ قدم اٹھاؤں گا جو ضروری ہو گا۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔" ماشالا کا چہرہ [illegible] کھل اٹھا۔ "اس سے بڑھ کر اطمینان کی بات بھلا اور کیا ہو سکتی [illegible] ہمارے درمیان ایک ایسا شخص موجود ہے جو تن تنہا [illegible] کے برابر فوجی دستے پر بھاری ہے۔ [illegible] تمہیں [illegible]

سکتا ہوں۔ میں نے اس سے پہلے تم سے [illegible] جس طرح [illegible] اظہار کیا تھا اس کے لیے میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے یقین ہے تم نے میری باتوں کا برا نہیں مانا ہو گا؟"

"ہرگز نہیں!" میں نے جواب دیا۔ "برا ماننے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ تمہارے دل میں جو وسوسے پیدا ہوئے تھے تم نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے ان کے بارے میں مجھ سے گفتگو کر لی اور میں نے بھی تفصیل سے تمہیں سب کچھ بتا دیا۔ اب کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہی۔"

"جہاں تک اس شاجو کا تعلق ہے۔" ماشالا نے غصے اور تلخی سے [illegible] "میں آج ہی اس کا بندوبست کروائے دیتا ہوں۔ میں اسے قید کر [illegible] اس کی اشتعال انگیز حرکتوں اور سازشوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔"

"نہ نہ...!" میں نے سختی سے ماشالا کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ "اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شاجو جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دو۔ [illegible] دل کی حسرت [illegible] نکال لینے دو۔ [illegible] اطمینان [illegible] میرا [illegible] اس بستی والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔"

"پھر بھی...!" ماشالا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنی نامعقول [illegible] کچھ تو سزا ملنی چاہیے۔ کیا ہم اسے کھلی چھوٹ دے دیں؟"

"اسے سزا مل جائے گی اور ضرور مل جائے گی۔" میں نے کہا۔ "لیکن ابھی کسی جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کسی خوف یا [illegible] کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے آزادی کے ساتھ گھومنے [illegible] اپنا کام کرنے دو۔ جب وقت آئے گا تو اسے بھی اچھی طرح [illegible] جائے گا۔ اس وقت اگر تم نے اسے قید کر دیا تو اس طرح یقیناً [illegible] لوگوں کی ہمدردیاں اسے حاصل ہو جائیں گی اور یہ بھی ہو سکتا [illegible] بستی کے بعض لوگ ہمارے مخالف بن جائیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے [illegible] کی طرح چھوڑ دیں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" ماشالا نے کہا۔ "ورنہ میں نے تو سوچا تھا [illegible] ٹھیک ہی کر دوں۔ ویسے چونکہ یہ تمہاری [illegible] اور غیر معمولی طاقت کا اظہار ہو [illegible] اس سے پہلے اس وقت [illegible] ہوں جب شاجو نے تمہیں ذلیل کرنے کا حکم دیا تھا تو تم نے [illegible] دیوؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ [illegible] موت بالکل ہی خوفزدہ نہیں ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر [illegible] سازش کر کے باہر کی بستیوں کے لوگوں سے [illegible] ناکامی ہو گی۔"

اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ جب میں شالا کے مکان سے [illegible] کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں مجھے ایک جگہ شاجو کھڑا ہوا [illegible] کے ساتھ بستی کے دو آدمی اور بھی تھے۔ جب میں ان کے قریب [illegible] محسوس کیا کہ وہ لوگ مجھے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا اور ان لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

اس کے بعد بھی راستے میں مجھے بہت سے لوگ ملے لیکن ان میں سے بیشتر کی نظروں میں میرے لیے تحسین و توصیف کے احساسات پلتے [illegible] صرف ایک آدھ ہی ایسا تھا جس کی نگاہوں میں میرے لیے اجنبیت یا ناپسندیدگی کے جذبات موجود تھے۔ بات دراصل یہ تھی کہ شاجو کو بستی کے لوگ پہلے بھی پسند نہیں کرتے تھے اور اسی لیے اس کی چلائی ہوئی مہم زیادہ کامیابی حاصل نہیں کر پا رہی تھی۔

تقریباً ایک ہفتے کی مدت گزر گئی۔ اس عرصے کے دوران کوئی خاص واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ شاجو مستقل اپنی مہم میں لگا ہوا تھا اور موقع بہ موقع میرے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا۔ مجھے اس کی حرکتوں کی خبریں گاہے بگاہے ملتی رہتی تھیں اور ماشالا بھی ساری باتوں سے واقف تھا لیکن چونکہ میں نے سختی کے ساتھ منع کر دیا تھا کہ وہ شاجو کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے اس لیے وہ ایسا کرنے سے باز رہا تھا۔

تاہم اس مدت کے دوران شاجو نے اپنے حتی المقدور میرے خلاف کافی پروپیگنڈہ کیا۔ اس نے لوگوں سے اس واقعے کا ذکر بھی بار بار کیا جب وہ سردار تھا اور اس نے مجھے قتل کروانے کا حکم دیا تھا اور میں نے تن تنہا نہ صرف یہ کہ خود کو مضبوط رسیوں کی گرفت سے آزاد کروا لیا تھا بلکہ اس کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کر کے سارے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ شاجو اس واقعے کو جس [illegible] کے ساتھ بیان کرتا تھا اور وہ کہتا پھر رہا تھا کہ یہ شخص کوئی بلا ہے یا جادوگر ہے مگر چونکہ خود شاجو اپنی سرداری کے زمانے میں نہایت گندے کردار کا مظاہرہ کر چکا تھا اس لیے بستی میں دو ایک لوگوں کے علاوہ کوئی بھی اس کی بات پر دھیان دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ہاں تو میں بتا رہا تھا کہ تقریباً ایک ہفتے کی مدت گزر گئی۔ اس کے دوران دو دن کے لیے شاجو بستی سے غائب رہا۔ [illegible] ایک دن صبح کے وقت ایک مسافر بستی میں داخل ہوا۔ اس نے بستی میں داخل ہونے کے بعد سردار سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ اسے ماشالا کے پاس پہنچا دیا گیا۔ جیسا کہ بعد میں مجھے ماشالا نے بتایا اس مسافر نے [illegible] بتایا تھا ماشالا سے کہا کہ وہ اس سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ماشالا نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ اپنے مشیر خاص یعنی میرے بغیر کوئی گفتگو نہیں کرے گا۔ ماشالا نے مجھے بلا بھیجا۔ اجنبی مسافر نے میرے بلائے جانے کی سخت مخالفت کی اور اس بات پر اصرار کرنے لگا کہ وہ صرف ماشالا سے ہی گفتگو کرے گا اور کسی دوسرے شخص کی موجودگی میں بات ہی نہیں کرے گا۔

ماشالا چونکہ [illegible] تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اجنبی مسافر کی باتیں [illegible] آخر وہ کہنا کیا چاہتا ہے لیکن اجنبی [illegible] کیے بغیر کوئی بات کرنے

یہ آمادہ ہی نہیں تھا۔ آخر ماشالا نے اس سے تھوڑی دیر کی مہلت مانگی۔

میں ماشالا کے گھر کے دوسرے کمرے میں موجود تھا۔ ماشالا نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ مکان کے ایک بالکل دوسرے حصے میں ایک ایسی جگہ نشست کا بندوبست کیا اور مجھے پہلے ہی ایک بھاری پردے کے پیچھے اس طرح چھپا دیا کہ میں کسی کو نظر نہ آ سکوں۔ اب میں اطمینان سے ماشالا اور واکری کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ بڑے اطمینان سے سن سکتا تھا اور اس بات کا بھی کوئی خدشہ نہیں تھا کہ میں کسی کو نظر آ جاتا۔

"میں بستی بستی، نگری نگری، جنگل جنگل، صحرا صحرا بھٹکنے والا ایک درویش ہوں۔" واکری نے گفتگو کے سلسلے کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "میرے اندر غیر معمولی روحانی قوتیں ہیں۔ یہ وہ قوتیں ہیں جن کی مدد سے میں لوگوں کو مستقبل میں پیش آنے والے خطرات سے آگاہ کر سکتا ہوں اور انہیں ان مصیبتوں سے نکلنے کا راستہ بھی بتا سکتا ہوں۔ دیوتاؤں کی مہربانی سے مجھے یہ قوت حاصل ہے کہ میں لوگوں کی مدد کر سکوں۔ تمہیں بھی میں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کرنے کی خاطر یہاں تک آیا ہوں۔ میں نے تمہاری اور تمہارے لوگوں کی خاطر بڑی لمبی مسافت طے کی ہے۔ میرے پاس وقت بھی زیادہ نہیں ہے۔ امید ہے کہ تم اپنی اور اپنی بستی کی بھلائی کی خاطر میری بات کو توجہ سے سنو گے اور اس پر عمل بھی کرو گے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو معزز واکری؟" ماشالا نے کہا۔ "جو کچھ کہنا چاہتے ہو بلا خوف کہو۔ میں تمہاری بات بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ سن رہا ہوں۔ اس وقت یہاں ہم دونوں تنہا موجود ہیں اور تیسرا اور کوئی شخص موجود نہیں ہے جو ہماری گفتگو سن سکے۔"

"بات یہ ہے سردار ماشالا!" واکری نے اپنی آواز میں سنجیدگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "کہ تمہاری بستی پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہو گی جو تمہاری ساری بستی کو ختم کر دے گی اور اسے تباہ کر دے گی۔ تم خود بھی اس تباہی کا نشانہ بن جاؤ گے۔ میں اس مصیبت کے بارے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی بتا سکتا ہوں۔"

میں ان لوگوں کی صرف آوازیں سن سکتا تھا۔ ان کے چہروں کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لہٰذا میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت ماشالا کے چہرے کا کیا رنگ تھا۔ تاہم میں نے محسوس کیا کہ اس نے بڑی مطمئن آواز میں کہا۔ "بتاؤ معزز درویش! مجھے اس بستی پر نازل ہونے والی مصیبت کے بارے میں بتاؤ اور اس سے بچنے کا راستہ بھی بتاؤ۔"

"سنو سردار ماشالا!" واکری نے کہنا شروع کیا۔ "جادو کا ایک عمل ہوتا ہے جس کے ذریعے ایک انسان طویل جوانی اور زبردست جسمانی قوت حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن یہ عمل کوئی آسان اور نیک عمل نہیں ہوتا۔ یہ ایک انتہائی مشکل اور گندہ عمل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بہت خونی بھی۔ اس عمل کا سلسلہ اس کی قوتوں میں برابر اضافہ کرتا رہتا ہے۔ جیسے جیسے وہ عمل کے مطلوبہ مراحل طے کرتا جاتا ہے، ویسے ویسے اس

عمل کے ان برسوں کے دوران اس کی قوتوں میں مرحلہ وار اضافہ ہوتا [illegible] جیسے جیسے وہ عمل کے مطلوبہ مراحل طے کرتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کی قوتوں میں اور توانائی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عمل کی تکمیل کے بعد وہ شخص طاقت اور قوت کا ایک ایسا پیکر بن جاتا ہے کہ اسے کوئی دوسرا انسان شکست نہیں دے سکتا۔ صرف کوئی [illegible] ہوشیار یا پہنچا ہوا درویش یا جادوگر ہی شکست دے سکتا ہے۔ ایسا کوئی جادوگر یا درویش موجود نہ ہو تو پھر یہ قوت یافتہ شخص [illegible] زبردست خطرہ بن جاتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اس کی مزاحمت کی قدرت کسی میں نہیں ہوتی۔"

واکری چند ثانیوں کے لیے سانس لینے کے لیے رکا اور [illegible] "اس عمل کی تکمیل کے لیے اس شخص کو ہفتہ میں ایک بار انسانی خون [illegible] ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقصد کی غرض سے اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی کو قتل کرے۔ چنانچہ وہ شخص بہ خواہ کچھ بھی ہو جائے [illegible] ایک انسان کو ہلاک ضرور کرتا ہے اور اس کا خون پیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص منتر کا جاپ بھی جاری رہتا ہے۔ لیکن صرف منتر کا جاپ کافی نہیں ہوتا۔ منتر کے جاپ کا اثر فقط اس صورت میں ہوتا ہے کہ شخص ساتھ ساتھ انسانی خون بھی پیے۔ یہ سلسلہ کئی برس کا [illegible] ایک برس کی تکمیل کے بعد سے اچھی خاصی قوت [illegible] ہو جاتی ہے اور وہ چاہے تو اپنے عمل میں کچھ دنوں کا وقفہ بھی [illegible] ہے اور مزید قوت حاصل کرنے کے لیے کچھ وقفے کے بعد پھر [illegible] آغاز کر سکتا ہے۔ عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تین سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے لیکن اگر ایک سال کے بعد وقفے آ جائیں تو پھر یہ [illegible] ہو جاتا ہے۔"

واکری چند ثانیوں کے لیے پھر رک گیا۔ ماشالا کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ کمرے میں گہرا سناٹا تھا۔

"ایسا ہی ایک جادوگر تمہاری بستی میں داخل ہو چکا ہے۔" چند ثانیوں کے وقفے کے بعد کہا۔ "وہ اپنے اس خونی عمل کی [illegible] کی مدت پوری کر چکا ہے اور اس وقت وہ وقفے کی حالت میں ہے۔ ایک سال کی یہ مدت یہاں سے سیکڑوں میل دور واقع کئی [illegible] پوری کی ہے۔ وہ کچھ عرصہ تک ایک بستی میں قیام کرتا تھا اور [illegible] انسان کو ہلاک کر کے اس کا خون پی جاتا تھا۔ جب زیادہ عرصہ گزر [illegible] اور بستی کے لوگ اس آفت سے پریشان ہو جاتے تھے تو وہ [illegible] کر کسی دوسری بستی میں منتقل ہو جاتا تھا اور وہاں یہ سلسلہ شروع [illegible] تھا۔ اس طرح اس نے ایک سال مکمل کر لیا اور ایک سال کی [illegible] دوران اس نے کافی طاقت حاصل کر لی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ [illegible] عمل کا صرف ایک ہی سال مکمل کیا ہے۔ اس لیے وہ ساری [illegible] حاصل نہیں کر سکا ہے۔ اس کے لیے اسے مزید دو سال [illegible] ہوں گے۔ ان دو برسوں کے عرصے میں وہ نہ جانے کتنے انسانوں [illegible]

[illegible] گا اور اپنے منتر کا جاپ جاری رکھے گا۔ وہ شخص تمہاری بستی میں [illegible] قوت کا ایک سا مظاہرہ کر بھی چکا ہے۔ اب اس نے اپنے طویل قیام کے [illegible] تمہاری بستی کو منتخب کیا ہے اور یہاں وہ عنقریب انسانوں کی ہلاکت [illegible] کا آغاز کرنے والا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب تمہاری بستی سے ہر [illegible] ایک آدمی غائب ہونا شروع ہو جائے گا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی [illegible] ہونے پائے گی کہ آخر یہ شخص کہاں گیا۔ تمہارے لوگ مرتے جائیں [illegible] اور وہ شخص اپنی قوت میں اضافہ کرتا جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس وقت [illegible] میری بات تسلیم نہ کرو اور اس شخص کو بستی میں قیام کرنے کی اجازت [illegible] جس طرح کہ اس وقت حاصل ہے تو پھر ایک وقت ایسا آئے [illegible] جب وہ تمہارے [illegible] اور تم اگر چاہو گے بھی [illegible] کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

واکری ذرا دم لینے کے لیے ایک بار پھر رکا۔ کمرے کی فضا پر ایک [illegible] پھر خاموشی کا غلبہ ہو گیا۔

"وہ شخص کون ہے اور اس کا کیا نام ہے؟" ماشالا کی آواز بلند [illegible] ہوئی۔

"پچھلے کچھ دنوں سے بلکہ ان دنوں سے جب کہ سردار [illegible] تمہاری بستی میں کتنے نئے لوگ داخل ہوئے ہیں؟" واکری نے پوچھا۔

"صرف ایک!" ماشالا کی آواز سے اطمینان جھلک رہا تھا۔

"وہ کون ہے؟" واکری نے پوچھا۔ "گو کہ میں اس کے بارے میں [illegible] کچھ جانتا ہوں۔ لیکن پھر بھی میں تمہاری زبان سے اس کے بارے میں سننا چاہتا ہوں۔"

"اس کا نام [illegible] ہے!" ماشالا نے جواب دیا۔ "وہ بظاہر ایک [illegible] شخصیت کا مالک ہے، ایک نیک دل، بہادر اور انسان دوست آدمی پایا [illegible] بستی کے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی [illegible] کرتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ [illegible] رہتا ہے۔ اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔"

"کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جس نے آپ کو انتہائی مضبوط [illegible] کی گرفت سے تن تنہا آزاد کرا لیا تھا اور اس کے بعد [illegible] پانچ خوف ناک شکاری کتوں کو بھی [illegible]" واکری نے کہا۔

"ہاں! یہ وہی شخص ہے۔" ماشالا نے جواب دیا۔

"[illegible] ماشالا!" واکری نے کہا۔ "تم ایک بہادر اور [illegible] شخص ہو۔ [illegible] کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس سے پہلے تم نے کسی [illegible] بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"نہیں!" ماشالا نے جواب دیا۔ "میں نے اپنی زندگی میں اس سے [illegible] بہادر آدمی نہیں دیکھا!"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ایک تن تنہا آدمی کے لیے یہ سب کچھ کرنا ممکن [illegible] جو اس نے کر دکھایا؟"

واکری کے اس سوال کے جواب میں چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد ماشالا کی آواز ایک بار پھر بلند ہوئی۔ "میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنا ناممکن بھی نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ [illegible] ہے اور اس کے بدن میں قوت کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں تم یوں کہہ سکتے ہو کہ وہ دوسرے انسانوں کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر بہادر اور [illegible] ہے۔"

"بہادر سے بہادر اور طاقتور سے طاقتور انسان بھی وہ سب نہیں کر سکتا جو اس شخص نے کیا ہے۔ ایسا کام صرف وہ شخص کر سکتا ہے جس کے پاس غیر انسانی طاقتیں موجود ہوں۔"

"اچھا تو اب تم اس سلسلے میں مجھے کیا مشورہ دینا چاہتے ہو؟" ماشالا نے پوچھا۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تم اس شخص کو بستی سے نکال دو تو ظاہر ہے کہ یہ مسئلے کا حل نہ ہو گا۔ ممکن ہے تمہارے حکم پر وہ شخص بستی چھوڑ کر چلا جائے لیکن ظاہر ہے کہ وہ کسی دوسری بستی میں قیام کرے گا اور وہاں بھی اس کی یہی سرگرمیاں ہوں گی۔ اس شخص کا واحد علاج یہ ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے تاکہ یہ قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اور وہ آئندہ دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے زندہ ہی نہ رہے۔"

"ہوں!" ماشالا نے ایک لمبا ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ "لیکن جیسا کہ تم نے خود بتایا کہ تم اس صورت سے بخوبی واقف ہو کہ وہ کوئی زیادہ [illegible] اور بہت سے لوگ مل کر بھی اسے ہلاک نہیں کر سکتے۔ شاید جو اپنی سرداری کے زمانے میں اس کا تجربہ کر کے دیکھ چکا ہے۔ پھر تمہارے خیال میں اسے ہلاک کرنے کے لیے کیا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟"

"اگر تم میری ہدایات پر عمل کرتے ہو اور اس بات کے لیے تیار ہو کہ اس شخص کو ہلاک کر دیا جائے تو پھر یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔" واکری کی آواز سنائی دی۔

"تم اس کی ہلاکت کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟" ماشالا نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ اس بات سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی ہلاکت کی ذمہ داری میری ہے۔ بس تم چند روز تک مجھے اس بستی میں قیام کرنے کی اجازت دے دو اور اس کے بعد سارے معاملے کو میں خود سنبھال لوں گا۔ میں کوئی نہ کوئی صورت نکال کر اس کو ضرور ہلاک کر دوں گا۔"

"میں تمہاری اس تجویز پر غور کروں گا۔" ماشالا نے جواب دیا۔

اس کے بعد وہ چند لمحوں کے لیے اٹھ کر باہر گیا اور ایک آدمی کو بلا لایا۔ اس نے اس آدمی کو ہدایات دیں کہ وہ واکری کو فلاں مکان میں لے جائے اور اس کے قیام و طعام کا بندوبست کرے۔ وہ شخص واکری کو اپنے ساتھ [illegible]

ان کے جانے کے بعد جب یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ دور نکل کر کچھ دور آگے جا چکے ہیں، ماشالا نے مجھے آواز دی۔ میں پردے کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔ ماشالا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

"تم نے اس شخص کی ساری باتیں یقیناً سن لی ہوں گی؟" ماشاللہ نے ہنستے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کی گفتگو کا ایک ایک لفظ میں سن چکا ہوں، لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اس شخص کے بارے میں میری رائے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ یہ ایک دھوکے باز اور فریبی آدمی ہے اور … شاجو جیسے آدمی نے … اور تمہارے خلاف ایک باقاعدہ سازش بنائی جا رہی ہے۔ اس سازش کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں کسی نہ کسی طرح ہلاک کر دیا جائے۔ شاجو اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جب تک تم زندہ ہو اور اس بستی میں موجود ہو، اس وقت تک اس کی دال گلنی مشکل ہے۔ اسی لیے وہ چاہتا ہے کہ ہماری بستی پر دوسری بستی والوں کے حملے سے پہلے ہی تمہیں ٹھکانے لگا دے تاکہ اس کے بعد اس کو سخت مقابلہ نہ کرنا پڑے۔ شاجو نے ہی یہاں کے سارے حالات اس شخص کو بتائے ہیں اور وہ ایک جادوگر کا روپ دھار کر یہاں آیا ہے۔ میں اس کی ساری چالوں کو خوب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔"

"گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اس شخص کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ تمام باتیں پرلے درجے کا جھوٹ اور شاجو کا ایک کارندہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل یہی بات ہے۔" ماشاللہ نے جواب دیا۔ "مجھے تو بڑی حیرت ہوئی … اس نے تمہارے خلاف جتنی بھی باتیں کی ہیں، میری نظر میں ان کی اہمیت جھوٹ کے پلندے سے زیادہ نہیں ہے۔ اب میں تم سے جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"ماشاللہ، تم نے مجھ پر اعتماد کر کے مجھے ممنون کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس میں ممنونیت کی کوئی بات نہیں صاحب فروس۔" ماشاللہ نے کہا۔ "مجھے اس بات کا سو فیصدی یقین ہے کہ تم ایک ہمدرد، شریف النفس انسان ہو۔ میں وہ وقت کبھی نہیں بھول سکتا جب میری بیٹی کی عزت بچانے کے لیے تم شاجو کے آدمیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ وہ صرف ایک میری ہی بیٹی نہیں، بلکہ ساری بستی کی بیٹیوں کے لیے تم نے جو کچھ کیا، وہ قابل تعریف ہے۔ تمہاری غیر معمولی … دراصل ہم سب کے لیے حیرت انگیز تھی۔ لیکن جب تم نے بعد میں مجھے اس کا اصل سبب بتلایا تو میرا دل اب تمہاری جانب سے بالکل مطمئن ہے۔ اب میں وہی کروں گا جو تم کہو گے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر غور سے سنو۔" میں نے ماشاللہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ایک درویش نے مجھے بعض … عطا کی ہیں جن کی بدولت میں ایسے بہت سے کام کر سکتا ہوں جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں اس آدمی سے بالکل خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں جس طرح سے کہتا ہوں، اسی طرح سے کرو۔ وہ شخص تم سے جو کچھ کہہ رہا ہے، اس کی ساری باتیں مان لو۔ وہ تم سے بستی میں کچھ دن رہنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ تم اسے اجازت دے دو بلکہ یہ کرو کہ اسے رہنے کے لیے میرے ہی گھر میں جگہ فراہم کر دو۔ میرا گھر … میں اور آرینہ اس کے لیے ایک چھوٹا کمرہ خالی کر سکتے ہیں۔ … تم اس بات کا یقین نہ کر سکو گے کہ وہ واقعی مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ میرے گھر میں رہنے لگے گا اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں تمہیں اس بات کا پورا یقین دلاتا ہوں کہ وہ مجھے … نہیں کر سکے گا۔ وہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"نہیں فروس۔" ماشاللہ نے فکرمندانہ انداز میں کسمساتے ہوئے … "میں اتنا بڑا خطرہ کس طرح مول لے سکتا ہوں؟ بھلا یہ کیونکر ممکن … ایک ایسے شخص کو تمہارے مکان میں رہنے کے لیے جگہ فراہم کر دوں جس کا اصل مقصد ہی تمہیں ہلاک کرنا ہے؟ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"ایسا بالکل ہو سکتا ہے اور ایسا ہی ہو گا۔" میں نے مطمئن … کہا۔ "تمہیں اس سلسلے میں قطعاً پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ … کو میرے ساتھ میرے گھر میں رہنے دو۔ پھر میں اس کی ساری … نکال دوں گا۔"

"اچھی طرح سوچ لو فروس۔" ماشاللہ نے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ … ہو کر کوئی نقصان … میں ہرگز … نہیں کر سکوں گا کہ تم شاجو کی کسی گندی سازش کا نشانہ بنو۔ مجھے تو … بہت عزیز ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ بلکہ ہماری ساری بستی والوں کو تمہاری ضرورت ہے۔ ہم تم سے محروم نہیں ہونا چاہتے۔"

"اطمینان رکھو، تم مجھ سے محروم نہیں ہو گے اور میں شاجو کی … سازش کا نشانہ نہیں بنوں گا۔ بلکہ اصل لطف تو اس وقت آئے گا جب اس شخص کے تمام بیہودہ اور نامعقول حربے میرے اوپر بے اثر ہو جائیں گے۔ اس کی اور شاجو کی جھنجھلاہٹ قابل دید ہو گی۔"

"اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو ایسا ہی ہو گا۔" ماشاللہ نے جواب … "لیکن میں تم سے ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ تم اتنا بڑا … کرنے سے پہلے اس کے بارے میں ایک بار پھر اچھی طرح سوچ لو۔"

"میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے … "میں خوب سوچ سمجھ کر ہی یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم اسے میرے گھر میں … کی اجازت دو۔ اس کے بعد سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے۔" ماشاللہ نے کہا۔ "میں کل سے اس کو … تمہارے گھر میں منتقل کر دوں گا۔"

"لیکن اس سے ایک بات طے کر لینا۔" میں نے کہا۔ "اور اس سے صاف صاف کہہ دینا کہ تم زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے … رہ سکتے ہو۔ اس ہفتے کے اندر اندر وہ مجھے ہلاک کر دے … مدت کے دوران مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہا تو پھر اسے بستی سے نکل جانا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ میں اس مصیبت کو … زیادہ دیر اپنے گھر میں موجود رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"… تمہیں یقین ہے کہ یہ پورا ہفتہ تمہارے لیے خیریت سے گزر جائے گا؟" ماشاللہ نے پوچھا۔

"اس بات کا تو پورا یقین ہے کہ میرے لیے یہ پورا ہفتہ خیریت سے گزر جائے گا، لیکن یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ اس کے لیے یہ ہفتہ خیریت سے گزرے گا یا نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" ماشاللہ نے جواب دیا۔ "تم اپنے گھر کا ایک کمرہ اس کے لیے خالی کر دو۔ میں کل صبح ہی اسے وہاں بھجوا دوں گا۔"

اسی دن شام کو ماشاللہ نے مجھے بتایا کہ اس نے واکری سے بات … اور واکری اس بات پر بہت خوش ہے کہ اس نے اسے میرے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ واکری نے ایک ہفتہ والی شرط بڑی خوش دلی سے منظور کر لی ہے اور اس بات کا پکا دعویٰ اور وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے ہلاک کر دے گا۔

ماشاللہ سے گفتگو کرتے وقت ایک اہم نکتہ میرے ذہن سے نکل گیا … اور وہ یہ تھا کہ ظاہر ہے کہ واکری مجھے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا … لیکن آرینہ بہرحال ایک عام انسان تھی۔ ناکام ہونے کی صورت میں … جھنجھلاہٹ کے عالم میں وہ آرینہ کو کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا … اس لیے مجھے کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کرنی تھیں۔

گھر آ کر میں نے آرینہ کو تمام باتیں بالتفصیل بتا دیں اور اسے اطمینان دلایا کہ گھبرانے یا پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے … تھوڑی سی احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ واکری کی دی ہوئی کوئی چیز نہ تو کھائے نہ پیے۔ کھانا وقت کے وقت … طرح تیار کرے کہ واکری کو اتنا موقع نہ مل سکے کہ وہ باورچی خانے میں … کھانے میں کوئی چیز ملا سکے۔ نیز یہ کہ جتنی دیر تک واکری گھر کے اندر موجود رہے وہ حتی المقدور اس سے دور رہنے کی کوشش کرے۔ آرینہ میری ان ساری باتوں کو غور اور توجہ کے ساتھ سنا اور ان پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ لیکن اس نے اس بات کو قطعی پسند نہیں کیا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو اپنے گھر میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا ہے جو … اور جس کا مقصد میری جان لینا ہے۔ لیکن میرے سمجھانے بجھانے سے وہ ساری بات سمجھ گئی اور اس نے محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔ میں نے اسے یہ بھی سمجھا دیا کہ اس کے طرز عمل سے کبھی ہرگز بھی اس بات کا اظہار نہیں ہونا چاہیے کہ ہم لوگ واکری کے اس منصوبے سے واقف ہیں۔ ہمیں اسے صرف یہی تاثر دینا ہے کہ وہ بستی کے سردار کا مہمان ہے اور … کے حکم پر ہم نے … گھر میں ٹھہرایا ہے۔

دوسرے دن ماشاللہ نے مجھے اپنے گھر بلایا۔ اس کے کمرے میں … کے ساتھ واکری پہلے سے موجود تھا۔

"آؤ فروس۔" ماشاللہ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔" میں سردار کے حکم کی تعمیل میں بیٹھ گیا۔

"اس معزز شخص کا نام واکری ہے اور یہ میرا مہمان ہے۔" ماشاللہ نے واکری کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے اس بستی میں بطور مہمان کی حیثیت سے ایک ہفتہ قیام کرنا ہے۔ میں یہ اعزاز تمہیں بخشنا چاہتا ہوں کہ سردار کا معزز مہمان تمہارے گھر کے ایک کمرے میں قیام کرے اور تم اور تمہاری بیوی اس کی میزبانی کے فرائض انجام دیں۔ تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"معزز سردار ماشاللہ! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے جواب دیا۔ "بھلا مجھے اعتراض کی کیا بات ہو سکتی ہے؟ میرے لیے تو واقعی یہ اعزاز ہے کہ سردار نے ایک معزز مہمان کو میرے مکان میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا ہے۔"

واکری کے ہونٹوں پر ایک منافقانہ اور مکارانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی جسے میں خوب محسوس کر رہا تھا اور … محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اور ماشاللہ نے ایک دوسرے کو کن انکھیوں سے دیکھا۔

"میں اپنے گھر میں معزز مہمان کا خیر مقدم کروں گا۔" میں نے … واکری کی طرف … دیکھتے ہوئے کہا۔ "معزز واکری جب بھی چاہیں میرے گھر تشریف لا سکتے ہیں۔"

"اچھا تو میں تھوڑی دیر بعد واکری کو تمہارے گھر بھیج دوں گا۔" ماشاللہ نے کہا۔ "تم اب جاؤ اور اپنے گھر میں واکری کے قیام کا بندوبست کرو۔ اپنی بیوی آرینہ سے کہہ دینا کہ معزز مہمان کے آرام کا خاص طور پر خیال رکھے۔"

"آپ بے فکر رہیں سردار ماشاللہ!" میں نے جواب دیا۔ "معزز مہمان کو میرے گھر میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ میں اور میری بیوی ان کے آرام کا پورا پورا خیال رکھیں گے۔"

اتنا کہہ کر میں واپس گھر آ گیا۔ اب آج کا سارا دن مجھے واکری کے ساتھ ہی گزارنا تھا اور کام کرنے بھی نہیں جانا تھا۔ اس بارے میں ماشاللہ سے پہلے ہی بات ہو چکی تھی۔

گھر آ کر میں نے آرینہ کو بتا دیا کہ تھوڑی دیر میں واکری آنے والا ہے۔ آرینہ مہمان کے لیے کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔

کوئی ایک گھنٹے کے بعد واکری … کی حیثیت میں میرے گھر آ گیا۔ میں نے بڑی خوش دلی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا اور آرینہ کو بلا کر ان دونوں کا آپس میں تعارف کرایا۔ واکری آرینہ کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ بڑی دیر تک آرینہ سے گفتگو کرتا رہا۔ آرینہ نے بھی اپنے طرز عمل سے اس پر یہ بات قطعی ظاہر نہیں ہونے دی کہ ہم اس کے گندے عزائم کا کوئی علم رکھتے ہیں۔

ہم تینوں نے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ اس کے بعد پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ واکری اپنے بارے میں ہم لوگوں کو یہ بتاتا رہا کہ … وہ ایک … نئی نئی جگہیں اور نئے نئے شہر اور بستیاں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ اس نے ہماری بستی کا نام بھی سن رکھا تھا اور بہت دنوں سے اس طرف آنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ … ساکی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بستیوں میں رہا چکا ہے اور وہاں قیام کر چکا ہے۔ میں اور آرینہ بہت غور اور دلچسپی کے ساتھ اس کی باتوں کو سنتے رہے۔ ڈاکری نے دوران گفتگو کہیں بھی اپنے خداوند یا جادوگر ہونے کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا۔

دن گزر گیا اور رات آ گئی۔ میں نے پہلے ڈاکری کا بستر اپنے ہی کمرے میں لگایا تھا۔ آرینہ دوسرے کمرے میں سو رہی تھی۔ میں نے سارا دن ڈاکری کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی تھی اور خاص طور پر کھانا کھانے کے وقت اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ڈاکری چپکے سے کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس کے نتیجے میں بے چاری آرینہ کو کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے لیکن اب مجھے اس بات کی طرف سے کافی اطمینان محسوس ہو رہا تھا کہ ڈاکری آرینہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ میری تجربہ کار اور دوربین نگاہوں نے صاف طور پر دیکھ لیا تھا کہ ڈاکری آرینہ کو گہری پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ ممکن ہے شاہو کے ساتھ اس کی یہی بات طے ہوئی ہو کہ وہ مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے بعد بستی پر دوسرے لوگوں کی مدد سے شاہو کی سرداری دوبارہ قائم ہو جانے کے بعد وہ آرینہ کو ڈاکری کے حوالے کر دے گا۔ بہرحال مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا لیکن میں ڈاکری کی آنکھوں میں لکھی ہوئی تحریر کو صاف طور پر پڑھ رہا تھا۔ اب آرینہ کی جانب سے میری تشویش کافی کم ہو گئی تھی۔

مجھے یقین تھا کہ ڈاکری کے پاس چونکہ وقت کم ہے اور اسے اشالا کی جانب سے مجھے ہلاک کرنے کے لیے صرف ایک ہفتے کی مہلت دی گئی ہے اس لیے وہ وقت بالکل ضائع نہیں کرے گا اور ممکن ہے آج رات ہی وہ کوئی کارروائی کرے۔ اور میرا خیال غلط ثابت نہیں ہوا۔

رات زیادہ ہو جانے کے بعد ہم دونوں لیٹ گئے۔ ڈاکری تھوڑی ہی دیر بعد زور زور سے خراٹے لینے لگا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ فی الحقیقت جاگ رہا ہے اور محض یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ سو چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے بھی اسی کی طرح خراٹے لینے شروع کر دیے تاکہ وہ یہ سمجھے کہ میں سو چکا ہوں۔ کافی دیر گزر گئی اور رات کے بعد اچانک میں نے محسوس کیا کہ ڈاکری کے خراٹے بند ہو گئے ہیں۔ میں حسب معمول خراٹے لیتا رہا۔ ڈاکری کی طرف سے اب بالکل خاموشی تھی۔

اس کے ذرا دیر بعد میں نے محسوس کیا ذرا سی جنبش کے ساتھ ڈاکری اپنے پلنگ پر سے آہستہ آہستہ اترا ہے۔ کمرے میں مدھم روشنی کی ایک شمع جل رہی تھی۔ میں نے چپکے سے ذرا سی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ڈاکری آہستہ آہستہ اپنے بستر سے نیچے اتر رہا تھا۔ میں نیم وا آنکھوں سے اس کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کرتا رہا۔

پلنگ سے نیچے اترنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ اپنے سامان کی گٹھڑی کے پاس آیا۔ اس کے پاس سامان کی ایک چھوٹی سی گٹھڑی تھی جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس دوران میرے مصنوعی خراٹے برابر جاری تھے۔

ڈاکری نے اپنے سامان کی گٹھڑی کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔ پھر اس نے اس ڈبے کو کھولا۔ ڈبے میں سے اس نے ایک ننھی سی سوئی جیسی چیز نکالی اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اسی ڈبے میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ شیشی اس نے زمین پر رکھ دی اور اس کا ڈھکن کھول دیا۔ پھر اس نے گٹھڑی میں سے ایک کپڑا نکالا اور سوئی کے پچھلے حصے پر کپڑا لپیٹ کر اس سوئی کو اس طرح ہاتھ میں پکڑ لیا کہ اس کی گرفت کپڑے پر قائم رہے۔ گویا سوئی کا کوئی حصہ اس کے ہاتھ سے مس نہیں ہو رہا تھا جس پر کپڑا لپٹا ہوا نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے سوئی کے اس کھلے ہوئے حصے کو اس شیشی میں ڈبو دیا اور دیر تک ڈبوئے رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے سوئی کو باہر نکال لیا اور اسی طرح دبے قدموں چلتا ہوا میرے بستر کی طرف بڑھا۔ میں نے فوراً آنکھیں پوری طرح پر بند کر لیں۔

چند لمحوں کے بعد میں نے اپنی گردن پر اس کے ہاتھ کا ملائم سا لمس محسوس کیا اور اس نے میرے نرخرے کو آہستگی سے ٹٹولا۔ پھر فوراً ہی بعد میں نے اپنے نرخرے پر سوئی کا چبھتا ہوا لمس محسوس کیا۔ میں نے جان بوجھ کر اپنے جسم کو اس طرح حرکت دی گویا مجھے سوتے ہوئے کسی تکلیف کا احساس ہوا ہے۔ بہت تیز سوئی کی چبھن کا یہ لمس چند لمحے سے زیادہ کا نہیں تھا۔ اس کے فوراً بعد اس نے مع سوئی کے اپنا ہاتھ [illegible] میں نے کن انکھیوں سے دیکھا وہ واپس اپنی گٹھڑی کی طرف جا رہا تھا۔

ڈاکری اپنی گٹھڑی کے پاس پہنچ کر دوبارہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے وہ سوئی بڑی احتیاط کے ساتھ دوبارہ اس ڈبے میں رکھ دی۔ شیشی کا ڈھکن بند کیا اور شیشی کو بھی ڈبے میں رکھ دیا۔ پھر اس نے ڈبہ گٹھڑی میں رکھا اور گٹھڑی کو پہلے کی طرح باندھ دیا۔ اس کے بعد دبے قدموں سے چلتا ہوا ایک بار پھر میری طرف بڑھا۔ میں نے بھی جلدی سے اپنی آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ ڈاکری کچھ دیر تک میرے بستر کے قریب کھڑا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے میرا ہاتھ ٹٹولنے کی کوشش کی لیکن میں نے دونوں ہاتھ سینے کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ میرا ہاتھ نہیں چھو سکا۔ وہ یقیناً میری نبض دیکھنا چاہتا ہو گا لیکن اسے اس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ ذرا دیر بعد میں نے دوبارہ نیم وا آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس وقت تک وہ میرے پاس سے جا چکا تھا اور اپنے بستر پر کسمساہٹ کے ساتھ لیٹ رہا تھا۔

ڈاکری کا پورا کھیل اب میری سمجھ میں آ چکا تھا۔ اس نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے ایک محفوظ، تیز اور با اعتماد طریقہ منتخب کیا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے اثر کرنے والا زہر لے کر آیا تھا۔ اس نے ایک سوئی زہر میں ڈبو کر وہ سوئی میرے جسم میں چبھو دی اور اس طرح زہر کو میرے جسم کے اندر داخل کر دیا۔ یقیناً یہ اتنا زیادہ سریع الاثر زہر تھا کہ اس کی انتہائی خفیف سی مقدار بھی انسان کو ہلاک کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس نے جس زہر میں ڈوبی ہوئی سوئی میری گردن میں چبھوئی

تھی اس کے بعد یقینی تھا کہ میں مر چکا ہوں گا۔ وہ دل ہی دل میں بہت خوش اور مطمئن ہو رہا ہو گا کہ پہلی ہی رات اسے کامیابی حاصل ہو گئی اور اسے زیادہ انتظار کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑی۔ ادھر میں تھا کہ دل ہی دل میں اس کی حماقت پر ہنس رہا تھا۔

ذرا دیر بعد مجھے ڈاکری کی سانسوں کی بھاری آواز سنائی دینے لگی جو اس کے مصنوعی خراٹوں کی آواز سے بالکل مختلف تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اب وہ واقعی سو چکا ہے۔ اس کے دل کو پورا اطمینان ہو چکا ہے کہ وہ مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور سوئی میں لگا ہوا خوفناک زہر میرے جسم کے اندر سرایت کر چکا ہے۔

وہ ساری رات میں نے اطمینان سے جاگ کر گزاری۔ ظاہر ہے کہ میرے سونے یا جاگنے سے کیا فرق پڑتا تھا۔ ڈاکری البتہ تمام رات خوب مزے سے سوتا رہا۔

اور صبح کا ایک دلچسپ، بہت عجیب اور نہایت مایوس کن منظر اس کی منتظر تھی۔

علی الصباح ڈاکری اٹھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بستر پر بیٹھا آنکھیں ملتا رہا اور جب نیند کا خمار کچھ کم ہوا تو اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے جیسا کہ آنکھیں بند کر رکھی تھیں اس طرح ظاہر کیا گویا میں گہری نیند میں ہوں۔

پھر میں نے اس کے بستر سے نیچے اترنے کی آہٹ سنی اور چند لمحوں بعد اپنے شانے پر اس کے ہاتھ کا لمس محسوس کیا۔ میں بدستور ساکت و خاموش پڑا رہا۔ ڈاکری تھوڑی دیر تک میرے ماتھے پر ہاتھ رکھے رہا۔ میں اس کی اس حرکت کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب وہ مجھے ہاتھ لگائے گا تو میرا جسم زندگی کی حرارت اور گرمی سے خالی محسوس ہو گا اور وہ خوشی خوشی اشالا کو جا کر اس بات کی اطلاع دے گا کہ کام پورا ہو چکا ہے۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس سریع الاثر زہر نے میری گردن کے راستے پہنچ کر مجھے ختم کر دیا ہو گا اور اب بستر پر محض میری اکڑی ہوئی لاش پڑی ہو گی۔ لیکن اس وقت وہ جس کیفیت سے دوچار تھا [illegible] میں دل ہی دل میں اس کی ناکامی پر ہنس رہا تھا۔

چند لمحوں تک میرے ماتھے پر ہاتھ رکھے رہنے کے بعد اس نے ہاتھ ہٹا لیا اور بڑی آہستگی کے ساتھ دوبارہ میرے سینے پر رکھ دیا۔ میرا دل حسب معمول ایک زندہ انسان کے دل کی طرح دھڑک رہا تھا۔ چند لمحوں تک ڈاکری وہاں ہاتھ رکھے رہا پھر اس نے وہاں سے ہاتھ ہٹا لیا اور آہستہ سے میری نبض ٹٹولنے لگا۔ اس کے بعد اس نے ہاتھ کھینچ لیا اور میں نے اس کے واپس جانے کی آہٹ سنی۔ وہ دوبارہ بستر پر جا بیٹھا۔

ذرا دیر بعد میں نے آنکھیں کھول دیں اور ایک انگڑائی لے کر اٹھا اور مسکرا کر ڈاکری کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں عجیب سا تاثر تھا جس میں حیرت بھی شامل تھی، غصہ بھی، نفرت بھی اور ناکامی کا اندوہ بھی۔

"رات کیسی گزری میرے معزز ڈاکری؟" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بہت اچھی فرزیں!" ڈاکری نے خشک ہوتی آواز میں جواب دیا۔ "مجھے خوب گہری نیند آئی اور میں رات بھر اطمینان سے سوتا رہا۔"

"مجھے یہ بات سن کر خوشی ہوئی کہ معزز مہمان کو میرے گھر میں آرام حاصل ہوا۔" میں نے کہا۔

"تمہاری بستی کا موسم بہت اچھا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت خوشگوار ہے۔" ڈاکری نے کہا۔ "کل کی رات بھی بہت خوشگوار تھی اور مجھے بڑے سکون و اطمینان کی نیند آئی۔ تمہاری رات کیسی گزری؟" اس نے دزدیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھی گزری۔" میں نے جواب دیا۔ "میں تو لیٹا پڑ کر سو گیا پھر مجھے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا۔ ساری رات بالکل بے خبری کے عالم میں سوتا رہا۔"

میں نے دیکھا کہ ڈاکری کے چہرے پر اطمینان کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے اس امر کا یقین حاصل کر لیا کہ مجھے اس کی رات والی حرکت کا کوئی علم نہیں ہے۔

اس کے بعد ڈاکری نے ہاتھ منہ دھویا۔ اس اثنا میں آرینہ ناشتہ تیار کر چکی تھی۔ ہم تینوں نے مل کر ناشتہ کیا۔ آج مجھے اپنے کام پر جانا تھا اس لیے میں نے ڈاکری سے کہہ دیا کہ آج میں سارا دن اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور دوپہر کے کھانے کے وقت واپس آؤں گا اور کھانا کھانے کے بعد دوبارہ کام پر واپس چلا جاؤں گا۔ پھر اس کے بعد شام کو ہی اس سے ملاقات ہو گی۔

"میں بھی تمہارے ساتھ ہی باہر نکلوں گا۔" ڈاکری نے کہا۔ "اب میں تنہا تمہارے گھر میں رہ کر کیا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ تمہاری بیوی گھر کے کام کاج میں مصروف ہو جائے گی۔ میں ذرا اشالا سے اور بستی کے دیگر لوگوں سے ملاقاتیں کروں گا اور دوپہر کو کھانے کے وقت یہاں واپس آ جاؤں گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں اور ڈاکری ساتھ ساتھ باہر نکل گئے۔ مجھے آج اپنے کھیت کی طرف جانا تھا اور وہاں کی صورت حال [illegible] لینا تھا۔ گھر سے باہر نکلنے کے بعد تھوڑی دور جا کر میرے اور ڈاکری کے راستے الگ الگ ہو گئے۔

دوپہر کے کھانے پر جب میں گھر واپس آیا تو اس کی تھوڑی ہی دیر بعد ڈاکری بھی واپس آ گیا۔ آرینہ نے مجھے بتایا کہ میرے جانے کے بعد کوئی دوبارہ وہاں نہیں آیا تھا۔ ہم تینوں نے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران میں نے ڈاکری کی حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھی کیونکہ مجھے آرینہ کی فکر لاحق تھی گو کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ڈاکری آرینہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس کا اصل ہدف تو میں ہوں۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ پھر ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد میں گھر جانے سے پہلے ذرا دیر کے لیے ماشالا کی طرف گیا۔ کیونکہ مجھے اس کو بتانا تھا کہ میں اس سے ملنے کے بعد اپنے گھر جاؤں گا۔

ماشالا میرا منتظر بیٹھا تھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ واکری نے آج دن کا بیشتر وقت تمہارے ساتھ گزارا ہے؟" ماشالا نے مجھ سے کہا۔

"اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "مجھے یقین تھا وہ گزشتہ رات کے واقعے کا اعتراف کرنے کے لیے ضرور میرے پاس آئے گا۔ بظاہر یہ لیکن وہ سب کچھ بتا گیا ہے؟"

"گزشتہ رات کا واقعہ؟" ماشالا نے چونک کر پوچھا۔ "کیسا واقعہ؟ کیا گزشتہ رات کوئی اور واقعہ پیش آیا تھا؟"

"اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"اچھا؟" ماشالا نے حیرت سے کہا۔ "لیکن اس وقت تمہارا یہاں زندہ موجود ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس خبیث کو اپنی کوشش میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مجھے تفصیل کے ساتھ بتاؤ کہ اس نے کیا کیا تھا؟"

میں نے ماشالا کو گزشتہ رات پیش آنے والے واقعے کی تفصیل بتا دی۔ ماشالا کے چہرے پر شفقت کے ساتھ حیرت کے آثار بھی تھے۔

"اس کے دیے ہوئے زہر کا تمہارے اوپر کوئی اثر نہیں ہوا؟" ماشالا نے حیرت سے مجھ سے پوچھا۔

"ظاہر ہے اگر اثر ہوتا تو میں تمہارے سامنے زندہ سلامت موجود نہ ہوتا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو کیا تمہارے اوپر زہر بھی اثر نہیں کرتا؟" ماشالا نے حیرت سے کہا۔

"میں یہ بات تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں ماشالا کہ میرے اوپر ایک درویش کا سایہ ہے۔ واکری جیسے احمق اور شاطر جیسے ساحر مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک اس درویش کا سایہ میرے اوپر موجود ہے مجھے اس قسم کے لوگوں سے ہراساں یا خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"تم واقعی ایک حیرت انگیز انسان ہو۔" ماشالا نے کہا۔ "ہماری بستی کے لیے تمہارا وجود ایک نعمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں دل سے یہ چاہوں گا کہ تم ہماری بستی میں ہمیشہ قیام کرو۔ اگر کبھی تم نے یہاں سے جانے کی کوشش کی تو میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا اور سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کروں گا۔"

"فی الحال تو میرا یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "بعد کی بات بعد میں دیکھی جائے گی۔ ابھی تو دیکھنا ہے کہ ... اب بتاؤ کیا کہنا ہے؟"

"مجھے یقین ہے کہ وہ میرے پاس بھی آنے والا ہے۔" ماشالا نے کہا۔ "اور ممکن ہے کہ ابھی تک واکری کے بارے میں بھی مجھے بتانے آئے۔ اس نے نہایت سرخ داشمہ زہر کے ذریعے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کوشش ناکام ہوگئی اور اس طرح وہ اپنی اس بات کو مزید تقویت پہنچانے کی کوشش کرے گا کہ تم ایک خطرناک جادوگر ہو اور کالی قوتیں حاصل کر چکے ہو۔ وہ جو کچھ کہے گا میں اس کی ہاں میں ہاں ملاؤں گا۔ لیکن کسی بھی وقت میں ایک ہفتے سے زیادہ بستی میں قیام کی اجازت نہیں دوں گا۔ اور تم کو ... کے پاس اب صرف چھ دن باقی رہ گئے ہیں۔"

"مجھے اس بات سے بالکل اتفاق ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم ان دونوں کو یہ تماشہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ واکری میرے گھر پہنچنے کے بہت دیر بعد واپس آیا۔

"میں تمہاری بستی کے سردار ماشالا کے پاس گیا تھا۔" اس نے آتے ہی کہا۔ "اس کے ساتھ باتوں میں دیر ہوگئی۔ تم دونوں یقیناً میرا انتظار کر رہے ہو گے۔"

"ہاں معزز واکری۔" میں نے جواب دیا۔ "ہم دونوں بہت دیر سے کھانے پر تمہارے منتظر ہیں۔"

"میں تم دونوں سے اس زحمت کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔" واکری نے شائستگی سے کہا۔ اس کے بعد ہم تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ میں نے حسب معمول واکری کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی لیکن کوئی خاص بات پیش نہیں آئی۔

اس کے بعد ہم لوگ سونے کے لیے لیٹ گئے۔ گزشتہ رات کی طرح اس رات بھی میں جاگتا رہا۔ لیکن اس طرح خراٹے لیتا رہا گویا سو چکا ہوں۔

کافی رات گزر جانے کے بعد واکری کے بستر میں حرکت ... بستر سے اس کے اٹھنے کی آہٹ پیدا ہوئی اور میں نے نیم وا آنکھوں سے دیکھا۔ وہ بستر سے اٹھ کر اپنی اس گٹھڑی کے پاس پہنچا ... کو کھولا اور اس میں سے وہی کل والی ڈبیا نکال کر اس میں سے ... باہر نکال لی۔ پھر اس نے کپڑے کا ایک ٹکڑا لیا اور اس کی بتی سی بنا کر ... ڈبیا کے اندر ڈبو دی۔ دیر تک اس نے اسی طرح ڈبائے رکھا۔ پھر باہر نکال لیا۔ دبے قدموں میرے بستر کی جانب بڑھا۔ میں نے آنکھیں بند ... زور زور سے خراٹے لینے لگا۔

پھر میں نے بھیگے ہوئے کپڑے کے لمس کو اپنے ہونٹوں پر محسوس کیا۔ واکری آہستہ آہستہ اس بتی کو میرے ہونٹوں پر ... میں نے جان بوجھ کر تھوڑا سا منہ کھول دیا ... میرے منہ میں داخل کر دی اور اسے ادھر ادھر گھمانے لگا ...

وہ بتی کو میرے منہ کے اندر گردش دیتا رہا۔ ایک لمحے بعد کڑوا کسیلا ذائقہ میرے منہ میں اترتا ہوا محسوس ہوا۔ کچھ دیر بعد واکری نے بتی کو میرے منہ سے نکال لیا۔

گویا آج اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ اور شاید دونوں گزشتہ رات کے واقعے پر گفتگو کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ شاید سوئی کے ذریعے زہر میرے جسم میں ٹھیک طرح سے سرایت نہیں کر سکا۔ اسی لیے انہوں نے طے کیا ہوگا کہ اب براہ راست میرے ہونٹوں پر زہر مل دیا جائے تاکہ وہ زبان کے راستے میرے جسم کے اندر اتر جائے۔ دراصل اسی لیے واکری نے میرے ہونٹوں پر زہر میں بھیگی ہوئی کپڑے کی بتی کی اچھی طرح مالش کی تھی اور پھر اس نے اس بات کو اپنی خوش قسمتی ہی محسوس کیا ہوگا کہ میں نے عین وقت پر اپنا منہ بھی کھول دیا تھا اور اسے اس بات کا موقع مل گیا تھا کہ وہ زہر میں ڈوبی ہوئی بتی کو براہ راست میرے منہ کے اندر داخل کر سکے۔

اپنی اس کارروائی سے مطمئن ہو جانے کے بعد واکری پھر لیٹ گیا اور تھوڑی دیر میں اس کی سانسیں بھاری ہو گئیں۔ واکری کے سو جانے کے بعد میں نے بھی اب جاگنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور جلد ہی میں بھی سو گیا۔ لیکن صبح کو واکری کے بیدار ہونے سے پہلے ہی بیدار ہو گیا۔ مگر میں نے آنکھیں نہیں کھولیں اور خاموشی کے ساتھ لیٹا رہا۔

کچھ دیر بعد واکری اٹھ بیٹھا۔ میں نے اس کے بستر پر آہٹ سنی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب گزشتہ روز کی طرح پھر میرا طبی معائنہ ہوگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ واکری نے وہ سارے عمل کیے جو وہ کل کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کے زور سے سانس لینے اور دھم سے اپنے بستر پر بیٹھ جانے کی آواز سنی۔ اس بار تو اسے اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو گا کیونکہ وہ زہر کو میرے منہ کے اندر داخل کر چکا تھا لیکن ... کے حواس معطل کر دیے ہوں گے۔

آخر تھوڑی دیر بعد میں بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے واکری کو اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

"تم مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو جاتے ہو معزز واکری۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔" واکری نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ آج اس کے چہرے پر کوئی منافقانہ مسکراہٹ بھی موجود نہیں تھی۔ "میں جلدی سو جانے اور جلدی بیدار ہو جانے کا عادی ہوں۔" میں اس کی آنکھوں میں اپنے لیے غضب ناک نفرت کو صاف طور پر محسوس کر سکتا تھا۔

"آج کی صبح تو کل سے بھی زیادہ خوشگوار محسوس ہو رہی ہے۔" میں نے واکری کو جلانے کے لیے مسکراتے ہوئے کہا۔ "موسم کتنا معتدل ہے۔ فضا کی تازگی اور فرحت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہوا کے جھونکوں میں کتنی نرمی ہے۔"

"ہاں یہ موسم واقعی خوشگوار ہے۔" واکری نے سخت بیزار لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آواز اس کی دلی کیفیت کی آئینہ دار تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے مجھے پکڑ کر میرا گلا گھونٹ دے۔ میں دل ہی دل میں اس کی اس کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

میں نے دیکھا کہ واکری مجھے کن انکھیوں سے بار بار دیکھ رہا ہے اور میرے جسم کا جائزہ لے رہا ہے۔ شاید وہ میرے جسم پر زہر کے اثرات تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ لیکن میرا جسم تو ... کی طرح ترو تازہ تھا۔ اس پر زہر وغیرہ کے دور دور تک کوئی آثار نہیں تھے۔ واکری سخت مایوس نظر آ رہا تھا اور اس کے چہرے سے مایوسی اور ناکامی کی جھلاہٹ پھیلی تھی۔

تھوڑی دیر بعد آئینہ نے آکر بتایا کہ ناشتہ تیار ہے اور ہم تینوں نے ناشتہ کیا۔ ناشتہ بالکل خاموشی کے ساتھ ہوا۔ واکری کسی گہری سوچ میں ڈوبا نظر آ رہا تھا اور اس کے چہرے پر فکر کی گہری لکیریں نظر آ رہی تھیں۔

"اچھا معزز واکری۔" میں نے ناشتہ ختم کرنے کے بعد کہا۔ "میں اب تم سے اجازت چاہوں گا کیونکہ مجھے بہت کام ہے۔ کل کی طرح آج بھی میں دوپہر میں گھر آ جاؤں گا تاکہ ہم کھانا اکٹھے کھا سکیں۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا اور پھر تم سے شام کو ملاقات ہو گی۔"

"میں بھی ابھی گھر سے نکل رہا ہوں۔" واکری نے خشک لہجے میں کہا۔ "دوپہر کو میں تمہارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔ مجھے کچھ ضروری کام سرانجام دینے ہیں اور کچھ لوگوں سے ملاقاتیں بھی کرنی ہیں۔ میں دوپہر کو کھانا بھی باہر ہی کسی اور کے گھر کھاؤں گا۔ میرا انتظار مت کرنا۔"

"لیکن معزز واکری! تم میرے مہمان ہو۔" میں نے اسے روکنا چاہتے ہوئے کہا۔ "یہ بات مناسب نہ ہو گی کہ میرے گھر کے ہوتے ہوئے تم کھانا کسی اور کے گھر میں کھاؤ۔ میری تم سے گزارش ہے کہ کھانے کے لیے تم دوپہر کو یہاں ضرور آ جانا۔ اس کے بعد پھر تم جہاں چاہو چلے جانا اور لوگوں سے ملتے جلتے رہنا۔"

"اس عزت افزائی کا شکریہ۔" واکری نے اسی خشک لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن میں معافی چاہتا ہوں۔ آج کا دن میں باہر ہی گزارنا پسند کروں گا اور تم سے درخواست کروں گا کہ مجھے مجبور نہ کرو۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے ایک لمبا سانس کھینچتے ہوئے جواب دیا۔ "بہر حال رات کو تو تم ضرور آؤ گے؟"

"ہاں رات کو میں آؤں گا اور رات کا کھانا یہیں کھاؤں گا۔" واکری نے جواب دیا اور میرا انتظار کیے بغیر گھر سے نکل گیا۔

"آج کیا بات ہو گئی ہے؟ یہ بڑا ناراض ناراض سا نظر آ رہا ہے؟" واکری کے چلے جانے کے بعد آئینہ نے مجھ سے پوچھا۔

گزشتہ روز مجھے آئینہ سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اب واکری کے جانے کے بعد میں نے اطمینان سے اسے گزشتہ دونوں

راتوں میں پیش آنے والے واقعات کی تفصیل بتادی۔ وہ یہ ساری تفصیل سن کر حیران رہ گئی۔

"اس نے زہر تمہارے جسم کے اندر داخل کردیا اور گزر بھی گئے۔ تمہارے اوپر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا؟" اس نے نہایت حیرت کے ساتھ پوچھا۔

"اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔ "میں پہلے تمہیں تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہوں کہ مجھے ایک درویش کی عنایات حاصل ہیں۔ اور جب تک اس کی عنایات کا سایہ میرے اوپر برقرار ہے، مجھے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

آرینہ میرے جواب سے مطمئن ہوگئی۔ اس کے بعد میں اپنے کام پر روانہ ہوگیا۔ جاتے وقت میں نے آرینہ سے کہہ دیا کہ وہ دوپہر کا کھانا لے کر خود ہی کھیت پر آجائے۔

شام کو میں کام سے واپسی پر گھر آنے سے پہلے گزشتہ روز کی طرح ماشالا کے پاس گیا اور اسے گزشتہ رات کی پوری روداد سنادی۔ ماشالا نے بتایا کہ پہلی رات کی روداد واکری اسے سنا چکا ہے۔ اس نے اس شبہے کا اظہار کیا تھا کہ شاید زہر میرے جسم میں ٹھیک سے سرایت نہیں کر سکا جس کی وجہ سے وہ مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہا۔ اس نے اس خیال کا بھی اظہار کیا تھا کہ میرے جسم میں اس کی توقع سے کہیں زیادہ قوت مدافعت موجود ہے۔ تاہم اس نے اس یقین کا اظہار کیا تھا کہ اگلی رات وہ مجھے ہلاک کرنے میں کامیابی حاصل کرلے گا۔ ماشالا نے مجھے بتایا کہ آج واکری سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ لیکن وہ اس کے پاس آنے کا منتظر ہے کیونکہ وہ دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے گیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک ماشالا کے پاس بیٹھنے کے بعد واپس اپنے گھر چلا آیا۔

جب میں گھر پہنچا تو اس وقت تک واکری واپس نہیں آیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ ماشالا سے ملاقات کرنے کے بعد ہی واپس آئے گا۔ چنانچہ کافی دن گئے واکری واپس آیا۔ نہ جانے وہ سارا دن کیا کرتا رہا تھا۔ شالجو سے تو وہ ضرور ملا ہوگا اور وہ دونوں مل کر نہ جانے کیا کیا منصوبے بناتے رہے ہوں گے۔ مجھے تو اب اس کے اگلے قدم کا انتظار تھا۔

"آج بھی مجھے واپسی میں کافی دیر ہوگئی۔" اس نے اپنے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل اس وقت بھی میں سردار ماشالا کے پاس سے ہی آرہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب تک میں اس بستی میں مقیم ہوں، سردار کے سامنے حاضری دینی تو ضروری ہے۔ میں نے اس سے تمہاری مہمان نوازی کی بڑی تعریف کی ہے۔ تم دونوں میاں بیوی نے مجھے واقعی گھر کا سا آرام پہنچایا ہے۔" اس کے لہجے سے منافقت صاف عیاں تھی۔

"نہیں معزز واکری!" میرے بولنے سے پہلے آرینہ بول پڑی۔ "ہم نے تو تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ سچ پوچھو تو تم صرف رات کو سونے کے لئے ہمارے گھر آتے ہو۔ کل کا بھی سارا دن تم نے باہر گزارا اور آج تم دوپہر کے کھانے پر بھی نہیں آئے۔"

"ہاں! آج مجھے کچھ لوگوں سے ملنا جلنا تھا اس لئے میں نے دوپہر کا کھانا ایک دوسری جگہ کھالیا۔" واکری نے بڑے شوق سے کھانے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بہت لذیذ اور مزے دار ہوتا ہے۔"

"اس عنایت کا شکریہ۔" آرینہ نے مسکراہٹ کی بجلیاں گراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد وہ کھانا لینے چلی گئی۔ ہم تینوں نے گزشتہ شب کی طرح ایک ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد آرینہ دوسرے کمرے میں چلی گئی اور میں اور واکری اس کمرے میں چلے آئے جس میں ہم گزشتہ راتوں سے سورہے تھے۔

"تمہارے گھر میں میرے قیام کے پانچ دن اور باقی ہیں۔" واکری نے اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کیوں معزز واکری؟" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "بھلا پانچ دن کی بات تم کیوں کررہے ہو؟ یہ بھی تمہارا ہی گھر ہے۔ تم جب تک چاہو اطمینان کے ساتھ یہاں رہ سکتے ہو۔ تمہارے رہنے سے مجھے یا میری بیوی کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ تم جیسے مہمان کا ہمارے گھر رہنا ہمارے لئے باعث سعادت ہے۔"

"نہیں میرے دوست فروش۔" واکری نے ایک لمبی سی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ "[illegible] میں اب پانچ دن سے زیادہ تمہارے گھر میں قیام نہیں کرسکتا۔ یہ میرا فیصلہ ہے اور میں نے اس فیصلے سے تمہاری بستی کے سردار ماشالا کو بھی آگاہ کردیا ہے۔ پانچ دن کے بعد میں یہاں سے رخت سفر باندھنے والا ہوں۔ میں تو بنیادی طور پر ایک آوارہ گرد مسافر ہوں۔ بھلا ایک جگہ زیادہ دنوں تک کس طرح رہ سکتا ہوں۔ بس اب پانچ دن کے بعد یہاں سے کسی بستی کا رخ اختیار کروں گا۔"

"مجھے تمہاری جدائی کا افسوس ہوگا معزز واکری۔" میں نے اپنے چہرے پر تاسف کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "میری تو یہ خواہش تھی کہ تم طویل عرصے تک میری بستی میں قیام کرتے۔"

اس کے بعد واکری بہت دیر تک مجھ سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی کوشش یہ ہے کہ مجھ سے میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرے۔ شالجو میرے بارے میں جو کچھ جانتا تھا، وہ اسے پہلے ہی سب کچھ بتا چکا ہوگا۔ اب واکری اپنے طور پر میرے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں بہت سے سوالات کر ڈالے۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ میں اور میری بیوی اس بستی میں آنے سے پہلے کون سی بستی میں رہتے تھے؟ ہم نے وہ بستی کیوں چھوڑنا

پڑا؟ وہ کیا حالات تھے جن کے سبب ہم اپنا آبائی وطن چھوڑ کر ایک دوسری بستی میں آباد ہونے پر مجبور ہوئے۔ لیکن اسے مطمئن کرنے کے لئے میں اس کے سوالات کے مناسب جوابات دیتا گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ اصل میں ہم لوگ ایک بہت ہی دور دراز بستی کے رہنے والے ہیں۔ آرینہ کے بعض رشتے داروں نے میری اور آرینہ کی شادی کو ناپسند کیا اور وہ مجھے ہلاک کرنے کے درپے تھے۔ اس وجہ سے ہم دونوں نے اپنے اصل وطن کو خیرباد کہا اور مہینوں ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد اس بستی میں آکر آباد ہوگئے۔

واکری یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ آیا مجھے جادو سے بھی کوئی دلچسپی ہے یا نہیں یا یہ کہ کیا میں کسی خاص دیوتا کی پوجا کرتا ہوں یا کسی خصوصی جاپ سے واقف ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے نہ تو جادو ٹونے سے دلچسپی ہے، نہ کسی خصوصی جاپ سے واقف ہوں اور نہ کسی خاص دیوتا کی پوجا کرتا ہوں۔

اس کے بعد واکری مجھ سے یہ پوچھتا رہا کہ میں عام طور پر کیا کیا چیزیں استعمال کرتا ہوں اور یہ کہ آیا میری غذا میں کوئی خاص چیز شامل ہے۔ میں اس کے تمام تر سوالات کا مقصد اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن بظاہر بڑی معصومیت کے ساتھ اس کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا۔ میں نے اسے اس بات کا بالکل اندازہ نہیں ہونے دیا کہ میں اس کے سوالات کرنے کے اصل مقصد سے پوری طرح واقف ہوں۔ وہ مجھ سے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک کرید کرید کر میرے بارے میں طرح طرح کے سوالات کرتا رہا۔ لیکن میرے تمام تر جوابات ایسے تھے جن سے وہ میرے بارے میں کوئی بھی حتمی رائے قائم نہیں کرسکتا تھا۔ دراصل وہ یہ جاننے کی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ میری مضبوطی کا اصل راز کیا ہے اور اس کے سارے سوالات محض اسی ایک مقصد کے تحت تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ بھلا میں اسے اس بارے میں کیا بتاسکتا تھا۔

کافی دیر تک باتیں کرتے رہنے کے بعد بالآخر واکری خاموش ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی سانسوں کی بھاری آواز کمرے میں سنائی دینے لگی۔ وہ سونے کا بہانہ نہیں کررہا تھا بلکہ واقعی سوچکا تھا۔ گویا اس کا مطلب تھا کہ آج رات اس کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔

اور واقعی اس رات کچھ نہیں ہوا۔ میں تقریباً ساری رات جاگ کر واکری کی طرف سے کی جانے والی کسی نئی کارروائی کا منتظر رہا لیکن وہ ساری رات سوتا رہا اور اس نے کوئی نیا قدم نہیں اٹھایا۔ اس کا صرف مطلب یہ تھا کہ اس نے اور شالجو نے مل کر مجھے ہلاک کرنے کی کوئی نئی ترکیب سوچی تھی۔ جس پر بہرحال آج رات عمل نہیں کیا جانا تھا۔ ساری رات کسی خاص واقعے کے بغیر گزر گئی۔ صبح کو جب واکری اٹھا تو وہ گزشتہ روز کی طرح بیزار اور چڑچڑا نہیں تھا۔ بلکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ شالجو کی مدد سے کوئی دوسرا نیا اور زیادہ خطرناک منصوبہ بنا چکا ہے۔

ناشتہ کرنے کے بعد واکری یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا کہ دوپہر کے کھانے پر آج بھی اس کا انتظار نہ کیا جائے۔ وہ اب رات کے وقت ہی واپس آئے گا۔ چنانچہ میں نے آرینہ سے کہا کہ وہ دوپہر کا کھانا لے کر کھیت پر ہی آجائے۔ اس کے بعد میں کام پر روانہ ہوگیا۔ واکری مجھ سے پہلے جاچکا تھا۔

میں سیدھا کھیت پر پہنچا اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور کھانے کا وقت ہوگیا۔ مجھے آرینہ کی آمد کا انتظار تھا۔ میں نے کام بند نہیں کیا بلکہ یہی سوچ کر کام کرتا رہا کہ جب آرینہ آئے گی تو اس وقت کام بند کردوں گا اور پھر ہم دونوں مل کر کھانا کھالیں گے۔

لیکن دوپہر ڈھل گئی اور آرینہ نہیں آئی۔ شروع شروع میں تو میں یہ سمجھتا رہا کہ شاید اسے کسی وجہ سے دیر ہوگئی ہو یا وہ گھر کے کام میں کچھ زیادہ مصروف ہوگئی ہو لیکن دوپہر سہ پہر ہوگئی اور سورج تیزی سے مغرب کی طرف بڑھنے لگا تو میں سخت تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے کام بند کردیا اور سیدھا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گھر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے ہاتھ مارا تو دروازہ کھل گیا۔ میں سیدھا اندر داخل ہوگیا۔

جب میں پہلے کمرے میں گھسا تو میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں میں اور واکری سوتے تھے۔ واکری بڑے اطمینان سے اپنے بستر کے اوپر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ مجھے اندر آتا دیکھ کر وہ بڑے اطمینان اور آسودگی کے ساتھ مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ میں گہری شماتت کے ساتھ ساتھ طنز بھی پوشیدہ تھا۔

"تم؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم یہاں کیا کررہے ہو؟ تم نے تو کہا تھا کہ تم رات کو آؤ گے؟"

"تو کیا ہوا؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا مہمان ہوں اور کسی وقت بھی تمہارے گھر آسکتا ہوں۔ تم نے مجھے خود اس کی اجازت دی ہوئی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "لیکن آرینہ کہاں ہے؟ وہ دوپہر کا کھانا لے کر کھیت پر نہیں آئی۔ کیا وہ اندر ہے؟"

"نہیں!" واکری نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ "وہ اندر نہیں ہے۔"

"پھر وہ کہاں ہے؟" میں نے بھی سخت لہجے میں کہا۔ لیکن میرے لہجے کی سختی کا واکری پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ اسی طرح اطمینان سے بستر پر لیٹا ہوا مجھے گھورتا رہا۔

"میں پوچھتا ہوں آرینہ کہاں ہے؟" میں نے چلا کر کہا اور جارحانہ انداز میں واکری کی طرف بڑھا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

"وہیں تک جاؤ گے؟" وکری نے جواب دیا۔ "تو میں کہوں گا اگر تمہیں آرمینہ سے واقعی محبت ہے، وہ تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس کے لیے تمہیں بہت کچھ کرنا ہو گا۔ ممکن ہو سکتا ہے کوئی جذباتی غلطی نہیں کرنی ہو گی۔ کیا تم میری بات غور سے سننے کے لیے تیار ہو؟"

"میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آرمینہ کو کچھ ہو گیا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری ہڈیوں تک کو سرمہ بنا دوں گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ یہ شبہ اس لیے کرنے میں ایک منٹ سے بھی کم وقت لگے گا۔" وکری نے بڑے سکون سے کہا۔ "میں تمہاری طاقت و دانائی سے بخوبی واقف ہوں۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا اور وہ یہ کہ ایسا کرنے کے بعد پھر آرمینہ تمہیں شہر میں نہیں مل سکے گی۔ تمہیں اس کی مسخ شدہ لاش حاصل کرنے کے لیے جنگل کی خاک چھاننی ہو گی۔ اس لیے اگر تم آرمینہ کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو جو کچھ میں کہوں اس پر خاموشی سے عمل کرتے جاؤ۔ یوں سمجھو کہ آرمینہ کے ساتھ تمہاری محبت کی شدتوں کا امتحان ہے جس سے تمہیں گزرنا ہے۔"

وکری کی بات میں وزن تھا۔ ... اگر چاہتا تو ایک لمحے کے اندر اندر اس کا کام تمام کر سکتا تھا لیکن یہ مجھے یقین تھا کہ اس کے بعد آرمینہ مجھے نہیں ملتی۔ اس نے اور شاہجو نے ... ساتھ مل کر تیار کی تھی کہ گھر میں عیش و عشرت کے عالم میں وکری کو ہلاک کر دوں تو بعد میں شاہجو آرمینہ کو بھی ہلاک کر دے۔ ان دونوں نے مل کر کسی ترکیب سے ... حاصل کیا تھا اور کسی خفیہ ٹھکانے پر پہنچا دیا تھا اور اب ان لوگوں نے مجھے اس پوزیشن میں لا کھڑا کیا تھا کہ وکری کی بات ماننے کے علاوہ میرے پاس کوئی دوسرا چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا۔ میری ذرا سی غلطی یا اشتعال کے نتیجے میں آرمینہ ہلاک ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے اوپر قابو پا لیا۔ میرے سامنے اس وقت سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ آرمینہ کی جان بچائی جائے۔ وکری سے تو میں بعد میں بھی نمٹ سکتا تھا۔ وہ بچ کر میرے ہاتھ سے کہاں جا سکتا تھا۔

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے دھیمے لہجے میں وکری سے کہا۔ "میں تمہاری بات سننے کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ ہوئی نا عقل مندی کی بات۔" وکری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو وکری!" میں نے ... "بہت اس کو بات بنانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے سیدھی طرح اور جلد بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

"کوئی خاص تکلیف میں تمہیں نہیں دوں گا۔" وکری نے میرے رویے کا برا مانے بغیر طنزیہ اور تمسخرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے وہ چالاک آدمی اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ اس وقت میں اس کی مٹھی میں ہوں اور جو کچھ وہ کہے گا اس پر عمل کرنے کے علاوہ میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ "بس تم میرے ساتھ اس گھر سے باہر نکلو اور میرے ساتھ ساتھ وہاں چلو جہاں میں تمہیں لے جاؤں۔"

"میں پہلے سے تمہیں نہیں بتا سکتا کہ ہمیں کہاں جانا ہے اور ہاں ایک بات کا خاص طور پر خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ راستے میں ملنے والے لوگوں سے تم اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرو گے۔ اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تم کہاں جا رہے ہو تو جواب میں تم صرف اتنا کہو گے کہ تم اپنے ... ساتھ کسی کام سے جا رہے ہو۔ اگر تم نے کسی بھی شخص کو اشارتاً بھی اس بات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی کہ تم غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہو تو یہ بات تمہارے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آرمینہ کے حق میں بہتر نہیں ہو گی۔ امید ہے کہ تم میری باتیں اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے اور ان پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار ہو گے۔"

"میں تمہاری باتیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور ان پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔" میں نے ناگواری سے جواب دیا۔ "چلو اب یہاں سے زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"چلو۔" وکری نے کہا۔ اور میں اور وہ دونوں مکان سے باہر نکل آئے۔

میں اور وکری ساتھ ساتھ بستی کی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں ہمیں کئی لوگ ملے۔ ان میں سے بعض نے مجھ سے پوچھا بھی کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ لیکن میں ... کی ہدایت ... نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے ان میں سے کسی کو بھی اصل بات نہیں بتائی اور ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔

ہم دونوں چلتے رہے یہاں تک کہ بستی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد جنگل شروع ہو گیا تھا۔ میں اور وکری جنگل میں داخل ہو گئے۔ راستے میں خاموشی طاری رہی اور ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔

وکری مجھے ساتھ لیے ہوئے جس سمت میں بڑھ رہا تھا وہاں کافی آگے جا کر ایک چھوٹی سی شکستہ عمارت تھی۔ یہ عمارت ... سے پرانے جنگل میں شکار کے ... تعمیر ... تھی۔ لیکن ایک مدت سے خالی اور ویران پڑی ہوئی تھی۔ اس میں کوئی نہیں رہتا تھا۔ ادھر کوئی آتا بھی نہیں تھا کیونکہ یہ جنگل کے کافی فاصلے پر بنی ہوئی عمارت تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وکری مجھے اسی شکستہ حال عمارت کی طرف لے جا رہا ہے اور ان لوگوں نے آرمینہ کو اغوا کر کے اسی عمارت میں رکھا ہے۔

میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ وکری مجھے ساتھ لیے ہوئے اسی عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم لوگ بالآخر اس شکستہ عمارت کے قریب پہنچ گئے۔

"تم یہاں ٹھہر جاؤ۔" وکری نے عمارت کے دروازے پر ... کہا۔ "اور ایک بار پھر یہ بات اچھی طرح سوچ لو۔ مجھے ... آرمینہ کی

زندگی اور موت تمہارے رویے پر ہے۔ تمہاری ذرا سی غلطی یا حماقت آرمینہ کو موت کی نیند سلا سکتی ہے۔ تم میری بات سن رہے ہو نا؟ تمہیں میری ہر بات پر بے چون و چرا عمل کرنا ہے۔"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "میری طرف سے بے فکر رہو۔ جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گا۔ مجھے آرمینہ کی زندگی ہر حال عزیز ہے۔"

"اچھا تو یہیں رکے رہو۔ اس وقت تک عمارت کے اندر داخل نہ ہونا جب تک کہ تم سے ایسا کرنے کے لیے کہا نہ جائے۔" وکری نے کہا اور پھر اپنے حلق سے ایک عجیب طرح کی آواز نکالی۔

اس آواز کے جواب میں چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد اندر عمارت کے کسی گوشے سے آتی ہوئی ایک آواز سنائی دی۔ "اندر آ جاؤ۔" مجھے اس آواز کو پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔ یہ شاہجو کی آواز تھی۔

مجھے وہیں کھڑا رہنے کی دوبارہ ہدایت دے کر وکری ... عمارت کے دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ میں اطمینان سے وہیں کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وکری واپس آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "اب تم اندر آ سکتے ہو۔ تمہارے اصل امتحان کا وقت آ پہنچا ہے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی کے ساتھ شکستہ عمارت کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ عمارت کے دروازے سے گزر کر ایک کمرے کو طے کرتے ہوئے عمارت کے ایک وسیع برآمدے میں پہنچ گئے۔ یہ ایک لمبا سا برآمدہ تھا۔ ہم دونوں برآمدے کے ایک سرے سے داخل ہوئے۔ برآمدے کے دوسرے سرے پر ایک عجیب و غریب منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا۔

آرمینہ رسیوں میں جکڑی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا کہ وہ چیخ بھی نہ سکے۔ اس کے دونوں طرف دو افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چمکدار خنجر تھے اور ان خنجروں کی نوکیں آرمینہ کے پہلوؤں سے لگی ہوئی تھیں۔ میں ان دونوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام زرکالا اور دوسرے کا نام ... تھا۔ وہ دونوں شاہجو کے خاص الخاص دوست تھے۔ ہمیشہ اس کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ ان دونوں سے ذرا ہٹ کر شاہجو کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ننگی تلوار تھی۔ گویا ... مجبور آرمینہ تین مسلح مردوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ ... برآمدے کے ایک سرے سے اندر داخل ہو کر بے اختیار ... کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔

"بالکل نہیں۔" وکری نے شانے سے پکڑ کر روک لیا۔ "تم جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ اس جگہ سے ایک انچ بھی آگے بڑھنے کی ضرورت ہے نہ اجازت۔ تم دیکھ رہے ہو کہ زرکالا اور ... کے خنجروں کی نوکیں آرمینہ کے پہلوؤں سے لگی ہوئی ہیں اور صرف ایک لمحے کے اندر یہ دونوں خنجر آرمینہ کے جسم میں پیوست ہو کر اس کی زندگی کو ختم کر سکتے ہیں۔"

میرے بڑھتے ہوئے قدم خود بخود وہیں کے وہیں رک گئے۔ شاہجو کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ زرکالا اور ... زہر آلود نظروں سے مجھے گھور رہے تھے اور وکری اب میرے سامنے کھڑا تھا۔

"اب مجھے کیا کرنا ہے؟ جلدی بتاؤ۔" میں نے وکری سے پوچھا۔

"اس ٹوکری کو دیکھ رہے ہو؟" وکری نے زمین پر رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی ٹوکری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ بانس کی بنی ہوئی ایک ٹوکری تھی اور اوپر سے بند تھی۔ میری نظر اس ٹوکری پر نہیں پڑی تھی کیونکہ میری ساری توجہ سامنے والے منظر پر مبذول رہی تھی جس میں آرمینہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی تھی۔

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس ٹوکری کو اپنے ہاتھوں میں اٹھاؤ اور اپنے سینے کے قریب لا کر اس کا ڈھکن کھول دو۔" وکری نے گمبھیر آواز میں کہا۔

میں دل ہی دل میں مسکرایا کیونکہ مجھے یہ بات سمجھتے دیر نہیں لگی تھی کہ اس ٹوکری میں کیا ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے کئی تجربات سے میں اس سے پہلے بھی گزر چکا تھا۔ تاہم اس موقع پر میں جان بوجھ کر مصنوعی تشویش کا اظہار کرنا چاہتا تھا تاکہ یہ لوگ پہلے سے ہوشیار نہ ہو جائیں۔

"مگر اس میں کیا ہے؟" میں نے متفکرانہ لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

"اس بات کا پتا تمہیں اسی وقت چل جائے گا جب تم اسے کھولو گے۔" وکری نے کہا۔

"اور اگر میں اسے اٹھا کر کھولنے سے انکار کر دوں تو؟" میں نے پوچھا۔

"تو اس صورت میں زرکالا اور ... کے خنجروں کو آرمینہ کے جسم میں پیوست ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" وکری نے مسکرا کر کہا۔

"اور کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ آرمینہ کی ہلاکت کے بعد تم چاروں مل کر مجھے ہلاک کر سکو گے؟ کیا تم اس حقیقت سے ناواقف ہو کہ آرمینہ کی موت کی صورت میں تم چاروں پر بھی زندگی کے دروازے بند ہو جائیں گے؟"

"نہیں۔" اس بار وکری کے بولنے سے پہلے ہی شاہجو بول پڑا۔ "ہم اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ آرمینہ کی موت کا مطلب ہو گا ہم چاروں کی بھی موت۔ مگر ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ اگر تم آرمینہ کی زندگی چاہتے ہو تو پھر تم بھی خود کو ہلاکت میں ڈالتے کے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بے تاب ہیں۔"

"لیکن تم لوگوں کا اصرار کیوں ہے کہ میں اس ٹوکری کو اٹھا کر خود کھولوں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہمارا اصرار نہیں بلکہ ہمارا حکم ہے۔" ڈاکری نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور اس حکم کی ہی تعمیل یا عدم تعمیل پر اب تمہاری بیوی کی زندگی کا دارومدار ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے ایک لمبا سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا حکم ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سے پہلے میں ایک بات اپنی بھی تسلی سے سنانا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" شاجو نے کڑی نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"وہ یہ کہ مہربانی کر کے آرینہ کے منہ سے کپڑا نکال دو۔ نہ جانے تم لوگوں نے کب سے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس رکھا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں دم گھٹنے سے ہلاک نہ ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔" شاجو نے گویا فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "ہم آرینہ کے منہ سے کپڑا نہیں نکال سکتے۔"

"اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔" میں نے شاجو سے نرمی سے کہا۔ "وہ پہلے ہی سے رسیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اس کی دونوں پسلیوں سے خنجر کی نوکیں لگی ہوئی ہیں اور تم برہنہ تلوار لیے اس کے سر پر کھڑے ہو۔ ان حالات میں وہ تمہارا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی نا کہ وہ چیخ سکے گی لیکن اس ویرانے میں اس کی چیخیں سننے والا کون ہے؟ یہاں ہم لوگوں کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے اور جہاں تک چیخنے کا تعلق ہے تو میں بھی چیخ سکتا ہوں۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس احمقانہ حرکت کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ میری بات مان لو۔ میں تمہاری بات مان لوں گا۔"

"تو گویا تم اپنی بات منوانے پر مصر ہو؟" شاجو نے سرخ آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم ایسا سمجھ سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔ "جیسے ہی تم آرینہ کے منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا باہر نکال لو گے، ویسے ہی میں تمہاری ہدایت کے مطابق اس ٹوکری کو اپنے سینے کے قریب لے جا کر کھول دوں گا۔"

"میرا خیال ہے اس کی یہ شرط مان لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔" ڈاکری نے کہا۔ "اگر آرینہ کی زبان آزاد بھی ہو جاتی ہے تو بھی وہ اپنی زبان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ فردوس کو اس بات پر اصرار کیوں ہے؟" شاجو نے غراتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں کسی بات پر اصرار کرنے کا حق ہے تو میں بھی کسی بات پر اصرار کر سکتا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "سیدھی سی بات ہے کہ وہ میری محبوب بیوی ہے اور میں اپنی آنکھوں کے سامنے اسے اذیت و تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا۔"

"اس کی بات مان لو شاجو۔" ڈاکری نے کہا۔ "ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ابھی ہمیں اور بھی بہت سے کام انجام دینے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم خود ہی کپڑا نکال دو۔"

"تم کہتے ہو تو میں ایسا ہی کیے دیتا ہوں۔" شاجو نے کہا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اس نے بائیں ہاتھ سے جو خالی تھا، آرینہ کے منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکال لیا۔ آرینہ نے ایک گہری سانس لی اور اس کے بعد اس نے کچھ نہیں کہا لیکن اس کی نگاہوں میں میرے لیے تشکر و ممنونیت کے جذبات ابھر رہے تھے۔

"تمہاری شرط پوری ہو چکی ہے فردوس۔" ڈاکری نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "ٹوکری اٹھاؤ اور اپنا کام پورا کرو۔"

میں نے جواب دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ فوراً ہی نیچے جھک کر وہ ٹوکری اٹھا لی۔ ڈاکری کی ہدایات کے عین مطابق میں اس کو اپنے سینے کے قریب لایا اور میں نے اس کا ڈھکن اٹھا دیا۔ ٹوکری کا ڈھکنا ہٹا۔ اس میں سے ایک نہایت خوفناک سیاہ رنگ کے ناگ نے پھن نکالا اور اس نے سیدھا میری گردن پر ڈس لیا۔ آرینہ کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور ساتھ ہی شاجو اور ڈاکری کے قہقہے بلند ہوئے۔

"اب دیکھنا ہے کہ تم کس طرح بچتے ہو؟" ڈاکری نے جیسے خوشی سے ناچتے ہوئے کہا۔ "بے شک تمہارا زہر شکن کسی وجہ سے اپنا اثر ہی کھو چکا ہو لیکن یہ خوفناک ناگ اتنا زہریلا ہے کہ دنیا میں کہیں بھی اس کا تریاق موجود نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تمہیں موت کے منہ سے کون بچاتا ہے؟"

سانپ اب پورے کا پورا ٹوکری سے باہر نکل آیا تھا اور میری گردن سے لپٹ گیا تھا۔ وہ بار بار میری گردن پر منہ مار رہا تھا۔ یہ منصوبہ پہلے ہی تیار کر چکا تھا۔ بہرحال میں آرینہ کو ہلاکت سے بچانا چاہتا تھا۔ وہ اب تک مسلسل چیخے جا رہی تھی۔

میں نے آہستہ آہستہ اس طرح جھومنا شروع کر دیا گویا مجھ پر سانپ کے زہر کا اثر ہو رہا ہے۔ سانپ اب بھی میری گردن سے لپٹا ہوا تھا اور آرینہ کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں، وہ بلند ہو رہی تھی۔

"خاموش ہو جاؤ ورنہ ابھی گردن اڑا دوں گا۔" شاجو نے ... بس کرتے ہی کہا اور آرینہ خاموش ہو گئی۔ اس کی چیخیں سسکیوں میں بدل گئیں۔

ادھر میں آہستہ سے زمین پر ڈھیر ہو گیا اور نہایت ... "جب اس کے مرنے میں ذرا سی کسر باقی رہ گئی ہے۔" ڈاکری نے فتح مندانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ جو زہر اس نے کھایا تھا کسی وجہ سے خراب ہو گیا۔ یہ ناگ کھو چکا تھا ... لیکن ...

... زندہ ہو جاتا اور یہ اس کے باوجود زندہ رہتا۔ خود سانپ کے زہر نے اس پر اثر کیا یا نہیں؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" شاجو نے جواب دیا۔ "ہم نے تم سے پہلے بھی یہ بات کر دی تھی کہ تمہارا زہر بیکار ہو چکا ہے۔"

میں نے اپنی آنکھیں دوبارہ کھولی ہوئی تھیں تاکہ کرب میں ہونے والے ان تمام واقعات کو دیکھتا رہوں۔

سانپ اب میری گردن پر سے اتر چکا تھا اور میرے جسم سے گر کر برآمدے کے فرش پر تڑپ رہا تھا۔ شاجو نے آگے آ کر تیزی سے تلوار کا ایک وار کیا اور سانپ کے دو ٹکڑے کر دیے۔ جس وقت میں نے ٹوکری اٹھائی تھی اور اسے کھولا تھا اس وقت ہی ڈاکری مجھ سے کافی دور چلا گیا تھا اور وہیں کھڑا ہو گیا تھا جہاں آرینہ، شاجو اور دوسرے دونوں آدمی موجود تھے۔ سانپ کے ساتھ میں کیا ہی رہ گیا تھا۔ اب شاجو نے آگے آ کر سانپ کا قصہ ختم کر دیا۔

"منتر کا اثر جاتا رہا۔" شاجو نے جلدی سے کہا۔ "اب آرینہ کی حفاظت کی ضرورت نہیں رہی۔ فردوس مر رہا ہے۔ اب وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہمارے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔ تم دونوں جلدی سے جا کر ایک گڑھا کھود لو جس میں ہم اسے دبا سکیں۔ زیادہ گہرا کھودنے کی ضرورت نہیں۔ گھوڑوں کا انتظام پہلے ہی ہو چکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جلد از جلد یہاں سے نکل جائیں۔ فردوس کی میت اٹھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ وہ ڈاکری کو اس کی اجازت دے چکا ہے لیکن آرینہ کو وہ ہرگز ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔ جبکہ ہم آرینہ کو کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بھلا اتنی خوبصورت عورت کو یوں ہی چھوڑ دیں؟" شاجو نے دانت نکال دیے۔

"ٹھیک ہے۔" ترکوں نے کہا۔ "ہم دونوں گڑھے کی جگہ کا تعین پہلے ہی کر چکے ہیں۔ وہ نرم اور بھربھری زمین ہے۔ ذرا سی دیر میں گڑھا کھد جائے گا۔ اس کے بعد ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔"

"بس پھر جاؤ۔ جلدی کرو۔" ڈاکری نے کہا۔ "ایسا نہ ہو کہ ہمارے جانے سے پہلے ہی کوئی ادھر آ نکلے۔"

ترکوں نے اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد برآمدے میں میرے اور آرینہ کے علاوہ صرف ڈاکری اور شاجو رہ گئے تھے۔ ڈاکری بے بس تھا لیکن شاجو کے ہاتھ میں اب بھی تلوار تھی اور میری ذرا سی جلد بازی یا غلطی کے نتیجے میں آرینہ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ اس لیے مجھے اب بھی کافی احتیاط کی ضرورت تھی۔

"بالآخر ہم اس ... کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔" شاجو نے کہا اور اپنی تلوار لہراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ اچانک آرینہ کی سسکیوں میں اضافہ ہو گیا۔ میں اس کی غم انگیز کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا اور مجھے اطمینان تھا کہ جلد ہی میں اسے اس کیفیت سے نجات دلا دوں گا۔

شاجو ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے بالکل میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں دم سادھے زمین پر پڑا رہا۔ میں نے اپنی آنکھیں ادھ کھلی رکھی تھیں جس طرح بعض مرتے ہوئے انسانوں کی آنکھیں ادھ کھلی رہ جاتی ہیں۔ شاجو کے پیچھے پیچھے ڈاکری بھی آ کر میرے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔

شاجو نے میرے جسم کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "اب دکھاؤ اپنی بہادری خبیث! کہاں گیا تیرا وہ طنطنہ... ہا ہا ہا۔" لیکن اس کا قہقہہ پورا ہونے سے پہلے ہی میں بجلی کی سی تیزی سے لپک کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین چکا تھا۔

شاجو اور ڈاکری دونوں کے منہ سے بیک وقت حیرت اور خوف بھری چیخیں نکل گئیں۔ چند لمحوں کے لیے وہ اپنی جگہوں پر مجسموں کی طرح ساکت و صامت ہو گئے۔

"یہ... یہ... یہ... زندہ ہے۔" ڈاکری نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور شاجو کی طرف مایوس نظروں سے دیکھا۔

"ہاں، میں زندہ ہوں اور تمہارے لیے موت بن کر زندہ ہوں۔" میں نے کہا۔

ڈاکری اور شاجو دونوں نے ایک ساتھ وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ وہاں سے راہ فرار اختیار کریں۔ میرے مقابلے کا انجام بخوبی معلوم تھا اور ویسے بھی وہ دونوں نہتے تھے جبکہ میرے ہاتھ میں تلوار تھی لیکن میں نے انہیں بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ تلوار کے ایک ہی وار نے پہلے ڈاکری کا اور اس کے اگلے لمحے شاجو کو موت میں سلا دیا۔ ان کے جسم کچھ دیر تک زمین پر پڑے ہوئے تڑپتے رہے، پھر آہستہ آہستہ ساکت ہو گئے۔

آرینہ حیرت بھری آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ چند لمحوں کے اندر اندر سارا ڈرامہ ختم ہو گیا۔ آرینہ اس وقت بولنے کے قابل ہو سکی جب ان دونوں کے خون میں نہائے ہوئے جسم زمین پر پڑے تھے۔

"تم... تم... زندہ ہو فردوس... او فردوس تم زندہ ہو۔" خوشی کے مارے اس کی آواز لرز رہی تھی۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی؟"

"تم خواب نہیں دیکھ رہی ہو آرینہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم حقیقت کی ٹھوس دنیا میں موجود ہو۔ میں نے مرنے کا ڈھونگ صرف اس لیے رچایا تھا کہ یہ لوگ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ورنہ میں اس مکان میں داخل ہوتے ہی ان چاروں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ میرے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن وہ خود مرنے سے پہلے تمہیں ضرور مار دیتے۔ یہ میری دنیا کو تاریک کر جاتے۔"

"اور فردوس... تم کتنے اچھے ہو۔ کتنے بہادر ہو، کتنے غیر معمولی انسان ہو؟" آرینہ نے کہا۔ وہ ابھی کہہ ہی رہی تھی کہ اب جلدی سے مجھے آزاد کر دو۔ ان لوگوں نے دیوار میں مضبوط کھونٹے گاڑ کر میرے جسم سے بندھی ہوئی رسیوں کو ان کھونٹوں سے باندھ رکھا ہے۔"

"وہ... ان کھونٹوں کا تو مجھے علم ہی نہیں تھا۔" میں نے پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ "میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تمہارا جسم رسیوں میں جکڑا ہوا ہے اور بس۔"

"نہیں فردوس۔" آرینہ نے جواب دیا۔ "میں تو اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتی۔"

میں نے تیز دانت سے لگے بیٹھ کر ان کھونٹوں کی مدد سے جو شاہجو اور واکری کے خون سے آلودہ تھی آرینہ کے جسم سے بندھی ہوئی مضبوط رسیاں کاٹ دیں اور اسے آزاد کر دیا۔ آرینہ نے ایک گہری طمانیت کا سانس لیا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ رسیوں کی گرفت سے نیل کے نشانات پڑ گئے تھے۔

"سنو آرینہ!" میں نے کہا۔ "ابھی مجھے دو... تمہیں کی غرض ہے۔ دوسری لاش کو دفن کرنے کے لیے گڑھا کھودنے میں کہیں آس پاس مصروف ہیں۔ ابھی ہمیں کچھ احتیاط کی ضرورت ہے۔ تم میرے ساتھ باہر آؤ۔"

پھر میں اور آرینہ دونوں اس شکستہ حال عمارت سے باہر نکلے۔ ہم اپنے پیچھے دو انسانوں کی لاشیں اور ایک زہریلے سانپ کا مردہ جسم چھوڑ کر آئے تھے۔ شکستہ حال عمارت سے نکلنے کے بعد میں نے چاروں طرف کے منظر پر بغور نظر ڈالی اور کوئی ایسی محفوظ جگہ تلاش کرنے لگا جہاں میں آرینہ کو چھپا سکوں۔

جلد ہی مجھے ایک ایسی جگہ نظر آ گئی۔ وہ ایک اونچا سا لیکن بے حد گھنا درخت تھا جس پر آرینہ بھی بآسانی چڑھ سکتی تھی۔ میں نے پہلے آرینہ کو اس درخت پر چڑھایا اور پھر خود بھی چڑھ گیا۔ ایک مضبوط سی ٹہنی پر ہم دونوں پتوں کے درمیان چھپ کر اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اب ہم کسی کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔

"اب ہمیں خاموشی سے بیٹھ کر ان لوگوں کا انتظار کرنا ہے جو ایک ایسے شخص کی قبر کھودنے میں مصروف ہیں جو خود ان کے لیے موت کا دیوتا ثابت ہو گا۔" میں نے کہا۔ "ان دونوں کو خبر ہی نہیں ہے کہ یہاں کیا ہو چکا ہے۔"

میرے استفسار پر آرینہ نے بتایا کہ وہ حسب معمول میرے لیے کھانا لے کر کھیت کی طرف جا رہی تھی کہ راستے میں اسے ترکالا ملا۔ ترکالا نے اسے میری طرف سے یہ پیغام دیا کہ میں اس وقت کھیت میں موجود نہیں ہوں....

"ترکالا نے مجھ سے کہا کہ اسے فردوس نے میرے پاس بھیجا ہے اور وہ میری ہی طرف آ رہا تھا۔ فردوس نے کہلایا ہے کہ وہ اس وقت کھیت پر موجود نہیں ہے اور جنگل کے کنارے سیب کے درختوں کے جھنڈ کے پیچھے گیا ہوا ہے۔ اس لیے میں کھانا لے کر اس طرف چلی جاؤں۔ میں نے ترکالا کی باتوں کو سچ جانا۔ میرے ذہن میں کوئی شبہ ہی پیدا نہیں ہوا کہ میرے ساتھ دغا کی جا رہی ہے۔ میں نے اپنا راستہ تبدیل کر دیا اور جنگل کے کنارے کی طرف چل پڑی۔ ترکالا میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ راستے میں مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے مجھے بتایا کہ آج اس نے تمہارے ساتھ مل کر سیب کے درختوں کی دیکھ بھال کرنی ہے اور درختوں کی ٹہنیاں چھانٹنی ہیں۔ ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے جنگل کے کنارے تک آ گئے۔ جنگل بالکل سنسان تھا۔ دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ بستی اور کھیت بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ اچانک کسی نے پیچھے سے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر کس کر دبا لیا۔ ایک پل کو تو میں نے خوفزدہ نظروں سے ترکالا کی طرف دیکھا لیکن ترکالا نے اپنے لباس میں سے ایک لمبی سی رسی نکال کر مجھے باندھنا شروع کر دیا۔ پیچھے سے آنے والا شخص جس کی شکل میں ابھی تک نہیں دیکھ سکی تھی، بڑی ہی شدت سے میرے منہ کو دبائے ہوئے تھا....

میں نے خود کو ان دونوں کی گرفت سے آزاد کرانے کی بہت جدوجہد کی لیکن مجھے کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔" آرینہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ان دونوں مردوں کے آگے ایک کمزور عورت کی کیا حیثیت تھی؟ جب ترکالا نے مجھے رسی سے اچھی طرح جکڑ دیا تو اس شخص نے جو پیچھے سے میرے منہ کو کس کے دبائے ہوئے تھا، اپنا ہاتھ میرے منہ پر سے ہٹایا اور اس کے ساتھ ہی ترکالا نے ایک کپڑا میرے منہ میں ٹھونس دیا۔ اب میں بالکل ہی بے بس ہو چکی تھی۔ میرے جسم کو اس طرح رسیوں سے جکڑ دیا گیا تھا کہ میں ہل نہیں سکتی تھی اور میرے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ میں کوئی آواز بھی نہیں نکال سکتی تھی۔ اب پیچھے والا شخص میرے سامنے آ گیا۔ میں نے پہلی بار اسے دیکھا۔ وہ شاہجو تھا۔ اس کے بعد یہ دونوں مجھے کسی طرح گھسیٹتے ہوئے یہاں اس ٹوٹی پھوٹی عمارت میں لے آئے۔ اندر شاہجو پہلے سے موجود تھا۔ ان لوگوں نے برآمدے کی دیوار میں کھونٹیاں بھی پہلے سے گاڑ رکھی تھیں۔ میرے جسم سے بندھی رسیوں کو ان کھونٹیوں سے اس طرح جکڑ دیا گیا کہ میں اپنی جگہ پر بالکل حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ان لوگوں کا مقصد مجھے نہیں بلکہ تمہیں ہلاک کرنا ہے اور تمہیں ہلاک کرنے کی غرض سے مجھے اغوا کیا ہے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں یہاں لے آئیں گے اور میری آنکھوں کے سامنے تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ میں دل ہی دل میں دیوتاؤں سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ یہ خوفناک اور دہشت انگیز منظر دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہوں۔ مجھے نہ معلوم تھا کہ ان لوگوں کے پاس سانپ بھی ہے۔ البتہ یہ اندازہ ضرور تھا کہ تھیلے کے اندر کوئی خطرناک شے ہے۔ اور جب سانپ نے تم پر...

زہر آلود ڈنک مارا اور تم گر پڑے تو میں نے اسی وقت طے کر لیا تھا کہ اب میرا زندہ رہنا بے کار ہے۔ یقین کرو فردوس! قبل اس کے کہ ان ذلیل انسانوں میں سے کوئی میرے جسم کو ہاتھ لگا سکتا، میں خودکشی کر لیتی۔"

"اور جب تم نے مجھے زندہ دیکھا تو کیسا محسوس کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تب میں نے یہ محسوس کیا کہ تم ہی نہیں زندہ ہو بلکہ میں خود بھی زندہ ہو گئی۔ کیونکہ اس وقت تک میں اپنا شمار مردوں میں کر چکی تھی اور یہ بالکل سچ ہے کہ تمہارے بعد مجھے زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری خاطر میں نے اپنا محل، اپنی دولت سب کچھ چھوڑ دیا۔ بھلا اس کے بعد میرے لیے زندگی میں کیا کشش باقی رہ جاتی ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو آرینہ!" میں نے محبت سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے واقعی میرے لیے اتنی قربانیاں دی ہیں جن کی مثالیں کم ملتی ہیں اور میں اس کے لیے تمہارا بے حد ممنون ہوں۔ یہ تم ہی تھیں جس نے میری خاطر تاج و تخت کو ٹھوکر ماری اور اپنے ... تک کو چھوڑ دیا۔"

"میں نے ایسا کر کے تمہارے اوپر کوئی احسان نہیں کیا ہے فردوس۔" آرینہ نے کہا۔ "میں نے جو کچھ کیا اپنے دل کے تقاضوں سے مجبور ہو کر کیا۔"

میں اور آرینہ اس طرح بہت آہستہ آواز میں کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آرینہ بے حد خوش تھی۔ وہ بار بار یہی کہہ رہی تھی کہ مجھے دوبارہ زندہ دیکھ کر اسے نئی زندگی مل گئی ہے۔

ترکالا اور واپر ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ ہم دونوں بہت ہوشیار بیٹھے تھے اور ہماری نظریں سامنے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں کس طرف سے آئیں گے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ عمارت کے اندر ہی جائیں گے اس لیے ہماری نگاہوں کا مرکز عمارت کا دروازہ تھا۔

اچانک مجھے دائیں طرف سے دو آدمیوں کی جھلک نظر آئی۔ میں نے آرینہ کو خبردار کر دیا۔ ہماری نظریں ان دونوں پر جم گئیں۔ قریب آنے پر ان کی شکلیں صاف دکھائی دینے لگیں۔ وہ ترکالا اور واپر تھے۔

"اب تم خاموشی سے اسی جگہ بیٹھی رہنا۔" میں نے آرینہ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "میرا تو یہ کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن تم ان کے سامنے آ گئیں تو ممکن ہے کہ تمہیں یہ کوئی نقصان پہنچا سکیں۔"

آرینہ نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔

ترکالا اور واپر بالکل ہی قریب آ گئے۔ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے اس درخت کے عین نیچے سے گزرے جس پر میں اور آرینہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ دونوں عمارت میں داخل ہو گئے۔

ان کے عمارت میں داخل ہوتے ہی میں نہایت خاموشی سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ درخت سے نیچے اترا اور دبے پاؤں عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ ترکالا اور واپر میرے آگے آگے چل رہے تھے۔ انہیں اس بات کی کوئی خبر نہیں تھی کہ میں ان کے پیچھے موجود ہوں۔

کمرے سے گزر کر وہ دونوں برآمدے میں داخل ہوئے اور پھر دونوں کے منہ سے ایک ساتھ ہی چیخ نکل گئی۔ انہوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں ایک شکستہ ستون کی آڑ میں ہو گیا تاکہ ان کی نظر مجھ پر نہ پڑ سکے۔ برآمدے میں سامنے ہی واکری اور شاہجو کی لاشوں کے علاوہ مردہ سانپ بھی پڑا ہوا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟" ترکالا نے خوفزدہ نظروں سے اس پورے منظر کا جائزہ لیا اور واپر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "فردوس کی لاش کہاں غائب ہو گئی اور آرینہ کس طرح آزاد ہو گئی؟ شاہجو اور واکری کیسے ہلاک ہو گئے؟"

"ضرور یہ ہم لوگوں کے جانے کے بعد کچھ لوگ یہاں آئے ہیں۔" واپر نے اندیشہ ناک لہجے میں کہا۔ "آنے والے بستی کے ہی لوگ ہوں گے۔ ممکن ہے کسی کو کسی قسم کا شبہ ہو گیا ہو اور لوگ ان دونوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہوں اور یہاں تک پہنچ گئے ہوں۔ آنے والوں نے مقابلے کے دوران شاہجو اور واکری کو ہلاک کر دیا ہو اور آرینہ کو آزاد کر دیا ہو اور جاتے جاتے فردوس کی لاش کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے ہوں۔"

"ضرور یہی ہوا ہے۔" ترکالا نے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن ہی نہیں۔ فردوس نے ہماری نظروں کے سامنے دم توڑا تھا۔ وہ زمین پر گر چکا تھا۔ اس کی جانب سے کسی مزاحمت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ رہ گئی آرینہ، تو وہ بھلا کیا کر سکتی تھی سوائے چیخنے کے؟"

"ہو سکتا ہے وہ چیخی ہو اور اس کی چیخ سن کر کوئی ادھر آ گیا ہو۔" واپر نے کہا۔

"یہ بھی ممکن ہے۔" ترکالا نے جواب دیا۔ "لیکن اب سوال یہ ہے کہ ہم دونوں کیا کریں؟ ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ کیا واقعات پیش آئے ہیں۔ البتہ اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ آرینہ آزاد ہو چکی ہے اور وہ سردار باشتال کو سارے واقعات بتا دے گی۔ ہم نے اسے اغوا کیا تھا۔ بستی کے قوانین کے مطابق ہمیں موت کی سزا دی جائے گی۔ اب تو ہم واپس بستی بھی نہیں جا سکتے۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" واپر نے پوچھا۔

"میرے خیال میں ہمیں اب یہاں سے بھاگ نکلنا چاہیے۔" ترکالا نے کہا۔ "ہم یہاں سے سیدھے ... کی بستی چلتے ہیں۔ جہاں سے ہم لوگ واکری کو لے کر آئے تھے۔ وہ وہاں کے سردار کو ... بتا دیتے ہیں کہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ان کا دوست شاہجو مارا جا چکا ہے اور واکری بھی مارا جا چکا ہے۔ ساتھ ہی تم اسے یہ بھی خوشخبری سنا دینا کہ فروس بھی ہلاک ہو چکا ہے اور اب اس کے لیے کوئی خطرہ بستی میں موجود نہیں ہے۔ وہ اطمینان سے تمگر کے قبائلی بستی کو فتح کر سکتا ہے۔"

"لیکن جس کی سرداری کی ہوس کی خاطر اس بستی پر حملہ کرنا مقصود تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ فروس مر تو مرا، لیکن ساتھ ہی شاہجو بھی مارا گیا۔ اب اگر تمگر کی بستی کا سردار لمباپا ہماری بستی پر حملہ کر کے اسے فتح بھی کر لیتا ہے تو ہماری سرداری حاصل کرنے کے لیے شاہجو تو زندہ ہو کر واپس نہیں آ جائے گا۔" وابرہ بولا۔

"ہم اس معاملے میں لمباپا سے سودے بازی کریں گے۔" ترگالا نے کہا۔ "ہم اس سے کہیں گے کہ بستی کو فتح کرنے کے بعد ہم دونوں میں سے کسی ایک کو سردار بنا دے کیونکہ صرف ہم دونوں ہی شاہجو کے خاص آدمی تھے۔"

"مگر ہم دونوں میں سے کس کو؟" وابرہ نے کہا۔

"کیا یہ مسئلہ بھی ابھی اور اسی وقت طے کرنے کا ہے؟" ترگالا نے جھلا کر کہا۔

"یقیناً۔" وابرہ نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ جب لمباپا ہم سے اس بارے میں سوال کرے تو ہم بالکل خالی الذہن ہوں بلکہ ابھی اور اسی وقت یہ بات طے کر لینی ہوگی کہ شاہجو کے بعد اب ہم دونوں میں سے کون اس بستی کا سردار بنے گا۔ اور اپنی تجویز بالکل تحریری اور ٹھوس شکل میں لمباپا کے سامنے رکھنی ہوگی۔"

"میں شاہجو کا دوست تھا۔" ترگالا نے نرم لہجے میں کہا۔ "وہ مجھے بے حد عزیز رکھتا تھا۔ مجھے اس کے مرنے کا بے حد قلق ہے۔ میں نے جو کچھ کیا شاہجو کی دوستی میں کیا۔ مجھے سرداری سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ مجھے آرینہ سے ضرور دلچسپی تھی اور شاہجو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کچھ عرصہ تک آرینہ کو اپنے ساتھ رکھنے کے بعد اسے میرے حوالے کر دے گا۔ اگر تم اس بات کا وعدہ کرو کہ آرینہ کو میرے حوالے کر دو گے تو میں سرداری کے سلسلے میں تمہارے حق میں دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں۔"

"مجھے یہ سودا بخوشی منظور ہے۔" وابرہ نے کہا۔ "مجھے تو سرداری سے دلچسپی ہے۔ اگر تم سرداری سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہو تو میں بھی سردار بننے کے بعد آرینہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

"تو بس پھر بات طے ہو گئی۔" ترگالا نے کہا۔ "اب ہمیں جلد سے جلد یہاں سے چل دینا چاہیے۔ ہمیں ساری رات سفر کرنا پڑے گا۔ تب کہیں کل دن چڑھے کے کافی دیر بعد ہم تمگر کی بستی کے حدود میں داخل ہو سکیں گے۔"

"چلو۔" وابرہ نے کہا۔

"ٹھیرو! ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" اچانک میں نے ستون کی آڑ سے نکل کر سامنے آتے ہوئے کہا۔

"تم زندہ ہو؟ مگر... مگر... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" وابرہ نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم نے تو ہماری آنکھوں کے سامنے دم توڑ دیا تھا۔"

"میں زندہ ہوں احمقو! میں نے دم نہیں توڑا تھا۔ مجھے تم دونوں کی تلاش تھی۔ تم دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے یہ ناٹک کھیلنا پڑا تھا۔" میں نے ان سے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم لوگ نہ صرف یہ کہ سازشی اور غدار ہو بلکہ پرلے درجے کے بزدل اور گھٹیا بھی ہو جنہیں ایک عورت کو حملے کا نشانہ بناتے ذرا شرم نہیں آئی۔"

ان دونوں کے جسموں پر لرزہ طاری تھا۔ ایک لمحے تک وہ کچھ نہیں بولے اور خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"تو تم سردار بنو گے؟" میں نے وابرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم؟" میں نے سختی سے ترگالا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم آرینہ کا ہاتھ تھامو گے۔ لیکن ابھی آرینہ کا ہاتھ اتنا کمزور نہیں ہوا ہے کہ تم جیسے ذلیل انسان اس تک پہنچ سکیں۔" اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ اتنا ہی کافی تھا۔ اس کا چہرہ پوری طرح گھوم گیا اور گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ لہرا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ وابرہ نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔

"تمہیں مارنے میں بھی جلد بازی سے کام نہیں لوں گا۔ تمہاری قسمت کا فیصلہ میں ماشالا پر چھوڑوں گا۔" میں نے اس سے کہا۔ "اب تمہیں میرے ساتھ بستی میں چلنا ہوگا اور وہاں چل کر سب کچھ سچ سچ بتانا ہوگا کہ تم لوگ سردار ماشالا اور اس بستی کے خلاف کیا کیا سازشیں کرتے رہے ہو۔ ماشالا خود تمہاری سزا تجویز کرے گا۔"

وابرہ کا پورا جسم جیسے بے جان اور زندہ رہنے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو میری گرفت سے آزاد کرانے کی معمولی سی جدوجہد بھی نہیں کی۔ شاید وہ اس انجام سے بخوبی واقف تھا۔

میں وابرہ کو اسی طرح بازو سے پکڑے ہوئے اس شکستہ عمارت سے باہر نکلا اور اس درخت کے نیچے آیا جس پر آرینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے نیچے سے ہی اسے آواز دی اور کہا کہ وہ اتر آئے۔ وہ درخت سے نیچے اتر آئی۔ وابرہ کو حیرت اور خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ آرینہ نے گہری نفرت کے ساتھ مسکرا کر وابرہ کی طرف دیکھا اور بولی۔ "اب تک زندہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "ترگالا کو تو میں نے ٹھکانے لگا دیا ہے لیکن اسے جان بوجھ کر زندہ رکھا ہے۔ یہ لوگ ماشالا اور بستی کے خلاف ایک گہری سازش میں ملوث ہیں اور اس سازش کا صرف یہی راز دار تھا۔ اب میں اسے ماشالا کے سامنے پیش کروں گا اور اس کی زبان سے سب کچھ اگلواؤں گا۔ چلو اب ہم یہاں سے چلتے ہیں۔"

تب میں وابرہ کا بازو پکڑ کر چلنے لگا اور آرینہ ہم دونوں کے ساتھ چلنے لگی۔ اب شام ہو چلی تھی اور سورج تیزی سے مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں میں نے آرینہ کو اس ساری گفتگو سے آگاہ کر دیا جو ترگالا اور وابرہ کے درمیان ہوئی تھی اور جس کا ایک ایک لفظ میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔

"تو یوں کہو کہ شاہجو کے مرنے کے بعد اب یہ شخص دشمنوں کی مدد سے ماشالا کو ہلاک کر کے خود سردار بننا چاہتا تھا۔ لعنت ہے ان لوگوں پر جو اپنی ہی بستی سے غداری کرتے ہیں۔ تم نے اچھا کیا جو اسے زندہ نہیں چھوڑا۔ اب ماشالا کو خود ہی کوئی فیصلہ کرنے دو۔"

جب ہم لوگ بستی کے اندر داخل ہوئے تو اس وقت اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔ ہمیں کوئی لمبا راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ سارے راستے کے دوران وابرہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس نے خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا اور خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتا رہا۔

بستی میں داخل ہونے کے بعد راستے میں ملنے والے لوگوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا کہ میں وابرہ کا بازو پکڑے ہوئے اسے لیے جا رہا ہوں۔ وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکائے ہوئے میرے ساتھ چل رہا ہے۔ آرینہ میرے ساتھ ہے۔ کئی لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے وابرہ نے کیا کیا ہے اور اسے کیوں پکڑ رکھا ہے۔ میں انہیں مختصر سا جواب دے دیتا کہ عنقریب انہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور پھر سیدھا ماشالا کے پاس جا رہا ہوں۔

آخر ہم لوگ ماشالا کے گھر پہنچ گئے۔ ماشالا نے [illegible] دیکھ کر سخت حیران ہوا [illegible] بھی نہیں ہوتی تھی۔

"کیا قصہ ہے فروس؟" ماشالا نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ تم نے وابرہ کو اس طرح کیوں پکڑ رکھا ہے اور یہ آرینہ تمہارے ساتھ اس وقت [illegible] کہاں سے؟"

"سب سے پہلے تم اپنے محافظوں کو حکم دو کہ وابرہ کے ہاتھ رسیوں سے باندھ دیں تاکہ یہ بھاگ نہ سکے۔" میں نے ماشالا سے کہا۔ "اس کے بعد میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گا۔"

ماشالا نے فوراً محافظوں کو طلب کیا اور وابرہ کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔ اب مجھے اسے پکڑے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور اطمینان سے ماشالا کے پاس بیٹھ گیا۔ آرینہ بھی ہم دونوں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"داستان کا آغاز آرینہ کرے گی۔" میں نے ماشالا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور پھر آرینہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آرینہ اپنے اغوا کی تفصیلات ماشالا کے سامنے پیش کرو۔"

آرینہ نے اپنی پوری داستان دہرا دی جو مجھے وہ پہلے ہی سنا چکی تھی۔ اس نے اس وقت تک کے واقعات سنائے جب میں اور واکری اس شکستہ حال عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ ماشالا کا چہرہ غصے سے سیاہ ہو رہا تھا۔

"ترگالا اور شاہجو کہاں ہیں؟" وہ غیض کے عالم میں دھاڑا۔ "اور وہ بدمعاش واکری کدھر ہے؟ مجھے بتاؤ میں ان سب کی تلاش میں کچھ آدمیوں کو دوڑاتا ہوں۔ مجھے ان لوگوں کی لاشیں چاہییں۔"

"وہ تمہیں مل جائیں گی۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اب داستان کا بقیہ حصہ مجھ سے سنو۔" اس کے بعد میں نے ان واقعات کی تفصیل بیان کی جو میرے اور واکری کے عمارت میں داخل ہونے کے بعد پیش آئے تھے اور جو وابرہ کی آخری گفتگو اور ترگالا کی موت پر ختم ہوئے تھے۔

"ہوں۔" ماشالا نے ہنکارا بھرا۔ "تو یوں کہو کہ اس سازش کی جڑیں بہت گہری ہیں اور ایک بڑے سوچے سمجھے اور منظم منصوبے کے تحت کام کیا جا رہا تھا۔ تم نے بہت اچھا کیا فروس جو ان غداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ لوگ اسی قابل تھے۔ غداروں کو موت کی سزا ہی ملنی چاہیے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تم نے ترگالا کے ساتھ ہی اس غدار کو کیفر کردار تک کیوں نہیں پہنچا دیا؟ اس کا بھی قصہ پاک کر دیتے۔"

"نہیں ماشالا۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کو میں نے ایک خاص مقصد کے لیے زندہ رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے سامنے زبان کھولے اور سازش کی پوری تفصیل بیان کرے جو تمہارے خلاف اور اس بستی کے خلاف کی جا رہی تھی۔ پہلے اس کی زبان کھلواؤ۔ اس سے سب کچھ معلوم کرو کہ یہ لوگ کیا کرنے والے تھے اور ان کا کیا منصوبہ تھا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم کر لو کہ اس بستی میں اس غدار گروہ کا کوئی اور فرد بھی موجود ہے یا نہیں۔"

"اوہ... میں سمجھ گیا۔" ماشالا نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "میں تو یہ بات بھول ہی گیا تھا کہ وابرہ کی ہلاکت کے بعد تو اس سازش کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیل کسی سے معلوم ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ تم نے بہت اچھا کیا جو اس غدار کو زندہ حالت میں میرے پاس لے آئے۔ اب میں اس کی زبان کھلواؤں گا۔ اسے اپنے راز اگلنے پڑیں گے۔"

"یہی میرا اصل مقصد تھا۔" میں نے کہا۔

"شروع ہو جاؤ۔" ماشالا نے خونخوار نظروں سے وابرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اس سازش کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو اس کا ایک ایک لفظ ہمارے سامنے بیان کرو۔ جھوٹ بولنے یا کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرنا۔"

وابرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے خلا میں گھورتا رہا۔

"شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ دونوں صورتوں میں تمہارا مقدر موت ہی ہے اور تمہیں کسی حالت میں بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس لیے خاموش رہ کر

Optimized by www.ImageOptimizer.net

پیشا! ... کہ سب سے بہتر یہ بات ہے کہ اب اس بستی میں ... ماشالا نے ... بڑی تحمل سے ... رہا۔

"میں پہلے ہی یہ ... اُن کے ساتھ یہ بات کہہ دوں ... کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ ... کہ مجھے سب سے زیادہ عزیز جانتا ہے اس لیے میں جانتے ہوئے تمہیں دھوکا نہیں دینا چاہتا۔"

"کیا کوئی ایسا شخص موجود ہے جو تم لوگوں کے سارے منصوبوں کی اطلاع کی خبر لبابا تک پہنچا سکے؟" میں نے پہلی بار ایک اہم سوال پوچھا۔

"نہیں، ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔" ڈاپہ نے جواب دیا۔ "لبابا کے علاوہ میرے، ترکو اور شامو کے علاوہ بستی کے کسی اور شخص کا رابطہ نہیں ہے۔ لبابا کو ہمارے منصوبوں کی ناکامی کا علم صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک طویل عرصہ گزر جائے اور ہم میں سے کوئی بھی اس سے رابطہ نہ کرے اور اگر تم بھی دوبارہ واپس نہ پہنچے یا پھر یہ کہ بڑی بستی کے لوگوں کے علم میں یہ سارے واقعات آجائیں اور یہاں سے کوئی شخص جا کر لبابا کو اس کی اطلاع دے دے۔"

"سنو ماشالا!" میں نے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ابھی بستی کے کسی بھی شخص کو ان واقعات کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ بتایا جائے اور ڈاپہ کو قید خانے میں ڈال دو اور اس کی اچھی طرح حفاظت کے احکامات جاری کر دو۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" ماشالا نے کہا اور سپاہیوں کو بلا کر حکم دے دیا کہ ڈاپہ کو قید خانے میں ڈال کر اس کی اچھی طرح حفاظت کریں۔

ڈاپہ کے وہاں سے چلے جانے کے بعد میں نے ماشالا سے کہا۔ "کل صبح اپنے معتمدین خاص کو بلا لینا، میں بھی آجاؤں گا۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔ وہ میں تمہارے اور تمہارے معتمدین کے سامنے پیش کروں گا۔ اگر تم لوگوں نے اسے پسند اور منظور کر لیا تو جلد ہی یہ سارا فتنہ ختم ہو جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" ماشالا نے کہا۔ "میں کل اپنے چاروں معتمدین کو بلا لوں گا، تم بھی آجانا۔"

اس کے بعد میں اور آرینہ وہاں سے اپنے گھر واپس آگئے۔ آرینہ کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ تھا۔ میں بھی خوش اور مطمئن تھا کہ میں آرینہ کو اس وحشی درندے کے چنگل سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ رات میں نے اور آرینہ نے بڑے سکون کے ساتھ گزاری۔ ڈاکرہ کے چلے جانے کے بعد ہمیں پہلی مرتبہ رات میں تنہائی نصیب ہوئی تھی، ہم اس تنہائی سے پورے طور پر لطف اندوز ہوتے رہے۔

دوسرے دن صبح کو میں حسب وعدہ ماشالا کے گھر پہنچ گیا۔ اس کے چاروں خصوصی معتمدین پہلے سے وہاں موجود تھے۔ ... انتظار تھا۔

"کارروائی کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟" ماشالا نے میرے آنے کے بعد مجھ سے سوال کیا۔

"سب سے پہلے تو تم ان معززین کو واقعات کی تمام تر تفصیل سے آگاہ کرو۔" میں نے کہا۔ "اس کے بعد میں بتاؤں گا کہ میرے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟"

ماشالا نے ان چاروں کو تمام تر واقعات تفصیل سے بتا دیے۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ میری اس غیر معمولی قوت کا راز یہ ہے کہ میرے اوپر ایک درویش کا سایہ ہے اور جب تک اس کی تائید حاصل ہے کوئی مجھے ہلاک نہیں کر سکے گا۔

"ہمیں پہلے ہی اس بات کا اندازہ تھا کہ فروس ایک غیر معمولی انسان ہے۔" ایک معتمد بولا۔ "اور ساتھ ہی ساتھ انسان دوست و نیک بھی۔ ہم تم پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے فروس!"

"ہم سب اس بات سے متفق ہیں۔" باقی تینوں معتمدین نے پہلے معتمد کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اب تم بتاؤ کہ ہمیں آگے کیا کرنا چاہیے؟" ماشالا نے مجھ سے کہا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں ان سارے واقعات کو بستی کے تمام لوگوں سے چھپانا ہے تاکہ کہیں کاشوری بستی کے سردار لبابا کو اس بات کی خبر نہ ہو جائے کہ اس کے ساتھیوں کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ شکستہ حال عمارت میں پڑی ہوئی لاشوں کو فوری طور پر خفیہ طریقے سے دفن کرا دیا جائے اور ان میں ڈاپہ کی لاش کا بھی اضافہ کر دیا جائے۔ شامو، ترکو اور ڈاکرہ کی گمشدگی پر بستی میں سخت تشویش کا اظہار کیا جائے گا اور لوگ ان کی تلاش میں بھی نکلیں گے لیکن کچھ دنوں بعد یہی سمجھا جائے گا کہ وہ یا تو خفیہ طور پر اس بستی کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں یا پھر جنگلی جانوروں نے انھیں کھا لیا ہے۔ چند دنوں کے بعد میں اور آرینہ کسی ایسے مکان میں روپوش ہو جائیں گے جس کا علم صرف تمہیں ہوگا اور کسی کو نہیں ہوگا اور ساری بستی میں خبر مشہور کر دی جائے گی کہ فروس اور آرینہ یہاں سے بھاگ کر کسی دوسری بستی کی طرف نکل گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے جانے سے پہلے باقاعدہ ماشالا سے اجازت طلب کی تھی۔ اس کے بعد کسی خاص معتمد ہی کو ... طرح تیار کر کے کاشوری کی بستی میں سردار لبابا کے پاس بھیجا جائے گا۔ وہ شخص اپنے آپ کو [illegible] کا دوست اور حمایتی ظاہر کرے گا۔ وہ لبابا کو یہ اطلاع دے گا کہ شامو، ترکو اور ڈاکرہ اچانک ہی کہیں غائب ہو گئے۔ وہ اس بات کو ظاہر کرے گا کہ شاید انھیں فروس نے کسی طرح ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ اطلاع بھی دے گا کہ ان لوگوں کی گمشدگی

کے کچھ ہی بعد فروس بھی اپنی بیوی کو لے کر بستی سے چلا گیا۔ سردار ماشالا نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے کہا کہ اب وہ اس بستی میں نہیں رہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اور اس کی بیوی دونوں وہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد یہ شخص لبابا کو اس بات کا مشورہ دے گا کہ اب میدان صاف ہے۔ فروس موجود نہیں ہے۔ اگر لبابا چاہے تو بستی پر حملہ کر سکتا ہے۔ اس شخص کی فراہم کردہ تمام اطلاعات ایسی ہوں گی کہ اگر لبابا اپنے ذرائع سے ان کی تصدیق کرنا چاہے گا تو ان میں سے کوئی بھی بات غلط نہیں ثابت ہوگی۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں لبابا کے عزائم سے آگاہی حاصل ہو جائے گی اور ہم یہ جان لیں گے کہ وہ اب بھی ہماری بستی پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یا نہیں۔"

"... بالفرض اس نے حملہ کرنے میں دلچسپی ظاہر کی اور ... بڑی بستی پر حملہ کر دیا تو؟" ایک معتمد نے پوچھا۔

"تو اس کے نتیجے میں لبابا کی بستی کے ... ختم ہو جائیں گے ... [illegible] ... لبابا کے پاس خواہ کتنی ہی ... [illegible] ... ہے۔"

ماشالا سمیت ... [illegible] ... اتفاق کیا۔

اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے ایک باقاعدہ منصوبہ تیار کر لیا گیا۔ سب سے پہلے تو چند نہایت قابل اعتبار اور وفادار لوگوں کو لاشیں دفنانے کا کام سونپا گیا۔ ڈاپہ کو ہلاک کر کے اس کی لاش بھی دفن کر دی گئی۔ شکستہ حال عمارت جن محافظین نے گھیرے میں لے رکھی تھی وہ ماشالا کے خاص آدمی تھے۔ انھیں ہدایت دے دی گئی کہ وہ اس بات کا کہیں تذکرہ نہ کریں۔

اسی شام سے بستی میں شامو، ترکو، ڈاپہ اور مہمان درویش ڈاکرہ کی گمشدگی کو محسوس کیا جانے لگا۔ کئی دن تک مختلف ٹولیاں جنگل میں انھیں تلاش کرتی رہیں۔ ادھر ماشالا کے معتمدین اور دوسرے خاص لوگوں نے بستی میں یہ بات مشہور کرانے کی کوشش کی کہ وہ سب کے سب بستی سے فرار ہو کر کہیں دور چلے گئے ہیں کیونکہ وہ ماشالا کی سرداری کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک ہفتے تک ان لوگوں کی گمشدگی کا گھر گھر چرچا رہا، پھر آہستہ آہستہ اس ذکر کی شدت میں کمی آتی گئی۔ لوگوں نے جنگل کو ... چھان مارا، لیکن ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا کوئی پتہ نشان نہیں ملا۔

دس دن گزر جانے کے بعد منصوبے کے دوسرے مرحلے پر بھی عمل درآمد کا آغاز ہوا۔ ماشالا کے بڑے سے مکان کے ایک حصے میں جہاں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی، میری اور آرینہ کی رہائش کا انتظام کر دیا گیا۔ ہم لوگ نہایت خاموشی سے وہاں منتقل ہو گئے اور سوائے چند لوگوں کے کسی کے کانوں کان یہ خبر تک نہ ہوئی۔ اسی دن سے یہ مشہور کر دیا گیا کہ فروس اور آرینہ بستی کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے ہیں۔

جیسا کہ مجھے ماشالا سے ملاقاتوں کے دوران معلوم ہوا تھا، بستی والوں نے اس امر پر سخت تعجب اور حیرت کا اظہار کیا تھا کہ ہم دونوں بغیر کسی کو اطلاع دیے اور بغیر کسی سے ملے ہوئے یوں اچانک چلے گئے۔ سردار ماشالا نے لوگوں کو بتایا کہ ہم نے وہاں سے جانے سے پہلے اس سے اجازت طلب کی تھی اور اس نے ہمیں روکنے کی کافی کوشش کی تھی لیکن جانے پر مصر ... پھر ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔

اب میں اور آرینہ دونوں کچھ دنوں کے لیے ایک طرح سے محصور اور گوشہ نشین ہو کر رہ گئے۔ ہم ماشالا کے مکان کے ایک مخصوص حصے میں رہتے تھے اور ماشالا کے مکان کے چند خاص افراد کے علاوہ کسی کو اس بات کی خبر نہیں تھی۔ ... کھانا وغیرہ پہنچانے ... بات ... کرنے پر مامور تھے۔

اسی دوران میں دو ہفتے گزر گئے۔ اب منصوبے کے تیسرے مرحلے پر عمل درآمد کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ ... شخص کو ... لبابا کے پاس کاشوری کی بستی بھیجا جانا تھا ... [illegible] ... منصوبے کے ... [illegible]۔

... ماشالا نے ... کڑی نظر رکھی کہ اگر کوئی نیا آدمی بستی میں داخل ہوتا ہے لیکن کوئی نیا شخص بستی میں داخل نہیں ہوا۔ جس سے اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ بستی میں پیش آنے والے واقعات کا علم باہر کی دنیا والوں کو نہیں ہوا ہے کیونکہ اس دوران میں بستی سے بھی کوئی شخص باہر نہیں گیا تھا۔

ماشالا اور اس کے خصوصی معتمدین نے کاشوری کی بستی بھیجنے کے لیے بہت سوچ سمجھ کر ایک نہایت وفادار اور قابل اعتماد شخص کا انتخاب کیا۔ اس کا نام لارشم تھا۔ لارشم رشتے میں ماشالا کا بھتیجا تھا۔ ماشالا کو اور اس کے دیگر معتمدین خصوصی کو لارشم پر پورا بھروسہ تھا۔ لارشم کو کاشوری کی بستی روانہ کرنے سے پہلے ایک باقاعدہ میٹنگ ہوئی جس میں ماشالا اور اس کے چاروں معتمدین کے علاوہ میں خود بھی شریک تھا۔ لارشم کو پہلے سے میرے بارے میں اصلیت بتا دی گئی تھی۔ جب اس نے میٹنگ میں مجھے موجود پایا تو وہ مجھ سے لپٹ گیا۔

"مجھے تو اس کی کوئی خبر ہی نہ تھی کہ تم بستی میں ہی موجود ہو۔" اس نے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو تمہارے جانے کا اس قدر افسوس ہوا کہ میں نے اس دن کھانا بھی نہیں کھایا۔ سب سے زیادہ قلق تو اس بات کا تھا کہ تم ہم میں سے کسی سے ملے بغیر ہی چلے گئے۔"

"جو کچھ کیا گیا وہ بستی کے مفادات اور یہاں کے لوگوں کی بھلائی کے لیے کیا گیا۔" میں نے جواب دیا۔ "اس بات میں بھی ایک خاص مصلحت تھی جس سے تم غالباً اب تک واقف ہو چکے ہو گے۔"

"ہاں" لارشم نے جواب دیا۔ "بہت کچھ مجھے بتایا جا چکا ہے اور باقی باتیں اس نشست میں سمجھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میں ... [illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بخوبی لوٹا کر سکوں گا۔"

"تمہیں پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنے آپ کو لبابا کے سامنے پیش کر کے شاجو کا دوست ظاہر کرنا ہے۔" میں نے اس سے کہا۔ "اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ تمہاری ذرا سی لغزش، لہجہ، آہٹ، پریشانی یا خود اعتمادی میں کمی لبابا کو شبہ میں مبتلا کر سکتی ہے اور اس کے بعد تمہارا انجام موت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" لارشم نے کہا۔ "مجھے بھی وہ خود اعتمادی منظور رکھنا ہوگی۔"

اس کے بعد ایک طویل گفتگو کے دوران لارشم کو تمام باتیں تفصیل کے ساتھ سمجھائیں اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اسے کیا کردار ادا کرنا ہے۔ اسے بتایا گیا کہ اس کا اصل مقصد یہ بات معلوم کرنا ہے کہ آیا لبابا فردوس کے چلے جانے کے بعد ہماری بستی پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یا نہیں اور اگر رکھتا ہے تو کب۔ اسے یہ بھی ہدایت کی گئی کہ وہ ہماری بستی کے لوگوں میں سے کسی کو یہ نہ بتلائے کہ وہ کاشور کی بستی جا رہا ہے بلکہ کسی دوسری بستی کا نام لے۔ یہ ضروری تھا کیونکہ بستی کے لوگوں کو اصل بات کا علم نہ ہونے پائے اور یہ بات کسی نہ کسی طرح لبابا تک نہ پہنچ سکے۔

بہرحال لارشم کو تمام باتیں اچھی طرح سمجھا دی گئیں اور اس کے دو دن بعد وہ کاشور کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب ہم لوگوں کو صرف یہ کرنا تھا کہ خاموشی سے لارشم کی واپسی کا انتظار کریں۔

کوئی دو ہفتے کی مدت کے گزر جانے کے بعد لارشم واپس آگیا۔ اس کی واپسی کی اطلاع پاتے ہی ماشالا نے اپنے چاندان معتقدین کو اور مجھے طلب کیا اور لارشم کو بلا بھیجا۔ لارشم نے ہم سب لوگوں کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی۔

"میں لبابا کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ میں شاجو کا دوست ہوں۔ گو کہ شروع شروع میں اسے اس بات کو تسلیم کرنے میں تامل تھا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ شاجو اور قاتابا کے پرانے لوگوں میں سے کسی نے بھی کبھی اس کے سامنے میرا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ اس کے جواب میں میں نے اسے بتایا کہ میں نے خود ان لوگوں کو منع کر دیا تھا کہ میرا تذکرہ کہیں نہ کیا جائے کیونکہ میں خود کو مخفی رکھنا چاہتا تھا۔ میں ان کا دوست تھا اور ان کے سارے منصوبوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ جب میں نے لبابا کو شاجو، ترکو اور دیگر کے منصوبوں کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کیا تو اسے یقین آگیا کہ میں شاجو کے گروہ سے ہی تعلق رکھتا ہوں۔ جب میں اسے یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس کے اور میرے درمیان کھل کر بات ہوئی۔ میں نے اسے شاجو، ترکو اور دوسرے لوگوں کی اچانک گمشدگی کے بارے میں بتایا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ ان لوگوں کو قاتابا نے ذبح کر دیا اور ان کی لاشوں کو کہیں دفن کر دیا کیونکہ ان کے گم ہونے میں … دن بعد ہی فردوس اپنی بیوی کے ساتھ بستی چھوڑ کر چلا گیا۔ … کے … رہ گئے کے بارے میں … جب لبابا کو اس بات کا علم ہوا کہ فردوس بستی کو چھوڑ کر جا چکا ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ شاجو اور اس کے ساتھیوں کی موت کا غم بھی بھول گیا۔ کہنے لگا کہ وہ کب سے ہماری بستی پر یلغار لگانے کی جستجو میں … ایک مضبوط فوج بھی تیار کر لی ہے۔ اسے تو بس فردوس کی … کا انتظار تھا۔ اس نے بتایا کہ … کی طویل غیر حاضری کے باعث وہ … تھا اور … جب ایک آدھ … کے اندر ہی اپنے کچھ جاسوس … کی صورت میں ہماری بستی میں بھیجنے والا تھا۔ لیکن اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ شاجو اور اس کے ساتھیوں کی جانب سے اتنے عرصے سے کوئی … نہ ملنے کے سبب بڑا بے چین تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے کیونکہ واگری بھی … نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کی کوئی اطلاع ملی تھی۔ جب میں نے اسے ساری باتیں بتائیں تو اس نے بھی میری اس بات سے اتفاق کیا کہ … شاجو کو … فردوس کے … کوئی نہیں ہے … فردوس ان سب لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار کر خود بھی اس بستی سے … کہیں کسی وقت اس کی اس حرکت کا علم بستی کے لوگوں کو نہ ہو جائے اور وہ قتل کے الزام میں ماخوذ نہ ہو جائے؟"

"اب لبابا کے کیا ارادے ہیں؟" ایک معتقد نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"میں اسی جانب آ رہا ہوں۔" لارشم نے جواب دیا۔ "جیسا کہ میں نے ابھی ابھی بتایا، لبابا کو اس خبر سے بے انتہا خوشی ہوئی کہ فردوس اپنی بیوی کے ساتھ بستی سے جا چکا ہے۔ اس کے نزدیک اب … ٹل چکا ہے اور اس کی مضبوط فوج ہماری بستی پر حملہ آور ہو کر بآسانی شکست دے سکتی ہے۔ میں نے اسے پیشکش کی کہ میں بھی اس کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ وہ اس بات کا وعدہ کرے کہ فتح مند ہونے کے بعد ہماری بستی کا سردار مجھے بنا دے گا۔ میں اسے باقاعدگی سے ہر سال خراج ادا کیا کروں گا جس طرح شاجو کے ساتھ اس کا معاملہ طے تھا۔ لبابا اس بات پر فوراً راضی ہو گیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ بستی کو فتح کرنے کے بعد وہ وہاں اپنی حکومت قائم کرنے سے دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ اس کی اصل دلچسپی بستی کی دولت سے ہے۔ اگر میں ہر سال اسے مخصوص رقم دیتا رہوں تو وہ مجھے سردار بنا دے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ اسے اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہے بستی میں آئے اور جس عورت کے ساتھ چاہے رات گزارے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے اس کی یہ شرط بھی منظور کر لی۔"

"تم نے بہت دانشمندی کا ثبوت دیا۔" ایک معتقد بولا۔

"ظاہر ہے کہ جب میں شاجو کے دوست اور بستی کے ایک …

حیثیت سے اس کے پاس گیا تھا تو پھر مجھے اس کی ہر بات کو ماننا تھا۔" لارشم نے کہا۔ "مجھے تو اس کے اعتماد کو جیتنا تھا اور اس کے لیے یہ ساری باتیں ضروری تھیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں مصلحت کے تقاضوں کے تحت ہی کام کرنا تھا۔"

"مختصر یہ کہ اب لبابا ہماری بستی پر حملہ کرنے کا عزم ارادہ کیے بیٹھا ہے۔ پہلے تو اس کا خیال یہ تھا کہ قریب کی دوسری بستی سے بھی فوجی مدد حاصل کرے جہاں کا سردار اس کا بھائی ہے لیکن بعد میں اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ میں نے اسے یہ بھی سمجھا دیا کہ ہماری بستی کی فوجی قوت پہلے ہی بہت کمزور ہے اور کاشور کی بستی کی فوج کے مقابلے میں ہماری بستی کی فوج کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ ماشالا ایک کمزور اور نرم دل سردار ہے اور اس کی کمزوری اور نرم دلی کے نتیجے میں فوجی تنظیم بالکل ڈھیلی ڈھالی ہو کر رہ گئی ہے۔ فوج میں کوئی نظم و ضبط برقرار نہیں اور … ایک افراتفری کا عالم ہے۔ غرضیکہ میں نے اسے پوری طرح مطمئن کر دیا کہ اسے دوسری بستی سے فوجی مدد حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف کاشور کی بستی کی فوج ہی کافی ہوگی۔"

"تم نے یہ بہت اچھا کیا۔" ماشالا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں … کمزور دل سے … ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ ہم نے غلط آدمی کا انتخاب نہیں کیا تھا۔" سارے لوگوں نے ماشالا کی اس بات کی تائید کی۔

"اب اگلے ماہ چاند کی ابتدائی تاریخوں میں لبابا کی فوجیں ہماری بستی پر حملہ آور ہوں گی۔" لارشم نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لبابا نے مجھے کہا ہے کہ … وہاں بستی میں جا کر … بے اطمینانی کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کروں اور سردار ماشالا کے خلاف لوگوں کو تیار کرنے کی مہم چالاکی کے ساتھ چلاؤں۔ اس نے مجھے ہدایت کی ہے کہ اب میں دوبارہ کاشور کا رخ نہ کروں کیونکہ … سردار ماشالا یا ہماری بستی کے دیگر لوگوں میں سے کسی کے علم میں … سے میرے بارے میں شبہات پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ میں نے اس کی اس بات سے اتفاق کیا۔" اتنا کہہ کر لارشم خاموش ہو گیا۔

"کوئی اور قابل ذکر بات؟" ماشالا نے پوچھا۔

"میرے خیال میں میں نے وہ تمام باتیں بیان کر دی ہیں جو میرے اور لبابا کے درمیان ہوئی تھیں۔ میں نے کسی قابل ذکر بات کو … نہیں کیا ہے۔"

اس کے بعد ماشالا نے اس سے کاشور کی بستی کی فوجی قوت کے … اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں بہت سے سوالات کیے۔ لارشم … کاشور کی فوجی قوت کافی مضبوط ہے اور لبابا ایک طاقتور … لیکن وہ ایک ظالم، جابر اور جنگجو آدمی ہے اس لیے وہاں … سے تنگ ہیں لیکن کسی میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ لبابا یا اس کے مظالم کے خلاف ایک لفظ بھی زبان پر لا سکے۔ لبابا کے جو جاسوس ساری بستی میں پھیلے ہوتے ہیں وہ لوگوں کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات سے لبابا کو باخبر رکھتے ہیں۔ بستی میں مخالفین کے لیے بہت سخت سزائیں … انھیں زندہ آگ … کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے کوئی بھی شخص زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہے۔ لارشم نے بتایا کہ اس کے سامنے ہی دو … کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا کیونکہ انھوں نے لبابا کے خلاف باتیں کی تھیں اور لبابا کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے ان کی خبر مل گئی تھی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں کاشور کی بستی کے حالات کو بھی درست کرنا ہوگا۔" میں نے پُر خیال انداز میں کہا۔ "اگر وہاں ذرا ذرا سی باتوں پر لوگوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے تو یہ بڑا ظلم ہے۔ ہمیں اس ظلم کا خاتمہ کرنا ہوگا۔"

"لیکن اس سے پہلے تو ہمیں اس آفت سے نمٹنا ہے جو اگلے ماہ کی چاند کی ابتدائی تاریخوں میں ہم پر ٹوٹنے والی ہے۔" ایک معتقد نے کہا۔

"میں تم لوگوں کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے دوستانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں سب کچھ سنبھال لوں گا۔ گو کہ لارشم کی رپورٹ کے مطابق کاشور کی فوج بڑی مضبوط ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پاس ایک چھوٹی سی فوج موجود ہے لیکن میری موجودگی میں یہ چھوٹی سی فوج بھی اتنی زیادہ طاقتور بن جائے گی کہ بستی کے عام لوگوں کو جنگ میں حصہ لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی اور صرف دونوں فوجوں کے باہم تصادم کے دوران ہی جنگ کا فیصلہ ہو جائے گا۔"

"لیکن ہمیں بہرحال کچھ نہ کچھ تیاریاں تو شروع کرنی ہی چاہییں۔" ماشالا نے کہا۔ "ہماری فوجوں کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے اور جنگ ہو سکتی ہے۔"

"انھیں جسمانی طور پر بھی تیار ہونا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "میں یہ نہیں چاہتا کہ ہماری فوجیں … بیٹھی رہیں یا کسی کمزوری کا مظاہرہ کریں۔ انھیں پوری مستعدی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ انھیں ابھی یہ نہ بتایا جائے کہ ہم پر حملہ ہونے والا ہے ورنہ … کسی طرح لبابا تک پہنچ جائے اور وہ اپنے منصوبے میں کوئی تبدیلی کر لے۔ فوجیوں کو صرف ہدایت کی جائے کہ انھیں زیادہ مستعد اور چوکس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ بعض پڑوسی بستیوں کی نظریں ہماری جانب لگی ہوئی ہیں اور اس کے ساتھ ہی فوجی افسران کو بھی ہدایت کر دی جائے کہ وہ اپنے اپنے دستوں کو زیادہ چوکس کر دیں۔"

"تمہاری تجویز بالکل درست ہے۔" ماشالا نے کہا۔ "میں کل ہی سارے فوجی افسروں کا ایک اجلاس طلب کروں گا اور انھیں خود ضروری ہدایت دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ایک معتقد نے کہا۔ "اس کے علاوہ ہمیں ہتھیاروں کے ذخیرے وغیرہ کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔"

"بہت ضروری ہے کہ بستی کا ہر شخص پوری طرح مسلح ہو۔" ایک اور معتقد نے کہا۔

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو بستی میں شاید کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مسلح نہ ہو۔" میں نے کہا۔ "سارے ہی لوگوں کے پاس ہتھیار موجود ہیں؟"

"پھر بھی ہمیں جائزہ لینا چاہیے۔" ماشانا نے کہا۔ "جن لوگوں کے پاس ہتھیار موجود نہیں ہیں، انہیں ہم ہتھیار فراہم کر دیں گے تاکہ بعد میں ہم ان کی طرف سے فارغ ہو سکیں۔"

"ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میری بات کا یقین کرو ماشانا! بستی کے مرد عورتوں کے اس جنگ میں شامل ہونے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ بہرحال تم جو بھی ضروری کارروائیاں مناسب سمجھو کر لو۔"

اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں دوبارہ اپنی کمین گاہ میں واپس آگیا۔

دن ایک ایک کر کے گزرتے رہے۔ میرے دن تیزی کے ساتھ ختم ہو رہے تھے اور اگلے ماہ کی چاند کی تاریخیں شروع ہونے میں زیادہ مدت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس دوران ماشانا نے میری ہدایت کے مطابق مزید تیاریاں مکمل کی تھیں۔ اور وہ مجھے ان تیاریوں کے بارے میں بتاتا رہتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ بستی کی فوجوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور انہیں ہر طرح سے لیس کر دیا گیا ہے۔ بستی کے سارے لوگوں کو مسلح کر دیا گیا ہے اور اب کوئی شخص غیر مسلح نہیں رہا ہے۔ فوجوں کو اور بستی کے لوگوں کو یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ جیسے ہی آس پاس کی بستیوں سے خطرہ لاحق ہو... مگر اس سلسلے میں کسی خاص بستی کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ ماشانا نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بہت سی فوجیں بستی کے باہر تعینات کر دی گئی ہیں اور وہ بستی کی طرف آنے والے ہر شخص پر نظر رکھیں گی۔ ان کے بستی میں داخل ہونے سے پہلے ہی انہیں روک لیا جائے گا اور اس دوران ہم اپنی صف بندی مکمل کر لیں گے۔

پھر ساری تیاریاں اپنی جگہ پر جاری تھیں کہ چاند کی تبدیلی کا آغاز ہو گیا۔ اب کسی بھی لمحے حملہ ہو سکتا تھا۔ ماشانا کے چہرے سے کافی پریشانی جھلکنے لگی تھی۔ وہ جب بھی میرے پاس آتا، مجھے یہی احساس ہوتا کہ وہ اپنی پریشانی چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں اسے بار بار تسلیاں دیتا رہتا تھا لیکن پھر بھی وہ خاصی حد تک فکرمند رہتا تھا۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ ماشانا کی فوجوں اور بستی کے لوگوں کا کوئی امتحان نہیں ہوا تھا۔ ماشانا کے معتقدین بھی پریشان تھے۔ میری ملاقات ہوتی رہتی تھی، کچھ گھبرائے گھبرائے سے نظر آتے تھے۔

شاید آدھی رات کا وقت تھا۔ میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ اچانک مجھے کچھ عجیب سی آوازیں سنائی دیں۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ماشانا کا خاص محافظ کھڑا ہوا تھا۔

"سرکار! آپ کو ماشانا یاد فرما رہے ہیں۔" اس نے کہا۔ "وہ کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ سب بھی موجود ہیں۔"

"چلو!" میں نے کہا۔ اس وقت میرے ذہن میں کچھ عجیب سی سوچیں جاگ گئی تھیں۔ اس نے کہا کہ وہ آرام سے سو جائے اور میرا انتظار کرے۔

میں جب ماشانا کے کمرے میں پہنچا تو میں نے وہاں ماشانا اور ان چاروں معتقدین کو پہلے سے موجود پایا۔ ان سب کے چہروں سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"ڈاکٹر فراز! مجھے دیکھتے ہی ماشانا نے کہا۔ "ابھی ابھی ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ حملے کا آغاز ہونے والا ہے۔"

"اچھا!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "کیا کاشغر کی فوجیں پہنچ گئی ہیں؟"

"ہماری فوجوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اطلاع دی ہے کہ بہت بڑی تعداد میں سیکڑوں شعلوں کو بستی کی طرف آتے دیکھا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دشمن ہی ہیں۔" ماشانا نے کہا۔ "ہماری فوجیں تیار ہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کے بستی کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں اپنی صف بندی کر لینی چاہیے۔ دشمنوں کے بستی کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ہم ہوشیار ہو جائیں گے۔"

پھر اس کے بعد تو گویا کمرے میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ بستی کی ہر طرف حرکت دوڑا دی گئی۔ ماشانا نے فوراً فوجوں کو تیار ہو کر باہر نکلنے کا حکم دے دیا۔ دشمنوں کے مقابلے کے لیے اپنی صف بندی شروع کر دی۔ فوجیں ان کے استقبال کے لیے تیار ہو گئیں۔ ماشانا بستی کے اندر موجود رہنے والا تھا تاکہ کسی بھی ناگہانی صورت میں فوری فیصلہ کر سکے۔

"بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہاری منصوبہ بندی درست ہے۔ اب دشمنوں کو آنے دو۔"

"لیکن تمہاری منصوبہ بندی کیا ہے فراز؟" ایک معتقد نے پوچھا۔ "ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"اس بستی کی حفاظت کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ بستی کا ہر فرد اپنی جگہ پر رہے۔ میں خود ان کی قیادت کروں گا۔ لیکن مجھے ایک بات کا یقین ہے کہ ہماری فوجیں کسی بھی لمحے مشکل میں نہیں پڑیں گی۔ ہم ان سے زیادہ طاقتور ہیں۔"

"تمہیں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کرنی چاہیے۔" ماشانا نے کہا۔

بھی فوری ضرورت ہے؟"

"وہاں ایک تلوار بھی اور ایک گھوڑا بھی ہمیں ملے گا جس پر میں سوار ہو جاؤں گا۔"

"تمہارے لیے ایک نقاب اور تلوار مجھے فراہم کر دی گئیں۔ گھوڑا میرا منتظر کھڑا تھا۔"

اس دوران ماشانا کے محافظ خاص نے اگر اطلاع دی کہ فوجوں کی صف بندی مکمل ہو گئی ہے۔ تمام فوجی افسر اپنے اپنے دستوں کے ساتھ موجود ہیں اور دشمنوں کی روشنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

ماشانا نے میری طرف دیکھا۔ "آئیے" وہ بولا۔ میں نے جواب دیا۔ "میں ابھی جا رہا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تم بھی پہنچ جانا۔"

تھوڑی دیر بعد بستی میں ایک شور بلند ہوا۔ ماشانا اس کے چاروں معتقدین اور میں ماشانا کے مکان سے باہر نکل آئے۔ میں نے ایک سیاہ رنگ کا نقاب چہرے پر چڑھا لیا تھا جس میں صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ باہر گھوڑے تیار تھے۔ ہم سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تیزی سے فوجوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ شہروں اور فوجوں کی صفوں میں سے گزرتے ہوئے بستی کے باہر پہنچ گئے جہاں بستی کی فوجوں کا سپہ سالار موجود تھا۔ ماشانا نے سپہ سالار کو بلایا اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہمارا دوست ہے جو باہر سے آیا ہے اور ایک خاص مقصد کے لیے ہماری مدد کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہماری طرف سے جنگ میں حصہ لے گا۔ یہ سب سے آگے رہے گا اور تم اس کی ہدایت پر عمل کرنا۔"

"جو حکم سرکار!" سپہ سالار نے جواب دیا اور تعظیماً ماشانا کے آگے جھک گیا۔

اب دشمنوں کا جلوس کچھ فاصلے پر آ کر رک چکا تھا۔ صبح کا اجالا پھیل رہا تھا اور اس اجالے میں گھوڑ سواروں کی لمبی قطاریں صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ماشانا نے بستی کی فوجوں کو ان کے مقابلے کے لیے اپنی صفیں درست کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اب بار بار اس کی تشویش بڑھ رہی تھی اور میں ان کی بے چینی کو محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اس کی کیفیت کو یکسر نظرانداز کر دیا۔ ماشانا کے علاوہ اس کے چاروں معتقدین اور فوجی افسروں کے چہروں پر بھی اس وقت تشویش تھی جب انہوں نے اپنے سامنے کاشغر کی بستی کے لشکر کو دیکھا۔

"سلو سپہ سالار!" میں نے آخر فیصلہ کن قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں سب سے آگے جاؤں گا اور تم میرے پیچھے رہو گے۔ ہمارا دشمن کو یہ موقع نہیں دینا چاہیے کہ وہ ہم پر حملہ کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ان کے پہلے ہی مقابلے کا آغاز کر دیں۔ کیا تم تیار ہو؟ چلو جاؤ!"

"اب سب کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔" میرے عزیز دوست! ماشانا نے کہا۔ "جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہوگا۔" اور اس کے ساتھ ہی اس کے معتقدین کو اشارہ کیا اور وہ واپس بستی کی طرف چلے گئے۔ میں وہیں کھڑا دیکھتا رہا۔

اب میں نے اپنے سامنے نظر ڈالی۔ کاشغر کی فوجیں بڑی منظم دکھائی دے رہی تھیں۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ہماری بستی کی فوجیں بھی ان کے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن انہوں نے اس کی پروا نہیں کی تھی۔ وہ اپنی طاقت کا اندازہ لگا چکے تھے کہ ہماری فوجی حیثیت بہت معمولی ہے۔

"سنو سپہ سالار!" میں نے آواز بلند کر کے کہا۔ "کیا وہ سپہ سالار ہے جو سب سے آگے کھڑا ہے؟" سپہ سالار نے حیران ہو کر کہا۔ "جی ہاں! لیکن وہ کیا ہے؟ آپ کو کیا خدشہ ہے؟ آپ نے کہا تھا کہ ان کا کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ جب تک کاشغر کی بستی کی فوجیں اس طرف آگے نہیں بڑھتیں۔ جب وہ ہماری طرف بڑھیں گی تو اسی وقت تم جوابی کارروائی کرنا اور خاموشی سے کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے رہنا؟"

سپہ سالار میری بات کا مطلب سمجھ نہیں سکا۔ اس نے حیرت سے میرے نقاب پوش چہرے کو دیکھا۔ لیکن میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور بجلی کی طرح اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔

آواز میرے اندر میں کاشغر کی فوجوں کے قریب پہنچ گیا جو ابھی تک اپنی صف بندی میں مصروف تھیں۔ ان کا سپہ سالار ایک نہایت تنومند اور خوفناک شکل و صورت کا آدمی تھا جو سب سے آگے کھڑا اپنے لوگوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ ایک نقاب پوش کو تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے قریب آتے دیکھ کر سامنے کے سارے لوگ رک گئے اور خاص طور سے سپہ سالار سارے کام چھوڑ کر مجھے حیرت سے دیکھنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔

میں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ میرا سب سے پہلا نشانہ سپہ سالار تھا۔ میری تلوار بجلی کی طرح اس کی گردن پر پڑی اور اس کی گردن کو دور اچھال دیا۔ اس کے بعد میں کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح ان لوگوں پر ٹوٹ پڑا۔

شروع شروع میں ان لوگوں کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ماجرا کیا ہے اور یہ کون پاگل شخص ہے جس نے تن تنہا ان پر حملہ کر دیا ہے۔ لیکن جب ان کا سپہ سالار قتل ہو گیا اور ایک ایک کر کے کشتوں کے پشتے لگنے شروع ہوئے تو ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ یہ لوگ آگے اور انہوں نے چاروں طرف سے مجھ پر یلغار شروع کر دی۔ تلواریں میرے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ رہی تھیں اور ان کی ہر ضرب بے اثر ہو رہی تھی۔ ہر طرف سے تماشا دیکھ رہے تھے اور میں ان سب سے بے پروا کاشغر کے سپاہیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے میں مصروف تھا۔ حیرت والی بات یہ تھی کہ ان کی تعداد میں اس تیزی سے کمی ہو رہی تھی۔ کاشغر کے فوجیوں کے حواس گم ہوتے جا رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

وہ مجھ سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے۔ سب حواس باختہ ہر طرف سے تیر چھوڑ رہے تھے اور چلا رہے تھے لیکن سیکڑوں کے حساب سے ان کے آدمیوں کی لاشیں گرتی چلی جا رہی تھیں۔

جو سپاہی پیچھے تھے، انھیں شاید اصل صورت حال کا علم نہیں تھا۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ غالباً ہماری بستی والوں نے حملہ کر دیا ہے اور وہ ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ اس لیے انھوں نے بھی اپنی جگہ سے حرکت شروع کر دی اور آگے بڑھ کر جنگ میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن انھیں مخالف فوج کا کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ سوائے ایک پراسرار نقاب پوش کے، جو بے دریغ کاشور کے سپاہیوں کو ہلاک کر رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ میں ہر طرف لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور زمین پر جگہ جگہ خون کے تالاب بنے ہوئے نظر آنے لگے۔ میں سیکڑوں سپاہیوں کو ہلاک کر چکا تھا اور ہلاکت کا سلسلہ ابھی برابر جاری تھا۔

بالآخر میں نے کاشور کے سپاہیوں کے حوصلے پست ہوتے ہوئے دیکھے۔ انھیں اپنا سارا منصوبہ ناکام ہوتا نظر آ رہا تھا۔ مخالف فوج سے باقاعدہ طور پر ابھی ان کی کوئی جنگ ہی نہیں ہوئی تھی جبکہ وہ اپنے سیکڑوں ساتھیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ چند فوجی افسر بھاگتے ہوئے ایک طرف جا رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ضرور سردار لباپا کو اس غیر معمولی واقعے کی اطلاع دینے جا رہے ہوں گے جو لشکر کے پیچھے کسی محفوظ مقام پر موجود ہو گا۔ میں بھی ان لوگوں کے پیچھے لپکا۔ راستے میں جس نے بھی مزاحمت کی کوشش کی وہ سیدھا موت کی وادی میں اتر گیا۔ ان افسروں نے جب مجھے اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو وہ سخت خوفزدہ ہو گئے۔ ان کی حواس باختگی کا یہ عالم تھا کہ ان کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں۔ وہ رک گئے اور ان کا رکنا ہی ان کے لیے موت کا پیغام ثابت ہو گیا۔ میری خون میں بھیگی ہوئی تلوار کچھ اور زیادہ سرخ ہو گئی اور وہ سب کے سب مارے گئے۔

صورت حال اب بالکل بدل چکی تھی۔ کاشور کے سپاہی سخت خوف زدگی اور سراسیمگی کے عالم میں ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ میں جدھر بھی نکل جاتا، وہ لوگ مجھ سے دور بھاگنے کی کوشش کرتے۔

سورج آسمان پر چمکنے لگا تھا۔ ہر طرف دن کا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ میں نے ذرا سا رک کر ایک نظر ادھر ڈالی جدھر ہماری بستی کی فوجیں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ لوگ سب کے سب خاموش کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ سب سے آگے سپہ سالار کھڑا تھا اور اس کے پیچھے ہماری بستی کی فوج ترتیب کے ساتھ صف آرا تھی۔ ذرا بہت پیچھے ایک ٹیلے پر مجھے چند دھندلی دھندلی شبیہیں نظر آ رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ لوگ یقیناً اس کے معتمدین خصوصی ہوں گے۔

کاشور کے ایک فوجی افسر نے اپنی پراگندہ اور بکھری ہوئی فوج کو حکم دیا کہ وہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے، لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس احمقانہ حکم کی بمشکل ہی تعمیل کی جا سکے گی کیونکہ اس کی فوج میں تو اتنی جرأت ہی نہیں رہی تھی کہ وہ آگے بڑھ کر حملہ کر سکے۔ پھر بھی کچھ سپاہیوں نے حماقت کا ثبوت دیتے ہوئے اس حکم کی پیروی کی کوشش کی۔ میں نے سب سے پہلے تو ایک وار میں اس افسر کا کام تمام کیا جس نے یہ حکم دیا تھا۔ پھر اس کے بعد آگے بڑھتے ہوئے سپاہیوں کے قدم رک گئے۔ میں بجلی کی سی تیزی سے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا رہا تھا اور کسی کی مجال نہیں رہی تھی کہ آگے قدم بڑھا سکے۔ جو بھی ایسی حرکت کرتا تھا، سیدھا راہی ملک عدم ہوتا۔ میں گویا اپنی بستی کی فوجوں اور کاشور کی بستی کی فوجوں کے درمیان ایک متحرک دیوار کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

پھر ان لوگوں نے ایک عجیب و غریب حرکت کی۔ میں نے دیکھا، پندرہ بیس سپاہی ہاتھوں میں بڑی بڑی جلتی ہوئی مشعلیں تھامے ہوئے تیزی سے میری طرف دوڑے اور انھوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر کر مجھ پر جلتی ہوئی مشعلوں کی بارش کر دی۔ جب تک میں سنبھلتا تب تک تیز آگ نے میرے لباس کے کئی حصے کو جلا ڈالا۔ لیکن نقاب کو بہرحال محفوظ رکھنے میں کامیاب رہا۔ آگ کی بارش سے گھوڑا بھی بدکنے لگا۔ مجبوراً مجھے اس پر سے نیچے اترنا پڑا۔ مجھے گھوڑے سے اترتا ہوا دیکھ کر ان لوگوں نے بے تحاشا خوشی کا اظہار کیا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ وہ سمجھے کہ ان کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا ہے اور وہ بالآخر مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس لیے انھوں نے میرے گرد اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔

لیکن ان کی یہ خوشی اسی وقت خاک میں مل گئی جب میں نے زمین پر ایک لوٹ لگا کر اپنے جلتے ہوئے لباس کو جلنے سے بچا لیا اور ساری آگ بجھ گئی۔ میرا لمبا دبلا جسم ایک بار پھر زمین سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اپنی تلوار سنبھالی اور لپک کر ایک خالی گھوڑے پر قبضہ کیا۔ میری اس کارروائی کے ساتھ ہی ان لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی جو میرے گرد گھیرا تنگ کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ لیکن میں نے ان کو بھاگنے کی بہت کم مہلت دی۔ ان میں سے بیشتر کو میں نے چند ہی منٹ میں ٹھکانے لگا دیا۔

اب کاشور کی فوجوں کی حالت واقعی بے حد خراب ہو گئی تھی۔ ان کا ایک سپاہی بھی آگے بڑھ کر ہماری فوجوں کے پاس نہیں جا سکا تھا اور میں نے ان کی صفوں میں تباہی پھیلا دی تھی۔ لیکن اب میں جلد از جلد اس کھیل کو ختم کر دینا چاہتا تھا کیونکہ میرے ہاتھوں کافی سپاہی ہلاک ہو چکے تھے اور میں ان کی مزید ہلاکت کا خواہاں نہیں تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھ کر ایک فوجی افسر کو جا پکڑا اور اسے گھوڑے سے نیچے گھسیٹ لیا۔ وہ خوف کے مارے تھر تھرانے لگا۔

"میں تمھیں ہلاک نہیں کروں گا۔" میں نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے لباپا کے پاس لے چلو۔ میں اس سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں... میں تمھارا ہر حکم ماننے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "لباپا لشکر کے پیچھے ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیے، میں آپ کو اس کے پاس لیے چلتا ہوں۔"

"میرے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔" میں نے کڑک کر حکم دیا۔ وہ بادل نخواستہ اچھل کر میرے پیچھے گھوڑے کی پشت پر آ بیٹھا۔

وہ شخص اس قدر گھبرایا ہوا اور خوفزدہ تھا کہ میرے پیچھے بیٹھے رہنے کے باوجود اس نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ سارے ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھا اور چاہتا تو مجھ پر طبع آزمائی کر سکتا تھا لیکن ان سارے لوگوں کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی تھی کہ اب کوئی شخص خود پہل کر کے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

وہ بڑی خاموشی سے میرے پیچھے بیٹھا رہا اور میں نے گھوڑے کا رخ لشکر کے پیچھے کی جانب موڑ دیا۔ کاشور کے سپاہی میرے راستے سے کائی کی طرح پھٹتے جا رہے تھے اور میں تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ ہم لشکر کے عقب میں پہنچ گئے۔

لشکر کے عقب میں بھی تباہی، سراسیمگی اور افراتفری کی فضا تھی۔ ایک سفید گھوڑے پر سوار ایک شخص، جو اپنے لباس اور وضع قطع کے اعتبار سے سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں نظر آ رہا تھا، مجھے تیز نظروں سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"یہ ہے سردار لباپا!" فوجی افسر نے میرے کان میں سرگوشی کی اور جلدی سے میرے گھوڑے پر سے کود کر زمین پر کھڑا ہو گیا۔

"تم ہی لباپا ہو؟" میں نے کڑک کر اس شخص سے سوال کیا۔

"ہاں، میں ہی لباپا ہوں۔" اس نے غضب ناک آواز میں جواب دیا۔ "کمبخت نقاب پوش بدمعاش! تو کیا چاہتا ہے؟"

"میں تیری ساری کی ساری فوج کی ہلاکت کا خواہاں نہیں ہوں۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "اپنی فوج کو ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دے۔ یہی تیری اور تیرے لوگوں کی بھلائی ہے۔"

"لباپا بزدل نہیں ہے مردود!" اس نے گرج کر کہا۔ "میری زندگی میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہاں میرے مارے جانے کے بعد جو کچھ ہو، اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہو گی۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے تلوار کھینچ لی اور مجھ پر حملہ کر دیا۔

اگلے لمحے لباپا کا مردہ جسم زمین پر پڑا ہوا پھڑک رہا تھا۔ اس کے گرد موجود لوگوں میں سے کسی نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ سب خاموش اور دہشت زدہ کھڑے ہوئے تھے۔

"لباپا کا نائب کون ہے؟" میں نے کڑک کر پوچھا۔

ایک شخص ڈرتا ڈرتا سامنے آیا۔ "میرا نام باسو ہے۔ میں لباپا کا نائب ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیا چاہتا ہے؟" میں نے اسی طرح کڑک کر پوچھا۔ "اپنی ساری فوج کی ہلاکت یا شکست؟"

"ہمیں عملاً تو شکست ہو چکی ہے۔" باسو نے نرم پڑتی آواز میں کہا۔ "ہمارا سپہ سالار بھی مارا جا چکا ہے اور ہمارا سردار بھی۔ اس کے علاوہ لاتعداد سپاہی قتل ہو چکے ہیں۔ اب شکست تسلیم کرنے کے علاوہ ہمارے پاس چارہ ہی کیا ہے؟"

"تو پھر اپنی فوجوں کے سامنے چل کر باقاعدہ اعلان کر دے کہ تو نے شکست قبول کر لی ہے۔" میں نے کڑک کر حکم دیا۔ "اس کے بعد تجھے ہماری بستی کے سردار کے حضور پیش ہونا پڑے گا اور وہی فیصلہ کرے گا۔ فی الحال تجھے غیر مشروط طور پر شکست قبول کرنی پڑے گی۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں۔" باسو نے جواب دیا۔

"تو پھر چل!" میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

باسو نے اپنی فوجوں کے سامنے جا کر بلند آواز میں باقاعدہ اعلان کیا کہ سپہ سالار اور سردار لباپا، دونوں مارے جا چکے ہیں اور وہ لباپا کے نائب کی حیثیت سے غیر مشروط طور پر شکست قبول کرتا ہے۔ اس لیے اب کوئی سپاہی ہتھیار نہ اٹھائے۔

میں نے محسوس کیا کہ اس اعلان کے ساتھ ہی کاشور کی فوجوں میں ایک اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ سپاہی جلدی جلدی اپنے گھوڑوں سے نیچے اترنے لگے اور ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ میرے کانوں میں اس قسم کے جملے پڑنے لگے کہ "باسو نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ ہم انسانوں سے تو لڑ سکتے ہیں لیکن بد روحوں یا دیوتاؤں سے ہم کس طرح جنگ کر سکتے ہیں۔ یہ نقاب پوش تو یقیناً کوئی مافوق الفطرت ہستی معلوم ہوتی ہے... اس نے ہماری ساری فوج کو کاٹ کر رکھ دیا اور ہم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے" وغیرہ وغیرہ۔

"اب تم اپنے چند معتبرین کو ساتھ لے کر میرے ساتھ سپہ سالار کے پاس چلو۔" میں نے باسو کو حکم دیا۔

باسو نے بیس پچیس چیدہ چیدہ ساتھیوں کو اپنے ساتھ لیا اور میں ان لوگوں کو لے کر اپنی بستی کی فوجوں کی سمت روانہ ہوا۔

ہم لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہماری بستی کی فوجوں میں بھی ہلچل مچ گئی۔ لوگوں میں جوش اور ساتھ ہی اضطراب کی بھی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں نے دور سے سپہ سالار اور اس کے ساتھیوں کو ٹیلے سے اترتے ہوئے دیکھا۔ میرے چہرے پر ابھی تک نقاب پڑی ہوئی تھی۔ جب میں اپنی بستی کی فوجوں کے قریب پہنچا تو سب سے پہلے اسی ٹیلے سے اترنے والے کو خیر مقدم کرنے والا ہماری بستی کی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

جو اب بھی فوجوں کے آگے کھڑا ہوا تھا۔ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھ آیا۔ [illegible] اپنے گھوڑے سے [illegible] تو مرحبا۔

"مرحبا اجنبی دوست۔ تمہاری بہت تعریف سنی ہے اور مجھے اعتراف ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ [illegible] تمہارے بارے میں کچھ جاننے کا اب اشتیاق ہے۔ جان گیا ہوں کہ تم ناقابل تسخیر ہو۔ تم واقعی ناقابل تسخیر ہو۔ تم میں سے نہیں ہو۔ تم آسمانی روح ہو یا انسان کے روپ میں کوئی دیوتا ہو؟"

سپہ سالار میری شان میں قصیدے پڑھ رہا تھا اور میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ہامبو اور اس کے تینوں ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھے۔

سامنے سے ماشالا اس کے چاروں معتمد اور کچھ دوسرے لوگ تیزی سے ہماری جانب بڑھتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ آخر ایک جگہ پہنچ کر ہم لوگ ایک دوسرے کے آمنے سامنے رک گئے۔

"فتح مبارک ہو سردار ماشالا!" میں نے ماشالا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "کاشور کی بستی کا سردار ہلاک کیا جا چکا ہے۔ ان کی فوجوں کا سپہ سالار گما مارا جا چکا ہے۔ میرے ساتھ وہاں کا نائب سردار ہامبو ہے۔ ہامبو نے غیر مشروط طور پر شکست قبول کر لی ہے اور اپنے سپاہیوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دے دیا ہے۔"

"کون سی جنگ میرے دوست؟" ماشالا نے گھوڑے سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی سارے لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ ہامبو اور اس کے تینوں ساتھی بھی اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔

"کوئی جنگ تو شروع ہی نہیں ہوئی۔" ماشالا نے ہامبو کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "صرف تم اکیلے تھے جو کاشور کی فوجوں کے درمیان گھس گئے تھے اور گھسنے والی جگہ فوراً ہی [illegible] ہماری فوج کے کسی ایک سپاہی کو بھی تلوار اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔"

"بہر حال، جو کچھ بھی ہوا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اب مہمان تمہارے سامنے ہیں۔ کاشور کی بستی کا نائب سردار جو اب سردار کی جگہ پر ہے، اپنے خصوصی معتمدین کے ساتھ تمہارے سامنے موجود ہے۔ وہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر چکا ہے۔"

"میں نائب سردار ہامبو کے اس دانشمندانہ فیصلے پر اس کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس نے اپنی فوج کو یا [illegible] سے بچا لیا ہے۔" ماشالا نے کہا۔ "اگر وہ یہ فیصلہ نہ کرتا تو مجھے یقین ہے کہ اس کی فوج کا ایک بھی سپاہی زندہ نہیں بچتا۔"

"سردار ماشالا!" ہامبو نے پہلی بار سب کے سامنے [illegible] کہا۔ "میں نے اپنی فوجوں کو ہتھیار ڈالنے کا [illegible] حکم دے دیا ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟ ہم [illegible] تمہارے ہر حکم کے لیے تیار ہیں۔ [illegible] کا کوئی [illegible]"

کہ اس پورا سردار نقاب پوش کی شکل میں [illegible] نہیں۔ اصل میں ماشالا کی موجودگی میں [illegible] تمہاری فوج بھی موجود ہے [illegible] نہیں سکیں گے۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا [illegible] قبول کر لوں۔ اب میں تمہارے ہر حکم کا پابند ہوں۔ [illegible] پہلے تم سے اپنے اپنے معتمدین کے [illegible] کرتا ہوں۔"

"ہمیں تمہاری جان لینے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ماشالا نے بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ "[illegible] لینا چاہتے تھے۔ لیکن [illegible] اس صورت میں [illegible] کو ہمیں اپنے دفاع کے لیے [illegible] کی۔ اب تم سب لوگ ہماری امان میں ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو بھی اب ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ تم لوگ ہمارے [illegible] ہمارے مہمانوں کے ساتھ احترام کا سلوک کرتے ہیں۔"

ماشالا کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہامبو حیرت کا [illegible] شاید اسے ہرگز اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اس قدر فراخدلانہ سلوک کیا جائے گا۔ [illegible] کاشور کی فوج کے تمام چیدہ چیدہ لوگوں کو [illegible] ہلاک کر دیا جائے گا اور باقی سپاہیوں کو قیدی بنا لیا جائے گا۔ کیونکہ [illegible] جنگوں کے دوران یہی دستور تھا۔ لیکن ماشالا نے جس فراخدلانہ روش کا مظاہرہ کیا تھا وہ اس کے لیے بالکل نئی بات تھی۔

"میرے پاس تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں سردار ماشالا!" ہامبو نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ایک عظیم انسان ہو۔"

"اپنے تمام فوجیوں کو حکم دے دو کہ وہ واپس اپنی بستی کو چلے جائیں۔" ماشالا نے ہامبو کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دو کہ بستی میں جانے کے بعد وہ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کریں۔ یہ بات ہمارے علم میں آ چکی ہے کہ [illegible] اس کے عمال نے بستی کے لوگوں کو سخت ظلم و تشدد کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اب یہ سب کچھ نہیں چلے گا۔ ہم کاشور کی بستی کے لوگوں پر اب کوئی ظلم نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بات اچھی طرح اپنے سپاہیوں کو سمجھا دو اور جو سرکاری عمال بستی میں موجود ہیں ان کو بھی یہ بات سمجھا دو۔ ہمارا ایک وفد یہاں سے تمہاری بستی کی طرف روانہ ہوگا اور وہاں جا کر وہ تمہاری [illegible] کرے گا۔ اس کے بعد طے کریں گے کہ کاشور کی بستی میں کیا کیا اصلاحات کی ضرورت ہے۔"

"سردار ماشالا کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" ہامبو نے کہا۔ "مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے فوجیوں کے پاس جا کر انہیں ضروری ہدایات دے سکوں۔"

"تم اپنے فوجیوں کے پاس جا سکتے ہو۔" ماشالا نے جواب دیا۔ "لیکن ان سے بات کرنے کے بعد فوراً یہیں واپس آ جانا۔"

"میں ابھی چند منٹ میں یہاں واپس آتا ہوں۔" ہامبو نے کہا۔ "میرے ساتھی یہیں موجود رہیں گے۔" اور اس کے ساتھ ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ اب اس بات کی ضرورت نہیں رہی ہے کہ تم اپنے چہرے کو چھپائے رکھو۔" ماشالا نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ تم اپنا نقاب اتار دو اور بستی والے تمہاری اصل شکل دیکھ لیں۔"

"مجھے اب اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے چہرے پر سے نقاب اتار ڈالا۔ نقاب اترنا تھا کہ گویا ایک قیامت برپا ہوگئی۔ ہر طرف سے فردوس فردوس کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ بستی کے فوجی چاروں طرف سے جیسے مجھ پر پروانہ وار ٹوٹ پڑے۔ ان میں سپہ سالار بھی شامل تھا۔ ان لوگوں نے مجھے کاندھوں پر اٹھا لیا اور میرے نام کے نعرے بلند کرنے لگے۔ وہاں موجود تمام لوگوں میں فوراً یہ خبر پھیل گئی کہ فردوس موجود ہے اور نقاب پوش کی شکل میں وہی تھا جس نے کاشور کی بستی کی فوجوں کو اس بری طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ ہامبو کے تینوں مشیر حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کوئی میرے نام سے واقف تھا یا نہیں کیونکہ شاید میں اور اس کے ساتھیوں کا ہرا راست [illegible] سے تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہامبو واپس آ گیا۔ اس نے نقاب کے بغیر میرا چہرہ دیکھا تو چونک پڑا۔

"تم تو عام انسانوں کی طرح ہو۔" اس نے حیران ہو کر مجھ سے پوچھا۔ "صرف فرق یہ ہے کہ تمہاری رنگت سنہری ہے۔ جو کہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ اس نقاب کے پیچھے نہ جانے کیسا پراسرار انسان چھپا ہوا ہوگا۔"

"میرا نام فردوس ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا کبھی لوگوں نے تم سے میرا ذکر کیا تھا؟"

"فردوس؟" ہامبو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو تم فردوس ہو؟ مگر تمہارے بارے میں تو ہمیں بتایا گیا تھا کہ شاید تم اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے بعد تم اس بستی سے چلے گئے تھے۔"

"میں کہیں نہیں گیا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "صرف لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو گیا تھا۔"

تھوڑی دیر میں کاشور کی بستی کی فوجوں کی واپسی شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں سامنے والے میدان میں لاشوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ کاشور کی فوجوں کی روانگی کے بعد ماشالا نے اپنی فوجوں اور لشکریوں کو بستی میں واپس جانے کا حکم دیا۔ سب لوگ خوشی کے نعرے لگاتے ناچتے گاتے اور شور مچاتے ہوئے بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس رات بستی میں زبردست فتح کا جشن منایا گیا۔ اس جشن کا دولہا میں تھا۔ ماشالا سمیت بستی کے تمام لوگوں نے متفقہ طور پر یہ اعلان کیا کہ میں کوئی دیوتا ہوں جسے خاص طور سے ان کی نجات و حفاظت کے لیے آسمانوں سے اتارا گیا ہے۔

دوسرے دن ساتھ لوگوں پر مشتمل ایک وفد ہامبو اور اس کے ساتھیوں کی رہنمائی میں کاشور کی بستی کو روانہ ہوا۔ اس وفد میں میں بھی شامل تھا۔ ہم لوگوں نے تقریباً ایک ہفتہ تک وہاں قیام کیا اور وہاں کے حالات کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ متعدد اصلاحاتی اقدامات کیے۔ ہامبو کو نیا سردار بنا دیا۔ بہت سے عمال کو ہٹا کر ان کی جگہ نئے لوگوں کا تقرر کیا۔ بستی کے عام لوگ ان اصلاحات سے بہت خوش تھے اور بے حد ممنون تھے کہ ہم نے انہیں ظلم و جبر سے نجات دلا دی۔ ہمارا کاشور کی بستی پر خود حکومت کرنے کا قطعی کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس لیے وہاں کے حالات کو درست کرنے اور حکومت ہامبو کے سپرد کرنے کے بعد ہم لوگ واپس آ گئے۔ ہم نے ہامبو پر یہ بات واضح کر دی کہ مہینے میں کم از کم ایک بار ہمارا کوئی نہ کوئی نمائندہ یہاں آ کر حالات کا جائزہ لیتا رہے گا اور اگر اس کے خلاف کوئی شکایت پائی گئی تو اسے معزول کر دیا جائے گا۔ ہامبو نے وعدہ کیا کہ وہ ہماری ہدایات پر پوری طرح عمل کرے گا۔

اب بستی میں آنے کے بعد میرے لیے ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی۔ وہی مصیبت جس سے میں اس سے پہلے بھی دوچار ہو چکا تھا۔ لوگوں نے مجھے انسان سمجھنا چھوڑ دیا تھا اور دیوتا سمجھ کر میری پرستش شروع کر دی تھی۔ اب بستی میں میری وہی حیثیت ہو گئی تھی اور دیوتا کی ہوتی ہے جلد ہی میں اس صورت حال سے پریشان ہو گیا۔ گو کہ آرینہ کو اس میں کوئی پریشانی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ آخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ آرینہ کو لے کر اب یہاں سے کسی دوسری طرف نکل جاؤں۔ جب میں نے آرینہ کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا تو اس نے کہا کہ وہ اس تجویز سے پوری طرح متفق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ ہم یہاں نہایت آرام اور عزت و آبرو کی زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر جب میں اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہتا ہوں تو وہ میرے ساتھ جائے گی۔ اس نے ایک بار پھر یہ بات واضح کر دی کہ میرا اور اس کا ہر جگہ ساتھ ہے۔ جہاں میں جاؤں گا وہاں وہ بھی جائے گی۔ میں اس معصوم عورت کی سادگی پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اسے کیا معلوم کہ میرا اور اس کا جنم جنم کا ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اسے کیا معلوم کہ میری طویل زندگی میں اس جیسی کتنی عورتیں آئیں اور چلی گئیں۔

"لیکن ہمیں یہاں سے چھپ کر رات کی تاریکی میں نکلنا ہوگا۔" میں نے آرینہ سے کہا۔ "اگر ہم نے ماشالا اور بستی والوں کی اجازت سے یہاں سے جانا چاہا تو وہ کبھی ہمیں اس امر کی اجازت نہیں دیں گے"

"اور تمہارا مخالف کا ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔"

"تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہمیں یہاں سے چوروں کی طرح چھپ کر جانا ہوگا؟" آرمینہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بھی کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن ہم بستی والوں کو بتا کر نہیں جا سکتے۔"

پھر ایک رات ہم نے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ [illegible] مجھے خود اپنے لیے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی [illegible] چنانچہ میں نے [illegible] گوشت کے کچھ ٹکڑے وغیرہ کا بندوبست کیا اور کچھ [illegible] بھی ساتھ لیے۔ آرمینہ کے قیمتی زیورات ابھی تک اس کے پاس موجود تھے۔ انہیں بھی ہم نے ساتھ لے لیا [illegible] ساری بستی [illegible] دنیا خواب تھی۔ ہم خاموشی سے گھوڑوں پر سوار ہو کر بستی سے نکل گئے۔

جلد ہی بستی پیچھے رہ گئی اور ہم گھنے جنگل میں داخل ہو گئے۔ اپنی اور آرمینہ کی حفاظت کے خیال سے میں نے کچھ ہتھیار بھی ساتھ لے لیے تھے جن میں [illegible] بھی شامل تھی۔ خود آرمینہ بھی ہتھیاروں سے [illegible] فن حرب کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔

ہم نے رات بھر اپنا سفر جاری رکھا [illegible] ہم نے کسی سمت کا تعین نہیں کیا تھا۔ بس جدھر منہ اٹھا چلتے رہے۔ راستے میں کئی جگہ جنگلی جانوروں سے بھی [illegible] لیکن ان میں سے کسی نے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی اور ہمارا سفر جاری رہا۔

صبح کا اجالا پھوٹا تب ہم بستی سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اب اگر بستی والے ہماری تلاش میں نکلتے بھی تو ہماری گرد کو بھی نہیں پا سکتے تھے۔ [illegible] فیصلہ کیا۔ اس کے بعد جلد ہی ہم نے اپنے سفر کا [illegible] ہمارے گھوڑے بھی تازہ دم ہو چکے تھے۔

تین دن تک ہم نے سفر جاری رکھا [illegible] کسی بستی کے آثار نظر آئے [illegible] وسیع و عریض میدان تھا [illegible] کا ایک طویل سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ میں پہلے تو کچھ نہیں پا سکا [illegible] لیکن جب میں نے زیادہ غور کیا تو میری سمجھ میں آیا کہ اس میدان میں بہت سے خیمے نصب ہیں۔ گویا بستی کے باہر خیموں کا ایک پورا شہر آباد تھا۔ [illegible] بستی کے باہر ان خیموں کا کیا [illegible]

چند ہی لمحوں بعد سپاہیوں کے ایک دستے نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ [illegible]"

ان کے سردار نے [illegible] ہمیں غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ [illegible]

"ہم مسافر ہیں۔ ہم نے اپنی بستی چھوڑ دی ہے [illegible] کسی بستی کی طرف جا رہے ہیں [illegible] ہماری کوئی منزل نہیں ہے۔"

"یہ عورت تمہاری کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ میری بیوی ہے۔" میں نے کہا۔

"تم دونوں کو [illegible] سردار کے پاس چلنا ہوگا۔ [illegible] فیصلہ تو اب سردار ہی کرے گا۔"

آرمینہ [illegible] پریشان نظر آ رہی تھی [illegible] مسلح سپاہیوں کے [illegible]

[illegible]

"ٹھیک ہے۔" میں نے پرسکون آواز میں کہا۔ "ہم تمہارے سردار کے پاس چلنے کے لیے تیار ہیں۔"

[illegible] بستی کے قریب [illegible] صاف نظر آ رہے تھے۔ جلد ہی ہم ان خیموں کے قریب پہنچ گئے [illegible]

[illegible] سپاہی موجود ملے۔

سپاہیوں کی جمعیت کے سردار نے ہم دونوں کو ایک خالی خیمے میں بٹھا دیا اور چند سپاہیوں کو ہماری نگرانی پر مامور کر کے خود چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ دوبارہ واپس آیا اور ہم سے کہنے لگا۔

[illegible] آرمینہ کی آنکھیں حیرت میں ڈوب گئیں۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سرنگ کا علم نہیں ہے۔ مگر صرف کچھ مخصوص لوگ ہی جو اس کے بارے میں جانتے ہیں اور یہ امر خاصا اطمینان بخش تھا۔

تب اندر ہی اندر ہم نے ساری بستی میں گھومتے پھرتے سب سے زور [illegible] اس دوران ہم نے بستی کے کئی بڑے حصے کی سیر کر لی۔ بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن میں مرد اور عورتیں سب شامل تھے۔ ایک بات میں نے خاص طور پر محسوس کی اور وہ یہ تھی کہ شمرالدی بستی کے تمام بزرگوں کے حوصلے بہت بلند تھے۔ وہ آندوبگ کی زبردست قوت سے ذرا بھی ہراساں یا خوفزدہ نہیں تھے۔ ان میں سے بیشتر نے برملا یہ بات کہی کہ وہ اپنی آزادی کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگا دینے کے لیے تیار ہیں۔ مجھے ان لوگوں کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ براال اپنی بستی کے لوگوں کے جذبات سے واقف ہی نہیں بلکہ وہ ان کے مزاج سے پوری طرح باخبر ہے۔

یہ تو بہت ہی اچھی خبر کہ مجھے شہر بھر کے عام لوگوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ وہ واقعی بہادر اور جری قسم لوگ تھے اور ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دیتے تھے۔ مجھے ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس کے حوصلوں کو کسی نے پست پایا ہو۔

"یہ سب لوگ مر جائیں گے لیکن آندوبگ کے ہاتھوں شکست قبول نہیں کریں گے۔" میں نے واپسی میں آریہ سے کہا۔

"لیکن انہیں مرنا نہیں چاہیے" آریہ نے کہا۔ "ایسے بہادر اور باہمت لوگوں کو زندہ رہنے کی ضرورت ہے۔ تم ان کی کیا مدد کر سکتے ہو؟"

"میں ان کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہوں اگر [illegible]" میں نے جواب دیا۔ "لیکن ابھی [illegible] بعد میں غور کروں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ آندوبگ کو کس طرح [illegible]"

"لیکن [illegible] اس دن سے پہلے نہیں ہو سکے گی" آریہ نے کہا "مگر یہ بتاؤ اگر آندوبگ کی فوجیں بستی میں داخل ہونے کی کوئی صورت نکال لیں تو پھر کیا ہوگا؟"

"ابھی تک تو میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا کہ آندوبگ کی فوجیں بستی میں داخل ہونے کے لیے کون سا طریقہ استعمال کریں گی۔ جیسا کہ براال نے بتایا ہے گزشتہ پانچ سال سے یہ فوجیں بستی کا محاصرہ کیے پڑی ہیں لیکن ابھی تک انہیں اندر داخل ہونے میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے۔"

"بستی میں داخل ہونے کا ایک طریقہ میری سمجھ میں آتا ہے" آریہ نے کہا "اور مجھے حیرت ہے کہ یہ طریقہ اب تک ان لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آیا؟"

"وہ کون سا طریقہ؟" میں نے آریہ کی بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"بستی کا صدر دروازہ جو بستی میں داخلے کا واحد راستہ ہے بھاری اور مضبوط لکڑی کا بنا ہوا ہے لیکن لکڑی بہرحال لکڑی ہے اور وہ جل سکتی ہے۔ ان لوگوں نے صدر دروازے میں آگ لگانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اوہ — تم کیسی نادانی کی باتیں کرتی ہو!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا تم سمجھتی ہو کہ آندوبگ اور اس کے ساتھیوں کے ذہن میں یہ ترکیب نہیں آئی ہوگی؟ یقیناً آئی ہوگی لیکن یہ عملاً ناممکن ہے۔ پہلی تو یہ کہ صدر دروازہ بہت موٹی لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اتنی موٹی لکڑی آسانی سے آگ نہیں پکڑتی۔ دوسری بات یہ کہ دروازے پر روزانہ اندر سے کافی مقدار میں پانی ڈالا جاتا ہے تاکہ وہ نم رہے۔ کیا تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے لوگوں کو دروازے پر پانی ڈالتے ہوئے نہیں دیکھا؟ تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دروازے میں آگ لگانے کے لیے کسی نہ کسی کو فصیل کے قریب جانا پڑے گا اور فصیل پر تیر انداز ہر وقت چوکس رہتے ہیں۔ آگے بڑھنے والا ان کے تیروں کی زد سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حملہ کرنے والوں نے اپنے خیمے فصیل سے اتنے فاصلے پر لگائے ہیں جہاں فصیل پر موجود تیر اندازوں کی زد سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر وہ جا کر دروازے تک پہنچ سکتے تو کب کا اسے آگ لگا چکے ہوتے [illegible] لیکن ان کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو" آریہ نے کہا "واقعی جو بات میں سوچ سکتی ہوں وہ بھلا آندوبگ اور اس کے ساتھی کیوں نہیں سوچ سکتے؟ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ کب کا دروازہ توڑ چکے ہوتے یا اسے جلا چکے ہوتے۔"

ہم ٹہلتے اسی طرح باتیں کرتے ہوئے براال کے رہائشی مکان پر واپس آگئے اور ایک سپاہی نے ہمیں اطلاع دی کہ براال اور اس کے مشیر آپ کے منتظر ہیں۔ وہی سپاہی ہم دونوں کو ایک کمرے میں لے گیا جہاں [illegible] براال اس کے مشیروں کے ساتھ [illegible] میں نے براال کو بتایا کہ میں نے بستی کے بہت سے مردوں اور عورتوں سے ملاقات کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ سب کے سب بلا کے بہادر اور پرجوش ہیں اور جس قوم میں اتنی ہمت اور جرأت موجود ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت غلام نہیں بنا سکتی۔

براال اور اس کے مشیر میری اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

"مجھے اپنے بزرگوں کے عزم کا بخوبی اندازہ ہے" براال نے فخریہ کہا۔ "ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے اس سرزمین پر بستے چلے آئے ہیں [illegible] کبھی اپنی آزادی پر آنچ نہیں آنے دی۔ ہم ہرگز غلامی سے نفرت کرتے ہیں۔ دوسروں کو غلام بنانا چاہتے ہیں نہ خود کسی کا غلام بننے کے لیے تیار ہیں۔ [illegible]"

[illegible]

[illegible]

"اب ہم کس بات پر [illegible]" [illegible]

[illegible]

"اب تم آرام کرو [illegible]"

[illegible]

"ہم آندوبگ کی [illegible]"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جاتی تھیں۔ مجھے ہماری ملاقات کا خیال آ رہا تھا تاکہ [illegible] کی کھالیں بھی [illegible] سے
خانہ بدوش [illegible] کی مہم کے لیے اپنے مردوں کو [illegible] تیار کر رہے تھے۔

اگلی رات بزالت بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ [illegible] جلدی ہی [illegible]
لیا اور حسب معمول [illegible] بیٹھے تھے۔ کھانے کے دوران
زیادہ تر خاموشی رہی [illegible] بہت کم [illegible]۔ ان سب لوگوں کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اندر سے بھر کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔
"کوئی جواب ہی نہیں آ رہا ہے۔" باہر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ "شاید حضرت وزیر ابھی تک اپنے کسی اہم عمل میں مصروف ہیں۔ پہلے خود ہی اندر چل کر دیکھنا چاہیے اور پھر نارس کو بتا دینا چاہیے۔"
"میرے خیال میں تم ٹھیک کہتے ہو۔ دوسرے نے اس کی تائید کی۔ "ہم اندر چل کر دیکھتے ہیں۔"
اور اس کے ساتھ ہی خیمے کے دروازے کا پردہ ہٹا کر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ دونوں میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک مشعل روشن تھی جسے لے کے اندر داخل ہوتے ہی جس چیز پر ان کی نظر سب سے پہلے پڑی وہ وزیر کی سربریدہ لاش تھی!
"اوہ ۔۔۔ معزز وزیر کو کسی نے قتل کر دیا!" ان میں سے ایک نے لرز کر کہا۔ "اس کا سر دھڑ سے الگ ہے اور جسم ادھر پڑا ہوا ہے۔ یہ تو بڑا غضب ہو گیا!"
"دشمن نے یہ بڑا بھرپور اور کاری حملہ کیا ہے۔" دوسرے شخص نے کہا۔ "لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی دروازے کے پاس بت بنے نہیں کھڑا رہ سکتا۔ وہ وہاں کھڑے ہو کے خوف زدہ نظروں سے ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔
"ہمیں فوراً چل کر نارس کو اس کی اطلاع دینا چاہیے۔" ایک بولا۔ "ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ معزز وزیر اپنے عمل میں مصروف ہے اور یہاں وہ اس دنیا سے ہی رخصت ہو چکا ہے۔"
"چلو جلدی چلو۔" دوسرا شخص بولا۔ اور وہ دونوں الٹے پیروں وہاں سے بھاگ پڑے۔
سنسناہٹ کا یہ عالم تھا کہ وہ مزید کچھ سوچ بھی نہیں سکے۔ وہ تیزی سے خیمے کے باہر نکل آئے۔ جو سپاہی خیمے کے سامنے تعینات تھے، وہ حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے اس میدان کی طرف جا رہے تھے جہاں نارس کا خیمہ تھا۔ نارس اس وقت میدان میں تھا اور ان کے قریب پہنچ گئے جہاں سامنے فوجیوں اور مشعل برداروں کا ہجوم تھا۔ ان کے چہرے پر گھبراہٹ تھی اور وہ ہانپ رہے تھے۔ وہ دونوں فوجیوں کے ہجوم میں داخل ہو گیا۔ اور جلد ہی جگہ بناتا ہوا اگلی صفوں تک جا پہنچا جہاں نارس کے ساتھ ہی ان کی گفتگو ہونے لگی۔
"معزز نارس!" ان میں سے ایک شخص نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا۔ "بڑا غضب ہو گیا!"
"کیا ہوا؟" نارس نے گھبرا کر پوچھا۔
"معزز وزیر کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ ان کی سربریدہ لاش اس کے خیمے کے اندر پڑی ہوئی ہے۔" دوسرے شخص نے جلدی سے جواب دیا۔
"کیا کہا؟" نارس نے چیخ کر کہا۔ "وزیر کو قتل کر دیا گیا۔ وزیر کو کسی نے ہلاک کر ڈالا ہے!"
"ہاں نارس!" ان میں سے پہلا شخص بولا۔ "وزیر کو کسی نے قتل کر ڈالا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کہیں آس پاس ہی ہمارے بالکل قریب

نہ جانے ہمیں خبر ہی نہیں ہو سکی اور وہ وار کر کے چلا گیا۔ یہ تو بڑی مصیبت کی بات ہے۔ جو شخص یا اشخاص وزیر کو ہلاک کر سکتے ہیں، ہمارے سپہ سالار کو بھی ہلاک کر سکتے ہیں۔ وزیر جیسے مقتدر کو ہلاک کر سکتے ہیں جو تمام جادو اور ساحرانہ قوتوں کا مالک تھا، وہ ہم میں سے کسی کو بھی جب چاہیں ہلاک کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے کسی کی بھی زندگی ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"
نارس اپنے ساتھیوں سے گفتگو میں مصروف تھا اور شمرالہ کی بستی کے قلعے کی جانب دیکھ رہا تھا جو بھوتوں کی کسی بستی کی طرح سناٹے اور تاریکی میں سر اٹھائے کھڑا تھا۔ اس کی فصیلوں کے دھندلے خطوط گہرے سیاہ پس منظر میں صاف طور پر محسوس کیے جا سکتے تھے۔ لیکن یہ ممکن تھا کہ ان کے برجوں میں موجود لوگ نیچے کے منظر کا بغور مشاہدہ کر رہے ہوں گے۔ وہ جگہ جگہ جلتے ہوئے خیموں کے منظر کو بخوبی دیکھ رہے ہوں گے۔ انھوں نے یہ بھی دیکھ لیا ہوگا کہ آگ سے زیادہ خیمے اور جل چکے ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھ چکے ہوں گے کہ آزوب کے لشکر میں زبردست افراتفری پھیل گئی ہے۔ وہ جلتے ہوئے خیموں کی تیز روشنی میں انھیں سپاہیوں کی بھاگ دوڑ بھی نظر آ رہی ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی نے آ کر وزیر کے مرنے کی بات بھی خیموں میں مشعل کے ذریعے آگ لگاتے ہوئے بھی دیکھ لیا ہو۔ اب شاید وہ اس بات کے منتظر ہوں گے کہ میں بستی کے دروازے کی طرف جاؤں اور ان سے کہوں کہ وہ دروازہ کھول کر دشمن کی منتشر اور پریشان حال فوج پر ٹوٹ پڑیں۔ لیکن انھیں اس بات پر ضرور حیرت ہو رہی ہوگی کہ میں نے اب تک ان سے دروازہ کھولنے کی درخواست نہیں کی۔
"اب ٹھیک ہی صورت بنتی جاتی ہے۔" نارس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "اور وہ یہ کہ ہم پہلے تو اپنے تمام فوجیوں کی شکلوں کا جائزہ لیں۔ میں اپنے سب فوجیوں کو شکل سے پہچانتا ہوں۔ اگر ہمیں ان میں کوئی اجنبی نظر آیا تو ہم فوراً الگ کر کے اس سے پوچھ گچھ کریں۔ لیکن اگر سپاہیوں میں کوئی بھی اجنبی نظر نہیں آتا تو ہمیں لازمی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وزیر کو قتل کر کے وہ شخص فرار ہو چکا ہے اور جب ہم تمام سپاہیوں کا جائزہ لیں گے تو ہمیں اپنی فوج کی کمزوری بھی معلوم ہو جائے گی۔ ہم کسی بھی اجنبی شخص کو نہیں جانتے جو ہمارے لشکر میں گھس کر قتل کر جائے۔"
"یہی ایک طریقہ سمجھ میں آتا ہے۔" نارس کے ایک ساتھی نے کہا۔ "چہرے دیکھ کر ان کی شناخت تو ہم رات کو بھی کر سکتے ہیں۔"
"تمام فوجیوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ قاعدے سے قطاروں میں کھڑے ہو جائیں اور کوئی بھی سپاہی اس میدان سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے۔" نارس کی تیز آواز گونجی۔ "اور اس کے ساتھ ہی تمام مشعل بردار اپنی مشعلیں لے کر میدان کے چاروں طرف پھیل کر فوجیوں کی صفوں کو گھیرے میں لے لیں تاکہ اگر ان میں کوئی اجنبی ہے اور بھاگ جانا چاہتا ہے تو فوراً پکڑا جائے یا اسے اسی جگہ ہلاک کر دیا جائے۔"

نارس کے حکم کی دیر تھی کہ فوری عمل درآمد شروع ہو گیا۔ فوجی دستوں نے اپنے اپنے دستوں کو قطاروں میں کھڑا کرنا شروع کر دیا اور جلد ہی صف بندی ہونے لگی۔ جس اس ہنگامے میں اگلی صفوں میں سے بھی صفیں بن چلی گئیں۔
نارس نے دو مشعل برداروں کو اپنے ساتھ لیا اور پہلی صف کے سپاہیوں کے چہرے دیکھنا شروع کر دیے۔ وہ ایک ایک چہرے کو غور سے دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ کوئی اجنبی اسے نظر نہیں آیا۔ اس کے بعد دوسری صف کا نمبر آیا۔ پھر اسی طرح ان صفوں پر صفیں دیکھتا چلا گیا۔ وہ مایوسی کے عالم میں گزرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ بہت وقت گزر گیا۔
اب نارس جس صف کا معائنہ کرنے والا تھا وہ آخری چند صفوں میں سے تھی۔ اور اسی صف میں، میں بھی کھڑا ہوا تھا۔ میرے جسم پر آزوب کے فوجیوں کا لباس تھا جو میں نے ایک فوجی کو ہلاک کر کے حاصل کیا تھا۔ میرے سر پر بھی خود تھا۔ تلوار کے علاوہ میرے پاس نیزہ بھی تھا۔ اور ذرا غور سے دیکھنے پر میری تلوار پر خون کے دھبے بھی دیکھے جا سکتے تھے۔
نارس اس کے دو ساتھی اور دونوں مشعل بردار آہستہ آہستہ اس صف میں سپاہیوں کے چہرے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں صف کے آخری سرے پر تھا۔ خدا جانے آپ کو ان لوگوں کی بے نیازی کا اندازہ ہے یا نہیں۔ وقت بھی آن پہنچا جب مشعل برداروں کی مشعلیں میرے قریب آ گئیں۔ نارس اور اس کے ساتھیوں نے میری شکل دیکھی۔ ساتھ ہی مجھے دیکھ کر نارس کی آنکھوں میں شبہات کی ایک چمک سی پیدا ہوئی جیسے بجلی کا ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹا اور پھر ایک دم آگے بڑھا۔ اس نے مشعل برداروں کو حکم دیا کہ مشعلیں میرے چہرے کے اور قریب لائیں۔ مشعل برداروں نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی۔
"تو یہ تم ہو!" اچانک نارس نے زور سے دہاڑ کر کہا۔ "میں نے تمہیں پہچان لیا۔ رات کے اندھیرے میں اس کی آواز اتنی تیز تھی کہ یقیناً شمرالہ کے قلعے کے برجوں پر موجود لوگوں نے بھی سن لی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ میری طرف بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ رک گیا۔ کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ میں خاموش کھڑا ہوا ہوں۔
"تم یہاں ہو!" اس نے ایک بار پھر پوری قوت سے دہاڑ کر کہا۔ "تمہاری یہ جرأت کہ تم ہماری قید سے نکل بھاگے تھے۔ میں تم دونوں کو پکڑ کر آزوب کے سامنے پیش کرنے والا تھا۔ تم نے آزوب سے تھا پہلے لیا لیکن اب تم میرے انتقام سے نہیں بچ سکو گے۔"
اور اس کے ساتھ ہی اس نے آس پاس کھڑے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا کہ مجھے گرفتار کر لیں۔ لیکن اب میرا منصوبہ دوسرا تھا۔ میں اس تماشے کو مزید جاری نہیں رکھنا چاہتا تھا اور جلد از جلد اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے مزاحمت کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی تلوار نکال لی۔

آزوب کے لشکر کے سپاہی بہت تعلیم یافتہ تھے۔ وہ بہت چالاک اور کافی مستعد بھی تھے۔ مجھے اور میری ساتھی گیرینا کو آزوب نے ایک خیمے میں زنجیروں سے جکڑ کر قید کر دیا تھا لیکن ہم کسی نہ کسی طرح وہاں سے زنجیریں کاٹ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ انھوں نے میری اصل طاقت کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اٹھا کر سپاہیوں کو اپنی طرف بڑھنے سے روکا۔ اور میرا اشارہ پا کر وہ رک گئے۔
"سنو نارس!" میں نے صف میں سے آگے نکل کر اس کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے بے گناہ سپاہیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگوں۔ اس لیے میں تمہارے اور تمہارے تمام فوجیوں کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تمہارے خیموں میں آگ میں نے لگائی تھی اور میں ہی وہ آدمی ہوں جس نے وزیر کا سر تن سے جدا کیا ہے۔ تمہارے فوجیوں میں سے کئی تو بغیر کسی کھٹکے کے میرے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ تم نے دیکھ لیا کہ میرا مقابلہ کرنے والے کس طرح میرے سامنے ہلاک ہو گئے۔"
"کیا کہا!" نارس نے حیرت سے کہا۔ "لیکن تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوگا؟ تم نے کس طرح ان سپاہیوں کو ہلاک کر دیا؟"
"یہ ایک بے معنی سوال ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اور سنو تمہارے اس عظیم وزیر کو میں نے قتل کیا ہے جس کی اتنی شہرت تھی۔ میں اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔ کیونکہ وہ ایک مجرم تھا اور مجرم کی یہی سزا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب تم جانتے ہو کہ تم میرے تجربے سے اپنے فوجیوں کو ان سے محفوظ رکھو۔ اس سے بہتر ہوگا کہ تمہارا ہر فوجی جو شخص صف سے زیادہ بہادر ہے، میرے مقابلے میں آئے اگر وہ مجھے زیر کر سکے تو ٹھیک ہے ورنہ تم بھی جان لو کہ تم ہر ایک بات کی آزمائش کو میرے مقابلے میں نہیں لا سکتے ہو۔ یاد رکھو میں اس وقت تم سے شمرالہ کی بستی کے نمائندے کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔ میں شمرالہ کی آزادی اور خودمختاری کا محافظ ہوں اور تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم شمرالہ کے بہادر اور جری لوگوں کو اپنا غلام بنا سکو۔"
"کیا کہا!" نارس نے دیوانے ہونے میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم شمرالہ کی بستی کے نمائندے کی حیثیت سے بات کر رہے ہو؟ لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں سے فرار ہونے کے بعد تم شمرالہ کی بستی میں داخل کس طرح ہوئے تھے؟ ایک ہی پل میں جب ہم چاروں طرف سے اس کی نگرانی کرتے تھے تمہارے پاس تو گھوڑے بھی موجود نہیں تھے جو تم استعمال کر سکتے۔ پھر تم وہاں کس طرح پہنچ گئے؟ اور تمہاری ساتھی گیرینا کہاں ہے؟ کیا وہ بھی شمرالہ کی بستی میں پہنچ گئی؟"
"تم نے ٹھیک سمجھا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "گیرینا بالکل بخیریت ہے اور شمرالہ کی بستی میں مقیم ہے۔ وہاں کے لوگ اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" "جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم شمرالہ کی بستی میں کس طرح داخل ہوئے تو تمہیں یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت نہیں۔ بس اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں شمرالہ کے لوگوں کے نمائندے کی حیثیت سے تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنا محاصرہ اٹھا لو اور یہاں سے چلے جاؤ جہاں سے آئے ہو۔

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مالی ۔ زارس نے ایک دم چیخ کر کہا۔ اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا کہ مجھے اس بات پر سخت حیرت ہو رہی تھی کہ تلوار شہپر کی تلوار اس کے سر سے ٹکرا کر کس طرح ٹوٹ گئی۔ بھلا کوئی انسانی کھوپڑی ایسی بھی ہو سکتی ہے جس سے ٹکرا کر تلوار ٹوٹ جائے اور کوئی انسانی سینہ ایسا بھی ہو سکتا ہے جس سے ٹکرا کر لانبی نیزہ ٹوٹ جائے تو ٹھیک کہتے ہو۔ خود چلو سپاہیو! اسے فوراً گرفتار کر لو۔ بس کر اس کی زنجیر کو بہت محدود کر دینے کے بعد کتے کی موت مار دیا جائے گا۔

زارس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے سپاہیوں کا ایک ہجوم ٹڈی دل جیسے مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ ہر طرف سے جیسے کھینچا تانی شروع ہو گئی۔ چونکہ زارس نے مجھے گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا، ہلاک کرنے کا نہیں، اس لیے سپاہی ہتھیاروں کا استعمال نہیں کر رہے تھے اور صرف اپنی جسمانی طاقت کے بل بوتے پر مجھے اسیر کرنے کی ناکام کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے ہاتھ مار مار کر انھیں اپنے سے دور بھگا دیا۔ جس سپاہی کو میرا ایک ہاتھ بھی لگ جاتا، وہ دور جا کر ہیبت سے گر کر کافی دیر تک اس کے لیے اٹھنا مشکل ہو جاتا۔ بڑی دیر تک یہ تماشا جاری رہا۔ سپاہیوں کے غول کے غول مجھ پر ٹوٹ ٹوٹ کر مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کرتے رہے اور میں ان کی ان کوششوں کو ناکام بناتا گیا۔ آخر زارس نے اس صورت حال سے تنگ آ کر ایک نیا حکم جاری کیا۔

"اس کو قتل کر دو۔" اس نے چلا کر کہا۔ "سپاہیو! اسے قتل کر دو۔ اب اس کے زندہ رہنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

اور اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے تلواروں کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ بے شمار سپاہیوں نے مجھے اپنے نرغے میں لے لیا اور مجھ پر وار کرنے لگے۔ مجھے زارس کی اس احمقانہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور میں نے ایک سپاہی کی تلوار چھین کر زارس کے فوجیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ چند لمحوں کے اندر اندر میرے اردگرد کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سپاہیوں کے غول جو میرے گرد منڈلا رہے تھے، دہشت کے مارے پیچھے ہٹنے لگے اور ذرا دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ میں خون میں ڈوبی ہوئی تلوار اپنے ہاتھ میں لیے تنہا کھڑا ہوا ہوں۔ اب کوئی سپاہی اکیلا میری طرف آنے کی جرأت نہیں کر پا رہا تھا۔ میرا سارا لباس خون میں تر بتر تھا اور میرے تمام جسم پر اس خون کی وجہ سے ایک عجیب سا تاثر بن گیا تھا۔

میں نے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ زارس اور اس کے چند ساتھی کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے سخت خوف زدہ نظروں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کی فوج کے بہت زیادہ سپاہی مارے جا چکے تھے اور جو بچ گئے تھے ان کی حالت اب خوف زدہ گیدڑوں کی سی تھی اور وہ مجھ سے بہت دور دور ہٹ گئے تھے۔

میں نے فیصلہ کیا کہ ان بچے کھچے سپاہیوں کو مارنے کے بجائے پہلے زارس اور اس کے ساتھیوں کو ختم کر دوں۔ میرے ایک ہاتھ میں تلوار تو پہلے سے ہی موجود تھی۔ دوسرے ہاتھ سے میں نے ایک سپاہی کا نیزہ اٹھا لیا جو میرے سامنے خون میں پڑا ہوا تھا اور پلٹ کر اس طرف بڑھا جدھر زارس اور اس کے ساتھی کھڑے ہوئے تھے۔ چند مشعل بردار ان کے اردگرد موجود تھے اس لیے

میں ان لوگوں کی شکلوں کو صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔

مجھے جارحانہ انداز میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر ان لوگوں کے چہرے خوف زدہ ہو گئے۔ انھوں نے نہایت بزدلانہ انداز میں وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں وہ بھاگتے ہوئے زارس کی پشت کا نشانہ لے کر نیزہ پھینکا جو سیدھا اس کی کمر میں لگ کر پیوست ہو گیا۔ زارس کے منہ سے ایک لمبی سی چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اسے گرتے دیکھ کر اس کے ساتھی صرف ایک لمحے کے لیے رکے اور اس کے بعد پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مشعل برداروں نے مشعلیں اپنے ہاتھوں سے پھینک دیں اور وہ بھی زارس کے بھاگنے والے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

میں نے ان بھگوڑوں کا پیچھا کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی اور اب میں دوسری سمت کو دیکھ رہا تھا جدھر زارس کے بچے کھچے فوجی گروہوں کی شکل میں خوف زدہ انداز میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے آس پاس بہت سے مشعل بردار بھی موجود تھے جن کی وجہ سے منظر روشن تھا۔

مجھے اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر ان لوگوں نے بھاگنے کی کوشش کی۔ میری دہشت ان لوگوں کے دلوں پر اتنی زیادہ بیٹھ گئی تھی کہ اب شاید وہ مجھ سے مقابلہ کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن میں نے اپنے ذہن میں ان کو وہ خوف زدہ چہرے اور انھیں دیکھ کر پھینک دیں اور اپنے دونوں ہاتھ دوستانہ انداز میں ان کی طرف بڑھا دیے۔ میں اس طرح انھیں اس بات کا یقین دلانا چاہتا تھا کہ میں انھیں نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ میری اس حرکت کو دیکھ کر وہ لوگ رک گئے۔

میں خالی ہاتھ آہستگی سے چلتا ہوا ان کی طرف قدم بڑھانے لگا اور پھر ایک بہت اچھی بات ظہور پذیر ہوئی۔ جیسے ہی میں نے دیکھا کہ جیسے ہی لوگ بڑھ رہا تھا ویسے ویسے سپاہیوں کے غول اپنے ہتھیار زمین پر پھینکتے جا رہے تھے۔ چونکہ میں نے انھیں اپنے ہتھیار پھینک دینے کا اشارہ کیا تھا، اپنے ہتھیار پھینک رہے تھے اور میری جانب اپنی خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ جیسے جیسے میں ان کی طرف بڑھتا جا رہا تھا ان کے سامنے زمین پر پڑے ہوئے ہتھیاروں کے ڈھیر میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ ایک ایک سپاہی نے ہتھیار ڈال دیے۔ اب وہ سب کئی ٹولیوں میں منقسم نہتے کھڑے ہوئے تھے۔

میں ان کے قریب جا کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کون سردار ہے تمھارا؟" میں نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "کیا تم میں سے کوئی ایسا ذمے دار شخص ہے جو تم سب کی ترجمانی کر سکے اور مجھ سے گفتگو کر سکے؟ زارس کے ساتھ جو چند لوگ تھے وہ بھاگ گئے ہیں۔"

میرے اس سوال پر تمام گروہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے اور آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد ایک عمر سپاہی نے مجھ سے کہا۔ "ہماری جانب سے نسرو تم سے گفتگو کرے گا۔" اور اس کے ساتھ ہی ایک پکی عمر کا آدمی بھیڑ میں سے نکل کر میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اچھا خاصا معقول آدمی نظر آتا تھا تاہم اس نے اپنے جذبات پر قابو پانے کی پوری پوری کوشش کی۔

"تم لوگ موجودہ تہذیب کی فوج میں کیا حیثیت حاصل ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرا نام نسرو ہے اور میں تہذیب کی فوج میں سپہ سالار کا مشیر اعلیٰ ہوں۔ سپہ سالار تو زارس کی موت کے بعد ہو گیا۔ اب میں ہی تم سے بات کر سکتا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "پہلے تم یہ بتاؤ کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم امن چاہتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم سب مل کر ہی تہذیب دیر پا قائم کر سکتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا شہزادی کی قتل کا بھوت تم لوگوں کے دماغوں پر سے اتر گیا ہے؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہمیں شہزادی کے قتل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" نسرو نے کہا۔ "ہم تم سے جاننا چاہتے ہیں اور یہ گزارش کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی بستی میں واپس جانے کی اجازت دے دو۔ جن لوگوں کو شہزادی کی بستی پر حکومت کرنے کا شوق تھا وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ میری مراد زارس اور اس کے ساتھیوں سے ہے۔ جہاں تک میرا اور میرے ساتھیوں کا تعلق ہے تو ہم شہزادی والوں سے کوئی دشمنی نہیں رکھنا چاہتے۔ تم ہماری جانب سے شہزادی والوں کو اس بات کا یقین دلا دو۔"

"یہی بات ہے؟" میں نے جواب دیا۔ "اب اس وقت رات بہت ہو چکی ہے اور سپاہیوں سے کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ تم ابھی یہیں کی فوج کے پڑاؤ میں جا کر آرام کرو۔ جو جلنے سے محفوظ رہ گئے ہیں وہ خالی خیموں میں آرام کر لیں۔ مجھے بھی اب آرام کی ضرورت ہے اور میں بھی کسی خالی خیمے میں آرام کروں گا۔ کل صبح پھر تم لوگوں سے ملاقات ہو گی اور تم اور تمھارے ساتھیوں سے بھی اس سلسلے میں مزید مشورہ کر سکتے ہو۔"

"میں شکرگزار ہوں۔" نسرو نے کہا اور سپاہیوں سے کہا کہ وہ خالی خیموں میں جا کر آرام کریں اور کل صبح تک اسی میدان میں رہیں۔

بات یہ ہے کہ میں اگر چاہتا تو اس قضیے کو اس وقت بھی ختم کر دیتا لیکن میں ان لوگوں کی اصل نیت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ کسی تنہا خیمے میں آرام کروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ آیا یہ لوگ میرے خلاف کوئی سازش کرتے ہیں یا نہیں۔ جہاں تک شہزادی والوں کا تعلق تھا تو انھیں بھی کیا خبر کہ ان پر کیا گزری، ان کی وجہ سے بڑی پریشانی اٹھانی پڑ رہی تھی اور وہ زیادہ دیر تک اس ناگفتہ بہ حالت میں گزارا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں نے کوئی کارروائی کر کے واپس جانے کی ہدایت دے دی۔

میں نسرو اور مشعل برداروں کو ساتھ لے کر شہزادی کے قلعے کی طرف گیا اور فصیل کے قریب پہنچا تو فوراً ہی ایک برج میں مشعل روشن ہو گئی۔ اس بات کا اشارہ تھی کہ مجھے دیکھ لیا گیا ہے۔

تمام فوجوں کو اس بات کی ہدایت دے دو کہ وہ اپنے ٹھکانوں پر واپس چلی جائیں اور شہزادی سے کہہ دینا کہ اب وہ بہت اپنے گھروں میں جا کر سو جائیں۔" میں نے بیچے سے چلا کر کہا۔ رات کے سناٹے میں میری بھاری آواز گونجنے لگی تو اس کے جواب میں برج سے مشعل کو لہرایا گیا۔ گویا اس بات کا اشارہ تھا کہ میری بات سن لی گئی ہے۔ اس کے فوراً بعد میں اور نسرو مشعل برداروں کے ساتھ واپس آ گئے۔

"اب میں کسی خالی خیمے میں آرام کروں گا۔" میں نے نسرو سے کہا اور خود ہی اپنے لیے ایک خالی خیمے کا انتخاب کر لیا۔ میں نے نسرو سے کہا کہ وہ خود بھی جا کر آرام کرے۔ دراصل میں نسرو کو یہ بات بتانا چاہتا تھا کہ میں نے اپنی شب بسری کے لیے کس طرح خیمے کا انتخاب کیا ہے۔

میں خیمے میں لیٹ گیا اور ساری رات جاگتا رہا۔ لیکن وہ ساری رات بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گئی۔ نسرو نے اپنے وعدے کی پابندی کی۔ اس کے آدمیوں نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ لوگ چاہتے تو بہ آسانی خیمے کو باہر سے آگ لگانے کی کوشش تو کر ہی سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا اور نہ ہی کسی نے میرے خیمے میں داخل ہو کر مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میں نسرو اور اس کے ساتھیوں پر اعتماد کر سکتا ہوں۔

صبح ہوتے ہی نسرو اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ میرے خیمے میں داخل ہوا۔ وہ لوگ اپنے ساتھ کھانے پینے کا کافی سامان لے کر آئے تھے۔

"اب تم ہمارے مہمان ہو۔" نسرو نے کہا۔ "ہم تمھارے لیے ناشتہ لائے ہیں۔ ہمارے ساتھ مل کر کھاؤ۔ ہمارے فوجی بھی اس وقت کھانے میں مصروف ہیں۔ کھانا ختم کرتے ہی ہم لوگ یہاں سے کوچ کر دیں گے۔ ہم شہزادی کے ہاں اب ہماری جانب سے بالکل اطمینان رکھیں۔ میں نے اپنے تمام اہم ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کر لیا ہے اور یہ ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اب ہم اپنے وطن واپس جانا چاہتے ہیں کیونکہ بہت طویل مدت کے دوران ہمیں یہاں پڑے رہنے سے سوائے نقصانات کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔"

"تم لوگوں کا یہ فیصلہ نہایت دانش مندانہ ہے۔" میں نے نسرو کی بات کو سراہتے ہوئے کہا۔ "یہ بات نہ صرف شہزادی کی بستی والوں کے لیے خوش آئند ثابت ہو گی بلکہ خود تمھاری بستی کے لوگوں کے لیے بھی خوش آئند ثابت ہو گی جو ایک طویل عرصے سے ایک ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں جو ان کے حکمرانوں کی پیدا کردہ ہے۔"

"آج ہم کئی ماہ کے بعد سکون کا سانس لے رہے ہیں۔" نسرو نے کہا۔ "میں بتانا چاہتا ہوں کہ جب اس بات کی اطلاع دی گئی کہ اب ہم محاصرے کو ختم کر کے اپنے گھر واپس لوٹ جائیں گے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے فوری طور پر روانگی کی تیاریاں بھی شروع کر دی ہیں۔"

میں نے نسرو اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد جب لوگ خیمے سے باہر نکلے، باہر نکل کر ہم نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ صرف وہی خیمہ اپنی جگہ پر رہ گیا تھا جس میں میں تھا اور اس کے سوا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کے ساتھ ڈٹا ہوا تھا۔ باقی نامہ جیسے کہ پہلے جا چکے تھے خبر جو ویران ہو گئی تھی۔ سپاہی اپنے اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ باہر جانے کی گھڑی نزدیک [illegible] جا چکا تھا، اب صرف خسرو اور اس کے ساتھیوں کا انتظار تھا۔

خسرو، اس کے ساتھیوں نے مجھ سے اجازت لی، مصافحہ کیا اور جس کے بعد وہ لوگ بھی لپک لپک کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے پیچھے لشکر نے کوچ کر دیا۔ میں خاموش کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا [illegible] میں موجود شہزادے کے ساتھ بھی یہ منظر دیکھ رہے ہوں گے۔ امیر [illegible] براک کو اس کی اطلاع دی جا چکی ہوگی [illegible] خصوصی [illegible] کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہا ہوگا [illegible] سخت حیران [illegible] مگر وہ [illegible] یہ منظر دیکھ [illegible] انہوں نے [illegible] کے لئے واقعی یہ سب کو سخت حیرت اور تعجب کا باعث ہوگا۔

تھوڑی ہی دیر میں خسرو کا لشکر گرد کے بادلوں میں چھپ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑا رہا۔ ذرا دیر میں یہ گرد بھی نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئی [illegible] سیاہ [illegible] کے علاوہ [illegible] تھا۔ میں نے ایک نظر لشکر [illegible] ڈالی۔ ہر طرف چلتے ہوئے خیموں [illegible] دشمن کے [illegible] تھے۔ آذوب کے [illegible] دہشت [illegible] شکار ہو گئے [illegible] ساتھیوں [illegible] نہیں [illegible] کے لئے [illegible] تلاش [illegible] ساتھ [illegible] بہت آہستہ آہستہ [illegible] منظر تھا۔ میں آہستہ آہستہ [illegible] بڑھتا ہوا شہزادہ کے قلعے کے پھاٹک کی جانب بڑھا۔ میرا میرے قریب پہنچتے ہی میری کسی ہدایت کے بغیر ہی قلعے کا پھاٹک کھول دیا گیا۔ [illegible] برال [illegible] تازہ [illegible] کھڑے تھے۔ سب سے آگے برال تھا اور [illegible] مسکراتی [illegible] کھڑی تھی۔ جس کی آنکھوں میں [illegible] محبت [illegible] تھی۔

"ہماری [illegible] کہ تم نے کیا معجزہ کر دکھایا ہے فروس۔" برال نے آگے بڑھ کر [illegible] کہا۔ "ہم [illegible] ساری رات عجیب [illegible] منظر دیکھتے رہے۔ ہم بہت دیکھتے رہے کہ آذوب کے خیموں میں [illegible] اور [illegible] نے خود اپنی آنکھوں سے تم [illegible] آگ لگاتے دیکھا۔ اور پھر ہم نے آذوب کے لشکر میں پھیلی ہوئی افراتفری بھی دیکھی۔ ہم نے اس کے [illegible] کو میدان میں [illegible] ہوتے بھی دیکھا۔ لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کیا کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ تم ان لوگوں کو بہت نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ ہم [illegible] منتظر [illegible] کہ [illegible] اشارہ کرو اور پھر ہم قلعے کا دروازہ کھول کر دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ لیکن کافی دیر گزر گئی اور تم نہیں آئے۔ البتہ دور سے میدان میں ہمیں کچھ [illegible] نظر آ رہا تھا جیسے دو قوموں [illegible] مقابلہ ہو رہا ہو۔ لیکن [illegible] کی

[illegible] منظر صاف نہیں تھا اور ہم کچھ نہیں سمجھ سکے کہ کیا ہو رہا ہے۔ [illegible] جب تم [illegible] کے ساتھ [illegible] ہم سے اچانک گھوڑے کے سینے کی طرح [illegible] کھڑے تھے لیکن تم نے [illegible] ہدایت کی کہ [illegible] اگر تم [illegible] تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی ہیں۔"

برال [illegible] کے لیے سانس لینے کو رکا اور اس کی جگہ [illegible] شروع کر دیا۔ "وہ کل [illegible] ہم یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آذوب کی [illegible] لگے۔ [illegible] کو [illegible] ہماری نظروں کے سامنے آذوب کے لشکر [illegible]"

"تم نے کیا جادو کر دیا فروس؟" برال نے پوچھا۔

"میں نے [illegible] جادو [illegible]" میں نے [illegible] لیے تم نے [illegible] کیا تھا [illegible] کی آزادی کو [illegible] بات کی [illegible] وہ [illegible] نہ ہم [illegible] سے [illegible] کیا [illegible] جا چکا ہے۔"

"کیا کہا؟" اچانک [illegible] ایک ساتھ بلند ہوئیں۔ "آذوب [illegible] چکا ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے سب سے پہلے آذوب [illegible] آگ لگائی تھی۔ آذوب اس وقت خیمے کے اندر موجود تھا [illegible] گیا۔ اس کے بعد [illegible] اپنی آنکھوں سے [illegible] آگ [illegible] بھاگ [illegible] آذوب کے سیکڑوں سپاہی [illegible] گئے۔ آذوب کے [illegible] سب سے بڑا جادوگر [illegible] گیا اور آذوب کا [illegible] بہت سے لوگوں کے [illegible] بعد آذوب کے [illegible] کے سپہ سالار کے [illegible] بھاگ جانے کا فیصلہ کیا۔"

لیکن برال [illegible] لوگوں نے تعجب کیو [illegible] حیرت سے پوچھا۔ "تم اطمینان سے ان کے خیموں میں آگ لگاتے رہے [illegible] لوگوں کو ہلاک کرتے رہے۔ ان کے ذخیروں کو تباہ کرتے رہے [illegible] نے تمہیں یہ سب کچھ کرتے رہنے کی کھلی اجازت دے دی؟"

[illegible] ہے کہ [illegible] مجھے ان ساری باتوں کی کھلی اجازت [illegible] دے سکتے تھے۔ میں نے [illegible] کی کوشش کرتے ہوں گے [illegible] نے [illegible] چھپ کر ان پر کاری ضربات لگائیں اور سب وہ سخت خوفزدہ [illegible] تب میں ان کے سامنے اس انداز میں جو [illegible] ہوا [illegible] دیر تک [illegible] بدشگونی [illegible] حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے انہیں یہاں سے کوچ کر جانے پر مجبور کر دیا۔"

"تم نے ہم سب پر احسان عظیم کیا ہے۔" برال نے [illegible] قلعے کے [illegible] کی طرف بڑھنے لگا۔ "اب [illegible] کو بند [illegible] نہیں [illegible] سے [illegible] طلب [illegible] کہ "انہیں [illegible] دو [illegible] سے غفلت [illegible] چکا ہے اور اب [illegible]

[illegible] کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

چنانچہ شہزادی کی تحویل میں بستی کے دروازے کھول دیئے گئے [illegible] [illegible] نے اپنے آپ کو سنبھال لیے ویسے اب انہیں کسی بات کا خوف نہیں [illegible] برال اور ان کے ساتھ مجھے اور آئندہ کر [illegible] ساتھ لیتے ہوئے اندر لے گئے [illegible] سب کے سب خوش و خرم اور مطمئن لوگوں کے [illegible] ان کے درمیان میں سے [illegible] ہوتے ہوئے برال کے محل میں داخل ہو گئے جہاں [illegible] کے [illegible] کا بندوبست کیا گیا۔

شہزاد کی بستی میں [illegible] کے بعد سے امن و سکون قائم ہو گیا۔ [illegible] لوگوں نے اپنا [illegible] کھیتوں [illegible] شروع کر دیا [illegible] جان [illegible] فصلیں [illegible] کی تیاری کی [illegible] دوران [illegible] ضرورت بہرحال اپنی جگہ تھی۔ لیکن کسی نہ کسی طرح یہ وقت بھی گزر گیا اور شہزاد کی بستی ایک بار پھر خوشحال ہو گئی۔

فروزنہ نے مجھ سے کہہ دیا کہ اب وہ شہزاد کی بستی سے کہیں نہیں جانا [illegible] یہ جگہ [illegible] اس جگہ کے لوگ بہت پسند آئے تھے۔ چنانچہ میں نے بھی یہ [illegible] کر لیا جب تک [illegible] زندہ ہے وہ یہیں رہے [illegible] اس وقت تک میں شاہی [illegible] زندگی کے دن گزارتا رہوں گا۔

موسم بدلتے گئے۔ گرمیاں سردیوں میں اور سردیاں گرمیوں میں تبدیل [illegible] ماہ و سال کا کبھی ختم نہ ہونے والا سفر جاری رہا [illegible] گئے۔ [illegible] ختم [illegible] نہ جانے کتنا عرصہ بیت [illegible] برال مر گیا اس کی جگہ [illegible] نے مجھے سردار بنانے کی بہت کوشش کی لیکن [illegible] انکار کر دیا اور [illegible] کو سردار بنا دیا [illegible] کی [illegible] مدت گزر گئی۔ پھر [illegible] بھی مر گیا [illegible] تمام [illegible] سب ایک ایک کر کے مرنے چلے جا رہے تھے [illegible] کے سر کے بال چاندی [illegible] کی طرح سفید [illegible] اس کی کمر جھک گئی تھی [illegible] دانت سارے ٹوٹ گئے تھے [illegible] بہت [illegible] اب ایک بوڑھی بڑھیا ہو کر رہ گئی تھی۔ لیکن [illegible] ویسا ہی تھا [illegible] شہزاد کی بستی میں مجھ سے پہلی والی نسل کب کی ختم ہو [illegible] میرے ساتھ والی نسل کے لوگ بڑی تیزی کے ساتھ ختم ہو رہے تھے [illegible] پرانی نسل کی جگہ لے رہی تھی [illegible] جانا تھا۔ ہمیشہ کی طرح [illegible] میرے اندر [illegible] کوئی تبدیلی [illegible] شہزاد کے لوگ [illegible] کہ میں کس قسم [illegible] بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میں شاید کوئی [illegible] جس میں [illegible] بعض یہ سمجھتے تھے [illegible] بڑھاپا [illegible] برکت سے بڑھاپا میرے پاس نہیں [illegible] لیکن حقیقت سے سب ہی لوگ ناواقف تھے۔ [illegible] بستی میں میری عزت بہت زیادہ تھی [illegible] نسل کے تمام لوگوں کی بات [illegible] بستی کا نجات دہندہ [illegible] ان کی [illegible]

[illegible] کے بعد [illegible] بیٹھے دل [illegible] کی بازی ہار رہی تھی۔

اور پھر ایک دن [illegible] جب آذینہ نے بھی [illegible]

[illegible] میری خاطر [illegible] کی مجھے [illegible] اور [illegible] کی زندگی گزار [illegible] آخر ایک دن [illegible] چھوڑ کر [illegible] پتا بھی نہیں چلا اور [illegible] ختم ہو گئی۔

صبح کو بستر پر مجھے اس کا سرد اور اکڑا ہوا جسم ملا۔ میں نے بستی [illegible] کو یہ خبر سنائی [illegible] کی آخری رسومات پوری کر دی گئیں۔

آذینہ کے بعد شہزاد کی بستی سے میرا دل اچاٹ ہو گیا۔ اب یہاں میری طبیعت گھبرا گئی تھی۔ ایک طویل عرصے سے یہاں رہتے [illegible] تھک چکا تھا اور اب کسی نئی دنیا کی تلاش میں جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک رات بالکل خاموشی سے شہزاد کی بستی کو خیرباد کہہ دیا۔

"ٹھہر جاؤ اسے [illegible] ذرا دیر کے لئے رک جاؤ۔" پروفیسر خاور نے کہا۔ "میرے سینے میں اچانک شدید [illegible] اب [illegible] میں سخت تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ شاید میں تمہاری آگے کی داستان پوری دلچسپی کے ساتھ نہ سن سکوں۔ اس لیے مجھے ذرا سنبھلنے کا موقع دو۔"

فرزانہ اور فروزاں اس اچانک صورت حال سے گھبرا گئیں اور انہوں نے جلدی سے آگے بڑھ کر پروفیسر خاور کو سنبھال لیا۔

"ابو آپ کی کیسی طبیعت ہے؟" فروزاں نے اپنے باپ سے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے بیٹا۔" پروفیسر خاور نے جواب دیا۔ "میرے سینے میں سخت درد ہو رہا ہے۔"

"ابو میں آپ کے سینے کی مالش کر دوں۔" فرزانہ نے کہا۔

"نہیں [illegible] تم دونوں ان کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ میں انہیں اٹھا کر آرام سے بستر پر لٹا دوں گا۔ انہیں مشروب حیات پینے کو دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ اس سے ان کی طبیعت بہت بہتر ہو جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے پروفیسر خاور کے جھکے ہوئے جسم کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور اس غار کی طرف لے چلا جہاں نرم بستر اور آرام کے دیگر لوازمات موجود تھے اور جہاں پروفیسر خاور اور اس کی دونوں بیٹیاں اس وقت آرام کرتے تھے جب میری ایک داستان ختم ہو جاتی تھی۔

میں نے پروفیسر خاور کو آرام سے ایک بستر پر لٹا دیا۔ اس کا تنفس اچانک بہت تیز ہو گیا تھا اور اس کے چہرے پر زردی کھنڈ رہی تھی۔

"ابو کو کیا ہو گیا ہے؟" فروزاں نے روتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔" فرزانہ نے اسے تسلی دینے کے انداز میں کہا۔ "ابو ٹھیک ہو جائیں گے۔ بس ذرا ان کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ میں ان کے سینے کی آہستہ آہستہ مالش کرتی ہوں اور تم ان کا سر سہلاؤ۔"

فرزانہ پروفیسر کے سینے پر اس کے دل کے قریب آہستہ آہستہ مالش کرنے لگی اور فروزاں اس کا سر سہلانے لگی۔ میں نے مشروب حیات کا ایک پیالہ بھر کر پروفیسر خاور کے منہ سے لگا دیا لیکن اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے۔

وہ مکمل بیہوشی کے عالم میں تھا۔ میری اور فروزاں کی کوششوں کے باوجود ہوش کا ایک قطرہ بھی پروفیسر خاور کے حلق کے نیچے نہ اتر سکا۔ اب اس کے سانس کی کیفیت بھی تبدیل ہو چلی تھی۔ سانس بے ترتیب ہو گیا تھا اور رنگ نیلا پڑ گیا تھا۔ میں نے جلدی سے اپنے ہونٹ پروفیسر کے ہونٹوں پر رکھ دیے اور پھر کسی ماہر کی طرح مصنوعی عمل تنفس کے ذریعے اس کے سانس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میرے اس عمل کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور چند منٹ کے بعد پروفیسر کا سانس کسی حد تک بحال ہو گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور اپنے چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ میں، فروزاں اور فرزانہ تینوں ہی اس کے قریب موجود تھے۔

"فرزانہ اور فروزاں۔" پروفیسر خاور نے بہت ہی ضعیف اور لرزتی آواز میں کہا۔ "تمام انسان فانی ہیں۔ قائم و باقی ذات صرف اللہ کی ہے، جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ دنیا میں جو شے وجود میں آئی ہے یا آئے گی اسے ایک نہ ایک دن فنا ہو جانا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ میرا بھی آخری وقت آن پہنچا ہے۔ میرے دل کی دھڑکن بے ترتیب اور میرا سانس بے آہنگ ہوتا جا رہا ہے۔ میری بچیو! تمہارے سامنے انسانی روپ میں جو شخصیت کھڑی ہے وہ کوئی انسان نہیں ہے۔ وہ وقت ہے۔ وقت کا سراپا، وقت کی تجسیم، وقت کا انسانی پیکر۔ وقت کو فنا نہیں، وقت کی کوئی ابتدا نہیں اور وقت کی کوئی انتہا نہیں۔ وقت ہمیشہ رواں دواں رہتا ہے اور ان تمام لوگوں کو جو [illegible] مزاحم ہوتے ہیں اپنے تیز و تند سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے جو اس کی رو میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اس کے راستے میں مزاحم ہوتے ہیں۔ وقت کی قدر کرنا میری بچیو! وقت کے ساتھ ساتھ رہنا، وقت کے ساتھ ساتھ چلنا۔ یہ وقت تمہیں بھولی بسری داستانیں سنائے گا، یہ وقت تمہیں صدیوں کی کہانیاں سنائے گا، تمہارے سامنے ماضی کے گمشدہ اوراق کھولے گا اور تم اس کے سحر میں ڈوب کر رہ جاؤ گی۔ اس کے انداز بیان سے مسحور ہو جاؤ گی۔ میری قوت نے جب تک میرا ساتھ دیا میں نے بھی وقت کا ساتھ دیا۔ لیکن اب میرا یہ فانی جسم جواب دے چکا ہے۔ اب مجھ میں مزید جینے کی تاب نہیں اور سچ پوچھو تو اب مجھے مزید جینے کی آرزو بھی نہیں۔ اس لیے خدا حافظ میری بچیو ——— میرے مرنے کے بعد رونا دھونا مت۔ مجھے خاموشی سے زمین میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دینا اور پھر مجھے بھول جانا۔ دنیا میں ہر شے فانی ہے۔ انسان آتے جاتے رہتے ہیں۔ مرنے والوں کے ساتھ کوئی مرا نہیں کرتا۔ کچھ دن تک مرنے والے کا غم تازہ رہتا ہے اور پھر اس کے بعد لوگ سب بھول بھال جاتے ہیں۔ تم بھی کچھ دنوں بعد مجھے بھول جاؤ گی میری بچیو۔ بس وقت کو یاد رکھنا، وقت کا ساتھ دینا، وقت کا ساتھ دینا ——— وقت کا ساتھ....."

اور اس کے ساتھ ہی پروفیسر کی گردن ڈھلک گئی۔ اس نے ایک آخری ہچکی لی اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ میں نے اپنی آخری کوشش کے طور پر ایک بار پھر مصنوعی عمل تنفس کے ذریعے اس میں سانس پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار مجھے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ فروزاں اور

فرزانہ چیخیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ فرزانہ اب بھی پروفیسر خاور کے سینے کی مالش کیے جا رہی تھی اور فروزاں اس کا سر سہلا رہی تھی۔ لیکن میں نے بہت اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ اب پروفیسر خاور کے جسم میں کچھ باقی نہیں بچا ہے۔ اس کے جسم کی حرارت تیزی سے ختم ہو رہی تھی۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی۔ وہ ساکت تھی۔ دل کی دھڑکن کو محسوس کرنے کی کوشش کی۔ وہاں موت کے سناٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

میں نے فرزانہ اور فروزاں کو بدقت تمام کھینچ کر پروفیسر خاور کے مردہ جسم سے علیحدہ کیا اور وہ دونوں ایک دوسرے بستر پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ میں ان کے درمیان ساکت و صامت اور خاموش کھڑا تھا۔ [illegible] تھی۔ فروزاں اور فرزانہ کے ساتھ میں نے بڑا طویل اور ان گنت [illegible] بھی پروفیسر خاور کے ساتھ میں نے اپنی عمر کا ایک لمبا عرصہ گزارا تھا [illegible] پر محیط تھا۔ پروفیسر خاور اور اس کی بیٹیوں کے سامنے میں نے ماضی کی بہت سی دلچسپ داستانیں بیان کی تھیں جن کا میں ایک حصہ تھا [illegible] تھا جو میری داستان کا ایک لازمی حصہ تھا۔

"تمہارے آنسو سوکھ گئے ہیں فروزاں اور فرزانہ۔" میں نے [illegible] انھیں تسلی دینے والے لہجے میں کہا۔ "آؤ اب ہم تینوں مل کر انھیں [illegible] سفر پر روانہ کرنے کی تیاریاں کریں۔"

میں نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑے اور غار سے باہر نکل آیا۔

جلد ہی ہم نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کر لیا جہاں پروفیسر کی قبر بنائی جا سکتی تھی۔ میں نے قبر کی کھدائی شروع کر دی۔ دونوں لڑکیوں نے میری مدد کرنی چاہی مگر میں نے انھیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ بھلا مجھے ان کی مدد کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے تھوڑی ہی دیر میں قبر کھود کر رکھ دی اور پھر ہم نے انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ پروفیسر کے مردہ بدن کو قبر میں اتار کر قبر کو بند کر دیا۔ [illegible] تھوڑی دیر بعد اس جگہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ نمودار ہو گیا جہاں کچھ دیر پہلے زمین ہموار تھی۔ فروزاں اور فرزانہ بری طرح روئے جا رہی تھیں اور میں انھیں [illegible] لیکن ظاہر ہے کہ باپ کی موت کا صدمہ ایسا نہیں تھا جسے [illegible] کے ساتھ فراموش کر دیا جاتا۔

اسی طرح ایک ہفتہ گزر گیا۔ ہم تینوں روزانہ صبح شام دو وقت پروفیسر کی قبر پر حاضری دیتے۔ دونوں لڑکیاں ادھر ادھر سے چن کر کچھ جنگلی پھول لے آتیں اور [illegible] قبر پر [illegible] دوسرے دن تک وہ مرجھا جاتے [illegible] کی جگہ [illegible] ایک ہفتے کے دوران وہ دونوں اپنے غم پر قابو پانے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئی تھیں اور ان کا صدمہ کافی کم ہو گیا تھا۔

"سنو فروزاں اور فرزانہ۔" میں نے پروفیسر خاور کے مرنے کے ایک ہفتے بعد ان دونوں کو اپنے سامنے بٹھا کر ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "[illegible] تمہارا ساتھ چھوڑ کر جا چکا ہے۔ اب تم دونوں اس بھری دنیا میں اکیلی اور تنہا ہو۔ کوئی نہیں ہے جس کے پاس تم واپس جا سکو۔ میں نے برسہا برس تک تمہارے باپ کو ماضی کے بے شمار واقعات سنائے ہیں جو تم بھی سن چکی ہو [illegible] پروفیسر خاور ہمارے درمیان موجود نہیں [illegible]

[illegible] فروزاں کی طرح میں بھی زمانے کے گرداب سے گزر کر آیا ہوں۔ اب میں تمہیں ماضی کی داستانیں سناؤں گا۔ وہ سلسلہ ختم ہو گیا جو پروفیسر خاور کے سامنے داستان گوئی کا تھا [illegible] اس کا علم تھا اور اس کا [illegible] تھا۔ [illegible] داستانیں سنانے کا سلسلہ ختم۔ اب ہم [illegible] بیٹیو! اب [illegible] زندگی [illegible] تم دونوں کا [illegible] ماضی بھی [illegible] اور مستقبل بھی [illegible] وقت کی انسانی تجسیم [illegible] پروفیسر مرتے [illegible] تم دونوں کو ہدایت کر گئے ہیں کہ وقت کا ساتھ دینا، وقت کے ساتھ ساتھ [illegible] چاہتا ہوں کہ تم دونوں اب میرے ساتھ رہو۔ میری شریک سفر [illegible] اس لیے اب تم سے کہ تم دونوں میرے ساتھ رہو گی [illegible] کوئی داستان سناؤں۔ [illegible] داستانیں خود تمہاری آنکھوں کے سامنے سے گزریں گی۔"

"ہمیں منظور ہے۔" فروزاں اور فرزانہ کی آوازیں ایک ساتھ ابھریں۔

"ہم جب تک زندہ ہیں تمہارا ساتھ نبھائیں گی۔" فرزانہ بولی۔

"جس طرح ہمارے باپ نے تمہاری محبتوں کے ساتھ اپنی جان دی ہے اسی طرح ہم دونوں بھی تمہارے سامنے ہی جان دیں گے۔" فرزانہ [illegible] سے ہم تمہاری زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ ہم اپنے وجود کو تمہارے وجود سے الگ نہیں کر سکتے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم دونوں اپنے وجود کو میرے وجود کا ایک حصہ [illegible] اب ہمیں اس جگہ قیام کیے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ کو چھوڑ دیں اور [illegible] دنیا میں کسی نئے [illegible] کسی [illegible] کے علاقے میں [illegible] نئے جلووں کا مشاہدہ کریں۔ نئی نئی چیزیں دیکھیں [illegible] زندگی کا کام ہی آگے بڑھتے رہنا ہے۔ زندگی کبھی [illegible] اور وقت کبھی ساکت نہیں ہوتا۔ زندگی منجمد اور وقت ساکت ہو جائے تو یہ چیز دنیا کے خاتمے کی علامت ہو گی۔"

"تمہاری باتیں بالکل سچی ہیں۔" فروزاں نے کہا۔ "بس آج سے ہم وقت کے [illegible] اور جہاں [illegible] لے جائے گا ہم اس کے ساتھ [illegible]"

وہ رات ہم تینوں نے [illegible] گزار دی اور علی الصباح ہم اپنے نئے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جانے سے پہلے ہم تینوں نے مل کر [illegible] کے علاقے سے [illegible] جنگلی پھول چنے اور انھیں بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ پروفیسر کی قبر پر [illegible] پروفیسر خاور کی پوری قبر پھولوں سے ڈھک گئی۔

"اب آج کے بعد سے کوئی اس قبر پر پھول چڑھانے نہیں آئے گا۔" فروزاں [illegible] کہا۔

"اور ہم بھی شاید اب اپنی زندگی میں دوبارہ اپنے باپ کی تربت کی زیارت نہ کر سکیں گے۔" فرزانہ نے روتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے زندگی میں ایک بار پھر کبھی اس علاقے میں واپس آئیں۔" میں نے کہا۔ "مستقبل کے بارے میں کوئی کیا پیشین گوئی کر سکتا ہے؟"

ہم تینوں نے ایک حسرت بھری نظر پروفیسر خاور کی قبر پر ڈالی۔ فروزاں اور فرزانہ نے قبر کے اوپر سے جنگلی پھول اٹھا کر اپنی پیشانیوں سے لگائے اور پھر وہ میرے ساتھ روانہ ہو گئیں۔ وہ دونوں پریشان تھیں اور اس لیے ہمیں مختصر سا ضروری سامان بھی اپنے ساتھ رکھنا پڑا۔

ہمارا سفر کئی مہینوں تک جاری رہا۔ ہم غاروں، پہاڑوں اور جنگلوں کی ویرانے سے نکل کر آبادی کے قریب تر ہوتے جا رہے تھے لیکن عہد جدید کی انسانی آبادی میں قدم رکھنے سے بیشتر ہمیں بہت سی چیزوں کی ضرورت تھی جو ہمارے پاس موجود نہیں تھیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں [illegible] کی ضرورت تھی تاکہ ہم [illegible] ضرورت کی [illegible] غاروں کا [illegible] انسانی ضروریات محدود ہو کر صرف پیٹ بھرنے تک رہ جاتی ہیں۔ یہ عہد جدید تھا جس میں انسانی ضروریات کے دائرے کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اس وسعت میں گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ برابر اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجھے اپنے لیے تو کچھ بھی درکار نہیں تھا لیکن میرے ساتھ فروزاں اور فرزانہ تھیں اور ان کی انسانی ضروریات تھیں۔ ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے رقم کی ضرورت تھی اور مجھے ان کی خاطر کہیں نہ کہیں سے رقم کا بہرحال بندوبست کرنا ہی تھا۔

ہم تینوں اس وقت جس جگہ موجود تھے وہ صحرا کا کنارہ تھی لیکن [illegible] قبرستان تھا۔ یہاں جگہ جگہ چٹانیں تھیں اور ان چٹانوں کے اندر کافی گہرے گہرے غار بھی موجود تھے جن میں بیک وقت کئی انسان چھپ کر بیٹھ سکتے تھے [illegible] کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ساحل سے [illegible] بہت زیادہ [illegible] شہر کی [illegible] عمارتوں کے ہیولے دھوپ کے [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] کی طرح نظر آ رہے تھے۔

ہم تینوں نے مل کر ایک ایسا غار تلاش کر لیا جو چٹانوں کے کافی اندر واقع تھا۔ اس لحاظ سے یہ بہت بڑی حد تک محفوظ بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔

"تم دونوں کو اس غار میں کچھ دیر میرا انتظار کرنا ہو گا۔" میں نے فروزاں اور فرزانہ سے کہا۔ "میں اس شہر کی طرف جا رہا ہوں جس کے بارے میں مجھے ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہے لیکن مجھے امید ہے کہ میں خالی ہاتھ واپس نہیں آؤں گا۔ مجھے کچھ رقم کا بندوبست کرنا ہے۔ اور اس کے علاوہ شہر کے حالات کو دیکھ کر تم لوگوں کے لیے ایسے لباس بھی حاصل کرنا ہیں جن کو پہن کر تم یہاں اجنبی نہ لگو۔ اس وقت تم نے جو لباس پہن رکھے ہیں وہ شاید اس شہر کے روایتی ملبوسات سے بالکل مختلف ہوں۔ پھر مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ دور جدید کے اس ترقی یافتہ شہر میں لوگوں کے باعزت گزارا [illegible] کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال سب سے پہلا کام تو رقم کا حصول ہے۔ باقی باتوں پر بعد میں بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ رقم کے حصول کے لیے میں کیا طریقہ اختیار کروں گا اور اس میں مجھے کتنا وقت لگے گا اس لیے میں تمہیں یہ بتانے سے قاصر ہوں کہ میری واپسی کتنی دیر بعد ہو گی۔ ہو سکتا ہے میں چند گھنٹوں ہی میں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے پورا دن لگ جائے اور شاید رات بھی۔ تاہم تم لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کافی سامان موجود ہے جس سے تم آسانی کئی دن

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تک گزر کر سکتی ہو جہاں تک اس علاقے کا تعلق ہے تو مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی ہمارا نقصان نہیں کرے گا کیونکہ یہ ایک بالکل ویران اور سنسان جگہ ہے اور اگر بالفرض کوئی آ بھی جائے تو تم بے فکر رہنا اس لیے کہ کسی کو اب سمندر پلٹ بھی نہیں معلوم کہ یہاں ہماری زبان بولی جاتی ہے اس سے تم دونوں واقف بھی ہو یا نہیں۔ بہرحال اب میں چلتا ہوں اور تم دونوں اپنی حفاظت سے [illegible] یہ علاقہ محفوظ جگہ ہے یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا۔"

ان دونوں کو اچھی طرح ہدایات دینے کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ میں نے سیدھا شہر کی طرف جانے کے بجائے ساحل کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کیا میرے جسم پر اس وقت نیکر پہنے ہوئے ایک معمولی سے کپڑے کے علاوہ کچھ نہیں تھا ظاہر ہے کہ اس لباس میں میں شہر کے اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا میرا خیال تھا کہ شاید ساحل پر جا کر کسی آدمی کا سراغ مل جائے اور وہاں سے میں کسی طرح کچھ کپڑے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں بہرحال میرا خیال غلط نہیں نکلا۔

میں چند میل چلا ہوں گا کہ مجھے ساحل پر دور سے انسانوں کے دھندلے دھندلے ہیولے نظر آنے لگے۔ میں محتاط ہو گیا اور میں نے اپنی رفتار بھی دھیمی کر دی پھر اچانک مجھے کچھ خیال آیا۔ میں نے خشکی پر چلتے رہنے کے بجائے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور ساحل کے ساتھ ساتھ تیرنے لگا۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے سامنے کا منظر صاف اور زیادہ واضح ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ انسانوں کے جسم مجھے پورے طور پر دکھائی دینے لگے۔ میں کسی ساحلی تفریح گاہ کے قریب تھا ساحل پر بہت سے سیکڑوں لوگ مجھے نظر آ رہے تھے اس کے علاوہ غسل کے مختصر ترین لباس میں ملبوس مرد و عورتیں بھی تفریح کر رہی تھیں۔ بہت سے لوگ ریت پر لیٹے ہوئے سورج کی کرنوں سے اپنے بدن کو سینک رہے تھے کچھ ساحل پر چہل قدمی کر رہے تھے بعض لوگ ریت پر بیٹھے ہوئے مشروبات سے دل بہلا رہے تھے اور بہت سے نوجوان جوڑے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے سمندر میں مستانہ انداز میں ادھر سے ادھر گردش کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ایک مدت کے بعد میں عہد جدید کی دنیا کو دیکھ رہا تھا۔ ان انسان لوگوں کو دیکھ کر میرے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔ جب مجھے اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ میرے جسم پر جو انتہائی مختصر لباس ہے وہ ساحل پر موجود لوگوں کے سامنے آنے سے میری راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا کیونکہ ساحل پر موجود لوگ جن میں مرد اور عورتیں دونوں ہی شامل تھے مجھ سے کہیں زیادہ مختصر لباس میں ملبوس تھے۔

میں ساحل کے ساتھ تیرتا تیرتا آگے بڑھتا گیا جب میرے آس پاس کئی لوگ بھی تیر رہے تھے جن میں عورتیں بھی شامل تھیں اور مرد بھی تھے۔ وہ سب کے سب امیر کبیر معلوم ہوتے تھے۔ جلد ہی میں ان کے قریب آ گیا اور وہ میرے قریب آ گئے اور پانی میں خوش دلی کے ساتھ ایک دوسرے سے چھیڑ کرنے لگے ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے اور مسکرانے لگے۔

تھوڑی دیر تک تیرتے رہنے کے بعد میں پانی میں سے باہر نکل کر خشکی پر آ گیا۔

ایک خوش اندام خاتون جو میرے ساتھ سمندر میں تیرنے والوں میں تھی مسکراتی ہوئی میرے قریب آئی اور مجھے دلچسپی بھری نظروں سے بغور دیکھ کر شستہ انگریزی زبان میں بولی: "تم کس قدر حسین جسم کے مالک ہو! میں نے کبھی اس رنگ روپ کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ تمہیں دیکھ کر تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا تم جادو کی خیالی دنیا کے باشندے ہو۔ تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟"

وہ لڑکی خالص شمالی امریکہ کے لب و لہجے میں انگریزی بول رہی تھی۔ اس سے مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا کہ میں اس وقت شمالی امریکہ کے کسی چھوٹے سے ساحلی شہر میں موجود ہوں۔

"میں تو ایک مسافر ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کے [illegible] کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "سیاحت میرا مشغلہ ہے اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے تب سے میں ملکوں ملکوں کی سیر کرتا پھر رہا ہوں۔"

"اوہ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کوئی بہت مالدار آدمی ہو مسٹر ...؟"

"جیکسن۔" میں نے جلدی سے اس کا جملہ پورا کر دیا اور کہا: "نہیں میں کوئی خاص مالدار آدمی نہیں ہوں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ میری ضروریات بہت محدود ہیں مس ...؟"

"مرڈوک۔ میری مرڈوک۔" اس نے چہکتے ہوئے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"میں جس ملک میں بھی جاتا ہوں وہاں سیاحت کرنے کے علاوہ تھوڑا بہت کام بھی کر لیتا ہوں اس طرح اپنا خرچ چلا لیتا ہوں۔" میں نے سفر [illegible] کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہارے شہر میں آ کر میں ایک مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔"

"ہمارا چھوٹا سا شہر تو بڑی ہی پرسکون جگہ ہے۔" میری نے کہا۔ "اور اس طرح تمہیں معلوم ہو گا کہ قصبے کا نام [illegible] ہے۔ یہاں کی آبادی زیادہ نہیں ہے لیکن یہ سیاحوں کی دلکشی کا مرکز ہے کیونکہ یہاں قدرتی مناظر کی فراوانی ہے۔"

"لیکن تمہارے قصبے نے میرے ساتھ کوئی فراخدلی کا سلوک نہیں کیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟" میری نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"میں نے سمندر میں اترنے سے پہلے اپنے کپڑے سامنے والی کیبن کے برآمدے کے باہر ڈال دیے تھے ان کپڑوں میں میری پتلون بھی شامل تھی جس کی جیب میں ایک ہزار ڈالر کی رقم تھی جو میری تمام پونجی تھی۔ اس کے بعد میں نہانے کے لیے سمندر میں اتر گیا۔ جب میں تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو میرے کپڑے غائب تھے۔ میں نے چاروں طرف اپنے کپڑوں کو تلاش کرنا شروع کیا لیکن وہ کہیں نہیں تھے۔ میں نے آس پاس کے کئی لوگوں سے دریافت بھی کیا لیکن کوئی کچھ نہ بتا سکا مجبوراً میں نے دوبارہ سمندر میں چھلانگ لگا دی اور ایک بار پھر تیرنے لگا۔ اب میں تیرتا تیرتا واپس آ رہا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب میں کیا کروں۔"

"اوہ ۔۔۔ یہ بات ہے۔" میری نے کہا۔ "ویسے میں تم کو یہ بات بتا دوں کہ ہمارے شہر میں کوئی چور نہیں ہے یہاں چوری نہیں ہوتی یہ ضرور کچھ شریر قسم کے نوجوانوں کی حرکت ہو گی جنھوں نے تم کو پریشان کرنے کی غرض سے تمہارے کپڑے غائب کر دیے ہوں گے اور جب انھیں تمہاری پتلون کی جیب

میں اتنی بڑی رقم ملی ہو گی تو انھوں نے اس رقم کو فوراً اپنے قبضے میں کر لیا ہو گا۔ [illegible] غائب کرنے کے لیے کہیں ادھر ادھر نکل گئے ہوں گے۔ بہرحال تم اس [illegible] مت کرو یہ مسئلہ ابھی حل ہو جائے گا۔"

"مگر کس طرح؟" میں نے میری سے سوال کیا۔

"مسٹر جیکسن۔" اس نے کہا۔ "سامنے ہی میرا کیبن موجود ہے۔ جہاں فون بھی [illegible] میرے کیبن میں [illegible] کوئی موجود نہیں ہے [illegible] میں اپنے کیبن [illegible] سے ابھی فون کر کے تمہارے لیے لباس منگوا سکتی ہوں۔"

"لیکن میں نے بتایا نا کہ میرے پاس جتنی بھی رقم تھی وہ میری پتلون کی جیب میں تھی۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "اب تو میرے پاس بالکل بھی رقم موجود نہیں۔ میں لباس کی قیمت کہاں سے ادا کروں گا؟"

"اوہ۔۔۔" میری نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہیں بھلا اس بارے میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آخر چند کپڑوں کی قیمت ہی کیا ہوتی ہے۔ میرے بارے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں اس شہر کے سب سے زیادہ مالدار شخص کی بیٹی ہوں۔ لیکن اس سے میری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں مرعوب کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" اس نے بڑی سادگی سے کہا۔ "میں تو تمہیں صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ میرے پاس روپے پیسے کی کمی نہیں ہے اور تم جیسے [illegible] نوجوان کے لیے تو میں اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہوں۔" [illegible] کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ مجھے یوں لگا جیسے اس کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔

وہ مجھے اپنے کیبن میں لے آئی جہاں فون موجود تھا اس نے شہر کے کسی [illegible] کا نمبر ملایا اور کسی [illegible] اور انھیں بھیج دینے کی ہدایت کی۔ اس کا کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا۔ [illegible] ایک بیڈ کے علاوہ [illegible] آرام کرسیاں اور ایک میز شامل تھی جس وقت وہ فون کر رہی تھی اس وقت میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا فون کرنے کے بعد وہ بھی میرے مقابل [illegible] کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "کیا پینا پسند کرو گے؟"

"جو بھی تم پلا دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اس نے اسکاچ وہسکی کے دو گلاس بنائے ایک میرے سامنے [illegible] اور دوسرا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہم دونوں دیر تک چسکیاں لیتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ اس نے میری [illegible] کے مطابق مجھ سے میرے ماضی کے بارے میں میری ذات کے بارے میں کوئی سوال نہیں پوچھا۔ البتہ وہ اپنے بارے میں بہت تفصیل سے مجھے بتاتی رہی۔ [illegible] کے بارے میں [illegible] آدھی باتیں سنیں اور کچھ بھی نہیں سکیں۔

اسی دوران کیبن کے دروازے پر کسی نے دستک دی [illegible] میری نے ایک [illegible] کا اشارہ کر دیا [illegible] کھول کر باہر جا کر دیکھا۔ دروازے میں [illegible] پیکٹ پکڑا [illegible] پیکٹ وصول کر کے کسی کاغذ پر دستخط کیے اور دروازہ بند کر کے

واپس آ گئی۔

"تمہارے لیے کپڑے آ گئے ہیں جیکسن۔" اس نے پیکٹ میری طرف [illegible] "جلدی سے [illegible] تم اس میں سے اپنی پسند کا لباس منتخب کر کے پہن سکتے ہو اور کپڑے بھی تمہارے ہی لیے ہیں۔"

اور پھر اس نے میرے قریب آ کر [illegible] میرے گلے میں اپنی باہیں ڈال دیں۔

تھوڑی دیر بعد جب میں نئے کپڑے پہن کر جانے کے لیے تیار ہونے لگا تو میری نے اپنا پرس کھول کر اس میں سے سو سو ڈالر کے نوٹ نکالے اور میرے حوالے کرتی ہوئی بولی: "یہ رکھ لو جیکسن۔ مجھے امید ہے کہ اس رقم سے تمہارا کچھ دن کا کام تو چل ہی جائے گا۔"

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" میں نے ظاہری تکلف کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن میری کے اصرار پر آخر میں نے [illegible] نوٹ لے کر اپنی جیب میں رکھ لیے۔ میری نے [illegible] کو [illegible] بھی میرے حوالے کر دیا۔

"اب تم سے کب اور کہاں ملاقات ہو گی ڈارلنگ؟" میری نے محبت سے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

"تم مجھے اپنا فون نمبر [illegible] بتا دو۔" میں نے اپنا دامن بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں دو ایک روز میں تمہیں فون کر کے مطلع کر دوں گا۔"

"ہاں جیکسن۔" اس نے کہا۔ "مجھے تم سے دوبارہ ملاقات کر کے بڑی خوشی ہو گی۔ کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہارا قیام کہاں ہے؟"

یہ میرے لیے بڑا مشکل سوال تھا۔ اس لیے کہ میں اس شہر کے ہوٹلوں سے بالکل ناواقف تھا اور مجھے ان میں سے کسی ایک کا نام بھی نہیں معلوم تھا چنانچہ میں نے بات بنانے کی غرض سے کہا۔ "میں ابھی جس ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں وہ مجھے کچھ زیادہ پسند نہیں آیا اور میں وہاں سے چلا جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے کسی دوسرے معقول ہوٹل کا نام اور پتا بتا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔" میری نے جلدی سے کہا۔ "تم [illegible] ہوٹل میں منتقل ہو جاؤ۔ وہ بڑی اچھی جگہ ہے۔" اور اس نے مجھے ہوٹل کا پتا بتا دیا۔ میں نے [illegible] شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں کل ہی [illegible] ہوٹل میں منتقل ہو جاؤں گا اور پھر وہ چاہے تو مجھے ہوٹل میں فون کر سکتی ہے۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تک میری سے اجازت لی اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ ساحلی علاقے سے مجھے ایک بس مل گئی جو شہر تک جاتی تھی۔ جب اس بس کے ذریعے شہر میں داخل ہوا تو ایک اسٹور سے میں نے فوراً ضرورت کی چیزیں خریدیں [illegible] کے علاوہ میں نے کھانے پینے کی بھی کچھ اشیاء خریدیں اور پھر [illegible] ساحلی علاقے کی طرف چل پڑا۔ یہاں پہنچ کر میں نے اس طرف اپنا سفر دوبارہ آغاز کر دیا جہاں میں نے [illegible] اور فرزانہ کو چھوڑا تھا۔ میری جیب میں ابھی بہت سی رقم موجود تھی۔ میری نے مجھے دو ہزار ڈالر کی خطیر رقم دی تھی۔ [illegible]

کافی دیر تک چلتے رہنے کے بعد میں بالآخر اس سنسان ویرانے [illegible]

[illegible]

"[illegible] واقعی تم ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

[illegible]

"ہم دونوں [illegible]" فرزانہ نے کہا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دھماکے کے ساتھ ریلنگ سے جا ٹکرائی۔ ریلنگ اتنی مضبوط تھی کہ اس زبردست تصادم کے باوجود وہ ٹوٹی نہیں صرف ٹیڑھی ہو گئی۔ لیکن اس شدید تصادم کے نتیجے میں بس الٹ گئی اور اس کے انجن میں آگ لگ گئی۔

ایک شور برپا ہو گیا۔ ساری بس میں کہرام مچ گیا۔ سیٹیں ٹوٹ کر ایک دوسرے کے اوپر چڑھ گئیں اور ان کے درمیان پھنسے ہوئے انسان بری طرح چیخنے چلانے لگے۔ جس سیٹ پر فروزاں اور فرزانہ بیٹھی ہوئی تھیں وہ بالکل چور ہو گئی تھی اور وہ دونوں نیچے دب کر رہ گئی تھیں۔ میرے برابر بیٹھی ہوئی معمر خاتون ترچھی ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں اور خون میں نہا گئی تھیں۔ میں خود سیٹ کے نیچے پھنسا ہوا تھا۔ ہر طرف آہ و بکا اور شور و غوغا کا عالم تھا۔ بس ایک جیسے کے بل گر گئی تھی اور اس طرح تمام مسافر ایک دوسرے کے اوپر آ پڑے تھے۔

میں نے ایک جھٹکے کے ساتھ خود کو سیٹ کے نیچے سے نکالا۔ لیکن جب پوزیشن یہ تھی کہ تمام مسافر جو زندہ، زخمی یا مر چکے تھے، بس کے اندر ایک طرح سے قید ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ ایک پہلو کے بل گرنے کے باعث بس کا دروازہ اور اس طرف کی کھڑکیاں تو زمین سے لگ گئی تھیں البتہ دوسری طرف کا ایمرجنسی دروازہ اور اس طرف کی کھڑکیاں چھت کی طرف اونچی ہو گئی تھیں۔

بس کا حادثہ ہوتے ہی آس پاس کا ٹریفک رک گیا۔ اس اثنا میں میں نے ایک چھلانگ لگا کر خود کو سیٹ کی قید سے نکالا اور میں فوری طور پر فروزاں اور فرزانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دونوں سیٹ کے نیچے دبی ہوئی تھیں اور وہ سیٹ کے اوپر ایک اور زخمی لدا ہوا تھا۔ میں نے پہلے تو اس زخمی کو آہستگی کے ساتھ سیٹ کے اوپر سے ہٹا کر دوسری طرف رکھ دیا۔ پھر شکستہ سیٹ کے نیچے پھنسی ہوئی فرزانہ اور فروزاں کو گھسیٹ کر باہر نکالا۔ دونوں کے جسم لہولہان ہو رہے تھے فرزانہ کا سر پھٹ گیا تھا اور اس میں سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ فروزاں کی بھی ناک اور منہ سے خون جاری تھا۔ یہ ایک ایسا وقت تھا کہ میں ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

شاید کسی نے فوری طور پر پولیس کو اطلاع دے دی تھی کیونکہ حادثے کو زیادہ سے زیادہ دس منٹ گزرے ہوں گے کہ پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں کے سائرن کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ فائر بریگیڈ والوں نے فوراً اندر پھنسے ہوئے لوگوں کو نکالنے کی کارروائی شروع کر دی اور زخمیوں کو ایمبولینسوں میں ڈال کر ہسپتال بھجوانا شروع کر دیا۔

پوری بس میں صرف میں ہی ایک ایسا شخص تھا جس کے جسم پر کوئی ہلکی سی خراش تک نہیں آئی تھی۔ بس کے ڈرائیور سمیت چھ وہ مسافر جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں موقع پر ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ تقریباً بیس مسافر شدید طور پر زخمی ہوئے تھے اور باقی کو معمولی چوٹیں آئی تھیں۔ فروزاں اور فرزانہ شدید طور پر زخمی ہو جانے والے لوگوں میں سے تھیں۔ انہیں دوسرے زخمیوں کے ساتھ فوری طور پر ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ میں خود بھی ہسپتال پہنچ گیا۔ میں نے پولیس والوں اور شہر کے ہسپتال کے عملے کو فروزاں اور فرزانہ کے بارے میں یہ بتلایا کہ وہ دونوں میری بہنیں ہیں۔ ہم لوگ بدقسمتی سے ریڈنگ جا رہے تھے کہ بس کو یہ حادثہ پیش آ گیا۔ پوری بس میں تنہا میں ہی وہ شخص تھا جس کے کوئی زخم نہیں آیا تھا

وہ جس کے ہوش و حواس قائم تھے۔ بہت سے اخبار والوں نے میرے انٹرویو لیے اور مجھ سے حادثے کی تفصیلات پوچھیں۔ پہلے جو کچھ معلوم تھا وہ میں نے انہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ کوئی لمبی چوڑی تفصیلات نہیں تھیں۔ ریڈیو اور ٹی وی والوں نے بھی میرے کئی انٹرویو ریکارڈ کیے اور ٹی وی کیمرہ مین نے باقاعدہ میری تصویریں اتاریں۔ ہسپتال کے سامنے سے چکر لگائے جا رہے تھے۔ لیکن لوگ مجھے کسی نہ کسی طرح گھیر لینے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

مجھے فروزاں اور فرزانہ کی طرف سے سخت فکر لاحق تھی اور میرا زیادہ تر وقت ہسپتال ہی میں گزرتا تھا۔ وہ دونوں ابھی تک بے ہوش تھیں۔ اور ڈاکٹروں کی زبردست کوششوں کے باوجود انہیں اب تک ہوش نہیں آیا تھا۔ دو دن گزر گئے تھے۔ اس اثنا میں انہیں کافی خون بھی چڑھایا گیا تھا اور بار بار مختلف انجکشن وغیرہ بھی دیے جا رہے تھے۔ لیکن دونوں میں سے کسی کی بھی حالت کوئی خاص نہیں ہو رہی تھی۔ اس دوران بس کے حادثے میں زخمی ہونے والے اور بھی ہسپتال میں ہلاک ہو گئے تھے۔ کئی دن تک اخبارات میں اس حادثے کی خبریں آتی رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ لوگ اس واقعے کو بھولتے گئے۔

مجھے دو بار لوگ کے درمیان ایک بالکل چھوٹا سا قصبہ ریڈنگ تھا۔ یہ حادثہ ریڈنگ کے قریب ہی پیش آیا تھا۔ وہ ریڈنگ کے ہسپتال ہی میں [illegible] داخل کیا گیا تھا۔ میں اس چھوٹے سے قصبے کے ایک ہوٹل کے ایک کمرے میں قیام پذیر تھا۔ لیکن میں ہوٹل میں بہت کم رہتا تھا۔ میرا زیادہ تر وقت ہسپتال میں گزرتا تھا۔

ایک ہفتے کے بعد ڈاکٹروں نے مجھے اطلاع دی کہ فروزاں اب چند گھنٹوں سے زیادہ کی مہمان نہیں ہے۔ اس کے خون کا دباؤ بہت کم ہو گیا ہے۔ نبض کی رفتار بہت سست ہو گئی تھی۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹروں نے آخری وقت میں مجھے فروزاں کو دیکھنے کی اجازت دے دی۔ میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ڈاکٹروں کی اجازت سے فروزاں اور فرزانہ دونوں کو دیکھ چکا تھا لیکن اس بار ڈاکٹروں نے خاص طور پر مجھے فکر کرنا کہ میں فروزاں کو آخری بار دیکھ لوں کیونکہ اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

میں نے جب فروزاں کو جا کر دیکھا تو میرا کلیجہ جیسے کٹنے لگا۔ اس کی حالت بگڑتی ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر موت کی زردی چھا گئی تھی۔ میں اس کی تاب نہ لا سکا اور جلدی سے اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں مجبور تھا۔ فروزاں ایک انسان تھی۔ اس کے جسم کا حیاتیاتی نظام تھا اور اب یہ حیاتیاتی نظام بری طرح منتشر اور مجروح ہو چکا تھا۔ اس کو درست کرنے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ میں واپس اپنے ہوٹل آ گیا۔ چند گھنٹے کے بعد مجھے ہوٹل پر یہ اطلاع ملی کہ فروزاں مر گئی ہے۔ فوراً ہی میں دوبارہ ہسپتال گیا۔ ہسپتال جانے سے پہلے میں نے ایک کفن دفن کرنے والے ادارے کو ٹیلی فون کر کے تدفین کے بارے میں ہدایت دے دی۔ جب میں ہسپتال پہنچا تو فروزاں کی لاش میرے حوالے کر دی گئی۔ جب تک کفن دفن کا انتظام کرنے والے ادارے کی گاڑی آ چکی تھی۔ وہ فروزاں کی لاش لے گئی اور میں اس کے ساتھ گیا۔ فروزاں کو خاموشی سے دفن کر دیا گیا۔

بھی تک بے ہوش تھی اور ڈاکٹر اس کی طرف سے بھی مایوسی کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن ایک نوجوان ڈاکٹر جس کا نام رچارڈ تھا فرزانہ کے کیس میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا اور وہ مجھے اس بات کی امید دلاتا تھا کہ شاید فرزانہ بچ جائے۔ رچارڈ نے واقعی فرزانہ کے کیس میں بہت دلچسپی لی اور اس کی تیمارداری میں بہت وقت صرف کیا۔ آخر رچارڈ اور دیگر ڈاکٹروں کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں فرزانہ کی طبیعت آہستہ آہستہ سنبھلنی شروع ہو گئی۔ اس عرصے کے دوران میں نے فرزانہ کے ایک دفعہ ملاقات بھی کر لی تھی اور اس طرح میرا وقت بھی کٹ جاتا تھا اور کچھ پیسے بھی ہاتھ آ جاتے تھے۔

فرزانہ کو مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں کوئی تین ماہ کا عرصہ لگ گیا۔ اس دوران وہ بار بار فروزاں کے بارے میں پوچھتی۔ مجھ سے بھی اور ڈاکٹروں سے بھی۔ لیکن ہم میں سے کسی نے اسے یہ نہیں بتایا کہ فروزاں مر چکی ہے۔ ڈاکٹروں کی سختی کے ساتھ یہ ہدایت تھی کہ فی الحال کچھ عرصے تک اس خبر کو فرزانہ سے چھپا کر رکھا جائے۔ چنانچہ فرزانہ کو یہی بتاتے رہے کہ فروزاں ایک دوسرے ہسپتال میں داخل ہے جہاں اس کا علاج ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر رچارڈ کی فرزانہ سے دلچسپی ایک فطری امر تھی۔ فرزانہ خود بھی یہ محسوس کر رہی تھی کہ ڈاکٹر رچارڈ اس کی جانب خصوصی توجہ دے رہا ہے اور رچارڈ جس وقت اس کی تیمارداری میں صرف کرتا ہے۔ اب فرزانہ کو یہ بھی بتایا جا چکا تھا کہ فروزاں کا انتقال ہو چکا ہے۔

اور آخر ایک دن، جبکہ فرزانہ کی طبیعت کافی بہتر ہو چکی تھی اور اسے چند روز کے بعد ہسپتال سے چھٹی ملنے والی تھی، میں فرزانہ کے کمرے میں اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو فرزانہ نے اپنے دل کی بات زبان پر لے ہی آئی۔

"ڈاکٹر رچارڈ نے مجھ سے شادی کی درخواست کی ہے۔" فرزانہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "اور میں خود بھی یہ چاہتی ہوں کہ اب سکون کی زندگی گزاروں۔ اب فروزاں کی موت کے بعد میرا دل ٹوٹ کر رہ گیا ہے اور اب میں اپنے اندر کوئی سکت نہیں پاتی کہ تمہارے ہمسفر، سکول جیکسن۔ میں تمام خانی لغتوں کی طرح ایک فانی عورت ہوں۔ اپنی عمر کا تقریباً دو تہائی حصہ میں گزار چکی ہوں اور باقیہ کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ نہ جانے کب موت بلا وا آ جائے۔ تم تو دوامی ہو کیونکہ تم تو وقت ہو۔ تم کو فنا نہیں ہے۔ میں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ مجھے آزاد کر دو جیکسن۔ میں نے ڈاکٹر رچارڈ کی یہ درخواست اس شرط کے ساتھ قبول کر لی ہے کہ وہ میرا مذہب اختیار کرے اور وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

"میری طرف سے تم آزاد ہو فرزانہ۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمہاری اور ڈاکٹر رچارڈ کی خوشگوار زندگی کے لیے دعا گو ہوں۔ مجھے واقعی اس بات کا شدید احساس ہے کہ بیچاری فروزاں کے مر جانے کے بعد تمہاری زندگی میں ایک گہرا خلا محسوس کر رہی ہو گی اور اس خلا کو اسی طرح پر کیا جا سکتا ہے کہ اپنے لیے کوئی اچھا سا جیون ساتھی چن لو۔ ڈاکٹر رچارڈ بہت اچھا آدمی ہے اور اگر وہ تمہارا مذہب بھی قبول کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہے تو پھر تمہاری اور اس کی شادی میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں جیکسن۔" فرزانہ نے اداس لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بقیہ زندگی سکون کے ساتھ گزار دوں۔ میرا اور فروزاں کا تم جاننے کے بعد اب میں خود کو بہت ہی مو تنہا پاتی ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا ساتھ میرے لیے بہت فرحت بخش ثابت ہوتا۔ لیکن تم بھلا کس کے ہو کر رہ سکتے ہو۔ تم تو وقت ہو اور وقت ہمیشہ کسی کا ساتھ تو نہیں دے سکتا۔ تمہاری تو وہی مثال ہے جو سورج کی طرح ہے۔ جوانی ڈھل جائے گی، میری عمر ڈھل جائے گی، میں بوڑھی ہو جاؤں گی، پھر ایک دن میرا ٹھکانہ قبر ہو جائے گا۔ لیکن تم یونہی اسی طرح نوجوان رہو گے۔ جوان اور حسین، دلکش اور تروتازہ۔"

"ٹھیک کہتی ہو فرزانہ۔" میں نے کہا۔ "تم نے میری داستانوں میں سنا کہ میری زندگی میں بڑے بڑے انسان آئے۔ ان گنت حسین عورتیں آئیں اور اپنا اپنا وقت گزارنے کے بعد چلی گئیں۔ میں کسی کا ہمیشہ ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اس لیے میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گا کہ تم بھی صرف میری ذات کی اسیر بن کر رہ جاؤ۔ تم خوشی سے ڈاکٹر رچارڈ سے شادی کر لو۔ میں اس شادی میں شریک ہوں گا اور اس کے بعد میں کسی اور طرف نکل جاؤں گا۔ میں تمہاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لوں گا تاکہ پھر تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گی۔ البتہ جب تک تم زندہ رہو گی مجھے محسوس کرتی رہو گی کیونکہ میں ہر انسان کو ہمیشہ اپنے وجود کا احساس دلاتا رہتا ہوں۔"

"شکریہ جیکسن۔" فرزانہ نے جواب دیا۔ "اب ڈاکٹر رچارڈ کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ یقیناً یہی ہو گا وہ بہتر ہو گا کہ اس کی موجودگی میں ہی تم اس کی اس تجویز پر اپنی خوشنودی کا اظہار کر دو تاکہ اسے بھی اطمینان حاصل ہو جائے۔"

"جیسا تم چاہتی ہو ویسا ہی ہو گا فرزانہ۔" میں نے سکون کے ساتھ جواب دیا۔

اس کے کچھ دیر بعد ڈاکٹر رچارڈ آ گیا اور مجھے دیکھ کر اس نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ وہ مجھے فرزانہ کے بھائی کی حیثیت سے جانتا تھا۔

فرزانہ نے اسے بتا دیا کہ اس کی اور اپنی شادی کے موضوع پر مجھ سے گفتگو کر چکی ہے اور یہ کہ مجھے نہ صرف یہ کہ اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں اس سے بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ میں نے فرزانہ کی باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے ڈاکٹر رچارڈ کو اس کے اس فیصلے پر مبارکباد پیش کی۔

"میرا خیال ہے کہ فرزانہ کو اب زیادہ دن تک ہسپتال میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ڈاکٹر رچارڈ نے کہا۔ "اس کے زخم بالکل ٹھیک ہو چکے ہیں اور ایک نارمل اور صحت مند انسان کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں انہیں خوش رکھ سکوں گا۔"

"لیکن تم جانتے ہو ڈاکٹر رچارڈ۔" [illegible]

[illegible]

ہے جو زندگی کو خوشگوار اور پُرمسرت بناتی ہے۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر جیکسن۔" ڈاکٹر رپاپاٹ نے مجھ سے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اور مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اس معاملے میں میری معلومات زیادہ نہیں ہیں تو جیکسن ایک غیر مسلم نام ہے۔ غالباً مسلمانوں میں یہ نام نہیں ہوتا پھر آپ کا نام جیکسن کس طرح ہے جبکہ آپ مسلمان ہیں اور فرزانہ کے بھائی بھی ہیں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ اب میں تمہیں ساری بات پوری طرح سے بتا ہی دوں تو بہتر ہے۔" میں نے باری باری فرزانہ اور ڈاکٹر رپاپاٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ فرزانہ کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"بات یہ ہے ڈاکٹر رپاپاٹ کہ میرا نام جیکسن ہی ہے اور میرا کسی ایک خاص مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں فرزانہ کا سگا بھائی ہوں۔ فرزانہ کے باپ نے مرتے وقت مجھے اس کا سرپرست مقرر کیا تھا اور اس لحاظ سے میں اس کے بھائی کی جگہ ہوں۔ فرزانہ کا تعلق البتہ مسلمان خاندان سے ہے اور بالعموم مسلمان لڑکیاں غیر مذاہب کے لوگوں سے شادی نہیں کرتیں۔ اس لیے فرزانہ کی یہ شرط اپنی جگہ پر اہمیت رکھتی ہے کہ اگر تم اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس کا مذہب بھی اختیار کرنا ہوگا۔"

"میں فرزانہ کی یہ شرط منظور کر چکا ہوں۔" ڈاکٹر رپاپاٹ نے جواب دیا۔ "فرزانہ جیسے ہی اسپتال سے ڈسچارج ہو جائے گی ہم لوگ اس کے دوسرے ہی دن نیویارک روانہ ہو جائیں گے جہاں مسلم برادری کے بہت سے لوگ موجود ہیں اور جہاں جا کر میں باضابطہ طور پر مسلمان ہو سکتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے اور اس کے اگلے دن ہم اسلامی طریقے سے شادی کر لیں گے۔"

"میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

اگلے چند دنوں کے دوران تمام مراحل بخیروخوبی طے ہو گئے۔ میں فرزانہ اور ڈاکٹر رپاپاٹ کے ہمراہ نیویارک گیا جہاں کی ایک مسجد کے امام نے رپاپاٹ کو مشرف بہ اسلام کیا اور اگلی امام صاحب نے اگلے روز رپاپاٹ اور فرزانہ کا نکاح پڑھا دیا۔ میں نے فرزانہ کو علیحدگی میں بتا دیا کہ اب میں اس سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہوں.....

اور پھر میں نیویارک سے چل پڑا۔ ایک جہاز میں بیٹھ کر میں آسٹریلیا کی طرف روانہ ہو گیا۔ یورپ، شمالی امریکا، جنوبی امریکا، افریقہ اور ایشیا سے دور، بہت دور۔ اب میں آسٹریلیا کی طرف مائل پرواز تھا۔ اب میں بالکل تنہا تھا۔ نہ پروفیسر خاور میرے ساتھ تھا، نہ فرزانہ تھی، نہ فروزاں تھی۔ میں تھا اور میرے سامنے پھیلی ہوئی فضائے بسیط تھی۔ میری نظروں کے سامنے دنیا کی بستیاں منہ کھولے کھڑی تھیں۔ میں کہیں بھی جا سکتا تھا، کسی جگہ بھی جا سکتا تھا، مجھے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

بالآخر میں اس عجیب تھلگ براعظم کی سرزمین پر اتر پڑا۔ ہر طرف اجنبی لوگ تھے اور کوئی گھر میرا گھر نہیں تھا۔ ہر شخص بیگانہ تھا اور کوئی شخص میرا اپنا نہیں تھا۔ میں

جو وقت ہوں، ازلی و ابدی، وقت جسے فنا نہیں، جس کی کوئی ابتدا نہیں، جس کی کوئی انتہا نہیں۔ کروڑوں اربوں انسان میرے ساتھ آتے اور جاتے رہے اور پھر گم ہو کر ختم ہو جاتے رہے۔ ہاں لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم رہی جو میرے سحر میں، میرے طلسم میں گرفتار ہو کر میرے بن کر رہ گئے۔ ان میں سے میں نے صرف تین انسانوں کی کہانی دنیا والوں کو سنائی ہے اور وہ تین انسان تھے پروفیسر خاور، فروزاں اور فرزانہ۔ ان تینوں نے میرے اندر سما جانے کی کوشش کی۔ انہوں نے میرے وجود کا ایک حصہ بن جانا چاہا۔ ایک عرصے تک یہ میرا ساتھ نبھاتے رہے لیکن تمام انسانوں کی طرح یہ بھی فانی تھے۔ پروفیسر خاور اور فروزاں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ فرزانہ نے اپنی الگ دنیا آباد کر لی جو ایک مقررہ وقت تک آباد رہے گی اور اس کے بعد اجڑ جائے گی اور کروڑوں اربوں انسانوں کی طرح فرزانہ اور جیکسن بھی زمین کی گہرائیوں میں عدم کی سرد وادیوں میں اتر جائیں گے جہاں نہ کوئی صبح ہے نہ شام ہوتی ہے، جہاں نہ روز نکلتا ہے نہ رات ہوتی ہے، جہاں نہ سود و زیاں کا کوئی احساس ہوتا ہے نہ زمان و مکان کا کوئی تصور ہوتا ہے۔ جہاں صرف ازلی و ابدی خلا ہے، تاریک اور تنہا خلا!

❋ ❋ ❋

Optimized by www.ImageOptimizer.net